Posted On Kitab Nagri




کتاب نگری

www.kitabnagri.com

# لمس جنون

## زویا علی شاہ

تم لوگ کوئی کام ڈھنگ سے کر بھی سکتی ہو یا نہیں۔میر ابرانڈڈ سوٹ تم لوگوں نے جلا کے رکھ دیا ہے اس کے پیسے کیا تم لوگوں کا باپ دے گا۔سوری بی بی جی قسم سے میں نے جان بوجھ کر نہیں جلایا ۔بکواس بند کرو اپنی تمارے سوری کہنے سے کیا میرا اتنا مہنگا سوٹ ٹھیک ہو جائے گا۔



یہ میرب کی آواز ہے نا اب یہ لڑکی کس پر چلا رہی ہے۔میرب کی ماں رفت بیگم اس کے پاپا ملک زبیر سے کہتے ہوئے۔بھاگتے ہوئے سیڑھیاں پھیلا کر میرب کے کمرے میں پہنچی تھی۔میرب غصے کی بہت تیز تھی اور اس کے بھائی کے حد سے زیادہ لاڈ اور پیار نے میرب کو بہت بگاڑ رکھا تھا اکثر اس کی ماں اس کے بھائی سے یہ شکایت کرتی تھی کہ تمہارے پیار نے میرب کو بہت بگاڑ دیا ہے۔

میرب ملک زبیر جو کہ بہت ہی مشہور بزنس مین تھا اس کی بیٹی تھی اس کا ایک بھائی جو اس سے حد سے زیادہ پیار کرتا تھا۔ عمر میں اس سے 12 سال بڑا تھا۔ اس کا نام شامیر ملک تھا۔ یہ ملک زبیر اور رفت بیگم کی بیش قیمتی دولت ان کی دو اولادیں تھی

۔انہوں نے اپنی طرف سے اپنے بچوں کو بہت اچھی تربیت دی تھی مگر میرب کو شاہ میر کے حد سے زیادہ لاڑ پیار نے کافی بگاڑ دیا تھا شاہ میر خود بہت ہی سلجھا ہوا انسان تھا۔ میرب اپنی چیزوں کے لیے بہت زیادہ پوزیف تھی وہ اپنی چیزوں کو کسی کو چھونے بھی نہیں دیتی تھی

پھر چاہے وہ رشتے تھے یا اس کے کاسمیٹکس کی چیزیں یا پھر اس کی جیولری یا اس کے جوتے وہ اپنی چیزوں کو کسی کے ساتھ شیئر کرنا پسند نہیں کرتی تھی۔

میرب کیا ہوا ہے کیوں چلا رہی ہو۔

رفت بیگم اپنی بیٹی کے روم داخل ہوئی تو وہ گھر کی دونو کرانیوں کو لائن میں لگا کر کھڑی ہوئی تھی۔

یہ دیکھیں میرا اتنا مہنگا برانڈڈ سوٹ انہوں نے جلا دیا ہے میں چلاؤں نہیں تو اور کیا کروں میرب اپنی ماں کے آگے اپنا فراک کرتے ہوئے غصے سے بول رہی تھی۔تو میرب انہوں نے جان بوجھ کر تو نہیں جلایا ہو گا نہ اگر غلطی سے جل گیا ہے تو اس میں اتنا چلانے والی کیا بات ہے غلطی تو کسی بھی انسان سے ہو سکتی ہے۔

ماما پلیز آپ کو تو ہر بات ہی نارمل لگتی ہے یہ لوگ اتنی تنخواہ لیتے ہیں تو ان کا فرض بنتا ہے کہ ہر کام کو ڈھنگ سے کرے۔میرب وہ لوگ اپنا ہر کام اچھے سے ہی کرتے ہیں اگر آج غلطی ہو گئی ہے تو معاف کر دو میرب کی ماں اسے غصے سے چپ کروا رہی تھی۔آج میری فرینڈ کی برتھ ڈے ہے تو بتائیں میں کیا پہن کر جاؤں۔

میرب بیٹا اپ کے پاس اتنے سارے کپڑے ہیں کچھ بھی اور پہن لو۔مجھے نہیں پہننے وہ کپڑے آپ کو اچھی طرح سے پتہ ہے کہ میں ڈریسز ریپیٹ نہیں کرتی۔میرا بیٹا کیا پریشانی ہے کیوں آپ غصہ کر رہی ہو۔زبیر ملک بھی اوپر روم میں آگیا تھا۔پاپا یہ دیکھیں انہوں نے میری ڈریس چلا دی ہے جو میں نے اپنی دوست کی برتھ ڈے پر پہن کر جانی تھی اور مما ان کو ڈانٹنے کے بجائے مجھے ڈانٹ رہی ہیں وہ روتے ہوئے اپنے پاپا کے گلے جا کر لگ گئی تھی۔

کیوں ڈانٹ رہی ہیں بھئی آپ میری بیٹی کو میرب کے پاپا نے میرب کی ماں کو مصنوعی غصے سے ڈانٹتے ہوئے کہا۔بہت اچھی بات ہے آدھا تو اس کے بھائی نے اس کو بگاڑ رکھا ہے باقی کی کسر آپ پوری کر دیں میرب کی ماں نے سچ میں غصے سے ہی جواب دیا تھا۔

اپ میری بیٹی کو ڈانٹا نہیں کریں۔اور کس نے کہا کہ میری بیٹی بگڑی ہوئی ہے میری بیٹی تو بہت سمجھدار ہے۔ماشاءاللہ بس اسی طرح سے اپنی بیٹی کی طرفداری کرتے رہا کریں۔جب اس کو شادی کر کے دوسرے گھر بھیجیں گے۔تو ایک کام کرنا کہ آپ دونوں باپ بیٹا بھی اس کے ساتھ ہی چلے جانا اس کو سسرال میں آپ دونوں کی بہت ضرورت پڑنے والی ہے۔www.kitabnagri.com

رفت بیگم غصے سے بڑبڑاتے ہوئے روم سے چلی گئی۔پاپا دیکھا نہ آپ نے کہ ماما کس طرح مجھ پر ہی چلاتی رہتی ہیں۔اور تم دونوں یہاں پر کھڑی ہوئی کیا کر رہی ہو۔دفع ہو جاؤ خواہ مخواہ میری ماں سے مجھے اتنی باتیں سننے کو ملی۔تم دونوں کی وجہ سے حالانکہ باتیں ماما کو تم لوگوں کو سنانی چاہیے تھی میرب اپنا غصہ نوکرانیوں پر نکالتے ہوئے بولی۔

نوکرانیاں بچاری اپنی جان بچاتے ہوئے ایک منٹ سے بھی پہلے کمرے سے نو دو گیارہ ہو گئی۔اب بتاؤ میرے بیٹے کو کیا مسئلہ ہے نیا ڈریس چاہیے یس پاپا میری دوست کی برتھ ڈے ہے اور مجھے وہاں پر نیا

ڈریس پہن کر جانا ہے آپ کو تو پتہ ہے نہ کہ میں ایک ڈریس کو دوبارہ نہیں پہنتی میرب نے بیچارا سا منہ بناتے ہوئے اپنے پاپا سے کہا۔

تو جائیے نیا ڈریس لے لیں میرب کے پاپا نے اپنا کریڈٹ کارڈ میرب کے ہاتھ میں تھماتے ہوئے کہا لو یو پاپا میرب اپنے پاپا کے گلے میں باہیں ڈال کر خوشی سے جھومتی ہوئی کاٹ لے کر ڈرائیور کے ساتھ ڈریس لینے چلی گئی۔www.kitabnagri.com

oooooooo

پلیز سمجھنے کی کوشش کرو میں نہیں رہ سکتا اس کے بغیر میرا جسم ٹوٹتا ہے کیڑے رینگنے لگتے ہیں ۔میرے جسم میں اتنا درد ہوتا ہے کہ مجھ سے برداشت نہیں ہوتا اس درد سے تو بہتر ہے کہ میں مر جاؤں وہ زیادہ بہتر ہے کیوں نہیں مجھے مرنے دیتے مجھے۔جب تم لوگوں کو سب پتہ ہے تو کیوں میرا تماشہ بنا رہے ہو۔یا تو مجھے مرنے دو یا مجھے نشہ دے دو پلیز۔

پہلے تو تو اس لڑکی کے بغیر نہیں رہ سکتا تھا اب تو نشے کے بغیر نہیں رہ سکتا تو کوئی ایک چیز کی ڈیمانڈ تو کر رومان شاہ آنکھیں دکھاتے ہوئے بولا۔مجھے نہیں جینا مرنے دو مجھے کیوں نہیں تم لوگ میری جان چھوڑ دیتے ہو احمر روتے ہوئے بولا۔

تم صرف ایک لڑکی کی خاطر اپنی جان دینا چاہتے ہو مرنا چاہتے ہو وہ کل کی آئی ہوئی لڑکی تمہارے لیے اتنی خاص ہو گئی کہ تمہیں نہ تو اپنی بوڑھی ماں نظر آرہی ہے اور نہ اپنے جگری یار لعنت ہے تیری جوانی پر۔ہاں نہیں نظر آرہی مجھے میری بوڑھی ماں اور نہ مجھے نظر آرہے ہو تم لوگ۔

تم میرا پیچھا کیوں نہیں چھوڑتے ہو کیوں ہر جگہ سائے کی طرح میرے پیچھے پہنچ جاتے۔اپنی ب*** بند کرو اور چلو میرے ساتھ گاڑی میں بیٹھو رومان شاہ احمر کو ہاتھ سے کھینچتے ہوئے گاڑی میں بیٹھارہا تھا۔رومان شاہ مجھے نہیں جانا تمہارے ساتھ احمر گاڑی سے باہر نکلنے کی کوشش کر رہا تھا۔

دیکھتا ہوں کیسے نہیں چلتے تم میرے ساتھ رومان شاہ نشے میں ٹوٹے ہوئے احمر کو سیٹ پر بٹھاتے ہوئے سیٹ بیلٹ باندھ کر دوسری طرف سے ہوتا ہوا گاڑی میں آکر بیٹھ گیا اور گاڑی سٹارٹ کرتا ہوا ہاسپٹل کی طرف چل پڑا۔

احمر رومان شاہ کا بہت اچھا دوست تھا رومان شاہ احمر اور شاہ زیب تینوں بیسٹ فرینڈ تھے سکول لائف سے لے کر کالج تک ان تینوں نے اکٹھے پڑھائی کی تھی ان دونوں میں لاجواب کمسٹری اور دوستی تھی۔

تینوں ایک دوسرے کے ساتھ بہت ہی اچھا ٹائم سپینڈ کیا کرتے تھے یونیورسٹی میں ان کی دوستی کے چرچے ہوا کرتے تھے۔ مگر پھر احمر کی زندگی میں ایک لڑکی آئی جس کو احمر نے بہت پیار کیا احمر اسکو لے کر بہت سیریس تھا۔وہ اس سے شادی کرنا چاہتا تھا۔ مگر اس لڑکی نے احمر کو صرف ٹائم پاس کے لیے رکھا ہوا تھا۔www.kitabnagri.com

عریشہ ایک بہت ہی امیر خاندان سے تعلق رکھتی تھی جس کے ماں باپ زیادہ تر ملک سے باہر ہی پائے جاتے تھے ۔اور یہاں پر وہ اکیلی خوب عیاشیاں کیا کرتی تھی یونیورسٹی میں صرف وہ لڑکوں سے دوستیاں نبھانے کے لیے ہی آیا کرتی۔

مگر احمر اس کے عشق میں اس قدر مبتلا تھا کہ اسے اس کی کوئی بھی چیز نظر نہیں آتی تھی۔ حالانکہ شازیب خان اور رومان شاہ اسے بہت سمجھایا کرتے تھے یہ لڑکی تمہارے لیے ٹھیک نہیں ہے۔

مگر احمر کے سر پر اریشہ کا عشق سر چڑھ کر بولتا تھا۔کئی بار ان تینوں میں جھگڑا بھی ہوا عریشہ کو لے کر ۔مگر احمر اس کو چھوڑنے کے لیے تیار نہیں تھا۔کرتے کرتے وہ لڑکی احمر کو اس مقام پر چھوڑ کر چلی گئی

تھی۔ کہ اب احمر خود کو نشے کی لت میں لگا کر اریشہ کو بھلانے کی کوشش کرتا۔ کتنی بار اس نے خودکشی کرنے کی کوشش کی مگر ہر بار رومان شاہ موقع پر پہنچ کر اسے بچا لیتا تھا۔

رمان شاہ اپنے یاروں کے لیے بہت مفلس تھا دوستوں کے لیے جینے والا انسان تھا رومان شاہ۔ تو بھلا ایسے وقت میں وہ اپنے بیسٹ فرینڈ کو اکیلا کیسے چھوڑ سکتا تھا۔احمر یار تجھے سچ میں اپنی بوڑھی ماں نظر نہیں آتی جس کے جینے کا واحد سہارا صرف تو ہے پتہ ہے کہ وہ مجھے فون کرتے ہوئے کس طرح سے تڑپ کر روتے ہوئے مجھے بتا رہی تھی کہ تم نے پھر سے خودکشی کرنے کی کوشش کی ہے۔

رومان میں کیا کروں میرے دماغ سے عریشہ نہیں جاتی میں اس کو بھلانے کی بہت کوشش کرتا ہوں جتنی کوشش کرتا ہوں وہ اتنی ہی مجھے زیادہ یاد آتی ہے اس کو بھلانے کے لیے ہی میں نشہ کرتا ہوں اس کو بلانے کے لیے ہی میں مرنا چاہتا ہوں احمر بے بسی کے ساتھ روتے ہوئے شرمندہ انداز سے آنکھیں جھکائے ہوئے بیٹھا تھا۔۔

رومان تو تو میرا یار ہے نا تو مجھے اریشہ لا دو میں تجھ سے وعدہ کرتا ہوں کہ میں نشہ چھوڑ دوں گا۔احمر بہت امید بھری نظروں سے گاڑی چلاتے ہوئے رومان شاہ سے بول رہا تھا رومان شاہ ان تینوں کی ٹولی میں اس اس ٹولی کی جان تھا وہ اپنے یاروں کے لیے کچھ بھی کر گزرنے کا جذبہ رکھتا تھا۔

ٹھیک ہے تم وعدہ کرو کہ تم اپنا علاج کرواؤ گے اور وہ بھی اچھے طریقے سے اور دوبارہ کبھی اپنی جان لینے کی کوشش نہیں کرو گے تو رومان شاہ یہ وعدہ کرتا ہے کہ اریشہ کو واپس تمہاری زندگی میں ضرور لے کر آئے گا۔

رومان شاہ میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں اپنا علاج ٹھیک سے کرواؤں گا بس تم مجھے میری عریشہ لا کر دے دو۔عمان شاہ وعدہ کرتے ہوئے اسے ہاسپٹل کے اندر لے آیا تھا جہاں ڈاکٹر شاہ زیب ان کا ویٹ کر رہا تھا۔ڈاکٹر شاہ زیب ان کی ٹولی کا تیسرا دوست تھا تینوں آپس میں بہت اچھے بیسٹ فرینڈ تھے۔



احمر کو شاہزیب نے ہاسپٹل میں داخل کروا دیا تھا جہاں پر اس کا علاج شروع ہو چکا تھا۔احمر کے کافی سارے ٹیسٹ ہوئے جن میں ڈاکٹر نے یہ بتایا کہ احمر کے جسم میں 70 پرسنٹ ڈرگز کا نشہ پھیل چکا ہے یہ زہر اس کے باڈی کو 70 پرسنٹ متاثر کر چکی ہے۔مگر ڈاکٹروں نے یہ یقین دلایا تھا کہ اگر پیشنٹ خود کوشش کرے اور اچھے سے علاج کروائے تو اس کی جان بچائی جا سکتی ہے۔

رومان تم احمر کو ایڈ مٹ کروانے کے لیے کیسے منا کر لائے ہو کیونکہ وہ اتنی آسانی سے تو ہاسپٹل میں داخل نہیں ہو سکتا تھا ڈاکٹر شاہ زیب رومان شاہ سے ہاسپٹل کے باہر کھڑا یہ پوچھ رہا تھا۔میں نے اس سے یہ کہا ہے کہ اگر وہ اپنا علاج اچھے سے کروالے تو میں اسے عریشہ واپس لا کر دوں گا۔



کیا۔۔تم نے احمر سے یہ کہا ہے کہ تم اسے عریشہ واپس لا کر دو گے اس سے تو بہتر تھا کہ اسے مرنے دیتے اس کو ڈرگ کے نشے میں ڈاکٹر شاہ زیب غصے سے بولا۔شازیب اگر یار کی جان بچانے کے لیے جھوٹ بولنا پڑے تو میرے نزدیک یہ غلط نہیں ہے۔مطلب کہ تم نے احمر کو جھوٹ کہا ہے۔نہیں کر سکتے نہیں تو تمہیں کیا لگتا ہے کہ میں اس عریشہ جیسی گھٹیا لڑکی کو پھر سے ہمارے یار کی زندگی میں واپس لاؤں گا۔



تھینک گاڈ مجھے تو لگا کہ سچ میں تم اس گھٹیا عریشہ کو احمر کی زندگی میں واپس لے کر آؤ گے ڈاکٹر شاہ زیب لمبی سانس لیتے ہوئے شکر کر رہا تھا۔

oooooooo

(ماضی) کہاں جا رہی ہو۔اس طرح سے سج سنور کر رومیو مہک کا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچتے ہوئے اسے حویلی کے برامدے میں لے آیا تھا۔رومیو اور سحر دونوں آپس میں کزنز تھے رومیو مہک کے چچا کا بیٹا تھا اور مہک رومیوں کے بڑے تایا کی بیٹی تھی۔

رومیو کے بابا کے علاوہ دو اور بھائی تھے رومیو کے بابا زیادہ چالاک نہیں تھے۔

جس کی وجہ سے اس کے حصے میں کچھ خاص نہیں آیا تھا رومیوں کہ پاپا کے دونوں بڑے بھائی جو کہ بہت زیادہ چالاک اور بے ایمان تھے انہوں نے بڑی چالاکی سے رومیوں کے کی بابا کی آدھے سے زیادہ جائیداد حڑپ کر لی تھی۔رومیو ابھی اس قابل نہیں تھا کہ وہ اپنے باپ کے ساتھ کاندھا لگا کر کھڑا ہو سکتا۔وہ ابھی میٹرک کے پیپر دے رہا تھا رومیو کا بابا اکثر بیمار رہنے لگا تھا۔



رومیو کی ماں اکثر رومیوں کے بابا سے یہ شکایت کرتی تھی کہ تمہارے بھائیوں نے میرے بیٹے کی حصے کی جائیداد پر قبضہ کر لیا ہے اور آپ کچھ بھی نہیں بولتے۔رومیو کے بابا بہت صبر سے جواب دیا کرتے۔کہ بیگم یہ دنیا کا مال دنیا میں ہی رہ جانا ہے آخرت میں صرف اپنے اعمال ہی لے کر جانے ہیں تو اس لیے دنیا کی فکر مت کرو مجھے یقین ہے کہ میرا بیٹا اس قابل ضرور بنے گا کہ وہ اپنی محنت بل بوتے سے اپنا نام کما لے گا تم ہمارے بیٹے کی فکر نہ کیا کرو۔

مگر رومیو کی ماں اکثر اس بات پر ناراض ہوتی کہ ہمارا بیٹا ہی نہیں ہماری ایک بیٹی بھی ہے اس کو کل کو جب ہم اس کی شادی کریں گیں تو کیا اسے خالی ہاتھ رخصت کر دیں گے۔

رومیوں کے بابا اس بات پر بھی بڑے تحمل سے جواب دیا کرتے کہ بیگم اگر اللہ تعالی نے ہمیں بیٹی دی ہے تو اس کے نصیب بھی اس ذات نے ضرور لکھے ہوں گے۔ تم ہماری بیٹی کے لیے پریشان نہ ہو خدا اسے میرے جیسا ہم سفر دے تو اسے کچھ بھی دینے کی ضرورت ہی نہیں پڑے گی۔

اس بات پر رومیوں کی ماں چپ کر جاتی تھی کیونکہ یہ سچ تھا کہ رومیوں کے بابا نے رومیوں کی ماں کو بہت پیار اور عزت سے رکھا تھا۔ حالانکہ رومیوں کی ماں ایک بہت ہی غریب خاندان سے تعلق رکھتی تھی۔



رومیوں کی ماں یتیم تھی اس کے ماں باپ مرے ہوئے تھے اور دادی نے اس کو پالا تھا جس کی وجہ سے رومیوں کی ماں کچھ بھی جہیز میں لے کر نہیں آئی تھی۔ مگر ایک شادی میں رومیوں کے بابا نے جب اسے دیکھا تو اسے وہ بہت پسند آگئی تھی۔

اس نے آکر اپنے باپ سے ضد کی کہ مجھے اس لڑکی سے شادی کرنی ہے بس شاید یہ شادی ہی رومیوں کے باباکے لیے سزا بن گئی تھی۔ کیونکہ نہ تو رومیوں کی ماں اس کے دادا کی دوسری بہو کی طرح خاندانی تھی۔

ناہی امیر اور نہ ہی دوسری بہوں کی طرح پڑھی لکھی تھی۔ رومیوں کی ماں بہت ہی سادہ مزاج اور نیک عورت تھی۔ جس کی وجہ سے ہمیشہ وہ سب سے الگ تھلگ ہی رہی۔ اس نے کبھی بھی گھر والوں سے شکوہ شکایت لڑائی جھگڑے نہیں کیے تھے بس کبھی دل بھر جاتا تو اپنے شوہر سے دل کی بھڑاس نکال لیتی۔

اسے کبھی بھی گھر کی بہو ہونے کا مان نہیں دیا گیا تھا زندگی کا سفر یوں ہی کٹتے گیا مگر رومیوں کے بابا نے ہمیشہ رومیوں کی ماں کو بہت محبت دی اور اسے کبھی اس کا پچھلا یاد نہیں آنے دیا اسی لیے رومیوں کی ماں سچ میں اپنی بیٹی کے لیے اپنے شوہر جیسا ہی ہم سفر خدا سے مانگتی تھی۔

رومیوں کو اپنے تایا کی بیٹی مہک بہت پسند تھی مگر مہک رومیوں کو منہ نہیں لگاتی تھی اس وجہ سے نہیں کہ رومیو خوبصورت نہیں تھا رومیو خوبصورتی کے لحاظ سے خاندان کا سب سے خوبصورت لڑکا تھا مگر

رومیو کے پاس اس کے بابا کی جائیداد نہیں تھی اور نہ ہی گھر میں رومیوں کے بابا کی وہ حیثیت تھی جو اس کے دونوں تایا کی تھی اس لیے رومیوں کو بھی مہک ہمیشہ ریگریٹ ہی کرتی تھی مگر رومیو ہر بار اپنے دل سے مجبور ہو کر سحر کے قریب ہوتا تھا۔

آج بھی مہک جب تیار ہو کر دوسری حویلی جارہی تھی دوسری حویلی میں مہک کے ننیال والے رہتے تھے مہک کے ماموبھی کافی نق چڑھے تھے ان کو بھی کافی مان تھا اپنی دولت پر۔

۔چھوڑو میرا ہاتھ مجھے دوسری حویلی جانا ہے مہک رومیوں سے اپنا ہاتھ چھڑاتے ہوئے بولی دوسری حویلی اتنا سج کر جانے کی کیا ضرورت ہے رومیوں کو سحر کا یوں سجنا بہت برا لگتا تھا مہک بہت ہی زیادہ فیشن لیبل تھی۔

رومیوں تم اپنے کام سے کام رکھا کرو میں نے تمہیں ایسا کوئی حق نہیں دیا کہ تم مجھ سے سوال جواب کرو نہ تو تم میرے باپ ہو اور نہ میرے بھائی سمجھے تم۔مہک تم مجھ سے اس الفاظ میں بات مت کیا کرو

۔میرے جذبات سے تم ناواقف نہیں ہو جو اتنی معصوم بن کر مجھے باپ اور بھائی نہ ہونے کا طعنہ دے رہی ہو۔میں تمہارے ساتھ کیا رشتہ بنانا چاہتا ہوں تمہیں بہت اچھی طرح سے پتہ ہے۔

پتہ ہے کہ تم میرے ساتھ کون سا رشتہ بنانا چاہتے ہو مگر مجھے تمہارے ساتھ ایسا کوئی رشتہ نہیں بنانا کیونکہ تمہارا اسٹیٹس مجھ سے میچ نہیں کرتا تمہاری حیثیت ہی کیا ہے ہماری حویلی میں نوکروں کی طرح ہو۔مہک نے آنکھیں گھما کر ناگواری سے رومیوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔



مہک میں تم سے بہت پیار کرتا ہوں اور یار مجھے ایک بار پڑھائی مکمل کر لینے دو میرا وعدہ ہے کہ میں بہت محنت کروں گا۔ میں اتنا پیسہ کماؤ گا کہ میں تمہاری سب خواہشیں پوری کر سکوں پلیز مجھے تھوڑا وقت دو رومیو مہک کا ہاتھ پکڑے ہوئے کھڑا تھا۔

پلیز رومیو یہ مجنوں کے جیسی باتیں مجھ سے مت کیا کرو نہ تو میں تمہیں ٹائم دے سکتی ہوں اور نہ میں تمہارا ویٹ کر سکتی ہوں۔میرے پاس تم سے بہتر آپشنز موجود ہیں۔تو میں کیوں تمہارا ویٹ کروں ایسی کیا خاصیت ہے تم میں۔

مہک کی نظر اس کے ماموں کے بڑے بیٹے شازم پر تھی جو ابھی ابھی باہر سے پڑھ کر آیا تھا۔شازم خود بہت ہی سلجی ہوئی پرسنلٹی کا مالک تھا اور رومیوں کا بہت اچھا دوست بھی جس کو مہک میں کوئی انٹرسٹ نہیں تھا۔www.kitabnagri.com

مگر مہک کو اس کے پیسے اور اس کا سٹیٹس بہت اچھا لگتا۔اس وقت بھی وہ میک اپ سے لت پت ہو کر ٹائٹ کپڑے پہنے ہوئے بڑی حویلی صرف اسی لیے جا رہی تھی کہ وہ شازم پر ڈورے ڈال سکے۔رومیوں جو مہک کے لیے بہت سیریس تھا اسے مہک کا یوں سج سنور کر ٹائٹ کپڑے پہن کر جانا زہر لگتا تھا مگر وہ مہک کی بکواس کے آگے بے بس ہو کر چپ کر جاتا۔۔



مہک آجاؤ یہاں کھڑی کیا کر رہی ہو بیٹا

اپنے سٹیٹس کے لوگوں کے ساتھ اٹھا بیٹھا کرو۔مہک کی ماں دور کھڑی ہوئی مہک اور رومیوں کو کھڑا دیکھ کر رومیوں پر طنز مارتے ہوئے مہک کو بلا رہی تھی۔

رومیوں غصے سے اپنی بڑی تائی کو دیکھتے ہوئے سیڑھیاں چڑھ کر چھت پر آ گیا کیونکہ اگر گھر کے اندر جاتا تو اس کی ماں اور بہن فوراہی بھانپ لیتی کہ رومیوں کو کسی نے کچھ کہا ہے۔

تو وہ بھی پریشان ہو جاتی ہے۔اور رومیو ان کی پریشانی کی وجہ نہیں بننا چاہتا تھا کیونکہ رومیو کی ماں کی زندگی میں پہلے ہی بہت پریشانیاں تھیں اور وہ مزید نہیں بڑھانا چاہتا تھا۔

رومیو چھت پر جا کر کتنی دیر یوں ہی اداس سا ہو کر آسمان کی طرف دیکھتا رہا۔رومیوں کے گھر والوں کا یہ رویہ اسے کمزور نہیں کرتا تھا بلکہ ان کے رویوں کی وجہ سے رومیوں کا خود کے پیروں پر کھڑے ہونے کا جنون بڑھا رہا تھا۔وہ ہر ٹھوکر کے بعد خود کو اور مضبوط کر کے کھڑا ہو جاتا۔



oooooooooo

(حال) خان بابا جلدی گاڑی چلاؤ میری فرینڈز مال میں میرا انتظار کر رہی ہیں میرب گاڑی میں بیٹھی ہوئی خان بابا جو میرب کے بابا کا بہت پرانا ڈرائیور تھا اس پر چلا رہی تھی۔بی بی جی ٹریفک جام ہے۔ایک تو کراچی کی ٹریفک کا یہی مسئلہ ہے۔بندہ مر تا مر جائے مگر ٹریفک ہٹنے کا نام نہیں لیتی۔خان بابا کوشش کر کے گاڑی ٹریفک سے نکالیں مال میں میری فرینڈز میرا ویٹ کر رہی ہیں۔

جی بی بی جی میں کوشش کر رہا ہوں انشاء اللہ ہم لوگ تھوڑی دیر میں مال پہنچ جائیں گے۔خان بابا ٹریفک سے گاڑی کو نکالنے کی کوشش کرتے ہوئے جواب دے رہا تھا۔جیسے تیسے کر کے خان بابا نے ٹریفک سے گاڑی کو نکالتے ہوئے میرب کو جلدی سے مال تک پہنچایا کیونکہ میرب کے جذباتی پن اور غصے سے خان بابا بہت اچھی طرح سے واقف تھا آخر بچپن سے اس کی جوانی تک کا سفر خان بابا نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔۔اللہ تیرا شکر ہے کہ ہم لوگ مال پہنچے میرب گاڑی سے اترتے ہوئے اللہ کا شکر ادا کر رہی تھی اور اپنے ہینڈ بیگ کو لیتے ہوئے بھاگتے ہوئے انداز میں مال کے اندر داخل ہوئی۔

بچے تم مجھے کس کام پر لگا دیتی ہو۔بھائی پلیز پلیز پلیز کیا آپ میرا یہ چھوٹا سا کام نہیں کر سکتے۔مرہا بچے میں تمارے سب کام کر دیا کروں گا۔مگر یہ تم مجھ سے ناولوں والا کام مت کروایا کرو۔اب میں جا کر بولوں کہ مجھے کون سا ناول چاہیے۔یار میں نام بھول جاتا ہوں۔اپنے اچھے خاصے بزنس مین بھائی کو کن کاموں میں ڈال دیتی ہو مرہا۔

بھائی بس آپ نے جا کر اتنا ہی تو بولنا ہے کہ مجھے آب حیات ناول بک چاہیے۔کون سی حیات رومان شاہ اپنی چھوٹی بہن مرہا کا مذاق اڑاتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔

بھائی کیوں تنگ کر رہے ہیں آب حیات پیر کامل کا سیزن ٹو ہے۔مرہا رومان شاہ سے آٹھ سال چھوٹی تھی اور اکلوتی بہن ہونے کی وجہ سے وہ رومان شاہ سے خوب اپنے نخرے اٹھاواتی۔

مرہا کو رومان شاہ نے اپنے باپ کی ڈیتھ کے بعد بہت ہی لاڈ سے رکھا تھا تاکہ اسے کبھی بھی اپنے بابا کی کمی محسوس نہ ہو مرہا بہت ہی معصوم اور شائے سی لڑکی تھی اوپر سے رومان شاہ کا اپنی چھوٹی بہن کے لیے بہت زیادہ پوزیسو رہنے کی وجہ سے مرہا زیادہ لوگوں میں اٹھتی بیٹھتی نہیں تھی۔



میرہا بہت ہی کم گھر سے باہر جاتی ایسا نہیں تھا کہ اس پر کوئی پابندی عائد تھی میرہا خود بھی گھر سے باہر جانا اتنا زیادہ پسند نہیں کرتی تھی۔اوپر سے رومان شاہ کا مزاج بھی اس طرح کا تھا کہ اسے لڑکیوں کا فضول میں باہر بازاروں میں گھومنا اور سج سنور کر باہر نکلنا بالکل پسند نہیں تھا۔

مرہ اپنے بھائی سے بہت پیار کرتی تھی اس لیے وہ اپنے بھائی کے مزاج سے بھی اچھی طرح واقف تھے اس نے جو کچھ بھی منگوانا ہوتا وہ اپنی امی سے کہہ کر منگوا لیتی۔ اللہ کا شکر تھا کہ پیسے کی کوئی کمی نہیں تھی گھر میں نوکر چاکر تھے مجود تھے۔

رومان شاہ کسی بھی چیز کی کمی اپنی ماں اور بہن کو نہیں ہونے دیتا تھا مگر بس اس کے کچھ رول اور دائرے تھے۔ جن کو اس کی ماں اور بہن بھی کراس نہیں کرتی تھی۔

مرہا گھر سے باہر نہیں جاتی تھی اس لیے وہ زیادہ تر وقت ناول پڑھنے میں ہی گزار دیتی وہ ناولوں کی بہت بڑی دیوانی تھی۔ مرہا کا سب سے فیورٹ کام تھا ناول پڑھنا اور اس کے لیے اس نے بہت ناولز کر اکٹھی کر کے رکھی ہوئی تھی۔

ہر نئی آنے والی ناول بک کو اس نے خرید کر ضرور اپنی پاس رکھنا ہوتا تھا۔ سب ناول کی بکس اور ناول اپنے پاس اس لیے سنبھال کے رکھتی تھی کیونکہ وہ ناول کے کرداروں کو دور جاتے ہوئے نہیں دیکھ سکتی تھی۔

اس کے کہنے کے مطابق جب ناول اس سے دور جاتے ہیں تو اسے لگتا ہے کہ ان ناول کے کریکٹر بھی اس سے دور چلے گئے ہیں۔ اگر وہ اس کے پاس محفوظ ہوتے ہیں تو اسے لگتا ہے کہ سب کریکٹر اس کے پاس اردگرد موجود ہے۔www.kitabnagri.com

اکثر مرہا کی امی اس بات پر ناراض ہو کر کہتی تھی کہ تم نے ایک دن ناول پڑھ پڑھ کے مرہا پاگل ہو جانا ہے۔بس کر دیا کرو گھر میں اور بھی بہت سارے کام ہوتے ہیں کبھی وہ بھی آکر دیکھ لیا کرو۔

مگر مرہا اپنے بھائی کی بہت لاڈلی تھی تو وہ ناول پڑھنے کے لیے اپنے بھائی سے ضد کر کے ناول منگوا لیتی۔ مگر گھر کے کام میں تو اس کا بھائی کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔وہاں پر تو صرف اس کی امی کا حکم چلتا تھا اس کی امی کے کہنے کے مطابق لڑکیوں کو گھر کے کام آنے چاہیے۔



اس لیے اکثر مرہا کی امی اسے گھر کے کام سکھاتی ہوئی نظر آتی تھی مرہا بیچاری مجرموں کی طرح اپنی ماں کے ڈر سے گھر کے کاموں کو سیکھنے کی پوری کوشش کرتی تھی۔۔ مرہا کی ماں زیادہ تر ڈرائیور کے ساتھ جا کر مرہا کے لیے شاپنگ خود ہی کرتی تھی۔

مگر مرہا کی ماں ناول وغیرہ لانے سے صاف انکار کر دیتی تھی۔ یہ کہہ کر کہ مجھ سے یہ الٹے سیدھے کام مت کروایا کرو۔ میں اس عمر تمہیں ناول وغیرہ لا کر نہیں دے سکتی۔اس طرح کے شوق اپنے بھائی سے پورے کروایا کرو اس لیے آج مرہا نے صبح سے کوئی 20 بار فون کر کے رومان کو یہ یاد کروایا تھا۔

کہ آتے ہوئے اس کے لیے ناول بک ضرور لے کر آئے جب سے آب حیات کا کی بک کی صورت میں آیا تھا۔ مرہا نے رومان شاہ کی جان کھائی ہوئی تھی کہ اسے وہ کامل کا سیزن ٹو ضرور لا کر دے۔

آرہی ہوں یار آرہی ہوں میں مال کے اندر پہنچ گئی ہوں یار۔۔ بس بریک پر اپنے پیر رکھو میرب اپنے کان سے فون لگائے ہوئے مال کے اندر بھاگتی ہوئی داخل ہوئی۔



آہ آندھے ہو کیا دکھائی نہیں دیتا میرب اپنی بہت سے فون پر بات کرتے ہوئے سامنے دیکھ ہی نہیں سکی تھی کہ کوئی آرہا ہے سیدھا آکر کھڑے ہوئے رومان شاہ کے سینے سے ٹکرائی تھی۔ اور اب فون

ہاتھ سے نیچے گرنے پر غصے سے فون کو نیچے سے اٹھاتے ہوئے اپنے ماتھے پر ہاتھ رکھے ہوئے رومان شاپر چلا رہی تھی۔

میرے خیال سے اندھا میں نہیں تم ہو آنکھیں تمہیں کھول کر چلنا چاہیے میں تو اپنی جگہ پر کھڑا ہوں چل کر تم آرہی تھی۔اس شخص نے اتنے ایڈیٹیوڈ کے ساتھ الفاظ ادا کیے کہ میرب اس کی شکل دیکھے بنا نہیں رہ سکی۔اس کے بولنے کا انداز اتنا منفرد تھا کہ خود کو ایٹم بم سمجھنے والی میرب کے کانوں کو وہ آواز بھائی تھی۔

مگر جب اس کی طرف نظر اٹھی تو میرب کچھ دیر کے لیے تو سٹل ہو گئی تھی۔اس شخص کی پرسنلٹی اس کی آواز سے کہیں زیادہ اتنی جاذبِ نظر لگ رہی تھی۔



کسی کو نظر بھر کے بھی نہ دیکھنے والی میرب ملک سٹل کھڑے ہوئے اسے دیکھ رہی تھی وہ فل بلیک کلر کے تھری پیس سوٹ کے اندر وائٹ شرٹ پہنے ہوئے اپنے ہاتھ میں آئی فون پکڑے ہوئے بڑی اکڑ کے ساتھ کھڑا تھا۔

اس کے سلکی بلیک بال جن کو جیل سے سیٹ کرر کھا تھا اور کھلتا ہوا گورا رنگ اس پر ماڈرن داڑھی اکڑی ہوئی اونچی ناک۔۔ سور کسی کی جان نکال لینے والی غصے سے بھری ہوئی بڑی بڑی آنکھیں چھ فٹ کو ٹچ کرتی ہوئی ہائٹ کشرتی چھاتی جو کھلے ہوئے دو بٹنوں سے چھلک رہی تھی اکڑو مزاج جو اس کی پرسنلٹی کو چار چاند لگا رہا تھا۔

ہیلو میں آپ سے بات کر رہا ہوں رومان شاہ میرب کے آگے ہاتھ لہراتا ہوا بولا۔جی تو میں سن رہی ہوں۔میرب واپس حوش میں آتے ہوئے بولی۔

اگر سن رہی تھی تو پھر بولنے کی زحمت بھی کرلو۔تم یہ اندھوں کی طرح بھاگ کر مال کے اندر کیوں داخل ہو رہی تھی۔کیا باہر جنگ کا اعلان کر دیا گیا ہے۔رومان شاہ طنز کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

یار کہاں رہ گئی تھی تم میرب کی فرینڈز دور سے میرب کو دیکھتی ہوئی میرب کی طرف پاس آکر

بولی۔ کہیں نہیں یار بس گاڑی ٹریفک میں پھنس گئی تھی۔ میرب کی نظریں اب بھی رومان شاہ پر تھی مگر میرب کی فرینڈز کو دیکھ کر رومان شاہ واپس اپنے فون پر بات کرتا ہوا مال کے اندر چلا گیا۔

ہیلو مس کہاں گم ہو میرب کی فرینڈ صبا میرب کے آگے ہاتھ لہراتے ہوئے۔ کیا بات ہے میرب ملک کون خوش نصیب ہے جسے آج میرب کی نظروں نے شرف بخشا ہے۔ صبا اور سارا میر کی ٹانگ کھینچ رہی تھی۔

ہائے یار وہ چیز ہی ایسی تھا کہ میں تو دیکھتی ہی رہ گئی۔ میرب نے ٹھنڈی سانس بھرتے ہوئے اس طرف دیکھا جہاں سے ابھی رومان شاہ گزر کر
گیا تھا میرب چلو یار تجھے تو ڈاکٹر کو چیک کروانا پڑے گا صبا میرب کے ماتھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے مصنوعی گھبراہٹ اور ٹینشن دکھا رہی تھی۔



بکواس بند کرو میرب نے صبا کو منہ بند کرنے کو کہا تھا۔ نہیں یار میرب ہمیں تو سچ میں تمہاری فکر ہو رہی ہے یہ سورج آج کس طرف سے نکلا ہے جو میرب کو کوئی لڑکا اچھا لگا ہے۔ تم تو ہر لڑکے میں

کیڑے نکالتی رہتی ہو ہمیں تو لگا کہ تمہارے لیے کوئی آسمانی مخلوق آئے گی جسے تم پسند کرو گی۔ مگر یار تم نے تو روح زمین پر ہی کسی لڑکے کو دیکھنے لائق بول دیا ہے۔

دیکھنا تو پڑے گا سچ میں اس بندے میں کوئی خاص بات تو ہو گی جو وہ بندہ میرب کے دل پر اپنی چھاپ چھوڑ گیا ہے صبا تم اپنا منہ بند کرو اور چلو ہم لوگ شاپنگ کرتے ہیں جس کام کے لیے ہم مال آئے ہیں

میرب اپنے تاثرات ان سے 
چھپانے کی کوشش کر رہی تھی۔ جبکہ سچ وہی تھا جو صبا اور سارا بول رہی تھی۔

میرب نے اپنے دوستوں کے ساتھ خوب شاپنگ کی اور ان کو بھی کروائی مگر میرب کے دماغ میں رومان شاہ ہی چل رہا تھا۔ میرب کے دل نے پہلی بار کسی کے لیے اتنے خوبصورت احساسات محسوس کیے تھے۔

اور اس کی پرسنلٹی تو میرب کے دماغ سے جانے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی میرب بظاہر تو اپنی دوستوں کے ساتھ شاپنگ کر رہی تھی مگر خیالوں میں رومان شاہ کو ہی لیے ہوئے گھوم رہی تھی۔

○○○○○○○○○

رومان شاہ نے انٹر کام پر اپنے سیکرٹری کو اپنی آفس روم میں بلایا۔میں کم ان سر دروازے پر کھڑے ہوئے رومان شاہ کے سیکرٹری دلاور نے اندر آنے کی اجازت طلب کی تھی۔

یس کم ان دلاور آج میری کوئی خاص میٹنگ تو نہیں ہے۔ہے سر آج آپ کی مسٹر ملک کے ساتھ میٹنگ ہے۔اوف یہ تو مجھے یاد ہی نہیں تھارومان شاہ آج جلد اپنے گھر جانا چاہتا تھا،کیونکہ اس نے اپنی ماں سے وعدہ کیا تھا کہ آج وہ رات کو ٹائم سے گھر آئے گا اور ان کے ساتھ ٹائم ڈنر کرے گا۔

رومان شاہ نے چھوٹی سی عمر میں اپنا بہت بڑا بزنس کھڑا کر لیا تھا یہ اس کی دن رات کی محنت کا ثبوت تھا۔رومان شاہ نے اپنی زندگی میں بہت اتار چڑھاؤ دیکھے تھے۔



جس کی وجہ سے رومان شاہ چٹان کی طرح مضبوط تھارومان شاہ اس اونچائی کا نام تھا جس پر جانے کے لیے لوگ ترستے تھے،اسی محنت میں رومان شاہ اپنی ماں اور بہن کو زیادہ ٹائم نہیں دے پاتا تھا جس کی شکایت اکثر اس کی ماں کرتی تھی۔

آج اس نے سوچا تھا کہ آج وہ گھر جلدی جائے گا جیسے کہ وہ اپنی ماں کے ساتھ وعدہ بھی کر کے آیا تھا کہ آج رات کا کھانا وہ اکٹھے کھائیں گے مگر وہ یہ بھول گیا تھا کہ آج مسٹر مالک کے ساتھ اس کی بہت اہم میٹنگ تھی۔

جہاں پر بہت سارے ممبران اکٹھے ہونے والے تھے ملک کے گھر ایک چھوٹی سی گیدرنگ پارٹی تھی اور وہیں پر بہت ساری ڈیلز سائن ہونی تھی رومان شاہ کے لیے یہ ڈیل کافی امپورٹنٹ تھی۔

اس لیے جانا بہت ضروری تھا اب رومان شاہ سوچ رہا تھا کہ وہ اپنی ماں کو کیا کہے گا۔ٹھیک ہے دلاور تم جا سکتے ہو رومان شاہ دلاور کو بھیج کر اپنی ماں کو فون ملانے لگا۔



السلام علیکم بھائی وعلیکم السلام چونٹی تم نے فون اٹھایا ہے امی کدھر ہے امی کچن میں ہے آپ نے آج جلدی آنے کا وعدہ کیا ہے تو اس کے لیے امی نے پورے کر کے ملازموں کو جدوجہد میں لگایا ہوا ہے کہ ان کے اکلوتے بیٹے کی پسند کے سارے کھانے بننے چاہیے۔

اور خود بھی ہٹلر بن کر ان کے سر پر کھڑی ہوئی ہیں مرہا نے پورے دن کی رپورٹ رومان شاہ تک پہنچائی مرہا ایک پرابلم ہو گئی ہے۔

کیا۔۔میری ایک امپورٹنٹ میٹنگ ہے تو میں رات کو لیٹ ہو جاؤں گا۔بھائی آپ کو پتہ ہے کہ امی صبح سے لگی ہوئی ہیں رات کے ڈنر کی تیاری کرنے کے لیے اور آپ نے کتنے مزے سے کہہ دیا ہے کہ آپ رات کو لیٹ آئیں گے۔

مرہا بچے مجھے پتہ ہے مگر میٹنگ بہت امپورٹنٹ ہے نہ ہوتی تو میں چھوڑ کر آ جاتا،بھائی میں تو کچھ نہیں کہہ سکتی آپ امی سے ہی بات کریں مرہا پلیز تھوڑی سی ہیلپ کر دو تم امی کو سمجھا دو پلیز۔

سوری بھائی میرے پاس تو اور بہت سارے کام ہیں کرنے کے لیے ویسے بھی امی کو یہ بولنے کا مطلب ہے جو یہ نیوز امی کو سنائے گا امی اپنے غصے کے بم اسی کے اوپر پھوڑیں گے۔ مرہا آرام سے سارے مسئلے کے بیچ میں سے نکلنا چاہ رہی تھی۔

مرہا کی بچی جب تمہیں کوئی بھی حیات چاہیے ہو تو پھر مجھے فون کر کے مت بولنا میں بالکل نہیں لے کر آؤں گا۔بھائی آب حیات مرہا اپنے ناول بک کا نام خراب ہوتے سن کر چیخی۔بھائی میں امی سے کیا کہوں گی۔امی میرے کہنے سے کون سا سمجھنے والی ہیں۔

آپ خود ہی بات کر لیں۔میر ہا رومان کا فون ہے مرہا کی ماں کچن سے ہاتھ پونچھتی ہوئی باہر آئی تو صوفے پر بیٹھے ہوئے مرہ کو بات کرتے ہوئے سمجھ گئی کہ وہ رومان سے بات کر رہی ہے کیونکہ مرہا اتنا چہک چہک کر صرف اپنے بھائی سے ہی بات کرتی تھی۔

مرہا کی کوئی خاص دوستیں بھی نہیں تھی اس لیے فون پر اس کا انداز سمجھتے ہوئے مرہا کی ماں چلتے ہوئے اس کے پاس آ گی گئی۔جی امی بھائی کا فون ہے یہ لیں بات کریں۔



مرہا اپنی جان چھڑا کر فون اپنی ماں کو تھماتے ہوئے اپنے روم چلی گئی۔کیونکہ جا کر اس سے بہت ضروری کام کرنا تھا اور وہ ضروری کام تھا ناول پڑھنا مرہا کی ماں نے صبح سے مرہا کو روم میں نہیں جانے دیا تھا۔کیونکہ آج رومان شاہ گھر کھانا کھانے کے لیے رات کو جلدی آنے والا تھا جو کبھی مہینوں میں ایک آدھی بار ہی ہوتا تھا۔

امی آئی ایم سوری میں رات کو لیٹ آؤں گا اصل میں میری ایک ضروری میٹنگ تھی مجھے یاد نہیں تھا ورنہ میں آپ کو بتا دیتا روحان شاہ شرمندگی والے انداز سے بول رہا تھا۔

روحان بیٹا یہ کیا طریقہ ہے آپ کو پتہ ہے کہ میں نے صبح سے آپ کے لیے کتنی محنت کی ہے۔
آپ کی پسند کا کھانا بنایا ہے اور آپ ہیں کہ آرام سے بول دیا کہ میں رات کو لیٹ آؤں گا۔ امی جان اصل میں مجھے میٹنگ یاد نہیں تھی اور میٹنگ بہت ضروری ہے نہیں تو میں نہیں جاتا۔

روحان مجھے نہیں پتا تم میٹنگ اٹینڈ کرنے کے بعد جب گھر آؤ گے میں اور مرہا تمارے ساتھ ہی کھانا کھائیں گے۔ اوکے ماما ڈن ہو گیا میں میٹنگ میں کچھ نہیں کھاؤں گا۔



آپ کے ساتھ اگر ہی کھانا کھاؤں گا مگر پلیز آپ اور میرہا کچھ ہلکا پھلکا سا کھانا کھا لینا۔ آپ کی طبیعت خراب نہیں ہونی چاہیے۔ امی جان آپ کو پتہ ہے نا کہ آپ کو اپنی بی پی کی دوائی لینی ہوتی ہے تو پلیز آپ تھوڑا سا کھانا کھا لینا۔ اور دوائی بھی کھا لینا۔

اگر اپ کے بھوکے رہنے سے شوگر پڑی تو پھر آپ کا اور میرا جھگڑا ہو جانا ہے ہے رومان شاہ کو اپنی ماں کی صحت کی بہت فکر تھی ویسے بھی اس کے عزیز خونی رشتوں میں صرف اس کی ایک بہن اور ماں ہی تو تھی۔

اس لیے وہ ان دونوں کی جان کے ساتھ کوئی بھی رسک نہیں لے سکتا تھا اپنی امی جان کو پیار سے سمجھا کر تسلی دیتے ہوئے رومان شاہ فون بند کر کے ملک ہاؤس کی طرف نکل آیا جہاں پر آج اس ایک اہم میٹنگ تھی۔ وہاں پر کافی ساری ڈیلز فائنل ہونے والی تھی۔ جن میں سے ایک ڈیل رومان شاہ کی تھی۔ یہ ڈیل رومان شاہ کے لیے بھی ضروری تھی۔
آج کی ڈیل سائن کر کے رومان شاہ کا بزنس جس بلندی پر آج تھا اس سے چار گنا اوپر جانے والا تھا اس لیے رومان شاہ اس میٹنگ کو اٹینڈ کرنے کے لیے خود بھی کافی انٹرسٹ تھا۔



oooooooooooooo

یار اب تم لوگ فون بند کرو مجھے نہانا ہے میرا پچھلے چار گھنٹے سے اپنی فرینڈز کے ساتھ ویڈیو کال پر گپیں مارتے ہوئے۔۔ اب میرب ان کو فون بند کرنے کا بول رہی تھی، کیونکہ اب اسے پتہ تھا کہ اس کی ماما

آئے گی اور میرب کو خوب ڈانٹ لگائیں گی۔ کیونکہ وہ کافی بار میرب کو نیچے بلا چکی تھی کھانے کے لیے۔

میرب یار بعد میں نہالینا ابھی کون سا تم نے کہیں جانا ہے صبا میرب کو ابھی اور بات کرنے کے لیے اکسا رہی تھی۔ کیونکہ ان سب میں گپشپ کی جان میرب ہی تھی اس لیے فرینڈز ہمیشہ میرب کو پارٹی کی جان کہہ کر ہی بلاتی تھی۔

نہیں یار اب اور دیر نہیں کر سکتی ورنہ ماما بہت ناراض ہو گئی ان کو بہت گندا لگتا ہے کالج سے گھر اکر جب میں یونیفارم چینج نہیں کرتی اور اگر ماما روم میں آگئی تو قسم سے بڑی ڈانٹ پڑنی ہے۔ میرب اپنے فرینڈز سے جان چھڑاتی ہوئی واش روم میں جا کر بند ہو گئی۔۔



oooooooooo

ملک زبیر کے گھر میں آج ایک چھوٹی سی پارٹی تھی جہاں پر بہت سارے بزنس مین جمع ہونے والے تھے۔ اور یہاں پر کافی ساری ڈیلز تھی جو ان لوگوں نے آپس میں سائن کرنی تھی۔

یہاں پر آج بہت بڑے بڑے بزنس مین آنے والے تھے، اور ان میں سے ایک بہت بڑا نام تھا جس کا ملک زبیر بڑی بے صبری کے ساتھ انتظار کر رہے تھے۔وہ نام تھا رومان شاہ جس نے اپنی چھوٹی سی عمر میں بہت بڑا بزنس امپائر کھڑا کر کے بزنس کی دنیا میں اپنا بہت مضبوط مقام بنایا تھا۔

اس کا بزنس کی دنیا میں کام کرنے کا سٹائل اتنا منفرد اور یونیک تھا کہ بہت بڑے بڑے بزنس مین اس سے ملنے کی خواہش رکھتے تھے دیکھنے میں یہ 30 سال کا ایک نوجوان لڑکا تھا مگر اس کا تجربہ اس کی عمر سے کہیں زیادہ تھا، آج ملک زبیر کی جو سب سے بڑی ڈیل تھی وہ رومان شاہ کے ساتھ ہونے والی تھی۔

جس کو سائن کرنے کا ملک زبیر بہت عرصے سے کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔کافی سارے لوگ آچکے تھے مگر ملک زبیر کی نظریں رومان شاہ کا انتظار کر رہی تھی۔

ویلکم مائی ہوم ملک زبیر نے جیسے ہی رومان شاہ کو گیٹ سے اندر آتے ہوئے دیکھا تو فورن اسے ویلکم کہنے کے لیے آگے بڑھے اور ہاتھ ملاتے ہوئے بہت پر جوش انداز سے رومان شاہ کا ویلکم کیا اور اسے اپنے ساتھ لے کر اندر آگئے۔

ملک زبیر کا گارڈن ایریا بے حد ہی وسیع اور خوبصورت تھا۔ اس لیے ملک زبیر نے آج کی گیدرنگ کا ریئجمنٹ گارڈن ایریا میں کیا تھا۔ پارٹی میں اور سب لوگ آپس میں گپ شپ کرنے کے بعد کھانے کا دور شروع ہو گیا۔www.kitabnagri.com

مگر رومان شاہ کھانے میں انٹرسٹڈ تھا کیونکہ اسے گھر جا کر اپنی پیاری ماں کے ہاتھ کا بنا ہوا کھانا کھانا تھا جو انہوں نے رومان شاہ کے لیے بہت محبت سے تیار کروایا تھا۔۔رومان شاہ آپ کھانا کیوں نہیں کھا رہے ملک زبیر رومان شاہ کو کھانا نہ کھاتے ہوئے دیکھ کر باقی مہمانوں کو پوچھتے ہوئے آکر رومان شاہ کے پاس کھڑے ہو گئے۔

ملک صاحب ریلی ریلی سوری مگر میں کھانا نہیں کھا سکتا اس کا ریزن ہے میری امی جان کیونکہ میری امی جان نے میرے لیے بہت ہی شاندار ڈنر پلان کیا ہوا ہے اور اگر میں وہ ڈنر نہیں کروں گا تو میری امی جان کے ساتھ ساتھ میرا خدا بھی ناراض ہو جائے گا۔ اپنی ماں کو ناراض کرنے کے لیے تو آئی ہوپ آپ میری سچویشن کو سمجھیں گے۔

رومان شاہ ملک زبیر سے معذرت کرتے ہوئے بول رہا تھا۔ ارمان شاہ اب آپ نے دلیل ہی ایسی دی ہے کہ میں لاجواب ہو گیا ہوں کیونکہ میں کسی بھی صورت آپ کی ماں جی کو تو ناراض نہیں کر سکتا۔

لیکن پھر آپ کو ڈرنک تو لینی پڑے گی نو نو نو نو نو میں ڈرنک نہیں کرتا ملک زبیر نے حیرانی کے ساتھ رومان شاہ کی طرف دیکھا۔ کیوں مذاق کر رہیں ہیں رومان شاہ۔ ملک صاحب قسم سے میں شراب نوشی نہیں کرتا۔

سچ رومان شاہ آپ جیسا شخص ڈرنک نہیں کرتا مجھے حیرانی ہوئی سن کر۔۔ کیوں اس میں حیرانی والی کیا بات ہے۔ یہ میری پیاری امی جان کی دی ہوئی تربیت ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ شراب حرام ہوتی ہے اور حرام چیز کو ہاتھ نہیں لگانا چاہیے منہ لگانا تو دور کی بات ہے۔



رومان شاہ ہنستے ہوئے اپنی پیاری امی جان کی تربیت کی تعریف کر رہا تھا۔ ویری گڈ یہ تو بہت اچھی بات ہے اور آپ کی ماں جی نے بہت اچھی تربیت کی ہے آپ کی ملک زبیر رومان شاہ کی ماں کی تربیت کو صحراتے ہوئے بولے۔۔۔

چلیے آپ کی امی جان نے کولڈ ڈرنک پینے کی اجازت تو دی ہو گی۔ یا پھر آپ ہمارے گھر سے کچھ کھانا پسند ہی نہیں کر رہے ہیں۔ نہیں نہیں ملک صاحب کس طرح کی باتیں کر رہے ہیں شرمندہ مت کریں۔ میں میں کولڈ ڈرنک لے لیتا ہوں ملک زبیر نے ویٹر کو اشارہ کیا تو وہ کولڈرن لے کر آیا۔ مگر بیچارے کا پیر ٹیبل سے ٹکرانے کی وجہ سے اس کے ہاتھ میں پکڑی ہوئی کولڈ ڈرنک رومان شاہ کے اوپر گر گئی۔۔

ویٹر بیچارا اڈر کے مارے بہت گھبرا گیا، اور سوری سوری بولنے لگا ملک زبیر نے بھی تھوڑا غصے سے کہا کہ ذرا دیکھ کر چلا کریں آپ نے ہمارے مہمان کے سب کپڑے خراب کر دیے ہے۔

مگر رومان شاہ نے کہا کوئی بات نہیں ہو جاتا ہے اس نے جان بوجھ کر تو نہیں کیا اٹ از اوکے۔ رومان شاہ آپ ایک کام کریں میرے روم میں جا کر آپ چینج کر لیں۔ نہیں کوئی بات نہیں میں گھر جا کر چینج کرلوں گا۔ رومان شاہ ملک کے گھر کے اندر جا کر چینج کرنے میں انٹرسٹڈ نہیں تھا۔

نہیں رومان شاہ کس طرح کی باتیں کر رہے ہیں آپ اس طرح سے کیوں گھر جائیں گے ہمیں مزید شرمندہ مت کریں ایک تو آپ نے ہمارے گھر کا کھانا نہیں کھایا۔اوپر سے آپ خراب کپڑے لے کر جارہے ہیں۔ اتنا خراب ہم امپریشن مت گھر لے کر جایئے ہمارا۔ملک زبیر شرمندہ سا ہوتے ہوئے بولے۔اوکے مجھے چینج تو نہیں کرنے مگر میں جاکر اس کو صاف کرلیتا ہوں۔

رومان شام ملک زبیر کے بہت کہنے پر ملک زبیر کے روم کی طرف چل دیا۔

ملک زبیر نے بہت کہا کہ وہ ساتھ چلتا ہے مگر اس نے کہا کے میں چلا جاؤں گا آپ مہمانوں کے رہے ۔ملک زبیر کے کہنے کے مطابق اوپر سیڑھیاں چڑھ کر رائٹ سائیڈ والے روم میں جانا ہے تھا وہ روم ملک زبیر کا تھا۔اوپر رائٹ سائیڈ پر دو کمرے تھے اب زبیر نے کون سا کمرہ بتایا تھا رومان شاہ یہ بھول گیا تھا۔



رومان شاہ سیڑھیاں چڑھتے ہوئے رائٹ سائیڈ والے روم کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا اور روم کا دروازہ بند کر دیا۔روم کے اندر داخل ہو کر رومان شاہ نے نظریں اٹھا کر پورے روم کو غور سے دیکھتے ہوئے جائزہ لیا۔

رومان شاہ روم کو بڑی حیرانی کے ساتھ دیکھ رہا تھا اتنا بڑا ابزنس مین ہو کر یہ کس طرح کا روم سیٹ کیا ہے ملک نے ۔رومان شاہ حیرانی کے ساتھ اپنے منہ میں بڑبڑا رہا تھا۔ پورے روم میں پنک کلر کا ڈیزائننگ کی ہوئی تھی۔

روم کی ایک دیوار پر پینٹنگ سے ڈیزائننگ کر کے فلاورز اور کچھ تتلیاں بنی ہوئی تھی بیڈ کے اوپر ٹیڈی بیئر جوڑ کر رکھے ہوئے تھے اور بھی کچھ اس طرح کی باربی ڈول وغیرہ ٹیبل پر سجا کر رکھی ہوئی تھی۔

رومال شاہ بہت حیرانی کے ساتھ کھڑا ہوا کمرے کو دیکھ رہا تھا اور ساتھ میں اپنی کوٹ اتار کر بیڈ پر رکھتے ہوئے اپنے شرٹ کے بٹن کھولنے لگا۔رومان شاہ بہت حیران ہو رہا تھا ملک زبیر کی چوائس پر اچانک سے شرٹ اتارتے ہوئے رومان شاہ کے دماغ میں آیا کہ کہیں وہ غلط روم میں تو نہیں آ گیا کیونکہ رائٹ سائیڈ پر دو کمرے بنے ہوئے تھے۔۔

یہ سوچتے ہوئے وہ جلدی جلدی اپنی شرٹ کہ بٹن بند کرنے لگا اور کوٹ کو اٹھا کر روم سے باہر جانے کے لیے وہ پیچھے مڑا۔ آہ آؤچھ وہ میرب سے ٹکرایا تھا یہ میرب کی چیخ تھی جو رومان شاہ کے ساتھ ٹکرانے پر اس کے منہ سے بے ساختہ نکلی تھی۔۔

میرب رومان شاہ کے ساتھ ٹکرانے کی وجہ سے اپنا بیلنس آؤٹ کر کے لڑکھڑاتے ہوئے گرنے لگی تھی کہ رومان شاہ نے جلدی سے اس کی کمر میں ہاتھ ڈالتے ہوئے اسے اپنے ہاتھ کی سپورٹ دی۔

میرب نے اس وقت پینک کلر کا باتھ روب پہنا ہوا تھا پنک کلر میرب کا فیورٹ کلر تھا اس لیے میرب کا بس نہیں چلتا تھا کہ وہ پورا گھر ہی پنک کروادے۔



میرب کے پورے کمرے کی ڈیکوریشن پنک کلر سے کی ہوئی تھی اگر میرب کی کبرڈ کھول کر دیکھی جائے تو قبرڈ میں سب سے زیادہ پنک ٹون کے ڈریس ہی پائے جاتے تھے۔

میرب نہا کر باہر نکلی تھی اس لیے اس کے گیلے بال اس کی کمر پر جھول رہے تھے اور نہا کر نکھرا نکھرا چہرہ اور بھی خوبصورت لگ رہا تھا۔ اور ہونٹ پنک گلاب کی پتیوں کی طرح کھل رہے تھے۔

گہری کالی آنکھیں کرسٹل کی طرح چمکا رہیں تھی اس وقت کوئی بھی میرب کو اس حلیے میں دیکھتا تو اپنا دل ہار جاتا۔ مگر وہ کوئی نہیں رومان شاہ تھا جس کو رتی برابر بھی فرق نہیں پڑا۔

اور اس نے میرب کو سپورٹ دے کر کھڑا کرتے ہوئے ایک سیکنڈ بھی نہیں لگایا تھا روم سے باہر جانے میں۔۔ یہ سب کچھ اتنا آنن فانن ہوا کہ میرب تو سمجھ نہیں سکی کہ یہ سچ تھا یا خواب۔

میرب نے گھٹنوں تک ہاتھ روپہن رکھا تھا اس لیے وہ روم سے باہر تو نہیں جا سکتی تھی مگر اس کا دماغ بار بار کلک کر کے بتا رہا تھا کہ یہ وہی بندہ ہے جس کو اس نے مال میں دیکھا تھا۔

اور جس کو وہ ابھی تک اپنے دماغ سے نہیں نکال سکی تھی مگر پھر اپنے خیال کو جھٹکتے ہوئے بولی کہ وہ یہاں پر کیسے آسکتا ہے۔ میرب تو پاگل ہو گئی ہے اس بندے کے عشق میں وہ خود سے بڑبڑاتے ہوئے اپنے ہی خیالات سے جو نجتے ہوئے اپنے قبرڑ سے کپڑے نکال کر پہننے لگی۔

○○○○○○○○○○○○

ہمم امی قسم سے مزہ آگیا آج آپ کے ہاتھوں کا کھانا کھا کے رومان شاہ اپنی ماں کے ہاتھ چومتے ہوئے بول رہا تھا۔ امی اب تو ایک مزید ار کافی کا مگ ہو جائے وہ بھی اس چونٹی کے ہاتھ کا رومان شاہ اپنی بہن مرہا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بول رہا تھا۔

بھائی کیا ہے آپ کو آپ نے تو میر انام چونٹی ہی رکھ دیا ہے مرہا اپنا منہ مروڑتے ہوئے بولی۔ میرہا قسم سے میرا بچہ آپ چونٹی ہی لگتی ہو، اپنی جان دیکھیے آپ نے جس حساب سے آپ اور بھی شلنگ ہوتی جارہی ہو۔

مجھے لگتا ہے میرا بچہ ایک دن آپ کو دیکھنے کے لیے ہمیں دوربین کا استعمال کرنا پڑے گا۔ رومان شاہ ہمیشہ کی طرح مرہا کو تنگ کرنے کے لیے بول رہا تھا۔



مرہا رومان۔سے اٹھ سال چھوٹی تھی تو اس لیے وہ اپنے بڑے بھائی کو بہت نخرے دکھاتی تھی اور رومان شاہ اپنی بہن کو تنگ کرنے کے لیے اکثر اسے چونٹی کہہ کر بلاتا تو میرہا چڑ جاتی تھی اور اس کے چڑنے پر رومان شاہ قہقہے لگا کر ہنسا کرتا۔

رومان شاہ نے اپنی چھوٹی سی عمر میں بہت کچھ فیس کیا تھا مگر اب وہ اپنی ماں اور اپنی بہن کو ایک بہت اچھی اور پر سکون زندگی دینا چاہتا تھا جس میں وہ کامیاب ہو چکا تھا۔گھر میں صرف وہ تین افراد تھے مگر گھر میں ہر وقت خوشگوار ماحول ہی رہتا تھا۔

رومان شاہ آفس جانے کے لیے حسب معمول تیار ہو رہا تھا جب اسے اس کے سیکٹری کا فون آیا کہ ملک زبیر پر کسی نام معلوم افراد نے فائرنگ کی ہے جس سے وہ بہت زیادہ زخمی اور حالت میں ہاسپٹل میں ہے۔

رومان شاہ نے افسوس کرتے ہوئے فون بند کر کے گھر سے تیار ہو کر سیدھا ہاسپٹل جانے کے ارادے سے گاڑی کو ہاسپٹل روڈ پر ڈال کر گہری سوچ میں پڑا ہوا کچھ سوچ رہا تھا۔



○○○○○○○○○

میرب میرا بچہ اگر کچھ بولو گی تو پتہ چلے گا نہ کہ تم کیوں رو رہی ہو۔میرب فون کو کان سے لگائے ہوئے روئے جا رہی تھی۔بھائی پاپا کو گولی لگی ہے اور ہم لوگ پاپا کے ساتھ ہاسپٹل میں ہیں وہ روتے ہوئے با مشکل صرف اتنا ہی کہہ پائی تھی۔

یا اللہ رحم فرما میرب کی بات سنتے ہی شاہ میر کے منہ سے بے ساختہ اللہ تعالی سے رحم کے لیے دعا نکلی تھی۔میرب میرا بچہ رو نہیں میں آ رہا ہوں۔

۔بھائی پاپا کی کنڈیشن ٹھیک نہیں ہے۔اللہ تعالی سب بہتر کرے گا میرا بچہ بس اللہ سے دعا کرو اور ماما کا خیال رکھو میں آپ کے پاس پہنچ رہا ہوں شامیر بھاگتے ہوئے تھانے سے باہر نکلا اور آ کر اپنی جیب سٹارٹ کرتے ہوئے اس میں بیٹھ گیا۔



ماما پلیز چپ کر جائیں پاپا کو کچھ نہیں ہو گا میرب روتے ہوئے اپنی ماں کے گلے لگ کر اسے دلاسا دے رہی تھی رفعت بی بی ملک زبیر کی حالت کو دیکھ کر بہت ہی دل برداشتہ ہو کر کرسی پر بیٹھے ہوئے اپنے منہ پر ہاتھ رکھے ہوئے جا رہی تھی۔

میرب دعا کرو تمہارے پاپا کو کچھ نہیں ہو ورنہ میں بھی مر جاؤں گی میرب کی ماں ملک زبیر سے بہت پیار کرتی تھی وہ دونوں آپس میں کزنز تھے اور ان دونوں کی لو میرج ہوئی تھی۔

شامیر کے بعد ملک زبیر کوئی اولاد نہیں لینا چاہتے تھے کیونکہ شامیر کے وقت رفت بیگم سیڑھیوں سے گر گئی تھی جس کی وجہ سے اس کے کیس میں بہت زیادہ کمپلیکیشنز آ گئے۔ تو اس کو مد نظر رکھتے ہوئے ملک زبیر آگے اولاد نہیں چاہتے تھے۔www.kitabnagri.com

کیونکہ وہ اپنی بیگم سے بہت پیار کرتے تھے اس لیے وہ کسی بھی طرح کا رسک اس کی جان کے ساتھ نہیں لینا چاہتے تھے۔ مگر جب شاہ میر 12 سال کا ہوا تو وہ خود کو بہت اکیلا محسوس کرتا تھا اکثر اپنی ماں سے ضد کرتا کہ اسے ایک بہن چاہیے۔



اور شامیر کی ماں اپنے بیٹے سے بہت زیادہ پیار کرتی تھی جس کی وجہ سے وہ اپنی بیٹے کی خواہش کو لے کر اکثر ملک زبیر کے ساتھ بحث کرتی ہوئی نظر آتی آخر کار ملک زبیر نے ڈاکٹر کی رائے لے کر سیکنڈ بی بی پلان کیا تو اس طرح ان کی ایک اور اولاد اس دنیا میں آئی جس کا نام انہوں نے میرب رکھا۔

میرب شاہ میر سے 12 سال چھوٹی تھی۔رفت بیگم اپنے بیٹے سے بہت پیار کرتی تھی اور ملک زبیر کی آنکھوں کا تارا میرب تھی شامیر خود بھی اپنی بہن سے بہت زیادہ پیار کرتا تھا۔

اس طرح ان کی فیملی کمپلیٹ ہو گئ اور گھر میں ہر طرف خوشیاں اور پر سکون فضا قائم تھی۔ مگر آج اتنے سالوں کے بعد ان کے گھر میں غم نے پھیرا لگایا تھا۔

اس لیے رفعت بیگم بڑی دلبر دشتہ ہو کر خود کو سنبھال نہیں پا رہی تھی اور میرب مسلسل اپنی ماں کے گلے میں باہیں ڈالے ہوئے خود بھی رو رہی تھی مگر اپنی ماں کو دلاسہ بھی دے رہی تھی۔

السلام علیکم مسز ملک پلیز آپ خود کو سنبھالیں انشاءاللہ ملک صاحب بہت جلد ٹھیک ہو جائیں گے رومان شاہ جو ہاسپٹل میں ملک کی عیادت کرنے کے لیے آیا تھا وہ اپریشن تھیٹر کے باہر کرسی پر بیٹھی ہوئی ملک زبیر کی بیگم کو روتے ہوئے دیکھ کر پاس آیا تھا۔

جانی پہچانی آواز سن کر میرب جو اپنی ماں کے کاندھے سے سر لگائے ہوئے آنکھیں بند کر کے رو رہی تھی اس نے آنکھیں کھول کر سامنے کھڑے ہوئے رومان شاہ کی طرف دیکھا تھا۔

وہ چاکلیٹ براؤن کلر کے تھری پیس سوٹ میں ہے لائٹ سی مسٹرڈ کلر کی شرٹ پہنے ہوئے کھڑا تھا۔ آنکھوں پر دھوپ سے بچنے والے گوگل لگائے ہوئے اور ہاتھ میں ایپل کی واچ جو اس کے ہاتھ پر بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔www.kitabnagri.com

ایسا لگ رہا تھا کہ پہننے والے نے ایپل کی اس ٹچ گھڑی کو چار چاند لگا دیے ہو۔ چہرے پر وہی اکڑ اور ایٹیٹیوڈ برقرار تھا مگر انداز کافی سوفٹ تھا رفعت بیگم سے بات کرتے ہوئے۔

رفت بیگم نے صرف ہاں میں سر کو ہلایا تھا وہ اس وقت اس کنڈیشن میں نہیں تھی کہ کوئی جواب دے پاتی۔ میرے لائق کچھ بھی ہو تو ضرور بتایئے گا۔رومان شاہ نے رفت بیگم سے یہ کہا تھا کہ اگر کسی بھی طرح کی ہیلپ چاہیے ہو تو وہ ضرور بتائیں۔



رفت بیگم نے اس بار بھی صرف ہاں میں سر کو ہی ہلایا تھا۔وہ رفت بیگم سے بات کرتے ہوئے میرب کو بالکل نظر انداز کیے ہوئے کھڑا تھا جیسے کہ میرب اسے بالکل بھی منظر عام پر نظر نہیں آرہی۔رومان شاہ رفت بیگم کو دلاسا دیتے ہوئے ڈاکٹرز کی طرف چلا گیا تھا ملک کی کنڈیشن کا پوچھنے کے لیے۔

شاہ میر نے پتہ نہیں کیسے یہ سفر طے کیا تھا اس کا ایک ایک لمحہ بہت اذیت میں کٹ رہا تھا یہ سوچ کر کہ پتہ نہیں اس کے پاپا کیس حالت میں ہوں گے۔

شاہ میر اپنی فیملی سے بہت پیار تھا۔شاہ میر کو اچھی طرح سے پتہ تھا کہ اس کے پاپا پر یہ حملہ اس کی وجہ سے ہوا ہے یہ حملہ صرف اسے ڈرانے کے لیے ہی کیا گیا تھا۔

ایریا میں گاڑی کو کھڑا کر کے وہ بھاگتا ہوا ہاسپٹل کے اندر داخل ہوا اور ریسپشن سے پوچھتا ہوا اپریشن تھیٹر کی طرف بھاگا۔بھاگتے ہوئے وہ کسی فلم کا ہیرو لگ رہا تھا کیونکہ اس کی پرسنلٹی بہت دبنگ تھی اوپر سے فل یونی فارم پہنے ہوئے وہ اور بھی ڈیشنگ لگ رہا تھا۔

دیکھیے مسز مالک آپ کے شوہر کی کنڈیشن کافی سیریس ہے ہم اس طرح سے ان کا علاج شروع نہیں کر سکتے کیونکہ یہ ایک پولیس کیس ہے آپ کو پہلے پولیس کی کاروائی پوری کرنی ہو گی اس کے بعد ہی ان کا اپریشن ہو سکے گا۔



ڈاکٹر جب رفعت بیگم سے یہ بول رہا تھا اسی وقت شاہ میر ان کے پاس پہنچا تھا۔میرب نے جیسے ہی اپنے بھائی کو دیکھا وہ بھاگتی ہوئی اپنے بھائی کے گلے لگ کر رو رہی تھی۔اور عفت بیگم بھی اپنے بیٹے کے گلے لگ کر رو رہی دی۔

ماما پریشان نا ہو انشاءاللہ پاپا ٹھیک ہو جائیں گے اس طرح تو آپ کی اپنی طبیعت خراب ہو جائے گی آپ اللہ سے دعا کریں۔شامیر اپنی ماں کو اپنے سینے سے لگائے ہوئے دلاسہ دے رہا تھا۔میرب بیٹا آپ بھی چپ کر جاؤ اور ماما کو تسلی دو میں آ گیا ہوں انشاءاللہ سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا پریشان نہیں ہو اللہ سے دعا کرو اللہ ضرور پاپا کو ٹھیک کر دیں گے۔

بیٹا یہ لوگ تمہارے پاپا کا اپریشن نہیں کر رہے ان کا کہنا ہے کہ یہ پولیس کیس ہے پہلے ہمیں پولیس کی کاروائی پوری کرنی پڑے گی اس کے بعد ہی اپریشن ہو سکے گا۔

آپ پریشان نہ ہوں میں آ گیا ہوں میں سب کچھ دیکھ لوں گا۔ہائے ڈاکٹر آئی ایم اے سی پی شامیر ملک شاہ میر ڈاکٹر کے ساتھ ہاتھ ملاتے ہوئے اپنا تعارف کروا رہا تھا۔



آپ مجھے بتائیں کیا کاروائی پوری کرنی ہو گی سر آپ یہاں پر آ گئے ہیں تو سمجھیں کاروائی پوری ہو گئی ہے ڈاکٹر نے جیسے ہی شاہ میر کا نام سنا تو وہ ساری کاروائی بھول گیا تھا کیونکہ اے سی پی شامیر کی بہادری کے چرچے تو پورے شہر میں تھے۔

بچے بچے کے منہ پر اے سی پی شاہ میر ملک کا نام تھا جب سے وہ تھانہ ڈی ایچ اے میں ٹرانسفر ہو کر آیا تھا اس نے مجرموں کے ناک میں دم کر رکھا تھا اس کی بہادری کے چرچے اس قدر تھے کہ بچے سکول فنکشن میں اے سی پی شاہ میر ملک ہی بننا چاہتے تھے۔

اکثر سکولز میں بچے ایسی پی شاہ میر ملک کا رول پلے کرتے ہوئے نظر آتے تھے اس لیے بیچارے ڈاکٹر کو تو ساری کاروائی بھول گئی تھی۔www.kitabnagri.com

تو ٹھیک ہے اگر کاروائی کی ضرورت نہیں ہے تو پھر فورن سے پہلے اپریشن شروع کیجئے اے سی پی کی رعب دار آواز ہاسپٹل میں گونجی۔

جی سر سارا انتظام ہو چکا ہے بس آپ یہاں پر سائن کر دیں اس کے بعد ہم اپریشن شروع کر دیں گے ڈاکٹر اب چھلاوا بنا ہوا اے سی پی کے آگے پیچھے گھوم رہا تھا۔اپریشن شروع ہو چکا تھا اور شاہ میر اپنی بہن اور ماں کے پاس بیٹھا ہوا انہیں تسلی دے رہا تھا۔

اور اپنے رب سے بہت ساری دعائیں کر رہا تھا کہ اللہ تعالی اس کے پاپا کو تندرستی اور صحت والی زندگی عطا کرے اور ساتھ میں ان مجرموں کو پھانسی کے تختے تک پہنچانے کا پلان بنا رہا تھا۔

جن کی وجہ سے آج اس کی ماں اور بہن خون کے آنسو رو رہی تھی اور اس کا باپ زندگی اور موت کے بیچ میں جھول رہا تھا۔ اے سی پی کو بہت دنوں سے دھمکیاں مل رہی تھی۔ مگر اے سی پی شامیر دھمکیوں سے ڈرنے والی چیز نہیں تھا۔

اس لیے انہوں نے ٹارگٹ اس کے پاپا کو بنایا تاکہ اے سی پی شامیر کو ڈرا سکیں شامیر اس وقت ایک بہت ہی بڑا کیس ہینڈل کر رہا تھا۔ ایک بہت ہی بڑے ذمہ دار کا بیٹا تھا۔

جس نے گاؤں کی ایک معصوم سی لڑکی جو ایک غریب گھر سے تعلق رکھتی تھی اس کا ریپ کیا تھا اب وہ اپنے دبدبے اور پیسے سے اس کیس کو بند کروا کے اپنے بیٹے کو رہائی دلانا چاہتا تھا۔

مگر جب یہ نہ ہو سکا تو پھر اے سی پی کو رشوت دینے کی کوشش کی گئی۔ مگر وہ اے سی پی شامیر ملک تھا جو بہت با ضمیر تھا۔
جو بکاؤ چیز نہیں تھا۔ پھر نوبت دھمکیوں پر آ گئی۔ اور جب وہ دھمکیوں سے بھی نہیں ڈرا تو اب تیسرا حربہ یہ آزمایا گیا تھا۔

اس کے باپ پر اٹیک کروایا گیا تھا مگر وہ یہ بھول گئے تھے کہ اے سی پی شامیر ڈرنے والی چیز نہیں ہے۔ بلکہ اس کے باپ پر اٹیک کروا کے انہوں نے اپنی موت کو دعوت دی ہے۔

تقریبا ایک گھنٹے کے بعد ڈاکٹرز اپریشن تھیٹر سے باہر آئے اور انہوں نے یہ نیوز دی کہ اپریشن کامیاب رہااور ملک زبیر اب خطرے سے باہر ہیں۔اور ان کو وارڈ میں شفٹ کیا جاسکتا ہے۔

شامیر رفعت بیگم اور میرب نے اللہ کا شکر ادا کیا۔رفت بیگم جلدی سے اٹھی اور وضو کر کے شکرانے کے نفل ادا کرنے لگی اور میرب وہیں پر اپنے بھائی کے کاندھے سے سر لگائے ہوئے پر سکون ہو کر آنکھیں بند کیے ہوئے بیٹھی تھی۔

اور شاہ میر اللہ کا شکر ادا کرنے کے بعد اب مجرموں کو موت کے تختے تک لے جانے کا منصوبہ بنا رہا تھا۔



oooooooooo

(ماضی) رومیو بیٹا تو کہاں ہے تیرے بابا کی طبیعت بہت خراب ہے جلدی سے گھر آتا کہ ہم ان کو ہاسپٹل لے کر جاسکے۔رومیو کی ماں رومیو کو فون کر کے اس کے بابا کو ہاسپٹل لے جانے کا بول رہی تھی۔

امی میں بس تھوڑی دیر میں گھر پہنچ جاؤں گا مجھے تایا جان نے مجھے گھر کا سامان لینے کے لیے مارکیٹ بھجا ہے۔رومیو بیٹا جلدی آ تیرے بابا کی طبیعت بہت زیادہ خراب ہے اور تجھے پتہ ہے کہ تیرے سوا میں کس کو بولوں سب لوگ اپنے کاموں میں بہت مصروف ہیں ان کے پاس ہمارے لیے ٹائم نہیں ہے رومیو کی ماں روتے ہوئے اپنے بیٹے کو جلدی گھر آنے کا کہہ رہی تھی۔

فون بند کر کے رومیوں کی ماں بھاگتی ہوئی اپنے اپنی بڑی جیٹھانی کے پاس گئی جو مہک کی ماں تھی۔بھابھی جان رومیوں کے بابا کی طبیعت بہت خراب ہے پلیز آپ بھائی صاحب سے بولیں کہ وہ رومیوں کے بابا کو ہاسپٹل لے چلیں۔ان کی تو خود طبیعت ٹھیک نہیں ہے وہ بی پی کی دوا کھا کر فی الحال آرام کر رہے ہیں۔
جب اٹھیں گے تو بتا دوں گی۔تو بھابھی پلیز آپ عاصم کو بھیج دیں وہ ہمیں ہاسپٹل تک چھوڑ دے اس سے آگے میں سب دیکھ لوں گی۔



عاصم رومیو کے بڑے تائے کے بیٹے کا نام تھا جو مہک کا چھوٹا بھائی تھا۔نہیں وہ تو بلکل بھی نہیں جا سکتا ۔میرا بچہ ابھی ابھی تو کالج سے واپس آیا ہے وہ تو نہیں جا سکتا بہت تھکا ہوا ہے۔اور بول بھی رہا تھا کہ اس کے سر میں بہت درد ہے۔

تو بھابھی سیدھا سیدھا بولے نا کہ آپ لوگوں نے ہماری مدد کرنی ہی نہیں ہے آپ رومیوں کے پاپا کو ہاسپٹل ہمارے ساتھ لے کر جانا ہی نہیں چاہتے۔کچھ تو خدا ترسی کریں بھابھی آج تک آپ لوگوں نے جو کچھ بھی کیا ہمارے ساتھ۔ہم نے کبھی اف تک نہیں کی۔

کبھی اپنے ساتھ ہوئی نہ انصافیوں کا آپ سے گلہ شکوہ نہیں کیا مگر آج صرف آپ سے تھوڑی سی مدد ہی تو مانگ رہی ہوں کہ میرے شوہر کو ہاسپٹل تک پہنچا دیں۔

میرے ساتھ زیادہ بکواس کرنے کی ضرورت نہیں ہے اپنی اوقات اور حد یاد رکھو اور جب کہہ دیا ہے کہ تمہارے بھائی صاحب اٹھیں گے تو بول دوں گی کہ تمہارے شوہر کو ہاسپٹل پہنچا دیں تو پھر اتنی زبان درازی کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔



بھابھی میں نے آج تک آپ سے کبھی زبان درازی نہیں کی۔ آج بھی میں آپ سے زبان درازی نہیں کر رہی۔ یہ تو میرے اندر کا دکھ ہے جو کڑوے الفاظ بن کر میرے منہ سے باہر آ گیا۔

میں اس کی معذرت کرتی ہوں پلیز آپ بھائی صاحب کو اٹھا دیں رومیو کے پاپا کے سینے میں بہت درد ہو رہا ہے۔میں آپ کے آگے ہاتھ جوڑتی ہوں۔

امی کیا کر رہی ہے آپ کیوں ان لوگوں کے سامنے ہاتھ جوڑ کر آپ خود کی توہین کروا رہی ہیں رومیو جو مارکیٹ سے اپنے تایا جان کا سامان لے کر اپنی تائی جان کو پکڑانے کے لیے آیا تھا وہاں پر اپنی ماں کو ہاتھ جوڑ کر گڑگڑاتے ہوئے دیکھ کر اس کا خون کھول اٹھا تھا۔

ہاں ہاں تمہارا غیرت مند بیٹا آگیا ہے اب تم اسے لے کر ہاسپٹل چلی جاؤ رومیوں کی تائی نے رومیوں کو دیکھتے ہی تنز کا تیر رومیوں کے سینے میں گھونپا۔



تائی جان کبھی کوئی موقع خالی بھی جانے دیا کریں کبھی تو اپنی یہ طنز مارنے والی عادت چھوڑ کر خدا کا خوف کرتے ہوئے چپ ہو جایا کریں۔رومیو نے آج پہلی بار اونچی آواز میں اپنی تائی سے بات کی تھی۔رومیو کی تائی نے اونچی آواز میں چھاتی پر ہاتھ مارتے ہوئے جاہل عورتوں کی طرح رونا شروع کر دیا تھا۔

اس کی آواز سن کر اس کا بیٹا عاصم اور رومیوں کا تایا دونوں ہی روم سے باہر آگئے۔اور مہک بھی امی کیا ہوا امی کیا ہوا بولتی ہوئی بھاگ کر اپنی ماں کے پاس آگئی۔یہ دیکھو میرے ساتھ رومیوں کس طرح سے بد تمیزی کے ساتھ بات کر رہا تھا بس یہی عزت رہ گئی ہے اس گھر میں میری۔

تمہاری ہمت کیسے ہوئی میری ماں کے ساتھ بد تمیزی سے بات کرنے کی عاصم نے رومیوں کو کالر سے پکڑتے ہوئے کہا۔میں نے تائی جان سے کوئی بد تمیزی نہیں کی ہے جو حقیقت ہے وہی بولی ہے اگر تائی جان کو وہ بد تمیزی لگی ہے تو وہ تائی جان کی مرضی ہے۔

رومیوں تمہاری اوقات ہی کیا ہے جو تم میری ماں سے زبان درازی کر رہے تھے مہک چیختی ہوئی رومیوں کے پاس آئی۔اور رومیوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولی۔

رومیوں کو عاصم کے کالر پکڑ کر لڑنے سے کہیں زیادہ دکھ مہک کی اس آواز سے ہوا تھا مہک کو اچھی طرح سے پتہ تھا کہ رومیوں نے کبھی بھی اس کے ماں باپ سے بد تمیزی نہیں کی اور مہک کی وجہ سے وہ تائی جان کے بہت سارے ظلم چپ چاپ برداشت کر لیتا تھا۔

مگر آج مہک نے یہ بول کر رومیوں کے دل میں ایک نشتر چبو دیا تھا رومیوں حیرت سے مہک کی طرف دیکھ رہا تھا۔

رومیو دفع ہو جاؤ میرے گھر سے اور دوبارہ میرے گھر میں قدم مت رکھنا اگر تم میری بیوی کی عزت نہیں کر سکتے تو تم میرے بھی کچھ نہیں لگتے ہو۔

دفع ہو جاؤ یہاں سے اپنی ماں کو لے کر رومیوں کا تایا رومیوں کے منہ پر ایک زوردار تھپڑ رسید کرتے ہوئے بولا بول رہا تھا۔

اور مہک اتنی ناگواری کے ساتھ رومیوں کی طرف دیکھ رہی تھی جیسے کہہ رہی ہو کہ تم اسی کے لائق ہو۔ آج اس کے تائے کے اس تھپڑ اور مہک کے الفاظوں نے رومیوں کے دل کے کئی ٹکڑے کر دیے تھے۔

رومیو اپنی آنکھوں سے آنسوں صاف کرتے ہوئے اپنی ماں کا ہاتھ پکڑ کر ان کے گھر سے نکل گیا تھا یہ عہد کر کے کہ آج کے بعد چاہے کچھ بھی ہو جائے وہ اپنے تایا کے گھر میں قدم نہیں رکھے گا۔

اور آج وہ مہک کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اپنے دل سے نکال کر جا رہا تھا۔ رومیو اپنے بابا کو اپنی ماں اور بہن کے ساتھ ہاسپٹل لے کر پہنچا تو تب تک بہت دیر ہو چکی تھی۔ ڈاکٹر نے کہا کہ ان کو دل کا بہت سیریس اٹیک ہوا ہے اور وقت پر نہ لانے کی وجہ سے ان کی موت واقع ہو گئی ہے۔

رومیو کو ایسے لگ رہا تھا جیسے اس کے سر سے آسمان کھینچ لیا گیا ہو۔ آج رومیو خود کو بے آسرہ بے سہارا محسوس کر رہا تھا۔ وہ اس قدر ٹوٹ گیا تھا کہ اس کا دل کر رہا تھا کہ وہ چیخ چیخ کر روئے مگر اپنی ماں اور بہن کو روتے ہوئے دیکھ کر رومیوں نے اپنے دل کو پتھر کا بنا لیا تھا۔



اس نے اپنی آنکھ سے ایک آنسوں بھی زمین پر گرنے نہیں دیا رومیوں نے اس دن دل میں ٹھان لیا تھا کہ وہ اپنی ماں کا اور بہن کا سہارا بنے گا اور آج کے بعد وہ کمزور نہیں پڑے گا۔

اس دن کے بعد رومیوں نے اتنی محنت کی کہ دن رات ایک کر دیا رومیوں نے خود پر سکون کے دروازے بند کر لیے تھے۔زندہ دل رومیوں جو مہک کے ساتھ خوشیوں بھری زندگی گزارنا چاہتا تھا مگر اس پر ذمہ داریوں کا اس قدر بوجھ بڑھ گیا کہ رومیو صرف ایک کام کرنے والی مشین بن کر رہ گیا۔

اور اس نے اپنے دل کے دروازے ہمیشہ کے لیے بند کر لیے تھے اس سے نفرت ہو گئی تھی اس پیار محبت کی کہانیوں سے۔

oooooooooooo

(حال)۔

احمر کیسا ہے۔پہلے سے بہتر ہے۔رومان شاہ ہاسپٹل میں آیا تھا احمر کو دیکھنے کے لیے رومان شاہ تقریبا روز صبح شام احمر کے پاس ہاسپٹل میں چکر لگاتا۔



اس وقت وہ باہر کھڑا ہوا ڈاکٹر شاہ زیب جو کہ رومان شاہ اور احمر کا بیسٹ فرینڈ بھی تھا اس سے احمر کا حال چال پوچھ رہا تھا۔کیا صورتحال ہے احمر خود سے ٹھیک ہونے کی کوشش کر رہا ہے رومان شاہ ڈاکٹر شاہ زیب سے پوچھ رہا تھا۔ہاں تم نے جو اس کو لالچ دیا ہے اب احمر صاحب اس لولی پوپ کو پکڑے

ہوئے خود کو ٹھیک کرنے کی بھرپور کوشش کر رہا ہے۔ڈاکٹر شاہ زیب ہنستے ہوئے احمر کے ہاتھ پر تالی بجا کر بولا۔

یعنی کہ میری ٹکنیک کام کر گئی ہے رومان شاہ خود کو شاباش دے رہا تھا۔بچو یہ پتہ تو تب چلے گا نا جب احمر ٹھیک ہو جائے گا اور پھر وہ عریشہ کی واپسی کا مطالبہ کرے گا اور تم اس سے یہ کہو گے کہ تم نے تو صرف اسے ایک جھوٹا لالچ دیا تھا۔

تب کی تب دیکھی جائے گی فی الحال تو اس کمینے کا ٹھیک ہونا ضروری ہے یار کیا کرے ہم تینوں ایک دوسرے کے بنا ادھورے ہیں۔

رومان شاہ ایک لمبی سانس لیتے ہوئے بولا۔چل آ جا میرے آفس تجھے کافی پلاتا ہوں۔ڈاکٹر شاہ زیب رومان شاہ سے بول رہا تھا۔

مگر مجھے تو پہلے احمر سے ملنا ہے۔اس سے تو نہیں مل سکتا کیونکہ اس وقت وہ نواب زادہ آرام فرما رہا ہے کیونکہ اسے نیند کی دوا دی ہوئی ہے۔

ہاں دیکھ ضرور سکتا ہے آجا تجھے دیکھا دیتا ہوں۔روماں شاہ اور ڈاکٹر شاہزیب احمر کے روم کی طرف چل پڑے۔روماں شاہ نے بڑی دکھ بھری نظروں سے بیڈ پر زرد سی رنگت لیے پڑے ہوئے احمر کو دیکھا۔www.kitabnagri.com

کیا حال بنا لیا ہے اس نے اپنا۔روماں شاہ احمر کو دیکھ کر بہت افسوس سے بول رہا تھا۔چل جا تو اور زیادہ پریشان نہ ہو انشاءاللہ یہ بالکل ٹھیک ہو جائے گا کیونکہ اس کی رپورٹس پہلے سے بہتر ہیں ڈاکٹر شاہزیب روماں شاہ کے کاندھے کو تھپتھپاتے ہوئے اسے تسلی دے کر اپنے آفس میں لے کر آگیا۔

مرہا میں اس وقت ہاسپٹل میں ہوں اس لیے بعد میں بات کروں گا۔بھائی پلیز میری بات سن لینا مجھے بہت ضروری بات کرنی ہے۔مرہا آپ کو میری بات سمجھ نہیں آرہی میں نے کہا میں اس وقت ہاسپٹل میں ہوں ایک دوست کے ساتھ۔

میری پیاری بہن جلدی سے فون کو بند کرو میں آپ سے تھوڑی دیر بعد بات کرتا ہوں روماں شاہ ڈاکٹر شاہزیب کے پاس سے اٹھ کر تھوڑا دور ونڈو کے پاس کھڑا ہو کر مرہا سے فون پر بات کر رہا تھا۔

مرہا کب سے رومان شاہ کو فون کر رہی تھی اب وہ اس کا فون اٹینڈ کر کے اس سے سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا۔

اور دور بیٹھا ہوا ڈاکٹر شاہ زیب اپنی آفس چیئر پر بلیک شرٹ اور بلو جینز کے اوپر وائٹ کلر کا ڈاکٹروں والا کوٹ پہنے ہوئے گلے میں سٹتھوسکوپ ڈال کر اپنی سیٹ پر بیٹھے ہوئے اپنے ہونٹوں میں بال پین کو دبائے ہوئے مسکرا رہا تھا۔

ڈاکٹر شاہ زیب مرہا کو بہت پسند کرتا تھا ڈاکٹر شاہ زیب نے پہلی بار مرہا کو ہاسپٹل میں دیکھا تھا جب رومان شاہ کی امی کا بی پی شوٹ کر گیا اس وقت رومان شاہ اور مرہا اپنی ماں کو لے کر ہاسپٹل میں آئے تھے جہاں پر ڈاکٹر شاہ زیب بھی رومان شاہ کی ماں کی عیادت کرنے کے لیے پہنچا۔ ڈاکٹر شاہ زیب کو مرہا پہلی نظر میں ہی بہت اچھی لگی تھی وہ بہت معصوم اور نازک سی لڑکی تھی اور اپنے بھائی کی بہت چہیتی۔

جب کبھی بھی رومان شاہ کی ماں بیمار ہوتی یا ان کا چیک اپ کرنا ہوتا تو اکثر مرہا ہاسپٹل میں بھی ان کے ساتھ ہوا کرتی تھی اور گھر پہ جاتا تب بھی مرہا اپنی ماں کے ساتھ ہی ہوتی تھی۔اس لیے اکثر ڈاکٹر شاہ زیب کی مرہا پر نظر پڑتی رہتی تھی۔

مرہا کبھی بھی خود سے ڈاکٹر شاہ زیب سے بات نہیں کرتی تھی اور ڈاکٹر شاہ زیب بھی مرہا کو بلاتے ہوئے ہچکچاتا تھا کیونکہ رومان شاہ ایک الگ مزاج کا بندہ تھا جسے یوں اپنے گھر کی عورتوں سے کھلے عام اپنے دوستوں کو ملانا یا خود دوستوں کے گھر کی عورتوں سے ملنا زیادہ پسند نہیں تھا۔

ڈاکٹر شاہ زیب اپنے یار کی اس عادت سے بخوبی واقف تھا اس لیے وہ خود بھی اپنی حدود اور دائرے کراس نہیں کرتا۔مگر مرہا کے لیے اپنے نے دل پلتی ہوئی محبت کو ڈاکٹر شاہ زیب نہیں روک سکا اور آہستہ آہستہ وہ محبت اپنی جڑیں مضبوط کرتی جارہی تھی۔



اس وقت بھی وہ مرہا کے فون آنے پر ہی مسکرا رہا تھا۔ڈاکٹر شاہ زیب جانتا تھا کہ رومان شاہ اپنی بہن سے بہت پیار کرتا ہے اس لیے اس کی بہن اکثر اس سے چھوٹی چھوٹی فرمائشیں کرتی رہتی تھی۔

جن کو پورا کرنا رومان شاہ اپنا فرض اول سمجھتا۔ مگر اس وقت وہ شاہ زیب کا لحاظ کرتے ہوئے مرہا کو فون بند کرنے کا بول رہا تھا مگر بیچارہ پچھلے 15 منٹ سے اسے سمجھا رہا تھا کہ فون بند کر دے مگر اب بھی اس کا فون چل رہا تھا۔

آخر میں بیچارہ رومان شاہ اپنی بہن کے آگے ہار مانتے ہوئے اسے کہہ رہا تھا کہ ٹھیک ہے میری ماں مجھے لسٹ سینڈ کر دو میں لیتا آؤں گا جو بھی بولو گی مگر ابھی فون بند کر دو میرا ایک فرینڈ میرا ویٹ کر رہا ہے۔

ڈاکٹر شاہ زیب مرہا کے لیے کافی سیریس تھا وہ بہت جلد اپنی ماں باپ کے ہاتھوں مرہا کے گھر رشتہ بھیجنے والا تھا۔ڈاکٹر شاہزیب اس لیے بھی ٹینشن فری تھا کہ اس سے پتہ تھا کہ رومان شاہ کو اس رشتے سے کوئی خاص اعتراض نہیں ہو گا۔



سوائے عمر کو لے کر کیونکہ رومان شاہ اور ڈاکٹر شاہ زیب ہم عمر تھے اور مرہا ان سے تقریبا اٹھ سال چھوٹی تھی مگر ڈاکٹر شاہ زیب کو یہ یقین تھا کہ وہ رومان شاہ کو سمجھا لے گا بس اسی وجہ سے وہ فی الحال مرہا کی پڑھائی مکمل ہونے تک چپ تھا۔

سوری ڈاکٹر صاحب اصل میں گھر سے فون تھا تو سننا بہت ضروری تھا۔ رومان شاہ معذرت کرتے ہوئے واپس سیٹ پر آکر بیٹھا اور آپس میں دونوں گپے مارتے ہوئے کافی سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔

ooooooooooo

آج تقریبا ملک زبیر کو ہاسپٹل سے ڈسچارج ہوئے 15 دن ہو گئے تھے اب وہ پہلے سے بہت بہتر تھا۔ کیونکہ گولی ان کے دل کو چھوتے ہوئے گزری تھی تو اس لیے ان کا آرام کرنا بہت ضروری تھا۔ فی الحال انہوں نے آفس سے مکمل چھٹی کی ہوئی تھی آفس کا زیادہ تر کام ان کا سیکرٹری ہی سنبھال رہا تھا۔

مگر آج رومان شاہ اور ملک زبیر والی ڈیل کی کچھ اہم فائلز تھی جن کو رومان شاہ اور ملک زبیر نے آپس میں ڈسکس کرنی تھی۔ اس لیے ملک زبیر نے رومان شاہ سے بہت زیادہ ریکویسٹ کر کے اسے اپنے گھر آنے کو کہا تھا۔ کیونکہ اس وقت ملک مکمل بیڈ ریسٹ پر تھا تو وہ گھر سے باہر نہیں جا سکتا تھا۔ ویسے تو رومان شاہ اس طرح کسی کے بھی گھر پر جا کر یوں آفس کے کام ڈسکس نہیں کرتا تھا لیکن ملک کی اس حالت کو مد نظر رکھتے ہوئے رومان شاہ نے اس کے گھر انے کی حامی بھری تھی۔

رفت بیگم آج میرا ایک سپیشل گیسٹ آنے والا ہے تو پلیز آپ بہت اچھے سے ڈنر کا انتظام کروا دیں کیونکہ جب وہ پارٹی میں آئے تھے تب بھی وہ کھانا کھائے بنا ہی چلے گئے تھے۔تو میں چاہتا ہوں کہ آج وہ ہمارے گھر سے ڈنر کر کے جائیں میرے لیے وہ بہت خاص ہیں اس لیے آپ اپنی نگرانی میں ڈنر تیار کروایئے گا۔ملک زبیر اپنی بیگم رفعت کو بول رہے تھے۔

جی جی آپ بے فکر رہیں میں اپنی نگرانی میں ڈنر تیار کرواؤں گی آپ کو کوئی شکایت نہیں ہو گی فی الحال تو آپ تھوڑی دیر آرام کر لیں تب تک میں جا کر سب تیاریاں دیکھ لوں۔

رومان شاہ اور ملک زبیر جب پیپرز میں کچھ ڈیل کے مسائل ڈسکس کر رہے تھے اسی وقت دھڑ سے دروازہ کھلا اور میرب روم کے اندر داخل ہوئی۔جس کو یہ نہیں پتہ تھا کہ اس کے پاپا کے روم میں کوئی اور بھی موجود ہے۔

وہ دھن دناتے ہوئے روم کے اندر داخل ہوئی تھی مگر سامنے بیٹھے ہوئے بندے پر نظر پڑتے ہی وہ اپنی جگہ پر سٹل ہو کر رک گئی،سامنے کرسی پر رومان شاہ بیٹھا ہوا تھا۔

جس نے اس وقت فل وائٹ کلر کا کرتا اور شلوار پہن رکھا تھا اور گلے میں بلیک کلر کا سکالر اس ظالم کی پرسنلٹی اتنی خوبصورت تھی کہ دیکھنے والا اس کو ایک بار تو دیکھے بنا نہیں رہ سکتا تھا میرب بیچاری تو ویسے ہی پہلے ملاقات سے ہی اس پر فدا تھی اسے دیکھ کر وہیں پر کھڑی اسے دیکھے جا رہی تھی کہ ملک زبیر نے آواز دی تو وہ سکتے کی حالت سے واپس آئی۔

میرب بیٹا وہاں پر کیوں کھڑی ہو آگے آؤ کچھ کام تھا آپ کو۔ نہیں بابا میں بعد میں آجاؤں گی کچھ خاص کام نہیں ہے۔ وہ اٹکتے اٹکتے صرف اتنا ہی کہہ پائی تھی اور روم کا دروازہ کھول کر باہر آگئی اور روم کا دروازہ بند کر دیا اور اپنے دل پر ہاتھ رکھے ہوئے کتنی دیر دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے کھڑی رہی۔



ہاں تو رومان شاہ بولو ہم اس مسئلے کو کیسے حل کر سکتے ہیں ملک اور رومان شاہ آپس میں کسی مسئلے کو ڈسکس کر رہے تھے مگر باہر کھڑی ہوئی میرب اور رومان شاہ کا نام پتہ چل گیا تھا۔ اچھا جی تو اس بندے کا نام رومان شاہ ہے سوٹ کرتا ہے اس بندے پر اس کا نام جتنا ڈیشنگ خود ہے اتنا ہی ڈیشنگ نام رکھا ہوا ہے میرب اپنے دماغ میں ہی سوچ کر مسکرا رہی تھی۔

روماں کو چھوڑیے خالی شاہ ہی اس پر تو بہت سوٹ کرتا ہے شاہ تیار ہو جایئے میرب ملک آپ کی زندگی میں بہت جلد انٹری مارنے والی ہیں۔پسند آ گئے ہیں آپ میرب کو اور جو چیز میرب ملک کو پسند ہوتی ہے اسے میرب اپنا بنا لیتی ہے۔www.kitabnagri.com

وہ خود سے ہی باتیں کرتی ہوئی شرما کر اپنے ہونٹ کا نچلا کنارہ چباتے ہوئے میں روم میں آ گئی۔

ہائے اللہ میاں یہ کتنا خوبصورت ہے اللہ میاں اگر تو دعائے سنتا ہے تو اس بندے کو میری قسمت میں لکھ دے۔میرب نے جب سے ہوش سنبھالا آج پہلی بار اس نے دعا کر کے اپنے رب سے کچھ مانگا تھا۔

کیونکہ میرب کو ہمیشہ ہر چیز تھالی میں سجی ہوئی ہی ملی۔میرب آج اپنے دل کے ہاتھوں سے مجبور سے مجبور ہو کر اپنے رب سے روماں شاہ کو مانگ رہی تھی۔

اس بات سے بے خبر کہ روماں شاہ کانٹوں سے بھرے ہوئے ایک جھاڑ کا نام ہے جس سے مل کر نازک سی میرب ملک نے زخموں سے چور ہو جانا تھا۔روماں شاہ کے جانے کے بعد میرب نے اپنے پاپا کے

موبائل سے رومان شاہ کا نمبر نکال کر اپنے فون میں پر سینڈ کر کے اپنے پاپا کے فون سے واٹس ایپ چیٹ کلیئر کر دی۔

اب وہ اپنے بیڈ پر لیٹے ہوئے رومان شاہ کا نمبر اپنے فون میں سیو کر رہی تھی۔لگے ہاتھ میرب نے اپنے پاپا کے فون سے رومان شاہ کے واٹس ایپ ڈی پی پکچر بھی اپنی طرف سینڈ کر دی تھی جسے اب وہ اپنے فون میں نمبر سیو کرنے کے بعد وال پیپر پر لگا رہی تھی۔
الرحمان شاہ کی پکچر کو اپنے فون کی سکرین پر لگاتے ہوئے اس پر اپنے لب رکھ کر اس کو محبت کا پہلا تحفہ پیش کیا۔ آئی لو یو شاہ میرب آپ سے بہت پیار کرتی ہے۔

میرب کو خود پر یقین نہیں آرہا تھا کہ وہ کسی لڑکے کے لیے اس قدر پاگل بھی ہو سکتی ہے وہ تو ہمیشہ خود کو توب چیز سمجھتی تھی کالج میں ہزاروں لڑکے اس پر مرتے تھے مگر میرب نے کبھی ان کو گھاس تک نہیں ڈالا۔

اور آج وہ خود سے آگے بڑھ کر کسی لڑکے کو پرپوز کرنے والی تھی جو اس کی شان کے خلاف تھا مگر یہ تو سچ ہے کہ بندہ اپنے دل کے ہاتھوں سے مجبور ہو کر کبھی کبھی وہ کر گزرتا ہے جس کا کرنے کا اس نے کبھی سوچا بھی نہ ہو۔

ooooooo

رومان بیٹا کم سے کم ناشتہ تو ڈھنگ سے کر لیا کرو امی جان پلیز مجھے آفس سے دیر ہو رہی ہے میں وہاں جا کر کچھ کھا لوں گا آپ پریشان نہ ہو۔رومان شاہ اپنی ماں کے ماتھے پر اپنے لب رکھ کر چومتے ہوئے اب اپنی ماں کا ہاتھ چوم رہا تھا۔بیٹا تمہارا اپنا آفس ہے اپنا کاروبار ہے مجھے تو یہ سمجھ نہیں آتی کہ کیوں تم ٹائم ٹیبل کے اتنے پابند ہو کر جاتے ہو جیسے کہ تمہیں جا کر کسی اور کی نوکری کرنی ہو اور تمہارا مالک ناراض ہو جائے گا تو تمہارے لیٹ آنے سے۔



میری پیاری امی جان کام تو کام ہوتا ہے پھر چاہے وہ اپنا ہو یا کہیں پر جا کر آپ کو نوکری کرنی ہو جب تک انسان ٹائم کا پابندی ہوتا وہ زندگی میں کچھ بھی حاصل نہیں کر سکتا۔بندہ اگر وقت کی قدر نہیں کرتا تو وقت اس کی قدر نہیں کرتا۔

بس رومان بیٹا تم ہر بار مجھے اسی طرح دلیلیں دے کر چپ کروا دیتے ہو اور تم خود کا ذرا سا بھی خیال نہیں رکھتے ہو۔میرے خیال سے اب تمہیں شادی کر لینی چاہیے، تا کہ کوئی ایسی آ جائے جو تمہیں لگام ڈال کر تم سے زبردستی کر کے تمہارا خیال رکھے۔

اس دنیا میں ابھی ایسی کوئی پیدا نہیں ہوئی امی جان جو رومان شاہ کو لگام ڈال سکے آپ کا بیٹا بے لگام گھوڑا ہے جو اپنی مرضی سے اپنے اصولوں پر جیتا ہے۔

مجھے پتہ ہے کہ میرا بیٹا بے لگام گھوڑا ہے مگر جب کوئی بہت پیار کرنے والی آ جائے گی تو وہ اس بے لگام گھوڑے کو اپنی محبت سے اپنے پیار کی لگامیں ڈال دے گی۔

ہاہاہا میری پیاری امی جان آپ کو کیا ضرورت ہے کہ آپ کسی اور کو لے کر آئے۔میری پیاری امی جان آپ خود ہی مجھے لگام ڈال دیں مجھے بہت اچھا لگے گا اگر میری پیاری امی جان مجھے لگام ڈال کر میری لگام کھینچیں گی۔

اور رہی کسی اور کی بات تو اتنی کسی اور میں اتنی جرات نہیں ہے کہ وہ رومان شاہ کو لگام ڈال کر رکھ سکے۔اور ان پیار محبت کے فضول چکروں میں آپ مجھے نہ ڈالیں میرے پاس زندگی میں کرنے کے لیے ابھی اور بہت کچھ ہے۔

ابھی بہت سارے ایسی اچیومنٹ ہیں جو میں نے حاصل کرنی ہے شادی ایک فضول کام ہے جس کے بعد انسان کسی کام کا نہیں رہتا۔

تو اس لیے آپ اپنے کامیاب بیٹے کو ناکام مت بنائیں۔امی جان میری باتوں سے ناراض نہیں ہونا پلیز سمجھنے کی کوشش کیجیئے گا۔رومان شاہ یہ بول کر اپنی ماں کا ماتھا چوم کر اللہ حافظ بولتا ہوا گھر کا دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔



رومان کی ماں اپنے بیٹے کو جاتے ہوئے دیکھ کر ایک ٹھنڈی سانس بھر کے سوچنے لگی کہ رومان شاہ تم کیا تھے اور کیا بن گئے ہو۔یہ تم نے اپنے اوپر کیسا خول چڑھا لیا ہے۔

تم تو وہ رہے نہیں جو تم تھے ماں ہوں اس لیے تمہارے دل کے اندر کے حالات سے بہت اچھی طرح سے واقف ہوں وہ گہری سوچ میں بیٹھی سوچتے ہوئے چائے کے چھوٹے چھوٹے سپ لے رہی تھی۔,

ooooooo

سر آپ سے کوئی کوئی میڈم ملنے کے لیے آئی ہیں۔رومان شاہ جو بیٹھا ہوا فون پر ڈاکٹر شاہ زیب سے احمر کا حال چال دریافت کر رہا تھا کیونکہ آج صبح وہ بہت جلدی آفس آگیا تھا۔

کیونکہ اس کی آج کوئی میٹنگ تھی اس لیے وہ ہاسپٹل احمر کو دیکھنے نہیں جا سکا مگر اس کے دماغ میں مسلسل احمر ہی چل رہا تھا۔

واہ جی واہ کیا بات ہے رومان شاہ سے کوئی میڈم ملنے کے لیے آئی ہیں آج دن کس طرف سے نکلا ہے رومان شاہ۔ڈاکٹر شاہ زیب جو فون پر رومان شاہ کے سیکرٹری دلاور کی آواز سن رہا تھا۔



اب وہ ہنستے ہوئے رومان شاہ کی ٹانگ کھینچ رہا تھا۔رومان شاہ کے نزدیک رہنے والے سبھی لوگوں کو اچھی طرح سے پتہ تھا کہ رومان شاہ کو لڑکیوں سے الرجی ہے اور امیر لڑکیوں سے تو حد سے بھی زیادہ الرجی ہے۔

اس لیے رومان شاہ کو ملنے کسی لڑکی کا آنا ڈاکٹر شاہ زیب کو بہت کھٹک رہا تھا ڈاکٹر شاہ زیب کو پتہ تھا کہ رومان شاہ تو ایسی کمپنیز کے ساتھ ڈیل بھی نہیں کرنا پسند کرتا تھا جن کی اونر کوئی لیڈی ہو۔تو اس لیے باہر جو بھی میڈم آئی تھی وہ کون تھی اور رومان شاہ سے ملنے کیوں آئی تھی شاہ زیب کو یہ جاننے کا بہت تجسس ہو رہا تھا۔۔www.kitabnagri.com

دلاور جو کوئی بھی ہے ان سے جا کر بول دو کہ میں بہت بزی ہوں میں نہیں مل سکتا۔سر میں پہلے ہی ان سے یہ بول چکا ہوں کہ سر بزی ہیں وہ اس وقت کسی سے نہیں ملیں گے مگر وہ بہت ضدی قسم کی لڑکی ہیں وہ بول رہی ہے کہ میں رومان شاہ سے ملے بنا نہیں جاؤں گی۔

رومان شاہ کے سیکرٹری دلاور کو پتہ تھا کہ رومان شاہ لیڈیز سے بہت کم ہی ملتا ہے بلکل نہ ہونے کے برابر۔



یار مل لو بیچاری سے ہو سکتا ہے کہ اس کو کوئی ضروری کام ہو۔شاہ زیب جو فون پر ساری گفتگو سن رہا تھا اب وہ لقمہ دے رہا تھا رومان شاہ کو۔تجھے بڑی جستجو ہو رہی ہے اس لڑکی کا نام سن کے ایک کام کرتا ہوں تیری اس کے ساتھ میٹنگ کروا دیتا ہوں۔رومان شاہ سڑے ہوئے لہجے سے بولا۔

ہائے یار میں تو تمہارا بھلا سوچ رہا ہوں ہو سکتا ہے کہ اس لڑکی کو تو پسند آ گیا ہو اور وہ بیچاری تجھے پرو پوز کرنے کے لیے آئی ہو۔ڈاکٹر تو اپنا منہ بند کر اور میرے خیال سے تجھے جا کر اپنے مریضوں کو دیکھنا چاہیے۔

یہ فضول تنخواہ جو سیٹ پر بیٹھ کر تو کھا رہا ہے میرے ساتھ گپے مارنے کے بجائے جا کر بہتر ہے جا کر اپنے مریضوں کی دیکھ بھال کر رومان شان فون بند کر دیا۔

دلاور تم یہاں پر کھڑے میرا منہ کیا دیکھ رہے ہو میں نے کہا اس لڑکی کو جا کر بولو کہ میں نہیں مل سکتا تو مطلب نہیں مل سکتا۔رومان شاہ کا غصے والا لہجہ دیکھ کر دلار بیچارہ ڈرتے ہوئے نو دو 11 ہو گیا۔

رومان شاہ کچھ دیر کے لیے اپنی آنکھیں موندے ہوئے ماضی کے کچھ تلخ یادیں سوچ رہا تھا، کہ دھاڑ سے رومان شاہ کے روم کا دروازہ کھلا اور میرب اندر داخل ہوئی۔



پینٹ شرٹ پہنے ہوئے ہائی پونی کیے ہاتھ میں چھوٹا سا ہینڈ بیگ پکڑے ہوئے رومان شاہ کے بالکل سامنے آکر کھڑی ہو گئی۔خوبصورت چہرے پر غصہ اسے اور بھی خوبصورت بنا رہا تھا۔خوبصورت تو وہ اتنی تھی کہ دیکھنے والا دنگ رہ جائے مگر اس وقت میرب ملک کے مقابل میں رومان شاہ تھا۔ جسے

لڑکیوں کی خوبصورتی بالکل بھی اپنی طرف مائل نہیں کرتی۔ اور اوپر سے اس کا اتنا ماڈرن کپڑے پہن کر آنا روما ن شاہ کو زہر لگ رہا تھا۔

کیا بد تمیزی ہے آپ جو کوئی بھی ہیں اس طرح سے میرے آفس میں آنے کا مطلب روما ن شاہ اپنی قہر برساتی ہوئی نظروں سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

مطلب ہے میں دیکھنے آئی ہوں کہ ایسے بھی آپ کیا بزی ہو۔ میں بھی تو دیکھوں کون سا نیا پاکستان تیار کر رہے ہیں جو آپ مجھ سے مل نہیں سکتے۔

میرب کو پہلی بار کسی نے ملنے سے انکار کیا تھا کیونکہ میرب ملک زبیر کی اکلوتی بیٹی تھی جس کی وجہ سے لوگ اس سے ملنے کو ترستے تھے اوپر سے اس کا اے سی بھی شامیر کی بہن ہونا بھی اس کے لیے بہت شہرت کا حامل تھا۔ مگر آج روما ن شاہ کا اسے یوں نظر انداز کر کے واپس بھیجنا بہت برا لگا تھا۔

کیونکہ دلاور نے صاف صاف کہا تھا کہ اس نے میرب ملک کا نام رومان شاہ کو بتایا ہے مگر رومان شاہ کا پھر پھر یہی جواب ہے کہ وہ آپ سے نہیں ملنا چاہتا وہ بہت بزی ہے۔میرب کو یہ سن کر آگ لگ گئی کہ رومان شاہ اس کا نام سن کر بھی اس سے ملنے کو تیار نہیں۔

دیکھو لڑکی دفع ہو جاؤ میری آفس سے اور مجھے اس طرح کی بدتمیزی بالکل بھی پسند نہیں ہے آئندہ میرے آفس میں اس طرح مت لے کر آنا۔

شاہ آپ اتنے روڈ ہو کر مجھ سے بات کیسے کر سکتے ہیں جیسے کہ آپ مجھے جانتے ہی نہ ہو میری آپ سے میری ملاقات ہو چکی ہے اور آپ اچھی طرح سے مجھے پہچانتے ہیں مجھے پتہ ہے۔

تو پھر اتنا روڈ ہو کر کیوں بات کر رہے ہیں۔رومان شاہ کی اکڑ کے سامنے میرب نے اپنا لہجہ دھیما کر لیا تھا کیونکہ وہ تو رومان شاہ سے اپنے دل کی بات کرنے آئی تھی مگر یہاں پر تو محول ہی کچھ اور بن گیا۔

رومان شاہ نام ہے میرا اور دوبارہ مجھے اسی نام سے بلانا سمجھی۔ مگر مجھے تو شاہ ہی اچھا لگتا ہے اور میں آپ کو شاہ کہہ کر ہی بلاؤں گی کیوں تمہارے باپ کا راج ہے جو تم مجھے میرے شارٹ نام سے بلاؤ گی۔

باپ کے راج کا تو پتہ نہیں مگر میرب کے دل پر اس وقت آپ کا راج ضرور چل رہا ہے پیار کرنے لگی ہے میرب آپ سے وہ بڑے معصوم انداز سے اپنے پیار کا اظہار کر رہے تھی۔

بہت ہی بے شرم قسم کی لڑکی ہو جو خود آکر یہ بکواس کر رہی ہو۔ آپ کو برا لگا ہے تو میں کسی اور کو بھیج دیتی ہوں جو آپ کو یہ آکر بتا دے کہ میں آپ سے پیار کرتی ہوں۔ میرب نے مذاق کرتے ہوئے کہا۔

شٹ اپ تم یہاں سے اپنی تشریف لے جاؤ مجھے نہ تو تمہارے منہ سے بکواس سنی ہے اور نہ ہی کسی اور کے منہ سے اور یہ پیار محبت کے قصے کسی اور کو جاکے سنانا آئی ایم نوانٹرسٹڈ۔



مگر شاہ میں تو آپ میں پوری طرح سے انٹرسٹڈ ہوں شاہ میں نے جب سے آپ کو دیکھا ہے مجھے نہ دن کو سکون ہے نہ راتوں کو چین آپ مجھے بہت اچھے لگتے ہیں آپ کو لگ رہا ہو گا کہ میں شاید ایسی لڑکی ہوں جو ہر کسی سے اسی طرح سے کہتی پھرتی ہوں۔

شاہ قسم سے میری زندگی میں آنے والے آپ پہلے مرد ہیں۔لڑکی شرم آنی چاہیے اپنی عمر دیکھو مجھ سے آدھی عمر کی ہو اور اپنی باتیں سنو اپنا نہیں تو کم سے کم اپنی گھر والوں کی عزت کا ہی خیال کر لو۔

شاہ میں نے ایسا بھی کیا کہہ دیا ہے آج کے ماڈرن دور میں اگر ایک لڑکی لڑکے کو پرپوز کرتی ہے تو اس میں بے شرمی والی بات تو کوئی بھی نہیں ہے۔www.kitabnagri.com

ویری گڈ میں تو یہ بھول ہی گیا تھا کہ تم جس سوسائٹی سے تعلق رکھتی ہیں وہاں پر اس طرح کے پرپوز نائٹ کلبوں میں ایک دوسرے سے کو روز کیے جاتے ہیں۔شاہ میں ایسی لڑکی نہیں ہوں میں سچ میں آپ سے بہت پیار کرتی ہوں۔



یہ ڈائیلاگ کتنوں کو بولا ہے اور کتنوں کو پاگل بنایا ہے شاہ کس طرح کی باتیں کر رہے ہیں۔ آپ مجھے ایسا سمجھتے ہیں میرب نم آنکھوں سے بولی۔رومان شاہ کا یہ لیول نہیں ہے کہ وہ تم جیسیوں کو سمجھے جو خود سے کسی مرد کے پاس آکر اپنی محبت کی نمائش کریں۔

رومال شاہ نے میرب کو بڑی حقارت بھری نظروں سے دیکھا۔شاہ آپ میری محبت کی توہین کر رہے ہیں میرب کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسوں گر رہے تھے۔۔اگر دماغ لڑا کر غور سے سمجھو گی تو میں تمہاری بھی توہین کر رہا ہوں لڑکی۔

شاہ میں ایسا کیا کروں کہ آپ کو میرے پیار پر یقین آجائے۔ایسا کچھ بھی نہیں ہے جو کر کے تم رومان شاہ کے دل میں جگہ بنا سکو۔اس لیے اپنا ٹائم مجھ پر ضائع مت کرو۔شاہ آپ اتنے سنگ دل کیوں ہیں میرب روتے ہوئے اپنی ہتھیلیوں سے اپنے آنسوں صاف کر رہی تھی۔

لڑکی تم اتنی بے شرم کیوں ہو شاہ اگر آپ مجھے نہیں ملے تو میں مر جاؤں گی۔شوق سے مرو مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا۔شاہ میں سچ میں مر کے دکھا دوں گی میری بات کو دھمکی مت سمجھو۔



ہاہاہا وہ تنزیہ ہنستا ہوا اپنے ٹیبل سے اپنی گاڑی کی چابی اٹھا کر روم سے باہر چل دیا اور میرب روتے ہوئے اپنے آنسوں کو بڑی بے دردی کے ساتھ صاف کرتی ہوئی اس کے آفس سے بھاگتی ہوئی نکل کر نیچے اپنی گاڑی میں آکر بیٹھ گئی میرب کی اتنی توہین آج سے پہلے کبھی نہیں ہوئی تھی۔

oooooooooo

بیگم کیا بات ہے آج کل ہماری بیٹی کی اور لڑائی جھگڑوں کی آواز کیوں نہیں کرتے آرہی ملک زبیر اپنی بیگم سے اپنی بیٹی میرب کا پوچھ رہے تھے۔

پتہ نہیں کافی دنوں سے بہت چپ چپ ہے اور روم سے بھی باہر بہت کم آتی ہے۔ پوچھتی ہوں تو کچھ بتاتی بھی نہیں ہے اب تو پچھلے پانچ چھ دن سے یونیورسٹی بھی نہیں جارہی۔

اگر پوچھتی ہوں کہ یونیورسٹی کیوں نہیں جارہی ہو تو بولتی ہے کہ طبیعت خراب ہے اگر ڈاکٹر کے پاس لے جانے کا کہتی ہوں تو جاتی نہیں ہے۔



میری باتوں سے چڑ کر دروازہ اندر سے بند کر لیتی ہے میں تو خود بھی میرب کے بیہیویئر کو لے کر بہت پریشان ہوں مجھے سمجھ نہیں آرہا کیا کروں اس لڑکی کا۔

کبھی تو چیخ چیخ کر گھر سر پہ اٹھا لیتی ہے اور کبھی اتنی چپ ہو جاتی ہے کہ مجھے پریشانی ہونے لگتی ہے۔ رفت بیگم بہت ہی پریشانی سے ملک زبیر کو بتا رہی تھی۔

بیگم آپ ماں ہیں اس کی اگر اس سے کوئی پریشانی ہے تو جاننے کی کوشش کریں کہ آخر ہماری بیٹی پریشان کیوں ہے۔ملک صاحب آپ کو کیا لگتا ہے کہ میں نے کوشش نہیں کی ہو گی۔

مگر وہ اپنے منہ سے کچھ بولے تب نہ۔ آپ میرب کی دوستوں سے بات کریں شاید ان کو پتہ ہو شاید یونیورسٹی میں کوئی لڑائی جھگڑا ہو جس کی وجہ سے وہ یونیورسٹی نہ جا رہی ہو۔جی میں آج صبا اور سارا سے بات کرتی ہوں۔

میرب کب سے موبائل سکرین پر رومان شاہ کی تصویر دیکھ کر روئے جا رہی تھی۔شاہ آپ کیوں کرتے ہیں مجھ سے اتنی نفرت کیا کمی ہے مجھ میں شاہ ایک بار بتا کر تو دیکھیں۔

میرب اپنے اندر سے ہر کمی نکال کر خود کو آپ کے قابل بنا لے گی وہ روتے ہوئے تصویر سے باتیں کر رہی تھی۔شاہ کیسے بتاؤں آپ کو کہ میں آپ سے کتنا پیار کرتی ہوں۔کب آپ مجھے میری جان سے بھی زیادہ عزیز ہو گئے میرب کو تو خود بھی پتہ نہیں چلا۔۔

میں آپ کے لیے کسی بھی حد سے گزر جاؤں گی شاہ سوتی ہوں تو میری آنکھوں میں آپ کے خواب ہوتے ہیں جاگتی ہوں تو میری آنکھیں صرف آپ کو دیکھنا چاہتی ہیں آپ نے ہستی کھیلتی میرب کا کیا حال کر دیا ہے۔

وہ روتے ہوئے اپنی ہتھیلیوں سے رگڑ کر اپنے آنسوں صاف کر رہی تھی۔تب ہی میرب کے موبائل پر صبا کا نمبر جگمگانے لگا صبا اور سارا کتنی بار اسے فون کر چکی تھی مگر میرب فون نہیں اٹھا رہی تھی۔

اب بھی صبا نے کوئی پانچویں بار جب فون کیا تو میرب نے فون کال اٹھائی تھی۔ہیلو میڈم کہاں غائب ہو نہ حال نہ چال کچھ بھی نہیں بتا رہی ہو نہ کوئی میسج نہ کوئی وائس نہ کوئی کال خیریت تو ہے۔

میڈم کن چکروں میں ہو صبا نے فون اون ہوتے ہی سوال پہ سوال پھینکنے شروع کر دیے۔میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے اس لیے فون نہیں اٹھا رہی تھی۔



میرب نے بڑی اداسی بھری آواز سے صرف اتنا ہی کہا۔میرب سچ بتاؤ تمہیں کیا ہوا ہے مجھے تمہاری طبیعت خراب نہیں کوئی اور مسئلہ لگ رہا ہے۔کیا ہوا ہے اور تم یونی کیوں نہیں آ رہی۔

صبا کو سچ میں میرب کی فکر ہونے لگی تھی کیونکہ میرب جس انداز سے بات کر رہی تھی میرب کا تو یہ انداز ہی نہیں تھا بات کرنے کا۔www.kitabnagri.com

وہ تو ہمیشہ تڑکتی پھڑکتی آواز سے بولتی تھی مگر اس وقت تو وہ سالوں کی بیمار لگ رہی تھی۔میرب کیا بات ہے کوئی پریشانی ہے صبا نے فکر مندی سے پوچھا۔نہیں سچ میں میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے اور پلیز فون بند کر دو میرے سر میں بہت درد ہے مجھ سے بات نہیں ہو رہی۔

میرب اس وقت کسی سے بات نہیں کرنا چاہتی تھی اس کے کان صرف رومان شاہ کی آواز سننا چاہتے تھے اس کی آنکھیں صرف رومان شاہ کو دیکھنا چاہتی تھی اور وہ دشمن جاں اسکا فون تک نہیں اٹھا رہا تھا۔

شاہ پلیز میرا فون اٹھائیں پلیز ایک بار میری بات سن لیں میرب نے یہ میسج کوئی 15 بار رومان شاہ کو سینڈ کیا مگر رومان شاہ کی طرف سے کوئی رپلائی نہیں آیا شاید وہ میرب کا نمبر بلاک لسٹ میں ڈال چکا تھا۔

میرب کے روم کی صفائی کرنے کے لیے نوکرانی اندر آئی پہلے تو میرب اس پر چیخ کر اسے واپس جانے کے لیے بولنے لگی تھی۔

مگر پھر ایک دم سے اس کے دماغ میں خیال آیا۔ میرب نے اپنا رخ دوسری جانب موڑتے ہوئے اس سے پوچھا تھا کہ کیا اس کے پاس اس وقت فون ہے۔

جی بی بی جی ہے تم اپنا فون تھوڑی دیر کے لیے مجھے دے کر روم سے باہر جاؤ میرا فون کچھ پرابلم کر رہا ہے۔ مجھے ایک ضروری کال کرنی ہے جی بی بی جی نوکرانی نے جلدی سے اپنا فون میرب کے حوالے کرتے ہوئے روم کا دروازہ بند کر دیا اور خود باہر چلی گئی۔

اگر وہ رومان شاہ تھا تو یہ بھی میرب تھی جسے جو چیز پسند آجاتی اس کا پیچھا اتنی آسانی سے میرب کبھی نہیں چھوڑتی تھی۔



اور یہاں تو بات اس کی محبت کی تھی تو کیسے اتنی آسانی سے پیچھے ہٹ جاتی۔

رومان شاہ آج سنڈے کے دن گھر پر موجود تھا اور اس وقت وہ اپنے بیڈ پر الٹا لیٹا ہوا نیند کے مزے لوٹ رہا تھا۔ کیونکہ چھٹی والا دن ہی رومان شاہ کو سکون میسر ہوتا تھا۔ کبھی کبھی تو اس کا چھٹی والا دن بھی بہت مصروف گزرتا تھا۔

مگر آج کوئی خاص کام نہیں تھا تو وہ آرام سے سو رہا تھا۔ فون کی بیل مسلسل بج رہی تھی تو رومان شاہ نے ناگواری سے فون کی طرف دیکھا۔ فون سکرین پر کوئی ان نون نمبر جگمگا رہا تھا۔

ہیلو رومان شاہ سپیکنگ۔ شاہ آپ کی آواز تو میں ہزاروں کی بھیڑ میں بھی پہچان سکتی ہوں بس آپ کے دل پر ہی میری صدا اثر نہیں کر رہی۔

یہ میرب کی آواز تھی رومان شاہ نے نیند کی خماری سے جاگتے ہوئے سیدھا ہو کر اپنا سر تکیے پر رکھا۔ رومان شاہ میرب کا نمبر تو بلاک لسٹ میں ڈال چکا تھا۔ اس لیے اسے اندازہ نہیں تھا کہ اس وقت فون پر میرب بھی ہو سکتی ہے۔



لڑکی تم میں کوئی شرم حیا ہے یا تم نے سب بیچ کھائی ہے۔ میں نے تمہیں اتنا ذلیل کیا اور اپنے آفس سے نکال دیا تمہارا نمبر بلاک لسٹ میں ڈال دیا اور تمہیں ابھی تک یہ سمجھ نہیں آئی کہ مجھے تم میں کوئی انٹرسٹ نہیں ہے۔

اب تم یوں الگ الگ نمبروں سے مجھے فون کر کے خود کو میری نظروں میں اور گرا رہی ہو۔ یہ سب کر کے تمہیں کچھ بھی حاصل نہیں ہونے والا رومان شاہ ایک کانٹوں سے بھرا ہوا جھاڑ ہے جس کے جتنا قریب آؤ گی اتنا ہی زخمی ہو گی۔

تو کیوں جان بوجھ کر خود کو زخمی کرنا چاہتی ہو ایک مفلس سا مشورہ ہے کہ میرا پیچھا چھوڑو تمہیں تمہارے ہی سٹینڈر کے اپنے ہم عمر بہت اچھے لڑکے مل جائیں گے۔ تمہارا اور میرا کوئی جوڑ نہیں ہے۔

بچی ہو تم میرے سامنے سمجھی تم اس لیے پیار سے سمجھا رہا ہوں سمجھ جاؤ گی تو تمہارے لیے اور تمہارے گھر والوں کے لیے بہت بہتر ہو گا، تمہارا باپ ایک سلجھا ہوا انسان ہے تو کیوں اپنے باپ کی عزت کو اس طرح اچھال رہی ہو۔



میری آواز سن رہی ہو تم یا بہری ہو گئی ہو۔ سن رہی ہوں چلو آپ نے کچھ بولا تو صحیح آپ کی آواز مجھے سننے کو تو ملی۔

اس لیے چپ چاپ آپ کی باتیں سن رہی تھی۔ اف لڑکی تمہارا کچھ نہیں ہو سکتا تمہیں سمجھانا فضول ہے رومان شاہ فون بند کرنے لگا۔

شاہ پلیز فون بند مت کرنا صرف ایک بار مجھ سے ملنے آجایں میں وعدہ کرتی ہوں کہ اس سے باد کے بعد بھی اگر آپ کو میرے پیار پر یقین نہیں آیا تو میں دوبارہ کبھی آپ کو فون نہیں کروں گی یہ وعدہ ہے میرب ملک کا۔www.kitabnagri.com

وہ سسکیوں کے ساتھ رو رہی تھی اور اس کی سسکیاں رومان شاہ کے کانوں تک بھی پہنچ رہی تھی لڑکی تمہیں سمجھ نہیں آرہا کیوں خود کی اتنی توہین کروا رہی ہو۔

آپ جتنی مرضی توہین کرلیں میری میں برا نہیں مانوں گی شاہ مگر شاہ پلیز ایک بار مجھ سے ملنے آجائیں اس کے بعد آپ کا جو بھی فیصلہ ہو گا میں مان لوں گی۔



ٹھیک ہے میرے آفس میں آجاؤ میں وہیں پر تمہارا ویٹ کروں گا مگر یہ بات میں تمہیں پہلے سے بتا دیتا ہوں کہ تمہاری باتوں کا مجھ پر کوئی بھی اثر نہیں ہونے والا۔ مگر لڑکی ملنے کے بعد تم اپنے وعدے پر کام رہنا اور آج کے بعد نا تو مجھے کال کرنا اور نہ ہی ملنے کے لیے بولنا۔

یہ میری طرف سے لاسٹ وارننگ ہے تمہارا باپ ایک بہت شریف اور سلجھا ہوا انسان ہے صرف اس کی وجہ سے میں نے تم سے ملنے کے لیے حامی بھرنا ہے بھری ہے نہیں تو رومان شاہ کا یہ لیول نہیں ہے کہ وہ تم جیسی لڑکیوں کے ساتھ اپنی ملاقاتیں فکس کرتا پھرے۔

رومان شاہ کے کڑوے الفاظوں کو میرب نظر انداز کرتے ہوئے اٹھ کر تیار ہونے لگی تھی کیونکہ رومان شاہ نے ایک گھنٹے میں اسے اپنی آفس میں بلوایا تھا میرب کے لیے تو یہی کافی تھا کہ رومان شاہ نے اسے ملنے کی حامی بھری تھی۔

میرب نے جینز کی پینٹ کے ساتھ ایک خوبصورت ٹاپ نکالا اور اس پر لمبا گاؤن پہن کر کانوں میں پلین بالیاں پہنی اور ہائی ہیل کے ساتھ ہائی پونی کیے ہوئے آئینے میں خود کو نہار رہی تھی۔

ہونٹوں پر گہری لپسٹک لگائے ہوئے وہ کسی کا بھی دل نکالنے والی قاتل حسینہ لگ رہی تھی اس وقت ہاتھوں میں بریسلٹ پہن کر ہینڈ بیگ پہنے ہوئے آکر گاڑی میں بیٹھ گئی۔

دیکھتی ہوں شاہ آج میرے حسن سے آپ کیسے بچتے ہیں میرب کو اپنے حسن پر اپنی خوبصورتی پر بہت ناز تھا۔ اور آج وہ اپنی طرف سے اپنے حسن کو بہت پالش کر کے لے جارہی تھی۔

اس کو ایسا لگتا تھا کہ رومان شاہ اس کے حسن کے آگے نرم پڑ جائے گا۔ میرب جب آفس میں پہنچی تو رومان شاہ پہلے سے آفس میں موجود تھا۔

جی فرمائیں کیا کہنا چاہتی ہیں آپ رومان شاہ بنا ٹائم ویسٹ کی ہے سیدھا مدے پر آگیا۔ شاہ کیا بیٹھنے کے لیے بھی نہیں بولو گے۔ نہیں کیونکہ میں تمہیں کسی بھی طرح کے جھوٹے وہم میں مبتلا نہیں کرنا چاہتا میں کچھ بھی ایسا نہیں کرنا چاہتا جس کو تم غلط رنگ دے کر میرے لیے عذاب بن جاؤ۔

شاہ میں آپ سے بہت پیار کرتی ہوں۔ پھر سے وہی بکواس جو اتنی بار تم میرے ساتھ فون پر کر چکی ہو کچھ نیا بولنے کے لیے ہے تو وہ بولو۔ میں یہاں پر تمہاری یہ بکواس سننے نہیں آیا۔

شاہ مجھے اپنی زندگی میں شامل تو کر کے دیکھیں آپ جیسا کہیں گے میں ویسی بن جاؤں گی آپ جیسے رکھیں میں ویسے رہ لوں گی۔ میرے خیال سے تم یہاں پر اسی ٹاپک پر بات کرنے کے لیے آئی ہو اور میرے اتنا پاس اتنا فضول ٹائم نہیں ہے۔

اس لیے میرے خیال سے مجھے چلنا چاہیے رومان شاہ اپنا فون اور گاڑی کی چابی کو اٹھاتے ہوئے ٹیبل کی دوسری طرف سے ہوتا ہوا باہر نکلنے لگا تھا کہ میرب بھاگتے ہوئے رومان شاہ کے پیچھے آئی اور دروازہ کھولنے سے پہلے ہی اس کا ہاتھ پکڑ کر کھڑی ہو گئی۔

شاہ آپ کو میری بات سننی ہو گی رومان شاہ نام ہے میرا اور مجھے اسی نام سے بلاؤ لڑکی۔ نہیں میں آپ کو صرف شاہ ہی بولوں گی۔



جب میرا پیار سب سے الگ ہے تو پھر میں آپ کا نام بھی سب سے الگ انداز سے ہی لوں گی۔



آپ کیوں مجھ سے اتنی نفرت کر رہے ہیں آپ مجھے سمجھنے کی کوشش تو کریں میں ایسی ویسی غلط لڑکی نہیں ہوں۔ میں دیکھ چکا ہوں کہ تم کیسی لڑکی ہو رومان شان اپنا ہاتھ چھوڑاتے ہوئے ناگواری سے اس کی ہاتھ پکڑنے والی حرکت کی طرف اشارہ کر کے بولا۔

شاہ مجھے صرف آپ کے دل میں تھوڑی سی جگہ چاہیے۔دل میں یا بستر پر۔شاہ آپ کو شرم نہیں آتی ایک لڑکی سے اس طرح کی بات کرتے ہوئے۔شرم۔یہ لفظ تم جیسی امیر زادیوں کے منہ سے اچھا نہیں لگتا۔شاہ کسی کی محبت کو اتنا ذلیل نہیں کرتے کہ اس کی محبت ہی اس کے لیے سزا بن جائے۔رومان شاہ کے لفظوں کے تیروں سے زخمی ہو کر وہ رو رہی تھی۔

یہ آنسوں کی بجلیاں کسی اور پہ گرانا۔رومان شاہ وہ چٹان ہے جس پر تمہاری ان اداؤں کا کچھ بھی اثر نہیں ہونے والا۔شاہ اگر کچھ رہ گیا ہے تو وہ بھی بول دو آج کوئی بھی حسرت اپنے دل میں باقی مت رہنے دینا۔



اتنا بھی ایٹیٹیوڈ کس بات کا ہے شاہ اگر آپ خوبصورت ہو تو میں بھی آپ سے کم نہیں اگر آپ امیر ہو تو میں بھی آپ سے کم نہیں تو پھر کس بات کی اتنی اکڑ ہے شاہ۔ایک چیز کی کمی ہے میں غیرت مند ہوں اور تم بے غیرت۔

شاہ بس کر دو اتنے ہی تیر برساؤ جتنے میں برداشت کر سکوں رومان شاہ کے الفاظ میرب سے سنے نہیں جا رہے تھے۔ایسا بھی میں نے کیا کر دیا صرف آپ کا ہاتھ ہی تو پکڑا ہے ایسا کون سا میں نے گناہ کر دیا کہ آپ نے مجھے بے غیرت ہونے کا خطاب دے دیا ہے۔

ہاں میں تو بھول ہی گیا کہ تمہارا جو سٹیٹس ہے وہاں پر کسی کا ہاتھ پکڑنا کسی کو گلے لگانا یا پھر کسی کو منہ لگانا بہت معمولی سی بات ہے۔

تم ایک کام کیوں نہیں کرتی چلو میرے ساتھ ایک رات گزار کر آجانا اس کے بعد تمہارے عشق کی آگ ٹھنڈی پڑ جائے گی اور پھر تم آرام سے کسی اپنے جیسے کے ساتھ شادی کر لینا۔

چٹاخ اپنی بکواس بند کرو شاہ آپ نے مجھے اتنا گرا ہوا سمجھا ہے۔مجھے بہت افسوس ہوا ہے یہ جان کر کہ آپ کی نظروں میں میری محبت کی یہ اوقات ہے۔

لڑکی اپنی حد میں رہو اور او قات کی بات تو تم کرو ہی مت رومان شاہ اپنے منہ پر تھپڑ پر برداشت نہیں کر پا رہا تھا۔۔ اگر وہ لڑکی نہ ہوتی تو اس ایک تھپڑ کے بدلے نہ جانے کتنے تھپڑ اب تک وہ اس کے منہ پر رسید کر چکا ہوتا۔

مگر اس کی غیرت یہ گوارا نہیں کرتی تھی کہ وہ ایک لڑکی پر ہاتھ اٹھاتا مگر غصے سے اس کا چہرہ لال سرخ ہو رہا تھا۔میرب روتی ہوئی آفس سے نکل کر اپنے آنسوں کو اپنی ہتھیلی کی پشت سے رگڑتے ہوئے صاف کر کے گاڑی میں بیٹھ گئی۔اور ڈرائیور کو چیختے ہوئے گھر چلنے کو کہا۔۔

○○○○○○○○○○○

بی بی جی میرب بی بی روتے ہوئے آئی ہیں اور اپنے کمرے میں چلی گئی۔نوکرانی نے آکر رفت بیگم کو کمرے میں اطلاع دی۔



رفت بیگم بھاگ کر اپنے روم سے باہر آئی اور نوکرانی کے ساتھ میرب کا دروازہ کھٹکھٹانے لگی مگر میرب نہ تو کوئی آواز دے رہی تھی اور نہ ہی وہ دروازہ کھول رہی تھی رفعت بیگم کو بہت پریشانی ہونے لگی کہ آخر ایسا کیا ہو گیا کہ میرب نے اندر سے دروازہ بند کر رکھا تھا۔

کیونکہ میرب نے آج سے پہلے اس طرح کی حرکت نہیں کی تھی۔

شاہ کیوں آپ مجھ سے پیار نہیں کر سکتے شاہ کیوں آپ اتنے سنگ دل ہیں شاہ جتنی باتیں آپ نے مجھے سنائی ہیں۔میرب تو اتنی باتیں سننے کی عادی ہی نہیں۔

میں کیا کروں میں اپنے دل کے ہاتھوں سے مجبور ہوں شاہ مجھ سے نہیں جیا جاتا آپ کے بنا۔شاہ میں مر جاؤں گی میرب اس وقت اپنے حواسوں میں نہیں تھی۔

رومان شاہ کی باتوں نے اسے اتنا لہولہان کر دیا تھا کہ اب وہ اپنی جان لینے پر آمادہ تھی۔

اس نے اپنے روم کی ٹیبل پر رکھے ہوئے فروٹ کی ٹوکری سے چھری اٹھائی اور رومان شاہ کی باتیں خود سے کرتے ہوئے اپنی ایک کلائی کاٹ لی۔



بیڈ کے پاس زمین پر بیٹھ گئی۔اپنے آپ سے باتیں کرتے کرتے اس نے اپنی دوسری کلائی بھی کاٹ لی دیکھ لو شاہ آپ کو لگتا تھا نا کہ میں مذاق کر رہی ہوں میں آپ کو دھمکیاں دے رہی ہوں اب دیکھیں میرب سچ میں آپ کے لیے مر سکتی ہے۔

وہ خود سے باتیں کرتے ہوئے اپنے ہاتھ پر اسی چاقو کی نوک سے خون سے رومان شاہ لکھ رہی تھی۔ نیچے گرتا ہوا خون قطروں سے لکیر کی صورت اختیار کر گیا۔ میرب کی انکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا وہ روم شاہ کا نام لیتے لیتے بے ہوش ہو گئی۔

شاہ میر گھر آؤ میرب اپنے کمرے کا دروازہ نہیں کھول رہی اور تمہارے پاپا کی ایسی کنڈیشن نہیں ہے کہ انہیں کچھ بھی بتایا جائے وہ اس وقت نیند کی دوائی لے کر سو رہے ہیں۔

رفعت بیگم بہت ہی ڈری ہوئی اور گھبرائی ہوئی آواز سے اپنے بیٹے کو فون کر کے انفارم کر رہی تھی

۔ماما ایسا بھی کیا ہوا ہے کہ میرب نے دروازہ بند کر لیا۔ کیا آپ نے یا پاپا نے اسے کچھ بولا ہے

شاہ میر اپنی ماں سے بات کرتے ہوئے

بھاگتا ہوا اپنی جیپ میں آکر بیٹھ گیا اور فون کان سے لگائے ہوئے اپنی ماں سے بہت ناراض ہو کر پوچھ رہا تھا۔

شاہ میر وہ بہت دنوں سے ڈسٹرب تھی مجھے نہیں پتہ کہ کیا بات ہے میں نے اس کی دوستوں سے بھی پوچھا تھا مگر کسی کو کچھ نہیں پتہ کہ میرب پریشان کیوں ہے۔

اور ماما یہ بات آپ مجھے اب بتا رہی ہیں آپ کو مجھے انفارم کرنا چاہیے تھا۔شامیر اپنی ماں سے غصے سے بول رہا تھا۔

شاہ میر بیٹا مجھے لگا کہ تم کام پر ہو تو میں تمہیں ڈسٹرب نہیں کروں مجھے یہ تو آئیڈیا ہی نہیں تھا کہ میرب طرح سے دروازہ بند کر کے بیٹھ جائے گی۔

ماما آپ دروازہ کھلوانے کی کوشش کریں۔اگر اس نے دروازہ بند کیا ہے تو وہ خود کو کوئی نقصان نہ پہنچا لے۔شاہ میر اپنی بہن کے لیے اس وقت بہت پریشان تھا اس کا پولیس والا دماغ سے بار بار یہ الرٹ کر رہا تھا کہ میرب کے ساتھ کوئی بڑی پرابلم ہے۔۔

ہاں ہاں بیٹا میں دروازہ کھلوانے کی کوشش کرتی ہوں اصل میں اس نے اندر سے دروازے کو لاک کیا ہوا ہے جس کی وجہ سے میں ایکسٹرا کی سے بھی دروازہ نہیں کھول پا رہی۔

میرب بیٹا پلیز دروازہ کھولو یا آواز دے کر ہمیں بتاؤ کہ تم ٹھیک ہو میرب کی ماں میرب کو آوازیں لگا رہی تھی۔مگر اندر سے کوئی بھی آواز نہ آنے پر اب رفت بیگم رونے لگی۔

آدھے گھنٹے کے سفر کو شامیر نے 15 منٹ میں طے کر لیا اور وہ جیسے ہی اپنے گھر کے اندر داخل ہوا اندر سے کافی شور شرابے کی آوازیں آ رہی تھی۔

میرب کو مسلسل اس کی ماں آوازیں دے رہی تھی مگر اندر پوری طرح سے خاموشی چھائی ہوئی تھی شاہ میر سب کو پیچھے کرتے ہوئے اپنے کاندھے سے دروازے کو مارتے ہوئے دروازہ کھولنے لگا آخر وہ ایک پولیس والا تھا۔

اسے بند دروازے کھولنے کا بہت اچھی طرح سے ایکسپیرینس تھا تقریبا تین بار اپنا کاندھا مارنے سے شاہ میر نے دروازہ کھول لیا اور شامیر اور رفت بیگم ایک ساتھ کمرے میں داخل ہوئے مگر اندر کا منظر دیکھ کر تو رفت اور شامیر کی تو جان ہی نکل گئی تھی۔

بیڈ کے پاس زمین پر لیٹی ہوئی میرب کی دونوں کلائیاں کٹی ہوئی تھی اور اس کے خون سے فرش کا کافی حصہ لال ہوا پڑا تھا۔ رفعت بیگم اونچی آواز سے رونے لگی۔ شامیر نے جلدی سے نیچے جھک کر اپنی بہن کو اپنی گود میں اٹھایا اور بھاگتا ہوا اسیڑھیوں سے نیچے اترا۔

میرب کو گاڑی میں ڈال کر اس سے ہاسپٹل لے یا۔ڈاکٹر فورن میرب کو اپریشن تھیٹر میں لے گئے کوئی اور پیشنٹ ہوتا تو پہلے پولیس کی کاروائی کی جاتی مگر اس وقت وہ فل یعنی فارم میں اون ڈیوٹی خود اے سی پی کھڑا تھا تو اس لیے ڈاکٹر سے فورن میرب کو اپریشن تھیٹر میں لے گئے۔

ڈاکٹر کافی دیر کے بعد جب اپریشن تھیٹر سے باہر آیا تو ڈاکٹر نے اے سی پی شامیر کو یہ بتایا کہ ان کی بہن نے اپنی طرف سے کوئی کسر نہیں چھوڑی اپنی جان لینے کی مگر شاید یہ اللہ کا کرشمہ ہے یا اس کے ماں باپ کی دعائیں کہ آپ وقت پر اسے ہاسپٹل لے کر آ گئے اور آپ نے جو ان کے ہاتھوں پر کپڑا باندھا تھا اس سے بھی فون کے بہاؤ میں کافی کمی رہی۔ آپ اللہ کا شکر ادا کریں کے ان کی جان بچ گئی ہے۔

مگر ڈاکٹر نے کچھ اور بھی کہا تھا جسے سن کر شامیر بہت حیران ہوا کیونکہ اسے اس بارے میں کچھ بھی پتہ نہیں تھا۔ڈاکٹر شاہ میر کو اپنے ساتھ لے کر آئی سی یو روم میں آ گیا۔

جہاں پر میرب اس وقت بے ہوش پڑی ہوئی تھی اس کے ہاتھوں پر بینڈج لگے ہوئے تھے اس وقت اسے بلڈ لگایا جا رہا تھا ڈاکٹر نے شاہ میر کو میرب کے بازو کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کچھ دکھایا اور پوچھا کہ کیا آپ جانتے ہیں کہ یہ کس کا نام ہے۔

میرب کی کلائی پر اسی کے خون سے رومان شاہ لکھا ہوا تھا۔اور بہت ساری جگہوں پر خالی شاہ بھی لکھا ہوا تھا۔

شاہ میر نے نامیں سر ہلایا کہ اسے اس بارے میں کچھ پتہ نہیں ہے۔تو پھر سر آپ پتہ کیجئے کیونکہ ان کی خودخوشی کا ریزن یہی شخص ہے۔

اور جس طرح سے انہوں نے خودکشی کرنے کی کوشش کی ہے اگر خدانخواستہ یہ اس طرح کی کوشش دوبارہ کرتی ہیں تو ان کی جان بچانا بہت مشکل ہو جائے گی۔

شاہ میر نے میرب کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بڑی محبت بھری نظروں سے اپنی چھوٹی بہن کو دیکھا جس کو اس نے بڑی دعاؤں اور ماں باپ کے ساتھ ضد کر کے خدا سے لیا تھا۔میرا بچہ ایسا کیا تھا جو آپ کا بھائی آپ کو لا کر نہیں دے سکتا تھا آپ ایک بار اپنے بھائی سے کہہ کر تو دیکھتی۔

آپ کا بھائی اپنی جان پر کھیل کر بھی آپ کی خوشیاں لے کر آجاتا آپ کے لیے۔مگر آپ نے تو اپنا دکھ اپنے تک ہی محدود رکھا میں تو اپنی گڑیا کو چھوٹا ہی سمجھتا رہا۔

مجھے پتہ ہی نہیں چلا کہ کب میری گڑیا اتنی بڑی ہو گئی کہ اس نے اپنی زندگی ہی داؤ پر لگا دی شمیر نم آنکھوں سے اپنی بہن کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے سوچوں میں ساری باتیں سوچتا ہوا۔ آئی سی یو روم سے باہر آیا۔

میرب کیسی ہے شامیر جیسے ہی وہ نگہداشت روم سے باہر آیا تو اس کی ماں فوراً شمیر کے پاس آ کر اپنی بیٹی کا حال دریافت کر رہی تھی۔

ماما رومان شاہ کون ہے شاہ میر نے اپنی ماں کی بات کا جواب دیے بنا سوال کیا بیٹا رومان شاہ سے میرب کا کیا تعلق ہے۔ میں پوچھ رہی ہوں کہ میرب کیسی ہے۔ میں بھی تو یہی پوچھنا چاہ رہا ہوں کہ ماما رمان شاہ کون ہے اور میرب کا اس سے کیا تعلق ہے



شاہ میر بیٹا۔ رومان شاہ تمہارے پاپا کا کوئی بزنس کلائنٹ ہے۔

اور میرب اس سے کہاں ملی شاہ میر نے اگلا سوال کیا۔ مجھے نہیں پتہ شاہ میر میں اس بارے میں کچھ بھی نہیں جانتی۔

ماما بہت ہی افسوس کی بات ہے کہ آپ اپنی اکلوتی بیٹی سے اتنی غافل تھی کہ اس کی زندگی میں کیا چل رہا ہے۔

آپ کو پتہ نہیں تھا شاہ میر نے ناراض ہو کر اپنی ماں کی طرف دیکھا۔شاہ میر مجھے بتاؤ گے کہ مسئلہ کیا ہے نہیں ابھی آپ کو میں کچھ بھی نہیں بتا سکتا اب تو پہلے میں مسئلے کی تہہ تک پہنچوں گا اس کے بعد ہی آپ کو کچھ بتاؤں گا۔

میرب اب خطرے سے باہر ہے آپ میرب کا خیال رکھیں میں تھوڑی دیر میں واپس آتا ہوں مجھے کچھ ضروری کام ہے۔اور گھر فون کر کے سب نوکروں کو یہ انفارم کر دو کہ پاپا تک یہ خبر نہیں پہنچنی چاہیے کچھ بھی بول دیں کہ آپ لوگ کہیں باہر گئے ہیں یا کچھ بھی باقی کا پلان میں واپس آ کر بنالوں گا مگر پاپا تک میرب کی خبر نہیں پہنچنی چاہیے ان کا دل برداشت نہیں کر پائے گا۔شاہ میر اپنی جیپ نکال کر سیدھا اپنے تھانے پہنچا۔

شاہ میر نے اپنے کانسٹیبل کو بلوایا۔کانسٹیبل نے آ کر شاہ میر کو سلیوٹ مارا حیدر پانچ منٹ کے اندر مجھے اس بندے کی پوری انفارمیشن نکلوا کر دو۔

سر جی یہ کیا بہت بڑا مجرم ہے۔حیدر جتنا کہا ہے اتنا کرو آج کے دن مجھ سے کوئی بھی فضول سوال مت کرنا حیدر شاہ میر کے پولیس اسٹیشن میں کانسٹیبل تھا جس کو بہت شوق تھا فضول سوال کرنے کا اور اپنی بے عزتی کروانے کا۔www.kitabnagri.com

اس لیے اسے شمیر نے الرٹ کیا کہ آج کے دن وہ کسی بھی طرح کا سوال نہ کرے کانسٹیبل سر کو ہلاتے ہوئے چلا گیا اور دس منٹ کے اندر شامیر کے سامنے رومانس شاہ کا پورا بائیوڈیٹا لے کر آیا

۔سر جی یہ ایک بہت ہی بڑا بزنس مین ہے اس نے بہت ہی کم عرصے میں اپنا ایک بہت بڑا اور مضبوط بزنس امپائر کھڑا کیا ہوا ہے اور سر جی اس کی ایک ماں اور ایک بہن ہے اور یہ بندہ اپنی ماں اور بہن سے بہت پیار کرتا ہے۔



حیدر انفارمیشن اس طرح سے سنا رہا تھا جیسے وہ کوئی نیوز اینکر ہو اور نیوز پڑھ کر سنا رہا ہو۔اس کی بہن اس سے 10 سال چھوٹی ہے اور ان تینوں کے علاوہ گھر میں اور کوئی نہیں ہے سوائے نوکروں کے۔

حیدر تمہارے ذمے جو میں نے کام لگایا ہے تم اپنے ساتھ کچھ بندے لے کر جاؤ اور اس کام کو سر انجام دو کام میں کسی قسم کی کوتاہی میں برداشت نہیں کروں گا۔ اور اپنے ساتھ سکینہ بی بی کو ضرور لے کر جانا۔ لڑکی کو ہاتھ صرف سکینہ بی بی ہی لگائے گی اگر کسی اور نے لڑکی کو ٹچ کیا تو جان لے لوں گا اور اپنے ساتھ کچھ لیڈیز اہلکار بھی لے کر جانا۔ شامیر حیدر کو آرڈر دیتا ہوا پولیس اسٹیشن سے باہر نکلا۔

اور اپنی جیپ نکالی اور سید ھا رومان شاہ کے آفس پہنچ گیا۔ شاہ میر سید ھا رومان شاہ کے روم کی طرف بڑھ رہا تھا کہ دلاور راستے میں آیا اور پوچھنے لگا سر آپ یوں بنا پوچھے اندر نہیں جا سکتے۔

میرے خیال سے میری یونیفارم دیکھ کر مجھے لگتا نہیں کہ تمہیں بتانا پڑے گا کہ میں ایک آفیسر ہوں اور تم مجھے اس طرح سے روک نہیں سکتے شاہ میر نے جب دلاور کو آنکھیں دکھائیں تو اس کی دبنگ پرسنلٹی دیکھ کر دلاور چپ کر کے پیچھے ہٹ گیا۔

اور شامیر دروازہ کھول کر سید ھا رومان شاہ کے آفس کے اندر داخل ہوا جہاں پر رومان شاہ اپنے لیپ ٹاپ پر نظر جمائے ہوئے کچھ کام کر رہا تھا۔

اگر آپ پولیس والے ہیں تب بھی آپ کو کسی کے روم میں آنے سے پہلے اجازت طلب کرنی چاہیے رومان شاہ باہر سے آتی ہوئی آوازیں سن چکا تھا۔اور ویسے بھی میں آپ کا مجرم نہیں ہوں جو آپ اس طرح کے تیور میرے آفس میں آکر دکھائیں۔

اگر وہ اے سی پی تھا تو سامنے بھی رومان شاہ تھا جو اس وقت اپنے پیروں پر اتنی مضبوطی سے کھڑا تھا کہ اسے کسی سے ڈرنے کی ضرورت نہیں تھی۔

میں تم سے جھگڑا کرنے نہیں آیا اس لیے آرام سے بیٹھ کر میری بات سنو اے سی پی اسی کرسی کو کھینچتے ہوئے رومان شاہ کے سامنے بیٹھ گیا۔



جی فرمائیں رومان شاہ نے آئی برو اٹھا کر بہت ایٹیٹیوڈ سے کہا۔

ایسا نہیں کہ رومان شاہ مہمان نواز نہیں تھا رومان شاہ اچھوں کے ساتھ بہت اچھا تھا اور رومان شاہ کی مہمان نوازیاں تو بہت مشہور تھی مگر جس ایٹیٹیوڈ سے شاہ میر نے دلاور سے بات کی تھی اس کی وجہ سے رومان شاہ کا پارہ کافی ہائی ہو گیا۔

تمہاری وجہ سے میری بہن نے اپنی جان لینے کی کوشش کی ہے۔ میں آپ کی بات سمجھا نہیں پلیز ایکسپلین کریں گے۔ رومان شاہ کو سمجھ نہیں آیا۔کہ شاہ میر کس کے بارے میں بات کر رہا ہے۔کیونکہ رومان شاہ اور شاہ میر ملک کی یہ پہلی ملاقات تھی۔رومان شاہ کو تو یہ بھی نہیں پتہ تھا کہ شاہ میر ملک زبیر کا بیٹا ہے۔

میرب ملک کے بارے میں بات کر رہا ہوں بہن ہے وہ میری اور میرا تعارف بھی میں کروادوں اے سی بھی شامیر ملک زبیر ملک کا بڑا بیٹا۔

رومان شاہ کو تھوڑا دھچکا لگا تھا یہ بات سن کر کہ میرب نے خودکشی کرنے کی کوشش کی مگر اس نے اپنے چہرے پر کوئی بھی تاثرات واضح ہونے نہیں دیے۔

میرے خیال سے اے سی پی صاحب یہ تو آپ اپنی بہن سے جا کر پوچھیں کہ اس نے خودکشی کرنے کی کوشش کیوں کی ہے۔

میں نے تو آپ کی بہن کو بہت سمجھانے کی کوشش کی کہ وہ اپنے گھر والوں کی عزت سنبھال کر اپنے گھر میں رکھے۔اور اس طرح کی کوئی حرکت نہ کرے آپ میری طرف سے بے فکر رہو میں نے آپ کی بہن کو کوئی جھوٹا دلاسا نہیں دلایا۔اور نہ ہی میں اس میں انٹرسٹڈ ہوں۔۔۔

رومان شاہ میری بہن ابھی بہت چھوٹی اور معصوم ہے اس نے اپنے بچپنے میں اپنی جان لینے کی کوشش کی ہے میں تمہارے پاس ایک گزارش لے کر آیا ہوں کہ تم میری بہن سے نکاح کر لو۔اگر انٹرسٹڈ نہیں تھے تو ہو جاؤ۔کیونکہ جس طرح سے میری بہن نے تمہارے لیے اپنی جان لینے کی کوشش کی ہے

۔

وہ اس طرح کا پاگل پن دوبارہ بھی کر سکتی ہے اور اس سے میری بہن کی جان بھی جا سکتی ہے اور میں اپنی بہن سے بہت پیار کرتا ہوں۔



اور اگر میں نکاح نہ کروں تو۔۔۔تو پھر میں اپنی بہن کی خوشیوں کے لیے کچھ بھی کر سکتا ہوں۔

رومان شاہ تجھے میری بہن سے ہر صورت میں نکاح کرنا پڑے گا۔۔۔کیوں تیرے باپ کا راج ہے جو تیرے کہنے پر تیری بہن کے ساتھ نکاح کروں۔بکواس بند کرو رومان شاہ میرے باپ پر مت جانا۔۔۔وہ رومان شاہ کے سر پر گن تانے ہوئے کھڑا تھا۔

اے سی پی اس کھلونے کو پیچھے کر اس سے کسی اور کو ڈرانا۔۔۔رومان شاہ نے ایسے کھلونے بہت دیکھے ہیں مجھے اس سے ڈرانے کی کوشش مت کرو۔۔۔میری بہن زندگی اور موت کے بیچ میں جھول رہی ہے نکاح تو تجھے ہر صورت کرنا پڑے گا۔۔ہاہاہا چل پھر کروا کے دیکھا میں بھی تو دیکھوں کہ بنا رومان شاہ کی مرضی کے تو نکاح کیسے کرواتا ہے۔رومان شاہ اب اپنی ضد پر آ گیا تھا۔

۔رومان شاہ سنا ہے کہ تیری بہن بہت خوبصورت اور معصوم ہے۔۔کمینے میں تجھے جان سے مار دوں گا اگر میری بہن کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھا تو رومان شاہ نے اے سی پی کو گریبان سے پکڑتے ہوئے چلا کر کہا۔

چلامت روماں شاہ جتنا تو اپنی بہن سے پیار کرتا ہے اتنا ہی میں بھی اپنی بہن سے پیار کرتا ہوں۔ تیری وجہ سے میری بہن زندگی اور موت کے بیچ میں جھول رہی ہے۔اے سی پی شامیر بھی چلاتے ہوئے اس کا گریبان پکڑے کھڑا تھا دونوں اپنی اپنی بہنوں کے لیے جان دینے کو تیار دے۔

تمہاری بہن میری وجہ سے نہیں اپنی کم عقلی کی وجہ سے زندگی اور موت کے بیچ میں جھول رہی ہے اگر وقت پر اسے صحیح اور غلط کا فرق سمجھایا ہو تا تو آج نوبت یہاں تک نہیں آتی۔

کمینے تو اس سب میں میری بہن کو مت گھسیٹ دوبارہ اپنی گھٹیا زبان سے میری بہن کا نام بھی مت لینا۔کہاں تو روماں شاہ۔شاہ میر پر تنزیہ ہنس رہا تھا اور کہاں اس وقت اس کی آنکھوں میں خون اترا ہوا تھا۔

ہاہاہااب شامیر ہنسا تھا رومان شاہ تمہاری بہن میرے قبضے میں ہے اب تو پہلے میری بہن سے آکر نکاح کر اس کے بعد اپنی بہن سے ملنا۔۔یہ الفاظ نہیں تھے رومان شاہ کو ایسے لگا جیسے اس کے پورے وجود پر کسی نے پٹرول چھینک کر آگ لگادی ہو۔

کمینے اپنی بکواس بند کر اور اگر یہ تو نے مذاق کیا ہے تو انتہائی گھٹیا مذاق تھا۔رومان شاہ۔اے سی پی کو گریبان سے پکڑتے ہوئے اسے اپنے آفس کی ٹیبل پر دبائے ہوئے کھڑا تھا۔اے سی پی نے دوسرے ہاتھ سے داؤ کھیلتے ہوئے رومان شاہ کو نیچے کر دیا خود اوپر آگیا۔

رومان شاہ سمجھنے کی کوشش کر تیرے پاس اور کوئی چارہ نہیں ہے سوائے اس کے کہ تو میری بہن سے نکاح کرے کیوں کہ اگر تیری بہن کے اغوا ہونے کی خبر باہر آئی تو بدنامی تمہاری بہن کی بھی ہو گی۔میرے خیال سے تو اتنا بے وقوف تو نہیں ہے کہ اپنی بہن کی بدنامی ہونے دے۔اب تمہارے ہاتھ میں ہے کہ تم اپنی بہن کی بدنامی ہونے سے بچالو۔لڑکیوں کی عزت کتنی نازک ہوتی ہے اتنا تو جانتے ہو گے۔

کتے میں کیسے یقین کر لوں کہ میری بہن تمہارے قبضے میں ہے کیونکہ میری بہن تیری بہن کی طرح آوارہ نہیں ہے اور نہ ہی وہ گھر سے باہر جاتی ہے۔۔

۔رومان شاہ اپنی زبان کو لگام دے میری بہن کے بارے میں غلط بولا تو میں تیری زبان کھینچ لوں گا شاہ میر کی آواز پورے آفس میں گونج رہی تھی۔

اور رہی اس بات کا ثبوت دینے کی کہ تیری بہن میرے قبضے میں نہیں ہے تو تیری یہ غلط فہمی ابھی دور کرتا ہوں۔

اے سی پی نے اپنے موبائل سے ایک نمبر ڈائل کیا اور فون کو سپیکر پر ڈال دیا کچھ دیر بعد ایک عورت کی بھاری سی آواز سنائی دی۔

سکینہ بی بی لڑکی سے بات کرواؤ اس کا بھائی بات کرنا چاہتا ہے۔لے کر اپنی بہن سے بات اے سی پی نے رومان شاہ کے آگے فون کیا تو رومان شاہ نے کھا جانے والی نظروں سے فون کو غصے سے پکڑا۔

ہیلو مرہا۔۔ بھائی بھائی ان لوگوں نے مجھے زبردستی مال سے اپنی گاڑی میں بٹھا لیا ہے۔ بھائی آپ مجھے لے جائیں مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔ مرہا کی ڈری اور سہمی اور روتی ہوئی آواز رومان شاہ کے کانوں میں پڑی تو رومان شاہ کے کلیجے میں آگ لگ گئی۔

مرہا بہت ڈرپوک سی لڑکی تھی رومان شاہ تو گھر میں اس کے ساتھ اونچی آواز سے بات تک نہیں کرتا تھا۔ کیونکہ وہ اونچی آواز سے بہت گھبراتی اور ڈر جایا کرتی تھی۔

مرہا میرا بچہ گھبرانا نہیں آپ نے۔ آپ کا بھائی آپ کو آکر لے جائے گا۔ بھائی پلیز جلدی آجائیں مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔ آپ نے ڈرنا نہیں ہے آپ کا بھائی ہے نا رومان شاہ اپنی بہن کو تسلی دے رہا تھا۔



رومان شاہ اپنی بہن سے کتنا پیار کرتا ہے اس کی تڑپ اس کے چہرے سے صاف نظر آرہی تھی۔
شاہ میر کے دل کو تسلی ہوئی کہ اب اس کی بہن کی زندگی خطرے سے باہر ہے کیونکہ وہ اپنے منصوبے میں کامیاب ہو چکا تھا۔

رومان شاہ کا بائیو ڈیٹا نکلوا کر وہ اتنا تو وہ سمجھ گیا تھا کہ یہ بندہ کسی بھی چیز سے ڈرنے والا نہیں اس کی کمزوری اس کی ماں اور بہن ہے شاہ میر نے اسی کمزوری کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنی بہن کی زندگی کا سودا رومان شاہ سے کر لیا۔۔

چلو رومان شاہ باقی کی بات نکاح کے بعد ہو گی اے سی پی نے رومان شاہ کے ہاتھ سے فون لے کر بند کر کے اپنی جیب میں ڈال لیا تھا۔ ,

○○○○○○

ویسے افسوس ہے اے سی پی مجھے تیری سوچ پر تو بجائے کہ اپنی بہن کو سمجھاتا مگر میں تجھ سے سمجھانے کی امید ہی کیوں کر رہا ہوں۔اگر تو سمجھانے کے لائق ہوتا تو آج یہ نوبت ہی نہیں آتی اپنی بہن کی اگر اچھی پرورش کی ہوتی تو آج تجھے یہ سب بے غیرتیاں کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔

رومان شاہ حد میں رہ اگر حد سے بڑھے گا تو حدود سے باہر نکلنا مجھے بھی آتا ہے۔اگر تو میری بہن کی پسند نہ ہوتا تو میں تجھے ابھی بتا دیتا کہ ایسی پی شاہ میر کس چیز کا نام ہے۔اگر دوبارہ اپنی زبان سے میری بہن کے لیے کوئی غلط الفاظ نکالا تو خدا کی قسم تمہارے حلق سے زبان باہر کھینچ لوں گا اے سی پی شامیر

دھاڑا تھا۔میں بھی تجھے جان سے مار ڈالوں گا اگر میری بہن کو کوئی تکلیف ہوئی تو وہ بھی رومان شاہ تھا اے سی پی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے ہوئے کھڑا تھا۔

یہ تو اب تجھ پہ ڈیپنڈ کرتا ہے کہ تو اپنی بہن کو تکلیف دینا چاہتا ہے یا نہیں۔رومان شاہ مجھے میری بہن کی خوشیاں چاہیے جو تم سے جڑی ہوئی ہیں تم میری بہن سے نکاح کر لو اور میری بہن کی زندگی بچا لو۔

تو میں بدلے میں تمہاری بہن کو باحفاظت تم تک پہنچا دوں گا اے سی پی نے رومان شاہ کے سامنے اپنی ڈیل رکھی تھی۔میں تمہاری یہ گھٹیا بات کبھی بھی نہیں مانوں گا۔میں نہ آج تمہاری بہن سے نکاح کروں گا نہ کل نہ قیامت تک مجھے تمہاری بہن میں کوئی انٹرسٹ نہیں ہے۔اور تمہاری نہ ہی تمھاری بہن کی کم عقلی کی سزا بھگتنا چاہتا ہوں ساری زندگی اس کو اپنے گلے کا طوق بنا کر۔رومان شاہ حد میں رہ کتنی بار کہا ہے کہ میری بہن کے بارے میں سوچ سمجھ کر بول اپنی جان سے بھی زیادہ پیار کرتا ہوں اپنی بہن کو پتہ نہیں اس پاگل کا دل تجھ جیسے اڑیل گھوڑے پر کیسے آ گیا ہے۔

تو تو پھر جا کر اپنی بہن کو بتا کہ ہر چیز بکاؤ نہیں ہوتی ہر چیز مال میں رکھے ہوئے اس کے کاسمیٹکس کی چیز جیسی نہیں جہاں پر اس کا بھائی پیسے پھینکے گا اور وہ چیز اس کے نام کر دی جائے گی۔

کیوں تو اپنی اس بہن کے خلاف کوئی غلط بات نہیں سن سکتا جو اس سارے فساد کی جڑ ہے اور جو گھٹیا انسان تو نے جو حرکت کی ہے میری بہن کو اغوا کر کے جس کا اس سارے ڈرامے میں کوئی لینا دینا نہیں تھا۔

اس کا جواب دے کون ہے۔رومان شاہ کے کلیجے میں آگ لگی ہوئی تھی یہ سوچ کر کہ اس کی معصوم بہن کو اے سی پی نے اغوا کروایا ہے۔

رومان شاہ تمہاری بہن پر آنچ بھی نہیں آنے دوں گا یہ وعدہ ہے میرا تمہاری بہن کو اغوا کرنا میری مجبوری تھا۔کیونکہ تیرے جیسے اڑیل گھوڑے کو اور کوئی زبان سمجھ میں آنے والی نہیں تھی اور مجھے اپنی بہن کی زندگی کسی بھی قیمت پر چاہیے۔



بہت اچھی بات ہے اے سی پی کہ میری بہن کو کوئی نقصان نہ پہنچے ورنہ قسم سے تو اے سی پی ہو گا اپنے گھر میں،، تیرے سینے میں تیرے ہی پسٹل کی ساری گولیاں اتار دوں گا۔

میری بہن بہت معصوم ہے اس کو سب سے دور رکھ۔اور بہتر ہے کہ تو جا کر اپنی بہن کو سمجھا کہ یوں شادی بیاہ زبردستی نہیں کیے جاتے۔

اگر تو زبردستی اس کا نکاح میرے ساتھ کروا بھی دے گا تو اے سی پی میں گارنٹی دیتا ہوں کہ تمہاری بہن میرے ساتھ کبھی بھی خوش نہیں رہ سکتی۔

رومان شاہ اس کی فکر تو مت کر تو میری بہن کو ہر صورت خوش رکھے گا۔کیوں تجھے کوئی منتر آتا ہے جو تم مجھ پر پڑھ کر پھونکے گا اور میں تیری بولی بولنے لگوں گا رومان شاہ نے اے سی پی پر کو طنز مارا تھا۔

ہاں تو ایسا ہی سمجھ کہ مجھے منتر آتا ہے جو میں تجھ پر پڑھ کر پھونکوں گا اور تو میری بہن کا خیال رکھے گا سوچ اگر میں اپنی بہن کی خوشیوں کے لیے تیرے جیسے اڑیل گھوڑے کے دروازے تک آ سکتا ہوں۔ تو اپنی بہن کی آنے والی زندگی کو خوشیوں سے بھرنے کے لیے میں کیا کیا کر سکتا ہوں اے سی پی کے دماغ میں ایک بہت بڑا پلان چل رہا تھا۔اب میرے خیال سے دیر نہیں کرنی چاہیے کیونکہ جتنی دیر تو نکاح میں کرے گا اتنی ہی دیر تمہاری وہ معصوم بہن ڈری ہوئی میری کسٹڈی میں رہے گی۔اور میرا نہیں خیال کہ تم اتنے نہ سمجھ ہو کہ تمہیں یہ نہ پتہ ہو کہ میری پہنچ کہاں تک ہے اور میں کیا کر سکتا ہوں۔

ٹھیک ہے اے سی پی میں تیری شرط مان لیتا ہوں مگر اس وقت تم میری بہن کو میرے ساتھ بھیج دو میں وعدہ کرتا ہوں کل تمہاری بہن سے نکاح کر لوں گا۔ہاہاہا، رومان شاہ اے سی پی کو پاگل سمجھ رکھا ہے۔

پہلے تو میری بہن سے نکاح کرے گا اس کے بعد ہی میں تمہاری بہن کو تمہارے حوالے کروں گا اے سی پی نے جس انداز سے رومان شاہ سے کہا تھا رومان شاہ کبھی بھی اس کے آگے گھٹنے نہیں ٹیکتا اگر اس وقت اسے اپنی بہن کی عزت کی فکر نہ ہوتی تو۔وہ اپنی بہن کے ساتھ کوئی رسک نہیں لے سکتا تھا۔اس لیے مجبوراًاسے اے سی پی کی بات ماننی پڑی۔۔

اے سی پی رومان شاہ مولوی اور گواہوں کو لے کر ہاسپٹل میں پہنچا تو شاہ میر کی ماں حیرانی سے مولوی اور گواہوں کو دیکھ رہی تھی شامیر یہ سب کیا ہے اور تم کیا کرنے والے ہو مجھے بھی کچھ بتاؤ وہ شاہ میر کے بازو کو پکڑ کر ہوئے بہت حیرانی سے پوچھ رہی تھی۔

ماما میرب کا نکاح ہے رومان شاہ کے ساتھ اور باقی کے سوال و جواب آپ بعد میں کرنا میں آپ کے سب سوالوں کا جواب دے دوں گا۔ مگر شاہ میر ہم میرب کا نکاح اس طرح کیسے کر سکتے ہیں تمہارے بابا کی غیر موجودگی میں انہیں تو اس سارے معاملے میں کچھ بھی نہیں پتہ ہے۔

ماما پلیز اس وقت آپ کو سچویشن کا نہیں پتا بس اتنا بھروسہ رکھیں کہ آپ کا بیٹا کبھی بھی اپنی بہن کے ساتھ کچھ غلط نہیں ہونے دے گا اتنی تسلی رکھیے مجھ پر اور پلیز میرب کے نکاح کی اجازت دے دیں۔ مگر ابھی تو میرب کو ہوش بھی نہیں آیا کوئی بات نہیں آجائے گا تو کیا تب تک میں یہاں پر بیٹھا تمہاری بہن کے ہوش میں آنے کا انتظار کرتا رہوں رومان شان جو پاس ہی کھڑا تھا میرب کے حوش میں نہ آنے کی بات سن کر ایٹیٹیوڈ سے بولا۔

میرے خیال سے رومان شاہ اس وقت تم ایسی سچویشن میں نہیں ہو کہ تم میرے ساتھ کسی بھی طرح کی بحث کر سکو اے سی پی رومان شاہ کے پاس ہوتے ہوئے کاندھے کے پاس جا کر کان میں سرگوشی کر رہا تھا۔

رومان شاہ نے کہر برساتی ہوئی نظروں سے اے سی پی کی طرف دیکھا تھا۔ تقریبا آدھے گھنٹے کے بعد ہی سسٹر نے باہر آکر بتایا کہ پیشنٹ کو ہوش آگیا ہے اب آپ لوگ ان سے مل سکتے ہیں مگر پیشنٹ کے پاس زیادہ رش نہیں کرنا۔

شامیر سب سے پہلے میرب کے روم میں گیا۔ میرب شاہ میر کو دیکھ کر کافی گھبرا گئی تھی چاہے اس کا بھائی اس سے جتنا بھی پیار کرتا ہو مگر اس نے جو حرکت کی تھی اس کی وجہ سے کہیں نہ کہیں اس کے دماغ میں یہ ڈر تھا کہ جب اس کے بھائی کو یہ سب پتہ چلے گا تو وہ کتنا ناراض ہو گا۔

جو بھائی اسے پلکوں پر بٹھائے رکھتا اس کی ناراضگی بھلا میرب کیسے برداشت کر سکتی تھی۔ میرب میری طرف دیکھو بیٹا جب یہ سب کرتے ہوئے آپ نے اپنے بھائی کا اور ماں باپ کا نہیں سوچا تو اب بیٹا شرمندہ ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔



میرب نے شاہ میر کو دیکھ کر شرم سے اپنی نظریں اور چہرہ دوسری طرف کر لیا تھا۔ آئی ایم سوری بھائی مجھے معاف کر دیں میرب نے بہت ہی شرمندہ ہوتے ہوئے کم آواز میں بولا تھا۔ کر دوں گا پہلے یہ بتاؤ

کہ آپ رومان شاہ کے ساتھ خوش رہ لیں گی۔میرب نے شرم سے نظریں جھکائے ہوئے کہا۔بھائی آپ یہ سب کیسے جانتے ہیں میں نے تو یہ بات کسی کو نہیں بتائی۔

میرا بچہ ایک پولیس والا ہوں اگر پورے شہر کی خبر رکھ سکتا ہوں تو اتنا غافل تو نہیں ہو سکتا کہ اپنی چھوٹی بہن کے بارے میں مجھے کچھ بھی پتہ نہ چلے۔

ہاں مانا تھوڑا غافل رہ گیا لیٹ پتہ چلا مگر اس وقت میں سب کچھ جانتا ہوں اس لیے بنا بات کو بدلے ہوئے بیٹا آپ میری بات کا جواب دیں کیا آپ سچ میں رومان شاہ کے لیے بہت سیریس ہیں۔

بھائی اس سب میں اس کا کوئی قصور نہیں ہے آپ کو میری قسم آپ شاہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔پتہ نہیں کیوں ایک دم سے میرب کے دل میں یہ ڈر اٹھا کہ اس کا بھائی آخر ایک پولیس والا ہے کہیں وہ رومان شاہ کو اپنی بہن کی خودکشی کا ذمہ دار سمجھ کر اسے کوئی نقصان نہ پہنچا دے۔

اوکے ہو گیا اب کسی بھی جواب کی ضرورت نہیں ہے میں سمجھ گیا کہ وہ شخص میری بہن کے لیے بہت خاص ہو گیا ہے۔بھائی آپ کیا کرنے والے ہیں آپ کی باتوں سے مجھے ڈر لگ رہا ہے۔کوئی بات نہیں میرا بچہ تھوڑی دیر میں آپ کا سارا ڈر ختم ہو جائے گا فیحال تو آپ اپنے سر پر دوپٹہ لیجئے۔

مگر بھائی کیوں؟؟

کیونکہ آپ کا نکاح ہے رومان شاہ کے ساتھ۔۔بھائی وہ اس نکاح کے لیے کبھی نہیں مانے گا۔۔اگر کھڑوس مان جاتا تو آج میں اس حال میں تھوڑی ہوتی میرب نے تھوڑی اونچی آواز میں بڑبڑایا جسے شامیر نے سن لیا تھا۔۔میرا بچہ اگر آپ نے سارے معاملے میں پہلے ہی اپنے بھائی کو انوالو کر لیا ہوتا تو وہ ضرور مانتا اور میرا بچہ آپ کو خود کو اتنی تکلیف بھی دینے کی ضرورت نہ پڑتی۔۔

سوری بھائی سوری میں بہت شرمندہ ہوں اپنی حرکت پر پلیز مجھے معاف کر دیں۔ہمم ٹھیک ہے معاف کر دیا اب اپنے سر پہ دوپٹہ لیں تاکہ میں مولوی صاحب کو اندر بلا سکوں۔۔شاہ میر میرب سے کہہ کر روم سے باہر نکل گیا اور میرب حیرانی سے اپنے بھائی کو جاتے ہوئے دیکھ کر سوچ رہی تھی کہ آخر وہ کھڑوس نکاح کے لیے مان کیسے گیا۔

چلو جیسے بھی مانے ہو رومان شاہ میرے لیے تو اتنا ہی کافی ہے کہ آپ میری زندگی میں شامل ہونے جا رہے ہیں آج سے آپ میرے ہوں گے اور میں آپ کی میرب۔ آپ کو اتنا سارا پیار دے گی کہ آپ کی نفرت اس کے سامنے کم پڑ جائے گی۔ آپ کتنا بھی غصہ مجھ پر کریں گے میرب ہنس کر سہہ لے گئی

۔

میرب رومان شاہ کے ساتھ نکاح ہونے پر اس قدر خوش تھی کہ وہ اپنے سب بے عزتی بھول گئی تھی جو رومان شاہ نے اسکی کی تھی کہ نوبت یہاں تک آگئی تھی کہ اس نے خود کشی کر کے اپنی جان دینی چاہیے

--

مگر اس ظالم عشق کے بھی کیا کہنے یہ عاشق کو اس قدر پاگل بنا دیتا ہے کہ جب اپنے عاشق کے ملنے کی امید ہو جائے تو بندہ ہر پرانا غم بھول جاتا ہے جیسے اس وقت میرب سب کچھ بھول چکی تھی اور اسے یاد تھا تو بس اتنا کہ رومان شاہ اس کا ہونے جا رہا ہے۔

میرب کی پہلی محبت اسے ملنے جا رہی تھی میرب اس بات سے بے خبر تھی کہ کہ آنے والا وقت اس کے لیے کتنا کڑا امتحان لے کر آ رہا ہے۔

شامیر کچھ دیر کے بعد روم کے اندر داخل ہوا تو اس کے ساتھ مولوی صاحب اور گواہ تھے اور ساتھ میں میرب کی ماں بھی تھی۔

مولوی صاحب رومان شاہ سے سائن لے کر اب میرب کے پاس ائے تھے میرب سے سائن لے کر میرب اور رومان شاہ کا نکاح کروا دیا میرب دل ہی دل میں اتنی خوش تھی کچھ دیر پہلے جو میرب ملک تھی اس وقت میرب رومان شاہ بن چکی تھی خود کا نام رومان شاہ کے ساتھ جوڑ کر وہ دل ہی دل میں حد سے زیادہ خوش تھی۔

مولوی صاحب اور گواہوں کو رخصت کر کے شاہ میر ایک بار پھر سے روم میں آیا تھا۔ماما مجھے ایک ضروری کام ہے مجھے فی الحال جانا پڑے گا آپ میرب کے پاس رکیں باہر ڈرائیور موجود ہے آپ کو کچھ بھی چاہیے ہو تو آپ ڈرائیور کو بول دیجئے گا۔

اور پاپا کو میں نے فون کر کے بتا دیا ہے کہ آپ کی ایک دوست کی طبیعت بہت خراب ہے آپ میرب کو لے کر ان کی عیادت کو گئی ہیں ہو سکتا ہے آپ کو آج رات وہیں رکنا پڑے اس لیے آپ بھی پاپا کو یہی بولنا اور آپ میرب سے کچھ بھی نہیں کہیں گے۔

جو ہونا تھا ہو گیا بس میرے بچے کی زندگی بچ گئی ہے میرے لیے اتنا ہی کافی ہے اور میرب اب آپ نے جو چاہا وہ آپ کو مل گیا ہے اب آپ جلد از جلد ٹھیک ہو جائیں۔

اور دوبارہ زندگی میں کبھی ایسی حرکت کرنے کے بارے میں سوچنا بھی مت ورنہ آپ کو آپ کے بھائی کی معافی نہیں ملے گی۔ میرب نے ہاں میں سر کو ہلاتے ہوئے اپنے بھائی کے گلے لگی تھی۔

بس بس لیٹ جاؤ ابھی آپ زیادہ اچھل کود نہیں کر سکتی ابھی زخم تازہ ہے وہ میرب اور اپنی ماں سے مل کر روم سے باہر آیا تھا۔

اب اگر تمہاری ملنیاں پوری ہو چکی ہوں تو چلو میرے ساتھ اور میری بہن کو میرے حوالے کرو رومان شاہ جو روم کے باہر ہی کھڑا ہوا تھا قہر آلود لہجے سے شامیر سے بول رہا تھا۔

کیونکہ کچھ دیر پہلے ہی رومان شاہ کی ماں کا فون آیا تھا جو بے حد پریشان تھی اور رومان شاہ سے بول رہی تھی کہ رومان مرہا ڈرائیور کے ساتھ تمہاری برتھ ڈے کا گفٹ لینے گئی تھی اور ڈرائیور بہت دیر تک گاڑی کے پاس اس کا ویٹ کرتا رہا مگر مرہا مال سے واپس نہیں آئی۔

پہلے تو رومان شاہ نے بہت ناراض ہو کر اپنی ماں سے یہ کہا کہ امی آپ نے مرہا کو اکیلے جانے ہی کیسے دیا مگر اس کی امی کے کہنے کے مطابق اس کی امی کی طبیعت بہت خراب تھی ان کے گھٹنوں میں بہت درد تھا جس کی وجہ سے چلا نہیں جا رہا تھا جس کی وجہ سے وہ مرہا کے ساتھ نہیں جا سکی۔

مگر مرہا کی ضد تھی کہ اسے آج رات 12 بجے اپنے بھائی کو وش کر کے گفٹ دینا ہے تو وہ تمہارے لیے سرپرائز گفٹ لینے کے لیے بہت ضد کر رہی تھی۔

جس کی وجہ سے اس کی ماں نے اسے اجازت دے دی رومان شاہ نے اپنی ماں سے ناراض ہوتے ہوئے ہی فون بند کیا تھا مگر انہیں یہ تسلی دی کہ مرہا اس کے ساتھ ہے آ جائے گی۔



اس لیے اب اسے شاہ میر پر غصہ آ رہا تھا جو اپنی بہن کے کمرے میں گھسا ہوا اپنی بہن سے محبت بانٹ رہا تھا۔ اور وہ رومان شاہ کے دل کی حالت کو نہیں سمجھ رہا تھا جس کی معصوم بہن جو گھر سے باہر بہت ہی کم جایا کرتی تھی اسے اپنے قبضے میں لیے ہوئے آرام سے گپے مارنے میں مصروف تھا۔ ایسا رومان شاہ کا سوچنا تھا۔

تم پی سی کیفیے میں میرا ویٹ کرو میں وہیں پر تمہاری بہن کو لے کر آتا ہوں ۔۔ نہیں میں تمہارے ساتھ چلوں گا۔۔۔رومان شاہ اس وقت تم ایسی سچویشن میں نہیں کہ تم مجھے دھمکی دو یا میرے ساتھ کسی قسم کی ڈیل کرو لہذا بہتر ہو گا کہ جو میں کہہ رہا ہوں وہ کرو اور چپ چاپ پی سی کیفیے میں میرا ویٹ کرو میں تمہاری بہن کو لے کر وہی پر پہنچ جاؤں گا۔رومان شاہ دانتوں کو پیستا ہوا اپنی گاڑی کی طرف چل پڑا اور شامیر اپنی جیپ میں بیٹھ کر سیدھا اپنے فارم ہاؤس پر گیا۔

شامیر نے فارم ہاؤس کے اندر داخل ہوتے ہی رحمت بی بی کو آواز لگائی۔سکینہ بی بی لڑکی ٹھیک ہے.جی صاحب بالکل ٹھیک ہے۔اس کو کھانا کھلایا آپ نے۔۔صاحب جی بہت کوشش کی مگر اس نے کھانا نہیں کھایااس کی ایک ہی ضد تھی کہ اسے اپنے بھائی کے پاس جانا ہے مسلسل روئے جارہی ہے۔۔۔

بھائی کی بھی ویسی ہی حالت ہے وہ بھی مسلسل روئے جارہا ہے کہ اسے اپنی بہن کے پاس جانا ہے اے سی پی شامیر اپنے منہ میں بڑبڑاتے ہوئے مسکرایا۔صاحب جی آپ نے مجھ سے کچھ کہا سکینہ بی بی شاہ میر کی بڑبڑاہٹ سن کر بولی۔نہیں کچھ نہیں باہر کچھ مہمان اور مولوی صاحب ڈیرے پر بیٹھے ہیں ان کو چائے پانی دو شاہ میر کے فارم ہاؤس کے باہر کافی بڑا ڈیرہ بنا ہوا تھا جہاں پر اکثر شامیر اپنے دوستوں کے ساتھ گپ شپ لگانے اور باربی کیو کرنے کے لیے بیٹھا کرتا تھا اس وقت وہاں پر کچھ پولیس اہلکار اور مولوی صاحب بیٹھے ہوئے تھا۔

سنو سکینہ بی بی لڑکی کی کس روم میں ہے صاحب جی اوپر والے کمرے میں ہے۔۔ ہوں ٹھیک ہے تم جاؤ اور ان کو چائے وغیرہ دو۔ شاہ میر کے نمبر پر مسلسل رومان شاہ کا فون آرہا تھا شاہ میر نے ہنستے ہوئے موبائل کی طرف دیکھ کر موبائل کا والیوم بند کرتے ہوئے موبائل اپنی جیب میں ڈال لیا اور سیڑھیاں چڑھتا ہوا اوپر آ گیا۔

میرہا صوفے پر بیٹھی ہوئی اپنے گھٹنوں میں سر دیے ہوئے رو رہی تھی اس کی دبی دبی سی سسکیاں شامیر نے روم کا دروازہ کھولتے ہی سن لی تھی۔۔ شاہ میر نے ابھی تک رومان شاہ کی بہن کا چہرہ تک نہیں دیکھا تھا مگر اپنی بہن کی سکیورٹی کے لیے وہ رومان شاہ کی بہن سے نکاح کرنے کے لیے تیار تھا۔

کیونکہ اے سی پی کی پولیس والی تیز نظر اتنا تو رومان شاہ کو سمجھ چکی تھی کہ رومان شاہ ایک بہت ہی اڑیل ضدی اور بد دماغ بندہ ہے جو اپنی ضد کے آگے کچھ بھی کر سکتا ہے۔۔

اگر وہ اپنی بہن کی عزت کی خاطر اپنی مرضی کے خلاف جا کے نکاح کر سکتا ہے تو کل کو جب اس کی بہن اس کے پاس پہنچ جائے گی تو وہ اس کی بہن کو چھوڑنے میں ایک منٹ بھی نہیں لگائے گا

اسی بات کے زیر نظر اے سی پی شامیر نے یہ فیصلہ لیا تھا کہ وہ بھی رومان شاہ کی بہن کے ساتھ نکاح کرے گا تاکہ وہ اپنی بہن کی خوشیوں کی ضمانت بن سکے۔۔۔ دیکھو لڑکی رونا بند کرو ہم نے تمہیں کوئی نقصان تو نہیں پہنچایا جو آپ اس طرح سے رو رہی ہیں۔شاہ میر اندر داخل ہوا تو مرہا جو رو رہی تھی اس سے نہیں پتہ چلا تھا مگر جب اچانک شامیر تھوڑی اونچی آواز میں بولا تو مرہا اپنی جگہ سے اچھل کر کھڑی ہو گئی تھی

وہ بہت بری طرح سے ڈر گئی تھی شاہ میر کی آواز سے۔۔ ریلیکس ریلیکس ہو جائیں کچھ نہیں ہوا میں بھی آپ کی طرح ایک انسان ہی ہوں۔شاہ میر اسے اس طرح سے ڈر کر کھڑے ہوتے ہوئے دیکھ کر خود بھی گھبرا گیا تھا۔



شامیر نے اسے پہلی نظر میں بہت غور سے دیکھا تھا۔ وہ اس وقت ڈری ہوئی معصوم بچی لگ رہی تھی۔واہ کمینے بہن تو تیری سچ میں بہت معصوم اور خوبصورت ہے۔ مرہا نے بہت سادگی سے اپنے سر پر دوپٹہ اوڑھ رکھا تھا وہ اس نے پلین نیوی بلو کلر کا سوٹ پہنا ہوا تھا۔

اس کا دودھ جیسا گورا رنگ سوٹ کے گہرے کلر میں بہت کھل رہا تھا۔بنا میک اپ کے ہی وہ بہت معصوم اور خوبصورت لگ رہی تھی۔ کوئی بھی دیکھنے والا اسے پہلی نظر دیکھ کر یہ کہہ سکتا تھا کہ وہ سچ میں ہی بہت معصوم اور ڈرپوک لڑکی ہے۔

شاہ میر جو صرف اپنی بہن میرب کو سیف کرنے کے لیے رومان شاہ کی بہن سے نکاح کرنے کے لیے آیا تھا مگر یہاں تو پہلی نظر میں ہی اے سی پی شامیر اپنا دل ہار چکا تھا اس نازک سی لڑکی کے سامنے۔۔

شامیر 34 سال ایک خوبصورت نوجوان تھا اور پولیس میں رہ کر بھی اس نے خود کو بہت فٹ رکھا ہوا تھا اکثر شاہ میر کے دوست اس سے یہ کہا کرتے تھے کہ یار جس طرح سے تم نے خود کو فٹ رکھا ہوا ہے تو کسی اینگل سے بھی نہیں لگتا کہ تو ایک پولیس والا ہے۔۔



اس کے ریگولر جم جانے کی وجہ سے اس کا جسم بہت فٹ تھا۔ کسرتی چھاتی چھ فٹ کی ہائٹ جو اسے ایک پرفیکٹ مرد دیکھاتی تھی۔۔ خوبصورت
نین نقش گندمی رنگت جو اسے بہت اٹریکٹو بناتی تھی۔ سامنے ڈری سہمی ہوئی وہ چھوٹی سی لڑکی جس پر 34 سال کا اے سی پی اپنا دل ہار چکا تھا۔ وہ دیکھنے میں بامشکل 2221 سال کی لگ رہی تھی۔

تقریباشامیر سے 1211 سال چھوٹی تھی۔شامیر نے اس سے تسلی دینے کی کوشش کی کہ وہ اسے کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا مگر وہ اس قدر ڈری ہوئی تھی کہ اس کا جسم ہلکے ہلکے سے کانپ رہا تھا۔

آپ مجھے یہاں پر کیوں لے کر آئے ہیں آپ کو میرے بھائی کا نہیں پتہ وہ آپ کا کیا حشر کرے گا وہ ڈری سہمی ہوئی سی روتے ہوئے اپنی بھائی سے اے سی پی کو ڈرا رہی تھی۔ آپ مجھے جلدی سے میرے گھر جانے دیں ورنہ میرا بھائی آپ کی جان لے لے گا۔وہ سوں سوں کر کے روتی ہوئی ساتھ میں شاہ میر کو چھوٹی چھوٹی دھمکیاں دے رہی تھی۔

تم اپنے گھر صرف ایک شرط پر جا سکتی ہیں اور شرط یہ ہے کہ محترمہ پہلے آپ کو میرے ساتھ نکاح کرنا پڑے گا۔میں آپ کے ساتھ نکاح کیوں کروں۔کیونکہ اگر تم نکاح نہیں کرو گی تو میں آپ کے بھائی کو مروادوں گا کیونکہ میں ایک پولیس والا ہوں اور میں یہ سب کچھ بہت آسانی سے کر سکتا ہوں۔۔
شامیر کی تیز نظریں مرہا کو دیکھتے ہی اتنا تو سمجھ گئی تھی کہ میرا ایک بہت ڈرپوک سی لڑکی ہے اور وہ اپنے بھائی سے بے حد پیار کرتی ہے۔ جس طرح اس کا بھائی اسے بہت پیار کرتا تھا۔شا۔شامیر نے جب مرہا سے رومان شاہ کی فون پر بات کروائی تھی۔

اور جس طرح سے رومان شاہ اپنی بہن کی آواز سن کر تڑپ رہا تھا اس سے شاہ میر کو بہت اچھی طرح سے اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ دونوں بہن بھائی ایک دوسرے سے بہت پیار کرتے ہیں۔ جس کا فائدہ اس وقت شامیر اٹھانے لگا تھا۔

خبردار اگر آپ نے میرے بھائی کو نقصان پہنچانے کی کوشش بھی کی تو اپنے بھائی کا نام سنتے ہی وہ ڈری سہمی سی لڑکی ایک دم سے شیرنی بن گئی۔

چلو نہیں پہنچاتا تمہارے بھائی کو کوئی نقصان پھر تم مجھ سے نکاح کر لو شامیر اپنے دونوں ہاتھ سینے پر باندھے ہوئے اس کے سامنے کھڑا ہوا تھا۔میں آپ سے کبھی بھی نکاح نہیں کروں گی آپ مجھے میرے بھائی کے پاس چھوڑ کر آئیں۔



یار کتنے ضدی ہو تم دونوں بہن بھائی۔ شاہ میر لمبی سانس کھینچتے ہوئے صوفے پر بیٹھ گیا۔ دیکھو تمہیں رہنا تو میرے ساتھ ہی پڑے گا اب آگے تمہاری مرضی ہے کہ نکاح کر کے میرے ساتھ رہنا ہے یا بنا

نکاح کے مجھے تو کوئی فرق نہیں پڑتا میں تو دونوں صورتوں میں ہی تمہیں اپنے ساتھ رکھنے کے لیے تیار ہوں کیونکہ مجھے تو میری بہن کی سکیورٹی چاہیے۔۔

مجھے آپ کی بات بالکل بھی سمجھ نہیں آرہی آپ کی بہن سے میرا کیا تعلق ہے۔۔ تعلق یہ ہے کہ میری بہن کا نکاح میں ابھی ابھی آپ کے بھائی رومان شاہ سے کروا کر آیا ہوں کیونکہ میری بہن آپ کے بھائی کو بہت پسند کرتی تھی مگر آپ کے اڑیل بھائی کے دماغ میں یہ پیار محبت والی باتیں نہیں گھستی اور اس کے زیرو رسپانس نے میری بہن کو خودکشی کرنے پر مجبور کر دیا اب آپ کو اپنے پاس مہمان بنا کر رکھنے کی وجہ سے آپ کے پیارے بھائی جان نے نکاح تو کر لیا ہے مگر میں رومان شاہ جیسے بندے پر یقین کر کے اپنی بہن کو اس کے حوالے تو نہیں کر سکتا اس کا کیا پتہ کہ وہ کب کیا کر بیٹھے اس لیے میں اپنی بہن کی سکیورٹی کے لیے تم سے نکاح کرنا چاہتا ہوں۔

تو یہ آپ کی بہن اور میرے بھائی کا مسئلہ ہے آپ مجھے میرے گھر چھوڑ کر آئیں میرا اس سب سے کوئی لینا دینا نہیں ہے۔ لگتا ہے تمہیں میری سیدھی طرح سے سمجھ نہیں آرہی ایک کام کرتا ہوں تمہارے بھائی کا کام تمام کروا ہی دیتا ہوں۔ اپنی جیب سے فون نکال کر شاہ میر نے نمبر ڈائل کر کے فون اپنے کان کو لگا لیا۔

ہیلو حیدر تمہیں ایک بندے کی فوٹو سینڈ کر تا ہوں پانچ منٹ کے اندر اس کا کام تمام کر دو۔شاہ میر نے کوئی بھی نمبر ڈائل نہیں کیا تھا بس مرہا کو ڈرانے کے لیے ایکٹنگ کر رہا تھا۔

نہیں آپ میرے بھائی کو کچھ بھی مت کرنا پلیز میں نکاح کرنے کے لیے تیار ہوں۔ ہمم ویری گڈ چلو ٹھیک ہے میں ابھی خود باہر نکاح پڑھ کے مولوی صاحب کو اپنے ساتھ لے کر آتا ہوں۔اور سنو نکاح اچھے سے پڑھنا اور پورے دل سے مجھے قبول کرنا ورنہ کل کو یہ نہ ہو کہ آپ ایک غیر محرم کے ساتھ ہی رہتی رہیں۔

کم سے کم اتنی سمجھدار تو آپ ہیں کہ آپ کو نکاح کی اہمیت کا پتہ ہو۔شاہ میر کہہ کر روم سے باہر چلا گیا اور واپس مولوی اور گواہوں کو لے کر آیا تھا



اس طرح شاہ میر نے مرہا سے نکاح کر لیا مرہا نے روتے ہوئے قبول ہے قبول ہے تو کر لیا مگر اب اس کے آنسوں ہی تھمنے کا نام نہیں لے رہے تھے۔ مرہا کو اپنے بھائی سے بہت ڈر لگ رہا تھا۔

مولوی کے جانے کے بعد شاہ میر نے ایک محبت بھری نظر مرہا پر ڈالی۔اب تم اپنے آنسوں کو کیوں ضائع کر رہی ہو۔

ابھی تو صرف تمہارا نکاح ہوا ہے کچھ آنسوں رخصتی کے لیے بھی رکھ لو۔ مرہا نے غصے سے شاہ میر کی طرف دیکھا۔

میری آپ کے ساتھ کبھی بھی رخصتی نہیں ہو گی ایک بار مجھے میرے بھائی کے پاس جانے تو دیں۔ مرہا جی اب تو آپ چاہیں یا نہ چاہیں آپ کو رخصت ہو کر میرے گھر آنا ہی پڑے گا۔

میری بیوی بن گئی ہیں آپ۔ اور اے سی پی بہت جلد اپنی بیوی کو رخصت کروا کر اپنے گھر لے آئے گا۔

فی الحال کے لیے آپ جلدی سے اٹھیں تاکہ میں آپ کے اس کھڑوس بھائی کے حوالے آپ کو کر کے آؤں جو کب سے فون پہ فون کیے جا رہا ہے۔



شامیر نے فون سکرین پر رومان شاہ کی بے تحاشہ کالز کو دیکھتے ہوئے اسے فون میں ملایا۔ کہاں مر گئے ہو اور فون کیوں نہیں اٹھا رہے تھے۔شاہ میر کے فون اٹھاتے ہی رومان شاہ چیختے ہوئے بولا۔

آرہا ہوں صبر رکھو شاہ میر نے بہت تحمل سے جواب دیا۔ تیرا صبر گیا تیل لینے۔ مجھے میری بہن دس منٹ کے اندر میرے پاس چاہیے ورنہ میں تجھے ڈھونڈ کر تیری جان لے لوں گا۔ جان لینے کی ضرورت نہیں ہے دس منٹ تک تمہاری بہن باحفاظت تمہارے پاس پہنچ جائے گی۔

تقریبا1210منٹ کا سفر طے کرنے کے بعد

شاہ میر مرہا کو لے کر پی سی کیفے پہنچ گیا جہاں پر رومان شاہ پہلے سے ہی گاڑی کے پاس کھڑا ہوا تھا شاہ میر کا انتظار کر رہا تھا۔

اس کی بے چینی اس کے چہرے سے نظر آرہی تھی اس نے جیسے ہی شامیر کی گاڑی دیکھی تو فوراً سے گاڑی کی طرف چل پڑا۔ گاڑی کے پاس آتے ہی مرہا والی سائیڈ کا گیٹ کھول کر اسے باہر آنے کو کہا۔

مرہا باہر نکلتے ہی اپنے بھائی کے سینے سے لگ کر رونے لگی تھی۔ مرہا کیا ہوا ہے کیوں رو رہی ہو رومان شاہ اونچی آواز میں بولا تھا جس کی وجہ سے مرہا اور بھی ڈر کر رونے لگی۔



مرہا میں نے پوچھا ہے کہ کیا ہوا ہے اس کمینے نے تمہیں کچھ کہا تو نہیں کیوں رو رہی ہو۔ بھائی اونچی مت بولے مجھے آپ سے ڈر لگ رہا ہے مرہا اپنے کانوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولی مگر اس کے رونے سے رومان شاہ کے اندر کا بھائی اور بھی ڈر رہا تھا

یہ سوچ کر کہ شامیر اتنی دیر کے بعد مرہا کو لے کر پہنچا ہے۔رومان شاہ سے تو یہ سوچا بھی نہیں جاہ رہا تھا کہ اس کی بہن کے ساتھ کہیں کچھ غلط تو نہیں ہوا ہے۔رومان شاہ جب تیسری بار اونچی آواز میں بولا تو مرہا لہراتے ہوئے وہیں پر گرنے لگی۔

رومان شاہ نے اسے تھامتے ہوئے کھڑا کیا مگر وہ بے ہوش ہو گئی تھی۔رومان شاہ ذرا دھیان سے لے کر جانا اب یہ اے سی پی شامیر کی بیوی ہے۔رومان شاہ جو مرہا کو اپنی گاڑی کی طرف لے جا رہا تھا۔شاہ میر کی یہ بات رومان شاہ کے کانوں میں کانٹوں کی طرح چبھ رہی تھی۔

مگر اس وقت مرہا کی جو حالت تھی رومان شاہ وہاں پر کھڑا ہو کر شاہ میر کی کسی بات کا جواب نہیں دے سکتا تھا وہ مرہا کو گاڑی میں ڈالتے ہوئے وہاں سے گاڑی لے کر ہاسپٹل کی طرف چل پڑا۔



○○○○○○

شاہ زیب لیڈی ڈاکٹر سے پوچھو کہ مرہا کو ہوش کیوں نہیں آرہا۔رومان یار ریلیکس ہو جاؤ میں نے پوچھ لیا ہے تھوڑی دیر میں مرہا کو ہوش آجائے گا۔

روماں شاہ اپنی کمر پر ہاتھ باندھے ہوئے ڈاکٹر شاہ زیب کے آفس میں ادھر سے ادھر چکر کاٹ رہا تھا اور پریشانی سے اس کے ماتھے پر پسینے کی بوندیں نمودار ہو رہی تھی۔

روماں شاہ تم اتنے پریشان کیوں ہو اور میرہا بے ہوش کیوں ہوئی ہے ڈاکٹر کے کہنے کے مطابق اسے دماغی طور پر بہت سٹریس تھا جس کی وجہ سے وہ بے ہوش ہوئی ہے۔۔یار مجھے فکر ہو رہی ہے میں جاننا چاہتا ہوں کہ تمہارے گھر ایسا کیا ہوا ہے جس کی وجہ سے مرہا سٹریس آگئی۔

کیونکہ جہاں تک میں جانتا ہوں تمہارے گھر میں اللہ کے کرم سے سب کچھ ٹھیک ٹھاک ہے اور ایسی کوئی پریشانی نہیں جس کی وجہ سے مرہا کو سٹریس ہو اور اتنا زیادہ سٹریس ہو کہ وہ بے ہوش ہو جائے۔

شاہ زیب میں اس وقت تمہیں کچھ بھی نہیں بتا سکتا روماں شاہ اپنے ماتھے پر آیا ہوا پسینہ رومال سے صاف کرتے ہوئے بولا۔روماں کیا میں تمہارے لیے اتنا غیر ہوں کہ تم اپنے گھر کی پریشانی مجھ سے شیئر نہیں کر سکتے۔شاہ زیب ایسا کچھ نہیں ہے۔روماں ایسا ہی ہے تم مجھے اس قابل نہیں سمجھتے کہ تم اپنا دکھ مجھ سے شیئر کر سکو۔

ہماری ہر پریشانی میں تم سب سے آگے ہمارے ساتھ کھڑے ہوتے ہو۔اس لیے میرے یار میں بھی جاننا چاہتا ہوں کہ آخر تم اتنے پریشان کیوں ہو۔۔رومان شاہ اپنے ماتھے کو اپنے انگوٹھے اور انگلی سے دباتے ہوئے کرسی پر بیٹھ گیا۔اور ایک لمبی سانس چھوڑتے ہوئے ڈاکٹر شاہ زیب کی طرف دیکھا۔



شاہ زیب وعدہ کرو کہ بات تمہاری حد تک ہی رہے گی۔۔رومان شاہ افسوس کی بات ہے کہ تمہیں اپنے دوست پر اتنا یقین نہیں ہے۔شاہ زیب یقین ہے مگر بات ہی کچھ ایسی ہے کہ میں بتاتے ہوئے ڈر رہا ہوں۔

رومان شاہ۔ شاہ زیب کی جان جا سکتی ہے مگر وہ کبھی بھی اپنے دوستوں کا کوئی راز افشاں نہیں کر سکتا۔تم مجھ پر یقین کر کے مجھے اپنی پریشانی بتاؤ رومان شاہ شاید میں اپنے یار کے کسی کام آسکوں۔ڈاکٹر شاہ زیب کی آنکھوں میں اپنے دوست کے لیے پریشانی صاف نظر آرہی تھی۔



رومان شاہ نے ساری حقیقت ڈاکٹر شاہ زیب کو بتائی تو ڈاکٹر شاہ زیب پریشان ہو کر اپنے ماتھے پر ہاتھ رکھتا ہوا کرسی سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ڈاکٹر شاہ زیب کو یہ بات کھائے جا رہی تھی کہ مرہا کا نکاح اس اے سی پی شامیر سے ہو گیا ہے ڈاکٹر شاہ زیب یہ بات برداشت نہیں کر پا رہا تھا۔

اس کی آنکھوں نے تو پتہ نہیں مرہا کو لے کر کتنے خواب سجائے ہوئے تھے وہ تو اپنے گھر والوں سے بات تک کر چکا تھا کہ جیسے ہی مرہا کے اگزیم ختم ہونگے۔اس کے گھر والے جا کر میرہا کا ہاتھ اس کے لیے مانگ لے۔ مگر مرہا کا نکاح کا سن کر تو ڈاکٹر شاہ زیب کے دل میں آگ لگ گئی۔

تو رومان شاہ کیا تم مرہا کو اس اے سی پی کے ساتھ رخصت کر دو گے۔ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ میں اس کمینے انسان کے ساتھ اپنی بہن کو رخصت کروں۔رومان شاہ نے تھوڑا سکون کا سانس لیا۔تو پھر کیا سوچا ہے اب کیا کرنے کا ارادہ ہے۔

شاہ زیب فی الحال تو میرا دماغ بالکل کام نہیں کر رہا جب تک مرہا کو ہوش نہیں آتا میں کچھ بھی سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں ہوں۔



مرہا کے لیے پریشان نہ ہو میری ڈاکٹر سے بات ہو گئی ہے سٹریس کی وجہ سے وہ بے ہوش ہوئی ہے ابھی تھوڑی دیر تک اسے ہوش آجائے گا خطرے کی کوئی بات نہیں ہے بس تم ریلیکس ہو کر آگے کا سوچو کہ کیا کرنا ہے۔

oooooooooooo

شاہ میر تم میری اجازت کے بغیر اس طرح میری بیٹی کا نکاح کیسے کر سکتے ہو ملک زبیر کی آنکھوں میں اس وقت غصے سے خون اترا ہوا تھا۔پاپا میں بھی بھائی ہوں اس کا اس کے لیے کبھی کوئی غلط فیصلہ نہیں لوں گا اتنا تو آپ مجھ پر یقین کریں۔

شامیر میں تم پر یقین کرتا ہوں۔ مگر میرب کا نکاح کر کے تو تم نے میرا یقین توڑ دیا ہے۔شاہ میر اور ملک زبیر کو آپس میں اتنے تلخ انداز سے بات کرتے ہوئے دیکھ کر رفعت بیگم تو مجرموں کی طرح ایک طرف چپ کر کے بیٹھتی ہوئی تھی۔

تم نے کیسے میری بیٹی کا ہاتھ مجھ سے پوچھے بنا رومان شاہ کے ہاتھ میں دے دیا تم نے شاید ان کی عمر میں فرق نہیں دیکھا۔پاپا شاید آپ کو پتہ نہیں مگر یہ میرب کی خود کی پسند ہے۔اور شاید آپ کو یہ بھی نہیں پتہ کہ آپ کی لاڈلی بیٹی نے اپنی جان لینے کی کوشش کی تھی اس رومان شاہ کے لیے۔

شاہ میر کیا بکواس کر رہے ہو میری بیٹی ایسا کبھی نہیں کر سکتی۔بس پاپا یہی تو آپ کی غفلت تھی کہ آپ کو پتہ ہی نہیں چلا کہ کب میرب اپنے بچپنے میں اتنا آگے نکل گئی کہ اس نے اپنی جان تک داؤ پر لگا دی۔

میں نے تو صرف اپنی بہن کی جان بچانے کی کوشش کی ہے رومان شاہ میرب کی ضد بن چکا تھا اگر میرب کو وہ نہیں ملتا تو میرب دوبارہ بھی اپنی جان لینے کی کوشش کر سکتی تھی تو سوری پاپا میں جان بوجھ کر اپنی بہن کی زندگی کو خطرے میں نہیں ڈال سکتا تھا۔

شامیر اپنے باپ کو اعتماد میں لے کر ساری بات بتا رہا تھا پہلے تو ملک زبیر کافی بھڑک اٹھا مگر جب شامیر نے ساری حقیقت سے آگاہ کیا تو ملک زبیر خاموشی سے بیڈ پر بیٹھ گئے۔ شامیر اب آگے کیا کرنا ہے ملک زبیر نے اپنے بیٹے کی طرف دیکھتے ہوئے بہت تھکے تھکے سے انداز میں پوچھا۔

کرنا کیا ہے پاپا میرب کی پڑھائی مکمل ہونے کے بعد میرب کی رخصتی کر دیں گے مگر پہلے میرب اپنی پڑھائی اچھی طرح سے مکمل کرے۔ ہمم ٹھیک ہے۔ بس پاپا اب آپ اپنے سر پر کوئی ٹینشن مت سوار کر لینا۔۔ جو اللہ کو منظور تھا وہ ہو گیا میرب کا رشتہ رومان شاہ کے ساتھ جڑنا خدا کی طرف سے ہی لکھا تھا۔

مگر شاہ میر میرے دل میں ایک عجیب سا ڈر ہے ملک زبیر کسی گہری سوچ کو سوچتے ہوئے اپنی بیٹے کیطرف دیکھ کر بولے۔ اگر کل کو رومان شاہ نے اس زبردستی کے نکاح کو اپنی انا کا مسئلہ بنا لیا اور ہماری

بیٹی کو کوئی تکلیف دی یا کل کو خدانہ خواستہ میری بیٹی کو چھوڑ دیا تو۔ملک زبیر کے چہرے پر ایک باپ والی پریشانی نظر آرہی تھی۔

اس کی فکر آپ نہ کریں پاپا میرب سیکیورٹی کا انتظام میں نے کر لیا ہے۔مجھے بھی تو پتہ چلے کہ میرب کی سکیورٹی کے لیے تم نے کیا انتظام کیا ہے۔میں نے بھی رومان شاہ کی بہن کے ساتھ نکاح کر لیا ہے۔اور وہ اپنی بہن سے بہت پیار کرتا ہے اس لیے وہ چاہ کر بھی میرب کو کوئی نقصان پہنچانے کے بارے میں سوچے گا بھی نہیں۔

کیا تم نے بھی نکاح کر لیا ہے رفعت بیگم بیچاری حیرت کے ساتھ بیڈ سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔
شاہ میر یہ تم دونوں بہن بھائیوں نے کیا کیا ہے میرے کتنے ارمان تھے تم دونوں کی شادی کو لے کر مگر یہ تم دونوں بہن بھائیوں نے تو چوروں کی طرح نکاح کر لیا ہے رفعت بیگم کو شا میر کے نکاح کا سن کر غصہ آرہا تھا۔

پریشان نہ ہوں ماما آپ کی بہو بہت خوبصورت ہے۔چپ کر جاؤ شاہ میر میں اس وقت مذاق کے موڈ میں نہیں ہوں۔ماما قسم سے آپ کی بہو بہت خوبصورت اور بہت معصوم ہے۔اور ڈرپوک تو اتنی ہے

کہ میرا نہیں خیال وہ کبھی آپ سے جھگڑا کرے گی۔اور تم نے اس ڈرپوک لڑکی کو ڈرا کر زبردستی نکاح کر لیا شرم کرو شاہ میر میں نے تم دونوں بہن بھائیوں کی ایسی پرورش تو نہیں کی تھی۔

تو ماما ہم دونوں بہن بھائیوں نے بھی نکاح کیا ہے بھاگ تھوڑی گئے ہیں جو آپ اپنی پرورش پر انگلیاں اٹھا رہی ہیں شاہ میر اس وقت ہنستے ہوئے اپنی ماں کا موڈ نارمل کر رہا تھا۔جس طرح کا تم دونوں نے نکاح کیا ہے اس سے تو اچھا تھا کہ بھاگ ہی جاتے۔توبہ نعوذ باللہ ماما کیسی باتیں کر رہے ہیں۔

شامیر بہت شریف بن کر اپنے کانوں کو ہاتھ لگاتا ہوا توبہ توبہ کر رہا تھا جس کو دیکھ کر اس کی ماں کی اور ملک زبیر کی ہنسی چھوٹ گئی۔بہت بڑے ڈرامے باز ہو تم دونوں بہن بھائی رفعت بیگم نے بڑی محبت سے اپنے بیٹے کو دیکھتے ہوئے کہا۔



شامیر اپنے روم میں آکر لیٹا تو اس کی آنکھوں کے سامنے وہی منظر گھوم رہا تھا جب رومان شاہ کی باہوں میں مرہا لہراتے ہوئے گر کر بے ہوش ہو گئی تھی۔۔شاہ میر کو مرہا کی بہت فکر ہو رہی تھی پتہ نہیں یہ نکاح کے تین بولوں کی طاقت تھی یا شامیر کے دل میں پہلی نظر کی محبت کا اثر تھا۔

مگر شاہ میر کو سچ میں اس وقت مرہا کی بہت فکر ہو رہی تھی یار کتنی ڈرپوک تم اپنے بھائی کی ذرا سی اونچی آواز سے ہی ڈر کر بے ہوش ہو گئی ہو میری نازک سی جان آپ نے اتنے بڑے اے سی پی کو کیسے سنبھالو گی۔اے سی پی کے لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔www.kitabnagri.com

ooooooooooo

رومان مرہا کو کیا ہوا تھا تم اسے ہاسپٹل لے کر کیوں گئے تھے رومان شاہ کے ہاتھ میں دوائیاں تھی جن کو دیکھ کر رومان شاہ کی ماں نے اس سے سوال کیا تھا۔

یہ دوائیاں کس کی ہیں تو مجبورا فرمان شاہ کو یہ بتانا پڑا تھا کہ میرہا بے ہوش ہو گئی تھی اور وہ اسے ہاسپٹل لے کر گیا تھا۔ویسے بھی یہ کوئی اتنی چھوٹی بات نہیں تھی جسے رومان شاہ اپنی ماں سے چھپا سکتا تھا۔

میرہا تم تو اپنے بھائی کے لیے گفٹ لینے گئی تھی تو پھر تم کہاں چلی گئی تھی ڈرائیور تمہارا انتظار کر کے ڈھونڈ ڈھونڈ کر گھر آیا ہے۔رومان شاہ کی ماں بے حد سے کے ساتھ مرہا پر چلائی تھی۔میرہا ڈر کے مارے رومان شاہ کے پیچھے چھپ رہی تھی۔

امی جان پلیز اپ مرہا پر غصہ مت کریں وہ میرے ساتھ تھی اور باقی کی ساری بات میں آپ کو بتا دوں گا مگر پلیز آپ مرہا پر اس طرح سے غصہ نہیں کریں گی۔

کیوں غصہ نہیں کروں آج اگر زندگی میں پہلی بار اس کو گھر سے اکیلے بھیج ہی دیا تھا تو اس نے مجھے اتنا پریشان کر دیا۔میری جان نکل رہی تھی یہ سوچ سوچ کر کہ یہ لڑکی کہاں چلی گئی۔ کہی اس کے ساتھ کوئی حادثہ تو نہیں پیش آ گیا۔۔اور یہ کتنے آرام سے تمہارے ساتھ گھومتی ہوئی آ رہی ہے۔

امی جان پلیز سمجھنے کی کوشش کریں اس کو روم میں جانے دیں میں آپ کو ساری بات بتا دوں گا اتنی لاپرواہ نہیں ہے ہماری مرہا کہ یوں گھومتی پھرے آخر کچھ تو ایسا ہوا ہو گا نہ جس کی وجہ سے وہ گھر نہیں آ سکی۔۔اب کی بار رومال شاہ کا لہجہ تھوڑا سرد تھا۔

جس کو دیکھتے ہوئے رومان شاہ کی ماں چپ کر گئی کیونکہ اس کا بیٹا نارملی اس انداز سے اپنی ماں سے کبھی بات نہیں کرتا تھا۔ چلو میرا بیٹا آپ اپنے روم میں چل کر آرام کرو اور یہ آپ کی دوائیں ہے۔

کچھ کھانے کے بعد آپ کو رات کو یہ دوا دوبارہ لینی ہے۔ میرہا کے روم میں جانے کے بعد رومان شاہ اپنی ماں کا ہاتھ پکڑ کر انہیں اپنے روم میں اپنے ساتھ لے آیا تھا۔گھر میں کافی نوکر چاکر موجود تھے اور

رومان شاہ بالکل نہیں چاہتا تھا کہ نوکروں کے سامنے مرحا کے نکاح والی بات وہ اپنی ماں کو بتائے اس سے اپنی بہن کی عزت بے حد عزیز تھی۔www.kitabnagri.com

رومان جو بھی بات ہے مجھے جلدی سے بتادو تمہارے چپ رہنے سے میرے اندر پریشانی سے ہول اٹھ رہیں ہے۔رومان شاہ چپ اس لیے تھا کہ اس کو سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ اپنی ماں کو بات کہاں سے شروع کر کے بتائے۔

وہ اپنی ماں کو اس عمر میں ٹینشن بھی نہیں دینا چاہتا تھا مگر ان کی بیٹی کے بارے میں اتنی بڑی بات وہ چھپا بھی نہیں سکتا تھا آخر مرہا کا نکاح ہوا تھا کوئی چھوٹی سی معمولی بات تو نہیں تھی کہ جس کو رومان شاہ چھپا جاتا۔



وہ راستے میں مرہا سے تصدیق کر چکا تھا کہ کیا سچ میں نکاح ہوا تھا یا اے سی پی صرف بکواس کر رہا تھا مگر مرہا کے آنسوں اور اس کی چپ نے یہ بتا دیا تھا کہ اے سی پی نے جو بولا تھا سچ وہی ہے۔اس لیے اب رومان شاہ کا اپنی ماں کو بتانا ضروری ہو گیا تھا۔

رومان مجھے بتاؤ کہ کیا ہوا ہے کیوں بیٹا میرے صبر کو آزمار ہے ہو ان بوڑھی ہڈیوں میں اب اتنی طاقت نہیں ہے کہ وہ کوئی صدمہ برداشت کر سکے۔اور تمہاری چپ کی وجہ سے میرے دماغ میں طرح طرح کے خیالات آرہے ہیں۔www.kitabnagri.com

ٹھیک ہے امی جان میں آپ کو ساری بات بتاتا ہوں مگر آپ مجھ سے وعدہ کریں کہ آپ پریشان ہو کر اپنی طبیعت خراب نہیں کریں گی بس ساری بات سن کر یہ یقین رکھیے گا کہ میں سب کچھ سنبھال لوں گا۔۔

رومان شاہ نے آہستہ آہستہ ساری بات اپنی ماں کے سامنے کھولنی شروع کر دی رومان شاہ کی ماں پر ایک کے بعد ایک بم دھماکے جیسے انکشاف ہو رہے تھے۔



رومان بیٹا تم ایسی سچویشن میں کیا کروگے مجھے تو کچھ سمجھ میں نہیں آرہا۔میری بیٹی کی تو زندگی تباہ ہو گئی ہے امی جان کیسی باتیں کر رہے ہیں اللہ نہ کرے مرہا کی زندگی تباہ ہو میں بہت جلد کمینے سے مرہا کو ڈیورس دلوالوں گا۔رومان شرم کرو بیٹا اپنے گھر بیٹھی ہوئی بہن کو طلاق دلواؤ گے۔

توامی آپ کیا چاہتی ہیں کہ میں اس گھٹیا انسان کے ساتھ اپنی بہن کو رخصت کر دوں ایسا تو میں کبھی نہیں ہونے دوں گا۔رومان لڑکی چاہے گھر پر ہی کیوں نہ بیٹھی رہے مگر جب اس پر طلاق کا دھبہ لگ جاتا ہے تو بیٹیوں کے اچھے رشتے نہیں آتے۔۔www.kitabnagri.com

امی جان آپ کس دور میں جی رہی ہیں آج کے وقت میں ایسا کچھ بھی نہیں ہوتا۔اور جب مرہا کی کوئی غلطی ہی نہیں ہے تو پھر مرہا کو کوئی غلط کیوں سمجھے گا۔

ہاں رومان بیٹا اب آپ لوگ بڑے ہو گئے ہو اور سمجھدار بھی اس لیے اس کم لکھی پڑی اولڈ ماں کے خیالات میرے بیٹے کو غلط ہی لگیں گے۔پلیز امی جان میرا ارادہ آپ کا دل دکھانے کا ہرگز نہیں تھا اور نہ ہی میری بات کا یہ مطلب تھا رومان شاہ بہت شرمندہ ہوتا ہوا اٹھ کر اپنی ماں کے قدموں میں بیٹھ گیا تھا۔

اپنی ماں کے ہاتھوں کو پکڑ کر چومتے ہوئے اپنی آنکھوں کو لگا رہا تھا۔میں اپنی ماں کو اولڈ یا کم پڑھی لکھی سمجھوں تو لعنت ہے میری پڑھائی پر۔

میری ماں ورلڈ کی بیسٹ ماں ہے اور آپ سے کس نے کہا کہ آپ کم پڑھی لکھی ہیں جیسی پرورش آپ نے میری اور مرہا کی ہے ایسی پرورش تو کوئی پڑھی لکھی ماں بھی نہیں کر سکتی تھی۔

بس امی جان میں تو صرف اتنا چاہتا ہوں کہ میں مرہا کو اس انسان کے ساتھ رخصت نہیں کر سکتا زہر لگتا ہے وہ شخص مجھے۔اور جس سے تم نکاح کر کے آئے ہو اس کے بارے میں کیا خیال ہے۔وہ تو مجھے حد سے بھی زیادہ زہر لگتی ہے اتنی زہر کس کا نام لیتے ہی میرا منہ کڑوا ہو جاتا ہے۔

مگر وہ تو میرے بیٹے سے بہت پیار کرتی ہے اتنا پیار کہ اس پاگل نے اپنی جان تک لینی چاہی۔میری بھولی امی جان اس کو پیار نہیں پاگل پن کے دورے کہتے ہیں۔

رومان بیٹا میرا جتنا تجربہ ہے اس تجربے سے میں کہہ سکتی ہوں کہ وہ بچی تم سے بہت پیار کرتی ہے۔اور رومان بیٹا کسی کے پیار کو یوں دھتکارتے نہیں ہیں۔ضروری نہیں ہے کہ جو تمہارے ساتھ ہوا تم بھی دوسروں کو وہی واپس کرو۔



امی جان میں اس بارے میں کوئی بات نہیں کرنا چاہتا پلیز اور رہی بات اس لڑکی کی تو اسے تو ایک بار میں رخصت کر کے ضرور لے کر آؤں گا۔اس کے بھائی نے جو ڈنگے کی چوٹ پر نکاح کروایا ہے۔اگر ان دونوں بہن بھائیوں کو میں نے خون کے آنسوں نہیں رلایا تو میرا نام بھی رومان شاہ نہیں۔

رومان بیٹا تم پوزیٹو کیوں سوچتے نہیں شاید اللہ کی یہی مرضی ہو اور تم دونوں کے جوڑے اللہ نے آسمانوں پر ان دونوں بہن بھائیوں کے ساتھ ہی بنائے ہو۔

کیوں امی جان ہم دونوں بہن بھائیوں کی قسمت اتنی ہی خراب ہے کہ ہمارے جوڑے اس اے سی پی اور اس کی بہن سے بنے ہوئے ہے۔رومان شاہ نے بدمزا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

مرہا دوائی کھا کر سونے ہی لگی تھی کہ اس کے فون پر بیل بجی تھی۔فون پر ان نون نمبر دیکھ کر واپس سائیڈ ٹیبل پر رکھ دیا۔

کچھ دیر بعد مرہا کے فون پر مسلسل میسج آنے لگے میرہا نے ڈرتے ڈرتے میسج اوپن کیے تو اسی ان نون نمبر سے بہت سارے میسج آئے تھے۔

مرہا نے جلدی سے فون بند کر کے رکھنا چاہا تھا مگر پہلا میسج ہی اتنا دھمکی بھرا تھا کہ میرہا نے نا چاہتے ہوئے بھی میسج کو پورا پڑا۔۔میرا میسج پورا پڑھنا اور اگر فون اوف کرنے کی کوشش بھی کی تو۔

انجام کی ذمہ دار تم خود ہو گی اور میں کیا کر سکتا ہوں یہ مجھے تمہیں بتانے کی ضرورت نہیں ہے ایک منٹ سے پہلے میرا فون اٹھاؤ اور اگر اپنے بھائی کو بتانے کی کوشش بھی کی تو اس کی موت کی ذمہ دار بھی تم خود ہو گی تمہارا کچھ گھنٹوں پہلے بنا شوہر اے سی پی شامیر ملک۔۔۔شاہ میر مرہا کو میسج کرنے کے بعد اب فون کو اپنی انگلیوں سے گھما رہا تھا اور اس کے چہرے پر کھلتی ہوئی ہنسی دیکھنے کے لائق تھی۔

شامیر نے جس طرح کا مرہا کو آوارہ غنڈو کے جیسا میسج کیا تھا۔وہ میسج ٹائپ کرتے ہوئے اسے خود بھی ہنسی آرہی تھی۔

اس نے یہ میسج صرف مرہا کو ڈرانے کے لیے کیا تھا کیونکہ وہ کب سے میرہا کو کال کر رہا تھا اور مرہا فون نہیں اٹھا رہی تھی۔اور اس کے پولیس والے شاطر دماغ نے اسے پہلے سے ہی الرٹ کر دیا تھا کہ میرہا اس کا میسج دیکھتے ہی فون بند کر دے گی۔



اس لیے اس نے مرہا کو دھمکی آمیز میسج سینڈ کیا تھا۔شامیر مرہا سے اس کا حال چال پوچھنا چاہتا تھا۔اور اس وقت وہ رومان شاہ کو فون کر کے مصیبت کو دعوت نہیں دینا چاہتا تھا۔

اسی لیے اس نے میرا کا نمبر حاصل کیا تھا شامیر کی جتنی پہنچ تھی اس کے لیے ایک نمبر حاصل کرنا کوئی مشکل کام نہیں تھا۔

بیوی کیسی ہو۔۔ مرہا کے فون اٹھاتے ہی شامیر کا پہلا سوال۔۔ آپ کو اس سے مطلب۔۔۔بیوی ہو میری مجھے مطلب نہیں ہو گا تو کس کو ہو گا وہ ہنستے ہوئے بولا۔۔۔

جی نہیں میں آپ کی بیوی نہیں ہوں۔۔ مگر میں تو آپ کا شوہر ہوں۔ میں آپ کو اپنا شوہر نہیں مانتی ۔۔اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا میرا اور آپ کا نکاح ہوا ہے تو میاں بیوی کا رشتہ تو بن چکا ہے اب تمہارے ماننے یا نہ ماننے سے رشتہ بدل نہیں سکتا۔

بہت جلد بھائی آپ کا اور میرا رشتہ ختم کروا دیں گے۔۔ وہ کیسے۔۔ آپ کا اور میرا طلاق کروا کر ۔۔شٹ اپ دوبارہ اس لفظ کا استعمال سوچ سمجھ کر کرنا۔ ورنہ کیا کریں گے۔۔ آپ کے بھائی کی جان لے لوں گا۔۔ آپ ہر بات میں میرے بھائی کو بیچ میں کیوں لے آتے ہیں وہ رونا شروع ہو گئی تھی۔۔ چپ کرو تماری تبیعت خراب ہو جائے گی کچھ نہیں کروں گا تمہارے کھڑوس بھائی کو۔۔۔میرا بھائی کھڑوس نہیں ہے۔۔تو پھر کیا ہے۔۔بہت پیارے ہے۔۔اور میں۔۔مجھے نہیں پتا۔۔ہاہاہا تو پھر اپنے دل سے پوچھ کر پتہ لگاؤ کے میں کیسا ہوں۔۔مجھے پتہ لگانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔۔ مگر مجھے

ضرورت ہے۔۔میں فون بند کرنے لگی ہوں۔۔سوچنا بھی مت مجھے ابھی اپنی بیوی سے اور بات کرنی ہے۔۔۔

آپ مجھے بار بار اپنی بیوی مت بولے۔۔میں تو بولوں گا اپنی بیوی کو بیوی بلانا کوئی جرم ہے۔۔شامیر کو مرہا سے بات کرنا بہت اچھا لگ رہا تھا شاہ میر نے کب سوچا تھا کہ اچانک سے کوئی لڑکی اس کے دل پر یوں دستک دیے بنا اس کے دل کے تخت پر قبضہ جما لے گی۔۔شاہ میر پتہ نہیں ابھی اور کتنی دیر تک اسے جگائے رکھتا اور اس سے باتیں کرتا مگر۔۔

مرہا نے اچانک اون فون کو ہی اپنے تکیے کے نیچے رکھ دیا تھا۔روم میں شائد مرہا کی امی آئی تھی تو مرہا نے گبھرا کر فون تکیے کے نیچے رکھا تھا۔۔ڈرپوک لڑکی شوہر کو جلدی سے گڈ نائٹ ہی بول دیتی شاہ میر کے لبوں پر مسکراہٹ کھل رہی تھی۔۔



oooooooooo

گڈ مارننگ شاہ جی کیسے ہے آپ۔۔جب سے تمہاری شکل دیکھی ہے میری کوئی بھی مارننگ گڈ نہیں رہی۔اور میں کیسا ہوں اس سے تمہیں کوئی مطلب نہیں ہونا چاہیے۔۔میرب نے بڑی ہمت کر کے صبح صبح رومان شاہ کو فون کیا تھا۔شاہ کیوں آپ ہر وقت منہ میں انگارے چباتے رہتے ہیں۔

تم مطلب کی بات بولو مجھے صبح صبح تمہاری فضول باتیں نہیں سننی۔شاہ پلیز اب تو آپ میرے ساتھ اس طرح سے بات مت کریں۔کیوں اب تم میں ایسی کون سی خاصیت آگئی پیدا ہو گئی ہے جس کی وجہ سے میں تمہارے ساتھ عزت سے پیش آؤں۔

شاہ اب تو میرا آپ کے ساتھ نکاح ہو گیا ہے میرب بیچاری بڑی معصومیت سے بتا رہی تھی جیسے کہ رومان شاہ کو تو پتہ ہی نہ ہو کہ ان دونوں کا نکاح ہو گیا ہے۔ ہمم پھر تو تم تیاری کرو تاکہ میں تمہیں رخصت کر کے اپنے گھر لا سکوں یہ جاکر اپنے بھائی کو میرا پیغام دو کہ میں تمہیں رخصت کر کے لے جانا چاہتا ہوں۔



میں بھائی سے کیسے کہہ سکتی ہوں۔۔میرے خیال سے تو زبان سے کہہ سکتی ہو۔۔میرا مطلب ہے میں اپنی رخصتی کی بات کیسے کر سکتی ہوں۔۔جیسے کلائی کاٹ کر اپنے نکاح کی بات کی تھی ویسے ہی۔۔میں نے بھائی سے کوئی بات نہیں کی۔۔ ہمم تو پھر مجھے لگتا ہے تمہارے بھائی کو الہام ہوا ہوگا کہ اس کی پیاری بہن رومان شاہ کو اپنا دل دے بیٹھی ہے۔

شاہ پلیز آپ میری کسی بات کا تو یقین کر لیا کریں میں نے بھائی کو نہیں بتایا۔۔۔بتایا ہے یا نہیں مجھے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔۔ تم نے جو کرنا چاہتی تھی ۔۔۔وہ تم نے اپنے بھائی کے ہاتھوں سے مجھے کروالیا ہے۔۔۔اب میری باری ہے۔مجھے نہیں پتہ کہ تم کیسے اپنے بھائی سے کہو گی مگر میرا پیغام اس تک پہنچاؤ کہ میں آنے والے دو دنوں میں تمہاری رخصتی چاہتا ہوں نہیں تو طلاق کے پیپر سائن کر کے تمہارے گھر پر بجھوادوں گا۔۔۔

شاہ اللہ نہ کرے کہ ہم دونوں کا طلاق ہو اتنی گندی بات آپ نے کتنی آرام سے بول دی ہے۔۔ تم مجھے گیان بعد میں دینا پہلے جا کر اپنے بھائی تک میرا پیغام پہنچاؤ۔ورنہ جس بات کے لیے تم مجھے ابھی گیان دے رہی ہو میں وہ کام کرتے ہوئے بھی دل نہیں لگاؤں گا۔۔رات تک مجھے جواب چاہیے اور ہاں جواب ہاں میں ہونا چاہیے نہ کی صورت میں میں طلاق کے پیپر تمہارے گھر پر بجھوادوں گا۔۔۔

شاہ آپ کتنے پتھر دل انسان ہے اتنی آسانی سے اتنا بڑا جملہ بول دیا۔ میرب بیچاری بند فون کو ہاتھ میں لیے ہوئے۔نم آنکھوں سے سوچ رہی تھی کہ اس نے کس بندے سے عشق کر لیا ہے۔جو ہر گھڑی ایک نئے روپ کے ساتھ اس کے سامنے آرہا ہے۔

چل میرا بی بی جب اتنے کھڑوس سے عشق کیا ہے تو سزا بھگتنے کے لیے بھی تیار ہو جاؤ۔اب چل کر بھائی تک اس کا پیغام تو پہنچانا پڑے گا۔۔

میرب میں اتنی جلدی تمہاری رخصتی کی بات تمارے بھائی سے کیسے کر سکتی ہوں۔۔ماما پلیز سمجھنے کی کوشش کریں اس نے یہ دھمکی دی ہے کہ اگر بھائی میری رخصتی نہیں کریں گے تو وہ مجھے طلاق کے پیپر سائن کر کے بھیج دے گا۔۔میرب نے روتے ہوئے اپنی ماں کو بتایا۔۔

میرب بیٹا رونا بند کرو ابھی تو تمہاری طبیعت بھی پوری طرح سے ٹھیک نہیں ہوئی بیٹا تمہارے پاپا نہیں مانے گے۔ابھی تو آپ تم پڑھ رہی ہو تمہارے ایگزام سر پر ہیں۔۔



تو ایسے میں تمہاری رخصتی کی بات میں کیسے تمہارے بھائی اور باپ سے کروں رفت بیگم اپنی بیٹی کے آنسوں دیکھ کر بہت پریشان ہو گئی تھی۔

ان کو سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا کریں امی پلیز میں آپ کے آگے ہاتھ جوڑتی ہوں آپ میرا طلاق مت ہونے دینا۔ میرب اپنی ماں کے قدموں میں بیٹھتے ہوئے ان کے آگے ہاتھ جوڑ رہی تھی۔ اٹھو میری جان میرے پاس بیٹھو۔۔ میرا بیٹا سب سے پہلے اپنے آنسوں صاف کرو میں پوری کوشش کروں گی تمہارے پاپا اور بھائی سے بات کرنے کی میرب کی ماں اپنی بیٹی کے آنسوں صاف کرتے ہوئے اسے اپنے سینے سے لگا کر بول رہی تھی۔

رفعت بیگم آپ کیا بول رہی ہیں میں اپنی بیٹی کی اتنی جلدی رخصتی نہیں کر سکتا۔ ابھی وہ بہت چھوٹی ہے۔ اور ابھی تو اس کی پڑھائی بھی مکمل نہیں ہوئی۔ تو کیا چاہتے ہیں کہ گھر بیٹھی بیٹی کو ہی طلاق دلوا کر ہمیشہ کے لیے اسے داغدار بنا دیں گے۔

استغفر اللہ میرب کی ماں بولنے سے پہلے کبھی سوچ بھی لیا کریں کہ آپ کس طرح کا جملہ بول رہی ہے۔ زبیر ملک نے غصے سے اپنی بیوی کی طرف دیکھا۔ سوچیں ذرا جس جملے کو سن کر آپ توبہ استغفار کر رہے ہیں۔ اگر وہ الفاظ رومان شاہ ہماری بیٹی کو بول گیا تو ہم تو جیتے جی دنیا سے اٹھ جائیں گے۔

اسی لیے بول رہی ہوں کہ رومان شاہ جو ڈیمانڈ کر رہا ہے اس کی پوری کر دیں۔۔یہ مت بھولیں کہ ہمارے بیٹے نے زبردستی اس کی بہن کو اغوا کر کے میرب کا نکاح کروایا ہے اب میرے خیال سے ہم ایسی سچویشن میں نہیں ہیں کہ ہم اپنی ڈیمانڈز اس کے سامنے رکھیں۔۔

او کے ٹھیک ہے میں شاہ میر سے بات کرتا ہوں۔ملک زبیر نے اپنی بیوی کی عقلمندی والی بات سن کر ہتھیار ڈال دیے تھے۔ابھی جائیں اور شامیر سے بات کریں بلکہ میں بھی آپ کے ساتھ چلتی ہوں۔
پاپا اس وقت ہم میرب کی رخصتی کیسے کر سکتے ہیں۔شامیر اپنے پاپا کی رخصتی والی بات پر بھڑک اٹھا تھا
۔بیٹا جیسے تم نے نکاح کروایا ہے اسی طرح سے رخصتی بھی کر سکتے ہیں۔
پاپا پلیز آپ نکاح والی بات کو مت دہرائیں میں آپ کو ساری صورتحال سے آگاہ کر چکا ہوں۔



تو میں بھی تمہیں تازہ ترین صورتحال سے آگاہ کر دیتا ہوں۔کہ رومان شاہ نے میرب کو فون پر دھمکی دی ہے کہ۔اگر تم اس کی رخصتی نہیں کرواؤ گے تو وہ طلاق کے پیپر سائن کر کے ہمارے گھر پر دے جائے گا۔۔

بڑا ہی کوئی کمینہ شخص ہے جتنا اڑیل میں اس کو سمجھتا ہوں یہ تو میری سوچ سے بھی کہی زیادہ بد دماغ ہے۔www.kitabnagri.com

اسی لیے کہہ رہا ہوں کہ اس بد دماغ کا کہنا مان لو اور باعزت میرب کی رخصتی کر دو۔۔۔ مگر پاپا ابھی تک تو اس کے ہاتھوں کے زخم بھی ٹھیک نہیں ہوئے تو دو دن کے اندر کیسے رخصتی کروا دوں۔

اللہ تعالی سب بہتر کرے گا مگر اس وقت جو سچویشن ہے ہمیں رومان شاہ کی ڈیمانڈ مان لینی چاہیے۔شاہ میر کی ماں نے اپنا فیصلہ سنایا تھا۔۔ ٹھیک ہے پھر آپ تیاری کریں میں رومان شاہ سے بات کر کے آپ کو بتاتا ہوں۔شاہ میر اپنے دماغ میں کچھ سوچتے ہوئے بولا تھا۔۔

شامیر نے اپنے ماں باپ کے جانے کے بعد رومان شاہ کا نمبر ڈائل کیا۔۔۔بکو کو کیا کہنا ہے۔۔رومان شاہ نے فون اٹھاتے ہی منہ سے انگارہ نکالا تھا۔۔تم پیدائشی ایسے تھے یا بعد میں تمہیں کوئی وائرس ہو گیا تھا۔جس کی وجہ سے تمہاری زبان اتنی کڑوی ہو گئی ہے۔۔

رومان شاہ کے بد تمیزی والے لہجے پر اے سی پی شامیر نے بھڑک کر جواب دیا۔۔ کیا کروں اے سی پی تمہاری آواز میرے کانوں میں پڑتی ہے تو میری زبان زہر اگلنا شروع کر دیتی ہے۔۔اور زیادہ دیر تک میرے کان تمہاری آواز برداشت نہیں کر سکیں گے اس لیے جو بکنا ہے جلدی بکو۔۔

تم نے میرب کو فون پر دھمکی دی ہے کہ اگر میں اس کی رخصتی نہیں کرواؤں گا تو تم اسے طلاق دے دو گے۔ دھمکی نہیں دی حقیقت سے آگاہ کیا ہے۔

رخصتی کی بات تمیز کے دائرے میں رہتے ہوئے تم میرے ساتھ بھی کر سکتے۔۔اے سی پی تمہارے منہ سے تمیز والی باتیں اچھی نہیں لگتی۔۔اور نہ ہی تم دونوں بہن بھائیوں نے کوئی ایسا کارنامہ سرانجام دیا ہے جس کی بنا پر میں تمہارے ساتھ تمیز سے بات کروں۔۔



جب تمہاری بہن مجھے پرپوز کرنے کے لیے میرے آفس تک پہنچ سکتی ہے۔۔ تو پھر رخصتی کی بات اگر میں نے ڈائریکٹ تماری بہن سے کرلی ہے۔ تو اس میں میرے خیال سے تو کوئی غلط بات نہیں ہے۔۔

رومان شاہ اگر میری بہن بچپنے میں تم جیسے اڑیل انسان سے دل لگا کر غلطی کر بیٹھی ہے۔تو تم یوں بار بار اس کو اپنی تنقید کا نشانہ مت بناؤ۔۔

اور میری بہن کو تنقید کرنے سے پہلے یہ ضرور سوچ لیا کرو کہ تمہاری بہن بھی اس وقت میرے نکاح میں ہے۔۔اے سی پی خبر دار جو اپنی گندی زبان سے میری بہن کا نام بھی لیا تو۔۔

میں نہیں مانتا اس نکاح کو اور نہ ہی میرے نزدیک اس نکاح کی کوئی اہمیت ہے بہت جلد میں اپنی بہن کو اس زبردستی کے نکاح سے آزاد کروالوں گا۔رومان شاہ اپنی بہن کے نام پر آگ بگولا ہو گیا۔

اور تجھے لگتا ہے کہ اے سی پی نے اتنی کچی گولیاں کھیلی ہیں کہ آسانی سے تمہاری بہن کو آزاد کر دے گا۔۔اے سی پی شاہ میر نے رومان سے بھی زیادہ چلاتے ہوئے کہا۔۔

میری بہن کو آزادی دلوانے کے لیے مجھے تمہاری ضرورت نہیں ہے۔۔میں یہ کام باسانی عدالت سے کروا سکتا ہوں۔۔۔اچھا تو جب کل کو اپنی بہن کی شادی کسی اور سے کرو گے تو اس کی طلاق کا ریزن کیا دو گے۔۔۔لوگ تو کردار پر بھی انگلیاں اٹھانے سے گریز نہیں کرتے۔شاہ میر نے رومان شاہ کو

حقیقت سے روبرو کروایا تھا۔۔۔اے سی پی آکر تیرے حلق سے زبان باہر کھینچ لوں گا۔۔اگر دوبارہ میری بہن کے بارے میں کچھ کہا تو۔۔۔رومان شاہ چلایا تھا۔۔

چلا مت رومان شاہ۔ چلانا مجھے بھی آتا ہے۔ صرف یہ سمجھانے کے لیے بول رہا تھا۔ کہ اگر تم میری بہن پر کیچڑ اچھالو گے تو میں بھی پیچھے نہیں ہٹوں گا۔۔ کیوں کہ پیار میں بھی اپنی بہن سے بہت کرتا ہوں۔۔

اور رہی بات میرب کی رخصتی کی تو میں رخصتی کے لیے تیار ہوں۔۔۔ مگر میری یہ شرط ہے کہ تم بھی اپنی بہن کی رخصتی کی تیاری کرو۔۔



میں اپنی بہن کو تمہارے ساتھ کبھی رخصت نہیں کروں گا۔۔رخصت تو کرنا پڑے گا۔ بیوی ہے وہ اے سی پی کی۔۔ میں بھی دیکھتا ہوں کہ تم کیسے میری بیوی کو میرے ساتھ رخصت نہیں کرتے۔



اے سی پی ایڑی چوٹی کا زور لگا لو مگر میں مرہا کو تمہارے ساتھ کبھی رخصت نہیں کروں گا۔ دونوں اس وقت کا اپنی اپنی بات پر اڑے ہوئے تھے۔ دونوں میں سے کوئی بھی جھکنے کو تیار نہیں تھا۔۔

رومان شاہ جب تم میری بہن کی رخصتی مانگ سکتے ہو تو پھر اپنی بہن کو رخصت کرنے میں تمہیں کیا پرابلم ہے۔۔۔کیونکہ تمہاری بہن نے مجھے خود پسند کر کے زبردستی مجھ سے نکاح کیا ہے۔۔اور میری بہن تو تم جیسے کمینے کو جانتی تک نہیں تھی۔۔

تم نے تو زبردستی میری معصوم بہن کو اس سارے معاملے میں گھسیٹا ہے۔۔اس لیے میں کیوں کروں اپنی بہن کی رخصتی تمہارے ساتھ۔۔رومان شاہ اپنی بات پر اٹل تھا۔۔

سوچ لو رومان شاہ فیصلہ تمہارے ہاتھ میں ہے میں میرب کو رخصت اسی صورت میں کروں گا۔جب تم اپنی بہن کو میرے ساتھ رخصت کرو گے۔اور طلاق کی صورت میں لڑکی کو کتنا خمیازہ بھگتنا پڑتا ہے میرا نہیں خیال کہ تم اتنے دودھ پیتے بچے ہو کہ تمہیں پتہ نہ ہو۔۔

اپنا فیصلہ سنا کر اے سی پی شامیر نے فون بند کر دیا تھا۔۔ آہ ہ ہ آ۔۔رومان شاہ نے غصے سے چیختے ہوئے۔اپنا ہاتھ اپنے سامنے پڑی ہوئی شیشے کی ٹیبل کے اوپر مارا تھا۔۔رومان شاہ کے سخت اور مضبوط ہاتھ ٹیبل پر لگنے سے ٹیبل کا شیشہ چور چور ہو کر ٹوٹ گیا تھا۔

اور اس کی کئی کرچیاں رومان شاہ کے ہاتھ میں بھی دانس گئی تھی۔۔میرب میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گا۔ تمہاری وجہ سے میری معصوم بہن کی زندگی داؤ پر لگ گئی ہے۔۔تم ایک بار میرے ہاتھ آجاؤ میں تمہیں اتنی اذیتیں دوں گا کہ تم پچھتاؤ گی۔ اس وقت کو کہ جب تم نے رومان شاہ جیسے شخص سے پیار کرنے کی جراءت کی۔۔

رومان شاہ اس وقت اتنے غصے میں تھا کہ اسے اپنے ہاتھ میں چبے ہوئے شیشے کا بھی درد نہیں ہو رہا تھا۔ اور نہ ہی اپنے ہاتھ سے بہتا ہوا خون نظر آرہا تھا۔خون کے قطرے نیچے فرش پر گر رہے تھے۔جو کافی جگہ گیلی کر چکے تھے۔۔مگر رومان شاہ اس وقت اپنے درد کو اگنور کیے ہوئے غصے میں بیٹھا ہوا تھا۔ رومان شاہ کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اگر میرب اس کے سامنے ہو تو وہ اس کا گلا دبا دے۔



ooooooo

گڈ مارننگ بیوی میرا فون اٹھاؤ مرہا کے نمبر پر اے سی بھی شامیر کی کئی کالز آچکی تھی۔ مگر وہ بیل کو بند کیے ہوئے فون کو اپنے ہاتھ میں لے کر صوفے پر ڈری ہوئی بیٹھی تھی۔۔

اب اس کے واٹس ایپ پر شاہ میر کا وائس آیا تھا۔۔۔اللہ جی یہ کس کو میرے پیچھے لگا دیا ہے۔ مرہا شاہ میر کا وائس میسج سن کر ڈری ہوئی صوفے پر بیٹھی ہوئی بول رہی تھی۔ ڈر کے مارے مرہا کی ہتھیلیوں میں پسینے آنے لگے تھے۔۔ مرہا فون کی طرف ایسے دیکھ رہی تھی۔ کہ جیسے اے سی پی شامیر فون سے نکل کر ابھی باہر آجائے گا۔۔

میرے خیال سے اب تو تم میرا نمبر اور میری آواز دونوں کو پہچان چکی ہو۔۔ تو بیوی بہتر ہے کہ میرا فون بنا دھمکی کے اٹھاؤ مجھے تم سے بات کرنی ہے۔

شامیر نے اپنا وائس میسج سین ہوا دیکھ لیا تھا۔۔ اب اس نے ٹیکسٹ لکھ کر بھیجا تھا۔۔ کہاں پھنس گئی ہوں میں۔۔۔ مرہا اس وقت رو دینے والی صورت بنائے ہوئے فون کو اپنے ہاتھ میں لیے ہوئے بیٹھی تھی۔

ٹیکس میسج کے بعد اب اے سی پی شامیر کی فون کال آرہی تھی۔۔۔ مرہا نے کانپتے ہاتھوں سے اپنے کان کو لگایا۔۔ بیوی میری پہلی کال پر ہی فون کیوں نہیں اٹھاتی ہو۔۔۔ کیا اب روز تمہیں پہلے دھمکی بھرا میسج بھیجا کروں گا۔۔۔ اور اس کے بعد تم میرا فون اٹھاؤ گی۔۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ آپ مجھے فون کرتے ہی کیوں ہیں۔اور دوسری بات یہ کہ مجھے اور بھی بہت سارے کام ہوتے ہیں سوائے آپ کا فون سننے کے۔۔۔

مرہا نے اپنی طرف سے بہت تڑکتی بھڑکتی آواز میں جواب دیا تھا۔۔ مگر اس کی آواز میں اتنا ڈر اور معصومیت تھی۔ کہ اے سی پی کے لبوں پر ہنسی بکھر گئی۔۔

ہمم ذرا میں بھی تو سنو کہ میری بیوی کو اور کون کون سے ضروری کام ہوتے ہیں۔۔ آپ مجھے بار بار بیوی کہہ کر مت بلایا کرے۔ مجھے بہت غصہ آتا ہے۔۔ مگر مجھے بہت اچھا لگتا ہے تمہیں بار بار اپنی بیوی کہنا۔۔

میں تو سوچ رہا ہوں کہ جب تم رخصت ہو کر میرے پاس آجاؤ گی تب بھی روز میں تمہیں بیوی کہہ کر ہی بلاؤں گا۔ قسم سے میری تو زبان میٹھی ہو جاتی ہے تمہیں اپنی بیوی کہنے سے۔۔ وہ اپنے انابی لبوں سے مسکرا رہا تھا۔

میں رخصت ہو کر آپ کے پاس کبھی نہیں آؤں گی اور نہ ہی میرا بھائی ایسا کچھ ہونے دے گا ۔۔تمہارے بھائی کی تو ایسی کی تیسی میں بھی دیکھتا ہوں کیسے میری بیوی کو میرے پاس آنے سے روکتا ہے۔

اگر گھی سیدھی انگلی سے نہیں نکلا تو یہ مت بھولنا تم دونوں بہن بھائی کہ میں ایک پولیس والا ہوں میرا دماغ سیدھے کاموں سے کہیں زیادہ الٹے کاموں میں چلتا ہے۔۔

ک ک کیا کریں گے آپ وہ ڈری ہوئی سی اٹک اٹک کر بولی تھی۔۔ تمہیں اٹھا کر لے آؤں گا۔۔دوسری طرف سے ٹک سے بند کر دیا گیا تھا۔۔

وہ اپنے انابی لبوں سے کھلکھلا کر ہنس رہا تھا۔۔میری ڈرپوک بیوی کیا بنے گا تمہارا۔۔شوہر کے سینے میں شیر کا دل ہے۔جو دشمنوں کے سامنے سینہ تان کر کھڑا ہو جاتا ہے۔ڈر جس کے پاس سے بھی نہیں گزرا۔۔

اور بیوی تمارے سینے میں تو چڑیا کا دل ہے جو ذرا سی اونچی آواز اور دھمکی سے لرز اٹھتا ہے۔۔

بہت انٹرسٹنگ ہو گی ہماری زندگی جب بھی آپ ڈر کر اور گھبرا کر سہم جایا کریں گی۔میں آپ کو اپنے مضبوط بازوں میں چھپا کر اپنے سینے سے لگالوں گا۔۔

بس اب تو ایک دن کی دوری ہے۔۔اس کے بعد تو آپ کا یہ اے سی پی آپ کو خود سے ایک منٹ کے لیے بھی دور نہیں ہونے دے گا۔۔

کیونکہ اے سی پی اپنے مجرموں کو اتنی آسانی سے نہیں چھوڑتا۔۔اور آپ نے تو پہلی نظر میں اے سی پی کا دل چرایا ہے جس کی سزا آپ کو ساری زندگی بھگتنی پڑے گی۔وہ سوچ کر مسکرا رہا تھا۔۔

اپنی ہنسی کو روکھنے کے لیے وہ اپنے نچلے ہونٹ کے کنارے کو دانتوں تلے دبا گیا۔۔وہ ہنستے ہوئے بہت جاذب نظر لگ رہا تھا۔۔وہ مرہا کی سوچوں میں اتنا گم تھا کہ سامنے بیٹھا ہوا کانسٹیبل بہادر کب سے اسے دیکھ کر ہنس رہا تھا۔۔سر جی خیریت تو ہے اکیلے اکیلے بہت مسکرا رہے ہیں۔۔۔سر جی کہیں آپ کو پیار تو نہیں ہو گیا۔۔



بہادر کی آواز پر اے سی پی نے نظر اٹھا کر بہادر کی طرف دیکھا تھا۔ہاں بہادر زندگی میں پہلی بار تم نے صحیح بات کی ہے۔۔سچ میں تمہارے اے سی پی کو پیار ہو گیا ہے۔۔اور بہت جلد تمارا اے سی پی شادی کر کے تمہارے لیے بھابھی لانے والا ہے وہ مسکراتے ہوئے بولا تھا۔۔

ماشاءاللہ جی ماشاءاللہ سر جی پھر تو بہت بہت مبارک ہو بہادر اور باقی ٹیم بہت خوشی سے اے سی پی کو مبارکباد دے رہی تھی۔۔۔ سر جی آپ کی شادی کی خوشی میں ہم لوگوں نے آپ سے بہت اچھی والی ٹریٹ لینی ہے۔۔ہاں ہاں بہادر بے فکر رہو جیسی ٹریٹ مانگو گے ویسی مل جائے گی ایسی پی ہنستے ہوئے اپنی ٹیم کی ڈیمانڈ سن رہا تھا۔۔

اس وقت وہ اتنا خوش تھا کہ اس کا دل کر رہا تھا کہ وہ ہر طرف مٹھائیاں بانٹے کیونکہ مرہا کی صورت میں اسے اپنی من پسند شریک حیات ملنے والی تھی۔۔۔

سر جی کب کر رہے ہیں آپ شادی بہادر نے اگلا سوال اے سی پی کی طرف اچھالا۔

بس کہیں وہ بے لگام گھوڑا بات مان جائے اے سی پی اپنے منہ میں ہی بڑبڑایا تھا۔۔۔بہادر انشاءاللہ بہت جلدی تم لوگوں کو خوشخبری سناؤں گا۔۔واہ سر جی آپ نے تو چھکا ہی لگا دیا۔۔ چپ چاپ سے پلاننگ کر لی اور ہمیں پتہ تک نہیں لگنے دیا۔



ہائے بہادر کیسے بتاؤں کہ مجھے تو خود نہیں پتہ چلا کہ کب وہ چھوٹی سی نازک لڑکی اے سی پی کے دل میں آکر اس کا دل چرا کر لے گئی۔۔۔اے سی پی سوچتے ہوئے مسکرا دیا۔

شاہ میر کو تو خود اپنی حالت پر ہنسی آرہی تھی وہ مرہا کے لیے اتنا بے چین ہو رہا تھا۔۔ کہ اگر اس کا بس چلتا تو وہ ایک منٹ سے پہلے جا کر میرا کو اپنے پاس لے آتا۔۔

oooooooooooo

امی جان آپ میری بات کو سمجھنے کی کوشش کریں۔میں مرہا کو اس کمینے اے سی پی کے ساتھ میں کبھی بھی رخصت نہیں کروں گا۔۔رومان بیٹا تم میری بات کو رد کر رہے ہو۔امی جان اللہ نہ کرے کہ میں آپ کی بات کو رد کروں کیوں آپ مجھے گنہگار کر رہی ہے۔۔

رومان شاہ کی ماں کو آج اے سی پی شامیر کا فون آیا تھا۔اور اس نے بہت تحمل کے ساتھ رومان شاہ کی ماں سے مرہا کی رخصتی مانگی تھی۔۔رومان شاہ کی ماں نے پہلے تو وہی ریزن دیا کہ میرہا کی ابھی پڑھائی مکمل نہیں ہوئی۔



اس لیے وہ ابھی رخصتی نہیں کر سکتی۔اور دوسرا وہ اپنی بیٹی کو زبردستی کے نکاح میں نہیں باندھ سکتی۔۔

مگر اس کے بعد جب شامیر نے یہ کہا کہ رخصتی سے میرہا کی پڑھائی پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ وہ شادی کے بعد بھی اپنی سٹڈی جاری رکھ سکتی ہے۔

میری طرف سے کوئی پابندی نہیں ہو گی۔ اور اس نے یہ بھی کہا تھا کہ ماں جی آپ اپنی بیٹی کی طرف سے بے فکر ہو جائیں۔۔

میں آپ کی بیٹی کو ہمیشہ خوش رکھوں گا۔ بے شک میرے اور رومان شاہ کے بیچ میں اس وقت بہت ہی تلخ رشتہ قائم ہو گیا ہے۔۔

مگر میرے لیے آپ میری ماں کے برابر ہیں۔

میں ہمیشہ آپ کی اتنی ہی عزت کروں گا جتنی میں اپنی ماں کی کرتا ہوں۔۔ آپ مجھ پر اعتماد کر کے پلیز میرہا کی رخصتی کروادیں۔۔۔



اس سے ایک تو میرب اور رومان شاہ کا رشتہ مضبوط ہو جائے گا۔۔ آپ رومان شاہ کی ماں ہیں اور آپ کو اچھی طرح سے پتہ ہے کہ رومان شاہ بہت ضدی شخص ہے۔

اور اگر مرہا میرے ساتھ ہو گی تو شاید رومان شاہ اچھے طریقے سے اپنا گھر میرب کے ساتھ بسا لیں۔۔

پلیز آپ میری بات کو سمجھنے کی کوشش کرنا اور میرے لیے آپ کے دماغ میں جو کوئی بھی ڈر ہے پلیز وہ نکال دیں۔۔

چاہے حالات جیسے بھی ہو جائیں میں کبھی بھی مرہا کو کوئی تکلیف اور نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔۔ یہ وعدہ ہے آپ کے بیٹے کا آپ سے۔۔

رومان شاہ کی ماں کو شاہ میر کی باتوں میں سچائی لگ رہی تھی۔۔ کیونکہ ان کی عمر کا اتنا تجربہ تھا۔ کہ وہ سچ اور جھوٹ میں فرق سمجھ سکتی تھی۔

اور رومان شاہ کی ماں کو اے سی پی شاہ میر سے بات کرتے ہوئے کہی پر بھی ایسا نہیں لگا تھا کہ وہ مرہا سے رومان شاہ کا کوئی بدلہ لینے کے لیے رخصتی کروانا چاہتا ہے۔۔

اس لیے اب وہ رومان شاہ سے مرہا کی رخصتی پر زور دے رہی تھی۔ اور رومان شاہ اس وقت بہت غصے میں تھا۔۔ اسے اپنی ماں کی رخصتی والی ضد کی وجہ سمجھ نہیں آ رہی تھی۔۔

رومان شاہ کی ماں نے رومان شاہ کو نہیں بتایا تھا۔ کہ اس کی بات شامیر سے ہو چکی ہے۔ کیونکہ اس کی ماں کو پتہ تھا کہ اس طرح تو رومان شاہ کا دماغ اور گھوم جائے گا۔۔

رومان شاہ ٹانگ پہ ٹانگ رکھے ہوئے صوفے پر غصے سے اپنے ماتھے پر بل ڈالے ہوئے بیٹھا تھا۔ رومان تم میری بات کا جواب دو۔۔امی جان میرے پاس آپ کی بات کا کوئی جواب نہیں ہے۔

بیٹا میں نے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ میں مرہا کو شاہ میر کے ساتھ رخصت کر دوں گی۔۔اور میں چاہتی ہوں کہ تم راضی خوشی مرہا کو رخصت کرو۔۔

آج تک میں نے کبھی تمہارے کسی کام میں دخل اندازی نہیں کی ہے۔ مگر یہ بات میرا حکم سمجھ کر مان لو۔ میں چاہتی ہوں کہ تم مرہا کو اس کا باپ بن کر رخصت کرو۔۔

امی جان میں مرہا کا باپ بن کر ہی اسے رخصت کرتا۔۔اگر آپ یوں زبردستی اس گھٹیا انسان کے ساتھ میری بہن کو رخصت کرنے کا فیصلہ نہ لیتی۔



مگر اب تو آپ فیصلہ لے چکی ہیں۔تو امی جان اب میری کسی بھی بات کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔

رومان بیٹا ایسی بات نہیں ہے۔ میرے بیٹے کی باتوں کی بہت اہمیت ہے میرے لیے۔ مگر بیٹا اس وقت یہی مناسب ہے کہ ہم مرہا کی بدنامی نہ ہونے دیں۔اور اسے شاہ میر کے ساتھ رخصت کر دے۔

رومان شاہ کی ماں اسے سمجھا رہی تھی۔ مگر وہ اپنی ماں کی باتوں کا جواب دیے بنا ہی سنے جا رہا تھا۔ اس کا بس چلتا تو اس وقت وہ جا کر اے سی پی اور اس کی بہن کو گولی مار دیتا۔۔

امی جان اگر آپ اپنی مرضی سے میرہا کو رخصت کرنا چاہتی ہیں تو۔ میں آپ کو نہیں روکوں گا۔ کیونکہ آپ میرہا کی ماں ہیں اور آپ کو پورا اختیار ہے مرہا کے بارے میں فیصلہ لینے کا۔۔

مگر میں مرہا کی رخصتی میں شامل نہیں ہو سکتا۔ رومان اب یہ کیسی ضد ہے۔۔ امی جان میں آپ سے معذرت چاہتا ہوں۔ مگر میں مرہا کو اس آدمی کے ساتھ رخصت نہیں کروں گا۔۔

رومان مرہا رخصت تو شامیر کے ساتھ ہی ہو گی کیونکہ میں اپنی گھر بیٹھی بیٹی کے ماتھے پر طلاق کا داغ نہیں لگنے دوں گی۔۔

رومان اگر میں ابھی کے لیے تمہاری بات مان لوں تو پھر تمہیں میرے ساتھ ایک وعدہ کرنا ہو گا کہ مرہا کی پڑھائی کے بعد تم اس کی رخصتی راضی خوشی کرو گے۔۔

رومان شاہ کی ماں ایک سمجھدار خاتون تھی۔اس کو اپنے بیٹے کی ضد کا بہت اچھی طرح سے پتہ تھا۔وہ جانتی تھی کہ رومان شاہ اس ضد پر اڑ گیا ہے۔

تو وہ سچ میں مرہا کی رخصتی اپنے ہاتھوں سے نہیں کرے گا۔۔

اب دنیا ادھر کی ادھر ہو سکتی تھی مگر رومان شاہ کا فیصلہ نہیں بدل سکتا تھا۔۔اور رومان شاہ کی ماں بنا اپنے بڑے بیٹے کے اس کی بہن کی رخصتی کبھی نہیں کر سکتی تھی۔۔اور وہ بھی وہ بیٹا جو اپنی ماں پر اپنی جان نچھاور کرتا تھا اپنی ماں کے حکم کو سر آنکھوں پر رکھتے ہوئے ہر بات مان جاتا۔۔

اس لیے اب رومان شاہ کی ماں نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ فی الحال وہ شامیر کو سمجھا کر میرب کو رخصت کروا کر لے آئیں گی۔۔۔اور اس کے بعد جب میرہا کی پڑھائی مکمل ہو جائے گی۔۔تو پھر مرہا کی رخصتی کروا دیں گی۔۔اس امید پر کہ تب تک شاید حالات بھی کچھ بہتر ہو جائیں۔اور رومان شاہ بھی اپنی ضد چھوڑ دے گا۔۔



امی جان میں یہ وعدہ بھی نہیں کر سکتا کیونکہ میں مرہا کو اس شخص کے ساتھ برداشت ہی نہیں کر سکتا۔۔تو امی جان میں وعدہ کیسے کر لوں۔۔تو رومان سیدھا سیدھا جواب دو کہ تمہیں میرا کوئی بھی فیصلہ منظور نہیں ہے۔۔

ویسے بھی زندگی میں آج تک میرے فیصلوں کو کون سی اہمیت دی گئی ہے۔۔ جو آج میں یہ امید لگا کر بیٹھی ہوں۔ کہ میرا بیٹا میرے فیصلے کی عزت کرے گا۔امی جان پلیز آپ یوں مجھے اموشنل کر کے میرے ساتھ زیادتی کر رہی ہیں۔۔

نہیں رومان بیٹا میں کون ہوتی ہوں تمہارے ساتھ زیادتی کرنے والی۔۔ رومان شاہ کی ماں بہت ٹوٹے ہوئے لہجے سے رومان شاہ سے بول رہی تھی۔۔

ٹھیک ہے امی جان اگر آپ کی خوشی اسی میں ہے۔تو میں مرہا کی پڑھائی مکمل ہونے پر اس کی رخصتی کر دوں گا۔ مگر فی الحال مجھے کل ہر صورت میں میرب کی رخصتی چاہیے۔۔اب بہتر ہے کہ آپ خود اس کے گھر والوں سے بات کر لیں۔۔ نہیں تو میں اپنے طریقے سے اس کے بھائی سے بات کر لوں گا۔۔
کوئی ضرورت نہیں ہے اب تمہیں ان کے ساتھ کوئی بد اخلاقی کرنے کی میں اپنے طریقے سے میرب کے گھر والوں سے بات کر لوں گی۔۔
اب جاہلوں کے بھی اخلاق بتائے جائیں گے۔رومان شاہ اپنے منہ میں بڑبڑایا تھا۔۔

oooooooooo

مگر آنٹی مجھے یہ سمجھ نہیں آرہی ہے کہ آپ کو مرہا کو رخصت کرنے میں کیا مسئلہ ہے۔۔شاہ میر بیٹا مجھے کوئی مصلہ نہیں ہے۔ یہ رومان کی ضد ہے کہ وہ مرہا کی پڑھائی پوری ہونے سے پہلے مرہا کو رخصت نہیں کرے گا۔۔

مجھے تو پہلے ہی پتہ تھا کہ یہ اس کمینے کی ضد ہی ہو گی۔۔شاہ میر نے غصے سے اپنے دماغ میں سوچا تھا۔۔ اگر ایسی بات ہے تو آنٹی پڑھائی تو ابھی میرب کی بھی پوری نہیں ہوئی۔۔ تو پھر میں میرب کی رخصتی کیسے کر دوں۔۔رومان شاہ کو بھی بولو کہ وہ انتظار کرے۔۔میرب کی پڑھائی پوری ہونے کا۔۔

شاہ میر آج صبح تم نے فون کر کے مجھ سے یہ کہا تھا کہ میں بالکل تمہارے لیے تمہاری ماں کے جیسے ہوں۔تو اپنی ماں کی منت سمجھ کر آپ اپنی ضد چھوڑ دو۔۔

اگر رومان ضد پر اڑا ہوا ہے۔تو آپ سمجھداری سے کام لے کر فی الحال میرب کی رخصتی کر دو۔۔میں آپ سے وعدہ کرتی ہوں۔ کہ جیسے ہی مرہا کی پڑھائی مکمل ہو گی۔ میں خود تمہارے ساتھ راضی خوشی مرہا کو رخصت کر دوں گی۔ یہ ایک ماں کا اپنے بیٹے کے ساتھ وعدہ ہے۔۔

رومان شاہ کی ماں کے انداز میں اتنی اپنائیت تھی۔ کہ شاہ میر ان کو منہ توڑ جواب نہیں دے سکا۔۔ مگر آنٹی کل کو اگر رومان شاہ اپنی بات سے پھر گیا تو۔ اگر اس نے مرہا کو میرے ساتھ رخصت کرنے سے منع کر دیا۔۔۔ تو پھر میں کسی بھی طرح کا سخت قدم اٹھانے کا حق رکھتا ہوں۔۔

اس دن آپ مجھ سے ناراض نہیں ہو سکتی کیونکہ میں مرہا کو ہر صورت رخصت کر کے اپنے گھر لانا چاہتا ہوں۔۔ تم اپنی ماں پر یقین رکھو میں ایسا کچھ بھی نہیں ہونے دوں گی۔۔

بس فی الحال کے لیے ایک ماں کی منت سمجھ کر یہ ضد چھوڑ دو بیٹا مرہا آپ کی امانت بن کر میرے پاس رہے گی اس بات کی تسلی رکھو۔۔۔ ٹھیک ہے بول دیجیے اپنے ضدی بیٹے کو کہ میں نے اپنی ماں کے سامنے ہار مانتے ہوئے۔ اس کی بات مان لی ہے۔

شاہ میر اب تم بھی میرے بیٹے ہو جیسے رومان ہے۔۔ آنٹی اگر آپ کو ماں نہیں سمجھتا۔ تو ماں جی آج میں رومان شاہ کے آگے کبھی اپنے گھٹنے نہیں ٹیکتا۔۔ اگر وہ اکڑو رومان شاہ ہے۔ تو میں بھی پیچھے نہ ہٹنے والا اے سی بھی شامیر ملک ہوں۔

کل آپ لوگ سادگی سے آکر میرب کو رخصت کر کے لے جائیں۔۔اللہ آپ کو ہمیشہ خوش رکھے۔رومان شاہ کی ماں شاہ میر کو دعائیں دے رہی تھی۔

بیٹا انشاءاللہ جس طرح آج تم نے اپنی ماں کا مان رکھا ہے۔میں اپنے بیٹے کا یہ مان کبھی ٹوٹنے نہیں دوں گی۔۔اور مرہا کی پڑھائی کے بعد اس کی رخصتی
آپ کے ساتھ میں کروں گی۔۔

۔شاہ میر نے ایک لمبی سانس لیتے ہوئے فون بند کر دیا۔۔چلو بیوی کچھ مہینے اور مجھ سے دور آزادی سے رہ لو۔۔

ooooooooooo



رخصتی بہت ہی سادگی سے کرنے کا فیصلہ کیا گیا تھا۔رخصتی میں شاہ میر کی طرف سے کچھ قریبی رشتہ دار اور میرب کی دوستیں اور شمیر کے چند ایک خاص دوستوں نے شرکت کی تھی۔۔۔اور رومان شاہ کی طرف سے اس کے دونوں دوست احمر اور ڈاکٹر شاہ زیب اپنی فیملیز کے ساتھ آئے تھے۔۔

امی جان مرہا میرب کو رخصت کروانے کے لیے ہمارے ساتھ نہیں جائے گی۔۔رومان اب یہ تمہاری نئی ضد ہے۔کیوں تم ہر معاملے میں اتنے ضدی ہو۔

مرہا اگر اپنے اکلوتے بھائی کی بیوی کو رخصت

کروانے اپنی فیملی کے ساتھ نہیں جائے گی تو۔لوگ طرح طرح کی باتیں بنائیں گے۔کیوں لوگوں کو باتیں کرنے کا کا موقع دے رہے ہو۔

امی جان مجھے لوگوں کی پرواہ نہیں ہے لوگوں کا کیا ہے وہ تو کچھ نہ کچھ کہتے ہی رہتے ہیں۔۔ مگر مجھے لوگوں کی باتوں کی پرواہ ہے کیونکہ ہمیں اسی معاشرے میں ہی رہنا ہے۔۔۔

اس لیے مرہا میرب کی رخصتی کے لیے ہمارے ساتھ جائے گی۔۔اور یہ میرا فیصلہ ہے۔اب بحث کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔۔ تم جا کر چپ چاپ تیار ہو جاؤ۔۔اور مرہا کو وہاں پر کوئی کھا نہیں جائے گا۔میں ہوں اس کے ساتھ۔۔

امی جان اب تو یہی ہو گا۔ مرہا کے معاملے میں اسی طرح سے آپ مجھ پر اپنا فیصلہ تھوپ دیا کریں گی۔ اور اگر کچھ کہوں گا تو پھر آپ اپنی آنکھوں میں آنسوں بھر کر مجھے گنہگار کریں گی۔۔رومان شاہ منہ میں بڑبڑاتے ہوئے اپنے روم کی طرف چلا گیا۔

oooooooo

مرہا جب اپنے روم سے تیار ہو کر نکلی تو ڈاکٹر شاہ زیب کی نظریں اس سے ہٹ نہیں رہی تھی۔اس نے فل سلور کلر کا فراک پہنا ہوا تھا۔

جس پر موتی اور ستاروں سے بہت نفیس کام کیا گیا تھا۔۔گلے میں نفیس سالوکٹ اور کانوں میں اس کے ساتھ کے چھوٹے چھوٹے ٹاپس پہنے ہوئے تھے۔

اور ہاف بالوں میں چھوٹا سا کیچر لگا ہوا تھا باقی کے بال کھلے تھے۔

سلیقے کے ساتھ سر پہ رکھا ہوا دوپٹہ اس کی خوبصورتی میں چار چاند لگا رہا تھا۔مرہا ویسے بھی دوپٹے کی بہت پابند تھی۔کیونکہ رومان شاہ کو سر سے دوپٹہ اتارنے والی لڑکیاں زہر لگتی تھی۔۔

اور مرہا جتنا اپنے بھائی سے پیار کرتی تھی اتنا ہی وہ اپنے بھائی کے غصے سے ڈرتی بھی تھی۔۔میک اپ کے نام پر صرف اس نے لائٹ سا گلوس لگا رکھا تھا۔

مگر اس کی خود کی نیچرل بیوٹی ہی اتنی خوبصورت تھی کہ اسے میک اپ کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ چہرے پر اتنی معصومیت تھی۔ کہ سامنے سوفے پر بیٹھا ہوا ڈاکٹر شاہ زیب جو بظاہر رومان شاہ اور احمر سے باتیں کر رہا تھا۔۔ مگر اس کی نظریں بار بار مرہا کی طرف اٹھ رہی تھی۔۔ جس کا معصوم حسن ڈاکٹر شازیب کے دل پر وار کر رہا تھا۔۔

ڈاکٹر شاہ زیب تو اب تک یہی سوچ کر خوش ہو رہا تھا کہ۔ صرف رومان شاہ اپنی رخصتی ی میرب کے ساتھ کروا رہا ہے۔۔ اور مرہا کو بہت جلد اس اے سی پی سے آزاد کروا لے گا۔۔ مگر ڈاکٹر شاہ زیب یہ کہاں جانتا تھا۔ کہ اے سی پی تو اب مرہا کی طرف اٹھتی ہوئی کسی اور کی نظر بھی۔ برداشت نہیں کر سکتا اسے چھوڑنا تو دور کی بات ہے۔

رومان شاہ کا نیچر ایسا نہیں تھا کہ وہ اپنے گھر کے معاملات کو بار بار اپنے دوستوں کے ساتھ ڈسکس کریں۔ اس لیے ڈاکٹر شاہ زیب بھی اس مدے پر رومان شاہ سے بہت کم گفتگو کرتا تھا۔ اس لیے اسے زیادہ اندرونی باتوں کا پتہ نہیں چلا۔۔

اسے کیا پتہ تھا کہ۔ جس مرہا کو وہ اب تک وہ اپنے دل میں بسائے ہوئے ہیں۔ اب وہ کسی اور کی جان بن چکی ہے۔ جو ہر پر ہر سانس کے ساتھ اسے یاد کر رہا ہے۔ اور شدت سے اس وقت کا انتظار کر رہا ہے جب وہ اس کی دسترت میں آجائے۔۔

oooooooooo

میرب دلہن کے روپ میں بہت ہی خوبصورت لگ رہی تھی۔ میرب کی ماں کب سے اپنی بیٹی پر دعائیں پڑھ کر پھونک رہی تھی۔۔ سکن کلر کی میکسی پہنیں اوپر ڈیپ ریڈ کلر کے دوپٹے میں بہت کھل رہی تھی۔

پارلر والی نے اسے بہت خوبصورت تیار کیا تھا۔ ماتھے پر مانگ ٹیکا کانوں میں بڑے بڑے جھمکے گلے میں اس کے ساتھ کا نیکلس دونوں ہاتھ فل چوڑیوں سے بھرے ہوئے تھے۔

اور چوڑیوں کے آگے اس نے گلاب پھولوں کے گجرے پہن رکھے تھے۔ وہ رومان شاہ کے سامنے چھوٹی سی دلہن لگ رہی تھی۔۔



رومان شاہ اس وقت 30 سال کا تھا اور میرب اس وقت 20 سال کی تھی۔ دونوں میں 10 سال کا ایج ڈفرنس تھا۔ مگر ان دونوں کی جوڑی بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔۔

وہ چھ فٹ کو ٹچ کرتی ہوئی ہائٹ کا مالک۔ کسرتی جسم اس پر چوڑی چھاتی۔اس کی مردانہ شخصیت کو اور بھی نکھارتی تھی۔اس وقت اس نے وائٹ پیپر کاٹن کا سوٹ پہن رکھا تھا۔اس پر بلیک واسکٹ پہن کر وہ ظالم اتنا ڈیشنگ لگ رہا تھا کہ میرب کی دوستیں تو رشک سے اس کے ساتھ بیٹھی ہوئی میرب کو دیکھ رہی تھی۔۔

میرب یار کیا شہزادہ پسند کیا ہے تم نے۔۔صبا نے بڑی حسرت سے رومان شاہ کو دیکھتے ہوئے میرب کے کان میں سرگوشی سے کہا تھا۔۔اس پر ظالم کا اکڑوں مزاج اور مغرور چہرہ اس کی پرسنلٹی پر بہت سوٹ کر رہا تھا۔۔ آخر میرب ملک کی پسند ہے۔سب سے الگ تو ہو گی میرب نے بھی اتراتے ہوئے صبا کے کان میں سرگوشی کی۔۔ملک زبیر کا گارڈن بہت وسیع اور بہت خوبصورت تھا اس لیے سارا ارینجمنٹ گھر میں ہی گارڈن ایریا میں کیا گیا تھا۔۔



میرب ملک صاحبہ یہ تو جب تم میرے ساتھ رہو گی اور میں تمہاری زندگی کو جہنم بناؤں گا۔ تو پھر تمہیں پتہ چلے گا کہ تمہاری پسند تو سچ میں سب سے الگ ہے۔۔ تم نے کیا چیز پسند کی ہے یہ تو تمہیں ابھی تک پتہ ہی نہیں ہے۔۔وہ اپنے دلکش لبوں سے تنزیہ مسکراتا ہوا سوچ رہا تھا۔۔

صبا اور میرب کی سرگوشیاں رومان شاہ سن چکا تھا۔

بہن جی مولوی صاحب آچکے ہیں۔ اجازت دیں نکاح شروع کیا جائے ملک زبیر رومان شاہ کی ماں سے نکاح کا کہنے کے لیے آئے تھے۔۔جی جی بھائی صاحب بسم اللہ کیجیے۔۔ملک زبیر نے کہاں سوچا تھا کہ جس شخص کے ساتھ وہ اپنی اتنی بڑی ڈیل سائن کرنے کا خواش مند تھا۔وہ ایک دن اسی کا داماد بن جائے گا۔۔۔میرب اور رومان شاہ کا نکاح ہوا اور دونوں ازدواجی زندگی میں منسلک ہو گئے۔۔
جہاں میرب کے دل میں یہ خوشی تھی کہ اب وہ میرب رومان شاہ بن چکی ہے۔۔

وہی رومان شاہ اپنے دل میں میرب سے نفرت کی آگ اپنے سینے میں بھڑکائے ہوئے بظاہر شانت بیٹھا ہوا تھا۔۔
کھانا شروع ہو چکا تھا سب لوگ کھانا کھانے میں مصروف تھے۔رومان شاہ کی ماں گھر سے رومان شاہ کو اپنی قسمیں دیکھ کر لے کر آئی تھی۔ کہ وہاں پر جا کر تم نے کوئی فساد کھڑا نہیں کرنا۔ جس کی وجہ سے رومان شاہ اپنے غصے کو دبائے ہوئے چپ چاپ میرب کو اپنے پہلو میں بٹھائے ہوئے بیٹھا تھا۔۔

ورنہ اس کا دل تو یہ کر رہا تھا کہ وہ ایک منٹ سے پہلے اس سارے تماشے کو ختم کر کے میرب کو بازو سے گھسیٹ کر اپنے ساتھ لے جائے۔۔

امی میرے ڈریس پر سالن گر گیا ہے۔ لڑکی تمہارے ہوش ٹھکانے کیوں نہیں ہوتے کیسے گرالیا ہے اپنے اوپر سالن۔ مرہا کی ماں میرہا کو آہستہ آہستہ ڈانٹ رہی تھی۔۔

امی جان میں نے سالن نہیں گرایا وہ سامنے جو بچی کھیل رہی ہیں۔ اسی نے میرے اوپر سالن گرایا ہے میرہا اپنی ماں کی ڈانٹ سے منہ بناتے ہوئے اپنی صفائی پیش کر رہی تھی۔۔ یہ جانے بغیر کہ کوئی دور کھڑا ہوا اسے دیکھ کر بہت خوش ہو رہا ہے کیونکہ یہ سب اسی کی پلاننگ کا حصہ تھا۔

یہ سب کچھ شامیر کی پلاننگ تھی وہ بچی شامیر کے ہی رشتہ دار کزن کی بیٹی تھی۔ اس کو بطور رشوت اس نے بہت ساری چاکلیٹس دی تھی۔ اور اسے کہا گیا تھا کہ اسے مرہا پر سالن گرانا ہے۔۔



کیا ہوا بہن جی کیوں ہماری بیٹی کو ڈانٹ رہی ہے۔ شاہ میر کی ماں مرہ کی ماں کے پاس آکر مسکراتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔۔ کچھ نہیں بہن جی بس اس کے ڈریس کے اوپر سالن گر گیا ہے تو اسی وجہ سے میں ناراض ہو رہی تھی۔۔

اس میں ناراض ہونے والی کیا بات ہے آؤ بیٹا میرے ساتھ میں ابھی واش کروا دیتی ہوں۔۔ نہیں آنٹی رہنے دیں میں گھر جا کر کرلوں گی۔

مرہا کے بھائی کے سخت آرڈرز تھے۔ کہ تم امی کے پاس رہو گی۔ اس لیے بیچاری مرہا نے من مناتے ہوئے جانے سے منع کر دیا تھا۔

حالانکہ جتنا سالن اس کے کپڑوں پر گرا تھا وہ بیچاری صاف تو کرنا چاہتی تھی۔۔

بیٹا گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے میں بھی آپ کی امی کے جیسی ہوں اور کل کو بیٹا ہم دونوں نے ایک ساتھ ہی رہنا ہے۔

تو اس لیے گھبراؤ مت یہ تمہارا اپنا گھر ہے اب چلو بیٹا میں آپ کے کپڑے صاف کروا دیتی ہوں۔ شاہ میر کی ماں اتنی اپنائیت سے کہہ رہی تھی۔ کہ مرہا کی ماں نے اس کے ساتھ مرہا کو جانے کی اجازت دے دی تھی۔۔

شاہ میر کی ماں نے مرہا کو میرب کی ایک شرٹ پہننے کے لیے دی تھی۔ بیٹا آپ یہ پہن لیں اور یہاں روم میں میرا ویٹ کریں میں ابھی تھوڑی دیر میں آپ کا ڈریس صاف کروا کر لاتی ہوں۔

پاپا آپ کی بیگم میری بیوی کا ڈریس صاف کروانے کے لیے میڈ کے پاس اپنے روم میں گئی ہیں۔ اور میرہا اس وقت میرب کے روم میں ہے۔۔ اور یہ سب کچھ تم مجھے کیوں بتا رہے ہو۔۔ شاہ میر جو اپنے پاپا کو فون کرتا ہوا سیڑھیوں پر چڑھتا ہوا اوپر میرب کے روم کی طرف آ رہا تھا۔

پاپا آپ اتنے تو معصوم بچے نہیں ہیں کہ میری بات آپ کو سمجھ نہ آئی ہو۔۔ اتنے سال پہلے جب خود لو میرج کی تھی۔ تو میرے خیال سے اس وقت کا اپنے بیٹے کے جذبات بھی سمجھ سکتے ہونگے۔۔ مجھے اپنی بیوی سے کچھ بات کرنی ہے اس لیے آپ اپنی بیوی کو جب تک میں نہ کہوں اس طرف نہیں آنے دیں گے۔



ملک زبیر اور شامیر آپس میں بہت فرینک تھے۔ اور ان باپ بیٹوں میں بہت اچھی دوستی بھی تھی۔ اسی لیے شامیر بہت آسانی سے اپنے باپ کے ساتھ اپنے دل کی بات کر رہا تھا۔ شرم کرو شامیر اس کا بھائی اس وقت یہیں پر موجود ہے اور اس کے مزاج تھے تم اچھی طرح سے واقف ہو۔۔

میں ڈرتا نہیں ہوں اس سے کہ بھائی سے اور ویسے بھی وہ نکاح میں ہے۔ محرم ہوں اس کا کم سے کم سے بات تو کر ہی سکتا ہوں۔ رخصتی تو اس بے غیرت میں ہونے نہیں دی۔۔ ٹھیک ہے جاؤ کر لو بات مگر کوشش کرنا بات جلدی ختم ہو جانی چاہیے۔

ہمم شامیر فون بند کر کے اپنی جیب میں ڈال کر۔ میرب کے کمرے کا دروازا کھول کر اندر داخل ہوا اور روم کو اندر سے لاک کر دیا۔ میرہا بیڈ سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی اسے لگا کہ شاید شامیر کی امی ڈریس صاف کروا کر لے آئی ہیں۔۔

آنٹی اتنی جلدی صاف ہو گیا۔ مرہا نے کہتے ہوئے اپنا رخ دروازے کی طرف کیا تھا۔ مگر سامنے شامیر کو دیکھ کر مرہا کے رنگ اڑ گئے تھے۔۔ آپ یہاں پر کیا کر رہے ہیں۔ مرہا نے جلدی سے اپنا دوپٹہ صحیح کیا تھا۔۔

اپنی بیوی سے ملنے آیا ہوں۔

اسے دیکھنے آیا ہوں۔

اور ایک ضروری سوال پوچھنے آیا ہوں۔

وہ کہتے ہوئے مرہا کی طرف بڑھ رہا تھا۔۔۔پلیز نہ تو مجھے آپ سے ملنا ہے اور نہ ہی آپ کے کسی سوال کا جواب دینا ہے۔شاہ میر کو دیکھ کر مرہا کی اڑی ہوئی ہوائیاں شامیر کے انابی لبوں پر مسکراہٹ کی وجہ بن گئی۔۔

پلیز مجھے جانے دے۔اگر بھائی کو پتہ چلا کہ آپ اور میں روم میں ایک ساتھ ہے تو بھائی میری جان لے لیں گے۔وہ اپنے قدم پیچھے کی طرف بڑھا رہی تھی۔اب آپ اے سی پی شامیر کی بیوی ہے۔کوئی ہاتھ تو لگا کر دکھائے میری بیوی کو۔

وہ کوئی نہیں میرے بڑے بھائی ہیں اور ان کو پورا حق ہے مجھے صحیح اور غلط میں فرق بتانے کا۔اپنے بھائی کے خلاف مرہا ایک لفظ بھی سننے کی روادار نہیں تھی۔۔

پلیز مجھے جانے دے۔وہ کہتی ہوئی بڑے بڑے قدم اٹھاتے ہوئے روم کے دروازے کی طرف بھاگی تھی۔مرہا بات سنو مجھے تم سے کچھ کہنا ہے۔شامیر دو ہی قدموں میں مرہا کے پاس تھا۔۔شاہ میر دروازے کے ہینڈل پر اپنا ہاتھ رکھے ہوئے کھڑا تھا۔

وہ اوف وائٹ کلر کے شلوار اور کرتا پہن کر اوپر اس پر براؤن کلر کی ویسٹ کوٹ پہنیں ہوئے مرہا کے بے حد نزدیک کھڑا تھا۔اس کی پولیس والی مردانہ شخصیت کے سامنے مرہا ڈری سہمی ہوئی چھوٹی سی بچی لگ رہی تھی۔

اس کی چھ فٹ ایک انچ ہائٹ کسرتی چھاتی مضبوط سینہ اور اس پر ریگولر جم کرنے سے بنے ہوئے مضبوط ڈالے اس کی شخصیت کو اور بھی نکھار رہے تھے۔اس کے جسم سے مردانہ پرفیوم کی اٹھتی ہوئی مہک مرہا کے دل کی دھڑکنوں میں ہل چل مچا رہی تھی۔

پلیز آپ مجھے جانے دے وہ رو رہی تھی اور اس کی بھیگی ہوئی گھنی پلکوں پر آنسوں شبنم کی موتیوں کی طرح کھڑے ہوئے تھے۔اس کا معصوم چہرہ جو ڈر سے اور بھی خوبصورت لگ رہا تھا۔۔اور روتے ہوئے اس کے نازک پنکھڑیوں کے جیسے ہونٹ کانپ رہے تھے۔۔



بیوی چپ کر جاؤ کیوں اس طرح رو کر تم مجھے بہکا رہی ہیں۔میں صرف تم سے بات کرنا چاہتا ہوں اور تھوڑی دیر کے لیے تمہارے وجود کو محسوس کرنا چاہتا ہوں۔ میرا ارادہ تو جلد از جلد تمہیں اپنی دسترت میں لانے کا تھا۔۔

مگر تمہارے اڑیل بھائی کی ضد نے تمہارے اور میرے بیچ میں ابھی کچھ اور مہینوں کی دوری مقرر کر دی ہے۔ مگر بیوی اس طرح تمہارے رونے سے تمہارا حسن اور بھی قاتل لگ رہا ہے۔اور مجھے اپنی طرف کسی میگنٹ کی طرح کھینچ رہا ہے۔

بیوی مجھے آپکو اپنے قریب کرنے کے پورے اختیارات حاصل ہیں۔۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کا روتا ہوا حسن مجھے میرے حق استعمال کرنے پر مجبور کر دے۔

بہتر ہے کہ بیوی چپ کر جاؤ۔شاہ میر اس کے نزدیک ہو کر اپنا چہرہ اس کے چہرے پر جھکائے ہوئے کھڑا بہت ہی کم آواز سے بول رہا تھا۔۔

میرہا شامیر کے بہکے ہوئے انداز کو دیکھ کر ڈر کر پیچھے ہوئی تھی۔۔شامیر کی مردانہ شخصیت اور اس کے انداز کو دیکھ مرہا بے سہمی ہوئی تھی۔۔۔رومان شاہ نے اپنی بہن کو بہت ہی اچھی تربیت دے کر چار دیواری کے اندر اپنی حفاظت میں چکنا ہو کر پالا تھا۔۔

مرہا نے آج تک کبھی کسی مرد کو اپنے اتنے نزدیک نہیں پایا تھا۔اسی لیے اب بے شک اس کے اتنے نزدیک کھڑا شخص اس کا مہرم تھا۔مگر پھر بھی مرہا بے حد گھبرائی ہوئی اور بہت نروس تھی۔

اوپر سے اے سی پی کی مضبوط پرسنیلٹی کے سامنے مرہا بالکل بچی لگ رہی تھی۔شاہ میر کے اتنے قریب ہونے سے جیسے ہی ڈر کر پیچھے ہوئی۔شامیر نے اس کی کمر کے پیچھے سے ہاتھ ڈال کر اسے اپنے قریب کرتے ہوئے دروازے کے ساتھ لگا دیا تھا۔۔

یہ آپ ک ک کیا کر رہے ہیں۔۔۔وہ تیز سانسوں کے ساتھ اٹک اٹک کر بول رہی تھی۔۔۔اپنی بیوی کی موجودگی کو تمہیں محسوس کر رہا ہوں۔۔مرہا مجھے تم سے ایک سوال کا جواب چاہیے۔۔۔پلیز دور ہو کر بات کریں۔۔۔وہ اپنے ہاتھوں سے اس کے سینے پر زور دیتے ہوئے اسے پیچھے کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔

نہیں مجھے تمہارے قریب ہو کر ہی بات کرنی ہے تا کہ تمہیں یہ پتہ ہونا چاہیے۔کہ میں تم پر کتنا حق رکھتا ہوں۔جب چاہوں جہاں چاہوں تم پر اپنا حق جتا سکتا ہوں۔شاہ میر کی جذباتوں سے چور سانسیں مرہا کے چہرے کو جلسہ رہی تھی۔۔۔

شاہ میر کہ قریب ہونے سے میرہا کا گلا خشک ہو گیا اس کے حلق سے تھوک نیچے نہیں اتر رہی تھی سانسیں اتنی تیز تھی کہ ایک سانس کو پوری طرح سے بیچاری لے بھی نہیں پاتی تھی۔

کہ دوسری سانس اس پر چڑھ کر باہر نکلنے کو تیار تھی۔۔۔ اس کو اپنے پیروں سے جان نکلتی ہوئی محسوس ہو رہے تھی۔۔اس کے ہاتھوں کی ہتھیلیاں سینے سے گیلی ہو چکی تھی۔۔

مرہا کے اتنا نزدیک آنے والا شامیر پہلا مرد تھا۔اس کے بھائی نے تو اس کو اس طرح سے پالا تھا۔کہ کبھی کسی غیر محرم کو اس کے پاس بھٹکنے تک نہیں دیا تھا۔۔

شامیر کی تیز نظریں مرہا کی ہر حرکت کو نوٹ کر رہی تھی اور اس کی ہر ادا یہ ثابت کر رہی تھی کہ اس کی معصوم بیوی دنیاداری سے بہت دور ہے۔

اس کی اکھڑی ہوئی سانسیں جھکی ہوئی پلکیں اور کانپتا ہوا بدن اس بات کا ثبوت تھا کہ اس کے وجود پر اپنا حق جمانے والا۔پہلا شخص اس کا شوہر تھا۔میرہا کی گرم سانسیں شامیر کے گردن پر پڑ رہی تھی۔

شامیر کے سامنے مرہا کی ہائٹ بہت چھوٹی لگ رہی تھی اس لیے شمیر اپنا چہرہ اس کے اوپر جھکائے ہوئے کھڑا تھا۔۔شاہ میر نے اس کی ٹھوڑی پر ہاتھ رکھ کر اس کے چہرے کو اوپر کیا تھا۔۔اے سی پی

کی چھوٹی سی جان تم رو کیوں رہی ہیں۔۔مجھے آپ سے ڈر لگ رہا ہے۔۔۔وہ بچوں کی طرح اپنے ہونٹ باہر نکال کر رو رہی تھی۔۔۔ہاہاہا۔۔وہ اپنی مونچھوں کو تاؤ دیتا ہوا اپنے انابی لبوں سے قہقہہ لگا کر ہنسا تھا۔

اے سی پی کی جان ڈرنا تو مجھے آپ سے چاہیے آپ کا یہ حسن بہت جان لیوا ہے اور آپ کی معصومیت نے تو اے سی پی کے دل میں گھر امچار کھا ہے۔۔

پلیز مجھے جانے دیں۔۔کیسے جانے دوں اتنی مشکل سے تو تمارے ساتھ ملاقات کرنے کا موقع ملا ہے۔کچھ دیر تو مجھے اپنے دل اور آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچا لینے دو بیوی شاہ میر نے اس کے ماتھے پر اپنے لب رکھے تھے۔۔



پلیز آپ میرے ساتھ ایسا نہیں کر سکتے۔۔کیوں نہیں کر سکتا۔حق تو میں اس سے کہی زیادہ کا رکھتا ہوں ہیں۔۔۔مگر بے فکر رہو آج صرف چند ایک حقوق کا استعمال کروں گا۔۔۔

باقی کے اپنے سارے حقوق رخصتی کے بعد بڑے حق سے حاصل کروں گا۔۔اس نے مسکراتے ہوئے اپنی چھوٹی چھوٹی داڑھی والی مردانہ گال کو مرہا کی نازک گلابی پھولی ہوئی گال پر رپ کیا تھا۔

سی ہوں س اس کے منہ سے آواز کے ساتھ سی کرتے ہوئے سسکی نکلی تھی۔شاہ میر کی سخت داڑھی مرہا کی نازک سی پھولی ہوئی گال پر لگی تو اس کی چبن سے مرہا کے منہ سے سی والی سسکی نکلی تھی۔۔

اے سی پی کی نازک مزاج بیوی کچھ کھا پی کر اپنی جان بنائیں۔تمہاری حالت تو بہت قابل رحم ہے۔میر ہا کے کانپتے ہوئے وجود کو اپنی باہوں میں کسے ہوئے اپنے ساتھ لگاتے ہوئے بولا۔۔

مرہا پر اس قدر کپکپی طاری تھی کہ اس سے کچھ بولا تک نہیں جا رہا تھا۔۔تم تو میری اتنی سی قربت سے ہی کانپنے لگی ہو بیوی۔۔۔جب پورا اے سی پی کھل کر تمہارے سامنے آئے گا۔۔اور تمہیں اپنی قربتوں سے متعارف کروائے گا۔تو پھر تم کیا کرو گی میں تو یہ سوچ کر ہی ڈر رہا ہوں۔۔



پل لی ز پلیز مجھے جانے دیں۔بھائی بہت غصہ کریں گے۔مرہا کے منہ سے گھبراہٹ کے مارے پلیز بھی اچھی طرح سے نہیں نکل رہا تھا۔۔بیوی تم تھوڑی دیر کے لیے اپنے بھائی کو ہمارے بیچ سے ہٹا سکتی ہو ۔۔

شاہ میر بار بار رومان شاہ کے نام سے چڑ کر تھوڑا سختی سے بولا تھا۔۔ اوراس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس کی تھوڑی سی سختی والی آواز سے مرہا کے رونے میں تیزی آگئی اور وہ سسکیاں بھرنا شروع ہو چکی تھی۔۔

جس سے اے سی پی گھبر اگیا اسے مرہا کا وہ وقت یاد آگیا۔ جب مرہا رومان شاہ کی تھوڑی سی اونچی آواز سے ڈر کر بے ہوش ہو گئی۔۔

اور اگر اس وقت مرہا بے ہوش ہو جاتی تو اے سی بھی شامیر کو اچھی طرح سے پتہ تھا کہ لینے کے دینے پڑ جائیں گے۔۔

وہ اڑیل دماغ رومان شاہ یہاں پر فساد کھڑا کر دیتا اگر اس کی بہن کو ذراسا بھی کچھ ہو تا تو۔۔ مرہا پلیز ریلیکس ہو جاؤ میں تمہیں کچھ نہیں کہوں گا۔۔



رونا بند کرو۔۔۔اور اگر تم بے ہوش ہو گئی تو میں ابھی اسی وقت یہاں پر ہی تمہاری رخصتی کروا کر تمہیں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے کو یہی پر اپنے پاس رکھ لوں گا۔۔۔ن نہ ہی۔۔ نہیں میں بے ہوش نہیں

ہوں گی۔۔ مگر آپ میری رخصتی نہیں کروائیں گے۔۔ مجھے رخصت ہو کر آپ کے پاس نہیں آنا ہے۔۔وہ نفی میں سر کو ہلاتے اپنی ہتھیلیوں سے اپنے آنسوں کو رگڑ کر صاف کرنے لگی تھی۔۔

اس کے آنسوں صاف کرنے کی سپیڈ دیکھ کر شاہ میر کے لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔۔۔کیوں جی تم نے میرے پاس رخصت ہو کر کیوں نہیں آنا۔۔کیوں کے آپ بہت بڑے ہیں اور مجھے آپ کو دیکھ کر بہت ڈر لگتا ہے۔۔۔ہاہاہا ویری انٹرسٹنگ وہ کھل کھلا کر قہقہ لگا کر ہنستے ہوئے بولا تھا۔۔

شاہ میر اتنا کھل کھلا کر ہنسا تھا کہ ہنستے ہنستے اس کی آنکھوں میں پانی بھر آیا تھا۔۔۔اب میں جتنا بھی بڑا ہوں۔ مگر میری نازک مزاج بیوی آپ کا شوہر ہوں۔
اور آپ کو ہر صورت رخصت ہو کر میرے پاس میری ہی دسترت میں آنا ہے۔۔میں نہیں آؤں گی۔وہ بہت چھوٹی چھوٹی سسکیاں لیتے ہوئے اور ساتھ لگے ہاتھ اپنے ہر آنسوں کو صاف کرتے ہوئے بیچ میں بولی تھی۔۔۔

تو میں زبردستی لے آؤں گا۔۔ میں بہت روؤں گی۔۔۔ تو میں بہت سارا پیار کر کے چپ کروالوں گا۔۔۔۔ میں پھر بھی چپ نہیں کروں گی۔۔۔ تو پھر میں اور زیادہ پیار کروں گا۔۔ آپ بہت گندے ہیں۔۔۔ مگر تم بہت اچھی ہو۔۔ میں بھائی کو بتاؤں گی۔

اگر ایسی جرات بھی کی تو میں تمہیں بتارہاہوں کہ میں تمہیں رخصت کروا کر اپنے پاس ہمیشہ ہمیشہ کے لیے لے آؤں گا۔۔ پھر روز تمہیں اے سی پی تمہارے اتنا ہی قریب ملے گا۔۔

وہ مرہا کو اپنے ساتھ کسے ہوئے اپنے ساتھ لگا کر کھڑا ہوا تھا۔۔ میرہا اس کی کسٹڈی سے نکلنے کے لیے اپنی کوشش جاری رکھے ہوئے تھی۔۔

جو کہ بالکل ناکام ثابت ہو رہی تھی۔۔ تمہاری پڑھائی مکمل ہونے میں کتنا ٹائم رہ گیا ہے۔۔ شاہ میر مرہا کی گالوں پر اپنے ہاتھ کی پشت لگاتے ہوئے آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر پوچھ رہا تھا۔۔

ایگزام میں چھ مہینے رہ گئے ہیں۔۔ مگر مجھے اور آگے پڑھنا ہے۔۔اتنا پڑھ کر میری نازک سی بیوی ختم ہو جائے گی۔۔۔ بہت پڑھائی کرلی ہے۔۔۔ اتنی ہی کافی ہے۔۔بس چھ مہینے سے زیادہ میں ویٹ نہیں کروں گا۔۔

مگر مجھے ڈاکٹر بننا ہے۔۔ چھوٹی سی تمہاری جان ہے۔اور ڈاکٹر بن کر تم نے کیا کرنا ہے۔۔۔وہ بڑی محبت سے اس کے چہرے پر نظریں مرکوز کیے ہوئے کھڑا تھا۔۔۔

شامیر نے اپنے ہاتھ میں مرہا کی کمر پر بہت مظبوطی سے باندھے ہوئے تھے۔۔اور میرہا نے اپنے ہاتھ دونوں ہاتھ نہ چاہتے ہوئے بھی اے سی پی کے سینے پر رکھے ہوئے تھے۔۔

کیونکہ شاہ میر نے کچھ اس انداز سے اسے اپنے ساتھ لگا رکھا تھا۔۔۔ کہ مرہا کے پاس کوئی اور آپشن نہیں تھا۔۔میں ڈاکٹر بن کر مریضوں کا علاج کروں گی۔۔ آپ کو اتنا بھی نہیں ہے۔۔۔شاہ میر کے سوالوں سے تنگ آکر مرہا نے غصے سے شامیر کی طرف دیکھتے ہوئے جواب دیا تھا۔۔۔

میری پیاری بیوی پہلے اپنے شوہر کا علاج تو کر لو۔جو تمہارے عشق کے مرض میں گرفتار ہو گیا ہے۔ اس کے بعد پھر باقی مریضوں کے بارے میں بھی سوچ لینا اور بن لینا ڈاکٹر۔۔۔

شاہ میر کی نظریں بار بار مرہا کے پنک نازک سے ہونٹوں پر جا کر ٹھہر رہی تھی۔۔۔اور اس کا دل بار بار بغاوت کرنے پر اسے اکسا رہا تھا۔۔اوپر سے شامیر کے دل کو اس بات کا اطمینان تھا۔کہ وہ کچھ بھی غلط نہیں کر رہا۔وہ اس کے نکاح میں ہے۔بیوی ہے اس کی۔۔پورا حق ہے حاصل ہے اسے۔۔

وہ اپنے دل کی بات مان کر مرہا کے لبوں پر جھکنے ہی لگا تھا۔۔کہ اس کے فون کی بجنے لگی۔۔

شاہ میر نے غصے سے اپنے دانت پیستے ہوئے اپنی جیب سے فون نکال کر اس کی سکرین پر نمبر دیکھا تھا۔۔ایک ٹھنڈی سانس فضا میں چھوڑتے ہوئے اس نے فون لیس کر کے اپنے کان کو لگا لیا۔۔۔

مرہا موقع دیکھ کر روم سے باہر نکلنے لگی تھی۔۔کہ شاہ میر نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے واپس اپنے ساتھ لگا لیا۔۔اور آئی برو کو اٹھا آنکھ کے اشارے اسے باہر جانے کو منع کیا۔۔۔

پاپا آپ کچھ دیر انتظار نہیں کر سکتے۔ میں بعد میں بات کرتا ہوں۔۔شامیر نے اپنے پاپا کا فون اٹھاتے ہی کہا۔۔۔اے سی پی صاحب میں تو انتظار کر سکتا ہوں۔۔ مگر تمہاری زبان میں اڑیل گھوڑا۔۔جو تمہارا ہو چکا بہنوئی اور ہونے والا سالا ہے۔۔

وہ کب سے اپنی ماں کو گھور گھور کر مرہا کے بارے میں پوچھ رہا ہے۔۔۔اور اس کے چہرے کے سخت تاثرات دیکھ کر لگ رہا ہے۔۔ کہ اگر آنے والے دس منٹ میں اس کی بہن اس کے سامنے نہ ہوئی تو وہ پورا گھر سر پہ اٹھا لے گا۔۔۔

اور تمہاری ماں کو بھی بڑی مشکل سے میں نے اپنے ساتھ بزی کیا ہوا ہے۔۔۔وہ کب سے جان چھڑا کر جانا چاہ رہی ہے۔۔۔ کہ مرہا کا سوٹ واش ہو گیا ہو گا۔اور مجھے جا کر اسے دینا ہے۔وہ بچی میرا انتظار کر رہی ہے۔۔۔

اور میری گزارش ہے اے سی پی صاحب کہ آپ تشریف نیچے لے آئیں۔۔ آپ کی بیوی کو بہت جلد ہم رخصت کروا کے لے آئیں گے۔۔۔باقی کی باتیں آپ رخصتی کے بعد کر لینا۔۔

شامیر اور اس کے پاپا میں بہت اچھی کمسٹری اور بانڈنگ تھی۔اس لیے شامیر دوستوں کی طرح اپنے پاپا سے اپنی ہر بات شیئر کر لیا کرتا تھا۔۔

پاپا مجھے صرف دس منٹ کا اور ٹائم دیجئے۔۔شاہ میر بیٹا سمجھنے کی کوشش کرو۔آج ہماری بیٹی کی رخصتی ہے اور میں نہیں چاہتا کہ آج کا دن کسی بھی طرح کی بدمزگی ہو۔۔۔

پاپا آپ بے فکر رہیں۔۔کوئی بدمزگی نہیں ہو گی میں 10 منٹ کے اندر آپ کو ملتا ہوں۔۔ کہہ کر شامیر نے ٹک کر کے فون بند کر دیا۔۔۔ایک تو تمہارے بھائی نے تو میرے ناک میں دم کر رکھا ہے۔۔

اے سی پی میں ہوں۔اور ہر کتیں پولیس والی تمہارے بھائی کی ہے۔۔۔10 منٹ یہ بندہ اپنی بہن سے دور نہیں رہ سکتا۔۔۔ تو جب میں ہمیشہ کے لیے تمہیں رخصت کروا کر اپنے پاس لے آؤں گا۔۔ ۔۔پھر تو میرے خیال سے یہ صبح شام میرے گھر کے چکر لگا لگا کر میرا جینا حرام کر دے گا۔۔

پلیز میں نے کتنی بار آپ سے کہا ہے کہ آپ میرے بھائی کے بارے میں کوئی بھی غلط بات مت کیا کریں۔۔۔بھائی کی چمچی اب بھائی نامہ بند کرنے کا وقت آگیا ہے۔۔۔۔اب سے تم گھر جا کر شوہر نامہ یاد کرنا۔۔۔۔شامیر نے اس کی کمر پر دباؤ دے کر جھٹکے سے اسے اپنے ساتھ لگایا تھا۔۔

آہ آہ۔۔میری کمر سے ہاتھ ہٹائیں مجھے درد ہو رہا ہے۔۔وہ شاہ میر کے سخت ہاتھ سے درد سے کراہ اٹھی تھی۔۔۔تم میرے ایک سوال کا جلدی سے جواب دے دو۔۔اس سوال نے میرے دل میں بھی بہت درد کر رہا ہے۔۔۔

مرہا ایک بات میں پہلے ہی بتا دیتا ہوں۔کہ مجھے میرے سوال کا جواب سچ میں چاہیے۔۔
مجھ سے جھوٹ بولنے کی کوشش بھی مت کرنا۔یہ مت بھولنا کہ میں ایک پولیس والا ہوں۔۔سچ اور جھوٹ میں فرق کرنا مجھے بہت اچھی طرح سے آتا ہے۔۔۔

شاہ میر کے چہرے پر کافی سخت تاثرات تھے یہ سوال پوچھتے ہوئے۔۔مرہا تم لوگوں کے ساتھ تم لوگوں کی طرف سے ایک مہمان آیا ہوا ہے۔۔۔جو شکل سے کافی سلجھا ہوا لگ رہا ہے۔۔۔وہ کون ہے اور اس کا تمہارے ساتھ کیا کنیکشن ہے۔۔۔

آپ کس کے بارے میں پوچھ رہے ہیں۔۔ مرہا نے بہت حیرانی کے ساتھ ڈرتے ڈرتے یہ سوال شاہ میر سے پوچھا تھا۔۔

جس نے بلیک کلر کا تھری پیس سوٹ پہنا ہوا ہے۔۔ اچھا وہ شاہ زیب بھائی۔۔۔ ہمم شاہ زیب بھائی۔۔ مرہا کے منہ سے بھائی سن کر شامیر کے دل کو ٹھنڈک پہنچی تھی۔۔ اسی لیے وہ شاہ زیب بھائی کو دہراتے ہوئے مسکرایا تھا۔۔

ہاں کون ہے وہ۔۔ رومان بھائی کے دوست ہیں۔۔ ہمم اور گھر میں اس کا کتنا آنا جانا ہے۔۔ وہ ہمارے گھر میں کیوں آئیں گے۔۔ بس کبھی جب امی کی طبیعت خراب ہو تو۔۔



اس وقت وہ رومان بھائی کے ساتھ صرف امی کا چیک اپ کرنے کے لیے آتے ہیں۔۔ اور بھائی اسے اپنے ساتھ ہی لے کر چلے جاتے ہیں۔۔ اور جب وہ گھر آتا ہے تو تم سے باتیں کرتا ہے۔۔۔ نہیں مگر آپ کیوں پوچھ رہے ہیں۔۔۔ مرہا فی الحال سوال نہیں۔۔۔ صرف میرے باتوں کا جواب

دو۔۔۔ نہیں وہ مجھ سے باتیں نہیں کرتا۔۔ اور نہ ہی بھائی کو میرا یوں کسی غیر آدمی سے باتیں کرنا پسند ہے۔۔

ویری گڈ اس کا مطلب تمہارا بھائی جتنا اڑیل اور ضدی ہے۔ اتنا غیرت مند بھی ہے۔۔ آج پہلی بار رومان شاہ کے کسی بات نے شامیر کے دل کو ٹچ کیا تھا۔۔

بس میرا ایک سوال اور کبھی اس نے تمہیں فون کیا ہو۔۔ یا رومان شاہ سے چوری چھپے تمہیں پروپوز کیا ہے۔۔ تو مجھے آج ہی بتادو میں تم سے اتنا پیار کرتا ہوں۔

کہ اس بات کو چھوڑ دوں گا۔ مجھے کل کو اگر کوئی بھی ایسی بات پتہ چلی تو۔۔ مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔وہ پولیس والے انداز سے دھمکی دیتے ہوئے بولا تھا۔۔



وہ کیوں کرے گا مجھے پروپوز کتنی گندی باتیں کرتے ہے آپ۔۔ اور کیوں میں چوری چھپی شاہ زیب بھائی سے فون پر باتیں کروں گی۔۔ میں نے تو آپ کا فون بھی جب آیا تھا۔ میں نے تو وہ بھی امی جان کو بتادیا تھا۔۔

تو پھر میں شازیب بھائی سے کیوں چوری چھپی باتیں کروں گی۔۔وہ معصومیت سے روتے ہوئے جواب دے رہی تھی۔۔اور اس کی معصومیت پر اس وقت شامیر کا مر مٹنے کو دل چاہ رہا تھا۔۔

شاہ میر کی پولیس والی تیز نظریں مرہا کی سچائی کو دیکھ رہی تھی۔وہ جس طرح سے تڑپ کر رو رہی تھی اس کے ہر آنسوں میں اس کی سچائی شامیر بآسانی دیکھ سکتا تھا۔۔

سوری مائی بیوٹی فل وائف بس میں نے کچھ ایسا دیکھا تھا۔جس کی وجہ سے یہ سوال پوچھنا لازم ہو گیا تھا۔۔۔
اصل میں جب سے مرہا یہاں پر آئی تھی شامیر کی نظر مسلسل مرہ پر تھی۔۔اور کیوں نہ ہوتی آخر بیوی تھی اس کی۔۔نکاح ہو گیا تھا اور وہ اسے دیکھنے کا پورا حق رکھتا تھا۔۔



مگر شامیر نے یہ چیز نوٹ کی تھی کہ شاہ زیب کی نظریں بھی مسلسل مرہا کی طرف ہی اٹھ رہی تھی۔۔اس کی نظروں کے زاویے کو سمجھتے ہوئے شامیر کے دل میں آگ لگی ہوئی تھی۔۔

ویسے تو اس کا دل بار بار گواہی دے رہا تھا کہ میرہا جتنی معصوم ہے۔۔اس کا اس آدمی سے کوئی لینا دینا نہیں ہے۔۔

اور جس قسم کے مزاج کا بندہ رومان شاہ ہے۔

شاہ میر کا دل اس بات کی بھی گواہی دے رہا تھا۔

کہ وہ کبھی اپنی بہن کو اتنی آزادی نہیں دے سکتا۔ کہ وہ کسی شخص سے اپنی پسند کا رشتہ بنائے۔۔

مگر پھر بھی وہ اپنے دل کی تسکین کے لیے ایک بار مرہا سے یہ سوال پوچھنا چاہتا تھا۔۔ مرہا پلیز رونا بند کرو۔۔ایک تو بیوی تم بات بات پر رونا شروع ہو جاتی ہو۔۔

چپ ہو جاؤ نہیں تو نیچے جاؤ گی تو سب تمہاری روئی ہوئی آنکھوں کا پوچھیں گے تو کیا بتاؤ گی۔ کہ تم کیوں رو رہی تھی۔۔ مرہا کے ماتھے پر بڑی محبت سے۔۔ شاہ میر نے اپنے لب رکھتے ہوئے ماتھے کو چوما تھا۔۔

مرہا کے چہرے پر اس وقت حیا کے بے شمار رنگ بکھرے ہوئے تھے۔۔وہ مرہا کے چہرے کو اپنے ہاتھوں کے پیالے میں لیے ہوئے بڑی حسرت سے اسے نہار رہا تھا۔۔

مرہا تم میری ہو صرف اور صرف میری۔ تمہیں چھونے کا۔پیار کرنے کا۔اور اپنی سانسوں سے زیادہ قریب کرنے کا حق صرف اے سی پی شاہ میر ملک کو ہے۔۔خود کو سنبھال کے رکھنا صرف میرے لیے۔اور اس شازیب بھائی سے دور رہنا۔۔

کیونکہ جتنا میں اپنے تجربے سے دیکھ سکا ہوں۔اس کی نظروں میں کچھ تو ایسا تھا جو میرے دل میں چبھ رہا تھا۔۔میں برداشت نہیں کروں گا کہ کوئی بھی آپ کی طرف نظریں اٹھا کر دیکھے۔۔۔

تم میری ہیں اور بہت جلد میں تمہیں اپنے گھر رخصت کر کے لے آؤں گا۔۔اور تمہیں اپنی نگاہوں میں اس طرح سے چھپالوں گا

کہ کوئی نظر تم تک نہ پہنچ سکے۔۔



تب تک تم خود کو میری امانت سمجھ کر اپنی حفاظت کرنا۔۔۔اور اب میں نیچے جا رہا ہوں ابھی تھوڑی دیر تک ماما آجائیں گی۔تو تم بھی چینج کر کے نیچے آجانا۔۔اور ہاں اپنی اس والی گال کو ذرا دوپٹے سے ڈھانپ کے رکھیے گا۔۔شاہ میر نے اس کی رائٹ سائیڈ والی گال کو ہاتھ سے ٹچ کرتے ہوئے کہا تھا۔۔

پتہ نہیں کیا بنے گا تمہارا۔۔

میرے اتنے سے ٹچ کرنے سے تمہاری نازک گال پر نشان پڑ گئے ہیں۔۔مجھے تو لگتا ہے جب جب میں تمہارے قریب آکر تم سے پیار کروں گا۔۔اس کے بعد 15 دن تک تم کمرے سے نکلنے کے قابل نہیں رہو گی۔۔

اور نہ ہی کسی کو اپنا منہ دکھانے کے لائق ہو گی۔۔ گڈ بائے میری نازک مزاج بیوی وہ مرہا کی گال کو چومتے ہوئے ہنستا ہوا روم کا گیٹ کھول کر باہر جانے لگا تھا۔۔
کہ۔بیوی رات کو میرے فون کا ویٹ کرنا۔۔اور میری پہلی بیل پر فون اٹھا لینا۔۔یہ میرا حکم ہے۔اور میرا حکم رد کرنے کی صورت میں بطور سزا آپ کی رخصتی کروا کر میں لے آؤں گا یہ ہمیشہ یاد رکھنا۔۔مرہا نے شاہ میر کی دھمکی پر ڈرتے ہوئے ہاں میں سر کو ہلایا تھا۔۔



شاہ میر اب مرہا سے بات منوانے کے لیے رومان شاہ کو مارنے کی دھمکی نہیں دے رہا تھا۔۔ کیونکہ اسے اندازہ ہو گیا تھا۔ کہ مرہا اپنے بھائی سے بہت پیار کرتی ہے۔اور جب وہ اس کے بھائی کی جان کی دھمکی دیتا ہے۔تو مرہا بہت ڈر جاتی ہے۔۔

اور شامیر مرہا کو ڈرانا نہیں چاہتا تھا۔نہ ہی اسے کوئی تکلیف دینا چاہتا تھا۔ اس لیے اس نے اب اسے رخصتی کی دھمکی دینی شروع کر دی تھی۔ کیونکہ مرہار خصتی کا سن کر بھی ڈر جاتی تھی۔۔۔

شاہ میر کے جانے کے بعد مرہا نے اپنی گال کو ڈریسنگ کے مرر میں دیکھا تھا۔۔ جس پر شاہ میر کی داڑھی کے رگڑنے سے لال ریش پڑ گئے تھے۔۔ حالانکہ بیچارے نے بہت آرام اور محبت کے ساتھ اپنی گال کو مرہا کے گال سے رگڑا تھا۔

کچھ دیر بعد میرہا ڈریس چینج کر کے نیچے آگئی۔

رومان شاہ نے غصے والی نظروں سے مرہا کی جانب دیکھا تھا۔۔ مرہا نے اپنے بھائی کے ڈر سے آنکھیں نیچے جھکالی۔۔۔رومان شاہ پتہ نہیں کیسے اپنی ماں کے دباؤ میں آکر چپ بیٹھا ہوا تھا۔۔۔

رومان شاہ نے اشارے سے مرہا کو اپنے پاس بلایا تھا۔۔ میرہا ڈرتے ہوئے چھوٹے چھوٹے قدم لے کر اپنے بھائی کے پاس آگئی۔۔۔رومان شان نے اشارے سے اسے اپنے بیٹھنے کو کہا تھا۔۔۔

کہاں تھی تم۔۔۔بھائی میرے ڈریس پر سالن گر گیا تھا میں وہ واش کر رہی تھی۔۔۔۔اتنا ٹائم لگتا ہے ڈریس کو واش کرنے میں۔۔وہ آہستہ آواز میں مرہا کو ڈانٹ رہا تھا۔اور اپنی طرف سے پوری کوشش کر رہا تھا کہ۔اس کے چہرے کے زاویے کو کوئی سمجھ نہ سکے۔۔

مگر رومان شاہ کا غصہ تھا جتنا بھی چھپا لیتا۔اس کے چہرے سے نظر آرہا تھا کہ۔وہ کوئی غصے والی بات میرہا سے کر رہا ہے۔۔۔مرہا نظروں کو جھکائے ہوئے چپ چاپ اپنے بھائی کی ڈانٹ سن رہی تھی۔

۔تھوڑا دور مہمانوں کے پاس کھڑا شاہ میر یہ سارا منظر دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔۔۔رومان شاہ تمہارے ساتھ لاکھ اختلافات صحیح مگر تمہاری اس غیرت مندی کو اے سی پی دل سے سیلوٹ کرتا ہے۔۔
شامیر اپنے دل میں یہ سوچ کر مسکرا رہا تھا۔۔



کھانا کھانے کے بعد اب میرب کی رخصتی کا وقت آ گیا تھا۔۔رخصتی کے وقت میرب کی ماں اسے گلے لگا کر بہت رو رہی تھی۔۔

ملک زبیر کی آنکھیں بھی اپنی بیٹی کی رخصتی پر چھلک آئی تھی۔۔۔میرب اپنی ماں اور باپ کے گلے لگ کر بہت روئی تھی۔۔۔اب وہ اپنے بھائی کے گلے لگے ہوئے روئے جارہی تھی۔۔۔

شامیر کے گلے لگی ہوئی میرب کو روتا ہوا دیکھ کر رومان شاہ کا دل کر رہا تھا کہ وہ جا کر کہے کہ چپ کر جاؤ ابھی تو تمہیں میں نے ساری زندگی تمہیں رولانا ہے تو اس لیے یہاں پر اپنے آنسوں مت ضائع کرو۔۔

شاہ میر نے اپنی بہن کے سر پر پیار سے ہاتھ رکھتے ہوئے اسے سکھی رہنے کی دعا دیتے ہوئے۔۔اسے رومان شاہ کے ساتھ گاڑی میں بٹھا دیا تھا۔۔بہن جی پلیز میری بیٹی کا خیال رکھنا اس نے بچپنے میں جو بھی قدم اٹھایا اسے معاف کر دیجئے گا۔۔



مگر یہ سچ ہے کہ وہ آپ کے بیٹے سے بہت پیار کرتی ہے۔۔میرب کی ماں رومان شاہ کی ماں سے بہت آہستہ آواز میں سائیڈ پر لے کہہ رہی تھی۔

بہن جی آپ پریشان نا ہوں۔ میرب اب سے آپ کی نہیں میری بیٹی نہیں۔۔میں اسے کسی بھی طرح کا دکھ نہیں ہونے دوں گی۔۔اسے اپنی بیٹی بنا کر رکھوں گی۔۔جیسے مرہا میری بیٹی ہے۔۔۔ویسے ہی

میرب بھی میری بیٹی ہے۔۔۔۔رومان شاہ کی ماں۔میرب کی ماں تسلی دے کر۔۔۔میرب کو رخصت کرواکر گاڑی میں بیٹھا کر خود بھی ساتھ آکر بیٹھ گئی۔۔۔

اب سے میرب کی زندگی کا ایک نیا چیپٹر شروع ہونے جارہا تھا۔۔رومان شاہ کے ساتھ۔ آج کے بعد وہ میرب ملک کی زندگی چھوڑ کر۔۔۔میرب رومان شاہ بن کر رومان شاہ کے اصولوں پر زندگی جیے گی۔۔

ooooooooooooooo

رومان شاہ کے پورے کمرے کو اس کی ماں نے غلاب کے اصلی پھولوں سے ڈیکوریٹ کروایا تھا دروازے سے لے کر بیڈ تک ریڈ گلاب کی پتیوں سے راستہ سجایا گیا تھا۔۔

اوف وائٹ سلک کی امپورٹڈ بیڈ شیٹ بیڈ پر بچھائی ہوئی تھی۔ اور اس پر ریڈ گلاب کی پتیوں سے ہارڈ بنا کر۔اس کے اندر چمبیلی کے پھولوں سے رومان شاہ اور میرب کا نام لکھا ہوا تھا۔



بیڈ کی چاروں طرف گلاب کے پھولوں کی لڑیاں لٹک رہی تھیں۔۔۔پورا روم گلاب کے پھولوں کی خوشبو سے مہک رہا تھا۔۔

میرب کو میرہا اور رومان شاہ کی ماں روم میں لے کر آئی اور بیڈ پر بیٹھا دیا۔۔اور اس کے لہنگے کو بیڈ پر چاروں طرف پھیلا دیا۔۔۔میرب اپنا لہنگا پھیلائے ہوئے بیٹھی اس وقت خوبصورت شہزادی لگ رہی تھی۔۔۔ریڈ کلر کے گلاب کے پھولوں کے درمیان میرب کا سکن کلر کا لہنگا بہت کھل رہا تھا۔۔

سر پر ریڈ کلر کے دوپٹے سے کا کیا ہوا گھونگھٹ اسے سچ میں ایک خوبصورت شہزادی کا روپ دیے ہوئے تھا۔۔مرہا تم کچھ دیر میرب کے پاس بیٹھو اور باتیں کرو۔۔میری بیٹی بور نہیں ہونی چاہیے میں رومان سے ذرا ضروری بات کرلوں۔۔

رومان شاہ کی ماں نے میرب کے ماتھے کو ایک ماں کی طرح چومتے ہوئے اسے اس بات کا یقین دلایا کہ۔یہ گھر اس کا ہے اور اسے یہاں پر کوئی پریشانی نہیں ہوگی۔۔۔

مرہا اور میرب کو روم میں باتیں کرتا ہوا چھوڑ کر رومان شاہ کی ماں روم سے باہر آگئی۔۔باہر احمر اور ڈاکٹر شاہ زیب کی فیملیز موجود تھی۔۔



شاہ زیب کی فیملی میں صرف اس کے امی اور ابو تھے وہ اپنے ماں باپ کی اکلوتی اولاد تھا۔۔اور احمر کی فیملی میں اس کی ماں اور ایک بہن تھی باپ کا بچپن میں انتقال ہو گیا تھا۔۔بہن شادی شدہ تھی۔۔اور

اس کے دو بچے بھی تھے۔اور وہ لاہور میں سیٹل تھی۔۔اس لیے احمر اپنی ماں کے ساتھ آیا تھا۔۔اور ڈاکٹر شاہ زیب اپنے امی ابو دونوں کے ساتھ لایا تھا۔۔

رومان شاہ بھی اس وقت احمر اور شاہ زیب کے ساتھ بیٹھا ہوا گپے مار رہا تھا۔ان تینوں میں اس بات کو لے کر بحث چھڑی ہوئی تھی کہ۔۔احمر اب واپس ہاسپٹل ایڈمٹ نہیں ہونا چاہتا تھا۔۔

اس کے کہنے کے مطابق اب وہ ٹھیک تھا مگر ڈاکٹر شاہ زیب اور رومان شاہ اسے اس شرط پر ہاسپٹل سے لے کر آئے تھے کہ۔وہ رخصتی کے بعد واپس ہاسپٹل میں ہی ایڈمٹ ہو گا۔۔کیونکہ ابھی احمر کا علاج مکمل نہیں ہوا تھا۔۔ابھی اسے اور دو مہینے تک علاج کی ضرورت تھی۔۔



رومان شاہ نے اسے اپنی شرط یاد دلائی تھی کہ اس نے کہا تھا کہ وہ بہت اچھے طریقے سے اپنا علاج کروائے گا۔۔اور پھر رومان شاہ بدلے میں اسے اس کی محبت اریشہ لا کر دے گا۔۔

آخر کافی بحث کے بعد رومان شاہ اور ڈاکٹر شاہ زیب نے احمر کو اپنی بات پر آمادہ کر لیا تھا۔۔اب احمر یہاں سے سیدھا ڈاکٹر شاہ زیب کے ساتھ ہاسپٹل جائے گا۔۔اور دونوں کے ماں باپ اپنے اپنے گھر جائیں گے یہ فیصلہ طے پایا تھا۔۔

رومان شاہ کی ماں نے بہت اچھے طریقے سے مہمانوں کو رخصت کیا۔۔اور اب وہ رومان شاہ کو اپنے ساتھ لے کر اپنے روم میں آگئی تھی۔کیونکہ باہر گھر کے ملازم موجود تھے اس لیے وہ اپنے بیٹے سے اکیلے میں بات کرنا چاہتی تھی۔۔۔

رومان بیٹا میں نے میرب کی ماں سے وعدہ کیا ہے۔کہ میں میرب کو اپنی بیٹی بنا کر رکھوں گی۔۔جس طرح سے میں مرہا کو کوئی تکلیف نہیں ہونے دیتی۔اسی طرح سے میں میرب کو بھی کوئی تکلیف نہیں ہونے دوں گی۔۔



امی جان آپ مدے کی بات پر آئیں آپ مجھ سے کیا چاہتی ہیں۔۔رومان شاہ کو کچھ کچھ اندازہ تھا کہ اس کی ماں اس سے کیا کہنے والی ہے۔۔رومان شاہ اپنی ماں کے نرم دل سے بہت اچھی طرح سے واقف تھا۔۔رومان بیٹا میں یہ چاہتی ہوں کہ میرا یہ وعدہ پورا ہو۔۔۔

تو امی جان میں نے کب منع کیا ہے کہ آپ میرب کو اپنی بیٹی نہ بنائیں۔ آپ اس کو اپنی بیٹی بنائیں اس پر اپنی محبتیں نچھاور کریں میں آپ کو منع نہیں کروں گا۔۔رومان بیٹا تمہیں اچھی طرح سے سمجھ آرہا ہے کہ میں تم سے کیا کہنا چاہتی ہوں۔۔

اس لیے میری بات کو پلٹو مت۔۔امی جان آپ مجھ سے کیا توقع کرتی ہیں۔۔ کہ میں اس لڑکی پر اپنی محبتیں نچھاور کروں۔۔تو میں ایسا کچھ بھی نہیں کرنے والا۔۔ کیونکہ وہ لڑکی زبردستی میری زندگی میں شامل ہوئی ہے۔۔اور رومان شاہ اپنی زندگی میں زبردستی شامل ہونے والے لوگوں کو کبھی ایکسیپٹ نہیں کرتا۔۔۔

رومان وہ لڑکی اللہ کی مرضی سے تمہارے نصیب میں لکھی گئی تھی۔۔اس لیے وہ تمہاری زندگی میں شامل ہوئی ہے۔۔۔ اللہ کی مرضی کے بنا تو ایک پتہ بھی اپنی جگہ سے ہل نہیں سکتا۔۔۔تو پھر تم یہ کیسے سوچ سکتے ہو۔۔

کہ وہ لڑکی زبردستی تمہاری زندگی میں شامل ہو کر تمہارے ساتھ بندھ سکتی ہے۔۔۔۔اللہ کی مرضی مرضی کے بنا کچھ نہیں ہوتا۔۔رومان اللہ تعالی کے اس فیصلے کو خوشی خوشی قبول کر کے اپنی زندگی میں اٹھگے بڑھو۔۔کب تک گزرے وقت کی تلخ یادوں کو اپنے اندر ناسور بنا کر زندہ رکھو گے۔۔

امی جان پلیز میں نے آپ سے کتنی بار کہا ہے کہ۔ گزرے ہوئے وقت کو مجھے یاد مت دلایا کریں۔۔رومان کیسے نہ یاد دلاؤں تم آج بھی وہیں پر کھڑے ہو۔۔تم آگے بڑھو تو میں تمہیں وہ وقت یاد نہ دلاؤں۔۔تم نے اپنی زندگی کو اسی گھڑی میں قید کر کے بند کر دیا ہے۔۔۔

امی جان ایسا آپ کو لگتا ہے میں اس گھڑی میں قید نہیں ہوں۔۔میں بہت آگے نکل آیا ہوں۔۔اور اب میں پیچھے پلٹ کر دیکھنا بھی نہیں چاہتا۔۔مگر آپ مجھے بار بار میرے ماضی میں لے جا کر مجھے یہ احساس دلاتی ہیں۔۔کہ میں کس قدر کمزور شخص تھا۔۔

رومان بیٹا ایسا تمہیں لگتا ہے کہ تم بہت آگے نکل آئے ہو۔ایک ماں کی نظر سے دیکھو گے تو تم آج بھی وہیں پر کھڑے ہو۔۔اور اگر تم آگے نکل آئے ہو تو پھر ثابت کرو۔۔

یہ موقع ہے تمہارے پاس جاؤ اور کھلے دل سے میرب کو اپنی زندگی میں شامل کرو۔۔اور اپنی زندگی کو آگے بڑھاؤ۔

تو میں وعدہ کرتی ہوں کہ آج کے بعد میں تمہیں کبھی تمہارا کل یاد نہیں کرواؤں گی۔۔ میں مان لوں گی کہ میرا بیٹا اپنی زندگی میں آگے بڑھ چکا ہے۔

۔تو امی جان سیدھا سیدھا کہیں کہ آپ اس لڑکی کی حمایت میں کھڑی ہو کر اپنے بیٹے کو اموشنل کر رہی ہے۔۔رومان وہ بہت پیاری بچی ہے۔ اور اس نے ایسی بھی کیا غلطی کر دی ہے۔ بس تم سے بہت پیار کرتی ہے اور اتیج میں بہت چھوٹی ہے اس لیے اس نے بے وقوفی میں خودکشی والی حرکت کر لی۔۔

اس کے سوا تو اس میں کوئی ایسا عیب نہیں ہے۔۔ خوبصورت ہے پڑھی لکھی ہے۔ ایک اچھے گھر سے تعلق رکھتی ہے۔ تو پھر تم کیوں اس کے ساتھ ایک اچھی زندگی گزارنے کو تیار ہو۔۔



رومان تمہیں میری قسم اگر میں نے اس کی آنکھوں میں آنسوں دیکھے تو میں تم سے بہت ناراض ہو جاؤں گی۔۔ اور میں یہ سمجھوں گی کہ تمہارے دل میں اپنی ماں کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔۔۔

بہت اچھی بات ہے امی جان آپ اپنی ہر بات اسی طرح سے مجھے اموشنل کر کے منوالیا کریں۔

رومان شاہ کے پاس بھی کوئی اپشن چھوڑ دیا کریں پلیز۔۔اور ٹھیک ہے جیسا آپ چاہیں گی۔میں ویسا ہی کروں گا۔۔وہ منہ میں بڑبڑ کرتا ہوا بڑے بڑے قدم اٹھا کر اپنے روم کی طرف چل دیا۔۔

یہ سب اس نے اپنی ماں کا دل رکھنے کے لیے کہا تھا۔۔اس کے دماغ میں کیا کیا چل رہا تھا۔۔اگر وہ اپنی ماں کو دکھا دیتا تو۔۔اس کی ماں بیچاری کو تو اٹیک ہی آجانا تھا۔۔

دسمبر کی سردی کی راتیں تھی اور ٹھنڈ بھی بہت زیادہ تھی۔۔اوپر سے باہر بارش نے ماحول کو اور بھی ٹھنڈا کر رکھا تھا۔۔۔رومان شاہ روم میں داخل ہوا تو میرب اور مرہا کسی بات پر ہنس رہی تھی۔۔

مرہا بیٹا تم اپنے کمرے میں جاکر آرام کرو رات بہت ہو گئی ہے۔۔۔جی بھائی۔۔مرہا اپنے بھائی کا غصے والا چہرہ دیکھ کر ایک منٹ سے پہلے نو دو گیارہ ہو گئی۔۔۔میرب اللہ تمہاری میرے بھائی کے کہر سے مدد فرمائے آمین۔۔میرہا دل میں میرب کے لیے دعا کرتے ہوئے بڑے بڑے قدم اٹھاتی ہوئی اپنے روم میں چلے گئی۔۔

تم میرے بیڈ پر بیٹھی ہوئی کیا کر رہی ہو۔۔رومان شاہ نے آتے ہی میرب پر قہر برساتی ہوئی نظر ڈال کر کہا تھا۔۔میرب نے رومان شاہ سے کوئی زیادہ توقعات تو نہیں لگائی تھی۔۔

مگر بیچاری نے نہیں ایسا بھی نہیں سوچا تھا کہ رومان شاہ اس کا استقبال اس طرح سے کرے گا۔۔۔میرے بیڈ سے نیچے اترو بہری ہو گئی ہو۔۔تم سے بات کر رہا ہوں۔۔میر ارومال شاہ کے غصے سے ڈرتی ہوئی جلدی سے بیڈ سے اتر کر نیچے کھڑی ہو گئی۔۔www.kitabnagri.com

میرب کو اس طرح کی غصے والی آواز سننے کی کہاں عادت تھی۔اسے تو ہمیشہ گھر والوں نے اپنی پلکوں پر بٹھا کر رکھا تھا۔۔پھر چاہے اس کی ماں ہو اس کے پاپا یا اس کا بھائی شاہ میر۔۔سب پر چلانا اور غصہ کرنا تو میرب اپنا فرض سمجھتی تھی۔۔



ایسے کیا دیکھ رہی ہو دفع ہو جاؤ میرے کمرے سے میں تمہاری شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتا۔۔ایک تو رومان شاہ کو پہلے ہی میرب سے کوئی ہمدردی نہیں تھی۔۔۔اوپر سے اس کی ماں کی باتوں نے اس کے دماغ کا پارہ اور بھی ہائی کر دیا تھا۔۔

رومان شاہ اپنی ماں سے بہت زیادہ پیار کرتا۔۔اور ان کی بہت عزت کرتا تھا اس لیے ماں کے سامنے تو بولنے کی اس کی ہمت نہیں تھی اب سارا قہر میر پر ڈھایا جا رہا تھا۔۔

شاہ میں کہاں جاؤں یہ میرا بھی کمرہ ہے۔۔میرب نے ڈرتے ہوئے آہستہ سی آواز میں منمناتے ہوئے کہا تھا۔۔کہاں پورے گھر میں گرجنے والی میرب کی آواز۔اس وقت رومان شاہ کے سامنے بولنے سے قاصر تھی۔۔اپنی بکواس بند کرو یہ کمرا تمہارے باپ نے مجھے بنوا کر نہیں دیا۔۔۔جو اس پر تمہارا بھی حق ہو گیا ہے۔۔یہ کمرا میرا ہے اور اس پر صرف میرا حق ہے۔۔اور میری کسی بھی چیز پر تمہارا کوئی حق نہیں ہو گا سمجھی تم۔۔۔

رومان شاہ نے اس کے جبڑے کو اپنے ہاتھ سے زور سے پکڑا ہوا تھا۔میرب بچاری کو تو ایسے لگ رہا تھا کہ آج شادی کی پہلی رات بیچاری کے جبڑے نے تو ٹوٹ ہی جانا ہے۔۔

اب جلدی سے دفع ہو جاؤ۔۔۔شاہ میں کہا جاؤں۔۔کہیں بھی چلی جاؤ بس میری نظروں سے دور ہو جاؤ۔۔میرب دروازہ کھول کر روم سے باہر جانے لگی تھی۔۔کہ رومان شاہ کی گرج دار آواز سے وہیں پر رک گئی۔۔

آج سے اپنا دماغ لڑانا بند کر دو۔۔ تمہیں روم سے باہر جانے کو کسی نے کہا ہے۔۔اصل میں رومان شاہ میرب کو اپنی نظروں سے تو دور کرنا چاہتا تھا۔۔ مگر میرب کو کمرے سے باہر نکال کر اپنی ماں کے غصے کو اور پریشانی کو دعوت نہیں دینا چاہتا تھا۔۔۔

شاہ آپ نے خود ہی تو کہا ہے کہ میں آپ کی نظروں سے دور ہو جاؤں۔۔تو اگر روم سے باہر نہیں جاؤں۔تو آپ ہی بتائیں میں کہاں جاؤں۔۔

۔یہ پیار محبت کے گھٹیا کاموں میں تو تمہارا دماغ بہت تیزی سے کام کرتا ہے۔۔اور تمہیں بہت اچھی طرح سے پتہ ہے۔۔کہ کسی مرد کو اپنے سامنے کیسے جھکایا جاتا ہے۔۔

یہ خودخوشی والا آئیڈیا میں نے تو تمہیں نہیں دیا تھا جب ایسے نایاب آئیڈیے تمہارے دماغ میں خود سے آجاتے ہیں۔۔۔تو پھر دماغ لڑاؤ گی تو سمجھ میں آجائے گا کہ میری نظروں سے دور اسی کمرے میں تم کیسے رہ سکتی ہو۔۔

باہر میری ماں موجود ہیں اور ان کے سامنے کمرے کے اندر کی کوئی بات نہیں جانی چاہیے۔۔ ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔۔ تمہارے لیے تو میں ویسے بھی بہت برا ثابت ہونے والا ہوں۔۔

اور میری ماں کے سامنے ہمارے بیچ میں ہونے والی کوئی بھی بات اگر تم نے کی تو۔۔ میں اس سے بھی کہیں زیادہ برا ثابت ہوں گا تمارے لیے۔۔ میں آپ کی امی کے سامنے کوئی بات نہیں کروں گی مگر آپ مجھے بتا دیں۔۔ پلیز میں کہاں جاؤں۔۔

شاہ باہر بہت بارش ہو رہی ہے۔۔ رومان شاہ نے اپنی آنکھ کا اشارہ اپنے روم کی.بیلکنی کی طرف کیا تھا۔۔۔ تو میں کیا کروں۔۔۔ شاہ پلیز۔ میرب نے التجائیں و نظروں سے رومان شاہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تھا۔۔۔ کیا۔۔ رومان شاہ نے ایٹیٹیوڈ سے آئی برو کو اٹھا کر کہا تھا۔۔۔ شاہ باہر بہت سردی ہے۔۔۔ تو پھر میں کیا کروں۔۔۔ شاہ میری غلطی کیا ہے۔۔ اپنے آپ سے پوچھو۔۔ شاہ میں آپ سے بہت پیار کرتی ہوں۔۔۔ تو پھر جاؤ ساری رات بھیگو بارش میں اور کرو اپنے پیار کو ثابت۔۔۔ شاہ میرے ہاتھوں پر زخم ہیں وہ بارش کے پانی سے خراب ہو جائیں گے۔۔۔

زیادہ سے زیادہ کیا ہو گا۔۔مر ہی جاؤ گی اس سے زیادہ کیا ہو سکتا ہے۔۔۔شاہ میں مرنا نہیں چاہتی۔۔۔ آپ کے ساتھ جینا چاہتی ہوں۔۔پہلے میرے لیے مر کے تو دکھاؤ۔۔۔وہ تنزیہ نظروں سے دیکھتا ہوا سامنے بیڈ پر سیدھا لیٹا ہوا تھا۔۔وہ اپنے دونوں ہاتھ سر کے نیچے رکھے ہوئے تھا ۔میں نے کہا روم سے دفع ہو جاؤ اس سے زیادہ میرے صبر کا امتحان مت لو وہ میرب پر چیخا تھا۔۔

--

رومان شاہ کے غصے سے ڈر کر۔میرب اپنے لہنگے کو دونوں ہاتھوں سے پکڑتی ہوئی بڑے بڑے قدم اٹھا کر بالکونی کی طرف بڑھ رہی تھی۔۔رومان شاہ کے ڈر سے میرب کا پیر لہنگے میں اٹکا اور وہ موقع بل زمین کے اوپر گر گئی۔۔۔آہ۔اچانک زور سے زمین پر گرنے سے میرب کے منہ سے چیخ نکلی تھی۔



ابھی تو شروعات ہے میرب بی بی تم تو ابھی سے منہ کے بل گرنے لگی ہو۔۔۔رومان شاہ بیڈ پر لیٹا ہوا بہت تنزیہ انداز سے میرب کی جانب دیکھ کر بول رہا تھا۔۔۔کوئی بات نہیں شاہ آپ چاہے جتنے مرضی مجھ پر ظلم کر لیں۔میرا آپ کے لیے پیار کم نہیں ہو گا۔۔وہ روتے ہوئے اپنی ہتھیلیوں سے اپنی آنکھوں کو صاف کرتے ہوئے اٹھ کر کھڑی ہو گئی تھی۔۔

ابھی تو ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا

آگے آگے دیکھ ہوتا ہے کیا۔۔۔۔۔رومان شاہ نے تنز کرتے ہوئے میرب کی جانب دیکھ کر یہ شعر بولا تھا۔۔میرب جی اتنا آسان نہیں ہے رومان شاہ کے ظلم کو برداشت کرنا۔۔تم مجھ سے پیار کم نہ ہونے کے دعوے کر رہی ہو۔۔۔رومان شاہ تمہیں اتنا مجبور کر دے گا کہ تم میرے نام سے بھی نفرت کرو گی۔۔اور پچھتاؤ گی اس وقت کو جب تم نے رومان شاہ کے ساتھ محبت کرنے کی جرات کی تھی۔۔

اپنی زندگی کا سب سے بدترین دن لگے گا تمہیں جس دن تمہاری مجھ سے پہلی ملاقات ہوئی تھی۔۔ٹھیک ہے شاہ آپ مجھ پر اپنے ظلم کی حد کر دینا۔۔میں آپ سے اپنے پیار کی انتہا کر دوں گی۔۔

بے وقوف لڑکی رومان شاہ آگ کا نام ہے جتنا قریب آؤ گی جل جاؤ گے۔۔رومان شاہ نے میرب کے جبڑے کو اپنے ہاتھ سے زور سے پکڑا ہوا تھا۔۔



اپنے گھر کی لاڈلی بیٹی میرب جس پر کبھی کسی نے انگلی تک نہیں اٹھائی۔۔اس کے جبڑے کو جب رومان شاہ نے اپنے سخت ہاتھ سے پورے زور سے پکڑا تو۔۔تکلیف سے میرب کی آنکھوں سے آنسوؤں کی ندیاں بہنے لگی تھی۔۔

شاہ مجھے درد ہو رہا ہے۔۔میرب اپنے زخمی کلائیوں والے ہاتھوں سے رومان شاہ کا ہاتھ اپنے جبڑے سے ہٹانے کی کوشش کر رہی تھی۔۔۔درد دینے کے لیے ہی تو تمہیں رخصت کروا کر لایا ہوں۔ورنہ کون سا رومان شاہ تمہاری محبت میں مرا جا رہا تھا۔۔۔

رومان شاہ نے میرب کو نفرت بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے۔ جھٹکے سے اس کے منہ کو چھوڑ دیا تھا۔۔

میرب کے دونوں کلائیوں پر ابھی تک ڈریسنگ کی پٹیاں بندھی ہوئی تھی۔کیونکہ ابھی اس کے زخم تازہ تھے۔۔میرب روتی ہوئی بالکونی کا گیٹ کھول کر باہر آگئی۔۔

باہر بہت زوروں کی بارش ہو رہی تھی۔۔۔دسمبر کی سردی کی تھی۔اور ساتھ میں تیز چلتی ہوئی ہوائیں سردی کی شدت کو اور بھی بڑھا رہی تھی۔۔باہر ایسی کوئی چیز نہیں پڑی تھی جس پر میرب بیٹھ سکتی۔۔



۔اور بارش میں بھیگنے کی وجہ سے میرب کو اور بھی زیادہ ٹھنڈ لگ رہی تھی۔اس کا پورا بدن کانپ رہا تھا۔ گیلے بدن پر جب ٹھنڈی ہوا کا جھونکا پڑتا تو میرب کے ہونٹ کپکپانے لگتے تھے۔۔

وہ اپنے دونوں ہاتھ سینے پر باندھے ہوئے کانپتی ہوئی دیوار کے ساتھ کھڑی تھی۔۔میرب کی ماں سردیوں میں میرب کا بہت خاص خیال رکھتی تھی۔۔کیونکہ بچپن سے ہی میرب کو بہت جلدی ٹھنڈ لگ جایا کرتی۔۔

اگر آج میرب کی ماں اپنی لاڈلی بیٹی کو یوں دسمبر کی رات میں یوں باہر لاوارثوں کی طرح بارش میں پھینکتے ہوئے دیکھ لیتی تو۔۔اس کی ماں کی تو جان ہی نکل جاتی۔۔۔

میرب کافی دیر تک کانپتے ہوئے وجود کو لیے دیوار کے ساتھ کھڑی رہی۔۔مگر اس کے بعد اس کا جسم سن ہونے لگا تھا۔۔

اسے امید تھی کہ شاید رومان شاہ کو اس پر ترس

آجائے اور وہ میرب کو اندر بلا لیں۔مگر اس بیچاری کو یہ نہیں پتہ تھا کہ رومان شاہ پتھر دل والا انسان ہے۔وہ اس کی نازک سی جان پر رحم نہیں کھائے گا۔۔



میرب کا جسم سردی کی شدت سے سن پڑنے لگا تھا اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا تو وہ وہی زمین پر بیٹھ گئی۔۔وہ اپنا سر گھٹنوں میں دے کر بیٹھی ہوئی تھی۔۔شاہ مجھے نہیں پتہ تھا کہ کسی کو پیار کرنے کی اور چاہنے کی اتنی بڑی سزا بھی ہوتی ہے۔۔وہ اپنے کانپتے ہونٹوں اور بند آنکھوں سے اپنی محبت سے مجبور ہو کر ہلکا سا مسکراتے ہوئے سوچ رہی تھی۔۔۔

شاہ میں آپ سے اتنی محبت کرتی ہوں کہ آپ ہر روز بھی اگر مجھے اسی طرح ٹھنڈ میں اور بارش میں باہر بٹھا دیں کہ تو میں اف تک نہیں کروں گی۔۔۔شاہ میرب کو اپنی محبت کی قسم اگر میں نے آپ کو اپنی محبت سے اتنا مجبور نہیں کر دیا۔ کہ آپ کو میرب کے بنا سانس لینا مشکل ہو جائے گا۔۔

میرب اس وقت ٹھنڈ سے مرے جا رہی تھی اور اسی تکلیف میں وہ اپنے دل سے عہد کر رہی تھی کہ وہ رومان شاہ کے دل میں اپنی محبت اجاگر کر کے رہے گی۔۔رومان شاہ میرب نے بھی آج تک اپنی زندگی میں جس چیز کو چاہا اسے حاصل کر لیا۔۔

اسی لیے شاید میرے اللہ نے آپ کو بھی میرا نصیب بنا دیا ہے۔۔اب آپ مانے یا نہ مانے شاہ مگر آپ میرب کے ہیں۔۔اور میرب آپ کی میرے دل میں تو آپ کی محبت کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔

اور میرا وعدہ ہے کہ ایک دن میں آپ کے پتھر دل کو اپنی محبت سے اتنا موم بنا دوں گی۔ کہ آپ کے دل میں بھی میری محبت کی ندیاں بہنے لگیں گی۔میرب کے جسم میں درد کی ٹیسیں اٹھنے لگی تھی۔۔

°°°°°°°°°°°°

میرہا کی ٹیسٹ سیریز شروع ہو چکی تھی۔۔اور مرہا کی کالج سے ہیں کافی چھٹیاں بھی ہو چکی تھیں۔اس لیے مرہا اپنی بک لے کر روم میں ادھر سے ادھر چکر لگا رہی تھی۔۔مرہا کو پڑھائی کا بہت شوق تھا اور اپنی محنت اور لگن سے ہمیشہ وہ سکول سے لے کر کالج تک زیادہ تر اول پوزیشن ہی لے کر آتی

تھی۔۔۔میرہا کو بچپن سے ہی ڈاکٹر بننے کا بہت شوق تھا۔اس لیے مرہا کالج کی پڑھائی کے بعد میڈیکل میں داخلہ لینا چاہتی تھی۔۔۔

مرہا پورے جوش کے ساتھ کتاب کھول کر پڑھائی میں مگن تھی۔ تقریبا دو ڈھائی گھنٹے پڑنے کے بعد اب مرہا کا تھکن اور نیند سے برا حال ہو چکا تھا۔ آج رخصتی میں سارا دن کی بھاگ دوڑ میں۔ میرہا بہت زیادہ تھک گئی تھی۔۔اب وہ آرام سے سونا چاہتی تھی صبح ویسے بھی سنڈے تھا

کہ اس کے فون پر رنگ ہوئی۔۔ مرہا کو اب اچھی طرح سے اندازہ تھا کہ اس وقت اس کے نمبر پر کس بے آرام شخص کا فون آسکتا ہے۔۔

افففففف اللہ جی اس بندے کو رات کو ہی فون کرنا کیوں یاد آتا ہے۔۔ کیوں یہ شخص نہ تو خود آرام کی نیند سوتا ہے۔نہ دوسروں کو سونے دیتا ہے۔۔ میرب اپنے فون کی سکرین پر اے سی پی شامیر کا نام دیکھ کر غصے سے اپنے منہ پر چادر لے کر بڑبڑا رہی تھی۔۔۔ فون پر ایک میسج آیا جسے رسیو کرنے کے بعد میرہا نے ایک سیکنڈ سے بھی پہلے فون اون کر کے اپنے کام کو لگا لیا تھا۔۔

بیوی تمہیں میری کوئی بھی بات بنا دھمکی کے سمجھ میں کیوں نہیں آتی ۔۔۔شامیر نے مرہا کو فون پر یہ دھمکی دی تھی کہ ۔اگر اس نے شامیر کا فون نہیں اٹھایا تو وہ اس سے ملنے اسکے گھر آجائے گا۔۔

فون کیوں نہیں اٹھا رہی تھی میرا ۔۔میرہا کے فون اٹھانے پر اے سی پی نے مرہا سے سوال کیا ۔۔۔کیونکہ میں سونے لگی تھی مجھے بہت نیند آرہی ہے ۔۔ مگر اے سی پی کی جان جب سے تم اے سی پی کو مل کر گئی ہو ۔۔مجھے تو نہ سکون آرہا ہے اور نہ ہی میری آنکھوں میں نیند آرہی ہے ۔۔

تو پھر میں کیا کروں مجھے تو نیند آرہی ہے ۔۔تو آنے دو جب تک مجھے نیند نہیں آئے گی ۔ میں تو تمہیں سونے نہیں دوں گا ۔۔ مگر سچ مجھے بہت نیند آرہی ہے ۔۔۔ مگر مجھے سچ میں نیند نہیں آرہی شاہ میر نے مرہا کے انداز میں ہی اس کی نقل اتاری تھی ۔۔



اگر آپ کو نیند نہیں آرہی تو میں کیا کر سکتی ہوں ۔ مرہا نے رونے والی آواز سے کہا تھا ۔کیونکہ مرہا کو سچ میں بہت زیادہ نیند آرہی تھی ۔۔میں ویڈیو کال کر رہا ہوں اٹھاؤ ۔۔ نہیں میں ویڈیو کال نہیں اٹھاؤں گی ۔۔ مرہا تو شاہ میر کی آج کی ملاقات کو ہی سوچ کر شرم سے پانی پانی ہو رہی تھی ۔۔اب اس میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ دوبارہ شاہ میر کو ویڈیو کال پر دیکھ پاتی ۔۔۔

بیوی کیا تمہیں عادت ہے میری ہر بات کو رد کرنے کی۔۔جب میں نے کہا ہے کہ ویڈیو کال اٹھاؤ تو میرے خیال سے تمہیں آرام سے میری بات مان جانی چاہیے۔۔

آخر شوہر ہوں تمہارا اتنا تو پتہ ہو گا کہ شوہر کی بات کو رد کرنا گناہ ہے۔۔مانا کہ تم مجھ سے 12 سال چھوٹی ہو۔ مگر اتنی بچی نہیں ہو کہ تمہیں شوہر کے رتبے کا پتہ نہ ہو۔۔شاہ میر کی عمر 34 سال تھی اور مرہا کی 22 سال اس طرح دونوں کا ایج ڈفرنس بارہ سال کا تھا۔۔اب اگر تم نہیں چاہتی کہ میں نے میسج پر جو دھمکی دی ہے۔اسے سچ ثابت کروں تو میری ویڈیو کال اٹھاؤ۔۔

مرہا نے مجبوراً منہ کو مروڑتے ہوئے شاہ میر کی ویڈیو کال اون کر لی۔۔اپنا منہ سیدھا کرو شوہر سے کوئی اس طرح سے بات کرتا ہے۔۔شاہ میر نے ویڈیو کال پر مرہا کو منہ کے زاویے بدلتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔۔

اب وہ مسکراتے ہوئے مرہا کو اپنا منہ سیدھا کرنے کے لیے بول رہا تھا۔۔وہ اس وقت اپنے بیڈ پر صرف وائٹ کلر کی بنیان اور ٹراؤزر میں ملبوس لیٹا ہوا تھا۔۔

شاہ کو کیمرے پر دیکھتے ہی مرہا نے اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیا تھا۔۔کتنے بے شرم ہیں آپ کوئی اس طرح کے کپڑے پہن کر ویڈیو کال کرتا ہے۔ہاہاہا بیوی تم تو اس طرح سے شرما رہی ہو جیسے کہ میں نے کچھ پہنا ہی نہ ہو۔۔

استغفر اللہ کتنے بے شرم ہیں آپ اور کتنی گندی باتیں کرتے ہیں۔۔ مرہا شامیر کے اس پہ باک مذاق پر شرم سے پانی پانی ہو رہی تھی۔۔

حد ہے یار میں نے ایسا بھی کیا کر دیا ہے جو میری بیوی مجھے بار بار بے شرم ہونے کے لقب سے نواز رہی ہے وہ مسکراتے ہوئے بولا تھا۔

میرہا کی حالت کو دیکھ کر شامیر کو ہنسی آرہی تھی اور وہ سوچ رہا تھا کہ۔ آج کے دور میں بھی ایسی معصوم لڑکیاں پائی جاتی ہیں۔۔

اگر آپ کو بات کرنی ہے تو پہلے آپ شرٹ پہنیں۔۔۔اور اگر نہ پہنو تو۔۔تو میں فون بند کر دوں گی۔۔دھمکی دے رہی ہو۔۔ نہیں سچ میں۔ میں فون بند کر دوں گی۔۔وہ اپنی آنکھوں پہ ہاتھ رکھے ہوئے۔اے سی پی کو دھمکی دے رہی تھی اور اے سی پی اس کی دھمکی سن کر ہنس رہا تھا۔۔

وہ سوچ رہا تھا کہ مجرموں کو دھمکا دھمکا کر سے سچ اگلوانے والا اے سی پی شاہ میر ملک جس کے نام سے دشمن تھر تھر کانپتے تھے۔۔ یہ نازک سی جان اے سی پی کو دھمکی دے رہی تھی۔۔اور اس کی دھمکی سن کر شامیر کے لبوں پر مسکراہٹ بکھری ہوئی تھی۔۔

نہیں میری جان فون بند مت کرنا اگر میری بیوی پیار سے کہے تو اس کا شوہر برکا اور حجاب پہن لے گا ۔۔ مگر بشرط یہ ہے کہ تم مجھے سے یہ بات پیار کہو۔۔

مجھ نہیں پتہ کہ پیار سے کیسے کہتے ہیں۔۔وہ اپنی آنکھوں پر اب بھی ہاتھ رکھے ہوئے تھی۔ آنکھوں سے ہاتھ ہٹاؤ میں نے شرٹ پہن لی ہے۔۔ مرہا نے جیسے ہی اپنی آنکھوں سے ہاتھ ہٹایا شامیر کو اسی کپڑوں میں دیکھ کر پھر سے اپنا ہاتھ اپنی آنکھوں پر رکھ لیا تھا۔۔

شاہ میر قہقہے لگاتے ہوئے ہنسے جا رہا تھا اور مرہا کا شرم سے برا حال تھا۔ میرہا نے غصے سے اپنا فون سوئچ آف کر دیا۔۔ میری معصوم بیوی تم کتنا شرماتی ہو یار۔شاہ میر ٹھرا ایک ایک پولیس والا جن میں شرم و حیاء کے جراسیم بہت کم پائے جاتے ہیں۔



شامیر نے دوبارہ فون کیا تو فون سوئچ آف آرہا تھا۔ اے سی پی کی جان تم نے یہ فون بند کر کے اچھا نہیں کیا۔۔۔ مجھے تو تمہارے ساتھ بہت ساری اپنے دل کی باتیں کرنی تھی۔۔ فون بند کرنے کی سزا تو اے سی بھی تمہیں ضرور دے گا۔۔

اچھا خاصا مجرموں کے ساتھ اپنی زندگی کو انجوائے کر رہا تھا۔۔

تمہاری پہلی جھلک نے مجھے تمہارا دیوانہ بنا دیا ہے اور اب تو تمہاری محبت میں نیندیں بھی اڑ گئی ہیں شاہ میر ٹھنڈی آہیں بھرتا ہوا لیٹا ہوا مرہا کے بارے میں سوچ رہا تھا۔

اللہ جی کیا میرے لیے یہ بے شرم شوہر ہی بچا تھا۔ مرہا اپنے بیڈ پر لیٹی ہوئی۔ فون کو بند کر کے سائیڈ ٹیبل پر رکھ کر چھت کی طرف دیکھ کر اللہ سے باتیں کر رہی تھی۔۔

oooooooooo

رومان شاہ گہری نیند میں سو رہا تھا کہ اچانک اس کی آنکھ کھلی تو۔اس کے دماغ میں میرب کا خیال آیا تو وہ آنکھیں ملتا ہوا اٹھ کر بیڈ پر بیٹھ گیا تھا۔ اس نے اپنا فون اٹھا کر اس پر ٹائم دیکھا تھا۔رات کے پونے تین بج رہے تھے۔۔باہر سے ابھی تک تیز بارش اور بجلی کڑکنے کی آوازیں آرہی تھی۔

رومان شاہ بیڈ سے اٹھ کر اپنے چپل پہنتا ہوا بلکونی کا دروازہ کھول کر میرب کو دیکھنے کے لیے آیا تھا۔۔



۔رومان شاہ کا ویلکم ٹھنڈی اور تیز ہواؤں نے کیا۔اوپر سے تیز بارش کی بوندیں جو ہوا کی تیزی کی وجہ سے رومان شاہ کے منہ کے اوپر پڑی تو۔رومان شاہ کے پورے جسم میں سردی کی لہر دوڑ گئی۔ وہ ٹھنڈ سے سی سی کرتا ہوا میرب کے پاس آکر کھڑا ہوا تھا۔۔

میرب دیوار کے ساتھ لیٹی ہوئی تھی۔۔اٹھ کر روم کے اندر آجاؤ۔رومان شاہ نے اپنی اکڑ اور ایٹیٹیوڈ والی آواز میں میرب کو روم کے اندر آنے کو کہا تھا۔۔کیا بات ہے ٹھنڈ کی وجہ سے تمہاری قوت سماعت ختم ہو گئی ہے۔میں نے کہا اٹھ کر اندر آجاؤ کوئی یوں گدھوں کی طرح اتنی ٹھنڈ میں اتنی گہری نیند کیسے سو سکتا ہے۔۔www.kitabnagri.com

میرب کی طرف سے اب بھی کوئی جواب نہیں آیا تھا۔اب رومان شاہ کو تھوڑی پریشانی ہوئی۔۔۔وہ نیچے ایڑیوں کے بل بیٹھ گیا۔۔

اور میرب کو اپنے ہاتھ سے ہلایا مگر میرب کا جسم بالکل بے جان پڑا ہوا تھا۔۔رومان شاہ کے چہرے پر پریشانی کے تاثرات دکھائی دینے لگے۔۔وہ جلدی سے میرب کو دونوں ہاتھوں سے اٹھاتا ہوا اپنے روم میں لے کر آگیا۔۔

میرب کے پورے کپڑے بارش کے پانی سے بھیگے ہوئے تھے۔رومان شاہ نے اسے اپنی باہوں میں اٹھایا تو اس کے دونوں بازو نیچے کی طرف لٹک رہے تھے۔۔وہ اس وقت بالکل بے جان تھی۔۔رومان شاہ نے اسے لا کر اپنے بیڈ پر لٹا دیا تھا۔۔وہ جس گرم بستر سے وہ ابھی ابھی نکل کر باہر گیا تھا۔اسی کمبل کے اندر اس نے میرب کو پوری طرح سے کور کر دیا۔۔وہ میرب کو ہوش میں لانے کے لیے کیا کریں اس سے بالکل سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔۔۔

وہ میرب کی حالت دیکھ کر کافی بکھلایا ہوا تھا اپنی کمر پر ہاتھ رکھے ہوئے وہ روم میں ادھر ادھر چکر لگانے لگا اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا۔ کہ وہ کیا کرے اور کس طرح سے اس کو ہوش میں لائے۔

کیونکہ میرب کی حالت اس وقت بہت خراب تھی۔ اس کا پورا جسم نیلا پڑا ہوا تھا اور ہونٹوں کا رنگ تو حد سے بھی زیادہ نیلا تھا۔

00000000

ہائے ڈاکٹر شاہ زیب کیسے ہیں آپ۔ڈاکٹر شاہ زیب نے سر اٹھا کر آواز کی جانب دیکھا تھا۔۔ڈاکٹر شاہ زیب جو صبح کا پہلا راؤنڈ اپنی واڈ میں لگانے کے لیے اپنی ڈاکٹر ٹیم کے ساتھ کھڑا ہوا تھا۔۔وہ اس وقت ایک مریض کو چیک کر رہا تھا۔۔ڈاکٹر
شاہ زیب ہارٹ سپیشلسٹ تھا۔۔



ڈاکٹر شاہ زیب۔۔ہائے ڈاکٹر ہما کیسی ہیں آپ

ڈاکٹر ہما۔۔۔ آئی ایم فائن

ڈاکٹر شاہ زیب۔۔۔ویری گڈ

ڈاکٹر ہما۔۔ تھینک یو سر

ڈاکٹر شاہ زیب۔۔۔جوائن کر لیا آپ نے

ڈاکٹر ہما۔۔۔جی سر

ڈاکٹر شاہ زیب۔۔۔تو ویلکم ٹو مائی ٹیم

ڈاکٹر ہما۔۔۔تھینک یو سو مچ سر آپ کے ساتھ آپ کی ٹیم میں کام کرنا میرے لیے باعث فخر ہو گا۔۔

ڈاکٹر ہما کا ٹرانسفر سول ہاسپٹل کراچی سے ہو کر جناح ہاسپٹل کراچی میں ہوا تھا۔اور وہ ڈاکٹر شازیب کی جونیئر تھی۔۔ڈاکٹر شاہ ہما نے ڈاکٹر شاہ زیب کے انڈر رہ کر کام کرنا تھا۔۔ڈاکٹر شاہ زیب کے ٹریننگ یافتہ ڈاکٹرز بہت کامیاب ہوتے تھے۔

اس لیے ڈاکٹر ہما کی یہ خواہش تھی کہ وہ ڈاکٹر شاہ زیب کے زیر سایہ رہ کر اپنی ٹریننگ حاصل کرے۔
اس لیے وہ بہت مہینوں سے یہ جدوجہد کر رہی تھی کہ اسے یہ موقع مل سکے۔۔
ڈاکٹر شاہ زیب کی ٹیم کا حصہ بننے کے لیے ڈاکٹر ہما نے کافی ساری سفارشیں بھی کروائی تھی۔

ڈاکٹر شاہ زیب ایک بہت ہی بہترین اور کامیاب سرجن تھا۔۔اس لیے ڈاکٹر ہما خود کو بہت خوش قسمت سمجھ رہی تھی کہ اسے یہ موقع حاصل ہوا ہے کہ وہ ڈاکٹر شاہ زیب سے ٹرینگ حاصل کر لے سکے۔۔

ہزاروں لوگ یہ خواہش رکھتے تھے کہ وہ ڈاکٹر شاہ زیب کے ساتھ کام کر کے ٹرینگ حاصل کریں مگر سب کو یہ موقع میسر نہیں ہوتا تھا۔۔
چند ایک گنے چنے لوگ ہی ڈاکٹر شاہ زیب کی ٹیم میں شامل ہو کر ٹرینگ حاصل کر پاتے تھے۔۔

آیئے ڈاکٹر ہما آپ ہماری واٹ کے مریضوں سے ملاقات کیجئے۔۔ اور ان سے ان کے مسائل کے بارے میں پوچھیں۔۔۔ ان سے پوچھیں کہ دل کی بیماری میں مبتلا ہو کر انہیں کون کون سی پرابلم کو فیس کرنے پڑتا ہیں۔

اور یہ ہمارے ہاسپٹل کے علاج سے کتنے پرسنٹ مطمئن ہیں۔۔ آج آپ کا یہی lesson ہو گا۔ڈاکٹر شاہ زیب نے ڈاکٹر ہما کو واڈ کے سب مریضوں سے ملاقات کر کے ان سے ان کی پرابلمز پوچھنے کے لیے کہا تھا۔۔

ڈاکٹر شاہ زیب اس وقت جینز کی پینٹ کے اوپر لائٹ براؤن کلر کی ٹی شرٹ پہنے ہوئے اس کے اوپر وائٹ کلر کا ڈاکٹرز والا کوٹ پہن کر بہت ہینڈ سم لگ رہا تھا۔۔اور گلے میں سٹیتھو سکوپ ڈالے ہوئے وہ اور بھی ڈیشنگ لگ رہا تھا۔۔

ڈاکٹر شاہ زیب کا شمار بہت ہی ہینڈ سم اور خوبصورت ڈاکٹرز میں کیا جاتا تھا۔۔ڈاکٹر شاہ زیب اپنے کام کو پیشن سمجھ کر کرتا تھا۔۔اسی لیے وہ اپنی فیلڈ میں بہت کامیاب تھا۔۔اور اس کا نام بہت ہی نام ور ڈاکٹرز میں شمار کیا جاتا تھا۔۔

ڈاکٹر شاہ زیب کا آج سارا دن بہت ہی مصروف گزرا تھا۔۔آج اس کی ہاسپٹل میں ڈبل ڈیوٹی تھی اس لیے پورا دن مریضوں کے ساتھ بہت مرض مصروف رہا۔۔اور آج اس کی او پی ٹی میں بھی جھوٹی تھی تو سانس لینے تک کا بھی ب اسے ٹائم نہیں مل سکا تھا۔۔
رات کے تین بج رہے تھے ڈاکٹر شاہ زیب کو کافی نیند اور تھکن محسوس ہو رہی تھی تو اس میں اپنی کینٹین سے کافی آرڈر کی تھی۔۔۔اسی وقت ڈاکٹر ہما پاس سے گزرتی ہوئی جا رہی تھی۔۔اس کا آج ہاسپٹل میں پہلا دن تھا۔۔

اور پہلی ہاسپٹل میں نائٹ ڈیوٹی۔۔ اس لیے وہ بھی کافی تھکن محسوس کر رہی تھی۔۔ تو پاس سے گزرتے ہوئے اس نے ڈاکٹر شازیب سے کہا تھا کہ ڈاکٹر شازیب پلیز میرے لیے بھی ایک کافی آرڈر کر دیجئے گا اف یو ڈونٹ مائن۔۔ نو نو اٹ از اوکے میں آپ کے لیے بھی آرڈر کر دیتا ہوں آپ فری ہو کر میرے آفس میں آجائیں مل کر کافی پیتے ہیں۔۔۔ ڈاکٹر شاہ زیب اور ڈاکٹر ہما آفس میں بیٹھے ہوئے رات کے تین بجے کافی پی رہے تھے اور ساتھ میں اپنے کام کے حوالے سے کچھ باتیں ڈسکس کر رہے تھے۔۔

کے ڈاکٹر شاہ زیب کا فون رنگ ہوا۔ڈاکٹرز شاہ زیب نے ہاتھ بڑھا کر اپنے سامنے ٹیبل پر رکھا ہوا فون اٹھایا اور سکرین پر نظر ڈالی۔۔تو سامنے رومان شاہ کا نمبر سکرین پر دیکھ کر ڈاکٹر شاہ زیب پریشان ہو گیا تھا۔۔

رات کے تین بج رہے تھے اور اس وقت رومان شاہ کا فون آنے کا مطلب تھا کہ اس کے گھر میں کچھ نہ کچھ ایمر جنسی ہے۔۔اور شاہ زیب کا شک اس کی ماں پر گیا تھا۔کہ شاید اس کی امی کی طبیعت ٹھیک نہ ہو اسی لیے رومان شاہ رات کے تین بجے اسے فون کر رہا تھا۔۔

کیونکہ اکثر رومان شاہ کی ماں کی طبیعت خراب رہتی تھی۔۔اور جب کبھی بھی رات کو ان کو کوئی مسئلہ ہوتا تو رومان شاہ ڈاکٹر شاہ زیب کو ہی بلا یا لیا کرتا تھا۔۔کیونکہ بی پی وغیرہ چیک کر کے وہ میڈیسن وغیرہ ریکمنڈ کر دیا کرتا تھا۔۔شاہ زیب اکثر ہنسا کرتا تھا۔کہ رومان شاہ تم نے تو مجھے اپنا فیملی ڈاکٹر ہی بنا لیا ہے۔

ڈاکٹر شاہ زیب ایوری تھنگ اوکے نا۔۔ڈاکٹر شاہ زیب کے چہرے پر پریشانی کے تاثرات دیکھ کر ڈاکٹر ہمانے سوال کیا تھا۔۔جی جی بس ایک دوست کا فون آرہا ہے تو اس لیے پریشان ہو گیا کہ کوئی ایمر جنسی تو نہیں ہے۔۔۔ٹھیک ہے ڈاکٹر آپ آرام سے بات کریں میں وارڈ میں جا رہی ہوں۔۔ نہیں ڈاکٹر ہما پلیز آپ بیٹھیں میں باہر جا کر بات کر لیتا ہوں آپ آرام سے کافی پیئے۔۔ار یو شور۔۔جی جی بلکل۔۔ڈاکٹر شازیب ڈاکٹر ہما کو آفس میں بیٹھ کر کافی پینے کا کہہ کر۔ رومان شاہ کا فون اپنے کان کو لگائے ہوئے آفس روم سے باہر آ گیا تھا۔۔۔

السلام علیکم رومان خیریت تو ہے نا اس وقت فون ماں جی کی طبیعت ٹھیک ہے۔۔اگر تم اپنی بریک لگاؤ گے تو میں بتاؤں گا نا کہ پرابلم کیا ہے۔۔ڈاکٹر شاہ زیب کو فکر ہو رہی تھی۔۔اس لیے اس نے رومان شاہ کے فون اٹھاتے ہی رومان شاہ سے سوال کرنے شروع کر دیے تھے۔۔۔اور رومان شاہ جو اس وقت بہت ہی پریشان اور کڑی سچویشن میں پھنسا ہوا تھا۔اس لیے وہ ڈاکٹر شاہ زیب کے سوالوں سے بھڑک اٹھا تھا۔۔

ویسے بھی رومان شاہ کے دونوں دوست رومان شاہ کے نیچر سے بہت اچھی طرح سے واقف تھے۔ان کو پتہ تھا کہ رومان شاہ غصے کا بہت تیز ہے۔اور غصہ تو ہر وقت اس بندے کے ناک پر رہتا تھا۔۔اس لیے رومان شاہ کے غصے پر ڈاکٹر شاہ زیب نے کوئی بھی ری ایکٹ نہیں کیا تھا۔۔۔

جی جناب بتائیں میں نے اپنی بریک لگالی ہے۔۔اب بتائیں کہ مسئلہ کیا ہے۔۔ڈاکٹر شازیب نے بڑے ہی مودبانہ انداز سے کہا تھا۔۔

رومان شاہ۔۔۔اگر کسی کو بھیگنے کی وجہ سے ٹھنڈ لگ جائے۔ اور وہ بے ہوش ہو جائے تو۔اسے ہوش میں کیسے لاتے ہے؟

ڈاکٹر شاہ زیب۔۔۔۔کون بے ہوش ہو گیا ہے اور کسے ہوش میں لانا ہے پہلے مجھے یہ تو بتاؤ؟

رومان شاہ۔۔۔تو میں اس سے مطلب؟

ڈاکٹر شاہ زیب۔۔۔۔یار حد ہو گئی ہے ڈاکٹر ہوں اب مریض کے بارے میں پوچھنا بھی گناہ کبیرہ ہو گیا ہے۔

رومان شاہ۔۔۔ تمہیں جاننے کی کوئی ضرورت نہیں ہے تم صرف مجھے اتنا بتاؤ کہ مریض کو ہوش میں کیسے لایا جاسکتا ہے۔

ڈاکٹر شاہ زیب۔۔۔۔یار یہ تو مریض کی کنڈیشن پر ڈیپینڈ کرتا ہے۔پہلے تو تم مجھے مریض کی کنڈیشن بتاؤ اور بتاؤ کہ اسے ٹھنڈ کیسے لگی۔۔

رومان شاہ۔۔۔وہ بارش میں بھیگ گئی تھی۔

اصل میں رومان شاہ کو بہت زیادہ ہچکچاہٹ ہو رہی تھی۔۔۔وہ ڈاکٹر شاہ زیب سے کھل کر میرب کے بارے میں بات نہیں کر پا رہا تھا۔۔

ڈاکٹر شاہ زیب۔۔۔رومان شاہ پلیز تم ریلیکس ہو کر مجھے پوری بات بتاؤ۔تب ہی میں تمہاری کوئی مدد کر سکتا ہوں۔ڈاکٹر شازیب رومان شاہ کی ہچکچاہٹ کو محسوس کرتے ہوئے بولا تھا۔۔

رومان شاہ نے ایک لمبی سانس لے کر خود کو تھوڑا ریلیکس کرنے کی کوشش کی تھی۔۔شاہزیب تمہاری بھابھی بارش میں بہت زیادہ بھیگ گئی تھی۔اس کی وجہ سے ان کو ٹھنڈ لگ گئی ہے اور وہ بے ہوش ہیں اور اب تم مجھے بتاؤ کہ میں اسے ہوش میں کیسے لاؤں۔۔۔

ہمم یار پہلی ہی رات ہی بھابی کو ٹھنڈ لگا دی اور وہ بیچاری بے ہوش ہو گئی ہیں ڈاکٹر شاہ زیب نے مذاق والے انداز سے کہا تھا۔۔

شاہ زیب کوئی بھی نہ گزیر مذاق مت کرنا۔۔رومان شاہ نے سخت انداز میں کہا تھا۔۔رومان یار اگر تمہیں برا لگا تو سوری میرا ایسا کوئی بھی ارادہ نہیں تھا۔۔

اب بتاؤ کہ بھابھی کو کیا ہوا ہے۔شازیب وہ بارش میں بہت دیر تک بھیگتی رہی تھی اور اس وقت وہ بے ہوش پڑی ہیں اور اس کا رنگ نیلا پڑ چکا ہے۔

رمان شاہ نے ٹھہر ٹھہر کر جملے ادا کیے تھے۔رومان شاہ بہت ہی الگ مزاج کا انسان تھا۔۔اسے اپنی گھر کی عورتوں کی باتیں اپنے دوستوں سے کرنا پسند نہیں تھا۔۔مگر اس وقت مجبوری کے تحت سوائے ڈاکٹر شازیب کی بات کرنے کے اس کے پاس اور کوئی چارہ نہیں تھا۔۔۔رومان اگر رنگ نیلا پڑ گیا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ بھابھی کی کنڈیشن کافی خراب ہے۔۔ڈاکٹر شاہ زیب میرب کی کنڈیشن کو سمجھتے ہوئے گھبرا گیا تھا۔۔

یار وہ تو مجھے بھی نظر آرہا ہے کہ اس کی کنڈیشن خراب ہے۔تم مجھے بتاؤ کہ اب مجھے کرنا کیا ہے رومان شاہ ڈاکٹر جہانزیب کے گھبرائے ہوئے لہجے کو سن کر خود بھی اور زیادہ گھبرا گیا تھا۔۔۔



بھابی کے کپڑے فوراً چینج کروادیے تھے۔۔۔نہیں کپڑے تو ابھی تک نہیں چینج کیے۔۔۔کیا۔۔۔کیا میں نے فارسی میں بولا ہے جو تمہیں سمجھ میں نہیں آیا۔۔ڈاکٹر شاہ زیب کے چونک کر کیا کہنے پر رومان شاہ کو غصہ آگیا تھا۔۔

یار سب سے پہلے بھابھی کے گیلے کپڑے چینج

کرواؤ۔۔اس کے بعد میں کچھ اور بتاؤں گا۔۔رومان شاہ نے فورن فون بند کر دیا تھا۔۔اور میرب کے بریف کیس کو کھولا جو آج اس کی رخصتی کے وقت اس کی ماں نے میرب کے کپڑوں سے بھر کر بھجوایا تھا۔۔۔

اس میں سے ایک کیجول سا ڈریس نکال کر سوٹ کے بند کر دیا تھا۔۔۔سوٹ کو لے کر جلدی سے میرب کے پاس آیا مگر پھر رومان شاہ کے میرب کی طرف بڑھتے ہوئے قدم ایک دم سے رک گئے تھے۔۔میں اس کو کپڑے کیسے پہنا سکتا ہوں۔رومان شاہ کے ذہن میں یہ بات آئی تھی۔۔ایک کام کرتا ہوں امی جان کو بلا کر لے آتا ہوں وہ آکر اس کو چینج کروادیں۔۔۔نہیں اگر امی جان آئی تو وہ مجھے بہت ڈانٹے گی۔اور جو ٹینشن لے کر خود بیمار ہوں گی وہ الگ۔۔رومان شاہ نے اپنی اس بات کو بھی رد کر دیا۔۔ایک کام کرتا ہوں مرہا کو بلا کر لے آتا ہوں اسے کہتا ہوں اس کو چینج کروادے۔۔۔مگر وہ روم کے گیٹ پر ہی رک گیا تھا۔۔



نہیں رومان شاہ تم کیسے اپنی چھوٹی بہن کو اپنے روم میں اس طرح سے بلا سکتے ہو وہ بھی جب میرب کی ایسی حالت ہے۔۔وہ کیا سوچے گی اپنے بھائی کے بارے میں رومان شاہ شرم کے مارے اپنے آپ سے

ہی نظریں چرا گیا تھا۔۔ کیا مصیبت گلے پڑ گئی ہے۔۔ کیا ضرورت تھی مجھے اس کو روم سے باہر نکالنے کی۔۔ وہ غصے سے اکیلا ہی بولے جا رہا تھا۔۔۔

ایک کام کرتا ہوں گھر کی کسی میڈ کو بلا لیتا ہوں یہ ٹھیک رہے گا۔۔ رومان شاہ نے دن کرتے ہوئے روم کا دروازہ کھولا اور میڈ کو بلانے کے لیے سروس کوارٹرز کی طرف چلنے ہی لگا تھا۔۔ کہ اس کے دماغ میں ایک اور نئی بات نے جنم لیا۔۔



اب وہ یہ سوچ رہا تھا کہ اگر وہ آدھی رات کو گھر کی میڈ کو بلا کر لائے گا۔۔ تو وہ میرب کے کپڑے تو چینج کر دے گی۔۔ لیکن وہ میرب کو پہلے ہی دن دلہن بنے ہوئے۔ اس حالت میں دیکھے گی تو طرح طرح کی باتیں بنے گی نوکروں کے درمیان۔۔ یہ سوچ کر رومان شاہ نے اپنے قدم واپس اپنے روم کی طرف لے لیے تھے۔۔۔

اور روم کا دروازہ بند کرتا ہوا واپس میرب کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا۔۔ لڑکی تم تو پہلے دن ہی میرے لیے عذاب بن گئی ہو۔۔ مجھے تو ایسا لگتا ہے کہ میں نے تمہیں کیا ٹارچر کرنا ہے۔۔ تم اپنے دل میں یہ عہد لے کر آئی ہو کہ تم مجھے ٹارچر کرو گی۔۔

رومان شاہ میرب کو دیکھ کر غصے سے بول رہا تھا۔۔ اب رومان شاہ کے پاس اور کوئی چارہ نہیں تھا۔ سوائے میرب کو خود چینج کروانے کے۔۔ اور میرب کی حالت اس قدر خراب تھی کہ رومان شاہ اور

زیادہ ویٹ بھی نہیں کر سکتا تھا۔۔اسے میرب کو کپڑے چینج کروا کر ڈاکٹر شاہ زیب سے اگلا سٹیپ بھی پوچھنا تھا۔۔

اس لیے خود کو بڑی مشکل سے مطمئن کرتا ہوا روم کی لائٹ آف کر کے۔۔بیڈ پر بے ہوش پڑی ہوئی میرب کے پاس آیا۔۔۔اور اس نے اپنے ہاتھوں سے میرب کے لہنگے کے اوپر پہنی ہوئی چولی کی زپ کو آہستہ سے کھول دیا تھا۔۔اور اب وہ اس کے کندھوں سے شرٹ کو سر کا کر آہستہ سے شرٹ کو اوتار رہا تھا۔

شرٹ کو اتار کر میرب کو نئ شرٹ پہنا دی تھی اور اسی طرح اس سے باقی کے کپڑے بھی چینج کروا کر کیلے کپڑے باہر بیلکنی میں رکھ دیے تھے۔اپنی ماں کے ڈر سے کہ کہیں وہ کیلے کپڑے دیکھ کر سوال نہ کریں۔۔

میرب کے کپڑے چینج کروا کر اب رومان شاہ کمرے کی لائٹ آن کر چکا تھا۔۔پھر سے اس نے ڈاکٹر شاہ زیب کو فون ملایا۔۔ہاں بولو شازیب کپڑے چینج ہو گئے ہیں اب آگے کیا کرنا ہے۔۔اس کے ہاتھوں اور پیروں کو اپنی ہتھیلیوں سے رگڑو۔۔

فون کو چلتا رہنے دو ڈاکٹر شاہ زیب نے کہا تھا۔۔رومان شاہ کافی دیر تک میرب کے ہاتھ پاؤں کو اپنی ہتھیلیوں سے رگڑتا رہا تھا۔۔ مگر میرب کے بے جان جسم میں بالکل بھی جان نہیں آئی۔۔وہ برف کی طرح ٹھنڈی تھی۔۔رومان شاہ اب میرب کی حالت دیکھ کر کافی پریشان تھا۔۔

ڈاکٹر میرب کو ہوش نہیں آرہا وہ تو ہل بھی نہیں رہی کوئی ڈھنگ کا آئیڈیا ہے تو بتاؤ۔۔ یار رومان حد کرتے ہو یہ ایک سیریس مسئلہ ہے میں تمہیں اس طرح سے کیسے کوئی بھی آئیڈیا دے دوں۔۔

تو ٹھیک ہے اگر تمہیں نہیں سمجھ آرہا تو لیڈی ڈاکٹر کو لے کر پہنچو میرے گھر۔رومان شاہ ڈاکٹر شاہ زیب پر چیخا تھا۔۔یار اس وقت میں لیڈی ڈاکٹر کو لے کر تمہارے گھر کیسے آؤں تم کسی طرح سے بھابھی کو لے کر ہاسپٹل آجاؤ۔۔ویسے بھی یار آج میں ہاسپٹل میں ہوں میری نائٹ ڈیوٹی ہے۔۔



مجھے کچھ نہیں پتا میں میرب کو لے کر ہاسپٹل نہیں آسکتا امی جان کو پتہ چل جائے گا۔۔ اور وہ بہت ناراض ہوں گی۔ اور بہت زیادہ پریشان بھی ان کی طبیعت خراب ہو جائے گی۔ اور میں امی کی صحت کے ساتھ کوئی بھی رسک نہیں لے سکتا۔۔

تو جب میں لیڈی ڈاکٹر کو لے کر تمہارے گھر آؤں گا۔تب آنٹی کو پتہ نہیں چلے گا۔۔ نہیں میں پچھلی سائیڈ والا گیٹ کھول دوں گا تم چپ چاپ وہاں سے لیڈی ڈاکٹر کو لے کر آجانا رومان شاہ کے پاس ہر بات کا حل موجود تھا۔۔

یار میں اس وقت ہاسپٹل سے کیسے نکل سکتا ہوں میری ڈیوٹی ہے۔۔شاہ زیب تم مجھے انکار کر رہے ہو۔۔ نہیں یار اپنی پریشانی بتا رہا ہوں۔۔۔ تم اس وقت میری پریشانی کو حل کروا پنی پریشانیاں بعد میں رو لینا۔۔۔ ٹھیک ہے فون بند کرو میں کرتا ہوں کچھ ڈاکٹر شاہ زیب نے رونے دینے والی آواز سے فون بند کیا تھا۔۔۔

کچھ دیر بعد ڈاکٹر شاہ زیب ڈاکٹر ہما کو لے کر رومان شاہ کے گھر پہنچ گیا تھا۔ڈاکٹر شاہ زیب بیچارا ہاسپٹل میں یہ جھوٹ بول کر آیا تھا۔

کہ اس کے گھر میں کوئی ایمر جنسی ہو گئی ہے اور بطور لیڈی ڈاکٹر وہ ساتھ میں ڈاکٹر ہما کو لے کر آیا تھا۔۔رومان شاہ نے ڈاکٹر شازیب کا فون آتے ہی بیک سائیڈ والا گھر کا دروازہ آہستہ سے کھول کر ڈاکٹر ہما ڈاکٹر شاہ زیب کو اپنے ساتھ گھر کے اندر لے کر آ گیا تھا۔۔

اور ڈاکٹر شاہ زیب اور رومان شاہ دونوں روم کے باہر ہی کھڑے ہو گئے تھے۔۔۔ڈاکٹر ہما اکیلے ہی روم کے اندر گئی اور کچھ دیر بادوہ روم سے بہت گھبر ائی ہوئی باہر آئی تھی۔۔۔ڈاکٹر شازیب ان کی وائف کی حالت بہت خراب ہے۔۔ یہ تم ڈاکٹر لوگوں نے کیا رٹ کے رکھا ہوا ہوتا ہے کہ جب بھی کسی

مریض کو دیکھو تو یہ کہنا شروع کر دو کہ مریض کی حالت بہت خراب ہے۔۔رومان شاہ نے غصے سے ڈاکٹر ہما کو دیکھتے ہوئے کہا تھا۔۔

جس پر ڈاکٹر شاہ زیب نے آنکھ کے اشارے سے رومان شاہ کو چپ رہنے کو کہا تھا۔۔ڈاکٹر شاہ زیب بیچارا ایک تو اتنی مشکل سے لیڈی ڈاکٹر کا رات کے اس وقت انتظام کر کے لے کر آیا تھا۔۔اوپر سے رومان شاہ کے تیور ایسے تھے۔کہ وہ آئی ہوئی ڈاکٹر کو بھی بھگانے پر تلا ہوا تھا۔۔

ڈاکٹر شاہ زیب ان کے پاس صرف دو اپشن ہیں پہلا آپشن تو یہ ہے کہ یہ اپنی وائف کو لے کر ہاسپٹل آئیں اور ان کو ٹریٹمنٹ دلوائیں۔۔اور دوسرا آپشن ڈاکٹر شاہ زیب آپ خود سمجھدار ہیں ان کو سمجھا دیجئے۔

کہ ان کی وائف کے ٹھیک ہونے کے چانس صرف ان دو صورتوں میں ہیں۔۔ڈاکٹر ہما کوٹ ورڈ میں ڈاکٹر شاہ زیب کو کچھ بولتی ہوئی چپ کر گئی تھی۔۔پہلا آپشن بکواس ہے کیونکہ میں اپنی وائف کو ہاسپٹل لے کر نہیں آسکتا تم لوگ مجھے سیکنڈ آپشن بتاؤ۔۔رومان شاہ بنا سیکنڈ آپشن سنیں اور سمجھے ہی سیکنڈ آپشن پر آمادہ ہو گیا تھا۔۔

ڈاکٹر شاہ زیب نے ٹھنڈی سانس فضا میں چھوڑتے ہوئے رومان شاہ کی عقل کو سیلوٹ کیا تھا۔۔کیونکہ وہ اپنے دوست کو اچھی طرح سے جانتا تھا کہ دوسرے آپشن والی بات اس کے پلے بالکل نہیں پڑی تھی۔۔اسی لیے یہ دوسرے آپشن کے لیے اتنی جلدی امادہ ہو گیا ہے۔۔

ڈاکٹر شاہ زیب رومان شاہ کو ڈاکٹر ہما سے تھوڑا دور لے جا کر دوسرے آپشن کے بارے میں بتا رہا تھا وہ یہ کہہ رہا تھا کہ رومان شاہ اپنی باڈی کی ہیٹ دے کر اپنی وائف کو ٹھیک کر سکتا ہے اس کے علاوہ اور کوئی چانس نہیں ہے کیونکہ اب اس کی جان کو بھی خطرہ تھا۔۔اس لیے زیادہ وقت نہیں تھا رومان شاہ کے پاس۔۔۔

رمان شاہ ساری بات سن کر۔شاہ زیب سے بولا میں یہ نہیں کر سکتا۔شرم کرو کس طرح کی گھٹیا باتیں کرتے ہو تم ڈاکٹرز لوگ۔۔تو رومان شاہ ہم لوگ کیا علادین کے چراغ سے نکلے ہوئے جن ہیں جو بنا علاج کیے ہی سب کچھ ٹھیک کر دیں۔۔

اب تم بنا ٹائم کو ویسٹ کیے ہوئے ہمیں جانے دو کیونکہ تم بھابھی کو آنٹی کے ڈر سے ہاسپٹل تو لے کر جاؤ گے نہیں۔۔

اور ڈاکٹر ہمانے مجھے بتایا ہے کہ بھابھی کی کنڈیشن کافی خراب ہے اس لیے اب اپنی اکڑ کو ایک سائیڈ پر رکھ کر جا کر انسانیت کے ناطے اپنی بیوی کی جان بچاؤ۔

وہ بیوی ہے تمہاری تمہارے نکاح میں ہے کچھ بھی غلط نہیں ہے اس لیے چپ چاپ جاؤ اور جو بولا ہے وہ جا کر کرو۔۔ڈاکٹر شاہ زیب نے کچھ سیکرٹس طریقے سے اس کے کان میں کچھ کہا تھا۔۔اس کے بعد ڈاکٹر ہما اور ڈاکٹر شازیب واپس ہاسپٹل کے لیے روانہ ہو گئے تھے۔۔

رومان شاہ روم میں آیا تو میرب اب بھی اسی حالت میں بیڈ پر بے جان پڑی ہوئی تھی۔۔رومان شاہ اپنے قدم اٹھاتا ہوا بیڈ کے پاس آیا اور اپنی چپل اتار کر وہ آہستہ سے میرب کے پاس بیٹھ گیا۔۔بیڈ کور کا ایک کونا اٹھا کر وہ اپنی نظریں سامنے دیوار پر کیے ہوئے میرب کے ساتھ لیٹ گیا۔۔

جو وہ کرنے جا رہا تھا وہ کرنا اس کے لیے بہت مشکل تھا۔۔جس لڑکی کو ہوش میں دھتکارتا رہا تھا۔۔بے ہوشی میں اس کا اس طرح سے فائدہ اٹھانا اس سے بالکل اچھا نہیں لگ رہا تھا۔۔

مگر اس کی جان بچانے کے لیے اسے کا یہ کرنا ضروری تھا۔۔وہ اپنا ہاتھ میرب کی کمر میں ڈال کر اسے اپنے سینے سے لگا کر لیٹ گیا تھا۔۔مگر میرب کو ہیٹ دیکھ کر ٹھیک کرنے کے لیے اتنا کافی نہیں تھا۔۔اب اس نے اپنا منہ میرب کے منہ کے ساتھ آہستہ سے ٹچ کرنا شروع کر دیا تھا۔۔

اپنے ہاتھ کو اس کی شرٹ کے اندر رکھ کر اسے اپنے ہاتھ کی حرارت دینا شروع کر دی۔۔

مگر میرب اب بھی اسی حالت میں پڑی ہوئی تھی۔۔

کچھ دیر رومان شاہ میرب کے ساتھ اسی پوزیشن میں لیٹا رہا۔۔ مگر جب میرب کی حالت میں کوئی فرق نہیں آیا تو۔ اس نے اپنے لبوں کو میرب کے لبوں پر رکھتے ہوئے اپنی حرارت اس کے اندر بھرنا شروع کر دی تھی۔۔اس کے انابی لبوں کی تپش کو وہ میرب کے انگ انگ میں بھر رہا تھا۔۔

اس لمسوں میں اتنی حرارت تھی کہ میرب کے بے جان جسم میں رومان شاہ کی حرارت پڑنے سے آہستہ آہستہ جان آنے لگی تھی۔۔۔وہ میرب پر اپنے لبوں کی حرارت بھرے لمس چھوڑتا جا رہا تھا۔۔

آہستہ آہستہ میر کا جسم گرم ہونا شروع ہو گیا تھا اور اس کا رنگ بھی نیلے سے گلابی ہونا شروع ہو گیا۔۔میرب بے ہوشی میں بھی رومان شاہ کی قربت میں سسکیاں بھرنے لگی تھی۔۔وہ ابھی پوری طرح سے ہوش میں نہیں آئی تھی۔۔

مگر رومان شاہ کے سلگتے ہوئے لبوں کی لمس میرب کو نیم بے ہوشی میں بھی سسکنے پر مجبور کر رہے تھے ۔۔وہ اس گردن میں اپنا منہ چھپائے ہوئے لبوں کی حرارت اس میں بھرے جا رہا تھا۔۔

میرب کے ہاتھ نیم بے ہوشی میں ہی رومان شاہ کے لبوں پر آکر اسے گستاخیوں سے روک رہے تھے۔۔رومان شاہ جو سے صرف میرب کو ہوش میں لاکر اس کی جان بچانے کے لیے یہ سب کچھ کر رہا تھا۔۔

وہ میرب کو ہوش میں آتے ہوئے دیکھ کر اس کے ساتھ اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر لیٹ گیا۔۔کیونکہ رومان شاہ محسوس کرنے لگا تھا کہ میرب کے جسم میں اب کافی حرارت آگئی ہے مگر وہ اب بھی پوری طرح سے ہوش میں نہیں تھی۔۔

اس اس لیے رومان شان سے خود سے دور نہیں کیا تھا۔۔

میرب کے جسم میں حرارت کیسے نہیں آتی میرب بیچاری کو تو پتہ ہی نہیں تھا۔کہ وہ آگ کے پاس لیٹی ہوئی ہے۔۔جس آگ سے وہ میرب کو جھلسانے کی دھمکیاں دے رہا تھا۔آج اسی آگ نے میرب کی جان بچائی تھی۔۔



میرب صبح کافی دیر تک سوتی رہی تھی مگر رومان شاہ اس کے پاس سے اٹھ کر اپنے لیپ ٹاپ پر کچھ کام کرنے لگا تھا۔۔اگر میرب ٹھیک ہوتی تو رومان شاہ نے آج آفس چلے جانا تھا۔۔

مگر میرب کو اس طرح چھوڑ کر جانا مطلب اپنی ماں سے ڈانٹ کھانا تھا۔۔رومان شاہ نہیں چاہتا تھا کہ رات والی کوئی بات بھی اس کی ماں تک پہنچے۔اس لیے وہ میرب کے اٹھنے کا انتظار کر رہا تھا۔۔آج اس نے آفس چھٹی کی تھی۔۔۔رومان شاہ تو اپنی ماں کے ڈر سے نہ روم سے باہر آیا تھا۔۔اور نہ اس نے روم کی کوئی بات باہر جانے دی تھی۔۔مگر رومان شاہ کی ماں یہ سوچ کر خوش ہو رہی تھی۔کہ اس کا بیٹا اور بہو سکون کی نیند سو رہے ہیں۔

رومان شاہ کی ماں کو لگتا تھا کہ ان دونوں کی یہ رات بہت خوبصورت گزری ہے۔۔وہ تو جب سے اٹھی تھی اپنے رب کا شکر ادا کر رہی تھی کہ اس کے بیٹے نے اس کی بہو کو ایکسیپٹ کر لیا ہے۔۔اب اس سادہ مزاج عورت کو کیا پتہ تھا کہ رات میں رومان شاہ نے کیا کیا کارنامے سر انجام دیے تھے۔جس کی وجہ سے اب وہ اپنی ماں سے ڈرا ہوا روم سے نکلنے کو تیار نہیں تھا۔



ساڑھے 11 بجے جا کر میرب بی بی ہوش میں آئی اور اپنے تھکے ہوئے جسم سے انگڑائی لیتے ہوئے آنکھوں کو مل کر بیڈ پر اٹھ کر بیٹھ گئی۔۔۔مگر اپنے کپڑوں پر نظر جاتے ہی وہ ہڑبڑا کر بیڈ سے اتر کر نیچے کھڑی ہو گئی تھی۔۔۔کیا تمہیں صبح صبح اٹھتے ہی دورے پڑنے شروع ہو جاتے ہیں۔۔۔رومان شاہ نے میرب کو یوں ہڑبڑا کر کھڑے ہوتے دیکھ کر۔اپنی نظریں لیپ ٹاپ سے اٹھا کر کہا تھا۔۔

شاہ میرے کپڑے کس نے بدلے اور میں اندر کیسے آئی ہوں۔۔ کپڑے بدلنے اور اندر آنے کے دورانیہ میں بھی بہت کچھ ہوا ہے دماغ پر زور دینا سب یاد آجائے گا۔۔۔ مطلب کیا ہوا ہے میرے ساتھ جو مجھے یاد آجائے گا۔۔۔ میں تمہارے باپ کا نوکر نہیں ہوں جو صبح صبح تمہارے سوالوں کا جواب دینا شروع کردو۔۔ میرب کو سچ میں کچھ بھی یاد نہیں تھا۔۔

اسے بس اتنا یاد تھا کہ رومان شاہ نے اسے کمرے سے نکال دیا تھا۔ تو وہ بارش میں بھیگ کر ٹھنڈ سے کانپ رہی تھی۔۔ اور اس کی انکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا تھا اس کے بعد کیا ہوا اسے کچھ یاد نہیں تھا۔۔



۔ oooooooo ۔

(ماضی) تایا جی پلیز میں آپ سے ریکویسٹ کرتا ہوں۔ آپ میری بات کو کوئی اور رنگ مت دیں۔ میرا آپ سے بد تمیزی کرنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔

آپ مجھے میرے بابا کے حصے میں سے جو حصہ میرا بنتا ہے۔ وہ مجھے دے دیں۔ میں چپ چاپ یہاں سے چلا جاؤں گا۔

ہمیں اب یہاں نہیں رہنا ہے۔رومیوں اپنے تایا سے اپنے بابا کی جائیداد میں سے حصہ مانگ رہا تھا۔

رومیوں کے بابا کی جائیداد کا بہت بڑا حصہ اس کے دونوں بڑے تایا ہڑپ کر چکے تھے۔۔

مگر جو بچہ کچا تھا رومیوں وہ مانگ رہا تھا۔۔رومیو کی ماں کی طبیعت کافی خراب رہنے لگی تھی۔ کیونکہ رومیوں کے بابا کی ڈیتھ کے بعد رومیوں کے دونوں تایا اور ان کی بیویوں کے ظلم اور زیادہ بڑھ گئے تھے۔۔

ہر وقت طانہ کشی کرتے رہنا ان کی عادت تھی۔ اور اب یہ عادت شدت اختیار کر گئی تھی۔۔ان کو ایسا لگتا تھا کہ اب رومیو اور اس کی بہن اور ماں لاوارث ہیں۔۔اور اب وہ لوگ ان کو کچھ بھی کہہ سکتے ہیں۔۔



اور کسی بھی طرح کا ظلم ان پر کر سکتے ہیں مگر یہ سب کچھ رومیوں کو منظور نہیں تھا۔۔اس لیے اس نے فیصلہ کیا تھا کہ اپنے بابا کی جائیداد میں سے جو بچا کچا حصہ ہے۔ وہ لے کر اپنی ماں اور بہن کو ایک اچھی زندگی دے گا۔۔

۔اس لیے رومیو اپنی ماں اور بہن کو لے کر یہاں سے جانا چاہتا تھا۔۔

اور اس کا تایا رومیوں کو یہ بھی دینے کے لیے تیار نہیں تھا۔

رومیوں کے تایا کا کہنا تھا کہ اس کے باپ نے اپنی زندگی میں کبھی بھی بڑھ چڑھ کر محنت نہیں کی تھی۔
جس کی بنا پر اس کے بابا کا جائیداد میں سے کوئی حصہ نہیں بنتا۔۔
حالانکہ ایسا کچھ نہیں تھا رومیوں کا باپ بہت زیادہ محنتی شخص تھا۔رومیو کے بابا سے یہ لوگ سب سے زیادہ کام لیتے تھے جب تک وہ بیمار نہیں ہوئے تھے۔۔

بس ان کو چلاکیاں نہیں آتی تھی جس کی وجہ سے وہ پیچھے رہ گیا۔۔

تمہاری اتنی اوقات نہیں ہے رومیوں کہ تم میرے ساتھ بدتمیزی کرو۔ رومیوں کا تایا رومیوں کی بات پر چلا رہا تھا۔۔۔رومیوں ویسے بھی تم نے جائیداد میں سے حصہ لے کر کرنا ہی کیا ہے۔۔ چپ چاپ سے میرے بابا کی نوکری کرو اور مہینے کی تنخواہ لے کر اپنا گھر کو چلاؤ۔۔۔یہ گھٹیا اور کڑوے الفاظ مہک کے تھے۔۔

جو صوفے پر بیٹھی ہوئی اپنے ناخنوں کو فائلر سے تراش رہی تھی۔۔ مہک کی بات پر رومیوں کا دل کر رہا تھا کہ وہ مہک کے منہ پر ایک زوردار تھپڑ رسید کرے۔۔ حقارت اور غرور مہک کے ہر انداز سے چھلکتا تھا۔۔

ایسے کیا آنکھیں پھاڑ کر میری بیٹی کی طرف دیکھ رہے ہو۔۔

مہک کے بابا نے رومیوں کو مہک کی طرف غصے سے دیکھتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔۔ تایا جان آپ نے اس کے الفاظ نہیں سنے۔۔ اس نے کچھ غلط بھی تو نہیں کہا ہے۔

اب تمہاری اوقات ہے ہی نوکروں کے جیسی ۔۔تو تم نوکروں کی طرح رہو گے تو سکھی رہو گے۔۔ اس نے تو تمہیں ایک عقلمندی کا مشورہ دیا ہے۔۔ اگر تمہاری موٹی گدھوں والی عقل میں اس کی بات نہیں آرہی تو اس میں۔۔ اس میں بیچاری کا کیا قصور ہے۔۔



رومیوں کا بابا اپنی بیٹی کی بدتمیزی کو رائٹ قرار دے رہا تھا۔۔ تایا جان انتہائی افسوس کی بات ہے ۔بجائے کہ آپ اپنی بیٹی کو سمجھائیں۔۔ آپ اسے اور شہ دے رہے ہیں۔۔۔

تمہیں کتنی بار کہا ہے کہ مجھ سے زبان درازی مت کیا کرو۔ رومیوں کے تایا نے ایک بار پھر رومیوں کے منہ پر ایک زوردار تھپڑ مارنا چاہا تھا۔

مگر اس بار رومیوں نے ان کا یہ ارادہ ناکام بنا دیا تھا رومیوں نے اپنے تایا کا ہاتھ اپنے منہ کے نزدیک آتا ہوا دیکھ کر اپنے ہاتھ سے اپنے تایا کا ہاتھ پکڑ تھپڑ روک لیا۔۔

کمینے دو ٹکے کے انسان تمہاری یہ جرات کہ تم میرا ہاتھ پکڑو۔۔رومیوں کے تایا نے رومیوں کو گھونسوں اور ٹانگوں سے مارنا شروع کر دیا تھا۔۔www.kitabnagri.com

رومیو کی ماں اس کے بابا کے غم میں بہت بیمار رہنے لگی تھی۔اس لیے وہ زیادہ گھر میں ادھر ادھر پھرتی نہیں تھی۔ مگر

گھر میں اتنی شور شرابے اور لڑائی کی آواز سن کر رومیوں کی ماں بڑی مشکل سے چلتی ہوئی آئی تھی۔

مگر اپنے جیٹھ کو رومیوں کو اس طرح سے مارتے ہوئے دیکھ کر وہ تڑپ کر آگے آئی تھی۔۔

بھائی صاحب چھوڑیں میرے بیٹے کو پاگل ہو گئے ہیں آپ۔بچہ ہے۔رومیوں کی ماں رومیوں کے اوپر اپنے باہیں پھیلا کر اس پر بچھ گئی تھی۔۔۔

اس بچے کی اتنی لمبی زبان ہے وہ تمہیں نظر نہیں آتی ۔۔رومیوں کا تایا رومیوں کی ماں پر چلایا تھا۔۔کس طرح کی گھٹیا پرورش کی ہے تم نے اپنے بیٹے کی۔۔

بس کریں بھائی صاحب بس رومیوں کی ماں نے اپنا ہاتھ اٹھا کر رومیوں کے تایا کو چپ کروایا تھا۔۔

خبر دار جو ہماری پرورش پر آپ نے سوال اٹھایا میں نے اور اس کے بابا نے اپنے بچوں کو بہت اچھی پرورش کی ہے۔اور مجھے بہت فخر ہے اپنی پرورش پر۔۔

آپ ذرا غور کریں گے تو آپ کو اپنی پرورش بھی نظر آئے گی۔۔

جب تک انسان دوسروں کے عیب دیکھتا رہتا ہے بھائی صاحب تب تک اپنے گھر میں لگی ہوئی آگ کبھی نظر نہیں آتی۔۔

اپنی اوقات میں رہو سیما۔ میرے شوہر کے ساتھ زبان درازی کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

یہ مہک کی ماں تھی جو دوسروں کو ہر وقت اوقات دکھاتی رہتی تھی۔ مگر خود کی اور اس کی بیٹی کی کیا اوقات تھی اس پر آج تک اس نے کبھی نظر ثانی نہیں کی تھی۔۔

بہن جی میں تو ہمیشہ اپنی حد سے بھی کہیں زیادہ پیچھے رہی ہوں۔۔ مگر آپ لوگ ہی ہو جو ہر بار حد کراس کر کے۔ ہمیں بعزت کرنے آجاتے ہو۔۔



آج رومیوں کی ماں کا صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا۔۔ تھک گئے ہیں ہم لوگ آپ لوگوں کی باتیں سنتے سنتے اور آپ لوگوں کا ظلم سہتے سہتے۔۔

آج تک بات صرف میری اور میرے شوہر کی تھی۔ اس لیے ہم چپ چاپ آپ کا ہر ظلم برداشت کرتے رہے ہیں۔

مگر اب بات میرے بچوں پر آگئی ہے تو میں برداشت نہیں کروں گی۔۔

بہت زبان چلنے لگی ہے تمہاری۔۔ اگر ہماری باتوں سے تمہیں اتنی ہی آگ لگ رہی ہے۔۔اور تم اتنی ہی غیرت مند ہو تو یہاں سے دفع کیوں نہیں ہو جاتی ہو۔اپنے اس نکمے بیٹے کو لے کر۔۔

مہک کی ماں رومیوں کی ماں کو بعزت کرتے ہوئے یہ الفاظ بول رہی تھی۔۔

چلائے مت جا رہے ہیں ہم لوگ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے یہاں سے۔۔ میرے بیٹے کو اور ذلیل کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔۔

بہت کر لیا آپ لوگوں نے ہم پر ظلم اور بہت برداشت کر لیا ہم لوگوں نے۔۔اور آپ نے کہا کہ میرا بیٹا نکما ہے۔ تو سن لے آپ سب لوگ۔ ایک دن ضرور آئے گا۔ کہ میرے بیٹے کو آپ لوگ بڑی حسرت سے دیکھیں گے۔ انشاللہ میرا بیٹا اپنی محنت سے ایک دن شہرتِ ان انچائیوں کو چھوئے گا۔

جن اونچائیوں کو آپ لوگوں کی یہ بگڑی ہوئی اولاد دیکھ کر ہی چکرا کر گر جائے گی۔۔اور وہ دن دور نہیں ہے۔جب میرا خدا تم لوگوں سے ہم پر کیے گئے ہر ظلم کا حساب لے گا۔۔

بکواس بند کر اور دفعہ ہو جا اپنے بچوں کو لے کر۔مہک کی ماں رومیوں کی ماں کی سیدھی اور کھری باتوں کو سن نہیں کر پا رہی تھی۔۔۔

آج زندگی میں پہلی بار رومیوں کی ماں نے ان سب لوگوں کو سچ کا آئینہ دیکھایا تو یہ لوگ اپنے ہی مکرو چہرے دیکھ کر ڈر گئے تھے۔

چلو رومیوں اب ہم لوگ یہاں پر نہیں رہیں گے۔۔ایک منٹ نہیں رکنا مجھے اس جگہ پر جہاں پر میرے بیٹے کی عزت نہیں ہے۔رومیوں کی ماں نے رومیوں کو ہاتھ سے پکڑ کر ساتھ چلنے کو کہا۔۔

چلے جائیں گے ماں مگر پہلے مجھے میرے بابا کی جائیداد سے حصہ چاہیے۔۔ اور وہ میں لے کر جاؤں گا ۔۔رومیوں دفع کرو ہمیں کوئی حصہ نہیں چاہیے۔۔ خدا سب دیکھ رہا ہے نا انصافی کرنے والوں کو میرا رب کبھی معاف نہیں کرتا۔

امی میرے رب کا یہ حکم ہے کہ۔ اپنے حق کے لیے لڑو اور ظالم کا ظلم برداشت مت کرو۔۔ کیونکہ میرے اللہ کے نزدیک ظلم برداشت کرنے والا بھی اتنا ہی گناہ گار ہے جتنا کہ ظلم کرنے والا ہے۔۔

رومیوں چلو یہاں سے یہ تمہاری ماں کا حکم ہے۔ کم سے کم تم تو میری بات کی لاج رکھ لو۔۔۔رومیوں کی ماں نے روتے ہوئے رومیوں کو ہاتھ سے پکڑ کر اپنے ساتھ جانے کو کہا تھا۔۔

امی آپ کا ہر حکم سر آنکھوں پر مگر اپنا حق چھوڑ کر جانا۔ کہاں کی عقلمندی ہے۔۔ یہ لوگ اگر میرے بابا کے حصے سے مجھے کچھ دیں گے تو مجھ پر کوئی احسان نہیں کریں گے۔۔ میرے بابا کی جائیداد پر میرا حق ہے۔۔

ہمیں کوئی حصہ اور کوئی حق نہیں چاہیے۔ تم چلو میرے ساتھ رومیو کی ماں رومیوں کو ہاتھ سے پکڑ کر زبردستی گسیٹتے ہوئے اپنے ساتھ لے آئی تھی۔۔۔

اور آکر اپنی ضرورت کا کچھ سامان اکٹھا کر کے جانے کی تیاری کرنے لگی۔۔۔

امی ہم لوگ اس طرح سے اپنے حصہ چھوڑ کر کہاں جائیں گے۔۔

اللہ کی اتنی بڑی زمین ہے کہیں بھی چلے جائیں گے۔ مگر میں اپنے بچوں کو اس سے زیادہ میرے بعزت نہیں کرواسکتی۔

رومیوں کی ماں جلدی جلدی اپناسامان سمیٹ رہی تھی۔۔ مگر امی ہم لوگ جائیں گے کہا۔۔۔

کہیں بھی چلے جائیں گے۔۔ مگر اب میں اس گھر میں ایک منٹ بھی اور رکی تو میرا سانس بند ہو جائے گی۔۔۔

امی اللہ نہ کرے کہ آپ کو کچھ ہو۔۔رومیوں نے تڑپ کر اپنی روتی ہوئی ماں کو گلے سے لگا لیا تھا ۔۔۔تو بس رومیو پھر تم چپ چاپ میرے ساتھ چلو ہمیں یہاں سے کچھ نہیں چاہیے۔۔

رومیوں کی ماں اپنے دونوں بچوں کو لے کر کراچی آگئی۔۔ یہاں پر آنے کے لیے ان کے پاس کرایہ تک نہیں تھا۔۔رومیوں کی ماں کے پاس صرف لے دے کر اس کا زیور ہی تھا۔۔ جو بھلے وقتوں میں رومیوں کے بابا نے اپنی بیٹی کی شادی کے لیے بنوایا تھا۔۔

اس میں سے کچھ زیور بیچ کر رومیوں کی ماں نے کراچی جانے کے لیے کرایہ اکٹھا کر لیا۔۔

کراچی میں رومیوں کی ماں کی ایک بچپن کی سہیلی رہتی تھی جو پہلے تو یہ اسی گاؤں میں رہتی تھی۔۔ جہاں پر رومیوں کی ماں اپنی دادی کے ساتھ رہا کرتی تھی۔۔

وہ دونوں بچپن میں بہت اچھی سہیلیاں ہوا کرتی تھیں۔۔اور رومیوں کی ماں کی سہیلی کافی اچھے گھر سے تعلق رکھتی تھی۔

اور اس کی شادی بھی ایک اچھے گھر میں ہوئی تھی تو اس لیے اس کے مالی حالات بہت اچھے تھے۔۔

رومیو کی ماں کی سہیلی کا جو شوہر تھا وہ کراچی میں اچھی پوسٹ پر فائز تھا۔۔اکثر جب بھی کبھی ان دونوں کی آپس میں ملاقات ہوتی۔

تو رومیوں کی ماں کی سہیلی کہا کرتی تھی کہ۔تم کراچی میرے پاس ضرور آنا اور کسی بھی چیز کی ضرورت ہو تو۔مجھے ضرور بتانا۔



مگر رومیوں کے بابا کے ہوتے ہوئے ایسی کبھی ضرورت ہی نہیں پڑی تھی۔مگر آج وقت اس مقام پر لے آیا تھا کہ اسے کسی کے سہارے کی ضرورت تھی۔۔

اس لیے رومیوں کی ماں نے فون پر اپنی دوست سے رابطہ کیا۔اور اسے سارے حلات سے آگاہ کیا ۔۔تو اس نے بڑی خوش دلی کے ساتھ اپنی سہیلی کو خوش آمدید کہا تھا۔۔

اب رومیوں کی ماں کا واحد سہارا اس کی بچپن کی سہیلی تھی۔جہاں پر جا کر اس نے فی الحال رکنا تھا۔۔ وہ کچھ نہیں جانتی تھی کہ آنے والا وقت کیا کیا رنگ دکھائے گا۔۔

وہ اللہ کا نام لے کر ایک اللہ کے آسرے پر۔چپ چاپ اپنے دونوں بچوں کو لے کر کراچی کی ٹرین پر سوار ہو کر زندگی کے ایک نئے سفر کی طرف چل پڑی تھی۔

○○○○○○○○○○



شاہ پلیز بتا دیں کے میرے کپڑے کس نے بدلے ہے۔میرب کی ساری جولری بھی اتار کر سائیڈ ٹیبل پر رکھی ہوئی تھی۔۔

میرب بہت ہی شرمندہ سے انداز سے رومان شاہ سے سوال کر رہی تھی۔

وہ جاننا چاہتی تھی کہ آخر اس کے کپڑے کس نے چینج کیے ہیں۔۔

جب کہ رومان شاہ بڑے آرام سے اپنے لیپ ٹاپ پر نظر جمائے ہوئے۔اپنے کام میں مصروف تھا۔

اور ایسے پرزنٹ کروا رہا تھا۔ جیسے کہ اسے تورات میں ہوئے سارے حادثے سے کوئی پتہ ہی نہ پڑا ہو۔

تمہیں صبح صبح اور کوئی کام نہیں ہے سوائے سوال جواب کرنے کے۔

کیا تم روز اسی طرح سے صبح اٹھتے ہی بکواس کرنا شروع کر دیتی ہو۔۔یا آج گھر چینج ہونے کی وجہ سے تمہیں کوئی خاص دورہ پڑ گیا ہے۔۔سوری شاہ اگر آپ کو میرا سوال کرنا برا لگا تو۔۔
مجھے تو تم ساری کی ساری ہی بری لگتی ہو۔رومان شاہ نے لیپ ٹاپ سے کچھ دیر کے لیے اپنی نظر ہٹا کر میرب کی جانب دیکھا تھا۔۔
میرب سے اچھی طرح سے کھڑا ابھی نہیں ہوا جا رہا تھا۔وہ اپنے سر کو ایک ہاتھ سے دبا رہی تھی۔



شاید اس کے سر میں بہت زیادہ درد ہو رہا تھا۔۔اب کیا مسئلہ ہے کیوں یہ نشہ کرنے والوں کی طرح حرکتیں کر رہی ہو۔شاہ میرے سر میں بہت درد ہے اور مجھے بہت چکر آرہے ہیں۔۔

ہاں تو کمرے میں کیٹ واک کرنے کو کس نے کہا ہے آرام سے لیٹ جاؤ۔۔مجھے واش روم میں جانا ہے۔۔تو جاؤ۔۔شاہ مجھ سے چلا نہیں جا رہا۔۔۔تو لیٹ کر چلی جاؤ۔۔کھٹ کھٹ کھٹ۔۔روم کا دروازہ کھٹک رہا تھا۔۔رومان بیٹا خیریت تو ہے دو بجنے والے ہیں۔۔اور تم لوگ اپنے روم سے باہر ہی نہیں آ رہے ہو۔۔۔رومان شاہ کی ماں رومان شاہ کے روم کے دروازے پر کھڑی ہو کر۔۔رومان شاہ اور میرب کی خیریت دریافت کر رہی تھی۔۔

رومان شاہ کی ماں کو فکر ہونے لگی تھی کہ رومان شاہ ابھی تک اپنے روم سے باہر کیوں نہیں آیا۔۔کیونکہ رومان شاہ کا ایسا نیچر نہیں تھا۔ کہ وہ دو دو بجے تک سوتا رہے۔۔۔جی جی امی جان سب کچھ ٹھیک ہے ہم لوگ تھوڑی دیر تک آ رہے ہیں۔



جلدی آؤ بیٹا نہ تو تم لوگوں نے ناشتہ کیا ہے۔۔اور نہ ہی ابھی تک تم لوگ روم سے باہر آئے ہو۔۔اب تو دوپہر ہو گئی ہے۔۔۔اس لیے لنچ ریڈی ہے۔

جلدی سے آ جاؤ میں اور مرہا تم دونوں کا کھانے پر انتظار کر رہی ہیں۔۔۔۔جی امی جان ہم لوگ دس منٹ میں پہنچ رہے ہیں۔۔۔۔رومان شاہ اپنی ماں کو کسی بھی طرح کا سٹریس نہیں دینا چاہتا تھا۔۔

اسی لیے میرب اور اپنے بیچ میں ہوئے سارے تماشے کو وہ اپنی ماں کی نظر کے سامنے نہیں لانا چاہتا تھا۔۔ دو منٹ کے اندر واش روم میں جاؤ اور جلدی سے ریڈی ہو کر کھانے کی ٹیبل پر پہنچوں۔

رومان شاہ نے بہت سخت لہجے سے میرب کو کہا تھا۔۔ شاہ میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ میرے سر میں بہت درد ہے اور مجھ سے چلا بھی نہیں جا رہا۔۔ مجھ سے کھانا نہیں کھایا جائے گا پلیز میں۔۔۔ دیکھو میرب بی بی یہاں پر تمہارے یہ چونچلے نہیں چلیں گے۔۔

یہاں پر نہ تو تمہارے ماں باپ بیٹھے ہوئے ہیں تمہارے یہ چونچلے اٹھانے کے لیے۔ اور نہ ہی تمہارا وہ کم عقل بھائی۔



جس نے تمہیں اپنے سر پر چڑھا رکھا تھا۔

اس لیے یہ فضول کے ڈرامے بند کر کے پانچ منٹ کے اندر تیار ہو کر ٹیبل پر پہنچے میں جا رہا ہوں اور مجھے پانچ منٹ میں تم ٹیبل پر ملو۔۔۔ رومان شاہ جو پہلے سے ہی تیار ہو کر بیٹھا ہوا تھا۔ صرف میرب کے ہوش میں آنے کا انتظار کر رہا تھا۔۔ اب وہ اپنی ماں کے حکم کو بجالاتے ہوئے روم کا دروازہ کھول کر جا چکا تھا۔۔

میرب بیچاری تو وہی پر کھڑی ہوئی رومان شاہ کو دیکھتی ہی رہ گئی۔۔اور وہ آرام سے اپنا حکم صادر کر کے جا چکا تھا۔۔شاہ کتنے سنگ دل ہیں آپ۔۔میری حالت پر بھی ترس نہیں آیا۔پانچ منٹ کے اندر مجھے ٹیبل پر اکر ملو۔۔وہ منہ میں بڑبڑھاتے ہوئے رومان شاہ کی نقل اتار رہی تھی۔۔

بیچاری بڑی مشکل سے قدم اٹھاتی ہوئی واش روم میں فریش ہونے آئی تھی۔۔اس نے ایک نارمل سا ٹاپ اور جینز کی پینٹ نکال کر پہن لی تھی۔۔میرب کے زیادہ تر کپڑے اسی طرح کے تھے۔۔اسے تو یہ اندازہ بھی نہیں تھا کہ رومان شاہ کو اس طرح کے کپڑے زہر لگتے ہیں۔۔

اس میں ہمت نہیں تھی کہ وہ اچھی طرح سے تیار ہو پاتی صرف بال برش کر کے وہ روم سے باہر اگئی۔۔میرب سے اپنے پاؤں زمین سے اٹھائے نہیں جا رہے تھے۔۔بڑی مشکل تھی وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی کچن ایریا والی سائیڈ پر آ گئی۔۔



سامنے ہی بہت بڑا اور شاندار ڈائننگ ٹیبل لگا ہوا تھا۔جس پر طرح طرح کے لذیذ کھانے رکھے گئے تھے۔۔

رومان شاہ کی ماں نے میرب اور رومان شاہ کے لیے سپیشل لنچ تیار کروایا تھا۔آخر ان کی بہو کا آج پہلا دن تھا۔

تو انہوں نے کھانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔۔

اب رومان شاہ کی معصوم ماں کو کیا پتہ تھا کہ اس کے بیٹے نے بیچاری کو کھانے کے لائق ہی نہیں چھوڑا۔۔۔رومان شاہ کی ماں گھر کے سربراہ والی کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی۔۔اور ساتھ والی کرسی پر مرہا بیٹھی اپنی بھائی سے ہنس ہنس کر گپیں مار رہی تھی۔۔۔

مرہا کو اپنے بھائی سے اس طرح ہنس کر باتیں کرتے ہوئے دیکھ کر۔ایک دم سے میرب کی آنکھیں بھر آئی تھی۔اس کے نظروں کے سامنے اس کے بھائی شامیر کی تصویر آگئی تھی۔۔وہ بھی تو اپنے بھائی کی اتنی ہی لاڈلی بہن تھی۔۔اس کا بھائی بھی تو اس پر اپنی جان نچھاور کرتا تھا۔۔جب سے میرب نے ہوش سنبھالا تھا۔اسے نہیں یاد کہ کبھی بھی شامیر نے اس کی کوئی بات رد کی ہو۔۔یہاں تک کہ اس کی محبت کو بھی زبردستی بندوق کی نوک پر اس کی جھولی میں لا کر ڈال دیا تھا۔۔



آؤ آؤ میرب بیٹا وہاں پر کیوں کھڑی ہو۔میرب کو تھوڑا سا دور دیوار کا آسرہ لیے ہوئے کھڑا دیکھ کر ۔رومان شاہ کی ماں نے میرب کو بڑی محبت سے اپنی طرف بلایا تھا۔۔۔میرب رومان شاہ کے ڈر سے بڑی مشکل سے قدم اٹھاتی ہوئی ٹیبل تک پہنچی تھی۔۔

مگر ٹیبل کے پاس آکر وہ اپنا توازن برقرار نہیں رکھ سکی اور وہ جھولتی ہوئی فرش پر گر گئی۔۔میرب میرب بیٹا کیا ہوا ہے تمہیں۔۔۔رومان شاہ کی ماں میرب کو آوازیں دیتی ہوئی گھبرا کر میرب کی طرف بھاگی تھی۔۔۔اب یہ کون سا نیا تماشہ کرنے لگی ہے۔رومان شاہ نے اپنے دانت پیستے ہوئے سوچا تھا۔۔

رومان جلدی آؤ دیکھو اس کو کیا ہوا ہے۔رومان شاہ کی ماں نے غصے سے ٹیبل پر کھانا کھاتے ہوئے رومان شاہ کو دیکھ کر کہا۔

اس کو بیماری ہے دوسروں کو سکون سے نہ رہنے دینے کی۔۔۔رومان بیٹا بری بات ہے بیوی ہے تمہاری دیکھو اس کو کہ اسے کیا ہوا ہے۔۔افففف میرے اللہ اس بچی کو تو اتنا تیز بخار ہے۔۔۔بخار سے بچی کا جسم تپ رہا ہے۔اور تمہیں یہ سب اس کے ڈرامے لگ رہے ہیں۔۔۔رومان شاہ کی ماں غصے سے رومان شاہ کی طرف دیکھ رہی تھی۔۔۔



حد ہو گئی ہے امی جان اب اس کے بخار میں تو میرا کوئی ہاتھ نہیں ہے۔۔ٹھنڈ کا موسم ہے ٹھنڈ لگ گئی ہو گی۔۔نورمل سی بات ہے۔موسم کی خرابی کی وجہ سے چڑھ گیا ہو گا بخار۔۔

اب اس میں میری طرف اتنے غصے سے دیکھنے والی کیا بات ہے۔رومان شاہ اپنے اندر کے ڈر کو اپنی ماں سے چھپانے کے لیے۔خود ہی صفائیاں دیے جا رہا تھا۔اور اس کی یہ صفائیاں اس کی ماں کے دماغ میں اور بھی شک پیدا کر رہی تھی۔www.kitabnagri.com

۔رومان اس کو اٹھاؤ اور اپنے کمرے میں لے کر چلو باقی کی بات تو میں تم سے بعد میں کرتی ہوں میں ذرا ڈاکٹر کو فون کر لوں۔۔۔

چلو مرہا مدد کرو بھائی کی اور میرب کو اس کے روم میں چل کر لیٹاؤ۔۔مرہا میرب کی حالت کو دیکھ کر کافی پریشان ہو کر کھڑی ہوئی تھی۔۔

مرہا کو کچھ کچھ اندازہ تھا کہ میرب بیچاری کو بخار موسم کی خرابی سے نہیں۔بلکہ اس کی بھائی کے دماغ کی خرابی کی وجہ سے ہوا ہے۔۔

رومان شاہ میرب کو اپنی باہوں میں اٹھائے ہوئے کہرالود نظروں سے میرب کی جانب دیکھ رہا تھا۔۔ آتے ہی اس لڑکی نے مجھے میری ماں کی نظروں میں ولن بنا کے رکھ دیا ہے۔۔وہ میرب کو بستر پر لیٹاتے ہوئے غصے سے بول رہا تھا۔۔۔بھائی آپ نے میرب کے ساتھ کیا کیا ہے۔کیوں میرب کو بخار ہوا ہے۔کیوں اس کی طبیعت اتنی خراب ہو گئی ہے۔رات تک تو یہ بلکل ٹھیک تھی۔

کتنی خوش تھی یہ رات کو اور کتنے ساری ہم دونوں نے آپس میں باتیں کی تھیں۔مجھے تو زرا سا بھی نہیں لگا تھا۔ کہ میرب کی طبیعت خراب ہے پھر اچانک سے اسے کیا ہوا ہے۔۔۔ مرہا بیچاری میرب کی طبیعت کو لے کر بہت پریشان تھی۔۔

اس لیے اپنے بھائی کے منہ سے اگلوانا چاہتی تھی۔ کہ اس نے میرب کو کیا کیا ہے۔۔۔۔ مرہا میری پیاری بہن جلتے پر گھی نہیں ڈالتے۔۔اس سے آگ پھیلنے کا خدشہ ہوتا ہے۔۔۔رومان شاہ اپنے سینے پر ہاتھ باندھ کر کھڑا ہوا۔ مرہا کو اپنا منہ بند رکھنے کو کہہ رہا تھا۔۔

بھائی میں تو بس پوچھ رہی تھی۔۔ میرا بچہ آپ کو کچھ بھی پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے۔۔ آپ جا کر اپنی سٹڈی کریں آپ ان معاملات سے دور رہا کریں۔۔



شاباش۔۔۔رومان شانے مرہا کی بات کو بیچ میں کاٹتے ہوئے۔بڑے ہی تحمل اور محبت سے چپ رہنے کے سٹرک آرڈرز دیے تھے۔۔۔

جی بھائی مرہا کو اپنے بھائی کے شہد میں ڈبو ڈبو کر بولو گے الفاظوں میں۔ لفظوں کی سردی مہری سمجھ میں آرہی تھی۔۔اس لیے مرہا نے تو وہاں سے کھسکنے میں ذرا سی بھی دیر نہیں لگائی تھی۔۔

وہ اپنی امی جان کے آنے سے پہلے روم سے نو دو گیارہ ہو کر اپنے روم میں ہجرت فرما چکی تھی۔۔۔

رومان شاہ کی ماں ڈاکٹر کو فون کرنے کے بعد سیدھا رومان شاہ کے کمرے میں آئی تھی۔۔اور آکر میرب کے پاس بیڈ پر بیٹھ کر میرب کا سر دبانے لگی تھی۔

رومان شاہ کی ماں کی پریشانی ان کے چہرے سے صاف نظر آرہی تھی۔۔امی جان پلیز آپ اس طرح سے پریشان مت ہوں۔۔ آپ کی طبیعت خراب ہو جائے گی۔۔

رومان شاہ اپنی ماں کا پریشانی والا چہرہ دیکھ کر۔ان کو سمجھانے کے لیے ان کے پاس آکر اپنی ماں کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر کھڑا ہوا تھا۔۔

رومان تمہیں سچ میں میری فکر ہے۔رومان شاہ کی ماں آنکھیں اٹھا کر رومان شاہ کی طرف دیکھ رہی تھی۔

امی جان کس طرح کی باتیں کرتی ہیں میری تو ساری دنیا آپ ہیں۔ رومان شاہ اپنی ماں کی بات سے شرمندہ ہوا تھا۔

رومان تم نے اس بچی کا ایک رات میں کیا حشر کر دیا ہے امی جان میں نے اس کو کچھ بھی نہیں کہا ۔۔رومان یہ مت بھولو کہ میں تمہاری ماں ہوں میں نے تمہیں پیدا کیا ہے تم نے مجھے نہیں۔۔

مجھے بڑی اچھی طرح سے پتہ ہے کہ تم اپنی ضد کو تسکین دینے کے لیے کس حد تک جا سکتے ہو۔۔امی جان آپ میرے بارے غلط سوچ رہی ہیں۔۔ یہ نازک مزاج ماں باپ کی بگڑی ہوئی اولاد سے زرا سی ٹھنڈ برداشت نہیں ہوئی اور بیمار پڑ گئی۔۔۔

رومان شاہ کو بے ہوش بڑی میرب پر غصہ آرہا تھا۔۔ کیونکہ اس کی وجہ سے اسے اپنی ماں کا غصہ برداشت کرنا پڑ رہا تھا۔۔ مدے کی بات تو رومان یہ ہے کہ اسے ٹھنڈ لگی کیسے۔۔رومان شاہ کی ماں ایک تجربہ کار عورت تھی۔

اس لیے ان کو یہ بات کھٹک رہی تھی۔ کہ رومان شاہ نے کچھ تو ایسا کیا تھا کہ۔ جس کی وجہ سے میرب کی یہ حالت ہوئی تھی۔۔ڈاکٹر آئی تو اس نے میرب کو چیک کرنے کے بعد یہی بتایا کہ میرب کو نمونیا کا اٹیک ہوا ہے۔۔

اب تو رومان شاہ کی ماں کا شک یقین میں بدل چکا تھا۔ اور انہیں کچھ کچھ ائیڈیا بھی ہو گیا تھا۔ کہ میرب کی طبیعت کیسے خراب ہوئی ہے۔

لیڈی ڈاکٹر نے کچھ دوائیاں لکھ کر دی اور میرا کی ڈائٹ اور صحت کا خیال رکھنے کو کہا تھا۔۔اور ہوش میں آنے کے بعد کل اسے ہاسپٹل میں چیک کروانے کے لیے لے کر آنے کا کہا تھا۔۔

لیڈی ڈاکٹر کے جانے کے بعد رومان شاہ کی ماں نے رومان شاہ کے کمرے کی بلکونی کا دروازہ کھولا اور باہر نکل کر ادھر ادھر جھانکنے لگی تھی۔۔



اور کچھ ہی دیر میں ان کا شک یقین میں بدل چکا گیا اور وہ ایک سائیڈ پر پڑے ہوئے میرب کی لہنگا اور کرتی کو لے کر روم کے اندر داخل ہوئی تھی۔۔

رومان شاہ اب اپنی چوری پکڑے جانے پر بجائے صفائی دینے کے چپ چاپ ایک ہاتھ سینے پر باندھے۔اور ایک ہاتھ اپنے چہرے پر رکھے ہوئے کھڑا تھا۔۔

ہاں بولو رومان اب بھی تمہیں اپنی صفائی میں کچھ کہنا ہے۔۔ رومان شاہ کی ماں گیلا لہنگا اپنے ہاتھ سے اٹھائے ہوئے۔۔رومان شاہ سے سوال کر رہی تھی۔۔

رومان شاہ چپ چاپ ناظرین چکائے ہوئے دونوں ہاتھ سینے پر باندھے ہوئے کھڑا تھا۔۔رومان تمہیں شرم آنی چاہیے اپنی بیوی کو اس طرح سے بارش میں اتنے ٹھنڈی کے موسم میں روم سے باہر نکالتے ہوئے۔۔

جب لڑکی کا نکاح ہو جاتا ہے تو اس کا شوہر اس کا محافظ ہوتا ہے۔۔تم کیسے محافظ ہو کہ اسے یوں ٹھنڈ میں بھی آسرہ کمرے سے باہر نکال دیا۔۔سوری امی جان آئندہ ایسا نہیں ہو گا۔۔

ہاں رومان آئندہ ایسا ہونا بھی نہیں چاہیے۔اگر ہوا تو میں تم سے اتنی ناراض ہو جاؤں گی۔۔ کہ کبھی تم سے بات نہیں کروں گی۔۔۔۔جی امی جان نہیں ہو گا۔۔

چلو اب تم رہو اس کے پاس ڈاکٹر نے کہا ہے کہ۔تھوڑی دیر تک اسے ہوش آ جائے گا۔

جب اس کو ہوش آئے تو مجھے خبر بھجوانا میں اس کے لیے سوپ تیار کرواتی ہوں۔ اور اب تم اس کا خیال رکھو گے جیسے اس کو بیمار کیا ہے۔ ویسے ہی اس کو ٹھیک کرو۔۔

رومان شاہ کی ماں دھمکی امیز انداز سے رومان شاہ کو کہتے ہوئے ۔روم کا دروازہ بند کر کے چلی گئی۔۔۔ میری پیاری امی جان یہ سب تو میں اس کے ساتھ ضرور کروں گا۔۔

یہ سب کچھ تو یہ اپنی قسمت میں خود لکھوا کر لائی ہے۔۔ مگر آپ سے جو میں نے وعدہ کیا ہے۔ اسے میں ضرور نبھاؤں گا۔۔ 

آج کے بعد میں اتنے اچھے طریقے سے آپ کی بہو کو ٹارچر کروں گا۔۔ کہ آپ کو پتہ تک بھی نہیں چلے گا۔۔ رومان شاہ اپنے دل میں عہد کرتا ہوا میرب کو دیکھ رہا تھا۔۔

میرب کو تھوڑی دیر میں آگیا رومان شاہ کی ماں بیٹھی ہوئی میرب کے ہوش میں آنے کا انتظار کر رہی تھی۔۔ یا میرا بچہ میں آپ کے لیے کر آئی ہوں جلدی سے پیو میں پھر آپ کو دوائی دیتی ہوں۔

میرب تھوڑا سا اٹھ کر بیڈ کراؤن سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی تھی۔

میرب کی طبیعت اب بھی کافی بوجھل بوجھل تھی۔ بخار کی وجہ سے اس کا جسم کافی درد کر رہا تھا۔ مگر رومان شاہ کی ماں اتنی محبت سے اسے بول رہی تھی تو میرب سے منع نہیں کیا گیا۔۔

ادھر آؤ رومان اس کی کمر کے پیچھے تکیہ رکھو۔رمان شاہ جو پہلے ہی اپنے غصے کو بڑی مشکل سے قابو کیے ہوئے ۔۔اپنے چہرے پر اپنی ماں کی وجہ سے بناوٹی مسکراہٹ سجا کر صوفے پر ٹانگ پہ ٹانگ رکھ کہر بہت ایٹیٹیوڈ سے بیٹھا ہوا تھا۔۔www.kitabnagri.com

تکیہ میں رکھوں اس کے پیچھے ۔۔ رومان شاہ نے حیرانی سے اپنی ماں سے پوچھا تھا۔۔ہاں جی تمہارے سوا کمرے میں کوئی اور رومان بھی تمہیں نظر آرہا ہے۔رمان شاہ کی ماں نے میرب کو سوپ پلانا تھا اس لیے میر بکو سیٹ کر کے بٹھانا چاہ رہی تھی ۔۔میرب سے بخار کی وجہ سے ٹھیک سے بیٹھا نہیں جارہا تھا ۔۔

کیوں اس کے ہاتھ ٹوٹ گئے ہیں۔یا میں اس کا نوکر ہوں۔۔رومان میں تم سے کہہ رہی ہوں کہ اس کے پیچھے تکیہ رکھو۔

۔رومان شاہ کی ماں رومان شاہ کو آنکھیں دکھاتے ہوئے بولی۔۔ تمہیں میں نے اتنا سمجھایا ہے۔ مگر مجھے لگتا ہے کہ تمہارے پلے میری کوئی بات بھی نہیں پڑی ۔۔

نہیں میں خود تکیہ رکھ لوں گی میرب مشکل سے ہی بولی تھی۔۔ایک تو میرب کی بخار نے حالت خراب کر رکھی تھی۔ اوپر سے رومان شاہ تکیہ رکھنے کے لیے اس پر جھکا ہوا اسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔۔

رومان شاہ۔۔۔ نہیں میڈم میں رکھ دیتا ہوں۔

میرب۔۔ شاہ میں خود رکھ لوں گی وہ رومان شاہ کی آنکھوں میں غصہ دیکھ کر ڈرتے بول رہی تھی۔۔

رومان شاہ۔۔۔ نہیں آپ خود سے کیوں تکیہ اپنے پیچھے رکھیں گی۔۔ میں ہوں نا آپ کا ادنی سا غلام میرا فرض بنتا ہے کہ میں آپ کی خدمت کروں۔ رومان شاہ میرب پر اپنے طنز کے تیر مار رہا تھا۔۔اس نے میرب کے اوپر سے ہاتھ گزارتے ہوئے تکیہ اٹھا کر میرب کے پیچھے تکیہ تو رکھ دیا۔۔



مگر اس وقت اس کو کتنا غصہ آرہا تھا یہ تو اگر رومان شاہ کی ماں کمرے میں موجود نہ ہوتی تو پھر رومان شاہ میرب کو بتاتا۔۔وہ تکیہ رکھ کر اپنا غصہ اپنی ماں پر ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا اس لیے فورا کمرے سے باہر نکل گیا تھا۔۔ میرب بیٹا تم اس کے غصے سے پریشان نہیں ہونا۔ تم بیوی ہو اس کی اور پورا حق ہے تمہارا اس پر۔اس کا فرض بنتا ہے تمہارے دکھ سکھ میں تمہارے ساتھ کھڑا ہو۔۔۔

اور مجھے پتہ ہے کہ میری بہو بہت سمجھدار ہے اور اس کھر دماغ سے بہت پیار کرتی ہے۔۔رمان شاہ کی اس بات پر میرب نے شرم سے نظریں جھکالی اور اس کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ آئی تھی۔۔

بس بیٹا تم نے ہمت نہیں ہارنی اور نہ ہی ڈر کر یا ہار کر اپنے قدم پیچھے لینے ہیں۔میرا بیٹا دل کا برا نہیں ہے۔بس زندگی کی تلخیوں نے اس کو ایسا بنا دیا ہے۔اور مجھے پورا یقین ہے کہ میری بہو اس کو اپنی محبت سے پھر سے زندگی جینا سکھا دے گی۔۔

میرب نے رومان شاہ کی ماں کی بات پر اپنا سر ہاں میں ہلا کر انہیں یقین دلایا تھا۔میرب تم مجھے اپنی ماں ہی سمجھنا میں ہمیشہ تمہارا اپنی بیٹی کی طرح ہی خیال رکھوں گی۔۔تم نے جس محبت سے رومان کی طرف قدم بڑھایا ہے اس محبت کو بیٹا کبھی کم مت ہونے دینا۔۔رومان شاہ کی ماں میرب کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لیے ہوئے بیٹھی بڑی شفقت سے اس کو سمجھا رہی تھی۔۔



مگر آنٹی وہ تو مجھے اپنی زندگی میں آئی ہوئی مصیبت سمجھتے ہیں۔۔ان کے دل میں ذرا سی بھی میرے لیے گنجائش نہیں ہے۔تو میں ان کے دل میں اپنے لیے جگہ کیسے بناؤ۔۔ میرب نے بڑے اداس لہجے سے رومان شاہ کی ماں کو شکایت کی تھی۔۔

بیٹا تم ایک عورت ہو اور عورت اپنی محبت اور لگن سے اپنے شوہر کے دل میں اپنی محبت پیدا کر لیتی ہے۔ایک عورت کے لیے یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے۔

اور سب سے پہلے تو تم مجھے آنٹی کہنا بند کرو آج کے بعد تم بھی مجھے رومان کی طرح امی جان ہی بولا کرو۔

امی بولو گی تو ہم دونوں میں ماں بیٹی کا رشتہ مضبوطی پکڑے گا۔اور پھر اسی رشتے کی مضبوطی سے ہم ایک دن رومان کے دل کو موم بنانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔۔

رمان شاہ کی ماں میرب کو اپنے ساتھ لگاتے ہوئے اپنائیت کا احساس دلا رہی تھی۔۔

جی آج کے بعد میں آپ کو امی جان ہی کہہ کر بلایا کروں گی۔۔

میرب کو پیار ملا تو اس کی آنکھیں چھلک گئی۔۔اور وہ رومان شاہ کی ماں کے گلے میں باہیں ڈالے ہوئے رو دی تھی۔۔

نہیں بیٹا رونا نہیں ہے یہ آنسوں انسان کو کمزور بنا دیتے ہیں۔اور میری بیٹی کمزور نہیں ہے۔تم دیکھنا کہ وہ ضرور آئے گا۔کہ جب رومان جب تک تمہیں دیکھے گا نہیں اس کا دن نہیں چڑھے گا۔۔

جتنی محبت تم اس سے کرتی ہو اس سے کئی گنا زیادہ محبت وہ تم سے کرے گا۔

ماں جی وہ مجھ سے کبھی محبت نہیں کر سکتے۔ میں ان کو اچھی نہیں لگتی۔

۔اس کا فیصلہ تو بیٹا تم وقت پر چھوڑ دو۔ انشاء اللہ اگر میں زندہ رہی تو میں تمہیں بتاؤں گی۔ کہ وہ تم سے کتنا پیار کرتا ہے۔

مگر وہ رومان شاہ ہے اتنی آسانی سے اپنی مرضی کے خلاف ہوئی چیزوں کو ایکسیپٹ نہیں کرتا۔۔ اس لیے اب تمہیں صرف صبر سے اس کے ساتھ رہ کر آہستہ آہستہ اس کے دل کے اوپر چڑھے ہوئے سخت خول کو کرید کرید کر اتار دینا ہے۔



۔اور جب وہ خول اتر جائے گا تو نیچے سے میرے بیٹے کا سوفٹ دل نکلے گا۔۔ اور اس دل میں صرف تم ہو گی۔

اور پھر تم بڑی آسانی سے تم اس کے دل میں اپنا پیار بھی جگا سکو گی۔۔ اور رومان شاہ کے دل میں اپنا عکس بھی دیکھ سکو گے۔۔ رومان شاہ کی ماں کی باتوں سے میرب کو بہت ہمت اور حوصلہ مل رہا تھا۔

وہ رومان شاہ کی ماں کے سینے سے چپٹی ہوئی بیٹھی تھی۔ اور رومان شاہ کی ماں اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے اس کے بالوں کو سہلا رہی تھی۔۔

میرب کو اس وقت رومان شاہ کی ماں کے ساتھ لگ کر سچ میں وہ احساس مل رہا تھا جو اسے اپنی ماں کے سینے کے ساتھ لگنے پر ملتا تھا۔۔

oooooooo

بہادر جلدی سے مجھے گاؤں ریپ والی فائل لا کر دو۔۔جی سر۔۔دیکھو اے سی پی فائلیں کسی اور کو دکھانا مجھے نہیں دیکھنی ہے تیری تیار کی ہوئی فائلیں۔۔

۔چوہدری فیض مجھے کوئی شوق بھی نہیں ہے کہ۔میں تمہیں اپنی محنت سے تیار کی ہوئی فائلیں دکھاؤں۔میں یہ فائل تمہارے وکیل کو دکھانا چاہتا ہوں۔تاکہ اس سے اچھی طرح سے اندازہ ہو جائے۔کہ تمہارے بیٹے نے جو کیا ہے اس کی کوئی معافی نہیں ہے۔

اور جتنی سخت تیاری میں نے کی ہے اس کے بعد تم جتنی مرضی اپنی طاقت لگالو میں بھی دیکھتا ہوں کہ تم اپنے بیٹے کو رہائی کیسے دلاتے ہو۔۔لگتا ہے کہ تمہارا باپ کو زندہ چھوڑ کر غلطی ہو گئی ہے۔۔کیونکہ ابھی تک تمہاری عقل ٹھکانے نہیں آئی۔۔۔

گاؤں میں ایک غریب لڑکی کا ریپ کیا تھا اس چودری فیض کے بیٹے نے جس کے گاؤں میں بہت سارے زمینیں تھی۔اور پراپرٹی تھی جس کا اکلوتا بیٹا عدل فیض کراچی کی ایک مشہور یونیورسٹی میں پڑھتا تھا۔۔اس لیے پنجاب پولیس نے یہ کیس سندھ پولیس کراچی کے حوالے کر دیا تھا۔۔

یہ کیس اے سی پی شامیر ملک کو ہینڈل کرنے کے لیے دیا گیا تھا۔۔جو مجرموں کو کسی بھی طرح کی رائت نہیں دیتا تھا۔۔جو صرف یہ جانتا تھا کہ جو گنہگار ہے اسے پھانسی کے تختے تک پہنچانا اس کا فرض ہے۔۔مجرموں پر قہر بن کے ٹوٹنے والا اے سی پی شاہ میر۔۔وہ مظلوموں اور بے سہاروں کے لیے مسیحہ تھا۔۔

شیر کے جیسے دل والا سچائی کے لیے اپنی چھاتی پر گولی کھانے کی ہمت رکھتا تھا۔۔ مگر ڈر کر پیچھے ہونا اسے نہیں آتا تھا۔۔اسی لیے اس زمیندار کی دھمکیوں سے اے سی پی شامیر پر خاک بھی اثر نہیں ہو رہا تھا۔۔پنجاب سے یہ چوہدری اپنے بیٹے کی رہائی کے لیے کراچی آیا ہوا تھا۔



چودری اپنے سارے حربے آزما چکا تھا۔رشوت دینے سے لے کر دھمکیاں دینے تک۔ اور اس کے باپ پر گولی چلا کر تو اس نے اپنی آخری حد بھی پار کر دی تھی۔۔اس لیے اب چوہدری فیض اپنے وکیل کو لے کر اپنے بیٹے کی زمانت کروانے کے لیے آیا تھا۔۔

مگر اے سی پی نے چوہدری فیض کے بیٹے کی ضمانت کے سارے راستے بند کر دیے تھے ۔۔اب چوہدری غصے سے اے سی پی شاہ میر کو اس کے باپ کے زندارہ جانے پر اسے پھر سے مارنے کی دھمکی دے رہا تھا۔۔۔

چودری ایک بار تو نے میرے باپ پر اٹیک کر لیا۔اب اگر دوبارہ تم نے میری فیملی کی جانب آنکھ اٹھا کر بھی دیکھا تو تیری نسلیں ختم کر دوں گا۔۔اے سی پی نے چودری کے گریبان سے پکڑتے ہوئے اسے کھینچ کر کرسی سے کھڑا کر دیا تھا۔۔

اے سی پی تو پچھتائے گا اس دن کو جس دن تم نے چودری فیض کے گریبان پر ہاتھ ڈالا۔۔میں کیا چیز ہوں ت ابھی تک تجھے پتہ ہی نہیں ہے۔



اپنی بعزتی پر چوہدری اپنے وکیل کے ساتھ بھنکارتا ہوا پولیس اسٹیشن سے نکل کر اپنی گاڑی میں بیٹھ گیا تھا۔

اور جاتے ہوئے شہادت والی انگلی کھڑی کرتے ہوئے اے سی پی کو دھمکی دے کر گیا کہ وہ بہت جلد اس سے نمٹے گا۔۔

جس کا ایسی پی شامیر پر کوئی بھی اثر نہیں ہوا۔اے سی پی شاہ میر اس طرح کی دھمکیاں روز فیس کرتا تھا۔۔

چوہدری فیض سے بہت زیادہ تخلامی ہونے کے بعد۔اب اے سی پی اپنے کرسی کی پشت سے سر لگائے ہوئے کچھ دیر اپنے دماغ کو ریلیکس کرنے کے لیے آنکھیں مودے ہوئے بیٹھا تھا۔۔بہادر جی سر۔۔بہادر جن کی طرح بھاگ کر اے سی پی بھی شامیر کے پاس آیا تھا۔۔
میرے لیے کافی منگواؤ۔۔اس بے غیرت چودری کی فضول بک بک سن کر میرے سر میں درد ہونے لگا ہے۔۔شاہ میر کرسی کی پشت سے سر کو لگائے ہوئے آنکھیں موند کر اپنے سر کو دبا رہا تھا۔

اس نے اسی طرح سے آنکھیں بند کیے ہوئے ہی بہادر کو آواز دے کر چائے کے لیے کہا تھا۔۔بہادر اپنی دم کو سر پہ رکھ کر بھاگتا ہوا چائے لینے چلا گیا۔۔

بہادر کو اے سی پی کے غصے سے بہت ڈر لگتا تھا۔ کیونکہ شامیر جب خوش ہوتا تو پورا پولیس اسٹیشن آپس میں گپے مارتا ہوا نظر آتا تھا۔۔

لیکن جب اے سی پی شاہ میر ملزموں کی تفشیش کرتے ہوئے غصے میں ہوتا۔ تو اس کے قہر کے سامنے پورا پولیس اسٹیشن ایسے چپ ہوتا تھا جیسے سب کو سانپ سونگ گیا ہو۔

جیسے کہ اس وقت بہادر کے ڈر کے مارے پسینے چھوٹ رہے تھے۔ اور وہ بھاگتا ہوا اے سی پی کا حکم بجا لانے کے لیے گیا تھا۔۔

شاہ میر کا دماغ اس چوہدری نے کافی گرم کر دیا تھا۔۔ ایک ٹھنڈی سانس فضا میں چھوڑتے ہوئے شاہ میر نے اپنی آنکھیں کھول کر اپنی جیب سے اپنا موبائل نکالا اور موبائل کی سکرین پر لگی ہوئی پکچر کو دیکھ کر اس کے انابی لب مسکرا رہے تھے۔۔



وہ ایک ہاتھ سے موبائل پکڑ کر اپنے سامنے کیے ہوئے تھا۔۔ اور دوسرے ہاتھ سے اپنے ہاتھ کی مٹھی بنا کر اپنی شہادت والی انگلی کو اپنے ہونٹوں پر رکھ کر بڑے دل کش انداز سے مسکرا رہا تھا۔۔

وہ کافی دیر تک پکچر کو دیکھ کر مسکراتا رہا اور اپنی شہادت کی انگلی سے سکرین پر پکچر کے اوپر بڑی محبت سے لائنیں کھینچ رہا تھا۔۔

اس کی انگلی بار بار مرہا کی پکچر پر اس کے نازک سے لبوں پر جا کر رک رہی تھی۔۔ مرہا کی یہ پکچر اس نے میرب کے رخصتی والے دن بنائی تھی۔

اور اسی دن اس نے یہ پکچر اپنے فون کی ہوم سکرین سیٹ کر لی تھی۔۔ موبائل کی سکرین دیکھتے ہوئے جس پر مرہا کی تصویر تھی۔۔۔ شاہ میر کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ مرہا کی آواز سنے اپنے دل کی بات سنتے ہوئے اس نے مرہا کا نمبر ڈائل کیا تھا۔

اور شاہ میر کی توقع کے مطابق مرہا نے پہلی بیل پر فون نہیں اٹھایا تھا اب تیسری بار اس نے مرہا کا نمبر ری ڈائل کیا تھا۔۔

بیوی یار کبھی تو پہلے بیل پر فون اٹھا لیا کرو۔۔ مرہا کے فون اٹھاتے ہی شامیر نے شکایتی انداز سے کہا تھا ۔۔۔ نماز پڑھ رہی تھی کیا نماز توڑ کر آپ کا فون اٹھا لیتی۔۔ مرہا نے کڑک آواز میں اے سی پی صاحب کو جواب دیا تھا۔۔

ماشاءاللہ ماشاءاللہ تو میری بیگم نماز پڑھ رہی تھی یہ تو بہت اچھی بات ہے۔۔ آپ کی بیگم نہیں مرہ نماز پڑھ رہی تھی۔۔ ہاہاہا اچھا جی۔ شامیر قہقہہ لگا کر ہنسا تھا۔۔جی۔۔۔ مگر میری بیگم کا نام بھی مرہا ہے۔۔۔ تو میں کیا کروں۔۔۔ اس سے میری بات کرواؤ۔۔۔وہ ابھی فارغ نہیں ہے۔۔۔۔ تم اس سے کہو کہ اس کے لیے سب سے زیادہ ضروری کام اپنے شوہر سے بات کرنا ہے۔باقی کے کام تو باد میں بھی ہو سکتے ہے۔۔شاباش اس کو بولو کہ اپنے شوہر سے بات کرے اس کا شوہر اس سے بات کرنا چاہتا ہے۔۔

شوہر تو فارغ ہے اسے تو کوئی کام دھندا ہوتا نہیں ہے۔ لیکن مرہا بیچاری کو بہت سارے کام ہوتے ہیں اس لیے مرہا آپ سے بات نہیں کر سکتی۔۔

میں نے تو مرہا سے کہا ہی نہیں کہ وہ مجھ سے بات کرے میں تو اپنی بیوی سے بات کرنا چاہتا ہوں۔۔



پلیز آپ مجھے تنگ نہیں کریں مجھے پڑھائی کرنی ہے۔۔۔ پر مجھے تو تم سے بات کرنی ہے پڑھائی بعد میں کرنا۔۔۔ پلیز مجھے پڑھنے دیں اگر پڑھائی نہیں کروں گی بھائی ناراض ہو جائے گے۔۔۔اور اگر بات نہیں کرو گی تو شوہر ناراض ہو جائے گا اور شوہر کو ناراض کرنے کا مطلب ہے اپنے رب کو ناراض کرنا۔۔۔

میرے خیال سے اب تم اتنی تو بے وقوف نہیں ہو کہ اپنے رب کو ناراض کرو۔۔

ویسے آپ کو پتہ ہے۔ کہ آپ باتیں بہت اچھی بنا لیتے ہیں۔۔۔بیوی اور بھی بہت کچھ ایسا ہے جو میں بہت اچھا کر لیتا۔۔ہوں۔۔۔ کبھی موقع تو دے کر دیکھنا۔وہ ہنس رہا تھا۔۔

مجھے تو بلکل بھی ایسا نہیں لگتا کہ آپ کچھ اچھا بھی کر لیتے ہیں۔۔مجھے تو لگتا ہے آپ صرف اچھی باتیں بنا لیتے ہیں۔اور اچھی طرح سے لوگوں کا دماغ کھا لیتے ہیں۔۔

اور فضول بیٹھ کر گورنمنٹ کا پیسہ کھا لیتے ہیں۔مرہا نے اپنی طرف سے بھرپور کوشش کی تھی شامیر کو شاہ میر کی نیگٹو چیزیں دکھانے کی۔۔

جب آپ میرے پاس آجائیں گی تو۔پھر میں آپ کی گورنمنٹ پر رحم کھا کر۔ فضول بیٹھ کر آپ کی گورنمنٹ کا پیسہ کھانا چھوڑ دوں گا۔۔

پھر میں روز آپ کو کھایا کروں گا اب خوش۔۔شاہ میر مرہا کی اگتائی ہوئی آواز سننا چاہتا تھا۔۔اسی لیے وہ جان بوجھ کر اس کو تنگ کر رہا تھا۔تاکہ وہ مزید اس سے تنگ آکر اور بولے۔اور وہ اس کی آواز سن سکے۔۔۔بے شرم۔۔وہ آہستہ سے بولی تھی۔۔ مگر شاہ میر نے سن لیا تھا۔۔

بیوی مجھے لگتا ہے کہ تم مجھے اس لقب سے بہت جلدی نوازرہی ہو۔۔وہ پھر سے ہنسا تھا۔۔میں فون بند کر دوں۔۔وہ شاہ میر کی بے باک باتوں اور ہنسی سے شرمسار ہوتے ہوئے فون بند کرنا چاہتی تھی۔۔۔

شاہ میر۔۔۔نہیں تم ابھی فون بند نہیں کر سکتی۔۔

مرہا۔۔۔لیکن کیوں

شاہ میر۔۔۔۔کیونکہ میں ابھی اپنی بیوی سے بات کرنا چاہتا ہوں۔۔

مرہا۔۔۔۔سب فضول باتیں ہوتی ہیں کوئی کام کی بات تو ہوتی ہے نہیں آپ کے پاس۔

شاہ میر۔۔۔۔۔۔۔آپ اپنے شوہر کو فضول بول رہی ہیں اندازہ ہے آپ کو۔اس کا لہجہ تھوڑا سخت ہوا تھا۔

مرہا۔۔۔۔میں نے ایسا تو نہیں کہا وہ تھوڑے سے سخت لہجے سے ایک گھبرا گئی تھی۔۔

شاہ میر۔۔۔۔تو پھر تمہاری بات کا مطلب کیا تھا۔۔

مرہا۔۔۔۔ میرا کوئی بھی مطلب نہیں تھا۔اس کی آواز ایسے تھی جیسے ابھی رو دے گی۔۔

شاہ میر۔۔۔۔ نہیں اب تم مجھے اس بات کا مطلب سمجھاؤ گی تو ہی میں فون بند کروں گا۔۔ مرہا کی رو دینے والی آواز کو سن کر شامیر کو بہت مزہ آرہا تھا۔۔

مرہا۔۔۔سچ میں میرا ایسا کوئی بھی مطلب نہیں تھا۔وہ سچ میں رو دی تھی اس کی رونے کی آواز سن کر شاہ میر کو ہنسی آگئی۔۔

شاہ میر اسے چپ کروانے کے لیے یہ بتانے ہی لگا تھا۔ کہ وہ اس سے ناراض نہیں ہو رہا تھا۔۔ بلکہ وہ اس سے مذاق کر رہا تھا لیکن اس کے پولیس والی شیطانی کھوپڑی میں ایک اور بات آگئی تھی۔۔۔

تمہیں پتہ ہے کہ میں تم سے اس وقت بہت ناراض ہوں۔۔ اب چپ کیوں ہو پوچھو کہ میں اپنی ناراضگی کیسے ختم کروں گا۔۔اور تمہیں میری ناراضگی ختم کرنے کے لیے کیا کرنا پڑے گا۔۔ شامیر مرہا کی فون پر آواز نہ آنے پر خود ہی بول رہا تھا۔۔۔

جی بتائیں کیسے آپ کی ناراضگی ختم ہو گی۔۔۔۔ تمہیں مجھ سے ملنا پڑے گا۔۔ کیا۔۔اس نے اتنی زور سے کیا کہا تھا کہ کچھ سیکنڈ کے لیے شاہ میر کو اپنے کان سے فون تھوڑا دور کرنا پڑا تھا۔۔۔

میں نے ایسی بھی کوئی ڈراؤنی بات نہیں کی تھی۔ کہ جس پر تم نے اتنی زور سے کیا کہا ہے۔۔

میرے تو کان کا پردا ہی پھٹنے والا تھا۔ مرہا۔۔۔میں آپ سے نہیں مل سکتی۔

شاہ میر۔۔۔کیوں۔

مرہا۔۔۔۔بس نہیں مل سکتی تو نہیں مل سکتی۔

شاہ میر۔۔۔نہ ملنے کی وجہ بتانی پڑے گی۔

مرہا۔۔۔بھائی مجھے جان سے مار ڈالیں گے۔

شاہ میر۔۔۔کیوں مار ڈالیں گے

مرہا۔۔۔کیونکہ بھائی کو میرا یوں کسی غیر آدمی سے ملنا بالکل پسند نہیں ہے۔

شاہ میر۔۔۔بے وقوف لڑکی میں غیر آدمی نہیں شوہر ہوں تمہارا۔اور نکاح کے بعد غیر نہیں رہا بلکہ تمہارا محرم بن گیا ہوں۔۔شاہ میر کو مرہا کا یوں اسے غیر کہنا بہت برا لگا تھا۔۔

مرہا۔۔۔مگر میں اپنے بھائی کے خلاف جا کر آپ سے بالکل بھی نہیں مل سکتی اور ویسے بھی مجھے آپ سے مل کر بہت ڈر لگتا ہے۔

شاہ میر۔۔۔۔تو ٹھیک ہے پھر تیار رہنا ملنے کے لیے۔۔اب تو میں تمہارے بھائی کے خلاف جا کر تم سے ملوں گا بھی اور یہ جو تمہیں مجھ سے ڈر لگتا ہے۔اس کو بھی سچ کر کے دکھاؤں گا۔ مرہا نے جان بوجھ

کر خود کو مصیبت کے منہ میں ڈال دیا تھا۔۔ مرہا کی باتوں سے شاہ میر ضد پر اتر آیا تھا۔۔ اس سے پہلے کہ مرہا کچھ کہتی شامیر ٹک کر کے فون بند کر چکا تھا۔۔

ooooooooooo

میرب آج کافی اچھا محسوس کر رہی تھی اس کی طبیعت پہلے سے کافی بہتر تھی۔ رومان شاہ کی ماں نے میرب کی کافی اچھی دیکھ بھال کی تھی جس کی وجہ سے میرب دو دن میں ہی ماشاءاللہ ٹھیک ہو گئی۔۔

رومان شاہ کی ماں نے دوائیوں سے لے کر ڈائٹ تک۔ میرب کی ہر چیز کا خود خیال رکھا تھا۔۔

اور اس دورانیے میں رومان شاہ کو میرب پر زیادہ کہر برسانے کا بھی موقع نہیں ملا تھا۔۔

کیونکہ زیادہ تر رومان شاہ کی ماں ان کے کمرے میں موجود ہوتی تھی۔۔۔ آج دو دن کے بعد رومان شاہ کو آفس جانے کی اس کی ماں کی طرف سے اجازت ملی تھی۔۔

اس لیے وہ میرب سے پہلے ہی اٹھ گیا تھا۔ اور اس وقت وہ واش روم میں شاور لے رہا تھا۔۔

میرا اٹھی تو واش روم سے گرتے ہوئے شاور کی آواز سن کر سمجھ گئی تھی کہ نواب صاحب اس وقت واش روم میں موجود ہیں۔۔

ابھی وہ بیڈ کروان سے ٹیک لگا کر بیٹھی ہی تھی کہ رومان شاہ بنا شرٹ کے ٹاول سے اپنا سر پونچھتے ہوئے واش روم سے باہر آیا تھا۔۔۔

رومان شاہ نے میرب کو بیٹھا ہوا نہیں دیکھا تھا کیونکہ وہ اپنے سر پہ ٹاول لیے ہوئے سر کے بال خشک کر رہا تھا۔۔

مگر میرب نے اس کے کسرتی جسم کو دیکھتے ہوئے اپنی آنکھوں پر جلدی سے ہاتھ رکھ لیا تھا۔۔ جینز کی پینٹ پہنے ہوئے بنا شرٹ کے اس کا مردانہ جسم بہت ڈیشنگ لگ رہا تھا۔۔۔ جم سے کسرت کر کے بنے ہوئے ڈولے تو قہر ڈھا رہے تھے۔۔۔

چوڑی چھاتی اس کے مظبوط مردانہ شخصیت پر بہت جچ رہی تھی۔۔ اور پرفیکٹ ویسٹ اور سکس پیک دیکھ کر تو وہ ہالی وڈ کا ہیرو لگ رہا تھا۔۔



وہ حفرا تفری سے تیار ہو رہا تھا۔۔ کیونکہ آج اسے دو دن بعد آفس جانے کی اجازت ملی تھی۔۔ کہاں رومان شاہ ایک دن بھی اپنے آفس سے غیر حاضر نہیں ہوتا تھا۔۔

اور کہاں اس کی امی جان نے بیچارے کی دو دو چھٹیاں کروادی تھی۔اس لیے بیچارا بہت افرا تفری سے تیار ہو رہا تھا۔کہ کہیں وہ آج بھی آفس لیٹ نہ ہو جائے۔

جلدی سے اس نے اپنی کبرڈ سے شرٹ نکالی تھی۔جو اس کی بہت فیورٹ اور لکی شرٹ تھی۔۔یہ شرٹ مرہا نے اسے گفٹ کی تھی۔جس کو رومان شاہ جب بھی کسی اہم میٹنگ پر جاتا تو پہن کر جاتا تھا۔

اور ہمیشہ کامیاب ہو لوٹتا تھا۔۔مگر بد قسمتی سے آج کا دن بیچارے کے لیے بالکل لکی نہیں تھا۔۔آج اس کی اہم میٹنگ تھی۔اور وہ اپنی لکی شرٹ پہن کر ہی جانا چاہتا تھا۔لیکن اس کے دو بٹن ٹوٹے ہوئے تھے۔۔رومان شاہ اپنی شرٹ کو لے کر اپنی ماں کے روم میں جانے لگا تھا۔۔

کہ اس کی نظر بیڈ پر آنکھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے میرب پر پڑ گئی۔۔عالم غشی سے تم ہوش میں آگئی ہو تو آنکھوں سے ہاتھ ہٹاؤ۔۔اور میری طرف دیکھو۔۔پہلے آپ کپڑے پہنو۔لاحول والا قوتہ تم اپنی آنکھوں کا علاج کرواؤ۔



تمہاری بنائی تو کافی خراب ہے۔۔میں آپ کی شرٹ کی بات کر رہی ہوں۔۔۔میرب شرمندہ ہوئی تھی۔۔۔تو پھر یہ کہو کہ میں شرٹ پہن لوں۔بے وقوف لڑکی کو اتنا بھی نہیں سمجھ آتا کہ شرٹ اور کپڑے پہننے میں بہت فرق ہوتا ہے۔

اب اگر تمہاری ادائیں ختم ہو گئی ہوں تو آنکھوں سے ہاتھ ہٹاؤ۔۔شاہ پہلے مجھے یہ بتائیں کہ آپ نے شرٹ پہنی ہے یا نہیں۔۔۔

پہلی بات یہ کہ میں نے شرٹ پہن لی ہے۔اور دوسری بات یہ کہ اگر میں کہوں کہ نہیں پہنی تو تب بھی تمہیں اٹھ کر میری بات سننی پڑے گی سمجھی تم۔۔

رومان شاہ غصے سے بولا تھا۔اس کی آواز میرب کے کانوں میں گونجی تو اس نے فورن سے بھی پہلے اپنے ہاتھ آنکھوں سے ہٹا لیے تھے۔۔۔

میرب نے آنکھوں سے ہاتھ ہٹائے تو رومان شاہ اپنی بلیک کلر کی شرٹ پہنے ہوئے کھڑا تھا اس کے کچھ بٹن بند تھے اور کچھ کھلے ہوئے تھے۔۔بلو کلر کی جینز کے اوپر اس نے بلیک کلر کی شرٹ پہن رکھی تھی۔۔

بلیک کلر میں اس کا گھورا رنگ 14 ویں کے چاند کی مانند کھل رہا تھا۔۔ ظالم کا نہاں کر نکھرا نکھرا چہرہ میرب کے دل پر قہر ڈھا رہا تھا۔۔رومان شاہ پر نظر پڑتے ہی میرب کے دل نے ایک بیٹ مس کی تھی۔۔

رومان شاہ۔۔۔ سنو!!!

میرب۔۔۔۔جی۔۔

رومان شاہ۔۔۔پاس آؤ۔۔

میرب۔۔۔کیوں؟؟

رومان شاہ ۔۔۔ تمہاری شکل دیکھ کر اپنا دن خراب کرنا ہے۔ اس لیے صبح صبح تمہاری منحوس شکل دیکھنے کے لیے بلا رہا ہوں۔۔۔میرب کے کیوں کہنے پر رومان شاہ کا پارا ہائی ہوا تھا۔

رومان شاہ۔۔ بہری ہو گیا۔۔میں نے کہا کہ میرے پاس آؤ۔مجھے بات دہرانے کی عادت نہیں ہے۔وہ میرب پر پوری طرح سے چیخا تھا۔۔۔میرب رومان شاہ کی غصے والی دھاڑ سے ڈر کر کانپ گئی تھی۔۔جلدی سے بیڈ سے نیچے اتری تھی اور ننگے پیر ہی چلتے ہوئے رومان شاہ کے پاس آئی تھی۔

اور تھوڑی دوری پر ہی آ کر رک گئی۔ اس سے آگے جانی کی اس کی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔۔رومان شاہ اسے اس وقت وہ جنگلی شیر لگ رہا تھا۔ جسے دیکھ کر بیچاری سہمی ہوئی ہرنی کو بہت ڈر لگ رہا تھا۔۔

رومان۔۔۔سنائی نہیں دیا میں نے کہا میرے پاس آؤووو۔وہ بہت زور سے چیخا تھا۔۔رومان شاہ کی گرج سے میرب کے ہاتھوں میں پسینے آنے لگے تھے۔۔جج جی وہ رومان شاہ سے ڈرتے ڈرتے اس کے پاس آکر جی بولی تھی۔۔

رومان شاہ۔۔میری شرٹ کا بٹن ٹوٹ گیا ہے لگاؤ۔

میرب۔۔۔شاہ مجھے بٹن لگانا نہیں آتا وہ بہت کم آواز سے ہاتھوں کو مسلتے ہوئے شرمندہ سی ہو کر بولی تھی۔۔

رومان شاہ۔۔۔بٹن لگانا نہیں آتا مگر عشق لڑنا آتا ہے۔۔وہ ایٹیٹیوڈ کے ساتھ میرب پر نظریں گاڑے ہوئے تھا۔۔



میرب۔۔۔شاہ پلیز طعنے نہ دیں میں سیکھ لوں گی۔۔

رومان شاہ۔۔۔میں نے تمہیں گود نہیں لیا جو تمہیں سیکھنے کے موقع فراہم کرتا پھروں۔ ابھی کہ ابھی میری شرٹ کا بٹن لگاؤ۔۔۔

رومان شاہ نے میرب کو بازو سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچا تھا۔ جس سے میرب اپنا توازن برقرار نہیں رکھ سکی۔۔اور آکر سیدھی رومان شاہ کے کے سینے سے ٹکرائی تھی۔۔۔شاہ میرا ہاتھ چھوڑیں مجھے درد ہو رہا ہے۔۔

رومان شاہ نے اپنے ہاتھ سے میرب کی کلائی کو اس جگہ سے زور سے پکڑ رکھا تھا جہاں سے اس نے اپنی کلائی کاٹ کر خودکشی کرنے کی کوشش کی تھی۔۔درد سے میرب کی آنکھوں سے آنسوں نکل آئے تھے۔۔ نہیں درد سے تھوڑا اور تڑپو۔۔ تمہارے تڑپنے سے مجھے بہت سکون ملتا ہے۔۔اس نے اپنی گرد ڈیلی نہیں کی تھی۔۔

میرب اپنے دوسرے ہاتھ سے رومان شاہ کا ہاتھ اپنی کلائی سے ہٹانے کی بے ضرر کوشش کر رہی تھی۔۔وہ اپنا چہرہ اس کے قریب کیے ہوئے اس کے چہرے پر درد کے تاثرات دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔۔وہ رو رہی تھی۔۔۔



رومان شاہ۔۔۔جب تم اس طرح سے تڑپتی ہو میرے دل کو بہت سکون ملتا ہے۔۔

میرب۔۔۔۔اور شاہ جب آپ کو سکون ملتا ہے تو میرب کے دل کو بہت خوشی ہوتی ہے۔

رومان شاہ۔۔۔تو پھر یہ خوشی اپنے چہرے پر دکھاؤ۔۔۔ یہ رونا کس لیے ہے۔مجھے خوش ہو کر دکھاؤ کیونکہ اس وقت میرے دل کو بہت سکون مل رہا ہے۔ تمہیں اس طرح سے تڑپا کر۔۔۔میرب روتے روتے پاگلوں کی طرح ہنسنے لگی تھی جیسے اسے کسی نے بہت فنی جوک سنایا ہو۔۔شاہ آپ کو کیا لگتا ہے کہ اس طرح کر کے آپ میرے دل سے اپنی محبت ختم کر لیں گے۔۔

اس طرح ظلم کر کے تو آپ میری محبت کو اور بھی زیادہ تڑپا کر کندن بنا رہے ہے۔۔۔شٹ اپ۔۔میرا صبح صبح تمہارے یہ گھٹیا ڈائیلاگ سننے کا کوئی موڈ نہیں ہے اس نے میرب کو زور سے بیڈ پر دھکا دیا تھا۔۔۔میرب کی کلائی پر لگی ہوئی پٹی۔رومان شاہ کے ہاتھ کی پکڑ سے خون سے گیلی ہوئی تھی۔۔۔ وہ اسے روتا ہوا چھوڑ کر دوسری شرٹ پہن رہا تھا۔۔کیوں رو رہی ہے میری جان بہت عشق ہے نا مجھ سے تو ابھی تو میں نے عشق کا دوسرا ڈوز دیا ہے تو کیوں اس طرح سسک کر رو رہی ہو۔۔۔شاہ اس سے اپنے دانتوں کو پیستے ہوئے اپنا ایک پاؤں بیڈ پر رکھ کر ایک ہاتھ سے اس کے جبڑے کو زور سے پکڑے ہوئے بول رہا تھا۔۔۔

پہلا ڈوز دیا تو تم بے ہوش ہو گئی تھی دوسرا ڈوز دیا تو سسک کر رو رہی ہو انٹرسٹنگ ویری انٹرسٹنگ اب رات کو تیسرا ڈوز دوں گا اور دیکھتا ہوں اس ایکسپیریمنٹ سے کیا ہوتا ہے

وہ روم کا ہینڈل گھماتے ہوئے غصے سے روم سے باہر جا چکا تھا۔۔

رومان شاہ آج جس میٹنگ کے لیے آیا تھا۔۔وہ اس کی زندگی کی سب سے بڑی میٹنگ اور ڈیل تھی۔۔یہ صرف رومان شاہ کے لیے ایک ڈیل یا میٹنگ نہیں تھی۔

یہ وہ خواب تھا جو رومان شاہ کی معصوم آنکھوں نے دیکھا تھا۔۔ آج رومان شاہ وہ کرنے جا رہا تھا۔۔ جس کے لیے اس نے اتنے سالوں میں دن رات محنت کی تھی۔۔۔

آج رومان شاہ آج اس مقام پر پہنچ چکا تھا۔ جس کا اس نے بچپن میں عہد کیا تھا۔ آج اپنے دل پر لگے ہوئے زخموں پر رومان شاہ مرہم لگانے والا تھا۔۔

وہ زخم جو اس کے اپنوں نے ہی دیے تھے۔۔رومان شاہ آنکھیں بند کیے ہوئے لیٹا اپنی ماضی کی تلخ یادوں میں جا کر کچھ دفنائے ہوئے ورک پلٹ کر پڑھنے لگا تھا۔۔

یہ رومان شاہ کی زندگی کے وہ تلخ حقیقت سے بھرے ہوئے ورق تھے۔ جن کو پڑھ کر رومان شاہ کی روح تک زخمی ہو جاتی تھی۔۔

ooooooo

(ماضی)رومیوں اپنی ماں اور چھوٹی بہن کے ساتھ جب کراچی پہنچا تو۔وہاں پر جو اس کی ماں کی سہیلی تھی۔۔۔یہ لوگ ان کے گھر میں رہائش پذیر ہو گئے۔۔ان کے بھی دو ہی بچے تھے۔۔

ایک بیٹا اور ایک بیٹی ان کے بیٹے کی عمر لگ بھگ رومیوں کے جتنی ہی تھی دونوں ہم اتج تھے۔۔اور بیٹی کی عمر تقریبا رومیو سے کوئی دو سال کم تھی۔۔

ہفتہ دس دن تو ان لوگوں کا رویہ رومیوں اور اس کی ماں کے ساتھ کافی اچھا رہا تھا۔۔مگر اس کے بعد رومیوں کی ماں کی سہیلی جس کا نام سلمہ بیگم تھا۔اس کے اصلی رنگ نظر آنے لگے تھے۔

سیما تم سارا دن فارغ رہ رہ کر بور ہو جاتی ہو۔تم گھر کا کچھ کام ہی کر لیا کرو۔۔سلمہ رومیو کی ماں سے کوڑ ورڈ میں یہ کہہ رہی تھی۔کہ اب اسے گھر کے کام میں ہاتھ بڑھانا چاہیے۔۔

لیکن امی تو بیمار رہتی ہیں آنٹی ان سے تو کام نہیں ہو گا۔۔رومیوں بیٹا تم چپ کرو میں کام کر لوں گی اب اتنی بھی بیمار نہیں ہوں۔۔رومیوں کی ماں نے رومیوں کو اس لیے چپ کروا دیا تھا کیونکہ وہ سلمہ بیگم کے تیور پہلے ہی سمجھ چکی تھی۔

اب سلمہ بیگم اکثر گھر کا کام رومیوں کی ماں سے کروانے لگی تھی۔۔جو کہ رومیوں کو بالکل اچھا نہیں لگتا تھا۔۔ایک تو رومیوں کی ماں ویسے بھی بیمار رہتی تھی۔۔

اوپر سے گھر کے سارے کام کر کے وہ اور بھی نڈھال ہو جاتی تھی۔۔امی آپ ان کے گھر کام نہیں کیا کریں۔مجھے بالکل اچھا نہیں لگتا تھا۔امی آپ یوں نوکروں کی طرح سارے گھر کا کام کرتی ہیں۔۔

رومیوں اپنی سارے دن کی تھکی ہوئی اپنی ماں کی گود میں سر رکھے ہوئے۔بڑی محبت سے اپنی ماں کا ہاتھ چوم رہا تھا۔۔رومیوں بیٹا گھر کے کام کرنے سے انسان نوکر تھوڑا بن جاتا ہے۔۔

اب ہم لوگ یہاں پر رہتے ہیں تو ہمیں بھی گھر والوں کی طرح کام کرنا چاہیے۔رومیوں کی ماں رومیو کے ذہن میں سلمہ کے لیے کسی بھی طرح کا فتور نہیں بھرنا چاہتی تھی۔۔

امی شاید آپ کو سمجھ نہیں آتی۔یا آپ سمجھنا ہی نہیں چاہتی۔۔ سلمہ آنٹی آپ سے گھر کے لوگوں کی طرح نہیں بلکہ نوکروں کی طرح کام کرواتی ہیں۔۔

میں بچہ نہیں ہوں جو مجھے سمجھ نہیں آتی۔رومیوں غصے سے اپنی ماں کی گود میں سے سر اٹھا کر بیٹھ گیا تھا۔رومیوں بیٹا اگر ایسا ہے بھی تو۔

ہمارے پاس کوئی اور حل ہے۔۔ان کے گھر میں سر چھپانے کے لیے ہمیں چھت ملی ہوئی ہے۔تو اگر بدلے میں۔میں گھر کا کام کر دیتی ہوں تو اس میں کیا غلط ہے۔

امی آپ یہ کہہ کر مجھے چپ کروا دیتی ہیں۔بس ایک بار میرے ایگزام ہو لینے دیں۔اس کے بعد میں کرائے پر گھر لے لوں گا۔۔

اورآپ لوگوں کو لے کر وہاں پر شفٹ ہو جاؤں گا۔۔ مگر رومیوں بیٹا گھر کا خرچہ کہاں سے چلے گا۔۔۔میں کہیں پارٹ ٹائم جاب کر لوں گا۔رومیوں ایک غیرت مند بیٹا تھا جو اپنی ماں اور بہن کو بہترین زندگی دینے کے لیے کچھ بھی کرنے کے لیے تیار تھا۔

رومیوں کی عمر کے لڑکے اپنی اوارہ گردیوں میں مصروف رہتے ہیں مگر رومیوں بالکل اپنی عمر کے برعکس تھا۔۔

وقت کی تلخیوں نے رومیوں سے اس کا بچپن تک چھین لیا تھا۔ٹھیک ہے اگیزام ہو لینے دو اس کے بعد سوچتے ہیں کہ کیا کرنا ہے۔۔رومیو کی ماں نے ایک ٹھنڈی سانس بھرتے ہوئے کہا تھا۔۔

رومیو آج کالج سے واپس تھوڑا جلدی آگیا تھا۔آج باہر گہر برسا دینے والی گرمی تھی۔ سورج پورے عروج پر اپنی آگ برسا رہا تھا۔۔

رومیوں سیدھا اپنی ماں کو ڈھونڈتا ہوا کچن کی طرف آگیا تھا۔جہاں پر اس کی ماں برتنوں کا ڈھیر سنک میں رکھے ہوئے دھو رہی تھی۔۔

کچن میں اتنی گرمی تھی کہ کھڑے ہوئے انسان کا سانس رک جائے۔۔ کچن میں رکھے ہوئے چاروں چولوں پر پکنے کے لیے الگ الگ طرح کے کھانے رکھے ہوئے تھے۔۔

جن کی اڑتی ہوئی بھانپ سے کچن کا ٹمپریچر اور بھی گرم تھا۔۔اور اسی گرمی میں کھڑی ہوئی رومیوں کی ماں پسینے سے بھیگی ہوئی بار بار اپنے ماتھے سے پسینہ صاف کر رہی تھی۔۔

مگر پھر بھی وہ شکر گزار عورت منہ سے اف تک نہیں کر رہی تھی۔ اور اپنے دھیان میں کھڑی برتن دھو رہی تھی۔ کہ جب رومیو اپنی ماں کے پاس جا کر کھڑا ہوا۔
اور اپنی ماں کی حالت دیکھ کر بے اختیار رومیوں کی آنکھوں میں پانی بھر آیا تھا۔۔رومیو کی ماں نے پاس کھڑے ہوئے رومیوں کی طرف آنکھیں اٹھا کر بڑی محبت سے دیکھا تھا۔۔

آ گیا میرا بیٹا رومیوں کی ماں نے ماتھا چوم کر سر پر پیار دیا۔۔ تم کچن میں کیوں آئے ہو یہاں پر بہت گرمی ہے کمرے جاؤ۔ میں تمہارے لیے پانی لے کر آتی ہوں۔۔۔
صدقے جائیں اس ماں کی محبت پر جو خود کچن میں گرمی میں کھڑے ہوئے برتن دھو رہی تھی۔۔

مگر اسے اپنے بیٹے کا ایک سیکنڈ بھی گرمی میں کھڑا ہونا گوارا نہیں تھا۔۔رومیوں اس وقت اپنی ماں سے کچھ بھی نہیں کہنا چاہتا تھا۔۔

کیونکہ نہ تو انہوں نے کچھ سننا تھا اور نہ ہی رومیوں اپنے آنسوں اپنی ماں کو دکھا کر ان کی دل آزاری کرنا چاہتا تھا۔۔

اس لیے چپ چاپ کچن سے نکل کر کمرے کی طرف چل پڑا۔۔رومیوں جب کمرے میں پہنچا تو سامنے کا منظر دیکھ کر رومیوں کی دماغ کی نسیں غصے سے پھٹنے لگی تھی۔۔

سامنے صوفے پر بیٹھا ہوا سلمہ کا بیٹا جو رومیوں کا ہم عمر تھا۔وہ رومیوں کی بہن کو حراساں کر رہا تھا ۔۔رومیوں کی بہن اس سے 12 سال چھوٹی تھی۔۔



اس وقت اس کی عمر سات سال تھی سلمہ کا بیٹا رومیوں کی بہن کو حراساں کر رہا تھا۔۔اور وہ سات سال کی معصوم چھوٹی سی بچی سسکیاں لے کر رو رہی تھی۔۔

رومیو چیل کی طرح اڑتا ہوا اس کی طرف آیا تھا۔رومیوں نے جا کر اس کے گریبان سے پکڑ کر اسے زمین پر پٹخ دیا تھا۔۔

گھٹیا انسان بے غیرت تجھے شرم نہیں آئی ایک معصوم بچی کے ساتھ اس طرح کی حرکت کرتے ہوئے ۔رومیوں سلمہ کے بیٹے کو گریبان سے پکڑ کر زمین پر پٹخنے کے بعد اب اس کے سینے پر بیٹھا ہوا اس کا گلا دبا رہا تھا۔۔

گھر میں رومیوں کی چیخ و پکار والی آوازیں سن کر سلمہ بیگم اور رومیوں کی ماں بھاگ کر کمرے کی طرف آئی تھی۔سامنے رومیوں سلمہ کے بیٹے کو زمین پر لٹائے ہوئے اس کے اوپر چڑھ کر اس کا گلا دبا رہا تھا۔۔



سلمہ اپنے بیٹے کا یہ حال دیکھ کر چیختے ہوئے پاس آئی تھی۔۔اور رومیوں کو اپنے ہاتھوں سے کھینچ کر پیچھے کرنے لگی۔۔کمینے چھوڑ میرے بیٹے کو تم لوگوں کو گھر رکھنے کا یہ صلہ دیا ہے تم لوگوں نے۔۔

میری اچھائی کے بدلے تم۔ میرے بیٹے کی جان لینے پر تلے ہو۔۔ سیما تم کھڑی کوئی کیا دیکھ رہی ہو۔۔ روکو اپنے اس پاگل بیٹے کو۔۔ رومیوں سلمہ کے بیٹے کا گلا چھوڑنے کے لیے تیار نہیں تھا۔۔

رومیوں کا غصے سے خون کھول رہا تھا وہ اس وقت اتنے غصے میں تھا کہ اس کا دل کر رہا تھا کہ آج وہ اس کی جان لے کر ہی چھوڑ گا۔۔

اس لیے سلمہ رومیوں کی ماں کو غصے سے دیکھتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ کہ اپنے بیٹے کو بولو میرے بیٹے کو چھوڑ دے۔۔

رومیو چھوڑو اس کو کیا پاگل ہو گئے۔ ہو رومیو چھوڑو اس کی ماں رومیوں کو کھینچ کر سلمہ کے بیٹے کو اس سے چھڑوا رہی تھی۔۔۔ مگر جب رومیوں نے اس کے بیٹے کو نہیں چھوڑا تو۔ رومیوں کی ماں نے غصے سے رومیوں کے منہ پر ایک زوردار تھپڑ مارا تھا۔۔

رومیوں نے سلمہ کے بیٹے کی گردن پر اپنی گرفت ڈھیلی کرتے ہوئے۔ اسے چھوڑ کر اپنی ماں کی طرف دیکھا تھا۔

رومیوں کی آنکھیں غصے سے لال ہو رہی تھی رومیوں کی آنکھیں اس وقت سلمہ کے بیٹے کو دیکھ کر انگارے برسا رہی تھی۔۔

امی آپ کو پتہ ہے کہ۔اس گھٹیا انسان نے کیا کیا ہے۔۔رومیو اپنی ماں کی طرف دیکھ کر چیختا ہوا بول رہا تھا۔مجھے بتاؤ کیا کیا ہے میرے بیٹے نے جو تم جانوروں کی طرح میرے بیٹے کو مار رہے تھے۔۔

سلمہ بیگم نے آگے بڑھ کر رومیوں کو گریبان سے پکڑتے ہوئے کہا۔۔آپ کے اس گھٹیا بیٹے نے میری بہن کے ساتھ بدتمیزی کرنے کی کوشش کی ہے۔



رومیو چلایا تھا۔۔اپنی بکواس بند کرو میرا بیٹا ایسا کبھی نہیں کر سکتا۔۔سلمہ نے اپنا ہاتھ رومیوں کے منہ پر تھپڑ مارنے کے لیے اٹھایا تھا۔۔خبردار جو مجھ پر ہاتھ اٹھانے کی کوشش بھی کی تو۔۔

اگر یہی ہاتھ اپنے بیٹے کی تربیت کے لیے اٹھایا ہوتا تو آج اپ کا یہ گھٹیا بیٹا اتنی گھٹیا حرکت نہیں کرتا۔۔ رومیوں نے سلمہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ سے پکڑ کر تھپڑ مارنے سے روک لیا تھا۔۔

دفع ہو جاؤ میرے گھر سے۔ بہت اچھا صلہ دیا ہے تم لوگوں نے میری اچھائی کا سلمہ بیگم رومیوں کی ماں کی طرف دیکھ کر طانہ مار رہی تھی۔۔۔ جا رہے ہیں ہمیں بھی ایسی پر رکنے کا کوئی شوق نہیں ہے۔۔ جہاں پر کسی کی عزت یو پامال کیا جائے۔۔ اور رہی ہے آپ کے اس گھٹیا بیٹے کی بات تو۔ اس کو تو زندگی میں ایک بار میں دوبارہ میں ضرور ملوں گا۔۔

میں اتنی آسانی سے اپنی بہن کی توہین نہ بھولوں گا اور نہ اس گھٹیا انسان کو بھولنے دوں گا۔۔ رومان شاہ نے انگلی اٹھا کر اس کے بیٹے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تھا۔۔ رومیو کا غصے والا جلالی روپ دیکھ کر سلمہ کا بیٹا تو کمرے سے دفع ہو چکا تھا۔

ہاں ہاں دیکھ لینا میرے بیٹے کو پہلے اپنی ماں اور بہن کی ضرورتیں تو پوری کر لو۔۔ اوقات تو اپنی ماں اور بہن کو لے کر کہیں رہنے تک کی نہیں ہے۔۔ روٹی تک تو ان کی پوری تم کر نہیں سکتے۔۔ ہمارے ٹکڑوں پر پل کر ہمیں ہی آنکھیں دکھا رہے ہو۔۔ سلمہ بیگم نے بہت کڑوے الفاظوں سے رومیوں کی توہین کی تھی۔۔

رومیوں کی ماں۔ رومیو کا غصہ دیکھ کر بہت ڈری ہوئی تھی۔۔ کیونکہ رومیوں کو اتنے غصے میں آج پہلی بار اس کی ماں نے دیکھا تھا۔۔

رومیوں کی آنکھوں میں اس وقت خون اترا ہوا تھا۔ چلیں امی آپ میرے ساتھ۔ رومیوں بنا اپنی ماں کی اجازت لیے۔ اپنی ماں پر اپنا حکم صادر کر رہا تھا۔۔

اس کی ماں چپ چاپ اس کے ساتھ چل دی تھی۔ کیونکہ اس وقت اس کا بیٹا غلط نہیں تھا۔۔

رومیو اسی وقت اپنی ماں اور اپنی سات سالہ بہن کو گود میں اٹھائے ہوئے۔ سلمہ کے گھر سے نکل آیا تھا۔۔



بنا یہ سوچے سمجھے کہ وہ کیا کرے گا کہاں رہے گا۔۔ اس نے اپنی ماں سے اپنی بہن کے زیورات میں کچھ اور زیور مانگے تھے۔۔

رومیو نے اس میں سے صرف ایک نیکلس اٹھایا۔۔ اور اپنی ماں اور بہن کو ساتھ لیے ہوئے۔ جا کر اسے بازار میں سیل کر دیا۔ نیکلس خالص سونے کا تھا اسی لیے اس کی اچھی خاصی قیمت مل گئی تھی۔۔

اور انہی پیسوں سے رومیوں نے رینٹ پر ایک گھر لیا۔۔جو ایک کمرے پر مشتمل تھا۔۔اس میں چھوٹا سا کچن اور ایک واش روم تھا۔۔زندگی گزارنے کے لیے فحال کافی تھا۔

اس گھر کے اندر اس نے اپنی ماں کو اور بہن کو باحفاظت چھوڑا اور ان کے لیے کھانے کا انتظام کرنے چلا گیا۔۔اس کے

بعد رومیونے بہت کڑا ہی وقت گزارا۔

رومیوں نے جاب ڈھونڈنے کی بہت کوشش کی۔ مگر رومیوں کی تعلیم اس وقت کافی کم تھی۔۔وہ اس وقت سیکنڈ ایئر کا سٹوڈنٹ تھا۔۔تو اس لیے کوئی بھی اچھی جاب اسے نہیں مل رہی تھی۔۔



مگر اسے اس وقت اپنی ماں اور بہن کا خرچہ اٹھانے کے لیے کچھ نہ کچھ کام کرنے کی بہت ضرورت تھی۔

کیونکہ اسے اپنی ماں اور بہن کو ایک باعزت زندگی دینی تھی۔ سلمہ کے گھر سے نکلتے ہوئے رومیوں نے عہد کر لیا تھا۔ کہ وہ اپنی بہن کے معاملے میں کسی پر بھی بھروسہ نہیں کرے گا۔۔

وہ اپنی بہن کو ہر گھٹیا نظر سے بچا کر رکھے گا۔۔اس نے اپنے دل سے عہد کیا تھا کہ اگر گرم ہوا بھی چلے گی تو اسے اس کی بہن تک پہنچنے کے لیے۔پہلے رومیوں سے ہو کر گزرنا پڑے گا۔۔

رومیوں کو جب کوئی کام نہیں ملا تو اس نے پڑھائی کے بعد پارٹ ٹائم میں ایک ہوٹل پر کام کرنا شروع کر دیا۔۔

جہاں سے وہ اپنے گھر کا خرچہ اٹھانے کے قابل تو ہو گیا مگر ہوٹل کا مالک بڑا ہی گھٹیا انسان تھا۔۔
وہ بہت ہی بد تمیزی والی زبان استعمال کرتا۔۔اور گاہکوں کے سامنے ہمیشہ رومیوں کو ذلیل کرتا رہتا تھا۔۔



مگر رومیو سب کچھ چپ چاپ برداشت کرتا تھا۔کیونکہ وہ یہ کام چھوڑ کر نہیں جانا چاہتا تھا۔اس نے اپنے دل میں یہ عہد کر لیا تھا۔کہ جو بھی دنیا کی سختیاں ہیں۔وہ رومیوں خود برداشت کرے گا اپنی ماں اور بہن کو ایک باحفاظت زندگی دے گا۔۔اپنی پڑھائی پوری کرنے کے بعد۔۔

رومیوں نے اپنی ماں سے باقی کے زیورات بھی لے لیے اور ان زیورات بیچ کر۔ اپنا ایک چھوٹا سا کاروبار شروع کیا جس کو رومیوں نے اپنی محنت اور لگن سے دن دوگنا اور رات چوگنا بنالیا تھا۔

رومیوں نے اپنی راتوں کی نیندیں حرام کرلی تھی۔۔ نا رومیوں کو دن میں سکون تھا۔۔ اور نہ راتوں کو آرام ۔ساری ساری رات جاگ کر رومیوں اپنے پروجیکٹ تیار کرتا تھا۔۔اور مختلف فیکٹریز اور کارخانوں سے آرڈرز لے کر اپنی ایک چھوٹے سے کارخانے میں کپڑا تیار کروایا کرتا۔۔ شروع شروع میں وہ یہ کام بہت ہی کم قیمت پر کرتا تھا۔ جس کی وجہ سے اسے آرڈر بہت آسانی سے مل جایا کرتے تھے۔ لیکن اس کی محنت اور معیاری کام کی وجہ سے آہستہ آہستہ اس کے کام کی ڈیمانڈ بڑھنا شروع ہو گئی۔۔

رومیوں اپنی راتوں کی نیند حرام کر کے اپنے آرڈرز ٹائم پر دیا کرتا تھا۔اسی لیے لوگ اس سے کام کروانے میں انٹرسٹڈ ہونے لگے۔۔



رومیو نے دن رات اتنی محنت کی تھی۔ کہ کل کا رومیوں آج کا رومان شاہ بن چکا تھا۔۔ آج وہ بزنس کی ان اونچائیوں پر تھا۔ جہاں پر جانے کے لیے لوگ پوری زندگی لگا دیتے ہیں۔ مگر پھر بھی وہ پہنچ نہیں پاتے۔۔ مگر رومان شاہ نے ان بلندیوں کو بہت چھوٹی عمر میں ہی عبور کر لیا تھا۔۔

کل کا رومیوں لائن میں کھڑا ہو کر گھنٹوں لوگوں کے دفاتر کے آگے ملنے کے لیے۔ایک آرڈرز لینے کے لیے کھڑا رہتا تھا۔

مگر آج کے رومان شاہ سے ملنے کے لیے لوگ مہینوں نہیں سالوں انتظار کرتے تھے۔رومان شاہ کا ایک سائن لینے کے لیے۔ لوگ کئی کئی دن انتظار کرتے اس سے ڈیل کرنے کے لیے لوگ ترستے تھے۔۔کل جس رومیوں کو کوئی منہ نہیں لگاتا تھا۔۔

آج لوگ رومان شاہ سے ملنے کے لیے ترستے تھے۔۔کل کا رومیوں جس کے منہ پر بڑی آسانی سے تھپڑ مار دیا جاتا تھا۔

آج کا رومان شاہ ان تھپڑوں کو اپنے سینے کے اندر دفنائے ہوئے فولاد بن چکا تھا۔۔ آج رومان شاہ وہ آگ تھا۔جس کے نزدیک آنے والا ہر دشمن چل کر بھسم ہو جاتا۔۔

آج کے رومان شاہ کی اتنی پہنچ تھی کہ بڑی بڑی ہستیاں جھک کر رومان شاہ کو سلام کرتی تھی۔کل جس رومیوں کو کوئی پاس بٹھانا گوارا نہیں کرتا تھا۔ آج کے رومان شاہ کی پہنچ کمشنر اور آئی جی تک تھی۔۔

کل جس رومیوں کو اس کے ہی حق سے بے دخل کر کے۔ اس کے گھر سے نکال دیا گیا تھا۔۔اور وہ لاوارثوں کی طرح لوگوں کے گھر رہنے پر مجبور ہو گیا تھا۔

آج اسی رومیوں کا بزنس۔

رومان شاہ بن 10 ملکوں کے اندر پھیلا ہوا تھا۔۔ رومیوں کا اصل نام رومان شاہ تھا۔۔ مگر اس کے بابا تبریز علی شاہ اسے پیار سے رومیوں کہہ کر بلایا کرتے تھے اسی لیے اس کا نام رومیوں ہی مشہور ہو گیا۔ مگر جب اس نے بزنس کی دنیا میں اپنا قدم رکھا تو اس نے اپنے اصل نام کو ہی اجاگر کیا تھا۔۔

رومان شاہ کا باہر کے ممالک میں پھیلا ہوا بزنس بہت ہی زبردست جا رہا تھا۔۔ جس کی وجہ سے باہر کے ممالک میں اس کے اتنے اچھے تعلقات تھے۔ کہ وہ یہاں پر بیٹھے بیٹھے کسی کا بھی کام تمام کروا سکتا تھا۔۔



جس رومیوں کو غریب اور نوکر کہہ کر مہک نے دھتکار دیا تھا۔۔ آج وہ رومان شاہ بن کر لڑکیوں کا کرش بن چکا تھا۔ آج کا رومان شاہ جہاں سے بھی گزرتا تھا۔۔لوگ اسے ایک نظر دیکھے بنا نہیں رہ سکتے تھے۔۔

کل جس رومیوں کو اس کے تایا اور چچا نے اس کی ہی جائیداد سے بے دخل کر کے نکال دیا تھا۔۔ آج رومان شاہ کے پاس اتنی دولت اور جائیداد تھی۔ کہ وہ چاہتا تو ان کا سب کچھ خرید سکتا تھا۔

وقت بدلتے دیر نہیں لگتی۔۔ یہ کہاوت رومیوں کا رومان شاہ تک بننے کا سفر دیکھ کر سچ ثابت ہو گئی تھی۔۔ رومان شاہ ابھی پتہ نہیں کتنی دیر تک اپنے ماضی کی تلخ یادوں کو یاد کرتا ہوا آنکھیں بند کیے رہتا۔۔ لیکن رومان شاہ کے سیکرٹری دلاور نے آکر اسے بتایا تھا کہ اسے ملنے اویس شاہ آیا ہے۔۔ سر اویس شاہ آپ سے ملنے کے لیے پچھلے دس دن سے لگاتار آرہا ہے۔۔ سر میری اوقات تو نہیں ہے پوچھنے کی لیکن میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ آپ ان سے کیوں نہیں ملنا چاہتے۔۔ رومان شاہ کے سیکرٹری دلاور کو جاننے کا بہت تجسس ہو رہا تھا۔۔



دلاور پہلی بات تو یہ کہ آج کے بعد کبھی یہ مت کہنا کہ تمہاری اوقات نہیں ہے۔ انسان اپنی اوقات خود بناتا ہے رومان شاہ کو دلاور کا یہ کہنا رومیوں کی یاد دلا گیا تھا۔

اور رہی بات اویس شاہ سے نہ ملنے کی تو اس سے بہت سارے حساب کتاب رکھنے ہیں جس کی وجہ سے وہ ابھی تک میری ملاقات کا اہل نہیں ہے۔۔

○○○○○○○○○

مرہا گہری نیند میں سوئی ہوئی تھی۔۔اس نے لائٹ سوٹ پہن رکھا تھا۔۔سلک کی ایک پلین لوز فراک کو اس نے نائٹ سوٹ کا نام دے رکھا تھا۔۔

وہ زیادہ تر سوتے ہوئے اسی طرح کے کیجول سی سلک کے فراک پہنا کرتی تھی۔۔ آج بھی وہ بلیک کلر کی لوز سلک کی فراک پہنے ہوئے گہری نیند میں سو رہی تھی۔۔کھلے بال اس کے آدھے چہرے کو ڈھانپے ہوئے تھے۔اس کا خوبصورت چہرہ بالوں میں چھپا ہوا ایسا منظر پیش کر رہا تھا۔۔ جیسے چمکتا ہوا چاند کالے بادلوں میں چھپا ہو۔

سردی کی راتیں تھی تو مرہا کو سردی تو ضرورت سے کچھ زیادہ ہی لگتی تھی۔اس لیے وہ اپنے بستر میں دبک کر سوئی ہوئی تھی۔۔

عام روٹین میں تو مرہا اپنا منہ کمبل کے اندر گھسا کر ہی سوتی تھی۔۔ لیکن جب گہری نیند میں ہو جاتی تو مرہا کو اکثر اپنے کمبل کا کوئی اتہ پتہ نہیں رہتا تھا۔

اکثر مرہا کی امی عشاء کی نماز پڑھنے کے بعد مرہا کے روم کا چکر ضرور لگایا کرتی تھی۔۔

کیونکہ مرہا بی بی کو سوتے ہوئے کمبل لینے کا ہوش نہیں رہتا تھا۔۔ اکثر وہ اسی طرح سے ٹھنڈ لگوالیا کرتی تھی۔۔

سوتے ہوئے کمبل فرش پر گر جاتا اور مرہا بی بی ساری رات گہری نیند میں بستر پر ویسے ہی پڑی رہتی تھی۔۔اور صبح اٹھ کر میڈم کا ناک اور گلا سردی سے بند ہو جاتا تھا۔۔
اس لیے مرہا کی امی عشاء کی نماز کے بعد اپنی تسلی کے لیے ایک بار آکر ضرور مرہا کہ روم کا چکر لگا کر اس کا کمبل اچھی طرح سے سیٹ کر کے جایا کرتی تھی۔

اور اگر مرہا بی بی جاگ رہی ہوتی تو پھر اس کی امی اسے تاکید کر کے جاتی کہ مرہا سوتے ہوئے اپنے کمبل کا خیال رکھنا سردی مت لگوالینا۔ جس کا مرہا ہمیشہ یہی جواب دیتی کہ امی جان میں تو اپنے کمبل کا خیال رکھتی ہوں پتہ نہیں کیسے گر جاتا ہے۔
اور مرہا کی امی اکثر ہنستے ہوئے کہا کرتی تھی کہ مرہا مجھے لگتا ہے تمہارے کمبل کو پاؤں لگے ہوئے ہیں جن سے چل کر کمبل فرش پر آجاتا ہے۔۔۔
آج مرہا کا کوئی ٹیسٹ نہیں تھا۔ تو اس لیے مرہا ٹائم سے ہی عشاء کی نماز ادا کرنے کے بعد اپنے کمبل میں گھس کر سو چکی تھی۔۔

اس بات سے بے خبر کہ کوئی اس کی نیند میں خلل ڈالنے والا ہے۔۔شاہ میر پچھلے دس منٹ سے مرہا کے پاس بیڈ پر بیٹھا ہوا اس کے معصوم چہرے کو دیکھ رہا تھا۔

اس کے چہرے پر بچوں سی معصومیت اور پاکیزگی تھی۔۔مرہا کے چہرے پر اتنی معصومیت اور پاکیزگی کی وجہ اس کا بھائی رومان شاہ تھا۔۔جس نے اس حادثے کے بعد اپنی بہن کو ہر بری نظر سے بچا کر رکھا تھا۔۔

وہ اپنی بہن کے معاملے میں کسی پر بھی بھروسہ نہیں کرتا تھا۔۔ہر جگہ سایہ بن کر وہ مرہا کے ساتھ رہتا تھا۔

مرہا کو ہر جگہ جانے کی اجازت نہیں تھی اس لیے مرہا دنیاداری سے بہت دور اور بہت معصوم تھی۔۔

اور اس کی یہی معصومیت شاہ میر کے دل میں گھر کر گئی تھی۔۔شامیر مرہا کے پاس لیٹنے والے انداز سے بیٹھا ہوا تھا۔وہ بیڈ پے دونوں پاؤں لٹکائے اپنی کہنی کے سہارے بیٹھا ہوا بہت ہی گہری نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

وہ مرہا بڑی محبت بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔۔کہ مرہا نے گہری نیند میں ہی کروٹ اس کی طرف لیتے ہوئے اپنا ہاتھ اس کی کمر میں ڈال کر۔اپنا منہ اس کے سینے میں منہ چھپا لیا تھا۔

مرہا گہری نیند میں تھی۔اس لیے اسے تو کچھ نہیں پتہ تھا۔۔ مگر شاہ میر کا دل100 کی سپیڈ پکڑ چکا تھا۔۔

اے سی پی شامیر جس کے ڈر سے دشمنوں کے دل سو کی سپیڈ سے دھڑکتے تھے۔۔اس وقت بیچارہ خود کسی مجرم کی طرح اپنی سانسیں روکے ہوئے لٹاتا تھا۔

بیوی اتنا ظالم مت کرو اپنے بیچارے شوہر پر۔ میں بس تمہیں پاس سے دیکھنے اور اور اپنی ملکیت کو محسوس کرنے کے لیے آیا تھا۔۔

مگر تم اتنا قریب آکر میرے صبر کا امتحان مت لو۔۔اے سی پی کو تمہارا معصوم حسن بہکا رہا ہے۔۔شاہ میر نے مرہا کے کان میں سرگوشی کی تھی۔۔

جس سے مرہا کی نیند سے آنکھ کھل گئی تھی۔۔

اور شامیر کو خود کے اتنا نزدیک دیکھ کر وہ گھبرا کر اٹھنے لگی تھی۔۔ کہ شاہ میر اپنا ہاتھ اس کے اوپر سے کراس کرتا ہوا۔اسے اٹھنے سے روک گیا تھا۔۔

آپپ آپ یہاں پر کیا کر رہے ہیں۔وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے شاہ میر کو خود کے اتنے قریب دیکھ کر سمٹتی ہوئی اٹک اٹک کر صرف اتنا ہی بول پائی۔۔

آیا تو آپ سے ملنے تھا۔ آپ کو دیکھنے کا بہت دل کر رہا تھا۔ مگر اے سی پی کے جان مجھے تو تمہارے ارادے اس سے کہیں زیادہ بھی لگ رہے ہیں۔۔

شاہ میر نے آنکھ مارتے ہوئے مرہا کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے خود کے اور قریب کر لیا تھا۔۔پلیز جائیں یہاں سے اگر بھائی نے دیکھ لیا تو وہ میری جان لے لیں گے۔اور بچیں گے آپ بھی نہیں بھائی کے ہاتھ سے۔۔

مرہا اپنے بھائی سے ڈرتی ہوئی خود تو ڈر رہی تھی۔۔ساتھ میں اے سی بھی شامیر کو بھی دھمکی دے کر ڈرا رہی تھی۔۔

پہلی بات تو رات کے اس پہر تمہارا بھائی گدھے گھوڑے بیچ کر سو رہا ہو گا۔۔اور دوسری بات میں سکیورٹی کا بہت خیال رکھتے ہوئے تمہارے کمرے تک پہنچا ہوں۔۔
اس لیے تم پریشان نہیں ہو ایک پولیس والا ہوں مجھے گھات لگانا بہت اچھی طرح سے آتا ہے۔۔اور تیسری بات میں تمہارے بھائی سے ڈرتا نہیں ہوں۔اگر دیکھ لے گا تو دیکھ لے اپنی بیوی سے ملنے آیا ہوں۔ قانونی اور اسلامی طور پر تم میری ہو

اور تم سے ملنے کی پوری اتھارٹی ہے میرے پاس۔۔اس لیے اب جب تک میں یہاں پر ہوں۔ تمہارے منہ پر تمہارے بھائی کا نام نہیں آنا چاہیے۔۔ ہر وقت ہمارے درمیان اپنے بھائی کو گھسنا ضروری نہیں ہے۔۔

وہ مرہا کے ہونٹوں پر انگلی رکھتے ہوئے فل سٹاپ لگا چکا تھا۔۔ مرہا شاہ میر کو اپنے اتنے نزدیک پا کر اپنے دل کی دھڑکنوں کو قابو نہیں کر پا رہی تھی۔۔ شاہ میر کے جسم سے اڑتی ہوئی مردانہ پرفیوم کی مہک مرہا کو ایک انجانے سے احساس سے دوچار کر رہی تھی۔۔

پلیز چلے جائیں مجھے ۔۔۔پتہ ہے کہ تمہیں تمہارے بھائی سے بہت ڈر لگتا ہے مگر کہا ہے نا کہ اپنے بھائی کا نام اس وقت میرے سامنے نہیں لینا۔شامیر نے میرہا کی بات کو کاٹتے ہوئے کہا تھا۔۔

۔میں اس بھائی کی بات نہیں کر رہی تھی ۔مجھے آپ سے بہت ڈر لگ رہا ہے۔۔۔وہ بچوں کی طرح کانپتے ہونٹوں کے ساتھ آنسوں بہانہ شروع ہو چکی تھی ۔۔

تمہیں مجھ سے ڈر کیوں لگ رہا ہے میں کوئی جن ہوں۔۔شامیر نے مسکراتے ہوئے اپنا ہاتھ اس کی گال پر رکھ کر اپنا چہرہ اس کے بہت قریب کر کے کہا تھا۔۔



شامیر کا چہرہ اپنے اتنا نزدیک آتے ہوئے دیکھ کر مرہا نے اپنی آنکھیں جلدی سے بند کر لی تھیں۔۔شاہ میر کے انابی لب مسکرا رہے تھے۔۔مائی بیوٹی فل وائف تھوڑی دیر کے لیے اپنی آنکھیں کھول کر میری طرف دیکھیں۔

تمہارا شوہر اتنی دور سے صرف تمہارا دیدار کرنے کے لیے آیا ہے۔۔

مت کر اتنا غرور

صورت پہ اے حسینہ

تیری صورت پہ نہیں

ہم تو تیری سادگی پہ

مرتے ہیں۔

شامیر اس سونگ کو ہلکے سے گنگنایا تو میرہا ہلکا سا مسکرائی تھی۔۔

شاہ میر۔۔۔ہنس کیوں رہی ہو۔

مرہا۔۔۔کچھ نہیں وہ شرماتے ہوئے اپنا منہ دوسری طرف کرنے لگی تھی۔

شاہ میر۔۔۔پہلے بتاؤ کہ کیوں ہنس رہی تھی شامیر نے اپنا ہاتھ مرہا کے گال پر رکھ کر اس کے منہ کا رخ اپنی طرف کر لیا تھا۔۔۔

مرہا۔۔۔آپ سونگ گنگنائے تھے اس لیے۔

شاہ میر۔۔۔کیوں میری آواز اچھی نہیں ہے۔

مرہا۔۔۔اچھی ہے

شاہ میر---تو پھر کیوں ہنسی تھی۔

مرہا---پولیس والا گانا گا رہا تھا اس لیے مجھے ہنسی آ گئی--

شاہ میر---کیوں پولیس والا گانا نہیں گا سکتا۔

مرہا---مجھے کیا پتا میں کون سا کبھی پولیس والوں سے ملی ہوں--مگر میں نے مو ویز میں دیکھا ہے کہ۔پولیس والے بہت اکڑو اور سڑو ہوتے ہیں--وہ ہنستے ہوئے بول رہی تھی--

شاہ میر---اب تم مو ویز میں نقلی پولیس والوں کو دیکھنا چھوڑ کر--اپنے اصلی پولیس والے کے بارے میں رائے قائم کرو۔کہ تمہارا اصلی پولیس والا کیسا ہے--وہ مرہا کی باتوں سے شوخ ہوتا ہوا پوچھ رہا تھا--



مرہا---مجھے نہیں پتہ آپ جائیں یہاں سے--مرہا شاہ میر کی نظروں اور اس کی قربت سے گھبرا کر اس کے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے اس کو پیچھے کر رہی تھی--یہ سوچے بنا کہ اس کی ننھی سی جان ایک ہٹے کٹے پولیس والے کو پیچھے نہیں دھکیل سکتی---

مرہا۔۔۔۔پیچھے ہٹیں کتنے بڑے سانڈ ہیں آپ۔۔مرہا کے پورے زور سے دھکیلنے پر بھی شامیر اپنی جگہ سے ہاف انچ بھی پیچھے نہیں ہوا تو مرہا کو غصہ آگیا تھا۔

شاہ میر۔۔۔ہاہاہاہا وہ کھکھلا کر قہقہہ لگا کر ہوا ہنسا تھا۔۔اے سی پی کی جان اس سانڈ کو تو اب آپ کی نازک جان نے پوری زندگی جھیلنا ہے۔۔۔میری جان تم تو ابھی سے گھبرا گئی ہو۔

مرہا۔۔۔میں کیوں جھیلوں گی آپ کو۔

شاہ میر۔۔۔تم میری بیوی ہو اس لیے۔۔

مرہا۔۔۔میں آپ کی کوئی بیوی نہیں ہوں۔وہ اپنے منہ کے زاویے کو بگاڑتی ہوئی بولی تھی۔۔

شاہ میر۔۔۔۔مرہا اب دوبارہ یہ مت بولنا کہ تم میری بیوی نہیں ہو ورنہ۔

مرہا۔۔۔ورنہ کیا۔کیا کریں گے آپ مرہا شاہ میر کی بات کو بیچ میں ہی کاٹتے ہوئے بولی تھی۔



ہوں ں س اس کمرے میں وہ اپنے ہاتھ پاؤں مار رہی تھی۔

شاہ میر نے اس کے چہرے پر جھک کر اس کے نازک سے ہونٹوں کو اپنی قید میں لے لیا تھا۔۔وہ مرہا کے لبوں کو اپنے لبوں کی قید میں لیے ہوئے اس کی سانسیں روکے ہوئے تھا۔۔

مرہا اس اچانک ہوئی آفات سے ایک تو بہت گھبرا گئی تھی۔۔ دوسرا اسے سانس نہیں آرہی تھی۔۔ جس کی وجہ سے وہ ہاتھ پاؤں مار رہی تھی۔۔۔

مگر اے سی پی صاحب اپنی بیوی کی ساتھ پہلی کس کو اس طرح سے ادھورا نہیں چھوڑنا چاہتے تھے۔۔ اس لیے وہ اپنے من کی پیاس بجھا کر ہی پیچھے ہٹے تھے۔۔

مرہا۔۔۔ یہ کیا بدتمیزی تھی۔ مرہا اپنی اکھڑی ہوئی سانسوں سے تیز ہوئی دھڑکنوں کو کنٹرول کرنے کی بے کار کوشش کرتے ہوئے بولی تھی۔۔

شاہ میر۔۔۔ میری جان اس کو کس کہتے ہیں بدتمیزی نہیں لگتا ہے تم نے پڑھائی اچھی طرح سے نہیں کی ہے۔

کوئی بات نہیں جب رخصت ہو کر تم میرے پاس آؤ گی۔ تو میں تمہیں اچھی طرح سے بدتمیزی اور کس میں فرق سمجھادوں گا۔۔ وہ شرارتی انداز سے ہنس رہا تھا۔۔

مرہا۔۔۔ آپ بہت گندے ہیں۔

شاہ میر ---کس کرنا کوئی گندی بات ہے -بے وقوف لڑکی بیوی ہو تم میری اور کس کرنے کی اتھارٹی ہے میرے پاس--

مرہا---میری سانس بند ہو رہی تھی وہ بچوں کی طرح ہونٹ نکال کر رو رہی تھی--

شاہ میر---ہائے میرا بچہ میری اتنی سی کسی سے آپ کی سانس بند ہونے لگی ہے-تو رخصتی کے بعد جب میں اپنے سارے حق وصول کروں گا- پھر تو تمہیں وینٹی لیٹر پر ڈالنا پڑ جائے گا-- وہ مرہا کی حالت اور اکھڑے ہوئے سانس کو دیکھ کر ہنس رہا تھا--

ہنسے نہیں- اور جائیں یہاں سے امی رات میں ایک دو بار میرے روم میں ضرور آتی ہیں--اور اگر انہوں نے مجھے یہاں دیکھ لیا تو وہ مجھے بہت ڈانٹے گی- ہمم اب تم نے امی کی ڈانٹ کا کہا ہے تو اب تو مجھے ڈرنا چاہیے-- کیونکہ وہ صرف تمہاری نہیں میری بھی امی ہے--



ٹھیک ہے جا رہا ہوں مگر جلدی جلدی اپنی پڑھائی ختم کرو مجھ سے اپنی اس خوبصورت بیوی سے دور نہیں رہا جاتا--

مجھے تم بہت جلد میرے اتنی ہی قریب چاہیے ہو۔وہ مرہا کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے جھٹکے سے اپنے قریب کرتے ہوئے ایک بار پھر سے اس کی دل کی دھڑکنوں کو بے ترتیب کر گیا تھا۔۔

اور جاتے ہوئے نیچے جھک کر ایک بار پھر اس کے لبوں پر اپنا لب رکھ کر زور کی کس لیتے ہوئے آنکھ مارتا ہوا پیچھے ہٹا تو۔۔مرہا نے غصے سے تکیہ اٹھا کر اس کی طرف پھینکا تھا۔۔

جس کو اے سی پی صاحب نے بڑی مہارت سے کیچ کر کے ہنستے ہوئے مرہا کی طرف پھینکا تھا۔۔آئی لو یو مائی بیوٹی فل وائف وہ آہستہ سے کہتے ہوئے۔جاتا جاتا دونوں ہاتھ اپنے منہ پر رکھ کر مرہا کو فلائنگ کس دیکھ کر۔آنکھ مارتے ہوئے کھڑکی سے بندروں کی طرح اترتا ہوا نیچے چلا گیا تھا۔۔

پولیس والا تھا تو اس کے لیے یہ کوئی مشکل کام نہیں تھا۔مرہا بیڈ سے نیچے اتر کر کھڑکی کے پاس آئی اور کھڑکی سے نیچے جھانک کر دیکھنے لگی تھی۔

کہ وہ چلا گیا ہے یا نہیں۔۔وہ کھڑکی سے اتر کر صحن میں کھڑا ہوا تھا۔جیسے ہی مرہا نے کھڑکی سے جھانکا اس نے فلائنگ کی دیتے ہوئے۔۔مرہا کو بائے بائے کہا تھا۔

مرہانے ہاتھ کے اشارے سے اسے جانے کے لیے کہا۔۔ کتنا بے شرم اور نڈر ہے۔۔ خود تو مرے گا مجھے بھی رومان بھائی کے ہاتھوں سے مروائے گا۔۔

مرہا اپنے منہ میں بڑبڑاتے ہوئے اپنی کھڑکی کا پردہ سیٹ کر کے واپس بیڈ پر آکر بیٹھ گئی تھی۔ مگر اس کا دل اب بھی سو کی سپیڈ سے دھڑک رہا تھا۔۔۔

oooooooooo

مرہا بیٹا میں ذرا ساتھ والی پڑوسن کی تیمارداری کے لیے جا رہی ہوں۔۔ مرہا کی ماں مرہا کے روم میں اکر اسے بتا رہی تھی۔۔

۔۔جی امی ٹھیک ہے۔۔ مرہا صوفے پر التی پالتی مار کر بیٹھی ہوئی اپنا ٹیسٹ یاد کر رہی تھی۔۔ مرہا مجھے آنے میں تھوڑی دیر ہو جائے گی۔ تو اس لیے پریشان مت ہونا۔۔



اور جب میرب اٹھے تو اسے بھی ناشتہ بنوا دینا۔ فی الحال تو تمہارے بھائی صاحب بھی ابھی تک اپنے روم سے باہر نہیں آئے۔۔ ورنہ میں اس کا ناشتہ زکیہ سے بنوا کروا کر جاتی۔۔

اب اٹھے گا تو مجھے گھر پہ نا پا کر گھر کو سر پہ اٹھا لے گا۔۔ مگر بیٹا میرا جانا ضروری ہے۔۔ تمہیں تو پتہ ہے کہ پورے محلے میں ایک وہی تو ہے جو میری بہت اچھی دوست ہے۔ تمہارے بھائی کے ڈر سے تو میں کوئی دوست بناتی نہیں ہوں۔۔

کیونکہ اسے لگتا ہے کہ ساری دنیا فراڈ یا ہے۔اور سب لوگ ہمیں غلط نظروں سے ہی دیکھتے ہیں۔
پتہ نہیں یہ کلثوم آنٹی پر اس نے کیسے یقین کر لیا تھا۔۔ کلثوم وہی پڑوسن تھی جس کا رومان شاہ کی ماں آج پتہ کرنے جا رہی تھی۔۔
وہ کافی نیک خاتون تھی اور پہلی نظر میں ہی وہ رومان شاہ کے دل کو بہت اچھی لگی تھی۔

اسی لیے جب سے وہ لوگ اس سوسائٹی میں آئے تھے۔۔لے دیکھ کر رومان شاہ کی ماں کی ایک ہی دوست اور بہن اور سہیلی تھی۔



مرہا کلثوم آنٹی کی طبیعت بہت خراب ہے ہو سکتا ہے مجھے اس کے ساتھ ہاسپٹل جانا پڑے۔۔ تو اگر تمہارا بھائی اٹھ جائے تو

اس کا ناشتہ بھی زکیہ سے کہہ کر ریڈی کروا دینا زکیہ ان کے گھر کی ملازمہ کا نام تھا جو کچن کا کام کرتی تھی۔۔

اپنی ماں کی ساری بات سن کر مرہا نے ہاں میں سر کو ہلاتے ہوئے جی امی جان کہا تھا۔۔۔

رومان شاہ نہا کر واش روم سے باہر آیا تو گیلا ٹاول سوئی ہوئی میرب کے منہ کے اوپر پھینک کا دیا تھا ۔۔۔میرب بچاری گیلا ٹاول منہ پر لگنے سے ہڑبڑا کر ہائے اللہ جی کہتی ہوئی بیڈ پر اٹھ کر بیٹھ گئی تھی۔۔

گڈ مارننگ مہرانی صاحبہ گستاخی ماف۔میں نے آپ کی نیند میں خلل ڈال دیا ہے۔۔رومان شاہ اپنے دونوں ہاتھ سینوں پہ باندھے ہوئے۔۔میرب کے سامنے کھڑا تھا۔۔آج اس نے سپیشل طور پر چھٹی کی تھی صرف میرب کو ٹارچر کرنے کے لیے۔۔۔اب وہ میرب کو صبح کی پہلی ڈوز دے رہا تھا۔۔

میرب۔۔۔شاہ سوئے ہوئے انسان کو کوئی اس طرح سے جگاتا ہے۔۔

رومان شاہ۔۔۔گستاخی معاف مہرانی جی آپ حکم کیجئے کہ آپ کو کس طرح سے اٹھنا پسند ہے۔۔آپ کا یہ ادنی غلام آپ کو اسی طرح سے اٹھایا کرے گا۔۔

میرب۔۔۔شاہ کیا آپ رات کو تیاری کر کے سوتے ہیں۔کہ صبح اٹھتے ہی آپ مجھ پر اس طرح سے تنز کرنا شروع کر دیں گے۔۔۔

رومان شاہ۔۔۔ نہیں تمہاری شکل ہی ایسی ہے کہ صبح اٹھتے ہی نئے نئے آئیڈیاز میرے دماغ میں آنا شروع ہو جاتے ہیں۔۔

اور اب تم یہ انسپیکٹر بن کر مجھ سے سوال کرنا بند کرو۔۔اور ایک منٹ سے پہلے اپنی یہ شکل دھو کر آؤ اور مجھے ناشتہ بنا کر دو۔۔

شاہ مجھے ناشتہ بنانا نہیں آتا۔میں بہت جلد امی جی سے سیکھ لوں گی اور پھر آپ کو بنا دیا کروں گی۔۔
میرب بیچاری طنز کے ڈر سے پہلے ہی صفائی پیش کر رہی تھی۔

پہلی بات تو یہ کہ میں بنا بنایا ہوں مجھے بنانے کی ضرورت نہیں ہے۔۔ تمہیں ناشتہ بنا کر مجھے دینا ہے۔۔اور دوسری بات یہ کہ پھوہڑ لڑکی تمہیں کوئی کام آتا بھی ہے۔
یا ہر کام میں شاہ مجھے یہ کرنا نہیں آتا شاہ مجھے وہ کرنا نہیں آتا کبھی اپنی زبان سے یہ بھی پھوٹ لیا کرو کہ تمہیں کچھ کرنا آتا بھی ہے۔۔



اور مجھے فلحال مجھے تمہاری کوئی بکواس نہیں سننی ایک منٹ سے پہلے کچن میں جاؤ اور میرے لیے ناشتہ بنا کر لے کر آؤ۔۔۔ لیکن شاہ ابھی تو میرے ہاتھوں میں بہت درد ہو رہا ہے۔اور کل آپ کے دبانے سے میرے ہاتھ کا زخم پھر سے تازہ ہو گیا ہے۔۔

میرب نظر جھکائے ہوئے مجرموں کی طرح کھڑی ہوئی بول رہی تھی۔۔تو ایک کام کرو ہاتھ کو کمرے میں چھوڑ کے چلی جاؤ مگر ناشتہ تو پھر بھی بنانا پڑے گا۔۔

شاہ اگر ہاتھ کمرے میں چھوڑ کر جاؤں گی تو۔۔ناشتہ کیسے بناؤں میرب بچاری رومان شاہ کی باتوں اور ڈر سے اتنی گھبرائی ہوئی تھی۔ کہ اسے یہ بھی سمجھ نہیں آیا تھا کہ بھلا بندہ ہاتھ چھوڑ کر ناشتہ کیسے بنا سکتا ہے۔۔

اس نے جملے پر غور ہی نہیں کیا تھا۔۔۔ جیسے دماغ تم اپنے مائیکے میں چھوڑ کر یہاں پر رہ کر میرا دماغ کھا رہی ہو اسی طرح ہاتھ کمرے میں چھوڑ کر جا کر ناشتہ بنا دو۔
میرب کو ناشتے کے نام پر کچھ بھی نہیں بنانا آتا تھا۔ مگر پھر بھی رومان شاہ کا حکم تھا تو ماننا تو میرب پر فرض تھا۔

۔مہرانی صاحبہ واش روم سے تشریف باہر لے آئیے یا آپ کے لیے اسپیشل بگی بھجوانی پڑے گی۔۔جو مہارانی صاحبہ کو واش روم سے کچن تک کا عظیم سفر کروائے گی۔۔۔

میرب واش روم میں ٹوتھ برش کر رہی تھی کر رہی تھی۔ مگر رومان شاہ کی طعنوں والی آوازیں اس کے کانوں میں گونج رہی تھی۔۔

جی شاہ بس برش کر کے آ رہی ہوں۔ جس میرب کی صبح آنکھ نے کھلتی تھی۔ اس کی ماں اس کی منتیں کر کر کے اسے بستر سے باہر نکالتی تھی۔

آج اس میرب کا استقبال گیلے تولیے نے کیا تھا۔۔ اور ماں کی محبت بھری آواز کے بجائے۔ رومان شاہ کے طعنے سن کر میرب کی حسین صبح کی شروعات ہوئی تھی۔۔

مہرانی جی میں ڈائننگ ٹیبل پر جا رہا ہوں آپ ذرا اپنی بگی پر بیٹھ کر جلدی سے تشریف لے آئیے ۔۔ رومان شاہ روم سے جاتے جاتے بھی میرب کو طعنہ دے کر چلا گیا تھا۔۔

میرب نفی میں سر ہلاتے ہوئے یہ سوچ کر رہ گئی تھی۔ کہ آخر اس نے ایسی کیا غلطی کر دی ہے جو شاہ روز ہی اٹھ کر اس پر تانوں کی برسات شروع کر دیتے ہیں۔۔

رومان شاہ روم سے باہر آیا تو مرہاڈائننگ ٹیبل پر بیٹھی ہوئی اپنا ناول نوش فرما رہی تھی۔۔

ہائے میرا بچہ کیسا ہے رومان شاہ اپنی بہن کے پاس جا کر پیار سے اس کے ماتھے کو چومتے ہوئے بولا تھا۔

۔اس کا حال پوچھ کر اپنی کرسی پر بیٹھ گیا۔ مرہا بیٹا آپ صبح صبح یہ ناول لے کر مت بیٹھا کریں۔ ناول پڑھنے کا بھی کوئی ٹائم ہوتا ہے۔ آج کے بعد میں صبح صبح آپ کے ہاتھ میں ناول نہ دیکھوں۔

جی بھائی سوری میرہا کی من منائی سی آواز آئی تھی۔ گڈ۔ رومان شاہ نے اپنی بہن کو شاباش دی تھی۔
اب رومان شاہ نے ادھر ادھر نظریں دوڑائی تھی۔ کیونکہ جب بھی وہ ٹیبل پر آتا تو ہمیشہ اس کی امی جان اسے ٹیبل پر ہی ملتی۔ امی جان کہاں ہیں۔۔رومان شاہ نے مرہا سے پوچھا تھا۔

امی جان کلثوم آنٹی کی گھر گئی ہیں۔ ان کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔ تو امی شاید زیادہ دیر تک وہاں پر رکیں۔ اور ہو سکتا ہے امی جان کو انہیں ہاسپٹل لے کر جانا پڑے۔

اس لیے امی لیٹ آئیں گی۔ اور امی نے مجھے کہہ دیا تھا کہ میں آپ کا اور میرب بھابھی کا ناشتہ تیار کروا دوں۔

اب آپ بتادیں آپ کیا کھائیں گے میں ابھی زکیہ باجی سے کہہ کر آپ کا ناشتہ تیار کروا دیتی ہوں۔

میرہا نے بنا سانس لیے ہی۔ایک ہی سانس میں سارا کچھ رومان شاہ کو بتا دیا تھا۔۔ریلیکس ریلیکس سانس بھی لے لو۔

رومان شاہ نے ہنستے ہوئے ہاتھ کے اشارے سے اسے روکا تھا۔مرہا کو اتنی سپیڈ میں بتاتے ہوئے دیکھ کر وہ ہنس رہا تھا۔
میرب ڈریسنگ کے سامنے کھڑی ہوئی اپنے بالوں کو کھول کر برش سے کنگی کر رہی تھی۔۔وہ برش کرتے ہوئے ساتھ میں ہاتھ کو ہلا کر سی سی کر رہی تھی۔۔کیونکہ اس کے ہاتھ میں سچ میں بہت درد تھا۔۔۔



کیونکہ کل رومان شاہ کی شرٹ پر بٹن لگاتے ہوئے پتہ نہیں کتنی بار غصے سے اس نے میرب کے ہاتھ کو دبایا تھا۔

جس کی وجہ سے میرب کا زخم پھر سے تازہ ہو گیا تھا۔ مگر اس دشمن جان نے تو پلٹ کر بیچاری کا حال بھی نہیں پوچھا تھا۔

ساری رات بھی درد نے اسے سکون سے سونے نہیں دیا تھا۔۔اب رومان شاہ صرف اسے ٹارچر کرنے کے لیے میرب سے ناشتہ بنوا رہا تھا۔۔

حالانکہ رومان شاہ کو ائیڈیا تھا کہ جتنے نخر و نازوں سے اس کے گھر والوں نے اس کو پالا ہے۔اس کو ناشتہ بنانا نہیں آتا۔

مگر وہ رومان شاہ تھا۔جو اپنی ضد کے آگے کچھ اور نہیں دیکھتا تھا۔اب اس کے دماغ نے سوچ لیا تھا کہ وہ میرب کو سکون کی سانس نہیں لینے دے گا۔تو اس نے اپنی سوچ کو ہر حال میں پورا کرنا تھا۔۔

میرب کنگی کر کے جیسے ہی ڈائننگ ٹیبل پر آئی تو مرہا نے بہت خوش دلی سے اس کا ویلکم کیا تھا۔۔ہائے بھابھی آیئے بیٹھیے میں ابھی آپ کا ناشتہ بنوا دیتی ہوں۔

زکیہ باجی ادھر آؤ بھائی اور بھابھی کا ناشتہ بنادو۔۔میرے بچہ آپ کو اگر ناشتہ کرنا ہے تو آپ بھی یہیں پر بیٹھے۔

آج کا ناشتہ آپ کی بھابھی جان بنائیں گی۔ نہیں بھائی میں تو ناشتہ کر چکی ہوں۔ مگر بھابھی ناشتہ کیوں بنائیں گی۔ایک تو ابھی ان کی شادی کو دن ہی کتنے ہوئے ہیں۔۔

اور دوسرا امی جان بول کر گئی ہیں۔ کہ میں زکیہ باجی سے کہہ کر آپ دونوں کا ناشتہ بنوا دوں۔ نہیں مجھے تو اپنی پیاری بیوی کے ہاتھ کا ناشتہ کرنا ہے۔

تو اس لیے ناشتہ تمہاری بھابھی ناشتہ بنائیں گی۔رومان شاہ مرہا کے سامنے اتنا سویٹ بن شاہ بول رہا تھا ۔جیسے کہ میرب سے اسے بہت پیار ہو۔اور میرب کے ہاتھ کا بنا ہوا کھانا کھانے کے لیے وہ بہت بیتاب ہو۔۔

بیچاری مرہا کو تو سمجھ ہی نہیں آرہا تھا کہ اسکے بھائی پر بے وقت پیار کا بھوت کیسے سوار ہو گیا تھا۔۔ مرہا کو اپنا ناول کمپلیٹ کرنا تھا۔۔اس لیے وہ وہاں سے کام کے بہانے سے کسک کر اپنے روم چلی گئی تھی۔۔

مس ورلڈ اپنے مبارک قدموں سے کر
کیچن میں جاؤ اور میرے لیے ناشتہ بنا کر لاؤ۔۔

میرب کے ہاتھ درد ہو رہا تھا وہ بتانا چاہتی تھی۔ مگر رومان شاہ کے چہرے کے تاثرات دیکھ کر چپ چاپ کیچن میں چلتی ہوئی آگئی تھی۔۔

میرب کو کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ ناشتے میں کیا بنائے۔اور کیسے بنائیں۔۔ میرب نے فریج کھول اندر جھانک کر دیکھا تھا۔۔اندر ڈبل روٹی انڈے دودھ اور بہت سارے پھل رکھے ہوئے تھے۔



میرب کچھ دیر فرج کا دروازہ کھول کر کھڑی رہی تھی ۔۔اس کے بعد اس نے سوچا کہ بریڈ سیکھ کر ساتھ میں چائے بنا کر ناشتہ دے دیتی ہوں۔

کیونکہ میرب کو انڈا تک تو کو بنانا آتا نہیں تھا۔۔ انڈا دور کی بات اس نے تو کبھی اپنا قدم بھی کچن میں نہیں رکھا تھا

اس کے لیے یہ سب کچھ نیا اور بہت مشکل تھا۔مہرانی صاحبہ ناشتہ میرے پاس آجائے گا یا میں خود ناشتے کے پاس آؤں رومان شاہ اونچی اواز میں بولا۔

خود ہی ناشتے کے پاس آجائے میرب دھیمی آواز میں بولی،،، وہ دھیمی سی کہی گئی بات رومان شاہ کے کانوں تک پہنچ گئی تھی۔ہاں کہا ہے میرا ناشتہ آگیا میں رومان شاہ کی اچانک آواز سے میرب دو قدم ڈر کر پیچھے ہوئی جو یوٹیوب سے دیکھ رہی تھی کہ انڈے کی ایزی ریسپی۔ماشاءاللہ نکمی لڑکی کو انڈا بنانا بھی نہیں آتا۔وہ بھی یوٹیوب سے پوچھ رہی ہے کہ انڈا آسانی سے کیسے بنتا ہے۔

اتنا تو مجھے بھی آتا ہے تم مجھ سے ہی پوچھ لیتی۔۔میرب کافی شرمندہ تھی اپنی چوری پکڑی جانے پر، چلو میں تمہیں بتاتا ہوں کہ کیسے بنتا ہے ایزیییپی انڈا رومان ایزی کو کھینچ کر بولا ، نئی شاہ میں بنالوں گی،،، نظر آرہا ہے جو تم بنالو گی۔۔



چلو اب اپنے ان نکمے ہاتھوں سے فرج میں سے دو انڈے لے کر آؤ،اور اسے توڑ کر ایک باؤل میں ڈالو۔۔میرب جلدی سے گئی اور فرج میں سے دو انڈے لے کر آئی اور اسے شیلف پر رکھ کر انڈوں کو

توڑنے کے لیے کچھ ڈھونڈنے لگی، کیا ڈھونڈ رہی ہو اب۔۔شاہ انڈے توڑنے کے لیے نائف ڈھونڈ رہی ہوں۔۔اس کی ضرورت نہیں ہے مس نکمی انڈے کو باؤل کے ساتھ ٹھوکر لگا کر توڑ لو۔۔

میرب نے اس کی بات پر عمل کرتے ہوئے انڈے کو توڑ ڈالا جو باؤل میں تو نہیں گرا تھا، مگر پورے فرش پر پھیل چکا تھا، اور میرب انڈے کا ایک سرا ہاتھ میں لیے ہوئے، کبھی شاہ کو تو کبھی فرش پر پڑے ہوئے انڈے کو دیکھ رہی تھی۔۔ماشاءاللہ ماشاءاللہ وااااااہ لڑکی! انڈا توڑنے کو کہا تھا پھوڑنے کا نہیں۔۔ سسسسسسوری شاہ میں دوسرا انڈا توڑ لیتی ہوں۔

میرب نے بنا رومان شاہ کا جواب سنیں، جلدی سے شیلف سے دوسرا انڈا اٹھایا، اور اس کا بھی وہی حشر کیا جو بھی جو پہلے والے انڈے کا ہوا تھا۔۔



ویری گڈ ویری گڈ بس یہی ریسپی تھی جس کو تم بہت اچھی طرح سے فالو کر رہی ہو اب فرج میں سے ایک اور انڈا لاو اس کے بعد ایک اور انڈا لانا اسی طرح فرج میں جتنے بھی انڈے پڑے ہے۔

سب کو باری باری لا کر یہیں پر ی پھوڑ دینا۔ اور اس کے بعد اس کے اوپر نمک مرچ ڈال کر اچھی طرح حل کرنااور اس کے اوپر پٹرول ڈال کر آگ لگا دینا،اور پھر جب آملیٹ تیار ہو جائے گی،

تو یہاں پر بیٹھ کر تم ہی کھا لینا،کیونکہ یہ جانوروں والا کھانا میں تو نہیں کھاتا،مگر میرے خیال سے تمہارے لیے پرفیکٹ ہے۔

میرب رومان شاہ کے طنز پر رونے لگی،ایک تو بیچاری شرمندہ تھی کہ،اسے کچھ بھی کرنا نہیں آتا،اوپر سے رومان شاہ کی تنزیہ نظریں،اور طنز کرتی ہوئی زبان سے اس کی آنکھیں بھر آئی تھی۔

اب یہ اشک باری تم نے کس لیے شروع کر دی ہے،جیسے کہ میں تم پر بہت ظلم کر رہا ہوں،ظلم تو تم نے کیا ان بیچارے انڈوں پر،رونا تو ان کو چاہیے۔



رومان شاہ اونچی آواز سے بولا تو میرب اور تیزی سے رونا شروع ہو گئی۔۔یہ کیا ہو رہا ہے کچن میں،اور تم لوگوں نے کیا حشر بنا دیا ہے،میرے کچن کا تم دونوں یہاں پر کر کیا رہے ہو۔

اچانک سے رومان شاہ کی ماں کی آواز ان دونوں کے کانوں میں پڑی تو ان دونوں نے چونک کر مڑ کر پیچھے دیکھا، جہاں پر کھڑی ہوئی رومان شاہ کی ماں غصے سے لال پیلی ہو کر کھڑی ہوئی تھی تھی۔

اپنے کچن کی خراب حالت دیکھ کر وہ سر کو پکڑ رہ گیا تھی۔امی جان میں انڈا بنا رہی تھی، تو وہ زمین پر گر گیا ہے میرب نے جلدی جلدی بات کو کور کرنے کی کوشش کی تھی۔

۔ماں تم یہاں پر کیا کر رہے ہو، امی جان میں اس کو انڈے کی ریسپی بتا رہا تھا۔

ہاں میں دیکھ رہی ہوں، کہ تم دونوں کا انڈا کافی اچھا بنایا ہے۔

ہمارے کچن کو کافی پسند آیا ہے، اب اگر تم لوگوں کا انڈا بن گیا ہو تو اب تم لوگ اپنے کمرے میں جاؤ۔



اور اپنا حشر ٹھیک کرو تم لوگوں کے کپڑوں پر انڈوں کی چھینٹیں پڑی ہوئی ہیں۔پورے گھر میں انڈوں کی خوشبو پھیلا رکھی ہے۔

تم دونوں جاؤ اپنے روم میں اور چینج کرو میں کچن صاف کروا کے تم لوگوں کا ناشتہ بنواتی ہوں، حد ہے میں کچھ دیر کے لیے گھر سے باہر گئی ہوں، تو تم لوگوں نے کچن کا حشر نشر کر دیا ہے۔

آج کل کے بچوں کا پتہ نہیں کیا بنے گا، رومان شاہ کی ماں منہ میں بڑبڑاتے ہوئے کچن کے اندر داخل ہوئی تھی،۔

اور زکیہ کو آوازیں دے رہی تھی، زکیہ کچن میں آؤ، اور آ کے فرش سے انڈے کو صاف کرو۔

آج میری بہو اور بیٹے نے فرش پر املیٹ تیار کیا ہے۔۔ اور مرہا کدھر ہے اس کو جب میں بول کر گئی تھی کہ، تم دونوں کا ناشتہ تیار کروا دے۔

تو اس نے کیوں تیار نہیں کروایا، رومان شاہ کی ماں کو مرہا پر غصہ آ رہا تھا۔ اب رومان شاہ کی ماں کا غصہ مرہا پر تھا۔۔ امی جان اس کی کوئی غلطی نہیں ہے، اور نہ ہی اب میں مرہا کی ذمہ داری ہوں۔



وہ میرا ناشتہ تیار کیوں تیار کروائے۔ میں اب آپ کی بہو کی ذمہ داری ہوں تو اس کو بتائیں کہ یہ میری ذمہ داریوں کو اٹھانا سیکھے۔ رومان بیٹا اسے تھوڑا ٹائم دو سیکھ جائے گی سب کچھ، اور رکھا کرے گی تمہاری ہر چیز کا خیال۔

کب سیکھے گی اور میں کتنا ٹائم دوں اس کو۔اس کے بچپنے کے لیے میرے پاس فضول ٹائم نہیں ہے۔ اس کو بولیں کہ اپنی ذمہ داریوں کو اچھی طرح نبھایا کرے۔ جس طرح آپ مجھے میری ذمہ داریوں سے آگاہ کرتی ہیں۔

بیٹا اگر تمہیں اتنا ہی سب کچھ پرفیکٹ چاہیے تھا۔ تو پھر رخصتی میں کچھ اور دن انتظار کر لیتے، تا کہ وہ تمہارے مطابق سب کچھ سیکھ کر آتی۔۔

امی جان کیوں آپ ہر بات صرف مجھ پر ہی لاگو کرتی ہیں۔ آپ مجھے رخصتی میں تاخیر کرنے کو کہہ رہی ہیں۔
اگر یہ میڈم عشق میں فنا ہو کر اپنی نسیں نہیں کاٹتی تو، اس کا سر پھرا بھائی، مرہا کو اغوا کر کے زبردستی مجھ سے اس کا نکاح نہیں کرواتا۔



تو اس مصیبت کو رخصت کر کے مجھے اپنے گھر لانا ہی نہیں پڑتا۔
مرہا رومان شاہ کی اس بات پر آنکھیں بھر کر رونے لگی تھی۔ کیونکہ اسے ہمیشہ رومان شاہ کے منہ سے اپنی محبت کے لیے طنز ہی سننے کو ملتا تھا۔

وہ بھی انسان تھی اس کا دل بھی رومان شاہ کی باتوں سے دکھی ہو سکتا تھا کب تک وہ دشمن جاں کی باتوں کو برداشت کرتی۔

میرب اب تم کیوں رو رہی ہو، تم رومان کی ذرا ذرا سی باتوں پر رونا مت شروع کر دیا کرو۔

اس طرح تو یہ تمہیں ہمیشہ کمزور سمجھے گا اور ہمیشہ تم پر چلاتا رہے گا۔ بیٹا اپنے حق کے لیے سٹینڈ لینا سیکھو۔ اور اس کو اس کے چلانے کا جواب دیا کرو۔

اس کو یہ بتایا کرو کہ یہ تم پر اس طرح سے نہیں چلا سکتا۔۔ کیونکہ تم اس کی بیوی ہو۔ اپنے حق کے لیے بول کر اسے احساس دلایا کرو۔



اور اب جاؤ روم میں، اور کپڑے چینج کرو۔ اور اچھی طرح سے تیار ہو بیماروں کے جیسا اپنا حلیہ بنایا ہوا ہے، کہیں سے بھی تم لگتی ہو کہ تم نئی نویلی دلہن ہو۔

میرب رومان شاہ کے جانے سے پہلے ہی روم میں چلی گئی تھی۔ جب کہ رومان شاہ کی ماں ابھی بھی رومان شاہ کی کلاس لگائے ہوئے کھڑی تھی۔۔

رومان شاہ اپنی امی جان سے، اپنی خاطر تواضع کروانے کے بعد، میرب کے لیے اپنے دماغ میں غصہ لیے ہوئے۔روم میں آیا تھا۔۔

میرب ڈریسنگ کے سامنے کپڑے چینج کر کے کھڑی ہوئی اپنی ساس کا حکم مان کر تیار ہو رہی تھی ۔میرب نے پرپل کلر کا پلازو اور اس پر کام والی کرتی پہن کر کاندھے پر بڑا سا دوپٹہ لٹکایا ہوا تھا۔

جس کے چاروں طرف کٹ ورک کی پٹی لگی ہوئی تھی۔۔کانوں میں چھوٹے چھوٹے ٹاپس اور گلے میں میچنگ چین پہن رکھی تھی۔لپسٹک کے نام پر صرف ہلکا سا گلوس لگایا ہوا تھا۔

رومان شاہ روم کے اندر داخل ہوا تو اس کی پہلی نظر میرب پر ہی پڑی تھی ،جو اس وقت بہت خوبصورت لگ رہی تھی، مگر رومان شاہ تو اس وقت اپنے ماں کی باتوں سے تپا ہوا روم کے اندر آیا تھا۔

میرب کو گھورتے ہوئے، اپنی شرٹ کے بٹن کھول کر اس نے صوفے پر پھینک دی تھی۔۔کیونکہ اس کی شرٹ پر بھی انڈے کی کچھ چھینٹیں پڑ گئی تھی۔

تم امی جان سے بول نہیں سکتی تھی کہ میری کوئی غلطی نہیں، انڈے تو تم نے توڑے ہیں، وہاں پر منہ میں دہی جمع کر کھڑی ہوئی تھی۔۔

جواب دو کیوں نہیں امی جان کے سامنے بتایا کہ میری غلطی نہیں تھی۔۔۔میرب کے جواب نا دینے پر۔رومان شاہ کا غصہ اور بھی بڑھ گیا تھا۔

یاررررررر!وہ گھڑی ہی منحوس تھی، جب میں مال میں تم سے ٹکرایا۔بس کیجئے شاہ اب آپ مجھ سے اس طرح سے بات نہیں کر سکتے۔شٹ اپ اپنا منہ بند رکھو۔بلکہ بہتر ہے اس وقت تم میری نظروں سے دور ہو جاؤ۔۔وہ غصے سے اپنی کمر پر ہاتھ رکھے ہوئے ایک ہاتھ سے اپنے سر کو دبا رہا تھا۔۔

شاہ اب آپ مجھے یوں دھتکار نہیں سکتے،کیوں اب تم میں کون سے سرخاب کے پر لگ گئے ہیں۔۔کیونکہ شاہ اب میں آپ کی بیوی ہوں۔

میرب نے اپنی ساس کی کہی ہوئی بات پر عمل کرتے ہوئے دہرایا تھا۔

اچھھھھاتو پھر بیوی ہونے کے سارے حقوق کا بھی پتہ ہو گا؟؟؟رومان شاہ نے اچھا پر زور دیتے ہوئے پوچھا۔میرب رومان شاہ کے تیور دیکھتے ہوئے گھبر اگئی تھی۔اور ایک منٹ سے پہلے اس کی بتی گل ہو گئی تھی۔اتنا کون فیڈنس جو جمع کر کے اس نے رومان شاہ سے یہ سب بولنے کی ہمت کی تھی۔۔رومان شاہ کی ایک ہی بات میرب کا سارا کون فٹنس دھر اکا دھر ارہ گیا تھا۔

جو میرب کی طرف بہت گہری نظروں سے دیکھتا ہوا۔اس کی جانب اپنے قدم بڑھا رہا تھا۔مجھے امی جان بلا رہی ہیں وہ گھبر اکر روم کا دروازہ کھول کر بھاگنے لگی۔

رومان شاہ میرب کے ارادے کو بھانپتے ہوئے میرب کے سامنے آن کھڑا ہوا۔۔کہاں!!!!!پہلے امی جان کے بیٹے کی بات سنو،اور اسے بازو سے کھینچ کر بیڈ پر پھینکا،شاہ یہ کیا کر رہے ہیں آپ۔تم بیوی ہو میری یار تمہارے حقوق ادا کرنے لگا ہوں۔۔شش ش شاہ آپ ایسا نہیں کر سکتے۔میرب نے کانپتی ہوئی آواز سے کہا،اور بیڈ پر سرکتے ہوئے پیچھے کی طرف ہونے لگی۔

رومان شاہ نے میرب کو واپس اپنی طرف کھینچا اور خود اس کے اوپر جھک گیا کر سکتا ہوں دانتوں کو پیستے ہوئے بولا تھا۔

بہت شوق ہے نا میری بیوی بننے کا، تو چلو آؤ آج تمہیں شوہر کے سارے حقوق بتاتا ہوں، پوری طرح سے بیوی تو تب بنو گی نہ، جب میرے سارے حق ادا کرو گی، اس کے بعد تم بھی سارے حقوق لے لینا مجھ سے۔

بہت ہی فارمل انداز سے بولا، میرب کے دونوں ہاتھوں کو پکڑ کر بیڈ کراؤن سے پن کیے ہوئے میرب کی گردن کے پر جھکا ہوا تھا۔رومان کے ہونٹوں کا لمس میرب کی گردن پر لگنے سے میرب کا وجود ہلکا ہلکا کانپنے لگا شاہہہہہہہ کیا کر رہے ہیں آپ چھوڑ ییییییں مجھے،،،،میرب کانپتے ہوئے لفظوں کو توڑ توڑ کر بولی اور خود کو رومان کی پکڑ سے چھڑوانے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔آہہہہہہہہ!!!(رومان اپنے دانت میرب کی گردن پر گاڑتے ہوئے کب اسکا پیار سختی میں بدل گیا اسے احساس نہ ہوا) کیوں بیوی ہونے کے حقوق نہیں لینے رومان شاہ خمار دار لہجے میں بولا، ششششششاہ مجھے درد ہو رہا ہے،میرب کچھ دیر پہلے گردن پے دی ہوئی تکلیف کو محسوس کرتے ہوئے بولی۔۔۔ہونے دو درد جو درد تم نے مجھے دیے ہیں اب ان کی بھرپائی کا وقت ہے۔رومان شاہ اس کے نازک سے وجود کو اپنے کسرتی بدن میں چھپائے ہوئے تھا۔

رومان شاہ کے لمبے چوڑے جسم کے آگے،میرب جو اس اتج میں بھی 12 سال چھوٹی تھی اور دیکھنے میں بھی بہت نازک اور بہت دبلی پتلی تھی۔



میرب تو رومان شاہ کے کے نیچے نظر ہی نہیں آ رہی تھی۔

رومان شاہ کے اتنے نزدیک آنے سے میرب کا شرم اور رومان شاہ کے وزن سے برا حال تھا۔سانس گلے میں اٹکی ہوئی تھی۔۔اندر والی سانس باہر آنے کے لیے تیار نہیں تھی۔

اور باہر والی سانس اندر جانے کو تیار نہیں تھی۔ میرب یہ سوچنے پر مجبور ہو گئی تھی کہ۔اس بندے کا غصہ جتنا خطرناک ہے، پیار اس سے بھی زیادہ خطرناک اور جان لیوا ثابت ہو گا۔

شاہ پلیز مجھے جانے دے، رومان شاہ اس کے اوپر ہی لیٹا ہوا اس کی گردن پر اپنے لمس چھوڑ کر میرب کی سانسوں کو تنگ کیے ہوئے۔اس کی جان کا عذاب بنا ہوا تھا۔ ششششہ۔ ہمم۔ آپ میری بات سن رہے ہیں نا۔۔ نہیں۔۔رومان شاہ نے اس کے بالوں میں اپنا چہرہ چھپائے ہوئے ایسے ہی جواب دیا تھا۔۔شاہ آپ کو کیا ہو گیا ہے۔۔

آپ ایسے تو نہیں تھے۔۔ تمہارا مسئلہ کیا ہے۔ تمہیں اپنے بیوی ہونے کا حق چاہیے تھا نا۔اب جب میں اپنا شوہر ہونے کا حق استعمال کر رہا ہوں،تو تمہاری سانسیں تمہارے گلے میں کیوں اٹک رہی ہیں۔شاہ میں نے ایسے تو حقوق نہیں مانگے تھے۔ وہ شرم سے لال ہوتی ہوئی نظریں گھما کر دیوار کو دیکھنے لگی تھی۔۔

تو پھر تمہیں کیسے حقوق چاہیے۔کیا چاہتی ہو مہارانی صاحبہ۔ آج تم مجھے کھل کر بتاؤ۔وہ اب بھی اس کے دونوں ہاتھوں کو اوپر کی طرف پن کیے ہوئے اس کے اوپر ہی براجمان ہو کر لیٹا ہوا تھا۔

میں چاہتی ہوں آپ میری تعریف کریں، مجھ سے بہت سارا پیار کریں کریں۔وہ جھجھکتے ہوئے اپنی بات رومان شاہ کے سامنے رکھ رہی تھی۔۔ماشاءاللہ میری اتنی سی قربت سے تمہاری رنگت زرد ہو گئی ہے۔ایسے لگ رہا ہے کہ جیسے تمہیں یرقان کا اٹیک ہوا ہو۔

اور اپنی ان بے ترتیب سانسوں کو دیکھو اور سوچو کہ اگر رومان شاہ کا غضب تم سے برداشت نہیں ہو رہا ،تو اگر میں تم سے پیار نہیں بلکہ تمہاری زبان میں بہت سارا پیار کروں گا تو مر جاؤ گی۔



اور ویسے بھی رومان شاہ کا ٹیسٹ اتنا خراب نہیں کہ وہ تمہارے منہ لگ کر تمہیں بہت سارا پیار کرے۔۔وہ جھٹکے سے اس سے دور ہو کر کھڑا ہو گیا تھا۔

یہ تو صرف تمہاری سزا کا ایک حصہ تھا اور جب جب میں تمہارے نزدیک آؤں گا۔

اسے میرا پیار نہیں بلکہ میری طرف سے اپنے لیے سزا سمجھنا تم رمان شاہ کے پیار کی مستحق نہیں ہو۔وہ جاتا جاتا میرب کے دل پر اپنے زہریلے تیر چھوڑ کر گیا تھا۔

خود تو جا کر واش روم میں بند ہو گیا تھا، مگر میرب وہی پر پڑی ہوئی آنسوں بہاتی رہ گئی۔۔

شاہ کیوں میں آپ کی محبت کی مستحق نہیں ہوں۔ کیا کمی ہے مجھ میں، کیوں میں اتنی بری ہوں، کہ میں آپ کے دل پر دستک نہیں دے پا رہی۔

کیوں میں آپ کے دل کے بند دروازے نہیں کھول سکتی، ایسا کیا ہے آپ کے دل میں جس کے ڈر سے آپ مجھے اپنے دل میں داخل ہی نہیں ہونے دیتے۔۔

وہ روتے ہوئے اپنا منہ تکیے میں چھپائے ہوئے سوچ رہی تھی۔ رومان شاہ باہر آیا تو ایک سائیڈ پر آ کر آرام سے لیٹ گیا جیسے اس نے تو کوئی دل دکھانے والی بات کی ہی نہ ہو۔

میرب کی تکے میں چہرہ چھپائے ہوئی تھی مگر پھر بھی اس کی ہلکی ہلکی سسکیاں رومان شاہ کے کانوں تک پہنچ رہی تھی۔

مگر وہ دشمن جا بہت آرام سے آنکھیں بند کیے ہوئے لیٹا تھا۔۔ تھوڑی دیر خاموشی کے بعد روم کا دروازہ بجا تھا اور زکیہ کی آواز آئی۔۔۔رومان بھائی اور میرب باجی آپ دونوں کو بڑی بی بی جی بلا رہی ہیں ناشتے کی ٹیبل پر۔۔

آپ جائیں ہم لوگ پانچ منٹ میں آ رہے ہیں۔رومان شاہ نے بیڈ پر لیٹے ہوئے ہی جواب دیا تھا۔۔ چلو اٹھو اگر تمہارا ماتم ختم ہو گیا ہو تو امی جان ناشتے پر بلا رہی ہیں۔۔ مجھے نہیں جانا۔۔ یہ ادائیں مجھے مت دیکھاؤ۔ تم میری من پسند بیوی نہیں ہو۔جو میں تمہارے نخرے اٹھاؤ گا۔

شاہ مجھے پتہ ہے کہ میں آپ کی من پسند بیوی نہیں ہوں۔بار بار مجھے مت بتایا کریں۔کیوں بار بار اپنی تعریف سن کر برا لگتا ہے۔۔وہ تنزیہ نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔۔



اس کی طرف کروٹ لے کر تکیے پر کہنی ٹکائے اپنے سر کو اپنے ہاتھ کی سپورٹ دیے ہوئے لیٹا ہوا میرب پر طنز کر رہا۔۔
میرب نے اپنے منہ آنکھوں سے بازوں کو ہٹا کر غصے سے نظریں گوما کر رومان شاہ کی طرف دیکھا تھا۔

رومان شاہ نے اپنے دونوں آئی برو اٹھا کر، اپنی آنکھوں سے اسے اشارہ کرتے ہوئے اٹھنے کا کہا تھا۔ چلو امی جان انتظار کر رہی ہیں۔۔ مجھے بھوک نہیں ہے۔۔ میرب نے جواب دے کر پھر سے بازوں اپنی آنکھوں پر رکھ لیا تھا۔۔

میرب میری ایک بات دھیان سے سن لو، تمہارے اور میرے درمیان کمرے کے اندر کیا چل رہا ہے ۔

اس کا اندازہ میری ماں کو نہیں ہونا چاہیے

۔اگر تمہاری وجہ سے میری امی جان ذرا سی بھی پریشان ہوئی تو، مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔

اس لیے یہ سارے تماشے روم کے اندر رکھنا باہر جا کر بالکل نارمل بیہو کرنا۔ جیسے ایک نورمل ہسبینڈ اور وائف رکھتے ہیں۔۔



شاہ سچ بتائیں ہمارے درمیان نارمل ہسبینڈ وائف جیسا کچھ ہے۔ میرب سوالیہ نظروں سے رومان شاہ کی طرف دیکھ کر پوچھ رہی تھی۔

پانچ منٹ پہلے نارمل جیسا سب کچھ بنانے تو لگا تھا۔ مگر تمہاری تو سانسیں بند ہونے لگی تھی۔ کہو تو ابھی بنا دو تمہارا اور میرا رشتہ نارمل۔۔اس نے رشتہ نارمل کو کھینچتے ہوئے کہا تھا۔۔

میرب نے نفی میں سر کو ہلاتے ہوئے، اپنی نظریں دوسری جانب کرلی تھی۔۔دوبارہ اس طرح سے حقارت سے نظریں پھیری تو، میں تمہاری جان نکال لوں گا۔۔رومان شاہ میرب کے قریب ہو کر اس کی جبڑے کو اپنے ہاتھ سے پکڑ کر زور سے دبائے ہوئے تھا۔۔

شاہ مجھے درد ہو رہا ہے چھوڑیں۔۔میں نے غصے سے نظریں پھیریں تھی۔۔ حقارت سے نہیں۔۔۔ تمہیں غصہ کرنے کا حق بھی نہیں ہے وہ چلایا تھا۔۔۔شاہ کو میرب کا اس طرح نظریں پھیرنا مہکی یاد دلا گیا تھا۔۔۔



جھٹکے سے اس کے چہڑے کو چھوڑتا ہوا کھڑا ہوا تھا۔۔ چلو میرے ساتھ ڈائننگ ٹیبل پر اور اپنی شکل پر مسکراہٹ لاؤ۔

۔تاکہ امی جان کو لگنا چاہیے کہ تم میرے ساتھ بہت خوش ہو۔۔میرب کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسوں بہہ رہے تھے۔

اس نے حیرت سے رومان شاہ کی طرف دیکھا۔۔وہ روتے ہوئے،بیڈ سے اٹھ کر کھڑی ہوئی اپنا دوپٹہ ٹھیک کر رہی تھی۔

میں نے کہا اپنے چہرے پر مسکراہٹ لے کر آؤ میری امی جان کے سامنے تم خوش نظر آنی چاہیے ہو ۔۔شاہ آپ اتنے ظالم کیوں ہے۔۔کیوں آپ اتنے سخت دل ہیں۔۔۔کیوں میری محبت آپ کے دل کی ان سخت دیواروں کو توڑ نہیں پا رہی۔۔

آپ میری طرف ایک قدم بڑھا کر تو دیکھیں،میں خدا کی قسم آپ کے قدموں میں بچھ جاؤں گی۔۔وہ روتے ہوئے رومان شاہ کے پاس آکر کھڑی ہوئی بڑی التجائیں نظروں سے بول رہی تھی۔۔

اس کے رونے میں رومان شاہ کو پانے کی اتنی تڑپ تھی کہ کوئی اور ہوتا تو قسم سے ایک منٹ پہ پگھل جاتا۔۔۔ مہک نے اپنی بے وفائی سے رومان شاہ کے دل میں اتنی نفرت بھر دی تھی۔ کہ میرب کی محبت پر مہک کی نفرت بھاری پڑ رہی تھی۔

تم یہ ڈائیلاگ رات کو بول لینا آج میری آفس سے چھٹی ہے فی الحال چلو امی جان تمہارا انتظار کر رہی ہے۔

میرب کی بات کو نظر انداز کرتا ہوا روم کے ہینڈل پر ہاتھ رکھ کر اسے گھما کر دروازہ کھولتے ہوئے باہر نکل گیا۔

میرب نم آنکھوں کو صاف کرتے ہوئے نقلی مسکراہٹ اپنے چہرے پر سجا کر اس کے پیچھے پیچھے چل رہی تھی۔۔۔ جی جی بہن جی بہن جی انشاءاللہ بہت جلد میرب اور رومان آپ لوگوں سے ملنے آئیں گے۔

رومان شاہ ٹیبل پر پہنچا تو اس کی ماں پہلے سے ہی میرب کی ماں سے بات کر رہی تھی۔ میرب کی ماں میرب کے آنے کا پوچھ رہی تھی۔۔اور رومان شاہ کی ماں وعدہ بھی دے چکی تھی کہ رومان اور میرب ملنے کے لیے آئیں گے۔

حد ہے امی جان آپ کہنے سے پہلے مجھ سے پوچھ تو لیا کریں۔ مجھے نہیں جانا اور نہ ہی میں اس کو جانے دوں گا۔۔فون بند ہوتے ہی رومان شاہ نے خراب موڈ سے اپنی ماں سے کہا۔۔کیوں نہیں جانا تمہیں اور اسے کیوں نہیں جانے دو گے۔۔

مجھے نہیں جانا کیونکہ مجھے اسکے گھر جانا پسند نہیں ہے، اور اس کو میں نے اس لیے نہیں جانے دینا۔ کیونکہ اس کو بہت زیادہ عشق کا بخار چڑھا ہوا تھا۔ تو اب شادی ہو گئی ہے۔ اور یہ ٹک کر اپنے گھر میں رہے۔۔



کیوں جب لڑکیوں کی شادی ہو جاتی ہے تو کیا ان کا مائکے سے تعلق ٹوٹ جاتا ہے۔۔رومان شاہ کی ماں نے ناراض منہ بنا کر کہا تھا۔۔امی جان۔۔رومان چپ کر جاؤ ہر بات میں میرے ساتھ زبان درازی مت کیا کرو۔۔

رومان شاہ کی بات کو بیچ میں کاٹتے ہوئے ہی اس کی امی نے اپنا حکم صادر کر دیا، کہ اسے کل میرب کو لے کر اس کے مائکے جانا ہے۔۔

حالانکہ رومان شاہ کی ماں کو اچھی طرح سے پتہ تھا کہ اس کا بیٹا اپنی ماں کے ساتھ زبان درازی کبھی نہیں کرتا۔۔

بس رومان پر اپنا رعب ڈال کر میرب کو اس کے مائکے بھیجنے کے لیے اس کی ماں نے یہ حربہ استعمال کیا تھا۔۔

اور تیر نشانے پر لگا تھا رومان شاہ چپ کر کے ناشتہ کرنے لگا۔۔بس بیچ بیچ میں میرب کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھ رہا تھا جیسے بیچاری میرب نے یہ ساری بات کی ہو۔۔

°°°°°°°°°°,

ہاں جی جناب کیسا لگ رہا ہے ٹھیک ہو کر ! بہت اچھا لگ رہا ہے، یہ سب تم دونوں کی مہربانی ہے کہ تم دونوں نے میری بد تمیزیاں کی برداشت میرا ساتھ نہیں چھوڑا کیا۔ورنہ میں نے اپنی جو حالت کر لی تھی۔

وہاں پر تو اپنے گھر والے بھی ساتھ چھوڑ جاتے ہیں۔احمر رومان شاہ اور ڈاکٹر شاہ زیب سے کہہ رہا تھا۔
آج احمر کا علاج مکمل ہو چکا تھا۔
اور اسے ہاسپٹل سے ڈسچارج کر دیا گیا۔ آج احمر کے ساتھ ساتھ رومان شاہ اور ڈاکٹر شاہ زیب کے لیے بھی بہت خوشی کا دن تھا۔

کہ آخر وہ اپنے دوست کو پھر سے ٹھیک کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔یعنی کہ تم ہمیں اپنی فیملی نہیں سمجھتے رومان شان احمر کی بات کا جواب دیا۔نہیں یار میرا وہ مقصد نہیں تھا میں تو بہت خوش ہوں کہ ،مجھے تم دونوں کے جیسے دوست ملے۔

جنہوں نے مجھے اس نشے کی دلدل سے باہر نکال لیا،ورنہ کتنے لوگ تو اس دلدل میں پھنس کر واپسی کا راستہ ہی بھول جاتے ہیں۔ ہر کوئی میرے جیسا خوش نصیب نہیں ہوتا۔ اور ہر کسی کو رومان شاہ اور ڈاکٹر شاہ زیب جیسے دوست نہیں ملتے۔

خوشی سے احمر کی آنکھیں نم ہو گئیں اور وہ ایک بازو ڈاکٹر شاہ زیب کے گلے میں ڈالے اور دوسرا رومان شاہ کے گلے میں ڈالے ہوئے اپنے دوستوں سے گلے مل رہا تھا۔

) چل چھڈ دے یار ہن کی رواکے ساہ لویں گا (

)چلو چھوڑ دو یار اب کیا رلا کر سانس لو گے (

رومان شاہ کی مادری زبان پنجابی تھی۔ اور رومان شاہ اپنی زبان سے بہت محبت کرتا تھا۔ اس لیے اکثر جب وہ بہت خوش ہوتا تو، اپنی پنجابی زبان میں جملے بول جایا کرتا تھا۔

حالانکہ احمر اور شاہ زیب کی زبان پنجابی نہیں تھی۔ شاہ زیب پٹھان تھا تو اس کی زبان پشتو تھی۔ احمر مہاجر تھا تو اس کی زبان اردو سپیکنگ تھی۔



مگر تینوں بچپن کے دوست تھے، تو اس لیے ایک دوسرے کی تھوڑی بہت زبان سمجھ جایا کرتے تھے ۔مصلہ تو رومان شاہ اور ڈاکٹر شاہ زیب کا تھا۔

کیونکہ احمر تو اردو سپیکنگ تھا اس لیے احمر کی زبان تو دونوں کو سمجھ میں آجاتی تھی۔

یہ تینوں لاہور میں اکٹھے ایک ہی جگہ پر رہتے تھے۔ایک ساتھ ہی سکول جایا کرتے اور پھر ایک ساتھ ہی ان لوگوں نے کالج میں پڑھائی شروع کی۔ پھر وقت نے کروٹ لی تو احمر کے والد کا انتقال ہو گیا۔

تو وہ اپنے ماموں کے پاس کراچی شفٹ ہو گیا۔اور ڈاکٹر شاہ زیب اور رومان شاہ وہیں پر رہ گئے۔اس کے بعد رومان شاہ کے باپ کی ڈیتھ ہوئی اور وہ اپنی ماں کے ساتھ کراچی آگیا۔۔اس طرح احمر اور رومان شاہ ایک پھر مل گئے۔

اس کے بعد اس ڈاکٹر شاہ زیب اپنی پڑھائی مکمل کر کے اپنی آگے کی ٹریننگ کے لیے کراچی جناح ہاسپٹل میں آگیا۔



جہاں پر اس نے ٹرینگ کے ساتھ ساتھ اپنی جاب بھی سٹارٹ کر دی۔ پھر آہستہ آہستہ شاہ زیب کی ترقی ہوتی گئی۔

اور آج ڈاکٹر شاہ زیب کا شمار بہت سینیئر ہارٹ سرجنز میں ہوتا تھا۔ اور رومان شاہ ایک بہت کامیاب بزنس مین بن چکا تھا، جس کا خود کا بزنس 10 ملکوں میں ورک کر رہا تھا۔

مگر احمر کچھ خاص ترقی نہیں کر سکا، کیونکہ احمر کے مالی حالات پہلے بھی کبھی ٹھیک نہیں تھے۔ اور اب تو وہ اپنے ماموں کے پاس رہتا تھا۔
ایک آفس میں نارمل سی ایمپلائی کی جاب کرتا تھا۔ لیکن ان کے امیری غریبی نے کبھی ان کی دوستی میں کوئی فرق نہیں ڈالا۔

پلان کے مطابق آج دوپہر کو یہ تینوں اکٹھے ہوئے۔ اور خوب جشن کا ماحول بنا کر ان لوگوں نے انجوائے کیا۔ بہت ساری گپیں لڑانے کے بعد، اب وہ اپنے بچپن کی باتیں یاد کر کے ہنس رہے تھے۔



کہ رومان شاہ کے موبائل پر اس کی امی جان کا فون آرہا تھا۔ السلام علیکم جی امی جان۔ رومان تم گھر کب تک آؤ گے۔

امی جان میں نے آپ کو بتایا تو تھا کہ آج میں آفس سے سیدھا اپنے دوستوں کے ساتھ اؤٹنگ پر جاؤں گا۔ کیونکہ مجھے احمر اور شازیب کے ساتھ کچھ ٹائم گزارنا ہے۔ کیا بات ہے امی جان آپ پریشان لگ رہی ہیں۔ اپنی ماں کی افسردہ آواز کو پہچانتے ہوئے رومان شاہ پوچھ رہا تھا۔

شاہ زیب تمہارے ساتھ ہے۔۔ جی امی جان خیریت آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے۔۔ ہاں میری طبیعت بالکل ٹھیک ہے۔۔ تم نے مرہا کے نکاح کے بارے میں شاہ زیب کو نہیں بتایا تھا۔

۔امی جان پہلی بات تو میں یہ بات کسی کو بتانا ضروری نہیں سمجھتا۔

اور دوسری بات یہ کہ شاہ زیب کو پتہ ہے، مرہا کے نکاح کے بارے میں اب آپ سسپنس ختم کر کے مجھے بتائیں کہ کیا ہوا ہے۔



شاہ زیب کے گھر والے میرہا کا رشتہ لینے کے لیے آئے ہوئے ہیں۔ شاہ زیب کے لیے۔۔ کیا؟ رومان شاہ نے حیرانی سے کہا۔۔ یہی تو میں تم سے پوچھنا چاہتی ہوں کہ کیا تمہیں اس بارے میں پتہ تھا۔
نہیں امی جان مجھے اس بارے میں کچھ نہیں پتا۔ اگر پتہ ہوتا تو میں آپ کو ضرور بتاتا۔ آپ فون بند کریں میں ذرا شاہ زیب سے بات کر کے آپ کو بتاتا ہوں۔

شاہ زیب اور احمر آپس میں گپے لڑا کر ہنس رہے تھے۔ کہ رومان شاہ فون پر بات کر کے واپس ان کے پاس آیا۔

اور اس کے تیور کافی بدلے ہوئے تھے جس کو دونوں نے نوٹ کیا۔۔ خیریت کس کا فون تھا۔ جو سن کر چہرے کے زاویے اس قدر بدلے ہوئے ہیں۔ احمر مذاق کر رہا تھا۔

لگتا ہے کہ بھابھی جان کا فون ہو گا اور انہوں نے شاپنگ کی لمبی چوڑی لسٹ سینڈ کی ہو گی، اس لیے نواب کا موڈ خراب ہو گیا ہے۔ شاہ زیب ہنستے ہوئے بولا۔۔شازیب تمہارے گھر والے، میرے گھر پر، میری بہن کا رشتہ مانگنے گئے ہوئے ہیں۔

اس بات کا تمہیں پتہ تھا۔۔رومان شاہ نے کافی سرد لہجے سے پوچھا۔یار آرام سے بات کرو کیا ہو گیا ہے۔ احمر رومان شاہ کی سخت اور غصے والے انداز کو دیکھ کر گھبرا کر کھڑا ہو گیا تھا۔

رومان شاہ۔۔۔۔۔شاہ زیب میری بات کا جواب دو تمہیں پتہ تھا۔

شازیب۔۔۔۔ہاں پتہ تھا۔

رومان شاہ۔۔۔ تمہیں مرہا کے نکاح کے بارے میں بھی پتہ تھا۔پھر تم نے رشتہ بجھوانے کی جرأت کیسے کی۔

شاہزیب۔۔۔یار تم نے خود ہی تو کہا تھا کہ تم بہت جلد مرہا کو اس نکاح سے آزاد کروادو گے۔۔

رومان شاہ۔۔۔اپنی زبان سے میری بہن کا نام بھی مت لینا،میں تمہیں ہمیشہ اپنا دوست سمجھتا رہا اور تم میرے ہی گھر پر گھات لگائے ہوئے تھے۔۔

شاہ زیب۔۔۔رومان شاہ عقل کے ناخن لو۔میں نے تمہارے گھر ایک عزت دار آدمی کی طرح رشتہ بھیجا ہے۔میں نے ایسی کوئی حرکت نہیں کی جس کی وجہ سے تم مجھے یوں ذلیل کرو۔



یار میرے خیال سے کوئی بہت بڑی مس انڈرسٹینڈنگ ہوئی ہے۔تم دونوں بیٹھ کر آرام سے بات کرو دونوں کو تلخ کلامی کرتے ہوئے دیکھ کر احمر بیچ میں کودا۔مجھے اس کے ساتھ کوئی بات نہیں کرنی ہے رومان شاہ نے دوٹوک جواب دیا۔کیوں میں نے ایسا کیا کر دیا ہے۔

جس کی وجہ سے تم مجھ سے بات نہیں کرنا چاہتے ہو۔حد ہے یار کسی کے گھر باعزت طریقے سے رشتہ بھجوانا کب کا جرم ہو گیا ہے۔ڈاکٹر شاہ زیب بھی غصے میں آگیا۔تم نے اپنی عمر دیکھی ہے۔میری عمر کے ہو تم۔اور تم میری بہن سے شادی کی خواہش رکھتے ہو شرم آنی چاہیے تمہیں۔

کہاں لکھا ہے کہ اتیج ڈفرنس ہو تو شادی نہیں ہو سکتی۔یار رشتہ نہیں بھجوایا جا سکتا۔رومان شاہ اتنے پڑھے لکھے ہو کر کیسی جاہلوں جیسی باتیں کرتے ہو۔

اور جس سے نکاح کے بارے میں تم اس وقت بات کر رہے ہو،اس اے سی پی کی اتیج تو مجھ سے بھی زیادہ ہے۔وہ تو مجھ سے بھی کوئی دو تین سال بڑا ہے۔تو جب اس کے لیے یہ نکاح جائز ہو گیا ہے تو پھر مجھ سے تمہیں کیا پرابلم ہے۔

میں نے اس کمینے کے ساتھ بھی اپنی بہن کا نہ تو نکاح کروایا ہے اور نہ ہی ایکسیپٹ کیا ہے تمہیں سب پتہ ہے کہ جن حالات میں نکاح ہوا تھا اور اب امی جان کا حکم ہے کہ مرہا کو اس کے ساتھ ہی رخصت کیا جائے گا اور تم ایک بات اچھی طرح سے جانتے ہو کہ میں اپنی امی جان کا کوئی حکم بھی نہیں ٹال سکتا اس لیے اس کمینے کو بطور بہنوئی قبول کرنا میری مجبوری ہے۔رومان شاہ کی اس جملے سے شاہزیب کے اندر چھن سے کچھ ٹوٹا تھا شاہ زیب کا دل ٹوٹ گیا رومان شاہ کے اس جملے سے۔اس نے کتنے خواب سجائے تھے مرہا کے لیے اپنی انکھوں میں۔وہ غصے سے رومان شاہ کی طرف دیکھتا ہوا بڑے بڑے قدم

اٹھاتا ہوا گاڑی کی طرف چلا گیا احمر بیچارہ تو آوازیں دیتا رہ گیا مگر اس نے پیچھے پلٹ کر بھی نہیں دیکھا۔رومان یار اس نے ایسا بھی کچھ غلط نہیں کیا جس کا تم نے اس طرح ری ایکٹ کیا ہے اب تم اس کی طرف داری کرو گے رومان شاہ نے غصے سے احمر کی طرف دیکھا،،یار بات طرفداری کی نہیں ہے تم بھی میرے دوست ہو اور وہ بھی میرا دوست ہے میرے لیے تم دونوں ایک برابر ہو تم دونوں میں سے جو غلط ہو گا میں اس کو ہی بولوں گا اس وقت جو تم نے کیا وہ غلط تھا وہ تمہاری بہن میں انٹرسٹڈ تھا تو اس میں ایسی کوئی غلط بات نہیں ہے وہ شادی کرنا چاہتا تھا اور کسی کو پسند کرنا یا اس سے شادی کرنا کوئی گناہ یا غلط بات نہیں ہے۔غلط تب ہوتا جب وہ غلط نظر سے دیکھتا مگر شادی کا ارادہ نہ رکھتا۔مگر وہ تو مرہا کی پڑھائی کا انتظار کر رہا تھا کہ جیسے ہی مکمل ہو تو وہ تم سے بات کر سکے مگر کبھی اس میں اتنی ہمت اور جرأت نہیں تھی کہ وہ خود سے تم سے بات کر سکتا کیونکہ تمہارا یہی والا ایٹیٹیوڈ اسے تم سے بات نہیں کرنے دیتا تھا اب جب نکاح ہوا تو تم نے اس سے یہی کہا تھا کہ تم اپنی بہن کو اس اے سی پی کے ساتھ رخصت نہیں کرنا چاہتے تو اس نے اپنے ماں باپ کو بھی اسی لیے شاید بھیجا ہو گا کہ کہیں پھر سے مرہا کا رشتہ تم لوگ کہیں اور نہ کر دو تو اس طرح تم نے اس کی توہین کی ہے اور اس کا یہ ری ایکٹ غلط نہیں تھا۔احمر کے سمجھانے پر رومان شاہ ٹھنڈا پڑ گیا تھا اسے بھی احساس ہوا کہ اس نے شاہزیب کے ساتھ غلط کر دیا ہے۔تو وہ یہ بات یہاں پر رہ کر حل کرتا اس طرح سے جانے کا مطلب کیا ہے یار وہ یہاں پر کیسے کھڑا رہتا ہے اس وقت اس کا دل ٹوٹا ہے اور اس درد کو تم نے اور میں نے دونوں نے فیس کیا ہے تو

ذرا سوچو اس وقت ہماری حالت کیا تھی تم تو پھر بھی سنبھل گئے تھے میں نے تو اپنی زندگی تک داؤ پہ لگا دی تھی تو ایسے میں اس کا اتناری ایکٹ بنتا ہے سنبھل جائے گا تو ٹھیک ہو جائے گا سمجھ جائے گا ساری بات کو مگر اس وقت اس کا دل ٹوٹا ہے اور اسے میری ضرورت ہے میرے خیال سے مجھے جانا چاہیے ہم۔ہم جاؤ سنبھالوں اسے اور میری طرف سے معذرت کرنا اگر مجھے پہلے آئیڈیا ہوتا تو شاید میں کچھ کر سکتا اس کے لیے، مگر اس وقت کچھ بھی میرے ہاتھ میں نہیں ہے۔ مرہا کا نکاح ہو چکا ہے۔نہ تو امی جان اس نکاح کو توڑنا چاہتی ہیں اور نہ ہی وہ کمینہ اے سی پی اس نکاح کو ختم کرنا چاہتا ہے تو ایسے میں میرے ہاتھ میں کچھ بھی نہیں ہے سوائے معذرت کے جو میں نے غلط جملے شازیب کو بولے ہیں ان کے لیے۔۔شاہ زیب کو بولے گئے جملوں کے لیے،رومان شاہ اپنے دل میں بہت ندامت محسوس کر رہا تھا۔

ooooooo

شاہ میر کی پچھلے دو تین دن سے میرب سے بات نہیں ہوئی تھی۔آج اس کا بہت دل کر رہا تھا کہ وہ اپنی بہن سے بات کرے۔اس نے اپنا فون نکالا اور میرب کا نمبر ڈائل کیا،وہ اس وقت پولیس اسٹیشن میں اپنے آفس میں بیٹھا ہوا،، اپنی چیئر کو گھماتا ہوا کچھ سوچ رہا تھا۔۔السلام علیکم بھائی کیسے ہیں۔۔وعلیکم السلام میں بالکل ٹھیک میرا اچھ میری پیاری بہنا آپ کیسی ہو۔میں بھی ٹھیک۔بھائی کی یاد نہیں آتی

تمہیں۔بھائی بہت آتی ہے مجھے آپ کی یاد۔پھر ملنے کیوں نہیں آئی۔بھائی شاہ مصروف تھے ان کے پاس ٹائم نہیں تھا۔ٹائم نہیں تھا یا اس گھٹیا انسان کی نیت نہیں تھی۔

بھائی پلیز اس طرح سے مت بولیں مجھے اچھا نہیں لگتا۔چلو جی سوری آپ کے شوہر محترم کو غلط بولنے کے لیے۔وہ میرب کو مزاق کر رہا تھا۔میں تمہیں لینے آؤں تم سے ملنے کو بہت دل کر رہا ہے۔۔نہیں بھائی گھر میں مہمان آئے ہوئے ہیں۔خیریت کون مہمان آئے ہوئے ہیں۔

بھائی وہ مرہا کا رشتہ لینے کے لیے آئے ہیں۔کیا کس کا رشتہ لینے آئے ہیں۔میرب نے اپنی زبان دانتوں تلے دبائی،اس کے منہ سے جلدی میں نکل تو گیا تھا کہ، مرہا کا رشتہ لینے کے لیے آئے ہوئے ہیں۔

مگر بعد میں اسے یہ یاد آیا کہ مرہا کا نکاح تو اس کے بھائی سے ہوا ہے۔مگر اب پچھتانے کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔بات شامیر کے کانوں تک پہنچ چکی تھی۔

میرہا بیٹا میں نے کچھ پوچھا ہے کون کس کا رشتہ لینے آیا ہے۔شاہ میر کی آواز میں کافی تلخی آ گئی۔۔بھائی وہ وہ و۔جواب دو میرب میں نے پوچھا کون آیا ہے مرہا کا رشتہ لینے کے لیے اس بار لہجہ بہت زیادہ سخت تھا۔

بھائی کوئی ڈاکٹر شاہ زیب کے امی ابو ہیں جو مرہا کا رشتہ لینے کے لیے آئے ہیں۔اور مرہا کدھر ہے۔بھائی وہ تو کالج گئی ہے۔ٹھیک ہے میں تم سے بعد میں بات کروں گا،لیکن بھائی آپ تو کہہ رہے تھے کہ آپ کا بہت دل کر رہا ہے مجھ سے باتیں کرنے کو

کیونکہ تم نے مجھے بہت اچھی نیوز سنائی ہے،اس کے بعد میرے پاس باتیں کرنے کے لیے نہیں ہیں اور نہ ہی میرا موڈ ہے باتیں کرنے کا اس لیے میں بعد میں بات کروں گا۔شامیر کی غصے سے نسیں پھٹنے والی ہو رہی تھی۔وہ جھٹکے سے اپنی آفس کی چیئر سے اٹھ کر کھڑا ہوا اپنا موبائل اٹھا کر اپنی جیب میں ڈالتا ہوا فل یونیفارم میں ہی نکل کر اپنی جیپ میں آکر بیٹھ گیا۔



اس کا رخ سیدھا مرہا کے کالج کی طرف تھا۔پولیس والا تھا اور اپنے طریقے سے اس نے مرہا کی ہر خبر جمع کر کے رکھی ہوئی تھی۔جیسے کہ میرہا کس کالج میں پڑھتی ہے۔مرہا کا پرفیسر کون ہے،میرہا کس ٹائم پر کون سا لیکچر لیتی ہے،کب کالج آتی ہے اور کب گھر آتی ہے۔زیادہ تر رومان شاہ اسے کالج پک اینڈ

ڈراپ کرتا ہے، یہ بات بھی وہ اچھی طرح سے جانتا تھا۔ مگر آج اسے کسی کا بھی ڈر نہیں تھا۔ اسے ہر حال میں اپنی بیوی سے ملنا تھا۔

مگر آج بھی اس نے کوئی بھی غیر قانونی طریقہ نہیں اپنایا تھا۔ آخر ایک پولیس والا تھا قانون کے دائرے میں رہ کر کام کرنا بہت اچھی طرح سے جانتا تھا۔

اس لیے جیسے ہی میرب کا فون بند ہوا تو اس نے رومان شاہ کی ماں کو فون ملایا، اور بنا ان کا جواب سنیں سلام کہنے کے بعد ان سے یہ کہہ دیا تھا کہ وہ آج مرہا کو کالج سے پک کر کے کچھ دیر اپنے ساتھ گھمانے کے لیے لے کر جائے گا۔ اور آپ اپنے بیٹے کو سمجھا دیجئے گا کہ کسی بھی طرح کا تماشا کریٹ نہ کرے۔

مرہا بیوی ہے میری اسے ساتھ لے جا کر شاپنگ کروانے کا تو حق رکھتا ہوں۔



اس کا سخت لہجہ دیکھ کر رومان شاہ کی ماں کو اندازہ ہو گیا تھا۔ کہ اس کے کانوں تک مرہا کے رشتے والی بات پہنچ چکی ہے۔

سمجھدار عورت تھی اس لیے انہوں نے مرہا کے جانے کے لیے ہاں کہہ دیا۔ ویسے بھی ان کے دل کو یہ سوچ کر اطمینان تھا کہ میرہا اس کی بیوی ہے اس کے نکاح میں ہے۔ تو کسی بھی طرح سے مرہا کا اس کے ساتھ جانا غلط نہیں ہے۔

مرہا اپنا آخری لیکچر لینے کے بعد کچھ دیر کے لیے آرام کی غرض سے باہر بنی ہوئی بینچز پر بیٹھی ہوئی آرام سے سینڈوچ کھا رہی تھی۔

اور ساتھ میں ہاف لیٹر پیپسی لیے ہوئے منہ سے چھوٹے چھوٹے سپ لے رہی تھی۔ اسے کسی لڑکی نے آکر کہا کہ اسے پرنسپل صاحب آفس میں بلا رہے ہیں۔

اسے کوئی لینے کے لیے آیا ہے۔ بھائی اتنی جلدی لینے کے لیے کیوں آگئے ہیں ابھی تو ٹائم نہیں ہوا۔ وہ سوچتے ہوئے اپنے سینڈوچ اور پیپسی کو ہاتھ میں اٹھائے ہوئے پرنسپل کے آفس کی طرف آئی ۔اور پرنسپل سے اجازت لینے کے بعد وہ اندر داخل ہوئی۔

لیکن پرنسپل کے ساتھ بیٹھی ہوئی ہستی کو دیکھ کر بچاری کے ہاتھ میں پکڑا ہوا سینڈوچ زمین بوس ہو چکا تھا۔

ویسے اس بندے کو دیکھ کر وہ خود بھی زمین بوس ہو جاتی تو حیرت کی بات نہیں تھی۔ آؤ آؤ میرا بیٹا آپ نے بتایا ہی نہیں آپ کا نکاح ہمارے شہر کے اے سی پی شامیر صاحب سے ہوا ہیں۔ مرہا بنا جواب دیے الٹے قدم پیچھے کی طرف بھاگی، واپس آؤ مرہا کا ایک پاؤں دروازے کے اندر تھا اور ایک آفس کے دروازے کے باہر تو شاہ میر کی رعبدار آواز مرہا کے کانوں سے ٹکرائی۔نہ چاہتے ہوئے بھی مرہا کے قدم وہیں پر سٹل ہو گئے۔ میں نے کہا واپس آؤ مرہا۔

شاہ میر نے پھر سے مرہا کو واپس آنے کے لیے کہا تو مرہا پلٹ کر بچوں کی طرح چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی ہوئی بڑی معصوم شکل بنا کر نظروں کو جھکائے ہوئے، آکر کھڑی ہو گئی، اس وقت وہ ایسے لگ رہا تھا جیسے مرہا کو سزا ملی ہو اور وہ پرنسپل کے سامنے کھڑی ڈر رہی ہو۔

ٹھیک ہے سر ہمیں اجازت دیجئے شاہ میر نے کھڑے ہو کر پروفیسر سے ہاتھ ملاتے ہوئے جانے کی اجازت طلب کی تھی۔ رومان شاہ تک میرا پیغام پہنچ چکا ہو گا وہ مرہا کو لینے نہیں آئے گا۔ اس لیے آپ پریشان نہ ہوں۔

مرہا رومان شاہ کی بہن تھی اور رومان شاہ کی اجازت کے بغیر اسے بھیجنا پروفیسر کو گلے کا پھندا لگ رہا تھا ۔مگر سامنے بھی اے سی پی شامیر بیٹھا تھا اسے بھی انکار نہیں کر سکتا تھا۔بیچارے کی سانسیں اٹکی ہوئی تھی، جس کو دیکھ کر شاہ میر نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

مگر سر اگر آپ میری ایک بار رومان شاہ سے بات کروا دیتے تو اچھا ہو جاتا، پرنسپل کی دھیمی سی آواز نکلی۔ایک منٹ رکیے میں آپ کی ان کی والدہ سے بات کرواتا ہوں۔

شاہ میر نے رومان شاہ کی ماں سے بات کروائی تو ان کے کہنے پر پرنسپل بیچارہ چپ تو ہو گیا مگر ڈر اب بھی اس کے چہرے پر نظر آ رہا تھا۔

شاہ میر ڈرتا تو کسی سے نہیں تھا اور مرہا کو لے جانے کے ہزار طریقے تھے۔ مگر وہ اپنی بیوی کو لیگل طریقے سے اپنے ساتھ لے جانا چاہتا تھا۔اس لیے رومان شاہ کی ماں سے بات کروائی تھی۔

ہم کہاں جا رہے ہیں مجھے نہیں جانا آپ کے ساتھ بھائی ابھی تھوڑی دیر تک مجھے لینے آئیں گے۔اور اگر میں ان کو یہاں پر نہیں ملی تو وہ بہت ناراض ہوں گے۔

مرہا کا ہاتھ پکڑتے ہوئے بنا جواب دیے شامیر آفس سے باہر آیا اور اپنی آنکھوں پر دھوپ سے بچاؤ والے سن گلاسز لگاتے ہوئے انگلی کے اشارے سے مرہا کو چپ رہنے کو کہا۔

آپ سمجھ نہیں رہے بھائی بہت ناراض ہوں گے مرہا کا رونا شروع ہو گیا۔ تمہاری امی جان کو بتا چکا ہوں کہ میں تمہیں کالج سے پک کر کے اپنے ساتھ لے کر جاؤں گا۔وہ تمہارے بھائی کو بتا دیں گی اور اب اپنی زبان بند رکھنا میرا دماغ اس وقت بہت خراب ہے۔ مرہا میں نہیں چاہتا کہ میں یہاں پر کسی قسم کا کوئی تماشہ کریئیٹ کروں۔

مگر اب میں نے کیا کیا ہے جو آپ مجھے اس طرح سے غصے سے اپنے ساتھ لے جا رہے ہیں۔وہ سو سو کر کے روتی ہوئی اپنی چھوٹی سی ناک کو رگڑتے ہوئے اپنے آنسوں صاف کر رہی تھی۔

سب بتاؤں گا اور بہت اچھی طرح سے بتاؤں گا آج کے بعد تم کچھ بھی بھولو گی نہیں۔

چپ چاپ گاڑی میں بیٹھو گاڑی کا دروازہ کھول کر شاہ میر اسے بیٹھنے کا اشارہ کر رہا تھا۔میں نہیں بیٹھوں گی مجھے آپ کے ساتھ نہیں جانا مجھے بہت ڈر لگتا ہے آپ سے۔

اس وقت شاہ میر فل پولیس کی یونیفارم میں کھڑا ہوا۔ ویسے بھی بہت ڈیشنگ لگ رہا تھا اوپر سے اس کے چہرے پر غصہ سچ میں مرہا کو ڈرا رہا تھا۔

میرہا میرا ضبط مت آزماؤ بیٹھ جاؤ ورنہ اٹھا کر بٹھا دوں گا، مجھے اس میں بھی کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ نن نہیں میں خود بیٹھ جاؤں گی۔شاہ میر کے تیور دیکھ کر مرہا نے گھبرا کر (نہیں) کے ٹکڑے کر دیے۔

مرہا شامیر کی دھمکی سے ڈر کر جلدی سے گاڑی کی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ شاہ میر گیٹ بند کر کے دوسری طرف سے ہوتا ہوا، گاڑی کے اندر آکر بیٹھ گیا،اور گاڑی سپیڈ سے وہاں سے نکالی۔

مرہا اپنے ہاتھوں کو مروڑ رہی تھی۔اپنے ہاتھوں کو مروڑتی ہوئی گود میں رکھے بیٹھی مرہا سسکیاں بھرتے ہوئے،اپنے ہاتھوں کی پشت سے اپنے آنسوں صاف کر رہی تھی۔

شاہ میر نے ڈیش بورڈ سے ٹشو باکس سے چار پانچ ٹشو کھینچتے ہوئے مرہا کہ آگے کیے۔ کیا کروں میں ان کا مرہا نے ایک نظر غصے سے شامیر کی طرف دیکھ کر اپنا منہ کھڑکی کی طرف کر لیا۔

ان پر آئل لگا کر ان کا پراٹھا بناؤ اور اس کے بعد آملیٹ سے کھا لینا بے وقوف لڑکی ٹشوز سے اپنے آنسوں صاف کرو کوئی دیکھے گا،تو کیا کہے گا کہ پتہ نہیں کون سا ظلم کر رہا ہے پولیس والا جو بیچاری لڑکی رو رہی ہے۔

ہاں تو ظالم ہیں آپ اور ظلم ہی کر رہے ہیں جس کی وجہ سے میں رو رہی ہوں۔۔ گڈ ویری گڈ اچھا کیا تم نے بتا دیا کہ میں ظالم ہوں اور میں تم پر ظلم کر رہا ہوں۔

اب تم فارم ✿ ہاؤس تک پہنچو اس کے بعد میں بتاتا ہوں کہ میں کتنا ظالم ہوں اور میں کتنا ظلم کر سکتا ہوں غصے سے شاہ میر نے اس کے ہاتھ میں ٹشو تھماتے ہوئے گاڑی کی رفتار اور بڑھا دی تھی۔

15 منٹ کے سفر کے بعد گاڑی ایک خوبصورت فارم ہاؤس پر جا کر رکی فارم ہاؤس بہت خوبصورت بنایا گیا تھا چاروں طرف سبزہ ہی سبزہ تھا فارم ہاؤس کو دیکھ کر نظر آتا تھا کہ بنانے والے نے اس کو بڑی محبت اور لگن سے بنایا ہے۔



✿ فارم ہاؤس بہت خوبصورت تھا۔ شامیر مرہا کا ہاتھ پکڑ کر جیسے ہی فارم ہاؤس کے اندر داخل ہوا۔ تو فارم ہاؤس کے سارے نوکر جلدی سے سر جھکائے ہوئے شاہ میر کی جانب بڑے تھے۔

مگر شامیر نے ہاتھ کے اشارے سے سب کو دور ہٹنے کا کہا تھا۔شاہ میر مرہا کو لے کر سیدھا فارم ہاؤس کے اندر داخل ہوا۔

فارم ہاؤس اندر سے بھی بہت خوبصورت بنا ہوا تھا۔سامنے دو کمرے بنے ہوئے تھے۔ایک کچن اور ایک شاندار ٹی وی لاؤنج جس میں بہت بڑی ایل سی ڈی لگی ہوئی تھی۔

اور بہت ہی خوبصورت صوفے رکھے ہوئے تھے۔اور صوفوں کے سامنے ایک بہت بڑا شیشے کا ڈیزائنر ٹیبل اس پر کرسٹل سے بنے ہوئے خوبصورت شو پیس رکھے ہوئے تھے۔

دیوار پر سجی اسلامک خوبصورت سنہری جس پر قرانی آیت لکھی ہوئی تھی۔وہ بہت ہی خوبصورت منظر پیش کر رہی تھی۔گھر کی ایک ایک چیز یہ بتا رہی تھی کہ فارم ہاؤس بنانے والے نے اس کو بہت خوبصورتی اور دل سے سجایا ہے تھا۔

شاہ میر کے تیور دیکھ کر مرہا کا ڈر کے مارے برا حال تھا۔مرہا کے ہاتھوں کی ہتھیلیوں میں پسینہ آیا ہوا تھا۔دل دھک دھک کر رہا تھا۔شاہ میر اسے لے کر سامنے والے کمرے داخل ہوا۔

روم کے اندر آتے ہی اس نے مرہا کا ہاتھ چھوڑ کر روم کا دروازہ اندر سے بند کر دیا تھا۔

پلیز آپ مجھے جانے دیں مجھے آپ سے بہت ڈر لگ رہا ہے۔ آپ کیا کرنے والے ہیں۔شاہ میر کے قدم اپنی طرف بڑھتے ہوئے دیکھ کر۔ وہ روتے ہوئے شاہ میر سے پیچھے کی طرف قدم اٹھا رہی تھی۔

آج کے بعد تمہیں مجھ سے ڈر نہیں لگے گا۔مجھے بتاؤ کہ تمہاری جرات کیسے ہوئی کسی اور سے اپنا رشتہ چھوڑنے کی۔ کیا کہہ رہے ہیں آپ مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہی۔

پہلے تم مجھے آپ آپ کہنا بند کرو میرا ایک نام ہے مجھے اس نام سے بلاؤ۔ مرہا کے کمر پر ہاتھ رکھ کر اسے جھٹکے سے اپنے قریب کرتے ہوئے۔شاہ میر نے اپنا چہرہ مرہا کے بے حد قریب کر لیا۔



اس کے سر کے پیچھے ہاتھ رکھ کر اس کے بالوں کو ہلکا سا جھٹکا دیتے ہوئے اس کا چہرہ اپنی طرف اٹھایا ۔شاہ میر کہہ کر بلاؤ مجھے۔ آپ اتنے بڑے ہیں میں آپ کا نام کیسے بلا سکتی ہوں مجھے شرم آتی ہے وہ کانپتے ہونٹوں سے روتی ہوئی بولی۔

نام لو میر اورنہ آج ساری شرم اتار دوں گا۔ آج کہ بعد تمہیں مجھ سے کبھی شرم نہیں آئے گی۔ مرہا مجھے مجبور مت کرو کہ میں کچھ ایسا کر جاؤں جو میں نہیں کرنا چاہتا۔

شاہ میر کے الفاظ مرہا کے ہوش اڑا رہے تھے، ایک تو لفظ اتنے بے باک تھے اوپر تھے اسے خود کے اتنے قریب کیے ہوئے کھڑا تھا کہ اس کے لب بار بار اس کے لبوں سے ٹکرا رہے تھے۔

اسکی نزدیکوں سے مرہا کی سانسیں رکنے لگی تھی۔ بولو اپنے ان خوبصورت لبوں سے میرا نام تمہارے لبوں کو پتہ ہونا چاہیے کہ میں تمہارا کیا لگتا ہوں، اور تمہارے ہو چکے شوہر کا نام کیا ہے۔۔ مجھ سے نہیں لیا جاتا آپ کا نام۔ میرہا کا ڈر اور شاہ میر کی قربت سے ہونٹ کانپ رہے تھے۔۔

مرہا۔۔ جانے دے مجھے آپ سے ڈر لگ رہا ہے۔



شاہ میر۔۔۔ جب کسی اور سے رشتہ جوڑنے لگی تھی تب ڈر کیوں نہیں لگا۔

مرہا۔۔۔میں کسی سے رشتہ نہیں جوڑنے لگی تھی مجھے نہیں سمجھ آرہا کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔تمہارے گھر پر تمہارے بھائی جان ڈاکٹر شاہ زیب کا رشتہ آیا ہے کیا یہ بات تمہیں معلوم نہیں تھی۔

شاہ میر نے غصے سے ایک ایک لفظ کو چبا کر بولا۔مرہا کی کمر پر اتنی زور سے ہاتھ رکھا ہوا تھا کہ اس کی ریڑھ کی ہڈی میں سرسراہٹ اور درد شروع ہو گئی تھی آخر پولیس والے کا ہاتھ تھا۔جو سارا دن مجرموں پر ڈنڈے برساتا تھا۔مجھے نہیں پتا کہ کب شازیب بھائی کا رشتہ آیا ہے۔

۔قسم کھاؤ۔اللہ کی قسم مجھے نہیں پتا۔

مگر وہ کمینہ تمہارے گھر پر رشتہ لے کر پہنچ گیا ہے شاہ میر نے تھوڑی سی گرفت ڈھیلی کی تھی۔مگر مجھے نہیں پتہ وہ ہونٹ باہر نکال کر سسکیاں لے کر رو رہی تھی۔مرہا چپ کرو یار تم پر سختی کرنے کا میرا کوئی ارادہ نہیں تھا۔

جب مجھے پتہ چلا کہ وہ تمہارے گھر پر رشتہ لینے گیا ہے تو میرے جسم میں آگ لگ گئی تھی یہ سن کر۔

بس اسی غصے میں تم پر سختی ہو گئی سوری۔اس نے مرہا کو اپنے سینے سے لگا لیا۔

میرا اتنا غصہ تو بنتا تھا ای سی پی کی جان اگر کوئی میری بیوی کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھے تو میں اس کی آنکھ نکال لوں۔ اور یہاں پر تو یہ سالہ تو میری بیوی کے لیے اپنا رشتہ بھجوا چکا تھا۔

مگر مجھے کچھ بھی پتہ نہیں ہے۔ پھر بھی آپ مجھ پر اتنا غصہ کر رہے ہیں میری کوئی غلطی نہیں تھی۔ وہ بچوں کی طرح روتے ہوئے اپنی صفائی پیش کر تھی

مگر اپنے بچپنے میں وہ ایک چیز بہت اچھی کر رہی تھی کہ وہ اب تک اس کے سینے کے ساتھ چمٹی ہوئی رو رہی تھی۔

اور یہ چیز شاہ میر کے دل کو اندر تک سکون دے رہی تھی۔ مرہا پلیز اپنے ان خوبصورت لبوں سے میرا نام لو۔

یار میں سننا چاہتا ہوں۔ شاہ میر اس کے نازک لبوں پر اپنا انگوٹھا رپ کرتے ہوئے اس کی خوبصورت پنکڑیوں کو بڑی حسرت سے دیکھ رہا تھا۔ مجھے شرم آتی ہے۔ کیووں۔۔۔پتہ نہیں۔۔۔تو اے سی پی کے جان پتہ لگاؤنا۔۔۔مجھے نہیں لگانا۔۔۔ مگر مجھے لگانا ہے پلیز میرا نام لو۔۔۔میرہا کو اپنی گود میں اٹھا کر بیڈ کی طرف لے جا رہا تھا۔۔ یہ کلک کیا کر رہے ہیں آپ۔۔اپنی بیوی کو پیار کرنے لگا ہوں۔۔ آپ ایسا نہیں کر سکتے اگر بھائی کو پتہ چل گیا تو وہ۔



اففففف ایک تو تمہارا بھائی ہر جگہ پہنچ جاتا ہے تم تھوڑی دیر کے لیے اپنے بھائی کی مالا جپنی بند نہیں کر سکتی شاہ میر چڑ کر مرہا کی بات کو کاٹتے ہوئے بیچ میں ہی بولا۔ میں چپ نہیں کر سکتی آپ یہ غلط کر رہے ہیں اگر یہ بھائی کو پتہ چل گیا تو پھر مجھے بہت ڈانٹ پڑے گی۔

کیا غلط کر رہا ہوں میں اور کیوں ڈانٹے گا تمہارا بھائی سالا اپنی بیوی کو پیار بھی نہیں کرنے دے گا۔

آپ میرے بھائی کو گالیاں مت دیں۔ بھائی کی بچی بھائی کے نام پر کیسے تڑپ جاتی ہو شوہر بیچارا یہاں تمہارے منہ سے صرف اپنا نام سننا چاہتا ہے وہ تمہارے منہ سے نہیں پھوٹ رہا۔

وہ مرہا کو بیڈ پر لٹا کر چہرے پر جھک گیا۔ ابھی وہ اپنے دل کی تھوڑی سی بات سننے ہی والا تھا کہ مرہا مچھلی کی طرح پھسلتی ہوئی اس کے نیچے سے نکل کر بیڈ سے اتر کر اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

اور بھاگ کر دروازے کی طرف گئی ہینڈل پر اپنا ہاتھ رکھ کر دروازہ گھما کر کھولنے ہی لگی تھی۔ یہ شامیر اس تک پہنچ گیا بھاگتے ہوئے مرہا کا دوپٹہ شاہ میر کے نیچے ہی رہ گیا تھا۔ وہ بنا دوپٹے اور جوتے کی ہی کھڑی ہوئی تھی۔

شاہ میر نے اسے بازو سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچا اور گھماتے ہوئے مرہا کو دروازے کے ساتھ لگا یا دیا۔

اس کے ہاتھوں کو اپنے ایک ہاتھ سے اس کی کمر کے پیچھے پن کر دیا۔ کیا لگتا ہے اے سی پی کی جان کہ تم ایک پولیس والے سے تیز بھاگ سکتی ہو۔ تم میر صرف اور صرف اے سی پی شامیر ملک کی اور اس بات کا احساس دلائے بنا تم یہاں سے نہیں جا سکتے۔

وہ اپنی سخت داڑی والے کالوں کو مرہا روئی سے مخملی کالوں سے رگڑ رہا تھا۔ آہ آ مجھے کچھ چب رہا ہے۔ ہا ہا کچھ نہیں میری جان آپ کو اپنے شوہر کی داڑھی چب رہی ہے میری معصوم سی بیوی اس کو داڑھی کہتے ہیں۔ وہ قہقہ کے ساتھ ہنسا تھا۔ کیونکہ مرہا نے اتنی معصومیت سے رو دینے والی آواز سے کہا تھا۔ کہ اس کی ہنسی نہیں رک رہی تھی۔

بہت گندی داڑھی ہے آپ کی مجھے چپ رہی ہے۔ ٹھیک ہے رخصتی کے بعد میں اس کے اوپر ٹیپ دیا کروں گا۔ نہیں مجھے رخصت ہو کے آپ کے پاس نہیں آنا۔

۔ ٹھیک ہے مت آنا رخصت ہو کر تم میرے پاس۔ پھر آج میں اپنی ساری حسرت پوری کر لیتا ہوں۔ اس کے بعد تم بیٹھی رہنا اپنے بھائی کے گھر پہ۔

وہ اس سے دروازے سے لگا تا ہوا اس کے نازک سے لبوں کو اپنے لبوں کی قید میں لے کر اس کی نمی کو پینے لگا تھا۔ وہ اپنے ایک ہاتھ سے میرہا کہ دونوں ہاتھوں کو اس کی کمر کے پیچھے باندھے ہوئے تھا۔

اور دوسرے ہاتھ کو اس کے سر کے پیچھے رکھ کر اس کے سر کو پیچھے سے دبائے ہوئے تھا تاکہ مرہا کہ ہونٹ اس کے ہونٹوں سے الگ نہ ہوسکے۔ میرہا کی سانسیں روکے ہوئے وہ خود کتنا پرسکون ہوکر اپنی تشنگی مٹارہا تھا۔

میرا اپنی گھٹتی ہوئی سانسوں کو بحال کرنے کے لیے خود کو دشمن جاں کی قید سے چھڑوانا چاہ رہی تھی۔ مگر ایک پولیس والے کی پکڑ سے خود کو چھڑوانا اس نازک جان کے لیے آسان نہیں تھا۔

وہ جل مچھلی کی طرح تڑپ تو سکتی تھی مگر خود کو آزادی نہیں دلوا سکتی تھی۔

وہ ظالم بنا ہوا اس کی سانسیں پیے جارہا تھا مگر جب اس کے گھٹتی ہوئی سانسوں کو شامیر نے خود محسوس کیا تو سر کو جھٹکتے ہوئے اس سے پیچھے ہوا، اور نظر بھر کر میرہا کے معوم چہرے کی جانب دیکھا جس کے اڑھی ہوئی رنگت اس کی گھٹتی ہوئی سانسوں کے بارے میں بتا رہی تھی۔

گندے ہیں آپ بہت گندے ہیں۔ وہ روتے ہوئے اپنی اکھڑی ہوئی سانسوں کو ٹھیک کر رہی۔۔ شامیر کے لبوں پر ہنسی آئی اب مجھے جانے دے ورنہ میں آپ کو بہت ماروں گی۔۔۔ کیسے ماریں۔۔۔ وہ پھر

سے اس کی کمر پر ہاتھ رکھ کے اسے تھوڑا نزدیک کرنے لگا تھا کہ، او او ہوں ں ں مرہا نے بچوں کی طرح آوازیں نکال کے رونا شروع کر دیا تھا۔شاہ میر نے ہنستے ہوئے اس کے لبوں پر اپنا ہاتھ رکھ کر اسے چپ کروایا۔

پاگل لڑکی پولیس والے کو ریپ کیس میں اندر کرواؤ گی کیا۔چپ کچھ نہیں کہوں گا اگر چپ کر جاؤ گی تو ۔

مجھے گھر چھوڑ کر آیئے۔۔ چھوڑ آتا ہوں پہلے چپ کرو۔۔اس نے جلدی سے اپنے آنسوں صاف کر کے ایک منٹ سے پہلے اپنی آواز بھی بند کر لی تھی۔

بنا دوپٹے کے خستہ حالت میں کھڑی ہوئی وہ شاہ میر کے دل پر قہر ڈال رہی تھی۔بڑی مشکل سے شاہ میر نے خود کو روکا ہوا تھا۔

شاہ میر کو خود بھی لگ رہا تھا کہ اسے مرہا کو چھوڑ آنا چاہیے۔ نہیں تو وہ کچھ ایسا کر جائے گا، کہ پھر اس سے مرہا چپ بھی نہیں کروائی جائے گی۔

آئس کریم کھاؤ گی ۔۔ نہیں۔۔ کیوں۔۔ آپ بس مجھے گھر چھوڑ آئے۔ایک شرط پر پہلے بولو کے شامیر آپ مجھے گھر چھوڑ آئے۔

گندے شاہ میر آپ مجھے گھر چھوڑ آئے۔ہاہا گڈ چلو آپ کے ان خوبصورت لبوں نے میر انام تو لیا۔اور میں کتنا گندا ہوں یہ تو آپ کو رخصتی کے بعد پتہ چلے گا تب تک آپ عیاشیاں کر لیں۔اور اب آپ کی عیاشیوں میں زیادہ ٹائم نہیں بچا۔

آنے والے ایک ہفتے کے اندر آپ کی رخصتی ہونے والی ہے۔تیار رہیے گا مگر ابھی تو میری پڑھائی مکمل نہیں ہوئی۔

مرہا پریشان ہو کر بولی۔ہو جائے گی پڑھائی مکمل شادی کے بعد پڑھتی رہیے گا۔روز آپ کو اپنے سینے سے لگا کر اپنی گود میں بٹھا کر سبجیکٹ پڑھایا کروں گا۔وہ مرہا کے نزدیک ہو کر سرگوشی میں بولا تو اس کی الفاظوں کی شوخیوں سے مرہا کے پورے جسم میں بجلی کی لہر سی دوڑ گئی۔

وہ گھبر اکر پیچھے ہو گئی۔۔وہ کھکھلا کے ہنسا تھا۔ چلواے سی پی کی چھوٹی سی جان تمہیں چھوڑ کر آتا ہوں جا کر میری پناہوں میں آنے کے لیے تیاری کرو۔ آج تو میری قربتوں سے گھبر اکر فرار ہو کر جا رہی ہو۔۔

مگر رخصتی کے بعد کوئی بھی راہ فرار آپ کو میسر نہیں ہو گی۔ شامیر کی باتوں سے میر ہا کا دل بہت ڈر رہا تھا۔ ڈر سے اس کی جان حلق میں اٹکی ہوئی تھی وہ سوچ رہی تھی کہ پتہ نہیں۔ اس کے ساتھ کیا سلوک ہو گا۔

مگر یہ تو حقیقت تھی کہ آنا تو اسے اسی کی پناہوں میں تھا۔ چلو اپنا حلیہ درست کرو اور میں تمہیں تمہارے گھر چھوڑ کر آتا ہوں۔۔



میر ہا کا دوپٹا ٹھیک کر وا کر اس کے کاندھوں پر چادر ڈالتے ہوئے اسے بہت محبت بھری نظروں سے دیکھتا ہوا اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے ساتھ لیے ہوئے گاڑی میں بٹھا کر اس کے گھر چھوڑنے کے لیے نکل پڑا۔,

امی جان پلیز مجھے بتائیں کہ آپ نے مرہا کو کہاں بھیجا ہے رومان شاہ کے انداز میں اپنی بہن کے لیے فکر تھی۔وہ تڑپ رہا تھا۔اس سے جاننا تھا کہ اس کی بہن کہاں ہے۔

رومان شاہ زیادہ تر اپنی بہن کو خود ہی پک اینڈ ڈراپ کرتا تھا۔بہت ہی کم ایسا ہوتا کہ جب وہ ڈرائیور کے ساتھ جاتی اور اس وقت بھی وہ اپنی ماں کو یہ بول کر جاتا تھا کہ امی جان آپ مرہا کے ساتھ میں جائیں گی۔

مرہا کو گھر سے باہر جانے کی خود بھی عادت نہیں تھی اور رومان شاہ کی طرف سے بھی اس ایسی کوئی خاص آزادی نہیں دی گئی تھی۔وہ ہمیشہ ضرورت کے تحت باہر جایا کرتی اور پھر بھی ساتھ میں رومان شاہ کی ماں ضرور ہوتی تھی۔اس لیے آج مرہا کا اپنی ماں اور بھائی کے بنا غیر حاضر ہونا رومان شاہ کو ہضم نہیں ہو رہا تھا۔



امی جان پلیز بتا دیں کہ مرہا کہاں ہے میرے دماغ کی نسیں پھٹ جائیں گی یہ سوچ سوچ کر کہ میرہا کہاں ہے آپ کی بار رومان شاہ کی آواز تھوڑی اونچی ہو گئی تھی میرب بھی اپنے روم سے نکل کر باہر آگئی۔

رومان مجھے تمہاری پریشانی کی سمجھ نہیں آرہی جب میں بتا رہی ہوں کہ میں نے اسے کہیں بھیجا ہے تو پھر تمہیں جاننے کا اتنا تجسس کیوں ہو رہا ہے۔رومان شاہ کی ماں اصل میں اسے نہیں بتانا چاہ رہی تھی کہ

مرہا شاہ میر کے ساتھ گئی ہے اسے پتہ تھا کہ اگر اس کو بتائے گی تو یہ اور چلائے گا اور غصے میں آجائے گا۔

شاہ میر کا تو نام سن کر ہی رومان شاہ کی زبان کڑوی ہو جاتی تھی۔ اور اس وقت تو معاملہ اس کی بہن کا تھا۔ امی جان آپ زیادتی کر رہی ہیں۔ میں آپ کی ہر بات پر اپنا سر جھکا دیتا ہوں جو کہ میرا فرض ہے۔ لیکن امی جان میں مرہا کے لیے کس قدر پوزیسیو ہوں یہ بات آپ سے بہتر کوئی نہیں جانتا۔ مگر آپ مرہا کے بارے میں مجھے نہ بتا کر بہت غلط کر رہی ہیں۔

رومان شاہ کی آواز میں ایک بھاری پن تھا نہ تو وہ اپنی ماں سے بد تمیزی کر سکتا تھا۔ اور نہ ہی اونچی آواز میں ان سے بات، اس لیے رومان شاہ نے اپنے ہاتھ میں پکڑا ہوا پانی کا گلاس زور سے دبایا تھا۔ جس سے کانچ کا گلاس ٹوٹ گیا اور اس گلاس کے کانچ کے ٹکڑے رومان چاہ کے ہاتھ کے اندر چبھ گئے تھے۔



رومان کے ہاتھ سے خون کے قطرے ٹپ ٹپ فرش پر گر رہے تھے۔ رومان شاہ کی ماں اور میرب دونوں خون دیکھ کر تڑپ کر پاس آئی تھی۔ مگر اس نے ہاتھ کے اشارے سے دونوں کو ہی خود سے پیچھے رہنے کو کہا تھا۔

امی جان پلیز آپ بتا کیوں نہیں دیتی کہ مرہا بھائی کے ساتھ گئی ہے۔ بے اختیار میرب کے منہ سے نکلا تو رومان شاہ نے چونک کر اپنی ماں کی جانب دیکھا۔

امی جان کیا یہ سچ بول رہی ہے۔رومان شاہ کی ماں کی جھکی ہوئی نظریں دیکھ کر رومان شاہ سمجھ گیا تھا کہ میرب سچ بول رہی ہے۔امی آپ نے اس بے غیرت کے ساتھ میری بہن کو کیسے جانے دیا۔

اپنی زبان کو لگام دو رومان شاہ۔اسی وقت شاہ میر مرہا کو لے کر گھر کے دروازے سے اندر داخل ہوا تھا ۔اس نے رومان شاہ کی بات سنی تو غصے سے بڑے بڑے قدم اٹھاتا ہوا پاس آکر چلایا۔

بیوی ہے میری نکاح ہوا ہے اس کا میرے ساتھ تم کسی بھی حق سے اسے میرے ساتھ جانے سے روک نہیں سکتے۔

اور یہ بے غیرت تم نے کس کو کہا ہے خبردار جو آج کے بعد تم نے مجھے اس طرح کا گھٹیا جملہ بولا تو ۔میں تمہیں گھٹیا جملہ نہیں بول سکتا اور تم گھٹیا حرکت کر کے میری بہن کو اپنے ساتھ لے جاسکتے ہو۔

دونوں ایک دوسرے کا گریبان پکڑے ہوئے کھڑے تھے۔بیوی ہے میری اگر میں اسے اپنے ساتھ لے کر گیا ہوں تو اس میں اتنا اچھلنے والی کیا بات ہے۔

اپنی بکواس بند کرو اور بار بار اپنے منہ سے میری بہن کو بیوی بولنا بند کرو گھٹیا انسان۔رومان شاہ نے اپنا پسٹل کمر سے نکالتے ہوئے اس کے کنپٹی پر رکھ دیا تھا۔رومان بیٹا پاگل ہو گئے ہو اس کو نیچے کرو۔رومان شاہ کی ماں رومان کا پسٹل والا ہاتھ پکڑ کر نیچے کر رہی تھی۔تم یہ پسٹل دکھا کر کس کو دھمکا رہے ہو سارا

دن ان کھیلوں سے کھیلنا میرا کام ہے۔شاہ میر نے رومان شاہ کا کالر پکڑ کر کھینچتے ہوئے اپنا پسٹل اس کے کنپٹی پر تان لیا تھا۔میرہا اور میرب دور کھڑی ہوئی یہ سارا تماشا دیکھ کر روئے جا رہی تھی۔

تم دونوں میں ذرا سا بھی لحاظ ہے کہ تم دونوں میرے سامنے کھڑے ہوئے یہ کیا کر رہے ہو۔رومان شاہ کی ماں اونچی آواز سے غصے میں بولی تو دونوں نے اپنے اپنے پسٹل نیچے کر کے اپنی جیب میں رکھ لیے ۔وہ دونوں اب شرم سے نظریں جھکائے ہوئے کھڑے ایک دوسرے کو گھور رہے تھے۔

امی جان آپ نے مجھے اپنا بیٹا کہا تھا اور آپ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ آپ وقت آنے پر خود مرہا کو میرے ساتھ رخصت کریں گی۔تو اب میں چاہتا ہوں کہ آپ میرہا کو میرے ساتھ رخصت کر دیں۔ شامیر رومان شاہ کی ماں سے مخاطب تھا۔

سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کہ میں تمہارے ساتھ اپنی بہن کو رخصت کروں اپنے دل سے یہ بات نکال دو رومان شاہ، شاہ میر پر چلایا۔رومان شاہ صرف تم ہی ضدی نہیں ہو۔میں تم سے بھی بڑا ضدی ہوں اور اب یہ میری بھی ضد ہے کہ مجھے اسی ہفتے میں مرہا کی رخصتی چاہیے۔شاہ میر کا انداز فیصلہ کن تھا۔

شاہ میر بیٹا میں نے جو وعدہ کیا ہے میں اسے پورا کروں گی تم فلحال چلے جاؤ اور اسی ہفتے کے اندر میں مرہا کی رخصتی کر دوں گی۔

رومان شاہ کی ماں نے شامیر کی طرف دیکھ کر اپنا فیصلہ سنایا۔امی مجھے ابھی نہیں جانا مجھے پڑھنا ہے۔دور کھڑی ہوئی مرہا جو رو رہی تھی اس نے بھی اپنا موقف بیان کیا۔

تم چپ کر کے اپنے کمرے میں جاؤ میرب اس کو لے کر کمرے میں جاؤ تم دونوں۔رومان شاہ کی ماں نے غصے سے میرہا اور میرب کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔اور شاہ میر تم بھی جاؤ میں تم سے فون پر بات کروں گی بیٹا فلحال تم چلی جاؤ۔رومان شاہ غصے سے شاہ میر کی جانب دیکھ رہا تھا۔

شاہ میر رومان شاہ کی ماں سے سر جھکا کر پیار لیتے ہوئے وہاں سے چلا گیا۔امی جان آپ نے مجھ سے بنا پوچھے میرہا کی رخصتی کرنے کا فیصلہ کیسے کر لیا امی جان آپ آج مجھے ایک بات بتا دیں کہ مرہا کے معاملے میں میرے فیصلے کی کوئی اہمیت ہے یا نہیں رومان شاہ اپنی ماں سے بہت خفا تھا۔

رومان تمہارے ہر فیصلے کی اہمیت ہے لیکن بیٹا بیٹیوں کے معاملے اس طرح سے حل نہیں کیے جاتے جس طرح سے تم اپنی انا کا مسئلہ بنا کر کر رہے ہو۔تم نے ایک چھوٹی سی بات کو اتنا بڑا بنا دیا آج کے پڑھے لکھے دور میں تو لوگ اس بات کو نارمل انداز سے دیکھتے ہیں کہ ایک لڑکا اور ایک لڑکی ایک دوسرے کو سمجھنے کے لیے کچھ وقت ایک دوسرے کے ساتھ گزار لیں تو اس میں کچھ غلط نہیں ہے۔



اور یہاں تو مرہا کا اس کے ساتھ نکاح ہو چکا ہے اور اگر وہ اسے کچھ دیر اپنے سات شاپنگ کروانے کے لیے لے گیا تو اس میں ایسی کیا قیامت آگئی ہے۔امی جان آپ لوگوں کی باتیں مجھے مت سمجھائیں۔اگر لوگ بغیرتوں کی طرح یہ سب کرتے ہیں تو مجھے ان سب میں کوئی انٹرسٹ نہیں ہے۔اپنی بہن کی حفاظت کرنا میرا فرض ہے۔لوگ کیا کرتے ہیں مجھے ان سے کوئی لینا دینا نہیں۔

تو ٹھیک ہے پھر تم اپنی بہن کو رخصت کر دو تا کہ یہ روز کی کچ کچ ختم ہو جائے۔ کیسے رخصت کر دوں ابھی تو اس کی پڑھائی مکمل نہیں ہوئی آپ کو جلدی کس بات کی ہے مجھے تو یہ سمجھ میں نہیں آرہی۔

رومان اب مرہا کا رخصت کر دینا ہی بہتر ہے اور رہی بات پڑھائی کی تو میری شامیر سے بات ہو چکی ہے۔ وہ شادی کے بعد بھی مرہا کی پڑھائی پر کوئی پابندی عائد نہیں کرے گا۔ مرہا اپنی مرضی سے جتنا چاہے اور جب تک چاہے پڑھ سکتی ہے۔

گڈ ویری گڈ امی جان جب آپ سارے فیصلے کر چکی ہیں۔ سب کچھ ڈن ہے تو پھر تو بات کی کوئی گنجائش ہی نہیں بچتی۔



رومان شاہ غصے سے قدم اٹھاتا ہوا اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔ روم کے اندر جاتے ہی اس نے روم کا دروازہ ٹھک کر کے بند کر دیا۔ روم کا دروازہ اتنی زور سے اس نے مارا تھا کہ اندر بیٹھی ہوئی میرب بیڈ سے اچھل کر کھڑی ہو گئی۔

رومان شاہ نے اندر آتے ہی اپنا غصہ اتارنے کے لیے سامنے پڑی ہوئی شیشے کی ٹیبل کو زور سے پاؤں مارا۔رومان شاہ کا غصہ دیکھ کر میرب ڈر سے سمٹی ہوئی ایک سائیڈ پر کھڑی ہوئی تھی۔

یہ سب کچھ تمہاری وجہ سے ہو رہا ہے سارے فساد کی جڑ تم ہو تمہاری وجہ سے میری بہن کی زندگی بھی خراب ہو گئی ہے۔رومان شاہ نے میرب کے سر پر ہاتھ رکھ پیچھے سے بالوں کو پکڑ کر کھینچتے ہوئے کہا۔اچانک یوں بال کھینچنے سے میرب کی آنکھوں میں آنسوں آ گئے تھے میرب کو تو لگ رہا تھا کہ آج اس کے بال شاہ نے جڑ سے ہی اکھاڑ دینے ہیں۔

شاہ پلیز چھوڑیں مجھے درد ہو رہا ہے ہونے دو درد جو درد تم دونوں بہن بھائیوں کی وجہ سے ہم دونوں بہن بھائی فیس کر رہے ہیں۔اس کا حساب تمہارا باپ دے گا۔شاہ آپ کے ہاتھ سے خون نکل رہا ہے۔میرب رومان شاہ کے ہاتھ سے نکلتے ہوئے خون کو دیکھ کر تڑپ کر بولی تھی۔نکلنے دو میری بات کو بدلو مت رومان شاہ قہر برساتی ہوئی آنکھوں سے میرب کو دیکھ رہا تھا۔جتنا درد مجھے تمہاری شکل دیکھ کر ہوتا ہے اس سے زیادہ تکلیف مجھے یہ کانچ کے ٹکڑے لگنے سے نہیں ہو سکتی۔شاہ کیوں ہر بات کے لیے آپ مجھے ذمہ دار ٹھہرا دیتے ہیں ہاں میں نے آپ سے پیار کیا ہو گئی مجھ سے غلطی، آپ کو حاصل کرنے کے لیے میں نے اپنی جان لینی چاہیے ہو گئی مجھ سے غلطی، مگر اس سے آگے میں نے کچھ نہیں

کیا مرہا کو اغوا کر کے لے جانا اور اس سے نکاح کرنا یا آپ کا زبردستی مجھ سے نکاح کروانا اس سب میں میرا کوئی ہاتھ نہیں ہے تو پلیز آپ مجھے ہر بات کے لیے قصوروار ٹھہرانا بند کریں وہ درد سے روتی ہوئی بول رہی تھی۔

تم جتنی مرضی دلیلیں دے لو مگر سچ یہی ہے کہ نہ تمہاری نظر مجھ پر پڑتی اور نہ تم اپنی جان لینے والا ڈرامہ کرتی یہ سب کر کے تم نے مجھے تو حاصل کر لیا مگر میری بہن کی زندگی میں اپنے گھٹیا بھائی کو شامل کر کے تم نے میرے بہن کی زندگی بھی خراب کر دی۔۔

شاہ بس کر دے پلیز اللہ کا واسطہ ہے بس کر دے حد ہوتی ہے غصے کی، کس بات کا بدلہ لے رہے ہیں ۔میں نے آپ سے محبت کی اس بات کا بدلہ لے رہے ہیں۔ایسا کیا گناہ کر دیا ہے میں نے جو آپ مجھے معاف نہیں کر سکتے۔ مجھ سے زبان درازی مت کرو رومان شاہ میرب کے جبڑے کو اپنے ہاتھ سے زور سے پکڑ کر کھڑا تھا۔ آپ ایک کام کریں میرا گلا ہی دبا دیں۔ میرب رومان شاہ کا ہاتھ اپنے منہ سے ہٹاتے ہوئے غصے سے بول رہی تھی۔

میرا بس چلے تو میں تمہارا گلا بھی دبا دوں۔ بس آپ کا ہے مجھ پر آپ دبا دیں میرا گلا۔۔ روز روز کی اذیتوں سے جان چھوٹ جائے گی۔ میں نے تو آپ کو خود پر سارے بس اور حق دیے ہوئے ہیں۔۔

اگر آپ کے ہاتھوں سے مروں گی تو میرے لیے یہ بھی شرف کی بات ہو گی۔۔ نہیں دیکھی جاتی آپ کی آنکھوں میں اپنے لیے اتنی نفرت۔ آج میرب کے صبر کا پیمانہ بھی چھلک گیا تھا۔

وہ رومان شاہ کے ہاتھوں کو پکڑ کر اپنی گردن پر رکھ کر دبانے کو کہہ رہی تھی۔ نہیں ایک بار تمہیں مار کر اذیتوں سے چھٹکارا دے دینا تو تمہاری لیے خلاصی ہو گی۔اور تمہاری جان کی خلاصی ہی تو میں نے ہونے نہیں دینی۔یہ تو طے تھا کہ میں تمہیں اتنی اذیتیں دوں گا کہ تم پچھتاؤ گی کہ تم نے کس کانٹوں بھرے درخت سے اپنا دل لگایا ہے۔

میرب کو بیڈ پر دھکا دیتے ہوئے بڑی حقارت سے اس اسے دیکھتے ہوئے بول رہا تھا۔

شاہ میری بھی اپنے خدا سے دعا ہے کہ ایک دن آپ کے دل کو میرے لیے اتنا موم کر دے کہ آپ کے دل کی ہر دیوار پر میرب میرب لکھا ہو۔وہ دن کبھی نہیں آئے گا جب رومان شاہ کے دل پر تمہارا نام لکھا ہو۔ آئے گا شاہ وہ دن ضرور آئے گا۔مجھے یقین ہے کہ میرا رب میری محبت اور میرے آنسوں کو رائیگاں نہیں جانے دے گا۔

وہ رب جو اپنے بندے سے 70 ماؤں جتنا پیار کرتا ہے۔وہ کیسے میری تڑپ کو نہیں دیکھے گا۔ایک دن آپ کی نفرت میری سچی اور کھری محبت کے سامنے گھٹنے ٹیکے گی۔ایک دن آئے گا کہ جب آپ کی

آنکھیں صرف میرب کو دیکھنا چاہیں گی۔ ایک دن آئے گا کہ آپ کے کان صرف میرب کو سننا چاہیں گے۔ ایک دن آئے گا کہ میرا لمس آپ کا جنون بن جائے گا۔

مگر میری بھی اپنے خدا سے دعا ہے کہ اس دن میں آپ کے پاس نہ رہوں۔ آپ بھی تڑپے میری محبت کے لیے جس طرح میں تڑپ رہی ہوں۔ آپ کی محبت کے لیے اور میرے حصے میں آپ کی نفرت آ رہی ہے۔ تو آپ کے حصے میں میری جدائی آنی چاہیے۔

میرب اتنے درد اور طیش سے یہ الفاظ بول رہی تھی کہ رومان شاہ کے جسم میں ایک جھرجھری سی اٹھی تھی۔ اپنی بکواس بند کرو تم رہی اتنی پیر بابا جو یوں بد دعائیں دے رہی ہو۔

۔پیر بابا نہیں ہوں مگر ایک انسان ضرور ہوں۔ میرا یقین ہے کہ میرا رب دعائیں اور بد دعائیں سنتا ہے ۔وہ روتے ہوئے اپنی ہتھیلیوں کو رگڑ کر بے دردی سے اپنے آنسوں صاف کر رہی تھی۔

اتنی جلدی دعاؤں اور بد دعاؤں پر اتر آئی ہو۔ تمہیں تو بہت عشق تھا نا رومان شاہ سے، کہاں گیا تمہارا عشق لگتا ہے بھوت آہستہ آہستہ اترنا شروع ہو گیا ہے۔

۔میرب کی حالت دیکھ کر رومان شاہ کا لہجہ تھوڑا نرم پڑ گیا تھا۔اب بھی عشق ہے مگر آپ کے کڑوے الفاظ مجھ سے سنے نہیں جاتے۔۔وہ روتے ہوئے اٹھ کر اپنا دوپٹہ بیڈ سے کھینچتے ہوئے گلے میں ڈال کر روم سے باہر جانے لگی تھی۔کہاں جارہی ہو۔۔مرنے جارہی ہوں۔بعد میں مرلینا پہلے میرے لیے کچھ کھانے کو لے کر آؤ۔اور سنو زہر مت ڈال کر لانا۔میرب کو چپ کر کے جاتے ہوئے دیکھ کر اسے بلانے کے لیے رومان شاہ نے پیچھے سے آواز دی۔

آپ کی جان لینے سے پہلے میں خود نا مر جاؤں۔وہ دروازے سے نکلتیں ہوئے اپنے جملوں سے اپنی محبت کا اظہار کر گئی تھی۔

وہ دروازہ بند کر کے جا چکی تھی مگر اس کے جاتے ہوئے جملوں سے جو وہ بول کر گئی تھی۔رومان شاہ کے سخت ایٹیٹیوڈ والے چہرے پر کچھ سیکنڈ کی مسکراہٹ آئی تھی۔میرب کے جانے کے بعد رومان شاہ واش روم میں آ گیا وہ اپنے ہاتھوں کو بیسن پر کھڑا ہوا دھو رہا تھا۔

اس کے دل کش مردانہ ہاتھ سے خون بڑی روانی کے ساتھ پانی سے دھل کر بہہ رہا تھا۔پورا بیسن لال رنگ میں نہایا ہوا تھا۔وہ اپنے ہاتھ دھو کر کمرے میں آ گیا۔روم میں آ کر ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑے ہو کر۔اپنے ہاتھ کی ڈریسنگ کر رہا تھا۔پائیوڈین سے سارے زخم روئی کے ساتھ صاف کر کے ہاتھ پر بینڈج لگا دیا۔۔۔

میرب رومان شاہ کے لیے کھانا گرم کر کے ڈش کے اندر رکھ رہی تھی۔اور ساتھ میں روتے ہوئے اپنے آنسوں صاف کر رہی تھی۔میرب !جی۔کیا کر رہی ہو؟رومان شاہ کی ماں کیچن میں سے آتی ہوئی آوازیں سن کیچن کی طرف آئی تھی۔امی جان شاہ کے لیے کھانا گرم کر رہی ہوں۔بیٹا تم رو رہی ہو ۔نہیں امی جان میں کیوں روؤں گی۔وہ اپنے آنسوں چھپانے کے لیے اپنا رخ موڑ کر مائیکرو ویو سے کھانا نکالنے لگی۔رومان نے کچھ کہا۔نہیں امی جان کچھ نہیں ہوا آپ پریشان نا ہو۔جب بیٹی رو رہی ہو تو ماں پریشان نہ ہو ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔رومان شاہ کی میرب کا رخ اپنی طرف موڑ کر اپنے ہاتھوں سے اس کے آنسوں صاف کر رہی تھی۔

کیا کہا ہے رومان نے مجھے بتاؤ میں اس سے بات کرتی ہوں۔نہیں امی جان انہوں نے کچھ نہیں کہا میرے سر میں درد ہو رہا ہے اس لیے میری آنکھوں میں آنسوں آ گئے تھے۔تم بھی اس اکڑوں کے ساتھ کھانا کھا لینا اور ٹیبلٹ بھی کھا لینا۔میں مرہا کے ساتھ کھا لوں گی۔جی وہ صرف اتنا ہی بول سکی تھی۔اس گلے میں آنسوں اٹکے ہوئے تھے۔وہ اپنے آنسوں نہیں دیکھانا چاہتی تھی۔وہ ٹرے اٹھا کر جلدی رومان شاہ کی نظروں سے اوجھل ہو گئی۔رومان شاہ کی ماں کی تجرباکار آنکھوں سے میرب اپنے آنسوں چھپانے کے باوجود بھی وہ دیکھ چکی تھی۔

رومان کب تک تم اس لڑکی کو مہک کی بے وفائی کی سزا دیتے رہو گے۔رومان شاہ کی ماں لمبی سانس کھینچتے ہوئے سوچ کر رہ گئی تھی۔۔

میرب رومان شاہ کے لیے روم میں رکھی ہوئی ٹیبل پر کھانا لگا رہی تھی۔رومان شاہ سامنے صوفے پر بیٹھ کر بظاہر تو اپنے فون پر کچھ دیکھ رہا تھا۔ مگر اس کی نظر میرب پر تھی۔ جو اپنے ہاتھوں سے بار بار اپنے آنسوں صاف کر کے چھپا رہی تھی۔

شاہ کھانا لگ گیا ہے کھالیں۔ تم کہا جا رہی ہو۔ آپ کو مجھ سے کوئی کام ہیں۔یہ میرے سوال کا جواب نہیں ہے۔میں کچھ دیر کے لیے روم سے باہر جانا چاہتی ہوں۔ کیوں ؟ تا کہ کھانا کھاتے ہوئے میری منہوس شکل دیکھ کر آپ کا موڈ خراب نہ ہو۔وہ دروازے کے ہینڈل پر اپنا ہاتھ رکھ کر باہر جانے کے لئے تیار کھڑی تھی۔اس کا رخ باہر کی جانب تھا۔

واپس آؤ۔کیوں ؟ مجھے تمہاری شکل دیکھ کر کھانا کھانا ہے۔ مگر آپ خود ہی تو کہتے ہیں کہ مجھے دیکھ کر آپ موڑ خراب ہو جاتا ہے۔

مجھ سے زبان درازی کرنے کی ضرورت نہیں ہے جب کہا ہے کہ واپس آؤ "اس کا مطلب واپس آؤ۔۔رومان شاہ کی رعب دار آواز روم میں گونجی تھی۔رومان شاہ کی رعب دار آواز کے بعد میرب مجبوری کے مارے چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی ہوئی واپس پلٹ آئی تھی۔وہاں نہیں میرے پاس آکر بیٹھو رومان شاہ نے صوفے کی طرف آنکھ سے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

میرب کچھ کہنا چاہتی تھی مگر رومان شاہ کی رعبدار آواز کے بعد اس کی رعبدار نظروں کو دیکھ کر چپ چاپ دونوں ہاتھ گود میں رکھ کر صوفے پر بیٹھ گئی۔ کھانا کھاؤ مجھے بھوک نہیں ہے۔ کھاؤ گی تو لگ

جائے گی رومان شاہ خود نیوالہ توڑ کر اپنے منہ میں ڈالتا بولا۔ کیا فارسی میں بولا ہے میں نے جو تمہیں سمجھ نہیں آیا۔

میرب کو کھانا نہ کھاتے دیکھ کر رومان شاہ نے کھانا کھاتے ہوئے اپنی نظریں اٹھا کر میرب کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ مجھے بھوک نہیں ہے تو اب میں زبردستی کیسے کھاؤں۔ کم سے کم کھانا کھانے میں تو میری خود کی مرضی رہنے دے۔ تمہیں تمہاری مرضی سے سانس لینے دیتا ہوں، اتنا کافی نہیں ہے، نوالہ بنا کر میرب کے منہ کے آگے کرتے ہوئے کہا۔ تو مت لینے دیا کریں سانس۔ میں نے تو کہا ہے کہ گلا دبا کر بند کر دیں میری سانسیں ہمیشہ کے لیے۔ جب تمہاری سانسیں بند کرنی ہوں گی۔

تو اس کے لیے مجھے تمہاری اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔ اور گلا دبا کر سانسیں بند کرنے کے علاوہ بھی مجھے بہت سارے طریقے آتے ہیں۔

جب موقع ملے گا تو پہلے ان طریقوں سے تمہاری سانسیں روک کر تمہاری جان نکالوں گا۔ اس کی نظروں میں کچھ ایسا تھا کہ میرب گھبرا سی گئی تھی۔

اب کھانا کھاؤ یا سارا کھانا میرے ہاتھ سے کھانے کا ارادہ ہے۔ رومان شاہ ایک نوالہ کھلانے کے بعد میرب پر تنگ کر رہا تھا۔

خود کھالوں گی میں اللہ تعالی نے مجھے ہاتھ دیے ہیں رومان شاہ کے طنز پر میرب نے نظر جھکائے ہوئے غصے سے کہا تھا۔ چلو پھر اپنے ہاتھوں کا استعمال کرکے دکھاؤ وہ میرب سے باتیں کرتے ہوئے ساتھ میں خود کھانا کھا رہا تھا۔

ooooooo

یار یہ ڈاکٹر شاہ زیب اتنا سڑا ہوا کیوں رہنے لگا ہے یہ تو بہت خوش مزاج ہوا کرتا تھا۔

شاہ زیب کو کافی دنوں سے ہر جونیئر سے غصے سے بولتے ہوئے دیکھ کر۔ آج ڈاکٹر شاہ زیب کا ایک ساتھی ڈاکٹر دوسرے ساتھی ڈاکٹر سے ڈاکٹر شاہ زیب کے بارے میں تبصرہ کر رہا تھا۔

ڈاکٹر ہما بھی کافی دنوں سے یہ نوٹ کر رہی تھی کہ ڈاکٹر شاہ زیب کافی روڈ بیہیو کر رہے ہے۔ مگر ڈاکٹر شاہ زیب کا منہ دیکھ کر پوچھنے کی ہمت نہیں کر پا رہی تھی۔ شازیب اپنے آفس میں بیٹھ کر فون پر مرہا کی پیچر دیکھ رہا تھا۔ جو اس نے رومان شاہ کی بارات والے دن لی تھی۔ ڈاکٹر شاہ زیب میرہا کو بھول نہیں پا رہا تھا۔ اس نے کتنے خواب سجائے تھے اپنی آنکھوں میں مرہا کو لے کر جو ایک ہی جھٹکے میں چکنا چور ہو گئے۔ کیوں اے سی پی کیوں تم نے مجھ سے ایک ہی پل میں سب کچھ چھین لیا۔ کیوں پوری دنیا میں تمہاری نظر مرہا پر ہی جا کر ٹھہر گئی۔ شازیب خود سے ہی سوال کیے جا رہا تھا جب ڈاکٹر ہما آفس کے اندر داخل ہوئی۔ میں اندر آسکتی ہوں ڈاکٹر شاہ زیب۔ جی جی آیئے آیئے ڈاکٹر ہما۔ شاہ زیب

دروازے کی طرف دیکھتا ہوا اپنے خیالات کی دنیا سے باہر آیا۔ڈاکٹر شاہ زیب پتہ نہیں مجھے پوچھنا چاہیے یا نہیں مگر میں آپ کو لے کر کافی پریشان تھی آپ کافی اب سیٹ نظر آرہے ہیں۔

تو میں پوچھنا چاہتی تھی کہ گھر میں سب کچھ ٹھیک ہے کوئی سیریس پرابلم تو نہیں۔ڈاکٹر ہما کرسی پر بیٹھتے ہوئے بہت فکر کرنے والے انداز سے پوچھ رہی تھی۔

ڈاکٹر ہما پہلے دن سے ہی ڈاکٹر شاہ زیب کی پرسنلٹی سے بہت متاثر تھی۔عمر میں تو وہ ڈاکٹر ہما سے بڑا تھا۔مگر اس کی پرسنلٹی کو دیکھ کر پہلے دن سے ہی وہ ڈاکٹر ہما کو کافی اچھا لگا وہ اپنے دل میں ڈاکٹر شاہ زیب کے لیے ایک خاص احساس رکھتی تھی۔

اسی لیے اس وقت وہ ڈاکٹر شاہ زیب کے لیے کافی فکرمند نظر آرہی تھی۔جی جی اللہ کا شکر ہے سب ٹھیک کوئی پریشانی نہیں ہے۔ڈاکٹر شاہ زیب اپنی پریشانی ڈاکٹر ہما پر نہ ظاہر کہتے ہوئے بالکل نارمل انداز سے بول رہا تھا۔

ڈاکٹر ہما بالکل بھی شاہ زیب کی بات سے متفق اور مطمئن نہیں تھی لیکن منہ سے کچھ نہیں کہا نارمل بیہو کرتے ہوئے ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگی۔مگر بیچ میں وہ ٹٹولتی ہوئی نظروں سے ڈاکٹر شاہ زیب کے

چہرے کا درد جانے کی کوشش کر رہی تھی۔جو شاہ زیب کے چھپانے کے باوجود اس کے اندر کے ڈپریشن کی وجہ سے اس کے چہرے پر نظر آرہا تھا۔

oooooooo

رومان بیٹا ایک بھائی کی طرح نہیں ایک باپ بن کر سوچو گے تو میرا فیصلہ غلط نہیں ہے۔

ہم مرہا کے ماتھے پر گھر بیٹھے ہوئے یہ طلاق کا کلنک کیوں لگوائیں۔

تم تو میرے اتنے سمجھدار بیٹے ہو کیوں تمہیں میری بات سمجھ میں نہیں آرہی۔رومان کیوں تم نے مرہا کی رخصتی کو اپنی ضد اور انا کا مسئلہ بنا لیا ہے۔

رومان شاہ کی ماں نے رومان شاہ کو اپنے روم میں بلوایا تھا۔بات کرنے کے لیے اب وہ اپنے بیٹے کو پاس بٹھا کر اس کی کمر پر اپنا ہاتھ رکھ کر پیار سے سہلاتے ہوئے بول رہی تھی۔



امی جان مجھے مرہا کے لیے وہ شخص پسند نہیں ہے۔آپ میری اتنی سی بات کیوں نہیں سمجھ رہی۔

میں آپ کی ہر بات پر عاجزی سے سر جھکا دیتا ہوں۔اب بھی میرا کوئی مقصد نہیں ہے کہ میں اپنی امی جان کا دل دکھاؤں یا ان کی کسی بات یا کسی فیصلے کو رد کروں مجھے پرابلم اس شخص سے ہے۔

میں اس کو مرہا کے لیے ایکسیپٹ نہیں کر سکتا رومان شاہ نے بہت نرمی سے اپنی امی جان کو اپنی صفائی میں دلیل دی۔

رومان اگر تم اپنی انا غصے اور جن حالات میں یہ رشتہ ہوا ہے ان کو ایک سائیڈ پر رکھ دو۔اس کے بعد مجھے بتاؤ کہ شاہ میر میں ناپسند کرنے والی کون سی چیز ہے۔وہ پڑھا لکھا ہے خوب صورت ہے ایک اچھی پوسٹ پر فائض ہے۔
ایک اچھے خاندان سے تعلق رکھتا ہے اور سب سے بڑھ کر تمہاری بہن کو پسند کرتا ہے۔میں نے اس کی نظروں میں مرہا کے لیے پسیندگی دیکھی ہے۔



آج کے دور میں ایسے رشتے ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتے اور خدا نے تمہاری بہن کے لیے گھر بیٹھے ایک اچھا رشتہ دیا ہے۔
تو ہم اسے صرف انا کی بھیٹ کیوں چڑھائیں۔اور جو وہ عمر میں مرہا سے اتنا بڑا ہے اس کا کیا۔۔۔وہ مرہا سے 12 سال بڑا ہے۔کوئی بات نہیں رومان تم بھی تو میرب سے آٹھ سال بڑے ہو۔

ہاں تو امی جان میں نے میرب کو شادی کے لیے فورس نہیں کیا وہ تو خود زبردستی میری زندگی میں گھس آئی ہے۔

میرب جو اپنی ساس کے روم میں ان کے لیے چائے لے کر آئی تھی دروازے پر ہی اپنی تعریف سن کر کھڑی ہو گئی۔

رومان شاہ نے ایک نظر اٹھا کر میرب کی جانب دیکھا تھا۔ میرب چائے اپنی ساس کے پاس ٹیبل پر رکھتے ہوئے واپس پلٹ گئی۔

رومان کبھی سوچ کر بھی بول لیا کرو ہمیشہ تم اس بچی کا دل دکھاتے رہتے ہو تمہیں تو خوش ہونا چاہیے کہ وہ تم سے اتنا پیار کرتی ہے۔



کہ اپنی جان کی بھی اس نے پرواہ نہیں کی مگر تم ہر وقت طنز کر کر کے اس بچی کا دل جلاتے رہتے ہو اور وہ اتنی صابر ہے کہ میرے پوچھنے پر بھی کبھی اپنے لبوں پر تمہاری شکایت نہیں لے کر آتی۔

۔آپ اپنی بہو کے گنگان بعد میں گا لیجئے گا پہلے آپ مدے کی بات کریں۔مدے کی بات یہی ہے کہ اگلے اتوار کو میں میرہا کی رخصتی فکس کر رہی ہوں۔

اور میرے خیال سے میں نے تمہیں بہت اچھی طرح سے سمجھا دیا ہے اب تم کوئی بھی مسئلہ مت کھڑا کرنا رومان اپنی بہن کو راضی خوشی رخصت کرواور اپنے فرض سے سرخرو ہو جاؤ۔

اور کل میرب کو ساتھ لے جا کر مرہا کی شاپنگ کروا دینا۔امی جان آپ چلے جانا مجھے کچھ ضروری کام ہے۔

رومان باقی سب کام بعد میں ہوتے رہیں گے کل تم میرب اور مرہا کو ساتھ لے جا کر مرہا کی شاپنگ کرواؤ گے۔

میں نے تمہیں پہلے بھی کہا ہے کہ باپ بن کر سوچو اور اپنا ظرف بڑا کرو شاہ میر کے لیے۔بس میرے ظرف کو آزمانے کے لیے گھٹیا اے سی پی ہی بچا تھا۔

رومان شاہ نے غصے سے نظریں پھیر کر کہا۔

اور میرب کو بھی شاپنگ کروانا جب سے رخصت ہو کر اس گھر میں آئی ہے سوائے تم نے اسے رلانے کے اور کچھ نہیں دیا۔ہاں تو کس نے کہا تھا کہ زبردستی شادی کرے۔

زبردستی شادی کے ایسے ہی انجام ہوتے ہیں رومان شرم کرو اپنی بیوی کے بارے میں بولتے ہوئے کبھی سوچ بھی لیا کرو اب وہ عزت ہے تمہاری رومان شاہ کی ماں نے سرد لہجے سے کہا تو رومان شاہ اجازت طلب کرتے ہوئے اپنی امی جان کے کمرے سے نکل کر اپنے روم کی طرف چلا آیا۔

۔دروازہ کھول کر اپنے روم کے اندر آیا تو روم میں لائٹ آف کر کے میرب سو چکی تھی۔اس نے لائٹ آن کی اور سوتی ہوئی میرب پر ایک گہری نظر ڈالی۔ کبرڈ سے اپنا نائٹ سوٹ نکالا اور واش روم میں چلا گیا اور نائٹ سوٹ پہن کر واپس آکر بیڈ پر بیٹھ گیا۔

میرب گہری نیند میں سو رہی تھی اس کی کروٹ رومان شاہ کی طرف ہی تھی۔رومان شاہ نے گہری نظروں سے میرب کے خوبصورت چہرے کی جانب دیکھا۔میرب کے نازک سے گال کے اوپر رومان شاہ کی انگلیوں کے نشان تھے۔جو آج اس نے اس کے جبڑے کو پکڑ کر اسے دیے تھے۔

میرب کے نازک سے گالوں پر رومان شاہ کی انگلیوں کے پڑے ہوئے نشان اس کی گالوں کو اور بھی خوبصورت بنا رہے تھے۔
یا پھر یوں کہیں کہ رومان شاہ کو اپنے دیے ہوئے نشان میرب کے نازک گلابی گالوں پر بہت خوبصورت لگ رہے تھے۔

رومان شاہ نے نظر بھر کر میرب کے پنک ہونٹوں کی جانب دیکھا تھا جو نمی سے بھرپور اپنی بھرپور خوبصورتی کے ساتھ رومان شاہ کی نظروں پر اپنی چھاپ چھوڑ رہے تھے۔

رومان شاہ پاؤں سے بیڈ کور کو کھینچتے ہوئے اپنے اوپر اوڑھ کر اپنی سائیڈ پر لیٹ گیا۔ مگر اس کی نظریں بار بار میرب کے چہرے اور اس کے نیچرل پنک ہونٹوں پر جا کر رک رہی تھی۔ رومان شاہ کو اپنے اندر بہت تیزی سے کچھ بدلتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔

جس کو وہ ایکسیپٹ کرنے کے لیے تیار نہیں تھا مگر اس کا یہ بھرم بہت جلدی ٹوٹنے والا تھا۔

میرب نے گہری نیند میں ہاتھ اٹھا کر رومان شاہ کے سینے پر رکھ دیا۔ آج اتنے سالوں بعد رومان شاہ کا دل ایک بار پھر پوری شدت کے ساتھ دھڑکا تھا۔

رومان شاہ نے میرب کا ہاتھ پکڑ کر اپنے سینے سے ہٹا کر آرام سے بیڈ پر رکھ دیا۔وہ اپنے دل کو پھر سے اجازت نہیں دینا چاہتا تھا کہ وہ کسی کے نام پر یوں دھڑک سکے۔وہ اپنی کروٹ دوسری جانب لے کر آنکھیں بند کر کے سو گیا۔

میرب جو سونے کی ایکٹنگ کر رہی تھی اس آہستہ سے اپنی نم آنکھیں کھولی۔ میرب کو رومان شاہ کا اپنے اوپر سے ہاتھ ہٹانا برا لگا۔اس کا نازک سا دل ٹوٹ سا گیا۔بے اختیار چھت کی طرف دیکھتے ہوئے اس کے لبوں سے دعا نکلی۔

اے اللہ شاہ کے دل میں میری اتنی محبت پیدا کر دے کہ ایک دن جس تڑپ سے میں خود کو شاہ کے پاس لے جانا چاہتی ہوں۔

اسی تڑپ سے شاہ بھی میری جانب اپنے قدم بڑھائے۔میرب نے ہلکے سے اپنے لب ہلاتے ہوئے اپنے رب سے یہ دعا کی تھی۔۔

اسے کیا خبر تھی کہ اس کی دعا کسی اور کے کانوں تک بھی پہنچ گئی ہے۔ میرب رومان شاہ کی طرف سے کروٹ بدل کر دوسری جانب کروٹ لیتے ہوئے سو گئی تھی۔

میرب بہت گہری نیند میں سوتی تھی ہمیشہ میرب کو اس کی ماں سے ڈانٹ پڑا کرتی تھی۔ کہ لڑکی تم تو گدھے گھوڑے بیچ کر سوتی ہو چاہے۔ تمہیں کوئی گھر سے اٹھا کر لے جائے تمہیں تو تب بھی پتہ نہ چلے۔ آج اس کی اسی عادت کا کسی کو بہت فائدہ ہونے والا تھا۔

میرب خود تو گہری نیند میں سو گئی۔ مگر رومان شاہ کی آنکھوں کی نیند اڑا کر سوئی تھی۔ وہ کافی گہری نیند سو رہی تھی۔ رومان شاہ نے اس کی طرف کروٹ لیتے ہوئے سر کو اٹھا کر دیکھا۔ اور رومان شاہ کے ہاتھ نہ چاہتے ہوئے بھی میرب کی جانب اٹھ رہے تھے۔



وہ سوتے ہوئے بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔ رومان شاہ نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر آہستہ سے اس کی کروٹ اپنی جانب کی تھی۔

میرب گہری نیند میں تھی اسے کچھ پتہ نہیں چلا کہ کب اس کی کروٹ بدل کر وہ دشمن جاں اپنی طرف کر چکا تھا۔ میرب کا چہرہ بالکل رومان شاہ کے سامنے اور بے حد نزدیک تھا۔

اب وہ قریب سے اس کے گالوں پر دیے ہوئے اپنے نشانوں کو دیکھ کر۔ اپنے انابی لبوں تلے مسکرا رہا تھا۔ مسکراتے ہوئے اپنے نچلے ہونٹ کو اس نے اپنے دانتوں تلے دبالیا۔

رومان شاہ بے اختیار گہری نیند میں سوتی ہوئی میرب کے چہرے پر جھک گیا۔

اور میرب کی گال جہاں پر اس کے جبڑے کو سختی سے پکڑنے کے نشان تھے۔

رومان شاہ نے وہاں پر اپنے لب رکھ کر بہت زور سے چوما۔اس کے لبوں نے اتنی زیادتی کے ساتھ میرب کے گال کو چوما تھا کہ۔

گہری نیند میں سوتی ہوئی میرب ہلکا سا ہلی تھی۔ آخر رومان شاہ کے لبوں کا لمس تھا تو میرب محسوس کیسے نہ کرتی۔



رومان شاہ کے لبوں نے یہ شرف پہلی بار کسی کو بخشا تھا۔

رومان شاہ اس کے قریب سے قریب تر ہوتا جا رہا تھا۔رومان شاہ اپنے دل کی سن کر اپنی سوچ کے برعکس میرب کے گلے پر جھکا اور وہاں پر اپنی لبوں کے بہکے ہوئے لمس چھوڑ رہا تھا۔

میرب کی شرٹ کے گلے کو کاندھے کی سائیڈ پر تھوڑا سا کھسکاتے ہوئے۔وہ اپنے منہ زور جزباتوں کے آگے گھٹنے ٹیک کر میرب کی گردن پر اپنے لبوں سے تشنگی مٹانے لگا۔

میرب کی دودھ کے جیسی گوری رنگت رومان شاہ کے دل کو اور بہکا رہی تھی۔رومان شاہ نے بڑی گہری نظروں سے اس کے خوبصورت دلکش سراپے کو دیکھا۔جو رومان شاہ کے کثرتی لمبے چوڑے وجود کے سامنے چھوٹی سی نازک حسینہ لگ رہی تھی۔

وہ جتنا میرب کے قریب ہو رہا تھا اتنا ہی خود پر سے کنٹرول کھو رہا تھا۔میرب کی گہری نیند کا رومان شاہ بھرپور فائدہ اٹھا رہا تھا۔

رومان شاہ اس کے نازک سے وجود کو دیکھ کر مسکرایا تھا۔پاگل لڑکی خدا سے دعائیں کر کے میرے دل میں جو اپنے لیے محبت کے پھول کھلا رہی ہو۔



اگر وہ پھول پوری طرح سے کھل گئے۔تو بہت پچھتاؤ گی اپنی مانگی ہوئی دعاؤں پر۔میں تمہاری سانسیں پی جاؤں گا۔بہت چھوٹی اور نازک ہو ابھی بے وقوف لڑکی۔رومان شاہ کی محبت کو جھیلنے کے قابل نہیں ہو۔

رومان شاہ مدہوش سا ہو کر میرب کے وجود پر اپنی محبت کی چھاپے چھوڑ رہا تھا۔رومان شاہ کے آتشی لبوں کی گرمی سے میرب کی گہری نیند میں سانسیں تیز ہونے لگی تھی۔

پاگل لڑکی کہاں تمہاری چھوٹی سی جان اور کہاں آتش فشاں رومان شاہ۔بیوقوف لڑکی کہاں آکر تم نے اپنی جان پھنسالی ہے۔

اپنے آتشی لبوں کے لمسوں سے اس کو گہری نیند میں مچلتا ہوا دیکھ کر رومان شاہ کے لب مسکرا رہے تھے۔

اسے اس معصوم اور بے وقوف لڑکی پر ترس آنے لگا تھا۔رومان شاہ نے پہلی بار اپنے دل میں یہ سوچا تھا ۔کہ کیا یہ اتنی نفرت اور اس کے غصے کی مستحق ہے۔

اس کے دل نے نہ میں جواب دیا۔رومان شاہ نے گہری نیند میں سوتی ہوئی میرب کے ہاتھ کو اٹھا کر اس کی کٹی ہوئی کلائیوں کو دیکھا۔اور باری باری دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر وہاں پر اپنے لب رکھ کر چوم لیا ۔میرب کی نازک سی کلائیوں کو دیکھتے ہوئے رومان شاہ نے مسکراتے ہوئے سوچا۔



کہاں پھنس گئی ہو میرب رومان شاہ،نہ تو تمہاری جان میری نفرت اور غصہ جھیلنے کے قابل ہے۔اور نہ ہی میری محبت اور میری قربت کی تپش جھیلنے کے لائق۔رومان شاہ اپنے لبوں کو سکون دیتے ہوئے میرب کے بارے میں سوچ رہا تھا۔

اس نے تھوڑا سا چہرہ اوپر اٹھا کر میرب کے نازک سے چہرے کو بڑی غور سے دیکھا تھا اور اپنے ہاتھوں کے پیالے میں اس کے معصوم سے چہرے کو لے کر سوتی ہوئی میرب کی پنکھڑیوں پر اپنے آتشی لب رکھ کر اپنی تشنگی سے اس کے لبوں کی نمی پینے لگا تھا۔

اس کے اس عمل سے میرب کے وجود میں ہلچل ہوئی اور وہ گہری نیند سے بیدار ہونے لگی۔ تو رومان شاہ اس سے دور ہٹ کر آنکھیں بند کر کے لیٹ گیا۔

میرب نے آنکھیں کھول کر ادھر ادھر دیکھا گہری نیند میں کچھ نہ سمجھ آنے پر۔ وہ دوبارہ سے سونے کی کوشش کرنے لگی میرب نیند میں ڈر گئی تھی اسے سمجھ نہیں آرہا تھا۔ کہ یہ کیا ہوا اس نے دیکھا کر رومان شاہ سو رہا ہے۔



وہ ڈر گئی تھی تو اس نے جلدی سے اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر خود کو اس کے قریب کر لیا۔ اس کے اس عمل سے رومان شاہ کے لب مسکرا رہے تھے۔

بے وقوف لڑکی مجھ سے ڈر کر مجھ سے ہی چپک رہی ہے۔ حد ہے کتنی بے وقوف ہو تم یہ تو میں نے آج دیکھا ہے۔

وہ مسکراتے ہوئے اپنے دماغ میں سوچ رہا تھا۔ میرب خود کو محفوظ کر کے اس کی کمر میں ہاتھ ڈالے ہوئے۔ پھر سے گہری نیند میں چلی گئی۔ رومان شاہ نے اسے گہری نیند میں دیکھ کر پھر سے اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے خود کے قریب کرتے ہوئے سینے سے لگا لیا۔

میرب کہیں نہ کہیں کامیاب ہو چکی تھی رومان شاہ کے سخت دل کی دیواروں کو ہلانے میں۔
اس کا رب اس کی دعائیں اپنی بارگاہ میں قبول کر رہا تھا۔ رومان شاہ کا دل پگھل رہا تھا میرب کے لیے۔
بے شک میرب اس سب سے بے خبر سو رہی تھی۔ مگر قدرت شائد میرب کی جھولی میں رومان شاہ کی محبت کو ڈالنے لگی تھی۔ اب یہ محبت تھی۔ یا وقتی اٹریکشن یہ تو وقت بتائے گا۔۔

میرب کی آنکھ فجر کی نماز کے لیے کھلی تو وہ بیڈ سے اٹھنے لگی۔ میرب کی ساس ایک بہت ہی نیک خاتون تھی اور پانچ وقت کی نمازی وہ اکثر میرب کو نماز کی تاکید کیا کرتی تھی۔

اس لیے اب میرب تقریباً پانچ وقت کی نماز ادا کرنے لگی تھی۔ آج بھی اس کی فجر میں خود سے ہی آنکھ کھلی تو وہ نماز کی نیت سے بیڈ سے اٹھنے لگی تھی۔

تو اسے اپنی اوپر بھاری پن محسوس ہوا۔ میرب نے آنکھیں ملتے ہوئے دیکھا تو اپنے اوپر رومان شاہ کو پایا۔ جو گہری نیند میں سویا ہوا اپنا ہاتھ میرب کے اوپر سے گزارتا ہوا آدھے سے زیادہ میرب کے اوپر لیٹا ہوا سو رہا تھا۔

اس کے خراٹے یہ بتا رہے تھے کہ وہ اس وقت گہری نیند میں ہے۔ رومان شاہ کو اپنے اتنے قریب پا کر میرب کی دھڑکنیں اوتھل پوتھل ہونے لگی تھی۔

دل دھک دھک کرنے لگا تھا۔ وہ بار بار اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر رہی تھی۔ رومان شاہ کی اتنی نزدیکی نے اس کا گلا تک خشک کر دیا تھا۔ اب میرب بی بی کو کیا پتہ تھا کہ شاہ رات کو اس کی نیند کا کتنا فائدہ اٹھا کر سویا تھا۔

میرب نے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے سوچا کہ اللہ میاں آپ نے میری دعا اتنی جلدی سن لی۔ میں نے رات کو دعا کی اور آپ نے فجر میں میری دعا قبول کر لی۔

میرب نے نماز پڑھنے کے لیے جانا تھا اس لیے رومان شاہ کو دھکیل کر اپنی اوپر سے سائیڈ پر کرنا چاہا۔ افففففف اللہ میاں کتنا بھاری شریر ہے۔

میرب کے دھکیلنے سے رومان شاہ اپنی جگہ سے ٹس سے مس بھی نہیں ہوا تھا۔ میرب کی بڑ بڑ سے رومان کی نیند ڈسٹرب ہوئی تو اس کی آنکھ کھل گئی۔ اگر میرا شریر بہت بھاری ہے تو جو رات کو تم نے اپنا ڈھائی کلو کا ہاتھ میری چھاتی پر رکھا ہوا تھا۔
اس کے بارے میں کیا خیال ہے رومان شاہ اس کے اوپر سے ہٹ کر اپنی جگہ پر لیٹتے ہوئے بولا۔

میں نے کب آپ کے سینے پر ہاتھ رکھا تھا میرب جلدی سے بستر سے اٹھتی ہوئی اپنی چپلیں پہننے لگی۔ اور رومان شاہ کو ایسے نظر انداز کر رہی تھی جیسے اس کی چوری پکڑی گئی ہو۔
کہاں جا رہی ہو رومان شاہ کی رعبدار آواز سے میرب کے قدم رک گئے۔ نماز پڑھنے جا رہی ہوں ویری گڈ امی جان کی صحبت میں تم تو نیک سیرت بن گئی ہو۔
چلیں اپ تو ہمیشہ سے امی جان کے پاس رہتے ہیں آپ کی سیرت تو بہت زیادہ اچھی ہو گی۔ اس لیے آپ بھی اٹھ کر فجر کی نماز پڑھ لیں۔ میرب بنا پلٹ کر دیکھے جاتے جاتے بول کر گئی تھی ,

○○○○○○

رومان شاہ فجر کی نماز ادا کر کے واپس سو گیا تھا سردیوں کے دن اور سردیوں کی راتوں میں بستر کا بھی اپنا ہی مزہ ہوتا ہے رومان شاہ کروٹ لے کر سوچتا ہوا اٹھ کر بیٹھ گیا۔

وہ بیڈ سے اٹھ کر بیڈ کراؤن سے ٹیک لگا کر بیٹھا ہوا تھا۔وہ اپنے منہ پر ہاتھ رکھ کر جمائی لیتا ہوا اس جانب دیکھ رہا تھا۔

جہاں پر رات کو میرب اس کے ساتھ چپک کر سو رہی تھی۔رومان شاہ اپنے نچلے ہونٹ کے کنارے کو دانتوں تلے دبا کر بڑے دلکش انداز سے مسکرا رہا تھا۔

رومان شاہ گزری رات کے خوشگوار لمحوں کو یاد کر کے مسکرا رہا تھا۔اس کی نظروں کے سامنے وہ منظر چل رہا تھا جب میرب اس کے لبوں کی گرمی سے گھبرا کر اٹھ گئی۔اور ڈر کے مارے ادھر ادھر دیکھنے لگی۔

اور جب کچھ سمجھ میں نہیں آیا تو ڈر کے مارے گھبرا کر اسی کے سینے سے لگ کر سو گئی تھی۔رومان شاہ اپنے منہ پر دو انگلیاں رکھ کر اپنے ہاتھ کی مٹھی بنا کر بیٹھا ہوا۔

رات میں میرب کی ساتھ نزدیکیاں یاد کر کہ مسکرا رہا تھا۔ ویسے میڈم صبح صبح کہا چلی گئی ہے۔ آج رومان شاہ میرب کو دیکھنا چاہتا تھا۔ رومان شاہ اپنے پیروں کو بیڈ سے نیچے لٹکا کر اپنی چپل پہن کر روم سے باہر نکل آیا۔

اس کی نظریں میرب کو ڈھونڈ رہی تھی اس نے کچن میں جھانک کر دیکھا تو وہاں پر صرف زکیہ کچن کی ملازمہ کھڑی ہوئی برتن دھو رہی تھی۔۔

وہ اپنے ٹراوزر کی جیب میں ہاتھ ڈالے ہوئے اپنے قدم بڑھاتا ہوا اپنی ماں کے روم کی جانب آگیا۔

رومان شاہ کی ماں ہمیشہ کی طرح فجر کی نماز کے بعد کچھ دیر آرام کی غرض سے لیٹی ہوئی تھی۔

اب اس کا رخ مرہا کے کمرے کی جانب تھا۔ بنا فضول گھر میں ایک قدم بھی نہ اٹھانے والا رومان شاہ سب کمروں میں باری باری جھانک کر دیکھ رہا تھا۔



مرہا کے روم کے باہر سے ہی رومان شاہ کو اندازہ ہو گیا تھا۔ کہ میرب یہاں پر نہیں ہے۔ کیونکہ مرہا کے کمرے سے کسی بھی طرح کی کوئی آواز نہیں آرہی تھی۔۔

اور روم کی شانتی یہ بتا رہی تھی کہ میرہا باجی سو رہی ہے۔ رومان شاہ کو پریشانی ہونے لگی تھی کہ آخر میرب کہاں چلی گئی۔۔۔

میرب چھت کی زمین پر الٹی پالتی مارے ہوئے اداسی سے اپنی گال پر ہاتھ رکھ کر بیٹھی ہوئی،اور نظرے سامنے لگے ہوئے طوطوں (Love Birds)کے پنجروں پر تھی۔اپنے کندھوں پر سانسوں کی تپش محسوس ہوئی تو میرب ڈر کر پیچھے مڑی،کیا کر رہی ہو تم یہاں ؟رومان اپنا ایک گھٹنا زمین پر لگائے اور دوسرے گھٹنے پر وزن ڈال کر بیٹھا ہوا تھا۔

بولو!!میرب کے چپ رہنے سے رومان تھوڑا سخت لہجے میں دوبارہ بولا،وہ۔۔۔میں۔۔میں جان بوجھ کر نہیں آئی اوپر امی جان نے کہا تھا وہ رمان شاہ کے سخت لہجے سے گھبرا کر بولی،اچھا۔۔۔مجھ سے پوچھا؟؟رومان شاہ شرارتی انداز سے بولا جی۔۔۔کیا جی ایک آئی برو اٹھا کر بولا۔شاہ آپ سو رہے تھے۔۔تو اٹھا دیتی۔۔شاہ آپ گہری نیند میں تھے آپ جلدی نہیں اٹھتے بڑی معصومیت سے بولی۔

آنکھوں کو اچکاتے ہوئے آئی برو اٹھا کر اشارہ کیا جیسے کہ کہنا چاہ رہا ہو۔کہ یہ تو تم اپنے بارے میں بتا رہی ہو۔رومان شاہ کی انکھوں کا الگ انداز دیکھ کر میرب گھبرا کر بولی شاہ۔۔۔دانہ ڈالے آئی تھی کس کو؟؟ایک سائیڈ سے سمائل دیتے ہوئے رومان شاہ شرارتی انداز سے بولا،،پرندوں کو دونوں ہاتھوں سے پنجرے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولی،ہممم!!اب گھور کیوں رہے ہیں بتا تو دیا امی نے کہا تھا دانہ ڈالنے کو۔پرندوں کو دانہ ڈالنے کو میرب نے خود ہی جلدی سے اپنا جملہ درست کیا۔زیادہ زبان نہیں چل رہی تمہاری؟؟اچھا تو امی جان نے تمہیں دانہ ڈالنے کو کہا تھا،تم ان کے رومنٹک مومنٹس کو

کیوں خراب کر رہی ہو، میرب نا سمجھی سے رومان کی طرف دیکھنے لگی، آنکھوں کو گھماتے ہوئے پنجرے کی طرف رومان شاہ نے اشارہ کیا۔ میرب نے پنجرے کی جانب دیکھا تو، دبک کر پیچھے کی طرف میں ہوئی۔ پنجرے میں پرندے آپس میں رومینس کر رہے تھے۔ میرب کے دبک کر تیزی سے پیچھے ہونے سے سیدھی رومان شاہ کے سینے سے آکر ٹکرائی، سسسسسسوری، کیا ہو گیا رومینس وہ کر رہے ہیں اور گھبرا کر گر تم رہی ہو، اس کی کمر میں ہاتھ رکھ کر گرنے سے بچا کر اپنے ساتھ لگا لیا۔ ہمم جواب دو میں نے کچھ پوچھا ہے، اپ سے کس نے کہا کہ میں ان کا۔۔ کب۔۔ رومینس دیکھ۔۔ رہی تھی۔ گھبرا کر گھبرا کر لفظ توڑ توڑ کر بولی۔ اس کا دل دھک دھک کر رہا تھا رومان شاہ کی نظروں کی تپش سے۔



چلو نہیں دیکھ رہی تھی تو اب میں رومانس کرتا ہوں تمہارے ساتھ اب دیکھ لینا۔ اس کے سوال سے گھبرا کر دور ہوئی۔ یہ۔۔ کیا کر رہے ہیں آپ۔۔؟ چھوڑے مجھ۔۔ مجھے پلیز۔۔ کل تم نے مجھے کہا تھا کہ میں گلا دبا کر تمہاری سانسیں بند کر دوں یاد ہے۔؟؟ ہمم۔۔ جی۔۔ کہا تھا پھر جواب میں میں نے بھی کچھ کہا تھا یاد ہے۔ اس نے ہاں میں سر کو ہلایا۔۔ کیا کہا تھا بتاؤ اس چھوٹے سے دماغ پر زور ڈال کر۔ آپ نے کہا تھا۔۔ گلا دبانے کے۔۔ علاوہ اور بھی بہت سے۔۔ طریقے ہیں تمہا۔۔۔۔۔ تمہاری سانسیں بند

کر۔۔ کرنے کے۔ہمم یادداشت اچھی ہے۔کہتے ہی اسے بازو سے پکڑ کر دوبارہ اپنی طرف کھینچا۔میرب اس کے ارادے جان کر کانپنے لگی۔۔۔وہ اپنی بہکی بہکی نگاہوں سے دیکھتا ہوا میرب پر جھکا۔۔ش شش شاہ۔۔۔کیا کر رہے ہیں۔اپنے دونوں ہاتھ شاہ کے سینے پہ رکھ کر پیچھے کی طرف زور دیتے ہوئے کہا۔تمہیں بتانے لگا ہوں کہ گلا دبانے کے علاوہ کون کون سے طریقے ہوتے ہیں سانسیں بند کرنے کے۔۔"بولتے ہی اس کے لبوں پر جھکا تھا کہ۔میرب نے گھبرا کر اپنا چہرہ دوسری طرف پھیر لیا۔تمہیں کتنی بار کہا ہے کہ مجھے یوں دھتکار کر منہ مت پھیرا کرووووو۔

اس کا جبڑا زور سے پکڑتے ہوئے غصے سے دانتوں کو پیستے ہوئے بولا۔اس کا چہرہ اوپر اٹھا کر لبوں اپنے ہونٹوں میں غصے سے قید کر لیا، اور اپنا سارا غصہ اس کے نازک سے لبوں پر اتارنے لگا۔میرب نے اپنے ہونٹوں پر جلن محسوس کر کے رومان شاہ کے سینے پر اپنے دونوں سے زور دیتے ہوئے اسے پیچھے کی طرف دھکیلا۔اس کے دھکیلنے سے وہ پیچھے تو نہیں ہوا مگر اس کے دونوں ہاتھ پکڑ کر اس کی کمر پر پن کر دیے۔اور اس کے ہونٹوں پر گرفت اور سخت کر دی۔تھوڑا سا پیچھے کرتے ہوئے دیوار کے ساتھ لگا کر اپنی سختی والی گرفت کے ہونٹوں پر بنائے ہوئے اس کی سانسیں تنگ کیے کھڑا تھا۔رومان شاہ کی سخت گرفت سے وہ اپنی جگہ سے ہل بھی نہیں پائی۔سانس نہ آنے اور ہونٹوں پر جلن سے اس کی

آنکھوں سے آنسوں نکل کر گالوں پر پھسل آئے۔اس کے آنسوں رومان شاہ کے چہرے کو بھی بھگو رہے تھے۔

غصے کی کیفیت سے اپنی تشنگی کو مٹاتے ہوئے جب اسے ،اپنی سختی کا احساس ہوا تو وہ آہستہ سے پیچھے ہو گیا۔وہ سسکیاں لے کر نظریں جھکائے ہوئے رونے لگی۔وہ پیچھے ہو کر اس کے چہرے پر گہری نظر ڈال کر مسکرایا۔میرب کے نازک سے ہونٹوں پر رومان شاہ کی سختی سے کٹ لگ گیا۔جس سے ننھی سی بوند ہونٹ کے کنارے پر لگی ہوئی تھی۔ کتنی نازک ہو تم،اور چلی تھی آتش فشاں رومان شاہ سے عشق کرنے وہ مسکراتے ہوئے واپس اس کے ہونٹوں پر جھک گیا۔اور ننھی سی بوند کو اپنے ہونٹوں سے چنتے ہوئے پیچھے ہوا۔وہ نظریں جھکائے ہوئے کھڑی شرم سے لال ہو رہی تھی۔میرب بیٹا اگر پرندوں کو دانہ ڈال لیا ہو تو نیچے آؤ اور جا کر رومان کو اٹھاؤ۔میرب اپنی ساس کی آواز سے گھبرا کر شاہ کو پیچھے کرنے لگی،تو شاہ نے غصے والی نظروں سے میرب کو دیکھا۔تو میرب نے واپس اپنے ہاتھ شاہ کے بازو پر رکھ دیے۔۔شاہ امی جان بلا رہی ہیں اگر وہ اوپر آگئی تو کیا سوچیں گی گھبراتے ہوئے بولی۔۔کچھ نہیں سوچیں گی،وہ بھی تو یہی چاہتی ہیں کہ میں ان کی بہو سے پیار کروں۔تو میں ان کا حکم مان کر وہی تو کر رہا ہوں۔

میرب بیٹا اوپر ہو یا نہیں میرب کی ساس کی پھر سے آواز آئی۔۔۔امی جان کو آواز دو کہ تم نیچے آ رہی ہو۔۔ مجھ سے بولا نہیں جا رہا پہلے آپ مجھے چھوڑیں۔منہ سے بول کر آواز دو کہ تم آ رہی ہو وہ ہنستی ہوئی نظروں سے غسیلے لہجے سے اس کے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر بولا۔۔۔مجھ سے نہیں بولا جا رہا وہ منمناتے ہوئے بھول کر نہ میں سر کو ہلا رہی تھی۔۔۔بول رہی ہو یا سانسیں بند کرنے کا اگلا سٹیپ بتاؤں وہ گھورتے ہوئے بولا۔۔ امی جان۔۔۔۔۔ آ رہی ہوں ں ں ں ں۔۔وہ ڈر کر چیختے ہوئے بولی۔۔وہ رومان شاہ کے ہاتھوں کے نیچے سے نکلتی ہوئی بھاگ کر دھڑ دھڑ سیڑھیوں سے نیچے چلی گئی۔

اس نے پیچھے پلٹ کر بھی نہیں دیکھا۔رومان شاہ اس سے اپنے بچاؤ کے لیے تیزی سے بھاگتا ہوا دیکھ کر دیوار پر اپنا ایک ہاتھ رکھ کر کھل کھلا کر مسکرایا۔

شاہ کی پہنچ سے سو کی سپیڈ بھاگتی ہوئی میرب نے نیچے آخری سیڑھی پر کھڑی ہوئی ساس کو دیکھ کر اس نے بامشکل اپنی بریک لگائی۔۔۔ افففف میرب بیٹا کیا ہو گیا ہے۔ آرام سے چلو گر جاؤ گی کیا چھت پر چڑیل دیکھ لی ہے۔۔ نہیں امی جان جن۔۔۔ کیا۔۔۔۔کچھ نہیں امی جان۔۔۔جاؤ جا کر رومان کو اٹھا دو آفس کے لیے۔۔۔۔اب جاگتے ہوئے کو میں کیسے اٹھاؤں۔۔۔میرب بیٹا کیا صبح صبح منہ میں بولے جا رہی ہو میں نے کہا جا کر رومان کو اٹھاؤ۔۔۔امی جان وہ اٹھے ہوئے ہیں وہ تیزی سے بولی۔۔۔اچھا اتنی

صبح صبح وہ خود سے کیسے اٹھ گیا رومان شاہ کی ماں حیرت سے بولی۔۔۔السلام علیکم امی جان سیڑھیوں سے اترتا ہوا رومان شاہ اپنی ماں کے آگے سر جھکا کر پیار لے رہا تھا۔۔وعلیکم السلام آج میرا بیٹا صبح صبح کیسے اٹھ گیا۔۔۔ اور وہ بھی چھت پر خیریت تو ہے۔۔۔ رومان کی ماں اس کے سر پر پیار دیتے ہوئے حیرت سے پوچھ رہی تھی۔امی جان آپ کی بہو کو بلانے گیا تھا۔مجھے کچھ کام ہے سائیڈ نظروں سے میرب کی جانب دیکھتے ہوئے آنکھ کا اشارہ کیا۔۔ہاں ہاں میرا بیٹا جاؤ رومان جو بول رہا ہے۔اس کی بات سنو۔۔۔ رومان شاہ کی ماں اپنے بیٹے کے منہ سے اپنے بہو کا نام سن کر بہت خوش ہو گئ۔۔۔وہ میرب کو کمرے میں جانے کا بول رہی تھی۔۔۔ نہیں امی جان میں کچن میں ناشتہ بنوانے میں زکیہ کی ہیلپ کر دیتی ہوں۔۔۔ وہ اپنی انگلی پر اپنے دوپٹے کے کونے کو لپیٹتے ہوئے کچن کی جانب تیزی سے قدم بڑھانے لگی۔۔۔ نہیں بیٹا زکیہ خود ناشتہ بنا لے گی تم جا کر رومان کو آفس کی تیاری کرواؤ۔۔۔رومان شاہ اپنی ماں کو میرب سے بات کرتے ہوئے چھوڑ کر اپنے روم کی جانب قدم بڑھا گیا۔۔۔ میرب چور آنکھوں سے جاتے ہوئے رومان شاہ کی جانب دیکھ رہی تھی۔

رومان شاہ نے جاتے جاتے واپس پلٹ کر میرے کی جانب دیکھا اور آنکھ کے اشارے سے اسے روم میں آنے کو کہا۔۔میرب رومان شاہ کے بدلے ہوئے تیور دیکھ کر بہت گھبر ائی ہوئی تھی۔

میرب بیٹا جاؤ دیکھو اب تو میرے اکڑو بیٹے کا دماغ کتنا ٹھیک ہو گیا ہے وہ تمہیں خود اپنے کام کے لیے بول رہا ہے۔۔۔ پتہ نہیں دماغ ٹھیک ہو گیا ہے یا خراب، میرب اپنی ساس کی بات سن کر اپنے منہ میں من من کر رہی تھی۔۔۔ میرب بیٹا تم میری بات سن رہی ہو یا نہیں۔۔ میرب کی اڑی ہوئی ہوائیاں اور منہ میں کرتی ہوئی من من سن کر رومان شاہ کی ماں نے میرب کو کاندھے سے ہلاک کر مخاطب کیا۔۔۔ ج جج جی۔ امی جان سن رہی ہوں۔۔ اس نے ہڑبڑا کر جواب دیا۔۔ چلو پھر شاباش جاؤ اور جا کر اپنے شوہر کی بات سنو۔۔ اسے کسی چیز کی ضرورت تو نہیں ہے دیکھو جا کر۔ بیٹا اپنے شوہر کے چھوٹے چھوٹے کام کرنے سے محبت بڑھتی ہے۔ میرب مجبوری کے مارے اپنی انگلی پر دوپٹے کے کونے کو لپیٹتی ہوئی چھوٹے چھوٹے قدم لے کر اپنی روم کی جانب جا رہی تھی۔

اس کو اس وقت رومان شاہ سے بہت ڈر لگ رہا تھا رومان شاہ کا یہ انداز بالکل الگ اور نیا تھا۔

روم کے ہینڈل پر ہاتھ رکھ کر بڑی مشکل سے اس نے ہینڈل کو گھما کر ہمت جمع کرتے ہوئے روم کے اندر قدم رکھا۔۔

دروازے کو بند کر کے واپس پلٹی تو سامنے اس کی نظر رومان شاہ پر پڑی۔۔۔شاہ پلیز شرٹ پہنیں اپنی۔۔۔میرب نے اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے کہا۔۔میں کیوں شرٹ پہنوں دروازہ ناک کر کے آتے ہیں تمہیں اتنا بھی نہیں۔۔وہ اپنی

رعبدار آواز میں بولا۔۔۔ آپ دروازہ اندر سے بلاک نہیں کر سکتے تھے۔۔۔شرم تمہیں آرہی ہے مجھے نہیں میں دروازہ کیوں لوک کروں وہ اپنے قدم میرب کی جانب بڑھتا ہوا بولا۔۔مجھے امی جان نے بھیجا ہے کہ آپ کو مجھ سے کوئی کام تو نہیں ہے۔۔

وہ گھبراہٹ سے کانپ رہی تھی۔۔۔اسے کانپتے ہوئے شاہ نے دیکھ لیا تھا۔۔۔اتنی گھبرائی ہوئی کیوں ہو۔۔۔

آپ پلیز شرٹ پہن لیں۔۔۔اسے قریب آتا دیکھ کر میرب کے ہاتھ اور بھی کانپنے لگے وہ واپس دروازے کی جانب پلٹی۔۔



۔میرے شرٹ نہ پہننے سے تمہیں مسئلہ کیوں ہو رہا ہے۔اس کے بازو سے پکڑ کر اسے روکتے ہوئے بولا۔۔مجھے ڈر لگ رہا ہے۔۔ اب تو میں تمہیں ڈانٹ پہ نہیں رہا تو پھر ڈر کیوں لگ رہا ہے۔اس سے تو اچھا تھا کہ آپ مجھے ڈانٹ ہی لیا کریں۔ آپ کے اس روپ سے تو مجھے زیادہ ڈر لگ رہا ہے۔۔

رومان شاہ نے کاندھوں سے پکڑ کر اس کا اپنی جانب کیا۔۔شاہ پپ۔۔ پل۔۔ پلیز مجھے باہر جانے دیں۔۔۔کیوں۔۔۔کہا تو ہے کہ مجھے آپ سے ڈر لگ رہا ہے وہ اپنی نظریں دیوار پر جمائے ہوئے

تھی۔۔۔میری طرف دیکھ کر کہو۔۔۔شاہ آپ کو کیا ہو گیا ہے۔رات کو تو آپ بالکل ٹھیک تھے۔وہ شاہ سے نظریں چراتی ہوئی دروازے کے ساتھ چپکی ہوئی کھڑی تھی۔۔شاہ نے اس کی دونوں طرف دروازے پر ہاتھ رکھے ہوتے تھے۔خود کو تھوڑا مضبوط بناؤ میرب رومان شاہ تمہاری جان مجھے سہنے کے لیے زیرو ہے۔۔ج۔۔جج۔۔جی۔۔۔"رومان شاہ اس کی حالت دیکھ کر مسکراتے ہوئے اسی کے انداز میں جی بولا۔۔۔اور کیا کہہ رہی تھی تم کہ میں رات کو بالکل ٹھیک تھا۔۔رات سے ہی تو میں خراب ہو گیا ہوا ہوں میرب شاہ۔۔۔شاہ پلیز مجھے باہر جانے دیں میرب کی حالت ایسی تھی کہ ابھی رو دے گی۔۔۔ ششششش۔۔۔اب اگر باہر جانے والی بات کی تو سانسیں بند کرنے کا نیا طریقہ ایجاد کر کے دکھاؤں گا۔۔۔چپ چاپ اندر آؤ اور مجھے آفس کے لیے تیار کرواؤ وہ اپنی رعبدار آواز میں بول کر اس سے پیچھے ہٹا۔۔۔شاہ آپ کوئی بچے ہیں جو میں آپ کو تیار کرواؤں۔۔

روز تو خود تیار ہو کر جاتے ہیں۔۔ آج بھی خود تیار ہو جائیں۔۔۔میرب رومان شاہ کے ارادے اور تیور دیکھ کر اس قدر گھبرائی ہوئی تھی کہ۔ وہ کسی بھی صورت رومان شاہ کی نظروں سے اوجھل ہونا چاہتی۔اب روز مجھے تم تیار کیا کرو گی سمجھی۔

اور آج کے بعد مجھ سے زبان درازی نہیں کرنا وہ سخت لہجے سے بول کر ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑا ہو گیا۔

اب پتھر کی مورت بن کر کیوں کھڑی ہوئی ہو قبرڑ سے میرے لیے کپڑے نکالو۔۔۔وہ شیشے میں اسے دروازے کے ساتھ چپکی ہوئی کھڑی دیکھ رہا تھا۔۔کون سے والے کپڑے نکالوں۔۔۔جو تمہیں پسند ہے۔۔۔ مجھے کوئی بھی پسند نہیں ہے۔۔۔ویری گڈ تو پھر میں بنا کپڑوں کی ہی گومتا رہوں گا ۔۔کیاااااا۔۔۔۔ آہستہ چلاؤ ابھی تک میں نے پینٹ پہنی ہوئی ہے۔۔ صرف شرٹ لیس ہوں۔۔ شاہ شرارتی انداز سے ڈریسنگ مرر کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے دونوں ہاتھ دینے پر باندھ کر کھڑا مسکرا رہا تھا۔۔ میرے پاس آؤ شاہ نے انگلی کے اشارے سے کہا۔۔۔کیوں۔۔۔ تمہارا مسئلہ کیا ہے ہر بات پر کیوں کیوں۔۔۔ تمہارے پاس دو آپشن ہیں۔۔پہلا یہ کہ جیسے میں چاہتا ہوں مجھے آ کر اچھی بیویوں کی طرح آفس جانے کے لیے تیار کرو۔۔

اور دوسرا آپشن ہے کہ تم مجھے شوہر سارے حق۔۔۔پہلا پہلا پہلا آپشن۔شاہ کی بات کو مکمل سنیں بنا پہلا آپشن ڈن کر چکی تھی۔۔۔اسے کہاں رومان شاہ کی آتشی قربت برداشت تھی اسے پہلا اپشن ہی بہتر لگا۔۔۔گڈ ویری گڈ تو دو منٹ سے پہلے اپنی پسند سے میرے لیے کپڑے نکالو اور آکر تیار کرواؤ۔۔۔جی۔۔۔اس کی سعادت مندی کے ساتھ بڑھتی ہوئی سپیڈ کو دیکھ کر رومان شاہ کا دل کر رہا تھا کہ وہ مر مٹے اس بے وقوف لڑکی پر۔۔۔وہ کافی دیر تک قبرڈ کے اندر اپنا سر گھسانے کے بعد ایک تھری پیس سوٹ سلیکٹ کر کے لے کر آئی۔۔۔ یہ ٹھیک ہے رومان شاہ کی سامنے کرتے ہوئے بولی۔۔۔ہمم۔۔۔شرٹ پہناؤ مجھے۔۔ میں۔۔۔ہاں تم۔۔میں کیسے پہنا سکتی ہوں۔۔۔میں تمہیں پہنا کر سکھاؤں۔۔۔نہیں میں آپ کو پہنا دیتی ہوں گھبرا کر جلدی سے شرٹ اسے پہنانے لگی۔۔۔شاہ اپنی دونوں باہیں پھیلا کر کھڑا ہوا تھا۔



میرب اس کے بیک سائیڈ پر کھڑی ہو کر پہلے شرٹ کا ایک بازو پہناتے ہوئے اب دوسرا بازو پہنا کر فرنٹ سائیڈ پر آکر اس کی شرٹ کے بٹن بند کر رہی تھی۔

گھبراہٹ اور شرم سے اس کے ماتھے پر پسینے کی بوندیں چمکنے لگی۔رومان شاہ اس کی ہر حرکت پر نظر رکھے ہوئے تھا۔

شاہ دبے دبے انداز سے میرب کی حالت دیکھ کر مسکرایا۔شاہ کے سینے پر مردانہ وجہد کے شاہکار بال میرب کے گھبرانے کی اور بھی زیادہ وجہ بن رہے تھے۔۔شاہ آپ کو کیا ہو گیا ہے چھوڑیں کیا کر رہے ہیں۔

رومان شاہ نے اس کے کمر پر اپنے دونوں ہاتھ رکھ کر اسے قریب کیا تو میرب نے گھبرا کر اس کے چنگل سے نکلنا چاہا۔۔جتنا چھوڑنا تھا چھوڑ چکا ہوں اب میرے خیال سے پاس آنے کا وقت ہے۔۔وہ اسے اپنی باہوں میں کسے ہوئے کھڑا تھا۔۔شاہ آپ کیا بول رہے ہیں مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہا آرہا۔۔کھا پی کر اپنی جان ٹھیک کرو بہت ویک ہو میری قربت کو برداشت کرنے کے لیے۔۔

اب شاہ سے عشق کیا ہے تو اس کے عشق کو سہنے کے لیے خود کو قابل بناؤ۔میرے خیال سے میں نے بہت صاف الفاظ میں تمہیں سمجھا دیا ہے۔۔

اگر اب بھی سمجھ نہیں آئی تو اب ڈیمو نہیں دوں گا ابھی بیڈ پر لے جا کر پریکٹیکل کر کے دکھا دوں گا پھر سمجھتی رہنا کہ میں نے کیا کہا ہے۔۔

شب باقی کا آپ خود تیار ہو جانا مجھے امی جان بلا رہی ہیں۔۔رومان شاہ کی اتنی بے باک اور صاف انداز میں نزدیکیوں کے بارے میں بتانا میرب کو شرمسار کر گیا تھا۔۔۔

وہ شاہ کی باہوں کے حصار سے نکلتی ہوئی سپیڈ سے دروازہ کھول کر نو دو گیارہ ہو گئی۔۔ تیز ترار رومان شاہ کو اندازہ تک نہیں ہوا کہ میرب رومان شاہ بھاگنے والی ہے۔۔۔



وہ تو ہنستے ہوئے دروازے کی جانب دیکھ رہا تھا جہاں سے وہ ابھی ابھی بھاگ کر فرار ہو گئی تھی۔۔رومان شاہ خود ہی تیار ہو کر ٹیبل پر پہنچا تو میرب کچن میں گھسی ہوئی زکیہ جی کی ہیلپ کروا رہی تھی۔۔

رومان شاہ کی ماں نے کتنی بار میرب کو آواز دے کر کہا تھا کہ رومان کے ساتھ آ کر کھانا کھاؤ۔۔ مگر میرب میں ہمت نہیں تھی کہ وہ رومان شاہ کی نظروں کا سامنا کر سکے۔۔

اسی لیے وہ بہانے پہ بہانے بناتی ہوئی کچن میں ہی کھڑی رہی۔۔زکیہ کچن سے باہر آئی تو رومان شاہ کی ماں نے اسے کسی کام سے اپنے روم میں بھیج دیا۔۔۔

رومان شاہ موقعے کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اٹھ کر کچن کی جانب آگیا۔۔رومان شاہ کی ماں دیکھ رہی تھی مگر پوچھا نہیں کہ وہ کچن کی جانب کیوں جا رہا ہے۔۔

بس مسکرا کر چپ ہو گئی۔۔اپنے بیٹے کا بدلاؤ دیکھ کر انہیں سمجھ میں آرہا تھا کہ۔ ان کی بہو ان کے بیٹے کے دل پر دستک دینے میں کامیاب ہو چکی ہیں۔۔

میرب صرف ٹائم ویسٹ کرنے کے لیے کچن میں کھڑی ہوئی شیلف پر آڑی ترچھی لائنیں کھینچ رہی تھی۔۔۔

کتنی دیر تم اس طرح میری نگاہوں سے خود کو بچاتی رہو گی۔۔ چیز کیا ہو تم پہلے مجھے پانے کے لیے بے تاب تھی۔۔۔ اور اب مجھ سے بھاگنے کے لیے بے چین ہو۔۔۔

رومان شاہ اس کی بے حد قریب کھڑا ہوا آہستہ سی آواز میں بول رہا تھا۔۔ میرب اپنی پشت شیلف سے لگائے ہوئے مجرموں کی طرح نگاہیں جھکا کر کھڑی ہوئی تھی۔

اب یہ چوہے بلی کا کھیل ختم کرو میرب رومان شاہ۔ جب کہہ دیا ہے کہ خود کو میری قربت کے لیے تیار کرو تو یہ بھاگنے کا کوئی مقصد نہیں ہے۔۔۔



نہیں تو رومان شاہ کو زبردستی اپنا حق لینا آتا ہے۔۔ پھر چاہے وہ پراپرٹی ہو یا پھر خود کی بیوی سے اپنا حق وصول کرنا ہو۔۔۔ رومان شاہ کو سب کچھ بہت اچھی طرح سے لینا آتا ہے۔۔۔

اگر میں اپنا حق زبردستی وصول کروں گا تو میرے خیال سے تمہیں میرا یہ انداز کچھ خاص پسند نہیں آئے گا۔۔

تو بہتر ہے کہ تم آرام سے خود کو میرے حوالے کر دو۔۔ آج تک جو تم میرے ساتھ عشق کی گنگان گاتی آئی ہو۔۔
میں بھی تو دیکھوں کہ میرے قربتوں کو جھیلنے کی تمہارے عشق میں کتنی طاقت ہے۔

۔وہ اپنی بات سرگوشی کے انداز میں کرتا ہوا مکمل کر کے جا چکا تھا مگر میرب وہیں پر کھڑی ہوئی اس کے لفظوں کی گہرائی کو ماپ رہی تھی۔

oooooooooo

آج رومان شاہ کا ستارہ عروج کی بلندیوں کو چھو رہا تھا۔ آفس میں بیٹھا ہوا خوشی سے آنکھیں بند کیے ہوئے۔ اپنی خوشی سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔



کل رومان شاہ نے لاہور میں ایک بہت اہم ڈیل فائنل کرنے جانا تھا۔ لاہور میں ایک بہت ہی بڑی حویلی کی نیلامی ہونے والی تھی۔

کل رومان شاہ نے ٹائم سے لاہور کے لیے نکلنا تھا تو اس لیے آج وہ مرہا اور میرب کی شاپنگ ڈن کروا کر جانی تھی۔

تاکہ اس کی امی جان پیچھے سے پریشان نہ ہو اور ویسے بھی رومان شاہ کی امی جان کا حکم تھا تو دنیا تو ادھر کی ادھر ہو سکتی تھی مگر وہ ٹال نہیں سکتا تھا۔

کچھ خاص اور اہم کام نپٹانے کے لیے رومان شاہ نے اپنے سیکٹری دلاور کو اندر بلایا ۔۔جی سر۔۔۔۔۔دلاور کل ہمیں لاہور کے لیے نکلنا ہے۔لاہور کی دو ٹکٹ فائنل کرو۔۔ لیکن سر آپ سے کافی دنوں سے ملنے کے لیے اویس شاہ آرہا ہے۔

آج بھی وہ آپ سے ملنے کے لیے کافی دیر سے ویٹ کر رہا ہے۔۔بول دو جا کر کہ میں بزی ہوں، ابھی نہیں مل سکتا۔

جی سر۔۔اور کل کی پوری تیاری رکھنا میں گھر جا رہا ہوں۔ جی سر۔۔ آج کوئی خاص میٹنگ تو نہیں ہے۔۔نو سر۔۔ ہمم پھر تو گڈ ہو گیا۔

اب تم جاؤ اور اویس شاہ کو نکالو یہاں سے۔

جی سر، دلاور دروازہ بند کر کے آفس روم سے باہر چلا گیا۔

رومان شاہ نے مسکراتے ہوئے لبوں سے ٹیبل پر رکھا ہوا اپنا سیل اٹھا کر میرب کا نمبر ملایا۔

کیا کر رہی ہو میرب کے فون اٹھاتے ہی میرب کے کانوں میں رومان شاہ کی رعبدار آواز گونجی۔

ناول ریڈ کر رہی ہوں۔ونڈرفل مرہا تو بچی ہے تم بھی ساتھ میں شروع ہو گئی ہو یہ ناول پڑھنا یہ بھی کوئی کام ہے۔

شاہ میں بھی تو بچی ہوں۔۔۔بڑی معصومیت منمنائی۔

آہاں ں ں۔۔۔۔بڑے ہی شرارتی انداز سے کہا۔

کیا۔۔۔۔۔میرب کو رومان شاہ کا شرارتی لہجہ سمجھ میں آگیا تھا۔

یہ تم ڈیسائیڈ نہیں کر سکتی کہ تم بچی ہو یا نہیں۔

مط۔۔مطلب۔۔۔۔۔،،،

مطلب یہ کہ۔۔۔کسی رات میں تمہیں اس کا مطلب اچھے سے سمجھاؤں گا۔۔

شاہ آپ مجھے کنفیوز کر رہے ہیں۔رومان شاہ کو میرب کا شرمایا ہوا چہرہ اور جھکی ہوئی نظریں نظر آرہی تھیں۔



چلو چھوڑو مجھے یہ بتاؤ کہ ناول میں ایسا کیا ہوتا ہے جو تم لوگ اسے اتنا خوش ہو کر ریڈ کرتی ہو مجھے بھی تو پتہ چلے۔

شاہ اس میں زندگی کی حقیقت ہوتی ہے۔۔اپنی مرضی کی امیجینیشن کی دنیا ہوتی ہے۔

کیا اس میں یہی ہوتا ہے؟؟

کوئی کردار نہیں۔۔۔۔۔رومان شاہ میرب کی معصوم سی باتیں سننا چاہتا تھا اس لیے بات کو کھینچا۔

نہیں شاہ اس میں روڈ ہیرو اور انوسنٹ لڑکی ہوتی ہے۔

انوسیٹ تمہارے جیسی۔۔۔۔۔۔۔

ہاں اور ہیرو آپ کے جیسا میرب بلش کرتی ہوئی کھکھلا کر بولی۔

ہمم پھر تو انٹرسٹنگ ہو گا اور کیا ہوتا ہے۔اس میں بہت کیوٹ اور رومینٹک مومنٹ ہوتے ہیں۔

اور کپلز کا آپس میں بہت سارا ااا۔۔رومینس،،۔۔۔۔کیا۔۔کیا۔۔بتاؤ بتاؤ کیا میں سننا چاہتا ہوں۔

شاہ اللہ حافظ میرب نے ٹک سے فون بند کیا۔بنا شاہ کی بات سنے۔

شاہ نے پھر سے میرب کا نمبر ڈائل کیا مگر میرب نے رومان شاہ کی سوچ کے مطابق فون رسیو نہیں کیا۔

رومان شاہ نے ہنستے ہوئے میسج ٹائپ کیا۔۔اگر شرما لیا ہو تو ریڈی ہو جاؤ اور مرہا سے بھی جا کر بولو ۔میں پک کرنے آرہا ہوں شاپنگ کے لیے۔

اوکے۔۔میرب کا فوراً ریپلائی آیا۔

اور جو بات ہماری ان کمپلیٹ رہ گئی ہے اسے یہیں سے continue کریں گے ☺ ساتھ میں آنکھ ونگ کرتی ہوئی ایموجی بھیجی۔

اب کی بار رومان شاہ کی سوچ کے مطابق اس کا بھی کوئی ریپلائی نہیں آیا۔

oooooooooo

مرہا افسردہ سی ہو کر اپنی امی جان کی گود میں سر رکھے ہوئے لیٹی ہوئی تھی۔۔مرہا بیٹا اٹھو اپنے کپڑے سلیکٹ کرو تا کہ میں تمہارے ساتھ جانے والا بیگ ریڈی کرواسکوں۔۔مجھے کہیں نہیں جانا۔۔میرہا گود میں لیٹے ہوئے اپنی امی جان کے کمر میں ہاتھ ڈال کر ان کے ساتھ چپکی ہوئی بولی۔۔میرہا بیٹا ایسا کیسے چلے گا آپ کی پرسوں رخصتی ہے۔امی جان میں آپ کو چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔۔بیٹا میرب بھی تو

اپنی امی اور ابو کو بھائی کو چھوڑ کر آئی ہے۔وہ ہمارے ساتھ کتنی خوشی خوشی رہ رہی ہے۔۔۔امی جان میں ابھی چھوٹی ہوں۔۔مرہا نے معصومیت سے اپنی امی جان کی گلے میں باہیں ڈالتے ہوئے کہا۔

بیٹا میرب تو آپ سے بھی دو سال چھوٹی ہے۔وہ بھی تو رخصت ہو کر ہمارے گھر آئی ہے۔تمہارے بھائی کا تو مزاج دیکھو کتنا سخت اور غصے والا ہے۔۔پھر بھی وہ بچی کبھی اف نہیں کرتی۔

مگر تم تو اس معاملے میں خوش قسمت ہو شاہ میر کتنا پیار کرتا ہے تم سے۔اور اس کا تو لہجہ بھی تمہارے بھائی کی نسبت بہت سافٹ ہے۔ان کے پیار سے ہی تو ڈر لگتا ہے میرہا دماغ میں سوچی۔۔

مرہا تم یہاں پر ہو میں تمہیں پورے گھر میں ڈھونڈ کر آئی ہوں۔شاہ ہم دونوں کو شاپنگ کے لیے لینے آرہے ہیں۔۔تم ریڈی ہو جاؤ میرب مرہا کو ڈھونڈتی ہوئی اپنی ساس کے روم میں آئی۔ہاں ہاں بیٹا اٹھو جلدی سے جاؤ شاباش رومان تمہیں پتہ ہے تھوڑا جلد باز ہے وہ اتنی دیر انتظار نہیں کرے گا۔۔۔

امی مجھے نہیں جانا ہے میرے سر میں درد ہے۔بیٹا تم اٹھو میں تمہارے لیے چائے بنوا دیتی ہوں اور تم پین کلر کھا کے چلی جانا۔مرہا کی ماں بیڈ سے نیچے اتر کر چپلے پہن کر بولی۔

میرب بیٹا آپ بھی چائے پیو گی۔ آپ کے لیے بھی بنوا دوں۔۔جی امی جان۔۔ تم دونوں جانے کے لیے تیار ہو جاؤ میں چائے بنواتی ہوں، بولتی ہوں کچن کی جانب چلی ہوئی باقی۔

بھابھی مجھے نہیں جانا سچ میں میرے سر میں درد ہے۔۔ آپ چلی جائیں آپ ہی میری بھی شاپنگ کر لینا۔۔مرہا ایسے کیسے میں اپنی پسند سے تمہاری شادی کی شاپنگ کر لوں، یار تم چلو ساتھ میں اپنی پسند سے اپنی شاپنگ کرنا۔۔

بھابھی آپ کی چوائس بھی تو اتنی اچھی ہے آپ اپنی پسند سے لے آنا۔۔مرہا میں تمہارے بھائی کے ساتھ اکیلی نہیں جاؤں گی۔۔۔کیوووں۔۔ جیسے کہ تمہیں تو پتہ نہیں ہے نا کہ تمہارا بھائی کیسا ہے۔

میرب مرہا کے پاس بیڈ پر بیٹھتے ہوئے بولی۔ میرے بھائی بہت اچھے ہی۔مرہا نے اپنے بھائی کی طرف داری کی۔۔بھائی کی چمچی میرے بھائی بھی بہہہہت اچھے ہیں۔

بالکل بھی اچھے نہیں ہیں۔۔۔کیوں ایسا کیا کیا ہے بھائی نے میرب نے شرارتی انداز سے پوچھا۔۔وہ میری اتنی جلدی رخصتی کروا رہے ہیں۔۔ہاں تو تمہارے بھائی نے تو میری رخصتی تم سے بھی پہلے کروا ل تھی۔اس میں ایسا کیا ہے۔۔

بھابھی آپ نے اپنے بھائی کو دیکھا ہے کتنے بڑے۔۔۔ہیں۔۔۔ میڈم آپ نے اپنے بھائی کو غور سے نہیں دیکھا آپ کے بھائی بھی اتنے۔۔۔۔بڑے ہیں۔میرب نے مرہ سے بھی بڑی باہیں پھیلا کر کہا۔۔مرہا بیٹا کتنی دیر ہے آپ لوگوں کی۔۔رومان شاہ کی آواز سے دونوں چونکی۔۔بھائی بس پانچ منٹ میں، میں ریڈی ہو کے آتی ہوں۔۔ٹھیک ہے جلدی آؤ امی جان تم لوگوں کو چائے کے لیے بلا رہی ہیں۔۔اور تم میرے ساتھ آؤ مجھے تم سے کچھ کام ہے آنکھ کا اشارہ کرتے ہوئے میرب سے پہلے روم سے نکل گیا۔



میرب گھبراتے ہوئے رومان شاہ کے پیچھے پیچھے چلتی ہوئی روم کے اندر داخل ہوئی تھی۔۔اب بتاؤ کتنا بڑا ہوں میں کیا بول رہی تھی تم۔۔

روم کے اندر آتے ہی شاہ نے اپنے پیچھے آتی ہوئی میرب کو ہاتھ سے پکڑ کر اپنی طرف کیا۔۔ اور روم کے دروازے پر اپنا ہاتھ رکھ کر دروازہ بند کرتے ہوئے میرب کی پشت کو دروازے کے ساتھ لگا دیا۔۔ اپنی ماں کے کمرے میں آتے ہوئے میرب کے یہ جملے رومان شاہ سن چکا تھا۔

بولو کتنا بڑا ہوں میں۔ بتاؤ مجھے۔ شاہ اسکے اوپر جھکتے ہوئے بول رہا تھا۔۔ شاہ مجھے کیا پتہ میں نے کبھی گنا ہی نہیں کہ آپ مجھ سے کتنے سال بڑے ہیں۔۔۔ اواواوں ہووں۔۔ ایسے نہیں جس طرح مرہا کو بتا رہی تھی ویسے بتاؤ وہ شرارتی انداز سے بولا۔۔ آ۔۔ آپ۔۔ مجھ سے بہت بڑے ہیں۔۔ ہاتھوں سے بتاؤ کتنا۔۔ میرب نے نظریں جھکائے ہوئے تھوڑے سے ہاتھ پھیلا کر کہا اتنا۔۔۔ ناہ۔۔ کم ہے مرہا کو تم نے زیادہ بتایا تھا اتنا بتاؤ۔۔۔ اب میرب مزید اپنی باہیں پھیلا کر بولی اتنے۔۔۔ اب غصے والی نظروں سے شاہ نے میرب کی جانب دیکھا اور میرب نے فورن سے پہلے پوری باہیں پھیلا کر کہا اتنے ---------بڑے ہیں آپ مجھ سے۔۔۔ جب تم نے مجھ سے عشق کیا تھا تب کیوں نہیں سوچا کہ تمہارا شاہ تم سے اتنا۔۔۔۔۔ بڑا ہے۔ اپنے لفظوں پر زور دیتے ہوئے خمار دار لہجے میں کہا۔۔۔ شاہ اس کمر پر ہاتھ باندھ کر اسے اپنے قریب کر کے اس کی دھڑکنوں کی تیز ہونے کی وجہ بن رہا تھا۔۔ شش شش۔ شاہ پلیز تب آپ کو اتنا قریب آکر نہیں دیکھا تھا اس لیے وہ اٹک اٹک کر بولی۔۔۔ تو اب دیکھ لو اب تو میں منع بھی نہیں کروں گا۔۔۔ وہ خماری والے لہجے سے بولتا ہوا اس کے بالوں میں منہ چھپانے لگا۔۔۔

شاہ۔۔۔ہمم۔۔۔پلیز چھوڑیں مجھے شاپنگ کے جانا ہے۔۔۔میرب رومان شاہ کی سانسوں کی گرمی سے گبھرا گئی تھی۔۔

شاپنگ پر بھی تمہیں میرے ساتھ ہی جانا ہے پہلے مجھے یہ پتہ لگانے دو کہ میں تم سے کتنا بڑا ہوں۔رومان شاہ کی ہاتھوں کی سختیاں اور لبوں کے لمس بڑھنے لگے تھے۔۔۔وہ میرب کو اپنے ساتھ لباس کی طرح اپنے ساتھ چپکائے ہوئے،اس کی سانسوں کو تنگ کیے کھڑا تھا۔۔۔رومان شاہ کو میرب کی قربت مسرور کر رہی تھی۔۔

میرب اس کی باہوں میں جکڑی ہوئی اس کی سانسوں کی تپش کو سہتی ہوئی باہوں میں مچل رہی تھی۔اس کی تیز سانسوں کو دیکھ شاہ نے اپنا چہرہ پر اٹھایا۔وہ مسکرایا رہا تھا۔سچ میں تم میرے سامنے بہت چھوٹی ہو۔۔میری اتنی سی قربت سے تمہاری دل کی دھڑکنیں اس قدر بے ترتیب ہوئی ہیں۔۔تو جب میں اپنے حق وصول کرنے کے لیے تمہاری سانسوں سے زیادہ نزدیک آ جاؤں گا تو تب تمہارا کیا ہو گا۔اور مسکراتے ہوئے خماری سے بولا۔۔اب کچھ بولو گی نہیں میرب کو نظر جھکائے ہوئے شرم سے لال گلابی ہوتے ہوئے دیکھ کہا۔۔نہیں نہ میں سر کو ہلایا۔۔کیوں۔۔مجھے جانے دے۔۔۔یہ

میرے سوال کا جواب نہیں ہے ۔۔۔میں نے کہا اب کچھ بول کیوں نہیں رہی ہو اس کا جواب دو۔۔دروازے پر دونوں ہاتھ رکھے اس کے ساری راہ فرار بند کر کے کھڑا تھا۔۔۔مجھے آپ سے شرم آرہی ہے ۔۔۔ ہمم یہ جواب اچھا ہے مجھے پسند آیا۔۔۔اب چلو باقی شرمانے کا موقع تمہیں رات کو دوں گا۔اپنی آنکھ کو ٹیس کرتے ہوئے بول کر پیچھے ہٹا۔۔ چلیں۔۔ کہاں۔۔۔میرب روما شاہ شاپنگ کرنے چلے تم تو میری اتنی سی قربت سے ہی اتنی بد خواص ہو گئی ہو۔۔

ہو تو مجھے تو ڈر ہے کہ میری پناہوں نے جب پوری طرح سے آؤ گی تو تمہاری یادداشت کا کچھ حصہ غائب نہ ہو جائے۔۔اس کا ہاتھ پکڑتے کر اسے اپنے ساتھ روم سے باہر لے آیا۔۔

ooooooo

ہاں جی سب اوکے ہو گیا چلیں رومان شاہ نے میرب اور مرہا کی شاپنگ مکمل ہو کے دیکھ کر پوچھا۔۔



جی بس کل آکر میرہا کا لہنگا پک کرنا ہو گا اس میں ابھی کچھ فنشنگ باقی ہے۔اور مرہا کی جولری لینی ہے میرب نے بہت سمجھدار انداز سے جواب دیا۔۔

مگر کل تو مجھے اپنی ایک ضروری میٹنگ کے لیے لاہور جانا ہے۔۔۔تو پھر ہم لہنگا کیسے پک کریں گے۔۔لہنگا ڈرائیور لے جائے گا تم لوگ فی الحال آؤ میرے ساتھ اور جولری سلیکٹ کرو رومان شان نے میرب کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔۔

روما ن شاہ نے مرہا کو بہترین شاپنگ کروائی تھی۔۔ کہیں پر بھی پیسوں کی کمی نہیں ہونے دی۔۔۔ ہر چیز بہتر سے بہترین لی گئی تھی۔

۔اب گولڈ کی جیولری دیکھی جارہی تھی مرہا کے لیے۔۔۔روما ن شاہ نے مرہا کے لیے بہت بھاری چھ گولڈ کے سیٹ سلیکٹ کیے گئے تھے۔



اور ساتھ میں گولڈ کے کنگن اور کچھ الگ سے پہننے کے لیے رنگز بھی سلیکٹ کی گئی تھی۔۔

۔تم نے اپنے لیے کچھ نہیں لیا روما ن شاہ جیولری کی دکان پر بیٹھا ہوا اپنی کرسی سے پیچھے ہو کر میرب کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

۔نہیں میرے پاس سب کچھ ہے۔۔وہ سب کچھ پرانا ہے اپنے لیے نیا لو۔۔۔میم کو بیسٹ جیولری دکھائیے۔۔جی سر۔

۔جیولری بوائے نے بہت سارے باکسز میرب کے آگے رکھے۔۔۔ہوں ں۔۔دیکھو ان میں سے کچھ پسند کرو رومان شاہ نے اپنے ہاتھ سے میرب کے آگے ایک باکس کرتے ہوئے کہا۔

۔مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہا کہ کیا لوں۔

۔یہ لے لو یہ مجھے کافی پسند آرہا ہے رمان شاہ نے گلے میں پہننے والے خوبصورت لاکٹ چین پر ہاتھ رکھا۔



۔میرب نے ہاں میں سر کو ہلا کر ڈن کیا۔اور کچھ چاہیے رومان شاہ نے اپنی رعبدار آواز سے میرب کی جانب دیکھتے ہیں پوچھا۔

۔نہیں چلیں کچھ نہیں چاہیے۔۔رومان شاہ نے شاپنگ کے بعد اپنے ڈرائیور کو کال ملائی۔اسے اوپر آنے کو کہا تھا۔ڈرائیور سارے شاپنگ بیگ اٹھا کر گاڑی میں رکھنے کے لیے لے گیا۔۔

۔رومان شاہ نے میرہا اور میرب کو کھانے کو کہا تو دونوں کو کافی بھوک لگ رہی تھی دونوں نے ہاں میں جواب دیا۔۔

شاہ دونوں کو اپنے ساتھ لیتا ہوا مال کے کیفے ٹیریا میں آ گیا۔۔ آرڈر کرو تم لوگ میں ذرا کال پر بات کر کے آتا ہوں۔

۔رومان شاہ نے ان کو ٹیبل پر بٹھا کر آرڈر بک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے۔آرڈر کرنے کے لیے کہا۔

۔وہ ان سے تھوڑا دور کھڑا ہو کر کال سن رہا تھا۔مگر ان کی جانب تھی۔
اور اس کے چہرے کی خوشی یہ بتا رہی تھی کہ بات بہت ہی کوئی خاص ہے۔

۔تم لوگ جلدی سے کھانا کھاؤ مجھے لاہور کے لیے آج ہی نکلنا ہو گا۔۔

کیونکہ آج کی ٹکٹ کنفرم ہو گئی ہے رومان شاہ نے سامنے پیزا چپس اور اپنی پسند کی چیزیں رکھی ہوئی میرب اور مرہا کے سر پر بم پھوڑا تھا۔

۔مگر بھائی آپ کو تو کل جانا تھا۔۔۔بچے ٹکٹ آج کی کنفرم ہوئی ہے تو مجھے آج ہی جانا ہو گا کیونکہ کام بہت ضروری ہے۔



۔اور تم اپنا منہ مت لٹکاؤ میں کل رات کو واپس آجاؤں گا مرہا کا لٹکا ہوا چہرہ دیکھ کر رومان شاہ نے اپنی بہن کے سر پر ہاتھ رکھ کر شفقت سے کہا۔۔

رومان شاہ نے ایک نظر میرب کی جانب بھی دیکھا تھا اس کے جانے کی خبر سے چہرہ تو اس کا بھی اتر گیا تھا۔۔

۔مگر اس کے اترے ہوئے چہرے کو دیکھ کر رومان شاہ کے دل کو کہیں نہ کہیں اچھا لگ رہا تھا۔

۔کہ کوئی اس کے جانے سے اس قدر اداس ہو رہا ہے۔۔میرب کے چہرے کی اداسی رومان شاہ کی دل کو سکون دے رہی تھی۔۔۔

○○○○○○○○○

شاہ۔۔۔ہوں ں۔۔۔جلدی آ جائیے گا۔۔کیوں۔۔۔رومان شاہ اپنے کف کے بٹن بند کرتے ہوئے مرر کے سامنے کھڑا بالکل سپاٹ سے لہجے سے بولا۔



۔آپ کے بنا گھر اچھا نہیں لگتا۔۔۔کیوں اچھا نہیں لگتا۔۔۔شاہ پلیز خود ہی سمجھ جائیں نہ۔میرب اپنی نظروں کو جھکائے ہوئے اپنے ہاتھوں پر نظر جما کر کھڑی تھی۔

اداسی سے اور شرم سے لال ہوتی ہوئی میرب کی نیچرل خوبصورتی رومان شاہ کی دل کو بہکا رہی تھی۔۔

وہ سامنے ڈریسنگ کے مرر سے میرب پر اپنے نظریں جمائے ہوئے۔۔بڑے لاپرواہ سے انداز سے لاہور جانے کے لیے تیار ہو رہا تھا۔

۔میں بن بولے کیسے سمجھوں۔تم منہ سے کچھ بولو گی تو پتہ چلے گا ناکہ تم کیا کہنا چاہتی ہو۔

۔ویسے تو شاہ کو دنیا جہان کی باتیں سمجھ میں آجاتی ہیں۔جو نہ بولا جائے وہ بھی ان کو سمجھ میں آجاتا ہے۔



۔مگر اب بول رہی ہوں کہ آپ کے گھر سے جانے سے گھر اچھا نہیں لگتا تو،اس کا مطلب تو کوئی پانچ سال کا بچہ بھی سمجھ جائے گا۔مگر شاہ کی موٹی بدھی میں اتنی سی بات نہیں آرہی،ویسے بہت بڑے بزنس مین اور سمجھدار بنتے ہیں۔

حالانکہ مطلب صاف تھا کہ میں ان کو بہت مس کروں گی۔

میرب غصے سے اپنی نظریں دیوار پر جمائے ہوئے اپنے دماغ میں سوچ کر اپنے چہرے کے زاویے اوپر نیچے کر رہی تھی۔

۔مر رمیں اس کی حرکتیں دیکھ کر رومان شاہ مسکرا رہا تھا۔۔۔میرب سب ڈن ہو گیا ہے۔۔ کچھ رہ تو نہیں گیا۔۔رومان شاہ اپنا بیگ چیک کر کے بیگ کو ہینڈل سے پکڑ کر اپنے روم سے باہر نکل آیا۔

۔شاہ کتنے روڈ ہیں آپ۔ کم سے کم جاتے ہوئے بندہ سلام دعا ہی لے لیتا ہے۔میرب شاہ کے پیچھے پیچھے چلتے ہوئے اپنے منہ کے زاویے بدلتی ہوئی سوچتی آرہی تھی۔

۔آہ اا۔۔کہاں گم ہو۔۔رومان شاہ جان بوجھ کر میرب کے آگے چلتا ہوا ایک دم سے رکا۔وہ اس کی بے خیالی کو دیکھ رہا تھا۔

۔بے خیالی میں میرب آگے چلتے ہوئے رومان شاہ کو رکے ہوئے نہ دیکھنے کی وجہ سے سیدھی جا کر اس کی پشت سے ٹکرائی تھی۔

اور اب اپنا ماتھا پکڑ کر کھڑی ہوئی رومان شاہ کی طرف ایک ٹک دیکھ رہی تھی۔

۔خیریت یہ تمہاری بدحواسیاں مجھے سمجھ میں نہیں آرہی۔۔شاہ اس کی طرف اپنا رخ کرتے ہوئے، ایک آئی برو اٹھا کر رعبدار آواز میں بولا۔



۔ویسے بڑا آپ کو میرے دل کی بات سمجھ آرہی ہے۔۔کیا۔۔۔۔کچھ نہیں۔

۔ایک بار واپس آلینے دو اس کے بعد تمہاری یہ بڑبڑاہٹ ہمیشہ کے لیے بند کر دوں گا۔۔

وہ سخت لہجے سے کہتا ہوا اپنی ماں کے روم کی جانب بڑھا جہاں پر اس کی ماں صوفے پر بیٹھی ہوئی تسبیح پڑھ رہی تھی۔

ٹھیک ہے امی جان پھر میں چلتا ہوں آپ ذرا مسکرا کر میری جانب دیکھیں۔۔ آپ سے وعدہ کیا ہے کہ میں کل ٹائم سے گھر پر پہنچ جاؤں گا۔۔

تو پھر آپ کا موڈ خراب کیوں ہے رومان صاحب اپنی ماں کے پاس بیٹھتے ہوئے ان کے پاؤں دبانے لگا

۔۔



رومان تمہیں پتہ ہے کہ کل مرہا کا مایوں ہے پھر بھی تم جا رہے ہو۔

۔میرے دو ہی بچے ہے۔ جن کی شادیاں میں بہت دھوم دھام سے کرنا چاہتی تھی۔

تم نے اپنی مرضی سے بالکل سادگی سے رخصتی کروالی۔اب ولیمہ بھی کرنے کے لیے تم فی الحال تیار نہیں ہو۔

۔اب مرہا کی شادی میں بہت اچھی طرح سے کرنا چاہتی ہوں اور تم یہاں پر نہیں ہو گے۔تو یہ سب نہیں ہو سکے گا۔

روماں شاہ کی ماں اپنی ناراضگی جتاتے ہوئے اپنا چہرہ ایک سائیڈ پر کر کے بیٹھ گئی۔۔

میری پیاری امی جان آپ جیسا چاہتی ہیں۔شادی ویسی ہی ہو گی۔میں کہیں پر کوئی کمی بھی میں نہیں آنے دوں گا۔۔

آپ میری اتنی سی بات سمجھے۔کہ اگر جانا بہت ضروری ہو گا، تو اسی لیے میں جارہا ہوں۔

۔مگر کل رات میں آپ کے پاس ہر صورت پہنچ جاؤں ہوں گا۔یہ وعدہ ہے آپ کے بیٹے کا اپنی ماں سے۔

اپنی ماں کے چہرے پر ہاتھ رکھ کر اوپر کرتے ہوئے ان کی ناراضگی دور کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

۔امی جان اب آپ مجھے مسکرا کر رخصت کریں اپنی دعاؤں کے ساتھ۔رمان شاہ صوفے سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

رومان شاہ کی ماں نے اپنے بیٹے کی بات کا یقین کرتے ہوئے محبت سے گلے لگا کر ماتھا چومتے ہوئے ال بہت ساری دعاؤں سے اپنے بیٹے کو رخصت کیا۔

مرہا آپ نے اپنا اور امی جان کا دھیان رکھنا ہے۔میں کل رات انشاءاللہ آپ لوگوں کے پاس ہر صورت پہنچ جاؤں گا۔



۔امی جان آپ مجھے باہر تک چھوڑنے نہیں آئے گی۔اپنی ماں کو واپس صوفے پر بیٹھتے ہوئے دیکھ کر رومان شانے پوچھا۔

نہیں میرے گھٹنوں میں کافی درد ہے۔ میرب تمہیں باہر تک چھوڑ کر آئے گی۔ رومان شاہ کی ماں ایک عقل مند خاتون تھی وہ چاہتی تھی۔ کہ میرب رومان شاہ کو باہر تک چھوڑنے جائے۔

رومان شاہ کی ماں نے آنکھ کے اشارے سے مرہا کو ملنے کے بعد اسے بھی باہر جانے سے روک دیا۔

۔رومان شاہ کا بیگ زکیہ ڈرائیور تک پہنچائی آئی تھی۔۔رومان شاہ کا سامان گاڑی میں رکھا جا چکا تھا۔ میرب رومان شاہ کے ساتھ چلتی ہوئی باہر تک آئی تھی۔ رومان شاہ بنا بات کیے گاڑی کی طرف جا رہا تھا۔

رومان شاہ کے اس طرح چپ کر کے جانے سے میرب بہت اداس ہو گئی۔ وہ وہی مین ڈور کے پاس ہی رک گئی جب کہ رومان شاہ چلتا ہوا مین گیٹ کی طرف چلا گیا۔

شکل کیوں لٹکی ہوئی ہے۔۔ رومان شاہ کی آواز پر میرب نے چونک کر اوپر دیکھا۔۔ دونوں آئی بروا اٹھا کر آنکھوں کا اشارہ کرتے ہوئے مسکرایا۔۔ آپ واپس کیسے آ گئے میرب حیرانی سے پوچھا۔

پیروں سے چلتا ہوا آیا ہوں۔ شاہ کا انداز شرارتی تھا۔ میرا وہ مطلب نہیں تھا۔ تو کیا مطلب تھا۔ اسے یوں شرماتا ہوا دیکھ کر رومان شاہ نے ایک ٹھنڈی سی سانس فضا میں چھوڑی۔

میرب کے ماتھے پر اپنے لبوں کا بوسہ دیتے ہوئے۔ بہت گہری نظروں سے اسے دیکھا۔ خیال رکھنا اپنا میں کل رات تک آجاؤں گا۔

۔ پہنچ کر فون کروں گا۔ اپنے فون کا بھی دھیان رکھنا۔ کہتے ہوئے مسکرا کر واپس مین گیٹ کی طرف چلا گیا۔



جبکہ میرب اس کے جانے کے بعد بندروں کی طرح اوچھل اوچھل کر اپنے دل کو تسکین دے رہی تھی۔ وہ بہت خوش تھی کہ جاتے ہوئے شاہ اسے اتنی محبت سے دیکھ کر اور مل کر گیا ہے۔

بے وقوف لڑکی "رومان شاہ اپنی گاڑی کے مر رسے اسے یوں اچھلتا ہوا دیکھ کر، اپنے انابی لبوں سے مسکرایا رہا تھا۔ میرب کی بچوں جیسی حرکتیں دیکھ کر رومان شاہ کو بہت ہنسی آرہی تھی۔

بے وقوف لڑکی تمہاری معصوم حرکتیں تمہارے شاہ کو بہت بہاتی ہیں۔ اور ایک دن تم اپنے شاہ کو اس طرح بہکا کر اپنی جان کا ہی عذاب بناؤ گی ۔۔وہ مسکرا کر سوچتا ہوا۔ گھر سے دور اپنی ایک بہت بڑی حسرت کو پورا کرنے جارہا۔

اب رونے کا کیا فائدہ ہے۔ جب وقت تھا تو نہ تو ہمیں خود عقل آئی نہ ہماری بیویوں نے ہمیں سمجھانے کی کوشش کی۔

ہم نے اپنے بھائی کی بیوہ اور اس کے یتیم بچوں کو اس گھر سے روتا ہوا نکالا۔ تو آج خدا نے ہمیں وہی واپس پلٹ کر دیا ہے تو آج پھر ہمارا رونا کسی کام کا نہیں ہے۔

ہاں بھائی صاحب ظلم تو ہم نے کیا ہے اور حد سے زیادہ کیا ہے۔ جس کی سزا اللہ تعالی نے ہمیں بڑی اچھی طرح دی ہے اب نہ جائیداد رہی نہ عزت رہی نہ شہرت رہی نہ ہی گھر دونوں بھائی آپس میں گلے مل کر رو پڑے۔

۔وسیم میرے خیال سے ہمیں جا کر اپنے بھائی کی بیوہ اور اس کے یتیم بچوں سے معافی مانگ لینی چاہیے۔

۔جب تک وہ ہمیں معاف نہیں کریں گے ہمارا رب بھی ہمیں کبھی معاف نہیں کرے گا۔خدا نے کہا ہے کہ جب تک جس کا تم نے دل دکھایا ہے۔وہ تجھے معاف نہیں کرے گا۔تو میں بھی تیرے لیے اپنی معافی کے دروازے کبھی نہیں کھولوں گا اویس شاہ اپنے بھائی وسیم شاہ کو سمجھا رہا تھا۔

مگر بھائی صاحب آپ کو کیا لگتا ہے کہ اتنی آسانی سے وہ لوگ ہمیں معاف کر دیں گے۔وسیم ہمیں کوشش تو کرنی چاہیے۔

۔بھائی صاحب آپ کتنی بار شہر گئے مگر واپس آ گئے۔آپ نے بتایا نہیں کہ کیا آپ کی بھابھی اور رومیوں سے ملاقات نہیں ہوئی۔

یا انہوں نے ہمیں معاف کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ وسیم شاہ نے اپنے بھائی اویس شاہ کی طرف جواب طلب نظروں سے دیکھا۔

اویس شاہ سے کچھ بولا نہیں گیا۔۔ مگر وقت کے اکڑے ہوئے انسان کو وقت نے ہی اس طرح سے توڑا تھا کہ آنسوں اس کی گالوں سے بہہ رہے تھے۔

پاپا ہم لوگ کہاں جائیں گے مہک روتی ہوئی اپنے باپ کے گلے سے آ کر لگی۔ بیٹا اللہ تعالی کی اتنی بڑی زمین ہے جہاں پر ہم جیسے گنہگاروں کے لیے بھی کوئی نہ کوئی جگہ تو ہو گی۔

مہک کے باپ نے روتی ہوئی بیٹی کو گلے سے لگایا۔ پاس کھڑی ہوئی دونوں کی بیویاں رو رو کے بے حال ہو رہی تھی۔



کیونکہ آج سارا عیش و عشرت یہ ٹھاٹ ان بان سب کچھ ختم ہونے والا تھا۔ ایک بھائی کو تو اس کے گناہوں کی، سزا خدا نے اسے بے اولاد رکھ کر بہت اچھی طرح سے دی تھی۔ وسیم بے اولاد تھا وسیم کے پاس اولاد نہیں تھی۔

اور اویس شاہ کی دو اولادیں آسم اور مہک تھیں۔ عاصم نے گاؤں کے ایک اور چوہدری کے بیٹے کے ساتھ مل کر گاؤں کی ایک غریب بے آسرا لڑکی کی عزت کو تار تار کیا تھا۔ماں باپ کی غلط پرورش اور باپ کے پیسوں پر پلتی ہوئی بگڑی اولاد نے کسی کی بیٹی کی زندگی برباد کی۔

عاصم پر جب گاؤں والوں نے گھیر اتنگ کیا تو وہ اپنی جان بچا کر بھاگ کراچی چلا گیا۔اتنا بڑا گناہ کرنے کے بعد بھی اپنے بیٹے کو صحیح اور غلط کا فرق نہیں سمجھایا گیا بلکہ اسے سپورٹ دیکھ کر کراچی میں ہی ایڈمیشن کروادیا۔

جہاں پر وہ اپنی پڑھائی مکمل کرنے لگا۔ مگر گاؤں کے کچھ بااثر لوگوں نے اس غریب کسان کی مدد کی۔ اور اس کی بیٹی کو انصاف دلانے کے لیے آگے بڑھے اس طرح کیس لاہور پولیس کے پاس فائل کر دیا گیا۔

مگر عاصم کراچی میں تھا۔ تو پولیس نے یہ کیس سندھ پولیس کے حوالے کر دیا۔ اور سندھ پولیس نے بہت جلد عاصم شاہ کو اپنی کسٹڈی میں لے لیا۔ اور اس کی بہت اچھی خاطر تواضع کی گئ۔ اس لیے بہت آسانی سے اس نے اپنا جرم بھی قبول کر لیا۔

۔اب تلاش اس کے ساتھی لڑکے کی بھی جاری تھی۔

اویس شاہ نے اپنی جان لگا دی تھی اپنے بیٹے کو بچانے کے لیے۔ مگر ہر طرف سے ناکامی کا ہی سامنا کرنا پڑا۔ اویس شاہ اپنا سب کچھ بیچ کر بھی اپنے بیٹے کو رہا کرانے میں ناکام رہا تھا۔

ایک رات وسیم شاہ کی اور اویس شاہ کی فیکٹری میں آگ کے شعلے بھڑک اٹھے اب وہ شعلے کسی کی سازش کا نتیجہ تھے یا رومیوں اور اس کی مجبور ماں کی آنسوں کا صلہ۔



یہ تو وہ رب ہی بہتر جانتا تھا مگر فیکٹری جلنے سے ان کا کاروبار تباہ ہو گیا۔ سب مشینیں جل کر کباڑ کا ڈھیر ہو چکی تھی۔

لوگ ان کے ساتھ کام نہیں کرنا چاہتے تھے۔کام کرتے بھی کیسے کام کرنے کے لیے کچھ بھی تو نہیں بچا۔فیکٹری میں کپڑے کا سٹاک جل کر خاک بن گیا۔کاروبار پوری طرح سے ٹھپ ہو گیا۔

اب عاصم شاہ کے کیس پر لگانے کے لیے اور گھر کے اخراجات پورے کرنے کے لیے زمینیں بیچنی شروع کر دی گئی۔

عاصم شاہ نے جو کرتوت کی تھی۔اس کی اسے معافی اور رہائی بالکل نہیں ملی۔اور نہ ہی ملنی تھی کیونکہ کیس سندھ پولیس کے ایک ایماندار افسر کے ہاتھ میں پہنچ گیا تھا۔

جس کو اویس شاہ اور وسیم شاہ کی جانب سے ایک بہت بڑی رشوت آفر کی گئی۔
مگر جب بات نہیں بنی تو پھر سفارشیں کروائی گئی۔

مگر جب دیکھا کہ اس سے بھی کوئی فائدہ نہیں پہنچ رہا تو۔اویس شاہ نے اپنی پہنچ کے بل بوتے پر پولیس والے کے،ایک فیملی کے ممبر پر اٹیک کروایا۔

جس کی وجہ سے کیس اور بھی پیچیدہ ہو گیا۔جو انسپیکٹر عاصم کا کیس ہینڈل کر رہا تھا۔ پہلے تو اپنی ایمانداری کی وجہ سے اس کیس سے پیچھے نہیں ہٹنا چاہتا تھا۔

مگر اب یہ کیس اس کی ضد بن چکا تھا۔اس لیے عاصم کی رہائی کا ہر دروازہ وہ ایک کے بعد ایک بند کرتا جارہا تھا۔

اور ادھر حالات بد سے بدتر ہوتے جارہے تھے۔اب نوبت یہاں تک ان پہنچی تھی کہ گھر کی بڑی حویلی کی نیلامی ہورہی تھی۔

۔مہک اور عاصم کا باپ اس وقت ایک بہت بڑی بیماری سے لڑ رہا تھا جس کا علاج بہت مہنگا اور بہت طویل تھا۔

مگر ان کے پاس علاج کے لیے پیسے تک نہیں تھے۔ آج ان کا آخری سرمایہ ان کی حویلی جن پر وہ کبھی ناگ بن کر بیٹھے ہوئے تھے۔

اور اس حویلی سے مظلوم بھائی کی بیوہ اور یتیم بچوں کو روتے ہوئے نکالا تھا۔ آج وہ حویلی کسی اور کی ملکیت بننے جارہی تھی۔

سچ کہتے ہیں وقت پلٹتے دیر نہیں لگتی کل جو خود کو راجہ مہاراجہ سمجھتے تھے۔ آج وہ فقیر بن کر کھڑے ہوئے اپنے ہی گھر کی نیلامی ہوتے ہوئے۔ اپنی روتی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ بس ایک سائن کی دوری رہ گئی تھی۔



مثال بالکل سوٹ بیٹھتی تھی۔

)جیڑے توڑ دے نے دل برباد ہون گے۔ آج کسے نوں روایا کل آپ رون گے۔ (

تشریح:۔

جو توڑتے ہیں دوسروں کا دل وہ بھی ایک دن برباد ہوں گے جو آج کسی کو رلا رہے ہیں کل وہ وقت کے ہاتھوں خود روئیں گی۔

یہاں پر شاعر نے یہ واضح کر کے بتایا ہے کہ کسی کو رلانے والا خود کبھی سکون سے نہیں رہ سکتے۔۔ جس طرح آج رومیوں کے تایا چچا اور مہک عاصم ان کی بیویاں سب رومیوں اور اس کی مجبور ماں کے آنسوؤں کی قیمت چکا رہے تھے۔

مہک نے جو عیش و عشرت دیکھ کر اپنے ماموں کے بیٹے سے شادی کی۔وہاں پر اس کو روپیہ پیسہ تو ملا۔مگر شوہر کی نظروں میں وہ عزت نہیں ملی جو ایک بیوی کو ملنی چاہیے تھی۔۔نہ کبھی اپنے شوہر کی نظروں میں وہ محبت دیکھ سکی جو ہمیشہ رومیوں کی آنکھوں میں اسے اپنے لیے نظر آتی تھی۔

دونوں کی آپسی ان بن اور نام ملتے ہوئے مزاجوں کی بنا پر۔شادی زیادہ عرصہ تک چل ہی نہیں سکی۔۔چھ مہینے بعد ہی مہک طلاق لے کر واپس اپنے مائیکے آکر بیٹھ گئی۔۔مہک کی طلاق ہونے کے بعد مہک کی ننیال والوں سے بھی تعلقات کافی خراب ہو چکے تھے۔۔



۔اس لیے اب یہ لوگ ان سے بھی مدد نہیں مانگ سکتے تھے۔آج اویس شاہ اپنی ہر گناہ کے لیے اپنے رب کے آگے شرمندہ تھا۔

اکلوتی بیٹی گھر واپس آکر بیٹھ گئی تھی۔بیٹا جیل میں سڑ رہا تھا۔گھر نلام ہو رہا تھا۔

۔خود ایک خطرناک بیماری سے چو نچ رہا تھا۔

بے شک اللہ کی لاٹھی بے آواز ہے جب پڑتی ہے تو۔بڑے بڑے طرم خان بھی سیدھے ہو جاتے ہیں۔ آج ان کی حالت دیکھ کر سب کو یہ کہاوت بہت اچھی طرح سے سمجھ آگئی ہو گی۔

کہ مت پیسے کے غرور میں کسی کے ساتھ برا مت کرو ۔کسی کو اتنی ہی اذیت دو جتنی خود کے لیے برداشت کر سکتے ہو۔ آج وقت کے مارے ہوئے کھڑے اپنے ہی حویلی کی نیلامی ہوتے ہوئے دیکھ رہے تھے۔

○○○○○○○○○

500 کروڑ ایک 500 کروڑ دو۔۔۔600 کروڑ۔۔۔600 کروڑ ایک 600۔۔۔ کروڑ دو 600 کروڑ تی۔۔۔ساڑھے چھ سو کروڑ۔۔۔600 کروڑ ایک ساڑھے چھ سو کروڑ۔۔۔10 کروڑ۔۔

۔نیلامی کی اس بولی سے تالیوں کی گونج اٹھی تھی۔اور نیلامی کرنے والا مائک اٹھا کر خوشی سے ڈیل ڈن کرنے ہی والا تھا کہ ۔کہ کسی کی بڑھتی ہوئی نیلامی کی رقم نے آواز نے اسے روک دیا۔۔15 کروڑ۔۔۔15 کروڑ ایک 15 کروڑ دو۔۔۔20 کروڑ۔۔۔نیلامی کی اس رقم سے اب کوئی آواز دوبارہ نہیں ابھری تھی۔۔نیلامی میں بیٹھے ہوئے لوگ اتنی بڑی رقم سے آگے بولی نہیں بڑھانا چاہتے تھے۔20 کروڑ ایک 20 کروڑ دو 20 کروڑ تین اور یہ حویلی 20 کروڑ نیلامی میں ڈن کی جاتی ہے مائک والے نے اونچی آواز میں سب کو آگاہ کرتے ہوئے کہا۔

۔ مبارک ہو دلاور صاحب یہ شاندار حویلی اور اس کی اندر کی خوبصورت اسائشی چیزیں آپ کی ہوئی۔۔۔ آپ یہاں پر سائن کر دیں۔۔ تاکہ ہم حویلی کے پیپر آپ حوالے کر سکے۔۔

نہیں سائن اس حویلی کے مالک خود آکر کریں گے۔

۔تو سر کیا آپ مالک نہیں ہیں۔۔جی نہیں بس دو منٹ کا ٹائم دیجیے وہ ابھی پہنچتے ہی ہوں گے۔۔ لیجیے آگئے حویلی کے اصل مالک میں تو صرف ان کی طرف سے بولی لگا رہا تھا۔۔مالک تو یہ ہیں دلاور خان ہاتھ کا اشارہ کرتے ہوئے اپنی نظریں باہری راستے کی جانب کی۔۔۔

دلاور خان کے ہاتھ کے اشارے کی جانب سب نے ہی دیکھا۔ جن میں گھر کے ممبران اور نیلامی میں آئے ہوئے سب لوگ بھی شامل تھے۔۔۔ آنے والے کی پرسنلٹی دیکھ کر سب کی نظریں اٹھ کر اٹھی تھی۔

اس کی خوبصورت پرسنلٹی دیکھنے والوں کی نظروں پر اپنی چھاپ چھوڑ رہی تھی۔

اس کا گورا رنگ کالے سوٹ میں چودویں کے چاند کی مانند چمک رہا تھا۔ بلیک کلر کے برینڈڈ کرتا شلوار پہنے ہوئے کاندھوں پر سکن کلر کی گرم شال ڈال کر اکڑی ہوئی مغرور چال سے چلتا ہوا آرہا تھا۔ نظریں سامنے اپنی منزل پر مرکوز کیے ہوئے تھا۔



شال کو گلے میں ڈال کر اس کے دونوں کانز سامنے کی طرف لٹکے رہیں تھے۔ جس سے اس کی پرسنلٹی اور بھی جاذب نظر لگ رہی تھی۔۔ کرتے کے بازو فولڈ کیے ہوئے تھے۔ جس سے اس کے مردانہ بازو واضح نظر آرہے تھے۔۔

خوبصورت کلائیوں پر گہرے مردانہ بال اس کی مردانہ شخصیت کو اور بھی نکھار رہے تھے۔اس نے ہاتھ خوبصورت بلیک ایپل کی ریسٹ واچ ہ پہنی ہوئی تھی۔

ایسا لگ رہا تھا کہ اس گھڑی کی شعبہ بڑھ گئی ہے پہننے والے کے ہاتھ میں جا کر۔۔ہاتھ میں پکڑا ہوا .... pro max iphone 15" جس سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ آنے والے کے پاس پیسے کی کمی نہیں تھی۔

پیروں میں برانڈڈ شوز پہنے ہوئے تھے۔جس سے وہ اپنی مردانہ وجاہت کے ساتھ چلتا ہوا خوبصورتی کے ساتھ قدم بڑھاتا ہوا نیلامی کے مائک سٹیج تک پہنچا تھا۔

وہ اس طرح سے گزر کر اسٹیج تک پہنچا کہ جیسے ارد گرد کوئی بھی نہ کھڑا ہو۔

۔آنکھوں پر لگے ہوئے۔دھوپ میں سے بچنے والے چشمے کی وجہ سے اس شخص کی آنکھوں کی گہرائیوں کو دیکھنے سے لوگ قاصر تھے۔

۔یہ لیجیے سر اور یہاں پر سائن کر دیں۔اس آدمی نے فائل آگے کرتے ہوئے پین پکڑایا۔۔ سر آپ کو حویلی بہت بہت مبارک ہو۔۔سائن ہونے کے بعد، اب یہ خوبصورت دو ایکڑ رقبے میں پھیلی ہوئی عالی شان حویلی رومان شاہ ولد تبریز شاہ کی ہو چکی تھی۔

آج رومان شاہ عرف رومیوں اس حویلی کا مالک تھا۔جہاں سے ایک دن اسے بے عزت کر کے اسی کے حصے دستبر دار کر کے نکال دیا گیا تھا۔

ooooooo

رومان شاہ کو دیکھ کر مہک کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئی۔ جس رومیوں کو کبھی اس نے غریب اور گھر کا نوکر کہہ کر دھتکارا تھا۔



آج وہ رومان شاہ بن کر واپس لوٹا تو مہک کا اپنی قسمت پر رونے کو دل کر رہا تھا۔

خوبصورتی میں تو وہ کبھی بھی کم نہیں تھا مگر وقت جوانی اور پیسے نے اسے اس قدر نکھار دیا تھا کہ۔مہک کی نظر نہیں ہٹ رہی تھی رومان شاہ سے۔

۔یہ رومیوں ہے نا۔ بے اختیار مہک کی ماں کے لبوں سے نکلا۔نہیں یہ رومان شاہ ہے رومیوں وہ تھا،جس کی ہمارے پاس کھڑے ہونے کی اوقات نہیں تھی۔

اور یہ رومان شاہ ہے جس کے پاس کھڑے ہونے کی ہماری اوقات نہیں ہے۔رومان شاہ کا تایا بڑی حسرت اور فخر کی نظروں سے رومان شاہ کی جانب دیکھ رہا تھا۔

آپ کو پتہ تھا کہ رومیوں اتنا قابل ہو گیا ہے۔۔کیا آپ یہ بات جانتے تھے۔مہک کی ماں نے بڑے تجسس بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے مہک کے والد سے پوچھا۔

ہاں پتا تھا۔۔پھر ہمیں کیوں نہیں بتایا۔۔جان کر تم لوگ کیا کر لیتے۔رومیوں اور اس کی ماں سے معافی مانگتے۔۔میں نے کوشش کی تھی،مگر ہمارے ماضی کے گناہ اتنے زیادہ تھے کہ رومیوں ہم سے نہیں ملنا چاہتا تھا۔

میں جب بھی عاصم کے سلسلے میں کراچی جاتا تھا۔ہر بار رومیوں کے آفس جا کے رومیوں سے ملنے کی کوشش کرتا تھا۔

مگر ہر بار اس نے ملنے سے انکار کر دیا تھا۔تو ایسے میں۔میں تم لوگوں کو کیا بتاتا ہوں مہک کا والد مہک کی ماں اور باقی سب کو بتا رہا تھا۔پاپا اس نے تو ہماری طرف نظر بھر کر دیکھا بھی نہیں۔

وہ تو ایسے گزر کے گیا جیسے ہم وہاں پر اس کو نظر ہی نہ آئے ہوں۔مہک اور اس کی ماں اویس شاہ سے شکوہ کر رہی تھی۔۔

بیٹا ہم لوگوں نے جو ان کے ساتھ کیا اس کے بعد اس کا ایساری ایکٹ کرنا ہی بنتا ہے۔مہک اور اس کی ماں چپ ہو گئی۔کیونکہ حقیقت یہی تھی جو اویس شاہ ان کو دکھا رہا تھا۔۔

oooooooooo

مرہا تم جلدی سے یہ لہنگا اور چولی ٹرائل روم میں جا کر چیک کر لو تا کہ گھر جا کر کوئی پرابلم نہ آئے۔اور یار جلدی چیک کرنا ہمیں جلدی گھر پہنچنا ہے۔

اور جا کر تمہارے مایوں کی تیاری بھی کرنی ہے۔اگر شاہ آ گئے تو وہ بہت ناراض ہوں گے۔ ہمارے اس طرح اکیلا ڈرائیور کے ساتھ آنے پر۔

تمہیں پتہ ہے کہ شاہ کو اس طرح ڈرائیور کے ساتھ ہمارا آنا بالکل پسند نہیں ہے۔

میرب اور مرہا جو ڈرائیور کے ساتھ مال میں آئی ہوئی تھی۔ویسے تو وہ امی جان کی اجازت سے آئی ہوئی تھی۔

مگر رومان شاہ کو یہ پسند نہیں تھا کہ۔وہ دونوں اس طرح اکیلی یہ ڈرائیور کے ساتھ گھومتی پھریں۔۔ اس لیے میرب کی تو اب ڈر سے جان نکلی ہوئی تھی۔

۔بھابھی بھائی نے رات کو آنا ہے۔ابھی ان کے آنے میں بہت ٹائم ہے۔میرب کو اتنا گھبرا کر تیز تیز بولتے ہوئے دیکھ۔مرہا میرب کو تسلی دے رہی تھی۔حالانکہ سچ تو یہ تھا کہ جان مرہا کی بھی نکل رہی تھی ڈر کے مارے۔

ہاں مرہا مجھے پتہ ہے مگر ہمیں جلدی گھر پہنچنا ہے۔اگر ان کا فون آ گیا تو پھر کیا جواب دیں گے۔ہاں بھابھی یہ بات تو میں نے سوچی ہی نہیں۔

۔میری جان اب سوچ لو،اور مہربانی کر کے جلدی سے چیک کر کے واپس آؤ۔تب تک میں تمہاری شادی کے ڈریس کے ساتھ کی بینگلز لے کر آتی ہوں۔میں سلیکٹ کرلوں،یا تم آکر خود پسند کرو گی۔

میرب نے جاتے ہوئے پلٹ کر پوچھا۔نہیں نہیں آپ خود ہی پسند کر لینا میں تب تک یہ ٹرائی کر کے آتی ہوں۔مرہا اپنا لہنگا اور چولی لے کر ٹرائل روم کے اندر آ گئی۔



مرہا مرر کے سامنے کھڑی ہوئی نظریں نیچے کو جھکا کر بہت غور سے اپنا لہنگا دیکھ رہی تھی۔جس پر بہت ہی خوبصورت موتیوں کے ساتھ چھوٹے چھوٹے نقشی اور کورے کے ٹکڑے لگا کر کام کیا ہوا تھا۔

ریڈ لہنگے پر گولڈن کام بہت ہی اٹھ رہا تھا۔ مرہا ٹرائل روم میں آ کر بہت ہی اداس سی ہو کر اپنا شادی والا ڈریس چیک کر رہی تھی۔

وہ پورا ڈریس پہن کر مرر کے سامنے کھڑے ہو کر خود کو دیکھ رہی تھی۔ وہ رف سے چہرے میں بھی دلہن کا لباس پہنے ہوئے بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔

وہ اپنے لہنگے کے کام کو دیکھنے میں اس قدر مگن تھی کہ اسے احساس ہی نہیں ہوا کہ کوئی کب اس کے اتنے پاس آ کر اس کی ہر حرکت کو اپنی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

اسے احساس تو اس وقت ہوا جب کسی نے اپنے مضبوط بازوں سے اسے اپنے گھیرے میں لے کر کسا تھا۔

آہ آہ--- ششششششش "چپ میں ہوں شاہ میر پاگل لڑکی۔ مرہا کی ڈر سے آنکھیں باہر آنے کو تھی۔-

اگر شامیر وقت پر اس کے منہ پر ہاتھ نہ رکھتا تو مرہا نے پورا مال اکٹھا کر لینا تھا۔

میم آپ ٹھیک ہیں مرہا کی چیخنے کی آواز سے مال گرل باہر کھڑی ہوئی مرہا سے مخاطب ہو کر پوچھ رہی تھی۔

مرہا کے منہ پر شاہ میر نے اپنا ہاتھ رکھا ہوا تھا۔ مرہا کی پشت پر اپنا سینہ لگائے ہوئے ایک ہاتھ اس کے پیٹ پر باندھ کر اور دوسرا اس کے منہ پر رکھے ہوئے کھڑا تھا۔

آواز دو اسے کہو کہ تم ٹھیک ہو۔ شاہ میر نے آہستہ سے مرہا کے کان میں سرگوشی کی۔ مرہا نے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر اشارہ کیا کہ یہ ہٹاؤ گے تو کہوں گی نہ۔ اوں ں۔ جلدی بولو اور اس کو کہو یہاں سے جائے۔



آپ یہاں پر کرنے کیا آئے ہیں۔ میری چھوٹی سی پولیس انسپیکٹر میری انویسٹیکیشن بعد میں کر لینا ۔پہلے وہ جو باہر کھڑی اس کو بولو کہ جائے۔- میم آپ کی آواز نہیں آ رہی کیا میں اندر آؤں --نن-- نہیں۔ آپ جائیں میں ٹھیک ہوں۔ مگر میم آپ کی چیخ سے تو بالکل نہیں لگ رہا تھا کہ آپ ٹھیک ہیں--

اب میں کیسے بتاؤں کہ میں نے جن دیکھ لیا تھا۔۔مرہا نے غصے سے چہرہ پیچھے کی جانب مڑتے ہوئے شاہ میر کی جانب دیکھا۔

۔جو دانت نکالتے ہوئے اپنی ٹھوڑی مرہا کے کاندھے پہ ٹکائے ہوئے اسے اپنی باہوں کے گھیرے میں لے کر کھڑا ہوا تھا۔

شرم اور ڈر سے مرہا کی سانس اٹکی ہوئی تھی۔چلی گئی ہے وہ اب بتائیں آپ یہاں کیوں آئے ہیں۔ مرہا نے شاہ میر کی باہوں سے نکلنے کے لیے اپنی کہنی کو اس کے پیٹ میں مارا۔

افففففف۔۔جنگلی لڑکی یہ کیا کر رہی ہو۔اس کی پکڑ اور مضبوط ہوئی تھی۔۔میں نے پوچھا آپ یہاں کیوں آئے ہیں۔

اپنی بیوی کو شادی کے جوڑے میں دیکھنے کا سب سے پہلا حق اس کے شوہر کا ہوتا ہے بس وہی حق آزمانے آیا ہوں۔

۔آپ میں کوئی شرم حیا بھی ہے یا نہیں۔ایسے کوئی ٹرائل روم میں کپڑے چینج کرتی ہوئی لڑکی کو دیکھتا ہے۔

مرہا اپنی چھوٹی سی ناک کو سنگوڑ کر اور بھی چھوٹا کر کے غصے سے بول رہی تھی۔پہلی بات کہ تم کوئی لڑکی نہیں ہو۔



نکاح ہو چکا ہے۔ اسلامی اور قانونی طور پر تم میری بیوی ہو اس لیے مجھے تمہیں دیکھنے کی پوری آزادی حاصل ہے۔

اور دوسری بات لڑکی میں تمہارے چیلنج کرنے کے بعد آیا ہوں۔" حالانکہ دل کے تو یہی ارادے تھے کہ، اپنی بیوی کو میں اسی حالت "۔۔کتنے بے شرم ہیں آپ میرہا نے شرم کے مارے اپنا ہاتھ شاہ میر کے منہ پر رکھا۔ اووو ماں س۔۔۔

شاہ میر نے مرہا کے گال پر ایک زوردار کس کی تھی۔۔۔۔ کیا بدتمیزی ہے۔۔

اے سی پی کی جان اسے بدتمیزی نہیں۔ منہ میٹھا کرنا کہتے ہیں۔ آخر یار آج تم اپنا شادی کا ڈریس لے کر جارہی ہو تو منہ میٹھا کرنا تو بنتا ہے۔ وہ شرارتی ہو رہا تھا۔

۔سوٹ میرا ہے تو منہ میٹھا آپ کا کروانا کیوں بنتا ہے۔ مرہا نے اپنی کم عقلی اور معصومیت میں یہ جملہ بولا۔۔ ہمم۔ یہ تو میں نے سوچا نہیں چلو کوئی بات نہیں ہے۔ابھی تمہارا منہ میٹھا کروا دیتا ہوں۔



اب مرہا کو اپنے جملے کی اہمیت تو پتہ چل چکی تھی۔ مگر اب ہو کچھ نہیں سکتا تھا۔ کیونکہ مقابل اس کے لبوں پر جھک کر اپنے لبوں کو سکون پہنچانے کے لیے اس کے ننھے منے سے لبوں کو اپنی قید میں لے گیا۔

اب مرہا اس کی گرفت میں سوائے تڑپنے کے اور کچھ نہیں کر سکتی تھی۔ آپ بہت گندے اور بہت بد تمیز ہیں۔

شاہ میر اس کے لبوں پر گستاخی کر کے پیچھے ہٹا تو مرہا نے غصے سے اس کے سینے پر ہاتھ کر پیچھے کرتے ہوئے کہا۔

شاہ میر کے لبوں کی سختی سے میرہا کی آنکھیں نم ہو گئی تھی۔ میری جان اس میں میرا کوئی قصور نہیں ہے تم نے خود ہی کہا کہ ڈریس تمہارا ہے تو منہ بھی میٹھا تمہارا ہونا چاہیے۔۔



تو میں نے تو بس تمہارے حکم کی تعمیل کی ہے۔☺ میں نے ایسا کچھ بھی نہیں کہا تھا۔۔اچھا مجھے تو یہی سمجھ آئی تھی۔

چلو ایک کام کرتا ہوں میں اپنی کس واپس لے لیتا ہوں وہ اس کے لبوں پر جھکا۔۔پلیز پیچھے ہٹیں۔۔۔ہا ہا۔۔اوکے۔اوکے۔ریلیکس ہو جاؤ کچھ نہیں کرتا شاہ میر مرہا کی حالت دیکھ کر پیچھے ہو کر ہنسا۔۔

آپ کو اندر کس نے آنے دیا۔ آپ کیسے اندر آئے مرہا نے حیرانگی سے پوچھا۔مرہا جی شاید آپ کو یاد نہیں ہے، کہ آپ کا شوہر ایک پولیس والا ہے۔

جو ہر کام جائز اور ناجائز طریقے سے کرنا جانتا ہے۔ہاں اور آپ ناجائز طریقے سے ہی اندر آئے ہوں گے۔۔نہیں فی الحال تو میں اندر بھی جائز طریقے سے آیا ہوں۔۔اور مال میں آپ لوگوں کے پاس بھی جائز طریقے سے آیا ہوں۔

پلیز اب آپ چلے جائیں بھابھی چوڑیاں لے کر آتی ہوں گی۔



نہیں میں تمہیں شاپنگ کروانے کے لیے آیا ہوں۔۔ اور ڈرو نہیں اپنی اور تمہاری ماں کی اجازت طلب کر رکھی ہے۔۔مگر بھائی نے ساری شاپنگ کروادی ہے مجھے۔۔یہ لہنگا چولی کا کلر مجھے بالکل پسند نہیں ہے۔۔

اس لیے باہر چلو اور میری پسند کا، میرے فیورٹ کلر کا لہنگا لو۔اور پیسے میں خود دوں گا۔اپنے بھائی کو بولنا کہ اب وہ اپنے پیسے اپنی بیوی پر لٹایا کرے۔

اپنی بیوی پر پیسے لوٹانے کے لیے اس کا شوہر ہے۔اب میں جا رہا ہوں تم چینج کر کے باہر آؤ شامیر آہستہ سے بولتا ہوا۔ٹرائل روم سے نکل گیا۔

مرہا تو دیکھتی رہ گئی کہ یہ بندہ آیا کیسے اور گیا کیسے۔۔ ٥٥٥٥٥٥٥

بھائی آپ کب آئے۔میرب جو مرہا کے ویڈنگ ڈریس کی میچنگ بینگلز لے کر واپس آ رہی تھی۔ اچانک اپنے بھائی کو سامنے دیکھ کر کھلکھلائی تھی۔



وہ مسکراتے ہوئے اپنے بھائی کے گلے ملی۔کیسا ہے میرا بچہ۔شاہ میر بھی اپنی لاڈلی کو بہن کو سامنے دیکھ۔خوشی سے اسے اپنے ساتھ لگائے ہوئے اس کا حال چال پوچھ رہا تھا۔

تم تو بچے ہم کو بھول ہی گئی ہو۔ شاہ میر نے ہنستے ہوئے ناراضگی کا اظہار کیا۔ نہیں بھائی میں آپ کو کیسے بھول سکتی ہوں۔

بس شاہ کا موڈ خراب ہو جاتا ہے میرے جانے کا نام سن کر میرب کے منہ سے پھسلا تھا۔ میرب کو احساس ہو گیا تھا کہ شاہ کے بارے میں۔ بھائی کو بتا کر اس نے غلط کر دیا ہے۔

کوئی بات نہیں دو دنوں کی بات ہے اس کے بعد جب خود کی بہن سے دور رہنا پڑے گا۔

تب اس اکڑو کو احساس ہو گا کہ کسی کی بہن کو دور رکھنا کتنا تکلیف دے عمل ہوتا ہے۔ شاہ میر شاہ میر کا لہجہ سخت ہو گیا۔ اور ساتھ میں ماتھے پر بے شمار بل پڑ گئے تھے رومان شاہ کا نام سن کر۔

بھائی آپ غلط سوچ رہے ہیں ایسا نہیں ہے کہ وہ مجھے جانے سے منع کرتے ہیں۔

بس امی جان کہتی ہیں کہ میرے جانے سے گھر میں رونق نہیں ہوتی۔ امی جان کی وجہ سے شاہ مجھے روکتے ہیں۔

وہ اپنی بات کو چھپانے کے لیے ایک نیا جھوٹ بول رہی تھی۔ آخر میرب اپنے شاہ کی برائی اپنے بھائی سے کیسے کر سکتی تھی۔

۔جبکہ اسے پتہ تھا کہ ایک سیر ہے تو دوسرا سوا سیر۔ایک اینٹ ہے تو دوسرا پتھر۔تو ایسے میں میرب کبھی بھی ان دونوں کا آپس میں تصادم نہیں چاہتی تھی۔

کیا آپ شادی کے بعد مجھے میرے گھر نہیں آنے دیں گے۔ٹرائل روم سے واپس آتی ہوئی مرہا۔شامیر اور میرب کی بات سن کر گھبرائی تھی۔

نہیں مرہا بھائی نے بس غصے سے بول دیا ہے۔ایسا کچھ بھی نہیں ہو گا میرب نے دو قدم بڑھا کر اس کے دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر اسے خود کے پاس کیا۔

۔نہیں مجھے پتہ چل گیا ہے کہ جو سلوک بھائی آپ کے ساتھ کریں گے یہ بھی میرے ساتھ وہی سلوک کیا کریں گے۔

۔مرہا شاہ میر کی بات سن کر کافی پریشان اور گھبرائی ہوئی تھی۔اس نے شاہ میر کی بات کو سچ ہی مانا تھا۔

شادی کے بعد تمہارا گھر وہ نہیں ہو گا بلکہ میرا گھر ہی تمہارا ہو گا۔۔شاہ میر نے دوٹوک انداز سے کہا۔

تو پھر کیا آپ مجھے اپنے گھر میں قید کرلیں گے ہمیشہ کے لیے۔اس کی آنکھیں نم ہونے لگی تھی۔

ہاں اگر تمہارا بھائی میری بہن کو اپنے گھر میں قید کر کے رکھ سکتا ہے تو، پھر تم مجھ سے بھی یہی امید رکھنا۔اس کا لہجہ کہیں سے بھی مذاق والا نہیں تھا۔

آپ مجھ سے شادی صرف بھائی سے بدلہ لینے کے لیے کر رہے ہیں۔اگر تمہیں ایسا لگتا ہے تو پھر تم ۔ایسا ہی سمجھو شاہ میر کا لہجہ اور تیور دونوں ہی خراب تھے۔

۔میرب ہانکوں کو کی طرح کبھی اپنے بھائی اور کبھی مرہا کی جانب دیکھ رہی تھی۔

۔بھائی آپ لوگ کیوں بات کو اتنا بڑھاوا دے رہے ہیں۔بات اتنی بڑی تو نہیں تھی۔جتنی بڑی آپ لوگوں نے بنادی ہے۔بھائی مجھے شاہ نے آنے سے منع نہیں کیا میں آپ کو بتا چکی ہوں۔

میرب کو اپنے الفاظوں پر ہی غصہ آرہا تھا۔ کہ اس نے کیوں اپنے بھائی سے شاہ کے بارے میں کہا۔

مرہا۔۔ ہوں س۔ شاہ کا فون آرہا ہے۔ کیاااا۔۔۔ میرب جو اپنا فون مرہا کے آگے کر کے نمبر دکھا رہی تھی۔ مرہا کے چونکنے سے میرب کے ہاتھ سے فون زمین پر گر گیا۔ اور فون کی سکرین ٹوٹ گئی۔ اور فون آف ہو گیا۔ فون بند ہو چکا تھا۔

میرب اسے بار بار آن کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ شاہ کے ڈر سے گھبرائی ہوئی میرب کے چہرے کے زاویے شامیر بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔



کیا ہو گیا ہے یہ آن کیوں نہیں ہو رہا۔ شاہ سمجھیں گے، کہ میں نے خود فون آف کیا ہے۔ میرب فون کرتے ہوئے ساتھ میں من من کر رہی تھی۔

بھابھی بھائی کا فون میرے نمبر پر آرہا ہے۔ مرہا نے رنگ کی آواز پر اپنے فون کو ہینڈ بیگ سے نکال کر دیکھا تھا۔

فون سکرین پر جگمگاتا ہوا بھائی دیکھ کر مرہا کے قدموں تلے جان نکلی تھی۔ نمبر دیکھتے ہی فون میرب کے آگے کر دیا۔

میرہا پلیز تم کر لو نا بات۔ میرب میں گھبراتے ہوئے فون ہاتھ سے میرب کی جانب کیا۔ بھابھی میں بھائی سے کیا کہوں گی۔ کہ ہم کہاں ہیں۔

۔کیا ہو گیا ہے اگر رومان شاہ کا فون ہے تو اٹھاؤ کھا تھوڑی جائے گا۔
شاہ میر نے میرہا اور میرب کے ڈرے ہوئے چہرے دیکھ کر کہا۔



میرہا میں نے کہاں تھا نا کہ جلدی کرو۔ ہم لوگ اگر یہاں سے جلدی نکل جاتے تو، اب تک ہم لوگ گھر پہنچ چکے ہوتے۔

۔میرب نے بنا شاہ میر کی بات کا جواب دیے۔ مرہا کا ہاتھ پکڑ لیا۔ میرہا چلو جلدی کرو۔ میرب کے سامنے روماں شاہ کی کھانے جانے والی نظریں تھی۔

چلو اب جلدی چلو۔ میرب میرہا کا ہاتھ پکڑ کر گھسیٹے والے انداز سے ساتھ لے جا رہی تھی۔۔۔ میرب بیٹا کیا۔۔۔ ہو گیا ہے۔ کیوں اتنی گھبرائی ہوئی ہو۔ تم فون اٹھاؤ اور روماں شاہ کو بولو کہ تم مال میں ہو۔

اور میں ہوں تم لوگوں کے ساتھ اس لیے گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے شامیر تیز قدموں سے چلتا ہوا پاس آیا۔

آپ کو بھائی کا نہیں پتہ میں نے آپ سے کہا تھا نا کہ، میں نے سب کچھ خرید لیا ہے۔ پھر بھی آپ نے زبردستی اتنا کچھ لے کر دیں دیا ہیں۔ خواہ مخواہ میں اتنا ٹائم ویسٹ ہو گیا۔

میرے ساتھ گزارے ہوئے وقت کو تم ویسٹ ہونا کہتی ہو۔ شاہ میر کا لہجہ سرد ہوا۔
مرہا میرب کے ساتھ بھاگتی ہوئی چلی جا رہی تھی۔ میری بات کا جواب دو میرے ساتھ گزارا ہوا وقت تمہیں ویسٹ ہونا لگتا ہے۔

مرہا کی بات شاہ میر کو بہت بری لگی تھی۔ہاں آج آپ نے ہمارا ٹائم ویسٹ ہی کیا ہے۔گڈ ویری گڈ تو ٹھیک ہے اب ہماری ملاقات رخصتی کے بعد ہی ہو گی۔

اور تب تک تم رہو اپنے بھائی کی ملکیت بن کر شامیر بے حد غصے سے مرہا کی جانب دیکھ رہا تھا۔بھائی پلیز۔۔۔شاہ میر نے ہاتھ کے اشارے سے میرب کو چپ رہنے کو کہا۔

بیٹا اگر آپ اپنے شوہر سے اتنا خوفزدہ ہوتی ہیں۔اور ڈرتی ہے تو ذرا اپنے نند کو بھی بتایا کریں کہ شوہر کی ویلیوں کیا ہوتی ہے۔

شامیر مرہا کی جانب دیکھتے ہوئے بہت سخت نظروں دیکھ طنز کر رہا تھا۔میرب کا تو اس وقت خود کا دماغ کام نہیں کر رہا تھا۔وہ کسی سے کیا کہتی۔

میں تم دونوں کو گھر ڈراپ کر دیتا ہوں شاہ میر نے اس بار مرہا کی جانب دیکھا بھی نہیں تھا۔

شاہ میر نے میرب اور مرہا کو دل کھول کر شاپنگ کروائی تھی۔افففف یار میرا ویڈنگ ڈریس والا بیگ تو اندر ہی رہ گیا۔

۔مرہا میرب سے بھی زیادہ گھبرائی ہوئی تھی۔بھابھی بھائی کا فون پھر سے آرہا ہے۔مرہا اپنے فون پر رومان شاہ کا نمبر دیکھ رہی تھی۔

حد ہے یار کیا ہو گیا ہے۔تم لوگوں کو۔رومان شاہ نہ ہو گیا کوئی توپ چیز ہو گیا۔جو فون سے نکل کر تم لوگوں کو فائر مار دے گا۔لہجہ بے حد غصے والا تھا۔
حد ہے، کس قدر ڈرا کے رکھا ہوا ہے تم دونوں کو اس نے شاہ میر کا موڈ سخت خراب ہو گیا۔



ڈرا کر نہیں رکھا۔بھائی ہماری کیئر کرتے ہیں۔ان کو ہماری فکر ہوتی ہے۔اس لیے ہمیں گھر سے اکیلا نہیں نکلنے دیتے۔مرہا نے فورن سے اپنے بھائی کی طرفداری کی۔

جی مجھے پتہ ہے کہ آپ کے بھائی بہت کیئرنگ ہے۔۔۔شاہ میر نے ساتھ میں چلتے ہوئے گھور کر کہا تھا
۔مرہا نے شاہ میر کے تیور دیکھ کر نظریں جھکالی۔

۔شاہ میر غصے سے بولتا ہوا واپس مڑا اور جا کر مرہا کا ویڈنگ سوٹ لے کر آیا۔ جو وہ رومان شاہ کے فون کی ہڑبڑاہٹ سے مال میں بھول گئی تھی۔

وہ بگڑے ہوئے تیور لیے ہوئے۔ویڈنگ سوٹ والے بیگ کو غصے سے مرہا کے ہاتھ میں تھماتے ہوئے۔ان کو آنکھ کے اشارے سے گاڑی کی طرف آنے کو کہا۔



اپنے بھائی کا غصے والا موڈ دیکھ کر میرب بھی گاڑی میں خاموش بیٹھی ہوئی تھی۔اور مرہا کو تو یہ سمجھ نہیں آرہا تھا کہ اس کے ہاتھ پاؤں اپنے بھائی کے ڈر سے پھولے ہوئے ہیں۔یا اس اکڑو ایسی پی کو دیکھ کر۔

راستہ بہت خاموشی سے کٹ رہا تھا۔ کہ رومان شاہ کا پھر سے فون آ گیا۔ بھابھی پلیز فون اٹھا لیں بھائی بار بار فون کر رہے ہیں۔ میرہا نے فون میرب کے آگے کرتے ہو اور کہا تھا۔۔

میرب نے بڑی مشکل سے فون کو کانپتے ہاتھوں سے اپنے کان کو لگایا کیونکہ اور کوئی چارہ نہیں تھا۔

میرب۔۔۔ اسلام علیکم

رومان شاہ۔۔۔ واٹ دا ہیل از دس۔ فون کیوں نہیں اٹھا رہی ہو؟؟ رومان شاہ کی دھاڑ نے میرب کے دل تک کو ہلا کے رکھ دیا تھا۔۔ ششہ۔۔ شاہ۔۔ میرا فون ٹوٹ گیا تھا اس لیے نہیں اٹھایا۔۔۔ لفظوں کو توڑتے ہوئے بولی۔

۔۔ اور مرہا فون کیوں نہیں اٹھا رہی تھی۔ انداز اب بھی وہی تھا۔۔ تمہیں میری آواز سنائی دے رہی ہے۔ میرب کی جانب سے جواب نہ پا کر رومان شاہ کا غسیلہ لہجہ اور غسیلی آواز میرب کے کانوں میں زہر گھول رہی تھی۔

شاہ بیل بند تھی پتہ نہیں چلا میرب نے ایک اور جھوٹ بولا تھا۔بس مجھے یہ بتاؤ کہ تم دونوں زندہ بھی ہو یا مر چکی ہو۔

رومان شاہ کا کٹیلا لہجہ سن کر اب میرب کا دل تو یہی کر رہا تھا کہ کہتی۔پہلے تو زندہ تھی۔

مگر اب ضرور مر جائیں گی اس کے غصہ سے۔ مگر ڈر کر کچھ بولی۔ صرف سوچ کر رہ گئی تھی۔

میرب تم کہاں ہو لہجہ ایک دم سے سپاٹ ہوا تھا۔شاہ مم۔۔میں۔۔ہاں تم۔۔وہ اٹک اٹک کر بولی تھی

۔۔میں اپنے کمرے میں ہوں۔۔۔اور مرہا کہاں ہے۔۔وہ اپنے روم میں سٹڈی کر رہی ہے۔



میرب نے بہت کانفیڈنٹ سے جواب دیا۔۔۔امی جان کہاں ہیں اور کیا کر رہی ہیں۔۔وہ وہ تسبیح کر پڑ رہی ہے۔

ہمم۔۔۔گڈ۔۔۔تم سچ میں کمرے میں ہی ہو۔۔۔۔جی شاہ۔۔۔شاہ آپ رات تک پہنچ جائیں گی۔۔۔ہاں پہنچ جاؤں گا۔

شاہ جلدی پہنچ جایئے گا آپ کے بنا گھر اچھا نہیں لگ رہا۔۔۔۔مجھے پوری امید ہے۔کہ میرے آنے کے بعد بعد بھی اچھا نہیں لگے گا۔۔۔جی۔۔کچھ۔۔۔نہیں۔۔اللہ حافظ رات کو ملتے ہیں ۔۔جی۔۔

میرب جھوٹ پہ جھوٹ بولے جارہی تھی شاہ میر فرنٹ شیشے میں اسے غصے سے دیکھ رہا تھا۔

۔میرب بیٹا یہ کیا تھا۔سوری بھائی۔۔اگر سچ بتاتی تو شاہ بہت غصہ کرتے۔غصے سے بچنے کے لیے جھوٹ بولنا کوئی حل نہیں ہے۔

۔شامیر گاڑی کے سٹیرنگ پر نظریں جمع کر بیٹھا تھا۔شاہ میر دونوں کو مین گیٹ کے سامنے ہی چھوڑ کر چلا گیا۔

شاہ میر میرب سے تو ملا تھا۔ مگر مرہا کی ناراضگی اپنے دل میں لیے ہوئے واپس چلا گیا تھا۔اس نے جاتے ہوئے مرہا سے کوئی بات نہیں۔۔

ooooooooo

اللہ تیرا شکر ہے کہ میں شاہ کے آنے سے پہلے واپس آگئی ہوں میرب روم کا لاک کھولتے ہ ہوئی بڑبڑائی۔۔

پہلے شاہ کے آنے سے پہلے جلدی سے فریش ہو جاتی ہوں پھر کچھ اور کروں گی۔۔۔یہ کہتی ہوئی واش روم میں چلی گئی۔

فریش ہونے کی نیت سے۔۔۔۔افففففف!!!!میرب دونوں ہاتھوں سے ٹاول منہ پر رکھے ٹاول کو رب کرتے ہوئے آرہی تھی۔

ہلکا سا ٹاول آنکھوں سے ہٹایا تو اس کی سیدھی نظر بیڈ پر لیٹے ہوئے رومان شاہ پر گئی۔

شا۔۔شاہ۔۔ آپ کب آئے میرب گھبراتی ہوئی لفظ کپکپا کر بولی۔۔

میں اس وقت آیا جب امی جان تسبیح پڑھ رہی تھی بقول تمہارے۔۔اور مرہا اپنے روم میں سٹڈی اور تم روم میں آرام آخری لفظ پر زور دیتے ہوئے بولا۔

شا۔۔شاہ۔۔می۔۔۔میں وہ۔۔۔۔

آرام سے سوچ لو نیا جھوٹ۔۔شاہ م۔۔۔میں آپ کو بتانے والی تھی۔۔۔۔میرب اتنی گھبرائی ہوئی تھی کہ اس کے لفظوں نے بھی اس کا ساتھ چھوڑ دیا۔۔وہ اپنی بات کو لفظوں میں توڑ توڑ کر بول رہی تھی۔

کب بتانے والی تھی۔۔۔ہاں!!! میرب کو آج نعمان شاہ کے تیور پرانے رومان شاہ جیسے لگ رہے تھے۔۔

فون کر کے میں نے پوچھا تھا نا کہاں ہو تم لوگ تم نے ایک ایک کا جواب جھوٹ کا سہارا لیتے ہوئے دیا۔

یہ کہتے ہوئے رومان میرب کے روبرو آگیا۔رمان کو اپنی طرف بڑھتے ہوئے دیکھ کر ڈر کر دو قدم پیچھے ہوئی۔

اپنی جگہ پر کھڑی رہو ایک قدم بھی پیچھے گیا نا تو تمہاری ٹانگیں توڑ دوں گا میں۔۔رومان شاہ کا غصہ ساتویں آسمان کو چھو رہا تھا۔

اب بولو اتنے جھوٹ بولنے کی وجہ۔۔شا۔۔شاہ۔می۔۔۔ صحیح سے بولو رمان شاہ دانتوں کو کچھکاتے ہوئے بولا۔۔۔میرب مجھے جواب چاہیے۔

میرب کی خاموشی رومان کو اور غصہ دلا رہی تھی۔شا۔۔شاہ۔می۔۔می۔۔
میں نے کہا صحیح سے بولو اسی طرح سے جس طرح سے تم نے جھوٹ اپنا ایک ہی لائن میں بولا تھا بلکل اسی طرح سے۔

رومان نے میرب کے دونوں کندھوں کو جھنجوڑتے ہوئے بولا۔

شا۔۔شاہ مجھے اپ سے ڈر لگ رہا ہے۔

اس وقت ڈر نہیں لگا تھا جب تم نے مجھ سے جھوٹ بولا تھا؟رومان شاہ چیخا تھا۔

رومان شاہ اتنی زور سے چیخا تھا کہ میرب ہچکیوں سے رونے لگی۔
چپ مجھے اواز نہیں آنی چاہیے تمہاری۔میرب نے ڈر کر اپنے منہ پر ہاتھ رکھے تھے۔
آواز بند کرنے کے لیے۔وہ ہچکیوں کے ساتھ روتی ہوئی بہت معصوم لگ رہی تھی۔۔

میرب،،،میرب میں تم سے جتنا سوفٹ ہوتا ہوں تم اتنی ہی بے وقوفیاں کر کے مجھے واپس اسی مقام پر لا کر کھڑا کر دیتی ہو۔



شاہ مجھے معاف کر دیں میں آئندہ کبھی آپ سے جھوٹ نہیں بولوں گی وہ روتے ہوئے جھک کر رومان شاہ کے سینے سے لگ گئی۔

میرب مجھے جھوٹ سے سخت نفرت ہے میں سب کچھ برداشت کر سکتا ہوں مگر جھوٹ نہیں۔۔

شاہ میں اپ سے وعدہ کرتی ہوں میں آپ سے کبھی جھوٹ نہیں بولوں گی کبھی بھی نہیں بولوں گی اپنا چہرہ اوپر کو اٹھا کر ہچکیوں سے روتی ہوئی بولی۔۔

شاہ اپ مجھ سے ناراض مت ہویئے گا میں نہیں بولوں گی اب جھوٹ۔

میرب کے لہجے میں رومان شاہ کو کھو دینے کا ڈر واضح دکھائی دے رہا تھا جس کو دیکھتے ہوئے رومان شاہ کا لہجہ نرم پڑا۔



تمہیں میری ناراضگی سے فرق پڑتا ہے ؟؟

جی شاہ بہت فرق پڑتا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔اگر فرق پڑتا تو پھر تم جھوٹ نہ بولتی۔

شام میں ڈر گئی تھی اور ہم وہاں پر اکیلے نہیں تھے ہمیں ہمارے ساتھ بھائی بھی تھے۔

وہ وہاں کیا کرنے آیا تھا۔۔۔ ہمیں شاپنگ کروانے آئے تھے میرب نے اس بار صاف گوئی سے کام لیا۔

کیوں میں تو تم لوگوں کو شاپنگ کروا چکا تھا۔اور تم لوگوں نے اگر اور شاپنگ کرنی تھی تو تمہیں مجھے بتانا چاہیے تھا۔۔رومان شاہ کا لہجہ تھوڑا سرد ہوا۔

ہم نے بھائی کو منع کیا تھا مگر انہوں نے کہا کہ وہ اپنی بیوی کو شاپنگ کروانا چاہتے تھے۔۔انہوں نے کہا کہ رومان شاہ اپنی بیوی پر لٹائے پیسے اپنی بیوی پر پیسے لوٹانے کے لیے میں ہوں۔

میرب نے آج کچھ بھی نہیں چھپانا تھا اب اس نے ہر بات سچ بول دی۔۔میرب کے اتنا زیادہ سچ بولنے سے رومان شاہ کے لبوں تلے ہنسی پھیلی۔



ہم پھر اور کیا کیا ہوا وہاں پر۔۔ پھر بھائی کو مرہا کا لہنگا نہیں آیا پسند وہ۔۔۔۔بھائی کو چھوڑو تم اپنی بات بتاؤ تم نے وہاں پر کیا کیا اور کیا کیا خرید ا رومان شاہ نے میرب کی بات کو درمیان میں کاٹتے ہوئے کہا۔

میں نے کچھ بھی نہیں لیا۔۔کیوں تمہیں کچھ نہیں چاہیے تھا؟؟ چاہیے تھا نہ.... کیا؟؟ شاہ مجھے گجرے چاہیے تھے۔۔ پھر لیے کیوں نہیں؟!! آپ کے ڈر سے مجھے گھر جلدی آنا تھا۔۔

ہمم تم نے گجرے پہننے ہیں؟؟؟ رومان نے ایک ائی برو کو اٹھاتے ہوئے کہا۔۔

ہاں جی! میرب نے دھیمے سے لہجے میں بولا۔۔ تمہیں گجرے پسند ہیں؟!

بہتتتتت زیادہ۔۔ جب لڑکی کو اس کا شوہر پہناتا ہے نا مجھے بڑے پیارے لگتے ہیں۔۔۔

کسی لڑکی کا شوہر اسے پہناتا ہے تو تمہیں کیوں اچھا لگتا ہے۔۔۔ شاہ اس میں فیلنگز ہوتی ہیں اس لیے مجھے اچھا لگتا ہے۔

اور تم نے کہاں دیکھا یہ سب کچھ۔۔۔ میں نے ٹک ٹاک پر دیکھا ہے اچھا کیسے پہناتے ہے وہ گجرے۔

پہلے وہ اپنی بیوی کو پیار سے دیکھتے ہیں پھر اس کا ہاتھ پکڑ کے گجرا پکڑتے ہوئے اس کے ہاتھ میں پہناتے ہیں (میرب نے اپنا ہاتھ جلدی سے رومان شاہ کے اگے کر دیا) پھر اپنی بیوی کے ہاتھ پر کسس

------ہاں کس کرتے ہیں اس سے آگے بتاؤ اور کیا رومان شاہ نے میرب کے ہاتھ کو چومتے ہوئے کہا۔

آپ میری بات دھیان سے نہیں سن رہے۔۔ میرا ہلکے سے غصے کے انداز میں بولی اسے لگ رہا تھا کہ اس کا شاہ اس کی فیلنگز کو صحیح سے فیل نہیں کر رہا۔

ارے یار سن تو رہا ہوں۔۔۔ آپ فیل نہیں کر رہے نا افسردہ سے لہجے میں کہا۔



اگر فیل کرنے بیٹھ گیا نا تو تم رات کے فنکشن کے لیے لیٹ ہو جاؤ گی۔۔۔۔ کیا مطلب۔۔۔

کچھ نہیں چھوڑو آگے بتاؤ۔۔۔پھر،،،!! پھر لڑکی بھی مسکرا کے اپنے شوہر کو دیکھتی ہے۔۔ اچھا آگے!!بس ویڈیو ختم ہو جاتی۔

بس تم نے یہاں تک ہی دیکھا ہے ؟؟؟ہوتا ہی یہاں تک ہے ۔۔اچھا رومان شاہ کچھ سوچتے ہوئے بولا۔۔ چلو تم فریش ہو جاؤ میں امی جان سے مل کر آتا ہوں یہ کہتا ہوا دروازے تک پہنچا۔

شاہ۔۔۔ ہمم آپ نے کچھ کھایا۔۔۔

شاہ اپ کا دھیان کدھر ہے میں آپ سے پوچھ رہی ہوں۔رومان شاہ جو میرب کے خوبصورت سراپے پر نظر ٹکائے ہوئے کھڑا تھا۔۔میرب کے دوبارہ بولنے پر ہوش میں کی دنیا میں آیا۔



ہاں کیا پوچھ رہی تھی تم۔۔۔میں نے پوچھا اپ کچھ کھائیں گے ۔ہاں ۔۔ مختصر سا جواب دیا۔۔ کیا کھائیں گے۔ تمہیں آنکھ کے اشارے سے کہا۔شاہ میں کھانے کا پوچھ رہی ہوں میں بھی تو کھانے کا ہی بتا رہا ہوں شاہ میں کوئی کھانا ہوں ؟؟؟

میرب نے رومان سے سوال کیا۔ پھر تم کیا ہو۔؟

میں انسان ہوں۔ اور تمہیں کسی نے بتایا ہے انسانوں کا خون سب سے لذیذ ہوتا ہے۔

اب یہ اپ کو کیسے پتہ آپ نے کبھی پیا ہے کیا۔

میرب اب بیچاری بڑی پریشان ہو رہی تھی رومان کی باتوں سے۔

پیا تو نہیں ہے پر تھوڑا سا چکھا ہے۔۔۔شاہ آپ انسانی خون پیتے ہیں تو کیا آپ ویمپائر ہیں۔۔۔میں انسانی خون نہیں پیتا بس اپنے ایک من پسند شخص کا خون پیتا ہوں۔

اچھا اور وہ انسان آپ کو خون پینے بھی دیتا ہے میرب رومان کے اس مذاق کو کچھ زیادہ ہی سیریس لینے لگی۔۔ہاں!! بالکل پلا دیتا ہے۔



اچھا کہاں سے پیتے ہیں آپ اس کا خون بڑی ہی معصومیت سے بولی۔۔ یہاں سے اپنے انگوٹھے سے میرب کے ہونٹوں کو رب کرتے ہوئے خمارہ دہ لہجے میں بولا۔

جب آپ نے یہاں سے اس کا خون پیا تو اس نے کچھ نہیں کہا۔وہ بڑی ہی پریشان ہو گئی روماں کی باتوں سے۔

نہیں وہ رونے لگ گئی تھی۔ چھی!!!شاہ اپ کسی لڑکی کا خون پیتے رہیں۔

میرب کو روماں کی یہ بات بالکل پسند نہیں آئی۔۔کیوں۔۔۔۔۔بھائی وہ بڑی خوبصورت ہے۔
میں بھی تو خوبصورت ہوں۔۔۔معصومیت سے بھرے لہجے میں بولی۔

آؤ تمہارا ابھی پی لیتا ہوں۔۔۔جی نہیں کوئی ضرورت نہیں۔اپ اس کا ہی جا کر پییں خون۔



چلو ٹھیک ہے اس کا ہی پی لوں گا فی الحال تو میں امی جان سے مل کر آتا ہوں۔

شاہ آپ نے آخری دفعہ کب پیا تھا اس کا خون۔۔۔۔پانچ دن پہلے۔

اچھا میرب منہ لٹکائے ہوئے بولی رومان شاہ کو میرب کی حالت دیکھتے ہوئے بڑا ہی مزہ آرہا تھا۔

کہاں پیتے ہیں اپ اس کا خون،،م۔۔۔میں۔۔میرا مطلب کس جگہ پر جا کر پیتے ہیں۔

جگہ کوئی خاص نہیں جہاں موقع مل جائے چھت پر بیڈ روم میں میں کہیں پر بھی۔

اچھا آپ نے آخری بار کس جگہ پر خون پیا۔۔ چھت پر۔اچھا اپ اس کی چھت پر گئے تھے یا وہ اپ کے چھت پر آئی تھی۔ہم دونوں کی چھت ایک ہی ہے۔

ہمممم۔۔۔میرب کچھ سوچتے ہوئے چپ کر گئی۔۔۔شاہ واہان کوئی نہیں تھا آپ نے جب خون پیا۔پھر کچھ دیر بعد دوبارہ بولی۔۔۔

نہیں وہاں پر بہت سے طوطے تھے جو کہ خود بھی یہی کام کر رہے تھے۔انہیں دیکھ کر تو مجھے بھی آئیڈیا آیا کہ مجھے بھی یہ کرنا چاہیے۔

یہ کہہ کر مسکراتے ہوئے روم سے نکل گیا۔۔۔

پیچھے میرب سوچتی رہی کہ چھت پر پانچ دن پہلے وہ گئی تھی۔۔۔پھر رومان شاہ کا بنایا ہوا اتمام منظر اسے ذہن میں آیا۔

ہائے اللہ !! یہ سب تو شاہ مجھے کہہ کر گئے ہیں۔میرب تم کتنی بے وقوف ہو وہ کتنی آسانی سے تمہیں پاگل بنا گئے ہیں۔

میرب کو اپنی کم عقلی پر غصہ، ہنسی، اور شرم تینوں چیزیں بیک وقت آرہی تھی۔



oooooooo

السلام علیکم شاہ میر اپنی ماں کو پیچھے سے حق کرتے ہوئے بولا۔۔جو شاہ میر کے کٹنز چینج کروارہی تھی۔

وعلیکم السلام میری جان یاد آگیا تمہیں کہ تمہاری ایک ماں بھی ہے۔۔ماما کیسی بات کر رہی ہیں آپ کو میں بھول سکتا ہوں۔۔

آپ تو یہاں ہیں،، یہاں وہ اپنے دل والے مقام پر ہاتھ رکھتے ہوئے مسکراتے ہوئے بولا۔

اچھا اب بٹر مت لگاؤ۔۔۔ویسے ماما آپ یہ کیا کر رہی ہیں میرے اتنے پیارے روم کو آپ دلہن کیوں بنا رہی ہیں۔

بیٹا جی! آپ کے روم کو دلہن اس لیے بنا رہی ہوں۔۔ جس کو آپ لے کر آرہے ہیں نا وہ لڑکی ہے اور وہ دلہن بن کے آپ کے روم میں آئے گی۔

تو وہ اس روم میں بھی تو آسکتی ہے نا۔۔

ہاں اس روم میں جس میں کوئی رنگ ہی نہیں بے رنگا سا۔شاہ میر کی ماں منہ کا زاویہ بدلتے ہوئے بولی۔



ماما پلیز اتنے پیاری تھیم ہے گرے اینڈ بلیک کی اس سے بے رنگا تو مت بولیں۔

بے رنگاہی ہے اب جسے لا رہے ہو ناوہ آکر تمہاری خوشیوں میں رنگ بھرے گی۔۔۔ تو اس کے آنے سے پہلے میں تمہارے روم میں رنگ بھر رہی ہوں۔

وہ مسکراتے ہوئے شاہ میر کے کان کو کھینچ کر بولی۔

آؤوووووو!!اوکے مائی ڈیئر مام جیسا اپ کو اور آپ کی بہو کو اچھا لگے۔

گڈ تمہارے پاپا کدھر ہیں۔وہ بھی عید کا چاند ہی بنے ہوئے ہیں کچھ پتہ نہیں کیا کر رہے ہیں۔۔ اور تیاریاں کہاں تک مکمل ہوئی ہیں تم دونوں باپ بیٹا مجھے کچھ نہیں بتاتے۔۔ جیسے میں تو گھر میں ہوں ہی نہیں ناوہ ہلکے سے غصے اور ناراضت کی کیفیت میں بولی۔



نئ مما ایسی بات نہیں ہے آپ ہیں تو سب کچھ ہے اور آپ پریشان نہ ہوں سب کچھ مکمل ہو گیا ہے۔۔ میں اور بابا ابھی ریسپشن کا ہی پتہ کر کے آ رہے ہیں۔

اچھارات کو ہمیں جانا ہو گا مرہا کے مائیوں کا سوٹ اور رسم ادا کرنے کے لیے۔

ہمم!! صحیح ہے چلے جایئے گا لمبا سانس کھینچتے ہوئے بولا۔

تم نہیں چلو گے۔ نہیں مما اپ لوگ چلے جائیں میرا دل نہیں۔ آہا!! شاہ میر کی ماں کو شاہ میر کی بات کھٹکی۔۔

کیا کچھ ہوا ہے رومان بیٹے نے کچھ کہا ہے تمہیں۔؟
نہیں ماما اس سے تو میری ملاقات ہی نہیں ہوئی اور کچھ نہیں ہوا پریشان نہ ہوں ویسے میں تھک گیا ہوں اس لیے کہا۔۔۔



شاہ میر پکی بات ہے نا۔۔۔جی جی ماما جان پکی بات ہے میں اپ سے کچھ چھپا سکتا ہوں۔۔۔

چلو ٹھیک ہے پھر تم آرام کرو ہم لوگ تیاری کرتے ہیں جانے کی اور تم دیکھ لو تمہیں اگر روم میں کچھ اور چینجنگ کروانی ہے۔۔۔

نہیں جی! مجھے تو کوئی چینجنگ نہیں کروانی آپ دیکھ لیں آپ اپنی بہو کے حساب سے، اور میرا کتنا روم رنگین کرنا ہے۔۔۔میرا نہیں ہمارا اب وہ اس کا بھی پورا روم ہے ٹھیک ہے نا۔۔۔

ماما کچھ زیادہ ہی نہیں طرفداری ہو رہی ہے اپنی بہو کی ایک دن میں ہی اپنا بیٹا پرایا کر دیا ابھی تو وہ محترمہ آئی بھی نہیں۔۔۔

تو کل آ ہی جانا ہے اللہ خیر کرے اور میں تو اس کی ہی طرفداری کروں گی آخر اتنی پیاری بہو ہے میری ۔۔بہو نہیں بلکہ بیٹی آرہی ہے میری ایک میرب گئی دوسری میرب آرہی ہے۔ شاہ میر کی ماں مسکراتے ہوئے بولی۔۔۔ چلیں جی ٹھیک ہے جیسا آپ کہتی ہیں۔

اگر ماں بیٹے کی پیار بھری باتیں ختم ہو گئی ہوں تو بیگم صاحبہ مجھے ایک کپ چائے ملے گی۔

دروازے سے آتے ہوئے شاہ میر کے پاپا نے شاہ میر اور اس کے ماں کے درمیان ہوتے ہوئے باتوں کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔

جی بالکل ملے گی پہلے اپ مجھے یہ بتائیں۔۔۔ مما پلیز لڑیے گا مت شاہ میر نے فورا اپنی ماما کو ٹوکا جو فل موڈ میں تھی اپنے شوہر سے لڑنے کے لیے۔۔۔

چلیں کیا یاد کریں گے شاہ میر کی خاطر اپ کو معاف کیا۔۔ اپ لوگ باتیں کریں میں بنوا کر لاتی ہوں چائے۔۔ شاہ میر تم بھی پیو گے چائے، نہیں ماما مجھے بلیک کافی بنوادیں۔ اچھا میں بھجواتی ہوں۔

oooooooooo

مہک تمہارے بابا کی طبیعت دن بدن بگڑتی جا رہی ہے ڈاکٹر فورا اپریشن کا کہہ رہے ہیں۔

میں جانتی ہوں ماما مگر ہمارے پاس اپریشن کے لیے پیسے نہیں ہیں کیا کر سکتے ہیں۔

بیٹا ایسے بھی تو نہیں چھوڑ سکتے نا انہیں اتنی تکلیف میں کچھ تو کرنا ہو گانا۔۔

مماپ ہی بتائیں کیا کر سکتی ہوں میں ہمارے پاس کچھ نہیں ہے جس سے ہم بابا کا اپریشن کروا سکے۔

ایک شخص ہے جو ہماری مدد کر سکتا ہے

دروازے سے آتا ہوا مہک کا چاچا بولا۔



مہک اور اس کی ماں نے نہ سمجھی سے سر کو ہلایا۔

رومیو ہماری مدد کر سکتا ہے اس میں۔ مگر بھائی صاحب وہ ہماری مدد کیوں کرے گا ہم نے اس کے ساتھ جو کیا وہ صحیح کیا تھا اس نے تو ہماری طرف ایک نظر بھی اٹھا کر نہیں دیکھا تو وہ کیا ہماری مدد کرنے کے لیے راضی ہو گا۔

مگر بھابھی اس کے علاوہ کوئی نہیں ہے جو ہمیں اتنی بڑی رقم دے ہم پہلے ہی بہت قرضے کے نیچے آئے ہوئے ہیں۔

اپ صحیح کہہ رہی ہیں مگر رومیو کا ایک ویک پوائنٹ ہے جس کی بات وہ کبھی بھی منع نہیں کر سکتا۔

چاچو کون ہے وہ مہک فورا سے بولی۔۔ سیما بھابھی اگر ہم اپنی التجا سیما بھابھی کے اگے رکھیں تو وہ ہماری مدد ضرور کریں گی اور ان کا کہا رومیو کبھی نہیں منع کرے گا۔

ہاں بھائی صاحب اپ صحیح کہہ رہے ہیں مگر سیما بھابی کے ساتھ بھی تو ہم نے اچھا نہیں کیا نا ہم نے ان کے ساتھ کیا کیا تھا جب ان کو ہماری ضرورت تھی ہم نے انہیں بے گھر کر دیا تو اج وہ ہمیں کیوں سہارا دیں گے۔

بھابھی مجھے تو بس ایک یہی حل نظر آتا ہے باقی اپ دیکھ لیں مجھے تو اور دور دور تو کوئی مسیحہ نظر نہیں آرہا۔۔۔ یہ کہتا ہوا پریشانی کی حالت میں کمرے سے چلا گیا۔

مہک جی اگر تم رومیو سے بات کرو تو شاید وہ ہماری مدد کرنے کے لیے تیار ہو جائے مما میں کیسے بات کر سکتی ہوں اور کس منہ سے بات کروں۔ آپ کو یاد ہے
جب چھوٹے چاچو بیمار تھے اور رومیو ہمارے پاس مدد کے لیے ایا تھا۔۔ تو ہم نے انہی ہاتھوں سے اسے دھتکارا تھا اور منہ پھیر لیا تھا تو وہ ہماری مدد کیوں کرے گا۔



مجھے آج بھی وہ آنکھیں یاد ہیں جن سے آخری دفعہ وہ مجھے دیکھتا ہوا گیا تھا۔ پر بیٹا اب ہمارے پاس اور کوئی حل نہیں ہے جن ہاتھوں سے تم نے اسے دھتکارا تھا انہی ہاتھوں سے تم اس کے قدموں میں بیٹھ جانا اپنے باپ کی زندگی بچانے کے لیے۔

ooooooooooooo

میرا دل اتنا بے چین کیوں ہو رہا ہے مجھے ان کو ایسے نہیں کہنا چاہیے تھا کتنے پیار سے وہ ہمیں شاپنگ کروا رہے تھے میں بھی تو بولنے سے پہلے نہیں سوچتی نامرہا بڑی پریشانی کی حالت میں مرر کے سامنے بیٹھتے ہوئے یہ سوچ رہی تھی۔

ان کا کوئی بھی فون یا میسج نہیں ایا انہوں نے اپنا کہا سچ کیا کیا مجھے کال کرنی چاہیے۔

نہیں میں کال نہیں کروں گی میں کیا کہوں گی انہیں کال کر کے۔ ایسے تو وہ اور ناراض ہو جائیں گے میں کیا کروں اللہ جی مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہا۔



نہیں مرہا تمہیں فون کرنا چاہیے تم تھوڑی سی بھی ناراض ہو تو وہ فون کر کے پوچھتے ہیں مناتے ہیں تمہیں بھی کرنا چاہیے ایسے وہ اور ناراض ہو جائیں گے۔

السلام علیکم! آپ مجھ سے ناراض ہیں سوری میرا وہ مطلب نہیں تھا میں آپ کو ناراض نہیں کرنا چاہتی تھی بس بھائی کے ڈر سے کہ اگر وہ ہمیں ساتھ دیکھ لیتے تو ناراض ہوتے اور میرب بھابھی بھی تو بہت پریشان تھی بھائی کا فون نہ اٹھانے سے اور ان کا فون بھی تو ٹوٹ گیا تھا اس لیے میں نے بس بس بھائی۔۔۔۔۔۔۔

۔۔۔۔ بریک بھی لگا لو۔۔شاہ میر بولا فون اٹھاتے ہوئے مرہا نے فوراً سے ایک ہی سانس میں اپنی پوری بات کہہ دی۔۔۔

تم نے فون کس لیے کیا ہے اپ کو منانے کے لیے یہ تم مجھے منا رہی ہو۔۔جی!!اس سے منانا کہتے ہیں تمہاری نظر میں۔۔اچھا اب یہ بھی میں بتاؤں ؟؟



جیسے میں مناتا ہوں۔۔وہ گندا والا مجھ سے نہیں منایا جاتا۔

تو بس ٹھیک ہے جب وہ منانا آجائے تو مجھے کال کر لینا، اب فون رکھو۔۔۔۔

"میر" آپ میری بات سنیں بغیر فون نہیں رکھ سکتے میرا ہلکے سے غصے میں بولی۔

کیا کیا کہا تم نے دوبارہ بولنا۔۔۔۔

ہائے اللہ پھر میں نے کچھ بول دیا۔۔

نہیں تم نے کیا کہا میں نے کہا آپ میرا فون نہیں کاٹ سکتے میری بات سنے بغیر۔

نہیں اس سے پہلے کیا کہا اس سے پہلے میں نے کچھ بھی نہیں کہا تم نے میرا نام لیا ہے میں نے آپ کا نام کب لیا تم نے لیا ہے میرا نام۔۔۔۔ چلو! لو دوبارہ میرا نام۔

آپ مجھ سے ٹھیک ہو گئے ہیں نہیں تو میں بھی نہیں بتاؤں گی۔

آپ کو آپ پہلے ٹھیک ہوں پھر میں آپ کو بتاؤں گی آپ کا نام اٹک سے فون بند کر دیا ہے۔

اچھا جی اے سی پی سے شرط لگائی جا رہی ہے ٹھیک ہے۔۔۔۔اس شرط کا بدلہ اب میں اپنے انداز سے لوں گا سزا کے لیے تیار رہنا بیوی۔۔ٹائپ میسج کرتے ہوئے میرب کو بھیجا۔

رہیں آپ ناراض میں بھی نہیں لوں گی دوبارہ اپ کا نام میر مرہا مسکراتے ہوئے دل میں بولی۔,

oooooooo

جی امی جان اب بتائیں اگر کوئی کام رہ گیا ہے۔تو میں فورن سے کروا دیتا ہوں۔رومان شاہ جو اپنی امی کے کہنے کے مطابق مرہا کی منہدی اور مائیوں کے ریسپشن کی ساری تیاریاں مکمل کروا کر اب اپنی ماں سے آگے کا پوچھنے آیا تھا۔



نہیں بیٹا کچھ بھی نہیں رہ گیا ہے وہ بہت خوش ہو کر اپنے بیٹے کی پیٹھ تھپتھپاتے ہوئے مسکرائی تھی۔

اب میری امی جان کو مجھ سے کوئی شکایت تو نہیں ہے نا۔وہ اپنی امی جان کے ہاتھ پر بوسہ دیتے ہوئے مسکرایا۔

نہیں میرے بیٹے نے اپنی بہن کی رخصتی کی تیاریاں اتنے اچھے طریقے سے کی ہے اب میں کیوں اپنے بیٹے سے شکایت کروں گی۔

اگر اجازت ہو تو اب میں بھی جا کر تیار ہو جاؤں۔جی بیٹا جاؤ اور تیار ہو کر آؤ جلدی آنا،اور میرب کو بھی دیکھنا وہ تیار ہو گئی ہے۔

بس مہمان کچھ دیر میں مہمان آنا شروع ہو جائیں گے،اس سے پہلے تم لوگ ویلکم کے لیے تیار ہو کر مین گیٹ پر جاؤ۔جی جیسے میری پیاری امی جان حکم۔۔جیتے رہو۔

رومان شاہ کے قدم اپنے کمرے کی جانب بڑھ رہے تھے۔اس کے دماغ میں کچھ چل رہا تھا۔جس کو سوچ کر وہ مسکرایا تھا۔

روم کے اندر پہلا قدم رکھتے ہی،اس کی نظر سامنے کھڑی میرب پر پڑی جو افرا تفری میں تیار ہو رہی تھی۔

مگر رومان شاہ کے قدم اس کی افرا تفری دیکھ کر نہیں بلکہ اس کی فراک کی کھلی ہوئی زپ دیکھ کر رکے تھے۔

وہ کرسی پر بیٹھ کر نیچے کو جھکی ہوئی اپنی نظروں کو اپنے سینڈل پر مرکوز کر کے اس کی سٹرپ بند کرنے میں مگن تھی۔

وہ سینڈل کا سٹرپ بند نہ ہونے پر اس قدر اکتائی ہوئی تھی۔ کہ اپنی فراک کی کھلی زپ سے بھی لا تعلق تھی۔



رومان شاہ احتیاطاً کھنگارا تھا۔ مگر وہ شاہ کو روم میں دیکھ کر بھی اپنی سینڈل سے تائی ہوئی سٹرپ بند کر رہی تھی۔

خیریت ہے کیوں اس بیچارے جوتے کے گلے پڑی ہوئی ہو۔ ایسا کیا قصور کر دیا ہے اسنے۔

رومان شاہ نے اس کی زپ سے نظریں ہٹانے کی کوشش کرتے ہوئے اسے مخاطب کیا۔

مگر رومان شاہ کی بھٹکی ہوئی نظر بار بار جا کے اس کی خوبصورت مخملی گوری کمر پر جا رہی تھی۔

شاہ سینڈل کا سٹرپ خراب ہو گیا ہے یہ بند نہیں ہو رہا۔وہ اکتائی ہوئی اب رو دینے والی آواز سے بولی تھی۔

تو کوئی اور سینڈل پہن لو۔نہیں اس ڈریس کے ساتھ یہی میچ ہو رہا ہے۔میرب کی نظر اب بھی اپنی سینڈل پر تھی۔جب کہ شاہ کی نظر اس کی کمر پر تھی۔لاؤ مجھے دکھاؤ میں کر دیتا ہوں۔



شاہ ایڑیوں کے بل میرب کی کرسی کے پاس بیٹھا گیا۔شش۔۔شاہ۔۔ آپ میرا سٹرپ کیوں بند کریں گے۔میرب نے اپنا پاؤں پیچھے کرتے ہوئے حیرانی سے دیکھا۔

کیوں میں تمہارا سٹریپ بند نہیں کر سکتا۔ شاہ نے اپنی نظریں اوپر اٹھا کے میرب کی جانب دیکھا۔۔۔نہیں کر سکتے ہیں۔۔۔تو پھر پاؤں آگے کرو میرب کے پاؤں کو اٹھا کر شاہ نے اپنے گھٹنے پر رکھا تھا۔

میرب کے خوبصورت پاؤں پر شاہ کی انگلیوں کے لمس لگے، تو میرب خود میں ہی سمٹ گئی۔شاہ نے یہ بات محسوس کی تھی۔

اب کی بار شاہ نے جان بوجھ کر میرب کے پاؤں پر اپنا ہاتھ مس کیا جس سے میرب پھر سے خود میں سمٹی گود میں رکھے ہوئے ہاتھوں سے اس نے اپنی فراک کو مٹھیوں میں بھیچ لیا۔

شاہ کے انابی لبوں کے تلے ہلکی سی سمائل بکھری تھی۔مگر وہ میرب سے چھپا کر خود کو سٹریپ بند کرنے میں مصروف دکھا رہا تھا۔

دو سیکنڈ میں شاہ نے میرب کے سینڈل کا سٹریپ ٹھیک کر دیا۔سٹرپ بند کر کے نرمی سے میرب کے پاؤں کو گھٹنے سے اتار کر نیچے رکھ کر کھڑا ہو گیا۔

بس اتنی سی بات تھی۔شاہ تھینک یو۔کس لیے۔میری سینڈل کا سٹرپ ٹھیک کرنے کے لیے۔

۔میرب شاہ کی نظروں کو دیکھ کر تھوڑا گھبرائی تھی۔شاہ کی نظروں میں کچھ ایسا تھا جس کو دیکھ کر وہ گھبرائی تھی۔

اور اپنا رخ ڈریسنگ کی جانب کرتے ہوئے مرر میں دیکھ کر اپنا فائنل میک اپ ٹچ دینے لگی۔

شاہ صوفے پر ایک ٹانگ کو دوسری ٹانگ پر رکھ کر بیٹھ گیا۔صوفے کی پشت پر اپنا ایک بازو پھیلائے ہوئے،دوسرے ہاتھ میں موبائل لیے ہوئے خود کو موبائل میں مصروف دکھا رہا تھا۔

حالانکہ ایسا نہیں تھا اس کی نظر بار بار کی پشت پر جا رہی تھی۔جہاں سے اس کی گوری دھودیا رنگت والی کمر اسے بھکنے پر مجبور کر رہی تھی۔



فراک کی کھلی ہوئی زپ سے میرب کا خوبصورت نیٹ سے بنا ہوا برانڈڈ بلیک کلر کا (b) سٹرپ نظر آرہا تھا۔🙈۔اس کی گوری کمر پر وہ کالی ناگن بن کر لپٹا ہوا تھا۔

میرب بہت کنفیوز ہو کر تیار ہو رہی تھی۔ وہ خود پر رومان شاہ کی نظروں کی تپش کو محسوس کر رہی تھی۔شاہ نظریں اس جسم پر آگ کا کر رہی تھی۔

رومان شاہ کی نظروں کی تپش اسے بہت کنفیوز کیے ہوئے تھے۔ اسی کنفیوزنگ میں اس کے ہاتھ سے ہیئر برش نیچے گرا تھا۔

۔پیلے کلر کی فراک پر شاکنگ پنک کلر کا کامدار دوپٹہ جس پر سلور کلر کا خوبصورت کام کیا ہوا تھا۔ اس کا گورا رنگ دودھ کی طرح کھلا ہوا الگ رہا تھا۔

وہ برش اٹھانے کے لیے نیچے جھکی تو بال پوری طرح سے کمر سے ہٹے گئے،رومان کا شاہ دل ہچکولے کھانے لگا تھا۔

سٹریٹ کیے ہوئے بال جو آدھے اس کی کمر پر جھول رہے تھے۔ اور آدھے آگے کی طرف کیے ہوئے بے حد خوبصورت لگ رہے تھے۔

ظالم لڑکی کیوں اپنے شاہ کے صبر کا امتحان لے رہی ہو۔شاہ چور آنکھوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

شاہ کی نظر اس کے کانوں میں خوبصورت بڑے بڑے سلور کلر کے پہنے ہوئے جھمکوں پر پڑی تھی۔

۔

۔جو میرب کے ذرا سے بھی ہلنے سے اس کی پھولی ہوئی نازک سی گلابی گالوں کو چھو کر اسکے دل کے تار چھیڑ رہے تھے۔

شاہ دور بیٹھا ہوا اس کے خوبصورت حسن کو سہر ا رہا تھا۔میرب کی صراہی دار گردن کی بیوٹی بون پر شاہ اپنا آپ ،ہار رہا تھا۔وہ اس وقت سراپائے حسن قیامت بنی ہوئی کھڑی تھی۔ شاہ کے منہ توڑ جزباتوں نے شاہ کے اندر طوفان برپا کیا ہوا تھا۔

سنو !!!!جی۔۔اپنے آپ کو سنبھال کے رکھنا تمہارے سر سے دوپٹہ نہ اترا دیکھوں شاہ نے رعب دار آواز میں کہا۔

جی ٹھیک ہے۔میرب جو شاہ کی نظروں سے اس قدر گھبر ائی ہوئی تھی کہ اس نے پلٹ کر نہیں دیکھا۔ تیار ہوتے ہوئے سرسری سے انداز سے جواب دیا۔

امی جان پوچھ رہی تھی کہ تمہاری اور کتنی دیر ہے۔۔بس میں تیار ہو گئی ہوں چلے۔وہ اپنا دوپٹہ سر پر رکھ کر فائنل خود کو مرر میں دیکھتی ہوئی باہر نکلنے کی نیت سے قدم بڑھانے لگی۔

رومان شاہ جو اس کی کھلی ہوئی زپ پر اپنی نظریں گاڑے ہوئے تھا۔اس کے چلنے کا سن کر حیرانی سے اس کی جانب دیکھا۔آر یو شور کہ تم بالکل تیار ہو رومان شاہ اپنی جگہ سے کھڑا ہوتا ہوا اس سے پوچھ رہا تھا۔



وہ اپنے دونوں ہاتھ اپنی کمر پر باندھ کر کھڑا ہوا بہت رعبدار لہجے میں بولا۔۔۔جی جی شاہ میں بالکل تیار ہوں میرب نے ایک نظر خود کے ڈریس پر دوڑائی تھی۔

رومان شاہ کے قدم میرب کی جانب بڑھ رہے تھے۔میرب کچھ حیران اور پریشان ہوتی ہوئی شاہ کے جانب دیکھ رہی تھی۔۔

ایسے دھیان رکھو گی تم خود کا شاہ نے خون خار آنکھوں سے میرب کیجانب دیکھا تھا۔

شاہ اب میں نے کیا کیا ہے اب تو آپ کے کہنے کے مطابق میں نے سر پر دوپٹہ بھی لے لیا ہے۔

انداز کافی معصوم اور ڈرا ہوا تھا۔ آہ۔۔میرب کی کمر پر اپنا مضبوط مردانہ ہاتھ رکھتے ہوئے شاہ نے جھٹکے سے اسے اپنے ساتھ لگایا تھا۔



جس سے میرب کی ہڈی پر درد کی ٹیس اٹھی تھی۔جس سے اس کے منہ سے آہ ہ کی آواز نکلی۔

اپنی جگہ پر کھڑی رہو۔ اگر ہلنے کی کوشش بھی کی، تو جان نکال لوں گا، میرب جو اپنی کمر پر درد ہونے سے شاہ کے ہاتھ کو اپنی کمر سے ہٹانے کی کوشش کر رہی تھی۔ اب ڈر کے مارے اپنی جگہ پر ساکت کھڑی ہو گئی۔

۔وہ سوسو کر رہی تھی۔۔شاہ مجھے درد ہو رہا ہے۔ کہاں میرب کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر پوچھا تھا۔

میری کمر میں۔۔اور جس حالت میں تم باہر جا رہی تھی۔ ایسے میں جو درد میرے دل میں اٹھنا تھا۔ اس کا کیا وہ اپنا چہرہ میرب کے بہت قریب کیے ہوئے کھڑا تھا۔



میرب رومان شاہ کے لفاظوں پر غور کر رہی تھی۔ مگر اس سے سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ شاہ مجھے سمجھ نہیں آرہا آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔



شاہ کے ڈر اور شاہ کے ہاتھ کی سختی سے کمر میں اٹھنے والے درد سے آنسوں اس کے گلے میں اٹکے ہوئے تھے۔

رومان شاہ کی عزت ہو کر خود سے اتنی لاپرواہی۔ہاتھ اس کی کھلی زپ والی جگہ پر رکھا۔ نظریں اس کے چہرے پر تھی۔

۔شاہ کے ہاتھ کے لمس سے وہ سسکی تھی۔ شاہ کے سینے سے اس کی قمیض کو اپنی مٹھیوں میں جکڑ کر نظریں جھکالی۔شاہ کا ہاتھ اس کی کمر پر اپنی گرمی چھوڑ رہا تھا۔وہ سسکتی ہوئی اس کے سینے کے قریب ہوتی ہوئی اپنا منہ چھپا گئی۔

اب بتاؤ کہ تم اسی حالت میں باہر جانا چاہتی تھی۔وہ سرگوشی میں بولا تھا۔شاہ کے لبوں کی جنبش میرب اپنی گردن پر محسوس کر رہی تھی۔



جواب دو شاہ نے پھر سے سرگوشی کی تھی۔ میرب سے جواب دینا مشکل ہو رہا تھا۔شاہ کی اتنی نزدیکیاں اور ہاتھوں کی بے باکیاں میرب جواب کیسے دیتی۔

وہ سینے پر اپنے دونوں ہاتھ رکھے ہوئے اپنا سر شاہ کے سینے میں چھپائے ہوئے لرزتی ہوئے وجود کو لیے چپ چاپ ساکت کھڑی ہوئی تھی۔

تم میری بیوی ہو۔خود کو سنبھال کر رکھنا۔میں اپنی عزت کے معاملے میں تھوڑا نہیں بہت زیادہ پاگل ہوں۔

رومان شاہ کے بولنے سے اس کے لبوں کی جنبش اور اس کے سانسوں کی گرمی میرب کی گردن پڑ رہی تھی۔

جو میرب کے دل کی دھڑکنوں کو اوتھل پوتھل کر رہی تھی۔

ششش۔شا۔۔شاہ۔پلیز مجھے جانے دے امی میرا انتظار کر رہی ہیں شاہ کی بے قراریاں دیکھ کر میرب گھبرا کر شرماتے ہوئے شاہ کے ہاتھ کی گرفت سے نکل کر باہر کی جانب بھاگنے لگی تھی۔

رک جاؤ تمہیں سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ تم رومان شاہ کی عزت ہو پھر اسی حلیے میں باہر جانے کا سوچ رہی ہو۔

کیوں تم میرے ہاتھ سے مرنا چاہتی ہو۔رومان شاہ کی رعبدار آواز پھر سے روم میں گونجی تھی میرب کے قدم وہیں پر رک گئے۔

رومان شاہ نے آنکھ کے اشارے سے میرب کو واپس آنے کے لیے کہا تھا۔میرب جو دروازے کے بے حد قریب کھڑی ہوئی تھی۔اس کے چہرے کی ہوائیاں اڑ رہی تھی۔



رنگ شرم سے لال ہوا پڑا تھا گھبراتے ہوئے ہاتھوں کو مروڑ رہی تھی۔ نفی میں سر کو ہلاتے ہوئے اس نے آنے سے انکار کیا تھا۔

رومان شاہ کے سامنے اتنی جرات مت دکھایا کرو۔ جب میں نے کہا ہے کہ ادھر آؤ تو اس کا مطلب ہے کہ تمہیں آنا ہے وہ بھی ہر صورت۔ شاہ وہی پر کھڑے ہوئے رعبدار آواز سے پھر گرجا تھا۔

۔شاہ مجھے آپ سے ڈر لگ رہا ہے۔

۔بہت جلد تمہارے سارے ڈر اتار دوں گا۔ جس ڈر کو تمہارا یہ چھوٹا سا دماغ محسوس کرتا ہے اس ڈر کو سچ ثابت کر دوں گا۔

۔میرے پاس آؤ انگلی کے اشارے سے اسے پاس بلا رہا تھا۔ نظروں میں ایسی آگ تھی جس کو دیکھ کر میرب کو خود کی جان نکلتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔



میرب اپنے ہاتھ کو بیک سائیڈ پہ لے

جا کر اپنی زپ کو بند کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ میں نے کہا ادھر اؤ تمہیں سنائی نہیں دے رہا کیا۔ شاہ کا لہجہ سخت اور غصے والا ہوا۔

وہ نظریں زمین پر گاڑے ہوئے اپنے ہاتھ کو بیک سائیڈ پر لے جا کر زب بند کرنے کی بے جا کوشش کرتے ہوئے۔

ساتھ میں چھوٹے چھوٹے قدم بھرتی ہوئی رومان شاہ کے پاس آرہی تھی۔میرب کے پاؤں شاہ کی نظروں کے تقاضوں کو سمجھتے ہوئے آگے نہیں بڑھ رہے تھے۔

وہ بچی تو نہیں تھی اسے اچھی طرح سے سمجھ آرہا تھا کہ شاہ اس سے کیا چاہتا ہے۔

جہاں اسے بات کی خوشی تھی کہ شاہ خود سے اس کے قریب آرہا ہیں،وہاں حد سے زیادہ آنے والی شرم وحیا نے سے گھیر اہوا تھا۔

وہ شاہ کے حکم کو مان کر خود کو شاہ کے قریب لانے کی بہت کوشش کر رہی تھی۔ مگر چند قدم دوری پر اس کی ہمت جواب دے گئی۔

تو وہ تھوڑا سا دور ہو کر رک گئی۔

اب اس سے آگے آنے کے لیے کوئی خاص انویٹینشن دینا پڑے گا۔ رومان شاہ اپنی شعلہ بار آنکھوں سے اسے دیکھتا ہوا کہہ رہا تھا۔

۔آپ مجھے یہیں پر بتادیں کہ آپ نے مجھے کیا کہنا ہے۔ وہ من من کرتے ہوئے بولی تھی۔ وہ اب بھی مسلسل اپنی زب کو بند کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ کیوں اس سے آگے آنے کے لیے ٹیکس لگتا ہے۔

وہ اپنی کمر پہ ہاتھ باندھے ہوئے کھڑا آئی برو کو اٹھا کر بہت پر کشش انداز سے کھڑا ہوا بول رہا تھا۔ اب کی بار اس نے خود میرب کی جانب قدم اٹھائے تھے۔

وہ رومان شاہ کے بڑھتے ہوئے قدموں کو دیکھ کر وہ دو قدم پیچھے ہوئی تھی۔ رومان شاہ نے دو بڑے قدم اٹھا کر اس کے ہاتھ کو تھام لیا تھا۔

وہ اپنا رخ دوسری جانب کیے ہوئے نظریں جھکائے ہوئے تھی۔ اس کے رخ بدلنے سے رومان شاہ کی نظر پھر سے اس کی کھلی زپ پر گئی۔

اب کی بار رومان شاہ کی بے قراریاں اور منہ توڑ جذبات سر پر چڑھ کر بول رہے تھے۔میرب کو بنا وقت دیے اس نے میرب کے ہاتھ کو مضبوطی سے تھام کر اپنی جانب کھینچا۔

میرب پھولی ہوئی سانسوں کے ساتھ ایک بار پھر سے رومان شاہ کے چٹانی سینے کے ساتھ آکر ٹکرائی تھی۔

میرب نے اوپر دیکھ کر اپنے سر پر ہاتھ رکھا۔اوراپنی نظروں سے اپنے سر کی درد کی نوعیت کا شاہ کو احساس دلایا تھا۔

کیا سر میں درد ہو رہا ہے۔شاہ اس کی نظروں کی نوایت سمجھ چکا تھا۔ہاں آپ انسان کم اور پتھر زیادہ ہیں۔اتنی زور سے میرا سر آپ کے ساتھ لگا ہے۔

مجھے تو ایسے لگا جیسے میرا سر کسی پہاڑ سے ٹکرا گیا ہو۔وہ غصے اور شرم کی ملی جولی کیفیت سے بولی تھی۔ جب پہاڑ سے عشق کرنے کی ہمت اور جرات کی ہے تو۔

تو پہاڑ سے ٹکرانے کی اور اس کی محبت اور شدتوں کو سہنے کی ہمت بھی پیدا کرو۔ بہت جلد تمہیں اسی پہاڑ کی شدتوں کو برداشت کرنا ہے۔

اس کی نظروں کے تقاضوں سے پہلے سے گھبرائی ہوئی میرب اور گھبرائی گئی تھی۔ شاہ پلیز آپ مجھے جانے کیوں نہیں دے رہے ہیں۔

میرب نے بے بسی سے شاہ کی جانب دیکھا تھا۔ کیسے جانے دوں ایک تو تمہارا حلیہ ابھی باہر جانے کے لائق نہیں ہے۔

اور دوسری وجہ میرا دل ہے۔ جس کو تم اپنی جگہ سے ہلا کر اسے بے چین کر دیا ہے۔اور اب تم چاہتی ہو کہ میں تمہیں اتنی آسانی سے جانے دونگا تو بہت۔۔۔۔۔۔۔ غلط سوچ رہی ہو۔ بہت پر زور دیتے ہوئے کہا تھا۔

تو کیا کرنے والے ہیں آپ میرے ساتھ۔ میرب کا سوال بہت بچکانہ تھا۔

مگر اس لہجہ اور معصومیت شاہ کے دل پر وار کر رہی تھی۔ کرنے کا تو بہت کچھ ارادہ رکھتا ہوں۔ مگر فی الحال تو مجھے تم سے کچھ لمحوں کا سکون چاہیے۔ آنکھوں میں شرارت تھی اور لہجے میں خماری۔۔

میں آپ کو سکون کیسے دے سکتی ہوں۔ میرب سمجھ کر بھی نا سمجھی سے بولی تھی۔

تمہیں کچھ بھی کرنے کی ضرورت نہیں ہے مجھے تمہارے وجود سے سکون چاہیے جو میں خود حاصل کر لوں گا۔اس کے لہجے اور آنکھوں کا خمار دیکھ کر میرب کا دل سو کی سپیڈ سے دھڑک رہا تھا۔

شاہ نے اسے اپنی باہوں میں کس کے اپنے ساتھ لگالیا تھا۔شاہ کے جسم سے مردانہ پرفیوم کی اڑتی ہوئی مہک میرب کے دل کو بے قرار کر رہی تھی۔

آخر شاہ کی محبت کی طلبگار تو وہ ہمیشہ سے تھی۔اب یہ کہنا تو غلط ہو گا کہ وہ شاہ کے قریب نہیں جانا چاہتی۔مگر یہ الگ بات تھی۔کہ شاہ کی قربت کو سہنا آسان نہیں تھا۔

شاہ کیا آپ کو مجھ سے پیار ہو گیا ہے۔اس نے شاہ کی نظروں میں دیکھ کر ایک معصوم سا سوال شاہ کے سامنے رکھا تھا۔

یہ تو تمہیں میرے قریب آنے سے پتہ چلے گا۔کہ پیار ہو گیا ہے یا نہیں یہ تو تمہارا قریب آنا ہی ڈیسائڈ کر سکتا ہے۔وہ بے باکی سے میرب کی کمر پر اپنے ہاتھوں کے لمس چھوڑ رہا تھا۔

میرب کو ہاتھ سے پکڑ کر گھماتے ہوئے۔اس کی پشت اپنی جانب کی تھی۔

۔شاہ تھوڑا نیچے جھکا اور اپنے لب میرب کی کھلی ہوئی زپ والی جگہ پر رکھ دیے۔جہاں پر شاہ کی کب سے نظر تھی۔رومان شاہ کے آتشی لبوں کی جنبش سے میرب نے سسک کی بھری تھی۔

رومان شاہ نے اپنا ہاتھ میرب کے پیٹ پر کسا ہوا تھا۔ میرب چاہ کر بھی رومان شاہ کی گرفت سے بھاگنے کی کوشش نہیں کر سکتی تھی۔ اس میرب کو آگے کی طرف جھکار کھا تھا۔

رومان شاہ کے لمس اتنے جان لیوا تھے کہ میرب کے پورے بدن میں بجلی کی لہر سی دوڑ گئی تھی۔ میرب سے اپنا آپ ہی نہیں سنبھل رہا تھا۔

رومان شاہ نے جا بجا اس کی کمر پر اپنے آتشی لبوں کے لمس چھوڑ رہا تھا۔ میرب کا وجود شاہ کے لمسوں سے پگھلنا لگا تھا۔

اس کا جسم ہولے ہولے کانپ رہا تھا۔ بے اختیار کے منہ سے سسکیاں نکلنے لگی تھی۔ سانسیں اکھڑنے لگی۔ وہ اپنی آنکھوں کو زور سے بند کیے ہوئے کھڑی تھی۔

رومان شاہ جھٹکے سے کھڑا ہوا تھا۔ وہ میرب کی فرنٹ سائیڈ پر آگیا۔ تھا۔ اس نے میرب کے سر کی بیک سائیڈ پر اپنا ہاتھ رکھا۔ اور دوسرا ہاتھ میرب کی کمر میں ڈالتے ہوئے، بالوں کو ہلکا سا جھٹکا دے کر سر کو اوپر کی جانب کیا تھا۔

جس سے میرب کے خوبصورت لپسٹک سے سجے ہوئے ہونٹ شاہ کے سامنے اور بے حد قریب ہو گئے تھے۔شاہ خماری سے آنکھیں بند کرتے ہوئے میرب کے لبوں پر جھکا۔

اور اس کے خوبصورت لبوں کو اپنے آتشی لبوں کی قید میں لے گیا۔

اس نے کچھ ایسے انداز سے میرب کو اپنے ساتھ لگا کر جکڑا ہوا تھا ہوا تھا، کہ میرب کی ہر راہ فرار ظالم نے بند کر رکھی تھی۔وہ اب دشمن جاں کے رحموں کرم پر کھڑی تھی۔

سوائے اس پہ رحم کرنے تک وہ اپنے لیے کچھ بھی نہیں کر سکتی تھی۔



اس کی نمی کو پیتے ہوئے شاہ مدحوش ہوتے جا رہا تھا۔شاہ کی نفرت جتنی جان لیوا تھی۔محبت اس سے کہیں بڑھ کے جان لیوا تھی۔

وہ بھی وہ اس ک تھوڑا قریب آیا میرب کی سانسیں تنگ کر گیا تھا۔میرب کی اکھڑی ہوئی سانسیں شاہ کو نہ دکھائی دے رہی تھی نہ سنائی دے رہی تھی۔میرب نے خود کو شاہ کی گرفت سے آزاد کروانے کی کوشش کی تھی۔

۔میرب کو خود کو چھڑوانے کی سزا شاہ نے یہ مقرر کی تھی۔کہ اس کے دونوں ہاتھ اپنے ایک ہاتھ سے اس کی کمر پر پن کر رکھے تھے۔

میرب کی سانسیں رکنے لگی تھی دل تھا کہ وہ چاہتا تھا کہ آج دیواریں توڑ کر باہر آجائیں۔قدم تھے کہ وہ میرب کا وزن اٹھانے سے قاصر تھے۔

میرب اس وقت پوری کی پوری شاہ کے رحم و کرم پر کھڑی تھی۔اس کا سارا وزن شاہ اپنے بازوؤں میں اٹھائے ہوئے تھا۔

لمبے چوڑے شاہ نے میرب کو کمر سے پکڑ کر زمین سے تھوڑا اوپر اٹھا کر اپنے ساتھ لگا رکھا تھا۔میرب اس وقت ہوا میں جھول رہی تھی۔

شاہ کا ہاتھ اس کی کمر پر تھا۔اور میرب کا سارا وزن شاہ کے بازوؤں پر۔اور شاہ کے لب تھے کہ میرب کے لبوں کو آزاد کرنے کے لیے تیار نہ تھے۔

میرب کو آج اپنی جان بہت مشکل میں لگ رہی تھی۔ایسا لگ رہا تھا کہ شاہ آج ہونٹوں کی نمی کو اتنا پیے گا کہ آج کے بعد میرب کے ہونٹوں پر کبھی نمی نہیں آئے گی۔

شاہ اس وقت بالکل اپنے ہوش سے بیگانہ ہو کر اپنے کام مگن تھا۔پتہ نہیں کتنی دیر بعد اس ظالم کو میرب پر تھوڑا ترس آیا تو بڑا احسان کرتے ہوئے۔



۔اس سے دور ہوا تھا۔اور میرب کو ہوا سے فرش پر لینڈ بھی کروا دیا تھا۔

میرب ہونٹ کھولے ہوئے سانس لینے کی کوشش کر رہی تھی۔میرب کا سانس اس قدر اکھڑا ہوا تھا ۔کہ میرب کے سانس لینے کی آواز شاہ سن رہا تھا۔

مگر اسے اپنے کیے پر کوئی شرمندگی نہیں تھی۔ گنی مچھوں تلے اس کے آتشی لب مسکرا رہے تھے۔ میرب کی حالت دیکھ کر وہ ایسے مسکرا رہا تھا۔

جیسے کوئی قلع فتح کر کے کھڑا ہو۔ وہ ایسے مسکرا رہا تھا جیسے کوئی بہت بڑا کارنامہ سرانجام دیا ہو۔ جبکہ میرب بھیگی پلکوں سے فرش پر نظریں جمع ہوئے تھی۔

میری طرف دیکھو شاہ کی کی خماری سے بھری ہوئی روعبدار آواز روم میں ایک بار پھر سے گونجی تھی۔ میرب نے بامشکل اپنی پلکیں اٹھا کر شاہ کی جانب دیکھا۔



۔یہ رونا کس لیے، میرب رومان شاہ کیا اس کا مطلب یہ سمجھوں کہ تمہیں اپنے شوہر کی نزدیکیاں بری لگتی ہیں۔ لہجہ تھوڑا سرد ہوا تھا۔ میں نے ایسا تو نہیں کہا، میرب نے شرم سے نظریں جھکا لی۔ میرب نفی میں سر کو ہلا کر اپنی آنکھوں کی نمی کو صاف کر رہی تھی۔

تو پھر یہ آنسوں کس لیے ہے۔ انداز اب بھی وہی تھا۔ مجھے سانس نہیں آرہی تھی۔ نہیں آرہی تولاؤ دوبارہ سے تمہارے اندر اپنی سانسیں بھر دوں۔ اس نے ایک قدم اٹھایا۔ میرب نے اپنے دو قدم پیچھے کی طرف لیے تھے۔

نہیں نہیں مجھے سانس بالکل ٹھیک آرہا ہے۔ اس کی گھبراہٹ دیکھ کر رومان شاہ کے لبوں پر گہری مسکراہٹ آئی تھی۔

چلو آؤمیں تمہاری زپ بند کر دیتا ہوں۔ نہیں میں خود کرلوں گی میرب دو قدم اور پیچھے لے گئی تھی۔

کیوں میرے بند کرنے میں کیا دقت ہے، کچھ دیر پہلے تمہارا اسٹریپ بھی تو بند کیا تھا۔ شاہ نے دو قدم اور اس کی جانب لیے تھے۔

میرب نے ایک قدم اور پیچھے کی جان اٹھایا تھا۔ مگر پیچھے پڑے بیڈ کی وجہ سے جگہ ختم ہونے پر وہ بیڈ پر گر چکی تھی۔

وہ جلدی سے دوپٹہ ٹھیک کرتے ہوئے اٹھنے لگی تھی۔کہ بیڈ اوپر ایک سائیڈ پر شاہ نے اپنا پاؤں رکھ دیا۔

گھٹنے پر اپنی کہنی رکھ کر کھڑا ہوا۔وہ بالکل میرب کے پاس ہو کر اپنے۔چہرے کو اس کے اوپر جھکائے ہوئے کھڑا تھا۔

۔شاہ پلیز مہمان آنے والے ہیں۔تو۔۔۔

آپ مجھے تیار ہونے دیں میرب شاہ کی اتنی خراب ٹون دیکھ کر اپنے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے اٹھنے کی کوشش کرنے لگی تھی۔

میں کیا کروں اگر مہمان آنے والے ہیں تو۔اس سر پھرے شاہ کو تم نے خود ہی بہکایا ہے۔

میں نے کب بہکایا ہے۔وہ رود دینے والی آواز سے بول رہی تھی۔وہ اس وقت رومان شاہ کے سامنے ڈری ہوئی بچی لگ رہی تھی۔

تم نے ہی تو بہکایا ہے تمہیں اپنی زبان بند رکھنی چاہیے تھی،اب تو شاہ بہک چکا ہے اپنی مرضی سے ہی ٹھیک ہو گا۔

مگر شاہ۔۔۔شاہ کو بنا اپنی بات سنے اپنے اوپر جھکتے ہوئے دیکھ کر وہ بیڈ پر لیٹنے پر مجبور ہو گئی تھی۔۔

وہ اس کے اوپر فلیٹ ہو کر لیٹا ہوا،اپنا چہرہ اس کے بالوں میں چھپا کر اس کی گردن پر اپنے گرم لبوں کے لمس چھوڑ رہا تھا۔



شاہ کو پتہ تھا کہ ٹائم بہت کم ہے اور اسے اس وقت نیچے جانا ہے۔مگر وہ اپنے جذباتوں سے مجبور ہو کر بار بار میرب کے قریب جا رہا تھا۔

شاہ۔۔ہوں ں ں۔شاپ پلیز آپ تیار ہو جائیں اور مجھے بھی ہونے دیں مہمان آنے والے ہیں میرب منمناتے ہوئے بولی۔ہمم میرا بھی یہی خیال ہے۔ مگر یہ کمبخت آپ کے مخملی جسم کی خوشبو مجھے بار بار بہکا رہی ہے۔

خماری لہجے سے میرب کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے دیکھ کر کہا تھا۔چہرے کو میرب کے چہرے کے ساتھ رب کرتے ہوئے اپنا خمار اتارنے کی ایک بے جا کوشش کر رہا تھا۔

شاہ جتنا میرب کے قریب جا رہا تھا۔ اتنا ہی زیادہ بہک رہا تھا بہت مشکل سے وہ اپنے لبوں کی جنبش میرب کے لبوں پر چھوڑتا ہوا، اٹھ کر کھڑا ہوا تھا۔

میرب بھی اکھڑی سانسوں کو سنبھالتے ہوئے جلدی سے کھڑی ہو کر اپنے ڈریس کو ٹھیک کر رہی تھی۔

جس پر شاہ نے سلوٹیں ڈال دی تھی۔ چلو میں فریش ہو کر آتا ہوں۔ تم میرے کپڑے نکالو۔ پہلے ادھر آؤ میں تمہاری زپ بند کروں۔

"نن ن نہیں شاہ میں خود کر لوں گی" اب کی بار میرب نے اپنے دونوں ہاتھ سے شاہ کو روکا تھا۔

وہ ہنستا ہوا زبردستی میرب کی پشت پر آکر کھڑا ہو گیا تھا۔ وہ اپنی نگاہوں کو بہکنے سے روک کر اس کی زب بند کر رہا تھا۔

ویسے سارا قصور آپ کی اسی زپ کا ہے میں تو روم میں کسی اور نیت سے آیا تھا مگر اس زپ نے مجھے بہکا کر کسی اور ہی ٹریک پر ڈال دیا۔ رومان شاہ سارا مدعا بے جان زپ پر ڈال رہا تھا۔

وہ زپ بند کر کے واش روم میں جا رہا تھا۔ میرے آنے سے پہلے روم سے جانے کی کوشش بھی مت کرنا۔

شاہ گھبرائی ہوئی میرب کے ارادے بھانپ چکا تھا۔

ابھی کچھ باکی ہے جس کے لیے مجھے رکنا پڑے گا۔وہ مرر میں اپنی لپسٹک کا حشر دیکھ کر غصے سے اکتائی ہوئی اپنے منہ میں بڑبڑائی تھی۔

ہاں ابھی بہت کچھ باکی ہیں ابھی تو صرف ایک ٹیلر دیکھایا ہے۔پچر تو ابھی باکی ہے میرب رومان شاہ -----

میرب کے ساتھ اپنے سر نیم پر زور دیتے ہوئے کہہ کر واش روم میں جا کر دروازہ بند کر چکا تھا۔

رومان شاہ میرب کی بڑبڑاہٹ سن کر واش روم کا دروازا بند کرتے ہوئے اونچی آواز میں بولا تھا۔



اففففف اللہ اللہ شاہ کے کان کتنے تیز ہیں۔اب کی بار صرف دل میں ہی سوچا تھا۔

میرا سارا میک اپ خراب کر دیا ہے۔میرب اپنے خراب میک اپ کو ڈریسنگ مرر میں دیکھتے ہوئے ماتم منا رہی تھی۔

کتنا ٹائم لگا کر میں تیار ہوئی تھی۔ اور میں کتنی پیاری لگ رہی تھی شاہ سے برداشت نہیں ہوا۔ وہ اپنا میک اپ ٹھیک کرتے ہوئے کب سے غصے سے بڑبڑ کیے جا رہی تھی۔

ساری لپسٹک کا بیڑا اغرق کر دیا ہے۔ بکڑ کہیں کہ ساری کی ساری کھا گئے ہیں۔

اف اللہ اگر 24 آور والے لپسٹک کا شاہ نے یہ حشر کیا ہے۔ تو نارمل لپسٹک کا کیا بنتا۔ وہ اپنے چھوٹے سے دماغ پر زور ڈالتے ہوئے سوچ رہی تھی۔

تمہیں نارمل لپسٹک لگانی ہی نہیں چاہیے۔ بلکہ میرے خیال سے تو تمہیں لپسٹک ہی نہیں لگانی چاہیے۔ شاہ کی اپنے اتنے قریب آواز سن کر وہ دبک کر دو قدم پیچھے ہوئی تھی۔



اس کے پیچھے وہ دشمن جاں نہا کر کھڑا ہوا اپنے ٹاول سے سر پونچ رہا تھا۔ میرب کا دبک کر پیچھے ہونا پھر سے اسے شکنجے میں جکڑ گیا تھا۔

رومان شک کے ہاتھ اس کے پیٹ پر تھے اور پشت پر رومان شاہ کا چٹان دار سینہ۔ میرب نے اپنا چہرہ پیچھے کی طرف گھما کر بے بسی والی نظر رومان شاہ پر ڈالی تھی۔

جیسے کہہ رہی ہو کہ میں پھر سے کہاں پھنس گئی ہوں۔"ہاں کیا کہہ رہی تھی اب بولو۔۔اس نے ٹاول کو بیڈ پر پھینک دیا تھا۔

وہ میرب کے بالوں کو گردن سے سائیڈ پر ہٹاتے ہوئے۔نرمی سے وہاں پر اپنی ٹھوڑی رکھ چکا تھا۔

اس کے نہا کر ٹھنڈے ٹھنڈے چہرے کو اپنی گردن پر محسوس کر کے میرب کے رونگٹے کھڑے ہو گئے تھے۔

ایک تو رومان شاہ کا پھر سے اتنا قریب ہونا،اوپر سے نہا کر ٹھنڈا ٹھنڈا اس کا چہرہ میرب کی گرم گردن پر رکھنے سے میرب کے پورے جسم میں سن سناہٹ سی دوڑ گئی تھی۔

اس کے ڈارک براؤن بالوں سے پانی ٹپ ٹپ میرب کی گردن پر گر رہا تھا۔
مجھے تمہاری کی لپسٹک کا فلیور بالکل پسند نہیں۔اس دن چھت پر کس کرتے ہوئے مجھے تمہارے ہونٹوں کا فلیور بہت زبردست لگا تھا۔

آئندہ میں وہی فلیور چاہوں گا۔اس لیے جب بھی میں تمہارے قریب آوں مجھے لپسٹک سے سجے ہوئے ہونٹ نہیں چاہیے۔

آہستہ آہستہ سرگوشیاں کرتے ہوئے شاہ کے آتشی لب میرب کی بیوٹی بون کو چھو رہے تھے۔

ٹھیک ہے شاہ جو کہیں گے میں کرلوں گی۔ مگر اس وقت پلیز مجھے تیار ہو کر نیچے جانے دیں۔امی جان میرا انتظار کررہی ہونگی۔



میرب نے ہاتھ جوڑنے والے انداز سے رومان شاہ کی منت کی تھی۔ اپنی قربت سے گھبرائی ہوئی۔ میرب کی چہرے کی ہوائیاں دیکھ کررومان شاہ کا دل کھل اٹھا تھا۔

ہو جاؤ تیار باقی کا حصہ کتاب تم سے بعد میں کروں گا۔رومان شاہ گہری نظروں سے میرب کی جانب دیکھتے ہوئے پیچھے ہٹا تھا۔

تمہاری تیاری پوری ہو چکی ہو۔تو میر اڈریس نکالو میں نے کون سا پہننا ہے۔

آپ مجھے بتادیں آپ کو کون ساڈریس پہننا ہے۔میں ابھی نکال دیتی ہوں۔

آہ ہ ہ۔میرب جلدی جلدی قدم اٹھاتی ہوئی قبڑ کی جانب جارہی تھی۔کہ ہائی ہیل پہنے ہوئے ابھی موچ کھا کر گرنے والی تھی۔

کہ رومان شاہ نے آگے بڑھ کر اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے گرنے سے بچالیا تھا۔

بس اتنی تھی تمہاری محبت اور تمہارا عشق میری اتنی سی قربت سے تمہاری ہوائیاں اڑی ہوئی ہیں۔زرا چہرہ دیکھو اپنا۔

میری تھوڑی سی قربت سے تم ادھر سے ادھر گرتی پھر رہی ہو۔جب پورے کا پورا رومان شاہ تم پر واضح ہو گا۔تو کیا کرو گی۔

میرب کی کمر میں پیچھے سے ہاتھ ڈالے ہوئے اس پر جھکے ہوئے میرب کو گرنے سے بچا کر کھڑا ہوا تھا۔

میرب گرنے کے ڈر سے آنکھیں بند کیے ہوئے شاہ کے کاندھوں کو اپنے ہاتھوں سے پکڑے ہوئے اپنی پشت کی جانب لٹکی ہوئی تھی۔

رومان شاہ اس وقت شرٹ لیس تھا سوائے بلیک ٹراوزر کے اس نے کچھ بھی نہیں پہن رکھا تھا۔

شاہ پلیز چھوڑیں میں ابھی آپ کا ڈریس نکال دیتی ہوں۔ وہ پھر سے من مناتے ہوئے بولی تھی۔

میرب رومان شاہ میں نے آپ کو پکڑا نہیں آپ کو گرنے سے بچایا ہے۔



اپنے ہوش حواس قائم رکھو ابھی تو کچھ بھی نہیں ہوا۔ اور تم بکھلا کر ادھر سے ادھر گر رہی ہو۔۔ جس دن رومان شاہ کی قربت کو جیلنا کے پڑے گا۔ کہی اس دن طاقت کی ڈرپیں نا لگوانی پڑ جائیں۔

ٹھک ٹھک ۔۔کون ۔۔صاحب جی آپ کو بڑی بیگم صاحب بلا رہی ہیں۔۔ دس منٹ تک آرہا ہوں امی جان کو جا کر بتا دو۔۔روم کا دروازہ کھٹکا تھا اور نوکرانی بلانے کے لیے آئی تھی۔

میرب نے اللہ کا شکر ادا کیا تھا۔امی جان اس وقت اسے رحمت کا فرشتہ لگ رہی تھی۔ جنہوں نے پیغام بھیج کر میرب کی سانسوں کو راست پر آنے کا ٹائم بخشا تھا۔

چلو جلدی سے میرے کپڑے نکالو پہلے ہی میں تمہاری وجہ سے بہت لیٹ ہو گیا۔رومان شاہ جا کر ڈریسنگ کے سامنے کھڑا ہو گیا۔میرب حیرانی سے شاہ کی جانب دیکھ رہی تھی۔ کتنی آسانی سے وہ سارا کیس اس پر ڈال گیا تھا۔



تم مجھے بعد میں تاڑ لینا تمہیں بہت سارے موقع فراہم کروں گا۔ اچھے تاڑ لینا۔فلحال مجھے ڈریس دو تا کہ میں تیار ہو جاؤں۔

وہ مرر کے اندر سے اسے دیکھ رہا تھا۔وہ آنکھ کو ٹیس کر کے مسکرایا تھا۔میرب سر کو نفی میں ہلاتے ہوئے کبڑ کا دروازہ کھول کر اس میں سے شاہ کا ڈریس سلیکٹ کرنے لگی تھی۔

شاپ پلیز اگر آپ بتا دیں کہ آپ کو کون سا ڈریس پہننا ہے۔تو جلدی ڈسائیڈ ہو جائے گا۔اور ہم لوگ نیچے جلدی چلے جائیں گے۔میں ڈسائیڈ نہیں کروں گا۔

تم مجھے ڈسائیڈ کر کے بتاؤ کہ مجھے کیا پہننا ہے۔شاہ نے دوٹو کہا تھا۔میرب شاہ کا اٹل جواب سن کر کبڑ کے کپڑے ادھر ادھر کرنے لگی تھی۔



اسے وائٹ گھدر کا سوٹ پسند آیا تھا۔اور ساتھ میں ڈارک براؤن کلر کی واسکٹ نکالی تھی۔مرر میں دیکھ کر رومان شاہ کے آتشی لب مسکرائے تھے۔

اسے میرب کی چوائس اچھی لگی تھی۔شاہ اگر خود بھی اپنے لیے سلیکٹ کرتا تو،اس فنکشن کے لیے یہی ڈریس نکالتا وہ اپنے دل میں میرب کی چوائس کو اپلیسشٹ کرر ہا تھا۔

میرب نے االماری کے اندر جھانک کر گہری نظروں سے دیکھا تھا۔اسے سامنے پھولوں کے گجھرے نظر آئے تھے۔

ایک نہیں دو نہیں پورے بارہ جو ایک ڈنڈے کے اندر پروئے ہوئے تھے۔میرب کے لبوں پر ہنسی کھلی تھی۔

شاہ یہ گجرے کس کے لیے ہیں وہ گجروں والا ڈنڈا اٹھا کر کبڈ سے باہر لے آئی تھی۔"میرے لیے ہے" کیاااا۔۔ سنپل بیوقوف لڑکی تمہارے لیے ہے۔

شاہ تھینک یو تھینک یو تھینک یو سسسسسو مچ۔وہ خوشی سے بے اختیار آ کر شاہ کے سینے سے لگ گئی۔۔شاہ بہت بہت سارا تھینک یو آپ کو نہیں پتہ مجھے پھولوں کے گجرے کتنے۔۔۔۔پسند ہیں۔

کتنے پر بہت زور دیتے ہوئے بولی تھی۔وہ اپنے دونوں ہاتھ لمبے چوڑے شاہ کی کمر میں ڈالے ہوئے شاہ کے سینے کے ساتھ اپنے سر کو لگائے ہوئے کھڑی تھی۔

میرب۔۔۔۔۔جی۔۔۔۔تمہیں پتہ ہے کہ ہم بہت لیٹ ہو چکے ہیں۔۔۔۔جی۔۔۔تو پھر اب کیا تم میرے ضبط کو آزما رہی ہو۔۔۔شاہ میں کچھ سمجھی نہیں میرب شاہ کے سینے سے سر کو پیچھے ہٹا کر بولی۔

مطلب یہ ہے کہ شاہ تو پہلے سے ہی تمہارے حسن کو دیکھ کر بہت بہکا ہوا ہے۔اب تم خود سے آکر میرے سینے سے لگی ہو تو سوچو کہ میں خود پر کنٹرول کیسے کروں۔۔میرا دل تو پہلے ہی تم میں اپنی دسترت میں چاہتا ہے۔



سوری شاہ میرب نے شرم سے نظریں جھکائی۔۔سوری کی ضرورت نہیں ہے۔شاہ کو تمہارا پاس آنا اچھا لگا۔مگر میرب رومان شاہ اس وقت شاہ سوائے خود پر کنٹرول کرنے کے کچھ نہیں کر سکتا۔

ورنہ جس طرح سے تم آکر میرے سینے سے ٹکرائی ہو۔ تمہاری جان لینے کو دل کر رہا ہے۔اس کا لہجہ قاتلانہ تھا۔

یہ میں نے کیا کر دیا ہے۔میرب کو اپنی غلطی کا احساس ہوا تھا، کہ وہ کیا کر بیٹھی ہے۔میں نے جان بوجھ کر آکر شیر کے منہ میں اپنا ہاتھ ڈال دیا ہے۔

شاہ نے نرمی سے اس کی کلائیوں کو پکڑ اس کے ہاتھوں کو اپنے لبوں لگا لیا۔ایک گجرے کو اس کی کلائی میں ڈال کر اب دوسری کلائی میں ڈال رہا تھا۔



نظر میرب کے چہرے پر مرکوز تھی جو نظریں جھکائے ہوئے فرش پر دیکھ رہی تھی۔

ہم ایسے ہی گجرے پہناتے ہیں تمہاری ٹک ٹاک پر کپلز۔ شاہ اس دن والی میرب کی باتوں کو دہرا رہا تھا۔

جی شاہ ب ایسے ہی پہناتے ہیں شرماتے ہوئے بولی تھی۔ویسے تمہیں پتہ ہے تمہاری ٹک ٹاک پر آدھی ویڈیو دکھائی جاتی ہے۔

نہیں شاہ پوری ویڈیو دکھاتے ہیں۔میرب نے جلدی سے اپنی نالج بتائی۔"تو پھر تو تمہیں پتہ ہوگا کہ گجرے پہنانے کے بعد کیا ہوتا ہے"مطلب میرب کے پلے کچھ نہیں پڑا تھا۔

مطلب یہ کہ جو اتنی محبت سے گجرے پہناتا ہے،بدلے میں اسے بھی تو گفٹ ملتا ہو گانا۔

۔نہیں ایسی تو میں نے کوئی ویڈیو نہیں دیکھی جس میں گجرے کے بدلے کوئی گفٹ دیا جاتا ہو۔وہ نہ سمجھی سے بول رہی تھی۔

مگر مجھے تو گجروں کے بدل گفٹ چاہیے۔وہ ضدی سے انداز میں بولا تھا۔۔شاہ آپکے پاس سب کچھ تو ہے آپ کو مجھ سے کیا گفٹ چاہیے۔بتائیں میں لے آؤں گی۔

فنکشن کے بعد بتاؤں گا تم خود کو زہنی طور پر تیار رکھنا۔ابھی جلدی سے تم میری تیاری مکمل کرواؤ۔

میرب بنا رومان شاہ کا مطلب سمجھے سر کو ہاں ہلاتے ہوئے رومان شاہ کی تیاری کروانے لگی تھی۔

بیچ بیچ میں رومال شاہ کی یہ بے باکیاں جاری رہی تھی۔جن سے میرب کنفیوز ہو کر کچھ نہ کچھ خراب کر رہی تھی۔

oooooooooo

مرہا کو پھولوں سے بنی ہوئی بگی میں بٹھا کر سٹیج پر لایا جا رہا تھا۔وہ یلو کلر کی میکسی پہنے ہوئے بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔میکسی پر خوبصورت پنک اور سلور موتیوں کا کام کیا ہوا تھا۔

گلاب کے پھولوں سے بنا ہوا مانگ ٹیکا اس کے ماتھے پر سجا ہوا تھا۔ کانوں میں کلیوں اور گلاب کے پھولوں کی بالیاں پہن رکھی تھی۔ ہاتھوں میں پھولوں کے گجرے پہنے ہوئے تھے۔۔۔

ہاتھوں پر لگی شاہ میر کے نام کی مہندی کا بہت گہرا رنگ آیا تھا۔ پاس بیٹھی ہوئی میرب اسے چھیڑ رہی تھی۔ کہ اس کا بھائی اسے بہت پیار کرتا ہے۔ جس کا ثبوت اس کے ہاتھوں پر لگی ہوئی مہندی دے رہی ہے۔ مرہا میرب کی باتوں سے شرما رہی تھی۔ کچھ مہمان خواتین ماشاءاللہ کہہ رہی تھی۔ کچھ مہمان خواتین سٹیج پر آ کر میرہا کو دعائیں دے رہی تھی۔



بیٹی بہت خوبصورت لگ رہی ہو۔ ایک مہمان خواتین خوشی سے مرہا کے سر پر پیار دیتے ہوئے بولی تھی۔۔

۔میرب مرہا کے پاس ہی بیٹھی ہوئی تھی کیونکہ میرا بہت کنفیوز اور شرمائی ہوئی تھی تو امی جان کے سخت آرڈرز تھے کہ میرب کو میرا کے پاس ہی رہنا ہے۔

مگر میرہا کب سے خود پر نظروں کی تپش محسوس کر رہی تھی۔اور وہ تپش وہ کچھ لمحے پہلے والی ہی تھی۔ میرب نے نظر گھما کر دیکھا تو اس کے اندازے کے مطابق، دور کھڑا ہوا رومان شاہ جو بظاہر فون پر کوئی ضروری کال کر رہا تھا۔



مگر اس کی نظروں کا مرکز میرب تھی۔۔۔اس کے دیکھنے پر رومان شاہ نے اپنی آنکھ کو ٹیس کیا تھا۔

۔افففف اللہ میاں" شاہ کیا چیز ہے" کہی بھی شروع ہو جاتے ہیں میرب نے جلدی سے اپنی نظریں جھکائے۔

وہ اپنے دماغ میں اف اف کر اٹھی تھی رومان شاہ کی اس حرکت سے۔,

oooooooo

جی امی جان اب بتائیں اگر کوئی کام رہ گیا ہے۔تو میں فورن سے کروا دیتا ہوں۔رومان شاہ جو اپنی امی کے کہنے کے مطابق مرہا کی منہدی اور مائیوں کے ریسپشن کی ساری تیاریاں مکمل کروا کر اب اپنی ماں سے آگے کا پوچھنے آیا تھا۔

نہیں بیٹا کچھ بھی نہیں رہ گیا ہے وہ بہت خوش ہو کر اپنے بیٹے کی پیٹھ تھپتھپاتے ہوئے مسکرائی تھی۔

اب میری امی جان کو مجھ سے کوئی شکایت تو نہیں ہے نا۔وہ اپنی امی جان کے ہاتھ پر بوسہ دیتے ہوئے مسکرایا۔

نہیں میرے بیٹے نے اپنی بہن کی رخصتی کی تیاریاں اتنے اچھے طریقے سے کی ہے اب میں کیوں اپنے بیٹے سے شکایت کروں گی۔

اگر اجازت ہو تو اب میں بھی جا کر تیار ہو جاؤں۔جی بیٹا جاؤ اور تیار ہو کر آؤ جلدی آنا،اور میرب کو بھی دیکھنا وہ تیار ہو گئی ہے۔

بس مہمان کچھ دیر میں مہمان آنا شروع ہو جائیں گے،اس سے پہلے تم لوگ ویلکم کے لیے تیار ہو کر مین گیٹ پر جاؤ۔جی جیسے میری پیاری امی جان حکم۔۔جیتے رہو۔



رومان شاہ کے قدم اپنے کمرے کی جانب بڑھ رہے تھے۔اس کے دماغ میں کچھ چل رہا تھا۔جس کو سوچ کر وہ مسکرایا تھا۔

روم کے اندر پہلا قدم رکھتے ہی،اس کی نظر سامنے کھڑی میرب پر پڑی جو افرا تفری میں تیار ہو رہی تھی۔

مگر رومان شاہ کے قدم اس کی افراتفری دیکھ کر نہیں بلکہ اس کی فراک کی کھلی ہوئی زپ دیکھ کر رکے تھے۔

وہ کرسی پر بیٹھ کر نیچے کو جھکی ہوئی اپنی نظروں کو اپنے سینڈل پر مرکوز کر کے اس کی سٹرپ بند کرنے میں مگن تھی۔

وہ سینڈل کا سٹرپ بند نہ ہونے پر اس قدر اکتائی ہوئی تھی۔ کہ اپنی فراک کی کھلی زپ سے بھی لاتعلق تھی۔

رومان شاہ احتیاطاً کھنگارا تھا۔ مگر وہ شاہ کو روم میں دیکھ کر بھی اپنی سینڈل سے تائی ہوئی سٹرپ بند کر رہی تھی۔

خیریت ہے کیوں اس بیچارے جوتے کے گلے پڑی ہوئی ہو۔ ایسا کیا قصور کر دیا ہے اسنے۔

رومان شاہ نے اس کی زپ سے نظریں ہٹانے کی کوشش کرتے ہوئے اسے مخاطب کیا۔

مگر رومان شاہ کی بھٹکی ہوئی نظر بار بار جا کے اس کی خوبصورت مخملی گوری کمر پر جا رہی تھی۔

شاہ سینڈل کا سٹرپ خراب ہو گیا ہے یہ بند نہیں ہو رہا۔وہ اکتائی ہوئی اب رو دینے والی آواز سے بولی تھی۔

تو کوئی اور سینڈل پہن لو۔ نہیں اس ڈریس کے ساتھ یہی میچ ہو رہا ہے۔میرب کی نظر اب بھی اپنی سینڈل پر تھی۔جب کہ شاہ کی نظر اس کی کمر پر تھی۔لاؤ مجھے دکھاؤ میں کر دیتا ہوں۔

شاہ ایڑیوں کے بل میرب کی کرسی کے پاس بیٹھا گیا۔ ششش۔۔شاہ۔۔ آپ میرا سٹرپ کیوں بند کریں گے۔میرب نے اپنا پاؤں پیچھے کرتے ہوئے حیرانی سے دیکھا۔
کیوں میں تمہارا سٹریپ بند نہیں کر سکتا۔ شاہ نے اپنی نظریں اوپر اٹھا کے میرب کی جانب دیکھا۔۔۔نہیں کر سکتے ہیں۔۔۔تو پھر پاؤں آگے کرو میرب کے پاؤں کو اٹھا کر شاہ نے اپنے گھٹنے پر رکھا تھا۔

میرب کے خوبصورت پاؤں پر شاہ کی انگلیوں کے لمس لگے، تو میرب خود میں ہی سمٹ گئی۔شاہ نے یہ بات محسوس کی تھی۔

اب کی بار شاہ نے جان بوجھ کر میرب کے پاؤں پر اپنا ہاتھ مس کیا جس سے میرب پھر سے خود میں سمٹی گود میں رکھے ہوئے ہاتھوں سے اس نے اپنی فراک کو مٹھیوں میں بھیچ لیا۔

شاہ کے انابی لبوں کے تلے ہلکی سی سمائل بکھری تھی۔مگر وہ میرب سے چھپا کر خود کو سٹریپ بند کرنے میں مصروف دکھا رہا تھا۔

دو سیکنڈ میں شاہ نے میرب کے سینڈل کا سٹریپ ٹھیک کر دیا۔سٹرپ بند کر کے نرمی سے میرب کے پاؤں کو گھٹنے سے اتار کر نیچے رکھ کر کھڑا ہو گیا۔



بس اتنی سی بات تھی۔شاہ تھینک یو۔کس لیے۔میری سینڈل کا سٹرپ ٹھیک کرنے کے لیے۔

۔میرب شاہ کی نظروں کو دیکھ کر تھوڑا گھبرائی تھی۔ شاہ کی نظروں میں کچھ ایسا تھا جس کو دیکھ کر وہ گھبرائی تھی۔

اور اپنا رخ ڈریسنگ کی جانب کرتے ہوئے مرر میں دیکھ کر اپنا فائنل میک اپ ٹچ دینے لگی۔

شاہ صوفے پر ایک ٹانگ کو دوسری ٹانگ پر رکھ کر بیٹھ گیا۔ صوفے کی پشت پر اپنا ایک بازو پھیلائے ہوئے، دوسرے ہاتھ میں موبائل لیے ہوئے خود کو موبائل میں مصروف دکھارہا تھا۔

حالانکہ ایسا نہیں تھا اس کی نظر بار بار کی پشت پر جا رہی تھی۔ جہاں سے اس کی گوری دھودیا رنگت والی کمر اسے بھکنے پر مجبور کر رہی تھی۔



فراک کی کھلی ہوئی زپ سے میرب کا خوبصورت نیٹ سے بنا ہوا برانڈڈ بلیک کلر کا (b) سٹرپ نظر آرہا تھا۔🙈۔اس کی گوری کمر پر وہ کالی ناگن بن کر لپٹا ہوا تھا۔

میرب بہت کنفیوز ہو کر تیار ہو رہی تھی۔ وہ خود پر رومان شاہ کی نظروں کی تپش کو محسوس کر رہی تھی۔شاہ نظریں اس جسم پر آگ کا کر رہی تھی۔

رومان شاہ کی نظروں کی تپش اسے بہت کنفیوز کیے ہوئے تھے۔اسی کنفیوزنگ میں اس کے ہاتھ سے ہیئر برش نیچے گرا تھا۔

۔پیلے کلر کی فراک پر شاکنگ پنک کلر کا کامدار دوپٹہ جس پر سلور کلر کا خوبصورت کام کیا ہوا تھا۔اس کا گورا رنگ دودھ کی طرح کھلا ہوا الگ رہا تھا۔



وہ برش اٹھانے کے لیے نیچے جھکی تو بال پوری طرح سے کمر سے ہٹے گئے،رومان کا شاہ دل ہچکولے کھانے لگا تھا۔

سٹریٹ کیے ہوئے بال جو آدھے اس کی کمر پر جھول رہے تھے۔اور آدھے آگے کی طرف کیے ہوئے بے حد خوبصورت لگ رہے تھے۔

ظالم لڑکی کیوں اپنے شاہ کے صبر کا امتحان لے رہی ہو۔شاہ چور آنکھوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

شاہ کی نظر اس کے کانوں میں خوبصورت بڑے بڑے سلور کلر کے پہنے ہوئے جھمکوں پر پڑی تھی۔

۔

۔جو میرب کے ذرا سے بھی ہلنے سے اس کی پھولی ہوئی نازک سی گلابی گالوں کو چھو کر اسکے دل کے تار چھیڑ رہے تھے۔

شاہ دور بیٹھا ہوا اس کے خوبصورت حسن کو سہرا رہا تھا۔میرب کی صراحی دار گردن کی بیوٹی بون پر شاہ اپنا آپ ،ہار رہا تھا۔وہ اس وقت سراپائے حسن قیامت بنی ہوئی کھڑی تھی۔ شاہ کے منہ توڑ جزباتوں نے شاہ کے اندر طوفان برپا کیا ہوا تھا۔

سنو !!!!جی۔۔اپنے آپ کو سنبھال کے رکھنا تمہارے سر سے دوپٹہ نہ اترا دیکھوں شاہ نے رعب دار آواز میں کہا۔

جی ٹھیک ہے۔میرب جو شاہ کی نظروں سے اس قدر گھبرائی ہوئی تھی کہ اس نے پلٹ کر نہیں دیکھا۔ تیار ہوتے ہوئے سرسری سے انداز سے جواب دیا۔

امی جان پوچھ رہی تھی کہ تمہاری اور کتنی دیر ہے۔۔بس میں تیار ہوگئی ہوں چلے۔وہ اپنا دوپٹہ سر پر رکھ کر فائنل خود کو مرر میں دیکھتی ہوئی باہر نکلنے کی نیت سے قدم بڑھانے لگی۔

رومان شاہ جو اس کی کھلی ہوئی زپ پر اپنی نظریں گاڑے ہوئے تھا۔اس کے چلنے کا سن کر حیرانی سے اس کی جانب دیکھا۔آر یو شور کہ تم بالکل تیار ہو رومان شاہ اپنی جگہ سے کھڑا ہوتا ہوا اس سے پوچھ رہا تھا۔



وہ اپنے دونوں ہاتھ اپنی کمر پر باندھ کر کھڑا ہوا بہت رعبدار لہجے میں بولا۔۔۔جی جی شاہ میں بالکل تیار ہوں میرب نے ایک نظر خود کے ڈریس پر دوڑائی تھی۔

رومان شاہ کے قدم میرب کی جانب بڑھ رہے تھے۔میرب کچھ حیران اور پریشان ہوتی ہوئی شاہ کے جانب دیکھ رہی تھی۔۔

ایسے دھیان رکھو گی تم خود کا شاہ نے خون خار آنکھوں سے میرب کیجانب دیکھا تھا۔

شاہ اب میں نے کیا کیا ہے اب تو آپ کے کہنے کے مطابق میں نے سر پر دوپٹہ بھی لے لیا ہے۔

انداز کافی معصوم اور ڈرا ہوا تھا۔ آہ ہ۔۔میرب کی کمر پر اپنا مضبوط مردانہ ہاتھ رکھتے ہوئے شاہ نے جھٹکے سے اسے اپنے ساتھ لگایا تھا۔

جس سے میرب کی ہڈی پر درد کی ٹیس اٹھی تھی۔ جس سے اس کے منہ سے آہ ہ کی آواز نکلی۔

اپنی جگہ پر کھڑی رہو۔ اگر ہلنے کی کوشش بھی کی، تو جان نکال لوں گا،میرب جو اپنی کمر پر درد ہونے سے شاہ کے ہاتھ کو اپنی کمر سے ہٹانے کی کوشش کر رہی تھی۔اب ڈر کے مارے اپنی جگہ پر ساکت کھڑی ہو گئی۔

۔وہ سوسو کر رہی تھی۔۔شاہ مجھے درد ہو رہا ہے۔ کہاں میرب کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر پوچھا تھا۔

میری کمر میں۔۔اور جس حالت میں تم باہر جا رہی تھی۔ایسے میں جو درد میرے دل میں اٹھنا تھا۔اس کا کیا وہ اپنا چہرہ میرب کے بہت قریب کیے ہوئے کھڑا تھا۔

میرب رومان شاہ کے لفاظوں پر غور کر رہی تھی۔ مگر اس سے سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔شاہ مجھے سمجھ نہیں آرہا آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔

شاہ کے ڈر اور شاہ کے ہاتھ کی سختی سے کمر میں اٹھنے والے درد سے آنسوں اس کے گلے میں اٹکے ہوئے تھے۔

رومان شاہ کی عزت ہو کر خود سے اتنی لاپرواہی۔ہاتھ اس کی کھلی زپ والی جگہ پر رکھا۔ نظریں اس کے چہرے پر تھی۔

۔شاہ کے ہاتھ کے لمس سے وہ سسکی تھی۔شاہ کے سینے سے اس کی قمیض کو اپنی مٹھیوں میں چکڑ کر نظریں جھکالی۔شاہ کا ہاتھ اس کی کمر پر اپنی گرمی چھوڑ رہا تھا۔وہ سسکتی ہوئی اس کے سینے کے قریب ہوتی ہوئی اپنا منہ چھپا گئی۔

اب بتاؤ کہ تم اسی حالت میں باہر جانا چاہتی تھی۔وہ سرگوشی میں بولا تھا۔شاہ کے لبوں کی جنبش میرب اپنی گردن پر محسوس کر رہی تھی۔

جواب دو شاہ نے پھر سے سرگوشی کی تھی۔میرب سے جواب دینا مشکل ہو رہا تھا۔شاہ کی اتنی نزدیکیاں اور ہاتھوں کی بے باکیاں میرب جواب کیسے دیتی۔



وہ سینے پر اپنے دونوں ہاتھ رکھے ہوئے اپنا سر شاہ کے سینے میں چھپائے ہوئے لرزتی ہوئے وجود کو لیے چپ چاپ ساکت کھڑی ہوئی تھی۔

تم میری بیوی ہو۔خود کو سنبھال کر رکھنا۔میں اپنی عزت کے معاملے میں تھوڑا نہیں بہت زیادہ پاگل ہوں۔

رومان شاہ کے بولنے سے اس کے لبوں کی جنبش اور اس کے سانسوں کی گرمی میرب کی گردن پڑ رہی تھی۔

جو میرب کے دل کی دھڑکنوں کو اوتھل پوتھل کر رہی تھی۔

شش۔شا۔۔شاہ۔پلیز مجھے جانے دے امی میرا انتظار کر رہی ہیں شاہ کی بے قراریاں دیکھ کر میرب گھبرا کر شرماتے ہوئے شاہ کے ہاتھ کی گرفت سے نکل کر باہر کی جانب بھاگنے لگی تھی۔



رک جاؤ تمہیں سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ تم رومان شاہ کی عزت ہو پھر اسی حلیے میں باہر جانے کا سوچ رہی ہو۔

کیوں تم میرے ہاتھ سے مرنا چاہتی ہو۔رومان شاہ کی رعبدار آواز پھر سے روم میں گونجی تھی میرب کے قدم وہیں پر رک گئے۔

رومان شاہ نے آنکھ کے اشارے سے میرب کو واپس آنے کے لیے کہا تھا۔میرب جو دروازے کے بے حد قریب کھڑی ہوئی تھی۔اس کے چہرے کی ہوائیاں اڑ رہی تھی۔

رنگ شرم سے لال ہوا پڑا تھا گھبراتے ہوئے ہاتھوں کو مروڑ رہی تھی۔ نفی میں سر کو ہلاتے ہوئے اس نے آنے سے انکار کیا تھا۔



رومان شاہ کے سامنے اتنی جرات مت دکھایا کرو۔جب میں نے کہا ہے کہ ادھر آؤ تو اس کا مطلب ہے کہ تمہیں آنا ہے وہ بھی ہر صورت۔شاہ وہی پر کھڑے ہوئے رعبدار آواز سے پھر گرجا تھا۔

۔شاہ مجھے آپ سے ڈر لگ رہا ہے۔

۔بہت جلد تمہارے سارے ڈر اتار دوں گا۔ جس ڈر کو تمہارا یہ چھوٹا سا دماغ محسوس کرتا ہے اس ڈر کو سچ ثابت کر دوں گا۔

۔میرے پاس آؤ انگلی کے اشارے سے اسے پاس بلا رہا تھا۔ نظروں میں ایسی آگ تھی جس کو دیکھ کر میرب کو خود کی جان نکلتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔

میرب اپنے ہاتھ کو بیک سائیڈ پہ لے
جا کر اپنی زپ کو بند کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔میں نے کہا ادھر اؤ تمہیں سنائی نہیں دے رہا کیا۔شاہ کا لہجہ سخت اور غصے والا ہوا۔



وہ نظریں زمین پر گاڑے ہوئے اپنے ہاتھ کو بیک سائیڈ پر لے جا کر زب بند کرنے کی بے جا کوشش کرتے ہوئے۔

ساتھ میں چھوٹے چھوٹے قدم بھرتی ہوئی رومان شاہ کے پاس آرہی تھی۔میرب کے پاؤں شاہ کی نظروں کے تقاضوں کو سمجھتے ہوئے آگے نہیں بڑھ رہے تھے۔

وہ بچی تو نہیں تھی اسے اچھی طرح سے سمجھ آرہا تھا کہ شاہ اس سے کیا چاہتا ہے۔

جہاں اسے بات کی خوشی تھی کہ شاہ خود سے اس کے قریب آرہا ہیں،وہاں حد سے زیادہ آنے والی شرم وحیانے سے گھیرا ہوا تھا۔

وہ شاہ کے حکم کو مان کر خود کو شاہ کے قریب لانے کی بہت کوشش کر رہی تھی۔مگر چند قدم دوری پر اس کی ہمت جواب دے گئی۔



تو وہ تھوڑا سا دور ہو کر رک گئی۔

اب اس سے آگے آنے کے لیے کوئی خاص انویٹینشن دینا پڑے گا۔رومان شاہ اپنی شعلہ بار آنکھوں سے اسے دیکھتا ہوا کہہ رہا تھا۔

۔آپ مجھے یہیں پر بتادیں کہ آپ نے مجھے کیا کہنا ہے۔وہ من من کرتے ہوئے بولی تھی۔وہ اب بھی مسلسل اپنی زب کو بند کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔کیوں اس سے آگے آنے کے لیے ٹیکس لگتا ہے۔

وہ اپنی کمر پہ ہاتھ باندھے ہوئے کھڑا آئی برو کو اٹھا کر بہت پر کشش انداز سے کھڑا ہوا بول رہا تھا۔اب کی بار اس نے خود میرب کی جانب قدم اٹھائے تھے۔

وہ رومان شاہ کے بڑھتے ہوئے قدموں کو دیکھ کر وہ دو قدم پیچھے ہوئی تھی۔رومان شاہ نے دو بڑے قدم اٹھا کر اس کے ہاتھ کو تھام لیا تھا۔

وہ اپنا رخ دوسری جانب کیے ہوئے نظریں جھکائے ہوئے تھی۔اس کے رخ بدلنے سے رومان شاہ کی نظر پھر سے اس کی کھلی زپ پر گئی۔

اب کی بار رومان شاہ کی بے قراریاں اور منہ توڑ جذبات سر پر چڑھ کر بول رہے تھے۔میرب کو بنا وقت دیے اس نے میرب کے ہاتھ کو مضبوطی سے تھام کر اپنی جانب کھینچا۔

میرب پھولی ہوئی سانسوں کے ساتھ ایک بار پھر سے رومان شاہ کے چٹانی سینے کے ساتھ آکر ٹکرائی تھی۔

میرب نے اوپر دیکھ کر اپنے سر پر ہاتھ رکھا۔ اوراپنی نظروں سے اپنے سر کی درد کی نوعیت کا شاہ کو احساس دلایا تھا۔

کیا سر میں درد ہو رہا ہے۔شاہ اس کی نظروں کی نوایت سمجھ چکا تھا۔ہاں آپ انسان کم اور پتھر زیادہ ہیں۔اتنی زور سے میرا سر آپ کے ساتھ لگا ہے۔

مجھے تو ایسے لگا جیسے میرا سر کسی پہاڑ سے ٹکرا گیا ہو۔وہ غصے اور شرم کی ملی جولی کیفیت سے بولی تھی۔

جب پہاڑ سے عشق کرنے کی ہمت اور جرات کی ہے تو۔

تو پہاڑ سے ٹکرانے کی اور اس کی محبت اور شدتوں کو سہنے کی ہمت بھی پیدا کرو۔ بہت جلد تمہیں اسی پہاڑ کی شدتوں کو برداشت کرنا ہے۔

اس کی نظروں کے تقاضوں سے پہلے سے گھبرائی ہوئی میرب اور گھبرائی گئی تھی۔ شاہ پلیز آپ مجھے جانے کیوں نہیں دے رہے ہیں۔

میرب نے بے بسی سے شاہ کی جانب دیکھا تھا۔ کیسے جانے دوں ایک تو تمہارا حلیہ ابھی باہر جانے کے لائق نہیں ہے۔



اور دوسری وجہ میرا دل ہے۔ جس کو تم اپنی جگہ سے ہلا کر اسے بے چین کر دیا ہے۔ اور اب تم چاہتی ہو کہ میں تمہیں اتنی آسانی سے جانے دونگا تو بہت۔۔۔۔۔۔ غلط سوچ رہی ہو۔ بہت پر زور دیتے ہوئے کہا تھا۔

تو کیا کرنے والے ہیں آپ میرے ساتھ۔میرب کا سوال بہت بچکانہ تھا۔

مگر اس لہجہ اور معصومیت شاہ کے دل پر وار کر رہی تھی۔ کرنے کا تو بہت کچھ ارادہ رکھتا ہوں۔ مگر فی الحال تو مجھے تم سے کچھ لمحوں کا سکون چاہیے۔ آنکھوں میں شرارت تھی اور لہجے میں خماری۔۔

میں آپ کو سکون کیسے دے سکتی ہوں۔میرب سمجھ کر بھی نا سمجھی سے بولی تھی۔

تمہیں کچھ بھی کرنے کی ضرورت نہیں ہے مجھے تمہارے وجود سے سکون چاہیے جو میں خود حاصل کر لوں گا۔اس کے لہجے اور آنکھوں کا خمار دیکھ کر میرب کا دل سو کی سپیڈ سے دھڑک رہا تھا۔



شاہ نے اسے اپنی باہوں میں کس کے اپنے ساتھ لگالیا تھا۔شاہ کے جسم سے مردانہ پرفیوم کی اڑتی ہوئی مہک میرب کے دل کو بے قرار کر رہی تھی۔

آخر شاہ کی محبت کی طلبگار تو وہ ہمیشہ سے تھی۔اب یہ کہنا تو غلط ہو گا کہ وہ شاہ کے قریب نہیں جانا چاہتی۔ مگر یہ الگ بات تھی۔ کہ شاہ کی قربت کو سہنا آسان نہیں تھا۔

شاہ کیا آپ کو مجھ سے پیار ہو گیا ہے۔اس نے شاہ کی نظروں میں دیکھ کر ایک معصوم سا سوال شاہ کے سامنے رکھا تھا۔

یہ تو تمہیں میرے قریب آنے سے پتہ چلے گا۔ کہ پیار ہو گیا ہے یا نہیں یہ تو تمہارا قریب آنا ہی ڈیسائڈ کر سکتا ہے۔وہ بے باکی سے میرب کی کمر پر اپنے ہاتھوں کے لمس چھوڑ رہا تھا۔

میرب کو ہاتھ سے پکڑ کر گھماتے ہوئے۔اس کی پشت اپنی جانب کی تھی۔

۔شاہ تھوڑا نیچے جھکا اور اپنے لب میرب کی کھلی ہوئی زپ والی جگہ پر رکھ دیے۔ جہاں پر شاہ کی کب سے نظر تھی۔رومان شاہ کے آتشی لبوں کی جنبش سے میرب نے سسک کی بھری تھی۔

رومان شاہ نے اپنا ہاتھ میرب کے پیٹ پر کسا ہوا تھا۔ میرب چاہ کر بھی رومان شاہ کی گرفت سے بھاگنے کی کوشش نہیں کر سکتی تھی۔ اس میرب کو آگے کی طرف جھکا رکھا تھا۔

رومان شاہ کے لمس اتنے جان لیوا تھے کہ میرب کے پورے بدن میں بجلی کی لہر سی دوڑ گئی تھی۔ میرب سے اپنا آپ ہی نہیں سنبھل رہا تھا۔

رومان شاہ نے جا بجا اس کی کمر پر اپنے آتشی لبوں کے لمس چھوڑ رہا تھا۔ میرب کا وجود شاہ کے لمسوں سے پگھلنا لگا تھا۔

اس کا جسم ہولے ہولے کانپ رہا تھا۔ بے اختیار کے منہ سے سسکیاں نکلنے لگی تھی۔ سانسیں اکھڑنے لگی۔ وہ اپنی آنکھوں کو زور سے بند کیے ہوئے کھڑی تھی۔

رومان شاہ جھٹکے سے کھڑا ہوا تھا۔ وہ میرب کی فرنٹ سائیڈ پر آگیا۔ تھا۔اس نے میرب کے سر کی بیک سائیڈ پر اپنا ہاتھ رکھا۔اور دوسرا ہاتھ میرب کی کمر میں ڈالتے ہوئے، بالوں کو ہلکا سا جھٹکا دے کر سر کو اوپر کی جانب کیا تھا۔

جس سے میرب کے خوبصورت لپسٹک سے سجے ہوئے ہونٹ شاہ کے سامنے اور بے حد قریب ہو گئے تھے۔شاہ خماری سے آنکھیں بند کرتے ہوئے میرب کے لبوں پر جھکا۔

اور اس کے خوبصورت لبوں کو اپنے آتشی لبوں کی قید میں لے گیا۔

اس نے کچھ ایسے انداز سے میرب کو اپنے ساتھ لگا کر جکڑا ہوا تھا ہوا تھا، کہ میرب کی ہر راہ فرار ظالم نے بند کر رکھی تھی۔وہ اب دشمن جاں کے رحموں کرم پر کھڑی تھی۔

سوائے اس پہ رحم کے رحم کرنے تک وہ اپنے لیے کچھ بھی نہیں کر سکتی تھی۔

اس کی نمی کو پیتے ہوئے شاہ مدحوش ہوتے جا رہا تھا۔شاہ کی نفرت جتنی جان لیوا تھی۔ محبت اس سے کہیں بڑھ کے جان لیوا تھی۔

وہ بھی وہ اس ک تھوڑا قریب آیا میرب کی سانسیں تنگ کر گیا تھا۔میرب کی اکھڑی ہوئی سانسیں شاہ کو نہ دکھائی دے رہی تھی نہ سنائی دے رہی تھی۔میرب نے خود کو شاہ کی گرفت سے آزاد کروانے کی کوشش کی تھی۔

۔میرب کو خود کو چھڑوانے کی سزا شاہ نے یہ مقرر کی تھی۔کہ اس کے دونوں ہاتھ اپنے ایک ہاتھ سے اس کی کمر پر پن کر رکھے تھے۔

میرب کی سانسیں رکنے لگی تھی دل تھا کہ وہ چاہتا تھا کہ آج دیواریں توڑ کر باہر آجائیں۔قدم تھے کہ وہ میرب کا وزن اٹھانے سے قاصر تھے۔

میرب اس وقت پوری کی پوری شاہ کے رحم و کرم پر کھڑی تھی۔اس کا سارا وزن شاہ اپنے بازوؤں میں اٹھائے ہوئے تھا۔

لمبے چوڑے شاہ نے میرب کو کمر سے پکڑ کر زمین سے تھوڑا اوپر اٹھا کر اپنے ساتھ لگا رکھا تھا۔میرب اس وقت ہوا میں جھول رہی تھی۔

شاہ کا ہاتھ اس کی کمر پر تھا۔اور میرب کا سارا وزن شاہ کے بازوؤں پر۔اور شاہ کے لب تھے کہ میرب کے لبوں کو آزاد کرنے کے لیے تیار نہ تھے۔

میرب کو آج اپنی جان بہت مشکل میں لگ رہی تھی۔ایسا لگ رہا تھا کہ شاہ آج ہونٹوں کی نمی کو اتنا پیے گا کہ آج کے بعد میرب کے ہونٹوں پر کبھی نمی نہیں آئے گی۔



شاہ اس وقت بالکل اپنے ہوش سے بیگانہ ہو کر اپنے کام مگن تھا۔ پتہ نہیں کتنی دیر بعد اس ظالم کو میرب پر تھوڑا ترس آیا تو بڑا احسان کرتے ہوئے۔

۔اس سے دور ہوا تھا۔ اور میرب کو ہوا سے فرش پر لینڈ بھی کروادیا تھا۔

میرب ہونٹ کھولے ہوئے سانس لینے کی کوشش کر رہی تھی۔ میرب کا سانس اس قدر اکھڑا ہوا تھا ۔کہ میرب کے سانس لینے کی آواز شاہ سن رہا تھا۔

مگر اسے اپنے کیے پر کوئی شرمندگی نہیں تھی۔ گنی مچھوں تلے اس کے آتشی لب مسکرا رہے تھے۔ میرب کی حالت دیکھ کر وہ ایسے مسکرا رہا تھا۔

جیسے کوئی قلع فتح کر کے کھڑا ہو۔ وہ ایسے مسکرا رہا تھا جیسے کوئی بہت بڑا کارنامہ سرانجام دیا ہو۔ جبکہ میرب بھیگی پلکوں سے فرش پر نظریں جمع ہوئے تھی۔



میری طرف دیکھو شاہ کی کی خماری سے بھری ہوئی روعبدار آواز روم میں ایک بار پھر سے گونجی تھی۔ میرب نے بامشکل اپنی پلکیں اٹھا کر شاہ کی جانب دیکھا۔

۔یہ رونا کس لیے، میرب رومان شاہ کیا اس کا مطلب یہ سمجھوں کہ تمہیں اپنے شوہر کی نزدیکیاں بری لگتی ہیں۔لہجہ تھوڑا سرد ہوا تھا۔میں نے ایسا تو نہیں کہا، میرب نے شرم سے نظریں جھکالی۔میرب نفی میں سر کو ہلا کر اپنی آنکھوں کی نمی کو صاف کر رہی تھی۔

تو پھر یہ آنسوں کس لیے ہے۔انداز اب بھی وہی تھا۔مجھے سانس نہیں آرہی تھی۔نہیں آرہی تو لاؤ دوبارہ سے تمہارے اندر اپنی سانسیں بھر دوں۔اس نے ایک قدم اٹھایا۔میرب نے اپنے دو قدم پیچھے کی طرف لیے تھے۔

نہیں نہیں مجھے سانس بالکل ٹھیک آرہا ہے۔اس کی گھبراہٹ دیکھ کر رومان شاہ کے لبوں پر گہری مسکراہٹ آئی تھی۔



چلو آؤ میں تمہاری زپ بند کر دیتا ہوں۔نہیں میں خود کر لوں گی میرب دو قدم اور پیچھے لے گئی تھی۔

کیوں میرے بند کرنے میں کیا دقت ہے، کچھ دیر پہلے تمہارا اسٹریپ بھی تو بند کیا تھا۔شاہ نے دو قدم اور اس کی جانب لیے تھے۔

میرب نے ایک قدم اور پیچھے کی جان اٹھایا تھا۔ مگر پیچھے پڑے بیڈ کی وجہ سے جگہ ختم ہونے پر وہ بیڈ پر گر چکی تھی۔

وہ جلدی سے دوپٹہ ٹھیک کرتے ہوئے اٹھنے لگی تھی۔ کہ بیڈ اوپر ایک سائیڈ پر شاہ نے اپنا پاؤں رکھ دیا۔

گھٹنے پر اپنی کہنی رکھ کر کھڑا ہوا۔وہ بالکل میرب کے پاس ہو کر اپنے۔چہرے کو اس کے اوپر جھکائے ہوئے کھڑا تھا۔



۔شاہ پلیز مہمان آنے والے ہیں۔تو۔۔۔

آپ مجھے تیار ہونے دیں میرب شاہ کی اتنی خراب ٹون دیکھ کر اپنے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے اٹھنے کی کوشش کرنے لگی تھی۔

میں کیا کروں اگر مہمان آنے والے ہیں تو۔اس سر پھرے شاہ کو تم نے خود ہی بہکایا ہے۔

میں نے کب بہکایا ہے۔وہ رودد دینے والی آواز سے بول رہی تھی۔ وہ اس وقت رومان شاہ کے سامنے ڈری ہوئی بچی لگ رہی تھی۔

تم نے ہی تو بہکایا ہے تمہیں اپنی زبان بند رکھنی چاہیے تھی،اب تو شاہ بہک چکا ہے اپنی مرضی سے ہی ٹھیک ہو گا۔



مگر شاہ۔۔۔شاہ کو بنا اپنی بات سنے اپنے اوپر جھکتے ہوئے دیکھ کر وہ بیڈ پر لیٹنے پر مجبور ہو گئی تھی۔۔

وہ اس کے اوپر فلیٹ ہو کر لیٹا ہوا،اپنا چہرہ اس کے بالوں میں چھپا کر اس کی گردن پر اپنے گرم لبوں کے لمس چھوڑ رہا تھا۔

شاہ کو پتہ تھا کہ ٹائم بہت کم ہے اور اسے اس وقت نیچے جانا ہے۔ مگر وہ اپنے جذباتوں سے مجبور ہو کر بار بار میرب کے قریب جا رہا تھا۔

شاہ۔۔ ہوں ں ں۔ شاپ پلیز آپ تیار ہو جائیں اور مجھے بھی ہونے دیں مہمان آنے والے ہیں میرب منمناتے ہوئے بولی۔ ہمم میرا بھی یہی خیال ہے۔ مگر یہ کمبخت آپ کے مخملی جسم کی خوشبو مجھے بار بار بہکا رہی ہے۔

خماری لہجے سے میرب کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے دیکھ کر کہا تھا۔ چہرے کو میرب کے چہرے کے ساتھ رب کرتے ہوئے اپنا خمار اتارنے کی ایک بے جا کوشش کر رہا تھا۔



شاہ جتنا میرب کے قریب جا رہا تھا۔ اتنا ہی زیادہ بہک رہا تھا بہت مشکل سے وہ اپنے لبوں کی جنبش میرب کے لبوں پر چھوڑتا ہوا، اٹھ کر کھڑا ہوا تھا۔

میرب بھی اکھڑی سانسوں کو سنبھالتے ہوئے جلدی سے کھڑی ہو کر اپنے ڈریس کو ٹھیک کر رہی تھی۔

جس پر شاہ نے سلوٹیں ڈال دی تھی۔ چلو میں فریش ہو کر آتا ہوں۔ تم میرے کپڑے نکالو۔ پہلے ادھر آؤ میں تمہاری زپ بند کروں۔

"نن ن نہیں شاہ میں خود کر لوں گی" اب کی بار میرب نے اپنے دونوں ہاتھ سے شاہ کو روکا تھا۔

وہ ہنستا ہوا زبردستی میرب کی پشت پر آ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ وہ اپنی نگاہوں کو بہکنے سے روک کر اس کی زب بند کر رہا تھا۔



۔ویسے سارا قصور آپ کی اسی زپ کا ہے میں تو روم میں کسی اور نیت سے آیا تھا مگر اس زپ نے مجھے بہکا کر کسی اور ہی ٹریک پر ڈال دیا۔ رومان شاہ سارا مدعا بے جان زپ پر ڈال رہا تھا۔

وہ زپ بند کر کے واش روم میں جا رہا تھا۔ میرے آنے سے پہلے روم سے جانے کی کوشش بھی مت کرنا۔

شاہ گھبرائی ہوئی میرب کے ارادے بھانپ چکا تھا۔

ابھی کچھ باکی ہے جس کے لیے مجھے رکنا پڑے گا۔وہ مر رمیں اپنی لپسٹک کا حشر دیکھ کر غصے سے اکتائی ہوئی اپنے منہ میں بڑبڑائی تھی۔

ہاں ابھی بہت کچھ باکی ہیں ابھی تو صرف ایک ٹیلر دیکھایا ہے۔پکچر تو ابھی باکی ہے میرب رومان شاہ -----

میرب کے ساتھ اپنے سر نیم پر زور دیتے ہوئے کہہ کر واش روم میں جا کر دروازہ بند کر چکا تھا۔



رومان شاہ میرب کی بڑبڑاہٹ سن کر واش روم کا دروازا بند کرتے ہوئے اونچی آواز میں بولا تھا۔

افففف اللہ اللہ شاہ کے کان کتنے تیز ہیں۔اب کی بار صرف دل میں ہی سوچا تھا۔

میرا سارا میک اپ خراب کر دیا ہے۔میرب اپنے خراب میک اپ کو ڈریسنگ مرر میں دیکھتے ہوئے ماتم منا رہی تھی۔

کتنا ٹائم لگا کر میں تیار ہوئی تھی۔اور میں کتنی پیاری لگ رہی تھی شاہ سے برداشت نہیں ہوا۔وہ اپنا میک اپ ٹھیک کرتے ہوئے کب سے غصے سے بڑبڑ کیے جا رہی تھی۔
ساری لپسٹک کا بیڑا غرق کر دیا ہے۔بکرا کہیں کہ ساری کی ساری کھا گئے ہیں۔

اف اللہ اگر 24 آور والے لپسٹک کا شاہ نے یہ حشر کیا ہے۔تو نارمل لپسٹک کا کیا بنتا۔وہ اپنے چھوٹے سے دماغ پر زور ڈالتے ہوئے سوچ رہی تھی۔

تمہیں نارمل لپسٹک لگانی ہی نہیں چاہیے۔بلکہ میرے خیال سے تو تمہیں لپسٹک ہی نہیں لگانی چاہیے۔شاہ کی اپنے اتنے قریب آواز سن کر وہ دبک کر دو قدم پیچھے ہوئی تھی۔

اس کے پیچھے وہ دشمن جاں نہا کر کھڑا ہوا اپنے ٹاول سے سر پونچ رہا تھا۔میرب کا دبک کر پیچھے ہونا پھر سے اسے شکنجے میں جکڑ گیا تھا۔

رومان شک کے ہاتھ اس کے پیٹ پر تھے اور پشت پر رومان شاہ کا چٹان دار سینہ۔ میرب نے اپنا چہرہ پیچھے کی طرف گھما کر بے بسی والی نظر رومان شاہ پر ڈالی تھی۔

جیسے کہہ رہی ہو کہ میں پھر سے کہاں پھنس گئی ہوں۔"ہاں کیا کہہ رہی تھی اب بولو۔۔اس نے ٹاول کو بیڈ پر پھینک دیا تھا۔

وہ میرب کے بالوں کو گردن سے سائیڈ پر ہٹاتے ہوئے۔نرمی سے وہاں پر اپنی ٹھوڑی رکھ چکا تھا۔

اس کے نہا کر ٹھنڈے ٹھنڈے چہرے کو اپنی گردن پر محسوس کر کے میرب کے رونگٹے کھڑے ہو گئے تھے۔



ایک تو رومان شاہ کا پھر سے اتنا قریب ہونا،اوپر سے نہا کر ٹھنڈا ٹھنڈا اس کا چہرہ میرب کی گرم گردن پر رکھنے سے میرب کے پورے جسم میں سن سناہٹ سی دوڑ گئی تھی۔

اس کے ڈارک براؤن بالوں سے پانی ٹپ ٹپ میرب کی گردن پر گر رہا تھا۔

مجھے تمہاری کی لپسٹک کا فلیور بالکل پسند نہیں۔اس دن چھت پر کس کرتے ہوئے مجھے تمہارے ہونٹوں کا فلیور بہت زبردست لگا تھا۔

آئندہ میں وہی فلیور چاہوں گا۔اس لیے جب بھی میں تمہارے قریب آوں مجھے لپسٹک سے سجے ہوئے ہونٹ نہیں چاہیے۔

آہستہ آہستہ سرگوشیاں کرتے ہوئے شاہ کے آتشی لب میرب کی بیوٹی بون کو چھو رہے تھے۔



ٹھیک ہے شاہ جو کہیں گے میں کرلوں گی۔مگر اس وقت پلیز مجھے تیار ہو کر نیچے جانے دیں۔امی جان میرا انتظار کر رہی ہو نگی۔

میرب نے ہاتھ جوڑنے والے انداز سے رومان شاہ کی منت کی تھی۔ اپنی قربت سے گھبرائی ہوئی۔ میرب کی چہرے کی ہوائیاں دیکھ کر رومان شاہ کا دل کھل اٹھا تھا۔

ہو جاؤ تیار باقی کا حصہ کتاب تم سے بعد میں کروں گا۔رومان شاہ گہری نظروں سے میرب کی جانب دیکھتے ہوئے پیچھے ہٹا تھا۔

تمہاری تیاری پوری ہو چکی ہو۔تو میرا ڈریس نکالو میں نے کون سا پہننا ہے۔

آپ مجھے بتادیں آپ کو کون سا ڈریس پہننا ہے۔میں ابھی نکال دیتی ہوں۔

آہ ہ ہ۔میرب جلدی جلدی قدم اٹھاتی ہوئی قبرڑ کی جانب جا رہی تھی۔ کہ ہائی ہیل پہنے ہوئے ابھی موچ کھا کر گرنے والی تھی۔



کہ رومان شاہ نے آگے بڑھ کر اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے گرنے سے بچا لیا تھا۔

بس اتنی تھی تمہاری محبت اور تمہارا عشق میری اتنی سی قربت سے تمہاری ہوائیاں اڑی ہوئی ہیں۔زرا چہرہ دیکھو اپنا۔

میری تھوڑی سی قربت سے تم ادھر سے ادھر گرتی پھر رہی ہو۔جب پورے کا پورا رومان شاہ تم پر واضح ہو گا۔تو کیا کرو گی۔

میرب کی کمر میں پیچھے سے ہاتھ ڈالے ہوئے اس پر جھکے ہوئے میرب کو گرنے سے بچا کر کھڑا ہوا تھا۔

میرب گرنے کے ڈر سے آنکھیں بند کیے ہوئے شاہ کے کاندھوں کو اپنے ہاتھوں سے پکڑے ہوئے اپنی پشت کی جانب لٹکی ہوئی تھی۔

رومان شاہ اس وقت شرٹ لیس تھا سوائے بلیک ٹراؤزر کے اس نے کچھ بھی نہیں پہن رکھا تھا۔

شاہ پلیز چھوڑیں میں ابھی آپ کا ڈریس نکال دیتی ہوں۔ وہ پھر سے من مناتے ہوئے بولی تھی۔
میرب رومان شاہ میں نے آپ کو پکڑا نہیں آپ کو گرنے سے بچایا ہے۔



اپنے ہوش حواس قائم رکھو ابھی تو کچھ بھی نہیں ہوا۔ اور تم بکھلا کر ادھر سے ادھر گر رہی ہو۔۔ جس دن رومان شاہ کی قربت کو جیلنا کے پڑے گا۔ کہی اس دن طاقت کی ڈرپیں نا لگوانی پڑ جائیں۔

ٹھک ٹھک ۔۔کون ۔۔صاحب جی آپ کو بڑی بیگم صاحب بلا رہی ہیں۔۔ دس منٹ تک آرہا ہوں امی جان کو جا کر بتا دو۔۔روم کا دروازہ کھٹکا تھا اور نوکرانی بلانے کے لیے آئی تھی۔

میرب نے اللہ کا شکر ادا کیا تھا۔امی جان اس وقت اسے رحمت کا فرشتہ لگ رہی تھی۔ جنہوں نے پیغام بھیج کر میرب کی سانسوں کو راست پر آنے کا ٹائم بخشا تھا۔

چلو جلدی سے میرے کپڑے نکالو پہلے ہی میں تمہاری وجہ سے بہت لیٹ ہو گیا۔رومان شاہ جا کر ڈریسنگ کے سامنے کھڑا ہو گیا۔میرب حیرانی سے شاہ کی جانب دیکھ رہی تھی۔ کتنی آسانی سے وہ سارا کیس اس پر ڈال گیا تھا۔

تم مجھے بعد میں تاڑ لینا تمہیں بہت سارے موقع فراہم کروں گا۔ اچھے تاڑ لینا۔فلحال مجھے ڈریس دو تا کہ میں تیار ہو جاؤں۔

وہ مرر کے اندر سے اسے دیکھ رہا تھا۔وہ آنکھ کو ٹیس کر کے مسکرایا تھا۔میرب سر کو نفی میں ہلاتے ہوئے کبڑ کا دروازہ کھول کر اس میں سے شاہ کا ڈریس سلیکٹ کرنے لگی تھی۔

شاپ پلیز اگر آپ بتا دیں کہ آپ کو کون سا ڈریس پہننا ہے۔تو جلدی ڈسائیڈ ہو جائے گا۔اور ہم لوگ نیچے جلدی چلے جائیں گے۔میں ڈسائیڈ نہیں کروں گا۔

تم مجھے ڈسائیڈ کر کے بتاؤ کہ مجھے کیا پہننا ہے۔شاہ نے دوٹو کہا تھا۔میرب شاہ کا اٹل جواب سن کر کبڑ کے کپڑے ادھر ادھر کرنے لگی تھی۔



اسے وائٹ گھدر کا سوٹ پسند آیا تھا۔اور ساتھ میں ڈارک براؤن کلر کی واسکٹ نکالی تھی۔مرر میں دیکھ کر رومان شاہ کے آتشی لب مسکرائے تھے۔

اسے میرب کی چوائس اچھی لگی تھی۔شاہ اگر خود بھی اپنے لیے سلیکٹ کرتا تو،اس فنکشن کے لیے یہی ڈریس نکالتاوہ اپنے دل میں میرب کی چوائس کو اپیلیشٹ کر رہا تھا۔

میرب نے االماری کے اندر جھانک کر گہری نظروں سے دیکھا تھا۔اسے سامنے پھولوں کے گجھرے نظر آئے تھے۔

ایک نہیں دو نہیں پورے بارہ جو ایک ڈنڈے کے اندر پروئے ہوئے تھے۔میرب کے لبوں پر ہنسی کھلی تھی۔

شاہ یہ گجرے کس کے لیے ہیں وہ گجروں والا ڈنڈا اٹھا کر کبڈ سے باہر لے آئی تھی۔"میرے لیے ہے" کیاااا۔۔ سنپل بیوقوف لڑکی تمہارے لیے ہے۔

شاہ تھینک یو تھینک یو تھینک یو سسسسسو مچ۔وہ خوشی سے بے اختیار آکر شاہ کے سینے سے لگ گئی۔۔شاہ بہت بہت سارا تھینک یو آپ کو نہیں پتہ مجھے پھولوں کے گجرے کتنے۔۔۔۔پسند ہیں۔

کتنے پر بہت زور دیتے ہوئے بولی تھی۔وہ اپنے دونوں ہاتھ لمبے چوڑے شاہ کی کمر میں ڈالے ہوئے شاہ کے سینے کے ساتھ اپنے سر کو لگائے ہوئے کھڑی تھی۔

میرب۔۔۔۔۔جی۔۔۔۔تمہیں پتہ ہے کہ ہم بہت لیٹ ہو چکے ہیں۔۔۔۔جی۔۔۔تو پھر اب کیا تم میرے ضبط کو آزمارہی ہو۔۔۔شاہ میں کچھ سمجھی نہیں میرب شاہ کے سینے سے سر کو پیچھے ہٹا کر بولی۔

مطلب یہ ہے کہ شاہ تو پہلے سے ہی تمہارے حسن کو دیکھ کر بہت بہکا ہوا ہے۔اب تم خود سے آکر میرے سینے سے لگی ہو تو سوچو کہ میں خود پر کنٹرول کیسے کروں۔۔میرا دل تو پہلے ہی تم میں اپنی دسترت میں چاہتا ہے۔



سوری شاہ میرب نے شرم سے نظریں جھکائی۔۔سوری کی ضرورت نہیں ہے۔شاہ کو تمہارا پاس آنا اچھالگا۔مگر میرب رومان شاہ اس وقت شاہ سوائے خود پر کنٹرول کرنے کے کچھ نہیں کر سکتا۔

ورنہ جس طرح سے تم آکر میرے سینے سے ٹکرائی ہو۔ تمہاری جان لینے کو دل کر رہا ہے۔اس کا لہجہ قاتلانہ تھا۔

یہ میں نے کیا کر دیا ہے۔میرب کو اپنی غلطی کا احساس ہوا تھا، کہ وہ کیا کر بیٹھی ہے۔میں نے جان بوجھ کر آکر شیر کے منہ میں اپنا ہاتھ ڈال دیا ہے۔

شاہ نے نرمی سے اس کی کلائیوں کو پکڑ اس کے ہاتھوں کو اپنے لبوں لگالیا۔ایک گجرے کو اس کی کلائی میں ڈال کر اب دوسری کلائی میں ڈال رہا تھا۔



نظر میرب کے چہرے پر مرکوز تھی جو نظریں جھکائے ہوئے فرش پر دیکھ رہی تھی۔

ہم ایسے ہی گجھرے پہناتے ہیں تمہاری ٹک ٹاک پر کپلز۔شاہ اس دن والی میرب کی باتوں کو دہرا رہا تھا۔

جی شاہ ب ایسے ہی پہناتے ہیں شرماتے ہوئے بولی تھی۔ویسے تمہیں پتہ ہے تمہاری ٹک ٹاک پر آدھی ویڈیو دکھائی جاتی ہے۔

نہیں شاہ پوری ویڈیو دکھاتے ہیں۔میرب نے جلدی سے اپنی نالج بتائی۔"تو پھر تو تمہیں پتہ ہو گا کہ گجرے پہنانے کے بعد کیا ہوتا ہے"مطلب میرب کے پلے کچھ نہیں پڑا تھا۔

مطلب یہ کہ جو اتنی محبت سے گجرے پہناتا ہے،بدلے میں اسے بھی تو گفٹ ملتا ہو گا نا۔

۔نہیں ایسی تو میں نے کوئی ویڈیو نہیں دیکھی جس میں گجرے کے بدلے کوئی گفٹ دیا جاتا ہو۔وہ نہ سمجھی سے بول رہی تھی۔

مگر مجھے تو گجروں کے بدل گفٹ چاہیے۔وہ ضدی سے انداز میں بولا تھا۔۔شاہ آپکے پاس سب کچھ تو ہے آپ کو مجھ سے کیا گفٹ چاہیے۔بتائیں میں لے آؤں گی۔

فنکشن کے بعد بتاؤں گا تم خود کو زہنی طور پر تیار رکھنا۔ابھی جلدی سے تم میری تیاری مکمل کرواؤ۔

میرب بنا رومان شاہ کا مطلب سمجھے سر کو ہاں ہلاتے ہوئے رومان شاہ کی تیاری کروانے لگی تھی۔

بیچ بیچ میں رومال شاہ کی یہ بے باکیاں جاری رہی تھی۔جن سے میرب کنفیوز ہو کر کچھ نہ کچھ خراب کر رہی تھی۔



oooooooooo

مرہا کو پھولوں سے بنی ہوئی بگی میں بٹھا کر سٹیج پر لایا جا رہا تھا۔وہ یلو کلر کی میکسی پہنے ہوئے بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔میکسی پر خوبصورت پنک اور سلور موتیوں کا کام کیا ہوا تھا۔

گلاب کے پھولوں سے بنا ہوا مانگ ٹیکا اس کے ماتھے پر سجا ہوا تھا۔کانوں میں کلیوں اور گلاب کے پھولوں کی بالیاں پہن رکھی تھی۔ہاتھوں میں پھولوں کے گجرے پہنے ہوئے تھے۔۔۔

ہاتھوں پر لگی شاہ میر کے نام کی مہندی کا بہت گہرا رنگ آیا تھا۔پاس بیٹھی ہوئی میرب اسے چھیڑ رہی تھی۔کہ اس کا بھائی اسے بہت پیار کرتا ہے۔جس کا ثبوت اس کے ہاتھوں پر لگی ہوئی مہندی دے رہی ہے۔مرہا میرب کی باتوں سے شرما رہی تھی۔کچھ مہمان خواتین ماشاءاللہ کہہ رہی تھی۔کچھ مہمان خواتین سٹیج پر آکر میرہا کو دعائیں دے رہی تھی۔

بیٹی بہت خوبصورت لگ رہی ہو۔ایک مہمان خواتین خوشی سے مرہا کے سر پر پیار دیتے ہوئے بولی تھی۔۔

۔میرب مرہا کے پاس ہی بیٹھی ہوئی تھی کیونکہ میرا بہت کنفیوز اور شرمائی ہوئی تھی تو امی جان کے سخت آرڈرز تھے کہ میرب کو میرا کے پاس ہی رہنا ہے۔

مگر میرہا کب سے خود پر نظروں کی تپش محسوس کر رہی تھی۔اور وہ تپش وہ کچھ لمحے پہلے والی ہی تھی۔ میرب نے نظر گھما کر دیکھا تو اس کے اندازے کے مطابق، دور کھڑا ہوا رومان شاہ جو بظاہر فون پر کوئی ضروری کال کر رہا تھا۔



مگر اس کی نظروں کا مرکز میرب تھی۔۔۔اس کے دیکھنے پر رومان شاہ نے اپنی آنکھ کو ٹیس کیا تھا۔

۔افففف اللہ میاں" شاہ کیا چیز ہے" کہی بھی شروع ہو جاتے ہیں میرب نے جلدی سے اپنی نظریں جھکائے۔

وہ اپنے دماغ میں اف اف کر اٹھی تھی رومان شاہ کی اس حرکت سے۔,

oooooo

رومان شاہ کی نظروں کی تپش میرب خود پر ہر لمحے میں محسوس کر رہی تھی۔ شاہ کا اسے بار بار دیکھنا اسے کو بہت اچھا لگ رہا تھا۔

۔آخر اس کا معصوم دل بھی تو یہی چاہتا تھا کہ شاہ اس کی محبت کا جواب محبت سے ہی دے۔ مگر رومان شاہ کی نظروں کے حصار میں وہ بہت کنفیوز ہو رہی تھی۔



رومان شاہ کی فوکسی نظریں میرب پر ہی جمی ہوئی تھی۔ پھر چاہے وہ کسی سے بات کر رہا تھا۔ یا مہمانوں کو ویلکم اس کی نظروں کا مرکز میرب ہی بنی ہوئی تھی۔

چور آنکھوں سے دیکھ تو اسے میرب بھی رہی تھی۔کیونکہ وہ ظالم اپنی پوری مردانہ وجاہت کے ساتھ تیار ہو کر مردوں والی سائیڈ پر کھڑا ہوا تھا۔

وہ وائٹ کھدر کے سوٹ پر ڈاک براؤن ویسکٹ پہن کر گلے میں اجرک ڈالے ہوئے بے حد جاذب نظر لگ رہا تھا۔

اس کے گورے چہرے پر چھوٹی چھوٹی ڈارک براؤن داڑھی اس سے بہت کشش بنا رہی تھی۔گھنے بال جن کو جلد سے سیٹ کیا ہوا تھا۔

اور اس کی قمیض دو کھلے ہوئے بٹنوں کے اندر سے بالوں سے بھرا ہوا اس کا مضبوط سینہ میرب کے دل کی دھڑکنیں او تھل پو تھل کر رہا تھا۔

رومان شاہ کی رول کے مطابق لیڈیز اور جینٹس کا انتظام الگ الگ تھا۔لیکن رومان شاہ ہر تھوڑی دیر کے بعد لیڈیز سائیڈ پر چکر ضرور لگا رہا تھا۔۔۔

کیونکہ ادھر والی سائیڈ کا پورا انتظام رومان شاہ کے ہاتھ میں تھا۔ایک وسیع اریجمنٹ کیا گیا تھا۔کیونکہ رومان شاہ کی امی چاہتی تھیں کہ ان کی بیٹی کی شادی بہت شاندار طریقے سے ہو۔

اپنے بچوں کو لے کر ان کا کوئی بھی خواب پورا نہیں ہو سکا تھا۔تو وہ مرہا کی شادی پر اپنے سارے ارمان پورے کرنا چاہتی تھی۔

اور رومان شاہ اپنی ماں کی اداس آنکھوں میں خوشی کے رنگ بھرنے کے لیے ہر ممکن کوشش کر رہا تھا۔رومان شاہ کی ماں نے زندگی میں ہمیشہ غم دکھ اداسی اور غربت دیکھی تھی۔

اس لیے رومان شاہ آج کامیابی کی بلندیوں پر پہنچ کر اپنی ماں کے ہر خواب کو پورا کرنا چاہتا تھا۔بے شک رومان شاہ ایک بہت لائق بیٹا ثابت ہوا تھا۔

مرہا کی شادی میں ہر طرف گہما گہمی تھی۔سٹیج پر میرب اور رومان شاہ کی ماں مرا کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔سٹیج کے بیک گراؤنڈ کو گیندے اور گلاب کے پھولوں سے آراستہ گیا تھا۔

سائیڈوں پر دو بڑے گلدان رکھے گئے تھے جن کے اندر بڑے بڑے ٹیولپ کے بکے رکھے گئے تھے ۔جو بے حد خوبصورت لگ رہے تھے۔ان گلدانوں کی وجہ سے سٹیج کو چار چاند لگے ہوئے تھے۔

۔پورے گارڈن کو لائٹوں سے آراستہ کیا گیا تھا۔جو اس مائیوں کے فنکشن کو اور بھی خوبصورت اور دلکش بنا رہا تھا۔

مہمانوں کہ استقبال کے لیے میرب لیڈیز سائیڈ پر کھڑی ہوئی تھی گھر کی بہو ہونے کے ناطے وہ ہر کسی کا خوشدلی سے ویلکم کر رہی تھی۔شاہ اپنی دیوانی کو اس طرح سے گھر کے ماحول میں ٹھلتے ہوئے دیکھ کر بہت خوش تھا۔



جینٹس سائیڈ پر مہمانوں کو ریسیو کرنے کے لیے رومان شاہ خود کھڑا ہوا تھا۔رومان شاہ کی شخصیت بہت رعب دار اور پر وقار تھی۔

بے شک رومان شاہ کے خود کے رشتے دار اس شادی میں شامل نہیں تھے۔ مگر رومان شاہ کی ایک خاص پہچان اور مقام تھا۔ جس کی بنا پر لوگ دور دور سے اس شادی میں شرکت کرنے کے لیے آئے تھے۔ مرہا کو اپنے عزیز رشتوں کی کمی محسوس نہ ہو اس لیے مہندی کا فنکشن بھی بہت بڑھا بڑا ارکھا گیا تھا۔ جس میں بہت بڑی بڑی ہستیاں شامل ہوئیں تھی۔

شہر کے بہت مشہور بزنس مینوں کی فیملیز رومان شاہ کی بہن کی مہندی کا فنکشن اٹینڈ کرنے کے لیے آئے تھے۔

اپنے بیٹے کی اتنی شہرت اور بھائی چارے کو دیکھ کر رومان شاہ کی ماں بہت خوش تھی اس کے دل سے اپنے بیٹے کے لیے دعائیں نکل رہی تھی۔



مرہا کی مہندی کی رسم شروع ہو چکی تھی۔ سب سے پہلے مرہا کی امی مہندی لگا رہی تھیں۔ اللہ تمہیں خوش رکھے ہمیشہ مسکراتی رہو۔

مرہا کی امی مرہا کا ماتھا چوم کر ساتھ نم آنکھوں سے بہت ساری دعائیں دے رہی تھی۔اپنی بیٹی کی رخصتی کا سوچ کر ان کی آنکھیں بھر آئی تھی۔

امی جان مجھے نہیں جانا آپ کو چھوڑ کر مرہا اپنے پاس بیٹھی ہوئی امی جان کے سینے سے لگ کر رو دی۔

نہیں بیٹا ایسے نہیں بولتے بیٹیوں کو تو ایک نہ ایک دن اپنے مائکے کو چھوڑ کر سسرال میں جانا پڑتا ہے۔میری جان بیٹیوں کا اصل گھر اس کے شوہر کا گھر ہوتا ہے۔

مرہا کی ماں بہت شفقت کے ساتھ اپنی بیٹی کو سینے سے لگائے ہوئے سمجھا رہی تھی۔نہیں مجھے ابھی نہیں جانا تھا آپ لوگ مجھے زبردستی میرے گھر سے ہی نکال رہیں ہو۔

وہ بچوں کی طرح بلک بلک کر روتے ہوئے بالکل مدھم آواز سے اپنی ماں سے شکوے کر رہی تھی۔نہیں مرہا بیٹا ایسے نہیں بولتے یہ گھر ہمیشہ تمہارا مائیکہ رہے گا۔

خدا تمہارے بھائی اور بھابھی کو سلامت رکھے تم ہمیشہ یہاں پر آسکتی ہو۔ چلیے بہن جی اب ہمیں رسم کرنے دیں آپ نے ہماری بیٹی کو بہت رلا دیا ہے۔ میرہا کی ساس سٹیج پر آتے ہوئے مسکرا کر بولی۔

کیا کہا ہے آپ نے ہماری بیٹی کو جو ہماری بیٹی اس طرح سے رو رہی ہے۔ مرہا کی ساس پاس بیٹھتے ہوئے شفقت سے میرہا کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے اپنے ساتھ لگا گئی۔

آپ کی بیٹی اپنا مائیکہ چھوڑنے پر بہت اداس ہے۔ میرہا کی ماں نے اپنی آنکھیں صاف کرتے ہوئے کہا۔

میرہا بیٹا آپ ایک ماں یہاں چھوڑ کر جائیں گی۔ تو وہاں پر آپ کو دوسری بھی ماں ہی ملے گی۔ میں آپ کی ساس نہیں آپ کی ماں ہوں۔



اور تم مجھے میرب کی طرح ہی عزیز ہو اس لیے آپنے دکھی نہیں ہونا، ہم دونوں مل کر بہت مزے سے رہیں گی۔ بہت اچھی دوستیں بن کر، تمہاری اور میری ایج میں بس ایک دو سال کا فرق ہے۔ جس کو ہم اجسٹ کر لیں گے۔

۔مرہا کی ہنسی نکل گئی تھی اپنی ساس کی اس مذاق سے،اور پاس کھڑی ہوئی باقی خواتین بھی ہنسنے لگی تھی ۔

سٹیج پر رونق لگ گئی تھی مرہا کی ساس کے آنے سے۔اب مرہا کی ساس رسم ادا کر رہی تھی۔میرہا کے ہاتھ پر نوٹ رکھ کر اس پر مہندی لگائی اور مانگ میں ایک انگلی ڈبو کر تیل لگا دیا۔اب سامنے رکھے ہوئے خوبصورت اور لذیذ کیک جس پر بہت خوبصورتی سے لکھا ہوا تھا۔

"رسم حنا"

" شاہ میر 💝 مرہا"

مہندی نائٹ۔"



اس میں سے چمچ کے ساتھ تھوڑا سا کیک لے کر مرہا کی سانس نے اس کا منہ میٹھا کروایا تھا۔

سٹیج بہت بڑا اور خوبصورت تھا۔ جہاں پر مرہا کی کالج کی کچھ دوستیں آئی تھی۔ مرہا کی کچھ زیادہ دوستیں نہیں تھی۔ جو چھ سات ہیلو ہائے والی دوستی شامل ہونی تھی وہ اس وقت بیٹھی ہوئی ڈھول کی پر کیت گا رہی تھی۔

سٹیج پر میرب اور رومان شاہ کو بلوایا گیا تھا۔ تاکہ بھائی اور بھابھی آکر مہندی کی رسم ادا کر سکیں۔ یلو کلر کی فراک پہنے ہوئے سر پر شاکنگ پنک دوپٹہ سلیقے سے اوڑ کر رومان شاہ کے ساتھ چلتی ہوئی میرب شہزادی لگ رہی تھی۔

میرب نے رومان شاہ کی بات کا پورا دھیان رکھتے ہوئے ایک سیکنڈ کے لیئے بھی سر سے دوپٹہ نہیں اترنے دیا۔



اور رومان شاہ جس نے وائٹ کھدر کے سوٹ پر ڈارک براؤن ویس کاٹ پہن رکھی تھی۔، اور گلے میں اجرک ڈالی ہوئی تھی۔ ایسے لگ رہا تھا کہ جیسے کوئی خوبصورت دلکش اکڑو مغرور وڈیرا اپنی پوری شان و شوکت سے چلتا ہوا آرہا ہو۔

۔میرب کی فراک کافی لانگ تھی جس کی وجہ سے وہ سٹیج پر بہت سنبھل پر کر چڑھ رہی تھی۔

میرب نے اپنی خوبصورت پلکیں اٹھا کر شاہ کی جانب دیکھا۔جو اپنا ہاتھ میرب کے آگے کیے ہوئے تھا۔ایسا لگ رہا تھا جیسے کوئی شہزادہ اپنی شہزادی کے آگے ہاتھ کیے ہوئے۔

میرب نے ہلکی سی سمائل پاس کرتے ہوئے اپنا خوبصورت مہندی سے رچایا ہوا نازک سا ہاتھ شاہ کے مضبوط ہتھیلی پر رکھ دیا۔

میرب نے شرما کر پلکیں جکالیں تھی۔شاہ نے اپنے مضبوط ہاتھ میں میرب کے ہاتھ کو کس لیا پکڑ لیا۔ اور اس سے پوری سپورٹ کے ساتھ سٹیج پر لے کر آیا تھا۔



دونوں ایک دوسرے کے ساتھ پرفیکٹ جوڑی لگ رہے تھے۔دیکھنے والوں کی نظریں اش اش کر اٹھی تھی۔

ماشاءاللہ ماشاءاللہ سیما جی آپ کی بہو اور بیٹے کی جوڑی تو چاند اور ستارے کی جوڑی لگ رہی ہے۔ مہمان آئی خواتین میں سے ہی کسی نے جب یہ کہا تو رومان شاہ نے نظر بچا کر میرب کو آنکھ دبا کر واہ وائی دی تھی۔

میرب نے جلدی سے شرما کر آنکھیں نیچے کر لی تھی۔ میرب کے شرمانے سے میرب اور بھی خوبصورت لگ رہی تھی۔

۔اس کو یوں شرماتا ہوا دیکھ کر شاہ نے ٹھنڈی آہ بھری تھی۔

یلو کلر میں میرب کا رنگ کھل رہا تھا اور میرب کو دیکھ دیکھ کر رومان شاہ کے دل پر چھریاں چل رہی تھی۔ رومان شاہ کا دل بے صبری سے میرب کو اپنی پناہوں میں چاہتا تھا۔وہ جتنی خوبصورت لگ رہی تھی شاہ کا دل چاہ رہا تھا کہ سب کے بیچ میں سے اس کو غائب کر کے لے جائے۔شاہ کو آج کی رات کا بہت انتظار تھا۔



مہندی کی رسم کے بعد کھانے کا دور شروع ہو چکا تھا۔میرب اور رومان شاہ مرہا کی مہندی کی رسم ادا کر رہے تھے۔

۔بیٹا دھیان سے مہندی لگائیں آپ کی دلہن کہیں نہیں جارہی۔اسے بعد میں دیکھ لیجئے گا۔رومان شاہ کی نظر بار بار بھٹک کر میرب کی جانب جارہی تھی۔

۔تورومان شاہ کی امی کی دوست کلثوم نے غور کرتے ہوئے مذاق سے کہا تھا۔جس سے رومان شاہ خود بھی شرما گیا تھا۔اور جلدی سے رسم ادا کرتا ہوا سٹیج سے اتر گیا۔سب خواتین ہنس رہی تھی رومان شاہ کے اس طرح سے جانے پر۔

کھانا بہترین اور اعلی بنوایا گیا تھارومان شاہ نے کہیں بھی کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی کھانے میں۔بمبئی بریانی۔ملائی بوٹی۔سیخ کباب۔تکا بوٹی۔فنگر فرائی۔فش گول گپے۔حلوہ پوری چھولے بٹورے وغیرہ تھے۔



اور جگہ جگہ ٹیبلوں پر بڑے بڑے خوبصورت تھالوں کے اندر شاہی میوہ رکھا گیا تھا کھانے کے بعد مہمان شاہی میوہ کھا کر لطف اندوز ہو رہے تھے۔

رسم ادا کرنے اور کھانا کھانے کے بعد مہمان آہستہ آہستہ رخصت ہونا شروع ہو گئے بالکل ویلکم والے طریقے سے ہی میرب اور رومان شاہ اپنی اپنی جگہوں پر تعینات کھڑے ہوئے مہمانوں کو الوداع کر رہے تھے۔

مہمان الوداع ہو چکے تھے۔میرب مرہا کو اس کے روم میں چھوڑنے جا رہی تھی۔

۔میرہا تم مال والے۔ات کو لے کر ابھی تک بھائی سے ناراض ہو تم نے بھائی سے دوبارہ بات کرنے کی کوشش نہیں کی۔

میں نے کوشش کی تھی آپ کے بھائی صاحب ہی مجھ سے ناراض ہیں۔تو مرہا تمہیں بھائی کو منانا چاہیے تھا نا صبح تمہاری رخصتی ہے اور تم دونوں ابھی تک ایک دوسرے سے ناراض ہو۔



بھابھی انہیں چاہیے کہ وہ مجھے منائیں کیونکہ میں اپنا گھر چھوڑ کر جا رہی ہوں۔ایک تو زبردستی مجھ سے نکاح کیا پھر زبردستی اتنی جلدی رخصتی کروا رہے ہیں اوپر سے مجھ سے ناراض ہیں۔

میری جان روتے نہیں ہیں۔بات کرتے کرتے رونے لگی تھی۔بھابھی مجھے ابھی اپنا گھر چھوڑ کر نہیں جانا تھا۔مجھے پڑھنا ہے۔وہ سوں سوں کر کے روتی ہوئی میرب کے گلے لگ گئی تھی۔

میری جان تم شادی کے بعد بھی اپنی پڑھائی کنٹینیو رکھ سکتی ہو۔ بھائی اور ماما پاپا آپ کو بالکل بھی نہیں روکیں گے۔ میرے گھر والے اتنے سٹرک نہیں میری جان تم کیوں پریشان ہو رہی ہو۔

کیسے پریشان نہ ہوں ایک تو میں اپنا گھر اپنے بھائی اپنی امی جان کو چھوڑ کر جا رہی ہوں۔ اوپر سے آپ کے بھائی مجھ سے ناراض ہیں۔ مجھے بہت رونا آرہا ہے۔

میرہا بچوں کی طرح شکایت لگاتے ہوئے رو رہی تھی اور ساتھ میں اپنے مہندی سے بھرے ہوئے ہاتھوں سے آنسوں صاف کیے جا رہی تھی۔



چلو ٹھیک ہے تم رونا بند کرو امی جان دیکھیں گی تو پریشان ہو جائیں گی۔ میں نے بھائی کو تمہاری پکس سینڈ کی ہے تم جتنی خوبصورت لگ رہی تھی۔ اب تو بھائی تم سے ناراض رہے نہیں سکتے۔

آپ نے کیوں بھیجی ہیں میری تصویریں۔۔ مرہا ناراض منہ بنا کر بولی۔ کیوں نہ بھیجتی آپ کی تصویریں اپنے بھائی جان کو۔ آپ کو دیکھنے کا سب سے پہلا حق میرے بھائی کا تھا۔

اس لیے میں نے آپ کی تصویریں سب سے پہلے بھائی کو بھیجی تھی۔ میرب نے کاندھا مار کر چھیڑتے ہوئے کہا تھا۔

میرب کے مذاق سے میرہا نے شرما کر نظریں چرائی تھی۔

oooooooooo

رومان شاہ سب مہمانوں کو رخصت کرنے کے بعد فارغ ہو کر گھر کے اندر داخل ہوا تھا۔ آج اس نے بہت مصروف دن گزارا تھا۔ وہ بہت تھکن محسوس کر رہا تھا۔

مگر اتنی تھکن کے باوجود اس کے آتشی دلکش لب مسکرا رہے تھے۔ کیونکہ آج وہ اپنی ساری تھکن میرب کے نازک سے وجود پر اپنی شدتیں لٹا کر اتارنے والا تھا۔



یہی بات اسے اندر تک پر سکون کر رہی تھی۔ وہ میرب کے خیالات میں کھویا چلا آرہا تھا۔ آہ۔۔۔ وہ مرہا کے روم سے آتی ہوئی میرب سے ٹکرایا تھا۔

کیا بات ہے بار بار مجھ سے ٹکرا کر کیا ثابت کرنا چاہتی ہو۔شاہ میرب کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے اپنے قریب کرتے ہوئے گہری نظروں سے دیکھ کر کہہ رہا تھا۔شاہ پلیز چھوڑیں کوئی دیکھ لے گا۔وہ خود کو گرفت سے آزاد کرنے کے لیے شاہ کے ہاتھ اپنی کمر سے ہٹا رہی تھی۔

پہلے میری بات کا جواب دو بار بار مجھ سے آ کر کیوں ٹکراتی ہو۔وہ آنکھوں میں آنکھیں ڈالے ہوئے اسے خود کے قریب کیے کھڑا تھا۔شاہ کی کرم گرم سانسیں میرب کے چہرے پر پڑ رہی تھی۔میرب نے شاہ کی سانسوں کی تپش سے گھبرا کر نظریں جھکالی۔

میں جان بوجھ کر تو نہیں ٹکرائی آپ نے ہی مجھے دیکھا نہیں تھا۔آپ ہی مجھ سے ٹکرائے ہیں۔تم مجھ سے زبان درازی کر رہی ہو۔شاہ نے مصنوعی غصے سے آنکھیں دکھاتے ہوئے کہا تھا۔



ن۔۔نن۔۔۔نہیں۔۔شاہ میں تو ایسا سوچ بھی نہیں سکتی۔مرہا شاہ کے مصنوعی غصے سے ڈر کر توڑ توڑ کر بول رہی تھی۔شاہ کو اس کا ڈرنا بہت اچھا لگ رہا تھا۔

ڈرتے ہوئے وہ بہت معصوم لگ رہی تھی جس میرب کو وہ تیز ترار اور چالاک سمجھتا تھا۔وہ اندر سے اتنی ڈرپوک ہے یہ تو اسے اب پتہ چل رہا تھا۔

۔ابھی ابھی تو تم نے کہا ہے کہ تمہاری کوئی غلطی نہیں تھی۔ساری غلطی میری ہے۔اس کا کیا مطلب ۔۔سوری شاہ میرے منہ سے نکل گیا۔۔۔میرب کے ڈر کو دیکھ کر شا کے آتشی لب اندر ہی اندر مسکرا رہے تھے۔۔

۔کچن سے نکلتی ہوئی زکیہ کو دیکھ کر شاہ نے میرب کی کمر سے اپنے ہاتھ ہٹا لیے۔روم میں جاکر میرا ویٹ کرو۔شاہ نے بہت کم آواز میں کہا تھا جو بامشکل صرف میرب ہی سن پائی تھی۔



کیوں ویٹ کروں وہ تھر تھراتے ہوئے بولی تھی۔وہ میں تمہیں روم میں آکر بتاتا ہوں۔شاہ کے ارادے سمجھ کر میرب کی جان نکلی رہی تھی۔

شاہ مجھے بہت نیند آرہی ہے۔اگر سونے کی کوشش بھی کی تو جان نکال لوں گا۔میرا ویٹ کرنا میں امی جان کی بات سن کر کچھ دیر تک آتا ہوں۔

شاہ نے کچھ ایسے انداز سے میرب کے اوپر گہری نظر ڈالتے ہوئے کہا تھا کہ میرب کو پیروں تلے زمین نکلتی ہوئی لگ رہی تھی۔

میرے خیال سے تمہارے دماغ میں میری بات بہت اچھی طرح سے آگئی ہو گی۔۔۔۔اور میں کس لیے ویٹ کرنے کا بول رہا ہوں اتنی بچی نہیں ہو تم کہ تمہیں سمجھ میں نہیں آرہا۔



۔بہت شوق تھا نا تمہیں کہ میں تمہیں اپنی بیوی کے روپ میں قبول کروں تو اب گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے۔صرف اپنے حق ہی وصول کروں گا کھاؤں گا نہیں۔

وہ حکم دے کر بڑے بڑے قدم بھرتا ہوا۔اپنی امی جان کے کمرے کی طرف بڑھ گیا تھا۔میرب پسینے سے گیلی ہتھیلیوں کے ساتھ بڑے بڑے قدم اٹھاتی ہوئی روم کی جانب بڑھ گئی تھی۔

روم کا دروازہ بند کر کے اپنی پشت دروازے کے ساتھ لگا کر آنکھیں بند کیے ہوئے تھی۔وہ بازو سٹریٹ کر کے مٹھیوں کو بند کیے ہوئے کھڑی لمبی لمبی سانسیں چھوڑ رہی تھی۔

ooooooooo

جی امی جان آپ نے مجھے بلایا تھا۔آؤ بیٹھو میرے پاس کچھ ضروری بات کرنی ہے۔رومان شاہ کی امی کے چہرے پر پریشانی صاف نظر آ رہی تھی۔

۔امی جان خیریت تو ہے آپ کچھ پریشان نظر آ رہی ہیں۔رومان شاہ اپنی ماں کے پاس بیٹھتے ہوئے کندھے پر ہاتھ رکھ کر بہت تجسس سے پوچھ رہا تھا۔

۔امی جان کیا کہنا چاہتی ہیں بولیں آپ کو کب سے اپنے بیٹے سے کچھ کہنے کے لیے اتنا سوچنے کی ضرورت پڑنے لگی۔

رومان شاہ نے محسوس کیا تھا کہ اس کی ماں کچھ کہنا چاہتی تھی مگر کہ نہیں پا رہی تھی۔رومان میری بات کو تحمل سے سننا اور میرے اس فیصلے کی قدر کرنا۔

امی جان میں تو آپ کے ہر فیصلے کی قدر کرتا ہوں اور کرتا رہوں گا مگر اس طرح سے تمہیدیں باندھ کر آپ مجھے ڈرا رہی ہیں۔

۔روماں میں چاہتی ہوں کہ مرہا کی رخصتی کے وقت تمہارے دونوں تایا اور ان کی بیویاں بھی شامل۔

۔ایسا بالکل نہیں ہو سکتا اور کبھی بھی نہیں ہو سکتا روماں شاہ اپنی ماں کی بات سنتے ہی اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

روماں بیٹھو اور میری بات آرام سے سنوں امی جان اس بات میں سننے کے لائق کچھ بھی نہیں ہے آپ مجھ سے میری جان بھی مانگے تو میں ہنستے ہوئے دے دوں گا۔ مگر آپ جو کچھ کرنے کا سوچ رہی ہیں۔ میں وہ ہر گز نہیں ہونے دوں گا۔

وہ لوگ ہماری خوشیوں میں تو کیا ہمارے غم میں بھی شرکت نہیں کر سکتے۔مجھے نفرت ہے ان لوگوں سے رومان شاہ کا لہجہ ایک دم کڑوا غصیلا ہو گیا تھا۔

رومان اتنا غصہ انسان کے خود کے لیے ہی ٹھیک نہیں ہوتا۔تو امی جان آپ ان کا ذکر ہی مت کریں جن کا نام سن کر میرے اندر آگ لگ جاتی ہے۔

۔ان لوگوں نے ہمارے ساتھ کیا کیا تھا اپ بھول گئی ہوں گی میں نہیں بھولا۔رومان شاہ کی آنکھیں انگارے برسا رہی تھی۔

۔رومان اگر ہم بھی ان کی طرح ہی سوچیں گے تو ان میں اور ہم میں کیا فرق رہ جائے گا۔

۔تمہیں نہیں پتا رومان ان کے حالات اس وقت کیسے ہیں۔"مجھے سب پتہ ہے"۔رومان تمہیں کچھ بھی نہیں پتا اس وقت تمہارے بڑے تایا کینسر کی آخری سٹیج پر موت اور زندگی کی لڑائی لڑ رہے ہی۔

۔"بہت اچھی طرح سے جانتا ہوں "اور تم نے مجھے بتانا ضروری نہیں سمجھا۔ سے رومان شاہ کی ماں حیرانی سے اس کی جانب دیکھ رہی تھی۔

مجھے ان کی خوشیوں اور غم سے کوئی لینا دینا نہیں تھا۔ تو مجھے آپ کو بتانے کی ضرورت نہیں محسوس ہوئی۔ وہ اپنے دونوں ہاتھ کمر پر باندھے ہوئے غصے سے لال ہو کر کھڑا ہوا تھا۔

اور تمہیں پتہ ہے کہ عاصم جیل میں ہے "مجھے یہ بھی پتہ ہے "اور تمہیں پتہ ہے کہ ان کی حویلی نیلام ہو چکی ہے تمہارے تایا کی فیکٹری میں آگ لگنے سے سب کچھ جل کر ختم ہو گیا تھا۔

وہ لوگ اس وقت پر روڈ پہ آ چکے ہیں" مجھے سب کچھ پتہ ہے امی جان" انہوں نے بہت کمزور کڑی پر ہاتھ ڈالا ہے میں جانتا ہوں کہ یہ ان کی سازش ہے۔

ان کو پتہ تھا کہ رومان شاہ اگر کہیں کمزور پڑے گا تو وہ صرف اپنی ماں کے سامنے اور امی جان اس بار آپ مجھے مجبور نہیں کریں گی۔

اپنے بیٹے سے اس کا غرور مت چھینے روماں شاہ کی آنکھوں میں ایک درد تھا اگر وہ مرد نہ ہوتا تو شاید وہ درد آنسوں بن کر چھلک جاتے۔۔

مگر وقت کی کسوٹیوں پر تپ کر کندن بننے والا روماں شاہ رو تو نہیں سکتا تھا۔ مگر اس کی آنکھیں غصے سے لال انگارہ بنی ہوئی تھی۔۔۔۔

اس کا چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا۔۔روماں تم یہ سب کچھ جانتے تھے۔"جی سب کچھ جانتا تھا اور بہت اچھی طرح سے جانتا تھا"



اور مجھے ان کے حالات سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔۔روماں اتنے سنگ دل مت بنو کہ انسان اور جانور کا فرق بھول جاؤ۔

میں نے تمہاری ایسی تربیت نہیں کی۔"امی جان آپ کو اللہ کا واسطہ ہے کہ مجھے ان لوگوں کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مت مجبور کیجیے گا"

۔رومان کیا ان کی حویلی کے نیلامی کے پیچھے تمہارا ہاتھ تھا۔"نیلام ہونے کے پیچھے میرا ہاتھ نہیں تھا ۔۔۔ہاں مگر نیلام ہونے پر اس حویلی کو میں نے خریدا ہے"

جس حویلی سے رومیوں کو دھکے دے کر نکالا گیا تھا۔اس کی ماں کو بعزت کر کے نکالا گیا تھا۔



"اس حویلی کو رومان شاہ نے خریدا ہے اور امی جان میں نے کچھ غلط نہیں کیا اور نہ ہی آپ کی تربیت کی توہین کی ہے"

میں نے اپنی حق حلال کی کمائی سے وہ حویلی خرید کر واپس لیا ہے اور آپ مجھے اسے واپس کرنے کے لیے تو بالکل بھی مت بولیے گا۔۔۔

آج رومان شاہ کے ہر الفاظ میں انکار ہی انکار تھا۔رومان اگر میں کہوں کہ میں ان لوگوں کو زبان دے چکی ہوں تو کیا تمہیں منانے کے لیے اب مجھے تمہارے قدموں میں بیٹھنا پڑے گا۔

یا تمہارے قدموں میں اپنا دوپٹہ ڈال کر تمہاری منتیں کرنی پڑیں گی۔"امی جان خدا کے لیے سوچ کر بولیے کیوں مجھے گنہگار کر کے جہنم کی آگ میں ڈالنا چاہتی ہیں"

"آپ میری ماں ہیں آپ کے قدموں تلے میری جنت ہے، پر امی جان آپ میرے ساتھ بہت غلط کر رہی ہیں جتنا غلط کہوں وہ کم ہو گا۔"

"میں ان لوگوں کو معاف نہیں کر سکتا۔ نہیں ہے میرا ظرف آپ جتنا بڑا۔۔"۔ نہیں بھول سکتا میں اپنے بچپن کے وہ خوبصورت لمحات جن کو ان لوگوں نے بدصورت بنا دیا تھا"

" نہیں بھول سکتا میں اپنی جوانی کی وہ دھکے جو میں نے رومان شاہ بننے کے لیے کھائے ہیں۔"

"نہیں بھول سکتا میں اپنی وہ معصوم بہن کو جس کو لے کر ہم دربدر ہوئے اور میری بہن پر گھٹیا نظر ڈالنے والے "۔۔۔۔رومان شاہ کہتے کہتے رک گیا تھا۔۔۔۔۔

"اسے آج بھی وہ لمحہ نہیں بولا تھا جب وہ اپنی بہن کو حراساں ہوتے ہوئے دیکھ کر چلایا تھا۔ نہیں بھول سکتا میں وہ دن جب آپ نوکروں کی طرح نجمہ کے گھر میں کام کرتی تھی"

"امی جان میں کچھ بھی نہیں بول سکتا رومیوں سے رومان شاہ کا سفر بہت مشکل تھا۔

"امی جان اس راستے میں بہت کانٹے تھے ان نکیلے کانٹوں پر چلتے چلتے آپ کے بیٹے کے پاؤں چھلنی ہو گئے تھے "

" یہ سفر طے کرتے کرتے کتنی راتیں رومیوں نے آنکھوں میں گزاری تھی"

"رومان شاہ کا مقام حاصل کرنے کے لیے زندگی کو جینے والا رومیوں کب مر گیا میرے اندر مجھے پتہ نہیں چلا"

"اور آپ چاہتی ہیں کہ میں ایک ہی پل میں ان کو معاف کر دوں تو امی جان آپ مجھے معاف کر دیں۔"میرا ظرف نہیں ہے اتنا بڑا، میں چاہوں تو تب بھی ان کو معاف نہیں کر سکتا"۔

۔رومان شاہ کے چہرے جو تکلیف اور درد نظر ا رہا تھا۔۔۔۔۔

۔اس کی ماں اس کے درد کو سمجھ سکتی تھی۔اس کا بولا ہوا ایک ایک لفظ سچ تھا وہ کچھ بھی تو غلط نہیں کہہ رہا تھا۔اس کی جگہ کوئی بھی اور انسان ہوتا تو وہ بھی یہی کرتا۔

مگر وہ ایک نیک دل خاتون تھی اس لیے وہ نہیں چاہتی تھی۔ کہ رومان شاہ بھی ان کے ساتھ وہی سب کرے جو ان کے ساتھ ہوا تھا۔۔۔

رومان اپنا دل تھوڑا سا نرم کرلو تمہارے تایا جان کو ڈاکٹرز کی ضرورت ہے وہ پل پل مر رہے ہیں۔

۔"تو پھر میں کیا کروں اگر وہ مر رہے ہیں تو مر جائیں میرا باپ بھی پل پل مر رہا تھا۔تب ان لوگوں نے مدد کی یہ لوگ تو ہمارے ساتھ بابا کو ہاسپٹل تک نہیں لے کر گئے تھے"



۔رومان ان کی گناہوں کی سزا ان کو خدا دے گا۔ہم کون ہوتے ہیں کسی کو سزا دینے والے بیٹا تم اگر ان کی مدد کروگے تو خدا تم پر راضی ہو جائے گا۔

ان کے پاس علاج کے پیسے نہیں ہیں ان کے پاس رہنے کے لیے جگہ نہیں ہے۔اور میں ان کو بول چکی ہوں کہ وہ یہاں پر آجائیں۔

اور تم اپنے تایا کا علاج کرواؤ گے۔یہ میرا حکم ہے رومان۔"امی جان اس حکم سے اچھا تھا کہ آپ یہ کہتی کہ رومان تم اپنی گردن کٹوا کر اپنا سر مجھے تحفے میں پیش کرو۔"تو میں خدا کی قسم ہنستے ہنستے اپنا سر کٹوا دیتا۔"

۔مگر یہ مجھ سے نہیں ہو گا امی جان آپ کیوں نہیں سمجھ رہی۔۔۔رومان میں زبان دے چکی ہوں کیا چاہتے ہو کہ میں اپنی زبان سے پھر جاؤں۔"ہاہ۔۔۔۔رومان شا نے منہ اوپر کی جانب کر کے ایک ٹھنڈی آہ بھری تھی" واہ امی جان واہ میرے دشمنوں کو آپ نے زبان دے دی وہ بھی بنا مجھ سے پوچھے۔۔۔

"گڈ ویری گڈ امی جان"۔

۔تو ٹھیک ہے جو آپ کی مرضی ہے آپ کریں۔ یہ گھر بھی آپ کا ہے۔ اور سارا کاروبار بھی آپ کا۔ حکم بھی آپ کا، زبان اور فیصلہ بھی آپ کا۔

"رومان شاہ تو یہاں پر کہیں بھی نہیں ہے" آج آپ نے پھر سے رومان شاہ کو واپس بے بس رومیوں بنا دیا ہے۔ آپ جو چاہیں کر سکتی ہیں۔۔

"رومیوں کو کل بھی کوئی فیصلہ کرنے کی اجازت نہیں تھی "اور آج بھی نہیں ہے۔ وہ کہتے ہوئے زندگی میں پہلی بار غصے سے اپنی ماں کی بات کو یوں بیچ میں چھوڑ کر کمرے سے نکل کر گیا تھا۔۔۔

اے میرے رب میری بیٹے کو ان تکلیف دے لمحوں کی یادوں سے نکال دیں۔اے میرے خدا میرا بیٹا بہت تکلیف میں ہے۔ تو اس کے دل کو موم بنا دے۔اور اس کے دل میں رحم بھر دے۔ تا کہ وہ ان بے رحم لوگوں کو معاف کر سکے۔رومان شاہ کی ماں اپنے بیٹے کی تکلیف کو دیکھ کر بلند آواز سے اپنے رب سے دعا کر رہی تھی۔



ooooooo

اللہ میاں کتنا مشکل کام ہے یوں سج سنور کر بیٹھنا میرا جو مہندی کے سٹیج پر تیار ہو کر بیٹھی بیٹھی بہت تھک گئی تھی۔

۔اب روم میں آکر اس نے سکھ کا سانس لیا تھا۔۔ دوپٹے کو پن آوٹ کرتے ہوئے۔۔اتار کر صوفے پر پھینک کر واش روم میں چلی آئی تھی۔

کپڑے چینج کرنے کی نیت سے اففف میں کپڑے تو لے کر ہی نہیں آئی۔کیا مصیبت ہے وہ بہت تھکی ہوئی تھی اب چینج کر کے عشاء کی نماز پڑھ کر آرام کرنا چاہتی تھی۔۔۔وہ کپڑے لے جانا بھول گئی تھی تو اب منہ میں بڑبڑ کرتی ہوئی واش روم کا دروازہ کھول کر باہر آئی تھی۔۔۔

اپنے کپڑے لینے مگر واش روم کا دروازہ کھول کر پہلا قدم ہی باہر رکھا تھا۔
آآ۔۔۔ ششش منہ بند آواز نہیں نکلنی چاہیے تمہاری۔۔۔میرہا کا ایک قدم واش روم کے اندر تھا ۔اور ایک باہر اس کی نظر سامنے بیڈ پر پڑی۔



شاہ میر آرام سے تکیے کے پر سر رکھ کر ٹانگ پہ ٹانگ رکھے ہوئے آرام سے لیٹا ہوا ہے۔۔ مرہا کا منہ ڈر کر چیخ مارنے کے لیے کھلا تھا۔ مگر شاہ میر نے انگلی اٹھا کر چپ رہنے کو کہا تھا۔

اور دھمکی یہ تھی کہ اس کے منہ سے آواز نہیں نکلی چاہیے مرہانے جس طرح سے منہ کھولا تھا۔اسی سپیڈ سے منہ کو بند کر لیا۔۔۔وہ فل پولیس والی یونیفارم پہنے ہوئے مرہا کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا تھا۔۔

اپ۔۔۔ آپ یہاں اس وقت کیوں آئے ہیں۔۔ڈر اور گھبراہٹ سے مرہا کے اوپر والی سانس اوپر تھی اور نیچے والی نیچے رہ گئی تھی۔"بڑا ہی فضول سوال تھا "

تمہیں دیکھنے آیا ہوں پیار کرنے آیا ہوں۔۔پلیز پیچھے ہٹیں آپ کو آج یہاں پر نہیں آنا چاہیے تھا۔اگر بھائی نے دیکھ لیا تو ت۔

۔وہ اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی اس کے لبوں پر اپنے لب رکھ کر اسے خاموش کروا چکا گیا۔۔اس کی کمر پر ہاتھ رکھ کر اسے اپنے ساتھ چپکائے ہوئے تھا۔

آپ کو شرم نہیں آتی ہے بس یہی کام آپ کو کرنا آتا ہے۔۔ مرہانے غصے سے شامیر کی جانب دیکھا تھا۔"اے سی پی کی جان آتا تو مجھے بہت کچھ ہے بس آج رات کی دوری ہے۔اس کے بعد ایسی بے کھل کے تمہارے سامنے آئے گا۔

اور تمہاری یہ بھائی والی رٹ بھی ختم ہو جائے گی۔ تمہارے اس بھائی سے تو میں تنگ آچکا ہوں۔ آپ میرے بھائی کے خلاف کچھ نہیں بولا کریں۔

اور پلیز پیچھے ہٹیں مجھے دوپٹہ لینے دیں وہ بنا دوپٹے کے کھڑی ہوئی تھی۔اور شاہ میر کی نظریں اس کے خوبصورت لبوں سے ہوتی ہوئی۔

اس کی خوبصورت سراپے پر جا رہی تھی جس سے میرہا کو بے حد شرم آرہی تھی۔وہ شاہ میر کے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے اسے پیچھے کر کے۔۔۔اپنے دوپٹے کی طرف بڑی تھی۔۔۔

یہ کیا کر رہیں ہے مجھے دوپٹہ لینے دیں۔شامیر اس کو بازو سے پکڑ کھینچتے ہوئے دیوار کے ساتھ لگا کر کھڑا ہو گیا۔

۔کیا ضرورت ہے تمہیں دوپٹے کی تمہارا شوہر ہوں نکاح ہو چکا ہے قانونی اور اسلامی طور پر تو میری بیوی ہو۔

پورا حق رکھتا ہوں تمہیں بنا دوپٹے دیکھنے کا۔۔۔پلیز مجھے شرم آرہی ہے اور مجھے اچھا نہیں لگتا بنا دوپٹے کے کسی کے سامنے آنا۔



مگر مجھے بہت اچھا لگ رہا ہے تمہیں بنا دوپٹے کی دیکھ کر۔اور میں کوئی نہیں تمہارا شوہر ہوں مجھے کسی سے مت ملایا کرو۔

میرے چھوٹے پیکٹ بڑی بے صبری کے ساتھ میں اپنی زندگی میں تمہارے آنے کا انتظار کر رہا ہوں۔۔وہ بہکتا ہوا اپنا منہ میرہا کے بالوں میں چھپانے لگا۔۔

پلیز آپ یہاں سے چلے جائیں۔اے سی پی کی اتنی نزدیکیاں میرہا کی جان لے رہی تھی۔۔۔چلا جاؤں گا آج کی رات گزارنے کے لیے مجھے تھوڑا سا سکون اکٹھا کر لینے دو انرومنٹک بیوی۔۔۔

۔کل سے تو تم میرے پاس میرے اتنے ہی قریب ہو گی۔پھر تم مجھے خود سے دور جانے کا کہہ کے دکھانا، اگر تمہارے ہوش نہ ٹھکانے لگائے تو اے سی پی شاہ میرا نام نہیں۔۔۔

بس آپ کی ایسی گندی باتوں سے ہی مجھے بہت ڈر لگتا ہے۔۔اسے شوہر کا پیار کرنا کہتے ہیں۔ صحیح نام رکھا ہے میں نے تمہارا انرومینٹک بیوی۔۔۔وہ نرمی سے اس کی گالوں کو چوم رہا تھا اس کے ہاتھ اس کی کمر پر کسے ہوئے تھے۔

آپ اپنا ایسا پیار اپنے پاس رکھیں۔وہ پوری طرح سے خود میں سمٹتے ہوئے شرم سے لال ہو رہی تھی۔

۔اپنے پاس تو نہیں رکھوں گا۔اپنا پیار تم پر ہی برساؤں گا ایک بار تم ذرا میری کسٹڈی میں آجاؤ اس کے بعد تمہارے اس ہر ایک نخرے اور خود سے دور کرنے کا حساب لوں گا۔

"آہ آہ "میر پلیز وہ آہستہ سے شاہ میر کا نام لے کر سسکی تھی۔"بولو میر کی جان "شاہ میر نے اس کے کان کی لو پر اپنے لب رکھ کر دانتوں سے ہلکا سا دباؤ دیا تھا۔

جس سے وہ سسکی تھی اور سسکتے ہوئے اس نے خماری میں اس کا نام بولا تھا "۔اس کے لبوں سے دوسری بار اپنا نام سن کر اے سی پی کے دل کو بہت سکون ملا تھا۔ "

"تمہیں پتہ ہے جب تمہارے یہ خوبصورت لب میرا نام لیتی ہو تو مجھے لگتا ہے کہ میرا نام بہت میٹھا اور خوبصورت ہے۔"



" پھر سے اپنے خوبصورت لبوں سے میرا نام پکارو وہ گہری نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔"نہیں مجھے شرم آتی ہیں آپ کا نام لینے سے "

"آنے دو کتنی شرم آ جائے گی اور ویسے بھی تمہاری یہ شرم تمہارے لیے ہی مشکلات کھڑی کرے گی"

" دیکھ لینا تم یوں شرما شرما کر اے سی پی کو اتنا بہکاؤ گی کہ وہ تمہارے عشق میں پاگل ہو جائے گا۔اور پاگل ہو کر تمہاری ہی جان نکالے گا"

"وہ کہتے ہوئے اپنی سخت داڑھی والے گالوں کو اس کی نازل سے گالوں سے رب کر رہا تھا۔

"میرہا کی ہتھیلیاں پسینے سے فل گیلی ہو چکی تھی۔"پلیز آپ یہاں سے چلے جائیں اگر کوئی آ گیا تو کیا سوچے گا۔"

"ٹھیک ہے بیوی چلا جاتا ہوں آج کی رات تم تھوڑا اور عیاشی سے اپنی نیندیں پوری کر لو۔"

کل سے تمہاری راتیں بھی میری اور تمہارے دن بھی اور تمہاری یہ اکھڑی ہوئی سانسیں بھی میری اور تمہارا یہ نازک خوبصورت سراپا بھی میرا اور تمہارے یہ خوبصورت مخملی ہونٹ بھی میرے وہ مرہا کی

ہونٹوں پر انگلی رکھ کر انہیں پوائنٹ کر رہا تھا۔۔وہ خماری سے اسے خود کے ساتھ لگائے ہوئے کھڑا تھا
"۔۔۔

۔"کل سے تم پوری طرح اے سی پی شاہ میر کی ملکیت ہو گی۔ تم پر صرف اور صرف میرا حق ہو گا۔وہ اسکی گردن پر اپنے لبوں کے گرم گرم لمس چھوڑتا ہوا بامشکل پیچھے ہوا تھا "

" آج کی رات اچھی طرح اپنی نیندیں پوری کر لینا کیونکہ کل سے تو میں تمہاری راتوں کی نیندیں دن کا سکون اور یہ پور سکون سانسیں چھین لوں گا"۔۔۔۔

اس کے لہجے کی خماری اور نظروں کے تقاضوں کو دیکھ کر مرہا کی جان نکل رہی تھی۔۔۔وہ اس قدر ڈری ہوئی تھی کہ اس سے اپنے پیروں پر کھڑا نہیں ہوا جا رہا تھا۔۔۔

لمبا چوڑا ہے اے سی پی فل یونیفارم میں کھڑا ہوا اسے دھمکا رہا تھا تو اس کا ڈرنا تو بنتا تھا۔۔۔۔۔۔

۔چھ فٹ کا لمبا چوڑا اے سی پی سینہ۔تان کر اسے اپنی باہوں کی گھیرے میں کسے ہوئے کھڑا تھا۔

وہ مرہا کو دھمکی دیتے ہوئے ایسے لگ رہا تھا۔جیسے کوئی پولیس والا ایک بچی کو دھمکی دے رہا ہو اور بچی سہم کر دیوار سے لگی ہوئی ہو۔۔۔

وہ مرہا کو دھمکی دے کر کھڑکی کی جانب بڑھ گیا تھا۔۔ مگر پھر الٹے قدموں چلتا ہوا واپس مرہا کہ قریب آیا تھا۔۔۔اور اس کی کمر میں ہاتھ ڈالتے ہوئے اس کے لبوں کو اپنی قید میں لے گیا اے سی پی کا دل اس کے بس میں نہیں تھا۔۔

۔خوبصورتی کی مورت بنی ہوئی کھڑی مرہا جو اس وقت اس کے نکاح میں تھی اس کی بیوی تھی اس پر پورا حق رکھتا تھا وہ بس یہی چیز اسے مرہا سے دور جانے نہیں دے رہی تھی۔۔۔

۔واپس پلٹ کر جتنی شدت سے اس نے مرہا کے ہونٹوں کو اپنی قید میں لیا تھا مرہا کا ڈر سو گنا گنا بڑھ گیا تھا۔

اے سی پی کی اس لبوں کی قید نے اسے اتنا تو سمجھا دیا تھا کہ اے سی پی اس کی جان کو بہت مشکل میں ڈالنے والا ہے۔۔

۔وہ فلاد جیسا جسم رکھنے والا اے سی پی شامیر ملک مرہا کے لیے بہت کڑی سزا بننے والا تھا۔۔میرہا کی نازک سی جان ایسی پی کے سامنے کچھ بھی نہیں تھی۔

وہ بامشکل اپنے لبوں کو اس کے لبوں سے الگ کر کے کھڑکی سے جاتا ہوا اسے آنکھ ٹیس کر کے گیا تھا۔۔مرہا وہیں پر دیوار کے ساتھ لگی ہوئی اپنی سانسوں کو بحال کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔۔

۔۔اس کا دل دھک دھک کر رہا تھا سانسیں راہ راست پر آنے کو تیار نہیں تھی مگر اسے سی پی اس کی سانسوں کو پی کر اپنے لبوں کی پیاس بجھا کر آدھا سفر بھی طے کر چکا تھا۔۔۔

oooooooo

۔میرب اپنی بھاری فراک چینج کر کے کر کے سکون کا سانس لیا تھا۔اپنے چہرے کو میک اپ سے آزاد کر کے بلیک کلر کی پلین ٹراؤزر اور کرتی پہن کر مرر کے سامنے کھڑی ہوئی تھی۔۔۔

اپنے ہاتھوں پر موئچرائزر لگا رہی تھی کہ دھاڑ سے دروازہ کھلا اور غصے سے بھرا ہوا رومان شاہ روم کے اندر داخل ہوا تھا۔۔ جتنی زور سے دروازہ کھولا گیا تھا اس سے زیادہ زور سے بند کیا گیا تھا۔۔

اگر بیچارہ دروازہ بول سکتا تو ضرور اپنا درد بیان کر کے بتاتا کہ اسے کتنی تکلیف ہوئی ہے میرب اپنے جگہ پر ہل کر رہ گئی تھی۔۔۔

اس نے غصے سے اپنی واسکٹ کو اتار کر زور سے صوفے پر پھینکی دیا۔ رومان شاہ کی تیور دیکھ کر میرب کے حلق سے تھوک نیچے نہیں اتر رہی تھی۔۔



اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ آخر شاہ کو کیا ہوا ہے۔ اب تو آپ نے قمیض کے بٹن کھول رہا تھا۔۔

میرب پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس کی جانب دیکھ رہی تھی۔۔ وہ کرتا اتار کر اسی انداز سے صوفے پر پھینک کر واش روم کے دروازے کو دھاڑ سے کھول کر دھاڑ سے بند کر گیا تھا۔۔۔

میرب تو دیکھتی رہ گئی کہ آخر ہوا کیا ہے۔۔وہ شاہ کی قمیض کو اٹھا کر ہینگ کرتی ہوئی اس کے اوپر ہی ویس کوٹ لگا کر اسے کبرڑ کے ہینڈل سے لٹکا کر صوفے پر بیٹھ گئی۔۔

وہ شاہ کے آنے کا انتظار کر رہی تھی۔وہ پوچھنا چاہتی تھی کہ وہ اتنے غصے میں کیوں ہے۔وہ بیٹھ بیٹھ کر تھک گئی تھی۔

تو اٹھ کر روم میں چکر لگانے لگی تھی۔وہ کب سے روم میں ادھر سے ادھر چل رہی تھی۔۔مگر شاہ کا شاید واش روم میں ہی رہنے کا ارادہ تھا۔۔کم سے کم میرب کو تو یہی لگ رہا تھا۔۔۔

کافی دیر کے بعد وہ اپنا غصہ شاور کے نیچے کھڑا ہو کر نہا کر اتار آیا تھا۔۔

اس کے بالوں سے پانی ٹپ ٹپ اس کے جسم پر ہی گر رہا تھا۔وہ صرف ٹراؤزر پہنے ہوئے ودآؤٹ شرٹ باہر آیا تھا۔اس کا مضبوط کسرتی سینہ دیکھ کر میرب نے شرم سے نظر جھکالی تھی۔

مگر اسے اس طرح سے پانی میں بھیگا ہوا دیکھ کر وہ ڈر رہی تھی کہ شاہ بیمار پڑ جائے۔

۔شاہ سر پونچھ لے آپ کو ٹھنڈ لگ جائے گی۔۔۔ اچھا ہے لگ جائے تو مر جاؤں گا قصہ ختم ہو جائے گا۔وہ غصے سے بولتا ہوا جا کر بیٹھ گیا۔

میرب کا معصوم دماغ سمجھ تو نہیں پایا تھا کہ مسئلہ کیا ہے۔مگر اسے اتنا سمجھ میں آرہا تھا کہ شاہ دماغی طور پر بہت ڈسٹرب ہے۔



۔وہ ٹاول لے کر بامشکل قدم اٹھاتی ہوئی بیڈ پر بیٹھے شاہ کی جانب بڑی اور ٹاول سے ہمت جمع کر کے اس کا سر پونچھنے لگی تھی۔۔غصے سے بھرے ہو شاہ نے اس کے ہاتھ سے ٹاول لے کر فرش پر پھینک دیا۔ مسئلہ کیا ہے تمہارا میں خود پونچھ سکتا ہوں اپنا سر تمہیں میری ماں بننے کی ضرورت نہیں ہے۔۔

وہ اس پر چیخا تو میرب دو قدم ڈر کر پیچھے ہو گئی۔۔ اس کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسوں گرنے لگے تھے۔دل درد کی ایک ٹیس اٹھی تھی۔شاہ کے اس رویے سے۔

۔وہ اپنی ہاتھوں کی پشت سے اپنے آنسوں صاف کرتی ہوئی بیڈ کی دوسری جانب سے ہو کر بیڈ پر لیٹ گئی۔۔۔بیڈ کور اپنے اوپر اوڑھ چکی تھی۔وہ بیڈ کور کے اندر رو رہی تھی۔۔ اس کا روتے ہوئے ہل رہا وجود شاہ دیکھ رہا تھا۔۔۔

اسے احساس تھا کہ اس نے میرب کو بنا غلطی کے ڈانٹا ہے۔ مگر وہ اس وقت کتنی تکلیف میں تھا، یہ وہ اس نہیں سمجھا سکتا تھا۔۔کافی دیر یوں ہی گیلے بالوں سے بیڈ پر دونوں ہاتھ رکھے ہوئے بیٹھا رہا۔۔

اٹھ کر میرے بال خشک کرو پیچھے کی جانب چہرہ گھما کر بولا تھا۔۔مجھے پتہ ہے کہ تم جاگ رہے ہو۔۔ اس لیے فورن اٹھ کر میرے بال خشک کرو۔۔

میرب کے رونے سے ہلنے والے جسم کو وہ دیکھ رہا تھا اس لیے اسے پتہ تھا کہ وہ جاگ رہی ہے۔پہلے کر رہی تھی تو آپ نے مجھے ڈانٹ دیا۔۔اب آپ خود کر لیں۔۔

۔مجھ سے زبان لڑانے کی ضرورت نہیں ہے جو کہا ہے وہ اٹھ کر کرو میرا حکم ماننا تم پر فرض ہے۔۔ رعبدار دار آواز سے بولا تو میرب گھبرا کے اوپر سے بیڈ کو راتارتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔۔

وہ بیڈ کی دوسری جانب سے گھومتی ہوئی اس کے پاس آئی تھی زمین سے تولیہ اٹھا کر شاہ کا سر پونچھنے لگی تھی۔

۔اس کے رونے سے اس کی خوبصورت بڑی بڑی آنکھوں کے اندر لال ڈورے پڑ گئے تھے۔۔ جو اس کی خوبصورتی کو اور بھی بڑھا رہے تھے۔۔۔



۔رونے سے آنکھوں پر ہلکی ہلکی سوجن آگئی تھی۔ جس کو دیکھ کر شاہ کے دل کو تکلیف ہوئی۔۔۔

۔شاہ پلیز چھوڑیں کیا کر رہے ہیں۔۔۔ شاہ کا اسے گود میں بٹھانا اسے شرم سے دوچار کر گیا تھا۔۔ وہ بیڈ سے ٹانگیں لٹکائے ہوئے بیٹھا تھا۔۔

۔اور سامنے کھڑی ہوئی میرب جو ٹاول سے شاہ کا سر پونچھنے لگی تھی۔۔شاہ۔نے اس کی کمر کے گرد اپنی باہوں کا حصار بنا کر اسے اپنی گود میں بٹھالیا تھا۔شاہ پلیز چھوڑیں میں آپ کے بال خشک کروں۔۔

"بہت فکر ہے نا تمہیں میری کہ کہیں میں بیمار نہ پڑ جاؤں میرب اپنے سر کو ہلایا"۔۔۔تو پھر میری گود میں بیٹھ کر ہی میرے بال کو شک کرو"۔۔۔وہ بہت گہری نظروں سے میرب کے چہرے کی جانب دیکھ رہا تھا"۔۔۔

۔۔"شا۔۔۔ شاہ مجھ سے ایسے نہیں ہو گا"۔۔ وہ بات کرتے ہوئے اٹک رہی تھی "۔۔کیوں۔۔۔۔مجھے آپ سے شرم آتی ہے۔۔"کیوں شرم آتی ہے"۔۔بولو چپ کیوں ہو۔۔۔شاہ اب میں اس بات کا کیا جواب دوں"۔۔۔وہ آہستہ آہستہ من من کر کے بولی تھی۔۔۔



جواب تو دینا پڑے گا"میری ہر بات کا جواب دینا تم پر لازم ہے۔شاہ کی گود میں بیٹھے ہوئے اس کے کثرتی سینے کو دیکھ کر میرب کا جسم ہولے ہولے کانپ رہا تھا۔۔

"کانپ کیوں رہی ہو ٹھنڈ لگ رہی ہے"نہیں میرب نے نفی میں سر کو ہلایا تھا تو پھر کانپ کیوں رہی ہو۔

شاہ کے اس طرح کے سوالوں کا میرب کیا جواب دیتی۔۔ان سوالوں کا جواب شاہ کو خود پتہ تھا مگر نہ جانے کیوں وہ میرب کو کنفیوز کیے ہوئے بیٹھا تھا۔

۔شاہ پلیز چھوڑیں مجھے۔۔ آرام سے اپنی جگہ پر بیٹھی رہو اگر ہلنے کی کوشش بھی کی تو مجھ سے برا کوئی نہ ہو گا ظالم کی آواز میں اتنا روعبدار تھا کہ میرب اپنی جگہ پر ساکت ہو گئی گئی"۔۔

میرا سر خشک کرو میرب اپنے دونوں ہاتھوں سے ٹاول کو اٹھا کر اس کے سر پہ رکھتے ہوئے خشک کر رہی تھی۔۔اس کے اس عمل سے وہ شاہ کے بہت نزدیک تھی۔۔اتنی نزدیک کہ شاہ کی سانسوں کی گرمی میرب کی گردن کو چھو رہی تھی"۔۔۔اس نے میرب کو اپنی باہوں میں کچھ اس انداز سے کس رکھا تھا کہ اس کا نچلا حصہ تو ہلنے سے ہی قاصر تھا۔۔میرب کا دل دھک دھک کر رہا تھا۔۔سر پہنچتے ہوئے اس کی کی سانسیں تیز ہونے لگی تھی شاہ کی گرم سانسوں کے پڑھنے سے۔

۔شاہ نے قریب ہوتے ہوتے اپنا سر اس کے دل والے مقام پر رکھ دیا تھا۔اب منزر یہ تھا کہ شاہ اس کے سینے پہ سر رکھا کر اس کی کمر کے گرد اپنے بازو کسے ہوئے تھا۔۔میرب کے ہاتھ شاہ کے کاندھوں پر تھے۔

۔۔۔"شاہ"۔۔۔بولو جان شاہ سن رہا ہوں"۔۔وہ۔ گمبھیر آواز میں بول رہا تھا۔۔۔مجھے جانے دے ۔۔"کیسے جانے دوں تمہارے پاس آنے سے تو میری فرسٹریشن تھوڑی کم ہوئی ہے"۔۔۔شاہ آپ کیوں پریشان ہیں۔۔میرب نے ہمت کر کے سوال کیا تھا۔۔۔

۔میرب ہر بات بتائی نہیں جاسکتی"۔۔اس وقت تمہارے اس سوال کا میرے پاس کوئی جواب نہیں ہے وقت آنے پر ضرور بتادوں گا۔



۔فلحال تم سو جاؤ' صبح مرہا کی رخصتی ہے' تمہیں بہت ساری تیاریاں دیکھنی ہو گی۔۔میرب کے سوال سے شاہ کے دماغ میں واپس اپنی امی جان کی ساری باتیں گھومنے لگی تھی۔۔۔۔

شاہ نے اس کی کمر کے گرد سے اپنے ہاتھ اٹھائے تو میرب جلدی سے اٹھ کر اپنی جگہ پر جا کر سو گئی۔۔ وہ تو شاہ کے اس انداز سے ہی اس قدر گھبرائی ہوئی تھی کہ جان چھوٹتے ہی سو گئی تھی۔۔۔

۔مگر سوئی ہوئی میرب کو شاہ بہت گہری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔۔اس کے چہرے پر ایک معصومیت تھی۔۔ جسے وہ آج صاف صاف دیکھ رہا تھا۔۔اس کی معصومیت شاہ کے دل کو چھو رہی تھی۔

وہ آج پہلی بار شاہ اسے مہک سے کمپیر کر کے دیکھ رہا تھا۔۔۔ "اور اللہ تعالی کا شکر ادا کر رہا تھا کہ اللہ تعالی نے اسے بہتر لے کر بہترین دیا ہے"۔۔

مہک اس کے لیے کبھی بھی بہتر نہیں تھی یہ بات وہ خود دماغ میں سوچ رہا تھا کہاں مہک تھی جس کی نظروں میں رومیوں کی کوئی ویلیو نہیں تھی۔۔۔

رومیوں اس سے کتنی محبت کرتا تھا مگر وہ لالچی لڑکی پیسوں کے پیچھے بھاگتی رہی۔۔رومیوں کو ہمیشہ اس نے دھتکارا کبھی اس کی محبت کی قدر نہیں کی۔۔۔

مگر میرب کو رومان شاہ بہت رشک کی نظروں سے دیکھ رہا تھا ماں باپ کی لاڈلی بھائی کی چہیتی محلوں میں پلی جس کی کسی بات کو باپ اور بھائی نے کبھی رد نہیں کیا تھا۔۔۔۔

وہ کس طرح اس کے سامنے اپنی پلکیں بچھاتی تھی۔۔ میرب کی آنکھوں میں اپنے لیے محبت دیکھ کر شاہ کا دل پہلے دن سے ہی بہت پر سکون ہوتا تھا۔۔

مگر اس کے اندر کے دل چلے رومیوں نے کبھی اسے مہک سے آگے سوچنے ہی نہیں دیا تھا۔ مہک کی نفرت اس کے دل میں ایسی چھاپ چھوڑ کر گئی تھی۔۔۔



کہ رومان شاہ کو لڑکی ذات سے نفرت ہو گئی تھی۔۔ اسے لگتا تھا کہ ہر لڑکی مہک جیسی ہے ہر لڑکی صرف دولت کی بھوکی ہے۔۔ ہر لڑکی کو غریب رومیوٹ سے کوئی لینا دینا نہیں ہے۔۔

اسے لگتا تھا لڑکی بے وفائی کے خمیر سے تیار کی گئی ہے۔۔ اسے عورت ذات سے نفرت ہو چکی تھی ۔۔۔ مگر اس کا یہ سوچنا غلط تھا۔۔۔ اس بات کا احساس اسے میرب کے آنے کے بعد چلا تھا۔۔۔

ایک عورت ایک مرد سے اتنی سچی محبت بھی کر سکتی ہے' یہ اسے میرب کی محبت کو دیکھ کر پتہ چلا تھا۔۔۔

وہ میرب کی بے پناہ محبت دیکھ کر بھی نظر انداز کرتا رہا تھا۔۔۔ مگر اب میرب کی سچی محبت کے آگے رومان شاہ کی نفرت ہار گئی تھی۔۔۔

آخر میرب رومان شاہ کے دل کو جیتنے میں کامیاب ہو چکی تھی۔ شاہ کے دل پر میرب کی محبت کی مہر لگ چکی تھی۔۔۔

شاہ کا دل میرب کے لیے دھڑک رہا تھا۔شاہ کا دل میرب کو اپنی دسترت میں سانسوں کے نزدیک چاہتا تھا۔۔۔فی الحال شاہ نے یہ ارادہ ترک اسی لیے کیا تھا کہ وہ میرب کو اس طرح جلد بازی میں اس گھٹن زدہ ماحول میں اپنی زندگی میں شامل نہیں کرنا چاہتا تھا۔۔۔

اس میں میرب کے لیے ایک سرپرائز ہنی مون پلان کیا تھا۔۔۔یہ ارادہ اس نے میرب کو سٹیج پر بیٹھے ہوئے دیکھ کر بنایا تھا جب وہ بے حد حسین مائیوں کی دلہن کی طرف سجی ہوئی تھی۔۔۔

اور آج جس طرح اس نے غصے سے میرب کو بنا اس کی کسی غلطی کے ڈانٹا تھا اب تو اس نے اپنے ارادے کو پختہ کر لیا تھا کہ وہ میرب کو لے کر کچھ دن اس ماحول سے دور چلا جائے گا۔۔۔



گہری نیند میں سوئی ہوئی میرب کے ساتھ رومان شاہ آکر لیٹ گیا تھا اسے گھسیٹتے ہوئے اپنے نزدیک کر کے اپنی پناہوں میں لے لیا۔۔۔شاہ کے آتشی لب مسکرائے تھے' یہ سوچ کر کہ اس وقت اس کی بیوی گدھے گھوڑے بیچ کر سو رہی ہے۔۔۔اسے کچھ ہوش نہیں ہے کہ اس وقت اس کا شاہ اسے گھسیٹتے ہوئے اپنے ساتھ لگا چکا ہے۔۔۔

کہاں گود میں بیٹھے ہوئے اس کی سانسیں رک رہی تھی اور اب اس کے اتنے قریب لیٹی ہوئی کو کچھ ہوش نہیں ہے وہ مسکراتے ہوئے اسے لے کر نیند کی وادیوں میں چلا گیا تھا۔۔۔

کل ایک نیا دن اور نئے حالتوں کے ساتھ ان کا انتظار کر رہا تھا۔۔۔

oooooooo

ماشاءاللہ ماشاءاللہ میرا بیٹا تو دولہا بن کر شہزادہ لگ رہا ہے۔شاہ میر کی ماں شاہ میر کو دلہے کے روپ میں دیکھ کر صدقے واری جا رہی تھی۔۔۔

وہ بلیک کلر کی شیروانی کے ساتھ میچنگ کلا پہن کر کھڑا ہوا بہت خوبصورت لگ رہا تھا ساتھ میں میچنگ کھسہ پہن رکھا تھا۔۔۔

۔ماما کیا مطلب ہے اس وقت شہزادہ لگ رہا ہوں پہلے آپ کو کبھی میں شہزادہ نہیں لگا۔۔شاہ میر نے اپنی ماں سے مذاق کیا تھا۔۔۔نہیں میرا بیٹا تو ہمیشہ سے شہزادہ ہی تھا۔۔۔وہ اپنے بیٹے کا ماتھا چومتے ہوئے بہت رشک سے بول رہی تھی۔۔۔

سوچ لیجئے ماما اپنی بہو کے آنے کے بعد کہیں آپ کے خیالات بدل نہ جائیں میں نے میرب سے سنا ہے کہ کل آپ اپنی بہو پر بہت صدقے واری جا رہی تھی۔۔

ہاں تو میری بہو بہت اداس تھی اپنا گھر چھوڑنے پر تو میں کیوں نہ اپنی بہو پر صدقے واری جاتی اور تم شرم کرو ابھی سے میری بہت سے جیلس ہونا شروع ہو گئے ہو۔۔

۔مرضی ہے ماما آپ کی"۔۔۔مجھے تو ابھی سے ہی آپ کی محبت میں کٹوتی ہوتی ہوئی نظر آ رہی ہے ۔۔۔وہ ہنستے ہوئے اپنی ماما کو تنگ کر رہا تھا۔۔

چلو اب باتیں نہیں بناؤ تمہارے بابا کب سے جلدی کی رٹ لگائے ہوئے ہیں ان کا کہنا ہے کہ ہمیں ٹائم سے پہنچنا چاہیے تو جلدی کرو میں باقی کے انتظام دیکھتی ہوں تم ریڈی ہو کر نیچے آجاؤ۔۔۔۔

ہمیں وقت پر بارات لے کر ہال میں پہنچنا ہے۔۔"ہائے میں کیسے بتاؤں کہ میں یہ گھڑیاں کیسے گن گن کر گزار رہا ہوں۔

میرا دل تو ان رسم ورواجوں کو مانتا ہی نہیں۔۔۔میرا دل تو چاہتا ہے کہ میں جاؤں اور اپنی بیوی کو اپنی باہوں میں بھر کے اپنے ساتھ لے آؤں۔۔۔۔

مگر یہ مجبوریاں یہ دنیا کے بنائی ہوئی فضول رسمیں وہ اپنی ماں کے جانے کے بعد ٹھنڈی آہیں بھرتا ہوا سوچ رہا تھا۔۔

۔چلو میری کم سن معصوم ڈرپوک بیوی تیار ہو جاؤ اے سی پی کی کڑی آزمائشوں پر پورا اترنے کے لیے۔۔۔

یہ اے سی پی تمہاری جان کو بہت مشکل میں ڈالنے والا ہے۔۔۔ تمہارے اس معصوم حسن اور نازک سراپے نے ان دنوں مجھے جتنی مشکل میں ڈالا ہے۔۔۔

اس سے زیادہ میں تمہاری جان مشکل میں ڈالوں گا۔ تمہارے اس معصوم چہرے نے میری راتوں کی نیند حرام کر کے رکھی ہوئی تھی۔۔۔۔

میں نے تو تم سے نکاح تمہارے بھائی کو امتحان میں ڈالنے کے لیے کیا تھا مگر بیوی تم نے تو ایسی بھی کو ہی کڑے امتحان میں ڈال دیا۔

اس کے دلکش لب اس کی گھنی مونچھوں تلے مسکرا رہے تھے۔۔۔

ooooooo

میرب کچن میں کھڑی ہوئی شاہ کی رات والی نزدیکیوں سے شرما کر سوچ رہی تھی کہ شاہ کتنا رومنٹک ہے

---

شاہ کو دیکھ کر کوئی سوچ سکتا ہے کہ وہ اتنے رومینٹک ہیں۔ شکل سے کھڑوس نظر آنے والا شاہ اندر سے اتنا رومینٹک ہے اففف۔۔۔

وہ کچن میں کھڑی ہوئی خود سے ہی باتیں کر رہی تھی۔جب اس کی ساس کچن میں داخل ہوئی تھی۔۔" میرب "جی۔۔اسلام علیکم امی جان وہ آگے بڑھی تھی پیار لینے کے لیے۔۔۔

وعلیکم اسلام میری بیٹی صبح صبح کچن میں خیریت۔۔۔جی امی جان میں اپنے لیے چائے بنانے کے لیے آئی ہوں۔۔۔ مگر بیٹا آپ ذکیہ کو بول دو۔۔ نہیں امی جان میں خود بنالوں گی مجھے شاہ کے لیے بھی چائے بنانی ہے۔۔۔

میں ان کے مطابق چیزیں سیکھنا چاہتی ہوں اگر کچھ بناؤں گی تو مجھے شاہ کے مطابق اس کی پسند کی چیزیں بنانی کیسے آئیں گی وہ بتاتے ہوئے نظر جھکا کر شرما رہی تھی۔۔۔

ہمم۔۔میری بیٹی محنت کر رہی ہے اپنے شوہر کے دل میں اترنے کی رومان شاہ کی ماں میرب کو اپنے سینے سے لگا کر بڑی محبت سے بولی تھی۔۔۔۔

بہت اچھی بات ہے میں بہت خوش ہوں کہ تم رومان کی زندگی میں پھر سے رنگ بھر رہی ہو۔۔۔

میرب اپنی ساس کی اس بات کا مفہوم سمجھ نہیں پائی تھی۔۔۔

بس اسی طرح میرے بیٹے کو محبت دیتی رہنا۔وہ دل کا بہت اچھا ہے۔یہ بات میں نے تمہیں پہلے دن ہی بتائی تھی۔

اس میں کوئی کوٹ نہیں ہے کھرا سونا ہے میرا بیٹا ایک بار اگر تم اس کے دل پہ لگے ہوئے تالے کی چابی ڈھونڈ کر لگانے میں کامیاب ہو گئی تو۔ تو اس کے دل میں صرف تم ہی تم ہو گی۔۔۔۔

اور مجھے لگتا ہے کہ میری بیٹی وہ چابی ڈھونڈنے میں کامیاب ہو گئی ہے وہ میرب کو پیار کرتے ہوئے مسکرا رہی تھی۔۔۔

جبکہ میرب اپنی ساس کی باتوں پر نظر جھکائے ہوئے شرم سے لال ہو رہی تھی مگر اسے خوشی تھی اس بات کی کہ وہ رومان شاہ کے دل پر دستک دینے میں کامیاب ہو گئی۔۔۔جس کی گواہی خود رومان شاہ کی ماں دے رہی تھی۔۔

اس کا دل پر سکون تھا یہ سوچ کر کہ آج شاہ اس کی طرف خود سے قدم بڑھا رہا ہے۔۔۔بیٹا گھر میں کچھ خاص مہمان آئے ہیں ان کا خیال رکھنا اور رومان کو بھی جا کر بتا دو کہ اس کے ددیال سے جو مہمان آنے تھے وہ اچکے ہیں۔۔۔

جی امی جان اپ مجھے بتا دیں کیا کرنا ہے میں دیکھ لوں گی۔۔۔میرب کب اتنی سلیقہ مند اور فرمانبردار ہو گئی تھی اسے شاہ کی محبت میں خود بدلتے ہوئے پتہ ہی نہیں چلا تھا۔۔۔۔۔

اس وقت وہ گھر کی ایک سمجھدار بہو نظر آ رہی تھی۔۔وہ جذباتی خود سر نوکروں کے ساتھ جھگڑا کرنے والی لاپرواہ میرب کو وہ کہیں پیچھے چھوڑ آئی تھی۔۔۔

بیٹا تم پہلے جاؤ اور رومان کو چائے دو اور خود بھی آرام سے پیو اس کے بعد میرے پاس آنا پھر میں تمہیں بتاؤں گی کہ کیا کرنا ہے۔۔۔

جی امی جان اس کے ساس کچن سے جا چکی تھی۔۔اور میرب ڈش کے اندر چائے کے دونوں مگ رکھ کر اپنے روم کی طرف جا رہی تھی۔۔۔

رومان شاہ صبح اٹھتے ہی پہلے چائے پیتا تھا ویسے تو وہ چائے اپنی صبح کی واک کے بعد پیتا تھا مگر آج شاہ فجر کی نماز پڑھ کے پھر بیڈ پر لیٹ گیا تھا۔۔۔

رات کو بھی بہت ٹینشن میں تھا اس لیے اس نے جگانا مناصب نہیں سمجھا تھا۔۔مگر اب وہ چائے اس لیے لے کر جا رہی تھی تا کہ وہ فریش ہو سکے اور مرہا کی رخصتی کی تیاری کے کام دیکھ لیں۔۔۔۔

میرب کمرے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی تو نظر سامنے سوئے ہوئے رومان شاہ گئی تھی۔۔۔وہ بیڈ پر الٹا لیٹا ہوا تھا اس کے نیچے والے آدھے حصے پر بلینکٹ تھا۔۔ مگر اوپر والا حصہ ویسے ہی ننگا تھا۔۔۔

اس کی چوڑی کمر پر میرب کی نظر پڑی تو میرب کے دل نے ایک زوردار بیٹ مس کی تھی۔۔۔ یہ سوچ کر کہ اتنا خوبصورت لمبا چوڑا شاہ اس کی ملکیت تھا۔۔

شاہ اٹھ کر جائیں چائے پی لیں وہ سائیڈ ٹیبل پر ڈش رکھتے ہوئے آہستہ سے بولی تھی۔۔شاہ جو اس کے ہی انتظار میں جاگ رہا تھا۔۔۔

وہ فی الحال باہر جا کر ان لوگوں کی منحوس شکلیں نہیں دیکھنا چاہتا تھا اس لیے کب سے وہ روم میں لیٹ کر ہی میرب کا انتظار کر رہا تھا اس کی نظریں میرب کو صبح صبح اپنے سامنے دیکھنا چاہتی تھی۔۔۔

پہلے تم ادھر آؤ میرے پاس سیدھا ہو کر تکیے پر لیٹ گیا تھا۔۔۔ایک ہاتھ کو اپنے سر کے نیچے رکھے ہوئے دوسرے ہاتھ کی انگلی سے اس نے پاس آنے کا اشارہ کیا تھا۔۔۔۔

۔۔جی۔ میں نے کہا پاس آؤ۔شاہ پاس ہی تو ہوں۔۔وہ بیڈ سے صرف ایک قدم ہی پیچھے کھڑی ہوئی تھی۔۔۔

اتنا پاس آنے کو میں پاس بولتا ہوں سمجھی۔۔۔وہ میرب کو ہاتھ سے کھینچ کر اسے اپنے سینے پر گرا چکا تھا۔۔۔۔

شاہ کے سینے پر گرنے سے میرب یکدم گڑبڑائی تھی۔۔۔۔اس کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا تھا۔۔۔میرب کے گھنے ریشمی بال شاہ کے چہرے پر گھٹا بن کر پھیل گئے تھے۔۔۔۔

جب کہ وہ ایک بازو سر کے نیچے رکھے ہوئے دوسرا اس کی کمر کے گرد سختی سے حصار باندھ کر اسے سینے میں میچ گیا تھا۔۔۔۔۔

یہ کیا کر رہے ہیں۔۔میرب شاہ کے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے فاصلہ بناتے ہوئے بولی جو کہ ناممکن ٹھہرا۔۔۔خاموشی سے لیٹی رہو۔۔۔۔میرب کا نرم و نازک سراپہ شاہ کے حواسوں پر چھا رہا تھا۔۔۔

جبکہ میرب کا دل زوروں سے تھک کر رہا تھا جسے شاہ بخوبی محسوس کر رہا تھا۔۔۔یہ میرے پاس آنے سے تمہارا دل اتنی سپیڈ کیوں پکڑ لیتا ہے وہ اس کے کان کے لو کو چھوتا ہوا سر گوشی نما بولا تھا۔۔

شاہ کے جسم سے آتی ہوئی کلون کی خوشبو میرب کی دھڑکنوں کو اوتھل پوتھل کر کے دھڑکنوں کے رقص کو بگاڑ رہی تھی۔۔۔



امی جان کہہ رہی تھی کہ آپ کے ددیال سے جو مہمان آنے والے ہیں وہ آچکے ہیں تو پھر میں کیا کروں۔۔۔وہ غصے سے چلایا تھا۔۔۔

اور ایک ہی جھٹکے سے میرب کو خود سے دور کرتے ہوئے بیڈ پر اٹھ کر بیٹھ گیا۔۔ آہ۔اس کے جھٹکنے سے میرب کا ماتھا سائیڈ ٹیبل کے ساتھ ٹکرا گیا۔۔

,۔۔

ooooooo

سوری سوری وہ تیزی سے بیڈ سے اتر کر نیچے آیا تھا۔دکھاؤ مجھے۔۔۔شاہ پلیز مجھے چھوڑ دیں وہ روتے ہوئے اپنے ماتھے پر ہاتھ رکھے ہوئے تھی ۔۔۔اسے بہت درد ہو رہا تھا۔۔سوری یار میں تمہیں نقصان پہنچانا نہیں چاہتا تھا۔وہ شرمندہ تھا۔پلیز دکھاؤ مجھے۔۔

۔شاہ نے اسے کاندھوں سے پکڑ بیڈ پر بیٹھا دیا۔وہ نیچے کو سر جھکائے ہوئے اس کی ماتھے پر لگی چوٹ کو دیکھ رہا تھا۔ٹیبل کہ کونہ لگنے سے میرب کے ماتھے پر چھوٹا سا کٹ لگ گیا تھا اور اس میں سے خون نکل رہا تھا۔۔۔

میرب کے پاس بیٹھتے ہوئے اس نے سائیڈ ٹیبل کھول کر اس میں سے فرسٹ ایڈ باکس نکالا تھا۔۔۔

۔شاہ چھوڑ دیں میں خود کر لوں گی کٹ کی ڈریسنگ کرتے ہوئے میرب نے ہاتھ کے اشارے سے روک دیا تھا۔۔اور غصے سے اٹھ کر بیڈ سے کھڑی ہو گئی۔۔۔

"سوری یار کہ مجھ سے غلطی سے ہو گیا اس کی معافی مانگ تو رہا ہوں" وہ اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے اپنی جانب گماتے ہوئے پھر سے اس کے ماتھے کی کٹ کے ڈریسنگ کرنے لگا تھا۔۔

۔سی۔۔۔پائوڈین لگنے سے میرب کے زخم پر جلن ہوئی تھی۔۔۔جلن ہو رہی ہے وہ بے چین سا ہو کر اس کے ماتھے پر اپنے منہ پھونک مار رہا تھا۔۔۔



۔شاہ آپ کیوں کرتے ہیں میرے ساتھ ایسا۔ کبھی تو شہد سے زیادہ میٹھے ہو جاتے ہیں اور کبھی زہر سے بھی زیادہ کڑوے اور زہریلے بن جاتے ہیں۔۔۔

میں آپ کو سمجھ ہی نہیں پا رہی ایک پل کے لیے تو مجھے ایسا لگتا ہے کہ میں آپ کے دل میں اپنی جگہ بنانے میں کامیاب ہو گئی ہوں۔۔۔۔

مجھے آپ کی آنکھوں میں پیار نظر آنے لگتا ہے دوسرے ہی لمحے آپ کا رویہ میری ذات کو دو ٹکے کا بنا دیتا ہے میں آپ کے اصلی روپ تو پہچان ہی نہیں پا رہی۔۔۔

میرب کو تو شاہ ہر روپ میں ہی اچھا لگتا ہے۔۔۔اگر آپ مجھ سے ناراض تھے تو میں تو اس حال میں بھی آپ کے ساتھ بہت خوش تھی۔۔۔

آپ کا ساتھ میرے لیے پوری دنیا سے بڑھ کر ہے۔مجھے تو صرف آپ کا ساتھ چاہیے تھا۔جو خدا نے میری جھولی میں ڈال دیا تو میں خود کو مکمل سمجھنے لگی تھی۔۔

۔جن حالات میں ہماری شادی ہوئی اس سے زیادہ کی تو میں نے آپ سے کبھی توقع ہی نہیں کی۔مگر شاہ آپ کا یہ پل پل بدلتا رویہ میری سمجھ سے بالاتر ہے۔۔۔

وہ بہت درد سے سسکیاں بھرتے ہوئے شاہ سے شکایت کر رہی تھی۔۔ بینڈج سے سٹیکر اتارتے ہوئے اس کے ماتھے پر چپکا کر رہا تھا۔۔۔

فرسٹ ایڈ باکس واپس سائیڈ ٹیبل کی ڈرار کے اندر رکھتے ہوئے کچھ دیر کی خاموشی چھا گئی تھی۔۔۔ اپنی بات کا جواب نہ پا کر میر غصے سے طوفان کی طرح اٹھتی ہوئی روم سے باہر جا رہی تھی۔۔۔۔

کہ شاہ نے پیچھے سے آکر اس کے ہاتھ کو تھام لیا۔۔۔ میرب نے اپنے واپس پلٹ کر نہیں دیکھا تھا ۔۔وہ اسی پوزیشن میں باہر کی جانب دیکھ رہی تھی۔۔

۔تمہارے دل کو جو سہی لگتا ہے تم اس پر یقین کر لو۔۔بہت دھیما بولا تھا۔۔۔میرب کا دل تو پاگل ہے اس کو تو یہ لگتا ہے کہ شاہ مجھ سے پیار کرنے لگا ہے۔۔۔ تو کیا میں اس پر یقین کر لوں وہ آنسوں سے بھری ہوئی آواز سے بول رہی تھی۔۔۔

جب کہ مجھے پتہ ہے ایسا ہے نہیں وہ بہت ٹوٹے ہوئے دل سے بول رہی تھی۔۔۔ تمہیں ایسا کیوں لگتا ہے کہ جو تمہارا دل سوچ رہا ہے ویسا نہیں ہے۔۔

۔ابھی کچھ دیر پہلے جو آپ کا میرے ساتھ رویہ تھا اس کو دیکھ کر تو کوئی پاگل بھی نہیں سوچ سکتا ہے کہ پیار کرنے والے اس طرح تکلیف نہیں دیتے۔۔۔

۔وہ مجھ سے غلطی سے ہو گیا میرا کوئی ارادہ نہیں تھا تمہیں نقصان پہنچانے۔۔۔ اسکی پشت پر اپنا سینہ رکھتے ہوئے اسے اپنے ساتھ لگا گیا تھا۔۔

۔ابھی وہ کچھ اور کہنا چاہتا تھا کہ دروازہ کھٹکا تھا۔۔۔صاحب جی بڑی بی بی جی آپ کو اور بھابھی جی کو بلا رہی ہیں۔۔

نوکرانی آواز دے کر جا چکی تھی۔۔۔ تم جاؤ اور امی جان سے بول دو کہ میں کسی ضروری کام سے جا رہا ہوں۔۔۔۔میرب نے حیرانی سے شاہ کی جانب دیکھا تھا

۔کیونکہ شاہ صبح اٹھتے ہی سب سے پہلے اپنی امی جان کو ملنے کے لیے ان کے روم میں جایا کرتا تھا۔

جب سے وہ اس گھر میں آئی تھی اس نے کبھی بھی رومان شاہ کو اپنی امی کی کوئی بات ٹالتے ہوئے نہیں دیکھا تھا اور نہ ہی کبھی ان کا بلاوا آیا ہو اور شاہ نہ گیا ہو ایسا کبھی نہیں ہوا تھا۔۔۔

اس لیے شاہ کا انکار میرب کی سمجھ میں نہیں آیا تھا۔۔شاہ آپ کہاں جا رہے ہیں۔۔مجھے کچھ تیاریاں دیکھنی ہیں میں وہ دیکھ کر آتا ہوں۔۔شاہ کے الفاظ اور لہجہ ایک دوسرے سے میچ نہیں ہو رہا تھا۔۔

۔تم ناشتے کی بات پین کلر ضرور کھالینا اسے فکر تھی میرب کی۔آپ ناشتہ نہیں کریں گے۔۔۔نہیں فی الحال مجھے ایک ضروری کام ہے۔تم ناشتہ کر لینا امی کے ساتھ۔۔میرب نے شاہ کے کپڑے نکال کر بیڈ پر رکھ دیے تھے جبکہ شاہ واش روم میں جا چکا تھا۔کچھ ایسا تھا جو میرب کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔۔

وہ اپنی ہی سوچوں میں گم کمرے سے باہر آئی تو ٹیبل پر کافی گیما گیمی کا ماحول تھا تو دو خواتین اور دو مرد سامنے بیٹھے ہوئے ناشتہ کر رہے تھے۔۔ جن میں سے ایک بیمار لگ رہا تھا۔اس شخص کے چہرے کی ویرانی اور پیلاہٹ بتا رہی تھی کہ اس کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔

اور ان کے پاس ایک لڑکی بیٹھی ہوئی تھی۔اس نے نارمل سی شرٹ کے ساتھ کیپری پہنی ہوئی تھی اور مسٹرڈ کلر میں اس کا رنگ کافی کھل رہا تھا۔اس کے نین نقش کافی خوبصورت تھے مگر چہرے پر کافی اداسی کے تاثرات تھے۔۔

میرب چلتے ہوئے ٹیبل کے قریب آگئی۔وہ سمجھ گئی یہ شاید یہ وہی مہمان ہیں جن کا ذکر امی جان نے کیا ہے۔السلام علیکم۔میرب نے پاس آکر ادب سے سلام کہا تھا۔وعلیکم السلام۔۔ آؤ میرب بیٹھو ان سے ملو یہ رومان کے بڑے تایا ابو ہیں۔۔۔اور یہ چھوٹے تایا۔۔۔اور یہ رومان کی بڑی تائی ہیں۔۔۔ اور یہ چھوٹی تائی۔۔۔اور یہ رومان کے بڑے تایا کی بیٹی مہک ہے۔۔

میرب کی ساس نے میرب کو مہمانوں سے متعارف کروایا تھا۔۔اور یہ میری بہو ہے میرب ۔۔۔ رومان کی بیوی باقی سب لوگوں کاری ایکٹ تو بالکل نارمل تھا۔۔۔ مگر اس لڑکی کا ریکٹ بہت عجیب تھا اس کی آنکھوں میں عجیب اداسی اور درد کے تاثرات تھے جن کو میرب نے بخوبی دیکھا تھا۔۔۔

خواتین نے میرب کا حال چال پوچھا اور سب نے باری باری اس کے سر پر پیار دیتے ہوئے دعائیں دی۔۔سب لوگ ناشتہ کر رہے تھے۔۔۔ میرب اچھی بہو کی طرح زکیہ کے ساتھ کیچن سارے انتظام کو دیکھنے لگی تھی۔۔۔

۔حالانکہ اس کی ساس نے کافی بار اسے ناشتے کی ٹیبل پر بلایا مگر وہ نہیں آئی اور اس کا ریزن یہ تھا کہ اسے ناشتہ شاہ کے ساتھ ہی کرنا تھا۔۔

میرب۔۔۔جی امی جان۔۔۔ بیٹا رومان تیار نہیں ہوا امی جان تیار ہو رہے ہیں مگر ان کو کہیں ضروری کام سے جانا ہے وہ کہہ رہے تھے کہ انہیں کچھ تیاریاں دیکھنی ہیں۔۔۔

۔وہ واپس آکر ناشتہ کریں گے میرب نے شاہ کی بولی ہوئی بات کو میرب دہرایا تھا۔۔۔ مگر بیٹا اس کو بولو کہ وہ ناشتہ کر کے جائے۔۔امی جان میں نے کہا تھا۔۔۔ مگر انہوں نے منع کر دیا۔۔

وہ ہماری موجودگی میں نہیں آئے گا ہمیں پتہ ہے۔۔ ہم نے جو کچھ اس کے ساتھ کیا ہے اس کے بعد وہ ہم سے کبھی نہیں ملے گا۔۔ ہمیں بات کا آئیڈیا تھا آپ پریشان نہیں ہوں۔۔۔بلکہ میرے خیال سے ہمیں اٹھ کر کمرے میں چلے جانا چاہیے تھا تاکہ وہ اپنے گھر میں آرام سے چل پھر سکے اور ناشتہ کر سکے ---

مہک کے بابا رومان کے بڑے تایا نے بولا تھا۔۔ نہیں نہیں بھائی صاحب ایسا کچھ نہیں ہے۔سچ میں آج رخصتی کا دن ہے اور اسے بہت ساری تیاریاں دیکھنی ہوں گی۔۔اس لیے وہ نہیں آیا ہو گا۔۔



رمان شاہ کی ماں اس پر پردہ ڈالتے ہوئے بولی تھی۔۔ جبکہ حقیقت سے تو رومان شاہ کی ماں بھی اچھی طرح سے واقف تھی۔۔

۔وہ لوگ ناشتہ کر کے اپنے روم میں جا چکے تھے جبکہ رومان شاہ ابھی تک اپنے روم سے نکل کر نہیں آیا تھا۔۔میرب ناشتے کا کام نپٹا کر روم میں واپس آئی تو شاہ سامنے تیار ہو کر کھڑا ہوا خود پر فیوم چھڑک رہا تھا۔وہ میرب کو ڈریسنگ مرر میں سے دیکھ رہا تھا۔۔

تم نے ناشتہ کیا۔۔۔نہیں۔۔۔جواب شاہ کی امید کے مطابق آیا تھا۔۔کیوں۔۔۔۔ آپ نے بھی تو نہیں کیا میں نے آپ سے پوچھا۔۔وہ خود کو نارمل دکھا رہی تھی۔۔

بیڈ کور کو فولڈ کر رہی تھی۔۔بہت زیادہ بیویوں والا ایٹیٹیوڈ نہیں آ گیا تم میں۔۔شاہ اپنے کف کے بٹن بند کرتا ہوا چھوٹے قدموں کے ساتھ اس کے پاس آیا۔۔۔۔۔۔



۔بیوی ہونے کا اور کوئی حق تو ملا نہیں کم سے کم ایٹیٹیوٹ تو بیویوں والا رکھ سکتی ہوں۔۔لہجہ اداس تھا ۔۔

ہمم۔۔تو تمہیں بیوی ہونے کا حق چاہیے۔میرب جو بیڈ کور کو فولڈ کر رہی تھی شاہ اس کے پیچھے آکر کھڑا ہو گیا اور اس کے پیٹ پر ہاتھ باندھتے ہوئے اسے خود کے قریب کر لیا۔۔

میں نے ایسا تو نہیں کہا۔۔شاہ کی بات کا مطلب سمجھ کر وہ شرمندہ ہوئی تھی۔۔تو پھر کیا مطلب تھا تمہاری بات کا تم یہی جتا رہی تھی کہ میں تمہیں تمہاری بیوی ہونے کا حق نہیں دے رہا۔۔

اس کی شرمائی ہوئی حالت دیکھ کر شاہ محظوظ ہو رہا تھا۔۔۔شاہ میر اہر گز یہ مطلب نہیں تھا۔وہ اس کی باہوں میں کسی ہوئی کھڑی شرم سے دوچار ہو رہی تھی۔۔

شاہ کی گرم سانسیں میرب کے کانوں کی لو کے اوپر پڑ رہی تھی کیونکہ شاہ نے اپنی ٹھوڑی میرب کے کاندھے پر رکھی ہوئی تھی۔۔۔اور اپنی بازو اس کے گرد حائل کر رکھے تھے۔۔۔

۔شاہ کا یوں بار بار قریب ہونا میرب کو جتنا اچھا لگتا تھا اتنا ہی اس کی شرم اور گھبراہٹ کی وجہ بھی بنتا۔۔

۔میرب کا دل دھک دھک کر رہا تھا۔۔اس کی ہتھیلیاں بھیگی ہوئی تھی۔۔پیشانی پر پسینے کی بوندیں چمکنے لگی تھی۔۔۔شاہ اس کے ماتھے پر چمکتے پسینے کی بوندیں دیکھ کر آتشی لبوں سے مسکرایا تھا۔۔

اگر میں کہوں کہ میں چاہتا ہوں کہ تم مجھ سے اپنا حق مانگو تو۔۔۔وہ سرگوشی نما سرگوشی میں بولتا ہوا اسے گھما کر چہرہ اپنی جانب کر چکا تھا۔

نن۔۔۔نہیں۔۔مجھے کوئی حق نہیں چاہیے وہ شرما کر اپنا چہرہ شاہ کے سینے میں چھپا گئی تھی۔۔۔مگر میں تو بہت جلد تمہیں تمہارے سارے حق دینے والا ہوں۔۔۔

اور اپنے سارے حق تم سے بڑے حق سے وصول بھی کروں گا۔۔۔تیار رہنا شاہ پلیز ایسی باتیں نہ کریں شاہ کی باتوں سے میرب کو ڈھیروں شرم وحیانے آگھیرا تھا۔۔۔

وہ شاہ کی نزدیکیوں سے گھبرا کر یہاں سے غائب ہونا چاہتی تھی۔۔۔مگر اس کی اس حکمت عملی کو ناکام بنائے ہوئے شاہ اسے خود میں سما کر کھڑا ہوا تھا۔۔۔

تمہیں پتہ ہے تمہارے یہ جسم کی خوشبو مجھے روز کتنا بہکاتی ہے۔۔اور تمہاری یہ خوبصورتی قیامت ہے قیامت۔۔تم اتنی خوبصورت ہو کہ اپنے دل کو لاکھ روکنے کے باوجود میرا دل آوارہ بھنورے کی طرح تمہارے حسن کے ارد گرد منڈلاتا رہتا ہے۔۔۔۔

شاہ کا یوں کھلے لفظوں میں اس کی تعریف کرنا میرب کی دل کی تاروں کو چھیڑ رہا تھا اس کے دل کی دھڑکنیں رقص کر رہی تھی شاہ کے الفاظوں کی دھن پر۔۔۔

۔اسے خود کے کانوں پر یقین نہیں تھا جو شاہ اسے بول رہا تھا۔۔شاہ۔۔۔ہمم۔۔کیا آپ کو مجھ سے پیار ہو گیا ہے۔۔۔میرب اپنا من پسند سوال شاہ سے پوچھ رہی تھی۔۔۔

اس کا جواب تو میں تمہیں تمہارے قریب آنے پر ہی دوں گا۔۔شاہ پلیز جب اتنا کچھ بول دیا ہے تو یہ بھی کہہ دیں کہ آپ مجھ سے پیار کرتے ہیں۔۔۔

جب تم میری سانسوں میں اترو گی تو تمہیں پینے کے بعد تمہیں ٹیسٹ کر کے بتاؤں گا کہ مجھے تم سے پیار ہے یا نہیں۔۔

آخر وہ بھی رومان شاہ تھا اتنی آسانی سے تو میرب کے من پسند سوال کا جواب کبھی نہ دیتا۔۔۔وہ بھی وقت کی بھٹی میں تپ کر کندن بنا ہوا کھرا سونا تھا۔۔۔

ایسے کیسے اظہار محبت کر جاتا۔۔جبکہ میرب اس کے ان الفاظوں کو سننے کے لیے بہت بے چین تھی۔۔وہ چاہتی تھی کہ شاہ اپنے منہ سے اظہار محبت کرے۔۔۔



۔شاہ پلیز کہہ دیں نہ کہ آپ مجھ سے پیار کرتے ہیں وہ بچوں کی طرح ضد کرتے ہوئے اس کے سینے سے لگی ہوئی تھی۔۔۔

کہا ہے نا جب میرے قریب آؤ گی جب کھل کر میں تمہیں خود میں محسوس کروں گا۔۔جب تمہاری سانسوں کو میں اپنی سانسوں میں انڈیلوں گا تو پھر بتاؤں گا کہ مجھے تم سے محبت ہے یا نہیں۔۔۔

الفاظ اور لہجہ اٹل تھا تو ٹھیک ہے پھر چھوڑیں مجھے جب آپ مجھے بتائیں گے تب ہی مجھے اپنے اتنے قریب کیجئے گا۔وہ شاہ کے سینے پر زور دیتے ہوئے پیچھے ہونے لگی تھی۔۔مگر اس کی یہ ہمت بیکار ثابت ہوئی تھی۔۔۔

شاہ نے اپنے کسرتی سینے کے ساتھ اسے اور بھی زیادہ کس گیا تھا۔اس کی چھڑانے والی حرکت سے شاہ کی گرفت اور بھی سخت ہو گئی تھی۔۔۔۔

۔شاہ پلیز باہر مہمان آئے ہوئے ہیں چھوڑے مجھے ان کو جا کر دیکھنا ہے وہ خود کو چھڑانے کے لیے شاہ سے منت گر انداز سے بولی تھی۔۔۔۔

تو آئے رہنے دو گھر میں بہت سارے نوکر موجود ہیں۔تم ان مہمانوں کی نوکر نہیں ہو شاہ کا لہجہ سخت ہوا تھا۔اور ماتھے پر بل بھی نمودار ہونے لگے تھے۔۔

میرب ایک بار پھر شاہ کے لہجے اور چہرے کے بدلے زاویے کو سمجھ نہیں سکی تھی۔۔۔شاہ وہ ہمارے مہمان ہیں اور امی جان کا آرڈر ہے کہ میں ان کا خیال رکھوں۔۔وضاحت بیان کی تھی۔۔

تم ان کا کوئی کام نہیں دیکھو گی۔۔۔"تم میرب رومان شاہ ہو" رومان شاہ کی بیوی کسی کی غلام یا نوکر نہیں ہو۔۔جو یوں ہر عیرے غیرے کی خدمتیں کرتی پھرے۔۔

۔اور تم پر میرا حکم ماننا سب سے پہلے فرض ہے۔۔



اپنے سٹیٹس کو سمجھو تمہارا لیول ان لوگوں سے بات کرنے کا نہیں ہے۔اور تم ان کا کام کرتی پھر رہی ہو۔۔۔اس کے کاندھوں کو زور سے پکڑ کر کھڑا تھا۔۔

شاہ چھوڑے مجھے درد ہو رہا ہے۔۔۔ کیا ہو جاتا ہے آپ کو۔۔۔ ایک دم سے شاہ کا یوں اس کے کاندھوں کو زور سے دبانا میرب کے درد کی وجہ بنا تھا۔۔۔۔

۔شاہ کو اپنی سختی والے رویے کا احساس ہوتے ہی گرفت ڈھیلی ہوئی تھی۔۔۔ میرے لیے ناشتہ لے کر آؤ بلکہ رہنے دو میں زکیہ کو بول دیتا ہوں۔۔۔اس نے انٹر قوم پر زکیہ کو ناشتے کے لیے کہا تھا۔۔کچھ دیر بعد زکیہ جو کچن کی ملازمہ تھی وہ ناشتے کی ٹرالی لے کر۔۔۔ کمرے کے اندر داخل ہوئی تھی۔۔۔۔

وہ ٹرالی کو چھوڑ کر دروازہ بند کر کے جا چکی تھی۔۔ میرب شاہ کے غصے کو دیکھ کر منہ پھلائے ہوئے چپ چاپ صوفے پر بیٹھی ہوئی تھی۔۔۔اسے شاہ کا یہ پل پل بدلتا ہوا رویہ سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔۔

شاہ ٹرالی کو صوفے کے نزدیک کرتے ہوئے خود صوفے پر بیٹھ گیا تھا ایک پیلٹ کے اندر انڈا اور سلائس رکھتے ہوئے دو مگ میں چائے ڈالی ۔۔۔ اور سلائس کے ساتھ انڈا لگا کر نوالہ بناتے ہوئے میرب کے آگے کیا تھا۔۔۔۔

منہ کھولو آئی بروا ٹھا کر شاہ کی جانب سے حکم دیا گیا۔۔۔مجھے بھوک نہیں ہے شاہ کے پل پل بدلتے ہوئے رویے سے آخر کار میرب کو بھی غصہ آ گیا تھا۔۔

منہ کھولو گی تو لگ جائے گی شاہ کا لہجہ حکم دینے والا ہی تھا۔ نہیں لگے گی کیونکہ مجھے سچ میں بھوک نہیں ہے۔۔۔میرب اپنا چہرہ گھما گئی۔۔

میرب میرا دماغ خراب مت کرو میرے اندر زیادہ پیشنز نہیں ہے اس لیے چپ چاپ ناشتہ کرو تا کہ میں تمہیں دوائی دے سکوں۔۔۔شاہ آپ ہر چیز کے لیے کیوں مجھ سے زبردستی کرتے ہیں۔۔۔

۔میرے خیال سے تمہیں نارمل طریقے سے میری کوئی بات بھی سمجھ میں نہیں آتی۔۔۔نوالے کو واپس پلیٹ کے اندر رکھتے ہوئے میرب کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے اپنے ساتھ لگاتے ہوئے۔۔ دوسرے ہاتھ سے اس کے چہرے کا رخ اپنی جانب کیا تھا۔۔

اپنے آتشی لبوں کو میرب کے خوبصورت ہونٹوں پر رکھ کر ان کو سختی سے اپنی قید میں لے گیا۔۔

میرب اس اچانک ہوئی آفت سے گھبرا اٹھی تھی وہ اس کے لبوں کی نمی پیتے ہوئے قطرہ قطرہ اپنے اندر انڈیلتے جارہا تھا۔

اس کی سانسیں پی کر شاہ نے میرب کو منانے کا یہ نیا انداز اپنایا تھا۔۔شاہ کا انداز بہت جان لیوا تھا۔۔ شاہ کے لب کم اور انگارے زیادہ تھے ۔۔۔میرب کے ہونٹوں کی نمی پی کر اس چہرے کی اڑی ہوائیاں دیکھ کر آنکھ دباتے ہوئے پیچھے ہوا تھا۔۔

میرے خیال سے اب تمہیں بھوک لگ گئی ہوگی۔۔اگر نہیں لگی تو میں دوبارہ سے ٹرائی کر کے تمہیں بھوک لگوادوں گا۔۔۔انداز بہت بے باک تھا میرب اس وقت نہ تو کچھ بولنے کی حالت میں تھی اور نہ آنکھیں اٹھا کر شاہ کی جانب دیکھنے کے۔۔۔

بس اپنی بے ترتیب سانسوں کو نارمل کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔۔نوالہ پھر سے بنایا گیا اور میرب کے منہ کے آگے کیا۔۔۔اب کی بار میرب نے ایک سیکنڈ سے بھی پہلے نوالے کو اپنے منہ میں لے لیا تھا۔۔۔

اسے پتہ تھا کہ شاہ کا اگلا قدم کیا تھا کم سے کم وہ دوبارہ شاہ کو وہ موقع نہیں دینا چاہتی تھی۔۔۔مگر دل میں ضرور سوچ رہی تھی کہ شاہ کتنی جان لیوا چیز ہے۔۔۔

ظالم کا نہ تو غصہ برداشت کیا جا سکتا ہے نہ محبت آج پہلی بار میرب نے بھی خود کے دل میں یہی سوچا تھا کہ میرب کہاں پھنس گئی ہو۔۔۔ مگر اس پھسی ہوئی میرب کو شاہ کے نزدیکیاں بہت اچھی لگ رہی تھی۔۔۔۔

وہ الگ بات ہے کہ شاہ کی اتنی نزدیکیوں کو سہنا میرب جیسی نازک سی جان کے لیے آسان نہیں تھا۔۔ میرب کو ناشتہ شاہ نے اپنے ہاتھوں سے کروایا تھا خود بھی ساتھ میں ناشتہ کر رہا۔

۔ناشتہ کرنے کے بعد ٹشو سے ہاتھ پہنچتے ہوئے کھڑا ہو گیا اور سال ٹیبل کے ڈرال سے میرب کے لیے پین کلر نکال کر لے کر آیا جو میرب نے صبح سے نہیں کھائی تھی۔۔



جگ سے پانی گلاس میں انڈیل کر میرب کے آگے کرتے ہوئے گولیاں اس کے منہ میں اپنے ہاتھ سے رکھی تھی میرب نے جلدی سے گلاس شاہ کے ہاتھ سے لے کر پی پانی پی لیا۔۔۔

میں اریجمنٹ دیکھنے جارہاہوں تم میرے آنے سے پہلے ریڈی ہو جاؤاور میرے کپڑے بھی نکال کر رکھ لینااور باہر جاکران لوگوں کی غلامی کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔

ورنہ میرب مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا پیار سے سمجھارہاہوں اگر سمجھ جاؤگی تو بہتر ہے۔۔ورنہ مجھے اور بھی بہت سارے طریقے آتے ہیں سمجھانے کے۔۔

میرے خیال سے ان میں سے تمہیں کوئی بھی پسند نہیں آئے گا تو بہتر یہی ہے کہ میری بات کو دماغ میں رکھنا ہو وہ دھمکی دیتاہوا روم سے باہر نکل گیا۔۔۔

oooooooooo

مرہا کو پارلر والی نے گھر پر آکر تیار کر دیا تھا۔میرہا دلہن کے جوڑے میں بے حد خوبصورت لگ رہی تھی مرہون ریڈ کلر کے لہنگے میں وہ چودھویں کا چاند لگ رہی تھی۔۔۔

چھوٹے چھوٹے کیوٹ نین نکش میک اپ سے بہت کھل رہے تھے مہرون ریڈ کلر کے جوڑے پر گولڈن نقشی کا کام کیا ہوا تھا ساتھ میں خوبصورت گولڈ کی جولری جو اسے اور بھی گریس فل بنا رہی تھی۔۔۔۔

دونوں کلائیاں میٹل کی مہرون ریڈ چوڑیوں سے بھری ہوئی تھیں۔۔ گلاب کے گجرے ہاتھوں میں مہک رہے تھے۔ دونوں ہاتھوں میں بھری بھری مہندی بے حد خوبصورت لگ رہی تھی۔۔۔

ماتھے پر لگی ہوئی ماتھا پٹی اسے شہزادیوں والی لک دے رہی تھی۔۔ ناک میں پہنی ہوئی باریک سی بالی نما نوز پن جس میں تین خوبصورت ڈائمنڈ کے موتی جڑے ہوئے تھے۔ اس کی خوبصورتی کو اور بڑھا رہے تھے۔۔

اس کے بھائی نے کہیں پر بھی کوئی کمی نہیں چھوڑی تھی یہ اسے دیکھنے والے کو بہت اچھی طرح سے اندازہ ہو رہا تھا۔۔ مہک تو اسے حیرانی سے دیکھے ہی جا رہی تھی۔۔۔

کہ کیا یہ وہی ڈری سہمی سی مرہا ہے جسے گھر میں کبھی کسی نے کوئی ویلیو نہیں دی تھی۔۔ اور اس کی یہ ساری تیاری رومیوں نے کروائی ہے یہ سوچ سوچ کر مہک بہت حیران تھی۔۔۔

وہ تو رومان شاہ کا گھر دیکھ کر ہی پاگل ہو رہی تھی۔۔ اتنا خوبصورت اور وسیع گھر جس کی ہر چیز یہ ثابت کر رہی تھی کہ اس گھر کا مالک بہت امیر اور نفاست پسند ہے۔۔۔۔۔

پھر چاہے وہ گھر کے پردے تھے یا بچھے ہوئے خوبصورت کالین، گھر میں رکھا ہوا فرنیچر تھا یا رکھے ہوئے خوبصورت شو پیس، ہر چیز میں نفاست اور اس کی بیش قیمت ہونا صاف دکھائی دے رہی تھی ۔۔۔

گھر کو دیکھ کر رومان شاہ کی دونوں تائیوں کے منہ کھلے کے کھلے رہ گئے تھے۔ اور اب مرہا کی تیاری اور اس کا خوبصورت مہنگا ڈریس اس کی مہنگی جیولری دیکھ کر تو منہ بند ہونے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔۔ آخر فطرتی طور پر تو وہ جیلس ہونے والی خواتین تھی۔۔۔



اور گھر پر آئے ہوئے مہنگے پالر سے لڑکیاں جو مرہا کو تیار کر رہی تھی۔ رومان شاہ نے اپنی بہن کو کہیں بھیجنا مناسب نہیں سمجھا تھا۔۔ اس لیے اسے تیار کرنے کے لیے مہنگے اور بہت مشہور پارلر سے لڑکیوں کو گھر بلوایا گیا تھا۔۔

مہندی سے لے کر دلہن بننے تک کا سارا بندوبست گھر پر ہی تھا۔ مہک نے کیپری کے ساتھ کا مدار کرتا پہنا ہوا تھا۔ ساتھ میں بڑا سا ڈیزائنر دوپٹہ تھا جس کو اس نے کاندھے پر لٹکایا ہوا تھا۔

۔ڈیپ گلا جس میں خوبصورت آرٹیفیشل چین پین ہوئی تھی۔۔کانوں میں بڑے بڑے جھمکے۔۔

اور گہرا میک اپ جیسا کہ وہ ہمیشہ سے کرتی تھی۔۔اس کا لباس ہمیشہ سے اسی طرح کا جست ہی ہوتا تھا۔۔

۔آج بھی اس نے اپنا من پسند فیشن کیا ہوا تھا۔اس کا فیشن اور تیاری دیکھ کر کہیں سے بھی نہیں لگ رہی تھی کہ یہ ایک طلاق یافتہ لڑکی ہے۔پیروں میں لمبی ہیل کھلے بال جو آدھے آگے اور آدھے پیچھے کو تھے۔۔۔



فل تیار ہو کر اپنی طرف سے رومان شاہ پر بجلیاں گرانے کے لیے تیار تھی۔اس کے دماغ میں آج بھی رومان شاہ کا وہی عکس چل رہا تھا۔جب وہ حویلی کی نیلامی کے لیے لاہور آیا تھا۔اس دن سے وہ رومان شاہ کی دیوانی ہوئی پھرتی تھی۔۔۔

اس نے تو کبھی سوچا نہیں تھا کہ جس رومیوں کو وہ یوں دھتکارتی تھی وہ ایک دن رومان شاہ بن کر اس کے سامنے آئے گا۔۔۔

۔اس کی خوبصورتی اور اس کی مردانہ پرسنلٹی کو وہ اس دن سے لے کر آج تک نہیں بھول سکی تھی۔۔۔

وہ اسے دیکھنے کے لیے بے حد بے تاب تھی اس کی اتنی خوبصورت بیوی دیکھ کر تو مہک کی جلن اور بڑھ گئی تھی۔۔اس جلن کی آگ بھڑک اٹھی تھی۔۔۔

میرب کو دیکھ کر اس کا دل یہ ماننے کو تیار نہیں تھا۔کہ رومیوں اس کے سوا کسی اور کو اپنی زندگی میں داخل کر سکتا ہے۔۔۔

۔اس دیوانے رومیوں کا عکس آج بھی اس کے دماغ میں نکش تھا۔جو اس کے پیچھے مجنوں بن کر گھومتا تھا مہک کو آج بھی یہ لگتا تھا کہ وہ رومیوں کے دل میں اپنی جگہ بنا سکتی ہے۔۔۔

۔بلکہ اس کو تو یہ لگتا تھا کہ وہ اب بھی رومیوں کے دل میں موجود ہے۔ آج بھی رومیو اسی سے پیار کرتا ہے۔اب یہ بات کہاں تک حقیقت ہے یہ تو آنے والا وقت ہی بتائے گا۔۔۔

oooooooo

گاڑیاں ایک کے بعد ایک ہال میں پہنچ چکی تھی ۔ایک گاڑی میں میرہا اس کی امی اور ساتھ میں مہک بیٹھ کر آئی تھی۔۔۔

جبکہ دوسری گاڑی میں مہک کے ماں باپ اور چچا چاچی ہال پہنچے تھے۔رومان شاہ اور میرب ابھی تک نہیں پہنچے تھے۔۔



کیونکہ شاہ نے میرب کے ہاتھ اپنی ماں کو پیغام بھجوا دیا تھا کہ وہ سیدھا وہیں پر آئے گا۔ اور ان لوگوں کے جانے کے بعد وہ گھر سے نکلے گا۔شاہ ان لوگوں کا سامنا نہیں کرنا چاہتا تھا۔اور اسے کسی بھی طرح سے مجبور نہ کیا جائے یہ پیغام بھی وہ اپنی امی جان تک پہنچا چکا تھا۔۔

رومان شاہ کی ماں فی الحال کوئی ضد نہیں کر رہی تھی ۔اسے پتہ تھا کہ اس وقت رومان شاہ سے ضد کرنے کا مطلب ہے اسے اور سیکھ پا کرنا۔

اس کی ماں اس کی ضدی طبیعت سے واقف تھی۔وہ ہر بار صرف اپنی ماں کے آگے اپنا سر ادب میں جھکا جاتا تھا۔

۔ورنہ کوئی ایسی شخصیت نہ تھی جس کے سامنے رومان شاہ بنا اپنی مرضی کے جھکتا۔۔

مرہا کو فی الحال ہال کے کمرے کے اندر بٹھایا گیا تھا ابھی برات آنے میں کچھ دیر تھی۔اور رومان شاہ میرب کا بھی ویٹ کیا جا رہا تھا۔۔



کچھ دیر کے بعد رومان شاہ اور میرب کی انٹری ہوئی تھی۔وہ بلیک کلر کے سوٹ میں اور بھی زیادہ گورا لگ رہا تھا۔اس کا گورا رنگ بلیک کلر میں چمک رہا تھا۔

فل بلیک سوٹ میں ساتھ میں میچنگ واسکٹ پہنے ہوئے تھا۔پاؤں میں شوز ہاتھوں میں ایپل کے واچ چھ فٹ کی ہائٹ چوڑا سینہ اور سب سے بڑھ کر اس کی وہ مردانہ چال جس پر لڑکیاں اپنا دل ہار دیتی تھی ---

مہک کی نظر انٹرس پر ہی تھی اس کی تو پہلی نظر رومان شاہ پر پڑی تو وہ شاہ کو دیکھتی ہی رہ گئی تھی۔وہ چلتا ہوا اکڑو مغرور شہزادہ لگ رہا تھا۔۔۔

۔جس اکڑی ہوئی چال سے چلتا ہوا وہ آرہا تھا، مہک کی تو آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ ہی گئی۔۔

مگر اس کے ساتھ چلتی ہوئی میرب کو دیکھ کر اس کے تن بدن میں آگ لگ گئی تھی۔میرب ڈاک پرپل کلر کی کامدار میکسی پہنے ہوئے اس کے ساتھ چلتے ہوئے ایک پرفیکٹ جوڑی لگ رہی تھی۔

۔اس کا میک اپ بالکل رومان شاہ کی پسند کا تھا۔لائٹ میک اپ میں بھی وہ بے حد خوبصورت لگ رہی تھی۔بالوں کو سٹریٹ کر کے پیچھے کی جانب چھوڑا ہوا تھا۔۔۔

گلے میں پہنی ہوئی ڈائمنڈ کی نفیس سی جولری اس کی خوبصورتی کو اور بھی اجاگر کر رہی تھی۔ سر پہ رکھا ہوا سلیقے سے دوپٹہ اس بات کی گواہی دے رہا تھا کہ اس نے خود کو رومان شاہ کی پسند کے مطابق ڈھال لیا ہے--

مہک جانتی تھی کہ رومیوں کو ہمیشہ لڑکیوں کا سر پر دوپٹہ رکھنا ہی اچھا لگتا تھا اس لیے میرب کا اس طرح سے اپنے دوپٹے کو سنبھال کر چلنا اس بات کی گواہی دے رہا تھا۔ کہ اس کی بیوی کو اس کی پسند کا بہت خیال ہے---

۔رومان شاہ نے آتے ہی مہک کو دیکھ لیا تھا۔ مگر اسے نظر انداز کرتے ہوئے پاس سے گزر گیا۔ مہک کے دل کو

۔تکلیف ہوئی تھی۔ یہ دیکھ کر کہ جو رومیوں ہمیشہ اس پر اپنی جان چھڑکتا تھا۔ آج وہ اسے یوں دیکھ کر اندیکھا کر کے گزر گیا تھا جیسے اس کی ہستی اسے نظر ہی نہ آئی ہو---

رومان شاہ نے نہ تو اپنے دونوں تایا کو بلایا نہ ان کی فسادی بیویوں کو۔رومان شاہ کے دماغ میں آج تک ان کے وہ رویے محفوظ تھے۔وہ کچھ بھی بھولا نہیں تھا۔۔

کچھ دیر بعد برات آگئی شاہ میر پر پھولوں کی برسات کی گئی تھی۔۔ویلکم کے بعد اسے سٹیج پر بٹھایا گیا ۔۔۔مرہا کو پھولوں کی چادر کے نیچے سٹیج تک لایا گیا تھا۔۔

۔شاہ میر نے سجی ہوئی اپنی دلہن کو بہت گہری نظروں سے دیکھا تھا۔اس کے دل نے ایک بیٹ مس کی تھی اپنی اس معصوم دلہن کو دیکھ کر وہ پھولوں کی چادر تلے سٹیج تک آئی تھی۔۔۔

سٹیج پر شامیر نے اسی ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ بٹھایا لیا۔جب کہ اپنا ہاتھ شمیر کے ہاتھ میں دیتے ہوئے میرب کے چہرے پر جو ڈر تھا اسے شاہ میر بخوبی دیکھ بھی سکتا تھا اور سمجھ بھی رہا تھا۔۔

مگر اس کا یہ ڈر شاہ میر کے دل دھڑکنوں کو بڑھا رہا تھا اس کا یہ ڈرا ہوا معصوم چہرہ شاہ میر کو بے حد خوبصورت لگ رہا تھا۔۔

گلاب کے پھولوں سے بنی ہوئی چادر کے چاروں کونوں کو مہک اور مرہا کی سہیلیوں نے پکڑا ہوا تھا۔میرہا کی دونوں تائیاں اور اور تائے بہت حیرانی سے دیکھ رہے تھے۔۔

کہ جن بچوں کو انہوں نے اپنے گھر میں کوئی اہمیت نہیں دی تھی۔ آج ان کے نصیب خدا نے کتنے اچھے کیے تھے۔

۔انہیں سیما کے قسمت پر رشک آرہا تھا جن کو میرب جیسی بہو اور شامیر جیسا داماد ملا تھا۔اور ایک ان کی اولادیں تھی بیٹی طلاق یافتہ اور ریپ کے کیس میں بیٹا سلاخوں کے پیچھے تھا۔۔

۔بے شک خدا کی لاٹھی بے آواز ہے یہ دنیا مکافات عمل ہے جو بیجو گے۔ اسے کاٹ کر ہی جانا ہو گا ۔ان لوگوں نے جو کچھ بیجا تھا آج اسی کو کاٹ رہے تھے۔۔

۔ مرہا اور شاہ میر کا نکاح تو پہلے سے ہو چکا تھا اس لیے باقی کی رسمیں ادا کرنے کے بعد کھانا کھلایا گیا تھا۔اور اس کے بعد کے بعد رخصتی کا مشکل وقت آگیا۔۔۔

روما ن شاہ خود سے آکر شامیر کے گلے ملا تھا۔کیونکہ اب وہ اپنی پیاری سی بہن کو اس شخص کے حوالے کرنے جارہا تھا جو اسے بالکل نہ پسند تھا۔۔

۔اپنی بہن کے لیے اس نے اپنے قدم اس شخص کی جانب بڑھائے تھے۔شامیر نے بھی اپنے قدم آگے لیے تھے۔

۔میری بہن کا دھیان رکھنا اگر اسے کسی بھی قسم کی تکلیف ہوئی تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔شاہ نے گلے ملتے ہوئے سرگوشی میں کہا تھا۔آخر روما ن شاہ تھا دھمکی دینے سے باز نہیں آیا۔۔



وہ اب میری بیوی ہے اس کا خیال رکھنا میرا فرض ہے۔اور اے سی پی شاہ میر ملک اپنے فرض بہت اچھی طرح سے نبھانے جانتا ہے۔اس کے لیے مجھے تمہاری صلاح کی ضرورت نہیں ہے۔ جواب اسی کے انداز سے دیا گیا۔۔

دونوں نے اتنی کم آواز میں بات کی تھی کہ پاس کھڑے ہوئے لوگوں کو بھی سمجھ میں نہیں آیا ---مرہا اپنی ماں کے گلے لگ کر بہت رو رہی تھی---

ایک تو وہ ابھی اپنا گھر نہیں چھوڑنا چاہتی تھی اوپر سے اس کی پڑھائی مکمل نہیں ہو سکی تھی--اور سب سے بڑھ کر اسے شاہ میر سے بہت ڈر لگ رہا تھا---

اسے ایسے لگ رہا تھا کہ وہ کسی چنگل میں پھنسنے والی ہے۔وہ قید ہو جائے گی۔اس کی جان نکل رہی تھی جیسے جیسے رخصتی کا وقت نزدیک آ رہا تھا۔بے شک مرہا کی ایج 22 سال تھی مگر وہ اپنی ایج سے کہیں کم نظر آتی تھی---



اور اس کے بھائی نے اسے جس طرح چار دیواری کے اندر محفوظ کر کے پالا تھا۔اس کا اس طرح سے ڈرنا بالکل نارمل بات تھی---

۔اوپر سے جو اے سی پی نے اپنی نزدیکیاں دیکھا کر اس پر سنسنی خیز پردے فاش کیے تھے اس سے میرہا اور بھی ڈری اور گھبرائی ہوئی تھی۔

اپنی ماں کے گلے لگ کر روتی ہوئی مرہا کو بامشکل رومان شاہ نے اپنی امی سے الگ کر کے اپنے ساتھ لگاتے ہوئے پیار سے تسلی دی تھی۔۔۔

کہ بیٹیوں کو ایک دن اپنے گھر جانا ہوتا ہے۔۔ مگر مرہا کے دل کو صبر نہیں آرہا تھا۔اب وہ اپنے بھائی کی گلے لگی ہوئی روئے جارہی تھی۔۔۔

اگر میک اپ واٹر پروف نہیں ہوتا تو اس وقت اس نے بلبتوڑی بن جانا تھا۔۔ مشکل میرہا کو گاڑی میں رومان شاہ نے بٹھایا تھا۔۔



شامیر گاڑی کی فرنٹ سیٹ پر ساتھ میں آکر خود بیٹھ گیا۔باقی سب لوگ الگ گاڑیوں میں گئے تھے ۔شامیر مرہا کو اپنے ساتھ اپنی گاڑی میں لے کے جارہا تھا۔۔۔

گاڑی ہال کے آگے سے رخصت ہو گئی آنکھیں تو رومان شاہ کی بھی نم تھی اپنی پیاری بہن کو رخصت کرتے ہوئے۔۔

اسکے دل سے مرہا کے لیے بہت سی دعائیں نکلی تھی، ادھر رومان شاہ کی ماں کی حالت بھی اپنی اکلوتی بیٹی کی رخصتی کے بعد کافی خراب تھی۔ اپنی ماں سے ناراضگی کے باوجود اپنے ساتھ لگا کر تسلی دے رہا تھا۔۔

۔صبر رکھیں امی جان آپ خود ہی تو میری معصوم بہن کو اتنی جلدی رخصت کرنا چاہتی تھی۔کتنے پیار سے وہ اپنی ماں کو ساتھ لگا کر تسلی دے رہا تھا۔۔۔



اس فرمانبردار بیٹے کو پاس کھڑے ہوئے اس کے تائے اور تائیاں دیکھ رہیں تھے۔عاصم رومان شاہ کی جوتی جیسا بھی نہیں تھا یہ خود اس کی تائی نے اپنے دل میں سوچا تھا۔۔۔
آج بیک وقت سب کے دماغ میں ایک ہی بات آئی تھی۔ جو گھر سے نکلتے ہوئے رومان شاہ کی ماں بول کر آئی تھی۔ کہ میرا بیٹا ایک دن اپنی محنت سے کامیابی کی ان بلندیوں پر ہو گا جس کو دیکھ کر آپ کی اولادوں کے سر چکرا جائیں گے اور بے شک آج رومان شک ان بلندیوں پر پہنچ چکا تھا۔۔

رومان شاہ کے شادی میں آئے ہوئے گیسٹ دوست اور ان کی فیملیز دیکھ دیکھ کر یہ لوگ حیران ہو رہے تھے۔ شہر کے مشہور بزنس مین اور اونچی اونچی ہستیاں اس شادی میں شامل ہوئیں تھی۔۔

رومان شاہ کے دوستوں میں احمر اپنی پوری فیملی کے ساتھ شامل ہوا تھا۔ جبکہ شاہ زیب کی فیملی آئی تھی وہ خود شامل نہیں ہوا تھا۔ جس کا ریزن میرہا تھی وہ مرہا کو کسی اور کے ساتھ رخصت ہوتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا تھا۔۔۔۔

oooooooooo

گاڑی ہال سے کافی دور آچکی تھی مگر مرہا سوسو کر کے روئے جارہی تھی۔اور ساتھ میں اپنے ہاتھوں پر ظلم کرتے ہوئے ہاتھوں کو مروڑ رہی تھی۔۔



اپنے چہرے کا رخ اس نے سائیڈ مرر کی کی طرف کیا ہوا تھا۔۔15 منٹ کا سفر گزر چکا تھا مگر میرہا کے آنسوں تھمنے کا نام نہیں لے رہے تھے۔۔

شامیر کو اس کا یوں سسکنا بہت تکلیف دے رہا تھا۔ مگر وہ چاہتا تھا کہ میرہا تھوڑے سے آنسوں بہا لے تا کہ اس کا دل ہلکا ہو جائے، مگر یہاں تو دل ہلکا ہونے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔۔

مرہا یار چپ کر جاؤ کتنا روؤ گی پچھلے 15 منٹ سے تم مسلسل روئے جا رہی ہو یار تم کون سا ملک سے باہر جا رہی ہو۔ ایک ہی شہر میں ہے جب کہو گی جتنی بار کہو گی ملوانے کے لیے لے آیا کروں گا انداز بہت پیار بھرا تھا۔۔

آپ اپنا ہاتھ پیچھے کریں اب آپ یہ مت سمجھیے گا کہ آپ کو موقع مل گیا ہیں۔ کہ آپ جب چاہیں یوں میرا خط پکڑ سکتے ہیں۔۔



سب سے پہلے اس نے شاہ میر کا ہاتھ اپنے ہاتھ سے پیچھے کیا تھا۔۔ اوکے اوکے نہیں رکھوں گا ہاتھ تم چپ ہو جاؤ

شاہ میر اسے ریلیکس کرنا چاہتا تھا۔۔

۔شامیر نے اپنا ہاتھ فورن سے اس کے ہاتھ سے اٹھالیا اسے اس بزدل لڑکی کا بے ہوش ہونا اسے آج تک یاد تھا۔۔۔

جب رومان شاہ نے اسے اونچی آواز میں نکاح کا پوچھا تھا۔تو وہ کیسے بے ہوش ہو گئی تھی۔۔۔۔شاہ میر اپنے لیے کوئی ایسی سچویشن کھڑی نہیں کرنا چاہتا تھا اس لیے اس نے ہاتھ چھوڑنا ہی مناسب سمجھا تھا ---

آپ کو کیا پتہ مائیکہ چاہے ایک گھر چھوڑ کر ہی کیوں نہ ہو چھوڑتے ہوئے بہت۔۔
تکلیف ہوتی آپ لڑکوں کو اس تکلیف کا کیا پتہ ہو گا۔۔اس نے شامیر پر طنز
تھا۔۔۔



وہ پورے غصے سے بول رہی تھی جبکہ شاہ میر اپنے لبوں میں ہنس رہا تھا۔۔۔اس یونہی منہ پھلائے ہوئے پورا راستہ طے کیا تھا۔۔۔

مگر اب وہ رونا بند کر چکی تھی کیونکہ اس وقت وہ غصے میں آگئی تھی۔۔۔شاہ میر کی نظر مرہا سے ہٹ ہی نہیں رہی تھی وہ معصوم سی دلہن قیامت لگ رہی تھی۔۔

اوپر سے اس کا رویا ہوا روپ شامیر کی دھڑکنوں پر وار کر رہا تھا۔۔۔شامیر کو لگ رہا تھا کہ آج اس کا گھر کسی دوسری سٹی میں شفٹ ہو گیا ہے۔۔۔

۔راستہ کٹنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔شاہ میر کی نظر بار بار اس کی نوز پن پر جا رہی تھی۔۔ جس کے نیچے والے کنارے پر لگے ہوئے چھوٹے چھوٹے خوبصورت ہیرے کے موتی اس کے لبوں کو چھو رہے تھے۔۔۔



شاہ میر کو ان سے جلن محسوس ہو رہی تھی شامیر کا دل چاہ رہا تھا کہ ان ہیرو کو فوراً سے پہلے اس کے لبوں سے دور کر دے کیونکہ اس کے لبوں پر صرف اس کا حق تھا۔۔۔۔

یہ موتی اس کو اپنے رقیب لگ رہے تھے اس کا دل چاہ رہا تھا کہ گاڑی چھوڑ کر میرہا کے خوبصورت ہونٹوں کو اپنے ہونٹوں کی گرفت میں لے جائے۔۔۔

کہاں تھی تم۔۔ کمرے میں آتے ہی میرب کے کانوں میں رومان شاہ کی بھاری آواز سنائی تھی۔۔۔وہ کب سے میرب کا روم کے اندر ویٹ کر رہا تھا۔۔میں مہک کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔وہ مجھے اپنی سہیلیوں کے قصے سنا رہی تھی۔شاہ بہت انٹرسٹنگ لڑکی ہے۔میرب بہت خوش تھی کہ اسے گھر میں کمپنی مل گئی ہے۔

اپنی خوشی میں وہ اس بات سے بے خبر تھی کہ جس کو وہ یہ خبر سنا رہی ہے وہ کس قدر آگ بگولا ہو کر بیٹھا ہوا تھا۔



۔تمہارے دماغ میں میری بات نہیں گھسی تھی۔جب میں نے کہا تھا کہ تم ان لوگوں سے دور رہو گی۔ تو تمہاری نظر میں میری بات کی کوئی ویلیو ہے یا نہیں۔

شاہ جو میرب کے انتظار میں روم کے اندر چکر کاٹ رہا تھا تیزی سے چلتا ہوا میرب کے پاس آ کر اس کے جبڑے کو پکڑتے ہوئے کھینچ کر اسے دیوار کے ساتھ لگا دیا تھا۔۔میرب اس اچانک ہوئی آفت سے ڈر گئی تھی کہاں وہ اتنی خوش اندر آئی تھی مگر اندر کا تاپمان حد سے زیادہ گرم تھا۔۔

شش۔۔شاہ وہ میں۔۔ شاہ کے آنکھوں کے انگارے دیکھ کر میرب کی آواز گلے میں اٹک گئی تھی۔وہ میں وہ میں۔۔کیا۔۔۔۔ تین گھنٹے سے میں تمہارا انتظار کر رہا ہوں اور اب تمہارے حلق سے آواز نہیں نکل رہی۔۔۔وہ اتنی زور سے چیخا تھا کہ میرب کے کان کے پردے پھٹنے کو تھے۔۔۔

وہ میں وہ میں چھوڑ کر مجھے بتاؤ کہ تمہاری نظر میں میری بات کی کیا اہمیت ہے۔۔ چہرہ غصے سے لال اور آنکھیں انگارہ ہو رہی تھی۔۔۔جواب دو مجھے میرب کی انکھوں سے آنسوں بہہ رہے تھے۔



۔وہ نظروں سے کہہ رہی تھی کہ اگر جبڑا چھوڑو گے تب بتاؤں گی نہ۔۔ آخر شاہ کے دماغ نے تھوڑا کام کیا تو جبڑے سے ہاتھ کو ہٹایا۔۔

شاہ میری نظروں میں آپ کی بات کی بہت اہمیت ہے۔ شاہ وہ ہمارے گھر میں مہمان ہیں وہ مجھ خود بات کرنا چاہتی تھی۔۔۔

تو میں اسے کیسے اگنور کرتی جبڑے کی درد سے میرب کی پلکیں بھیگی ہوئی تھی۔ مگر شاہ کو صفائی دینا ضروری تھی اس لیے اٹکتے ہوئے اس نے شاہ کو اپنی صفائی پیش کیتھی۔

۔اس دو ٹکے کی لڑکی کو اگنور نہیں کر سکتی تھی مگر شوہر کو کر سکتی۔ شاہ آئندہ نہیں بیٹھوں گی اور نہ ہی اس کے پاس جاؤں گی۔۔ پلیز ایک بار معاف کر دیں وہ بچوں کی طرح ڈری ہوئی معافی مانگ رہی تھی۔۔۔

آئندہ کی بات چھوڑو جو پہلے کہا تھا اس پر عمل کیوں نہیں کیا۔ اس کا جواب دو مجھے۔۔ شاہ غلطی ہو گئی سوری بول تو رہی ہوں۔ آنسوں میرب کے گلے میں اٹکنے لگے تھے۔

۔ تمہارے سوری کرنے سے میرے ضائع ہوئے تین گھنٹے واپس آسکتے ہیں شاہ کو کس بات پر غصہ تھا یہ صرف اس کا دل جانتا تھا۔ مگر اس غصے کا شکار میرب ہو گئی تھی۔

۔شاہ آپ نے بھی تو مجھے دھکا دیا میرے سر پر چوٹ لگ گئی تھی مگر آپ نے سوری کہا تو میں نے آپ کو معاف کر دیا تھا۔میرب نے بڑی معصومیت سے روتے ہوئے کہا تھا۔۔

۔تو اب تم میرے ساتھ مقابلہ کرو گی۔۔شاہ میں نے ایسا تو نہیں کہا وہ گھبرا گئی تھی۔۔شاہ کے غصے کی وجہ اسکے دل میں لگی ہوئی آگ تھی۔یہ بات سوچ کر کہ اس کی بیوی ان لوگوں کے سامنے نوکر بن کر ان کی خدمتیں کرتی پھر رہی ہے۔جو لوگ شاہ کو زہر لگتے تھے پتہ نہیں ان کا وجود اپنی ماں کی وجہ سے وہ گھر میں برداشت کیسے کر رہا تھا۔

۔اب وہ اپنی ماں کو تو کچھ بول نہیں سکتا تھا تو شکنجے میں بیچاری میرب آگئی۔۔



رومان شک دل میں جو آگ تھی وہ میرب کو اس میں جلا رہا تھا۔اس کے سوری کہنے اور من منانے کے بعد اب شاہ کے پاس لڑائی کا کوئی جواز نہیں رہا تھا۔۔مگر شاہ کا غصہ اترنے کا نام نہیں لے رہا تھا اسی غصے میں وہ میرب کی گردن پر جھکا اور پورے زور سے گردن میں اپنے دانت گاڑ دیے۔۔

شاہ کی بے رحم شدت پر میرب کی چیخ تک حلق میں گھٹ کر رہ گئی شاہ کا غصہ اس وقت اس کے دماغ پر بہت حاوی تھا۔

اس کی دردناک چیک سے بھی شاہ پیچھے نہیں ہوا شاہ کے دیے ہوئے زخم سے میرب سسکیاں لے کر رو رہی تھی مگر شاہ اس کی گردن پر جھکا ہوا دانت تو نکال چکا تھا۔

مگر میرب کے نازک سے جسم کی نیچرل مہکتی ہوئی خوشبو شاہ کے نتھنوں سے ٹکرائی تھی۔ جو شاہ کے بھکنے کی وجہ بن گئی جبکہ میرب سسکیاں لے کر رو رہی تھی۔

۔مگر شاہ اس کی گردن میں منہ چھپاتا ہوا جگہ با جگہ اپنے آتشیں لبوں کے لمس چھوڑ رہا تھا۔ اپنے منہ توڑ جذباتوں کے آگے شاہ کو اس وقت میرب کی سسکیاں بھی سنائی نہیں دے رہی تھی۔ اپنا ہاتھ میرب کی کمر میں حائل کر رکھا تھا۔

۔میرب کو اپنی باہوں کے گھیرے میں کسے ہوئے اپنے ساتھ لگا کر اپنے گرم سانسیں اس کے چہرے پر ڈال رہا تھا۔

شاہ کی پھولی ہوئی گرم سانسوں سے میرب کی سانس رک رہی تھی۔۔وہ ڈری ہوئی مجبور اس کے چٹانی سینے سے لگی ہوئی سسک رہی تھی۔

۔مگر وہ پہ رحم میرب کی سسکیاں سن کہاں رہا تھا۔میرب کے بالوں میں منہ چھپائے وہ اپنے دل کی آگ کو ٹھنڈا کر رہا تھا۔جو ان دشمنوں کی وجہ سے اس کے سینے میں لگی ہوئی تھی۔

۔اپنے دل کی آگ کو ٹھنڈا کرنے کے لیے وہ میرب کے قریب سے قریب تر ہوتا جا رہا تھا۔شاہ غصے میں بہکتا ہوا جذباتوں کی لہروں میں ڈوبنے لگا تھا۔

شاہ سے ڈری ہوئی میرب ساکت کھڑی ہوئی تھی۔اس کی سانسیں روانی سے نہیں آ رہی تھی۔دل تھا کہ دھک دھک کر کے ایک الگ ہی دھن تیار کر رہا تھا۔

۔شاہ کا ہاتھ میرب کی کمر پر تھا وہ گہری نظروں سے اسے کے سر پے کو دیکھ رہا تھا۔وہ اپنے ہاتھ سے اس کی اس کی کمر سہلا رہا تھا۔

۔کہ اس کی انگلی سے کچھ ٹکرایا تھا جو کہ میرب کی کرتے کی زپ تھی۔اس کے مخملی جسم کی خوشبو بہکے ہوئے شاہ نے ایک ہی جھٹکے سے زپ کھول دیا تھا۔

۔شاہ کے اس حرکت سے تو میرب سسک ہی اٹھی تھی "شاہ پلیز نہیں۔۔"کیوں نہیں" بالوں سے چہرہ اوپر اٹھاتے ہوئے بہت گمبھیر تا سے بول رہا تھا۔

شاپ پلیز مجھ سے غلطی ہو مجھے جانے دیں آئندہ میں اس مہک کے قریب بھی نہیں جاؤں گی۔شاہ کی دیے ہوئے دانتوں کی تکلیف اور جگہ با جا لمس چھوڑنے کے احساس نے میرب کو ایک انجانے درد اور بے چینی سے دوچار کیا ہوا تھا۔۔



تمہارے منہ سے میں اس کا نام نہ سنوت۔شاہ نے آنکھیں دکھائی تھی۔۔تمہارے لبوں پر صرف اور صرف میرا نام ہونا چاہیے۔وہ اس کی نازک سی پنکھڑی پر جھک کر، اپنے دل کی آگ میں جلتے ہوئے اپنے آتشی لبوں سے اس کی نازک پنکھڑیوں کی قطرہ قطرہ نمی پی کر اپنی پیاس بجھا رہا تھا۔۔

اس کے ہونٹوں کی تپش سے میرب کی نازک پنکڑیاں جلنے لگی تھی شاہ کے دانتوں کے بے رحم وار سے میرب کے نچلے ہونٹ کے کنارے پر کٹ لگ گیا تھا۔

شاہ اس وقت نہ جانے کیوں اتنا بے رحم بنا ہوا تھا۔میر تکلیف سے سسکیاں بھر رہی تھی آنسوں اس کی گالوں سے پھسل کر گردن پر آرہے تھے۔۔

۔مگر شاہ اپنی من کی پیاس بجھانے کے بعد اپنی مرضی سے ہی پیچھے ہوا تھا۔شاہ نے سستی ہوئی میرب کے چہرے پر گہری نظر ڈالتے ہوئے دیکھا تھا۔شاہ پلیز مجھے جانے دیں۔انداز منت کرنے والا تھا۔

کیوں تمہیں میرا نزدیک آنا برا لگ رہا ہے۔پھر دور کیوں جانا چاہتی ہو۔شاہ میں نے ایسا نہیں کہا۔شاہ کے کے ڈر سے نظریں جھکا کر شاہ کے سینے پر گاڑے ہوئی تھی۔

نازک سی میرب کے سامنے لمبے چوڑے رومان شاہ کا کھڑا ہونا اسے ارد گرد سے دیکھنے سے قاصر کر رہا تھا۔ناظریں سیدھی شاہ کے سینے پر ہی جا کر رک رہی تھی۔

۔جب میرے پاس آنے سے اعتراض نہیں تو پھر یہ انکار کیوں جواب طلب نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"شاہ پلیز اس وقت نہیں"۔۔۔ریزن دو۔۔۔ دوٹوک پوچھا۔۔ شش۔۔۔شاہ۔۔میں ابھی تیار نہیں ہوں۔اٹک اٹک کر بولی تھی۔

مجھے اس وقت تماری ضرورت ہے۔

میرب کی گردن پر شاہ کے دانتوں کی چبن بہت زیادہ تھی۔ جلن کیسے نہیں ہوتی شاہ نے پورا غصہ اس کی نازک سی گردن پر اتارا تھا۔۔

اس کی گردن شاہ کے دانتوں کی چھاپ بن گئی۔میرب کے انکار کو نظر انداز کرتے ہوئے شاہ نے اس کا چہرہ دیوار کی جانب گھمایا تھا۔



۔نیچے جھک کر اپنے لب اس کی کھلی زپ سے نظر آتی ہوئی کمر پر رکھ دیے۔شاہ ایک ہاتھ میرب کے پیٹ پر تھا۔اور دوسرے ہاتھ سے شاہ نے زیب والی سلٹ کو کھول کر کندھے کی جانب کر کے پکڑ رکھا تھا۔جس سے میرب کی آدھے سے زیادہ کمر شاہ کی نظروں کی حراست میں تھی۔میرب کے جسم کی خوشبو شاہ کو دیوانہ بنا رہی تھی۔شاہ اس کی کمر پر اپنے لبوں کے تیز تیز لمس چھوڑ رہا تھا۔۔

میرب کے منہ سے بے اختیار سسکیاں نکل رہی تھی۔اس کی خوبصورت کمر شاہ کے دل کو اور بہکا رہی تھی۔شاہ زپ کی سلٹ کو دونوں ہاتھوں سے سائیڈ پر کر کے اس کی خوبصورت کمر پر نظریں گاڑے ہوئے دیکھ رہا تھا۔

اس کا گورا نازک ان چھوا جسم آتشی شاہ کو خود پر ٹوٹنے کی دعوت دے رہا تھا۔ لمس چھوڑتے ہوئے شاہ کے دانتوں کی چبھن میرب محسوس کر کے سسکیاں بھرنے لگی۔۔

۔ شاہ کے لبوں کی گستاخیاں بڑھتی جا رہی تھی۔ میرب کی سانسیں تیز ہونے لگی تھی۔ اس کی چھوٹی چھوٹی دبی دبی سسکیاں پورے روم میں گونجنے لگی تھی۔

۔ میرب کانپ رہی تھی۔ شاہ کے آتشی لبوں سے بچ کر میرب یکدم سائیڈ سے نکل کر شاہ سے دور جا کر کھڑی ہو گئی تھی۔۔

۔ اس کا جسم کانپ رہا تھا اور زپ کے کھلنے سے میرب کی شرٹ بے ترتیب ہو چکی تھی۔۔ جس کو وہ اپنے ہاتھ سے سنبھالنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی شاہ نے نظر اٹھا کر خماری سے بھری ہوئی آنکھوں سے اس کی جانب دیکھا تھا۔۔

۔وہ اپنے قدم میرب کی جانب بڑھا رہا تھا وہ ڈرتی ہوئی اپنے قدم پیچھے لے جا رہی تھی۔اور ساتھ میں اپنا سر نفی میں ہلا کر نہ آنے کا اظہار کر رہی تھی۔۔

وہ انگلی کے اشارے سے اسے پاس بلا رہا تھا۔ میرب۔۔مجھے اس طرح کی مزاحمتیں بالکل پسند نہیں ہیں۔شاہ پلیز مجھے جانے دیں وہ دروازے کی جانب لپکی تھی بنا اپنی حالت کی پرواہ کیے۔

۔میرب شاہ کے انداز سے اس قدر ڈری اور گھبرائی ہوئی تھی کہ اس وقت اسے اپنے لباس کا بھی ہوش نہیں تھا۔شاہ نے دو ہی قدموں میں فاصلہ طے کرتے ہوئے میرب کے ہاتھ کو تھام لیا۔۔

اسے گھماتے ہوئے واپس اپنی مضبوط باتوں کی گرفت میں لے لیا گیا۔مجھے عورتوں کی اس طرح کی مزاحمتیں اور سرکشی بالکل پسند نہیں ہے۔

۔اتنی سی بات تمہاری موٹی عقل میں کیوں نہیں آتی کیوں میرے دماغ کو غلط ٹریک پر چلا رہی ہو، لہجہ بے حد سخت اور کٹیلا تھا۔

۔شاہ نے اتنی سختی سے اس کی کمر پر اپنی انگلیاں رکھ کر دبئ ہوئی تھی کہ میرب کی پسلیوں میں درد ہونا شروع ہو گیا۔۔

۔تم بیوی ہو میری تم پر میرا پورا حق ہے۔اگر میں وہ حق حاصل کرنا چاہتا ہوں۔تو تمہیں کس بات کی تکلیف ہے۔

یہ بات میری سمجھ میں نہیں آرہی اور کہاں ہے تمہارا سر پر چڑھ کر بولتا ہوا عشق۔جو مجھے حاصل کرنا چاہتا تھا۔آج کیوں میری گرفت سے یوں بھاگ کر میری بے قراریوں کو بڑھا رہی ہو۔۔۔

شام کے یہ الفاظ میرب کو لہولہان کر رہے تھے۔میرب شاہ سے ایسی قربتوں کی توقع بالکل بھی نہیں کرتی تھی۔اسے تو شاہ کی محبت چاہیے تھی۔

"یہ لمس جنون نہیں"شاہ جس طرح سے اس کے قریب آرہا تھا اس میں میرب کو محبت کہیں بھی نظر نہیں آرہی تھی۔۔۔

۔صرف اس کے وجود کا لمس جنون تھا جو اسے بہکا رہا تھا۔۔شاہ میں آپ کی بیوی ہوں تو کیا اس طرح زبردستی مجھے۔۔۔

۔وہ کہتے کہتے رکی گئی۔۔۔اس میں زبردستی کہاں سے آ گئی احمق لڑکی کل تک تو تمہیں میرے قریب آنے سے کوئی اعتراض نہیں تھا۔۔۔

۔آج ایسا کیا ہو گیا ہے

۔کہ تمہیں یہ سب کچھ زبردستی لگنے لگا غصے سے آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھ رہا تھا۔۔۔

میرپور شاہ کی لال انکھوں سے خوف آ رہا تھا۔۔۔کیونکہ کل تک مجھے آپ کی آنکھوں میں اپنے لیے پیار نظر آ رہا تھا اور آج مجھے سمجھ نہیں آ رہا کہ آپ کیا کرنا چاہتے ہیں۔۔



میرب شرم سے خود کو سمیٹتے ہوئے شاہ سینے پر زور دے کر پیچھے ہٹی تھی۔ آنکھوں میں آنسوں اور درد تھا۔ آپ مجھے کچھ دنوں کے لیے پلیز جانے دے۔۔

۔کہاں جانے دوں تمہیں۔۔۔غصے سے اس کے قریب آیا۔۔اپنی پاپا کے گھر مجھے کچھ دن کی سپیس چاہیے میں آپ کے اس پل پل بدلتے ہوئے روپ کو نہیں سمجھ پا رہی۔۔۔

میں نہیں ہوں اتنی سمجھدار میرب روتے ہوئے بنا اپنے کپڑوں کی پرواہ کیے صوفے پر جا کر اپنے گھٹنوں میں سر دے کر رونے لگی تھی۔۔۔

۔شاہ نے اپنے دونوں ہاتھ اپنی کمر کی سائیڈوں پر رکھ کر چھت کی جانب منہ کر کے ایک گہری سانس چھوڑی۔اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا تھا کہ اس نے یہ کیا کیا ہے۔۔۔۔

میرب کھلی ہوئی زپ سے صوفے پر گھٹنوں میں سر دیے ہوئے بیٹھی تھی تو اس کی کمر صاف نظر آ رہی تھی۔وہ چلتا ہوا آیا اور میرب کی زب پر ہاتھ رکھ کر بند کرنے لگا تھا، کہ میرب نے دبک کر سر کو اٹھایا تھا۔۔۔

کچھ نہیں کرنے لگا جلاد نہیں ہو زپ بند کرنے لگا ہوں ریلیکس ہو جاؤ۔۔ شاہ آپ یوں کیسے پل پل اپنے روپ بدل لیتے ہیں۔۔۔

میرب نے شکوہ گار آنکھوں سے کہا تھا۔۔ حالات انسان کو بدل دیتے ہیں انسان خود سے کبھی نہیں بدلتا۔۔ انداز میں بہت گہرا تھا۔۔

شاپ پلیز مجھے کچھ دن کے لیے چلے جانے دے۔ میرب جب سے رخصت ہو کر آئی تھی شاہ نے اسے نہیں جانے دیا تھا۔ میرب نے کبھی ضد بھی نہیں کی تھی۔ بلکہ اس نے اپنی ماما پاپا بھائی سب کو سمجھا دیا تھا کہ میں جب بھی آؤں گی اپنی خوشی اور رضامندی کے ساتھ شاہ کے ساتھ آؤں گی اس لیے اسے کوئی مجبور نہ کرے۔



مگر آج میرب بہت منت کرنے والے انداز سے شاہ سے جانے کی اجازت مانگ رہی تھی۔۔
تم۔۔ ابھی نہیں جاسکتی جواب اٹل انداز سے دیا گیا۔۔

وہ زپ بند کر کے پیچھے ہو کر دونوں ہاتھ اپنی کمر پر باندھ کر کھڑا تھا۔شاہ پلیز مجھے جانے دیں مجھے کچھ دن ماما پاپا اور بھائی کے ساتھ رہنا ہے۔۔۔

میں ان سے اداس ہو گئی ہوں پلیز شاہ مجھے جانے دے وہ روتی ہوئی رومان شاہ کے آگے ہاتھ جوڑ رہی تھی۔۔۔

۔میرب تم فی الحال نہیں جا رہی کیونکہ مجھے تمہاری ضرورت ہے۔۔شاہ جب مجھے لگے گا کہ میں آپ کی ضرورت پوری کر سکتی ہوں تو میں آجاؤں گی۔۔۔

میرب کے انداز میں بہت درد تھا اسے لگ رہا تھا کہ شاہ صرف اس سے اپنی قربتوں کے لیے ہی روک رہا ہے جبکہ ایسا نہیں تھا۔۔۔



میرب اتنا مت مجھے میری ہی نظروں میں گراو معافی نہیں مانگوں گا پتہ ہے کہ میں نے تمہارے ساتھ بہت غلط کیا ہے۔۔

جو انداز میں نے تمہارے ساتھ اپنایا وہ ہرگز ایک محبت کرنے والے شوہر کا نہیں تھا۔۔ میرب کی گردن پر شاہ کی نظر پڑ رہی تھی۔ جہاں پر اسی کے دیے گئے نشان موجود تھے۔۔۔

اٹھو تمہاری گردن پر آءنمنٹ لگا دوں۔۔ رہنے دے شاہ مت کریں یہ احسان ایک طرف زخموں پر مرہم لگاتے ہیں اور دوسری طرف خود ہی زخم دیتے ہیں۔۔

۔تمہیں کیا لگتا ہے کہ تم وہاں جا کر پر سکون ہو جاؤ گی۔۔۔میں نے تمہیں جو زخم دینے ہیں وہ میں تمہیں یہاں رکھ کر بھی دے سکتا ہوں اور وہاں آ کر بھی دے سکتا ہوں۔۔۔



۔کوئی مجھے روک نہیں سکتا نہ ہی میں کسی سے ڈرتا ہوں یہ بات ہمیشہ اپنے دماغ میں فکس کر کے رکھنا رومان شاہ کسی سے نہیں ڈرتا۔۔

۔شاہ آپ اپنے الفاظوں پر غور کریں آپ کیا بول رہے ہیں کیا کہہ رہے ہیں مجھے تو لگتا ہے آپ کو خود بھی نہیں پتہ کہ آپ کیا بول رہے ہیں۔۔۔

اور آپ کیا چاہتے ہیں۔۔۔میرے خیال سے مجھے کچھ دیر کے لیے تم سے دور ہی چلے جانے چاہیے۔ اور غصے سے روم کا دروازہ کھولتے ہوئے روم سے باہر نکل آیا تھا۔۔۔

کیونکہ میرب کے آخری الفاظ بالکل سچ تھے کہ اسے خود بھی نہیں پتہ تھا کہ وہ کیا سوچ رہا ہے اور کیا کہہ رہا ہے۔۔

۔بے شک رومان شاہ وہاں پر بہت مضبوط بن کر کھڑا ہوا تھا اس نے نہ مہک کی جانب نظریں اٹھائیں اور نہ ہی اپنے دوسرے گناہ گاروں کی طرف مگر رومان شاہ کے اندر کا رومیوں تڑپ گیا تھا اپنے گنہگاروں کو اپنی نظروں کے سامنے دیکھ کر۔۔۔۔

وہ اپنی ماں کی ادب کی زنجیروں میں جکڑا ہوا کچھ بھی بول تو نہیں سکا تھا مگر اس کے نسوں میں غصہ زہر کی طرح دوڑ رہا تھا۔

۔جن لوگوں نے ان کو بے گھر کیا بے آسرہ کیا دھکے دیے مارا رومان شاہ وہ سب کو کیسے بھول جاتا۔

مہک کو دیکھ کر اسے بار بار رومیوں کی یاد ہی آ رہی تھی مہک کا یوں بار بار اسے دھتکارنا اس کی ہی نظروں میں گرانا اسے نوکر بلانا اسے ہمیشہ کمترین سمجھنا وہ سب کچھ رومان شاہ کے سینے میں آگ لگا رہا تھا۔۔۔



اپنے سب گناہگاروں کے الفاظ اس کے کانوں میں آج بھی گونج رہے تھے۔وہ نہ تو بھولنا چاہتا تھا اور نہ بھول پا رہا تھا۔

اس نے اپنی اس نفرت کو اتنے سالوں تک اپنے اندر پال کر رکھا تھا یوں ہی تو نہیں اس نے رومیوں سے رومان شاہ تک کا سفر طے کر لیا تھا۔۔۔

۔اپنے گنہگاروں کا سارا غصہ اس نے بے گناہ میرب پر نکالا تھا۔یہ بھی تکلیف رومان شاہ کے دل کے اندر پیوست ہو گئی تھی۔کہ اس نے میرب کے ساتھ جو کیا وہ بے حد غلط تھا۔۔۔۔

آخر رومان شاہ ایک باضمیر انسان تھا ایسا نہیں تھا کہ اسے اپنی بیوی کی عزت اور اس کی آبرو کی فکر نہیں تھی۔وہ غصے میں پاگل ہوا نہ جانے میرب کے ساتھ کیسے یہ سب کچھ کر گیا تھا۔۔۔

۔وہ بڑے بڑے قدم بڑھاتا ہوا چھت پر آکر کھڑا ہو گیا تھا۔۔ چھت پر اپنی رکھی ہوئی سگرٹ کی ڈبیا کو اٹھا کر اس نے سگریٹ سلگا کر منہ میں ڈالا۔۔۔

۔یہ ڈبیا چھت پر رکھنے کا مطلب یہی تھا جب کبھی رومان شاہ اپنے اندر کے دکھی رومیوں سے روبرو ہو کر ملنا چاہتا تو درد اتنا بڑھ جاتا تھا کہ اسے اس دھوئیں کی ضرورت پڑتی تھی۔۔۔

۔ایک کے بعد ایک سگرٹ وہ سلگائے جا رہا تھا۔وہ ایک ہاتھ کمر پر باندھے دوسرے ہاتھ سے سگرٹ کے کش لگا رہا تھا۔اور نظریں کھلے آسمان پر چمکتے ہوئے چاند پر تھی۔۔۔

۔چاند کے داغ کو دیکھ کر اسے میرب کی یاد آئی کہ اس نے بھی اس کی خوبصورت چاند جیسی گردن پر کیسے ظالم بن کر نشان دے دیا۔ جبکہ اس کی کوئی غلطی بھی نہیں تھی۔

وہ پاگل تو مجھ سے اتنا پیار کرتی ہے۔۔کیوں میں مہک کا غصہ میرب پر نکال رہا ہوں۔ کیا میرب یہ سب ڈیزرو کرتی ہے وہ خود سے ہی سوال کر رہا تھا۔۔۔

۔جب اسے اپنے پیچھے قدموں کی چاپ سنائی دی تھی۔۔۔میرب تم چلی جاؤ مجھے فلحال تم سے کوئی بات نہیں کرنی۔۔میرا دماغ تھوڑا ٹھنڈا ہو جائے گا تو میں روم میں آکر تم سے بات کروں گا وہ بنا پلٹ کر دیکھے ہوئے بولا تھا۔۔۔

"رومیوں میں ہوں" اتنے سالوں کے بعد بھی اس کی آواز کو پہچاننے میں رومان شاہ غلط نہیں ہو سکتا تھا ۔یہ مہک کی آواز تھی رومان شاہ نے پلٹ کر دیکھا۔۔۔

۔تم یہاں کیا کر رہی ہو رومان شاہ نے زہریلی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ تم سے ملنے آئی ہوں رومیوں تم نے تو ہال میں مجھے بالکل نظر انداز کر دیا تھا۔۔۔

وہ فل بلیک کلر کا سوٹ پہنے ہوئے کھڑی تھی ڈیپ گلا پشت پر لٹکتی ہوئی بیک ڈیپ گلے کی ڈوریاں ---ہاف بازو کسی ہوئی قمیض--تنگ کیپری اور گلے میں دوپٹے نام کی کوئی چیز موجود نہیں تھی---

مہک کا لباس آج بھی ویسا ہی تھا جیسا اتنے سالوں پہلے ہوا کرتا تھا-رومیوں کو کل بھی اس کا لباس ناپسند تھا اور آج بھی ناپسند تھا--ناگواری سے رومان شاہ نے اپنی نظریں اس کے جسم سے ہٹائی جو اس وقت کسی بھی مرد کو لبھانے کا سامان لگ رہی تھی----

-اس کا پورا بدن کالے لباس سے واضح چھلک رہا تھا-اس کے انداز سے تو ایسا لگ رہا تھا کہ جیسے وہ ایسا حلیہ جان بوجھ کر بنا کر آئی تھی رومیوں کو جیتنے کے لیے--

کم سے کم کسی غیر مرد کے سامنے آنے سے پہلے اپنے کپڑوں کا تو لحاظ کر لیا کرو اور نہیں تو سر پہ دوپٹہ ہی لے لیتی شاید وہ تمہاری اس بے شرمی والے کپڑوں کو چھپانے میں کار آمد ثابت ہو جاتا---

۔سیدھا سیدھا تنز کیا گیا تھا۔۔رومیوں تم میرے لیے غیر تو نہیں ہو لہجہ لبھانے والا تھا۔رومیوں نہیں رومان شاہ کہوں رومیوں تو اسی دن اسی وقت ہی مر گیا تھا۔جس دن تمہارے باپ تمہاری ماں اور تم نے اور تم نے مل کر مجھے بعزت کر کے نکالا تھا۔۔

۔آج جو تمہارے سامنے کھڑا ہے وہ رومان شاہ ہے گردن اور سینہ تان کر بول رہا تھا۔۔رومیوں پرانی باتیں چھوڑ دونا۔

۔ہمیں ہمارے کیے کی سزا مل گئی ہے رومیوں مجھے آج بھی وہ دن یاد ہیں جب تم مجھ پر مرا کرتے تھے تم کتنا پیار کرتے تھے مجھ سے میں ہی پاگل تمہارے پیار کی قدر نہیں کر سکی۔۔۔



۔مجھے آج بھی یاد ہے تمہاری وہ تلاش کرتی ہوئی نظریں جو پورے گھر میں مجھے ڈھونڈتی تھی۔میں نہیں بھولی وہ وقت جب تم میری ایک جھلک دیکھنے کے لیے سارا سارا دن میرے ہی کالج کے سامنے کھڑے رہتے تھے۔۔

۔مجھے یاد ہے جب تم صبح سویرے غلاف کے پھولوں کا گلدستہ بنا کر میرے لیے لے کر آتے تھے ۔کتنے کانٹے تمہارے ہاتھوں میں چبھ جاتے تھے مگر پھر بھی تم ہر روز میرے لیے وہ گلابوں کا گلدستہ ضرور لے کر آتے تھے۔۔۔

میں ہی پاگل اور نہ سمجھ تھی جو تمہارے پیار کی قدر نہیں کر سکی اور مجھے میرے کیے کی سزا مل چکی ہے۔۔۔

۔پلیز رومیوں مجھے پھر سے اپنا لو میں وعدہ کرتی ہوں میں پوری کی پوری بدل جاؤں گی تم جیسا چاہو گے میں ویسی بن جاؤں گی۔۔۔

۔پہلے تو صرف تم مجھ سے محبت کرتے تھے اب تو میں بھی تم سے محبت کرنے لگی ہوں۔ جس دن سے میں نے تمہیں دیکھا ہے مجھے ایک پل سکون نصیب نہیں ہوا۔۔۔

۔رومیوں تم تو مجھ سے اتنی محبت کرتے تھے نا اسی محبت کے صدقے مجھے معاف کر دو وہ چھوٹے چھوٹے قدم لیتی ہوئی اس کے بے حد نزدیک آکر اس کے سینے پر ہاتھ رکھے ہوئے تھی۔۔

بے حد قریب ہو کر چہرہ اوپر کو کر کے اسے دیکھ رہی تھی رومان شاہ کا دل چاہ رہا تھا کہ اسے بالوں سے پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے خود سے دور کرے۔ مگر وہ اس کے گھٹیا پن اور بے غیرتی کا لیول دیکھنا چاہتا تھا۔۔

۔کہ ایک عورت پیسے کو دیکھ کر کتنا گر سکتی ہے اس لیے مٹھیاں کمر پر میچے ہوئے چپ کھڑا ہوا تھا۔۔۔دیکھو میری طرف رومیوں میں آج بھی وہی مہک ہوں جسے تم پاگلوں کی طرح پیار کرتے تھے۔۔۔

بالکل اس کے سینے کے ساتھ چپکی ہوئی کھڑی تھی۔رحمان شاہ کا کسرتی سینا اور اس کے جسم سے اڑتی ہوئی مہنگے کلون کی خوشبو مہک کو اس کے قریب سے قریب تر لے جا رہی تھی۔۔۔



ooooooo

۔میرب جو رومان شاہ کہ اتنے غیر رویے کے باوجود شاہ کے لیے پریشان ہو رہی تھی ۔۔کہ شاہ پتہ نہیں کہاں ہے کب سے نکلے ہیں وہ شاہ کو ڈھونڈتی ہوئی چھت پر آئی تھی مگر چھت سے آتی ہوئی مدھم آوازوں کو سن کر وہیں پر رک گئی تھی۔۔۔

اور سامنے جو منظر اس نے دیکھا تھا اس سے اس کا سر چکرانے لگا تھا۔اور جو الفاظ مہک بول رہی تھی وہ سن کر تم میرب کو لگا کس کے کانوں میں کوئی پگھلا ہوا سیسہ انڈیل رہا ہے۔۔۔

میرب کے دل سے سسکی نکلی تھی اس کا دل ٹوٹا تھا۔دل ٹوٹنے کی آواز سسکی بن کر اس کے منہ سے نکلنے ہی والی تھی اس نے اپنے منہ پر ہاتھ رکھ کر دل ٹوٹنے والی سسکی کا دم توڑ دیا تھا۔۔۔

۔وہ دیوار کے ساتھ لگ کر گلے میں آنسوں اتار گئی جھانکتے ہوئے اس نے دیکھا تھا۔وہ کیسے شاہ کے سینے سے لگی ہوئی کھڑی تھی۔

اور شاہ بھی کچھ بول نہیں رہا تھا میرب کا دل ٹوٹ گی۔ارومان شاہ کے لیے اس کے دل میں نفرت سی آگئی تھی۔

۔جو میرب کبھی اپنا ڈریس ریپیٹ نہیں کرتی تھی اس کا شوہر کسی اور کا ریپیٹ کیا ہوا تھا یہ سوچ کر کہ جسم میں آگ لگنے لگی تھی نسیں غصے سے پھٹنے لگی تھی۔۔۔

۔ وہ دبے قدموں سیڑھیوں سے بڑے بڑے قدم بھرتی ہوئی روم کی جانب بھاگ رہی تھی۔ پاگلوں کی طرح بھاگتے ہوئے وہ راستے میں پڑی ہوئی ٹیبل سے ٹکرائی تھی۔۔۔۔

پاؤں کے کہ انگوٹھے کا ناخن ٹوٹ گیا تھا مگر اس کے دل میں جو درد تھا وہ اس درد کے سامنے یہ کچھ نہیں تھا اسے احساس بھی نہیں ہوا کہ اس کے پاؤں سے خون نکل رہا ہے۔۔۔

وہ گر کر اٹھی پھر سے بھاگتی ہوئی روم کا دروازہ کھول کر اندر آگئی۔۔۔بیڈ پر آکر اوندھے منہ گری۔ وہ اپنے منہ پر ہاتھ رکھ کر سسکیاں بھر رہی تھی۔۔۔جب کہ اس کا دل کر رہا تھا کہ وہ چیخ چیخ کر روئے۔۔ پورے گھر کو اپنے سر پہ اٹھالے۔۔منہ کو زور سے الٹا لیٹے ہوئے تکیے میں گھسایا ہوا تھا تا کہ اس کی سکیاں باہر نہ نکلیں۔۔۔



○○○○○○○○

تم جیسی گھٹیا عورت میں نے اپنی زندگی میں نہیں دیکھی تمہاری وجہ سے میرا ہر عورت سے میرا اعتماد اٹھ گیا تھا۔۔

۔رومان شاہ۔ے اسے دھکا دیتے ہوئے خود سے الگ کیا تھا۔دھکا دینے سے وہ زمین پر گری تھی مگر وہ بھی مہک تھی جس میں شرم نام کی کوئی چیز نہیں تھی۔۔۔

۔جو اپنے مفاد کے لیے تو کچھ بھی کر سکتی تھی آخر انسان کی فطرت کبھی نہیں بدلتی یہ مہک کو دیکھ کر اندازہ لگایا جا سکتا تھا۔۔۔

۔مہک واپس سے اٹھتی ہوئی رومان شاہ کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اس کے سینے سے لگ گئی۔۔رومیوں تم میرے ساتھ ایسا نہیں کر سکتے تم مجھ سے پیار کرتے ہو۔۔۔

۔میں بھی تو آج تم سے بہت پیار کرتی ہوں گھٹیا عورت تم مجھ سے نہیں میرے پیسے سے پیار کرتی ہو رومان شاہ اسے دھتکار کر خود سے الگ کیا تھا۔

۔نہیں میں تم سے پیار کرتی ہوں اور کہیں نہ کہیں یہ سچ بھی تھا کہ رومان شاہ کی خبر صورت پر سنلٹی کو دیکھ کر مہک اس پر مر مٹی تھی۔۔۔

وہ ہر حال میں رومان شاہ کو حاصل کرنا چاہتی تھی۔۔۔میں تم سے پیار نہیں کرتا۔جو تم سے پیار کرتا تھا وہ بے وقوف رومیوں تھا جس سے لوگوں کی پہچان نہیں تھی۔۔۔

اور میں رومیوں نہیں رومان شاہ ہوں جسے تم جیسے چہروں کی بہت اچھی طرح سے پہچان کرنی آتی ہے ۔۔غصے سے بھری رعبدار آواز کہا۔۔۔

۔رومیوں بھی مجھ سے پیار کرتا تھا اور رومان شاہ بھی مجھ سے ہی پیار کرے گا تم کل بھی میرے تھے اور آج بھی میرے ہو۔۔۔۔

اس کی اداؤں میں اپنے حسن کا غرور تھا اسی غرور میں وہ رومان شاہ پر اپنا حق جتا رہی تھی۔۔۔غلط رومان شاہ صرف اور صرف میرب کا ہے۔اور رومان اپنی بیوی کے علاوہ کسی دوسری عورت کو خود پر حرام سمجھتا ہے۔۔



۔جس کا حکم میرا رب بھی دیتا ہے میرے پاس میرا جائز رشتہ ہے مجھے تمہارے منہ لگنے کی ضرورت نہیں۔۔ تمہاری شکل دیکھ کر مجھے نفرت ہوتی ہے نفرت۔رومان شاہ کے ایک ایک انداز سے مہک کے لیے نفرت نظر آرہی تھی۔

رومیوں ہمارے درمیان تمہاری وقتی بیوی کی کوئی جگہ نہیں ہے۔رومان شاہ کو گریبان سے پکڑتی ہوئی اپنا حق جتارہی تھی۔۔۔

۔بکواس بند کرو اپنی گھٹیا زبان سے میری بیوی کا نام لینے کی بھی کوشش کی تو زبان گدی سے کھینچ لوں گا۔اور دوبارا میرے گریبان پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش بھی مت کرنا۔تمہارے ہاتھ کو اکھیڑ کر رکھ دوں گا۔مجھے لاچار رومیوں مت سمجھنا۔۔

۔اور اپنے اس گھٹیا وجود کو مجھ سے دور رکھو پھر سے پاس آکر کھڑی مہک کو شانے دھکا دیتے ہوئے پیچھے کیا۔۔

۔ہوںں۔۔بیوی۔۔۔وہ بالکل بھی تمہارے لیول کی نہیں ہے۔بے وقوف بچوں جیسی حرکتیں ہیں اس کی۔

کہیں سے بھی وہ میچور لگتی ہے تمہارے قابل ہی نہیں۔۔ تمہارے سامنے بچی لگتی ہے وہ۔۔۔

۔ہاں وہ مجھ سے عمر میں کم ہے مگر وہ مجھ سے اتنا پیار کرتی ہے کہ میرے لیے اپنی جان دے سکتی ہے۔ رومان شاہ نے فخر سے بولا تھا۔ اگر وہ بچی ہے تو اسے سنبھالنے کے لیے میں ہمیشہ اس کے ساتھ ہوں۔۔۔

۔ پوری زندگی اس کے نخرے اٹھاتے رہنا کیونکہ وہ تمہاری عمر سے بہت چھوٹی ہے وہ کبھی بھی تمہارے معیار پر پوری نہیں اتر سکتی۔۔ کہا تم فلاد جیسے مرد اور کہاں وہ پھول چڑھی کہیں سے بھی اس کا اور تمہارا میچ نہیں ہے۔۔۔۔۔

مہک نے بھی قسم کھائی تھی کہ آج وہ ہر حربہ اپنائے گی رومان شاہ کو پھر سے اپنے قریب کرنے کا۔۔

۔اس کا اور میرا میچ ہے یا نہیں یہ مجھے تمہیں بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔۔ "ہونوں۔۔۔ میچ تو میں نے دیکھ ہی لیا ہے اگر تال میل اتنا اچھا ہوتا اتنی ہی انڈرسٹینڈنگ ہوتی تم دونوں میں تو اس وقت یہاں پر کھڑے ہوئے سگرٹ نہیں پھونک رہے ہوتے۔۔۔

آنکھیں گھماتے ہوئے طنز کر رہی تھی۔۔۔تم اپنے بارے میں سوچو تم کیا ہو۔ تمہیں تو تمہارے شوہر نے اپنی زندگی سے نکال باہر کیا ہے۔۔۔

اور تم آئی ہو میری زندگی کو جج کرنے میری ماں کا احسان سمجھو کہ تم گھٹیا لوگوں کو اس گھر میں رکنے کی اجازت دی گئی ہے۔۔۔۔اور دوبارہ اگر تم میرے سامنے آئی تو تمہارا منہ توڑ دوں گا۔۔

شاہ اسے دھتکار کر پیچھے کرتا ہوا۔ سیڑھیوں پر بڑے بڑے قدم رکھتا ہوا نیچے اتر گیا۔۔۔

oooooo

شاہ روم کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا رات کے تقریبا دو بجنے والے تھے۔۔میرب بیڈ کی دوسری جانب چہرہ کیے ہوئے کمبل اوڑھ کر لیٹی ہوئی تھی۔۔۔

شاہ کو لگا کہ شاید وہ سو گئی ہے اس لیے آہستہ سے اپنی کبڑ سے نائٹ سوٹ نکالتے ہوئے واش روم کی اندر چلا گیا۔۔۔میرب جو جاگ رہی تھی۔۔

۔روروکر اس کی آنکھیں سوجھی ہوئی تھی اس کی آنکھوں کے سامنے سے وہ منظر جا ہی نہیں رہا تھا جس طرح سے مہک شاہ کے سینے کے ساتھ لگی ہوئی تھی۔۔۔

اور جو باتیں وہ کر رہی تھی وہ میرب کے دماغ سے نکلنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی آخر کیسے نکلتی وہ باتیں بھولنے لائق تھی بھی تو نہیں۔۔۔

تم ابھی جاگ رہی ہو رمان شاہ واش روم سے باہر آیا تو اس کی نظر ملتے ہوئے میرب کے وجود پر پڑی تھی۔۔۔میرب تم اب تک رو رہی ہو۔۔وہ ٹاول کو رکھتے ہوئے میرب کی جانب قدم بڑھاتے ہوئے پاس آیا۔۔

۔سوری یار ابھی تک اس بات کو لے کر روئی جا رہی ہو سوری آئندہ نہیں ہو گا ایسا کچھ بھی میں غصے میں تھا۔۔۔

۔اس لیے سارا غصہ یار تم پر نکل گیا آئی ایم ریلی ریلی سوری شاہ نے اپنا ہاتھ میرب کی گال پر رکھنا چاہا تھا وہ میرب کے پاس بیٹھ گیا۔۔۔

۔دور۔۔۔۔ہٹے مجھ سے میرب نے شاہ کو دھکا دے کر کے پیچھے کیا اور خود بیڈ پر پیچھے کو سرکتی ہوئی بیٹھ گئی تھی۔اس کا رویہ بالکل بھی نارمل نہیں تھا جس کو شاہ نے نوٹ کیا تھا۔۔۔

۔کیونکہ میرب کی اتنی اوقات نہیں تھی کہ وہ اتنی اونچی آواز میں رومان شاہ سے بات کرتی۔۔۔۔حواس تو قائم ہے تمہارے کس بدتمیزی سے مجھ سے بات کر رہی ہو یہ کیا طریقہ تھا مجھے پیچھے کرنے کا شاہ کا اشارہ دھکے کی طرف تھا۔۔۔

۔آپ مجھے طریقے مت سمجھائیں آج سب طریقے مجھے سمجھ میں آگئے ہیں۔۔۔کیا ہو گیا ہے تمہیں منہ سے کچھ بولو گی۔۔۔مجھے آپ سے کچھ نہیں کہنا وہ غصے سے لال ہوتی ہوئی اپنے آنسوں کو بڑی بے دردی سے ہاتھوں کی پشت رگڑ کر صاف کرتے ہوئے بیٹھتے اتر گئی۔۔۔

وہ سو کی سپیڈ سے روم سے باہر جا رہی تھی۔رومان شاہ نے پیچھے سے زبردستی پکڑ کر اسے کھینچتے ہوئے اپنے ساتھ لگایا تھا۔۔۔

ورنہ وہ اب تک دروازہ کھول کر باہر جا چکی ہوتی۔

رومان شاہ۔۔۔ کہاں جارہی ہو

میرب۔۔۔ کہیں بھی جاؤں آپ کو اس کا مطلب۔۔

رومان شاہ۔۔۔اس بکواس کی وجہ۔۔۔

میرب۔۔۔ میری ہر بات بکواس ہی ہے میرب خود بھی ایک بکواس ہے۔۔۔

رومان شاہ۔۔۔اب منہ سے کچھ بولو گی کہ تم یہ جل ککڑی کیوں بنی ہوئی ہو۔

میرب۔۔۔۔میرا دماغ خراب ہو گیا ہے اس لیے۔۔

رومان شاہ۔۔۔دماغ خراب ہونے کے لیے دماغ کا ہونا بے حد ضروری ہے۔۔

میرب۔۔۔۔ہاں اگر دماغ ہوتا تو میں نے آپ سے پیار کرنے کی خطا کیوں کرنی تھی۔

رومان شاہ۔۔۔۔اب تو خطا کر بیٹھی ہو نا اب تو کچھ نہیں ہو سکتا۔

میرب۔۔۔۔۔ہو سکتا ہے۔

رومان شاہ۔۔۔۔کیا ہو سکتا ہے۔

میرب۔۔۔میں اب آپ کے ساتھ نہیں رہ سکتی آپ کو چھوڑ کر ہمیشہ کے لیے چلی جاؤں گی۔۔ یہ ہو سکتا ہے۔

رومان شاہ۔۔۔جا کر دکھاؤ اگر تمہاری جان نہ نکال لوں تو۔۔

میرب۔۔۔جو بھی کرنا ہے کرلیں میں اب آپ کے ساتھ نہیں رہوں گی۔

رومان شاہ۔اپنی مرضی سے زبردستی میری زندگی میں تم شامل ہوئی تھی اب تو صرف میری زندگی سے تمہیں موت ہی نکال سکتی ہے۔۔



میرب۔۔۔۔۔تو ٹھیک ہے آپ سے دور جانے کے لیے مجھے موت بھی قبول ہے۔۔

رومان شاہ۔۔۔میری اجازت کے بغیر تمہیں مرنے کی بھی اجازت نہیں ہے۔مرنے کی بھی اجازت نہیں ہے۔

میرب۔۔۔ آپ کے ساتھ رہنے سے تو مر جانا زیادہ بہتر ہے میری سانسیں گھٹ رہی ہیں آپ کے پاس ہونے سے۔شاہ زبردستی اسے اپنی باہوں میں کسے ہوئے تھا ورنہ میرب کسی بھی لمحے روم سے باہر جاسکتی تھی اس کا غصہ دیکھ کر شاہ حیران تھا۔۔میرب کے اندر اتنا زہر کہاں سے آیا تھا وہ سوچ جارہا تھا۔۔۔



knofficial9@gmail.com

پلیز مجھے جانے دے ورنہ میں خود کو کوئی نقصان پہنچالوں گی وہ چیخی تھی۔۔۔

۔جانے دوں گا پہلے مجھے بتاؤ کہ تمہیں کیا ہوا ہیں تب تک تم میری باہوں کی حراست سے نہیں نکل سکتی۔جب تک اپنا منہ نہیں کھولو گی۔۔۔شاہ میں چھت پر آئی تھی جب آپ محبت کی داستان ایک دوسرے کے گلے لگ کر سنا رہیں تھے۔۔

۔اب شاہ کو ساری بات سمجھ میں آچکی تھی میرب کا اس طرح سے تڑپنا اس کو سمجھ میں آرہا تھا کہ اس وقت وہ کیا محسوس کر رہی ہے۔۔۔



شاہ۔۔ آپ کبھی میرے تھے ہی نہیں۔میرب روتے ہوئے تڑپ کر شاہ کو خود سے دور دھکیل رہی تھی۔۔۔جبکہ شاہ زبردستی اس کے پاس ہو کر اسے سینے سے لگا کر سمیٹنا چاہتا۔۔۔

تم اس وقت بہت زیادہ سوچ رہی ہو۔تھوڑی نارمل ہو جاؤ بیٹھ کر بات کریں گے۔۔

نہیں شاہ کوئی بات نہیں ہو گی سب کچھ ختم ہو گیا ہے تو بات کیوں کرنی ہے۔۔

۔

میرب تو پاگل تھی ہمیشہ سیراب کے پیچھے بھاگتی رہی جو کبھی حقیقت میں تھا ہی نہیں۔وہ ہاتھ اٹھا اٹھا کر پاگلوں کی طرح بولے جا رہی تھی۔۔

۔اس کے رونے میں اتنا درد اور تڑپ دی کہ رومان شاہ بار بار اسے ہاتھ سے پکڑ کر اپنی باہوں میں سمیٹ رہا تھا۔۔

۔تمہارا شاہ صحراب نہیں تھا بے وقوف لڑکی وہ کل بھی تمہارا تھا آج بھی تمہارا ہے۔۔۔
تمہیں سب کچھ بتادوں گا فی الحال یوں رو رو کر خود کو ہلکان مت کرو۔پک پک کر کے اپنے ہی دماغ کو پکا رہی ہو۔۔۔



۔ہاں ہاں تو کہا ہے نا میں پاگل ہوں بے وقوف ہوں نہ سمجھوں۔۔۔اب مجھے جانے دیں آپ کے پاس اتنی خوبصورت چوائس موجود ہے تو پھر آپ کیوں میرے ساتھ اپنا قیمتی وقت ضائع کر رہے ہیں۔۔۔,

اس کا چہرہ آنسوں سے بھیگا ہوا تھا وہ اپنے آپے باہر ہوتی ہوئی اپنے بالوں کو پکڑ کر کھینچ رہی تھی۔

۔میرب میرب حوش میں آؤ پاگل ہو گئی ہو۔شاہ اس کے دونوں ہاتھ زبردستی سختی سے پکڑے ہوئے کھڑا تھا۔۔

۔کیونکہ وہ خود کو نقصان پہنچا رہی تھی اپنے منہ پر تھپڑ مار مار کر اس نے اپنی خوبصورت چہرے پر بے شمار نشان بنا دیے۔۔اس کی خوبصورت مخملی چہرے پر اس کی انگلیوں کی چھاپے واضح نظر آ رہی تھی۔

۔شاہ میرے ہاتھ چھوڑ دیں۔۔وہ اپنے ہاتھوں کو کھینچ رہی تھی۔ چھوڑ دوں گا پہلے وعدہ کرو کہ خود کو وہ نقصان نہیں پہنچاؤں گی۔میرب کیوں پاگلوں کی طرح خود کو اذیت پہنچا رہی ہو۔۔۔

۔میں پاگل ہوں۔۔وہ ہنس رہی تھی۔ آپ کے دل میں کسی اور کی محبت مجود تھی اور مجھے پتہ ہی نہیں چلا۔۔کتنی بڑی پاگل ہوں میں۔۔

۔آپ میرب کے کبھی نہیں تھے مجھے پتہ ہی نہیں چلا۔۔میں تو ہمیشہ یہی سوچتی رہ گئی کہ آپ کا مزاج مجھ سے بہت مختلف ہے۔میرا رہن سہن آپ جیسا نہیں۔میں ویسٹن کپڑے پہنتی ہوں یہی سارے ریزن ہیں کہ آپ مجھے پسند نہیں۔

میرب تو خود کو آپ کے قابل ہی بناتی رہ گئی۔مگر اصل حقیقت تو کچھ اور ہی تھی جسے میں بے وقوف سمجھ ہی نہیں سکی۔۔۔

ہاہا۔وہ پاگلوں کی طرح روتے ہوئے ہنسنے لگی تھی۔آپ کو پتہ ہے کہ میں یونیورسٹی میں خود کو بہت سمارٹ سمجھتی تھی۔مجھے لگتا تھا کہ میں لوگوں کو ایک نظر دیکھ کر سمجھ جاتی ہوں کہ سامنے والے کے دل میں کیا چل رہا ہے۔۔۔

اصل میں میرب کتنی بڑی بے وقوف تھی یہ تو مجھے آج پتہ چلا ہے۔۔۔

۔میرب مجھے کچھ بولنے کا موقع دو گی تو میں تمہیں کچھ سمجھاؤں گا۔۔رومان شاہ میرب کی حالت دیکھ کر بہت گھبرایا ہوا تھا۔میرب اپنے حواسوں میں نہیں تھی۔۔

۔اچھچھچا آپ کو میرے موقع کی ضرورت ہے۔تو میں آپ کو موقع دے تو رہی ہوں۔ میں تو جا رہی ہوں نا آپ کو چھوڑ کر ہمیشہ کے لئے۔ آپ کو آزاد کر کے آپ میری طرف سے آزاد ہیں جیسے چاہے رہ سکتے ہیں۔میں نے تو آپ کی آزادی ہی چھین لی۔

۔میں زبردستی آپ کی زندگی میں شامل ہو گئی۔ مگر آپ پریشان نہ ہو میں جیسے آئی تھی ویسے ہی آپ کی زندگی سے چلی جاؤں گی۔

۔اس سے زیادہ میں آپ کو اور کیا موقع دوں۔۔ آپ خوشی خوشی اپنی زندگی اپنی جان اپنی بچپن کی محبت آپ کا خوبصورت عشق مہک اس کے ساتھ ایک محبت بھری زندگی گزارنا۔

جس کے لیے آپ نے میری محبت کو دھتکارا مجھے کبھی اپنے دل میں جگہ نہیں دی۔۔اتنی سی جگہ بھی نہیں دی وہ روتے ہوئے انگلی کے ہاف پورے کی طرف اشارہ کر رہی تھی۔۔۔

۔کبھی میری طرف محبت سے نہیں دیکھا کیسے دیکھتے آپ کے دل کا جام تو مہک کی محبت سے بھرا ہوا تھا۔ساری محبت تو آپ اس کے نام کر چکے تھے۔اس محبت سے بھرے ہوئے جام میں میرب کے لیے تو جگہ ہی نہیں تھی۔۔۔

وہ سسک سسک کر روتے ہوئے اپنے ہاتھوں سے الٹے سیدھے اشارے کر رہی تھی۔۔شاہ کتنی خوش قسمت ہے ناں مہک جس کو آپ نے پیار کیا جس کو آپ نے چاہا۔۔

۔میرب ہمیشہ حقیقت وہ نہیں ہوتی جو انسان کو دکھائی دیتی ہے ہر تصویر کے دو پہلو ہوتے ہیں۔تم صرف ایک ہی پہلو پر اپنا فیصلہ نہیں کر سکتی۔کیوں خود کو۔تکلیف دے رہی۔۔۔

۔شاہ تکلیف لفظ بہت چھوٹا ہے میرب کو تو مر جانا چاہیئے وہ کبھی روتے روتے ہنستی تھی اور کبھی ہنستے ہنستے رونے لگتی۔ ششششش۔خبر دار اگر دوبارہ اپنے منہ سے ایسا لفظ نکالا تو۔ اسکے دل میں درد کی اک ٹیس اٹھی تھی شاہ نے میرب کے لب پر اپنی انگلی رکھتے ہوئے کہا تھا۔۔۔

میں اپنے منہ سے ایسے ہی الفاظ نکالوں گی۔ بلکہ میں کر کے دکھاؤں گی میری زندگی میں جو کچھ مرضی کروں وہ شاہ کا ہاتھ اپنے منہ سے ہٹاتے ہوئے آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر نہ ڈر ہو کر بولی۔۔

میرب تمیز سے بات کرو مجھے عورتوں کا اس انداز میں بات کہنا بالکل پسند نہیں ہے لہجہ سخت ہوا تھا شاہ کا۔۔

کوئی بات نہیں اگر آپ کو میرا لہجہ پسند نہیں ہے۔ آپ کو تو میں ہی پسند نہیں ہوں تو پھر کیا فرق پڑتا ہے میں جس بھی لہجے جس بھی انداز سے بات کروں۔ آج میرب کی آنکھوں میں ڈر نہیں صرف درد اور آنسو تھے۔۔۔

میرب میں تمہارے ہر سوال کا جواب دینے کے لیے تیار ہوں تمہاری ہر بات سر آنکھوں پر مگر میں بدتمیزی برداشت نہیں کروں گا۔۔۔



تو شاہ کس نے کہا ہے کہ آپ میری بدتمیزی کو برداشت کریں۔ آپ کی کوئی مجبوری نہیں ہے مجھے برداشت کرنا۔۔

مجھے ابھی اور اسی وقت یہاں سے جانا ہے مجھے رہنا ہی نہیں ہے آپ کے ساتھ تو پھر بد تمیزی کرنے یا سہنے کا تو جواز ہی پیدا نہیں ہوتا۔۔۔

آنسوؤں سے بھری ہوئی آنکھوں سے شاہ کو پیچھے کرتی ہوئی۔الماری سے بیک نکال کر بیڈ پر کھول کر رکھ دیا تھا۔اور تیزی سے اپنی کبرڈ سے کپڑے نکالتے ہوئے اس میں بھرنے لگی تھی۔۔۔

تم یہاں سے نہیں جا سکتی۔۔کیوں نہیں جا سکتی کیا آپ نے مجھے خرید لیا ہے۔۔تم یہی سمجھو کہ میں نے تمہیں خرید لیا ہے تم اب میری ملکیت ہو۔۔۔میرب کوئی پراپرٹی یا سامان نہیں ہے جسے آپ نے خرید لیا ہے میں جیتی جاگتی انسان ہوں۔۔

اور لاوارث بالکل نہیں ہوں جو آپ میرے ساتھ جیسا چاہے سلوک کر سکتے ہیں۔۔تم میری پراپرٹی بھی ہو اور میں جیسا چاہوں تمہارے ساتھ سلوک بھی کر سکتا ہوں۔۔۔

اگر تمہاری اتنی بکواس برداشت کر رہا ہوں، تو اس کا ہر گز یہ مطلب نہیں ہے کہ تمہارے منہ میں جو بھی آئے گا تم بکتی چلی جاؤ گی۔۔۔شاہ نے غصے سے میرب کو جبڑے سے پکڑ کر کمر میں ہاتھ ڈالتے ہوئے اپنے قریب کر لیا۔۔۔

شاہ آپ یوں غصہ کر کے یا آنکھیں دکھا کر مجھے ڈرا نہیں سکتے۔جو میرب آپ سے ڈرتی تھی۔وہ آپ سے بہت پیار کرتی تھی۔۔وہ آپ کو کھو دینے کے ڈر سے ڈر جاتی تھی۔اس لیے آپ سے زبان درازی نہیں کرتی تھی۔۔

مگر میں نہ تو آپ سے پیار کرتی ہوں اور نہ ہی میں آپ سے ڈروں گی۔میرب نے شاہ کا ہاتھ جھٹکتے ہوئے آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر جواب دیا۔۔



رومان شاہ مجھے ڈرانا بند کریں کیونکہ میں نہ تو ڈروں گی اور نہ ہی چپ کروں گی مجھے آپ کے ساتھ نہیں رہنا تو مطلب نہیں رہنا۔۔آج میرب کے اندر وہی نہ ڈر سر پھری اور خود سر میرب نظر آرہی تھی۔۔

کیا۔۔ کیا۔۔ کیا کہا تم نے۔۔شاہ تعجب سے میرب کی جانب دیکھتے ہوئے پوچھا۔۔میں نے کہا کہ آپ مجھے ڈرا اور دھمکا نہیں سکتے اور نہ ہی مجھے آپ کے ساتھ رہنا ہے۔۔۔میرب نے غصے سے اپنی بات کو ریپیٹ کیا۔۔

نہیں۔۔ نہیں۔۔ان سب باتوں کے درمیان بھی تم نے کچھ کہا ہے تم نے کہا "رومان شاہ" کیوں کہا ۔تم مجھے صرف شاہ کہہ کر بلاؤ گی ۔۔رومان شاہ کو میرب کا نام لینا بالکل اچھا نہیں لگا تھا رومان شاہ کو میرب کے منہ سے شاہ سننا ہی اچھا لگتا تھا۔۔وہ اس پاگل لڑکی کو کیسے بتاتا کہ جب وہ اسے شاہ کہہ کر بلاتی ہے تو۔

۔اس کے شاہ کا دل کتنی روانی سے دھک دھک کرتا ہے۔۔جب وہ اسے شاہ کہہ کر بلاتی تو رومان شاہ کے آتشی لب اندر ہی اندر مسکرا اٹھتے تھے۔۔آج اس کا یوں رومان شاہ بولنا رومان شاہ کے دل کو آگ لگانے والی بات تھی۔۔۔

نہیں اب سے میں آپ کو رومان شاہ کہہ کر ہی بلاؤں گی کیونکہ آپ میرے شاہ نہیں ہیں۔ جس شاہ کو میں نے پیار کیا تھا وہ صرف میرا تھا۔اور ہمیشہ میرے دل میں اس شاہ کا عکس محفوظ رہے گا۔آپ رومان شاہ ہو مہک کے رومان شاہ اس کا ایک ایک لفظ تیر کی طرح شاہ کے دل میں چبھ رہا تھا۔۔

میرب تم اس وقت اپنے حواسوں میں نہیں ہو۔ تم آرام سے سو جاؤ رات کے دو بج رہے ہیں اس وقت تم کہیں بھی نہیں جا سکتی اور نہ ہی میں تمہیں جانے دوں گا۔۔ صبح اٹھ کر اس مدے پر بات کریں گے۔۔۔

میں نہیں رکوں گی میں ابھی ہی جاؤں گی اور مجھے پتہ ہے کہ آپ کو میری فکر نہیں۔ فکر آپ کو اپنی بہن کی ہے۔۔



ہاں مجھے اپنی بہن کی بہت فکر ہے اور اگر تمہاری وجہ سے اس کی زندگی میں کوئی مشکل کھڑی ہوئی تو۔ میرب میں تمہاری جان نکال لوں گا پہلے بھی تمہاری وجہ سے میری بہن کو مجھے اتنی جلدی رخصت کرنا پڑا۔ میں تو ابھی اس کی شادی کرنے کے حق میں ہی نہیں تھا۔۔۔

نکال لیں میری جان مجھے آپ سے ڈر نہیں لگتا۔وہ نہ ڈر انداز سے بولتی ہوئی کپڑے سمیٹ کر ہینڈ کیری میں ڈال رہی تھی۔۔۔

۔میرا مجھے مجبور مت کرو کہ میں تمہارے ساتھ جانوروں والا رویہ استعمال کروں میرب کو ہاتھ سے پکڑ کر کھینچ کر اپنے ساتھ لگاتے ہوئے دوسرا ہاتھ اس کی کمر میں ڈال لیا۔۔

۔رومان شاہ جتنا غلط آپ میرے ساتھ کر سکتے تھے۔وہ کر چکے ہیں اس سے زیادہ کیا کریں گے۔۔۔

۔کرنے کو تو میں بہت کچھ کر سکتا ہوں مگر فی الحال میں کرنا نہیں چاہتا۔۔مگر پھر بھی اگر تم مجھ سے وہ سب کچھ کروانا چاہتی ہو تو ٹھیک ہے میں تیار ہوں۔۔

۔دور رہیں مجھ سے خبر دار اگر مجھے ہاتھ لگانے کی کوشش بھی کی تو"ہاتھ تو میری جان میں تمہیں پہلی رات ہی لگا چکا تھا"

"ہاتھ کیا تمہیں تو میں نے اپنی سانسوں سے زیادہ نزدیک کر رکھا تھا۔رومان شاہ کے قریب ہونے سے میرب نے اسے خود سے دور کرنے کی کوشش کی تھی۔۔

۔جو بالکل بھی کارآمد ثابت نہیں ہوئی۔۔۔شادی کی پہلی رات ہی تمہیں میں نے اپنی سانسوں سے زیادہ نزدیک کر کے اپنے ساتھ لگالیا تھا۔

تمہارے جسم پر میرے ہاتھوں کے لمس تھے جب تم بے ہوش پڑی ہوئی تھی اور تمہیں یاد ہو گا کہ تمہارے کپڑے چینج تھے۔۔۔

وہ میں نے کیے تھے اس وقت تمہاراخوبصورت سراپہ بھی میرے زیر نظر آیا تھا۔اگر میں چاہتا تو بہت کچھ کر سکتا تھا۔



اور میں کسی کا جواب دے بھی نہیں تھا۔۔اگر نہیں کیا تو اس لیے کہ میں تمہیں پورے حق سے تمہارے ہوش و حواس میں خود کے قریب کرنا چاہتا تھا۔

اور آج کے بعد تم مجھے یہ گیان مت دینا کہ میں کیا کر سکتا ہوں۔ کرنے کو تو میں تمہاری سانسیں پی جاؤں تمہارے اتنے نزدیک ہو آجاؤں کہ تمہاری اور میری دھڑکنے ایک محسوس ہونے لگیں گی۔۔

اور میرے خیال سے اب وہ وقت آچکا ہے کہ مجھے یہ کر ہی لینا چاہیے۔۔اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر خود بیڈ پر گر گیا تو میرب بھی اسی حالت میں اس کے اوپر آن گری تھی۔۔۔

گرنے سے اس کے ریشمی بال شاہ کے چہرے کے اوپر بکھر گئے تھے میرب جھٹپٹا کر اٹھنا چاہتی تھی۔ مگر شاہ کے ہاتھوں کی گرفت اس قدر مضبوط تھی کہ میرا ہل بھی نہیں سکی۔۔۔

میرب نے چڑ کر اپنے ناخن شاہ کے سینے میں کھوپ دیے۔۔ہاہاہا۔۔میری جنگلی ہرنی اس سے کچھ نہیں ہونے والا۔

۔شاہ ایک چٹان ہے تمہارے یہ نازک ہاتھ اور ناخن میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ہاں مگر۔۔۔۔تمہارا یہ خوبصورت سراپہ میرا بہت کچھ بگاڑ رہا ہے۔۔شاہ کی نظریں میرب کے گلے سے ہوتی ہوئی اس کے دل والے مقام تک جا رہے تھی۔

اس کی بے باک نظروں سے بچنے کے لیے میرب نے اپنا سر اس دشمن جاں کے سینے پر رکھ دیا۔۔

بہت ہی بے شرم ہے آپ۔۔ہاہاہا۔شاہ آتشی لب قہقہ لگا کر ہنسا تھا۔۔ابھی میں نے پوری بے شرمی نہیں دکھائی کہاں ہے "جان شاہ"۔۔

اس نے میرب کے بالوں پر لب رکھ کر چوم لیا تھا۔۔میں نہیں ہوں آپ کی جان آپ کی جان مہک ہے اور آپ اسی سے پیار کرتے ہیں۔۔

اس لیے مجھے یہ جھوٹا پیار اور تسلیاں دینے کی ضرورت نہیں ہے۔میرب کا غصہ برقرار تھا۔۔اب نہ تو میں تمہیں چھوٹی تسلیاں دوں گا اور نہ ہی اپنی صفائی میں کچھ کہوں گا۔۔۔

وقت آنے پر ہی ساری بات ہو گی فی الحال تم چپ چاپ میرے ساتھ سو جاؤ کیونکہ تمہارے پاس اور کوئی۔۔۔آپشن نہیں ہے۔۔کوئی پر زور دیتے ہوئے بولا۔۔۔

۔آپ چھوڑیں مجھے میں آپ کے ساتھ بالکل نہیں سوؤں گی شاہ کی گرفت سے نکلنے کی ایک اور کوشش کی تھی۔۔۔سوناتو تمہیں میری ان پناہوں میں ہی ہو گا اور بے فکر رہو میری وائرز ننگی نہیں ہے جو تمہیں کرنٹ لگ جائے گا۔۔۔

میرب کا غصہ اور بدحواسی دیکھ کر اس وقت رومان شاہ بالکل بھی اس پر ٹرسٹ نہیں کر سکتا تھا۔وہ اس وقت خود کو نقصان بھی پہنچا سکتی تھی اور گھر سے بھاگ کر اس سے دور بھی جا سکتی تھی۔۔

اس لیے شاہ اسے اپنی باہوں کی گھیرے میں لیتے ہوئے سونا چاہتا تھا تاکہ وہ شاہ کی کسٹڈی سے بھاگ نہ سکے۔۔



آپ اسی کو جا کر اپنے ساتھ لگا کر اپنی محبت نچھاور کریں۔۔جس طرح سے لیلا مجنوں کی طرح ایک دوسرے کے ساتھ چپکے ہوئے کھڑے تھے۔۔۔

غلط اس سے تو وہ دور ہی کھڑی ہوئی تھی جتنا اس وقت تم میرے ساتھ چپکی ہوئی ہو۔۔شاہ شرارتی ہونے لگا تھا اسے میرب کا جیلس ہونا سکون دے رہا تھا۔۔۔

میرب کی زندگی میں اس کی کیا اہمیت تھی یہ اس کا رونا اور جیلس ہونا شاہ پر واضح کرا گیا تھا۔۔

ہاں تو زبردستی مجھے اپنے ساتھ مت لگائیں مجھے کوئی شوق نہیں آپ کے ساتھ لگنے گا۔۔۔ آپ اسی کو جا کر اپنے ساتھ چپکائیں سینے سے لگائیں اور۔۔۔وہ کہتے کہتے ہوئے رک گئی تھی مگر شاہ کو اس بات کا مفہوم بہت اچھی طرح سمجھ میں آ گیا تھا۔۔

۔نہیں میں تو تمہیں ہی اپنے ساتھ لگاؤں گا تم پر اپنی محبت نچھاور کروں گا اور تم سے ہی وہ کہتے ہوئے کروٹ لے کر میرب کے اوپر آ گیا اور زبردستی میرب کے لبوں پر اپنے لب رکھ کر اس کی پنکڑیوں کو اپنی قید میں لے گیا۔۔



میرب کھٹی کھٹی ہوں ں ں س۔۔کی آوازیں آ رہی تھی ۔ اس نے خود کو بچانے کے لیے بہت مزاحمت ک تھی۔

۔مگر شاہ اس پر اس طرح سے ڈھیر ہوا پڑا تھا کہ میرب کو سانس لینا تک مشکل ہو رہا تھا۔رومان شاہ آپ اس طرح سے زبردستی مجھے اپنے قریب نہیں رکھ سکتے۔وہ غصے سے خود کو چھڑوانے کی کوشش جاری رکھے ہوئے تھی۔۔۔

۔میں تمہیں اس سے بھی زیادہ قریب رکھنے کا حق رکھتا ہوں اب تم چپ چاپ سو جاؤ ورنہ اگر میں اپنے حق کا جائز استعمال کرنے پر اتر آیا تو ابھی تمہارے ہوش ٹھکانے لگا کر تمہاری جان نکال لوں گا۔۔شاہ کے انداز میں کچھ ایسا تھا کہ میرب ڈر کر چپ ہو گئی تھی۔۔

۔شاہ نے ساری رات میرب کو اپنی باہوں میں جکڑے رکھا تھا تا کہ وہ کچھ بھی غلط نہ کر سکے۔۔

۔میرب کو نا جانے رات کے کس پہر نیند نے اپنی آغوش میں لے لیا تھا۔۔



میری جان اب تمہارے دل سے یہ سب بدگمانیاں نکالنے کے لیے مجھے کوئی بڑا قدم تو لینا پڑے گا۔۔شاہ نے گہری نظر میرب کے چہرے پر ڈالی تھی۔۔اس کے خوبصورت چہرے پر اس وقت بہت اداسی اور مایوسی نظر آ رہی تھی۔

ooooooo

مرہا نے سارے راستے اپنا پھولا ہوا چہرہ ٹھیک نہیں کیا تھا۔ ACP ٹھنڈی آہیں بھرتا ہوا گھر تک کا سفر طے کر کے آیا تھا۔۔

۔شاہ میر کی ماں استقبال کے لیے پھولوں کا تھال لے کر مین گیٹ پر کھڑی ہوئی تھی۔ جیسے ہی گاڑی آکر رکی تو شاہ میر کی ماں نے اپنے بہو اور بیٹے پر پھولوں کی برسات کر دی تھی۔۔

آخر ان کے اکلوتے بیٹے کی شادی تھی شاہ میر کی ماں ممتا لٹاتی ہوئی نظروں سے دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔۔۔

پورے گھر کو دلہن کی طرح سجایا ہوا تھا ہر طرف لائیٹیں ہی لائیٹیں لگی ہوئی تھیں۔۔ماشاءاللہ ماشاءاللہ ویلکم ہوم میری پیاری بہو شاہ میر کی ماں نے آگ بڑھ کر مرہا کو گلے لگاتے ہوئے اندر آنے کے لیے ویلکم کہا تھا۔۔۔



پاس کھڑے ہوئے زبیر صاحب نے بھی اپنی بہو کے سر پر پیار دیتے ہوئے ویلکم کیا۔۔ مین گیٹ سے لے کر روم تک کے پورے راستے کو پھولوں سے سجایا گیا تھا۔۔۔۔ کمرے میں خوبصورت گلاب کے پھولوں کی مسہری سجی ہوئی تھی۔

بیڈ کے چاروں طرف تازے گلاب کے پھولوں اور کلیوں کی لڑیاں لٹک رہی تھی۔

بیڈ کے کراؤن پر تین تازے گلاب کے پھولوں اور گرین پتوں کے کہ بکے بنا کر لگائے ہوئے تھے۔جو بے حد خوبصورت لگ رہے تھے۔۔۔

۔پورے کمرے میں گلاب کے پھولوں کی مہک روم کے ماحول کو بہت رومینٹک بنا رہی تھی۔شاہ میر کا کمرہ بہت بڑا اور خوبصورت تھا۔بڑے سے کمرے کی ایک سائیڈ پر کنگ سائز بیڈ رکھا ہوا تھا۔۔۔

سامنے دیوار کے ساتھ خوبصورت صوفا سیٹ رکھا گیا تھا۔روم کے پردے بے حد خوبصورت لگ رہے تھے۔

مرہا کو شاہ میر کی ماں نے بڑے پیار سے بیڈ پر بٹھا دیا تھا مرہا کا دل زور سے دھڑک رہا تھا۔وہ بہت نروس ہو رہی تھی۔

اور اس کے نروس ہونے کی وجہ شاہ میر تھا ایک انجانا سا خوف جو اسے شامیر کے پاس آنے سے محسوس ہوتا تھا اس ڈر نے اس وقت اسے اپنے شکنجے میں لے رکھا تھا۔۔۔

اور اس کی گھبراہٹ اس کے چہرے سے نظر آرہی تھی۔۔۔کیا بات ہے بیٹا تم کیوں اس قدر گھبرائی ہوئی ہو یہ تمہارا اپنا گھر ہے۔ہم بھی تمہارے اپنے ہیں شامیر کی ماں نے بڑی محبت سے پاس بیٹھ کر پیار سے کہا تھا۔۔۔

۔شامیر اس وقت روم میں موجود نہیں تھا۔روم میں چند ایک مہمان خواتین جو رہ گئی تھی وہ تھی یا مرہا کی ساس۔۔۔بیٹا آپ کو کچھ چاہیے تو مجھے بتاؤ۔۔۔نہیں آنٹی مجھے کچھ نہیں چاہیے مرہا کی مری سی آواز آئی تھی۔۔۔

۔بیٹا مجھے آنٹی مت کہو تم بھی مجھے شامیر کی طرح ماما کہہ کر بلاؤ گی تو مجھے بہت اچھا لگے گا۔۔میرب کی طرح تم بھی تو میری بیٹی ہو نا تو اس لیے تم بھی مجھے ماما ہی کہا کرو گی۔۔۔

۔لہجے میں بہت شفقت اور محبت تھی۔۔۔مرہا کچھ دیر کے لیے نارمل ہوئی۔۔میں آپ لوگوں کے لیے کچھ کھانے کے لیے بھی بھجواتی ہوں اب تم آرام سے کمفرٹیبل ہو کر لیٹ جاؤ بہت تھک گئی ہو گی

----

ایک تو آج کل کی بچیوں پر ظلم کیا جاتا ہے اتنے بھاری بھاری کام والے لہنگے تیار کرتے ہیں یہ ڈیزائنر کہ اللہ کی پناہ ہے۔۔

۔مجھے تو ترس آتا ہے بیچاری معصوم بچیوں پر اتنی تو ان کی خود کی جان نہیں ہوتی جتنا ان کو بھاری لہنگے سے لاد دیتے ہیں۔۔

۔شاہ میر کی ماں ڈیزائنر کو س رہی تھی۔۔۔"ماما" جاتی ہوئی شاہ میر کی ماں کو پیچھے سے مرہا نے آواز دی۔۔۔جی بیٹا کچھ کہنا چاہتی ہو میرہا کی سوالیہ نظر نظروں کو دیکھ کر وہ واپس آگئی تھی۔

جبکہ مہمان خواتین روم سے جا چکی تھی کیا بات ہے بیٹا تم مجھ سے کھل کر کچھ بھی کہہ سکتی ہو۔۔ماما پلیز آپ میری امی کے جیسی ہیں نا آپ نے ابھی کہا کہ میں آپ کی بیٹی ہوں۔۔

۔ہاں ہاں بیٹا تم میری بیٹی ہو بولو کیا کہنا۔۔پلیز آپ مجھے اپنے ساتھ سلا لیں انداز بڑا ہی معصوم اور بچگانہ تھا شاہ میر کی ماں ہلکے سے مسکرائی تھی اس ڈری ہوئی معصوم لڑکی پر۔۔۔

بیٹا آپ یہاں پر آرام سے سو جائیں اور جس کا آپ کو ڈر ہے وہ آپ کے کمرے میں نہیں آئے گا آپ بے فکر ہو کر سو جائیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔

یہ آپ کا کمرہ ہے اور آپ یہاں پر آرام سے سو سکتی ہیں وہ تسلی دیتے ہوئے مسکرائیں تھی۔۔۔پکا وہ اس کمرے میں نہیں آئیں گے۔۔مرہا نے تسلی کرنی چاہیے تھی۔۔۔

جی میری جان وہ نہیں آئے گا میں اسے بول دیتی ہوں تم آرام سے روم لاک کر کے سو جانا۔ وہ مسکراتے ہوئے روم سے نکل گئی۔ سیڑھیوں پر شامیر اور اس کی ماں کا آمنا سامنا ہو گیا شامیر بہت تیزی سے سیڑھیاں چڑھتے ہوئے طوفان بن کر اپنے کمرے کی جانب آ رہا تھا۔

۔شاہ میر کی ماں اسے روک کر کھڑی ہو گئی۔بیٹا جی آپ اپنے کمرے میں نہیں جا سکتے۔۔۔کیوں۔۔۔۔لہجہ بہت حیرانی والا تھا۔۔۔اس لیے کہ وہ بچی تم سے بہت ڈری اور گھبرائی ہوئی ہے۔۔۔

اور اس بچی کی ماں یہ نہیں چاہتی کہ اس کی بیٹی اور زیادہ ڈرے۔اس لیے میرے اکڑوں پولیس والے بیٹے آپ سٹڈی روم میں جا کر سو جائیں۔۔

اس کی ماما کان سے پکڑ کر پیار سے بولی۔۔۔ماما یار حد ہو گئی ہے میں کیوں سٹڈی روم جاؤں میں تو اپنے روم میں ہی سوؤں گا انداز بہت ضدی تھا۔۔۔

۔تم سٹڈی روم میں جا کر سو جاؤں یہ میرا آرڈر ہے۔۔۔ماما یار حد ہے آج تک آپ نے کبھی سنا ہے کہ شادی کی پہلی رات ہی لڑکے کو سٹڈی روم میں سلایا گیا ہو بیچارا سا منہ بنا کر بولا تھا۔۔

۔میں نے تو آج تک یہ بھی نہیں سنا کہ ڈنگے کی چوٹ پر اپنی بہن کا نکاح کروا کر اسی کی بہن سے زبردستی نکاح کر لیا ہو۔۔

۔ماما یار وہ کل کی بات تھی اب تو میں اپ کی بہو سے بہت پیار کرتا ہوں اور پلیز یہ ظلم میرے ساتھ مت کریں۔۔

۔شرارتی بچے ٹھنڈ رکھو وہ تمہاری ہے کہیں بھاگی نہیں جا رہی اسے تھوڑا ریلیکس ہو جانے دو وہ اس وقت بہت گھبرائی ہوئی ہے اسے سنبھلنے کا موقع دو۔۔

۔اس لیے تم چپ چاپ سٹڈی روم میں جاؤ میں تمہارے لیے کھانا بھجوا رہی ہوں۔۔اور اگر کوئی چالاکی کی یا میری بیٹی کو تنگ کرنے کی کوشش کی تو بہت تھپڑ لگاؤں گی یہ یاد رکھنا ہاتھ اٹھا کر تھپڑ کا اشارہ کرتے ہوئے بولی۔۔۔

ماما حد ہے آپ نے تو اتنی جلدی پارٹی بدل لی ماما لگتا ہے آپ کی یادداشت چلی گئی ہے۔۔وہ آپ کی بہو ہے اور میں آپ کا بیٹا ہوں۔۔وہ اپنی ماں کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر اپنی ماں کی یادداشت واپس لانے کی کوشش کر رہا تھا۔۔۔

چپ چاپ جا کر سو جاؤ ورنہ بہت جوتے پڑیں گے تو میں شاہ میر۔۔ نہیں ماما لگتا ہے آپ کی یادداشت بالکل ٹھیک ہے کیونکہ آپ کو آج بھی یاد ہے کہ شاہ میر کو جوتے ہی پڑنے چاہیے۔

وہ دانت نکالتے ہوئے ہنستا ہوا اپنے روم کی جانب جا رہا تھا۔شامیر کی ماں سیڑھیوں سے نیچے اتر چکی تھی شاہ میر کا سٹڈی روم اور روم بالکل ساتھ ساتھ تھے۔

۔شاہ میر پھر بھی باز نہیں آیا تھا اس نے گزرتے ہوئے اپنے روم کا ہینڈل گھما کر اندر جانے کی کوشش کی۔ مگر محترمہ اندر سے روم لاک کر چکی تھی۔ دیکھتا ہوں کب تک تم یوں روم روم لاک کر کے مجھ سے بچتی ہو۔۔۔

وہ غصے اور محبت کی ملی جولی کیفیت سے قدم سٹڈی روم کی طرف بڑھا گیا۔۔۔روم میں آکر اس نے اپنے کپڑے چینج کر لیے تھے۔۔بلیک کلر کا ٹراوزر شرٹ پہنے ہوئے بہت بے چین سا ہو کر ایک ٹانگ کو اٹھا کر دوسری ٹانگ پر رکھ کر صوفے پر بیٹھ گیا۔۔

شامیر کی ماما نے اس کے سٹڈی روم کی کبڑ میں اس کے کافی سارے کپڑے لگا رکھے تھے۔۔کیونکہ شامیر اکثر کام کرتے ہوئے سٹڈی روم میں ہی سو جایا کرتا تھا۔

۔شاہ میر کو اس وقت بہت غصہ آرہا تھا یوں اپنے ہی کمرے سے نکالے جانے پر۔
اس نے کتنے ارمان سجائے تھے اس رات کے لیے اور سارے ارمانوں پر پانی پھرتے ہوئے دیکھ شاہ میر تڑپ رہا تھا نہیں۔۔خوبصورت چہرہ اس کی نظروں کے سامنے سے جا نہیں رہا تھا۔ اس نے تو پتہ نہیں

راستہ کیسے طے کیا تھا یہ تو اس کا دل جانتا تھا۔۔اور آج کی رات کی دوری اس کے اندر طوفان برپا کیے ہوئے تھے۔۔

۔اچانک سے شاہ میر کے دماغ میں طوفانی آئیڈیا آیا تھا وہ مسکراتے ہوئے بیڈ سے اٹھا اور اس میں اپنا لیپ ٹاپ کھول کر بیٹھ گیا۔۔۔

۔لیپ ٹاپ کی سکرین آن کرتے ہی نظر لیٹی ہوئی مرہا پر نظر گئی جو بیڈ پر لیٹ کر نظروں کو گھما کر پورے کمرے کا بڑے غور سے جائزہ لے رہی تھی۔۔

۔شاہ میر کے لیپ ٹاپ اس کے روم کے کیمرہ سے کنیکٹڈ تھا۔شاہ میر ایک پولیس والا تھا اور اس طرح کے آئیڈیا اس کے دماغ میں ہمیشہ رہتے تھے۔۔

اس نے تو اپنے کمرے میں رکھی ہوئی کچھ۔خاص فائلز کی وجہ سے روم میں کیمرہ نصب کیا تھا مگر یہ کیمرہ اس کے اتنا کام آئے گا، یہ اس نے نہیں سوچا تھا۔

وہ اپنی دلہن بنی ہوئی بیوی کو بڑے غور سے دیکھ کر مسکرایا۔مرہا لائٹ جلا کر ہی لیٹی ہوئی ہے تھی۔۔۔

اپنی ڈرپوک بیوی کو وہ اتنا تو جان چکا تھا کہ اسے اندھیرے سے بہت ڈر لگتا ہے وہ جب بھی رات کو اسے ملنے گیا وہ یوں ہی لائٹیں جلا کر رات کو دن بنا کر کے سوئی ہوتی تھی۔۔۔

۔اس کے طوفانی دماغ میں ایک شیطانی آئیڈیا آیا تھا۔اس نے اپنا فون نکال کر ایک میسج ٹائپ کیا تھا۔۔ آکر میرہا کے دروازے کی باہر والی سائیڈ پر کھڑا ہو گیا۔

اسے پتہ تھا کہ بہت جلد اس کی ڈرپوک بیوی دروازہ کھول کر باہر آئے گی اور اس کی امید کے مطابق مرہانے دروازہ کھولا اور لہنگے کو اٹھاتی ہوئی دو چار قدم باہر چل کر آگئی۔۔



اسے اندھیرے میں کچھ نظر نہیں آیا تھا جبکہ نیچے ہال میں روشنی تھی اسی وقت اس کی نظر سے بچ کر پیچھے سے گزرتا ہوا شاہ میر روم کے اندر آگیا۔روم میں آکر اس نے چوکیدار کو میسج ٹائپ کر کے لائٹس آن کرنے کو کہا۔۔۔

۔ایک سیکنڈ کے بعد ہی روم کی لائٹیں جگمگا اٹھی تھی تو نیچے کی طرف جاتی ہوئی مرہا واپس لوٹ کر روم کے اندر آگئی اور دروازے کو پھر سے اپنی سیکورٹی کے لیے لاک کر دیا۔۔

۔آہ آہ آہ۔۔ آپ اندر کیسے آئے مرہا دروازہ بند کر کے واپس لوٹی تو شاہ میر اس کی پشت پر سینے پر ہاتھ باندھے کھڑا تھا۔۔۔

اور اچانک شامیر کو اپنے سامنے پا کر میرہا نے زوردار چیخ ماری مگر روم ساؤنڈ پروف تھا آخر پولیس والے کا کمرہ تھا تو اس کی آواز روم سے باہر کیسے جا سکتی تھی۔۔

۔اس لیے شاہ میر کو اس کے چیخنے کا ذرا سا بھی ڈر نہیں تھا۔میری پیاری بیوی تمہیں کیا لگتا تھا کہ تم ماما کی سفارش کروا کر مجھے خود سے دور رکھ لو گی۔۔



وہ اس کے قریب ہوتے ہوئے قدم بڑھا رہا تھا۔۔ مرہا نے واپس مڑ کر جلدی سے دروازے کا ہینڈل گھمایا تھا۔اوو ہوں ۔۔۔۔بھاگنے کی تو کوشش بھی مت کرنا۔۔اسے جھٹکے سے گھما کر دروازے کے ساتھ لگایا تھا۔۔۔اس کی کمر دروازے سے جا لگی تھی۔۔ نظر شامیر کے بالوں سے بھرے ہوئے سینے

پر گئی تو سانس لینا بھول گئی۔۔بلیک ٹی شرٹ کی بٹن سلٹ سے نظر آتا ہوا اس کا کشرتی سینہ میرب کے ڈر اور دل کی سپیڈ بڑھنے کی وجہ بن گیا۔۔

۔وہ گہری نظروں سے اس سے دلہن بنی ہوئی دیکھ رہا تھا۔۔ آپ اندر کیسے آئے مرہا کپکپاتی ہوئی آواز میں بولی۔۔۔

۔شاہ میر کی قربت اس کے حواسوں پر چھا رہی تھی۔۔۔

۔پولیس والا ہوں میرے لیے ایسی چھوٹی موٹی سکیورٹیاں توڑنا کوئی مشکل کام نہیں ہے گہری نظروں سے دیکھتا ہوا اپنا ہاتھ اس کی گردن کے پیچھے رکھ کر اس کا چہرہ خود کے قریب کیا۔

۔شاہ میر کے بھاری ہاتھ سے نکلتی ہوئی نرم گرم حدت سے اس کے جسم کرنٹ سا دوڑ گیا۔۔پلیز مجھے جانے دیں یا آپ چلے جائیں مجھے آپ سے ڈر لگتا ہے وہ بہت گھبرائی اور شرمائی ہوئی تھی۔۔۔

۔اس کی بات سے شامیر کی آنکھوں میں چمک ابھری تھی۔لبوں پر دل فریب مسکراہٹ رقصم ہوئی تھی۔۔۔

۔اس کی والہانہ نظریں سامنے کھڑی اپنی شریک حیات پر جمی ہوئی تھی۔جو دلہن کے روپ میں بے حد خوبصورت لگ رہی تھی۔۔باریک باریک خوبصورت نین نقش شامیر کے دل کی تاروں کو چھیڑ رہے تھے۔۔۔

نظر بے اختیار اٹھ کر پھر سے اس کی ناک میں پہنی ہوئی تار والی نوز بن پر گئی تھی۔۔اس کے باریک رقیب موتی پھر سے شامیر کی جلن کی وجہ بن رہے تھے۔خوبصورت اسے گہری نظروں سے دیکھتا ہوا بولا۔

۔اپنا بھاری ہاتھ کی پشت اس کی گردن پر سہلا رہا تھا۔اس کے ہاتھ کے لمس سے مرہا نے تڑپ کر اس کی آنکھوں میں دیکھا جس میں خمار کا ایک جہاں آباد تھا۔



۔اس کی خماری سے بھری ہوئی آنکھوں کے جہان کو دیکھ کر مرہا نے فورن سے پہلے نظریں جھکا لی۔۔شاہ میر نے دو انگلیاں اس کے چہرے کے نیچے رکھ کر چہرہ اوپر کی جانب اٹھایا تھا۔۔

اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے اپنا بھاری ہاتھ اس کی گردن پر رکھ کر پھر سے سہلایا۔۔ مرہا کا دل پسلیاں توڑ کر باہر آنے کی حد تک دھڑک اٹھا تھا۔

۔اسے اپنے قدموں سے جان نکلتی ہوئی محسوس ہوئی۔۔اور جسم سے جان تو تب نکلتی ہوئی محسوس ہوئی جب شامیر نے اپنے دہکتے ہوئے لب پورے حق سے اس کی بیوٹی بہت پر براجمان کیے۔۔

مرہا کو لگا جیسے جلتا انگارہ اس کی بیوٹی بون پر رکھ دیا گیا ہے۔بے ساختہ گرنے کے ڈر سے مرہا نے شامیر کی ٹی شرٹ کو سینے سے مٹھیوں میں دبوچا لیا۔۔ تبھی شاہ میر نے ہاتھ اس کی نازک سی کمر میں حائل کرتے ہوئے اسے تھام لیا۔۔
وہ یونہی اس کی گردن پر جھکا ہوا اس کی گردن پر اپنے لبوں کے گرم گرم لمس چھوڑ رہا تھا۔۔۔



۔اس کی سانسوں کی گرمی سے میرہا کا دل والا مقام کبھی اوپر اور کبھی نیچے ہو رہا تھا جو شاہ میر کو اور بھی بہکا رہا تھا۔ چھوڑیں وہ اپنے گرتے پڑتے وجود کو سنبھالتی ہوئی بامشکل بولی۔۔ تبھی شاہ میر نے چہرہ اٹھا کر مرہا کی جانب دیکھا اس کی آنکھوں سے آنسوں بہہ رہے تھے۔۔۔

اے سی پی کی جان خود کو میری قربت کے لیے تیار کریں آپ کے بغیر رہنا یا آپ سے تو رہنا ممکن نہیں ہے۔۔اپنی بہکے ہوئے گرم لبوں سے اس کے آنسوں چن رہا تھا۔۔اس کا رویا ہوا حسن اور بھی قاتلانہ لگ رہا تھا۔۔۔

اس کی خوبصورت روئی ہوئی آنکھوں کو دیکھ کر شامیر کو ترس کم اور پیار زیادہ آرہا تھا۔میری جان مجھ سے گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے پتہ ہے میں تم سے کتنا پیار کرتا ہوں۔۔اور میں اپنا پیار کہاں سے شروع کروں مجھے تو یہ سمجھ نہیں آرہی۔۔۔

اس کے خوبصورت دلکش سراپے کو گہری نظروں کے حصار میں لیے ہوئے تھوڑا نیچے جھکا اور اسے اپنی باہوں میں بھر کر بیڈ کی جانب قدم بڑھا رہا تھا۔۔



نظریں اس کے چہرے پر مرکوز تھی میرہا ڈر اور شرم سے آنکھیں بند کیے ہوئے تھی۔۔اسے بڑے آرام سے لے جا کر تکیے پر سر رکھتے ہوئے لٹایا تھا جیسے وہ کوئی کانچ کی گڑیا ہو جو ٹوٹ جائے گی۔۔

اس کے سامنے تو وہ معصوم گڑیا ہی لگ رہی تھی۔ لمبے چوڑے شاہ میر کے سامنے نازک سی جان شرم سے آنکھیں بند کیے ہوئے لیٹی بہت معصوم اور پیاری لگ رہی تھی۔۔۔

۔ آہستہ سے اس کے پاس بیٹھ گیا جو اپنی آنکھیں بند کر کے خود کو محفوظ کیے ہوئے لیٹی تھی۔ دوپٹے کو پنوں سے آزاد کر کے اس کے سر کو بھاری دوپٹے سے آزادی دلوائی تھی۔۔۔

گھبراہٹ سے میرہا کے ماتھے پر پسینے کی بوندیں نمودار ہونے لگی تھی جسے وہ بخوبی دیکھ رہا تھا۔اس کی گھبراہٹ دیکھ کر اسے ترس بھی آ رہا تھا۔۔۔ دماغ کہتا تھا کہ اس کو تھوڑا سا ٹائم دینا چاہیے۔۔۔

مگر وہ اپنے بے لگام آوارہ دل کا کیا کرتا جسے اس کی قربت درکار تھی۔وہ اپنے بے لگام منہ توڑ جزباتوں سے مجبور اسے اپنے قریب کرنا چاہتا تھا۔۔اس کے ناک سے اپنی رقیب نوز پن کو آہستہ سے نکال کر بیڈ پر رکھ دیا۔۔۔,24

✿ اس کی خوبصورت چھوٹی سی ناک پر اپنے آتشی دہکتے ہوئے لب رکھ کر چوم لیا آخر اپنی رقیب اس نوز پن کو ہٹا کر وہاں پر اپنے لب رکھنے سے اس کے دل کو ٹھنڈک پہنچی تھی۔۔

نظر ماتھا پٹی پر گئی تھی۔بڑی نرمی سے ماتھا پٹی کو اس کی خوبصورت کشادہ ماتھے سے ہٹا کر وہاں پر اپنے دہکتے ہوئے لب رکھ کر اپنی محبت کی مہر لگائی۔۔

آنکھوں کو سختی سے بند کیے ہوئے اس کے لمسوں کی گرمی نڈھال تڑپتی ہوئی کے کاندھے پر اپنے ہاتھ کا دباؤ بڑھانے لگی۔۔۔

لب اس کی خوبصورت آنکھوں پر رکھ کر بڑی محبت سے چوم لیا۔۔اپنی گرم سانسوں کے بوسے اس کے چہرے پر دیتے ہوئے نظر پھسل کر اس کی نازک پنکھڑیوں پر آگئی۔۔وہ لبوں پر جھکا اور نازک سے لبوں کو اپنی قید میں سختی سے لے گیا۔۔

۔ہونٹوں کی نمی کو قطرہ قطرہ اس نے اپنے اندر اونڈیلنا شروع کیا اس کے اندر کی پیاس تھی کہ بجھنے کا نام ہی نہ لے رہی تھی۔بنا اس معصوم جان کی اکھڑی ہوئی سانسوں کی پرواکیے ہر چیز سے بے نیاز اپنے من کی پیاس بجھا رہا تھا۔۔

اس کے نیچے دبک کر لیٹی ہوئی معصوم مرہا کا وجود بن پانی کی مچھلی کی طرح تڑپ رہا تھا۔۔مگر acp بے رحم بنا اپنی تمنا پوری کرنے میں مگن رہا۔۔

اس کی بے رحمی سے سانسیں پینے سے میرہا کی آنکھوں سے آنسوں بہنے لگے۔میرہا کے آنسوں شاہ میر کی گالوں کو بھی گیلا کر گئے تھے۔۔

۔شامیر نے چہرہ پر اٹھا کر مرہا کی جانب دیکھا یہ آنسوں کیوں میری جان ابھی تو میں نے ٹھیک سے اپنے من کی پیاس بجھائی بھی نہیں ہے۔ آواز بوجھل اور خماری سے بھری ہوئی تھی۔۔۔

میری ذراسی قربت سے میرا یار سسک سسک کر رونے لگا ہے تو جو میرے اندر تمہارے لیے محبت کا طوفان اٹھ رہا ہے اس کو دیکھ کر میری جان کیا کرو گی۔۔

گہری آنکھوں میں جذبات کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا جس کو دیکھ کر مرہا نے گھبرا کر نظریں دیوار پر مرکوز کر لی۔۔

۔مجھے آپ سے ڈر لگ رہا ہے آپ بہت گندے ہیں میری سانسیں بند ہو رہی تھی مجھے لگ رہا تھا کہ میں مر جاؤں گی وہ آنسوں بہاتی ہوئی اپنا درد سنا رہی تھی۔۔

اے سی پی کی جان مرنے نہیں دوں گا مگر تمہاری سانسوں کو اپنی سانسوں میں انڈیل کر یک جان ضرور کر دوں گا۔۔

پلیز آپ مجھ سے دور رہیں مجھے آپ سے ڈر لگ رہا ہے۔میر ہا کی گہری خوبصورت گالی آنکھوں میں ڈر کا ایک سمندر چھپا ہوا تھا۔جس کو ایسی پی کی تیز نظریں صاف دیکھ رہی تھی۔۔

۔آپ سے دور رہنا ممکن نہیں ہے میر کی جان۔بہکی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہوئے اس کے کانوں سے بڑے بڑے جھمکوں کو اتار کر وہاں پر اپنے لب رکھ دیے۔۔۔

کانوں کی لو پر ہلکا سا دانتوں کا دباؤ دیا۔میر ہا کے پورے وجود میں بجلی کی لہریں دوڑنے لگی تھی۔وہ سسک اٹھی تھی اے سی پی کے لوں کو دبانے سے۔

ہاتھوں میں پسینے آنے لگے دل دھک دھک کر رہا تھا۔سانسیں اپنی نئی دھن تیار کر رہی تھی بے ترتیب ہو کر۔



۔"پلیز نہیں"۔۔۔مرہا کی مری سی مزحمتیں شامیر کے کانوں سے ٹکرائی۔۔

وہ اپنے جذباتوں میں چور مرہا کی مزاحمت کو نظر انداز کرتے ہوئے خماری سے اس کے بالوں میں منہ چھپانے لگا تھا۔۔ مرہا کے گلے میں بھاری برائیڈل سیٹ اس کے لبوں اور گردن کے بیچ میں رکاوٹ بن رہا تھا۔۔

بڑی نرمی سے نیکلس کو گلے سے نکال کر الگ کرتے ہوئے نظر اس کی خوبصورت بیوٹی بون پر تھی۔ شاہ میر کی جذبات سے بہکی ہوئی گرم گرم کی سانسیں مرہا کی گردن کو جلا رہی تھی۔۔

۔مرہا کا دل تھا کہ پسلیاں توڑ کر باہر آنے کو تیار تھا۔اس کی ریڑ کی ہڈی میں سنسناہٹ سی دوڑ رہی تھی۔ شامیر کے لب اس کی بیوٹی بون پر براجمان ہو کر بڑی شدت سے اسے کو چوم رہے تھے۔

۔

میرہا کو اپنے گلے پر جلن محسوس ہونے لگی تھی۔وہ دشمن جاں اپنی ہر قصر اس کی نازک سی گردن پر نکال رہا تھا۔

لبوں کی سختیاں بڑھتی جا رہی تھی کہیں پر ہلکی ہلکی دانتوں کی چبن بھی محسوس کر رہی تھی۔۔

شاہ میر نے کروٹ لیتے ہوئے اسے اپنے اوپر کر لیا تھا۔شامیر کا ہاتھ اس کے بالوں کے بنے ہوئے جوڑے پڑ گیا۔ جس کو کچھ اس انداز سے بنایا ہوا تھا کہ دوپٹے نکالنے سے سارے بال اس کی کمر پر آبشار طرح بکھر گئے۔۔

اس کے چہرے کے ساتھ اپنا چہرہ رب کرتے ہوئے اپنے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندری جذبات کو تسکین دینے کی پوری کوشش کر رہا تھا۔

۔مگر اس کا آوارہ دل اسے پوری طرح سے اپنی دسترت میں چاہتا تھا۔اپنے سخت مردانہ ہاتھ اس کی کمر پر رکھ کر اسے دباتے ہوئے اپنے اندر سمانے لگا تھا۔گرفت اتنی کسی ہوئی تھی معصوم جان کا سانس لینا مشکل ہو رہا تھا۔

میرہا کی سانسیں رک رہی تھی اس کی حد سے زیادہ نزدیکیوں سے ڈر سے اس کی جان حلق میں ان اٹکی ہوئی تھی۔گھبراہٹ سے تھوک ہلک سے اترنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔۔

دوسری طرف شامیر جتنا اس کے نزدیک ہو رہا تھا وہ بہکتا ہی چلا جا رہا تھا۔اسے واپس سے کروٹ لیتے ہوئے اپنے نیچے لے آیا مرہا کو دوسری طرف کروٹ دلا کر۔

اس کی کرتی کی بیک ڈوریاں کھولنے لگا جیسے جیسے ڈوریاں کھلنے لگی مرہا کی دھودیا خوبصورت کمر اس کی خماری نظروں کے سامنے تھی۔۔۔

شاہ میر کی اپنی دھڑکیں بھی اوتھل پوتھل ہو کر اپنا ہی رقص کر رہی تھی۔ آدھی ڈوریاں کھول کر ہی اس کے صبر کا باند ٹوٹ چکا تھا۔۔ مم۔۔۔ میر پلیز نہیں۔۔۔۔ ششششش۔۔ کوئی مزاحمت مت کرنا میں نہیں سننے والا مجھے ہر حال میں تمہارے وجود کو خود میں سمانا ہے۔

تمہارا یہ خوبصورت حسن مجھے کتنے دنوں سے پاگل کیے ہوئے ہیں آج مجھے پوری طرح سے تمہیں حاصل کرنا ہے تم پر میرا پورا حق ہے۔ میری جان کچھ غلط نہیں کر رہا۔۔

اپنے لبوں کو اس کی کمر پر رکھ کر ایک کے بعد ایک لمس چھوڑ رہا تھا۔۔

۔"میر پلیز "میرہا کی نازک جان مضبوط اے سی پی کے لبوں کے گستاخیاں اور ہم گار جیسے گرم گرم لمس برداشت نہیں کر پا رہی تھی۔۔

۔میری جان تم میری ہو اور میں تمہارا پھر یہ رکاوٹیں مت کھڑی کرو۔آواز بہکی ہوئی تھی کمر پر کہیں کہیں میرہا دانتوں کی چپن محسوس کر رہی تھی۔جتنا بھاگاؤں گی میں اتنی تمہاری جان کو مشکل کروں گا۔ وہ اس کے اوپر لیٹا ہوا اپنے دانتوں کی چبن دینے لگا تھا۔۔

چبھن سے وہ سسکنے لگی تھی۔وہ کرتی کو کمر سے آہستہ آہستہ سرکانے لگا تھا۔اس کے دل فریب گورے بدن پر اپنی نظریں گاڑے ہوئے گہری نظروں سے دیکھ کر مسکرایا تھا۔لب اس کی خوبصورت دھودیا نازک سی کمر پر پڑتے ہوئے پلوں پر گئی تھی۔۔

۔جہاں پر دو کالے تل مل کر بیٹھے ہوئے اس کی کمر کی خوبصورتی کو بڑھا رہے تھے۔بیوی کتنی خوبصورت ہو یار۔تم مجھے اپنے حسن سے پاگل کر دو گی۔۔



۔اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر کروٹ بدل کر اس کا چہرہ اپنی جان کیا۔اس کی خوبصورت آنکھوں میں اپنی قربت کے رنگ دیکھنا چاہتا تھا۔۔

مرہا کا چہرہ آنسوں سے بھیگا ہوا تھا آنکھوں میں بہت رونے سے لالی اتری ہوئی تھی۔۔شاہ میر دوپل کے لیے سمجھ نہیں پایا کہ یہ رونا شرم و حیا کا سبب ہے یا کچھ اور" مگر کچھ اور کو اس نے فوراً اپنے دماغ سے جھٹک دیا تھا۔۔

وہ کچھ بھی مرہا کے بارے میں غلط نہیں سوچنا چاہتا تھا میرہا اس کی پہلی محبت تھی۔مگر کچھ تو ایسا تھا جسے وہ سمجھ نہیں پارہا تھا۔بے شک میرہا شاہ میر سے بارہ سال چھوٹی تھی مگر اس کی عمر 22 سال تھی تو اس کے خیال سے ایسی کوئی کم عمر نہیں تھی جو اسے اپنے رشتے کی نزاکت کا پتہ نہ ہو۔۔

۔میر کی جان یہ رونا کس لیے ہے آپ کو خود میں سمانا۔آپ کو پیار کرنا آپ کو اپنی پناہوں میں لینا میرا حق ہے میں صرف اپنا ایک جائز حق آپ سے لینا چاہتا ہوں وہ بھی بڑی محبت سے۔



بہت پیار کرتا ہوں یار تم اس طرح سے رو رو کر مجھے میری ہی نظروں میں شرمندہ کر رہی ہو۔کیا میں نے کچھ غلط کر دیا ہے۔شاہ میر نے ایک کے بعد ایک سوال کیا جس کا مرہا نے پلٹ کر کوئی جواب نہیں دیا بس سسکیاں لے لے کر روئے جارہی تھی۔۔۔

کوئی پرابلم ہے تو تم مجھے بتا سکتی ہو کیا مسئلہ ہے کیوں رو رہی تھی۔۔ اپنے ہاتھوں سے اس کے آنسوں صاف کرتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔۔ مم۔ مم۔ مجھے آپ سے ڈر لگتا ہے۔ لفظوں کو توڑتے ہوئے بولی تھی۔۔

میری جان کیوں ڈر لگتا ہے میں کوئی اجنبی نہیں ہوں تمہارا شوہر ہوں میرا تم سے بہت پیار کرتا ہوں ۔۔ میری جان تمہارے ڈر کی وجہ مجھے سمجھ میں کیوں نہیں آرہی ستائشی نظروں سے دیکھتے ہوئے بول رہا تھا۔۔۔

وہ کانپ رہی تھی۔اس کے اوپر سے ہٹتے ہوئے اس کے آدھے ادھورے بے لباس میں وجود کو بلینکٹ کے اندر کور کرتے ہوئے گہری نظروں سے اس کے ڈرے ہوئے چہرے کی جانب دیکھا تھا۔۔۔

پولیس والے کی نظر تھی دھوکہ نہیں کھا سکتی تھی اس کی دماغ کی نسیں گہری سوچ کی وجہ سے ابھرنے لگی تھی۔۔ شش رونا بند کرو میں تم سے دور رہوں گا کچھ نہیں کروں گا۔۔پلیز رونا بند کر دو

آرام سے سو جاؤ۔۔اس سے دور ہو کر لیٹ گیا تھا۔اپنے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے جذباتوں کے سمندر کو اس نے بڑی مشکل سے باندھ لگایا تھا۔۔

وہ اپنی جذباتوں کے آگے ہار کر کبھی بھی اپنی بیوی کو اس کی مرضی کے خلاف جاکر اپنے قریب کرنے والے مردوں میں سے نہیں تھا وہ حق میں محبت کا پابند شخص تھا۔۔

وہ حق کو حق سے نہیں محبت سے وصول کرنے پر یقین رکھتا تھا۔۔میرہا۔۔بڑی محبت سے اس کا نام پکارا تھا۔۔جج۔۔۔جی۔۔۔اپنے کانپتے ہوئے وجود کو سمیٹے ہوئے بلینکٹ کے اندر سے بولی تھی۔۔

۔اٹھ کر کپڑے چینج کر لو اس طرح تم انکمفرٹیبل رہو گی لہجے میں بے پناہ پیار تھا۔۔شاہ میر کے محبت والے لہجے سے مرہا نے تھوڑی ہمت جمع کر کے اپنے چہرے سے بلینکٹ اتارا تھا۔۔

میرہا مجھے بہت تکلیف ہو رہی ہے کہ تم مجھ سے ڈر رہی ہو۔تمہارے ڈر کی کیا وجہ ہے میں نہیں جانتا مگر تم مجھ سے ڈر رہی ہو مجھے شرمندگی ہے۔

شاید میرا رویہ ہی غلط تھا جس کی وجہ سے میری بیوی میری پناہوں میں خود کو محفوظ نہیں سمجھ سکی۔۔ میں سٹڈی روم میں جا رہا ہوں تم آرام سے یہاں پر سو جاؤ شاید امی کا فیصلہ بالکل ٹھیک تھا۔۔

مرہا کو شاہ میر کا اس طرح روٹھ کر جانا اچھا نہیں لگ رہا تھا وہ کہاں شاہ میر کو اس طرح ناراض کرنا چاہتی تھی۔وہ اپنے اندر کا ڈر نا تو شاہ میر سے چھپا پا رہی تھی نہ ہی بتا پا رہی تھی۔۔شامیر اٹھ کر روم سے چلا گیا تھا۔

مرہا بیڈ پر پڑی اب تک سسکیاں لے کر رو رہی تھی وہ ایسا بالکل نہیں چاہتی تھی جو ہو گیا تھا۔۔

ooooooo

ٹھک ٹھک میرب اور رومان شاہ کے روم کا دروازہ کھٹک رہا تھا۔رات کو بہت دیر سے سونے کی وجہ سے صبح رومان شاہ اور میرب دونوں کی آنکھ فجر میں نہیں کھلی تھی۔وہ بہت گہری نیند میں سوئے ہوئے تھے۔۔



رومان شاہ اسے خود کے نقصان نہ پہنچانے کے ڈر سے اپنے ساتھ لگائے ہوئے اپنی باہوں کے سخت گرفت میں لیے پوری رات لیٹا رہا۔

میرب کے ذرا سے ہلنے پر بھی رومان شاہ کی آنکھ گھبرا کر کھل جاتی تھی۔شاہ کو ڈر تھا کہ وہ خود کوئی بھاری نقصان پہنچا لے۔

۔اس کی ضدی طبیعت سے شاہ اچھی طرح سے واقف تھا جو شادی سے پہلے اپنے شاہ کے لیے اپنی نسیں کاٹ سکتی تھی۔۔آج شاہ کی بے وفائی پر وہ کیا کچھ کر سکتی تھی اس کا اندازہ شاہ لگا سکتا تھا۔۔

یہ ڈر شاہ کے دل میں گھر کر گیا تھا جس کی وجہ سے وہ پوری رات بے چینی رہا تھا۔کچھ دیر پہلے ہی اس کی آنکھ لگی تھی۔وہ بہت گہری نیند میں تھا۔۔

۔دروازہ کھٹکنے کی آواز سے میرب ہڑبڑا کر اٹھی تھی۔خود کو رومان شاہ کی گرفت میں دیکھ ناگواری سے نظریں اس کے چہرے پر ڈالتے ہوئے اٹھ کر بیٹھ گئی۔

۔بیڈ سے اٹھ کر کھڑی ہوئی چپلے پہن کر دروازے کی جانب قدم بڑھا گئی۔۔۔

میں آپ لوگوں کے لیے چائے لے کر آئی تھی۔میں نے سوچا کہ رومیوں کو صبح صبح چائے پینے کی عادت ہے۔

۔مہک چہرے پر دل فریب سے مسکراہٹ سجائے اپنے ہاتھ میں چائے کی ٹرے لیے ہوئے کھڑی تھی۔۔کیا میں اندر آسکتی ہوں۔۔۔جی جی بالکل آسکتی ہیں۔۔

آپ تشریف لے کر اندر آئیں آپ کو اجازت مانگنے کی کیا ضرورت ہے میرب نے جلے بھنے انداز سے کہا تھا۔مہک صرف دیکھنے آئی تھی کہ رومان شاہ اور میرب کے درمیان تلخیاں کہاں تک پہنچی ہیں۔۔

کیونکہ رات کو مہک کو پتہ تھا کہ میرب ان دونوں کو چھت پر دیکھ چکی ہے۔۔وہ رومان شاہ سے چپک کر کھڑی ہوئی تھی۔مہک پیچھے سیڑھیوں پر کھڑی ہوئی میرب کو بخوبی دیکھ سکتی تھی اس نے دیکھ کر بھی ان دیکھا کر دیا تھا۔۔

وہ تو چاہتی ہی یہی تھی کہ ان دونوں کے درمیان غلط فہمیاں پڑھے جن میں وہ کچھ حد تک کامیاب ہو چکی تھی۔۔۔

جبکہ رومان شاہ کو نہیں پتہ تھا کہ میرب وہاں پر آئی تھی۔اب وہ ان کے روم میں صرف چسکے لینے آئی تھی کہ اندر کیا چل رہا ہے۔۔۔

رومان شاہ جو لیٹا ہوا مہک کی آواز پر چونک کر اٹھا تھا۔اس منہوس کی وجہ سے پہلے ہی ہماری زندگی میں کافی طوفان برپا ہو چکا ہے۔اب یہ آفت صبح صبح کہاں سے نازل ہو گئی ہے۔۔

اس ناگواری سے سوچا تھا۔میرب دروازے کے آگے سے ہٹ چکی تھی مہک نے رات جیسا ہی گھٹیا لباس پہن رکھا تھا۔ڈیپ گلے والی تنگ قمیض کے ساتھ تنگ کیپری پہنے ہوئے ہاتھ میں چائے کی ٹرے لیے ہوئے بڑے دلکش انداز سے چلتے ہوئے بیڈ کے پاس آئی تھی۔۔سوٹ کافی ماڈرن تھا تو اس لیے دوپٹہ سرے سے تھا ہی نہیں۔۔

رومان شاہ نے ناگوار نظریں اس کے چہرے پر ڈالتے ہوئے غصے سے دیکھا تھا اس کی نظروں میں اتنا غصہ تھا کہ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ اس کا منہ توڑ دے۔

مگر وہ مہک تھی جسے جو حاصل کرنا ہوتا تھا اس کے پیچھے وہ ہاتھ منہ دھو کر پڑ جاتی تھی۔اس کی اس فطرت سے رومان شاہ بہت اچھی طرح سے واقف تھا۔۔

۔دھاڑڑڑ۔۔۔۔واش روم کا دروازہ بند ہوا تھا۔۔میرب غصے سے واش روم میں جا چکی تھی۔واش روم کا دروازہ اتنی زور سے بند کیا گیا تھا کہ شاہ نے اپنے کانوں پر ہاتھ رکھ لیا۔۔پکا دروازے کے قبضے اکھڑ گئے ہوں گے شاہ نے دل میں سوچا تھا۔۔

تم دفع ہو جاؤ میرے روم سے۔ صبح صبح تمہیں شرم نہیں آتی یوں کسی کے بیڈ روم میں آتے ہوئے۔ رومان شاہ نے صاف صاف لفظوں میں اس کی بے عزتی کی تھی۔۔

کیا ہو گیا ہے رومیوں میں کب سے تمہارے روم میں پوچھ کر آنے لگی۔ہم دونوں میں اتنی پردے داریاں کب سے شروع ہو گئی۔۔انداز بہت دلفریب اور لبھانے والا تھا۔

شاہ نے غصے سے بولنے کے لیے منہ کھولا تھا کہ اس سے پہلے۔میرب جو واش روم سے واپس اپنے کپڑے لینے کے لیے نکلی تھی۔۔۔

یہ بات سن کر اور بھی آگ بگولا ہو گئی۔تو پھر تم ایسا کیوں نہیں کرتی اپنا سامان لے کر اسی روم میں شفٹ ہو جاؤ۔تم آرام سے یہاں پر رہو جب تمہیں کسی کی اجازتِ کی ضرورت نہیں ہے۔تم دونوں میں کوئی پردہ نہیں ہے تو پھر کیوں خواہ مخواہ دونوں دوری کی آگ میں جل رہے ہو۔



۔اور کیا نام لیا تھا تم نے رومیو نائس نیم تم لوگوں میں تو اتنی محبت تھی کہ ایک دوسرے کے نام تک رکھے ہوئے تھے۔۔رومیوں کی جولیٹ تم یہاں آرام سے رہو مجھ سے شرمانے کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔

تمہارا رومیو کتنا تڑپ رہا ہے اپنی جیولیٹ سے ملنے کے لیے تم اس کو چائے پلاؤ یا اس کو چائے میں نہلاؤ مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا۔۔

۔وہ بنا موقع دیے غصے سے بول کر واپس اپنے کپڑے لے کر واش روم میں چلی گئی۔میرے خیال سے میری بیوی کے دماغ کو صبح صبح گرم کر کے اب تمہارے دل کو ٹھنڈک پہنچ گئی ہو گی۔

تو لہذا تم یہاں سے دفع ہو جاؤ تمہاری بہت مہربانی ہو گی۔۔مہک میں تمہاری رگ رگ سے واقف ہوں۔میری زندگی میں آگ لگانے کی کوشش مت کرو ورنہ میں تمہیں جلا کر بھسم کر دوں گا۔مہک اس بار مجھ سے کسی بھی طرح کی انسانیت کی امید مت رکھنا۔۔

۔میرب میری زندگی ہے میں بہت پیار کرتا ہوں اس سے۔اور اگر تمہاری وجہ سے میری زندگی میں مسائل پیدا ہوئے تو میں تمہاری جان لے لوں گا۔۔۔



ایک ایک لفظ کو چباتے ہوئے بول رہا تھا تو رومیو لے لو نہ جان میں تو چاہتی ہوں کہ تم میری جان لو۔میں بھی تمہاری ہوں اور جان بھی تمہاری ہے۔وہ اس کے پاس ہوتے ہوئے بہکانے کی کوشش کر رہی تھی۔۔۔

مہک تھوء ہے تم جیسی عورت میں نے اپنی زندگی میں نہیں دیکھی جو اپنے مفاد کے لیے اپنا آپ پیش کرنے لگ جاتی ہے۔۔

تم جیسی گھٹیا عورتوں کی وجہ سے اچھی عورتیں بھی بدنام ہیں۔۔اگر تم میں تھوڑی سی بھی غیرت ہو تو تم یہاں سے دفع ہو جاؤ۔اور دوبارہ میرے روم میں آنے کی جرأت مت کرنا۔۔

اور اگر میں نہ جاؤں تو۔۔بہت ہی بے شرم ہو تم۔۔اگر نہیں جاؤ گی تو میں تمہیں دھکے دے کر نکال دوں گا رومان شاہ نے دبے دبے الفاظوں میں بولتے ہوئے اسے جانے کو کہا تھا۔۔

اونچی آواز صرف وہ اپنی امی جان کی وجہ سے نہیں کر رہا تھا۔چاہے وہ اپنی امی جان سے جتنا بھی ناراض ہو۔۔مگر اپنی امی جان کی ناراضگی کی وجہ وہ کبھی نہیں بن سکتا تھا۔۔

اپنی اتنی توہین ہونے کے بعد مہک روم سے روتی ہوئی جا چکی تھی۔رومان شاہ نے ایک لمبی سانس بھرتے ہوئے پاس پڑی چائے کی جانب دیکھا تھا۔

سچ میں رومان شاہ کو صبح صبح چائے کی بہت طلب ہوتی تھی مگر اس وقت یہ چائے اسے زہر لگ رہی تھی۔۔

آپ کی جان چلی گئی کیا۔واش روم سے باہر آتے ہی میرب کی زبان نے زہر اگلا تھا۔میرب یار صبح صبح میں نے اس کو یہاں نہیں بلایا۔۔رومان شاہ بیڈ کراؤن سے ٹیک لگاتے ہوئے اپنی صفائی دے رہا تھا۔۔ اس لیے تمہیں مجھ سے جھگڑا کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔اور نہ ہی میں صبح صبح جھگڑا کرنے کے موڈ میں ہوں۔رات والے جھگڑے سے میرا سر ابھی تک درد کر رہا ہے وہ اپنے سر کو ہاتھ رکھ کر دبا رہا تھا۔۔۔

۔رومان شاہ آپ کا اور میرا جھگڑا ہے ہی نہیں میں جا رہی ہوں۔رات کو میں اس لیے رک گئی تھی کہ رات میں جانا مناسب نہیں تھا۔اور اب میں نہیں رکوں گی۔۔

آپ چاہے جتنے مرضی دھمکیاں دیں لے وہ مرر کے سامنے کھڑی ہو کر جلدی جلدی اپنے بال برش کر رہی تھی۔میرب نے خود ہی پیشی کھڑی کی تھی خود ہی وکیل بنی اور خود ہی جج بن کر فیصلہ سنایا تھا۔

جا کر دکھاؤ اگر تمہاری ٹانگیں نہ توڑ دوں تو پھر کہنا کہ رومان شاہ میرا نام نہیں۔۔ سمجھتی کیا ہو تم خود کو یوں بکواس کر کے تم مجھ سے دور چلی جاؤں گی ہاں۔اور میں تمہیں اتنی آسانی سے جانے دوں گا ڈارلنگ تم میرے بارے میں بہت غلط سوچ رہی ہوں۔۔۔

آپ مجھے ڈرانے کی کوشش مت کریں۔اگر میں جاؤں گی تو آپ کیا کر لیں گے۔لگتا ہے کہ تمہاری یادداشت بہت کمزور ہے تو پھر سے یاد کرواتا چلوں۔میں نے تمہیں رات کو بھی سمجھایا تھا کہ کرنے کو میں بہت کچھ کر سکتا ہوں۔۔۔

۔دور ہٹ کر بات کریں مجھ سے اور میں آپ کی ان گیدڑ دھمکیوں سے ڈرتی۔۔۔وہ اٹکتے ہوئے بول کر خود کو بہادر دیکھا رہی تھی۔



تو ٹھیک ہے پھر کر کے دکھاؤں میں کیا کر سکتا ہوں۔آ۔آ۔آپ مجھ سے دور رہیں۔میں نے آپ کو کہا ہے کہ مجھے ہاتھ لگانے کی کوشش بھی مت کیجئے گا۔

ہاتھ لگانے کی بچی میں تو تمہاری کھڑا کھڑا سانسیں پی جاؤں۔تم سمجھتی کیا ہو مجھے۔ سمجھانے کا موقع دو گی تو میں کچھ بکواس کر کے تمہیں بتاؤں گا کہ حقیقت کیا ہے۔۔

رومان شاہ کو میرب کے جانے والی بات سے غصہ آنے لگا تھا۔وہ کہاں اسے خود سے دور کرنا چاہتا تھا ۔مگر یہ پاگل لڑکی سمجھنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔۔

۔میرب پلیز آرام سے بیٹھ کر میری بات سنو میں تمہیں ساری بات سمجھاؤں گا تمہاری ساری غلط فہمیاں دور کر دوں گا مجھے ایک دو۔۔

مجھے نہ آپ کو کوئی موقع دینا ہے نہ آپ کے ساتھ رہنا ہے۔۔میرب غصے میں ضد پر اڑی ہوئی تھی۔۔

۔تو ٹھیک ہے پھر میں تو تمہیں خود سے دور نہیں جانے دوں گا کسی حال کسی صورت میں نہیں۔۔تو بولو کیا کرو گی مجھ سے دور جانے کے لیے۔۔

بولو جواب دو کیا کرو گی تم۔ دور تو میں تمہیں نہیں جانے دوں گا وہ بالکل اس کے پاس آکر کھڑا ہوا آنکھوں میں آنکھیں ڈالے اس کے جواب کا منتظر تھا۔۔

میں آپ کے ساتھ نہیں رہوں گی مجھے طلاق۔۔۔ میرب یہ تمہاری پہلی اور آخری غلطی ہے دوبارہ اس غلط الفاظ کا استعمال مت کرنا۔ ورنہ میں تمہاری جان لے لوں گا۔۔۔

اور جان ایسے انداز سے لوں گا کہ تمہیں میرا وہ انداز ہرگز پسند نہیں آئے گی میرے خیال سے بہت سمجھدار ہو میری بات کو بہت اچھی طرح سے تم سمجھ چکی ہو۔۔۔

اور جانے کا تو تم بھول جاؤ کہ میں تمہیں جانے دوں گا چاہے تمہاری ٹانگیں توڑ کر تمہیں بیڈ پر کیوں نہ ڈالنا پڑے۔

ٹوٹی ہوئی ٹانگوں والی بیوی منظور ہے مگر جانے نہیں دوں گا۔۔ رومان شاہ کی اکڑ اور ضد تم نے ابھی تک دیکھی کہاں ہے۔ وہ دھمکی پر دھمکی دیے جا رہا تھا۔

آپ نے بھی ابھی تک میرب کی اکڑ اور ضد دیکھی کہاں ہے میں نے کہا ہے میں جاؤں گی تو مطلب جا کر رہوں گی۔۔

تمہاری ضد کی تو ایسی کی تیسی کر و ضد کر کے دکھاؤ ضد کیسی ہوتی ہے ضد وہ اس کے پاس ہوتے ہوئے اسے کھینچ کر اپنے ساتھ لگا گیا۔۔

اس کی کمر میں ہاتھ ڈالتے ہوئے اسے بچوں کی طرح اٹھا کر ڈریسنگ ٹیبل پر مرر شیشے کے سامنے بٹھا دیا تھا

آپ مجھے اس طرح سے ڈرائے مت کانپتی ہوئی آواز سے بولی اب ڈراؤں گا نہیں اب دکھاؤں گا۔ تمہیں اپنی شدتیں کھل کر محسوس کرواؤں گا۔ تمہاری خوبصورت مہکتی ہوئی سانسوں کو ایسے روکوں گا تم یاد رکھو گے۔۔۔

بہت کرلی میں نے تم سے نرمی سے بات میرا نرمی والا رویہ تمہارے دماغ میں نہیں گھس رہا۔اب مجھے انگلی ٹیڑھی کرنی پڑے گی۔۔۔

۔اس کے اعتراف میں اپنے مضبوط بازو رکھ کر اس کے اوپر جھکے ہوئے کھڑا تھا جبکہ میرب دبک کر مرر کے بیک سے لگی ہوئی تھی۔

تمہیں مجھ سے دور جانے کا بہت شوق ہے نا۔۔ جلدی سے تیار ہو جاؤ تمہیں چھوڑ کر آتا ہوں۔

مگر پہلے میرے لیے ناشتہ لے کر آؤ اور ناشتے میں اورنج جوس ضرور بنا کر لانا۔۔کیوں یہاں پر کوئی فرمائشی پروگرام چل رہا ہے جو میں آپ کے لیے اورنج جوس بنا کر لے کر آؤں رومان شاہ کی اسپیشل فرمائش پر میرب کو غصہ آگیا تھا۔



اپنی فضول بکواس بند کرو اور جو کہا ہے وہ کرو۔ آپ اپنی جولیٹ کو بولیں کہ وہ اپنے رومیو کے لیے اورنج جوس اور ناشتہ بنائیں۔۔۔

۔ میرب تم میرے صبر کا امتحان لے رہی ہو۔اب اگر تم نہیں گئی تو میرا اگلا کیا قدم کیا ہو گا تم اچھی طرح سے جانتی ہو اور اب کی بار میں کوئی رائیت نہیں دوں گا۔

تمہاری سانسوں کو بند کر دوں گا اور تمہارے حلق سے ایک ایک سانس کو کھینچتے ہوئے پی جاؤں گا۔۔ اگر تم نے زبان درازی کی تو تمہاری ایسی حالت کر دوں گا کہ خود سے ہی منہ چھپاتی پھرو گے۔کڑک لہجے سے گرج کر دھمکی دی تھی۔۔

ہمیشہ مجھ پر حکم جھاڑتے رہتے ہیں جا رہی ہوں۔شاہ کی پہنچ سے دور ہو کر بول رہی تھی۔۔۔جو کارنامہ خود انجام دیا ہے اگر وہ میں نے کیا ہوتا۔۔۔تو میں تمہاری جان لے لیتا ہوں اب تک تمہیں دفنا کر بھی آ چکا ہوتا۔۔اور جو تمہارے اتنے نزدیک کھڑا ہوتا اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے دریا میں مچھلیوں کو بھی کھلا چکا ہوتا۔۔۔

میرب کی آدھی بات حلق میں تھی کہ جاتی ہوئی میرب کو اونچی آواز میں جواب دے گیا تھا۔۔اس کا اتنا بولنا ہی رومان شاہ کے تن بدن میں آگ لگا گیا تھا کہ کوئی میرب کے اتنا نزدیک ہو کر کھڑا ہوتا۔۔۔

میرب دھپ دھپ کرتی ہوئی غصے سے روم سے جاچکی تھی۔پاگل لڑکی میں جان نہ لے لوں اگر کوئی تمہاری طرف نظر اٹھا کر بھی دیکھے تو۔

تم میری ہو صرف اور صرف میری تم میرب رومان شاہ ہو تمہارے خوبصورت لبوں پر تمہاری خوبصورت جسم پر تمہاری محبت اور تمہارے روم روم پر صرف رومان شاہ کا حق ہے۔۔۔

تمہیں چھونے کا تمہیں چاہنے کا تمہیں اپنی شدتوں سے توڑنے کا صرف اور صرف رومان شاہ کو حق ہے وہ اب غصے سے اپنے آپ سے ہی باتیں کیے جارہا تھا دونوں ہاتھ بیڈ پر رکھتے ہوئے پاؤں لٹکا کر غصے سے پھنکار رہا تھا۔۔۔



۔۔رومان شاہ فریش ہو کر تیار ہو کر کھڑا ہوا تھا۔میرب روم میں ناشتہ لے کر آئی منہ کے زاویے بہت ہی خراب تھے غصے سے ٹیبل پر ناشتہ لگا کر جا کر دور کھڑی ہو گئی۔۔۔

۔ادھر آؤ اور یہاں پر بیٹھو۔۔ میں کیوں بیٹھوں آپ کا ناشتہ آپ کریں مجھے بھوک نہیں ہے۔۔ میں نے کہا ادھر آکر بیٹھو رومان شاہ غصے سے لفظوں کو چبا چبا کر بولا۔۔

بامشکل قدم اٹھاتی ہوئی پاس آکر تھوڑی دوری بنائے ہوئے صوفے پر بیٹھ گئی۔۔ جوس اٹھاؤ اور پیو۔۔ میں کیوں پیوں جوس آپ نے بنوایا ہے آپ ہی پیو۔

میرب۔۔۔ دماغ خراب مت کرو میں نے کہا جوس کا گلاس اٹھاؤ اور پیو ورنہ اپنے منہ میں بھر کر تمہیں پلاؤں گا۔۔۔



چھی گندے۔۔ میں خود پی لوں گی۔۔ چھی کی بچی جلدی پیو۔۔ میرب کے چھی کرنے پر رومان شاہ کی لبوں پر ہنسی گزری تھی۔۔۔

گٹاگٹ کر کے غصے سے اس نے جوس پیا نہیں تھا اپنے اندر پھینکا تھا رومان شاہ اسے گہری نظروں سے دیکھ رہا تھا اس کو پتہ تھا یہ لڑکی بہت ڈھیٹ ہے ناشتہ نہیں کرے گی اس لیے اس نے اسے آفر بھی نہیں کی تھی۔۔۔

خود آرام سے ناشتہ کیا اور چائے پی کر اٹھ کھڑا ہوا۔ چلو اٹھاؤ اپنا ہینڈ کیری اور چلو تمہیں تمہارے مائیکے چھوڑ آؤں۔

میرب کو تو ویسے ہی اس کے حکم کا انتظار تھا جلدی سے ہینڈ کیری کو پکڑتے ہوئے اپنا ہینڈ بیگ گلے میں ڈال کر اس سے بھی پہلے روم سے نکل رہی تھی۔۔۔

سنو باہر جاتی ہوئی میرب کو واپس بلایا تھا۔ اگر باہر جا کر کسی قسم کی بکواس کی تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔ اگر کچھ کہا تو۔ سوچ لینا کہ میں تمہیں کہیں پر بھی جانے نہیں دوں گا یہیں پر میرے ساتھ گھٹ گھٹ کر مرنا۔۔۔

باہر جا کر بالکل نارمل بیہیو کرنا اور امی جان کے پوچھنے پر تم یہ کہو گی کہ شاہ کسی ضروری کام سے جا رہے ہیں اور مجھے بھی اپنے ساتھ لے کر جا رہیں۔۔ میں آپ کے کہنے پر جھوٹ کیوں بولوں۔۔۔ سچ کی دیوی آج سے پہلے تو تم نے کبھی جھوٹ بولا ہی نہیں ہے۔۔ جتنا کہا چپ چاپ ویسا کرو۔۔

اپنے اس خوبصورت چہرے پر ہنسی سجا کر جانا اگر ذرا سا بھی امی جان کو شک ہوا کہ ہمارے درمیان کچھ چل رہا ہے تو پھر نہ کہنا کہ میں نے بتایا نہیں۔۔۔

انداز دھمکی آمیز تھا میرب کو فی الحال رومان شاہ سے جان چھڑانی تھی اس لیے اس نے اس مدے کو زیر بحث نہیں لیا۔۔

رومان شاہ کے کہنے کے مطابق میرب امی جان سے وہی کہا جو رومان شاہ نے بولنے کو کہا تھا۔۔

امی جان تو خوش تھے کہ کم سے کم رومان اسے اپنے ساتھ کہیں لے کر جا رہا تھا۔

میرب گاڑی کی پچھلی سیٹ پر آکر بر جمان ہو کر بیٹھ گئی۔ فرنٹ سیٹ پر آؤ تمہارے باپ کا نوکر نہیں ہوں جو تم پیچھے جا کر بیٹھ گئی ہو۔ڈرائیور سمجھ رکھا ہے مجھے۔۔

وہ غرایا تھا۔ میرب شاہ کی غرانے والی آواز سے ڈر کر پیچھے سے اٹھ کر آگے آکر بیٹھ گئی۔۔ منہ غصے سے پھلائے ہوئے چہرہ باہر کی جانب کیے ہوئے تھی۔کافی دیر منہ پھلائے بیٹھی رہی تھی اس کے بعد گہری نیند میں سو گئی۔

گہری نیند میں سوتے ہوئے سر شاہ کی جانب لڑکا گئی شاہ نے فوراً سے ہاتھ بڑھا کر اس کا سر اپنے کاندھے پر رکھ لیا محبت بھری نظروں سے اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے ماتھے پر اپنی محبت کی مہر لگائی تھی ۔میری پاگل بیوی جان رومان شاہ۔وہ اپنے آتشی لبوں سے مسکرارہا تھا نظر سامنے سٹیرنگ پر مرکوز تھی۔۔۔۔۔



۔

۔,

احمر فضول کی باتیں مت کرو مجھے فی الحال شادی نہیں کرنی۔ حد ہے شاہ زیب تم اتنے پڑھے لکھے سمجھدار ہو کر اس طرح سے بیہیو کر رہے ہو مجھے بالکل سمجھ میں نہیں آرہا۔۔

۔احمر اور شازیب دونوں کیفے میں بیٹھے ایک دوسرے سے بحث کر رہے تھے مدعا شاہ زیب کی شادی تھی۔جب کسی کو دل پہ چوٹ لگتی ہے تو اسے بہت تکلیف ہوتی ہے۔اس بات سے فرق نہیں پڑتا کہ کوئی پڑھا لکھا ہے یا نہیں یہ بات تم سے زیادہ اچھی طرح سے کوئی نہیں جان سکتا۔۔

۔ تنز کر رہے ہو احمد نے کچھ دیر ٹھہر سوچنے کے بعد کہا تھا۔ تنز نہیں کر رہا یار صرف تمہیں اپنے اندر کی فیلنگ سمجھانے کی کوشش کر رہا ہوں۔۔

شاہ زیب نے اپنی بات کی سختی کو بدلتے ہوئے کہا تھا۔۔احمر صرف تم اتنا سمجھنے کی کوشش کرو میں ڈاکٹر ہما کو اپنی زندگی میں شامل نہیں کر سکتا۔۔



کیوں کیا پرابلم ہے ڈاکٹر ہما میں

ویل ایجوکیٹڈ ہے خوبصورت ہے۔۔ اچھے خاندان سے تعلق رکھتی ہے۔۔ سب سے بڑھ کر تمہاری فیلڈ میں ہے۔۔۔ تم لوگ ایک دوسرے کو بہت اچھی طرح سے سمجھ سکتے ہو۔۔

۔اور وہ تمہیں خود آگے بڑھ کر پروپوز کر رہی ہے۔ تو مجھے تمہارے انکار کی وجہ سمجھ نہیں آرہی احمر اسے سمجھانے کے لیے ہر ممکن کوشش کر رہا تھا۔وہ اپنے دوست کو اس کی زندگی میں خوش دیکھنا چاہتا تھا۔وہ اسے اپنی طرح ایک اور احمر بنتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا تھا۔۔۔

احمر یار تم میرے دوست ہو اس بات کو سمجھو کہ میں اپنے دماغ سے مرہا کو ابھی تک نہیں نکال سکا۔۔

اتنا آسان نہیں ہے یار کسی کو پیار کر کے ایک ہی جھٹکے سے اپنے دماغ میں سے نکالنا۔۔ شاہ زیب کا درد اس کے چہرے پر واضح نظر آرہا تھا۔۔

۔مجھے تمہارے درد کا احساس ہے لیکن شاہ زیب جب ایک چیز واضح نظر آرہی ہے کہ ہمارے پاس کوئی آپشن موجود نہیں ہے۔۔۔



اس کی شادی ہو چکی ہے اب اسے اپنی زندگی میں خوش رہنے دو۔۔ اور یہ مت بھولو کہ تمہارا اس طرح سے مجنوں بننا ہمارے یار کے لیے باعث شرمندگی ہو گا۔۔

۔تم دونوں میں پہلے ہی کافی تناؤ آ چکا ہے تو پلیز اس تناؤ کو مزید مت بڑھاؤ۔اس واقعہ کے بعد تم دونوں نے آپس میں کوئی رابطہ کرنے کی کوشش نہیں کی۔پلیز شاہ زیب ہماری اس خوبصورت دوستی کو اس اس طرح سے خراب مت ہونے دو۔

۔اسی وقت ویٹر چائے لیکر آیا تھا۔دونوں کچھ دیر کے لیے چپ ہو گئے۔بہت شکریہ شاہ زیب نے ویٹر سے کہا تھا۔ویٹر جا چکا تھا۔۔۔۔

۔احمر میں تمہاری ساری بات سمجھ رہا ہوں۔رومان کی عزت پر آنچ نہ آئے اسے میری وجہ سے شرمندگی نہ ہو۔۔

اسی لیے میں مرہا کی رخصتی میں بھی شامل نہیں ہوا۔کیونکہ مجھے پتہ کہ تھا۔کہ میں اسے کسی اور کا ہوتا ہوا دیکھ نہیں برداشت کر سکتا۔۔

۔اور میں یہ بالکل نہیں چاہتا تھا کہ میری وجہ سے رومان شاہ کو ہوئی کسی بھی طرح کی شرمندگی ہو ۔۔۔یا مرہا کی شادی شدہ زندگی میں میری وجہ سے کوئی پریشانی آئے جبکہ اس سب میں اس کی کوئی غلطی نہیں تھی۔۔۔

۔اسے تو پتہ تک نہیں تھا کہ میں اس سے پیار کرتا ہوں۔۔اس لیے میں رومان شاہ سے ملنے سے گریز کر رہا ہوں۔۔ مگر اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ میں اس سے اپنی دوستی خراب کرنا چاہتا ہوں۔

۔یار ہم تینوں ایک دوسرے کی جان ہیں میں ہماری دوستی خراب کرنے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا۔۔میں بہت جلد رومان شاہ سے مل کر اپنی ساری غلط فہمیاں دور کر لوں گا۔ مگر فی الحال جو تم چاہتے ہو وہ نہیں ہو سکتا۔۔۔

احمر اگر میں ڈاکٹر ہما کا پروپوزل مان کر شادی کر بھی لیتا ہوں۔تو یہ ڈاکٹر ہما کے ساتھ زیادتی ہو گی۔ کیونکہ جو وہ ڈیزو کرتی ہے۔میں اسے نہ تو وہ پیار دے سکوں گا۔اور نہ ہی اپنی زندگی میں وہ اہمیت۔۔تو میں کیوں اپنی اس ادھوری زندگی میں کسی اور لڑکی کی خوشیاں برباد کروں۔۔۔

۔ڈاکٹر صاحب ایک عورت کے پیار میں بہت طاقت ہوتی ہے۔ وہ تمہاری سوچ کو بدل دے گی ۔تمہارے دل میں وہ اپنی جگہ خود بنالے گی۔تم ایک قدم بڑھا کر تو دیکھو۔۔احمر اب بھی اپنی بات پر قائم تھا۔۔۔

۔احمر پلیز اس مدے پر ہم بعد میں بات کریں گے۔۔۔ نہیں ابھی اور اسی وقت اس مدے پر بات ہو گی۔۔۔ میرے خیال سے تو تم اس مدے کو۔۔۔ مدے سے حقیقت بناؤ اور کرلو ڈاکٹر ہما سے شادی اپنی لائف کو آگے بڑھاؤ۔۔۔

۔یار زندگی دوبارہ نہیں ملتی ۔۔۔اور اگر یہی بات اگر میں تم سے کہوں تو ڈاکٹر شاہ زیب نے ستائشی نظروں سے دیکھتے ہوئے احمر سے کہا تھا۔۔۔



۔ہاں تو مجھے بھی لادو عریشہ میں کرلوں گا۔اس سے شادی وہ ٹوٹے ہوئے دل سے مسکرایا تھا۔۔ عریشہ تو تمہیں نہیں مل سکتی کیونکہ اس کمینے نے تمہیں صرف ٹھیک کرنے کے لیے ایک چکمہ دیا تھا۔۔

کہ تمہیں وہ عریشہ واپس لا کر دے گا۔ جب کہ ایسا کچھ نہیں ہونے والا میں جانتا ہوں۔۔۔"کیا۔۔تم جانتے تھے کہ صرف تمہارا علاج کروانے کے لیے رومان شاہ نے تمہیں یہ کہا تھا کہ عریشہ سے تمہیں واپس ملوائے گا۔۔

جہاں زیب میں حیرت زدہ ہو کر پوچھا تھا۔۔ آخر یار ہے وہ ہمارا اس کی رگ رگ سے واقف ہوں۔۔وہ مسکرا رہا تھا۔۔مجھے پتہ تھا کہ وہ اس لڑکی کو کبھی میری زندگی میں واپس نہیں آنے دے گا جس کی وجہ سے میری زندگی برباد ہو گئی۔۔۔

مگر یار اس کی دوستی پہ قربان جانے کو دل کرتا ہے۔ وہ مجھے واپس میری نورمل زندگی میں لے آیا ۔۔اس نے تب تک دم نہیں لیا جب تک اس نے مجھے ٹھیک نہیں کر لیا۔۔۔احمر نے رومان شاہ کی تعریف کی تھی۔۔

واہ یار تو تو چھپا رستم نکلا تجھے تو سب حقیقت پتہ تھی۔۔شاہ زیب مزاق سے مسکرایا تھا۔ تو اب کیا تم اریشہ کا خیال اپنے ذہن سے نکال دو گے۔۔شاہ زیب نے بہت تعجب سے پوچھا تھا۔۔۔

۔نکال چکا ہوں مجھے نہیں چاہیے وہ لڑکی جس کی وجہ سے میں اپنی ماں کے آنسوں کی وجہ بنا اپنے دوستوں سے دور ہو گیا۔ اپنی زندگی سے دور ہو گیا۔۔

خدا ہر کسی کو تم دونوں جیسے یار نہیں دیتا اگر مجھے قسمت نے پلٹ کر زندگی جینے کا موقع دیا ہے۔ تو میں ہر گز اسے ضائع نہیں کرنا چاہوں گا۔ وہ بہت پر سکون لہجے سے بول رہا تھا۔۔

گڈ ویری گڈ بہت خوشی ہوئی جان کر کہ احمر تم خود سے اپنی زندگی کی طرف لوٹ آئے ہو۔۔ اب تم بھی پلیز اپنی زندگی کی طرف لوٹ آؤ اور اپنے دماغ سے مرہا کا خیال نکال دو۔۔

اس کا شوہر اس سے بہت پیار کرتا ہے اور وہ اے سی پی کبھی بھی میرہا کو خود سے دور نہیں ہونے دے گا میں نے دیکھا ہے اس کی نظروں میں چھلکتا ہوا پیار۔۔۔

پلیز احمر اس طرح کی دل جلانے والی باتیں مت کرو۔۔ شازیب کو جلن محسوس ہوئی تھی۔۔ خدا اس کو سب خوشیاں دے جس کی وہ مستحق ہے۔۔ مگر یار فی الحال مجھے بہت تکلیف ہوتی ہے جب اس کا نام کسی اور کے ساتھ لیا جاتا ہے۔۔

۔ ٹھیک ہے نہیں لوں گا نام مگر تم ڈاکٹر ہما کے پرپوزل پر نظر ثانی کرنا اور جواب میں ہاں میں آنا چاہیے۔۔ میں بہت جلد اس گانے پر بھنگڑا ڈالنا چاہتا ہوں۔

نچ لین دے مینو۔

یار دے ویاوچ۔

اچھاڈانسر صاحب کوشش کروں گا کہ جلد ہی تمہیں موقع میسر ہو۔۔ ٹھمکے لگانے کا دونوں قہقہے لگا کر ہنس اٹھے تھے۔

○○○○○○○○

وہ لیپ ٹاپ کھولے ہوئے بیٹھا بے حد مصروف انداز سے کچھ فائل ٹھیک کر رہا تھا۔۔جو کہ اس کے نیو پروجیکٹ کی تھی۔۔ان دنوں کام بہت زیادہ تھا مگر پھر بھی وہ سارے کام چھوڑ کر اپنی بیوی کے ساتھ اپنی الجھنے سلجھانے کے لیے کراچی کے سائیڈ ایریا پر آیا ہوا تھا۔۔

۔جہاں پر اس کا راپنا ایک خوبصورت چھوٹا سا اپارٹمنٹ تھا اپارٹمنٹ بہت مہنگی سوسائٹی میں لیا گیا تھا

۔

Emmar Apartment"

DHA"

Karachi

میں رومان شاہ نے میرب کو گفٹ کرنے کے لیے ایک سیپریٹ اپارٹمنٹ خریدا ہوا تھا۔ جو سوسائٹی سے بہت دور تھا۔ یہ اپارٹمنٹ اس نے میرب کے لیے خریدا تھا جو اسے شادی پر نہ کچھ دینے کی وجہ سے۔۔ بطور گفٹ دینا چاہتا تھا مگر یہ گفٹ اسے اس طرح سے دکھائے گا یہ اس نے نہیں سوچا تھا۔

۔شام ڈھلنے لگی تھی۔ سورج غروب ہونے کو تھا۔ مگر میرب جی ابھی تک سو رہی تھی۔ یا پھر یوں کہیں کہ سلائی گئی تھی۔۔۔

۔میرب بہت غصے میں تھی۔ شاہ جان چکا تھا کہ وہ اب نا ڈر کر چپ کرے گی اور نا ہی پیار سے۔ وہ ہر صورت شاہ کو چھوڑ کر جانا چاہتی تھی۔



۔شاہ کے ماضی میں مہک کا ہونا میرب کے لیے باعث تکلیف بن چکا تھا۔ وہ اس وقت غصے اور جلن کی اس سٹیج پر تھی کہ وہ خود کو نقصان پہنچا کر بھی خود کو شاہ سے دور کرنے کے لیے تیار تھی۔۔

۔۔ مگر شاہ اسے خود سے دور کیسے کرتا۔ وہ اپنے شاہ کے دل میں اپنی جگہ بنا چکی تھی۔۔ اس کے دور جانے کا سوچ کر ہی اس کے شاہ کا دل بند ہونے لگتا تھا۔

۔لیپ ٹوپ کو بند کر کے وہ بیڈ پر بے سد پڑی ہوئی میرب کو گہری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔کچھ آوارا لٹیں اس کے خوبصورت چہرے پر آئی ہوئی تھی ۔۔وہ سوتے ہوئے بہت معصوم لگ رہی تھی ۔چہرے پر پریشانی اور دکھ کے تاثرات بکھرے ہوئے تھے رنگ زردی مائل ہو رہا تھا۔۔۔
شاہ چلتے ہوئے اس کے پاس آکر بیٹھ گیا تھا۔وہ تکیے پر سر رکھے ہوئے کروٹ لے کر سو رہی تھی۔شاہ بیڈ سے ٹانگیں لٹکا کر۔اپنا ایک ہاتھ اس کی کمر سے گزارتے ہوئے بیڈ پر رکھ کر بیٹھ گیا تھا۔۔
نظریں اس کے دل فریب سراپے میں مگن تھی۔۔باہر ہلکی ہلکی بارش ہو رہی تھی روم کی خاموشی اور باہر گرتی ہوئی بارش کی بوندوں کی آواز سے ایک الگ ہی دھن بن رہی تھی۔۔

خاموشی کا پہرہ تھا کیونکہ جس سوسائٹی میں یا اپارٹمنٹ تھا وہاں آبادی بہت کم تھی۔کراچی سے کافی سائیڈ پر یہ ایریا تھا جو ساحل سمندر کے بے حد نزدیک تھا۔

یہ اپارٹمنٹ بالکل دبئی سٹائل سے تیار کیا گئے تھے۔یہ اپارٹمنٹ صرف دو اور چار کمروں پر ہی مشتمل تھے۔شاہ نے میرب کے لیے دو کمروں والا اپارٹمنٹ لیا خریدا تھا۔۔۔

کیونکہ وہ یہاں پر صرف اس کے ساتھ حسین اور خوبصورت لمحات قید کرنے کے لیے ہی آنا چاہتا تھا تو اس لیے چار کمرے والے اپارٹمنٹ کی اسے ضرورت نہیں۔

کھڑکی سے باہر سمندر کا ویو بے حد خوبصورت منظر پیش کرتا تھا۔سوسائٹی بہت مہنگی تھی اور ابھی پوری طرح تیار نہیں تھی اس لیے بہت کم اپارٹمنٹ تیار تھے۔

اس لیے ماحول بہت پرسکون تھا باہر کسی بھی طرح کے شور شرابے یا ٹریفک کے آواز نہیں تھی۔شاہ گہری نظروں سے میرب کے خوبصورت چہرے کو دیکھ رہا تھا۔۔

۔شاہ اپنے ہاتھ سے اس کے چہرے پر آئی ہوئی آوارہ لٹوں کو پیچھے کر رہا تھا۔میرب کی چھوٹی گرم چلتی ہوئی سانسیں شاہ کے ہاتھ پر پڑ رہی تھی تاکہ وہ اپنی جان شاہ کے خوبصورت چہرے کو پوری طرح سے دیکھ سکے۔۔



اٹھو جانے شاہ تمہارا شاہ تمہارے اٹھنے کا انتظار کر رہا ہے۔۔اٹھو اور کرو مجھ سے جھگڑا تاکہ میں اپنی جنگلی ہرنی کو سب حقیقت سے آگاہ کرسکوں۔۔اپنے ہاتھ کی پشت کو اس کے گال پر رب کر رہا تھا۔

اس کے ہاتھ کے لمس کی حدت سے وہ نیند سے کسمسا کر اٹھنے لگی تھی۔۔اس کے مردانہ ہاتھ کی گرمی کو میرب نیند میں بھی محسوس کر کے سسک اٹھی تھی کیونکہ شاہ کا ہاتھ گالوں سے ہوتے ہوئے اس کی گردن پر آ چکا تھا۔۔

نظر اس کے خوبصورت دل فریب سراپے پر مرکوز تھی۔ اس کے خوبصورت دلفریب سراپے کو سانسوں کے ساتھ کے ساتھ اوپر نیچے ہوتے دیکھ کر۔ شاہ کے لبوں کی مسکراہٹ گہری ہوتی جا رہی تھی۔۔

۔گھر بھی اکیلا ہونا ارد گرد کسی بھی طرح کا شور نہ تھا۔باہر سے آتی ہوئی بارش کی بوندوں کی ٹپ ٹپ اور ساتھ میں چلتی ہوئی ہؤاں کی سنسناہٹ اور روم میں پڑا ہوا وجود جس پر وہ پورا حق رکھتا تھا۔۔



اس وقت یہ ساری باتیں شاہ کو بہکانے کے لیے کافی تھی۔اس کے محبت سے بھرے بے لگام جزبات بے قابو ہو رہے تھے۔۔وہ گہری نظروں سے دیکھ کر اپنے ہونٹ کے کنارے کو دباتے ہوئے مسکرایا تھا۔۔۔

۔اپنی انگلی کو اس کی گردن پہ رکھتے ہوئے لائن کھینچتے ہوئے دل تک لے آیا تھا۔۔ابھی ارادہ تو اس سے بھی زیادہ کا تھا۔۔ وہ اس وقت وہ کر رہا تھا جو اس کا دل چاہتا تھا۔۔ مگر مردانہ ہاتھ کی گرمیوں سے میرب سسک کر آنکھیں کھول کر اٹھ گئی تھی۔۔۔

۔یہ۔۔۔کک۔کک۔۔ کیا کر رہے ہیں آپ وہ گھبرا کر آدھے لفظوں توڑتی ہوئی بول کر پیچھے کو سرکتی ہوئی اٹھ کر بیٹھ گئی تھی۔۔۔بہت کچھ کرنے کا ارادہ رکھتا تھا"" اور ہوں"۔۔اچھا ہوا کہ محترمہ کی آنکھ کھل گئی ہے کب سے تمہارے اٹھنے کا ویٹ کر رہا ہوں۔۔۔

میری جھگڑالو ہرنی وہ اپنا چہرہ اس پر جھکاتے ہوئے سرگوشی میں بولا تھا۔اس کے لبوں کی جنبش سے نکلتی ہوئی گرم سانس اس کے کان کی لوں پر پڑی تھی۔۔اس کے دل کی دھڑکنیں بے ترتیب ہوئی تھی۔۔

وہ اور گھبرا کر پیچھے ہونے کو تھی کہ پیچھے بیڈ گراؤن کی ٹیک سے جا لگی پیچھے جگہ ہی نہ تھی اس کے فرار ہونے کی۔۔

۔شاہ کی آنکھوں میں آنچ دیتے ہوئے جذباتوں سے وہ پوری طرح سے گھبرا گئی تھی۔۔پاس پڑے ہوئے دوپٹے کو کھینچتے ہوئے میرب نے اپنے گلے میں لپیٹ لیا تھا۔۔شاہ کی بے باک نظریں اسے اندر تک جاتی ہوتی ہوئی محسوس ہو رہی۔۔۔

۔یہ کیا بدتمیزی ہے کسی سوتی ہوئی لڑکی کے کوئی اتنے نزدیک ہو کر بیٹھتا ہے۔وہ غصے سے جنگلی ہرنی کی طرح ٹیڑی نظریں کرتی ہوئی بول رہی تھی۔۔
پہلی بات تو تم میری بیوی ہو کوئی غیر لڑکی نہیں۔۔میری جنگلی بیوی تمہیں اتنے قریب سے دیکھنے کا پورا حق ہے مجھے۔

۔حق تو مجھے تمہیں یوں بے لباس دیکھنے کا بھی ہے۔مگر وہ الگ بات ہے کہ میں بہت شریف سا بندہ ہوں میں نے ابھی تک اپنے اس حق کا استعمال کیا نہیں ہے۔۔وہ اپنی بے باک نظروں سے مسکرا کر جتا گیا تھا۔۔

۔شاہ کے جملے نے میرب کے کانوں سے آگ لگادی تھی۔وہ تو سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ شاہ اتنا بھی بے باک ہو سکتا ہے۔۔۔وہ حیرت سے آنکھیں پھاڑے ہوئے شاہ کو دیکھ رہی تھی شرم سے گال لال گلابی ہو رہے تھے۔۔۔

۔اتنا چھپاؤ مت خود کو مجھ سے۔۔کافی خوبصورت ہے تمہارا یہ دل فریب سراپہ۔۔آنکھ کو دباتے ہوئے اشارہ اس کے دل والے مقام کی جانب کیا۔۔

میں کہاں ہوں۔۔میرا مطلب ہے کہ ہم لوگ کہاں ہے اس وقت۔۔وہ شاہ کی باتوں سے گھبرا کر۔۔ شاہ کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے سوال کر گئی۔۔۔

جانے من تم اس وقت پوری طرح سے میری قید میں ہو۔۔تم اس وقت ہمارے گھر سے بہت دور کراچی کے ایک سائیڈ ایریا پر ہو۔۔یہاں پر دور دور تک تمہیں جانے کے لیے کوئی چیز نہیں ملے گی۔۔

اس لیے اگر تمہارے خرافاتی دماغ میں یہاں سے بھاگنے یا فراری کا کوئی پلان ہے تو اسے فورن ڈس کنیکٹ کر دو۔کیونکہ کچھ فائدہ نہیں ہونے والا وہ اپنی فتاحی مسکراہٹ کے ساتھ مسکراتا ہوا بول گیا تھا۔۔۔

شرم نہیں آتی یوں دھوکے سے مجھے یہاں لے کر آتے ہوئے۔۔ مگر مجھے پتہ کیوں نہیں چلا جب آپ مجھے یہاں لا رہے تھے۔۔وہ باتوں کے بیچ میں سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے سوچنے لگی تھی۔۔ مگر اسے کچھ بھی یاد نہیں آ رہا تھا سوائے اس کے کہ وہ گھر سے اپنی ماما کی طرف جانے کے لیے نکلی تھی۔۔

۔وہ پچھلی سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھی جبکہ شاہ نے غصے سے اسے فرنٹ سیٹ پر آنے کو کہا تھا۔۔وہ غصے سے سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھی اور اس سے آگے کا اسے کچھ بھی یاد نہیں تھا۔۔۔
اس کے بعد اس کی آنکھ کھلی تھی۔۔اور یہ ظالم اسے قید ہونے کی خوشخبری سنا رہا تھا۔۔۔

۔اپنے چھوٹے سے دماغ پر اتنا زور مت ڈالو میں بتا دیتا ہوں کہ تمہیں پتہ کیوں نہیں چلا۔۔ پتہ کیسے چلتا میری جنگلی ہرنی جس اورنج جوس کو تم نے گٹا گٹ کر کے اپنے اندر انڈیلا تھا۔۔۔



اس میں نیند کی دوا موجود تھی تو اس لیے تم بڑے آرام سے میرے ساتھ فرنٹ سیٹ پر میرے ہی کاندھے پر سر رکھ کر سو کر آئی ہو۔۔اس کے اطراف میں دونوں بازو رکھے ہوئے اس سے بیڈ سے ٹیک لگانے پر مجبور کر گیا تھا۔۔

چہرہ اس کے بے حد قریب کیے ہوئے اس کے اڑی ہوئی ہوائیوں کے آتے جاتے رنگ دیکھ رہا تھا۔۔

۔اور اس کے آگے کا سفر میں نے تمہیں اپنی باہوں میں اٹھا کر کیا۔۔ یعنی کہ میں تمہیں ہمارے فلائٹ پر اپنی باہوں میں اٹھا کر لایا ہوں۔۔۔ کیوں"

۔کیونکہ گاڑی اوپر روم تک آ نہیں سکتی تھی۔اس لیے وہ شرارتی نظروں سے دیکھتے ہوئے اس کی ہر بات کا بڑی ہوشیاری سے جواب دے رہا تھا۔۔

۔زیادہ اپنی فتح کے جشن منانے کی ضرورت نہیں ہے جیسے مجھے لے کر آئے ہیں ویسے چھوڑ کر آئے میرب نے اپنی ساری ہمت جمع کر کے شاہ کو دھمکاتے ہوئے کہا تھا۔۔۔

۔ صدقے جاؤں اب تم اس قابل تو ہو گئی ہو کہ شاہ کو دھمکیاں دے سکتی ہو۔وہ بہت تنزیہ اس پر مسکرایا تھا۔۔

میں آپ کو کوئی دھمکیاں نہیں دے رہی بس آپ مجھے ماما کے گھر چھوڑ کر آئیں۔۔

۔وہ خود میں سمٹتے ہوئے شاہ کی گرم سانسوں سے فاصلہ بنانے کی کوشش کر رہی تھی۔ جو اس کے چہرے پر جھکا ہوا نہ جانے کیا ثابت کرنا چاہتا تھا۔۔

پلیز مجھ سے تھوڑا دور ہو کر بات کریں اس طرح سے ڈرانے کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔میرب میں یہاں پر تمہیں ڈرانے یا دھمکانے کے لیے ہر گز نہیں لے کر آیا میں چاہتا تھا کہ میں آرام سے بیٹھ کر تمہاری ساری غلط فہمیاں دور کروں تم جو سوچ رہی ہو وہ پوری طرح سے سچ نہیں ہے۔۔۔

آدھی ادھوری باتوں کو سن کر تم نے اپنے دماغ میں جو سکیچ تیار کیا ہے پلیز اس سے ہمارے رشتے کو خراب مت کرو۔وہ سیریس ہو کر سمجھانے لگا تھا۔۔۔

۔رومان شاہ مجھے آپ کی کسی بات پر یقین نہیں ہے اور نہ ہی مجھے آپ سے کوئی صفائی چاہیے اگر آپ اتنے سچے ہوتے تو مجھے ساری حقیقت سے پہلے آگاہ کر دیتے۔۔۔

۔مگر آپ کے دل میں تو مہک کی محبت کا سمندر پورے عروج پر تھا تو آپ مجھے کیوں بتاتے اس لیے اب کسی بھی صفائی کی گنجائش نہیں ہے۔۔۔۔

۔میرب میں سب کچھ تمہارا برداشت کروں گا کیونکہ مجھے لگتا ہے کہ تم اس وقت رائٹ ہو جو کچھ تم نے دیکھا اور سنا اس سے تمہارا اس طرح کاری ایکٹ میں برداشت کر سکتا ہوں۔۔۔

۔مگر اب دوبارہ اپنی زبان سے مجھے صرف شاہ کہہ کر بلانا روما ن شاہ کو اس کا بار بار روما ن شاہ کہنا زہر لگ رہا تھا۔میں آپ کو ہر گز شاہ کہہ کر نہیں بلاؤں گی۔ آپ روما ن شاہ ہیں اور میں آپ کو روما ن شاہ ہی کہوں گی۔۔۔

۔وہ ضدی انداز سے بول رہی تھی۔ میرب کی آنکھوں میں بھی غصے کی تپش واضیا دکھائی دینے لگی تھی۔تو ٹھیک ہے جب تم کچھ سمجھنا چاہتی ہی نہیں تو مجھے سمجھانے کی ضرورت کیا ہے۔۔



۔ایسے تو پھر ایسے ہی صیحح اب لے کر دکھاؤ اپنی منہ سے میرا غلط نام وہ قریب ہو کر اس پر جھکا تھا۔۔شاہ کے نزدیک میرب کا اسے روما ن شاہ بلانا غلط نام تھا۔۔

۔اسے اس کے خوبصورت لبوں سے شاہ ہی سننا تھا۔اب یہ اس کی ضد بن چکی تھی۔۔۔میرب سٹ پٹائی تھی اس کے قریب ہونے سے۔اس کے سینے پر دباؤ دیتے ہوئے پیچھے کر کے۔سو کی سپیڈ سے بیڈ سے اتر کر کمرے سے باہر کیجانب بھاگی روم کا دروازہ کھول کر وہ بھاگتے ہوئے ٹی وی لاؤنج میں آچکی تھی۔۔۔۔

۔اب ارادہ باہر کا دروازہ کھول کر بھاگنے کا تھا۔مگر وہ بند دروازے کے ہینڈل کو بار بار گھما رہی تھی۔۔۔ کیا لگتا ہے کہ تمہیں اگر میں یہاں تک لے آیا ہوں تو اتنی آسانی سے تمہیں یہاں سے جانے دوں گا۔ میرب رومان شاہ تمہارے فرار ہونے کا ہر راستہ مجھ سے ہو کر گزرتا ہے۔وہ اس کے پیچھے پیچھے چلتا ہوا آیا تھا۔۔

۔اس لیے فضول میں خود کو ہلکان مت کرو کیونکہ تمہاری یہ خواہش میں پوری کرنے والا ہوں۔وہ اپنی بات میں اپنے جذباتوں کا تقاضا کر گیا تھا۔۔



۔آپ نے اگر میرے ساتھ کچھ غلط کرنے کی کوشش بھی کی تو،میں اپنی جان لے لوں گی،اس کی باتوں کا مفہوم میرب اچھی طرح سے سمجھ رہی تھی۔۔

۔تمہیں کیا ضرورت ہے اپنی جان لینے کی۔۔تمہاری جان میں اپنے انداز سے لوں گا۔تمہاری سانسیں پی کر تمہیں اپنی شدتیں دے کر۔۔اس کی کمر میں ہاتھ ڈالتے ہوئے کھینچ کر اسے اپنے کاندھے پر اٹھا لیا تھا۔۔۔

۔میرب بچوں کی طرح ٹانگیں مارتے ہوئے خود کو چھڑوانے کی بے جاں کوشش کر رہی تھی۔۔جب کہ وہ چند قدموں میں ہی روم کے اندر آچکا تھا۔۔اسے بیڈ پر پٹختے ہوئے جاگ کر روم کے دروازے کو لاک کر چکا تھا۔۔

۔آپ میرے ساتھ زبردستی نہیں کر سکتے مجھے آپ سے طلاق چاہیے۔وہ شاہ سے ڈرتے ہوئے بیڈ پر سکرول کرتی ہو پیچھے کی جانب ہو کر بولی تھی۔۔اس کا یہ بولنا رومان شاہ کے تن بدن میں آگ لگا گیا تھا۔۔

۔میں تمہاری ہر بات کو اگنور کر رہا تھا مگر اب یہ بات بول کر تم نے اپنی حد پار کر دی ہے۔میں نے تمہیں کل بھی یہ سمجھایا تھا کہ یہ تمہاری پہلی اور آخری غلطی ہے مگر تم باز نہیں آئی اب بھگتنا جو ہو گا تمہارے ساتھ۔۔۔

۔میری نرمی کا ناجائز فائدہ اٹھارہی ہو۔اس کی کلائیوں پر اپنی پکڑ مضبوط کرتے ہوئے سرد لہجے میں گرج اٹھا تھا۔۔وہ پیچھے کی جانب گر چکی تھی۔۔ اور وہ گھٹا بن کر اس کے اوپر چھایا ہوا اس کی نازک کلائیوں پر اپنی گرفت سخت تر کرتا جارہا تھا۔۔

۔کلائیوں پر رومان شاہ کے سخت ہاتھوں کی شدت سے وہ بلبلہ اٹھی تھی۔۔شاہ کے ڈر سے اس کی چیخ تک حلق میں گھٹ کر رہ گئی تھی۔۔اس سے ڈرا ہوا دیکھ کر شاہ کو اور بھی غصہ آیا تھا۔۔

۔اسے پتہ تھا کہ میرب اس سے ڈرتی ہے مگر اپنی زبان سے زہر اگلنا نہیں چھوڑ رہی تھی۔۔شاہ اس کے کچھ سیکنڈ پہلے بولے ہوئے الفاظ کو یاد کیا اور سیخ پا ہوا۔۔



۔شاہ نے تھوڑا سا اوپر ہوتے ہوئے اپنی شرٹ کے بٹن کھول کر شرٹ کو دور اچھال دیا۔۔یہ دیکھتے ہی میرب ماہی بے آب کی طرح تڑپ اٹھی۔ہتھیلیاں پسینے سینے سے بھیگنے لگی۔۔

۔آپپ۔۔۔ آپ میرے نزدیک نہیں آسکتے وہ سہمی سہمی آواز میں بولی۔شاہ استہزایہ نظروں سے دیکھ کر ہلکا سا قہقہہ لگا کر ہنسا تھا۔۔بے وقوف لڑکی تمہیں اب تک میری طاقت اور میرے حقوق کا اندازہ نہیں ہوا ہے ۔۔اس وقت خود کو دیکھو کس حالت میں ہو ۔اب بھی تمہیں لگتا ہے کہ میں تمہارے نزدیک نہیں آسکتا۔۔اس کے یوں کہنے پر وہ شاہ کی گرفت میں ساکت سی بے بسی کی تصویر بنے ہوئے آنسوں بہانے لگی تھی۔۔۔

وہ اس کی رونے کی پرواہ کیے بغیر اپنے مضبوط ہاتھوں سے اس کی نازک کلائیوں کو لاک کیئے ہوئے تھا۔ اس کے دوپٹے سے بے نیاز سراپے پر گہری نظر ڈالتے ہوئے اس کی ٹانگیں تک اپنی ٹانگوں میں لاک کر چکا تھا۔۔۔

۔ہاتھ بڑھاتے ہوئے سائیڈ ٹیبل سے میوزک پلیئر کا ریموٹ کنٹرول اٹھا کر روم کے اندر مدھم آواز سے سونگ پلے کر کے آنکھ دبا کر واپس اپنے کام پر لگ گیا۔۔۔سونگ کے بول سن کر میرب اور بھی شرم سے لال ہونے لگی تھی۔۔

۔جتنا بے شرم خود ہے اس سے کہیں زیادہ بے شرم سونگ پلے کیا ہے میرب نے شرم سے لال اور غصے سے پیلا ہوتے ہوئے اپنے دماغ میں سوچا تھا۔۔

۔✿تو اج مینو نیڑے نیڑے آلین دے"تم آج مینو نیڑے نیڑے آلین دے"سونیۓ اپنے حسین دے اُتے

سونئے اپنے حسن دے اُتھے۔

✿تو مینو تھوڑا حق تاجتالین دے۔

تو مینو تھوڑا حق تاجتالین دے۔

تم آج مینو نیڑے نیڑے آلین دے

تم آج مینو نیڑے نیڑے آلین دے❤

میرب کو اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ اس اڈیل آتش فشاں پہاڑ کی ماند پھلیے ہوئے رومان شاہ کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔۔۔

۔اس کی ساری ہٹ دھرمی سارا غصہ ساری بک بک دو پل میں ہی ختم ہو گئی تھی۔۔شاہ کی آنکھوں میں خماری کا ایک جہاں بہت دور تک پھیلا ہوا نظر آرہا تھا۔

۔جسے دیکھ کر میرب کو اپنی روح تک فنا ہوتی ہوئی نظر آرہی تھی۔۔اسے اپنے بولے ہوئے الفاظوں پر غصہ آرہا تھا اب اسے اندازہ ہو چکا تھا کہ اس نے بھوکے شیر کے پنجرے میں خود ہی ہاتھ ڈال دیا ہے۔۔۔ شش۔۔۔شاہ۔۔پلیز نہیں۔۔ ششششش اب مجھے تمہاری آواز نہیں آنی چاہیے۔اور اب شاہ بول کر مجھے پر احسان نا کرو ورنہ میں اور بہک جاؤں گا۔۔تم نے اپنی مرضی کر لی ہے۔۔اب میری باری وہ کہتے ہوئے اس کے لبوں نازک سی پنکڑیوں پر جھکا گیا۔۔

۔✿اوہ کاہدہ رکھدی اے تواوہلا

دل کہندا امین تینو بولاں

اوہ کاہدہ رکھدی اے تواوہلا

دل کہندا امین تاں بولاں

تم آج مینو خود چھ سمالین دے

تم آج مینو خود چھ سمالین دے

تواج مینو نیڑے نیڑے آلین دے۔

تواج مینو نیڑے نیڑے آلین دے ✿

۔اپنے آتشی لبوں سے جب اس کی پنکھڑیوں کو قید کر کے نمی کا پہلا قطرہ اپنے اندر انڈیلا تو میرب بن جل کے مچھلی کی طرح تڑپ اٹھی تھی۔۔اس کی تڑپ سے شاہ نے اپنے دانتوں کا دباؤ اور بڑھا دیا تھا ۔اس کی بے رحمی پر میرب کی سسکیاں برامد ہونے لگی۔۔۔

✿اج بھاہاوچ تو مینو بھر لے

آج اپنا مینو کر لے

اج بھاہاوچ تو مینو بھر لے

آج اپنا مینو کر لے

تم آج دووے سہ ایک ہو لین دے

تم آج دووے سہ ایک ہو لین دے

تم آج مینو نیڑے نیڑے آلین دے

تم آج مینو نیڑے نیڑے آلین دے 🔥

۔اس کے غصے کے آگے وہ ساکت ہو گئی تھی جو تھوڑی بہت مزاحمت بچی تھی وہ بھی دم توڑنے لگی۔۔۔اس کی ہر مزاحمت پر وہ پہلے سے زیادہ ضدی ہو کر اس پر قابض ہوتا جارہا تھا۔۔۔

وہ بے رحم بناہوا اس کی سانسوں کو پوری طرح سے اپنے اندر انڈیل چکا تھا۔یہاں تک کہ میرب کے لبوں سے نکلتا ہوا خون اسے اپنے حلق میں اتارتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔۔۔

مگر وہ ظالم بناہوا آج پیچھے ہٹنے کو تیار نہیں تھا۔وہ ہر بار اسے اپنی گرفت میں لے کر چھوڑ دیتا تھا کیونکہ وہ اسے زبردستی اپنی زندگی میں شامل نہیں کرنا چاہتا تھا۔۔۔



۔مگر یہ لڑکی ہر بار اس کے صبر کا ضبط لیتی تھی۔آج وہ کسی بھی طرح کی رعایت دینے کے موڈ میں نہیں تھا۔آج اس کا دماغ پوری طرح سے ٹھکانے لگا کر اپنی شوہر ہونے کی پاور دکھا رہا تھا۔۔۔

۔میرب اب صرف سسک رہی تھی اس کی مزاحمتیں پوری طرح سے دم توڑنے لگی۔۔۔اس کی دم توڑتی مزحمتوں کو محسوس کر کے شاہ نے اپنے ظالم لمس سے اسے آزادی بخشی تھی۔۔

شاہ سے آزادی ملتے ہی سسکیوں کے ساتھ میرب اپنی سانسوں کو بحال کر رہی تھی جبکہ شاہ اپنی فتح والی مسکراہٹ کے ساتھ ایکسرے مشین والی آنکھوں سے اس کے سراپے کو دیکھ رہا تھا۔۔

۔میرب پوری طرح سے سہمی ہوئی تھی اس کی سہمی ہوئی نظروں کو دیکھ کر اس کے آتشی لب بہت پرکشش انداز سے مسکرائے تھے۔۔

۔بس جانے شاہ ختم ہو گئی تمہاری ہیکڑی اتنی سی تمہاری جان ہے کہ میری ذرا سی قربت سے سہم گئی ہو تو کیوں لیتی ہو یار میرے ساتھ پنگے۔۔۔

۔وہ سرگوشی کرتے ہوئے چہرہ اس کے ساتھ رب کرنے لگا اس کی بیرڈ کی چبن میرب کو پھر سے سسکا گئی تھی۔۔میرب اسے خوف سے دیکھ رہی تھی۔۔

۔اسے اس طرح ڈر کر خوف سے دیکھتے ہوئے شاہ نے غصے سے اپنی مٹھیاں بھینچ لی تھی۔۔وہ کیسے اس سے تکلیف دے سکتا تھا جس کے لبوں کا جام پی کر کچھ دیر پہلے وہ کتنا مسرور ہو گیا تھا۔۔

۔اس کے لبوں میں جو سکون تھا وہ اسے کہیں بھی اور نہیں ملنے والا تھا۔اسے دکھ ہوا تھا یہ سوچ کر کہ جن لبوں کی نرمی سے اسے اتنا سکون ملا اس پر وہ کیسے بے رحمی دکھا سکتا تھا۔۔۔

۔کٹ لگے ہوئے ہونٹوں سے نکلتے خون کے قطروں کو واپس لب رکھ کر بہت نرمی سے چن رہا تھا۔ جبکہ میرب کا وجود بالکل ساکت اور بے جان تھا۔۔اس بار اس نے کوئی مزاحمت نہیں کی تھی۔۔۔

۔یہ میں کیا کرنے جا رہا تھا اپنی ہی محرم اپنی بیوی اپنی محبت سے زبردستی کرنے کا میں کیسے سوچ سکتا ہوں۔۔یہ جتنا بھی لڑلے اکڑ دیکھا لے آخر ہے تو ایک کمزور عورت تو کیوں میں اس پر اپنی سختیاں دکھا رہا ہوں۔۔۔



۔اب کی بار نمی کو بہت نرمی سے پی رہا تھا۔ساتھ میں چھوٹی چھوٹی خون کی بوندوں کو بھی اپنے اندر اتار لے گیا۔۔شاہ کے تھوڑا سے نرمی سے وہ اور زیادہ رونے لگی تھی۔۔۔

۔شاہ کو سمجھ نہیں آرہا تھا کہ اس کے ساتھ کون سا رویہ اختیار کرنا چاہیے۔وہ اپنی کن پٹی پر ہاتھ رکھتے ہوئے۔اپنے بے قابو جذباتوں کو قابو کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔۔۔

۔شاہ سے نہ تو میرب کی ہچکیاں اور سسکیاں برداشت ہو رہی تھی اور نہ ہی رعنائیوں سے بھرا ہوا دودھیا نرم وجود۔اس کی خوبصورت مخملی گوری گردن پر نظر پڑتے ہی آنکھوں میں خماری کی سرخیاں پھر سے تیز ہونے لگی تھی۔۔۔

۔تمہاری ایج کیا ہے شاہ کے لبوں سے بے اختیار نکلا تھا۔۔کیاااا۔۔۔میرب نے چونک کر پوچھا۔۔۔ بہری ہو سمجھ میں نہیں آیا میں نے کہا تمہاری عمر کیا ہے لہجہ پھر سے سخت ہوا۔۔۔میں نے پوچھا تمہاری عمر کیا ہے جواب نہ آنے پر اب کی بار لفظوں کو چبا کر بولا تھا۔۔۔



۔آپ کیا سو رہے تھے جب نکاح نامے پر میری عمر لکھی گئی تھی اپنی حالت پر ماتم کرتی ہوئی میرب غصے سے جواب دے گئی۔۔۔جو پوچھا ہے وہ بتاؤ میں نے پوچھا تمہاری ایج کیا ہے اب کی بار صرف ایج بتانے کے لیے ہی تمہارے لب کھلے شاہ کرج اٹھا تھا۔۔

"20"سال۔ ہمم۔ مطلب کہ مجھے برداشت کر سکتی ہو وہ آئی برو کو اٹھا کر مسکرایا تھا۔اس کے انداز میں اس کی فتح نظر آ رہی تھی اس کو دیکھ کر میرب کو غصے سے آگ لگ گئی تھی۔۔

۔کیوں کر رہے ہیں آپ میرے ساتھ ایسا جب اشپ مجھ سے پیار ہی نہیں کرتے تو پھر کیوں مجھے اس طرح سے ذلیل کر کے اپنے نزدیک کر کے۔۔۔

۔ جائے اپنی جولیٹ کے پاس اور یہ سب جو آپ میرے ساتھ کر رہے ہیں اس کے ساتھ جا کر کیجیئے۔۔ قریب ہوتے ہوئے شاہ کے سینے پر غصے سے ناخنوں سے نوچتی ہوئی ٹوٹے پھوٹے لفظوں میں بول رہی تھی۔۔۔

۔میرب مہک سے پیار بے وقوف رومیوں نے کیا تھا۔ جو اپنی کم عقلی میں اس سے پیار کر بیٹھا۔ مہک کے ساتھ اب میرا کوئی لینا دینا نہیں ہے۔ نفرت کرتا ہوں میں اس سے۔بار بار میری اس خوبصورت رات کے درمیان اس کو مت لاؤ۔۔

شان غصے سے دیکھتے ہوئے بول رہا تھا۔میں کیسے یقین کر لوں آپ نے کبھی میری طرف محبت سے نہیں دیکھا کبھی مجھ سے پیار نہیں کیا وہ سسکتے ہوئے رو رہی تھی۔۔اور اسے اپنے سینے سے لگا کر کھڑے ہوئے تھے۔۔

۔اپنے سینے پر اس کے ناخنوں کی خراشوں کو دیکھ کر اس کے لبوں پر ہنسی امڑ آئی تھی۔۔شاہ آج اس کی ساری غلط فہمیوں کو دور کر کے اپنے رشتے کو آگے بڑھانا چاہتا تھا۔۔۔

۔وہ جانتا تھا کہ میر خود بھی یہ چاہتی ہے۔۔مگر اپنی ضدی طبیعت اور اپنے جلن سے مجبور میرب کبھی یہ ایکسیپٹ نہیں کرے گی۔۔۔

۔میرب تم میری پوری بات سنو میں تمہاری ہر غلط فہمی کو دور کر دوں گا میری جان ایک بار میری بات سنو تو صحیح وہ اس کی غلط فہمیاں دور کرنے کے لیے ایک بار پھر سے اس کے آگے جھکا تھا۔۔۔

۔مجھے آپ کی کسی بات کا یقین نہیں ہے مت دیں آپ مجھے صفائیاں، اور پیچھے ہٹیں۔وہ پھر سے آپے سے باہر ہونے۔وہ اس وقت جتنی بھی بدتمیزی کر رہی تھی وہ صرف اس کا اپنے شاہ کے لیے پوزیسو ہونا تھا۔۔

۔شاہ کو پتہ تھا کہ اس کے سینے میں جو جلن ہے اسے صرف شاہ کی قربت ہی ٹھنڈا کر سکتی ہے۔اپنی سینے پر پڑی ہوئی خرچوں کو دیکھ کر۔وہ مسکرا رہا تھا۔اپنے لبوں پر ہوئے ظلم کا اس نے بہت اچھی طرح سے حساب لیا تھا۔۔۔

۔شاہ کے سینے پر پڑی خروچوں سے خون کی کئی چھوٹی چھوٹی بوندیں نکل رہی تھی جو شاہ کو تکلیف سے کہیں زیادہ خوشی اور سکون دے رہی تھی۔۔



۔یہ بے وقوف لڑکی مجھ سے کتنا پیار کرتی ہے شاہ اس کی محبت کی گہرائی ناپتے ہوئے اپنے رشتے کو آگے بڑھانے کا ٹھان چکا۔۔۔

۔پاگل لڑکی میں تم سے بہت پیار کرتا ہوں تم سر سے لے کر پیر تک قیامت ہو۔تم جیسا حسن آج سے پہلے میں نے نہیں دیکھا۔۔اگر میں اتنی خوبصورت ہوں تو پھر آپ مجھے پسند کیوں نہیں کرتے وہ سسکتی ہوئی کانپتے لبوں سے بولی تھی۔۔۔

"۔جان شاہ مجھے تم پسند ہو میری جان۔۔مجھے تمہارے اس خوبصورت چہرے کی مسکراہٹ پسند ہے"۔تمہارا مجھ سے شرمانا پسند ہے" میری قربتوں سے گھبرانا پسند ہے۔"۔تمہارا میرے لیے بدلنا پسند ہے" تمہارا میرے لیے اپنے سر پر دوپٹہ اوڑھنا پسند ہے" میرے گھر کو اپنا گھر سمجھنا مجھے پسند ہے" میرے لیے تمہارا گھرداری سیکھنا مجھے پسند ہے" اگر میں کہوں کہ میری جان مجھے تم ساری کی ساری پسند ہو" اگر تم مجھے نہ پسند ہوتی تو تم آج شاہ کی گرفت میں بھی نہ ہوتی۔۔۔



۔شاہ اپنی ناپسند چیز کو کبھی اپنے پاس نہیں رکھتا اور تمہیں تو پہلے دن سے میں نے اپنی سانسوں سے زیادہ نزدیک کر لیا تھا۔۔تو تم کیسے کہہ سکتی ہو کہ میں تمہیں پسند نہیں کرتا۔۔۔

۔پسند تو تم مجھے پہلی نظر میں ہی آگئی تھی۔اور پیار تب ہو گیا جب تم نے میرے لیے اپنی نسیں کاٹ کر اپنی جان لینی چاہی تھی۔۔۔

بس دھوکہ کھایا ہوا دل ماننے کو تیار نہیں تھا۔یا یوں کہوں کہ میں نے اپنے دل کو مجبور کر رکھا تھا کہ تمہاری محبت کے چکروں میں نہ پڑے۔۔۔

۔وہ محبت سے اسے سمجھاتا ہوا اس کے لبوں پر جھکا۔۔میرب جھٹکے سے اپنا منہ پھیر گئی تھی۔اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر دباؤ دے کر پیچھے کرنے کی کوشش کرنے لگی۔۔۔

۔شاہ نے سرد نظروں سے اسے دیکھا تھا یوں چہرہ گھمانے پر۔۔ایسی غلطی دوبارہ مت کرنا میرب۔اس سے دھمکاتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔۔



۔میرب شاہ کی کچھ دیر پہلے والی جنونیت سے ڈری ہوئی تھی۔۔شاہ کو پتہ تھا کہ آج اگر اس نے نرمی دکھائی تو یہ ضدی لڑکی کبھی اپنی رشتے کو آگے نہیں بڑھنے دے گی۔۔

۔اس کی ضدی بیوی کو جو زبان سمجھ میں آتی تھی آج شاہ اسے اسی زبان میں سمجھانے والا تھا۔۔اس کی محرم تھی اس کی محبت تھی اور آج اسے یہ کہنے میں کوئی جھجھک نہیں تھی کہ وہ اس کی خوبصورتی سے بہک چکا ہے۔۔۔

اور شاہ آج اسے یہ حق نہیں دینے والا تھا کہ وہ اسے خود سے دور رکھتی۔

۔کیونکہ یہ بے وقوف لڑکی سمجھ نہیں سکتی تھی کہ مرد اور عورت کے جذبات میں کیا فرق ہوتا ہے۔۔ایک شوہر جب پوری اتھارٹی کے باوجود اپنی بیوی سے دور رہتا ہے تو یہ اس کا احسان ہوتا ہے ۔مگر اس ضدی لڑکی کو کون یہ سمجھا سکتا تھا۔۔

۔وہ اس کے جذباتوں کے سمندر کو پوری طرح سے دیکھ چکی تھی بڑی چالاکی سے شاہ کو پیچھے کرتی ہوئی نیچے سے نکل کر بیڈ سے بھاگ کر اترنے لگی تھی۔۔

۔اس سے پہلے کہ وہ اپنی چالاکی دکھا کر بھاگنے میں کامیاب ہوتی شاہ اس کی کلائی سے کھینچ کر اسے خود پہ گرانے کامیاب ہو چکا تھا۔۔نو نو نو۔جان شاہ جو سین کچھ دیر پہلے کنٹینیو تھا اس کا کلائمیکس تو آج رات

ہو کر رہے گا۔۔۔اگر محبت اور شرافت سے خود کو مجھے سونپ دو گی تو وعدہ کرتا ہوں کوئی تکلیف نہیں دوں گا۔بڑی محبت اور نرمی سے خود میں سمیٹ لوں گا۔۔

۔اور اگر زحمت کرو گی تو میری شدتیں تم پر ڈبل ہو جائیں گی اب بیوی مرضی تمہاری ہے۔۔میں خود کو آپ کو کبھی بھی نہیں سونپوں گی انداز اب بھی وہی ضدی تھا۔۔

مممممم۔۔ایز یو وش جیسے میری پیاری بیوی کی مرضی یعنی کہ تمہیں اپنے شوہر کی شدتیں ڈبل چاہیے۔۔ بالوں کو پیچھے سے پکڑتے ہوئے ہلکا سا جھٹکا دے کر چہرے کو اپنے مقابل کر لیا۔۔

۔بھیگتی ہوئی رات کے ساتھ میرب کی مزحمتوں پر شاہ کے گرفت اور حصار اور بھی تنگ ہوتا چلا جا رہا تھا۔۔پوری طرح سے اس پر قابض ہوا اس کے پور پور پر اپنی محبتوں کے لمس چھوڑ رہا تھا۔۔

۔ایک کے بعد ایک کپڑوں سے بے نیاز جسم کو وہ اپنے اندر سما چکا تھا۔اسے بلینکٹ کے اندر اپنے ساتھ کور کیے ہوئے دو جسم ایک جان بنے ہوئے تھے۔۔

۔میرب اب اس حالت میں نہ تھی کہ کوئی مزاحمت کھڑی کرتی لبوں سے گلے تک کا سفر آتشی لب لمسوں کی مدد سے طے کرتے ہوئے دل کے مقام پر آکر رکے گئے تھے۔۔۔

۔میرب کی سانسیں تیز ہونے لگی تھی۔۔شاہ کی شدتیں بڑتی جارہی تھی۔اس کی نازک سی جان سسکیاں لے کر رو رہی تھی۔مگر آج شاہ پوری طرح سے بے رحم بنا اس کی مخملی بدن کے روم روم پر اپنی محبت کی شدتیں برسا کر اسے اپنا بنا رہا تھا۔۔۔۔

۔اس نے ایک گہری سسکی بھری تھی جس سے دونوں ایک جان ہو چکے تھے اس کی آنکھوں سے بہتے ہوئے آنسوں اپنے لبوں سے پی رہا تھا۔۔ محبت میں شدتوں کو سہنا لازم ہوتا ہے جان شاہ اس کی سسکی کو سن کر خماری سے اس کے کان میں سرگوشی کر گیا۔ گزرتی رات کے ساتھ وہ میرب سے جانے شاہ بن چکی تھی۔۔۔ °°°°°°°



اسلام علیکم۔۔ واعلیکم اسلام۔شاہ میر کی ماں مسکراتے ہوئے روم میں داخل ہوئی تھی۔مرہا نماز پڑھ کر بیٹھی ہوئی قران پاک پڑھ رہی تھی۔۔۔

۔ماشاءاللہ میری بیٹی تو صبح صبح اٹھ گئی شاہ میر کی ماں صبح صبح مرہا کو قران پاک کی تلاوت کرتے ہوئے دیکھ مسکرا کر پاس آئی تھی۔۔

۔اس کے سر پر بڑی محبت سے ہاتھ رکھا تھا۔میر ہا تلاوت قران پاک کر چکی تھی تو قران کو چوم کر اپنی جگہ پر واپس رکھ کر اپنی ساس کے پاس آکر کھڑی ہو گئی۔۔۔

۔شامیر تو نہیں آیا تھا روم میں۔۔۔

"نہیں "

مرہا نے بامشکل جواب دیا تھا۔کیسے بتاتی کہ اس کی نظریں شاہ میر کو ہی تلاش کر رہی ہیں۔وہ رات کو جس طرح سے روم سے نکل کر گیا تھا۔مرہاتب سے بے چین تھی وہ شاہ میر کو ہر گز ناراض نہیں کرنا چاہتی تھی۔۔

۔میرہا بیٹا کوئی پریشانی ہے،مرہا کے اداس چہرے کو دیکھ کر اس کی ساس نے سوال کیا تھا۔۔

۔نہیں آنٹی پریشان تو نہیں ہوں۔۔وہ اپنے اور شاہ میر کے درمیان ہوئی بات کو اپنی ساس کے ساتھ ڈسکس نہیں کرنا چاہتی تھی۔۔۔

۔میں نے کہا تھا نا کہ مجھے آنٹی نہیں ماما کہہ کر بلاؤ مجھے اچھا لگے گا۔وہ مصنوعی غصہ دکھاتے ہوئے بولی تھی۔۔

۔سوری آئندہ سے ماما ہی کہوں گی۔مرہا نے کھوئی کھوئی نظروں سے روم کے دروازے کی جانب دیکھتے ہوئے جواب دیا۔اس کی نظریں شاہ میر کا انتظار کر رہی تھی۔

۔نہیں بیٹا سوری مت بولو بس پیارا سا تیار ہو کر نیچے آؤ میں تم لوگوں کے لیے ناشتہ لگوا رہی ہوں۔ذرا میں شاہ میر کو اٹھا لوں وہ پیار سے ماتھا چومتے ہوئے سے نکل گئیں تھیں۔۔۔



۔میرہا کافی دیر تک بیٹھی شاہ میر کا انتظار کرتی رہی۔مگر وہ نہیں آیا۔روم کا دروازہ کھٹکا تو میرہا فوراً سے کھڑی ہو گئی۔اسے شاہ میر کا انتظار تھا۔تو اسے لگا شامیر ہی آیا ہے۔مگر نوکرانی آئی تھی۔۔۔

۔اس کی ساس کا بلاوا لے کر۔بھابھی جی آپ کو بڑی بی بی جی ناشتے پر بلا رہی ہیں ۔جی آتی ہوں ۔نوکرانی پیغام دے کر جا چکی تھی۔۔

۔مرہا بوجھل دل سے سیڑھیوں سے اترتی ہوئی ڈائننگ ٹیبل پر پہنچی تھی۔ٹی پنک کلر کی کامدار فراک پہنے ہوئے وہ بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔مانو جیسے کوئی کرسٹل کی گڑیا چلتی ہوئی سیڑھیوں سے آرہی ہو۔میک اپ اس نے کافی لائٹ کیا ہوا تھا۔مگر لائٹ میک اپ میں بھی اس کی خوبصورتی کھل رہی تھی۔گھنی پلکوں پر لگا ہوا مسکارا بے حد خوبصورت لگ رہا تھا۔بنا لائنر کے بھی آنکھیں بہت وسیع اور گہری لگ رہی تھی۔وہ کرسی کو کھینچتے ہوئے بیٹھ گئی تھی۔۔

۔اس کی ساس اور سسر نے مسکرا کر ویلکم کرتے ہوئے اس سے ڈائننگ ٹیبل پر ناشتے کی دعوت دی۔۔



۔شاہ میر اسے ٹیبل پر بھی کہیں نظر نہیں آیا تھا۔اس کی متلاشی ہوئی نظروں کو دیکھ کر۔مرہا کی ساس نے مسکراتے ہوئے ملک صاحب کو اشارہ کیا تھا۔۔

ان دونوں کی تجربہ کار نظریں دیکھ رہی تھی۔ کہ میرہا شاہ میر کو دیکھنا چاہتی ہے۔اور اس کی نظریں اسی کو ڈھونڈ رہی ہیں۔

۔ان کو یہ دیکھ کر بہت خوشی ہو رہی تھی۔۔ملک صاحب بھی مسکرائے تھے میرہا کی ڈھونڈتی ہوئی نظروں کو دیکھ کر۔۔

۔مگر میرہا کے ساس سسر منہ سے کچھ اس لیے نہیں بولے تھے۔کہ میرہا شرمانہ جائے میرہا نے ناشتہ برائے نام ہی کیا تھا۔۔

۔برائے نام ناشتے کے بعد وہ روم میں چلی آئی تھی۔وہ نیچے ناشتے کی ٹیبل پر پوچھنا چاہتی تھی کہ شاہ میر کہاں ہے۔



۔مگر اسے شرم آرہی تھی یوں شادی کے پہلے ہی دن شاہ میر کے بارے میں پوچھنا اسے بہت عجیب لگ رہا تھا۔

۔شاہ میر کا اتنا زیادہ ناراض ہونا میرہا کو بے چین کر گیا تھا۔۔

ooooooo

ٹھک ٹھک ٹھک ۔کون ۔۔دروازہ کھٹکنے پر اندر سے آواز آئی تھی تمہارے سسرال والے ہیں۔ تمہاری خدمت کرنے کے لیے آئے ہیں۔ تو جلدی سے دروازہ کھولو تا کہ ہم تمہاری خاطر تواضع کر سکیں۔

۔اے سی پی شامیر کی گرجدار آواز سے اندر کھڑے ہوا چوہدری خرم جاوید چودری جاوید کا بیٹا لرض گیا تھا۔

۔اور بھاگنے کی کوشش مت کرنا کیونکہ پولیس کی بھاری نفری نے تمہیں چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے۔



۔اے سی پی کی بھاری آواز پھر سے گرجی تھی۔ اندر کھڑا ہوا خرم جو بھاگنے کی ترکیب سوچ رہا تھا
۔اے سی پی کی گرج دار آواز سے اپنی جگہ پر ساکت ہو گیا۔۔
۔ڈر سے اس کے قدموں تلے سے زمین پھسل رہی تھی۔ گنہگار چاہے جتنا بھی بھاگ لے آخر وہ اپنے انجام تک پہنچ ہی جاتا ہے جیسے اس وقت خرم اپنے انجام کو پہنچنے والا تھا۔۔

۔ماتھے پر پسینہ دل میں پولیس کا ڈر اس کے چہرے کو بھیانک بنا رہا تھا۔آخر اے سی پی نے عاصم کے ساتھی ریپسٹ تک پہنچ ہی گئے تھے۔۔

۔کتنے دنوں کی بھاگ دوڑ کے بات اے سی پی کو آج صبح چار بجے کے قریب مکبر کا فون آیا تھا۔
۔کہ جاوید چودری کا بیٹا منظور کالونی میں چھپا ہوا تھا۔اس نے وہاں پر اپنے لیے ایک کرائے کا مکان لے رکھا تھا۔جہاں پر اس وقت وہ پولیس کے ڈر سے چھپ کر بیٹھا تھا۔۔

۔کالونی ڈی ایچ اے ڈیفینس سے کافی دور تھی۔کورنگی والی سائیڈ پر تھی کافی اندر جا کر اس نے مکان لیا تھا۔



۔وہ بھی جانتا تھا کہ پولیس اسے ڈھونڈ رہی ہے۔اے سی پی شامیر کو صبح چار بجے مکبر کا فون آیا۔تو اس نے فوراً سے ایکشن لیا۔۔

۔بھاری نفری لے کر وہ وہاں پر پہنچ چکا تھا۔اس وقت مکان کے چاروں طرف پولیس ہی پولیس تھی۔ اس کے بھاگنے کے سارے راستے بند ہو چکے تھے۔۔

۔ اگر تمہارا لکا چھپی کا شوق پورا ہو گیا ہو تو۔دروازہ کھولو تاکہ تمہیں عزت کے ساتھ ہم لوگ اپنی حراست میں لیں لے۔

۔نہیں تو اگر ہم تم تک پہنچ سکتے ہیں تو تمہیں بل سے نکالنا میرے لیے کوئی مشکل کام نہیں ہے۔۔

۔شاہ میر کی روعبدار آواز سے چوہدری کے بیٹے کی ٹانگیں کانپ رہی تھی۔ڈر سے اس کی جان نکل رہی تھی مگر اس نے دروازہ نہیں کھولا تھا۔۔

۔اے سی پی نے اپنے حوالدار کو اشارہ کرتے ہوئے دروازہ توڑنے کا حکم دیا تھا۔اگلے پانچ منٹ کے اندر دروازہ توڑ کر پولیس اندر داخل ہو چکی تھی۔۔

۔سب سے آگے اے سی پی شامیر خود تھا شاندار پر سنیلٹی کے ساتھ چلتا ہوا خرم آیا تھا۔ڈرے ہوئے چوہدری کے بیٹے کو بالوں سے پکڑتے ہوئے گھسیٹ کر باہر لے کر آیا تھا۔۔

۔ہتھکڑی لگاؤ اس کو۔۔۔۔اے سی پی شاہ میر نے حوالدار سے کہا تھا۔۔

۔سر مجھے معاف کر دیں میں نے کچھ نہیں کیا۔سارا پلان عاصم کا تھا۔مجھے عاصم نے کہا تھا یہ سب کرنے کو وہ لڑکا ہاتھ جوڑتے ہوئے کانپ رہا تھا۔

۔وہ لڑکا اپنی صفائی دینے کی کوشش کر رہا تھا۔کتے اپنی زبان بند رکھ یہ تو میں خود پتہ لگا لوں گا کہ غلطی کس کی تھی۔۔

۔اے سی پی کو اس پر کسی بھی طرح کا رحم نہیں آ رہا تھا۔تم مردود پیتے بچے تھے ایک عورت کی عزت کیا ہوتی ہے تمہیں تو پتہ ہی نہیں تھا۔اسے بالوں سے پکڑ کر کھینچ کے اسی انداز سے لے کر جا رہا تھا۔۔

۔بے غیرت اگر کوئی تمہیں تمہاری ماں کی عزت پر ہاتھ ڈالنے کو کہے گا تو کیا تم اس کی بہکاوے میں آ جاؤ گے۔۔

۔سور کی اولاد ہر کسی کی بہو بیٹی کی عزت ایک جیسی ہوتی ہے۔تم جیسے گندی نالی کے کیڑے جو ماں باپ کی حرام کی کمائی پر عیاشیاں کر کے پلتے ہو۔۔

۔غریب لوگوں کی بہو بیٹیوں کو تم لوگ بھیڑ بکریاں سمجھتے ہو۔گھٹیا انسان بیٹی امیر کی ہو یا غریب کی سب کی عزت عزت ہوتی ہے۔

۔تمہاری کھال تو میں ایسے ادھیڑوں گا کہ تمہارے لوں لوں کام اٹھے۔ریپسٹ لوگوں سے اے سی پی شامیر کو اتنی چڑ تھی۔کہ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ یہی پر کھڑے کھڑے اس کی کھال ادھیڑنی شروع کر دے مگر اسے جو بھی کرنا تھا قانون کے دائرے میں رہتے ہوئے کرنا تھا۔۔



۔سر جی میری کوئی غلطی نہیں ہے مجھے معاف کر دیں۔۔معاف تو تجھے میں تھانے لے جا کر کرتا ہوں



۔اگر تیری چمڑی ادھیڑ کر اس کے جوتے ناز سلوائے تو ایسی بھی شامیر ملک نام نہیں ہے میرا۔

۔انصاف کے تقاضوں کو تولنے والا بہادر نہ ڈر اے سی پی اسے کھینچتے ہوئے جیپ میں ڈال چکا تھا۔۔

۔ارد گرد کافی ججوم اکٹھا ہو چکا تھا۔کچھ لوگ پولیس کو دیکھ کر ڈرے ہوئے تھے۔اور کچھ لوگ سیلفیاں بنانے میں مصروف تھے۔۔

۔اے سی پی اپنی جیپ میں بیٹھ چکا تھا۔ باکی کی نفری بھی ڈالے میں بیٹھ چکی گئ۔اے سی پی کے اشارے سے گاڑیاں وہاں سے آگے پیچھے نکل چکی تھی۔۔

۔شامیر کے نمبر پر گھر سے کال آرہی تھی۔ مگر اس وقت وہ کال اٹھانے کے موڑ میں بالکل نہیں تھا۔ شاہ میر جب کبھی بھی مجرموں کے ساتھ ہوتا تو اس کا یہ اصول تھا وہ گھر کے آئے ہوئے فون کم ہی اٹھاتا تھا۔۔

فون کٹ کرنے پر کچھ دیر بعد اس کی ماما کے نمبر سے میسج آیا تھا جس کو پڑھ کر اس کے انابی لب مسکرا اٹھے تھے۔

۔دوانگلیوں کو فولڈ کرتے ہوئے کہنی کو گاڑی کی ونڈو پر رکھ کر نظریں سامنے مرکوز کیے ہوئے تھا۔گنی مونچھوں کے تلے اس کے لب مسکرا رہے تھے۔۔

۔اے سی پی صاحب جلدی گھر تشریف لے آیئے۔ آپ کی دلہن بہت بے صبری سے آپ کا انتظار کر رہی ہے۔۔

۔اس کی آنکھیں آپ کو ڈھونڈ رہی ہیں مگر لبوں سے کچھ بھی پوچھ نہیں رہی۔ شاید شرما رہی ہے بیچاری۔ کوئی اس طرح اپنی نئی نویلی دلہن کو بن بتائیں چھوڑ کر جاتا ہے۔۔۔

۔شاہ میر اپنی ماما کا لمبا چوڑا میسج پڑھ کر مسکرا رہا تھا۔ مرہا کا اس کے لیے ویٹ کرنا۔ اور اس کی نظروں کا اسے ڈھونڈنا سن کر اسے بہت اچھا لگ رہا تھا۔۔

۔ماما میں گھر لیٹ آؤں گا۔ ایک ضروری کیس ہے جسے آج نپٹانا ہے اپنی بہو سے کہیں کہ کھانا کھا کر آرام سے سو جائے۔

۔ویسے بھی آپ دونوں نے مل کر رات کو بھی مجھے میری ہی کمرے سے بے دخل کر دیا تھا۔ اس سزا تو آپ کی بہو کو ملنی چاہیے۔۔

۔مسکراتے ہوئے میسج ٹائپ کر کے فون کو واپس جیب میں رکھ چکا تھا۔۔

ooooooo

میرب کی آنکھ کھلی تو اس نے پوری طرح سے خود کو شاہ کی گرفت میں پایا تھا۔وہ اس کی پشت سے اپنا سینہ لگا کر اپنا ایک ہاتھ اس کی کمر سے گزارتے ہوئے اس سے اپنے ساتھ لگا کر گہری نیند میں سویا ہوا تھا۔۔۔

۔میرب کے جسم پر اس وقت شاہ کی شرٹ تھی۔۔۔وہ شاہ کا ہاتھ اپنے اوپر سے ہٹا کر اٹھنے لگی تھی۔۔

"اوہوں ں ں۔۔ آرام سے لیٹی رہو۔شاہ کی باہوں کے گرفت سے نکلنے پر شاہ کی بھاری آواز میرب کے بالکل کان کے پاس ابھری تھی۔۔۔

۔مجھے نماز پڑھنی ہے۔میرب کی من منائی اور شرمائی ہوئی آواز پر شاہ نے تکیے سے تھوڑا سا سر اٹھا کر نیند سے بھری ہوئی آنکھوں سے اس کے چہرے پر ایک نظر ڈالی تھی۔۔جہاں پر اس وقت حد سے زیادہ شرماہٹ چھائی ہوئی تھی۔۔

۔میرب میں اتنی بھی ہمت نہیں تھی کہ وہ شاہ کی آنکھوں میں دیکھ سکتی۔شاہ نے پوری رات اسے اپنی باہوں کی سخت گرفت لیے اپنی شدتوں سے دوچار تھا۔۔۔۔۔

۔پوری رات کی شدتوں کے بعد بھی وہ ظالم بنا اسے اٹھنے نہیں دے رہا تھا۔

۔ٹھیک ہے جاؤ نماز پڑھ کے خدا کو راضی کر لو۔اس کے بعد ذرا واپس سے اپنے مجازی خدا کے پاس آؤ ۔اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر اٹھتی ہوئی میرب کو اپنے چہرے پر جھکا چکا تھا۔۔

۔لب اس کے لبوں پر رکھ کر رات والی ٹون میں واپس آنے ہی لگا تھا۔کہ میرب نے سینے پر دباؤ دیتے ہوئے پیچھے کیا آپ میں صبر نام کی کوئی چیز ہے بھی یا نہیں۔انسان ہیں یا جن۔۔

۔رات کی شدت سے ٹوٹی ہوئی میرب کو آخر غصہ آ گیا۔۔ہاہاہا۔قہقہہ لگا کر ہنسا تھا۔دشمن جاں ہنستا ہوا اتنا جازب نظر لگ رہا تھا کہ کچھ دیر کے لیے غصے سے دیکھتی ہوئی میرب اس کی قاتلانہ ہنسی کو تکتی رہ گئی۔۔

۔بنا شرٹ کے کسرتی مظبوط جسم دیکھ کر میرب کے دل نے ایک بیٹ مس کی تھی۔وہ تھوڑا سا اٹھ کر کہنی تکیے پر ٹکا کر بیٹھ گیا تھا۔۔۔

۔ابھی تو میں نے اپنا جن والا روپ دکھایا ہی نہیں ہے تم ابھی سے مجھے جن مت کہو یار۔۔وہ سے گہری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔۔۔

۔ذرا نماز پڑھ کر فارغ ہو کر واپس آؤ پھر بتاتا ہوں۔ کہ میرا جن والا روپ کیسا ہے۔اس کی دھمکی پر میرب ہوش کی دنیا میں واپس آئی تھی۔۔۔

۔میں واش روم سے نکلوں گی نہیں میرب نے نظر جھکائے ہوئے اپنا دوپٹہ کھینچا درست کیا تھا۔۔اس نے شاہ کی بے باک نظروں سے خود کو چھپنے کی کوشش کی تھی۔کیونکہ شاہ کی نظریں اس کے جسم کے آر پار ہوتی محسوس ہو رہی تھی۔۔۔۔۔۔

۔میری ہی پراپرٹی کو مجھ سے چھپانے کی کوشش کر رہی ہو جان شاہ بہت غلط بات ہے۔۔

۔شاہ آپ کو پتہ ہے کہ آپ بہت بے شرم ہے۔شاہ نے کچھ اس انداز سے اس کے سراپے کی جانب اشارہ کیا تھا، کہ وہ شرم کے مارے وہ پانی پانی ہوتے ہوئے جلدی سے واش روم میں جاکر بند ہو گئی تھی۔۔۔۔۔۔

۔کیا کروں بنا بے شرم بنے میری بیوی کو میری کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی شاہ اونچی آواز میں بولا تھا۔۔۔

۔فجر کی نماز کا ٹائم ختم ہو رہا تھا۔اس لیے شاہ جلدی سے اٹھا اور ساتھ والے روم میں جاکر غسل کر کے فجر کی نماز کے لیے جاکر جائے نماز پر کھڑا ہو گیا۔۔۔

۔فجر کی نماز پڑھنے کے بعد روز کے معمول کے مطابق قران پاک کی چند آیتوں کی تلاوت کر کے اپنے رب کے حضور شکر ادا کیا تھا۔

۔آج خدا نے اس کو ہر خوشی سے نواز دیا تھا۔وہ سوچ رہا تھا، کہ رب اپنے بندے کی زندگی میں ہر کمی کو وقت آنے پر آخر پورا کر ہی دیتا ہے۔۔۔

۔ جیسے آج اس کی زندگی میں محبت کی کمی کو پورا کر دیا تھا۔ آج میرب کو پا کر اس کے دل میں جو سکون تھا وہ سکون اسے کبھی بھی مہک سے محبت کر کے حاصل نہیں ہو سکتا تھا۔۔۔۔۔

۔" بے شک رب اپنے بندے تو کو بہتر نہیں بہترین دیتا ہے۔۔ آج اس کا اس بات پر یقین پہلے سے بھی زیادہ پختہ ہو گیا تھا۔۔۔۔

۔" اسے میرب کی صورت میں ایک چاہنے والی شریک حیات ملی تھی۔ اور آج اس کے دل میں صرف اور صرف میرب کی ہی محبت تھی۔۔۔۔

۔" دل کی ہر دیوار پر صرف میرب کا نام تھا۔ دھڑکنوں کی شور میں صرف میرب کے نام کی دھن سنائی دے رہی تھی۔۔۔۔

" آج اسے یہ کہنے میں بالکل بھی دقت نہیں تھی کہ وہ میرب رومان شاہ سے بے حد محبت کرتا ہے۔۔۔

۔اور اسے ہمیشہ اپنی سانسوں سے زیادہ نزدیک رکھنا چاہتا ہے۔اس کا وجود اسے سکون دیتا ہے۔اس کی آنکھیں صرف اپنی میرب کو دیکھنا چاہتی ہیں۔۔اس کے ہونے سے کمرے میں رونق آجاتی ہے۔۔۔۔۔

۔اس کے دور جانے کا سوچ کر ہی اس کا شاہ ڈر جاتا تھا۔۔اب تو بس اسے اپنے یار کے دل سے اپنے لیے بدگمانیوں کو ختم کرنا تھا۔۔۔

۔اپنے یار کو یہ یقین دلانا تھا کہ رومان شاہ صرف اس کا ہے اور مرتے دم تک اس کا ہی رہے گا۔۔۔

۔"اس کے شاہ کی ہر دھڑکن پر جان شاہ کا نام ہے بس اس بات کا اسے یقین دلانا باقی رہ گیا تھا۔اور اس یقین کو وہ یہاں سے پختہ کر کے لے جانا چاہتا تھا تاکہ کسی بھی مہک کی اتنی اوقات نہ ہو کہ وہ دوبارہ ان دونوں میں کسی بھی طرح کی بدگمانی پیدا کر سکے۔۔۔۔۔

۔میرب کو الگ تھلگ کر کے گھر سے دور لانے کا یہی مقصد تھا کہ وہ اپنے رشتے کو مکمل کر کے میرب کے دل سے بدگمانیاں ختم کر سکے۔۔۔۔۔

۔اور جب وہ واپس گھر جائیں تو مہک کے پھیلائے ہوئے فساد کی مایا خود ہی محبت کی دیواروں سے ٹکرا کر لوٹ جائے۔۔✿۔۔۔وہ واپس روم میں آیا تو میرب سامنے ہی صوفے پر بیٹھی ہوئی ظالم نظروں سے اس کی طرف ہی دیکھ رہی تھی۔۔۔

۔کیونکہ اس کی نظریں دروازے پر ہی مرکوز تھی تو دروازہ کھول کر اندر انٹر ہوتے ہی شاہ نے اس کی نظروں کو نوٹس کیا تھا۔۔

۔میرب نماز اور قران پاک پڑھ چکی تھی تو اب صوفے پر بیٹھی ہوئی غصے سے کبھی فون اور کبھی دروازے کو گھور رہی تھی کیونکہ فون پر مہک کا میسج آیا تھا۔۔



۔نمبر فون میں سیو نہیں تھا ان نون نمبر دیکھ کر میرب کے دل نے کہا تھا کہ یہ نمبر مہک کا ہی ہے۔۔

۔تو اس لیے اس نے میسج اوپن کر کے پڑھا تھا۔مگر میسج پڑھ کے بعد اس کے غصے کو مزید ہوا مل گئی تھی۔ابھی اس نے آدھا میسج ہی پڑھا تھا کہ ایک اور میسج کی ٹون بج اٹھی تھی۔۔۔

۔میرب کو تو پہلے والا میسج پڑھ کے ہی آگ لگی ہوئی تھی۔اس نے دوسرا میسج اوپن ہی نہیں کیا تھا۔اس سے فون کو واپس ٹیبل پر پٹخ دیا تھا۔۔

۔اتنی دیر میں شاہ روم کا دروازہ کھول کر اندر انٹر ہو چکا تھا۔میرب نے زہر اگلتی ہوئی نظروں سے شاہ کی جانب دیکھا تھا۔۔۔

"خیریت تو ہے اب یہ صبح صبح دوبارہ سے تم ناگن روپ میں کیوں آگئی ہو۔شاہ مسکراتے ہوئے دونوں ہاتھ اپنی کمر پر باندھ کر اس کے پاس آکر کھڑا ہوا تھا۔۔

۔"آپ کی جان مند کا میسج آیا ہے پڑھ لیجئے۔بہت بے قرار ہے آپ سے بات کرنے کے لیے۔۔۔۔ دونوں ہاتھ سینے پر باندھے ہوئے آنکھوں کو گول کر کے ناک کو چڑھاتے ہوئے بولی تھی۔۔۔

۔"میری جان من تو میری نظروں کے سامنے بیٹھی ہوئی ہے۔۔آنکھوں سے اس کی طرف اشارہ کیا تھا۔۔

۔"میں آپ کی جان مند نہیں ہوں۔وہ ہے آپ کی جان مند جان بہار آپ کی جولیٹ اور پتہ نہیں کیا کیا ہیں۔۔۔

۔"میرب غصے بھری ہوئی نگاہوں سے دیکھ کر نا جانے کیا بولے جا رہی تھی۔اسے خود بھی نہیں پتا تھا کہ وہ اپنی جلن میں کیا کیا بول رہی ہے۔۔۔

۔"افففف جان شاہ اتنی جلن اور اتنی جیلسی آئی لائک اٹ مجھے بہت اچھی لگ رہی ہے۔۔۔وہ صوفے پر اس کے پاس بیٹھ کر اس کی کمر میں ہاتھ ڈالتے ہوئے اسے اپنے قریب کر گیا تھا۔۔۔

۔"جیلس ہوتی ہے میری جوتی،میری بلا سے آپ اسے اپنی جان کہیں وہ آپ کو اپنا جگر کہے، آپ اس کے پاس جائیں وہ آپ کے پاس آئے یا آپ دونوں مل کر بھاڑ میں جائیں۔مجھے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔۔۔

۔"میرب کمر سے شاہ کا ہاتھ ہٹاتے ہوئے انگارہ بنی ہوئی تھی۔۔۔

۔"جب تمہیں فرق نہیں پڑتا تو پھر یہ جلن کس لیے ہے۔کمر پر گرفت اور بھی سخت ہوئی تھی۔اسے اپنے اور بھی قریب کر گیا تھا۔اتنا قریب کہ اس کے لب ذرا سے ہلنے پر بھی شاہ کے لبوں سے ٹکرا رہے تھے۔۔۔۔

۔"میں بالکل بھی جیلس نہیں ہوں کہتے ہوئے میرب کی پلکیں بھیگنے لگی تھی۔۔۔۔جیلس تو وہ تھی اس کا دل کہاں برداشت کر سکتا تھا کہ اس کے شاہ کو صبح صبح کوئی اتنے محبت بھرے میسج بھیجے۔۔۔

۔"لگتا ہے رات کو میری محبت میں کافی کمی رہ گئی ہے۔جو جو میرے یار کو ابھی تک یقین نہیں آیا میری وفاؤں پر۔۔۔



۔"اپنے لبوں کو اس کی پلکوں پر رکھ کر پلکوں پر بنے ہوئے آنسوؤں کے موتیوں کو چننے لگا تھا۔۔۔

۔"میرب کیا تم مجھے ایک موقع نہیں دو گی کہ میں تمہیں اپنی صفائی میں کچھ کہہ سکوں۔۔۔۔جو تم نے میرے ساتھ اتنی محبت کی اس محبت میں اتنی سی بھی گنجائش نہیں نکل سکتی، کہ تم مجھے صرف ایک

کا موقع دے سکو۔۔۔وہ اس کی بھیگی ہوئی پلکوں کو دیکھ کر بڑی امید سے پوچھ رہا تھا۔۔۔اس کی آنکھوں میں کچھ ایسا تھا جس کو دیکھ کر میرب نہ نہیں کر پائی تھی۔۔۔

۔پلیز ایک بار بیٹھ کر میری پوری بات کو سن لو اس کے بعد تمہارا جو بھی فیصلہ ہو گا میں اس کو ریسپیکٹ دوں گا۔۔۔

۔"مگر اس فیصلے کے بعد بھی تمہیں خود سے دور نہیں جانے دوں گا۔کیوں کہ تمہیں خود سے دور کرنا اب تمہارے شاہ کے بس میں نہیں رہا۔یہ کہتے ہوئے اس کی آنکھوں میں میرب کے لیے بے پناہ محبت چھلک رہی تھی۔۔جس میرب باخوبی دیکھ سکتی تھی۔۔۔

۔"ہاں مگر جان شاہ جب تک تم نہیں چاہو گی، میں تمہارے قریب نہیں آؤں گا۔یہ وعدہ ہے تمہارے شاہ کا تم سے۔۔۔

۔"اس کی باتوں سے اس کی آنکھوں میں کچھ ایسے دلائل نظر آرہے تھے کہ میرب نے شاہ کی بات سننے کے لیے۔چپ ہو کر حامی بھری لی۔۔۔۔۔

۔" تھینک یو جان شاہ اپنے شاہ کو ایک موقع دینے کے لیے۔بڑی محبت سے دونوں ہاتھوں کو پکڑ کر چومتے ہوئے آنکھوں سے لگا کر تھینک یو بول رہا تھا۔۔۔۔

۔" میں تم سے کچھ بھی چھپاؤں گا نہیں ایک ایک بات پوری ایمانداری سے بتاؤں گا۔۔ مگر تم اپنے دل کے دروازوں کو میرے لیے کھول کے رکھنا۔ ساری سچائی کے بعد مجھے پورا یقین ہے کہ تم مجھے معاف کر دو گی۔۔

۔" یہ کہہ کر شاہ نے اپنے ماضی کے سیاہ پنوں سے ایک کے بعد ایک پردے اٹھانے شروع کیے تھے۔میرب یہ سچ ہے کہ ایک وقت تھا کہ جب میں نے مہک کو بہت پیار کیا۔۔۔



۔" مگر مہک نے کبھی میرے پیار کو رسپیکٹ نہیں دی اس نے ہمیشہ میری محبت کو دولت سے تولہ اور ہمیشہ میری محبت اس کی دولت کے سامنے بہت کم رہی تھی۔۔۔

۔"بات شروع ہوئی تو رومان شاہ نے کوئی بھی بات میرب سے چھپائی نہیں تھی۔ماضی کے ہر پنے کو اس نے پوری ایمانداری کے ساتھ میرب کے سامنے رکھا تھا۔۔۔

۔"پھر چاہے وہ اس کی مہک کے ساتھ محبت تھی۔یا گھر والوں کا اس سے ناانصافی کرنا،یا س کے بابا کی موت سے جڑے ہوا واقعہ تھا،یا مرہا کے ساتھ وہ حادثہ پیش آنا رومان شا نے کوئی بھی بات اپنی شریک حیات سے چھپائی نہیں تھی۔۔۔

۔"مگر تاریخ کے ہر پنے کو پوری ایمانداری سے پڑھتے ہوئے رومان شاہ کی روح تک چھلنی ہونے لگی تھی۔رومان شاہ کی پلکیں ماضی کے تلخ یادوں سے نم ہونے لگی تھی۔۔۔

۔"جب مرہا اور اس کے بابا کی بات ہوئی تو رومان شاہ کی ہر ایک بات میں اس کی سچائی صاف نظر آرہی تھی۔۔۔میرب کو اپنے شاہ پر پوری طرح سے یقین آچکا تھا۔۔۔



۔"ہاتھ بڑھا کر شاہ کی نم پلکوں کو صاف کرتے ہوئے اپنے شاہ کے سینے کے ساتھ سر لگا کر اس کی سچائی کو قبول پورے دل سے قبول کر رہی تھی۔۔۔

۔"سوری شاہ میں نے آپ کو اتنا غلط سمجھا میرب کو اپنے کہے ہوئے الفاظوں پر شرمندگی ہو رہی تھی۔
میں نے کتنا غلط سمجھا تھا اپنے شاہ کو۔ اسے اس بات کا احساس ہو گیا تھا۔۔۔

۔"شاہ کو تمہاری معافی نہیں تمہاری محبت چاہیے۔۔۔" شاہ کی بھاری مدھم اور سنجیدہ آواز پر میرب نے سینے سے سر کو اٹھا کر شاہ کے چہرے کی جانب دیکھا تھا۔۔۔۔
۔"میرب کی محبت تو ہمیشہ سے آپ کے لیے تھی۔ پلکوں کو جھکا کر بڑی شرم سے بولی تھی۔۔۔

روماں شاہ۔" ہم تو پھر ہم اب شروع کریں۔
میرب۔۔۔ کیا!!!

روماں شاہ۔۔" ہماری گولڈن نائٹ۔۔



میرب۔۔۔"تو جو رات کو تھی وہ کیا تھا
میرب شرما کر پیچھے ہوتے ہوئے بولی تھی۔۔۔

۔رومان شاہ"وہ تو میں نے اپنی بگڑی ہوئی بیوی کا دماغ ٹھیک کرنے کی ایک چھوٹی سی کوشش کی تھی۔ شاہ شرارتی انداز سے بولا تھا۔۔۔

"شاہ کے شراتی تیور دیکھ کر مرہا اس کے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے اٹھ کر کھڑی ہو گئی تھی۔شاہ کے ایک دم سے بدلتے ہوئے تیور دیکھ کر وہ دور جانے لگی تھی۔

۔"کہ شاہ نے شرما کر جاتی ہوئی میرب کو کلائی سے پکڑ کر واپس اپنی جانب کھینچا تھا۔۔۔وہ جھٹکے سے واپس شاہ کے اوپر آن گری تھی۔اب منظر یہ تھا کہ وہ پوری طرح سے شاہ کے اوپر گری ہوئی تھی -----

۔"اور شاہ نے اس کی کمر کے پیچھے بڑی مظبوطی کے ساتھ اپنے دونوں ہاتھ آپس میں باندھ رکھے تھے۔وہ اسے پوری طرح سے خود پر جھکائے اس کا چہرہ بالکل اپنے مقابل کیے ہوئے تھا۔شاہ نے اس کی آنکھوں میں خماری سے دیکھا تھا۔۔۔



۔"اس کے بالو کو کید کیے ہوئے کیچر کو اتار کر دور اچھال دیا تھا۔جس سے اس کے کچھ دیر پہلے نہا کر ہوئے ہلکے ہلکے گیلے ڈارک براؤن سلکی بال پوری طرح سے کھل کر شاہ کے چہرے پر بکھر گئے تھے۔۔۔

۔"شاہ نے اپنا چہرہ اس کے بالوں میں چھپایا تو شاہ کی گرم سانسیں میرب کی گردن پر دہک اٹھی تھی۔۔

۔شاہ پلیز۔شاہ کی سانسوں کی گرمی سے میرب کے پورے جسم میں بجلی کی لہر سی دوڑ گئ تھی۔وہ شرما کر خود کو چھڑوانے کی بے جا کوشش کر رہی تھی۔۔اس کی کوشش کو شاہ پوری طرح سے ناکام بنا چکا تھا۔۔۔

۔"وہ تو اس وقت کسی اور ہی موڈ میں تھا آخر میرب اسے معاف کرنے کا ہینٹ تو دے چکی تھی۔۔تو اب شاہ کو اور کس اجازت کہا تھی۔۔۔

۔"تم نے کہا کہ تمہارا پیار ہمیشہ سے میرے لیے تھا۔تو اس پیار کی تھوڑی سی جھلک دکھاؤ مجھے۔تاکہ تمہارے شاہ کو یقین آئے کہ تم سچ میں مجھ سے پیار کرتی ہو۔لہجے میں گمبھیر لہجے سے بولا تھا۔۔

"اس کے نم بالوں کی خوشبو اپنی سانسوں میں اترتے ہوئے اس نے اپنا چہرہ اس کی ریشمی بالوں سے باہر نکال لیا تھا۔۔اس کے چہرے سے تھوڑا سا فاصلہ بنا کر اس کی خوبصورت آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔۔

۔"کیا کروں اپنا پیار ثابت کرنے کے لیے۔وہ شرماتے ہوئے نظریں گھما گئی تھی۔۔۔۔۔"کوئی زیادہ مشکل کام نہیں ہے بس مجھے لپ کس کر دو ثابت ہو جائے گا کہ تم اپنے شاہ سے بہت پیار کرتی ہو۔ بڑے آرام سے اپنی بات اس کے سامنے رکھ کر مسکرایا تھا۔۔۔۔

۔"کیاااااا۔۔۔وہ آنکھیں پھاڑ کر دیکھتے ہوئے چلاا ٹھی تھی۔۔۔

۔"کیا ہو گیا ہے میں نے کوئی ایسی انوکھی بات تو نہیں کی، جو تم اتنا چلاا ٹھی۔ہو، آج سے پہلے کس کا نام نہیں سنا کیا۔۔۔

ویسے میں نے رات کو جتنی نہیں کسس سے تمہیں کی ہیں، اس کا کچھ نہ کچھ تو واپس مجھے ملنا چاہیے۔اس نے دونوں آئی برو اٹھا کر شرارتی اشارہ کیا تھا۔۔۔

۔"اس کا شرمایا اور گھبرایا ہوا چہرہ دیکھ کر شاہ کو بہت مزہ آیا آرہا تھا۔۔آخر وہ اپنی ضدی بیوی کو منانے میں کامیاب ہو چکا تھا۔اور یہ خوشی شاہ کو اندر سے بہت پر سکون کر رہی تھی۔۔۔

"شاہ پلیز چھوڑیں مجھے بہت بھوک لگ رہی ہے۔۔۔۔میرب ابھی تک رات والی اس کی قربتوں کی تھکن اتار نہیں پائی تھی کہ شاہ پھر سے رات والی ٹون میں آنے لگا تھا۔۔

"بھوک تو مجھے بھی بہت لگی ہے۔۔وہ اپنے نچلے ہونٹ کے کنارے کو دبا کر پڑھے شوخ انداز سے مسکرایا تھا۔
وہ میرب کی بات کو کوئی اور ہی رنگ دے چکا تھا۔۔۔ شش۔۔شاہ مجھے سچ میں بھوک لگی ہے۔شاہ کی نظروں سے گھبرائی ہوئی میری لفظوں کو توڑتے ہوئے بولی تھی۔۔۔

"جان شاہ مجھے بھی سچ میں بہت
بھوک لگی ہے آنکھ کو دباتے ہوئے ہوئے پھر سے لفظوں کو دہرایا تھا۔۔شاہ۔۔۔ ششششش جان شاہ اب دوری ممکن نہیں رہی۔۔۔۔۔

"اس کے لبوں پر انگوٹھا رپ کرتے ہوئے بہت گہری نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔تمہارے شاہ نے تو اپنے دل کو پہلے ہی بامشکل روک رکھا تھا۔۔۔

۔" اور گزری ہوئی رات کے بعد تو دور رہنا ممکن ہی نہیں۔مجھے پتہ تھا کہ جب بھی تمہارے قریب آؤں گا تو بہت سکون پاؤں گا۔

۔مگر اتنا سکون تمہارا یہ نازک وجود مجھے دے گا اس کا مجھے آئیڈیا نہیں تھا۔آنکھوں میں خماری لیے اپنے مضبوط ہاتھ سے اس کی خوب صورت گردن کو سہلا رہا تھا۔۔۔۔

۔"اس کے ہاتھوں سے نکلتے ہوئے گرمی سے میرب کی ریڈ کی ہڈی میں سناہٹ سی دوڑ گئی تھی ۔۔۔۔پلیز پہلے مجھے کچھ کھا لینے دے آپ کو پتہ ہے میں نے کل سے ناشتہ تک نہیں کیا۔میرب شاہ کو پھر سے اسی ٹون میں آتا دیکھ کر روہی پڑی تھی۔۔۔۔

۔"شاہ کو اپنی غلطی کا احساس ہوا تھا کہ سچ میں میرب نے کل ناشتہ بھی نہیں کیا تھا۔۔اس نے صرف کل صبح ایک گلاس اورنج جوس پیا تھا جس میں شاہ نے نیند کی دوا ملا دی تھی۔۔۔

اس کے بعد وہ اسے یہاں پر لے کر گیا تھا۔اور پھر اسے شام کو کہیں جا کر ہوش آیا تھا۔اس کے بعد شاہ اسے پوری رات اپنی قربتوں میں لیے ہوئے ہلکان کرتا رہا تھا۔۔۔۔

۔اس سارے دورانیے میں شاہ کو کہیں بھی یاد نہیں آیا کہ میرب نے کھانا نہیں کھایا حالانکہ کھانا تو شاہ نے خود ہی نہیں کھایا تھا۔مگ وہ شرمندہ تھا کہ اس نے اپنی بھوکی بیوی کا خیال کیوں نہیں کیا۔۔

"اور اب صبح پھر سے شاہ کو اسی ٹون میں آتے دیکھ کر میرب آخر روہی پڑی تھی۔کہاں وہ آتشی پہاڑ جیسا لمبا چوڑا رومان شاہ۔۔۔۔۔۔۔"اور کہاں بر گر پیزوں پر پلی ہوئی نازک سی جان میرب شاہ کی شدتوں کو یاد کر کے اس کے قدموں تلے سے زمین ہی نکل گئی تھی۔۔۔

۔"اس گلے میں سانس اٹک گئی تھی یہ سوچ کر کہ اگر وہ دوبارہ سے شاہ کے شکنجے میں آگئی تو اس کا کیا بنے گا۔۔۔شاہ کو اس کے معصوم ڈری ہوئی صورت دیکھ کر ہنسی بھی آرہی تھی اور ترس بھی۔۔

۔"سوری یار مجھے تو یاد ہی نہیں رہا کہ میری بیوی کو بھوک لگی ہو گی۔ کیونکہ تمہارے نزدیک آنے کے بعد میری بھوک تو پوری طرح سے مٹ چکی ہے۔۔۔ نظریں اس کی دل والے مقام پر ڈالے ہوئے پڑی بھی باقی سے بول رہا تھا۔۔۔۔۔

۔"ہاں آپ کو کیوں بھوک لگے گی پوری رات تو آپ نے۔۔۔۔۔۔"وہ کہتے کہتے خاموش ہو گئی تھی ۔۔وہ شرما کر اپنی نظریں دیوار کی جانب کر کے ہاتھوں کو مروڑنے لگی تھی۔۔۔ جلد بازی میں اسے خود بھی احساس نہیں ہوا تھا کہ وہ کیا بول رہی ہے۔۔

۔"ہاں ہاں کہہ دو کہہ دو جان شاہ کہ پوری رات تو میں نے تمہیں کھانے میں گزار دی ہے تو مجھے بھوک کہاں سے ہو گی۔۔۔ویسے یہ بات ہے پوری طرح سے سچ ہے۔۔



"کیونکہ تمہیں کھا کر میں تو اپنی بھوک مٹا چکا ہوں۔ چلو تمہاری بھوک مٹانے کا بندوبست کرتا ہوں۔ گال سے کس کرتے ہوئے اسے آزادی بخشی تھی۔۔

وہ جلدی سے کھڑی ہو کر اپنے کپڑوں کو درست کرنے لگی تھی جو شاخ نے اپنی گرفت میں لیے ہوئے ادھر ادھر کر دیے تھے۔۔

کیا کھانا ہے بتاؤ میں لے کر آتا ہوں۔ میں بھی آپ کے ساتھ چلوں گی مجھے اکیلے میں ڈر لگتا ہے۔۔۔۔

۔"اگر تم راستے میں بھاگ گئی تو۔۔۔ شاہ نے تو۔۔۔ پر زور دیتے ہوئے کہا تھا۔۔

"جو خود سے آپ کی قید میں خوشی خوشی آیا ہو وہ بھاگ کر کہاں جائے گا میرب نے ایک نظر اٹھا کر شاہ کی جانب دیکھتے ہوئے بڑی محبت سے بولا تھا۔۔۔۔

۔"ہائے میرا بچہ اتنا جان لیوا ڈائیلاگ مت بولو شاہ کی جان لو گی کیا۔ وہ دل پر ہاتھ رکھتے ہوئے ٹھنڈی آہ بھر کر بولا تھا کہ میرب کی ہنسی چھوٹ گئی۔۔

۔اس طرح ہنسوں مت جانے شاہ تمہارے شاہ کا ایمان ڈولنے میں زیادہ ٹائم نہیں لگے گا۔ وہ ہنستے ہوئے تھوڑا میرب کے نزدیک ہوا تھا۔۔

۔"شاہ پلیز پہلے آپ چل کر میرے ساتھ کچھ کھانے کو لائیں مجھے بہت بھوک لگی ہے۔ ورنہ میں آپ کو ہی کھا جاؤں گی۔۔۔وہ دونوں ہاتھوں کا اشارہ کرتے ہوئے پیچھے ہوئی تھی۔۔ بھوک سے اس کے پیٹ میں چوہے کبڈی کھیل رہے تھے۔۔۔

"چلو مگر جانے سے پہلے میری محبت کی مہروں کو اچھی طرح سے دوپٹے سے کور کرلو۔وہ تھوڑا سا پاس ہو کر سرگوشی کی تھی۔۔۔۔میرب رومان شاہ کی بات کا مفہوم سمجھ نہیں سکی تھی۔۔



۔"مطلب۔۔۔وہ ستائشی نظروں سے شاہ کی جانب دیکھ رہی تھی۔۔

۔"ادھر آؤ میں مطلب سمجھاتا ہوں اس کے دونوں کاندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے اسے ڈریسنگ مرر کے سامنے لے آیا تھا۔

"میرب کی نظر جیسے ہی سامنے مرر پر پڑی اس کی نظریں شرم سے جھک گئی تھی-- اس کی خوبصورت دودھ جیسی گوری گردن پر شاہ کے لمسوں کے جگہ با جگہ چھوٹے بڑے نشان نظر آرہے تھے--

-"ریڈ نشانوں پر وہ انگلی رکھ کر دائرے بناتا ہوا وہ ڈریسنگ کے شیشے میں دیکھ کر فتحیابی والی مسکراہٹ مسکرا رہا تھا---

" وہ شرما کر پیچھے کو مڑتی ہوئی آکر شاہ کے سینے میں سر چھپا گئی تھی-شاہ دونوں ہاتھوں کی گرفت میں لیے اسے اپنے سینے سے لگا کر ہنستے ہوئے اس کے بالوں پر اپنے لب رکھ کر چوم رہا تھا---



"جان شاہ آج سے اپنا بہت خیال رکھنا ہمارے روم سے باہر جانے سے پہلے خود کو اچھی طرح سے کور کر لینا-کیونکہ ایسی خوبصورت مہریں اب روز شاہ لگانے والا ہے---

"اس کی بات پر میرب اور بھی سینے میں سر دھسانے لگی تھی۔۔اب تم اپنے شاہ کا ضبط آزما رہی ہو اتنے قریب آؤ گی تو میں پھر سے تم پر قابض ہونے میں ٹائم نہیں لگاؤں گا۔۔۔

"اب سوچ لو تم نے کھانا کھانا ہے یا پھر میں تمہیں کھانا شروع کروں۔۔اس کے بولتے ہی میرب جلدی سے پیچھے ہوئی تھی۔۔۔دونوں میرب کے یوں گھبرا کر جلدی سے پیچھے ہونے پر شاہ کھل کھلا کر قہقہہ لگا کر ہنسا تھا۔۔۔

"وہ قہقہہ لگاتے ہوئے اتنا خوبصورت لگ رہا تھا کہ میرب کو اپنی قسمت پر رشک آنے لگا تھا۔جس شاہ پر وہ پہلی نظر میں اپنا دل ہار چکی تھی۔آج اس شاہ پوری طرح سے اپنا بنانے میں کامیاب ہو چکی تھی ۔۔۔اپنے شاہ کے زبان سے اپنے لیے اظہار محبت وہ پوری طرح سے سرخرو ہو گئی تھی۔۔۔۔



۔"باقی کا مجھے تم بعد میں دیکھ لینا کوئی پابندی نہیں ہے شاہ تمہارا ہے جب چاہو جتنی بار چاہو دیکھ سکتی ہو۔ مگر ابھی چلو ہمیں کھانے کے بعد گھر کے لیے بھی نکلنا ہے آج میرہا کے ولیمے کا فنکشن ہے۔۔۔۔۔۔

وہ ہنستے ہوئے گاڑی کی چابی وال سے اتارتا ہوا میرب کا ہاتھ پکڑ کر اپنے خوبصورت اپارٹمنٹ سے لفٹ میں بیٹھ کر نیچے آرہا تھا۔۔

,

آہ ہ آہ۔وہ ٹارچر روم کے اندر الٹا لٹکا ہوا اے سی پی کے ڈنڈوں کی مار سے درد سے چیخنے مار رہا تھا۔۔

۔اللہ کے واسطے مجھے معاف کر دو مجھے مت مارو میں سب کچھ بتاتا ہوں۔وہ ایسی بھی شامیر کی مار سے بلبلاتے ہوئے چیخ چیخ کر بول رہا تھا۔۔

۔اے سی پی شاہ میر ملک کا ڈنڈا جب مجروں پر برستا تھا تو بڑوں بڑوں کی زبانیں خود بخود کھل جاتی تھی۔ جیسے اس وقت اس چوہدری کے بیٹے کی زبان کھل چکی تھی۔۔



جو کچھ دیر پہلے کہہ رہا تھا کہ اس کا کوئی قصور نہیں ہے اب وہ اپنا سارا قصور ماننے کے لیے تیار ہو چکا تھا۔۔

۔چل پانچ منٹ کے اندر ساری بکواس کرو۔شاہ میر نے حولدار کو اشارہ کرتے ہوئے فائل منگوائی تھی

۔اب چوہدری کے بیٹے کی زبان سے نکلا ہوا ہر لفظ قلم بند کر لیا گیا تھا۔۔۔۔

۔اے سی پی شاہ میر پوری طرح سے پسینے سے بھیگا ہوا تھا۔ آخر اس نے اس چودری کے بیٹے کی اتنی خدمت کی تھی تو اتنا پسینے میں بھیگنا تو اے سی پی کا لازم تھا۔۔۔

۔اے سی پی کے بیٹے کہ جسم پر ڈنڈوں کے بے شمار نشان پڑے ہوئے تھے وہ اب بے سدھ پڑا ہوا تھا۔۔۔

۔اس کتے کو کھانا ڈالو اور ہوش میں لاؤ باقی کا میں کل صبح آکر دیکھوں گا۔وہ بولتے ہوئے ٹارچر روم سے باہر نکل آیا تھا۔۔۔

۔شاہ میر کا آج ولیمے کا فنکشن تھا اور آج صبح چار بجے سے وہ گھر سے غائب تھا آج صبح گھر سے نکلتے ہوئے اس نے کسی کو بھی نہیں جگایا تھا۔ سوائے چوکیدار کے۔۔

۔ایک تو وہ ساری رات ویسے ہی میرہا کو لے کر بہت پریشان تھا۔میرہا اس کے قریب آ کر بھی کیوں قریب نہیں ہوئی کیوں وہ اپنے شوہر کی نزدیکیوں سے اتنا ڈرتی ہے۔۔۔

۔جس کو پہلے وہ صرف فطرتی شرم و حیا سمجھتا تھا اب اس کے دماغ میں بہت سارے سوال اٹھنے لگے تھے۔۔

۔وہ یہ سوچ سوچ کر پوری رات بے چین تھا کہ جس لڑکی کو وہ اتنا پیار کرتا ہے اس کی زندگی میں پریشانی کی اصل وجہ کیا ہے۔۔۔۔

۔اوپر سے چار بجے کے قریب مکبر کا فون آ گیا تھا کہ مجرم کا پتہ لگا لیا ہے۔۔۔اے سی پی نے اپنا سارا غصہ چوہدری کے بیٹے پر ہی نکالا تھا۔وہ گھر سے نکلتے ہوئے اپنی ماما کے نمبر پر ایک میسج چھوڑ کر آیا تھا۔

۔شاہ میر کی ماما بہت پریشان ہو جاتی تھی ویسے تو اسے پتہ تھا کہ اس کے بیٹے کی جس طرح کی نوکری ہے اس کے بیٹے کو کبھی بھی کسی بھی وقت جانا پڑ سکتا ہے۔۔۔مگر وہ ایک ماں تھی جب بیٹا گھر میں نہیں ملتا

تو لازم سی بات ہے کہ ایک ماں چاہے پولیس والے کی ہو یا نارمل سولین کی پریشان تو ہو ہی جاتی ہے---

۔اور وہ اپنی ماں کو پریشان ہوتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا تھا--

اب شاہ میر جلد از جلد گھر پہنچنا چاہتا تھا تقریبا دوپہر کے ساڑھے 12 بج چکے تھے--

ooooooo

ہمم شاہ کھانا بہت ہی مزے کا تھا۔ کل کی بھوکی میرب نے بہت مزے لے کر کھانا کھایا تھا اور اب وہ کھانا کھا کر بہت مزے لیتی ہوئی بتا رہی تھی---

۔مگر اس کا شاہ تو بس اس کے کھانے کا انتظار کر رہا تھا کہ کب میرب بی بی کھانا کھا کے فارغ ہو اور وہ اپنی دل کی باقی حسرتیں پوری کر سکے--

۔وہ تو کب سے کھانا کھا چکا تھا---اب بس اسے کھاتے ہوئے گہری نظروں سے دیکھ رہا تھا--

۔اس کا منصوبہ تورات کو میرب نے لڑائی جھگڑا کر کے خراب کر دیا تھا۔ مگر وہ بھی رومان شاہ تھا اپنے منصوبے کو ناکام ہوتے دیکھنا اس کی فطرت میں ہی نہیں تھا۔۔

۔اس وقت وہ اپنی بھوکی بیوی کا پیٹ بھرنے کا انتظار کر رہا تھا۔ میرب کھانے سے فارغ ہو کر برتن اٹھا کر سنک میں رکھ رہی تھی۔۔۔

جب کہ رومان شاہ طوفان سے پہلے والی خاموشی کے ساتھ چپ چاپ اسے ادھر سے ادھر جاتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔۔

۔شاہ آپ چائے یا کافی پییں گے۔ میرب چائے پینے کا موڈ ہو رہا تھا۔ تو اس نے شاہ سے بھی پوچھا تھا ۔۔۔

۔شاہ کھانے کے بعد چائے کا بھی اپنا ہی مزہ ہوتا ہے نا۔ وہ چائے کا پانی چولے پر رکھ کر شاہ سے پوچھ رہی تھی۔

۔میری ان رومینٹک بیوی تمہیں اس وقت کہی سے بھی لگتا ہے کہ میں چائے یا کافی پینے کے موڈ میں ہوں۔۔

۔وہ ڈائننگ ٹیبل سے اٹھتے ہوئے میرب کے پاس آیا۔۔اس کی پشت پر آن کھڑا ہوا تھا۔۔۔

۔وہ چائے کے ابلتے ہوئے پانی میں پتی ڈال رہی تھی۔تو پھر آپ کیا پینے کے موڈ میں ہیں۔وہ مسکراتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔۔۔

۔تمہیں نہیں پتا کہ میں کیا پیوں گا۔شاہ نے اس پیٹ پر ہاتھ بکر اسے اپنے اور قریب کر لیا تھا۔۔

۔مجھے کیسے پتہ چلے گا۔کہ آپ کا کیا پینے کو دل چاہ رہا ہے۔۔آپ بتا دیں جو کہیں گے میں بنا دوں گی۔۔چائے کافی یا گرین ٹی میرب کا دھیان اب بھی چائے کافی اور گرین ٹی پر ہی تھا۔۔۔

۔جب کہ شاہ کے دماغ میں کچھ اور ہی چل رہا تھا۔۔

۔تمہیں زحمت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔مجھے جو بھی پینا ہے میں اس کا انتظام خود کر سکتا ہوں۔۔

۔وہ چائے کے ابلتے ہوئے قہوے کا چولہا بند کر چکا تھا۔۔

۔شاہ یہ کیا کیا مجھے چائے پینے ہے۔ آپ نے چولہا کیوں بند کیا ہے۔

۔وہ ناراض منہ بنا کر بولی تھی۔

تمہارا دل کیا کر رہا ہے۔ اس کے بارے میں ہم بعد میں سوچیں گے۔ میرا دل کیا کر رہا ہے پہلے تم اس کے بارے میں سوچو۔

۔میرب کو اب سمجھ میں آیا تھا کہ شاہ کون سے چینل سے بول رہا ہے۔ شاہ پلیز مجھے چائے پینے دیں اس کے بعد ہمیں گھر جانا ہے اور گھر جا کر مرہا کے ولیمے کے فنکشن کی تیاری بھی کرنی ہے۔۔۔

۔وہ شاہ کے ارادے جان کر ایک ہی سانس میں ساری بات بول گئی تھی۔ وہ اپنے پیٹ پر بندے شاہ کے ہاتھوں کی گرفت کو چھڑوانے لگی تھی۔ حالانکہ شاہ کی گرفت سے میرب کا نکلنا ممکن ہی نہیں تھا ۔۔

۔شاہ نے جان بوجھ کر ہاتھوں کی گرفت ڈھیلی کی تھی۔ وہ ڈری ہوئی میرب کی حرکتیں دیکھنا چاہتا تھا۔۔

میرب شاہ کے ہاتھ کی گرفت ڈھیلی دیکھتے ہی جلدی سے فرج کی جانب لپکی اور جلدی سے فرج میں سے جا کر دودھ والا جگ نکالنے لگی تھی۔۔

۔۔ش۔۔۔ شش۔۔۔۔۔شاہ کیا کر رہے ہیں شاہ کی حرکت سے میرب شرم سے پانی پانی ہو گئی تھی

۔اس کی پشت پر کھڑے ہو کر شاہ کے ہاتھوں نے حرکت ہی کچھ ایسی کی تھی کہ وہ سسک اٹھی تھی۔۔

۔جان شاہ تم نے میرا سارا پلان رات کو خراب کر دیا ہے اب مجھے اپنا پلان مکمل کرنا ہے۔

۔اس کی گردن سے بالوں کو سائیڈ پر کرتے ہوئے وہاں پر اپنے آتشی لب رکھ کر چوم رہا تھا۔۔

۔جو کچھ سوچ کر میں یہاں پر آیا تھا اسے پورے کیے بنا تو میں ہرگز نہیں جاؤں گا۔سرگوشی کرتے ہوئے اس کے کان کی لو پر ہلکا سا دباؤ دیا تو۔میرب کے پورے جسم میں بجلی سی دوڑ گئی تھی وہ سسک اٹھی تھی۔

۔کیا پلان تھا آپ کا۔میرب حیرانی سے شاہ کی بات سن رہی تھے۔۔۔

بتاتا ہوں ڈارلنگ اتنی بھی کیا جلدی ہے۔اسے گھماتے ہوئے اس کا اپنی جانب کر لیا۔۔میرب نے ایک نظر اٹھا کے شاہ کی انکھوں میں دیکھا۔شاہ کی آنکھوں میں اس وقت خماری ہی خماری تھی وہ گہری نظروں سے میرب کی جانب دیکھ رہا تھا۔

۔شاہ ہم لیٹ ہو رہے ہے ہمیں جلدی سے نکلنا چاہیے۔میرب نے نگاہیں جھکاتے ہوئے ایک بات بنائی تھی۔کیونکہ وہ اس وقت اتنی گھبرائی ہوئی تھی کہ اسے خود بھی سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ شاہ سے ایسا کیا کہے جس سے شاہ جلدی سے جانے کو مان جائے۔

۔پہلی بات تو دیر میں ہونے نہیں دوں گا اور دوسری بات اگر دیر ہو بھی جائے تو ہو جانے دو۔کیونکہ شاہ جو بات اپنے دماغ میں سوچ لیتا ہے۔اسے پورا کیے بنا اسے سکون نہیں ملتا شاہ۔۔۔



۔آپ نے ایسا کیا سوچ لیا ہے۔بنا کچھ بولے نیچے جھکا اور میرب کو اپنی گود میں اٹھایا۔شاہ کے تیور دیکھ کر میرب کی سانسیں رک رہی تھی ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہو رہے تھے۔کچھ کچھ تو اسے اندازہ ہو رہا تھا کہ شاہ کہ دماغ میں کوئی کافی بڑا پلان چل رہا ہے۔

اسے اپنی گود میں اٹھا کر دوسرے روم میں لے آیا تھا۔اس روم میں میرب کل سے نہیں گئی تھی۔۔ کیونکہ وہ پہلے والے روم سے باہر آئی ہی نہیں تھی۔اب نکلی تھی تو صرف کچن کی حد تک محدود تھی

۔میرب کو گود میں اٹھائے ہوئے ہی شاہ نے ہینڈل گھما کر دروازے کا لاک کھولا تھا۔۔شاہ بہکی نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

۔جب میرب نے روم کے اندر دیکھا تو وہ حیران رہ گئی۔روم کو بلکل وائٹنگ نائٹ کی طرح سجایا گیا تھا ۔۔بیڈ کے چاروں طرف پھولوں کا کالین بنا ہوا تھا۔بیڈ کے چاروں طرف اصلی پھولوں کی لڑیاں لٹک رہی تھیں۔۔۔

۔پورے روم میں گلاب کے پھولوں کی مہک ہی مہک تھی۔ایسے لگ رہا تھا جیسے آج کسی نئے دلہا اور دلہن کو اس روم میں لایا جانا تھا۔اور شاہ اسے اٹھا کر لے آیا۔۔

جان شاہ یہ پلان تھا میرا۔میں اپنی گولڈن نائٹ یہاں پر گزارنا چاہتا تھا۔مگر تم نے میری بات پر یقین نہ کر کے۔میری گولڈن نائٹ خراب کر دی ہے۔مگر ششش۔۔ش۔شاہ اب تو ہماری گولڈن نائٹ گزر چکی ہے نا تو ہمیں گھر چلنا چاہیے میرب اٹکتے ہوئے بولے۔۔

گولڈن نائٹ کیسی ہوتی ہے یہ تمہیں ابھی پتہ چل جائے گا۔میری جان میں اپنی گولڈن نائٹ منائیں بنا یہاں سے نہیں جاؤں گا۔اسے اپنی گود سے اتار کر اس کے گرد اپنی باہوں کا گھیرا کسے ہوئے اس چہرے پر گہری نظریں بنائے ہوئے تھا۔۔

۔نہیں شش۔۔۔شاہ غلط بات ہے آپ رات کو اپنی گولڈن نائٹ منا چکے ہیں۔اب آپ مجھے گھر لے کر چلیں شاہ کی آنکھوں میں بہتے خماری کے دریا کو دیکھ کر میرب کانپ گئی تھی۔

۔وہ تو شاہ کی کل کی شدتیں ابھی نہیں بھول پائی تھی۔کہ شاہ کے منہ سے گولڈن نائٹ کا سن کر میرب کے قدموں طرح سے جان نکلنے لگی تھی۔۔



۔ادھر آؤ کہاں چلی ہوا ہوائی بن کر۔۔آہستہ آہستہ کسک کر باہر جاتی ہوئی میرب کی کلائی پکڑ کر واپس اپنی جانب کھینچتے ہوئے مسکرا رہا تھا۔۔

۔شاہ پلیز نہیں۔۔۔ میرب نے نفی میں سر کو ہلاتے ہوئے کہا تھا ۔۔کیوں نہیں کیا نہیں ۔۔۔ہوں ں ں ۔۔منہ سے بول کر بتاؤ۔۔۔وہ مسکرے انداز سے دونوں کے آئی برو اٹھا کر اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔۔۔

شاہ آپ سمجھ جائیں میں کیا کہنا چاہتی ہوں شرماتی ہوگئی نظریں پھیر گئی تھی۔۔

۔میں کیسے سمجھ سکتا ہوں تمہارے دل کی بات میں کوئی نجومی تھوڑا ہوں شاہ میرب کی حالت دیکھ کر محظوظ ہو رہا تھا۔۔



۔ہاں بڑے معصوم ہیں نا جو آپ کو سمجھ میں نہیں آرہا کہ میں کیا کہہ رہی ہوں وہ نظروں کو گھماتی ہوئی بنا آواز سوچ رہی تھی۔۔۔

جو کچھ دماغ میں سوچ رہی ہو میری جان وہ زبان سے کہو گی تو مجھے سمجھنے میں آسانی ہو گی۔

۔میرب کے نظروں اور چہرے کے بدلتے ہوئے زاویوں کو دیکھ کر شاہ سمجھ رہا تھا کہ وہ کیا سوچ رہی ہے۔۔

۔ابھی وہ کچھ اور کہتا کہ شاہ کے فون کی بیل بجی تھی۔شاہ نے ناگواری سے فون جیب سے نکال کر دیکھا تھا۔مگر فون پر چمکتے ہوئے نمبر کو دیکھ کر شاہ نے اپنے تیور فورن سے نورمل کر لیے۔۔

رومان شاہ۔۔۔اسلام علیکم جی امی جان۔

امی جان۔۔۔رومان بیٹا تم لوگ گھر کب آؤ گے آج مرہا کا ولیمہ ہے تمہیں یاد ہے نا۔

رومان شاہ۔۔۔جی امی جان یاد ہے ہم ڈائریکٹ ہال میں پہنچ جائیں گے۔

امی جان۔۔۔چلو ٹھیک ہے بس میں نے یہی پوچھنے کے لیے فون کیا تھا۔ٹائم سے پہنچ جانا لیٹ مت ہونا کیونکہ مرہا تم لوگوں کا ویٹ کر رہی ہو گی.جی امی جان۔اللہ حافظ کے بعد فون بند ہو چکا تھا۔۔

۔شاہ۔۔جی شاہ کی جان۔۔۔میرے خیال سے ہمیں گھر چلنا چاہیے ہم لیٹ نہ ہو جائیں میرب نے جلدی جلدی جان چھڑانے کے خاطر اپنا خیال پیش کیا تھا۔

۔نہیں تم اپنے چھوٹے سے دماغ پر اتنا زور مت دو۔۔ ہم بالکل بھی لیٹ نہیں ہوں گے۔۔ہم پورے ٹائم پر پہنچ جائیں گے فی الحال تم ادھر ادھر کی باتیں کر کے میری گولڈن نائٹ میں مداخلت پیدا مت کرو۔

۔مگر شاہ اب تو دن ہو چکا ہے نا تو پھر گولڈن نائٹ کیسے ہو سکتی ہے۔میرب اپنی گھبراہٹ میں خود ہی باتوں میں پھنستی جا رہی تھی۔

۔تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے میری جان شاہ گولڈن دن منانے کے بعد گھر چل کر گولڈن نائٹ بھی منا لے گا۔۔تم بے فکر رہو ابھی تم نے اپنے شاہ کو پوری طرح سے سمجھا نہیں ہے ---



۔اس لیے ٹینشن مت لو وہ میرب کی بات کو کوئی اور ہی رنگ دے گیا تھا۔پہلے سے شرماتی ہوئی میرب نے اور بھی شرما کر نظریں جھکا لی تھی۔۔

اور شاہ کی بے باقی پر اس کا دل دھک دھک کر رہا تھا۔ایک تو وہ شاہ کی نظروں سے اس قدر گھبرائی ہوئی تھی کہ اس سے تو صحیح سے بات نہیں ہو پا رہی تھی۔۔

۔اوپر سے دل نے ایک الگ ہی رقص شروع کر رکھا تھا جس سے وہ اور بھی نروس ہو رہی تھی۔۔ مگر شاہ کو اس کی حالت دیکھ کر بہت مزہ آرہا تھا۔

میرا گھبرائی ہوئی شکل دیکھ کر شاہ کی مسکراہٹ بند ہونے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔

یہ پکڑو اور پہن کر آؤ اس نے ٹیبل پر رکھا ہوا ایک شاپنگ بیگ اٹھا کر اس کے ہاتھ میں تھماتے ہوئے بھاری رعبدار آواز سے کہا۔۔

میرب نے بامشکل شاہ کے ہاتھ سے شاپنگ بیگ پکڑا تھا۔شاپنگ بیگ کے اندر دیکھنے میں کوئی ڈریس لگ رہا تھا۔۔کھول کے دیکھو میں تمہارے لیے بہت خوبصورت گفٹ لے کر آیا ہوں۔۔



۔میرب نے جب اسے نکال کر دیکھا تو میرب نے ایک منٹ سے پہلے اسے واپس شاپنگ بیگ کے اندر ڈال دیا تھا۔شرم سے اس کا چہرہ لال ٹماٹر ہو گیا تھا اور آنکھیں باہر آنے کو تھی۔۔

۔شاہ۔۔ مم۔۔میں یہ ہرگز نہیں پہنوں گی میرب نے شاپنگ بیگ کو وہیں ٹیبل پر پٹختے ہوئے۔۔اس نے اپنے قدم باہر کی جانب بہت تیزی سے اٹھائے تھے۔۔

۔مگر وہ برق رفتار سے اس سے بھی پہلے جا کر دروازے کے سامنے براجمان ہو کر کھڑا ہو گیا تھا۔جانے منڈ کہاں جا رہی ہو۔شاہ سے فراری مشکل ہی نہیں ناممکن ہے میری جان۔

۔اپنی پشت دروازے کے ساتھ لگائے ہوئے کھڑا تھا جبکہ میرب کی کمر میں ہاتھ ڈالتے ہوئے اسے اپنے سینے سے لگا کر چہرہ اپنے مقابل کر لیا۔

۔شاہ پلیز آپ سمجھنے کی کوشش کریں میں یہ نہیں پہن سکتی مجھے بہت شرم آئے گی یہ پہن کر۔لہجہ منت وسماجت کرنے والا تھا۔بہت ہی کم اور من منائی ہوئی آواز سے بول رہی تھی۔۔



۔آپشن نہیں ہے تمہارے پاس ڈریس تو تمہیں ہر صورت میں پہننا پڑے گا اب یہ تمہاری مرضی ہے کہ تم یہ ڈریس خود پہنو گی یا میں تمہیں پہناؤں۔

مجھے ہر صورت تمہیں اس ڈریس میں دیکھنا ہے وہ حکمرانہ انداز میں اسے کہہ رہا تھا۔۔

۔شاہ کم سے کم اس کو ڈریس تو مت بولیں وہ شاہ سے دوری بناتے ہوئے شرم سے لال ہو کر بولی۔۔

ہاں مجھے پتہ ہے کہ یہ ڈریس نہیں ہے یہ ایک خوبصورت نائٹی ہے جس کو تم پہنو گی تو مجھے بہت اچھا لگے گا۔۔

شاہ یہ ایک خوبصورت نہیں بے ہودا نائیٹی ہے جسے میں ہر گز نہیں پہنوں گی۔۔۔تو ٹھیک ہے پھر میں پہنا دیتا ہوں۔

۔وہ شاہ کی گرفت سے نکل کر اپنے قدم پیچھے کی جانب لے جاتے ہوئے اپنے سر کو نہ میں ہلا رہی تھی۔۔۔



۔جبکہ شاہ نے قدم اس کی جانب اٹھانے لگا۔

۔جان شاہ بہت غلط بات ہے اپنے شوہر کی پیار سے لائی ہوئی چیز کی توہین کر رہی ہو۔شاہ شوخ نظروں سے دیکھتا ہوا بولا۔

۔ہاں تو شوہر کوئی ڈھنگ کی چیز بھی تو لا سکتا تھا نا۔کیا ضرورت تھی اتنی گھٹیا نائٹی لے کر آنے کی۔۔۔

میرب تو نائٹی کو دیکھ کر شرم سے پانی پانی ہو رہی تھی جبکہ شاہ اس کی خستہ حالت دیکھ کر محظوظ ہو رہا تھا۔۔۔

۔اب تم اپنے شوہر کے لائے ہوئے گفٹ سے خامیاں بعد میں نکال لینا۔پہلے جا کر اسے پہن کر آؤ۔ جب تک میں تمہیں یہ پہنے ہوئے نہیں دیکھوں گا۔۔

۔میری گولڈن نائٹ شروع نہیں ہو گی۔ اور اگر میری گولڈن نائٹ ادھوری رہ گی تو میں تمہیں فنکشن میں نہیں لے کر جاؤں گا۔ جس کے لیے تم اتنی اتاولی ہو رہی ہو۔۔

۔اگر میری گولڈن نائٹ خراب ہوئی تو میں تمہارا ولیمے پر جانا کینسل کر دوں گا۔وہ کڑے لفظوں میں اسے دھمکی دے رہا تھا۔



۔میرب نے پانیوں بھری آنکھوں سے شاہ کی جانب دیکھا۔وہ اپنی ضد پر اڑا ہوا تھا۔جبکہ میرب کو سچ میں مرہا کے ولیمے میں جانے کی بہت جلدی تھی۔

۔آخر شاہ میر اس کا اکلوتا بھائی تھا وہ اپنے بھائی کی خوشی میں شرکت کرنا چاہتی تھی۔اور ویسے بھی جب سے وہ رخصت ہو کر آئی تھی۔

ایک بار بھی تو اپنے مائیکے نہیں گئی۔شادی جن حالات میں ہوئی تھی نہ تو کبھی میرب نے جانے کی ضد کی اور نہ ہی اس کے گھر والوں نے کبھی مطالبہ کیا۔

۔وہ ان کے رشتے کو ٹائم دینا چاہتے تھے تا کہ یہ اپنی الجھنوں کو سلجھا کر ایک اچھے ہمسفر کی طرح اپنی زندگی کو راہ راست پر لا سکیں۔

۔اور آج اس کا جانا کنفرم تھا میرب کے دل میں جانے کی بہت خوشی تھی۔۔۔تو شاہ نے اس کے جانے اور رکنے کے بیچ میں کمبخت نائٹ کو لا کھڑا کیا تھا۔



اب عالم یہ تھا کہ ایک طرف آگ تھی اور دوسری طرف کنواں اگر شاہ کی بات نہیں مانتی تو وہ اس سے اس کے بھائی کے ولیمے میں لے جانے سے انکار کر رہا تھا۔۔۔

اور اگر مانتی تو اسے کڑے امتحان سے گزرنا پڑتا جس نائٹ کو نظریں بھر کے اس سے دیکھا نہیں جا رہا تھا اسے بیچاری کیسے پہنتی۔۔

۔میرب تم صرف ٹائم ویسٹ کر رہی ہو اگر تم ولیمے میں جانا نہیں چاہتی تو پھر صاف صاف بتا دو کیوں اپنا اور میرا ٹائم برباد کر رہی ہو۔

۔جبکہ رومان شاہ اچھی طرح سے جانتا تھا کہ میرب کتنی ایکسائٹڈ ہے اپنے بھائی کے ولیمے میں جانے کے لیے۔

۔شاہ آپ اچھی طرح سے جانتے ہیں کہ میں جانا چاہتی ہوں۔

۔تو جان من میں نے کب انکار کیا ہے کہ میں تمہیں نہیں لے جا رہا۔بس تم یہ نائٹی پہن کر آجاؤ اور مجھے پیار کرنے کا تھوڑا سا موقف کا فراہم کر دو۔تو بات بن سکتی ہے گہری نظروں سے اس کے سراپے کو دیکھتے ہوئے بولا۔۔

۔جب میرب کو لگا کہ اس کے پاس اور کوئی آپشن موجود نہیں ہے تو وہ بھیگی ہوئی آنکھوں سے شاپنگ بیگ اٹھا کر واش روم میں جا کر بند ہو گئی۔۔

۔وہ آتشی لبوں سے مسکراتا ہوا اس کے باہر آنے کا ویٹ کر رہا تھا

۔۔کافی دیر ویٹ کے بعد شاہ اٹھ کر واش روم کے دروازے کے باہر آکر کھڑا ہو گیا۔

میرب۔۔جی۔۔۔جان شاہ تمہیں راہ فرار نہیں مل سکتی۔دروازہ کھولو اور باہر آجاؤ۔۔شاہ آپ بہت گندے ہیں آپ کو ذرا بھی شرم نہیں آتی۔۔

۔میری جان مجھے بہت اچھی طرح سے پتہ ہے کہ میرے اندر کون کون سی خوبیاں موجود ہیں۔

تم میری تعریف بات میں کر لینا۔میں تمہیں بہت سارے موقع فراہم کروں گا۔
اور یہ جو تم اندر کھڑی ہوئی آنسوں بہا رہی ہو ان کو بھی ضائع مت کرو کیونکہ ان کو بہانے کے بہت موقع دوں گا۔۔

۔اسے میرب کی حالت قابل رحم لگ رہی تھی۔مگر وہ الگ بات ہے کہ وہ اس وقت رحم کرنے کے موڈ میں نہیں تھا۔

۔میرب نے بامشکل دروازہ کھولا تھوڑے سے کھلے ہوئے دروازے سے شاہ نے اپنا ہاتھ اندر کیا تھا۔
میرب نے اپنی نازک ہتھیلی کو مشکل شاہ کی مضبوط ہاتھ کے اوپر رکھ دیا۔

۔شاہ مضبوطی سے اس کے ہاتھ کو تھامے ہوئے اسے باہر لا رہا تھا۔وہ نظروں کو جھکا کر کانپتے وجود کے ساتھ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھا رہی تھی۔۔۔

وہ بامشکل باہر نکلی تھی۔شاہ نے اپنی مسکراہٹ کو دبانے کے لیے نچلے ہونٹ کے کنارے کو دانتوں سے دبایا تھا۔۔

۔بیوٹی فل۔۔۔ اتنی ہاٹ اور خوبصورت لگ رہی ہو خواہ مخواہ اتنا ٹائم ضائع کروادیا۔۔۔حالانکہ یہ ٹائم ہم اپنی گولڈن نائٹ نہیں بلکہ ڈے میں ایڈ کر سکتے تھے۔۔۔۔

۔شاہ آپ بہت بے شرم ہیں نظروں کو دربار پر مرکوز کیے ہوئے بولی۔۔

۔مجھے بہت اچھی طرح سے پتہ ہے کہ میں بہت بے شرم ہوں۔۔۔میرب کو اپنی باہوں میں اٹھاتے ہوئے بیڈ پر لے آیا تھا۔

اس کو بیڈ پر لیٹاتے ہوئے اپنی دی ہوئی خوبصورت چھوٹی سی نائٹی میں اس سے دیکھ کر بڑی خماری ہوئی نظروں سے دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔۔۔

جب کہ میرب اس کی نظروں کی تپش سے شرماتی ہوئی چہرہ ادھر ادھر گھما کر رہی تھی۔وہ اپنی شرٹ کے بٹن کھولتے کھول رہا تھا۔

جبکہ نظریں اس کے دلکش سراپے پر مرکوز تھی۔اپنی شرٹ اتار کر ایک سائیڈ پر رکھ چکا تھا۔اس کا کثرتی سینہ دیکھ کر میرب کا دل پسلیاں توڑ کر باہر آنے کی حد تک دھڑک اٹھا تھا۔

۔وہ جیسے جیسے اس پر جھک رہا تھا اس کے جسم سے اڑتی ہوئی رومینٹک کلون کی خوشبو میرب کی سانسوں کو مہکا رہی تھی۔۔۔

ہاتھ اس کی گردن پر رکھ کر شاہ رگ سہلاتے ہوئے اس کے لبوں پر جھک گیا۔اس کی نازک پنکھڑیوں کو اپنے آتشی لبوں میں پوری طرح سے قید کر چکا تھا۔اس کی سانسوں کو پینے لگا۔۔۔

۔وہ برسوں کا پیاسا بنا ہوا اس کے لبوں کی نمی کا قطرہ قطرہ اپنے اندر انڈیل رہا تھا۔۔۔

جبکہ میرب کے پورے وجود میں شاہ کے لبوں کی گرمی سنسنی پھیلائے ہوئے تھی۔وہ اپنی مرضی سے نمی کو پیتے ہوئے مدہوش سا ہو کر بہکی نگاہوں سے اس کے دل کش وجود کو دیکھ رہا تھا۔۔میرب لمبے لمبے سانس بھر رہی تھی۔

۔وہ اسے بند آنکھوں سے لمبے لمبے سانس بھرتے دیکھ کر دوبارہ خمار کے عالم میں اس کے ہونٹوں پر جھکا اپنی طلب پوری کر رہا تھا۔اس نے مدہوشی کہ عالم میں اپنی طلب پوری کرتے ہوئے اس کے ہونٹوں سے گردن تک کا فاصلہ طے کیا اور اپنے نرم گرم لمس چھوڑ رہا تھا۔

۔دونوں کی دھڑکنیں بے ساختہ یک زبان میں ایک ہی دھن پر رقص کر رہی تھی۔

۔اب وہ گردن سے نیچے کا سفر طے کر رہا تھا۔کمرے کی معنی خیز خاموشی میں دونوں کی تیز سانسوں کا شور بھرپا تھا۔

۔اب اس کے بے لگام لب گردن سے دل کے مقام پر آن رکے تھے۔تومیرب نے بے ساختہ بیڈ کی چادر کو مٹھیوں میں میچ لیا۔وہ آنکھوں کو بند کر کے سانس روک کر لیٹی ہوئی تھی۔

۔شاہ نے اس کے ہاتھ سے چادر کو چھوڑوا کر اپنا مظبوط ہاتھ اس کی نازک ہتھیلی پر رکھ کر اپنی انگلیاں اس کی انگلیوں میں پھنسالی۔۔

وہ اپنی من مانیاں کرتے ہوئے اپنی محبت کی ہر بوند کو بڑی شدت سے اس پر برسا رہا تھا۔۔۔ ہر گزرتے لمحے کے ساتھ اس کی شدتوں میں اضافہ ہو رہا تھا۔ اسکے خوبصورت بدن سے اپنی دی ہوئی نائٹی کو جدا کر کے بیڈ سے نیچے پھینکتے ہوئے بڑے فخریہ انداز سے مسکرایا۔

۔میرب آنکھیں کھولو اور میری طرف دیکھو۔ شش۔۔شاہ۔ہ۔ آ۔ آپ۔پپ۔۔پلیززز۔۔ شرم سے لال ہوتی ہوئی میرب نے بامشکل یہی کہا۔

۔بس جان شاہ اتنی ہی تھی تمہاری محبت کہ میرے عشق کی اتنی سی قربت سے تمہارے منہ سے الفاظ تک صحیح سے ادا نہیں ہو رہے۔ ایک بار اپنے شاہ کی طرف دیکھو تو سہی جس کو حاصل کرنے کے لیے تم اپنی جان پر کھیل گئی تھی۔ شاہ پلیز چپ کر جائیں میں آپ کی جان لے لوں گی۔۔

۔جس حالت میں میری جان تم میری باہوں میں پڑی ہو۔ جان تو تم میری پہلے ہی لے چکی ہو۔ اگر اس سے زیادہ بھی لینا چاہتی ہو تو مجھے کوئی اعتراض نہیں میں تو بڑی آسانی سے تمہیں اپنی جان دینے کے لیے تیار ہوں۔

۔اس کی حالت سے محظوظ ہوتے ہوئے اس پر اپنی شدتیں لٹا رہا تھا شاہ کی شدتوں سے میرب کی سسکیوں میں اضافہ ہونے لگا تھا۔

۔اپنی شدتیں اس پر لٹا کر یہ نڈھال سی میرب کو اپنے سینے پر لیٹا کر پر سکون انداز میں لیٹا ہوا تھا۔

۔جب کہ وہ شاہ کی شدتوں سے ٹوٹی ہوئی ایک شرمایا ہوا چہرہ اس سینے میں چھپا رہی تھی۔

ooooooooo

شامیر پولیس اسٹیشن سے جیسے ہی گھر پہنچا تو وہ سیدھا اپنے کمرے میں آیا۔شاہ میر سیڑھیوں پر لمبے لمبے ڈنگ بھرتا ہوا اپنے روم کی جانب آرہا تھا۔

۔جیسے ہی وہ کمرے میں داخل ہوا سامنے جائے نماز پر حجاب کے حالے میں بیٹھی مرہا کو آنکھیں بند کر کے دعا مانگتے دیکھا۔

۔اس کا چہرہ اتنا پر نور لگ رہا تھا کہ شاہ میر کے لیے نظر ہٹانا مشکل ہو گیا۔مگر وہ مرہا پر یہ ثابت کرنا چاہتا تھا کہ وہ اس سے ناراض ہے۔

۔اس لیے اسے اگنور کرتا ہوا الماری سے اپنے کپڑے لے کر واش روم میں بند ہو گیا بند ہو گیا۔

مرہا نماز سے فارغ ہو کر بیڈ پر بیٹھی ہوئی شاہ میر کا باہر نکلنے کا انتظار کر رہی تھی کیونکہ وہ جانتی تھی کہ شاہ میر اس سے ناراض ہے۔

کچھ دیر بعد شاہ میر فریش ہو کر بلیک ٹراؤزر پہنے ہوئے ٹاول گلے میں ڈال کر شرٹ لیس ہی باہر آیا۔

۔مرہا کو پوری طرح سے اگنور کرتے ہوئے ڈریسنگ مرر کے سامنے جا کر ٹاول سے اپنے بال رگڑنے لگا۔

وہ ایسے ظاہر کروا رہا تھا جیسے اس کے سوا روم میں اور کوئی وجود نہیں ہے ٹھیک ہے مرہا کو اس کا یوں اگنور کرنا بہت تکلیف دے رہا تھا۔وہ بیڈ سے اٹھ کر چلتی ہوئی شاہ میر کے پاس اکر کھڑی ہو گئی۔

اس کے پاس اکر کھڑے ہونے پر بھی شامیر نے کوئی ری ایکشن نہیں دیا۔

میر کیا اپ مجھ سے ناراض ہیں۔اور ہو گئی وہ بہت کم اواز میں نظریں جھکائے ہوئے بولی۔ تمہیں لگتا ہے کہ تم نے مجھے کوئی ایسا حق دیا ہے جس حق سے میں تم سے ناراض ہو سکوں۔شاہ میر لاپرواہی سے بولا۔

۔مجھے پتہ ہے کہ آپ مجھ سے ناراض ہیں آپ کو ناراض کرنے کا یا تکلیف دینے کا میرا کوئی ارادہ نہیں تھا۔مرہا نظریں جھکائے آنکھوں میں پانی لیے کہہ رہی تھی۔

۔پلیز آپ میری بات کو سمجھنے کی کوشش کریں۔۔۔میں تو سمجھنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ مگر نہیں سمجھ پا رہا کہ ایسا کیا ہے جو تمہیں اندر ہی اندر پریشان کر رہا ہے۔۔

۔میں شوہر ہوں تمہارا تم مجھ پر اتنا تو یقین کر سکتی ہو کہ مجھ سے اپنے دل کی بات شیئر کر سکو۔۔

مرہا میں جاننا چاہتا ہوں کہ ایسی کون سی بات ہے جس نے تمہیں اس قدر پریشان کر رکھا ہے۔
شاہ میر کا اتنا کہنا تھا کہ مرہا کی آنکھ سے آنسو گرا جسے شاہ میر نے بہت محبت سے اپنے ہونٹوں سے چن لیا۔

۔وہ اس کی معصوم چہرے کو اپنے ہاتھوں کے پیالے میں لیے ہوئے بڑی محبت سے دیکھ رہا تھا۔
۔مرہا میں ان آنسوؤں کی وجہ جاننا چاہتا ہوں کہ ایسی کون سی بات ہے جو تمہیں اس قدر تکلیف دے رہی ہے۔۔



۔اسے اپنے ساتھ لگا کر بڑی عقیدت سے اس کے ماتھے پر لب رکھ گیا۔اسی دوران روم کا دروازہ نوک ہوا اور بیوٹیشن آئی تھی۔
۔شاہ میر ڈریسنگ روم میں تیار ہونے کے لیے چلا گیا اور بیوٹیشن مرہا کو ولیمے کے فنکشن کے لیے تیار کرنے لگی

ooooooo

,

چچی جان یہ میرب اور رومیوں کب تک گھر واپس آئیں گے آج تو مرہا کا ولیمہ ہے۔

۔مہک بڑی میٹھی چھری بنی ہوئی رومان شاہ کی ماں کے پاس آکر کھڑی ہوئی تھی۔

۔وہ لوگ سیدھے ہال میں پہنچ جائیں گے مہک بیٹا تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ مہک کی رومان شاہ کو ڈھونڈتی ہوئی نظروں کو سمجھتے ہوئے بولی تھی۔



۔اور میں بیٹا میں تمہیں ایک مشورہ دینا چاہتی ہوں کہ تمہارے ابا کی طبیعت ٹھیک نہیں جس کی وجہ سے میں نے اپنا دل نرم کر لیا اور تم لوگوں کو یہاں پر رہنے کی اجازت دی۔

تاکہ تمہارے ابا کا اچھی طرح سے علاج ہو سکے۔تمہارے حالات اس وقت کیسے ہیں یہ تم سے بہتر کوئی نہیں جانتا۔

۔جبکہ رومان کبھی نہیں چاہتا تھا کہ تم لوگ یہاں پر آکر رکھو تو بہتر ہو گا کہ تم رومان کی زندگی سے اور اس کے معاملات سے دور رہو۔

بیٹا میرب اور رومان کی ذاتی زندگی میں دخل اندازی مت کرنا۔ورنہ حالات بہت خراب ہو سکتے ہیں۔

۔میں نے پہلے ہی بامشکل رومان کو راضی کیا ہے تم لوگوں کے لیے۔میرے خیال سے بیٹا تم اتنی سمجھدار تو ہو کہ میری بات کا مفہوم سمجھ گئی ہو گی۔



۔جی چچی جان آپ کو میری طرف سے کوئی شکایت نہیں ہو گی مہک کو اپنی چچی کی بات بالکل بھی اچھی نہیں لگی تھی۔

مگر اس وقت وہ اپنی چچی سے بگاڑ نہیں سکتی تھی کیونکہ اسے پتہ تھا کہ رومیوں کی ماں ہمیشہ سے اس کی کمزوری تھی۔

اور اس کمزوری کو بھلا مہک کیسے ہاتھ سے جانے دیتی۔۔۔۔۔مہک اپنے دل کا حال اپنی چچی کو بھلا کیسے بتاتی کہ اس کے دل میں کس قدر آگ لگی ہوئی ہے۔

۔اسے رومیو کا میرب کا یوں اچانک لے کر غائب ہو جانا بالکل اچھا نہیں لگا تھا۔اس نے تو پتہ نہیں کیا کیا سوچ رکھا تھا کہ جتنا جتنی غلط فہمی اس نے پھیلائی ہے اس کے بعد تو وہ کسی بڑے دھماکے کی منتظر تھی

---



۔مگر یہاں تو رومان شاہ میرب کو لے کر ہی غائب ہو چکا تھا۔اب اسے رومان شاہ کے واپس آنے کا بے تابی سے انتظار تھا۔

۔میرب اور رومان شاہ مرہا کے ولیمے میں پہنچیں گے یا نہیں۔بس یہی انفارمیشن نکلوانے کے لیے وہ اپنی چچی کے پاس میٹھی چھری بن کر آئی تھی۔

۔مگر اب وہ چچی کا رد عمل دیکھ کر تھوڑا مایوس اور تھوڑا غصے کے عالم میں وہ واپس پاؤں پٹکتی ہوئی اپنی ماں کے کمرے میں آگئی۔۔

۔خیریت ہے کیوں آگ بگولا ہو کر آرہی ہو روم میں بیٹھی ہوئی مہک کی ماں نے ستائشی نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

۔یہ چچی جان خود کو سمجھتی کیا ہے غصے سے بیڈ پر بیٹھتے ہوئے بولی۔

۔کیا کہا ہے تمہاری چچی نے مہک کی ماں نے حیرانی سے پوچھا۔۔۔وہ مجھ سے کہہ رہی تھی کہ مجھے رومیو کی زندگی سے دور رہنا چاہیے اور مجھے ان کے ذاتی معاملات میں دخل اندازی نہیں کرنی چاہیے۔

۔تو اس میں اس نے غلط کیا کہا ہے۔ ہمیں یہاں پر سر چھپانے کی جگہ ملی ہے۔ تمہارے باپ کا علاج شروع ہو رہا ہے۔

۔تو کیوں تم یہاں پر کیوں ایسی حرکتیں کر کے ہمیں یہاں سے نکلوانے پر تلی ہوئی ہو۔
۔امی آپ مجھے مت سمجھائیں کہ مجھے کیا کرنا چاہیے مجھ سے ایک بار پہلے یہ غلطی ہو چکی ہے۔اب میں دوبارہ رومیوں کو دور کر کے وہ غلطی نہیں دہرانا چاہتی۔

۔مجھے ہر صورت میں رومیوں کی زندگی میں اور دل میں اپنی جگہ بنانی ہے مہک ضدی انداز میں بولی۔



۔بے وقوف لڑکی شاید تم نے رومیوں کی آنکھوں میں اس لڑکی کے لیے محبت نہیں دیکھی۔وہ کبھی بھی اپنی بیوی کو چھوڑ کر تمہاری جیسی بد دماغ لڑکی کے ساتھ کوئی رشتہ نہیں بنائے گا۔

۔مہک عقل کے ناخن لو مہک کی ماں اپنی بیٹی کو سمجھانے کی بے جا کوشش کر رہی تھی۔

۔مگر مہک کے دماغ پر تو اس وقت رومیو کو پانے کا جنون طاری تھا تو اس کے پلے اس کی ماں کی بات کہاں پڑھنے والی تھی۔

اور اب تو مرہا میرب کے بھائی کی بیوی ہے تو ایسے میں کم عقل لڑکی تمہیں لگتا ہے کہ رومیو اپنی بہن کا گھر خراب ہونے دے گا۔وہ بچپن سے ہی اپنی ماں اور بہن کے لیے کتنا پوزیسو تھا یہ بات کیا تم نہیں جانتی۔

۔میرے خیال سے میں نے آپ کے کمرے میں آکر ہی غلطی کی ہے۔بجائے کہ آپ میری بات سمجھیں اور رومیو کی زندگی میں میری جگہ بنانے میں میری مدد کریں۔۔



آپ فضول میں مجھے تبلیغ دینے بیٹھ گئی ہیں وہ بدتمیزی سے کہہ رہی تھی۔مہک کبھی تمیز سے بھی بات کر لیا کرو ماں ہوں میں تمہاری۔۔

تم نے مرہا اور رومیو کو نہیں دیکھا کہ وہ اپنی ماں سے کتنے ادب سے بات کرتے ہیں۔ مہک کی ماں مہک کے بدتمیزی پر تلملا اٹھی تھی۔

وہ اپنی ماں کی بات کو اگنور کرتے ہوئے۔ غصے سے روم کا دروازہ کھول کر پاؤں پٹختی ہوئی چلی گئی۔

۔اے اللہ اس لڑکی کو عقل دے پتہ نہیں یہ کیوں ایسی حرکتیں کر کے ہمارے سر سے چھت چھیننا چاہتی ہے۔

۔یہ ہمارے کیے گناہوں کی سزا ہے جو ہماری اولاد ایسی نکلی ہے۔ بیٹا کسی کی بیٹی کی عزت خراب کر کے جیب میں جیل میں بند ہے۔



۔اور بیٹی اپنی آکڑ اور غرور میں طلاق لے کر گھر پر بیٹھی۔ اور اب بھی اس لڑکی کو سکون نہیں ہے۔

اے اللہ ہمارے گناہوں کے لیے ہمیں معاف کر دے ہمیں پتہ ہے کہ ہم نے بہت گناہ کیے ہیں۔
مہک کی ماں چھت کی طرف منہ کرتے ہوئے اپنے رب سے دعا کر رہی تھی۔

○○○○○○○○○

شاہ۔۔۔ ہمم۔۔۔مجھے اٹھنے دیں مجھے ظہر کی نماز پڑھنی ہے۔وہ میرب کو اپنی اپنے سینے پر لٹا کر پر سکون لیٹا ہوا تھا۔

اب تم نے وجہ بہت پختہ دی ہے۔ کہ میں روک نہیں سکتا۔

۔ورنہ ابھی میرا کوئی موڈ نہیں ہے تمہیں خود سے دور کرنے کا۔بہکی نگاہوں سے دیکھتا ہوا پھر سے بالوں میں منہ چھپانے لگا۔۔

۔شاہ میں جاؤں۔۔۔ ہمم جاؤ۔۔۔ گمبھیر آواز میں بہکتا ہوا بالوں میں مجھ چھپائے ہوئے تھا۔

۔اس کی گردن پر جگہ باجگہ چھوڑ رہا تھا۔اس کے لبوں کی گرمی سے میرب کے پورے وجود میں کپکپاہٹ سی طاری ہوئی۔۔۔شاہ۔۔۔شاہ پلیز۔۔ ہمم۔۔

۔چھوڑیں گے تو جاؤں گی نا۔وہ شاہ کے لمسوں سے گھبرائی ہوئی منمنائی۔

۔جان شاہ میں تو چھوڑنا چاہتا ہوں مگر یہ کمبخت دل ماننے کو تیار نہیں ہے۔

۔تو آپ اپنے دل کو سمجھائیں کہ اتنی زیادہ سرکشی اچھی نہیں ہوتی۔وہ شرمائی ہوئی سی شرارتی لہجے میں بولی۔

۔میری جان میں نے کوشش کی تھی اپنے دل کو سمجھانے کی مگر رزلٹ زیرو آیا ہے۔وہ بھی تھوڑا شوخ ہوتے ہوئے کروٹ لے کر اس کے اوپر آ گیا۔بہکی ہوئی نظروں سے چہرہ اوپر کرتے ہوئے کہا۔
۔اس کی خماری سے بھری آنکھوں کو دیکھ کر میرب اس نیچے پڑی سٹ پٹا گئی۔

۔شاہ پلیز مجھے اٹھ کر نماز پڑھنی ہے وہ شاہ کو واپس اسی ٹون میں آتے دیکھ کر گھبرائی گئی۔
۔ایک شرط پر جانے دوں گا گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے ---وہ کیا---کس می---کیاااا---وہ چلائی---کیا ہو گیا ہے میں نے کون سی ایسی انوکھی بات بول دی جو تم چیخ اٹھی ہو وہ ہنستے ہوئے بولا---



۔یہ انوکھی بات ہی ہے۔ آپ پچھلے تین گھنٹوں سے کیا کر رہے تھے جو اب آپ کو---وہ کہتے ہوئے شرما کر اپنی نظروں کا رخ پھیر گئی--

۔حد ہے یار میں تو تمہیں اتنی بولڈ لڑکی سمجھتا تھا۔۔ تم سے تو کس کا نام نہیں لیا جا رہا۔ تم نے کس کیا خاک کرنی ہے مجھے لگتا ہے ساری محنت مجھے خود ہی کرنی پڑے گی بیچارا سا منہ بنا کر بولا۔۔

۔جی نہیں آپ کو کوئی محنت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ پلیز مجھے
جانے دے مجھے نماز کے لیے دیر ہو رہی ہے۔۔

۔میرب میری بات اچھی طرح سے دماغ میں بٹھا لو کہ جو بات میں ایک بار کہہ دوں اسے ماننا تم پر فرض ہے۔اور اگر بات میری محبت کی ہو پھر تو مزاحمت کی گنجائش ہی نہیں بچتی۔

۔۔یری جان جو بات میں ایک بار کہہ دوں اسے بنا ضد اور مزحمت کیے مان جایا کرو۔ کیونکہ اس کے سوا نہ تو اس وقت تمہارے پاس کوئی آپشن ہے اور نہ اس کے بعد کوئی آپشن ہو گا۔۔وہ حکمرانا انداز میں بولا۔

۔اور مزاحمت کی صورت میں تمہیں ہی دقت ہو گی کیونکہ ہر مزاحمت کے بعد میں اپنی قربتوں کو تم پر اور قابض کر دوں گا۔

۔

۔شاہ ہمیں دیر ہو رہی ہے میں تو صرف اس لیے کہہ رہی تھی شاہ کے سرد مہری والے لہجے سے میرب ڈر کر منمنائی۔

۔کیونکہ میرب کے بس میں ناتو شاہ کی محبت کو جھیلنا تھا اور نہ ہی غصے کو۔۔۔

۔

۔اور جان شاہ جو بات میں کر دوں اس پر یقین رکھا کرو۔ وہ لوہے کی لکیر ہوتی ہے جب میں نے کہا ہے کہ میں تمہیں ٹائم سے تمہارے بھائی کے ولیمے پر لے جاؤں گا۔ تو پھر بار بار ایک ہی بات کو دہرا کر میرے اس خوبصورت لمحات میں رکاوٹ مت پیدا کرو۔

وہ اپنے سخت داڑھی والے گالوں سے اس کی نازک سی گالوں کو رب کرتے ہوئے اپنے بہکتے ہوئے دل کو سکون پہنچا رہا تھا۔



۔

۔وہ جتنا میرب کے قریب ہو رہا تھا۔ اس کا دل اتنا ہی بغاوت کر رہا تھا۔ اس کی سخت داڑھی کی چبن سے میرب نے سسکی بھری۔

۔میری جان کے ٹوٹے مت سسکیاں بھرو۔فل وقت کے لیے میں تمہاری اس ننھی سی جان کو بخش رہا ہوں۔باقی کی کسر ہمارے بیڈروم میں چل کر پوری کروں گا۔وہ کہتا ہوا ماتھے پر لب رکھ کر بڑی محبت سے چوم کر کھڑا ہو گیا۔

۔اب جلدی سے اٹھو اور فریش ہو جاؤ اس سے پہلے کہ میں اپنا ارادہ بدلوں۔لیٹی ہوئی میرب کے آگے اپنے ہاتھ کو بڑھا کر اس سے اٹھنے میں سپورٹ دیتے ہوئے بولا۔اس کے مضبوط ہاتھ پر میرب نے اپنی پسینے سے بھیگی ہوئی ہتھیلی رکھ دی۔

۔میں بھی فریش ہو کر آتا ہوں وہ کہتے ہوئے روم سے نکل گیا۔

ooooooo

۔رومان شاہ فریش ہو کر ڈریسنگ مرر کے سامنے کھڑا ہوا اپنے گلے میں ڈالے ہوئے ٹاول سے اپنے سر کو رگڑ رہا تھا۔



اس کے آتشی لب مسکرا رہے تھے دماغ میں گھبرائی اور شرمائی ہوئی میرب کا چہرہ لیے ہوئے تھا۔تم رومان شاہ کو اتنا بدل دو گی ایسا تو میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا میرب رومان شاہ۔

۔تمہاری سچی محبت کے آگے میری بناوٹی نفرت ہار گئی۔شکریہ میری زندگی میں آنے کے لیے۔شکریہ میری زندگی کو اتنا خوبصورت بنانے کے لیے۔وہ اپنے ذہن میں سوچتے ہوئے مسکرا رہا تھا۔

۔ٹرن ٹرن۔مین ڈور پر بیل بج رہی تھی۔میرب کے خیالوں میں گم رومان شاہ ایک ہاتھ سے ٹاول سے اپنا سر رگڑتے ہوئے۔دوسرا ہاتھ جیب میں ڈال کر ہلکے قدموں سے چلتا ہوا باہر دروازے طرف آیا۔

۔اسلام علیکم سر۔۔۔وعلیکم السلام۔۔ Yes I Am,,, Areyou Rumaan shah!!!!!? ہلکی سی سمائل پاس کرتے ہوئے بولا۔۔۔

!Sir

You'reParcel

Please sigh here.

Yeah Sure!

Thank you Sir!

And please will definitely shop from our website again.

Yes of course! In Sha Allah . Okay Sir have a great day today Allah Hafiz.

Thank you Allah Hafiz

رومان شاہ پارسل رسیو کرتے ہوئے میرب کے پاس آیا۔میرب تم ابھی تک باہر نہیں آئی۔میری مدد کی ضرورت ہے۔بیڈ پر پارسل رکھتے ہوئے اونچی آواز میں شوخ ہوتا ہوا بولا۔

۔اتنی دیر میں میرب فریش ہو کر واش روم سے باہر آئی۔رومان شاہ کی محبت کا مان پاکر وہ اور بھی نکھری نکھری لگ رہی تھی۔شاہ نے پارسل رکھتے ہوئے نظریں اٹھاکر میرب کی جانب دیکھا۔

۔وہ رومان شاہ سے شرما کر نظریں چراتی ہوئی بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔اس گیلے گیلے بال جو کمر سے نیچے تک کسی خوبصورت آبشار کی مانند بکھرے ہوئے تھے۔

وہ شاہ کی کچھ دیر پہلے والی قربتوں سے شرماتی ہوئی نظریں چراکر ڈریسنگ مرر کے سامنے جاکھڑی ہوئی۔

۔وہ ہیئر ڈرائی سے اپنے بال خشک کرنے رہی تھی۔جب کہ رومان شاہ کی نظریں اس کے نکھرے نکھرے سراپے پر مرکوز تھی۔

۔وہ قاتلانہ مسکراہٹ اپنے آتشی لبوں پر سجائے ہوئے قدم جھوٹے جھوٹے قدم اٹھاتا ہوا میرب کی پشت پر آن کھڑا ہوا۔

۔میرب مجھے کیوں لگتا ہے کہ تمہارا آج اپنے بھائی کے ولیمے میں جانے کا ارادہ نہیں ہے۔اپنا سینہ اس کی پشت پر لگاتے ہوئے اپنی مضبوط باہوں کا دائرہ اس کے گرد کس لیا۔

۔وہ اپنی بہکی ہوئی نظروں سے مرر کے اندر سے اسے شرم سے لال پڑھتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔

۔میں جانا چاہتی ہوں آپ ایسا کیوں بول رہے ہیں۔ہیئر ڈرائیر کو اس کے ہاتھ سے لے کر شاہ ڈریسنگ پر رکھ چکا تھا۔

۔جان شاہ تمہارا یہ نکھرا نکھرا روپ مجھے تم سے دور ہونے ہی نہیں دے رہا۔لاکھ کوشش کرنے پر بھی میرا دل بغاوت کرنے پر تلا ہوا ہے۔

۔سرگوشی میں کہتا ہوا مدہوش سی سانسیں اس کی گردن پر ڈالے ہوئے لب اس کی گردن پر رکھ چکا تھا۔

۔میرب کے گیلے گیلے بدن کی خوشبو سے وہ پوری طرح بہک رہا تھا۔لب اس کی خوبصورت گردن پر رکھ کر گرم لمس چھوڑا تو میرب گھبرا کر اس کی گرفت سے نکل کر دور کھڑی ہو گئی۔

۔اس کا یوں گرفت سے نکل کے جانا شاہ کو بے حد برا لگا۔شاہ نے غصے والی نظریں اٹھا کر میرب کی جانب دیکھا۔۔

۔

۔وہ شاہ کی ٹون سے گھبرائی ہوئی کانپتے وجود کے ساتھ اس سے کچھ قدم دور ہو کر نظریں جھکائے کھڑی تھی۔

۔اس کی ڈری ہوئی شکل دیکھ کر شاہ کی ہنسی نکل گئی۔ ششش۔۔شا۔۔شاہ۔۔۔پپ۔۔پل۔۔۔پلیز اب آپ اپنے جذبات اور دل کو کنٹرول میں رکھیے۔مجھے سچ میں ولیمے میں جانا ہے ہم آلریڈی لیٹ ہو گئے ہیں۔

۔ابھی آپ مجھے جلدی سے گھر لے کر چلیں میرے سب کپڑے اور چیزیں وہیں پر ہیں۔مجھے جا کر تیار بھی ہونا ہے اور آپ کے ارادے دیکھ کر تو مجھے بالکل نہیں لگتا کے آپ نے مجھے لے کر جائیں گے۔

۔وہ شاہ کے تیور دیکھ کر اس قدر گھبرائی ہوئی تھی کہ بنا رکھے ایک ہی سانس میں ساری بات بول گئی۔۔۔۔ہاہاہاوہ قہقہہ لگا کر ہنستا ہوا اس کے قریب آیا۔

۔میرب نے ڈرتے اور گھبراتے ہوئے دو قدم پیچھے کی جانب لیے جب کہ شاہ اس کا یہ ارادہ ناکام بنا چکا تھا۔

۔اس کی کمر میں ہاتھ ڈالتے ہوئے جھٹکے سے اسے اپنے ساتھ لگا لیا۔شاہ نے اتنے زور سے جھٹکا دے کر اسے خود کے قریب کیا کہ میرب کو اپنی ہڈی چٹختی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔

۔میری تھوڑی سی محبت تم سے برداشت نہیں ہو رہی تم تو مجھ سے اتنی محبت کرتی ہو۔میری جان ابھی تو میں نے اپنے پیار کی تھوڑی سی جھلک ہی تم پر ظاہر کی ہے۔

۔اور تم اس قدر گھبرا گئی ہو سوچو جب تمہیں میں اپنی محبت کا ٹھاٹھے مارتا ہوا سمندر دکھاؤں گا تو تمہاری کیا حالت ہو گی۔

۔میری جان میں نے پہلے بھی کہا ہے کہ میں تمہیں لیٹ نہیں ہونے دوں گا تم اپنے شاہ پر یقین رکھا کرو۔اگر میں نے اپنی بیوی سے وعدہ کیا ہے تو میں اس واعدے سے ہر صورت پورا کروں گا۔

۔بڑی محبت سے کہتے ہوئے اسے اپنے سینے سے لگا کر بولا۔شاہ کے لہجے میں اس قدر نرمی اور محبت پا کر میرب کی نازک سی پنکھڑیاں خوشی سے کھل کھلا اٹھی۔

۔شاہ میں تو صرف اس لیے کہہ رہی تھی کہ ہمارے پاس ٹائم کم ہے اور ہمیں گھر جانے میں کافی ٹائم لگ جائے گا۔

۔مجھے بہت اچھی طرح سے تیار ہونا ہے۔تا کہ میں بھائی کے ولیمے میں بہت خوبصورت لگوں بڑی معصومیت سے اپنے دل کی بات بول رہی تھی۔

۔جان شاہ اور کتنا خوبصورت لگنا چاہتی ہو شاہ تو پہلے ہی تم پر پوری طرح سے فدا ہے۔پہلے ہی میرا یہ بے لگام دل میرے بس میں نہیں۔اب اپنے شاہ کے دل پر اور کتنی بجلیاں گرانا چاہتی ہو شوخ انداز میں بول کر مسکرایا۔

"شاہ۔۔۔بڑی محبت سے میرب نے شاہ کا نام پکارا۔۔۔"جی جان شاہ اس نے بھی بڑی عقیدت سے جواب دیا گیا تھا۔

۔آپ مجھے پلیز سیلون لے جائیں وہ بڑی محبت اور عاجزی سے بول رہی تھی۔

"میری جان آپ سیلون نہیں جاسکتی۔۔۔"کیوں۔۔۔میرب نے حیرانی سے پوچھا۔۔



۔میری بیوی کو کوئی اور ہاتھ لگائے مجھے یہ بالکل بھی برداشت نہیں ہے۔مگر شاہ وہاں پر بھی لڑکیاں ہی ہوتی ہیں میرب اپنے وضاحت دی۔

کوئی عورت بھی تمہارے ضرورت سے زیادہ قریب آئے مجھے وہ بھی ناگوار ہے۔فیصلہ کن انداز سے بول رہا تھا۔

۔" مگر شاہ۔۔۔۔میرب کچھ باتیں ایسی ہیں جو تم فورن سے مان لیا کرو۔کیونکہ میری محبت میں ایک حدود ایک دائرہ مقرر ہے۔

۔"میری جان تمہیں اس دائرے میں خوشی خوشی رہنا ہے۔مجھے بالکل پسند نہیں ہے کہ تم پالر سیلون جاؤ۔

۔شاہ پھر آپ سلون والی لڑکی کو گھر بلادیجئے۔وہ مجھے گھر آکر تیار کردے۔

۔۔میری جان میرے خیال سے تم نے فریش ہوتے وقت خود پر غور سے نظر نہیں ڈالی۔

۔ورنہ تم خود ہی کسی اور سے تیار ہونے کے بارے میں نہیں سوچتی۔وہ مسکرے انداز بولا۔

۔میرب شاہ کی باتوں کا مفہوم سمجھ نہیں پائی تھی۔

۔اس کی نظروں کا تجسس دیکھتے ہوئے شاہ نے اس کے کاندھوں پر ہاتھ رکھتے ہوتے اسے ڈریسنگ مرر کے سامنے لا کھڑا کیا۔

۔آنکھوں سے اس کی گردن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مسکرایا۔

۔میرب کی گردن پر شاہ کی محبت کی مہریں واضح نظر آرہی تھی۔میرب نے شرما کر نظریں جھکائیں اور گھومتے ہوئے شاہ کے سینے میں سر چھپا گئی۔

۔میری جان یہ تو چند ایک ہیں۔جن کو دیکھ کر تم شرما گئی ہو۔شاید تم نے خود پر غور نہیں کیا کہ میری محبت کی مہریں جگہ باجگہ ثبت ہے۔



۔اب میری محبت کی مہریں دیکھ کر خود شرم سے لال ہو رہی ہیں۔سوچو اگر یہ وہ پارلر والی لڑکی دیکھ لے تو پھر۔۔وہ کہتے ہوئے رکا اور کھلا کھلا کر ہنسا تھا۔

۔بے وجہ پالر والی لڑکی بھی شرم سے لال ہو جائے گی۔۔

وہ۔میرب کی حالت سے لطف اندوز ہو رہا۔نہیں آپ مجھے گھر لے چلیں میں خود تیار ہو جاؤں گی۔

۔"وہ ہار مانتے ہوئے بولی۔۔۔"گھر کیوں جانا ہے۔۔"شاہ ظاہر سی بات ہے میرے کپڑے کاسمیٹکس جیولری سب کچھ تو گھر پر ہے۔

۔اب میں ان سب چیزوں کے بغیر تو تیار نہیں ہو سکتی میرب نے اپنا بہت بڑا مسئلہ شاہ کے سامنے رکھا۔ہمم۔۔یہ تو بہت بڑا مسئلہ ہے۔

۔شاہ اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے اسے بیڈ کے جانب لے آیا۔۔بیڈ کے اوپر ایک باکس اور دو پارسل رکھے ہوئے تھے۔جن کو دیکھ کر میرب کی آنکھیں چمک اٹھی تھی۔

۔شاہ یہ کیا ہے میرب نے تجسس بھری نظروں سے شاہ کی جانب دیکھتے ہوئے پوچھا۔۔

۔خود ہی کھول کر دیکھ لو وہ دونوں ہاتھ سینے پر رکھ کر اشارہ پارسل کی جانب کرتے ہوئے۔بولا۔

۔میرب ایک ٹانگ بیڈ سے لٹکا کر دوسری فولڈ کیے ہوئے بیٹھ گئی۔وہ جلدی سے ایک پارسل کھولنے لگی۔

۔واؤشاہ یہ کتنا خوبصورت ہے کس کے لیے ہے۔

پارسل کے اندر ایک خوبصورت ڈریس تھا۔شاہ نے اسے زمین کو چھوتی روز پنک کلر کی لونگ امبریلا فراک جس کی سلیوز اور بارڈر گولڈن اور پنک کلر پہ فل ہینڈ ایمبرائڈری سے بھرا ہوا تھا۔

۔شاہ یہ میرے لیے ہے۔وہ بیڈ پر کھڑی ہو کر اپنی فراک کو اپنے ساتھ لگاتے ہوئے بڑی خوشی سے بولی۔

۔ہوووووں!(آئی برو کو اٹھاتے ہوئے اشارہ کیا) جیسے کہہ رہا ہو کہ کیا۔

میں نے پوچھا شاہ کیا یہ میرے لیے ہے بڑے ہی شوخ شوخیلے لہجے میں بولی۔

۔آءءء نہیں!پارسل لگتا ہے غلط آگیا یہ تو میں نے اپنے لیے آرڈر کیا ہے۔

مذاق نہ کریں مجھے پتہ ہے یہ آپ نے میرے لیے منگوایا ہے۔

تو بس پھر پوچھ کیوں رہی ہو پاگل لڑکی اور اب جلدی سے باقی کے پارسل بھی کھولو۔

اب میرب نے اپنے شاہ کی بات پر عمل کرتے ہوئے جلدی سے دوسرا پیکٹ کھولا۔۔ جس میں سے کاسمیٹک کی تمام ورائٹی نکلی ان تمام چیزوں سے جائزہ لگا سکتا تھا کہ شاہ نے کتنی محنت اور محبت سے سب خریدا ہے۔۔۔۔میک اپ میں پرائمر سے لے کر میک اپ فکسر تک تمام چیزیں موجود تھیں۔

۔میرب ایک ایک کر کے تمام پروڈکٹ کو دیکھ رہی تھی مگر جیسے جیسے وہ دیکھ رہی تھی اس کے منہ کے زاویے بدل رہے تھے جس کو رومان شاہ نے بھی بخوبی دیکھا۔۔

۔اب وہ کبھی غصے سے شاہ کی جانب دیکھتی تو کبھی بیڈ پر بکھری ہوئی میک اب کی چیزیں کو دیکھتی۔

۔شاہ یہ سب کچھ کس کے لیے ہے آخر کار اس نے غصے کو ضبط کرتے ہوئے پوچھ ہی لیا۔۔

۔نہیں مجھے لگتا ہے کہ یہ پارسل بھی غلط آگیا ہے یہ پارسل بھی میں نے اپنے لیے ہی منگوایا تھا۔

۔شاہ میں اس وقت مذاق کے موڈ میں نہیں ہوں۔وہ دوٹوک لہجے میں بولی۔

۔حد ہے یار سب کچھ تمہارے لیے ہی ہے۔یہ کس طرح کا سوال تم بار بار دہرا رہی ہو وہ سپاٹ لہجے میں بولا۔رومان شاہ اس کے بدلتے ہوئے اتار چڑھاؤ کو سمجھ نہیں پا رہا تھا۔

۔شاہ آپ کو کیسے پتہ ہے لڑکیوں کی سب چیزوں کا۔۔۔اب اس کا کیا مطلب، کہ مجھے کیسے پتہ یار مجھے سب پتہ ہے لڑکیوں کی چیزوں کے بارے میں۔وہ اوور کونفیڈینٹ ہوتے ہوئے بولا۔

۔آپ کو ان سب چیزوں کے بارے میں کیسے پتہ کیا آپ نے پہلے بھی کبھی یہ سب چیزیں کسی کے لیے منگوائی ہیں۔۔

۔ہاں یار بہت ساری لڑکیوں کے لیے۔اسی لیے تو مجھے اتنی نالج ہے ان چیزوں کے بارے میں۔شاہ اپنی باتوں میں خود ہی الجھ گیا۔
۔میرب بنا کچھ بولے چیزوں کو وہیں چھوڑ کر بیڈ سے اتر گئی۔۔۔شاہ آپ کیوں کرتے ہیں میرے ساتھ۔میرب کی انکھوں سے آنسوں چھلکے۔

۔میرب کیا چل رہا ہے تمہارے دماغ میں صاف صاف بولو۔۔شاہ یہ سب کچھ آپ نے مجھ سے پہلے کس کو لے کر دیا ہے میں بس اتنا جاننا چاہتی ہوں۔

ویٹ ویٹ ویٹ لسن !میرب تمہارے دماغ میں جو خرافات چل رہے ہیں ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔(وہ میرب کے بدلتے ہوئے رویے کو بخوبی جان چکا تھا کہ اس کے دماغ میں مہک چل رہی ہے۔)

۔ہاں تو شاہ میں یہی تو جاننا چاہتی ہوں کہ آپ کو لڑکیوں کی چیزوں کے بارے میں اتناڈ یپلی کیسے پتہ۔۔

۔شاہ میر بھائی کو تو لپسٹک کے شیڈز تک کا نہیں پتہ ان کو تو سارے کلرز ایک جیسے ہی لگتے ہیں کبھی غلطی سے بلش ان لینے بھیج دیا جائے تو وہ لوشن اٹھا کر لے آتے ہیں۔

پھر آپ کو کیسے پتہ پرائمر لیکوڈ ہائی لیٹر آئی کنسیلر میک اَپ فکسر وغیرہ۔کیونکہ یہ وہ چیزیں ہیں جو کوئی پروفیشنل ہی سمجھ سکتا ہے۔۔



۔ایک عام انسان کو ان چیزوں کے بارے میں کچھ نہیں پتا۔اس کا استعمال کیا ہے اور کدھر کرنا ہے۔یا اس کی نالج میں ہو گا جس نے پہلے بھی ایسا گفٹ کسی کو دیا ہو۔

۔پروفیشنل آرٹسٹ آپ ہیں نہیں تو پھر میں کیا سمجھوں خود ہی آپ بتادیں۔۔میرب یار آئی سویر یہ بیڈ پر جو سامان بکھرا ہوا ہے ۔۔۔اوو یاراا مینوں تے اینا چیزاں دے بارے کک وی نہیں پتہ ہے۔کے کیڑی شے کتھے لائی دی۔

کیا!!!!کی پنجابی زبان اس کے سر کے اوپر سے گزر گئی۔

اووہہہ !میں نے کہا یہ جو بیڈ پر سامان بکھرا ہوا ہے مجھے ان میں سے کسی کے بارے میں کچھ نہیں پتہ یہ لڑکیوں کے کام ہیں وہی جانے کس کو کہاں لگانا ہے.

تو پھر آپ یہ سب کیسے جانتے ہیں وہ بڑی معصومیت سے بولی۔

تم بیٹھو میں تمہیں تفصیل سے سمجھاتا ہوں تمہیں ایسے تو سمجھ انی نہیں ہے۔یار یہ سب کچھ میں نے آن لائن منگوایا ہے یہ تو تم جانتی ہو اب کیسے منگوایا ہے یہ تمہیں بتانے لگا ہوں۔

میں نے کال کر کے ویب انر سے سے بولا کہ لڑکیوں کی تمام میک اپ پروڈکٹ جو وہ آج کل یوز کرتی ہیں وہ سب مجھے بھیج دے اے ٹوزی تک جس میں کوئی کمی پیشی نہ آئے میری بیوی کے پاس بہانہ نہ ہو کہ اپ مجھے پارلر نہیں لے کے گئے جس وجہ سے میں اچھے سے تیار نہیں ہو سکی اس نے کہا اوکے سر اور اس نے پھر اپنی کال اپنی سیل گرل کی جانب ٹرانسفر کر دیتی جی سر اپ کا میسج مجھے مل گیا ہے سر اپ پریشان نہ ہو اپ کو ہر چیز بیسٹ کوالٹی میں ملے گی۔۔۔پھر اس نے کہا سر اپ اپنی رائے کچھ دینا چاہتے

ہیں تو میں نے اسے بھی یہی سیم کہا کہ مجھے لڑکیوں کے کسی چیز کے بارے میں کچھ نہیں پتا بس اپنی مرضی ہر چیز بیسٹ بھیجے اور ہر چیز پرفیکٹ ہونی چاہیے جو میری بیوی کو پسند ہے بس اتنی سی کہانی تھی اور تم پتہ نہیں اپنے اس چھوٹے سے دماغ میں کیا کیا سوچ کے بیٹھ گئی ہو بے وقوف لڑکی۔

پکی بات ہے شاہ!!! میرب اگر تمہیں اب بھی کوئی شک و شبہ ہے تو پھر سوری اس سے زیادہ میں ایکسپلین نہیں کر سکتا۔

میں رومان سپاٹ سے لہجے میں بولا۔

سوری شاہ! میرا یہ مطلب نہیں تھا میرب رومان کے اف موڈ کو دیکھتے ہوئے پشیمان لہجے میں بولی۔۔

چھوڑو یار تمہاری سوری کا میں کیا کروں میرا تو تم نے موڑ کا بیڑا غرق کر دیا نا کتنی محبت سے میں نے تمہارے لیے سب کچھ سلیکٹ کیا اور تمہاری سوئی ان نیلے پیلے رنگوں پر آکر رک گئی۔

نئ شاہ میں نے سب کچھ دیکھا ہے سب کچھ بہت پیارا ہے مجھے بہت پسند آیا ہے وہ جلدی سے شاہ کا ہاتھ پکڑتے ہوئے بولی۔ کیا خاک پسند ایا ہے ایک فراک پر تمہارا کچھ اچھاری ایکشن تھا۔۔اور باقی چیزوں پر تم خود ہی سوچ لو کہ تمہارا کیا ریکٹ ہے اور کچھ چیزیں تم نے ابھی تک کھول کر بھی نہیں دیکھی جو میں نے خود سلیکٹ کی ہیں تمہارے لیے۔

شاہ اپنے ہاتھ کو میرب کے ہاتھ سے چھڑاتے ہوئے سے ٹاول سے اپنے سر کو رب کرتے ہوئے مرر کے

سامنے آرکا۔

وہ تقریباً بھاگتے ہوئے قدموں سے شاہ کے پاس آئی۔ شاہ میری طرف دیکھیں اور بات سنیں میری۔ تم بولو میں سن رہا ہوں وہ فل اگنور کرتے ہوئے بولا۔ شاہ ایسے نہیں پلیز میری طرف دیکھیں اور میری بات سنیں۔ وہ اپنا ہاتھ شاہ کی گال پر رکھتے ہوئے اس کے منہ کا رخ اپنی طرف کرتے ہوئے بولی۔ شامہ میں آپ کو ناراض نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اور نا ہی میرا مقصد آپ کا دل دکھانا نہیں تھا بس آپ اتنے خوبصورت ہیں کہ مجھے یہ سوچ کر ڈر لگتا ہے کہ کوئی لڑکی آپ کو مجھ سے چھین نا لے۔

میرب کے چہرے پر اس وقت اتنی معصومیت تھی کہ شاہ مصنوعی غصہ دکھاتے ہوئے اس کی باتوں کو بڑے غور سے سنتے ہوئے اور اس کے معصوم چہرے پر صدقے وار جا رہا تھا۔

اسے میرب کا یہ انداز بھی اچھا لگا۔۔۔ ہممم تو پھر کر لیتی میری بات پہ یقین جب میں اتنی دیر سے بکواس کر رہا تھا۔

دیکھیں شاہ اب آپ ایسے غصہ نہیں کر سکتے میرے ساتھ وہ اپنے حق کا استعمال کرتے ہوئے بولی۔

کیوں اب ایسا کیا ہو گیا ہے۔ کیونکہ اب میں وہ میں، آپ۔۔ میرب خود ہی اپنے الفاظوں میں الجھ گئی کہ اس نے کیا بول دیا۔

میں وہ کیا کچھ بولو گی تو سمجھ لگے گی نا۔۔

شاہ ایک آئی برو کو اٹھاتے ہوئے بولا،، جسے سمجھ تو سب آ رہا تھا پھر بھی وہ نہ سمجھ بنا بیٹھا تھا۔۔۔

شاہ میں جانتی ہوں اپ کو سب سمجھ ارہا ہے بس اپ مجھے تنگ کرنے کے لیے بول رہے ہیں نا دیکھیں اپ خود سمجھ جائیں میں کیا کہنا چاہتی ہوں۔۔۔۔

کیوں تم میری بات سمجھی تمہیں تو میں نے سب بتایا پھر بھی تم نہ سمجھی۔

کیونکہ شاہ میں اپ کی بیوی ہوں۔

(میرب کو سمجھ لگ گئ تھی کہ اب اس کا شاہ اس کو خالی ہاتھ تو نہیں جانے دے گا اپنی مطلب کی بات اس کے منہ سے اگلوا کر رہے گا)۔

اووہہہ اچھا! پہلے تم کیا تھی،،،، میرے خیال میں پہلے بھی تم میری بیوی ہی تھی۔

شاہ اپ مجھے تنگ کر رہے ہیں نا مجھے سب پتہ ہے وہ اپنے معصومانہ لہجے میں بولی۔

ہمم !!اب بولو شاہ شرارتی لہجے میں بولا۔

نہیں شاہ اپ خود سمجھ جائیں مجھے شرم آرہی ہے۔ میں اپ کا فیس دیکھ کے نہیں بتا سکتی۔

تو اس کا حل ہے میرے پاس لائٹ آف کر کے بیڈ پر چلتے ہیں پھر نہیں آئے گی شرم اور نہ ہی میرا فیس نظر آئے گا۔

شاہہہہہ !وہ گھبرا کر تھوڑا پیچھے ہوئی اور ڈریسنگ کے ساتھ لگی۔۔

اب تم مجھے بتا رہی ہو یا تمہیں سچ میں بیڈ پر لے کے جاؤں۔۔

نہی۔۔۔نہ۔۔ نہیں میں بتا رہی ہوں۔

گڈ تو پھر بتاؤ جلدی سے۔۔

دیکھیں اب تو ہماری گولڈن نائٹ بھی ہو چکی ہے۔۔ تووووووو !!

تو مجھے آگے نہیں پتہ وہ رومان شاہ سے خود کو چھڑاتے ہوئے دو قدم آگے کو نکلی جسے فوراً سے پہلے رومان شاہ نے اپنے ٹاول کی مدد سے کھینچ کر واپس اپنی باہوں میں لے آیا۔

۔گولڈن نائٹ ہو چکی ہے تو اس کا کیا مطلب کہ اب تمہیں مجھ پر روعب جمانے کا لائسنس مل گیا ہے وہ شوخ ہوتے ہوئے بولا۔۔



میں نے ایسا تو نہیں کہا۔۔۔ مگر میں نے کہا ہے کہ تم مجھ پر روعب ڈال سکتی ہو وہ مسکراتے ہوئے اس کا رخ پلٹ کر اپنی طرف کرتے ہوئے بولا۔اور کیا کہہ رہی تھی تم کہ میں بہت خوبصورت ہوں اور تمہیں ڈر ہے کہ کوئی لڑکی مجھے تم سے چھین نہ لے۔

۔تم اپنے دل سے اس طرح کے وسوسے نکال دو جانے شاہ رومان شاہ آج بھی تمہارا ہے اور ہمیشہ تمہارا ہی رہے گا۔

۔بس ذرا اپنے پیار کو مجھ پر وسیع کر دو کیونکہ تمہارے اس دل میں رکھے ہوئے پیار سے میرا پیٹ نہیں بھرتا۔

۔اس کو وہ مجھ پر نچھاور کرو جان شاہ تو پھر دیکھنا کہ شاہ کیسے تمہارے ارد گرد منڈلاتا رہے گا۔

۔اپنا چہرہ اس کے مقابل کرتے ہوئے تھوڑا سا جھکا اور اپنے لب اس کی نازک پنکڑیوں پر رکھ کر پنکھڑیوں کو اپنے آتشی لبوں کی قید بھی لے گیا۔

۔بڑی نرمی سے محبت جدا جتاتے ہوئے کی ہونٹوں کی نمی کے چند قطرے پی کر اسے اپنی محبت کا پورا مان جاتا گیا۔وہ اپنے دونوں ہاتھ اس کے سینے پر رکھے ہوئے آنکھیں بند کر کے اس کی بے تابیوں سے پرسکون ہو رہی تھی۔۔

۔وہ بنا شرٹ پہنے ہوئے صرف ٹراؤزر پہن کھڑا ہوا تھا۔اس کے کسرتی سینے پر ہاتھ رکھے ہوئے میرب کا دل دھک دھک کر رہا تھا۔

۔چلو اب جلدی سے دوسرے پارسلز بھی کھول کر دیکھو اور تیار ہو جاؤ اگر اتنی نزدیک کھڑی رہی گی تو میں اپنی گارنٹی نہیں دے سکتا کہ میں تمہیں لے کر جاؤں گا یا نہیں۔

۔وہ ہنستے ہوئے بولا ہنستے ہوئے ظالم اتنا خوبصورت لگ رہا تھا کہ ایک پل کو تو میرب کا دل بھی کہہ رہا تھا کہ اسے نہیں جانا مگر بات اس کے بھائی کی تھی تو وہ رک نہیں سکتی تھی۔

۔میرب نے دوسرا پارسل کھولا تو اس میں ڈریس کے ساتھ کی میچنگ جولری تھی۔شاہ یہ بہت خوبصورت ہے میرب جولری کو دیکھ کر بچوں کی طرح چہک کر بولی۔



۔خوبصورت تو یہ تب ہو گی جب تم اسے پہنو گی وہ بیڈ پر ٹانگ جمائے ہوئے جھک کر کھڑا اس کے چہرے پر آتے جاتے خوشی کے رنگ دیکھ رہا تھا۔

۔میرب کا پورا دھیان اپنی جولری اور چیزوں پر تھا جب کہ شاہ کی نظروں کا مرکز میرب کا خوبصورت چہرہ تھا جہاں اس وقت پر سکون خوشی نے ڈیرا جمایا ہوا۔

۔اب اس نے تیسرا والا پارسل کھولا جس میں سے گولڈن کلر کی بہت خوبصورت ہائی کی سینڈل نکلی جو بے حد خوبصورت اور نازک بنی ہوئی تھی۔

۔شاہ اس کی ہیل کتنی لمبی ہے آپ چھوٹی ہیل والی سینڈل منگواتے میرے لیے۔وہ ہیل کو دیکھ کر پہلے تو بہت خوش ہوئی مگر بعد میں اتنی لمبی ہیل دیکھ کر وہ شاہ کی جانب دیکھتے ہوئے بولی۔



۔میں نے جان بوجھ کر لمبی ہیل والی سینڈل منگوائی ہے۔۔۔۔۔"کیوں۔حیرانی سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔۔۔۔۔۔۔تم نے اپنی ہائٹ نہیں دیکھی اتنی چھوٹی سی لگتی ہو میرے سامنے مجھے کس کرنے میں بہت نیچے جھکنا پڑتا ہے۔

وہ شوخ انداز میں کہتا ہوا گہری نظروں سے کہ اسے دیکھ کر مسکرایا۔۔میرب نے شرم سے نظریں نیچے جھکائی۔

۔شاہ میں چھوٹی نہیں ہوں بڑی ہوں۔۔۔۔۔اووووہہوں چھوٹی تو تم مجھ سے ہو اتنا زیادہ نیچے جھک کر مجھے کس کرنی پڑتی ہے۔اب سے تمہیں کس کرتے وقت پہلے تمہاری ہائی ہیل پہنو گی اس کے بعد میں کس کروں گا وہ میرب کے چہرے پر حیا کے رنگ دیکھ کر اور بھی شوہوتے ہوئے اسے تنگ کرنے لگا۔

۔شاہ آپ بہت۔۔۔۔'رومینٹک ہو مجھے پتہ ہے میرب کی بات آدھی ابھی اس کے منہ کے اندر ہی تھی کہ شاہ نے اپنی تعریف بیان کر دی۔



۔آخر میرب اپنے شاہ کو پانے میں کامیاب ہو گئی تھی آج شاہ کے دل پر میرب کی محبت کی مہر لگ چکی تھی

۔میرب تیار ہو رہی تھی اور شاہ ڈریسنگ کی سائیڈ پر کھڑا ہوا اسے دیکھ رہا تھا۔۔شاہ پلیز آپ اپ روم سے جائیں آپ اس طرح دیکھتے رہیں گے تو مجھ سے تیار نہیں ہوا جائے گا۔

۔شاہ کی ایکسرے مشین جیسی آنکھوں کو دیکھتے ہوئے میرب نے آخر شاہ کو جانے کا بول ہی دیا۔

۔۔نہیں تمہیں تیار ہونے میں میری ہیلپ کی ضرورت ہو گی تو میں تمہاری ہیلپ کر دوں گا وہ شرمائی ہوئی میرب کو دیکھ کر اور بھی محظوظ ہوتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔

۔مجھے آپ کی ہیلپ کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ آپ جائیں اور خود تیار ہو لیں۔ آپ مجھے ہیلپ نہیں بلکہ مجھے دیکھ دیکھ کر کنفیوز کر رہے ہیں۔۔



۔میں اپنی بیوی کو دیکھ رہا ہوں تمہیں اس میں کیا دقت ہے وہ مسکراتے ہوئے اس کے قریب آیا اور کمر میں ہاتھ ڈال کر اور اسے اور بھی نروس کر رہا تھا۔

۔شاہ پلیز جائیں۔۔۔۔"اچھا جا رہا ہوں تم جلدی سے تیار ہو جاؤ میں بھی ریڈی ہو کے آتا ہوں۔شاہ نے اپنے دل پر پتھر رکھتے ہوئے جانے کا فیصلہ کر ہی لیا۔

۔کیونکہ اب وہ سچ مچ لیٹ ہو رہے تھے۔کچھ دیر بعد شاہ تیار ہو کے روم میں داخل ہوا تو اس کی نظر سامنے کھڑی ہوئی میرب پر پڑی جو فل ریڈی کھڑی ہوئی فائنل خود کو مرر کے اندر دیکھ رہی تھی۔

۔شاہ میں کیسی لگ رہی ہوں ڈریسنگ ٹیبل کے مرر سے شاہ کو اندر آتے ہوئے دیکھ کر اسی پوزیشن میں کھڑی ہوئی بولی۔



۔شاہ بتائیں نا میں کیسی لگ رہی ہوں شاہ جو اسے دیکھ کر سکتے کے عالم میں کھڑا ہوا تھا۔دوبارہ سے بولنے پر حوش کی دنیا میں واپس آیا۔

۔قیامت لگ رہی ہو۔گہری نظروں سے سر سے لے کر پاؤں تک دیکھتے ہوئے کہا۔میرب بہت خوبصورت لگ رہی تھی شاہ کی تو نظریں تو اس سے ہٹ ہی نہیں رہی تھی۔۔

۔۔تمہارے گلے میں پہنی ہوئی چین کہاں ہے۔شاہ وہ میں نے اتار دیا ہے وہ میں بعد میں پہنوں گی اس ڈریس کے ساتھ میچ نہیں ہو رہی تھی۔

۔میں کہا تھا نا کہ وہ چین مت اتارنا تمہیں اجازت نہیں ہے اس سے اتارنے کی۔

۔مگر شاہ وہ ایک عام سی چین ہی تو ہے اور وہ اس کے ڈریس کے ساتھ میچ نہیں ہو رہی میرب نے وضاحت دیتے ہوئے۔

۔وہ عام چین نہیں ہے شاید تم نے اسے غور سے نہیں دیکھا۔شاہ نے سامنے ڈریسنگ پر رکھی ہوئی چین کو اٹھایا اور میرب کی پشت پر آکر کھڑا ہو گیا آگے کی طرف سے ہاتھ لے جا کر پیچھے لاتے ہوئے چین کی حک بند کرتے ہوئے مرر میں اس کو دیکھ رہا تھا۔

۔میرب کے ہاتھ کو بڑی نرمی سے پکڑتے ہوئے میرب کی انگلی سے لاکٹ کو پش کیا۔تو لاکٹ کے اندر خوبصورت جانے شاہ لکھا ہوا جگمگا اٹھا۔

۔میرب اسے مرر میں دیکھ کر خوش ہو کر مسکرائی شاہ مجھے تو یہ پتہ ہی نہیں تھا کہ اس کے اندر میرا نام لکھا ہوا ہے۔۔

۔تو شاہ کیا جب آپ نے مجھے یہ لاکٹ اور چین دیا تھا تب آپ مجھ سے پیار کرنے لگے تھے۔میرب اپنے دماغ میں چلتے ہوئے سوال کا جواب چاہتی تھی۔اگر اس پر جانے شاہ لکھا ہے تو اس کا مطلب تو واضح ہے کہ میں تم سے اس وقت بھی محبت کرتا تھا۔

۔ماتھے پر بوسہ دیتے ہوئے اس کی خوشی کے چہرے کے رنگوں کو دیکھ رہا تھا۔اب یہ چین تمہارے گلے سے اترنی نہیں چاہیے۔۔حکمرانا انداز میں کہا تھا۔

۔میرب مسکراتی ہوئی ہاں میں سر کو ہلا کر حامی بھر گئی۔اب وہ کیوں اتارتی اس لوکٹ چین کو جس کی اہمیت کا اسے اندازہ ہو چکا تھا۔



۔اور جان شاہ یہ اپارٹمنٹ بھی آپ کا ہے۔آپ اس کی مالک ہو یہ میری طرف سے تمہارے لیے شادی کا گفٹ ہے۔

۔میرب تو خوشی سے سما نہیں پا رہی تھی شاہ کیا سچ میں یہ ہمارا ہے۔نہیں جانے چاہیے تمہارا ہے تمہارے نام پر ہے۔

۔تھینک یو تھینک یو سو مچ۔وہ مسکراتے ہوئے شاہ کے سینے سے لگ گئی۔

۔میرا کوئی تھینک یو نہیں بنتا تھینک یو تمہارا میری زندگی میں آنے کے لیے میری زندگی کو خوشیوں سے بھرنے کے لیے۔رومان شاہ کو واپس خود سے ملوانے کے لیے۔۔اور میری جان شاہ بننے کے لیے وہ کہتے ہوئے آج پوری طرح سے میرب پر اپنی محبت عیاں کر چکا تھا۔



۔اب چلو ورنہ میں سچ میں نہیں جاؤں گا۔اور نہ تمہیں لے کر جاؤں گا۔دو گھنٹے لگا کر میں نے اپنے دل کو سمجھا کر مطمئن کیا تھا کہ ہمیں یہاں سے جانا چاہیے۔

۔اور دو سیکنڈ نہیں لگے تمہارے اس ظالم حسن کے سامنے کہ میرا دل واپس وہیں پر آن کھڑا ہوا ہے قیامت لگ رہی ہو دل تو چاہتا ہے کہ۔۔۔شاہ پلیز اب آپ کا دل جو بھی چاہتا ہے اسے کنٹرول میں رکھیے۔

۔بہت بے لگام ہے آپ کا دل۔وہ شاہ کی بدلتے ہوئے ٹون کو دیکھ کر شرماتے ہوئے گبھرا کر شاہ کی بات کو بیچ میں ہی کاٹتے ہوئے بولی تھی۔

۔اگر جانا اتنا ضروری نہ ہوتا تو پھر میں تمہیں بتاتا ظالم لڑکی اتنی حسین لگ رہی ہو کہ میرا بالکل موڑ نہیں ہے جانے کا۔۔۔شاہ پلیز چلیں ناوہ شاہ کی کمر پر ہاتھ رکھ کر باہر کی جانب دکھیلتے ہوئے بولی۔

۔وہ دونوں مسکراتے ہوئے ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر اپنے خوبصورت اپارٹمنٹ سے باہر رہے تھے۔۔۔



○○○○○○○○○

۔شاہ میر تیار ہو کر ڈریسنگ روم سے نکلتا ہوا اسید ھا ہال میں آیا۔ہاں جی برخوردار ہو گئے تم تیار شاہ میر کو آتے دیکھ کر ملک زبیر چمکتی آنکھوں سے بولے۔

ہاں جی میں تو تیار ہو گیا ہوں۔۔۔ مگر مجھ سے زیادہ تو آپ تیاری کر کے بیٹھے ہوئے ہیں۔

شاہ میر شرارتی انداز صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولا۔۔۔ہاں تو میں مجھے تیار ہونے کا حق نہیں ہے۔ آخر میرے شہزادے بیٹے کا ولیمہ ہے۔

۔ یہ بات تو ٹھیک ہے کہ آپ کو میرے ولیمے کی بہت خوشی ہے مگر آپ اگر اتنے خوبصورت اور ہینڈسم لگیں گے تو مجھے کون دیکھے گا۔یار ہم کہاں سے ہینڈسم اور خوبصورت لگ رہے ہیں اور ہمیں کس نے دیکھنا ہے۔



۔ہماری طرف تو تمہاری ماں دیکھنا گوارا نہیں کرتی پاس سے گزرتی ہوئی شاہ میر کی ماں کو دیکھ کر ملک زبیر شوخ انداز سے بولے ہیں۔

۔ملک صاحب ولیمہ آپ کے بیٹے کا ہے آپ کا نہیں۔جو میں آپ کو دیکھنے کے لیے بیٹھ جاؤں۔شاہ میر کی ماما مذاق سے ہنستے ہوئے شاہ میر کے پاس صوفے پر

آ کر بیٹھ گئی۔

۔بالکل رائٹ کہا آپ نے ماما۔اپنی ماما کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کے محبت سے اپنے ساتھ لگاتے ہوئے شاہ میر فخریہ انداز سے بولا۔

۔بیگم غلط کر رہی ہیں اپنے بیٹے کے ساتھ مل کر ہمیں ایک سائیڈ پر کر دیا ہے آپ نے۔

۔آپ ماں بیٹا یہ مت بھولیں کہ اٹھنے والی نئی حکومت میں اس گھر کی حکمران میری بہو مر ہا ہو گی۔

۔میں تو اپنی بہو سے بنا کر رکھوں گا پھر دیکھوں گا تم دونوں ماں بیٹے کو میں اپنی بہو سے کیسے ٹھیک کرواتا ہوں۔

۔بھئی میں تو خود اپنی بہو سے بنا کے رکھوں گی۔بلکہ وہ میری بہو نہیں بیٹی ہو گی۔بالکل میرب کی طرح اس معاملے میں،میں بھی آپ کے ساتھ ہوں۔

ہمارے گھر میں صرف میری بہو کی ہی چلے گی۔شاہ میر کی ماں پارٹی بدلتے ہوئے اپنے شوہر کی ہاں میں ہاں ملانے لگی۔

۔ماما کتنی غلط بات ہے آپ نے دو سیکنڈ نہیں لگائے پارٹی چینج کرنے میں اور آپ پاپا کی سائیڈ پر ہو گئے ہو۔

۔بیٹا جی میں پاپا کی سائیڈ نہیں اپنی بہو کی سائیڈ پر ہوں۔۔۔۔ ماما مجھے لگ رہا کہہ مارے گھر میں پولیٹیکس چل رہی ہیں۔۔سب لوگ ایک ہی پارٹی میں ہو گئے ہیں۔اس کی بات پر تینوں قہقہ لگا کر ہنسے پڑے۔



۔شاہ میر جا کر ہماری بہو کو دیکھو اس کی تیاری میں کتنی دیر ہے ہم لوگ ٹائم سے نکلیں ہال کے لیے ۔۔۔جی ماما جا رہا ہوں۔پتہ نہیں وہ پارلر والی کیوں میری اچھی خاصی خوبصورت بیوی کے چہرے پر اتنی لیپا پوتی کر رہی ہے۔

۔ پچھلے دو گھنٹوں سے اس کے چہرے پر ظلم کیے جا رہی ہے۔شامیر افسوس کن نظروں سے کہتا ہوا اٹھا۔

۔اور بڑے بڑے قدم بھرتا ہوا سیڑھیاں چڑھ کر اپنے روم میں داخل ہوا۔۔ مگر نظریں جب سامنے اٹھی تو پلٹنا بھول گئی تھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ○○○○○

۔جی میم آپ دیکھ لیں اگر کوئی کمی ہے تو بتا دیجئے میں ٹھیک کر دیتی ہوں ورنہ تو اوور لک بہت خوبصورت لگ رہی ہے۔۔

۔بہت پر زور دیتے ہوئے پارلر والی نے مرہا کی خوبصورتی کو سراہا۔۔۔

نہیں آپ جائیں تھینک یو سو مچ۔۔۔

مرہا نے بہت مدھم آواز سے کہا۔

جی میم پارلر والی اپنا سامان اٹھا کر روم سے باہر چلی گئی۔

مرہا فل تیار ہو کر مرر کے سامنے کھڑی ہوئی اپنی فائنل لک دیکھ رہی تھی۔ وہ سکن کلر کی میکسی پہنے ہوئے اور ساتھ میں بھاری کامدار دوپٹہ جس پر گولڈن کام کیا ہوا تھا۔

میچنگ جولری پہنے ہوئی تھی جو بہت ایکسپینسو اور خوبصورت تھی۔جب شامیر میں روم داخل ہوا تو اسے دیکھا تو دیکھتا ہی رہ گیا۔

وہ اپنے ولیمے کی ڈریس میں بے حد حسین لگ رہی تھی۔۔اور اپنے حسن سے شامیر پر بجلیاں گرا رہی تھی۔شامیر چاہ کر بھی اس سے نظریں ہٹا نہیں پا رہا تھا۔

وہ مسکراتا ہوا گہری نظروں سے دیکھتا ہوا اس کے قریب آکر کھڑا ہوا۔شاہ میر کے دروازہ کھولنے پر مرہا نے پلٹ کر اس کی جانب دیکھا۔

اے سی پی کی جان اتنی خوبصورت لگ کر کیا اے سی پی کی جان لینے کا ارادہ ہے۔وہ گہری نظروں سے دیکھتا ہوا اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر جھٹکے سے اسے خود کے قریب کر گیا۔



شاہ میر کی تعریف مرہا نے شرما کر پلکیں جھکا لی۔بہت پیاری لگ رہی ہو میں نے تو سوچا کہ پارلر والی میری بیوی کی خوبصورتی کو خراب کر دے گی مگر یہاں تو اس نے میری بیوی کی خوبصورتی میں چار چاند لگا دیے ہیں۔

وہ اس کی نازک مخملی گالوں پر اپنی سخت داڑی والے گال رب کرتے ہوئے مدہوش سا ہو رہا تھا۔

سی آہ۔۔

اس کی بیئرڈ کی چوبھن سے میرہا نے سسکی بھری تھی۔

شاہ میر نے اس کی مدہم سی سسکی کی آواز پر اپنا چہرہ اوپر کر کے اس کی جانب دیکھا۔

اس کی جھکی ہوئی پلکیں اور شرم سے لال چہرے کو دیکھ کر شامیر کے انابی لب مسکرئے۔۔۔

وہ مسکراتا ہوا جاذب نظر لگ رہا تھا۔

اپنی مسکراہٹ کو دبانے کے لیے اس نے اپنے دانتوں تلے اپنے نچلے ہونٹ کے کنارے کو دبالیا۔۔

میری جان کو داڑھی سے چبن ہوئی ہے۔شاہ میر نے محبت بھرے لہجے سے پوچھا۔۔۔جی ۔۔۔میرہا نے بہت کم آواز میں کہا۔میری جان اتنی سی چبن تو برداشت کرنی ہوگی شاہ میر نے مسکرا کر کہا۔۔۔



اگر اپ کو میری داڑھی کی چوبھن اچھی نہیں لگتی تو کیا میں اپنی داڑھی کٹوادوں مجھے کوئی اعتراض نہیں اپنی بیوی کے لیے کلین شپ بن سکتا ہوں۔۔۔

نہیں میں نے ایسا تو نہیں کہا۔

میں تو اس لیے کہہ رہا ہوں کہ تمہیں میری داڑھی اچھی نہیں لگتی شاہ میر اس کے منہ سے کچھ اگلوانا چاہتا تھا اور جس میں وہ کامیاب بھی ہو گیا۔

نہیں آپ کی داڑھی مجھے بہت اچھی لگتی ہے اور اپ اس میں بہت خوبصورت نظر آتے ہیں مرہا نے بے اختیار بول دیا۔۔

مگر اپنے جملے کی تیزی پر جلدی سے آنکھیں نیچے کرتے ہوئے زبان کو دانتوں تلے دبالیا۔۔۔

ہمم بس یہی پتہ لگانا تھا مجھے کہ میری بیوی کو میری داڑھی اچھی لگتی ہے یا نہیں۔۔

شاہ میر نے مسکراتے ہوئے اپنے لب اس کے ماتھے پر رکھ دیے۔۔۔

یہ سچ تھا کہ شاہ میر کی خوبصورتی میں اس کی داڑھی بے حد اہم کردار ادا کرتی تھی شامیر کی چھوٹی داڑھی اس کے چہرے کو اور بھی جاذب نظر بناتی تھی اور اس کی پرسنلٹی پر بہت سوٹ لگتی تھی۔۔۔

یہ بات تو اسے بہت بار اس کے دوست اور گھر والوں نے کہی مگر آج وہ یہ بات مرہا کے منہ سے سن کر بہت سرور حاصل کر رہا تھا۔۔۔

اچھا بتاؤ تمہیں اور کیا مجھ میں اچھا لگتا ہے۔۔

وہ شوخ انداز سے بول رہا تھا۔۔۔

مجھے نہیں پتہ میرہا نے شرماتے ہوئے نظر جھکا کر اس کی گرفت سے نکلنا چاہا جسے شاہ میر نے ناکام بناتے ہوئے اور بھی سختی سے اپنی گرفت میں لے لیا گرفت اس قدر مضبوط ہو چکی تھی کہ مانو آج وہ اپنے سینے میں ہی مرہا کو چھپا لے گا۔۔۔

بتانا تو پڑے گا کہ میری پیاری بیوی کو مجھ میں اور کیا اچھا لگتا ہے یا پھر کہہ دو کہ تمہیں مجھ میں کچھ بھی اچھا نہیں لگتا۔۔۔

میر پلیز۔۔۔۔ چھوڑے مجھے شرم آرہی ہے مجھ سے نہیں بتایا جائے گا مرہا نے پلکیں جھکاتے ہوئے شرما کر کہا وہ شرماتے ہوئے اتنی خوبصورت لگ رہی تھی کہ شاہ میر کا دل بالکل بھی (ولیمہ) ریسپشن میں جانے کا نہیں کر رہا تھا۔۔۔ہائے ے۔۔۔جب تم میر کہہ کر اپنے ان خوبصورت لبوں سے میرا نام لیتی ہو مر مٹنے کو دل چاہتا ہے میرا۔۔۔

شامیر ٹھنڈی آہ اہ بھرتے ہوئے اس کی خوب صورت پنکھڑیوں جیسے لبوں کو اپنے انگوٹھے سے سہلاتے ہوئے بولا۔۔۔

اس کے ہاتھوں کے لمس سے مرہا کے پورے بدن میں بجلی کی لہر سی دوڑ گئی۔۔۔

پھر سے میرا نام لو شاہ میر اس کے لبوں سے اپنا نام بار بار سننا چاہتا تھا۔۔۔



میر۔۔۔

نظریں جھکائے ہوئے ہی بولا۔۔۔

پھر سے کہو۔۔۔

میر۔۔۔

پھر سے ایک بار اور کہو مجھے بہت سرور اتا ہے تمہارے لبوں سے اپنا نام سن کر۔۔۔

جی نہیں میں اب نہیں بولوں گی۔

اچھا جی کیوں نہیں بولے گی۔۔۔

کیونکہ ہمیں ہال میں پہنچنا ہے ہمیں دیر ہو رہی ہے مرہا نے ایک اپنی طرف سے ٹھوس ریزن دیا۔۔۔

میں تو ایسے ریسپشن پر نہیں جاؤں گا۔۔ ب اپنی خمار الود نظریں مرہا کے چہرے پر ٹکاتے ہوئے بولا۔۔۔

اپ کیوں نہیں جائیں گے ؟۔۔۔ مرہا نے فوراً سے پلکیں اٹھا کر شامیر کی جانب دیکھا۔۔۔ جو اسے اپنے باہوں کے گھیرے میں لیے اپنے سینے کے ساتھ لگا کے کھڑا تھا۔۔۔
شاہ میر کے اتنے نزدیک ہونے سے مرہا کی ہتھیلیاں پسینے سے تر ہو گئی۔۔۔



میرہا کا دل دھک دھک کر کے باہر آنے کو تیار تھا۔۔۔

سمپل پہلے میرا منہ میٹھا کرواؤ!! پھر چلوں گا میں ہمارے ولیمے کے فنکشن میں یہ پھیکا اور بنا کچھ کھائے پیے والا ولیمہ مجھے نہیں چاہیے۔۔

تو آپ نیچے سے آئے ہیں آپ کچھ کھا پی لیتے اور منہ میٹھا کر لیتے اب میں آپ کو روم میں کیسے کچھ کھلا سکتی ہوں۔

میرہا بنا اس کی بات کا مفہوم سمجھے اپنی ہی دھن میں بول گئی۔۔۔

میں نے جس چیز سے منہ میٹھا کرنا ہے وہ نیچے موجود نہیں تھی میر کی جان۔۔۔ مطلب۔۔۔ مرہا کو اب بھی شاہ میر کی بات سمجھ میں نہیں آئی تھی۔۔۔

مطلب کہ میرا منہ میٹھا تم اپنے ان خوبصورت ہونٹوں سے کرواؤ گی مرہا کے ہونٹوں کو سہلاتے ہوئے بڑی شدت بھری نظروں سے دیکھ کر بولا۔۔۔

شاہ میر پلیز مرہا نے گھبرا کر اپنی کمر پر رکھے ہوئے شاہ میر کے ہاتھوں کو ہٹانا چاہا۔۔۔



میر کی جان ہلکان مت کرو خود کو میری گرفت سے تم کبھی نہیں نکل سکتی تمہاری جان اتنی مضبوط نہیں ہے کہ میری مضبوط باہوں کا دائرہ توڑ سکے۔۔۔

اور رہی منہ میٹھا کرنے کے بات تو وہ میں ہر صورت کر کے جاؤں گا کیونکہ ولیمہ ایسے نہیں ہوتا۔۔۔

ولیمے کے لیے پہلے اچھی بیویاں اپنے شوہر کا منہ میٹھا کرواتی ہیں---

اور تم رات کو بھی میرے ساتھ بہت ناانصافی کر چکی ہو اب اس سے زیادہ ناانصافی میں برداشت نہیں کروں گا---

شاہ میر کے لہجے میں کچھ کچھ ضد نظر آرہی تھی اور کچھ حکم۔ مرہا کے بولتے لبوں پر جھک کر خاموش کروا گیا---

اس کی نازک سی پنکھڑیوں کو اپنے لبوں کی قید میں لیے گیا۔ سانسوں کو رکتے ہوئے محسوس کر کے مرہا نے شاہ میر کے سینے پر دباؤ دے کر اس کی گرفت سے دور ہونا چاہا مگر اس کی کوشش پر شاہ میر نے اس کی کمر پر اپنے ہاتھوں کا دباؤ اور بھی زیادہ سخت کر دیا شدت سے لبوں کی نمی کو پیتے ہوئے وہ مدہوش ہو رہا تھا--



مرہا کی اکھڑی ہوئی سانسوں کی پرواہ کیے بنا اس کے لبوں کی نمی کا ایک ایک قطرہ اپنے اندر انڈیل رہا تھا--

اپنی معصوم محبت کو اپنی سینے سے لگا کر اس کے لبوں کا نشہ کرتے ہوئے شاہ میر اپنے ہوش و حواس میں بالکل نہیں تھا---

مرہاشاہ میر کے کرتے کو سختی سے ہاتھوں میں پکڑے ہوئے تھی۔۔۔

مرہا کو اپنی سانسیں رکتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں۔۔ مرہا نے شاہ میر کو دھکا دے کر پیچھے کرنا چاہا لیکن اس کا شاہ میر پر کوئی خاص اثر نہ ہوا۔۔۔

شاہ میر پوری طرح سے اس کے اوپر جھکا ہوا اس کی سانسوں کو اپنے سانسوں میں سما رہا تھا ہاتھ اس کی کمر پر رکھ کر اسے زمین پر گرنے سے سپورٹ دے رکھی تھی۔۔۔

کافی دیر بعد شاہ میر نے مرہا پر ترس کھاتے ہوئے اسے آزاد کیا۔۔۔ مرہا کی تیز سانسیں جو کہ گلے میں اٹک رہی تھی۔۔۔

مرہا کا دل سو کی سپیڈ میں دھڑک رہا تھا کہ جو میکسی کے اوپر سے ہی دھک دھک کرتا ہوا صاف دکھائی دے رہا تھا۔۔۔

خوبصورت آنکھوں میں نمی اتر آئی تھی سانسوں کی روانی پوری نہ ہونے کی وجہ سے۔۔۔۔



مرہا نے شکوہ کن انکھوں سے شامیر کو دیکھا۔۔۔

سوری میر کی جان تمہارے اندر اتنا نشہ ہے کہ میں دیکھوں نا ہوش میں ہوتے ہوئے بھی ہوش میں نہیں رہا یہ میر ہا کی کھلی ہوئی آنکھوں کو دیکھ کر شامیر نے مسکراتے ہوئے کہا۔۔۔

شاہ میر مرہا کے ہونٹوں پہ پھر سے جھکنے ہی والا تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی۔۔۔

شاہ میر بیٹا کتنی دیر ہے باہر مہمان انتظار کر رہے ہیں۔۔۔

حال میں مہمان بار بار مرہا اور شاہ میر کا پوچھ رہے تھے جس وجہ سے شاہ میر کی ماں کو بلانے کے لیے انہیں آنا پڑا۔۔

جی ماما ہم لوگ آرہے ہیں شاہ میر نے اپنی ماں کو جواب دیا۔۔۔

میر کی جان باقی رات کو یہیں سے

کانٹینیو کریں گے۔۔

تم جلدی سے اپنا حلیہ درست کرو پھر ہم چلتے ہیں۔

oooooooooo بیگم صاحبہ کتنی دیر ہے اپ کے بیٹے اور میری بہو کی۔۔ سارے مہمان ریسپشن ایریا میں ہمارا انتظار کر رہے ہیں۔۔



۔زبیر صاحب نے اپنی بیگم کو سیڑھیوں سے اترے ہوئے بولا۔۔

جی بس وہ لوگ آرہے ہیں ہم لوگوں کو بھی نکلنا چاہیے۔

ویسے کیا بات ہے زوجہ محترمہ آج بہت حسین لگ رہی ہیں ہمیں تو پرانے دن یاد آگئے۔۔

چھوڑو یار شاہ میر کے ولیمے کو ہم اپنے ولیمے کو سیلیبریٹ کرتے ہیں۔۔۔

زبیر صاحب اپنی بیوی کو کندھے سے پکڑ کر آپنے ساتھ لگاتے ہوئے بڑے ہی شوخ انداز میں بولے۔
چھوڑیں بھی ملک صاحب آپ تو کہیں بھی شروع ہو جاتے ہیں۔۔۔اور کبھی موقع کی نزاکت کو سمجھ جایا کریں۔۔

یہ باتیں اب آپ کو زیب نہیں دیتی اب آپ بہو اور داماد والے ہو گئے ہیں۔
وہ مسکراتے ہوئے تھوڑا پیچھے ہٹ کر بولی۔
اپ مجھے یہ بتائیں میں اپ کو کچھ دیر پہلے کہہ کے گئی تھی کہ ساری مٹھائیاں وغیرہ اور گفٹس جو ہیں وہ آپ گاڑی میں رکھوا دیں اپ نے رکھوائے۔
جی بیگم سب کچھ رکھوالیا ہے بس اب تو اپ کے چلنے کی دیر ہے اور مسکراتے ہوئے بولے۔
جی تو چلیں پھر کس کا انتظار ہے وہ مسکراتے ہوئے دونوں گھر سے نکل گئے۔۔

○○○○○○○○○

السلام علیکم امی جان۔

وعلیکم السلام بیٹا کیسے ہو اور میرب کیسی ہے۔

جی امی جان ہم دونوں ٹھیک ہیں اپ بتائیں اپ کیسی ہیں۔

ہاں بیٹا میں بھی ٹھیک ہوں تم لوگ نکلے وہاں سے کہ ابھی تک نہیں؟

جی بس امی جان ہم لوگ نکل رہے ہیں اپ پہنچ گئی ہیں ہال میں؟

نہیں بیٹا بس ہم لوگ نکلنے لگے تھے تو مجھے خیال ایا کہ تم لوگوں سے پوچھ لوں کہ کتنی دیر ہے تم لوگوں کی وقت پر پہنچ تو جاؤ گے نا۔۔

امی جان اپ پریشان نہ ہو اپ بس نکلے ہم بھی پہنچ رہے ہیں اور میں اپ سے پہلے پہنچ جاؤں گا بے فکر رہیں۔

چلو ٹھیک ہے بیٹا خیریت سے آؤ گاڑی زیادہ تیز مت چلانا ٹھیک ہے نا دھیان سے آؤ اللہ حافظ

جی امی ٹھیک ہے آپ بھی دھیان سے جائیں اللہ حافظ۔۔۔

شاہ امی جان کیا کہہ رہی تھی؟

جان شاہ تم امی جان کو چھوڑو تم وہ سنو جو میں کہہ رہا ہوں۔۔

اور میرے شاہ کیا کہہ رہے ہیں؟میرب شوخ انداز سے بولی۔۔

۔

)چن سجناوے نیڑے نیڑے ہو۔۔۔

کیندیاں نگاہاں میتھوں دور نہ کھلوں)۔۔۔

رومان شاہ گاڑی کو سٹارٹ کرتے ہوئے چھوڑ میرب کی کمر کی بیک سے ایک بازو گزارتے جھٹکے سے خود کے قریب کرتے ہوئے سونگ کے دو بول گنگنایا۔۔۔

رومان شاہ کی بہکی ہوئی نظروں میں دیکھ کر حیرانگی سے شاہ کو دیکھا۔۔۔

کیونکہ شاہ کا بولا ہوا رومینٹک پنجابی سونگ میرب کو بالکل بھی سمجھ نہیں آیا تھا۔۔۔

میرب کی حیرانگی کو سمجھتے ہوئے رومان شاہ نے ٹھنڈی سانس بھرتے ہوئے اپنا سر پکڑ لیا۔۔۔

میرب میری جان تم یوں حیرانگی سے دیکھ کر میرے رومینٹک موڈ کا ستیاناس کر دیتی ہو۔ کبھی تو میری جان اپنے پنجابی شاہ کے لب ولہجے کو سمجھنے کی کوشش کیا کرو۔۔۔

شاہ پلیز اپ مجھے یہی لائنز اردو میں سمجھادیں۔۔۔

ہمم---میری چاند جیسی محبوبہ میرے قریب آو---

میری نظریں کہہ رہی ہیں مجھ سے دور مت رہو---

یہ سن کر میرب بلش کرتے ہوئے بولی۔تو شاہ اپ یہی بات مجھے اردو میں بولا کریں---

)میری جان اردو وچ مینو چس نہیں اندی---(

شاہ اب یہ کیا تھا؟میرب ایک دفعہ پھر حیرانگی سے بولی---میرب کی ایسی شکل دیکھ کر شاہ کا گاڑی کے اندر بے ساختہ قہقہ گونج اٹھا---

شاہ اپ اس طرح کے الفاظ بول کر مجھے کنفیوز کر دیتے ہیں---

مجھے بتائیں کہ اب آپ نے کیا بولا ہے؟

میرب ناراض سامنہ بناتے ہوئے بولی---

ناراض مت ہو شاہ کی جان میں ابھی سمجھاتا ہوں---میری جان اردو میں اپنی فیلنگز کو بیان کرتے ہوئے مجھے وہ مزہ نہیں آتا---

پنجابی میری مادری زبان ہے( and I love it )

(I feel good to express my feelings in Punjabi.)

میرب نے شاہ کی بات کو سمجھتے ہوئے سر ہلایا۔۔۔

شاہ آپ اپنی مادری زبان سے اتنی محبت کرتے ہیں میرب نے شاہ کو پیار بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔۔۔

ہاں بالکل ایسے ہی جیسے میں تم سے محبت کرتا ہوں۔۔۔

oooooo

تمام مہمان ہال میں پہنچ چکے تھے۔۔۔

ملک زبیر صاحب اور ان کی اہلیہ حال میں مہمانوں کے استقبال کے لیے کھڑے تھے۔۔۔

رومان شاہ کی گاڑی ہال کی پارکنگ ایریا میں رکی۔۔۔

رومان شاہ گاڑی سے اترا اور گھوم کر دوسری سائیڈ سے آکر اس نے میرب کی طرف کا دروازہ کھولا۔۔۔

اپنا مضبوط ہاتھ میرب کے آگے پھیلایا۔۔۔ میرب اس کی نے اپنا نازک ہاتھ شاہ کے مضبوط ہاتھ پر دیا۔۔۔

شاہ نے میرب کو محبت بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں دبالیا۔۔۔

میرب اپنی بھاری کامدار فراک سنبھالتے ہوئے گاڑی سے اتری۔۔۔

میرب شاہ کے بازو میں ہاتھ ڈالے محبت بھری نظروں سے شاہ کو دیکھ رہی تھی۔۔۔

رومان شاہ اور میرب دونوں مسکراتے ہوئے ہال کی طرف چل دیے۔۔۔

مہک اپنی نظروں کا زاویہ ٹھیک کرو ہمارے لیے کوئی نئی مشکل مت کھڑی کر دینا۔۔۔

مہک کی ماں مہک کی جیلسی بھری نظریں جو میرب اور رومان کا تعاقب کر رہی تھی ان کو دیکھتی ہوئی بولی۔۔۔

آپ کو میری نظریں دکھائی دے رہی ہیں اور وہ جو میرے رومیو کے ساتھ چپک کر چل رہی ہے اس کا کیا۔۔۔

مہک کا لہجہ انتہائی بدتمیزی اور غصے والا تھا۔۔۔

کم عقل لڑکی وہ بیوی ہے اس کی۔۔۔

پورا حق ہے اسے اس کے ساتھ چلنے کا۔۔۔

مہک کی ماں دانت پیستے ہوئے بولی۔۔۔

اس کو کوئی حق نہیں ہے اس رومیو کے ساتھ ایسے چلنے کا رومیو کل بھی میرا تھا رومیو آج بھی میرا ہے۔۔۔ میں رومیو کو واپس حاصل کر کے رہوں گی۔۔۔

نے ضدی انداز میں کہا۔۔۔

اس کی آنکھوں میں رومیو کو پانے کا جنون صاف دکھائی دے رہا تھا۔۔۔

بے وقوف لڑکی تم اسے کل کا کمزور رومیو مت سمجھو۔

وہ آج کا رومان شاہ ہے اگر تم نے اس کی بیوی کی طرف انکھ اٹھا کر بھی دیکھا تو وہ تمہاری ہستی مٹا دے گا

---

ہمارے پاس پہلے ہی سر چھپانے کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے تم خود تو ذلیل ہو گی ساتھ میں ہمیں بھی کرواؤ گی---

امی آپ چپ رہیں یہ میرا مسئلہ ہے میں خود ہینڈل کر لوں گی---

کیسے ہینڈل کرو گی تم یہ سب--- تمہاری انہی حرکتوں کی وجہ سے تمہیں طلاق ہوئی ہے---

ہاں تو اپ کا وہ بھتیجہ میرے لائق نہیں تھا اچھا ہوا اس سے جان چھوٹ گئی ورنہ میں رومیو کو کیسے پاتی---

مہک مجھے تو لگتا تھا کہ تم میں عقل کی کمی ہے مجھے تو آج پتہ چلا کہ تم میں عقل ہی نہیں ہے اپنے خوابوں کی دنیا سے باہر آ جاؤ---

چلیں بھابھی آپ کیوں کھڑی ہیں یہاں یہ اندر چلتے ہیں ہال میں---

رومان شاہ کی ماں اپنی گاڑی سے اترتے ہوئے مہک سے بحث کرتی ہوئی اپنی جٹھانی کے پاس رک کر کہنے لگی---

جی جی چلتے ہیں---

مہک کی ماں مہک کو گھورتے ہوئے اپنی دیورانی کے ساتھ چل دی---

oooooo

میر پلیز سامنے دیکھ کے گاڑی چلائیں---

شاہ میر جو گاڑی چلاتے ہوئے بار بار مرہا کی طرف دیکھ رہا تھا مسکرا دیا---

میر کی جان تو کس نے کہا تھا اتنا خوبصورت لگنے کو کہ میں نظر ہی نہ ہٹا سکوں---

بس کر دیں نا میر آپ بھی نا---

مرہا شرماتے ہوئے نظریں جھکا کر بولی---

کیا بس کر دوں ابھی تو میں نے کچھ شروع ہی نہیں کیا---

میر شوخ لہجے میں بولا---

ابھی سے نہ اتنا شرماؤ ابھی تو تمہیں بہت سے موقع دینے ہیں شرمانے کے---

شاہ میر کی بات کا مفہوم سمجھتے ہوئے مرہا کے گال دہک اٹھے---

,ڈاکٹر اور مریض بات کرتے ہیں۔ تو عام طور پر مریض ڈاکٹر سے یہ توقع کرتا ہے کہ ڈاکٹر اس کے ساتھ بہت ہمدردی اور محبت سے بات کرے۔

۔اور جب ڈاکٹر مریض کی علامات۔میڈیکل ہسٹری اور دیگر تفصیلات پوچھتے ہیں۔

۔تو اگر مریض ڈاکٹر پر پوری طرح سے اعتماد کر کے بتاتا ہے تو ایک ڈاکٹر کو علاج کرنے میں بہت حد تک کامیابی ہوتی ہے۔اور ایک ڈاکٹر کو ہمیشہ یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ پیشنٹ کی ہسٹری جاننا بے حد ضروری ہوتی ہے۔

۔پیشنٹ کی فیملی ہسٹری پیشنٹ کے ارد گرد کا ماحول جاننا بے حد ضروری ہوتا ہے اس سے مریض کے علاج لیے ہمارے لیے مددگار ثابت ہو سکتا ہے۔

۔یاد رہے کہ پیشنٹ کا علاج شروع کرنے سے پہلے history جاننا بہت ضروری ہوتی ہے۔



For example.

Family history...

Occupation...

یاد رکھیں کہ۔۔

Listen your patient..

Good communication between you and your patient....

Okay.......

Any one have question???

Yes sir I have a question ?

Yes sure!!!

سر اگر پیشنٹ کسی گھبراہٹ کی وجہ سے اپنی بات نہ بتا سکے تو اس صورت میں کیا کرنا چاہیے۔۔

تو مریض کے ساتھ اپنی بونڈنگ بڑھائیں اور لہجہ ہمدردانہ رکھیں۔۔۔جیسا کہ میں آپ کو پہلے بھی بتا چکاہوں ڈاکٹر ہما کے سوال پر ڈاکٹر شاہ زیب نے کلیئر کرتے ہوئے جب جواب دیا۔

۔آج ڈاکٹر شازیب کا میٹنگ میں ایک عام لیکچر تھا۔وہ بلو کلر کی جینز کی پینٹ کے اوپر سکائی بلو کلر کی شرٹ پہنے ہوئے بہت جاذب نظر لگ رہا تھا۔



۔ڈاکٹروں والے وائٹ کوٹ کے اوپر گلے میں سٹیتھوسکوپ پہن رکھا تھا۔آنکھوں میں گلاسز لگائے ہوئے کھڑا ڈاکٹر میٹنگ روم میں لیکچر دے رہا تھا۔

اوکے تھینک یو میٹنگ از اور ڈاکٹر شاہ زیب کہتے ہوئے میٹنگ روم سے باہر آگیا۔۔ڈاکٹر شاہ زیب پلیز کیا آپ کچھ دیر مجھ سے بات کر سکتے ہیں۔

۔ڈاکٹر ہما ڈاکٹر شاہ زیب کے پیچھے پیچھے میٹنگ روم سے باہر آئی۔۔ڈاکٹر ہما کی آواز پر ڈاکٹر شازیب رک گیا۔۔ڈاکٹر شاہ زیب جو کافی دنوں سے ڈاکٹر ہما کو اگنور کر رہا تھا۔

۔کیونکہ وہ جس سوال کا جواب اس سے چاہتی تھی وہ خود اس سوال کا فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا۔۔

تو وہ ڈاکٹر ہما کو کیا جواب دیتا۔اسی لیے ڈاکٹر ہما کی سوالیا نظروں سے کتراتا ہوا وہ میٹنگ روم سے باہر آیا تھا۔

۔مگر اب جب وہ اس کے پیچھے آئی تو اب بات سننا مجبوری تھی۔۔۔جی بتائیں وہ دونوں پاکٹس کے اندر ہاتھ ڈالے ہوئے سرسری انداز میں بولا۔۔۔ڈاکٹر کیا ہم ایک ساتھ چائے پی سکتے ہیں۔اور چائے پیتے ہوئے ہم بات بھی کر لیں گے۔

ڈاکٹر ہما نے ڈاکٹر شاہ زیب کی اگنورنس کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔۔ڈاکٹر ہما مجھے ایک ایمرجنسی ہے پیشنٹ کو چیک کرنے جانا ہے۔ڈاکٹر شاہ زیب نے صاف صاف بہانہ بنایا تھا ڈاکٹر ہما سے جان چھڑوانے کے لیے۔

۔ڈاکٹر شاہ زیب اگر آپ مجھ سے بات نہیں کرنا چاہتے تو پلیز صاف صاف بتا دیں اس طرح بہانے مت بنائیں ڈاکٹر ہما مایوس لہجے میں کہتے ہوئے جانے لگی۔

ڈاکٹر ہما میرا یہ مطلب نہیں ہے چلیں ہم بیٹھ کر بات کرتے ہیں ڈاکٹر شازیب ڈاکٹر ہما کا مایوس چہرہ دیکھتے ہوئے بولا۔۔۔

شازیب کے ساتھ مرہا کی محبت کو لے کر جو ہوا ڈاکٹر شاہ زیب بالکل بھی ویسا ڈاکٹر ہما کے ساتھ نہیں کرنا چاہتا تھا۔۔

مگر وہ اپنے دل میں مرہا کے سوا فی الحال کسی کو جگہ بھی نہیں دے پا رہا تھا۔وہ دونوں چلتے ہوئے ہاسپٹل کے کیفٹیریا میں آ گئے۔۔۔

دونوں کرسیوں کو کھینچتے ہوئے ٹیبل پر بیٹھ گئے ڈاکٹر ہما کے چہرے پر اس وقت پوری طرح سے مایوسی چھائی ہوئی تھی۔

شازیب نے چائے کا آرڈر دیا۔ویٹر کے جانے کے بعد نظریں جھکا کر بیٹھی ہوئی ڈاکٹر ہما کی جانب۔

۔ڈاکٹر ہما مجھے پتہ ہے کہ آپ مجھ سے کیا سوال پوچھنا چاہتی ہیں فیحال میرے پاس آپ کے سوال کا کوئی جواب نہیں ہے۔

صرف اسی لیے میں آپ سے بات کرنے سے کترا رہا تھا۔۔۔میرا ہرگز مطلب آپ کا دل دکھانا نہیں تھا۔شاہ زیب شرمندہ نظروں سے دیکھتا ہوا بولا۔

ڈاکٹر شاہ زیب مجھے پتہ ہے کہ آپ مجھ میں انٹرسٹڈ نہیں ہیں۔اور ایسی کوئی زور زبردستی بھی نہیں۔

بس میں آپ سے اتنا پوچھنا چاہتی ہوں کہ کیا آپ کسی اور میں انٹرسٹڈ ہیں۔۔



۔ڈاکٹر ہما نے جواب طلب نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔پلیز شاہ زیب مجھے حقیقت سے آگاہ کر دے تاکہ مجھے قدم پیچھے ہٹانے میں آسانی ہو۔

۔جب تک مجھے حقیقت نہیں پتہ چلے گی کہیں نہ کہیں میں آپ کے لیے امید لگائے رکھوں گی۔

تو بہتر ہے کہ آپ ایک ہی بار حقیقت بتا کر میری امید ختم کر دیں ڈاکٹر ہما بہت مایوس لہجے سے بول رہی تھی۔۔۔۔

ڈاکٹر ہما دیکھو میں آپ سے کچھ چھپاؤں گا نہیں۔میں کسی میں بہت زیادہ انٹرسٹڈ تھا مگر اب ان کی شادی ہو گئی ہے۔

تو ان میں انٹرسٹڈ رہنے کا میرے پاس کوئی ریزن نہیں ہے۔۔جب آپ خیالوں کی دنیا میں کسی کے ساتھ اس قدر انوالو رہتے ہیں کہ آپ نے اس کے ساتھ اپنی دنیا آباد کر رکھی ہوتی ہے۔

تو اس دنیا سے نکلنے کے لیے بہت ٹائم کی ضرورت پڑتی ہے۔شاید میں بھی اس وقت اسی سچویشن میں ہوں۔شاہ زیب کے دل کا درد اس کے چہرے پر ڈاکٹر ہما صاف دیکھ سکتی تھی۔۔۔۔

۔کہیں نہ کہیں ڈاکٹر ہما کو یہ سن کر بہت تسکین ہوئی تھی کہ کہ اب وہ انٹرسٹڈ نہیں ہے۔۔ڈاکٹر ہما کی ٹوٹتی ہوئی امید نے پھر سے دم بھرنا شروع کر دیا۔

۔۔۔ڈاکٹر شاہ زیب کوئی جلدی نہیں ہے میں آپ کا انتظار کر سکتی ہوں اور اگر آپ اپنے دل کو سنبھالنے میں کامیاب ہو گئے۔تو پلیز میری طرف ضرور دیکھیے گا۔

اگر آپ نے مجھے اپنی زندگی میں شامل ہونے کا موقع دیا تو میں آپ سے وعدہ کرتی ہوں کہ میں ایک بہت اچھی ہم سفر ثابت ہوں گی۔

ڈاکٹر ہما آپ ایک بہت قابل ڈاکٹر ہیں اور اس سے کہیں زیادہ اچھی انسان ہے۔ آپ مجھ سے کہیں زیادہ بہتر ڈیزرو کرتی ہے۔فلحال میں آپ کو کوئی جھوٹی امید نہیں دلانا چاہتا۔

۔ڈاکٹر شازیب میری چھوڑیں آپ اپنی بات کریں کہ آپ مجھ سے کہیں زیادہ بہتر ڈیزرو کرتے ہیں اور میں شاید کہیں نہ کہیں آپ کے قابل نہیں ہوں۔۔۔

۔نہیں پلیز ڈاکٹر ہما ایسی کوئی بات نہیں ہے جیسا آپ سمجھ رہی ہیں آپ بہت اچھی اور قابل ہیں مگر میں اپنے اس دل کا کیا کروں جس نے بہت سال کسی سے بہت محبت کی۔ اور اپنی یک طرفہ محبت کو اپنے دل میں سنبھال کے رکھا

مگر وہ ایک دم سے جب مجھ سے چھن گئی۔۔۔۔

مجھے یہ ساری دنیا فضول اور بیکار لگنے لگے کوشش کر رہا ہوں اپنے دل کے بکھرے ہوئے ٹکڑوں کو سنبھالنے کی جس دن کامیاب ہو گیا۔ آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ میں آپ کی محبت کو بڑی عقیدت سے اپنی زندگی میں شامل کرلوں گا۔

۔ڈاکٹر شازیب سے ڈاکٹر ہما کا مایوس چہرہ دیکھا نہیں جارہا تھا۔وہ نہیں چاہتا تھا کہ جس درد سے وہ خود گزرا ہے۔ اسی درد سے کسی اور کو بھی اس کی وجہ سے گزرنا پڑے۔

محبت کی تڑپ اور جدائی کیسی ہوتی ہے یہ بات اس سے بہتر کوئی نہیں جانتا تھا ڈاکٹر ہما کو امید کا دامن تھماتے ہوئے وہ دونوں اٹھ کر واپس اپنی اپنی ڈیوٹی پر جارہے تھے۔۔۔

○○○○○○○○

۔کیا ہوا ہے اتنے خطرناک تیور کیوں ہے تمہارے۔رومان شاہ نے میرب کے غصے والے چہرے کو دیکھتے ہوئے کہا۔۔۔

آپ مجھ سے بات مت کریں غصے سے نظر گھما کر مصنوعی ہنسی چہرے پر سجائے ہوئے میرا بولی۔۔۔

میری جان تمہیں غصہ کس بات کا ہے اور میں تم سے بات کیوں نہ کروں۔۔رومان شاہ حیرانی سے اس کی جانب دیکھ رہا تھا۔

اور آس پاس چلتے ہوئے مہمانوں اور رشتے داروں کا لحاظ کرتے ہوئے وہ بھی اپنے چہرے پر مسنوہی مسکراہٹ سجائے ہوئے تھا۔۔۔



آپ نے مہک کے ساتھ کیوں پکس بنوائی۔غصے سے آگ بگولا ہو کر کہا۔

۔میری جان کے ٹوٹے میں نے اس کے ساتھ کوئی پک نہیں بنوائی میں تو شاہ میر اور مرہا کے ساتھ پک بنوا رہا تھا۔

اگر وہ زبردستی آکر وہاں ہمارے ساتھ کھڑی ہو گئی تو میں کیا کرتا وہاں سے اٹھ جاتا تو سوچو وہاں مرہا کی ریپوٹیشن پر کتنا اثر پڑتا۔۔۔

آپ چپ چاپ بیٹھے رہے مجھے فلحال آپ سے کوئی بات نہیں کرنی مجھے اس وقت آپ پر بہت غصہ آرہا ہے۔

۔وہ آپ کی سائیڈ پر ہی آکر کیوں بیٹھی مہک کا یوں اچانک سٹیج پر آکر شامیر کے ساتھ بیٹھ کر تصویر بنوانا میرب کے دل کو آگ لگا گیا تھا۔۔۔

رومان شاہ نے ٹھنڈی آہ بھری تھی میرب وہ جب تک یہاں پر رہے گی اس طرح کی چیپ ہرکتیں وہ ضرور کریں گی۔

میں بہت جلد اس کا یہاں سے جانے کا بندوبست کر دوں گ۔اپلیز تم اس کے گھٹیا حرکتوں کی وجہ سے ہمارے بیچ میں مس انڈرسٹینڈ نگز مت بڑھانا رومان شاہ نے سمجھانے والی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

۔۔۔۔

رومان میرے خیال سے مرہا کو ہم یہیں سے ساتھ لے کر چلتے ہیں تمہارا اس بارے میں کیا خیال ہے---

رومان شاہ کی امی اچانک سے چلتے ہوئے رومان شاہ کے پاس آکر مشورہ مانگ رہی تھی کس نے--رومان شاہ اور میرب نے اپنے چہرے کے تاثرات نارمل کرتے ہوئے امی جان کی جانب دیکھا----

جی امی جان آپ کو جس طرح مناسب لگے۔رومان شاہ نے فیصلہ اپنی امی جان پر ہی چھوڑ دیا تھا----

ہاں میرے خیال سے یہی مناسب ہے کہ ہم لوگ میرہا کو ہاں ہی سیدھا لے کر چلتے ہیں۔میں نے تو کہا تھا کہ شاہ میر بھی ساتھ میں چلے مگر اس کا شاید کوئی ضروری کیس ہے جس کے لیے اسے جانا ہے۔وہ کہہ رہا تھا کہ وہ صبح آئے گا اور کل کا دن وہ ہمارے ساتھ ہی گزارے گا----

۔میرب کی والدہ کہہ رہی ہیں کہ میرب کو ہم لوگ یہیں پر چھوڑ جائیں کل جب شامیر آئے گا تو وہ بھی ساتھ میں آجائے گی۔۔۔

وکہ رہی تھی کہ جب سے میرب کی رخصتی ہوئی ہے نہ تو اپنے مائکے کے ملنے آئی ہے اور نہ ہی رکنے کے لیے اس کی امی کافی زور دے رہی ہیں میرب کے رکنے پر۔۔۔۔

رمان شاہ کی ماں ساری تفصیل اپنے بیٹے کے گوش گزار کر اس کی رائے جاننا چاہتی تھی۔۔۔

۔امی جان یہ سارے معاملے میں میرب کے رکنے کی بات کہاں سے آ گئی رومان شاہ میرب کے رکنے پر بے زار منہ بناتے ہوئے بولا۔۔

شاہ ماما بالکل صحیح تو کہہ رہی ہیں میں جب سے رخصت ہو کر آئی ہوں۔ایک بار بھی میں ماما کے گھر نہ رکنے کے لیے گئی ہوں نہ ہی ملنے کے لیے۔۔۔۔

میرب تم سے میں نے رائے مانگی۔نہیں نا۔۔ اس لیے تم اپنے قیمتی رائے اپنے پاس رکھو۔جب ضرورت ہو گی تو تمہاری رائے جان لوں گا۔۔۔

۔میرب کے جانے میں انٹرسٹڈ ہوتے دیکھ کر روما۔ شاہ کا غصہ اس کی آنکھوں سے چھلک رہا تھا ۔۔۔۔۔۔۔رومان وہ میرب نے کچھ غلط بھی نہیں کہا ہے میرے خیال سے اسے بھی تم آج کا دن رکنے کی اجازت دے دو۔ پاس کھڑی ہوئی رومان شاہ کی امی نے رومان شاہ کو سمجھانے کی کوشش کی۔۔۔

۔امی جان آپ جا کر مرہا والا مسئلہ سلجھائیں میں اور میرب آپس میں بات کر کے آپ کو بتا دیں گے کہ میرب نے رکنا ہے یا نہیں۔ آپ پریشان نہیں ہوں رومان شاہ اپنی ماں کی بات کو ٹال دیا۔۔۔۔
ٹھیک ہے جیسے تم دونوں کی مرضی مگر جلدی کوئی فیصلہ کر کے بتا دو تاکہ میں اس کی امی کو جواب دے سکوں رومان شاہ کی ماں کہتے ہوئے وہاں سے چل دی۔۔۔۔۔۔
ہووووں س۔۔۔اب بتاؤ کیا فرما رہی تھی تم۔اپنی امی کے جاتے ہی رومان شاہ نے گہرا لود نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

شاہ میں یہ کہہ رہی تھی۔ کہ میرا ماما لوگوں کے گھر رکنے کا بہت دل کر رہا ہے۔ میں ان سے بہت اداس ہو گئی ہوں میرب من منالے والے انداز سے بول رہی تھی۔۔۔

شاہ کی نظروں میں دیکھنے کی تو اس وقت میرب میں ہمت نہیں تھی اسی لیے نظروں کو زمین پر گاڑی ہوئی کھڑی تھی۔

اپنی اداسی کی بہت فکر ہے تمہیں۔اور میرا کیا میں کیسے رہوں گا تمہارے بنا۔وہ اپنے دونوں ہاتھ پاکٹ میں ڈالے ہوئے کھڑا۔اردگرد سے بے نیاز اسے گہری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔۔۔

شاہ بس ایک دن کی تو بات ہے میں نے کون سا وہاں پر مہینوں رکنا ہے۔۔۔

۔مہینوں رکنے والی بات تو تم بھول جاؤ اور فی الحال میں تمہیں ایک دن بھی رکنے کی اجازت نہیں دے سکتا انداز حکمرانہ تھا۔۔۔۔۔۔شاہ اس طرح ماما ناراض ہو جائیں گی، پلیز مجھے ایک بار جانے دیں ۔۔وہ التجائی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔۔



۔اگر تم جاؤ گی تو میں تم سے بہت سخت ناراض ہو جاؤں گا پھر تم منانے کی کوشش بھی کرو گی تو نہیں منا سکو گی۔۔

مگر شاہ میں ماما سے کو انکار کیسے کر سکتی ہوں۔ میرب جو سچ میں اپنی ماما پاپا سے بہت اداس تھی۔ وہ شاہ کو اپنی دلیلوں سے مطمئن کرنا چاہتی مگر میرب کی دلیلیں شاہ پر بالکل بھی اثر انداز نہیں ہو رہی تھی۔۔۔۔

یہ میرا مسئلہ نہیں ہے کچھ بھی کہو۔ مگر تم رکنے سے انکار کرو گے اور رکنے کی صورت میں کڑی سزا کے لیے تیار رہنا۔۔

۔وہ اپنا حکم میرب پر صادر کر کے چلتا ہوا مرہا اور شامیر کی جانب چلا گیا۔۔۔

oooooooo

مرہا ایوری تھنگ اوکے سب ٹھیک ہے۔۔۔۔۔فوٹو سیکشن کے دوران مرہا اچانک سے بہت گھبرائی ہوئی تھی جسے شاہ میر کی نظروں نے فوراً نوٹس کیا۔اس کے ہاتھ ہلکے ہلکے کانپ رہے تھے۔یا یوں کہیں کہ اس کا پورا وجود ہی کانپ رہا تھا۔۔۔

۔ماتھے پر پسینے کی بوندیں چمک رہی تھی گھبرا کر مرہا نے اپنا ہاتھ شاہ میر کے ہاتھ پر رکھ کر زور سے پکڑا تو شاہ میر نے مرہا کے چہرے کی جانب دیکھا جو اس وقت پسینے کی بوندوں سے بھرا ہوا چمک رہا تھا۔۔۔۔۔۔۔

مرہا کیا بات ہے تمہاری طبیعت ٹھیک ہے شاہ میر نے فوٹو سیکشن روکتے ہوئے میرہا کو سامنے رکھا ہوا پانی کا گلاس تھمایا۔۔۔ریلیکس میرہا کیا بات ہے کیوں اس قدر گھبرائی ہوئی ہو۔۔۔۔

مرہا نے شاہ میر کے ہاتھ سے پانی کا گلاس پکڑ کر پینا چاہا مگر گھبراہٹ اور کپکپی کی وجہ سے سارا پانی اس کے اوپر گر گیا۔۔۔

۔شاہ میر اس کی گھبراہٹ کو سمجھ نہیں پا رہا تھا مگر اتنا ضرور سمجھ رہا تھا کہ میرا اس وقت حد سے بھی زیادہ گھبرائی ہوئی ہے۔۔۔

۔پیچھے ہٹیے میں نے کہا پیچھے ٹیئیں۔۔۔رومان شاہ جو مرہا کی حالت دور سے آتا ہوا دیکھ رہا تھا لوگوں کو سائیڈ پر کرتے ہوئے چلایا۔۔۔رومان شاہ کی دھاڑ سے اسٹیج کے گرد دائرہ بنا کر کھڑے ہوئے سب لوگ دور ہو گئے۔۔۔



مرہا میرا بچہ کیا بات ہے رومان شاہ مرہا کے پاس صوفے پر بیٹھتے ہوئے گھبرائی ہوئی نظروں سے دیکھ کر پوچھا۔

۔بھائی پلیز مجھے یہاں سے لے چلیں۔۔ مرہا گھبراتے ہوئے اپنے کے ساتھ لگ گئی۔ مرہا کے چہرے پر ایک وہشت طاری تھی۔۔۔۔

وہ اپنے بھائی کے ساتھ لگی ہوئی کانپ رہی تھی آنسوں اس کے گلے میں اٹکے ہوئے تھے۔۔

۔شاہ میر مرہا کی گھبراہٹ اور ڈر کو جانچتی ہوئی نظروں سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔۔۔

رومان شاہ کے آنے سے وہ مرہا سے دور ہو کر کھڑا ہو گیا۔کیونکہ مرہا کی حالت کو مد نظر رکھتے ہوئے۔۔اس وقت اس کے بھائی سے زیادہ کمفرٹیبل مرہا کسی کے ساتھ نہیں ہو سکتی تھی۔۔۔۔

۔مرہا بیٹا مجھے بتاؤ کیا بات ہے کیوں میرا بچہ اتنا ڈرا ہوا ہے رومان شاہ مرہا کو کاندھے سے ہلا کر مخاطب کر رہا تھا مگر مرہا بے جان سی ہو صوفے کی پشت کی جانب گر گئی۔۔۔۔ جس سے شاہ میر اور رومان شاہ اور بھی زیادہ گھبرا گئے تھے۔



رومان شاہ مرہا کو باہوں میں اٹھاتے ہوئے باہر اپنی گاڑی کی طرف لے جا رہا تھا۔۔۔رومان مرہا کو کیا ہوا ہے۔رومان شاہ کی امی مرہا کو یوں رومان شاہ کی باہوں میں لٹکتے ہوئے بے ہوش دیکھ کر گھبراتے ہوئے آوازیں دیتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔۔۔۔۔

امی جان آپ بس گاڑی میں آکر بیٹھیں رومان شاہ بنار کے تیز قدموں کے ساتھ چلتا ہوا بولا۔۔۔۔

۔اللہ خیر کرے میرے بچوں کی خوشیوں کو پتہ نہیں کس کی نظر لگ گئی ہے رومان شاہ کی ماں بولتے ہوئے رومان شاہ کے پیچھے پیچھے قدم اٹھارہی تھی۔۔۔

۔شامیر رومان شاہ کے قدم سے قدم ملاتے ہوئے چلتا ہوا آرہا تھا۔۔شاہ میر ان کے ساتھ ہی جا کر گاڑی میں بیٹھ گیا۔۔۔

شاہ میر کی امی جان اپنی گود میں مرہا کا سر رکھے ہوئے دعائیں پڑھ پڑھ کر اس پر پھونک رہی تھی۔۔۔

۔گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے رومان شاہ بار بار پیچھے کی جانب مڑ کر مرہا کو دیکھ رہا تھا۔۔۔۔



۔شاہ میر کی سانسیں گلے میں اٹکی ہوئی تھی مرہا کی زرد رنگت دیکھ کر۔۔مرہا کو بے ہوش اور بے جان دیکھ کر شاہ میر کو خود کا دل رکتا ہوں محسوس ہو رہا تھا۔

۔اس کی نظر کے سامنے بار بار مرہا کا روم میں تیار ہو کر شرمایا اور نکھرا چہرہ آرہا تھا۔۔۔۔۔

ooooooo

۔میرہا کے ہاتھ پر ڈرپ لگی ہوئی تھی۔وہ ابھی تک کی ہوش میں نہیں آئی تھی۔شاہ میر دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے گہری سوچتی ہوئی نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

شاہ میر بے ہوش مرہا کو ڈرپ لگے ہوئے دیکھ کر سوچ رہا تھا کہ ایسا کیا ہے جو اس کی نظروں سے اوجھل ہے۔۔۔

ایسا کیا ہے جس کی اس کی نظریں دیکھ کر بھی دیکھ نہیں پا رہی۔۔۔۔۔اتنی دیر میں شاہ میر کا فون بجا جس پر اس کے بابا کی کال ارہی تھی۔۔۔جی بابا۔۔۔بیٹا تم لوگ کہاں ہو کون سی سائیڈ پہ ہو ہم لوگ نیچے کھڑے ہیں ذرا ہمیں بتاؤ۔۔۔

بابا آپ وہیں رکیں میں آتا ہوں شاہ میر کہتا ہوا روم سے باہر نکل گیا۔



ooooooooooo

ڈاکٹر نبیہ ان کو کیا ہوا ہے۔۔۔ڈاکٹر شاہزیب کا مرہا کو دیکھتے ہوئے پہلا سوال۔۔۔ڈاکٹر نبیہ روم میں مرہا کی ڈرپ کو ٹھیک کر رہی تھی۔۔۔

سر ان کو شدید ذہنی دھچکا لگا ہے۔صاف الفاظوں میں کہوں تو ان کو نروس بریک ڈاؤن ہوا ہے۔۔فی الحال یہ خطرے سے باہر ہیں۔۔۔مگر آئندہ ایسا ہوا تو ان کے دماغ کی نس بھی پھٹ سکتی ہے۔۔

کیا ہو سکتا ہے ان کے ساتھ وہ بڑی گہرائی میں سوچتا ہوا بولا۔۔۔سر کیا اپ انہیں جانتے ہیں پہلے سے شاہزیب کہ چہرے کے اتاؤ چڑھاؤ کو دیکھتے ہوئے ڈاکٹر انابیہ بولی۔۔جی یہ میرے بیسٹ فرینڈ کی سسٹر ہیں۔۔وہ جو باہر کھڑے ہیں۔۔؟؟۔ڈاکٹر انبیہ کا دوسرا سوال۔۔۔

نہیں وہ ان کے ہسبینڈ ہیں۔۔۔۔وہ جو ساتھ۔۔۔۔

یہ آپ نے جو میڈیسن بتائی تھی یہ وہ اور کچھ چاہیے تو مجھے بتائیں۔۔روم میں انٹر ہوتے ہوئے رومان شاہ بولا۔۔۔۔۔نہیں سر سب کچھ ٹھیک ہے اپ ان کے کیا لگتے ہیں۔۔۔ڈاکٹر انابیہ یہ میرے بیسٹ فرینڈ رومان شاہ،اور یہ ان کی سسٹر ہیں۔۔شاہزیب درمیان میں بولا۔

انہیں کیا ہوا ہے اپ مجھے تھوڑا ایکسپلین کر سکتی ہیں؟؟؟

جی سر میں نے سب کچھ ڈیٹیل میں ڈاکٹر شاہزیب کو بتادیا ہے اپ ان سے سے پوچھ لیں یہ آپ کو زیادہ اچھے سے ایکسپلین کر سکتے ہیں۔۔۔بیکاز آپ لوگوں کا ایک فیملی ریلیشن بھی ہیں تو۔۔۔ آئی تھنک اپ لوگ ایک دوسرے کو زیادہ اچھے سے سمجھا سکتے ہیں سو آپ کمفرٹیبل بھی ہوں گے۔۔۔جی جی اپ دوسرے پیشنٹ کو چیک کریں میں نے اچھے سے سمجھا دوں گا ڈاکٹر شاہ زیب بولا۔۔۔جی سر تھینک یو وہ کہتی ہوئی روم سے باہر چلی گئی۔۔ن

رومان کیسے ہو۔۔۔ ٹھیک تم بتاؤ؟؟رمان شاہ نے بھی دوٹوک میں جواب دیا۔۔ویسے مجھے مناسب تو نہیں لگ رہا مگر پوچھنا ضروری ہے۔۔ کہ مرہا اپنی میرٹ لائف میں خوش تو ہے نا؟؟؟



وہ خوش ہے یا نہیں تم کون ہوتے ہو پوچھنے والے تمہیں کس نے رائٹ دیا کہ تم میری بیوی کے بارے میں یہ سوال کرو۔۔۔رمان شاہ کے جواب دینے سے پہلے شاہ میر نے ڈاکٹر شاہزیب کو جواب دیا۔۔

جو آیا تو روم میں مرہا کو دیکھنے تھا مگر ان دونوں کے درمیان کی باتوں کو سن کر وہیں رک گیا مگر ڈاکٹر شاہزیب نے یہ بات کی تو اس سے برداشت نہ ہو اور فوراً اس نے جواب دیا۔۔

ایک ڈاکٹر ہونے کے ناطے میرا یہ سوال پوچھنا فرض ہے اگر تمہاری جگہ کوئی اور بھی ہوتا تو میں اس سے بھی یہی سوال کرتا کیونکہ میں ایک ڈاکٹر ہوں یہ میرا پیشہ ہے۔۔

ڈاکٹر شاہ زیبی اکھڑے ہوئے لہجے میں بولا۔۔۔

ہاں تو ڈاکٹر ہو تو ڈاکٹر والے سوال کرو کسی کی پرسنل لائف میں مت گھسو۔۔

شاہ میر نے بھی اپنے تیور دکھاتے ہوئے بولا۔

اگر سوال کسی کی لائف سے کنیکٹ ہو تو ہمارا رائٹ بنتا ہے کہ ہم ان سے ہر طرح کا سوال کر سکیں ٹھیک ہے جس طرح سے تمہارا کام ہے نا کہ ہر مجرم سے سچ اگلوانا۔۔۔

تو اس طرح سے ہمارا بھی کام ہے کہ پیشنٹ کو چیک کرنے سے پہلے اس کی مکمل ہسٹری کو جاننا۔۔اس سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ پیشنٹ کو کس طرح کا ٹریٹمنٹ چاہیے۔۔

ہاں تو تم ہسٹری جانا تم ہماری میرٹ لائف میں کیوں گھس رہے ہو شاہمیر کا غصہ ابھی بھی کوئی کچھ کم نہ ہوا۔۔

ہاں تو ہسٹری کو دیکھ کے پت۔۔۔یار پلیز ریلیکس ہو جاؤ۔۔

تم دونوں ایجوکیٹڈ ہو کے کس طرح سے بے وقوفوں کی طرح لڑ رہے ہو دونوں پہلے تو ریلیکس ہو پھر تحمل سے ایک دوسرے کی بات سنو اس طرح سے ہم کسی بات کا حل نہیں نکال سکتے نا۔۔

رومان شاہ عقل کا مظاہرہ کرتے ہوئے بولا۔۔۔

رومان شاہ کو سب سمجھ ارہا تھا کہ شاہ میر شاہزیب پر کس بات کا غصہ نکال رہا ہے اس لیے اسے لگا کہ ان دونوں کو فل وقت خاموش کروانا ہی بہتر ہے۔۔۔

تو بس رومان اس سے بول دو کہ یہ مرہا کے متعلق کوئی بات نہ کرے اور ویسے پوری سٹی میں تمہیں ایک یہ گھٹیا ہاسپٹل ہی ملا تھا۔۔۔شاہ میر دھیمے سے لہجے میں چیختا ہوا بولا۔

ایکسکیوزمی۔۔شاہ زیب ائی برو کو اٹھاتے ہوئے بولا۔۔۔یار پلیز تم دونوں چپ ہو جاؤ رومان شاہ اخر غصے میں بولا۔۔۔شاہ میر پلیز یار اب تم کچھ نہیں بولو گے وہ ایک ڈاکٹر ہے اور ڈاکٹر ہونے کے ناطے وہ ہمیں سب کچھ بتا رہا ہے۔۔۔

شاہ زیب تم بھی تھوڑا سا یار اپنے لہجے میں صبحاولاؤ اور بتاؤ کہ مرہا کو کیا ہوا ہے اس وقت ہمارے لیے مرہا کی کنڈیشن کے بارے میں جانا سب سے زیادہ ضروری ہے نہ کہ ہم فالتو کی بحث کرتے رہے تم دونوں اپنی بحث کو چھوڑ کر پلیز یار بتاؤ کہ مرہا کی کنڈیشن ایسی کیوں ہے۔۔

تم دونوں میرے روم میں آؤ وہاں بیٹھ کر بات کرتے ہیں شاہزیب کہتا ہوا اگے چل پڑا۔۔
میں کہیں نہیں جارہا تمہیں جانا ہے تو تم جاؤ میں بولا اس کو کال کر کے میرا کسی اور ہاسپٹل میں ایڈمٹ کرواتا ہوں۔۔۔۔



میری بات سنو شاہ میر ،،،دیکھو یہ وقت نا بحث کا، نہیں ہے اس وقت ہمیں ایک جان ہو کر میرہا کی کنڈیشن کے بارے میں پتہ لگانا ہے کہ آخر اس سے کیا ہوا ہے آج سے پہلے تو اس کی ایسی کنڈیشن کبھی نہیں ہوئی تو آج ایسی کیا وجہ بنی ہے کہ وہ ایک دم سے اتنی ڈپریشن میں چلی گئی میں مانتا ہوں کہ وہ دری

سمی رہتی تھی اور وہ ہے دوسری لڑکیوں سے تھوڑا سینسٹو مگر اج سے پہلے وہ اس طرح سے بے ہوش ہو کے ہاسپٹل نہیں ائی۔۔۔

تو تمہارا ابھی کہنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ میرے ساتھ خوش نہیں ہے۔؟؟؟؟

شاہ میر نے رومان شاہ کی بات کا الگ ہی مطلب نکالا۔۔

ارے نہیں یار میں نے ایسا کچھ نہیں کہا ایک بھائی ہونے کے ناطے مجھے مرہا کی آنکھوں میں نظر اتا ہے کہ وہ تمہارے ساتھ کتنی خوش ہے۔۔۔

رومان شاہ کو شامیر کی حالت سمجھ آرہی تھی کہ اس کی میرڈ لائف پر کس طرح سے انگلیاں اٹھائی جا رہی تھیں۔۔۔رومان شاہ پہلے دن سے ہی جانتا تھا کہ شاہ میر مرہا کو کتنا پسند کرتا ہے اور اسے اس بات کا بھی اندازہ ہے کہ مرہا کی اس کنڈیشن کے پیچھے شاہ میر نہیں ریزن کوئی اور ہے۔

اس لیے وہ شاہ میر سے بہت ہی تحمل اور محبت بھرے لہجے میں بات کر رہا تھا اور اسے سمجھا رہا تھا۔

تو بس رومان پھر بحث کس بات کی مجھے لے جانے دو میری بیوی کو میں اچھے سے ڈاکٹر کو اسے چیک اپ کرواتا ہوں اسے کچھ نہیں ہوا بس تھوڑی سی تھکن کی وجہ سے اس کی طبیعت ایسی ہو گئی ہے اور باقی جو وجہ ہے وہ میں خود میں پتہ لگوا لوں گا مجھے اس ڈاکٹر کے منہ نہیں لگنا۔۔

شامیر دیکھو میری بات سنو!! اس وقت مرہا کی کنڈیشن نہیں ٹھیک یہ تم بھی جانتے ہو اور رہی بات ڈاکٹر شاہزیب کی یار تمہارے دماغ میں جو چل رہا ہے وہ پاسٹ تھا گزر چکا ہے..

اب ایسا کچھ نہیں اس کا فیوچر تمہارے ساتھ ہے وہ ایک ڈاکٹر ہے اور ڈاکٹر ہونے کے ناطے وہ ہمیں جو بتا رہا ہے وہ رائٹ ہے اور وہ پہلے سے ہمیں جانتا ہے اس لیے اس سے کچھ چھپا نہیں وہ ہمیں اچھے سے بتا سکے گا کہ اخر اس سے مسئلہ کیا ہے۔۔

پر تم بھ۔۔۔۔پلیز یار ریکویسٹ ہے۔۔۔۔ چلو ایک دفعہ ہمیں اس کے کیبن میں جانا چاہیے۔

رومان شاہ، شاہ میر کی بات کو کاٹتے ہوئے بولا۔۔

فائن شاہ میر سخت لہجے میں بولا اور دونوں اٹھ کر ڈاکٹر شاہ زیب کے کیبن کی طرف چل پڑے۔۔

۔oooooooo

امی جان آپ چپ ہو جائیں دیکھیں اپ کی طبیعت خراب ہو جائے گی مرہا ٹھیک ہو جائے گی مرہا کو کچھ نہیں ہو گا شاہ،، اور بھائی دونوں ہیں نا ان کے پاس وہ بھی تھوڑی دیر میں آ کے ہمیں بتا دیں گے کہ اس سے کیا ہوا ہے۔۔

میرب اپنے معصومانہ لہجے میں اپنی ساس کو تسلی دیتے ہوئے بولی۔۔۔ جو تسبیح پڑھتے ہوئے ساتھ میں آنسو بہا رہی تھی۔

ختم انٹرسٹنگ امین بیٹا بس دعا کرو وہ جلدی سے ٹھیک ہو جائے۔۔۔

بہن جی اپ پریشان نہ ہو کچھ نہیں ہوتا ہو جاتا ہے اج کل کی بچیاں نہ تو کچھ صحیح سے کھاتی ہیں اوپر سے شادی کی تھکن بھی اپ پریشان نہ ہو ہم ہماری بہو کو بالکل صحیح کر کے لے کر جائیں گے مرہا کی ساس مسکراتے ہوئے بولی۔۔۔

جی انشاءاللہ میرب کی ماں بھی تھوڑا سا مسکرائی چلیں اپ لوگ بیٹھے ہیں میں اپ لوگوں کے لیے چائے لے کر آتا ہوں ملک زبیر بولے۔۔۔۔

oooooooooo

رومان رکو میری بات سنو۔۔ڈاکٹر شاہزیب کے کیبن سے نکلتے ہوئے شاہ میر نے رومان شاہ کو روکا۔۔۔



کیا تمہیں سمجھ آرہی تھی جو ڈاکٹر شاہزیب نے کہا۔

رومان شاہ نظریں جھکائے بنا جواب دیے کھڑا ہوا تھا۔

ایسی کون سی بات ہے جو تم مجھ سے چھپا رہے ہو کیا ہوا ہے اس کے پاسٹ میں۔۔؟؟؟

مجھ سے کچھ مت چھپانا جو بات ہے مجھے صاف صاف بتاؤ میرا حق ہے کہ میں اپنی بیوی کے بارے میں سب کچھ جانو کہ ایسی کون سی چیز ہے جو میری بیوی کو پریشان کر رہی ہے اور آج اس کی یہ حالت ہے۔۔

کیونکہ ڈاکٹر شاہ زیب کی باتوں سے مجھے اس بات کا تو اندازہ ہو گیا ہے کہ مرہا کی لائف میں کچھ تو ایسا گزرا جو میری نظروں سے اوجھل رہا مگر تم اسے بخوبی جانتے ہو۔۔۔۔ °°°°°° ,

رومان پلیز تم میرے صبر کا امتحان مت لو اپنی اس چپی کو توڑو اور مجھے بتاؤ کہ مرہا کے ساتھ کیا ہوا ہے۔

۔بنا بات کی تہہ تک جائے میں پیچھے نہیں ہٹوں گا شاہ میر فیصلہ کن انداز سے بولا۔شامیر کی بات سن کر رومان شاہ نے اپنی نظریں نیچے جھکالی۔



۔رومان کیا اس کا مطلب میں یہ سمجھوں کہ اس کی معصومیت کا کسی نے فائدہ اٹھایا ہے۔شاہ میر رومان شاہ کی چپ کا مفہوم سمجھتے ہوئے بولا۔

ہاں تم یہی سمجھو یا میں یوں کہوں کہ یہی حقیقت ہے تو غلط نہ ہو گا۔رومان شاہ نے بہت کم آواز میں کہا۔۔۔

۔تو رومان اگر مرہا کی کوئی غلطی نہیں تو تم کیوں شرم سے نگاہیں جھکائے کھڑے ہو شاہ میر کو رومان شاہ کا اس قدر شرمندہ ہونا اچھا نہیں لگا۔

شاہ میر میری بہن کے دامن پر کوئی داغ نہیں ہے جب اس کے ساتھ یہ حادثہ پیش آیا اس وقت وہ بہت چھوٹی اور معصوم تھی۔

مگر وہ اپنے دماغ سے اس بھیانک عکس کو نکال نہیں پائی جس کی وجہ سے وہ بہت سینسٹو اور ڈری سہمی رہتی ہے۔

۔شاہ میر تم اسے کبھی غلط مت سمجھنا وہ بہت معصوم ہے یہ بولتے ہوئے رومان شاہ کی آنکھیں بھر آئی

۔

۔رومان کیا تم پاگل ہو کہ تم مجھے میری ہی بیوی کی کردار کی گواہی دے رہے ہو اس کی کردار کا گواہ میں خود ہوں، اور تمہاری پرورش پر تو مجھے اس وقت بھی کوئی شک و شبہ نہیں تھا، جب تم مجھے اور میں تمہیں ایک آنکھ نہیں بہاتے تھے۔

اب تو ہمارے بیچ میں ایک رشتہ قائم ہو چکا ہے۔رومان تم نے اپنی بہن کی پرورش بہت اچھی کی ہے، اور تم نے سوچ بھی کیسی لیا کہ میں مرہا کے کردار پر کوئی انگلی اٹھاؤں گا۔

۔شاہ میر کے ان الفاظوں نے رومان شاہ کو بہت ہمت دی رومان شاہ نے نظریں اٹھا کر شامیر کی جانب دیکھتے ہوئے خود سے آگے بڑھ کر اسے گلے لگالیا۔

"شکریہ یار اس گھڑی میں ہمارے ساتھ کھڑا رہنے کے لیے۔رومان شاہ کو شامیر کے لفظوں سے بہت ہمت ملی تھی۔۔۔

۔کیسی باتیں کر رہے ہو اجنبیوں کے جیسی، اگر وہ تمہاری بہن ہے تو میری بیوی بھی ہے، جتنا تمہارا فرض ہے اس کی حفاظت کرنا۔۔۔اس سے کہی زیادہ میرا فرض ہے کہ میں اس کی حفاظت کروں اور اس کے ہر دکھ درد میں اس کے ساتھ کھڑا رہو۔۔۔

تم پریشان نہیں ہو۔وہ جو کوئی بھی ہے۔۔اب وہ میرا مجرم ہے میں اس تک پہنچ جاؤں گا۔

اتنا تو میں جان چکا ہوں وہ جو کوئی بھی تھا اس وقت حال میں موجود تھا۔۔۔۔۔۔واٹ تم اتنی گارنٹی سے کیسے کہہ سکتے ہو کہ وہ شخص اس وقت ہال میں موجود تھا رومان شاہ نے حیرانی سے پوچھا۔۔

کیونکہ مرہا سارے راستے میرے ساتھ بالکل ٹھیک آئی تھی۔اسے کوئی ڈپریشن نہیں تھا اور نہ ہی اس نے کوئی ایسی بات کی جس سے مجھے لگا ہو کہ اس کے دماغ میں کوئی پریشانی ہے۔۔۔

۔میرہا اچانک سے سٹیج پر بیٹھی ہوئی ایک دم سے گھبرائی تھی کیونکہ اس کی آنکھوں نے کچھ تو ایسا دیکھا، جس سے اس کے ماضی کا گہرا تعلق تھا۔۔

۔آخر شاہ میر ایک پولیس والا تھا تو اس کے پولیس والے دماغ نے فوراً سے سارا سکیچ پک کیا۔۔رومان کیا تم اس شخص کا چہرہ پہچانتے ہو۔۔۔

۔اس گھٹیا انسان کو تو میں ہزاروں کی بھیڑ میں بھی پہچان جاؤں شاہ میر کے سوال کا رومان شاہ نے فوراً سے جواب دیا۔۔

۔تو ٹھیک ہے اب تو اور بھی آسان ہے اس کو ڈھونڈنا تم فی الحال میرے ساتھ باہر چلو ہم چل کر ہماری فیملی کو بتاتے ہیں کہ مرہا تھکن کی وجہ سے بے ہوش ہوئی تھی۔

ٹینشن کی کوئی بات نہیں ہے اس کے بعد ہم دونوں سی سی ٹی وی کی فوٹیج دیکھتے ہیں۔۔ہم دونوں مل کر اس خبیث کو ڈھونڈ نکالیں گے۔



ooooooo

میرہا بیٹا اب ہم لوگ چلتے ہیں۔ مرہا کی امی جان مرہا کے پاس بیٹھی ہوئی اس کے بالوں کو پیار سے سہلاتے ہوئے بولی۔

امی جان میں بھی آپ کے ساتھ چلوں گی۔مرہا تکیے سے سر کو اٹھا کر اپنی امی جان کی گود میں رکھتے ہوئے بچوں کی طرح ضدی انداز میں بولی۔

نہیں مرہا بیٹا آپ فی الحال اپنے گھر پہ رکیں یہاں پر سب لوگ ہیں آپ کا خیال رکھنے کے لیے۔۔۔۔ رومان شاہ اپنی ماں کا جواب سنے بنا ہی مرہا سے مخاطب ہو کر بولا۔۔۔۔میرے خیال سے رومان ہمیں مرہا کو ساتھ لے کر چلنا چاہیے وہاں پر جانے سے اس کی طبیعت اور بہتر ہو جائے گی رومان شاہ کی امی کو رومان کا یوں مرہا کو رکنے کا بولنا اچھا نہیں لگا۔۔۔۔
امی جان میرے خیال سے مرہا کو فی الحال اپنے گھر رکنا چاہیے اگر ہم اس کو ساتھ لے کر جائیں گے۔

تو اس طرح شاہ میر کو اس کی فکر لگی رہے گی۔اور شامیر اپنے کام اس وقت کافی مصروف ہے وہ بار بار ہماری طرف آجا نہیں سکے گا۔۔۔

کوئی پریشانی کی بات نہیں میرہا اب ٹھیک ہے۔شامیر کا جب بھی ٹائم لگے گا تو وہ مرہا کو لے کر ہماری طرف چکر لگا لیں گے۔۔

رومان شاہ۔۔۔شاہ میر کی نظروں میں مرہا کے لیے فکر مندی دیکھ کر اندر ہی اندر بہت متمعین اور خوش تھا۔۔۔

اور وہ اس رشتے کو اور مضبوط ہوتا ہوا دیکھنا چاہتا تھا، تاکہ اس کی بہن اپنے گھر میں خوش رہے ۔۔۔شاہ میر بے شک منہ سے کچھ بول نہیں رہا تھا مگر رومان شاہ کی جانچتی ہوئی نظریں یہ سمجھ چکی تھی کہ شمیر کہیں نہ کہیں مرہا کو بھیجنے میں ابھی انٹرسٹڈ نہیں تھا، اس لیے رومان شاہ نے عقلمندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے مرہا کو رکنے کا کہا۔۔۔۔

مگر بھائی میں جانا چاہتی ہوں۔۔۔ مرہا نے بچوں کی طرح منہ بناتے ہوئے اپنے بھائی سے کہا۔۔۔ مرہا بیٹا جب بھائی بول رہا ہے کہ آپ کو رکنا چاہیے تو میرے خیال سے ضد نہیں کرو۔ رومان شاہ کی ماں اپنے عقل مند بیٹے کی فیصلے کو انڈر سٹینڈ کرتے ہوئے مرہا کو سمجھا رہی تھی۔۔۔۔۔

ہاں بھئی ابھی دو چار دن میری بیٹی ہمارے پاس رہے گی اور میں اپنی بیٹی کو اچھی طرح سے کھلا پلا کر صحت مند بناؤں گی۔۔۔

اتنے سارے مہمانوں کے ہجوم کی وجہ سے میری بیٹی بے ہوش ہو گئی تھی مرہا کی ساس مسکراتے ہوئے بیڈ کی دوسری جانب سے اس کے پاس آکر بیٹھ گئی، اپنا ہاتھ اس کے کاندھے پر رکھ کر اسے اپنے سینے سے لگا کر بڑی شفقت سے بول رہی تھی۔۔۔

چلیں امی جان ہم لوگ چلتے ہیں۔ مرہا کو آرام کرنے دیں۔ رومان شاہ نے ٹیبل سے اپنی گاڑی کی چابی اوٹھاتے ہوئے کہا۔

رومان بیٹا آپ لوگ کھانا کھا کر جائیے رومان کی ساس بیڈ سے کھڑی ہوتے ہوئے بولی۔

نہیں انٹی جزاک اللہ ابھی ہم لوگ گھر کے لیے نکلیں گے کھانے کا پھر کبھی کھائیں گے ابھی رات کافی ہو چکی ہے۔



پتہ نہیں بیٹا وہ دن کب آئے گا۔ شادی کے بعد تو آپ کبھی ہمارے گھر رکنے کے لیے آئے ہی نہیں رومان شاہ کی ساس شکوہ گاہ نظروں سے دیکھتی ہوئی بولی۔۔۔۔۔۔ انشاءاللہ میں بہت جلد میرب کو

لے کر آؤں گا اور آپ کی اس شکایت کو میں بہت جلد دور کر دوں گا، رومان شاہ تسلی دیتے ہوئے مسکرایا۔۔۔۔

تو بیٹا کیا آپ میرب کو بھی واپس اپنے ساتھ لے کر جا رہے ہیں کم سے کم اسے تو چھوڑ جائیں جب سے رخصت ہو کر گئی ہے۔

کبھی رکنے کے لیے آئی ہی نہیں میں بہت اداس ہو گئی ہوں اپنی بیٹی سے۔ کہتے ہوئے میرب کی ماں کی آنکھیں نم ہو گئی۔۔۔

آنٹی پلیز روئیں نہیں آپ اپنی بیٹی کو آج اپنے پاس روک لیں، شاہ میرب کی ماں کی آنکھوں میں آنسوں دیکھ کر رومان شاہ کا دل پگھل گیا۔

حالانکہ یہ فیصلہ اس کے لیے کتنا مشکل تھا یہ بات تو اس کا دل ہی جانتا ہے۔۔۔ میرب کو وہیں چھوڑ کر رومان شاہ اپنی ماں کو لے کر گھر کی طرف نکل آیا۔

○○○○○○

رومان کیا تمہیں پورا یقین ہے کہ یہ وہی شخص ہے۔ رومان شاہ نے سی سی ٹی وی کیمرہ دیکھ کر جس شخص کی نشاندہی کی تھی، اس شخص کو دیکھ کر اے سی پی شامیر کا جھٹکا لگا۔۔۔

اس گھٹیا شخص کو پہچانے میں میں کوئی بھول نہیں کر سکتا رومان شاہ نے غصے بھری نظروں سے سی سی ٹی وی فوٹیج کو دیکھتے ہوئے کہا۔۔۔

۔کیا تم اس شخص کو جانتے ہو ،شامیر کے حیران چہرے کو دیکھتے ہوئے رومان شاہ نے سوال کیا۔۔۔۔ہاں میں اس شخص کو بہت اچھی طرح سے جانتا ہوں یہ مجھ سے جونیئر تھا میں نے اس کے ساتھ بہت سال کام کیا ہے مگر اس وقت اس کا ٹرانسفر لاہور میں ہے۔۔۔

۔اور یہ گھٹیا انسان میرا بہت اچھا دوست بھی ہے۔۔۔میں تو کبھی سوچ بھی نہیں سکتا کہ یہ گھٹیا انسان ایسی حرکت بھی کر سکتا ہے۔۔۔



۔اب اس کا کیا کرنا ہے تم مجھے یہ بتاؤ اگر تم اس کو جانتے ہو تو اس تک پہنچنا تمہارے لیے اور بھی آسان ہو گیا ہے۔۔۔رومان اب تم بے فکر رہو، اب وہ تمہارا نہیں میرا مجرم ہے، مرہا کی ہر ایک آنسوں اس کا ازالہ کرنا پڑے گا۔

۔فی الحال مرہا کو میں اس ماحول سے کچھ دن کے لیے دور لے کر جانا چاہتا ہوں واپس آ کر اس کے گناہوں کا حصہ کروں گا۔۔۔۔میرے خیال سے اب ہمیں گھر کے لیے نکلنا چاہیے میں نے چھٹی کی درخواست دے دی ہے۔۔۔مجھے پوری امید ہے کہ مجھے چھٹی مل جائے گی وہ دونوں آپس میں باتیں کرتے ہوئے شاہ میر کے آفس روم سے باہر آ گئے۔

اب تم گھر جاؤ مرہا تمہارا انتظار کر رہی ہو گی۔اور میں بھی گھر چلتا ہوں امی جان مجھ سے ملا بنا سوئیں گی نہیں۔۔۔پہلے ہی میرے اس طرح گھر سے آنے کی وجہ سے پریشان تھی۔۔۔

بہت سوال کر رہی تھی امی جان کہ میں اس وقت کہاں جا رہا ہوں مگر میں اس وقت ان کو کچھ بھی بتا کر پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا۔رومان تم نے نا بتا کر بہت اچھا کیا۔۔



۔بہتر ہے کہ ہم گھر والوں کو اس معاملے سے دور ہی رکھیں گے بہتر ہو گا کہ تم میرب سے بھی یہ معاملہ ڈسکس مت کرنا۔۔۔اوکے پھر ملتے ہیں اور مرہا اور تم نکلنے سے پہلے مجھے بھی انفارم کر دینا ۔۔۔۔ ہاں انشاءاللہ ضرور ہاتھ ملاتے ہوئے دونوں اپنی گاڑیوں میں بیٹھ کر اپنی اپنے گھر چل دیے۔۔۔۔

ooooooooooo

ڈاکٹر ہما میں آپ سے شادی کرنے کے لیے تیار ہوں آپ بتائیں میں کب اپنے گھر والوں کو کب آپ کی طرف بھیجوں۔۔۔ڈاکٹر شاہ زیب نے ایک دم سے ڈاکٹر ہما کو فون کر کے بولا تو ڈاکٹر ہما تو چند سیکنڈ کے لیے سکتے میں آگئی اس کو سمجھ نہیں آیا کہ وہ کیا جواب دے۔۔

ہیلو ڈاکٹر ہما آپ میری بات سن رہی ہیں ڈاکٹر شاہ زیب فون پر کوئی آواز نہ پا کر بولا۔۔۔۔جی جی میں آپ کی آواز سن رہی ہوں، بس آپ نے جو بولا وہ میرے لیے خوشی سے کہیں زیادہ تھا، تو اس لیے میری خوشی سے آواز نہیں نکلی۔مدھم آواز میں مسکراتے ہوئے بولی۔۔۔

تو ٹھیک ہے آپ مجھے بتا دیجیے کہ میں کب اپنے گھر والوں کو آپ کی طرف بھیجوں۔۔۔جی میں آپ کو رات تک بتا دوں گی۔ڈاکٹر ہما کی تو خوشی سے آواز نہیں نکل رہی تھی اسے اپنے کانوں پر یقین نہیں آرہا تھا کہ جو وہ سننا چاہتی تھی ڈاکٹر شاہ زیب وہی بول رہا تھا۔۔۔

ڈاکٹر شاہ زیب اللہ حافظ کہہ کے فون بند کر چکا تھا۔۔شاہ زیب کا دل رات سے بہت بری طرح سے دکھی تھا۔جب سے شاہ میر نے اسے کڑے لفاظوں میں اپنی بیوی سے دور رہنے کو کہا کل شاہ میر کے الفاظوں نے اسے اندر تک جھنجھوڑ کر رکھ دیا تھا۔۔

۔اس نے کل دل سے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ اپنی زندگی میں آگے بڑھ جائے گا وہ ڈاکٹر ہما کا ہاتھ تھام لے گا اس نے۔دل سے یہ عہد کیا تھا کہ وہ پوری کوشش کرے گا اس رشتے کو پوری ایمانداری سے نبھانے کی، آخر ڈاکٹر ہما اتنی محبت سے پہل کرتے ہوئے اس کی جانب قدم بڑھا رہی تھی۔اسی چیز کو مد نظر رکھتے ہوئے ڈاکٹر شاہ زیب نے ڈاکٹر ہما کو فون پر اپنی ہاں کا اقرار کر دیا تھا۔۔۔

oooooooo

رومان شاہ۔۔۔کیا کر رہی ہو؟

میرب۔۔۔"ماما کے روم میں ہوں ان سے باتیں کر رہی ہوں۔

رومان شاہ۔۔۔"اپنے روم میں جاؤ

میرب۔۔۔"کیوں

رومان شاہ۔۔۔"روم میں جاؤ بتاتا ہوں اور اب کوئی سوال مت کرنا۔

میرب کے فون پر رومان شاہ کے ٹیکسٹ میسج آرہے تھے۔۔۔

شاہ میں ماما سے باتیں کر رہی ہوں اب میں کیسے ان کے پاس سے اٹھ کر اپنے روم میں جاؤں کتنے دنوں کے بعد میری ماما سے ملاقات ہوئی ہے۔۔۔

میرب میرا دماغ پہلے ہی اپنی جگہ کھسکا کا ہوا ہے۔مجھے روم میں کچھ بھی اچھا نہیں لگ رہا۔اور اگر تم نہیں چاہتی کہ میں آدھی رات کو دن دندناتا ہوا تمہیں
لینے آجاؤں،تو چپ چپ اپنے روم میں جاکر مجھ سے بات کرو۔۔۔

رومان شاہ کا دھمکی بھرا میسج پڑھ کر میرب ٹھنڈی آہ بھرتی ہوئی ماتھے پر ہاتھ رکھ کر رہ گئی۔۔۔اللہ میاں کہاں پھنس گئی ہوں۔
اس سے تو بہتر تھا کہ یہ مجھے چھوڑ کر ہی نہیں چاہتے اب میں ماما کو کیا بولوں میرب دل میں سوچتی ہوئی کڑ کر رہ گئی۔۔۔۔۔
میرب بیٹا جاؤ جاکر رومان سے بات کر لو۔میرب کی ماں میرب کے فون پر آتے ہوئے میسج،اور اس کے چہرے کے بدلتے ہوئے زاویے کو دیکھ کر مسکراتی ہوئی بولی۔۔۔

۔سوری ماما وہ شاہ کو مجھ سے کچھ ضروری بات کرنی تھی میرب شرما کر بات بناتے ہوئے بولی۔۔۔

۔جی بیٹا میں اسی لیے تو کہہ رہی ہوں کہ آپ جا کر اپنے روم میں آرام سے شاہ کی ضروری بات بھی سنو۔اور آرام سے سو جاؤ تم کافی تھکی ہوئی ہو۔۔میرب کی ماں کو اپنی بیٹی کا شرمایا ہوا چہرہ دیکھ کر ہنسی آرہی تھی۔۔۔

۔ماما۔۔۔پلیز میرا مذاق تو مت اڑائیں میرب بچوں کی طرح اپنی ماما کی گود میں سر رکھ کر لیٹ گئی۔۔اچھا نہیں اڑاتی مگر جاؤ جا کر رومان سے بات کرو۔۔

میں بعد میں کر لوں گی۔میرب کو اپنی ماں کے سامنے یوں تومان شاہ سے بات کرتے ہوئے پکڑے جانے پر شرم آرہی تھی۔۔



۔نہیں بری بات ہے فوراً سے جاؤ اور جا کر اپنے شوہر سے بات کرو،شوہر کی بات نہ سننے پر،اللہ تعالی ناراض ہو جاتا ہے،بیوی کا اولین فرض اپنے شوہر کا حکم ماننا ہے۔۔۔اس لیے اب تم میرے بیٹے کو تنگ مت کرو اور جا کر اس سے بات کرو۔۔۔

میرب میں بہت خوش ہوں تمہارے لیے کہ رومان تم سے اتنا پیار کرتا ہے۔۔ آج میری فکر دور ہو گئ رومان کو تمہارے لیے اس قدر بے چین دیکھ کر میرب کی ماں مسکراتے ہوئے اپنی بیٹی کے ماتھے پر لب رکھ کر چوم رہی تھی۔۔۔

oooooooooo

تمہیں مجھ پر ترس نہیں آرہا تھا پاگل لڑکی ایکسکیوز دیے جا رہی تھی۔رومان شاہ میرب کی ویڈیو کال پر آتے ہی بھڑک اٹھا تھا۔۔۔۔۔

شاہ میں آپ کو ایکسکیوز نہیں دے رہی تھی ماما مجھ سے باتیں کر رہی تھی تو مجھے یوں اچانک ماما کے پاس سے اٹھ کر آنا اچھا نہیں لگ رہا تھا۔۔ میرب منمناتے ہوئے نظر جھکائے شاہ کی بات کا جواب دیا۔۔۔۔۔

تمہیں صرف اپنی اور ماما کی فکر ہو رہی تھی۔اور میرا کیا رومان شاہ نے گہری نظروں سے اس کے ڈرے سہمے حسن کو دیکھا۔۔ وہ نظری جھکائے ہوئے بچوں کی طرح معصوم چہرہ بنا کر رومان شاہ کی بات کا جواب دے رہی تھی۔

میری طرف دیکھو۔۔۔میرب نے آہستہ سے پلکیں اٹھا کر ویڈیو کال پر رومان شاہ کی جانب دیکھا۔۔۔"مجھے تمہارے بنا نیند نہیں آرہی لینے آؤں گہری نظروں سے دیکھتا ہوا خمار الود لہجے میں بولا۔۔۔شاہ پلیز یہ کوئی ٹائم ہے آنے آپ سے ایک رات کا گزارا نہیں ہو رہا۔۔۔میرب شاہ کی آنکھوں میں خماری دیکھ کر شرماتے ہوئے بلش کرنے لگی۔۔۔

)ہائے ظالم اس قدر اپنا
گرویدہ کر لیا ہے آپ نے
کہ اب تو ایک ایک سیکنڈ
آپ کے بنا ہمیں صدیوں
سے بھی زیادہ طویل لگنے
لگا ہے۔)۔کیا بات ہے شاہ آپ تو چند گھنٹوں کی دوری سے ہی دکھی شاعر بن گئے ہیں۔میرب شاہ کے خماری بھرے انداز میں شاعری بولتے ہوئے دیکھ کر کھلکھلا کر ہنسی۔۔۔۔

ظالم لڑکی ہنس لو جتنا ہو سکتی ہو۔واپس سے میری حراست میں آنے کے بعد اگر تمہاری ایک ایک سیکنڈ کی دوری کو میں نے اپنی شدتوں سے پورا نا کیا تو رومان شاہ میرا نام نہیں۔۔۔۔

شاہ پلیز اگر ایک رات کے لیے چھوڑ گئے ہیں تو اب دھمکیاں دے کر ڈرائیں تو مت۔۔۔

۔تمہیں اندازہ بھی ہے کہ یہ ایک رات میرے لیے کتنی مشکل بنی ہوئی ہے ابھی دس منٹ نہیں ہوئے مجھے روم میں آئے ہوئے کہ یہ روم مجھے کاٹنے کو دوڑ رہا ہے۔آئندہ تمہیں کبھی بھی رات کو رکنے نہیں دوں گا۔جب بھی جاؤ گی دن کو ملنے کے لیے جانا رومان شاہ فیصلہ سنا چکا تھا۔۔

شاہ کو تمہاری محبت اور تمہاری عادت ہو چکی ہے،اس بات کا فائدہ مت اٹھانا جان شاہ۔کبھی تم مجھ پر فدا تھی۔مگر آج تمہارا لمس میرا جنم بن چکا ہے اس لیے اب دوری نہ ممکن نہیں رہی۔

اس لیے آج کے بعد یوں فاصلوں کو بڑھا کر میرے آتش عشق کو ہوا مت دینا۔ورنہ انجام کی صورت میں میری شدتوں کو سہنا تم پر لازم ہو گا۔۔۔۔

۔میری جان تمہاری چند گھنٹوں کی دوری نے مجھے یہ بتا دیا ہے کہ تم میرے لیے نشہ بن گئی ہو۔
۔شاہ کی آنکھوں میں خماری کا ایک جہان آباد نظر آرہا تھا۔جس کو دیکھ کر میرب نے گھبراتے ہوئے نظریں جھکالی۔

۔میرب کا دل شاہ کی خماری بھری نظروں سے گھبرا کر بے ترتیب دھن بجانے لگا۔۔۔۔دھڑکنے خوشی اور شرم ملی جلی کیفیت سے رقص کر رہی تھی۔

۔اس کا دل کب سے شاہ کی زبان سے ایسے ہی لفظ سننا چاہتا تھا جو آج کل شاہ بار بار بول کر میرب کی جان لینے پر تلا تھا۔۔۔

بس کرو مت اتنا شرماؤ میری جان، کیوں اپنے شاہ کے صبر کا امتحان لے رہی ہو، تمہارا یہ شرمایا ہوا چہرہ تمہارے شاہ کو اور بھی بہکا رہا ہے۔

۔یہ جو چند گھنٹوں کی رات باقی رہ گئی ہے میرے لیے یہ گزارنا بھی بہت مشکل ہو رہا ہے۔۔۔شاہ پلیز آپ سو جائیں شاہ کی خماری والی آواز سے گھبراتے ہوئے میرب نے مفت کا مشورہ دیا۔۔۔

رومان شاہ۔۔۔"میری جان مجھے نیند نہیں آرہی

میرب۔۔۔"مگر شاہ مجھے آرہی ہے

رومان شاہ۔۔۔"ہاں تو تم سو جاؤ

میرب۔۔۔ "شاہ جب تک آپ کا فون بند نہیں ہو گا میں کیسے سو سکتی ہوں۔۔۔ میرب نے معصوم انداز سے سوال کیا۔

۔فون کو ایک جگہ پہ سیٹ کر کے رکھ دو، اور تم سو جاؤ، مجھے تمہیں دیکھے بنا نیند نہیں آئے گی۔ مجھے کم سے کم محسوس کرنے دو کہ تم میرے پاس ہو۔۔

شاہ پلیز آپ بھی تھکے ہوئے ہیں سو جایئے میرب نے منت کرتے ہوئے کہا۔
میری جان تھکا ہوا تو میں سچ میں بہت ہوں، مگر میری تھکن سونے سے نہیں اتر سکتی، میری تھکن اتارنے کے لیے تمہارا میرے پاس میری باہوں میں ہونا ضروری ہے۔

بے باقی سے بول کر مسکرا دیا۔ میرب نے کافی مزحمتیں کھڑی کرنے کی کوشش کی، جو کہ رومان شاہ کے ہر جواب پر دم توڑ رہی تھی، آخر میرب بہت تھکی ہوئی تھی اس لیے تکیے پر سر رکھتے ہی سو گئی۔

۔جب کہ رومان شاہ اس کو گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے آتشی لبوں سے مسکرا رہا تھا۔ اپنی انگلی کو فون کی سکرین پر رکھتے ہوئے میرب کے خوبصورت پنکھڑیوں کو رب کر رہا تھا۔

۔اس نے اپنے لب میرب کی پنکھڑیوں پر رکھتے ہوئے سکرین کو چوم لیا۔ آئی لو یو جان شاہ۔۔

"ظالم لڑکی کتنی پر سکون ہو کر

سو رہی ہو،اور یہاں تمہیں اپنی پناہوں میں لیے بنا میری آنکھوں میں نیند آنے کے لیے تیار نہیں ہ۔

۔"لگتا ہے کہ آج کی رات آنکھوں

میں ہی کٹنے والی ہے رومان شاہ نہ جانے کتنی دیر تک خود سے باتیں کرتے ہوئے میرب کو سکرین پر دیکھ کر مسکراتا رہا۔

صبح چار بجے کے قریب جا کر نیند کی دیوی رومان شاہ پر مہربان ہوئی تو وہ تکیے پر الٹا لیٹا ہوا گہری نیند میں چلا گیا

oooooooooo

مرہا۔۔ہوں ں س "میری جان اٹھنے کا ارادہ نہیں ہے۔رات کی دوائیوں کے زیر اثر سوئی ہوئی مرہا کو شامیر پاس بیٹھا ہوا بڑی محبت سے جگا رہا تھا۔۔

اس کے بالوں میں پیار سے انگلیاں پھیرتے ہوئے بڑی محبت سے اپنی نظریں اس کے چہرے پر مرکوز کیے ہوئے تھا۔۔ مرہا نے نیند کی خماری سے بھری ہوئی آنکھوں سے شاہ میر کی جانب نظریں اٹھا کر دیکھا۔۔۔

اٹھ جاؤ میری جان مجھے بہت بھوک لگی ہے مجھے اپنی پیاری بیوی کے ساتھ ناشتہ کرنا ہے۔ شاہ میر کے لہجے میں ایک الگ ہی محبت اور نرمی تھی جس کو مرہا کے دل نے محسوس کرتے ہوئے ایک بیٹ مس کی تھی۔۔۔

۔مرہا نے کہیں نہ کہیں اپنے دماغ میں یہ سوچ رکھا تھا کہ کل ولیمے والے حادثے کے بعد شاہ میر اس سے ناراض ہو گا اور اس سے سوال پوچھے گا۔



مگر شامیر کے رد عمل سے ایسا کچھ بھی ظاہر نہیں ہو رہا تھا۔ مرہا سوچتی ہوئی نظروں سے اس کی جانب دیکھ رہی تھی۔ کہ شاہ میر نے ابھی تک اس سے کوئی سوال کیوں نہیں کیا بلکہ شاہ میر کا لہجہ پہلے سے زیادہ نرم اور محبت بھرا تھا۔۔

میری جان مجھے تم بعد میں اتنے غور سے دیکھ لینا فی الحال تو میرا بھوکا پیٹ مجھے بد دعائیں دے رہا ہے ۔اٹھ جاؤ تاکہ ہم ناشتہ کر سکیں۔۔۔مرہا جو بڑے غور سے شاہ میر کے چہرے کی جانب دیکھتے ہوئے سوچ رہی تھی شامیر کے بولنے پر شرماتے ہوئے بیڈ سے اٹھ کر بیٹھ گئی۔۔۔

مرہا چپل پہنتی ہوئی واش روم میں فریش ہونے چلی گئی۔۔۔۔جبکہ شاہ میر اپنے دماغ میں اس کے بارے میں سوچ رہا تھا جس کی وجہ سے مرہا نے اتنے سال ڈرے اور سہمے ہوئے گزارے تھے۔۔۔

۔شاہ میر کا خون کھول رہا تھا یہ سوچ کر کہ اس گھٹیا انسان جسے وہ اپنا ایک اچھا دوست سمجھتا تھا۔اس نے میرا کے معصوم بچپن پر ایک کالا عکس چھوڑا جس کو وہ اتنے سالوں بعد بھی بھلا نہ سکی تھی۔

۔اب شاہ میر کو سب دھندلی تصویریں صاف دکھائی دے رہی تھی کیوں وہ جب بھی مرہا کے نزدیک جاتا تو مرہا گھبرا جاتی تھی۔۔کیوں وہ مرہا کی آنکھوں میں ہر بار اپنے لیے محبت محسوس کرتا تھا۔۔مگر ساتھ میں ایک انجان سا ڈر بھی اس کی آنکھوں میں صاف دکھائی دیتا تھا جس کو شاہ میر سمجھنے کی کوشش کرنے کے باوجود بھی سمجھ نہیں سکا تھا۔۔۔

۔کمینے تمہارے تو میں اتنے ٹکڑے کروں گا کہ کوئی گن بھی نہیں سکیں گا۔ مگر اس سے پہلے مجھے میری معصوم محبت کو اس ڈر کی دنیا سے دور لے جا کر اس کے دل میں اپنے لیے چھپی ہوئی محبت کو اجاگر کرنا ہے۔۔۔

۔اس کے دل میں اپنی اتنی جگہ بنانی ہے کہ وہ اپنے زبان سے مجھ سے محبت کا اعتراف کرے۔۔اسے اپنی محبت کا مان اور اعتماد اس قدر دینا ہے کہ اس کے دماغ سے تمہارے گندے عکس کا ڈر نکل جائے۔۔۔

۔شامیر سوچتے ہوئے بیڈ سے کھڑا ہو گیا۔وہ میرہا کو کشمیر لے کر جانا چاہتا تھا۔ تا کہ جہاں پر جا کر وہ مرہا کے دل سے اس ڈر کو ہمیشہ کے لیے ختم کر کے مرہا کے اور اپنے رشتے بے حد مضبوط بنا سکے۔۔۔



وہ مرہا کو اپنا بھرپور وقت دے کر اپنے رشتے کو آگے بڑھانا چاہتا تھا کیونکہ اب یہ بے حد ضروری ہو گیا تھا اسے لگتا تھا کہ جیسے جیسے وقت گزرے گا مرہا اس سے اور دور ہوتی جائے گی۔۔۔

۔وہ اس ڈر کو اپنے رشتے پر حاوی نہیں ہونے دے سکتا تھا۔شاہ میر ایک سمجھدار سلجھا ہوا پڑھا لکھا انسان تھا اسے پتہ تھا کہ اس سب کے لیے اس کا گھر سے اور کام سے دور ہو کر ہونا بے حد ضروری ہے ۔۔۔۔

اس نے ایک ویک کی چھٹی بڑی مشکل سے لی تھی کیونکہ عاسم والے کیس کو شاہ شامیر خود ہینڈل کر رہا تھا۔۔۔

۔اس لیے اس کا جانا بہت مشکل تھا مگر اسے اپنے رشتے کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے چھٹیوں کا فیصلہ کرنا پڑا تھا۔۔



۔شاہ میر کے کام کا ریکارڈ بہت اچھا تھا۔شاہ میر کبھی فضول میں چھٹی نہیں لیتا اس لیے اللہ کا شکر تھا کہ اسے چھٹی مل گئی۔۔۔

۔15 دن کی چھٹی اپلائی کی مگر صرف ایک ہفتے کی ہی پاس ہوئی آج شام کو مرہا اور شاہ میر کو کشمیر کے لیے نکلنا تھا۔۔۔

oooooooooooo

بھائی آپ نے بہت اچھا فیصلہ کیا ہے مرہا کو لے کر جانے کا اس سے آپ دونوں کو ایک ساتھ ٹائم سپینڈ کرنے کا موقع ملے گا۔

۔بیٹا میں بھی میرب کی بات سے اتفاق کرتی ہوں تم نے بہت اچھا کیا اس طرح تمہیں بھی کچھ دن کام سے چھٹی مل جائے گی۔

۔ورنہ تو تمہاری جان ہی نہیں چھوٹتی کام سے۔مجھے تو ایسا لگتا ہے کہ سارے کیس میرے بیٹے کے کھاتے میں ہی ڈال دیتے ہیں۔۔

نہیں میری پیاری ماما ایسا کچھ نہیں ہے بس ان دنوں مصروفیت تھوڑی زیادہ ہو گئی ہے۔ایک ضروری کیس ہینڈل کر رہا ہوں اس کے بعد میں اپنے کے ساتھ کہیں گھومنے کا پلان ضرور بناؤں گا۔۔

وہ اپنی ماں کی گلے میں باہیں ڈالتے ہوئے ڈائننگ ٹیبل کی کرسی کی پشت پر آن کھڑا ہوا۔۔میرا پیارا بیٹا میری بہو کو لے کر جا سکتا ہے مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔۔۔

مگر صبح صبح اپنی ماں کو بٹر مت لگاؤ اتنے سالوں میں تو تم کبھی ہمارے ساتھ گھومنے گئے نہیں آج کیسے تمہیں خیال آگیا کہ تمہیں ہمیں لے کر گھومنے بھی جانا چاہیے شامیر کی ماں شامیر کے کان کھینچتے ہوئے مسکرائی۔۔۔۔

بٹر نہیں لگا رہا سچ کہہ رہا ہوں اب مجھے عقل آگئی ہے۔ میں بڑا ہو گیا ہوں اب مجھے لگنے لگا ہے کہ مجھے اپنی فیملی کو لے کر باہر جانا چاہیے شاہ میر شوخ ہو کر ہنستے ہوئے بولا۔۔۔۔

وہ اپن ماں کے ماتھے پر لب رکھتے ہوئے ساتھ والی کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔۔ اپنے روم سے ڈائننگ ٹیبل پر آتے ہوئے ملک زبیر نے یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا تو مسکرا دیا۔۔۔۔



۔خیریت تو ہے صبح صبح ہی میری بیوی سے اتنی محبت کیوں جگائی جا رہی ہے۔۔ ملک زبیر ڈائننگ ٹیبل پر کرسی کھینچتے ہوئے بیٹھ گئے۔۔۔

آپ کی بیوی میری ماں ہیں اور میں اپنی پیاری ماں سے محبت جتا رہا ہوں تو آپ کیوں اتنا جیلس ہو رہے ہیں۔۔۔

شاہ میر شوخ ہو کر مذاق کرتا ہو بولا۔۔۔برخودار بے شک یہ تمہاری ماں ہے مگر تم ذرا ہماری بیوی سے دور رہا کرو۔۔۔۔

اب تو تمہاری شادی کر کے تمہیں اتنی خوبصورت بیوی لے کر دی ہے تو تم میری بیوی کو چھوڑ کر اپنی بیوی کو توجہ دیا کرو۔۔۔۔

ملک زبیر بھی صبح صبح کا شوخ انداز میں اپنے بیٹے کو مذاق کرتے ہو بولے۔۔۔بھائی اب آیا نا مزہ اب آیا اونٹ پہاڑ کے نیچے مرب کو اپنے بھائی کی کھلی اڑتے ہوئے دیکھ بڑا مزہ آرہا تھا۔۔

۔ آپ کے برخودار مجھے مکھن اس لیے لگا رہے تھے کیونکہ یہ اپنی بیوی کو لے کر ہنی مون کے لیے مری جا رہے ہیں۔۔۔

اور ان کو لگتا ہے کہ میں روایتی ساسوں کی طرح اپنا موڈ کہیں خراب نہ کر لوں تو یہ بیچارے مجبوراً مجھے مکھن لگا رہے تھے۔۔۔

شاہ میر کی ماں نے بھی شامیر
کی ٹانگ کھینچنے میں کوئی
کسر نہیں چھوڑی تھی۔سب نے شامیر کو چاروں طرف سے گھیر لیا تو شامیر کی شکل دیکھ کر میرب اور اس کے
ممی پاپا تینوں ایک دم قہقہ لگا کر ہنس پڑے تھے۔۔۔

بھائی کی شکل دیکھو ایک پولیس والے ہو کس قدر گھبرائے ہوئے ہیں میرب ہنستے ہوئے بولی۔۔۔

بیٹا جی جتنا بھی بڑا پولیس والا کیوں نہ ہو مگر جب بات ساس اور بہو کی آتی ہے تو بڑے بڑوں کے چھکے چھوٹ جاتے ہیں۔۔

ملک زبیر شاہ میر کی نازک حالت کو دیکھ کر ہنستے ہوئے چائے کا سپ لیتے ہوئے بولے۔۔۔بس بھئی چپ کر جاؤ آپ سب تو میرے بیٹے کے پیچھے ہی پڑ گئے ہیں۔۔۔

۔شاہ میر کی ماں نے اپنی بیٹے کی حالت دیکھ کر اس کا ساتھ دیا۔۔۔ماما آپ بھی کچھ کم نہیں ہیں۔شاہ میر ہنستے ہوئے ناشتہ کرنے لگا۔۔

۔کب نکلنا ہے تم دونوں نے ملک زبیر نے سوال کیا۔ آج شام کو شاہ میر نے ناشتہ کرتے ہوئے مصروف لہجے میں جواب دیا۔

۔تم لوگوں نے پیکنگ کر لی ہے شاہ میر کی ماما نے فکر مندی سے پوچھا۔نہیں ماما ابھی تو نہیں کی۔ناشتے کے بعد کریں گے۔۔

۔واہ بھائی کریں۔۔۔گے۔۔۔۔میر ابھائی جو کہیں جاتے ہوئے اپنا موبائل تک بھول جاتا تھا،اب وہ پیکنگ کرے گا۔میرب نے بات کو کھینچتے ہوئے پھر سے مذاق کیا۔۔۔

۔میرب کی بچی سدھر جاؤ تمہیں تو میں آج واپس چھوڑ کے آتا ہوں تم تو بڑی تیز ہو گئی ہو اپنے بھائی کی ٹانگ کھینچے جا رہی ہو۔۔۔شاہ میر نے پیار سے میرب کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔۔۔

ooooooooo

بیوٹی فل پلیس میر پلیز مجھے یہاں کے بارے میں کچھ بتائیں نا۔شاہ میر کے ساتھ چلتی ہوئی مرہا ارد گرد کے منظر کو بہت خوشی سے دیکھ رہی تھی وہ دونوں ہوٹل روم کی جانب آرہے تھے۔۔۔

آزاد کشمیر کو جنت نظیر وادی کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔پاکستان کے خوبصورت ترین مقامات میں کشمیر کا ایک اپنا اہم مقام ہے۔کشمیر کی خوبصورت وادیوں کا کوئی ثانی نہیں۔اور یہاں کی خوبصورتی کو دیکھنے کے لیے سیاح دور دور سے یہاں پر آتے ہیں۔۔جیسے ہم کراچی سے اتنی دور کشمیر کی خوبصورتی سے لطف اندوز ہونے آئے ہیں۔۔۔یہ بہت پرسکون جگہ ہے یہاں کے لوگ بہت محبت کرنے والے ہوتے ہیں۔۔۔



میر یہاں پر کتنی ٹھنڈ ہے مرہا اپنے بازوں کو سہلاتے ہوئے شاہ میر کے ساتھ چل رہی تھی۔۔۔۔روم میں چلو تمہیں کرما گرم کشمیری چائے پلاتا ہوں۔۔۔ہوٹل کی جانب چلتے ہوئے مرہا اپنے بازوں کو سہلانے کے ساتھ ساتھ ارد گرد کے خوبصورت مناظر دیکھ رہی تھی۔۔۔۔

مرہا کشمیر پہلی بار آئی تھی اونچے اونچے پہاڑ اور سرسبز وادیاں دیکھ کر اسے بہت اچھا لگ رہا تھا۔۔ ہر طرف سے ڈھکے ہوئے پہاڑ ایک خوبصورت منظر پیش کر رہے تھے۔ آسمان ایسے لگ رہا تھا جیسے پہاڑوں کے اوپر ہی جھکا ہوا ہو۔۔۔

اور خوبصورت ندی کے اوپر برف کی لیئر دیکھ کر میرب کی آنکھیں خوشی سے چمک رہی تھی۔میر یہ کتنا خوبصورت منظر ہے پوری ندی کے اوپر برف جمی ہوئی ہے ہم یہاں پر اپنی پک بناتے ہیں مرہا خوشی سے بچوں کی طرح فرمائش کرتے ہوئے بولی۔۔۔

ہاں ہاں میری جان ہم لوگ یہاں پر بہت سی پکس بنائیں گے اور میں اپنی جان کو پورا کشمیر گھماؤں گا مگر فی الحال ہمیں ہوٹل روم میں جانا ہے کیونکہ تمہاری طبیعت تھکن سے خراب ہو سکتی ہے شاہ میر فکر مندی سے بولا۔۔۔

۔۔شاہ میر کی نظر مرہا کے اوپر تھی وہ مرہ کے خوشی کے ہر لمحے کو اپنی آنکھوں میں قید کر کے لے جانا چاہتا تھا، جس کی شروعات اس نے آتے ہی کر دی۔۔

شاہ میر ریسپشن سے اپنے روم کی چابی لیتے ہوئے اپنے ہینڈ کیری کو کھینچتے ہوئے، مرحا کو لے کر اپنے روم میں آگیا۔۔۔

۔سامان والے بیگ کو ایک سائیڈ پر لگاتے ہوئے شامیر فریش ہونے کی غرض سے واش روم میں چلا گیا ۔

میرہا چلتے ہوئے ونڈو مرر کے سامنے آگئی۔پردہ ہٹا کر باہر کے خوبصورت منظر کو دیکھنے لگی شام کا وقت ہو رہا تھا۔۔

۔چاروں طرف سے ڈھکے ہوئے پہاڑ سفید چادر اوڑھے ہوئے تھے درختوں لمبے لمبے درختوں کے اوپر برف کی جھالر لٹ رہی تھی۔۔۔



۔کچھ مقامی لوگ اور کچھ سیاہ باہر چلتے پھرتے نظر آرہے تھے وہ اس منظر کو بہت غور سے دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔

۔ شاہ میر واش روم سے باہر آیا۔میرہا کو کھڑکی کے سامنے بڑے غور سے باہر کی جانب دیکھتے ہوئے۔۔وہ مسکرایا کیونکہ میرہا کے چہرے پر خوشی مسکراہٹ بن کر بکھری ہوئی تھی جس کو دیکھ کر اسے بہت سکون ملا۔۔۔

وہ چلتا ہوا میرہا کی پشت پر اپنا سینہ رکھتے ہوئے اس کے گرد اپنے مضبوط باہوں کا گھیرا بنا کر کھڑا ہو گیا۔۔شاہمیر کے یوں اچانک آنے سے میرہا دبک کر رہ گئی۔

۔میر آپ نے تو مجھے ڈرا ہی دیا۔میرہا نے مدھم سی آواز میں کہا۔۔میر کی جان تمہیں میرے ہوتے ہوئے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔۔



۔ تمہارا میر ہر وقت اپنی جان کی حفاظت کرنے کے لیے موجود ہے۔ میرے ہوتے ہوئے میری بیوی کو گرم ہوا بھی چھو نہیں سکتی۔ تم صرف میری بیوی نہیں میری پہلی محبت ہو۔ میرہا تم مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہو وہ کہتے ہوئے میرہا کے بال گردن سے ہٹا کر اس کے کاندھے پر اپنی ٹھوڑی ٹکا کر کھڑا ہو گیا۔۔۔

۔شامیر کی باتوں میں ایک الگ تحفظ کو مرہا محسوس کر رہی تھی۔۔۔ مرہا۔۔۔جی۔۔۔ آپ کو مجھ پر یقین ہے کہ میں آپ کی حفاظت کر سکتا ہوں بہت گہری سوچ سوچتے ہوئے بولا۔۔۔جی۔۔۔ میرہا جی سے کام نہیں چلے گا۔۔

مجھے لفظوں میں بتاؤ کہ تم مجھ پر یقین کرتی ہو مجھے اس قابل سمجھتی ہو کہ میں اپنی بیوی کی حفاظت کر سکتا ہوں۔۔۔

جی مجھے یقین ہے کہ آپ میری حفاظت کر سکتے ہیں کیونکہ آپ ایک پولیس والے مرہا کے معصوم جواب پر شاہ میر جو گہری سوچ میں تھا ہنسنے لگا۔۔۔ میری جان پولیس والا میں دنیا کے لیے ہوں تمہارے لیے میں تمہارا شوہر ہوں۔۔اور تمہاری حفاظت میں ایک شوہر کی طرح کرنا چاہتا ہوں جو مجھ پر فرض ہے۔۔۔

۔میں اس یقین کے بارے میں پوچھ رہا ہوں۔۔۔ آپ کی اتنی بڑی بڑی باتیں میری سمجھ میں نہیں آتی پلیز آپ سیدھے سیدھے لفظوں میں مجھے بتایا کریں کہ آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔ میرہا کو یہ سوال اس کے عقل سے بڑا الگ رہا تھا۔۔۔

۔ہائے صدقے جاؤں تمہارے بھائی کی پرورش پر جس نے میری بیوی کو اتنی اچھی پرورش تھی کہ میری بیوی دنیاداری سے کتنی دور ہے۔ایک عام سا سوال میری جان تمہیں اتنا بڑا الگ رہا ہے۔۔۔

مت زور دو اپنے چھوٹے سے دماغ پر وقت آنے پر خود سمجھ جاؤ گی۔۔۔

روم کا دروازہ کھٹکا تھا شاہ میر مرہا سے دور ہوتے ہوئے دروازہ کھول کر ویٹر سے کھانے والی ٹرالی اندر لے کر آیا۔۔۔

میرہا فریش ہو کر آؤ میں کھانا نکالتا ہوں۔۔۔گرم کھانے کی خوشبو سے مرہا کی بھوک بھی بھڑک اٹھی تھی وہ جلدی سے فریش ہونے واش روم میں چلی گئی۔۔۔۔



oooooooooo

میں آفس سے واپسی پر تمہیں لینے آجاؤں گا تیار رہنا۔۔۔رومان شاہ کا صبح صبح ہی میرب کو میسج وصول ہو چکا تھا۔۔۔میرب میسج پڑھ کر مسکرا رہی تھی۔پتہ نہیں شاہ آپ نے کل کی رات کیسے گزاری ہے میرب مسکراتے ہوئے سوچ رہی تھی۔۔۔

۔وہ شاہ کی محبت کو پا کر پوری طرح سے خود کو مکمل محسوس کر رہی تھی۔ اتراتے ہوئے خود کو آئینے میں دیکھ کر روم سے نکل کر اپنے ماما کے پاس چلی گئی۔۔

۔وہ آج رومان شاہ کے آنے سے پہلے والا سارا وقت اپنی ماما کے ساتھ گزارنا چاہتی تھی۔ کیونکہ اسے پتہ تھا کہ اب دوبارہ شاہ کبھی اسے رات کو یہاں پر نہیں رکنے دے گا۔
۔وہ ایک رات میں ہی شاہ کی بے تابیاں دیکھ چکی تھی۔۔۔

oooooooooo

رومان شاہ آفس کے لیے تیار ہو کے اپنے روم سے نکلا۔ آج کافی دنوں بعد وہ ڈائننگ ٹیبل پر ناشتہ کرنا چاہتا تھا مگر ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھے ہوئے اپنے ددیال والوں کو دیکھ کر اس کا موڈ صبح صبح ہی خراب ہو گیا تھا۔۔

وہ غصے سے اپنے روم کی جانب واپس آرہا تھا اپنا والٹ وغیرہ اٹھانے کے لیے تا کہ بنا ناشتہ کیے ہی آفس جا سکے۔ مگر اس کی امی جان کی آواز آئی جس پر وہ واپس پلٹنے پر مجبور ہو گیا۔۔۔

رومان تمہارے تایا تم سے کچھ کہنا چاہتے ہیں رمان شاہ کے رکنے پر اس کی ماں نے وضاحت دی۔۔۔امی جان میں ان کی کوئی بات بھی نہیں سننا چاہتا۔۔۔رومان شاہ نے ناگواری سے جواب دیتے ہوئے واپس اپنے کمرے کا رخ لینا چاہا۔۔

رومان رک جاؤ میرا حکم ہے رومان شاہ کی ماں نے پھر سے آواز دی۔۔اس سے پہلے کہ رومان شاہ کچھ اور بولتا رومان شاہ کا تایا اپنی کرسی سے اٹھتا ہوا بامشکل چل کر رومان شاہ کے پاس آکر کھڑا ہو گیا۔ اور نیچے جھکتا ہوا اس کے قدموں میں بیٹھ گیا۔

رومان بیٹا مجھے معاف کر دو میں اپنے گناہوں پر بہت شرمندہ ہوں وہ روتے ہوئے رومان شاہ کے قدموں میں بیٹھا ہوا تھا۔



رومان شاہ جتنا بھی سخت دل بن جائے مگر اس کا دل اندر سے بہت سافٹ تھا اور اس کی ماں نے اس کی ایسی پرورش نہ کی تھی کہ وہ کسی بزرگ کو اپنے قدموں میں بٹھائے۔۔۔

رومان شاہ نے اپنے تایا کو کندھوں سے اٹھاتے ہوئے کھڑا کر دیا ان کی حالت اس وقت بڑی ناساز تھی۔

۔زرد رنگ جو اس بات کی دلیل تھی کہ وہ ہر گزرتے لمحے کے ساتھ اس خطرناک بیماری کی وجہ سے موت کے قریب جارہے ہیں تھے'۔

۔رومان مجھے معاف کر دو شاید تم مجھے معاف کر دو تو میں آسانی سے مر سکوں وہ رو رہے تھے۔۔پلیز آپ روئیں نہیں میں آپ کو معاف کر چکا ہوں۔۔

روماں شاہ نے سرسری انداز سے کہا اور انہیں پاس پڑی ہوئی کرسی پر بٹھا دیا۔۔۔اس کے دوسرے تایا اور دونوں تائیاں بھی آکر پاس کھڑی ہوگئی اور معافی مانگنے لگی روماں شاہ جو اتنے سالوں سے سخت بنا ہوا تھا ان کو یوں اپنے سامنے ہاتھ جوڑے کھڑے ہوئے دیکھ کر ان کو معاف کرنے پر مجبور ہو گیا۔۔

ٹھیک ہے میں نے آپ کو معاف کیا مگر اس سے زیادہ کی امید مجھ سے مت رکھیے گا۔شاید آپ لوگوں کے ساتھ میں دلی محبت والا رشتہ کبھی بھی قائم نہیں کر سکوں گا۔۔۔

کیونکہ میرے بچپن پر آپ لوگوں کے سخت جملوں کی مہریں اس طرح سے پیوست ہیں کہ میں چاہ کر بھی ان کو مٹا نہیں سکتا وہ کہتے ہوئے اپنے روم کی جانب چل دیا۔۔۔۔۔۔

از

بھائی صاحب آپ لوگ پریشان نہ ہوں انشاءاللہ مجھے پورا یقین ہے کہ ایک نہ ایک دن رومان کا دل آپ لوگوں کے لیے بالکل صاف ہو جائے گا۔رومان شاہ کی ماں سب کچھ سمجھتے ہوئے بھی رومان شاہ کے یوں جانے سے شرمندہ سے انداز میں بولی۔۔۔۔

نہیں بھابھی آپ کو شرمندہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے اس نے ہمیں معاف کر دیا،ہمارے لیے اتنا ہی کافی ہے، ہم نے جو کچھ آپ لوگوں کے ساتھ کیا ہے اس کے بعد ہمیں تو معافی کی امید ہی نہیں تھی۔۔۔۔رومان شاہ کی ماں کی بات پر رومان شاہ کے بڑے تایا جو مہک کے والد تھے شرمندہ ہوتے ہوئے بولے۔۔۔۔



oooooooo

۔اے سی پی کی جان میرے علاوہ اتنی گہری سوچ میں کس کو سوچا جارہا ہے۔بالکل اس کے قریب آکر کھڑا ہوا پوچھ رہا تھا۔۔۔

شاہ میر جو مرہا کو سویا ہوا چھوڑ کر کچھ دیر باہر واک کرنے کے لیے گیا تھا۔شاہ میر مرہا کی صحت کو لے کر بہت فکر مند تھا وہ چاہتا تھا کہ میرا اچھی طرح سے اپنی نیند پوری کرے تا کہ اس کا سٹریس لیول کم ہو سکے۔۔۔

وہ جب واپس آیا تو مرہا اپنے خیالوں کی دنیا میں گم ونڈو مرر سے باہر کی جانب دیکھ رہی تھی۔وہ اتنی گہری سوچ میں تھی کہ اسے روم میں آئے شاہ میر کا بھی پتہ نہیں چلا۔۔۔

مم۔می۔۔میں کچھ بھی سوچ تو نہیں رہی تھی،وہ گہری سوچ سے نکلتے ہوئے گھبرائی ہوئی بولی۔مرہ کے ماتھے پر پسینے کی بوندیں یہ بات ثابت کر رہی تھی کہ وہ اپنے دماغ میں کسی ٹینشن والی بات ہو ہی سوچ رہی تھی۔۔۔



شاہ میر کے بلانے پر مرہا کاری ایکٹ ایسے تھا جیسے اس کی کوئی چوری پکڑی گئی ہو۔وہ گھبرائے ہوئے جواب دے

کر شاہ میر سے دور ہونے لگی۔۔۔

مرہا کیا بات ہے کوئی پریشانی ہے کوئی ایسی بات ہے میری جان جو تمہیں اندر ہی اندر کھائے جا رہی ہے۔تو تم مجھ پر بھروسہ کر کے مجھے بتا سکتی ہو۔میں تمہارے ہر دکھ کا مداوا کر دوں گا۔ مگر تم مجھے بتاؤ تو صحیح کے آخر کون سی بات ہے جو تمہیں اس قدر ڈپریشن میں لے جاتی ہے۔۔۔

شاہ میر نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے قریب کھڑا کرتے ہوئے بڑی نرمی سے کہا۔۔ مرہا نے پلکیں اٹھا کر شامیر کی جانب دیکھا۔۔ شامیر کا دل تڑپ سا گیا تھا مرہا کی آنکھوں میں درد اور ویرانی دیکھ کر۔وہ سب کچھ جان تو چکا تھا مگر وہ مرہا پر کچھ بھی خود سے ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔۔

۔وہ مرہا کا اعتماد جیت کر اسے وہ مان دینا چاہتا تھا کہ مرہا خود سے اپنا درد اس کے ساتھ شیئر کرے۔اس کی بھیگی پلکیں اور کانپتے ہوٹ دیکھ کر شاہ میر کے دل میں درد کی ٹیسیں اٹھنے لگی تھی۔وہ مرہا کو قریب کرتے ہوئے اپنے بازو کے دائرے میں لے کر سینے سے لگائے ہوئے کھڑا تھا۔۔

میری جان کیوں خود پر اتنا ظلم کر رہی ہو، ایک بار مجھے پر اعتماد کر کے بتاؤ تو صحیح، کہ کون سی بات ہے تمہارے دل میں جو تمہیں سکون نہیں لینے دیتی۔

۔کیوں تمہیں مجھ پر یقین نہیں ہے کیوں تم اپنے درد کو اپنے اندر رکھ کر اسے ناسور بنا رہی ہو۔شاہ میر روانی سے بولتا چلا گیا۔

۔وہ اپنا چہرہ اس کے مضبوط سینے میں چھپائے کر ڈری ہوئی بچوں کی طرح رونے لگی۔۔۔

مرہا آئی لو یو بہت۔۔۔۔پیار کرتا ہوں میں تم سے اور کوئی بھی چیز ایسی نہیں ہے جو تمہیں مجھ سے دور کر سکتی ہے۔اور نہ ہی کوئی ایسی بات ہے جس کی وجہ سے میں تم سے پیار کرنا کم کر سکتا ہوں۔۔اس ڈر کو اپنے دل سے نکال کر مجھے بتاؤ میری جان کے کون سی بات تمہیں اذیت دے رہی ہے۔میں قسم کھاتا ہوں کہ تمہارے ہر درد کی میں دوا بن جاؤں گا۔۔۔۔

وہ اتنی نرمی اور محبت سے یہ جملے بول رہا تھا کہ مرہا کے رونے میں تیزی آنے لگی اس کی ہچکیاں تیز ہونے لگی تھی۔۔۔



اس کے سینے پر اپنے سر کو زور سے ٹکائے اس کی شرٹ کو سینے سے مٹھیوں میں پکڑے ہوئے ہچکیوں کے ساتھ رو رہی تھی۔۔۔

اس کا پورا وجود اس کے اندر کے درد کی شدت سے کانپ رہا تھا۔شاہ میر نے باہوں کی گرفت سخت کرتے ہوئے احساس دلایا کہ وہ ہے اس کے ساتھ ہے۔۔۔

مگر اسے رونے دیا تاکہ اس کا دل ہلکا ہو جائے پتہ نہیں کتنی دیر وہ یوں ہی ہچکیوں سے روتی رہی تھی۔(میر) اس کی آنسوں میں ڈوبی ہوئی مدھم سی آواز شامیر کے کانوں سے ٹکرائی تو شاہ میر اسے اپنے سینے سے لگائے ہوئے اسے محسوس کر رہا تھا۔بولو میر کی جان اس کی مدھم سی آواز کا جواب شاہ میر نے بڑی محبت بھرے لہجے سے دیا۔۔۔۔۔

کیا آپ ہمیشہ مجھ سے ایسے ہی پیار کریں گے بڑا سوالیہ سا انداز تھا اس کا۔۔۔۔کیوں میر کی جان کو کوئی شک ہے شاہ میر اب بھی اسے اپنے سینے سے لگائے ہوئے کھڑا تھا۔۔۔ آپ کو اگر میرے بارے میں کچھ پتہ چلے تو آپ مجھ سے پیار کرنا چھوڑیں گے تو نہیں نا۔وہ اپنے سوالوں میں شاید شاہ میر کا اعتماد بھرا جواب سننا چاہتی تھی۔۔۔۔



میر کی جان میں تم سے اتنی محبت کرتا ہوں کہ کوئی بھی دنیا کی ایسی چیز نہیں جس کی وجہ سے میں تم سے محبت کرنا چھوڑ سکوں۔اگر میری جان کہے تو اپنا دل چیر کر دکھا دوں جس پر صرف مرہا میرا اور میرا ہی لکھا ہوا ہے۔۔۔کیوں میری بیوی مجھ پر اعتماد نہیں کر پا رہی مجھے افسوس ہے خود پر کہ میں تمہارا اعتماد

جیتنے میں ناکام ہو رہا ہوں، کیوں تمہیں میری نظروں میں اپنے لیے بے پناہ محبت نظر نہیں آ رہی میر کے لہجے میں بہت درد تھا۔۔۔ مجھے لگتا ہے کہ میں بہت برا شوہر ہوں۔۔۔

۔نہیں میر ایسے مت بولیں آپ بہت اچھے ہیں۔ آپ بہت۔۔۔۔ زیادہ اچھے ہیں بہت پر زور دیتے ہوئے بولی۔۔ شاہ میر کی بات پر مرہا نے اپنا چہرہ پیچھے کرتے ہوئے شاہ میر کی جانب دیکھا۔۔اس کا پورا چہرہ آنسوں سے بھیگا ہوا تھا۔۔

میری جان اگر میں اچھا ہوں تو آج مجھے اپنا ہر دکھ بتا دو۔ تم اپنی ساری ٹینشن سارے دکھ مجھے دے دو میں بدلے میں اپنی جان کی زندگی میں خوشیاں اور محبت کے رنگ بھر دوں گا۔۔

شامیر نے اس کے چہرے کو ہاتھوں کے پیالے میں بھرے ہوئے بڑی محبت بھرے انداز سے کہا۔ مرہا کتنی دیر اس کی آنکھوں میں دیکھتی رہی اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے مرہا کی آنکھوں سے آنسوں روانی سے بہتے جا رہے تھے۔۔۔۔۔۔۔

م۔۔ مم۔۔ مم۔۔ میر اگر میں آپ کو سب بتا دوں گی تو آپ مجھ سے نفرت کرنے لگیں گے وہ روتی ہوئی آواز میں لفظوں کو توڑتے ہوئے بولی۔۔۔

میر کبھی اپنی جان سے نفرت کر ہی نہیں سکتا، یہ ممکن ہی نہیں ہے۔۔وہ اس کی آنکھوں پر اپنے لب رکھتے ہوئے اس کی گھنی پلکوں سے ایک ایک آنسو کو بڑی محبت سے چن رہا تھا۔۔۔۔آپ بہت اچھے ہیں۔میر میں آپ کے لائق نہیں ہوں۔۔۔

۔اس کا فیصلہ تم مجھے کرنے دو۔۔اور میر افیصلہ یہ ہے کہ تم سے زیادہ لائق ہم سفر مجھے مل ہی نہیں سکتا تھا۔۔۔میر آپ میری حقیقت جانیں گے تو اپنا فیصلہ بدل لیں گے۔۔۔آنسوں سے بھیگی ہوئی آواز میں بے یقینی کے الفاظ لیے ہوئے بولی۔۔۔۔

میر کی جان جب انسان کسی سے کو دل و جان سے چاہتا ہے تو وہاں پر کوئی بھی حقیقت معنی نہیں رکھتی ۔معنی رکھتا ہے تو صرف اس انسان کا ساتھ۔مجھے تم چاہیے ہو، تمہاری محبت چاہیے، تمہارا ساتھ چاہیے، ماضی کی تلخ یادوں سے باہر آجاؤ میر ہا میں تمہارے مجرم کو اپنے ہاتھوں سے سزا دوں گا، مگر تم اس کالے عکس کی پر چھائی ہماری آنے والی خوشیوں پر مت ڈالو۔۔۔۔مرہا میں نے زندگی میں ضرور کچھ نیک کام کیا ہو گا جو خدا نے تمہیں میرے نصیب میں لکھ دیا۔۔۔میں کتنا خوش قسمت ہوں کہ خدا نے مجھے اتنی معصوم اور پاکیزہ بیوی دی۔میں اپنے رب کا جتنا بھی شکر ادا کروں کم ہے۔

۔اس کے چہرے کو اپنے ہاتھوں کے پیالے میں بھر کر محبت بھری نظریں اس کی چہرے پر مرکوز کیے ہوئے تھا۔

میر میں پاکیزہ نہیں ہوں کانپتے ہوئے ہونٹوں سے بولی۔۔۔مرہا آج کے بعد تم اپنے بارے میں ایسا کبھی نہیں کہو گی۔شاہ میر کے کہنے کے انداز میں ایک تڑپ تھی ہیں۔۔۔

۔میر آپ میرے بارے میں کچھ نہیں جانتے میں کسی کی زندگی میں اس طرح سے شامل نہیں ہونا چاہتی تھی۔مگر آپ نے مجھے موقع ہی نہیں دیا کہ میں آپ کو کچھ سمجھا یا بتا سکتی۔اور میرے اندر کا سچ مجھے ہر وقت جنجھوڑے رکھتا ہے۔مجھے لگتا ہے کہ اس سچ کو جاننے کا آپ کو پورا حق ہے۔مگر آپ کو حقیقت بتا کر میں آپ کو خود سے دور نہیں کرنا چاہتی تھی۔۔۔

میرہا کے منہ سے آخری الفاظ سن کر شامیر کے دل کو تسکین ہوئی کہ مرہا اسے کھونے سے ڈرتی ہے۔میر کو پوری طرح سے ابھی تک تم نے جانا نہیں ہے میری جان۔میر کبھی بھی تم سے دور نہیں ہو سکتا اس ڈر کو اپنے ذہن سے پوری طرح سے نکال دو۔۔۔

آپ ایک بار بیٹھ کر میری ساری حقیقت جان لیں اس کے بعد آپ کا جو بھی فیصلہ ہو گا مجھے منظور ہے

۔۔

مرہا تمہیں ابھی تک یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ مجھے تمہارے منہ سے کوئی حقیقت نہیں سننی میں ساری حقیقت سے واقف ہوں۔اور اگر پھر بھی تمہارے دل کو مجھے حقیقت بتا کر سکون ملتا ہے تو بتاؤ۔۔

تمہارا میر سننے کے لیے تیار ہے مگر کوئی بھی حقیقت میرے پیار پر اثر انداز نہیں ہو سکتی۔میرے لیے تم وہی مرہا رہو گی جس کو پہلی نظر میں دیکھ کر میرے دل نے قبول کیا،میری آنکھوں نے تمہیں قریب کرنا چاہا،میرے دل نے تمہاری قربت کی تمنا کی۔مگر تم اپنی تسکین کے لیے مجھے بتاؤ تاکہ تمہارا دل ہلکا ہو جائے۔جس ڈر کو تم نے سالوں سے اپنے اندر دبا کے رکھا ہے اس ڈر کو آج پوری طرح سے نکال دو مرہا۔۔۔۔۔۔مرہا اپنے دل کا درد سنانا شروع ہوئی تو ہچکیوں کے ساتھ روتی ہوئی اس کے گلے سے لگی ایک اپنا سارا دکھ سناتی چلی گئی۔



اذیت کی قلم سے لکھا ہوا وہ تاریک دن میں جس کو وہ بچپن سے لے کر جوانی تک بھول نہیں سکی تھی۔۔اس کا سارا معصوم بچپن یوں ہی ڈرتے ہوئے گزر گیا۔

آج بھی اس کی روح کانپ جاتی تھی وہ بھیانک دن یاد کر کے۔۔

وہ تو اس وقت اتنی معصوم تھی کہ شاید کبھی اپنا درد بھی کسی کو بیان نہ کر پاتی کسی کو بتانے کی تو اس میں ہمت نہیں تھی میرہا شروع سے ہی شائیں اور سہمی سہمی رہنے والی بچی تھی۔۔۔

اور حادثے نے اس کی شخصیت کو پوری طرح سے ختم کر دیا۔رومان شاہ نے اس کے اندر اعتماد بھرنے کی جو کوشش کی تھی اس سے کچھ بہتری تو آئی مگر وہ کبھی بھی زیادہ لوگوں سے گھل مل نہیں سکی تھی۔۔۔۔۔۔

۔اپنے آنسوں کی روحانی میں وہ شاہ میر کو اپنا درد سناتی چلی گئی اس کا درد سن کر شاہ میر کا دل پھٹ رہا تھا۔شاہ میر اس کے کانپتے ہوئے وجود کو اپنی باہوں میں سمیٹے ہوئے کھڑا تھا۔۔

۔وہ اپنا سر شاہ میر کے سینے پر رکھے ہوئے کھڑی بتاتے ہوئے مسلسل روئے جا رہی تھی۔

شاہ میر کو اس کے اندر کی ڈری ہوئی لڑکی صاف نظر آرہی تھی۔جو اس وقت بھی اپنے ساتھ ہونے والے اس گھنونے واقعہ کو بتاتے ہوئے ڈر رہی تھی۔۔

۔میر آپ کو پتہ ہے کہ اس دن جب بھائی نے دیکھا تو وہ پہلی بار نہیں تھا اس گھٹیا انسان نے اس طرح کی حرکتیں کئی بار پہلے بھی کی تھیں۔میں امی اور بھائی کو بتانا چاہتی تھی، مگر مجھ میں ہمت نہیں تھی مجھے ڈر لگتا تھا۔کہیں بھائی اور امی مجھے ہی غلط نہ سمجھیں۔۔۔

اور وہ کمینہ مجھے ہمیشہ ڈرا کر چپ کروا دیتا تھا۔میں بہت بے وقوف تھی جو کبھی اپنے دل کی بات امی اور بھائی سے کہہ نہیں سکی وہ کہتے ہوئے سسک کر رو رہی تھی۔

۔بھائی اس دن فرشتہ بن کر گھر آئے تھے اور مجھے اس درندے کے چنگل سے چھڑا کر اپنی حفاظت کی دنیا میں لے آئے۔

۔اس دن کے بعد بھائی نے میری اتنی حفاظت کی کہ میری طرف اٹھنے والی ہر نظر کو پہلے بھائی کا سامنا کرنا پڑتا۔۔

۔اس کے باوجود بھی میں کبھی خود میں اتنی ہمت جمع نہیں کر سکی کہ میں بتاتی کہ اس گھٹیا انسان نے میرے ساتھ کیا کیا وہ دانت پیستے ہوئے بتا کر بلند آواز میں رونے لگی۔۔۔

۔شامیر کو بہت بڑا دھچکا لگا تھا یہ سن کر مگر اس نے مرہا پر کچھ ظاہر نہیں ہونے دیا اسے پتہ تھا کہ اتنی مشکل سے جو اس میں بتانے کی تھوڑی سی ہمت آئی ہے۔

۔وہ آج کے بعد اس ہمت کو کبھی اکٹھا نہیں کر پائے گی شامیر نے جتنا سوچا تھا اس سے کہیں زیادہ برا میرا کے ساتھ ہوا تھا۔۔



اور اس سے بڑھ کر اسے یہ بات بہت تکلیف دے رہی تھی کہ اتنے سالوں سے مرہا اپنے اندر ہی اندر گھٹتی رہی۔۔وہ کسی کو بتا نہیں سکی میرہا کو اپنے سینے سے لگائے ہوئے کتنی دیر تک چپ کھڑا رہا۔۔۔۔

۔بس مرہا بس اب تم نے اپنا سارا درد مجھے سنا دیا آج کے بعد تم اس بھیانک حادثے کو یاد کر کے کبھی نہیں رو گی۔

۔میرا وعدہ ہے کہ تمہارے مجرم کو اس کے انجام تک پہنچا کر ہی سانس لوں گا وہ کہتے ہوئے اپنے مضبوط بازوں کی گرفت اس کے گرد اور بھی کس گیا۔۔۔ آج سے وہ تمہارا نہیں میرا مجرم ہے اور اپنے مجرموں کو اے سی پی شامیر کبھی معاف نہیں کرتا وہ اپنے دانتوں کو پیستے ہوئے بولا۔

oooooooooooo

وہ اپنا سارا دکھ شاہ میر کو سنا کر پتہ نہیں کتنے سالوں بعد آج سکون کی نیند سوئی تھی۔

اس کے سینے پر سر ٹکائے ہوئے وہ کتنی پر سکون لگ رہی رہی تھی۔شاہ میر تکیے پر سر رکھے ہوئے سیدھا لیٹا ہوا ایک ہاتھ سر کے نیچے رکھے اور دوسرا اس کی کے گرد لپیٹے ہوئے تھا۔



شاہ میر اس کے معصوم چہرے کو بہت گہری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔جہاں پر اس وقت بھی معصومت ہی معصومیت دکھائی دے رہی تھی۔۔۔

۔شاہ میر کو یہ سوچ سوچ کر غصہ رہا تھا۔ کہ اس درندے کا اتنے سالوں پہلے جب یہ بچی تھی کیسے ضمیر مان گیا جو اس معصوم سی گڑیا کو اندھیروں کی دلدل میں دھکیل گیا۔۔۔شاہ میر نے اپنے لب اس کے ماتھے پر رکھتے ہوئے عقیدت سے چوم لیا۔۔۔۔

میر کی جان بس آج جتنا تم نے رونا تھا رو لیا آج کے بعد میرا تم سے وعدہ ہے کہ میں کبھی تمہاری آنکھوں می کبھی آنسوں نہیں آنے دوں گا۔ تمہارا ہر دن خوشیوں سے طلوع ہو گا۔اور ہر شام کا سورج میری محبت کی پناہوں میں پرسکون غروب ہو گا۔۔۔۔شاہ میر کتنی دیر تک اس کے معصوم سوئے ہوئے چہرے کو دیکھتا رہا۔ایک حسین صبح کے انتظار میں میں وہ نیند کی وادیوں میں جانے لگا۔۔۔

ooooooooooo

رومان بیٹا آپ لوگ کھانا کھا کر جانا آج میں تمہارا کوئی بہانہ نہیں سنوں گی رومان شاہ جو آفس سے سیدھا میرب کو لینے آیا تھا اس کی ساس ضد کر رہی تھی کہ وہ یہاں سے کھانا کھا کر جائے۔۔۔

ٹھیک ہے آنٹی تھوڑا جلدی کیجئے گا کیونکہ مجھے گھر جا کر آفس کا ضروری کام کرنا ہے۔۔۔جی جی بیٹا میں ابھی کھانا لگواتی ہوں آپ مرہا کے روم میں جا کر فریش ہو کر آجائیں رومان شاہ میرہا کے ساتھ چلتا ہوا

اس کے روم میں آیا فریش ہونے کے لیے۔۔۔ آہ۔۔۔شاہ کیا کر رہے ہیں کوئی دیکھ لے گا۔۔۔تو دیکھ لینے دو،،اپنی خود کی ذاتی بیوی سے پیار کر رہا ہوں کوئی دیکھتا ہے تو دیکھ لے۔۔۔۔

مرہا کے روم کی طرف جاتے ہوئے مرہا کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے خود کے قریب کرتے ہوئے کسی اور ہی موڈ میں بولا تھا۔۔۔خماری اس وقت شاہ کی آنکھوں اور لہجے سے صاف ٹپک رہی تھی۔۔۔

شاہ پلیز۔۔ماما دیکھ لیں گی تو کیا سوچیں گے۔کچھ تو شرم کیجیے میرب شرماتے ہوئے شاہ کے سینے پر زور دیکھ کر اسے پیچھے دھکیل رہی تھی۔۔۔

کچھ نہیں سوچیں گی۔بلکہ وہ تو یہی کہیں گی کہ واہ کتنا اچھا ہے میرا داماد میری بیٹی سے اتنا پیار کرتا ہے۔ شاہ شوخ انداز سے کہتے ہوئے اپنے لب میرب کے لبوں کے قریب لے جانے کی پوری کوشش کر رہا تھا۔۔۔میرب نے شاہ کے منہ پر ہاتھ رکھ کر شاہ کا یہ منصوبہ ناکام کر دیا۔۔۔۔

شاہ آپ کتنے بے شرم ہیں کہیں پر بھی شروع ہو جاتے ہیں۔میرب نے مسکراتے ہوئے شاہ کے کس والے ارادے کو ناکام بنا دیا۔۔۔۔

)تینوں کی لگدا اے سو نیے ایویں تو میرے کولوں بچ جایں گی شیر نو جنا تر ساویں گی اور اوناں آئی تیری جان داد شمن بنے گا۔ (

شاہ اب آپ کیا بولے جا رہے ہیں شاہ کا پنجابی رومینٹک لہجہ میرب کے سر کے اوپر سے گزر گیا۔۔۔

آج میں بالکل بھی یہ بتانے کے موڈ میں نہیں ہوں کہ میں نے کیا کہا ہے آج تم میرے شدتوں سے میری بات کا معنی سمجھنے کی کوشش کرنا۔۔۔ جان شاہ گھر چلو تمہیں پورا موقع دوں گا میری اس بات کا مطلب سمجھنے کے لئے۔۔۔۔

شاہ آپ مجھے دھمکیاں بعد میں دے لیجئے گا۔پہلے چل کر فریش ہو جائیں ماما کھانے پر ہمارا ویٹ کر رہی ہیں۔میرب کو اپنی باہوں میں قید کیے ہوئے راہداری کے بیچو بیچ کھڑا ہوا تھا۔۔۔

۔ہمم چلو روم میں چل کر میں فریش ہو لیتا ہوں۔۔وہ تو کسی اور ہی موڈ میں بولا۔فریش ہونے کا تو اس کا کہیں سے بھی ارادہ نہیں لگ رہا تھا۔۔۔۔۔

میرب جو اس کے آگے آگے چلتی ہوئی روم میں داخل ہوئی تھی۔۔۔

۔ دروازہ ٹھاک سے بند کرتے ہوئے میرب کی کلائی کو پکڑ کر اسے واپس اپنی طرف کھینچ لیا۔اسے دروازے کے ساتھ لگاتے ہوئے گہری نظروں سے دیکھ کر مسکرایا۔۔۔ شش۔۔۔شاہ کیا کر رہے ہیں۔میرب شاہ کے ارادے کو بھانپتی ہوئی اٹک کر بولی۔۔۔

۔"پیار کر رہا ہوں جو کل رات سے تمہیں نہیں کیا۔جان شاہ کل کی رات تمہارے بنا مجھے کتنی لمبی لگ رہی تھی آج تم گھر چل کر میری ہر ایک شدت سے اسے محسوس کرنا۔۔۔۔
کہتا ہوا میرب کو دروازے کے ساتھ لگا کر اس کی کمر کی دونوں سائیڈوں پر سختی سے ہاتھ رکھتے ہوئے اس کی نظریں بے باکی سے اس کی خوبصورت سراپے پر مرکوز تھی۔۔۔شاہ پل۔۔۔ ششششش بہت بولتی ہو تم اس کے لبوں پر انگلی رکھ کر اسے چپ کروادیا۔۔۔کمر کی دونوں سیٹ پر ہاتھ رکھے ہوئے اس کی چیکس پر بڑی نرمی س لب رکھ کر چوم لیا، سر اٹھا کر اس کے چہرے کی جانب دیکھا تھا۔

شاہ کی نزدیکی سے میرب کا دل دھک دھک کرنا شروع کر رہا تھا میرب اپنی آنکھیں بند کر کے کھڑی ہوئی تھی ۔شاہ کے لبوں کی لمس وہ شاہ کے پیچھے ہٹنے کے بعد بھی اپنی گال پر محسوس کر رہی تھی۔۔۔۔

وہ اپنا منہ اسکے بالوں میں چھپا کر اس کی خوبصورت گردن پر اپنے جزباتوں سے چور لبوں کے نرم اور گرم لمز چھوڑ رہا تھا۔اس کے لبوں کی گرمی سے میرب نے گھبرا کر شاہ کے کاندھوں پر ہاتھ رکھ لیا۔۔

۔وہ میرب کی بند آنکھیں اور اپنے کاندھوں پر رکھے ہوئے ہاتھ دیکھ کر پیچھے ہوتا ہوا مسکرایا۔۔۔ میری جان میرے عشق کی تپش میں مت بہکیے۔فریش ہو کر آتا ہوں کھانا کھا کر گھر چلیں اس کے بعد ہمارے روم میں جتنا بھی بہکنا چاہیں بہک سکتی ہیں۔



شاہ کی آواز پر میرب ہوش کی دنیا میں واپس آئی۔۔۔وہ سارا ملبہ میرپر ڈال کر مسکراتا ہوا واش روم کی طرف جا رہا تھا۔۔۔۔۔شاہ میں آپ کی جان لے لوں گی میرب شاہ کی بات سے شرماتے ہوئے چیخی ۔۔۔۔۔۔پوری اجازت ہے لے لینا مگر گھر جانے کا ویٹ کر و وہ شرارتی انداز سے چاتا ہوا رک گیا

۔آنکھ دباتے ہوئے بولا۔۔۔شاہ کے اس انداز سے میرب اور بھی شرم سے لال ہو گئی تھی۔۔۔۔۔

ooooooooo

میر۔۔۔میر۔۔۔ہوں ں ں۔۔میرہا فجر کی نماز سے فارغ ہو کر شامیر کو نماز کے لیے اٹھا رہی تھی ۔۔۔جو کہ رات کو بہت لیٹ سویا تھا۔تو اس وقت بہت گہری نیند میں ایک میٹھی آواز کو محسوس کر رہا۔۔۔میر اٹھ جائیں اور نماز پڑھ لیں نماز کا ٹائم ختم ہو رہا ہے۔۔۔
شامیر الٹا لٹا ہوا گہری نیند میں تھا اور مرہا بیٹھ کے پاس کھڑی ہوئی اسے اٹھا رہی تھی۔۔۔۔

۔یہ۔۔۔کک۔ک۔۔کیا کر رہے ہیں وہ شرماتے ہوئے بولی۔۔۔شاہ میر کروٹ لے کر سیدھا ہوتے ہوئے اس کی کلائی کو پکڑ کر اپنی اوپر گرا چکا تھا۔۔۔مم۔۔مم۔۔۔میں اپنی بیوی سے پیار کر رہا ہوں میرہا کی نقل اتارتے ہوئے لفظوں کو توڑ کر بولا۔۔۔میر۔۔۔جی میر کی جان اس کے شرمائے ہوئے لال ٹماٹر جیسے چہرے کو گہری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔۔۔۔

پلیز چھوڑیں مجھے اس کے مضبوط سینے پر اپنے دونوں ہاتھ رکھ کر نظریں چراتی ہوئی بولی۔۔۔چھوڑنے کے لیے میں نے تھوڑا پکڑا ہے۔۔۔اب تو ساری زندگی تمہیں یوہی اپنی سینے سے لگائے رکھنے کا ارادہ ہے۔۔۔کیوں آپ کو کوئی کام کاج نہیں کرنا۔۔کھانا پینا نہیں ہے۔۔۔۔وہ شرارتی لہجے سے مسکراتی ہوئی بولی۔۔آج شاہ میر کی محبت کا مان پا کر مرہا نے پہلی بار شاہ میر کے اتنا نزدیک ہوتے ہوئے سے مذاق کیا تھا۔۔

۔کام کاج بھی کر لوں گا پہلے اپنی خوبصورت پیاری بیوی کو جی بھر کر پیار کو کر لوں کہتے ہوئے کروٹ لے کر اس کے اوپر آگیا۔۔۔

اس کی نرم گالوں کو باری باری اپنے ہاتھ سے سہلاتے رہا تھا۔میرہا آنکھیں بند کیے ہوئے اس کے مضبوط ہاتھوں کے لمس کو محسوس کر رہی تھی۔اس لمس میں اسے آج اپنے لیے تحفظ محسوس ہو رہا تھا۔۔۔شاہ میر کے رات کو بولے ہوئے ہر الفاظ نے مرہا کو ایک نئ زندگی بخشی تھی۔۔۔

۔آج کی صبح میرہا کے لیے خوشیوں کا پیغام لے کر آئی تھی آج کی صبح میرہا خود کو سالوں سے دیکھتی ہوئی ان گندی نظروں سے محفوظ سمجھ رہی تھی۔۔۔

آج جسم میں پوست ہوتی ہوئی گندی نظروں کے سامنے اس کہ شوہر کی مضبوط محبت کھڑی تھی۔

۔مرہا بچپن سے لے کر آج تک ان وحشت زدہ آنکھوں کو روز محسوس کرتی تھی ان آنکھوں میں درندگی اور گندگی ہی گندگی نظر آتی تھی۔۔۔شوہر کی محبت اتنی طاقت کی حامل ہوتی ہے یہ مرہا کو آج پتہ چلا تھا۔۔۔جس درد کو وہ اتنے سال خود سے دور نہیں کر سکی۔اس درد کو شاہ میر کی محبت بھری ایک رات کی باتوں نے اس سے دور کر دیا تھا۔۔۔شامیر اس کی گردن پر اپنے لب رکھے ہوئے لمس چھوڑتے جا رہا تھا وہ مرہا کی قسم سے اٹھتی ہوئی خوشبو سے بہک رہا تھا۔۔۔۔میر۔۔۔میر۔۔۔ہمم۔۔وہ گردن پر جھکا ہوا گمبھیر آواز میں بولا۔۔۔میر فجر کی نماز کا ٹائم ختم ہو رہا ہے پلیز اٹھ کر نماز پڑھ لیں شاہ میر کی خماری بھرے لمس سے مرہا کے دل کی دھڑکنے اوتھل پوتھل ہو رہیں تھی۔۔۔۔۔تم نے نماز پڑھ لی ہے۔وہ اپنا چہرہ اوپر اٹھا کر پوچھ رہا تھا۔

جی میں نے پڑھ لی ہے آپ بھی جا کر پڑھ لیں۔۔وہ اپنے اوپر کھٹا بن کر لیٹے ہوئے شاہ میر کو اپنے ہاتھوں سے دھکیلتے ہوئے بولی۔۔۔۔آج تیار رہنا ہم لوگ گھومنے چلیں گے آج میں اپنی پیاری بیوی کو کشمیر کی سیر کرواؤں گا۔اور اس کے بعد رات کو آکر اپنی گولڈن نائٹ کو سیلیبریٹ کریں گے۔۔وہ اتنی بے باکی سے بولتے ہوئے مسکرایا تھا کہ مرہا شرم سے پانی پانی ہو گئی۔۔

۔اس کے اس قدر شرمائے ہوئے چہرے کو دیکھ کر شامیر لطف اندوز ہو کر اس کے گال پر کس کر کے مسکراتا ہوا اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔۔۔

۔کچھ شرمانا رات کے لیے بھی رکھ لینا میری جان کیونکہ رات کو تو میں تمہیں بہت سارے موقع دوں گا شرمانے کے۔۔

۔ آئی لو یو بس میری جان۔۔۔ اسی طرح سے میری باتوں سے شرماتی اور مسکراتی رہو میرے دل کو بہت سکون ملتا ہے۔۔۔۔

۔وہ وہ مسکراتے ہوئے فریش ہونے کے لیے واش روم میں چلا گیا اور میرہا وہیں بیڈ پر لیٹی ہوئی شامیر کی محبت سے مطمئن ہو کر مسکرا دی۔۔۔۔

وہ شامیر کی محبت بھرے لمس کو یاد کر کے شرماتے ہوئے اپنے چہرے پر دونوں ہاتھ رکھ کر لیٹی گئی

-----

واہ یار تم تو بڑے چھپے ہوئے رستم نکلے میں تو تمہیں سمجھا تا ہی رہ گیا اور تم نے تو چٹ منگنی کرنے کا ارادہ بنا لیا۔

۔شاہ زیب نے احمر کو بتایا کہ اس نے ڈاکٹر ہما کا پروپوزل ایکسیپٹ کر لیا ہے۔اور بہت جلد وہ دونوں منگنی کرنے والے ہیں۔اسی بات پر احمر ڈاکٹر شاہ زیب کی ٹانگ کھینچ رہا تھا۔۔۔۔

۔جب پروپوزل ایکسیپٹ نہیں کر رہا تھا تب بھی تمہیں تکلیف تھی۔اور اگر اب کر لیا ہے تو اس میں بھی تمہیں پرابلم ہے۔شاہ زیب چڑ کر بولا۔۔۔۔



نہیں یار میں بہت خوش ہوں تمہارے لیے ناراض کیوں ہو رہے ہو میں تو مذاق کر رہا تھا احمر کو ڈاکٹر شاہ زیب کے دل کا حال پتہ تھا اس لیے اس نے فوراً سے وضاحت پیش کی گیا۔۔۔

ڈاکٹر صاحب آج کل آپ کو غصہ کچھ زیادہ ہی آنے لگا ہے آپ تھوڑا کول رہنے کی دوا کھایا کریں

۔۔۔مجھے غصہ آتا نہیں تم جیسے لوگ مجھے غصہ دلاتے ہو۔ڈاکٹر شاہ زیب کا دل کل مرہا کی حالت دیکھ کر بہت دکھا ہوا تھا۔اوپر سے شامیر کی کڑوی باتوں نے اس سے اور بھی آبدیدہ کر دیا۔۔۔

۔شاہ زیب یار کیا بات ہے کیا تم نے ڈاکٹر ہما کو کسی پریشر میں آکر ہاں کی ہے۔۔۔۔شاہ زیب کے چڑے ہوئے لہجے کو دیکھ کر احمر نے سوال کیا۔۔

۔بس یار اس بات کو چھوڑو میں نے ہاں کہہ دی ہے،اب چاہے مجبوری میں کی ہے یا خوشی میں اس سے کیا فرق پڑتا ہے شاہ زیب نے بے حد دکھی انداز میں جواب دیا۔۔۔۔

شاہ زیب تم مجھے بتاؤ گے کہ آخر کیا ہوا ہے اچانک تمہاری نہ ہاں میں کیسے بدل گئی۔۔۔

کل مرہا کو بے ہوشی کی حالت میں ہاسپٹل لایا گیا تھا۔اس کی حالت بہت خراب تھی۔اور اس کا وہ سڑو شوہر بھی ساتھ میں ہی تھا۔بنا بات کے فضول میں میرے ساتھ منہ ماری کر کے گیا ہے۔۔۔۔۔۔

او آئی سی تو مجھے اب سمجھ میں آیا کہ تم نے اسی چڑ میں ڈاکٹر ہما کو ہاں کہہ دی۔۔

۔یار پلیز اگر ہاں کی ہے تو پوری کوشش کرنا کہ اس رشتے کو اچھی طرح سے نبا سکو۔۔۔میر ہا تمہارا ماضی تھا اور ڈاکٹر ہما تمہارا آنے والا مستقبل۔تو پلیز ماضی کی باتوں کو لے کر اپنا مستقبل خراب مت کرنا احمر سمجھاتے ہوئے کہا۔۔۔

نہیں ایمر یار اتنا تو میں سنگ دل نہیں ہوں جو اپنے ماضی کی وجہ سے ہما کے ساتھ کچھ بھی غلط کروں گا اتنا تو تم اپنے دوست پر یقین رکھو ہاں مگر یار کل کا پتہ نہیں مگر آج میں مرہا کو اپنے دل سے نکال نہیں پا رہا ہے۔۔۔۔

اور کل اس کی حالت دیکھنے کے بعد تو مجھے اور بھی عجیب سے خیالات نے گھیر رکھا ہے، کہیں نہ کہیں میں یہ سوچنے پر مجبور ہوں کہ کیا میرہا اپنی میرٹ لائف میں خوش ہے بھی یا نہیں۔مگر پھر میں اپنے دل کو یہ سوچ کر اطمینان دے رہا ہوں کہ۔جس طرح سے اس کا اکڑو شوہر اس کے لیے پوزیسو ہو رہا تھا اسے دیکھ کر تو ایسا لگتا ہے کہ وہ مرہا سے پیار کرتا ہے۔

اللہ کرے کہ میری یہ سوچ سچ ثابت ہو وہ جہاں بھی رہے خوش رہے۔ میں اپنی وجہ سے اس کی لائف میں کسی بھی طرح کی کمپلیکیشنز نہیں چاہتا۔اسی لیے میں نے شادی کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ایک تو میں رومان سے پڑی ہوئی دوستی میں دراڑ کو پھر سے بھرنا چاہتا ہوں۔اور دوسرا اگر مرہا کے شوہر کے دماغ میں کوئی شک وشبہ ہو تو وہ ختم ہو جائے۔۔۔

۔میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے اس معصوم لڑکی کی زندگی میں کوئی ہلچل پیدا ہو۔کیونکہ اس سب میں اس کی کوئی غلطی نہیں اسے تو یہ پتہ بھی نہیں کہ کوئی شخص اس کے ساتھ اپنی دنیا بسائے ہوئے تھا۔۔۔۔

کہتے ہوئے شاہ زیب کی آنکھیں نم ہوئیں تھی جس کو اس نے فوراً سے چھپالیا مگر احمر اس کی نم آنکھیں دیکھ چکا تھا۔۔۔



شاہ زیب تم پریشان نہ ہو میں جانتا ہوں کہ تمہارے لیے یہ فیصلہ آسان نہیں تھا مگر مجھے پوری امید ہے کہ ڈاکٹر ہما ایک بہت اچھی ہمسفر ثابت ہو گی اور آنے والے وقت میں تمہیں اپنے فیصلے پر بہت پراؤڈ فیل ہو گا۔احمر ڈاکٹر شاہ زیب کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کے تسلی بخش انداز میں بولا۔۔۔

اللہ کرے کہ ایسا ہی ہو ڈاکٹر شاہ زیب سنجیدہ مزاج سے بولا--۔ چلو ٹھیک ہے یار پھر ایک کام کرتے ہیں آج رات کو گیدرنگ ارینج کرتے ہیں میرے گھر پر-۔احمر نے ڈن کرنے والے انداز سے کہا---۔

پہلے اس نواب سے تو پوچھو کہ وہ آنا چاہتا بھی ہے یا نہیں جب سے شادی ہوئی ہے اس نے تو رابطے ہی توڑ رکھے ہیں۔

۔ابھی تو سالے کی پسند سے شادی نہیں ہوئی۔بھابھی نے زبردستی کی ہے۔اگر پسند کر کے کرتا تو لگتا ہے گھر کے اندر ہی بند ہو جاتا کبھی باہر ہی نہ آتا--۔

ڈاکٹر شاہ زیب نے ہنستے ہوئے رومان شاہ کا ذکر کیا تھا۔رومان شاہ کی بات کرتے ہی دونوں قہقہ لگا کر ہنسے تھے۔آخر رومان شاہ میں ان دونوں کی جان بستی تھی۔اس کے ہونے سے ان تینوں کی دوستی مکمل ہو جاتی تو اسے یہ کیسے بھول سکتے تھے-----۔

ooooooooo

رومان شاہ اور میرب کھانا کھانے کے فوراً بعد وہاں سے اپنے گھر کے لیے نکل آئے تھے مگر گاڑی میں بیٹھے ہوئے رومان شاہ کی نظریں اور زبان سے میرب کا شرما شرما کر برا حال ہو رہا تھا۔۔۔۔۔

۔میرب میری طرف دیکھو۔۔رومان شاہ کی بے باک نظروں سے تنگ آ کر
میرب نے اپنا رخ مرر کی جانب
کر کے بیٹھ گئی۔۔۔

میں نہیں دیکھوں گی۔کیوں نہیں دیکھو گی ؟۔۔ گاڑی چلاتے ہوئے ایک ہاتھ سٹیرنگ پر رکھے ہوئے اور دوسرے ہاتھ کو میرب کی ٹھوڑی پر رکھتے ہوئے اس کا رخ اپنی جانب کیا۔۔۔۔



کیونکہ شاہ آپ۔۔ بہت۔۔۔ میرب کہتے ہوئے رک گئی ۔۔۔۔میں بہت رومینٹک ہوں مجھے پتہ ہے۔اس کے سوا اور کچھ تم میری ہستی کے بارے میں بتانا چاہو تو شوق سے بتا سکتی ہو مجھے بہت اچھا لگے گا۔رومان شاہ مسکرے انداز میں بولا۔۔۔۔

شاہ آپ کو پتہ ہے جب آپ مجھ سے ناراض رہتے تھے ناتب بہت اچھے تھے۔اب تو آپ اپنے لفظوں سے میرا آپ کی طرف دیکھناتک محال کر دیتے ہیں۔میرب شرم سے سرخ ہوتے ہوئے الفاظوں کو با مشکل بولی۔۔۔۔۔۔

جان شاہ اب اپنا جگرا تھوڑا تگڑا کرو جب رومان شاہ سے عشق کرنے کی ہمت کی ہے تو اس کی جنونی محبت اور بے باک لہجے کو بھی سہنے کا حوصلہ رکھو۔۔۔

۔شوخ لہجے سے کہتا ہوا اپنے ہاتھ کی پشت کی دو انگلیوں سے اس کی گال سہلا رہا تھا۔۔۔۔شاہ پلیز گاڑی سامنے دیکھ کر چلائیں۔رومان شاہ کے ہاتھوں کے لمس سے میرب کے پورے وجود میں سنسنی سی دوڑ گئی۔۔۔۔۔۔۔



ٹھیک ہے پھر تم میرے سامنے میری گود میں آکر بیٹھ جاؤ میں گاڑی سامنے دیکھ کر چلا لوں گا۔۔۔شاہ۔۔۔کچھ بھی بول دیتے ہیں آپ۔میرب نے شرماتے ہوئے اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لیا۔۔۔

۔پلیز چپ کر کے گاڑی چلائیں۔اوکے فائن میری طرف دیکھو بالکل تنگ نہیں کروں گا۔ مگر میری ایک شرط ہے اب رومان شاہ کے دماغ میں ایک نئی طوفانی بات آئی۔۔۔

۔ٹھیک ہے آپ کی جو بھی شرط ہے میں ماننے کو تیار ہوں مگر شاہ پلیز اس کے بعد آپ پورا راستہ مجھے بالکل تنگ نہیں کریں گے۔ میرب نے بنا رومان شاہ کی شرط کو سنے حامی بھر لی۔۔۔

ہاں ہاں میری جان میرا وعدہ ہے کہ میں پورا راستہ تمہیں بالکل تنگ نہیں کروں گا۔۔۔کیونکہ میری جان اس کے بعد تمہیں تنگ کرنے کی ضرورت ہی نہیں پیش آئے گی۔۔۔۔

۔وہ مسکرا سا منہ بناتے ہوئے ہنس کر بولا۔ "مطلب۔۔میرب کو رومان شاہ کا مسکرا چہرہ دیکھ کر اندازہ ہونے لگا تھا کہ اس کے شاہ کے دماغ میں ضرور کوئی کھچڑی پک رہی ہے۔۔

۔مطلب یہ کہ مجھے ایک کس چاہیے تم دے دو تو میں پورے راستے تمہیں تنگ نہیں کروں گا جتنا بھی تنگ کرنا ہے پھر گھر جا کر ہی کروں گا۔۔پر وہ مس اپنی
گردن پر ہاتھ رکھتے ہوئے وعدہ کر رہا تھا۔۔۔

۔جی نہیں شاہ ایسا کچھ بھی نہیں ہونے والا آپ چپ چاپ گاڑی چلائیں اور یہ سڑک ہے۔ہمارا بیڈ روم نہیں میرب شاہ کی اس شرط کو سننے کے بعد گھبرا اٹھی تھی۔۔۔۔

۔اب اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا تھا کہ اس نے رومان شاہ کی شرط تو سنی نہیں اور جلدی بازی میں حامی بھر لی تھی۔۔۔۔

سوچ لو میرب رومان شاہ تم مجھے منع کر کے میری ضد کو بھڑکا رہی ہو گہری نظریں اس پر مرکوز کیے ہوئے بولا۔۔

۔شاہ پلیز اس طرح راستے میں تھوڑی ایسے کام کیے جاتے ہیں۔میرب شاہ کی تیکھی نظروں سے ڈر کر سمجھانے کی بے جا کوشش کر رہی تھی۔۔

۔مگر وہ ٹھہرا رومان شاہ جس کی الٹی کھوپڑی میں اپنے سوا کسی کی بات نہیں گھس سکتی تھی۔اور میرب کے معاملے میں تو آج کل رومان شاہ کا دل بے لگام ہوا پھرتا تھا۔۔۔

۔ارد گرد نظریں دوڑا کر دیکھو یہاں پر بالکل بھی ٹریفک نہیں ہے۔۔ اور دور دور تک کوئی نظر بھی نہیں آرہا ہے تم فضول کی مزاحمتیں کھڑی کر رہی ہوں۔۔

۔کیوں میرے رومینٹک موڑ کو تباہ کرنے پر تلی ہوئی ہو۔۔۔ جان شاہ جب میں تمہیں اپنی قربت میں چاہوں، تو پلیز مجھے منع کر کے میری ضد کو طیش مت دیا کرو۔ کیونکہ ضد میں آکر تو رومان شاہ وہ کر جاتا ہے جس کو کرنے کے بارے میں وہ خود بھی نہیں سوچتا۔۔۔۔

۔میری جان مجھے کس چاہیے۔ وہ بھی ابھی اور اسی وقت نہ کی گنجائش نہیں ہے۔ شاہ سچ مچ ضد پر اتر آیا تھا۔۔۔



ٹھیک ہے آپ اپنی آنکھیں بند کریں میرب ہتھیار ڈالتے ہوئے من منائی ہوئی آواز میں بولی۔۔۔

میری جان اگر چلتی ہوئی گاڑی میں آنکھیں بند کروں گا، تو گاڑی کیسے چلاؤں گا۔۔۔

ویسے بھی "آنکھیں بند کر کے کس کا مزہ کیا خاک آئے گا میرب کے پاس کوئی چارہ نہیں تھا سوائے رومان شاہ کی بات ماننے کے۔۔۔کیونکہ رومان شاہ کے تیور دو سیکنڈ میں ہی بدلنے لگے تھے۔۔۔

اور میرب رومان شاہ کا غصہ افورڈ نہیں کر سکتی تھی۔۔۔میرب نے بڑی مشکل اپنا چہرہ رومان شاہ کے قریب لے جاتے ہوئے۔شاہ کے گال پر اپنے لب رکھ کر معصوم سی کسی کر دی۔۔۔

۔رومان شاہ آنکھیں پھاڑے ہوئے حیرت سے میرب کا چہرہ پیچھے جاتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔وہ بڑی بہادری سے ننھی منی کس کر کے واپس اپنی جگہ پر براجمان ہو کر بیٹھ گئی۔۔۔۔

چہرے پر تیور ایسے تھے جیسے بڑا ہی کوئی کارنامہ انجام دے چکی ہوں۔اور شرماہٹ ایسی تھی جیسے شاہ کے بے حد قریب اس کے باہوں کے گھیرے میں ہو۔

۔اب کیوں اس طرح میری طرف دیکھ رہے ہیں۔رومان شاہ کی پھٹی پھٹی نظریں دیکھ کر میرب نے حیرانی سے سوال کیا میرب یہ کیا تھا۔۔۔ایک ہاتھ سٹرنگ پہ رکھے ہوئے ایک آئی برو کو اٹھا کر حیرانی سے پوچھا۔۔

کیا مطلب شاہ کس تھی۔۔۔میرب نے شاہ کی حیرانی کو کم کرنے کے لیے فوراً سے بتایا۔۔ کیا تھا ۔۔۔شاہ نے دوبارہ سے کنفرم کرنا چاہا تھا کہ واقعہ ہی یہ کس تھی۔۔۔۔

۔شاہ بار بار مجھ سے نہیں بتایا جائے گا۔مجھے شرم آتی ہے۔۔میرب نے شرماتے ہوئے نظریں جھکالی ۔۔۔۔

رومان شاہ۔۔۔۔شرم آنی بھی چاہیے اس بات پر نہیں کہ تم نے کس دی ہے۔۔بلکہ اس بات پر کہ جو تم نے مجھے دی ہے اسے کس تو بالکل نہیں کہہ سکتے ہیں۔۔۔

۔میں تمہیں چار پانچ سال کا چھوٹا سا بچہ لگتا ہوں جو تم مجھے ایسی چنی منی سی گال پر کس دے کر خوش کر لو گی۔۔۔شاہ کو اپنے موڈ کے مطابق کس نہ ملنے پر غصہ ہی آگیا تھا۔۔۔

اس نے تو میرب کی کس اپنے لپس پر سوچ رکھی تھی مگر یہاں تو میرب جی گال پر کس کر کے بہت آسان جتانے والے انداز میں بیٹھی ہوئی تھی۔۔۔



۔شاہ پلیز ناراض مت ہوں میں گھر جا کر آپ کو آپ کی مرضی کے مطابق کس دے دوں گی۔۔۔میرب رومان شاہ کا خراب موڈ دیکھ کر جلدی سے بولی۔۔۔

تمہیں گھر جا کر اتنی زحمت کرنے کی ضرورت نہیں ہے، مجھے جو کچھ چاہیے ہو گا وہ میں خود لے سکتا ہوں، تم اپنا احسان اپنے پاس رکھو، رومینٹک موڑ کا بڑا غرق کر دیا ہے تم نے۔میرب کی سوچ سے کہیں زیادہ شاہ اس وقت بھڑک اٹھا تھا۔۔باقی کا سارا راستہ خاموشی میں کٹا کیونکہ میرب نے ایک دو بار نظریں اٹھا کر شاہ کے جانب دیکھا۔مگر وہاں پر سرد تاثرات دیکھ کر وہ بولنے کی ہمت نہیں جھٹلا پائی۔۔۔۔

oooooooo

۔میر پلیز سامنے سے ہٹیں مجھے تیار ہونے دے۔مرہا ڈریسنگ مرر کے سامنے کھڑی ہوئی تیار ہو رہی تھی۔اور شامیر ڈریسنگ مرر کے ساتھ ایک لگائے ہوئے کھڑا اسے محبت بھری گہری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔



۔ایک تو شاہ میر نے اسے پہلے ہی پینٹ کے ساتھ کر شرٹ پہنا کر اوپر لمبا کوٹ پہنا دیا تھا مرہا نے ایسی ڈریسنگ کبھی نہیں کی تھی اس لیے وہ پہلے ہی بہت انکمفرٹیبل فیل کر رہی تھی۔اوپر سے شاہ میر کب سے ڈریسنگ کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے کھڑا اس سے گہری نظروں سے دیکھے جا رہا تھا۔

مرہا اس کی نظروں سے بہت کنفیوز ہو رہی تھی ۔۔۔میری جان میں نے تمہیں تیار ہونے سے روکا تو نہیں ہے۔اگر یہ بندہ ناچیز کھڑا ہوا اپنی بیوی کو دیکھ کر دور سے اپنا دل خوش کر رہا ہے اس میں تمہارا کیا جاتا ہے۔۔۔۔

میری نظریں تمہارے حسن کا صدقہِ اتار رہے ہیں۔وہ بہکی ہوئی نظروں سے دیکھ کر خماری بھری لہجے میں بولتا ہوا اس کے قریب آرہا تھا۔مرہا اس کے بڑھتے ہوئے قدموں کو دیکھ کر قدم پیچھے کی جانب اٹھانے لگی۔۔۔

شامیر نے آگے بڑھ کر اس کی کلائی کو مضبوطی سے تھام لیا۔ جھٹکے سے اسے اپنی جانب کھینچتے ہوئے اس کی پشت کو اپنے سینے سے لگا کر اپنے لب اس کی نازک سے گردن پر رکھ کر ایک محبت بھرا لمس چھوڑا۔

۔۔مم۔۔میر نہیں۔۔شاہ میر کے یوں کلائی تھام کر کھینچتے ہوئے اسے اپنے ساتھ لگانے سے مرہا کے چہرے پر ڈر کے وہی تاثرات ظاہر ہونے لگے تھے۔۔۔

میرہا میری جان تم میری بیوی ہو، میری عزت میری محبت ہو، اب تو بات محبت سے بڑھ کر عشق کی گہرائیوں تک پہنچ چکی ہے، میری جان میری محبت کو اس درندے کی وحشت سے مت مشابہ دو۔۔۔۔

میں تمہارا محرم ہوں اور تم پر حق مجھے اس خدا نے دیا ہے۔ تمہیں چھوءنا تمہارے قریب آنا اور تم سے رشتہ بنانا اس سب کی اجازت مجھے ہمارا خدا دیتا ہے۔۔۔

نکاح کے تین بولوں گی اہمیت کو سمجھو پلیز میرہا ایک قدم میری جانب بڑھا کر تو دیکھو۔۔۔ میں تمہیں اپنی محبت سے تھام لو گا۔ صرف ایک قدم میری محبت کی دہلیز پر رکھو میں تمہیں اپنی چاہت کے تحت پر بٹھالوں گا۔ ایک قدم میری جانب بڑھاؤ میں تمہیں اپنے اندر سمالوں گا۔۔۔

۔ مگر جب تک تم پورے دل سے میری ہونے کے لیے تیار نہیں میں کوئی زور زبردستی نہیں کروں گا۔

۔ میں نے تم سے شادی زبردستی کی مگر اس رشتے کو آگے بڑھانے کا فیصلہ تمہارا ہو گا۔ میں محبت میں زبردستی کا قائل نہیں ہوں۔ وہ مرہا کے ہاتھ کو چھوڑتے ہوئے دور ہوا۔۔

۔میر میں آپ کو ناراض نہیں کرنا چاہتے میں آپ کو کیسے بتاؤں کہ یہ ڈر مجھے آپ کی جانب قدم بڑھانے ہی نہیں دیتا۔میرہا نے بے چین ہو کر جاتے ہوئے شامیر کا ہاتھ تھام لیا۔۔

اس نے اپنی بات کو بڑے شرمندہ انداز کہا۔۔ کہتے ہوئے اس کی آنکھوں سے بے اختیار آنسوں چھلک کر باہر آ گئے۔جو چیخ چیخ کر میرہا کے دل پر اور روح پر لگے ہوئے زخموں کی گواہی دے رہے تھے۔۔۔

۔میری جان صرف ایک بار تھوڑی سی ہمت کر کے میری محبت کی پناہوں میں آ کر تو دیکھو، تمہارے ہر درد کی دوا میری قربت ہے۔میری قربت تمہاری روح پر لگے ہوئے ہر زخم کو دھو دے گی،میری جان ایک بار تو اپنے شوہر پر اعتماد کر کے دیکھو۔۔۔



شاہ میر کی اس قدر محبت بھری میٹھی باتوں سے میرہا کا دل بھر آیا تھا روتے ہوئے معصوم بچوں کی طرح اس کے ہونٹ کانپ رہے تھے۔۔۔۔

وہ دل سے شامیر کی محبت کو سمجھ رہی تھی۔اسے شاہ میر کی آنکھوں میں اپنے لیے بے پناہ محبت نظر آ رہی تھی مگر چاہ کر بھی اپنے ڈر سے جیت نہیں پا رہی تھی۔۔۔۔۔

میری جان رو نہیں جب تک تم کمفرٹیبل نہیں ہو گی میں وعدہ کرتا ہوں میں تمہارے قریب نہیں آؤں گا۔۔۔ آپ مجھ سے ناراض تو نہیں ہیں۔ مرہا جو نہ تو اپنے ڈر سے پوری طرح سے جو نچ پا رہی تھی اور نہ ہی شاہ میر کو خود سے دور ہوتے دیکھ سکتی تھی۔۔۔

۔میں اپنی جان سے کبھی ناراض ہو ہی نہیں سکتا اس لیے اپنے دماغ سے اس طرح کی باتیں نکال دو۔ خوش رہو میں تمہیں یہاں پر گھمانے کے لیے لے کر آیا ہوں۔

۔ہم لوگوں نے یہاں پر بہت سی اچھی یادیں اکٹھی کرنی ہے کل کو ہم اپنے بچوں کو دکھائیں گے کہ ان کے ممی پاپا کتنے رومینٹک ہوا کرتے تھے۔۔۔



بس پلیز تم اپنے سٹریس سے باہر آؤ اور انجوائے کرو۔۔۔بچوں والی بات پر مرہا شرما کر نظریں جھکائے بلش کر رہی تھی۔۔۔

ہائے صدقے جاؤں میرے ہونے والے بچوں کی ماں اتنی خوبصورت ہے میری زرا سی رومینٹک باتوں سے اتنا بلش کرتی ہے لگتا ہے کہ میرے بچے تو گلاب کے جیسے پنک ہی پیدا ہوں گے۔شاہ میر

مسکراتے ہوئے کہا۔۔۔۔۔چلو اب جلدی سے تیار ہو جاؤ ہم لوگوں کو نیلم ویلی کے لیے نکلنا ہے۔۔۔جس جگہ کا آپ نام بتا رہے ہیں وہاں پر کیا ہے دیکھنے کے لیے۔۔۔

۔مرہا کشمیر پہلی بار آئی تھی تو اس لیے اسے یہاں کے بارے میں کچھ زیادہ پتہ نہیں تھا۔۔۔ویسے تو یہاں پر بہت سے خوبصورت مقامات ہیں دیکھنے کے لیے کشمیر کو جنت کا ٹکڑا کہا جاتا ہے مگر یہاں کی مشہور جگہ میں سے ایک جگہ نیلم ویلی نیل نیلم ویلی کو آزاد کشمیر کی ایک مشہور ترین جگہ سمجھا جاتا ہے۔ جو نہایت ہی خوبصورت اور دلکش ہے۔وادی نیلم اپنی خوبصورتی سے سیاحوں میں بہت مشہور ہے. ہر سال پاکستان اور بیرون ملک سے سیاح بڑی تعداد اس وادی میں گھومنے آتے ہیں۔۔یہاں پر گھوم پھر کر لوگ بہت سکون محسوس کرتے ہیں اور اپنا سارا اسٹریس بھول جاتے ہیں یہاں پر قدرت کے بہترین نظارے دیکھنے کو ملتے ہیں۔۔۔



۔میر کیا پہلے بھی یہاں پر آئے ہیں۔۔اس جگہ کے بارے میں اتنی جانکاری سن کر مرہا نے سوال کیا۔۔۔ہاں آیا تھا بہت پہلے کالج کے دنوں میں دوستوں کے ساتھ ایک دوبار آیا تھا۔۔۔

اس کے بعد مصروفیات اتنی زیادہ ہو گئی کہ کبھی اس طرح گھومنے پھرنے کا موقع ہی نہیں ملا، مگر یہ ٹور میری زندگی کا سب سے خوبصورت ترین ٹور ہو گا کیونکہ اس ٹور میں میری محبت میرے ساتھ ہے کہتے ہوئے شاہ میر نے بڑی محبت بھری نظر مرہا کے چہرے پر ڈالی وہ اپنے ہر انداز سے اسے اپنی محبت کا احساس دلانا چاہتا تھا جس میں کہیں نہ کہیں وہ آہستہ آہستہ کامیاب بھی ہوتا جا رہا ہے۔۔۔

شاہ میر کی باتیں مرہا کے دل کو چھونے لگی تھی، اب مرہا خود سے اپنے آپ کو میر کی محبت کے لیے تیار کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ یہ فرق پڑا تھا شاہ میر کے محبت اور کیرنگ انداز سے۔۔۔

○○○○○○○○○

احمر آج نہیں تم کل کا پروگرام فکس کر لو میں آج نہیں آسکوں گا مجھے کچھ ضروری کام ہے۔۔۔ کیوں آج تم نے کشمیر آزاد کروانے کے لیے جانا ہے رومان شاہ کے گیدرنگ میں نہ آنے کا سن کر احمر نے بھڑک کر کہا۔۔۔۔

تو یار اگر کل گیدرنگ کریں گے تو کون سا مسئلہ ہو جائے گا۔رومان شاہ اس وقت کہیں بھی جانے کے موڈ میں نہیں تھا۔۔کیونکہ اسے تو گھر جا کر میرب کے کسبل نکالنے تھے۔۔۔

اسے اپنی کس نہ ملنے کا کی وجہ سے بہت تب چڑھی ہوئی تھی۔راستے میں اس طرح احمر کا فون آنا کہ وہ تینوں گیدرنگ کے لیے اکٹھے ہو رہے ہیں، تو رومان شاہ کو یہ بات بالکل بھی اچھی نہیں لگی۔۔۔

۔اور رومان زیادہ شوخیاں دکھانے کی ضرورت نہیں ہے تم سے پوچھا نہیں گیا کہ تم گیدرنگ میں آرہے ہو یا نہیں میں نے صرف تمہیں بتانے کے لیے فون کیا ہے کہ تم آرہے ہو اور آنے کا مطلب ہے کہ تم ہر صورت آؤ گے۔اپنی باتوں کو کھینچتے ہوئے احمر نے کہا۔۔۔

۔ٹھیک ہے آجاؤں گا،ویسے بھی کون سا تم بغیر تو نہیں مان جانا ہے میرے کہنے سے،تم لوگوں کی ہمیشہ سے یہی گندی عادت رہی ہے کہ تم لوگ پوچھتے نہیں ہو،صرف فیصلہ مجھ پر تھوپتے ہو،اس لیے میرے لیے یہ کچھ شاکنگ بات نہیں ہے،تیاری رکھو کمینوں میں آدھے گھنٹے میں پہنچ رہا ہوں۔۔۔۔

رومان شاہ نے فل غصے میں بولتے ہوئے حامی بھری۔۔۔

احمر۔۔۔۔تھینک یو سو مچ تم کتنے اچھے دوست ہو قسم سے یار فوراً سے مان جاتے ہو۔چاہے تمہاری مرضی ہو یا نہ ہو احمر کو رومان شاہ کے آنے کی اس قدر خوشی تھی کہ اس کا غصے والا لہجہ بھی اس نے اگنور کر دیا۔۔۔۔۔

رومان شاہ۔۔۔۔لعنت ہے تم پر بعزتی کروا کر بھی تمہیں مزہ ہی آتا ہے احمر کے جوک پر رومان شاہ نے جواب دیا۔کہتے ہوئے رومان شاہ کی بھی ہنسی نکل گئی۔۔۔

کوئی بات نہیں ہمارے پنجابی یار کی فطرت ہے گالیاں دینا اور دوستوں کو بعزت کرنا اس لیے ہمیں نا اس بات کی عادت ہو چکی ہے احمر نے قہقہہ لگا کر ہنستے ہوئے کہا۔۔۔



۔جی نہیں میں میرے یاروں کی حرکتیں بھی ویسی ہیں گالیاں کھانے والی اور بعزت ہونے والی جیسے کہ اس وقت بنا پلان کے مجھے تم لوگ بلا رہے ہو، یار شادی شدہ بندہ ہوں میرے خود کے بھی کوئی پلان ہو سکتے ہیں۔۔۔۔۔

۔رومان شاہ نے ایک نظر میرب کے چہرے پر ڈالی جو رومان شاہ کے غصے سے ڈری ہوئی چپ چاپ بیٹھی ہوئی تھی۔ہاں ہاں یار ہم نے کون سا تمہیں ساری رات اپنے پاس رکھنا ہے ایک ڈیڑھ گھنٹہ کی بات ہے اس کے بعد جو تمہارے پلان ہیں جا کر پورے کر لینا۔۔۔

۔احمر نے بات کو کچھ اور رنگ دے دیا تھا،اپنا منہ بند کر ورنہ اکر ایسی چپیڑے لگاؤں گا نا کہ تجھے واپس سے نشے میں ہونے والی فیلنگ آئے گی۔۔۔

۔مائیک اوپن تھا شاہ زیب اور احمر دونوں رومان شاہ کی بات سن کر قہقہ لگا کر ہنسے تھے اور رومان شاہ نے فون بند کر کے سامنے ڈیش بورڈ پر رکھ دیا۔۔۔

oooooooooo

میں ایک ڈیڑھ گھنٹے تک واپس آجاؤں گا اور خبردار جو تم نے سونے کی کوشش بھی کی تو۔میرب کو گاڑی سے اتار کر رومان شاہ سیدھا احمر اور شاہ زیب کے پاس جا رہا تھا مگر جاتے ہوئے میرب کو دھمکی دیکھ کر گیا کہ وہ اس کے آنے سے پہلے سو نہیں سکتی۔۔۔

۔شاہ اگر نیند آگئی تو اس میں تو میرا کوئی قصور نہیں ہے میرب جو ذہن میں پلان بنا رہی تھی کہ جیسے ہی شاہ اپنے دوستوں کی جانب جائے گا، تو وہ آرام فرمائے گی مگر اپنے پلان پر پانی پھرتے ہوئے دیکھ کر میرب نے من مناتے ہوئے کہا۔۔۔

۔نہیں میری جان اگر تمہیں نیند آگئی تو اس میں تمہارا کوئی قصور نہیں ہے اور پھر آکر جو میں تمہارا حشر کروں گا اس میں بھی میرا کوئی قصور نہیں ہو گا۔۔۔وہ گہری نظروں سے دیکھتا ہوا سرد لہجے میں بولا۔۔۔

۔شاہ آپ بہت ظالم ہیں چھوٹی سی بات پر موڈ بنا لیتے ہیں میرب شاہ کی دھمکی کے جواب میں منہ بسورتی ہوئی بولی۔تم میرے آنے سے پہلے سو کر دکھانا اس ظالم کا مطلب تو تمہیں میں آکر سمجھاؤں گا۔۔۔۔



۔اگر تم اپنی ناخیریت چاہتی ہو تو میرب سونا مت میں بتا کر جا رہا ہوں پھر مت کہنا کہ میں نے تمہیں آگاہ نہیں کیا۔دھمکی دے کر آنکھوں پر گوگل لگاتے ہوئے گاڑی واپس گیٹ سے بیک کرتا ہوا نکل گیا۔۔۔مجھے تو نیند آرہی ہے میں تو جا کے سوؤں گی جو بھی کرنا ہے کر لینا ہر وقت دھمکیاں دیتے

رہتے ہیں اکڑو شاہ کہیں کے۔۔۔میرب شاہ کے جانے کے بعد اپنے منہ میں بڑھاتی ہوئی گھر کے اندر داخل ہوئی اس بات سے بے خبر کہ اوپر کھڑی ہوئی مہک ان کی آپس میں ہونے والی ساری بات چیت کو سن چکی تھی۔۔۔

○○○○○○○○○○

رومان اب تم دونوں آپس میں بالکل ٹھیک ہو جاؤ یار ایک چھوٹی سی غلط فہمی کو لے کر تم لوگوں نے ایک دوسرے سے دوری بنا رکھی ہے۔۔

جو کہ مجھے بالکل اچھی نہیں لگ رہی ہم آپس میں بیٹھ کر غلط فہمی کو دور بھی تو کر سکتے ہیں۔۔

احمر نے رومان شاہ اور ڈاکٹر شاہ زیب کے بیچ میں میرہا والی بات کو لے کر جو مس انڈرسٹینڈنگ ہوئی تھی اس کے بارے میں بات کر رہا تھا۔۔

۔نہیں یار ایسی کوئی بات نہیں ہے میرے دل میں شاہ زیب کے لیے کچھ غلط نہیں ہے۔شاید اس وقت میں بھی کچھ زیادہ ہی ری ایکٹ کر گیا تھا۔۔۔

اب میرے دل میں کوئی بھی غلط فہمی نہیں ہے شاہ زیب کو لے کر بس پچھلے دنوں کچھ مصروفیات بہت زیادہ رہی جس کی وجہ سے میں تم لوگوں سے مل نہیں سکا۔۔

اور نہ ہی اس بات کو کلیئر کرنے کا مجھے موقع ملا۔ تم بھی اس بات کو چھوڑ دو رومان شاہ نے تسلی بخش انداز سے کہا۔۔

۔تو ٹھیک ہے پھر اٹھ کر ایک دوسرے کو گلے لگاؤ۔۔ہاں ابھی لگا لیتے ہیں اس میں کون سی بڑی بات ہے رومان شاہ اور ڈاکٹر شاہ زیب ایک دوسرے کے گلے ملے اور احمر ے بھی دونوں کے گرد اپنے بازو پھیلا کر دونوں کے گلے لگ گیا۔۔



۔تینوں دوست بہت دنوں بعد اکٹھے ہوئے تو وقت کا پتہ ہی نہیں چلا وہ پچھلے تین گھنٹے سے بیٹھے ہوئے آپس میں گپے مار رہے تھے۔۔۔

۔اب تو رومان شاہ کو بھی واپس جانا بھول چکا تھا باربی کیو کے مزے اڑاتے ہوئے ساتھ میں گپے ہانک رہے تھے تو وقت کا پتہ کیسے چلتا۔۔۔

۔میرے خیال سے اب مجھے چلنا چاہیے تمہاری بھابھی میرا انتظار کر رہی ہو گی میں صرف گھنٹے ڈیڑھ گھنٹے کا بول کر آیا تھا۔

۔اور کمینوں تم دونوں نے تو اتنا ٹائم لگا دیا ہے۔رومان کو اچانک سے خیال آیا تو وہ اپنا موبائل اٹھا کر جیب میں ڈالتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا گیا۔۔۔

۔ہاں بھئی جاؤ اب تو ہمارا یار شادی شدہ ہے ہو چکا ہے تو اس کے پاس ہمارے لیے ٹائم کم بچتا ہے عنقریب یہ صاحب بھی بیوی بچوں والے ہو جائیں گے بچہ میں بچارا اکیلا بنجارا۔۔۔احمر رومان شاہ کو جاتے ہوئے دیکھ کر مسکینوں والی شکل بنا کر بول رہا تھا۔۔

اپنی بکواس بند کرو تم بنجارے کا بھی بہت جلد حل نکال دیں گے کوئی ڈھونڈ لیں گے تمہارے لیے۔۔۔

۔فکر نہ کرو تمہیں چھڑا نہیں رہنے دیں گے شاہ زیب کہتے ہوئے ہنسا۔۔۔۔۔۔۔ہاں یار بالکل بہت جلد ہمیں اس کا بھی بندوبست کرنا پڑے گا ورنہ یہ ایسی ہی مسکینوں والی شکل بنا کر روز پارٹیاں رکھے گا اور ہمیں ذلیل کیا کرے گا۔رومان شاہ نے ڈاکٹر شاہ زیب کی ہاں میں ہاں ملائی۔۔۔

۔اور شازیب میں تمہارے لیے دل سے بہت خوش ہوں ایک بار پھر سے رومان شاہ شاہ زیب کے گلے لگ کر مبارکباد دیکھتے ہوئے بولا۔۔تم نے ڈاکٹر ہما کا پروپوزل ایکسپٹ کر کے بہت اچھا کیا اللہ تعالی تمہیں خوش رکھے اور تم دونوں ایک دوسرے کے لیے ایک اچھے ہمسفر ثابت ہو رومان شاہ کی دعا پر شاہ زیب اور احمر نے آمین کہا۔۔۔



رومان شاہ ان سے اجازت لیتا ہوا گاڑی میں بیٹھ کر گھر کی طرف نکل چکا تھا۔۔۔

ooooooooooo

میر میں چیئر لفٹ میں نہیں بیٹھوں گی مجھے ڈر لگتا ہے۔۔میر کی جان ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے تمہارا میر ہے نہ تمہارے ساتھ تمہاری حفاظت کرنے کے لیے۔میرے ہوتے ہوئے تمہیں ڈرنے کی

ضرورت نہیں ہے شاہ میر نے مرہا کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کے بڑے محبت بھرے لہجے سے کہا۔۔۔۔

مگر میر میں نے اکثر فلموں میں دیکھا ہے کہ چیئر لفٹ ٹوٹ جاتی ہے تو پھر انسان کھائیوں میں گر جاتا ہے اور وہاں سے آپ کو کوئی بھی ڈھونڈ نہیں سکتا۔۔۔

۔میرہا نے اپنا معصوم سا ڈر شاہ میر کے گوش گزارا۔۔میری جان وہ سب فلموں میں ہوتا ہے وہ سب شوٹ کرنے کے لیے دکھایا جاتا ہے۔۔

۔یہاں پر بہت سکیورٹی ہوتی ہے چیئر لفٹس کو باقاعدہ چیک کیا جاتا ہے ان کی سروس کروائی جاتی ہے ایسے تھوڑی لوگوں کی جانوں کے ساتھ کھیلنے کے لیے یہ چیئر لفٹس لگائی ہیں۔۔۔۔

۔اور میری جان تھوڑا سا دل بڑا کرو اے سی پی شامیر ملک کی بیوی ہو تم۔۔۔اور تمہارا شوہر جو کسی چیز سے نہیں ڈرتا ہے۔۔

۔اور میری پیاری بیوی چھوٹی چھوٹی چیزوں سے ڈر جاتی ہے میری جان ڈرو مت میرے ساتھ بیٹھو کچھ بھی نہیں ہو گا۔دیکھو وہ سامنے دیکھو بچے بیٹھے ہوئے ہیں
وہ دیکھو کتنی لڑکیاں کے چیئر لفٹ کے اندر بیٹھی ہوئی ہیں۔۔۔

اور کتنا انجوائے کر رہی ہیں آپ لڑکیوں کی طرف مت دیکھیں انہوں نے کپڑے اچھے نہیں پہنے ہوئے۔۔۔

۔ہاہا شاہ میر نے ہلکا سا قہقہہ لگایا کیونکہ وہ کافی ماڈرن لڑکیاں تھی۔ان کے کپڑے بھی کافی ٹائٹ تھے۔لڑکیاں کافی فیشن ایبل لگ رہی تھی۔۔



۔شامیر کو ہنسی ان پر نہیں اپنی معصوم چھوٹی سی بیوی کی جلسی پر آئی تھی۔

۔جو حکم آپ کہیں تم کہو تو میں اپنی آنکھیں بند کر کے ہی چیئر لفٹ میں بیٹھ جاتا ہوں،شاہ میر نے سینے پر ہاتھ رکھ کر تھوڑا سا سر کو جھکاتے ہوئے حکم بجالانے والا سٹائل اپنایا تھا۔۔۔

۔جی نہیں اب میں نے ایسا بھی نہیں کہا کہ آپ آنکھیں بند کر لیں بس آپ اس طرح کی چیپ لڑکیوں کو نہیں دیکھیں گے۔مرہا نے پہلی بار بڑے حق سے شاہ میر کو کسی چیز سے روکا تھا جو کہ شاہ میر کو بہت اچھا لگا۔۔۔۔

۔ٹھیک ہے ڈن تمہارا میر کسی بھی لڑکی کی طرف نہیں دیکھے گا چیئر لفٹ پر بیٹھتے ہوئے مرہا کا دل بہت گھبرا رہا تھا اس کے دل کی دھک دھک میر کے کانوں تک آرہی تھی۔۔۔

۔وہ چیئر لفٹ میں بیٹھے ہوئے شاہ میر کے ساتھ چپکی ہوئی تھی شمیر نے ایک ہاتھ اس کے کاندھے سے گزارتے ہوئے دوسرے کاندھے پر رکھ کر اسے بالکل اپنے ساتھ میچ رکھا تھا۔۔۔

شاہ میر تو باہر کے نظارے دیکھ ہی نہیں پا رہا تھا کیونکہ اس کی نظریں تو آنکھیں بند کر کے سانس روکے ہوئے بیٹھی مرہا پر تھی۔۔۔

جو اس کے سینے میں سر چھپائے خود کو محفوظ سمجھ رہی تھی۔ میرہا آنکھیں کھول کے دیکھو بھر کتنے خوبصورت نظارے ہیں یار ایسے کیا فائدہ ہے یہاں پر آنے کا اگر تم نے کچھ دیکھا ہی نہیں تو۔۔۔

۔نہیں مجھے کچھ نہیں دیکھنا بس اب جلدی سے مجھے چیئر لفٹ سے اتاریں مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔۔۔

اوکے اوکے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے تم جس محفوظ مقام پر سر رکھے ہوئے ہو یہیں پر رکھے رہو۔

میرے خیال سے تو ہمیں چیئر لفٹ میں ہی رہنا چاہیے مجھے تو بہت اچھا لگ رہا ہے تمہارا اس قدر قریب ہونا میرہا نے شامیر کی بات پر شرما کر اس کے سینے پر ایک مکہ جڑا۔۔۔ افففف ظالم لڑکی شاہ میر نے ہنستے ہوئے کہا۔۔۔اب شوہر کے دیکھنے پر بھی پابندی عائد کروں گی۔۔۔

۔جی پابندی ہے۔ آپ آرام سے باہر کے حسین نظارے دیکھیے جو آپ مجھے دکھانا چاہتے تھے۔۔۔

"تیرے چہرے سے نظر نہیں ہٹتی نظارے ہم کیا دیکھیں۔تجھے مل کر بھی پیاس نہیں گھٹتی نظارے ہم کیا دیکھیں"

۔شاہ میر نے اپنا چہرہ میرہا کہ بے حد قریب کرتے ہوئے سونگ کا بول گنگنایا۔۔شامیر نے اپنا چہرہ مرہ کے اس قدر اوپر جھکایا ہوا تھا کہ شاہ میر کی گرم گرم سانسیں مرہا کے ٹھنڈے چہرے سے ٹکرا رہی تھی۔۔۔

۔شاہ میر کی گرم سانسوں نے مرہا کے دل کو زوروں سے دھڑکنے پر مجبور کر دیا تھا۔گرم سانسوں کی گرمی سے گھبراتے ہوئے مرہا نے شاہ میر کے سینے پر رکھے ہوئے اپنے ہاتھوں سے شاہ میر کی جیکٹ کو کس کے پکڑ لیا۔۔۔



۔اب شاہ میر کے لب مرحا کی خوبصورت گالوں کے اتنے قریب تھے تو بنا شرارت کیے تو واپس نہیں پلٹ سکتے تھے۔۔ شامیر نے بے اختیاری میں اپنے لب اس کی گال پر رکھ کر زور سے کس کی۔م۔۔مم۔۔۔۔میر مت کریں کوئی دیکھ لے گا۔

۔تو دیکھ لینے تو کشمیر کی خوبصورت وادیوں میں رومینس کے لیے اپنی ذاتی بیوی ساتھ لایا ہوں۔۔ اگر کوئی دیکھتا ہے تو بڑے شوق سے دیکھے۔ کم سے کم لوگوں کو رومانس کرنے کے لیے نیا آئیڈیا ملیں گا۔

۔لوگوں کو پتہ ہونا چاہیے کہ چیئر لفٹ صرف ڈرنے کے لیے نہیں بلکہ رومینس کرنے کے لیے بے حد زبردست قسم کا پوائنٹ ہے۔ مرہا شمیر کی باتوں سے شرمائے ہوئے اس کے سینے کے ساتھ چپکی ہوئی تھی۔۔۔ جہاں مرہا شاہ میر کی گرم سانسوں سے خود کے دھڑکنوں کو بے ترتیب ہونے سے روک نہیں پا رہی تھی۔۔۔

۔وہیں شاہ میر بھی مرہا کی چھوٹی چھوٹی سانسیں جن کو اپنے سینے پر محسوس کر رہا تھا وہ سانسیں شاہ میر کے دل کی رفتار بھی بڑھانے کی بجا بن رہی تھی۔۔



۔شاہ میر نے مرہا کو کشمیر کی خوبصورت مناظر دکھائے وہاں کے ٹریڈیشنل کھانوں سے لطف اندوز کرایا ۔مرہا نیلم ویلی کی خوبصورت ندی کو دیکھ کر بہت خوب خوش تھی ۔ مرہا نے وہاں پر بہت انجوائے کیا۔۔۔۔۔

۔اور خود سے شاہ میر کے ساتھ پکس بنا رہی تھی وہ بچوں کی طرح اچھل اچھل کر اپنی خوشی کا اظہار کر رہی تھی۔اس سارے دورانیہ میں شاہ میر بار بار اس کے کمر پر ہاتھ رکھ کر اسے اپنے نزدیک کر کے ہی کھڑا ہوا تھا۔ مگر مرہا کے چہرے پر شاہ میر نے کہیں بھی اس ڈر کو محسوس نہیں کیا۔وہ اس وقت بہت مطمئن ہو کر شاہ میر کے ساتھ چل رہی تھی۔یہاں تک کہ جہاں وہ پانی یا اونچائی کو دیکھ کر تھوڑا ڈر جاتی تو جلدی سے شاہ میر کے ہاتھ کو تھام کر خود کو محفوظ کر لیتی۔

شاہ میر کے لیے یہ بات بے حد خوشی کا باعث تھی۔آج شامیر کو مرہا کے اندر کی وہ ڈری سہمی ہوئی بچی بہت خوش دکھائی دے رہی تھی۔۔۔۔

,

۔گھر کے اندر والے گیٹ پر مہک کب سے ادھر سے ادھر چکر لگا رہی تھی۔ایسے لگ رہا تھا جیسے وہ کسی کا بڑی بے چینی کے ساتھ انتظار کر رہی ہو۔۔۔

۔رومان شاہ نے جیسے ہی گھر کا دروازہ کھول کر اندر قدم رکھا تو مہک اسے سامنے ہی واک کرتی ہوئی نظر آئی۔۔۔

۔رومان شاہ اسے نظر انداز کرتا ہوا پاس سے گزر رہا تھا۔۔

۔مہک کی توقع کے مطابق رومان شاہ اس سے اگنور کرتا ہوا گزرا تو مہک نے آگے بڑھ کر تیزی سے جاتے ہوئے شاہ کا ہاتھ پکڑا۔۔



رومان شاہ۔۔۔یہ کیا بدتمیزی ہے؟

مہک۔۔۔"شاہ یہ بدتمیزی نہیں ہے یہ میرا پیار ہے جو مجھے یہ سب کرنے پر مجبور کر رہا ہے"۔۔

رومان شاہ۔۔۔"مہک میری نظروں میں پہلے ہی تمہاری کوئی عزت نہیں ہے اب یہ سب کر کے کیوں مزید خود کی توہین کروا رہی ہو"۔۔۔رومان شاہ نے بہت سخت لہجے سے کہا۔۔۔

رومان شاہ نے جھٹک کر اپنا ہاتھ مہک کے ہاتھ سے چھڑا لیا۔"رومان کیوں تم مجھے اس طرح اگنور کر رہے ہو۔۔۔

۔پہلے تم مجھ سے بہت پیار کرتے تھے آج میں تم سے بہت پیار کرتی ہوں۔مہک نے بات کرتے ہوئے ایک قدم شاہ کی جانب بڑھایا تھا۔شاہ نے اس سے دوری بنانے کے لیے دو قدم پیچھے کو بڑھا لیے۔۔۔

۔مہک مت خود کو اتنا گراؤ کہ ایک وقت آئے کہ تم خود کو پہچان ہی نہ سکو۔۔شرم و حیا ایک عورت کا گہنا ہوتا ہے۔

۔اپنا نہیں تو کب سے کم عورت ذات کی عزت کا ہی لحاظ کر لو، تم جو چوری چھپے مجھ سے ملنے کی موقع ڈھونڈتی رہتی ہو۔اس کے پیچھے تمہارا کیا مقصد چھپا ہے۔ تمہیں کیا لگتا ہے کہ میں بے وقوف ہوں مجھے سمجھ میں نہیں آتا۔۔۔۔

۔میرے اور میری بیوی کے درمیان غلط فہمیاں پیدا کرنا بند کرو تمہیں اس سے کوئی بھی فائدہ نہیں مل سکتا۔

۔مہک ایک بات تو تم میرے بارے میں بہت اچھی طرح سے جانتی ہو میں جس بھی رشتے کو چاہتا ہوں اس کو پورے دل سے نبھانا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔۔۔

۔جب میں تم میں انٹرسٹڈ تھا اس وقت تم نے صرف پیسے کو ترجیح دی اور آج بھی تم پیسے کو ہی ترجیح دے رہی ہو۔۔

۔تمہیں میری طرف میری دولت کھینچ کر لا رہی ہے اب تمہارے سامنے وہ بے وقوف رومیو نہیں کھڑا جس کو تمہارے مقصد سمجھ میں نہیں آتے تھے۔

۔آج تمہارے سامنے شہر کا چھٹا ہوا جانا مانا بزنس مین کھڑا ہے، جس کا واسطہ روز ہزاروں لوگوں سے پڑتا ہے اور ہزاروں لوگوں میں بہت سے چہرے تم جیسے ہوتے ہیں، جنہوں نے اپنے چہرے کو چھپانے کے لیے بہت سے پردے گرا رکھے ہوتے ہیں۔۔۔

۔مگر اب رومان شاہ کی نظر اتنا پرکھنا سیکھ گئی ہے کہ کیا کھرا سونا ہے اور کیا پیتل اس لیے تم مجھ پر اپنا ٹائم ویسٹ مت کرو تمہارے ہاتھ میں کچھ بھی نہیں آنے والا۔۔۔۔

۔میری بیوی مجھ سے بے لوث بے حد محبت کرتی ہے اور اس کی محبت کے سامنے تم جیسی ہزاروں مہک بھی آکر ہمارے درمیان بدگمانیاں پیدا کرنے کی کوشش کرے تو رومان شاہ چٹان بن کر سب بدگمانیوں کو چکنا چور کر دے گا۔۔۔۔

۔رومان شاہ نے الفاظ اتنے کڑوے انداز سے بولے تھے کہ کوئی بھی غیرت مند لڑکی ہوتی تو شاید ڈوب مرتی ہے مگر یہ تو مہک تھی۔۔۔

۔مہک کو جب کوئی چیز حاصل کرنی ہوتی ہے تو اس وقت تو نہ اسے اپنے گھر والوں کی عزت کی پرواہ ہوتی ہے اور نہ اپنی عزت کی۔اس وقت بھی وہ یہی کر رہی تھی۔۔رومان شاہ کی اتنی کڑوی باتیں سننے کے باوجود وہ اپنی بات سے ٹس سے مس نہیں ہوئی۔۔۔

رومیو تم میری بات کا یقین کیوں نہیں کرتے مجھے تمہاری دولت سے نہیں تم سے محبت ہے رومیو دولت تو مجھے شادی کر کے مل گئی تھی۔

اگر نہیں ملا تو وہ پیار تھا جو مجھے صرف تم دے سکتے ہو مجھے پتہ ہے کہ میرا ماضی ایسا رہا ہے کہ تم مجھ پر یقین نہیں کر پا رہے مگر یہی سچ ہے کہ میں اب تم سے بہت محبت کرتی ہوں۔۔

۔تم چاہو تو مجھ سے قسم لے لو مجھے تمہاری دولت سے کوئی غرض نہیں مجھے تم چاہیے ہو رومیو میں تمہاری محبت کو نہیں بھول پا رہی پلیز میرا ہاتھ تھام لو۔

۔رومان تم ایک بار بیٹھ کر میری بات سنو میں تمہیں میرب کو چھوڑنے کے لیے تھوڑا کہہ رہی ہوں۔ تم میرب کو رکھو اپنے ساتھ۔

۔مگر رومان ہماری اس محبت کو یاد کرو جو تم سے صرف مجھ سے کرتے تھے میرب سے تمہارا زبردستی کا رشتہ جوڑا ہے مگر رومان تمہارا اور میرا دل کا رشتہ ہے بچپن سے تم نے مجھے پیار کیا ہے۔

۔میں مانتی ہوں کہ میری غلطی ہے کہ میں اس وقت تمہارے پیار کو پہچان نہیں سکی تو ٹھیک ہے نا میری غلطی کی سزا مجھے خدا نے دے دی ہے۔۔

۔پلیز میں تمہارے آگے ہاتھ جوڑتی ہوں مجھے ایک موقع دو میں تمہیں وہ مہک بن کر دکھاؤں گی ۔جیسی مہک تم ہمیشہ چاہتے تھے۔مہک باتیں کرتی ہوئی رومان شاہ کے قریب آگئی تھی۔۔

۔ہاتھ جوڑتے ہوئے اب وہ رومان شاہ کے سینے پر اپنے ہاتھ رکھنا چاہتی تھی رومان شاہ کے وجہہ پرسنیلٹی خوبصورتی اور بھرپور مردانگی مہک کو اپنی طرف کھینچ رہی تھی۔۔۔

۔تمہیں سمجھانا مطلب پتھر کے ساتھ اپنا سر پھوڑنا ہے۔رومان شاہ مہک کے ہاتھ کو جھٹکتے ہوئے پیچھے ہوا۔جو اس کے سینے پر رکھنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔۔

۔اور غصے سے بڑے بڑے قدم اٹھاتا اپنے روم کی جانب بڑھ گیا مہک نے پیچھے سے روتے ہوئے مدھم سی آواز میں دو تین بار پکارا مگر رومان شاہ بنا پلٹے چلتا ہی گیا۔

○○○○○○○○○○

رومان شاہ روم کے اندر داخل ہوا تو مدھم سی روشنی نے اس کا استقبال کیا میرب کروٹ لے کر کمبل اوڑھے ہوئے لیٹی تھی۔۔۔

۔رومان شاہ مہک کی بے تکی باتوں کی وجہ سے اس وقت اتنے غصے میں تھا کہ میرب کو سویا ہوا دیکھ کے اس نے اللہ کا شکر ادا کیا۔



۔کیونکہ رومان شاہ اپنا غصے والا موڈ میرب کو نہیں دکھانا چاہتا تھا۔وہ صوفے پر بیٹھا ہوا اپنے شوز اتار کر اب اپنے موزے شوز کے اندر رکھ رہا تھا۔۔

اپنے موڈ کو لائٹ کرنے کے لیے رومان شاہ الماری سے اپنا نائٹ سوٹ نکال کر واش روم کے سامنے رکھی ہوئی چپلیں پہنتے ہوئے واش روم میں چلا گیا۔۔

ooooooooo

شاہ آپ میرے ہیں صرف اور صرف میرے۔مہک اگر آپ کو مجھ سے چھیننا چاہتی ہے تو میں اسے اس کے مقصد میں کبھی کامیاب نہیں ہونے دوں گی میرب نے بھیگی پلکوں سے آنسوں صاف کرتے ہو سوچا۔۔۔

میرب جو کچن سے پانی لینے کی غرض سے جا رہی تھی اسی وقت رومان شاہ اور مہک کے بیچ ہوئی ساری باتیں وہ سن چکی تھی۔

۔حالانکہ اس نے دیکھا تھا کہ رومان شاہ نے اسے منہ توڑ جواب دیا ہے مگر پھر بھی میرب کا دل بہت دکھ ہوا تھا، اسی لیے وہ رومان شاہ کے آنے سے پہلے کمبل میں لیٹ گئی، کیونکہ وہ اپنے آنسوں رومان شاہ پر ظاہر نہیں کرنا چاہتی۔۔۔۔

رومان شاہ فریش ہو کر اپنے غصے کو کافی حد تک کم کرنے کے بعد ٹاول سے سر کو رگڑتے ہوئے باہر آیا وائٹ کلر کاٹراوزر پہنے ہوئے گلے میں ٹاول ڈال رکھا تھا۔۔۔

۔وہ ڈریسنگ کے سامنے کھڑا ہو کر سر خشک کرنے کے ساتھ اپنی نظریں بیڈ پر کمبل میں دبک کر لیٹی ہوئی میرب پر رکھے ہوئے تھا۔

۔میرب جو سونے کی بھرپور ایکٹنگ کر رہی تھی اس کی نظر رومان شاہ کے کسرتی سینے پر پڑی جس پر ابھی تک پانی کے قطرے کھڑے تھے۔

۔میرب کی نظر جیسے ہی رومان شاہ کے کسرتی جسم پر گئی فوراً اس نے کمبل اپنے منہ پر کھینچتے ہوئے شرم سے سانس روک لی۔

۔میری ڈرامہ کوائن اٹھ جاؤ کیونکہ میں تمہیں دیکھ چکا ہوں کہ تم جاگ رہے ہو،رومان نے مرر میں دیکھتے ہوئے ہی کہا۔۔۔



۔دیکھ چکے ہیں تو دیکھتے رہیں کم سے کم روم میں آتے ہوئے کپڑے تو پہن لیا کریں،میرب نے کمبل کے اندر سے آواز دی،کیونکہ رومان شاہ کا قصرتی جسم دیکھ کر میرب کا دل زور و شور و سے دھڑکنا شروع کر چکا تھا۔۔۔۔

۔پہلی بات تو یہ کہ میں نے کپڑے پہن رکھے ہیں اور دوسری بات اگر میں بنا کپڑوں کے بھی آجاؤں تو مجھے تو نہیں لگتا کہ اس میں کچھ غلط ہے کہ روم میں میری ایک عدد بیوی کے سوا اور کوئی نہیں ہے ----

رومان شاہ ہنستے ہوئے ٹاول کو صوفے پر پھینکتے ہوئے میرب کی جانب قدم بڑھانے لگا۔۔شاہ پلیز پہلے جا کر شرٹ پہنے ، شاہ نے میرب کے منہ سے کمبل ہٹایا تو میرب نے شرما کر اپنے چہرے پر ہاتھ رکھ لیے-----

۔اپنی بیوی کے پاس آنے سے پہلے میں شرٹ پہن کر آؤں ،ماشاءاللہ کافی پردہ نشین خیالات ہیں تمہارے،میری جان بیوی کے پاس آنے سے پہلے شرٹ کو پہنا نہیں جاتا اتارا جاتا ہے---



۔رومان شاہ کمبل کا کونا اٹھا کر میرب کے کمبل کے اندر گھس چکا تھا۔۔شاہ پلیز شرٹ---شششش چپ چاپ لیٹی رہو ورنہ تمہاری شرٹ کو بھی وقت سے پہلے غائب کر دوں گا اگر دوبارہ مجھے شرٹ پہننے والی بات کہی تو اس کے لبوں پر انگلی رکھ کر۔اس کی بات کو بیچ میں ہی کاٹتے ہوئے، اتنی بے باقی سے بولا کہ میرب کا منہ کھلے کا کھلا ہی رہ گیا۔

میرب کے خوبصورت مخملی کھلے ہونٹوں کو دیکھ کر شاہ کا دل بے ایمان ہونے لگا تھا۔ وہ گہری نظروں سے میرب کے مخملی ہونٹوں کو دیکھتے ہوئے شاہ بے اختیار میرب کے لبوں پر جھک گیا۔۔

۔وہ میرب کے سر کے پیچھے سے ہاتھ رکھتے ہوئے اپنے آتشی سلگتے ہوئے لب میرب کے مخملی ہونٹوں پر رکھ کر بڑی شدت سے اس کے مخملی ہونٹوں کو اپنے آتشی لبوں کی قید میں لے گیا۔۔

یہ سب شاہ نے اتنا اچانک سے کیا کہ میرب کو سنبھلنے کا موقع تک نہیں ملا۔ شاہ کے اس اچانک وار سے میرب پوری طرح سے پھڑپھڑائی مگر وہ معصوم جان یہ بھول گئی تھی، کہ اس وقت وہ پہاڑ جیسے آتشی رومان شاہ کی پکڑ میں آچکی ہے تو پھڑپھڑانے سے کچھ فائدہ حاصل نہیں ہونے والا۔۔۔



اس کی پھڑپھڑاہٹ کو شاہ پوری طرح سے روکتے ہوئے اس پر قابض ہو رہا تھا اس کی ٹانگوں کو اپنے ٹانگوں سے پن کر کے ٹانگوں کو اپنی جگہ پر ساکت کر چکا تھا۔

ایک ہاتھ اس کے سر کے نیچے اور دوسرے ہاتھ سے میرب کا ہاتھ پکڑے ہوئے اوپر کی طرف کو پن کر کے اس کی نازک سی انگلیوں میں اپنی سخت مردانہ انگلیاں پھسا کر اسے پوری طرح سے بے بس کر کر کے،اس کے لبوں کی نمی کو بڑی شدت سے پیتے ہوئے مدہوش سا ہو رہا تھا۔۔۔

اس کے مخملی ہونٹوں کی نمی کو کچھ اس انداز سے اپنے اندر انڈیل رہا تھا جیسے صدیوں سے پیاسا ہو وہ اتنی شدت سے ہونٹوں کی نمی کو پی رہا تھا کہ میرب کا سانس لینا مشکل ہو گیا۔

مگر شاہ نے اسے کچھ اس طرح سے جکڑ رکھا تھا کہ وہ اپنی جگہ سے ہل بھی نہیں پا رہی تھی۔۔۔

۔جب تھوڑا سا شاہ کو اس کے مخملی ہونٹوں کی نمی پینے کے بعد صبر آیا تو وہ اپنی پھولی ہوئی سانسیں لیے ہوئے اپنا چہرہ اوپر اٹھا کر میرب کے چہرے کی جانب دیکھا۔۔



۔جو شاہ کی شدت بھری کس سے اکھڑی ہوئی سانسیں لیے لیٹی تھی اس کی آنکھوں میں نمی اتر آئی تھی

۔

سوری مائی بیوٹی فل وائف اب کسی نشا آور کو نشے کی طلب ہو رہی ہو اور پورے ایک دن کے بعد اسے نشہ دستیاب ہو تو اس کا حشر میرے جیسا ہی ہو گا۔۔

رومان شاہ کو اپنے کیے پر کوئی شرمندگی نہیں تھی میرب نے تھوڑی سی آزادی پاتے ہی مکہ شاہ کے سینے پر برسا دیا۔۔

۔شاہ کے منہ سے آہ کی آواز نکلی، درد سے نہیں مسکرے پن سے۔۔۔ظالم لڑکی ایک کس لینے پر کوئی اتنی زور سے مکہ مارتا ہے شاہ مصنوعی درد دکھاتے ہوئے اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔۔۔

آپ مجھے پہلے یہ بتائیں کہ آپ نے کہا تھا کہ آپ ایک ڈیڑھ گھنٹے تک آجائیں گے،اور پورے چار گھنٹے کے بعد آپ واپس گھر آئے ہیں۔۔۔

مجھے تو دھمکی دے کر گئے تھے کہ اگر میں سوئی تو آپ میرا ابراحشر کریں گے اب آپ کے لیے کون سی سزا ہے وہ بھی بتا دیجیے میرب شاہ کے چہرے کی جانب دیکھتی ہوئی غصے سے بولی۔۔۔



۔میری جان میرے لیے بھی وہی سزا ہے جو تمہارے لیے تھی اب تم میرا ابراحشر کرو میں توفل تیار ہوں اپنا حشر براکروانے کے لیے شاہ بازو پھیلا کر بیڈ پر لیٹ گیا۔۔۔

شاہ آپ کو پتہ ہے کہ آپ بہت نہیں بہت۔۔۔زیادہ بے شرم ہے میرب شاہ کے الفاظوں سے گھبراتی ہوئی بیڈ سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔۔۔

۔میری ان رومینٹک بیوی اس کو بے شرمی نہیں رومینس کہتے ہیں اتنی موٹی موٹی کتابیں پڑی ہیں تم نے مگر اس چھوٹے سے لفظ کا مطلب تمہیں سمجھ میں کیوں نہیں آتا۔

،رومان شاہ مسکراسا چہرہ بنا کر شوخ لہجے سے بولا اور بیڈ سے اٹھتا ہوا میرب کی جانب آرہا تھا۔۔۔

شاہ اگر آپ لیٹ آئے ہیں تو آپ کی سزا میں تجویز کروں گی اور آپ کی سزا یہ ہے کہ آپ چپ چاپ سو جائیں اور مجھے تنگ مت کریں، میرب شاہ کے اپنی جانب اٹھتے ہوئے قدموں کو دیکھ کر تیزی سے بولی۔۔۔

۔میری جان ابھی تک تم نے اپنے شاہ کو اچھی طرح سے سمجھا نہیں اتنا شریف نہیں ہوں میں جو تمہاری ایسی سزا کو قبول کر کے چپ چاپ لیٹ جاؤں گا۔۔

۔سزا دینی ہے تو ڈھنگ کی دو جیسی سزا میں تمہارے لیے تجویز کرتا ہوں یہ بے ایمانی والا کام مت کرو وہ کہتے ہوئے میرب کی جانب بڑھا۔میرب شاہ کے تیور دیکھ کر خود کو بچانے کے لیے بھاگتی ہوئی بیڈ کی دوسری جانب جا رکی تھی۔۔۔

۔سوچ لو جان شاہ جتنا تڑپا ہو گی بدلے میں میں تمہاری جان کو اتنا ہی مشکل کروں گا مسکراتے ہوئے آنکھ دبا کر بولا۔۔

۔شاہ پلیز رات بہت ہو چکی ہے سو جائیں اور مجھے بھی سونے دیں مجھے سچ میں بہت نیند آرہی ہے دیوار کے ساتھ لگی ہوئی شاہ کی منت کرنے والے انداز سے بولی۔۔۔۔

۔بنا اپنے حساب کتاب پورے کیے میں تو ہر گز سونے والا نہیں ہوں، پہلے ہی پورا ایک دن اور ایک رات تم مجھ سے دور رہی ہو، دوسرا گاڑی میں ایک بیہودہ سی بچوں والی چنی منی کسی دے کر تم نے میرا دماغ خراب کر دیا تھا۔۔

۔اور اب تم چاہتی ہو کہ میں سو جاؤں تو میرب رومان شاہ ایسا کچھ بھی نہیں ہونے والا،میں تو حساب کتاب کا بہت پکا آدمی ہوں

۔،بنامیر ابقایا جات دیے میں تمہیں ہر گز سونے نہیں دوں گا اس لیے شرافت سے میر ابکایا جات جھکتا کر دو ورنہ مجھے تو زبردستی لینے میں بھی کوئی مسئلہ نہیں ہے وہ کہتا ہوا میرب کے بالکل قریب آ گیا

----

دیوار کے ساتھ چپک کر کھڑی ہوئی میرب کے دونوں ہاتھوں کو اپنے ایک ہاتھ سے اوپر کی طرف پن کر کے---



اپنے ہاتھ سے اس کی خوبصورت گردن کو سہلا رہا تھا،نظر میر کی چہرے پر مرکوز تھی جو شاہ کے ہاتھوں کے لمس سے شرم سے لال ہو رہی تھی۔

۔۔۔اسے نرمی سے گھما کر اس کی پشت اپنی جانب کرتے ہوئے اس کے بالوں کو گردن سے ہٹا کر وہاں پر اپنی انابی لب کر چوم رہا تھا۔۔۔

۔شاہ کے آتشی لبوں کی تپش سے میرب کے منہ سے ہلکی سی سسکی نکلی میرب نے اپنے دونوں ہاتھ دیوار پر رکھے ہوئے تھے۔۔۔۔

میرب کی کرتی پر لگی ہوئی زپ کو شاہ اپنے لبوں سے نیچے کی جانب کھول رہا تھا۔۔۔

۔اس کی خوبصورت دودھیا مخملی کمر کو
اپنے لبوں سے چوم رہا تھا۔شاہ کے لبوں کی گرمی سے میرب کے منہ سے ہلکی ہلکی سسکیاں نکلنے لگی تھی۔۔۔اور وہ سسکیاں شاہ کو اور بھی بہکا رہی تھی۔۔۔



۔وہ اس کے کاندھے سے کرتی کو ہٹا کر اب وہاں پر اپنے آتشی لبوں سے اس کی خوبصورت مخملی گردن پر اپنی محبت کی مہرے لگا رہا تھا۔۔۔

۔وہ میرب کارخ پھر سے اپنی جانب کر چکا تھا کرتی پوری طرح سے کاندھوں سے سرکتی ہوئی نیچے کی جانب ہو چکی تھی۔

وہ ایک ہاتھ سے اپنی کرتی کو سنبھال رہی تھی اور دوسرا ہاتھ شاکر کاندھے پر رکھا ہوا تھا اس وقت وہ پوری طرح سے شاہ کے رحمو کرم پر تھی اگر وہ شاہ کا کاندھا نہیں پکڑتی تو شاید زمین پر ہی گر جاتی۔۔۔۔

آہ آہ۔۔۔شاہ نے میرب کی خوبصورت بیوٹی بون پر اپنے دانتوں کا دباؤ دیا تو میرب کی منہ سے آہ نکلی تھی۔۔۔

وہ میرب کی کی خوبصورت گردن پر جگہ با جگہ اپنے ہونٹوں کے لمس چھوڑتے جا رہا تھا میرپ کی سانسیں اکھڑنے لگی تھیں۔

۔شاہ کے کسرتی سینے سے میرب کے کاندھے لگنے سے میرب کے پورے جسم میں جلا دینے والی حرارت پیدا ہونے لگی تھی۔اس کے پورے وجود میں سنسنی سی دوڑ گئی۔۔۔

لب اس کی بیوٹی فون پر رکھ کر اپنی جنونیت دکھا رہے تھے،شاہ کا ایک ہاتھ اس کی کمر پر رکھا ہوا تھا۔۔

۔شاہ نے کھلی ہوئی زپ سے میرب کی کمر کو اپنے ہاتھ سے سہلاتے ہوئے انگلیاں اس کی کمر میں زور سے دبائی تو انگلیوں کی سختی کی وجہ سے میرب کے منہ سے سسکی نکلی۔۔۔

شاہ اس کے مخملی بتن کی رانائیوں کو دیکھ پوری طرح سے بے قابو ہوتا ہوا میرب کی کمر پر دونوں طرف ہاتھ رکھتے ہوئے اس سے اوپر کو اٹھا کر اسے بیڈ پر لے آیا۔۔۔

۔میرب آنکھیں بند کیے ہوئے تیز تیز سانسیں لے رہی تھی۔شاہ اس کے لبوں پر جھکا اپنی پیاس بجھا رہا تھا۔

۔وہ اس کے نازک لبوں کی نمی کو اپنے اندر قطرہ قطرہ انڈیل کر میرب کی سانسوں کو تنگ کیے ہوئے تھا۔

۔شاہ نے اپنا چہرہ اوپر اٹھا کر میرب کی جانب دیکھا وہ آنکھیں بند کیے ہوئے تیز سانسیں لے رہی تھی۔ اس کی حالت دیکھ کر شاہ اور بھی بے قابو سا ہوتا ہوا اس کی گردن پر جھکا گیا۔۔۔

۔وہ گردن پر جگہ پر جگہ اپنی آتشی لبوں کے نرم اور گرم لمس چھوڑ رہا تھا لمسوں کی گرمی سے میرب شاہ کے نیچے مچل رہی تھی۔۔۔۔

۔میرب کے پورے وجود میں بجلی کی لہریں دوڑ رہی تھی،شاہ کے لبوں کی گرمی کی شدت اتنی تھی کہ میرب کو اپنا جسم چلتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔

۔اب وہ گردن سے ہوتا ہوا اس کے کاندھوں پر آ چکا تھا۔اپنے کاندھوں پر میرب شاہ کے لبوں کے لمس محسوس کرتے ہوئے کہیں کہیں پر شاہ کے دانتوں کی چبن کو محسوس کر کے سسک اٹھتی تھی ----

۔مگر وہ دشمن جاں اس کی سسکیاں سن کہا رہا تھا۔وہ تو اپنی ہی دھن میں مست میرب کے مخملی جسم سے اپنے من کی پیاس بجھا رہا تھا۔۔۔

شاہ کے بے باک لب کہیں رکنے کو تیار ہی نہیں تھے۔شاہ نے جب میرب کے پیٹ سے کرتی کو ہٹاتے ہوئے وہاں پر اپنے لب رکھے تو میرب تو سسک ہی اٹھی تھی۔۔۔۔

۔شش۔۔شاہ۔۔۔پ۔۔پلیز نہیں۔۔میرب نے شاہ کے کاندھے دونوں طرف سے پکڑتے ہوئے، نفی میں سر ہلا لفظوں کو توڑتے ہوئے منع کیا تھا۔۔۔۔

۔مگر وہ بہکا ہوا شاہ کب میرب کی انکاری سن رہا تھا اپنے کاندھوں سے اس کے ہاتھ ہٹا کر بڑی نرمی سے اپنے لبوں سے چومتا ہوا سائیڈ پر رکھ چکا تھا۔۔

۔بھر سے اپنے لب میرب کے پیٹ پر رکھتے ہوئے وہاں پر اپنے ہونٹوں کی جگہ با جگہ لمس چھوڑ رہا تھا ۔۔۔

۔میرب شاہ کے نیچے پڑی ہوئی سکیاں بھر رہی تھی، شاہ کے لبوں کی گرمی سے وہ تکیے کے دونوں کونے اپنے ہاتھوں میں پکڑے ہوئے مٹھیوں میں میچ کر لیٹی ہوئی تھی۔۔۔۔

وہ خود میں شاہ کی شدتوں کو سہنے کی ہمت اکٹھی کر رہی تھی۔گذرتے ہوئے لمحوں کے ساتھ شاہ اور بھی بے قابو ہو رہا تھا۔

۔وہ پاؤں سے کمبل کو کھینچ کر اپنے اور میرب کے گرد لپیٹ چکا تھا۔۔

۔وہ اپنے میرب کی بچی کچی کرتی کو اس کے خوبصورت جسم سے الگ کرتے ہوئے بیڈ سے نیچے پھینک کر وہ اس کی خوبصورت جسم کی رہنمائیوں کو پوری طرح سے اپنی آنکھوں میں سما رہا تھا۔۔

میرب آنکھیں بند کیے ہوئے تیز سانسیں لیتے ہوئے شاہ کے رحمو کرحم پر تھی اس کی کمر پر پڑتے ہوئے خوبصورت بل دیکھ کر اپنے آتشی لبوں سے مسکرایا۔

اپنے لب اس کی دودیا کمر پر پڑھتے ہوئے بلوں پر رکھ کر اپنے دانتوں کا ہلکا سا دباؤ دے کر وہاں پر اپنی محبت کی ایک مہر لگانے جیسا لمس چھوڑ چکا تھا۔

۔شاہ کے لب اٹھتے ہی وہاں پر شاہ کے لبوں کی مہر لگ چکی تھی جسے وہ واضح دیکھ کر مسکرایا تھا۔میرب کی تیز ہوتی سانسیں اور سسکیاں شاہ کو بہت حد تک بہکا چکی تھی۔۔۔

۔اب شاہ بے قابو ہوا میرب کی خوبصورت نازک سے وجود پر اپنی محبت کی شدتیں لوٹا رہا تھا، شاہ کی شدتوں سے میرب کی سانسیں اور سسکیاں تیز ہونے لگی تھی۔۔۔۔

۔شاہ نے میرب کی سسکیاں روکنے کی کوشش نہیں کی کیونکہ اس کی سسکیاں شاہ کو بہت مسرور کر رہی تھی۔

۔وہ اپنی شدتیں پوری طرح سے اس کے نازک وجود پر لٹا کر اپنی محبت کو مطمئن کر کے اس کے ساتھ بیڈ پر لیٹا ہوا اپنی سانسیں بحال کر رہا تھا۔۔۔۔

۔جب کہ اس کی شدت سے ٹوٹی ہوئی میرب اسی کے سینے میں منہ چھپائے بیٹی ہوئی تھی۔

ooooooo

شاہ آپ بہت گندے ہیں آپ کو مجھ پر ذرا سا بھی ترس نہیں آیا اتا شاہ کی شدتوں سے ٹوٹی ہوئی میرب نے شاہ سے شکوہ کرتے ہوئے کہا۔۔۔

میری جان شاہ تم سے اتنا پیار کرنے لگا ہے کہ اب تم اپنے شاہ کی نسوں میں نشہ بن کر دوڑتی ہو تمہارا یہ نازک وجود مجھے بھی حد سکون دیتا ہے اور اگر تم پر ترس کھاؤں گا تو پھر اپنا نشہ کیسے پورا کروں گا وہ کہتے ہوئے کروٹ لیتا ہوا میرب کے اوپر آ گیا۔۔۔۔۔



۔مجھے آپ سے بات نہیں کرنی شاہ کی شدتوں سے ٹوٹی ہوئی میرب کو شاہ کی بے رحمی پر غصہ آ رہا تھا۔۔۔

۔اچھا میری طرف دیکھو سوری آئندہ پوری کوشش کروں گا۔وعدہ نہیں کر رہا مگر کوشش کروں گا کہ میں اپنی نازک مزاج بیوی پر نرمی والی شدتوں سے محبت ظاہر کروں۔۔۔۔

۔میرب کی آنکھوں میں آنسوں دیکھ کر شاہ نرم پڑھ گیا۔وہ میرب کی آنکھوں پر اپنے لب رکھتے ہوئے نرمی سے اس کی خوبصورت آنکھوں سے آنسوں چن رہا تھا۔۔۔۔۔

جان شاہ اب تمہارا شاہ تو ایسا ہی ہے یا تو تم اپنے شاہ کو ایسے ہی قبول کر و یا پھر مجھے اجازت دو کہ میں اپنی سختی والی محبت کسی اور پر جا کر لٹا سکوں شاہ نے مذاق سے کہا مگر میرب نے غصے سے شاہ کی آنکھوں میں دیکھا۔۔۔

وہ رونے لگی تھی۔۔۔میرب یار میں مذاق کر رہا تھا میرب کو یوں تڑپ کر روتے ہوئے دیکھ شاہ گھبرا گیا۔۔

آپ مذاق نہیں کر رہے مجھے پتہ ہے کہ وہ مہک ہر وقت آپ کو مجھ سے چھیننے کی کوشش میں لگی رہتی ہے،اور اب تو آپ کو بھی میں آپ کے قابل نہیں لگ رہی اسی لیے آپ کے منہ سے یہ بات نکلی ہے آنسوں سے بھیگی ہوئی آواز میں روتے ہوئے کہا۔۔۔

۔میری جان ایسا کچھ بھی نہیں ہے میں تو صرف ایک مذاق کر رہا تھا شاہ تو تم سے دور جانے کا سوچ بھی نہیں سکتا،تمہارے اندر شاہ کی جان بستی ہے پاگل لڑکی،میرب کے ماتھے پر لب رکھ کر بڑی محبت سے چومتے ہوئے بولا۔۔۔۔۔۔

۔پھر آپ نے ایسا کیوں کہا میں کوشش تو کرتی ہوں نا آپ کے مطابق بننے کی میں کیا کروں اگر آپ کی ش۔۔۔وہ کہتے ہوئے شرم سے نظر جھکائے چپ ہو گئی۔۔۔



۔میرب میری جان تم جیسی ہو شاہ کو ایسی ہی پسند ہو میری شدتوں سے روتی ہوئی اور میری شدتوں کو سہنے کی کوشش کرتی ہوئی۔مجھے بہت اچھی لگتی ہو اور یار میں نے مذاق میں بولا تھا مجھے تو صرف اور صرف تم چاہیے ہو۔تمہاری محبت چاہیے ابھی تو شاہ کو تم سے اپنے پیارے پیارے بچے بھی چاہیے تم تو ابھی سے ہی رونے لگی ہو۔۔۔۔۔

۔بچوں کا نام سن کر میرب شرماتے ہوئے اپنے منہ پر ہاتھ رکھ گئی۔اور شاہ زوردار کہہ کر لگا تا ہوا ہنسنے لگا۔اسے اپنے بچوں کی شرمائی ہوئی ماں پر بہت پیار آرہا تھا۔۔۔

ooooooooooo

بابا آپ کو کیا ہو رہا ہے مہک رو رہی تھی۔اس کے بابا کی حالت دیکھ کر سب کمرے میں اکٹھے ہو گئے تھے۔۔۔

۔مہک کی ماں مہک کے چچا اور چچی اور رومان شاہ کی ماں بھی کمرے میں موجود تھی۔کیونکہ مہک کے پاپا کی حالت بہت زیادہ خراب ہو رہے تھی۔۔۔

وہ ایک ہی سانس میں لگاتار کھانسی کیے جا رہے تھے اور کھانس کھانس کر ان کا سانس پھولنے لگا تھا۔۔۔وہ کھانستے ہوئے اپنے منہ پر رومال رکھ کر صاف کر رہے تھے کیونکہ ان کے منہ سے بار بار بلڈ ارہا تھا۔۔۔

۔بلڈ کو دیکھ کر پورے گھر والے بے حد پریشان تھے مہک اور اس کی ماں مسلسل رو رہی تھی۔۔۔رومان شاہ کی ماں اور مہک کی چچی ان کو حوصلہ دے رہی تھی مہک کا چچا اپنے بھائی کے پاس بیٹھا ہوا اپنے بھائی کا منہ صاف کر رہا تھا۔۔۔گھر میں اس وقت بہت ہی افسردہ ماحول تھا۔۔۔

oooooooo

ٹھک ٹھک ٹھک۔۔۔یہ کون ہے اس وقت رومان شاہ جو پڑھے رومینٹک انداز سے میرب کے اوپر لیٹا ہوا اس سے اپنے بچوں کے بارے میں ڈسکس کر رہا تھا۔

اچانک سے رات کے دو بجے دروازہ کھٹکھنے سے بے زار منہ بناتے ہوئے رومان شاہ نے دروازے کی جانب دیکھا۔۔۔کون ہے۔۔۔صاحب جی بڑی بی بی بلا رہی ہیں۔۔آپ کے تایا جان کی طبیعت بہت خراب ہے ان کو ہاسپٹل لے کر جانا ہے۔۔۔

۔رومان شاہ کی اکھڑی ہوئی سخت آواز پر نوکرانی نے ڈرے اور من مناتے ہوئے انداز میں پیغام دیا۔۔۔۔

۔ٹھیک ہے آپ جائیں میں آتا ہوں۔۔۔رومان شاہ میرب سے ہٹتے ہوئے بیزاری سے بولا۔۔۔امی جان نے بھی فضول میں ان لوگوں کو گھر میں رکنے کی اجازت دی ہے۔۔۔

ان احسان فراموش لوگوں کے حالات ٹھیک تھے تو ان لوگوں کو ہماری کوئی پرواہ نہیں تھی۔ تو میرا باپ تکلیفیں لیتا ہوا اس دنیا سے چلا گیا۔ اور ان لوگوں نے احساس تک نہیں کیا۔ اور اب ان کی تیمارداری امی جان پتہ نہیں مجھ سے کیوں کروانا چاہتی ہیں۔۔۔

رومان شاہ بیڈ پر دونوں ہاتھ رکھے ہوئے ٹانگیں لٹکا کر غصے سے بیٹھ گیا غصے سے رومان شاہ کے ماتھے پر بل پڑنے لگے تھے۔۔۔اور ماضی کو یاد کرتے ہوئے نسے ابھر آئی تھی۔۔۔



شاہ آپ کو ان کی مدد کرنی چاہیے اگر ان لوگوں نے آپ کے ساتھ غلط کیا ہے تو اس کی سزا اللہ تعالی ان کو ضرور دے گا مگر کسی مرتے ہوئے کا احساس کرنا ایک انسان کا فرض ہے۔۔۔

اور شاہ آپ بہت اچھے انسان ہیں مجھے پتہ ہے کہ آپ کسی کو درد میں نہیں دے سکتے تو پلیز آپ جا کر ان کی ہیلپ کر دیں۔۔۔۔

میرب خود کو کمبل سے کور کرتی ہوئی شاہ کے کاندھے پر اپنا ہاتھ رکھ کر سمجھانے والے انداز سے بولی۔۔۔

۔رومان شاہ نے محبت بھری نظروں سے میرب کے چہرے کی جانب دیکھا اور دل ہی دل میں خوش ہوا کہ اس کی بیوی اتنی سمجھدار اور رحم دل ہے۔۔۔

۔ہمم۔ٹھیک ہے میں چینج کر کے جا رہا ہوں۔تم بھی اپنا حلیہ درست کر کے باہر آ جاؤ واش روم میں کپڑے چینج کرتا ہوا روم سے نکل گیا۔

oooooooo

مرہا اٹھ جاؤ میں تمہیں یہاں پر سونے کے لیے نہیں لے کر آیا جلدی سے اٹھو۔۔۔۔میر مجھے ابھی نہیں اٹھنا مجھے بہت ٹھنڈ لگ رہی ہے اور باہر بہت سردی ہے میں کل بہت تھک گئی تھی اس لیے مجھے آج کہیں نہیں جانا میرہا کمبل میں پوری طرح سے خود کو چھپائے ہوئے بولی۔۔۔۔۔

تو کراچی سے اتنی دور میں تمہیں سونے کے لیے لایا ہوں نکمی لڑکی اٹھو اور تیار ہو جاؤ شامیر اسے کب سے آوازیں دے رہا تھا مگر میرہا بستر سے باہر نکلنے کو تیار نہیں تھی۔۔۔۔

میرہا کے بچی چھوڑو کمبل کی جان اور نکلو باہر شاہ میر نے میرہا کے اوپر سے کمبل کھینچتے ہوئے کہا۔۔میر کیا ہے مجھے کہیں نہیں جانا باہر کتنی ٹھنڈ ہے مجھے آج سارا دن روم میں ہی رہنا ہے وہ کمبل واپس اپنے اوپر کرتے ہوئے بچوں کے جیسا منہ بنا کر بولی۔۔

سوچ لو اگر روم میں رہو گی تب بھی میں تمہیں سکون سے رہنے نہیں دوں گا سوچ لو اب تم نے ٹھنڈ میں باہر جا کر انجوائے کرنا ہے۔۔۔۔

۔ یا روم میں رہ کر شاہ میر اپنی بات ادھوری چھوڑ کر اسے گہری نظروں سے دیکھتا ہوا مسکرایا تھا۔۔۔ نہیں میں ابھی پانچ منٹ میں تیار ہو جاتی ہوں۔۔۔

۔ ہم لوگ گھومنے ہی چلیں گے شاہ میر کی بات کا کچھ کچھ مطلب سمجھتے ہوئے میرہا ایک منٹ سے پہلے کمبل سے
باہر آ چکی تھی ۔وہ اپنے پاؤں میں چپل پہنتی ہوئی ۔ اپنے کپڑے لے کر واش روم میں بند ہو گئی۔۔۔اس نے شاہ میر کی جانب پلٹ کر دیکھا تک بھی نہیں تھا۔

ہائے میری جان کب تک تم اپنی اے سی پی سے بچو گی۔ ایک نہ ایک دن تو تمہیں میرے بازوں کے شکنجے میں آنا ہی ہے اس دن میں اپنی ہر ایک بے تابی کا تم سے گن گن کر حساب لوں گا۔۔

بہت تڑپا رہی ہو تم مجھے شامیر سوچتے ہوئے نچلے لب کو دبا کر مسکرا رہا تھا--,

اب تم ایک منٹ سے پہلے بھی تیار ہو گئی اب میری جان کو ٹھنڈ نہیں لگ رہی---شامیر مرہا کو فٹافٹ سے تیار ہوتے دیکھ کر مذاق اڑا رہا تھا-

-میر کیا ہے اگر تیار نہیں ہو رہی تھی تو بھی آپ باتیں سنا رہے تھے- اور اب تیار ہو گئی ہوں تو بھی آپ میرا ہی مذاق اڑا رہے ہیں- مرہا معصومیت سے شامیر کی اصل بات کے مد کو نظر انداز کرتی ہوئی بولی----

-یعنی کہ میری بیوی اپنے شوہر کے رومینس سے ڈر کر فٹافٹ سے تیار ہو گئی ہے-شاہ میر بھی کہاں اپنی بات پوری کیے بنا پیچھے ہٹنے والوں میں سے تھا----

-میر آپ کو اس بات کے سوا اور کوئی بات نہیں آتی مرہا شاہ میر کی بات سے شرماتے ہوئے بولی-



-ہائے میری جان تمہارے میر کو کیا کیا آتا ہے کبھی موقع تو دے کر دیکھیے شامیر ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے مرہا کی کمر میں ہاتھ ڈال کر جھٹکے سے اسے اپنے قریب کرتے ہوئے بولا---

,

مم۔۔مم۔۔میر یہ کیا کر رہے ہیں مرہا شامیر کی نظروں میں دیکھتی ہوئی لفظوں کو توڑ کر بولی۔۔۔شاہ میر نے غور سے مرہا کے چہرے کی جانب دیکھا جہاں پر اس وقت صرف فطرتی شرم وحیا موجود تھی۔ مگر اس ڈر کے آثار اسے مرہا کے چہرے پر کہیں نظر نہیں آئے۔۔۔۔

۔شاہ میر یہ بات کل سے محسوس کر رہا تھا کہ مرہا اب اس کے ساتھ کمفرٹیبل محسوس کرتی ہے۔بس ایک مشرقی لڑکی کی طرح وہ اپنے شوہر سے شرماتی ہے۔۔۔۔

۔میری جان تم تو میری ذرا سی نزدیکی سے ہی گھبرا جاتی ہو۔جو میرے اندر تمہارے لیے جو پیار کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہے اس کو کیسی جھیلوں گی۔۔

۔میرہا کو کمفرٹیبل دیکھ کر شاہ میر نے اپنی محبت کے چھوٹے چھوٹے قدم اس کی جانب بڑھانے شروع کر دیے تھے۔۔

۔کیونکہ شاہ میر کو پتہ تھا کہ اس فاصلے کو اس نے خود ہی کم کرنا ہے میرہا فطرتی طور پر ایک بہت شرمیلی سی لڑکی تھی۔جو شامیر کے لیے فیلنگ محسوس کر کے بھی منہ سے کبھی نہیں بول سکتی۔۔۔۔

۔مرہا تمہاری نازک سی جان دیکھ کر شاہ میر ملک نے اپنے جذباتوں پر پہرے لگا رکھے ہیں۔۔۔ تمہیں کیسے بتاؤں کہ تمہارے اتنے پاس ہو کر تم پر سارے حق رکھتے ہوئے تم سے دور رہنا میرے لیے کتنا مشکل ہے۔۔۔۔

۔میرہا کا معصوم چہرہ اپنے ہاتھوں کے پیالے میں بھرے ہوئے آنکھوں سے محبت کی پھنچاڑ کر رہا تھا۔
اس کے لفظوں میں اتنی مٹھاس تھی کہ میرہا کا دل
شاہ میر کے لیے پگھلنے لگا تھا۔۔۔۔

۔اس کی خالص محبت سے بھری ہوئی باتیں مرہا کے دل کے دروازے شامیر کے لیے کھولنے لگی تھی۔
مرہا اب شامیر کی محبت بھری آنکھوں کے سحر میں کھوتی جارہی تھی۔۔۔۔

۔ابھی تک میرا پیار میرا عشق میرا جنون میرے بے لگام جذبات میری جان کچھ بھی تو نہیں دیکھا تم نے پھر بھی تم اتنا گھبرا جاتی ہو شامیر کی باتوں سے میرہا کا وجود آہستہ آہستہ کانپ رہا تھا جس کو شامیر باخوبی محسوس کر سکتا تھا۔۔۔۔

To be continue....

۔میرہا جب میں نے تمہیں پہلی بار دیکھا تھا اس دن سے میں نے تمہیں یکطرفہ بہت پیار کیا ہے۔ ہر رات میری آنکھوں نے تمہارے لیے خواب سجائے۔میرے خوابوں میں تمہارے ساتھ میں نے خود کو مکمل ہوتے دیکھا۔۔۔اپنی خوابوں کی خوبصورت دنیا میں تمہارے ساتھ میں نے اپنا ایک مکمل ہوتا ہوا جہان دیکھا۔

۔شاہ میر آپ مجھ سے اتنی محبت کرتے ہیں۔اپنا چہرہ اوپر کو کرتے ہوئے شاہ میر کی جانب دیکھ کر بولی۔۔مرہا کی آنکھوں میں اک بے یقینی سی تھی جس کو شامیر کی نظریں دیکھ چکی تھی۔۔۔

۔میں تم سے اتنا پیار کرتا ہوں جتنا جسم اپنی روح سے کرتا ہے، میں تم سے اتنا پیار کرتا ہوں جتنا دل اپنی دھڑکنوں سے کرتا ہے، میں تم سے اتنا پیار کرتا ہوں جتنا مرنے والا اپنی سانسوں سے کرتا ہے،

۔اگر اس سے زیادہ میری پیار کی گہرائی کو ناپنا چاہتی ہو تو ایک بار کہہ کر دیکھو شاہ میر ملک ہنستے ہنستے تمہارے لیے اپنی جان دے سکتا ہے۔۔۔۔

۔وہ اب بھی میرہا کے چہرے کو اپنے ہاتھوں کے پیالے میں بھرے ہوئے کھڑا تھا میرہا شاہ میر کی باتوں کو بڑے غور سے سن رہی تھی۔۔۔۔

۔تو کیا آپ نے مجھ سے شادی بھائی سے بدلہ لینے کے لیے نہیں کی اور نہ ہی میرب کی سکیورٹی کے لیے کی تھی۔۔

۔مرہا میں تم سے جھوٹ نہیں کہوں گا جب تک میں نے تمہیں دیکھا نہیں تھا تو میرا مقصد صرف میرب کی ہی سکیورٹی تھا۔۔

۔میں نے تم سے نکاح میرب کی سیکیورٹی کے لیے کیا تھا مگر جب میں نے تمہیں پہلی بار دیکھا اس کے بعد تو میں اپنے دل کی حفاظت نہیں کر پا رہا تھا تو میں نے مرہا کی سکیورٹی کیا کرنی تھی۔۔۔۔

۔میری معصوم سی چور میرا دل پہلی نظر میں ہی چرا چکی تھی نکاح پر دستخط کرتے ہوئے میرے دل میں تمہارے لیے محبت تھی۔میرا کوئی بھی سکیورٹی پلان نہیں تھا۔۔

۔اس لیے اپنے دماغ سے یہ فضول کے وسوسے نکال دو اگر تم غور سے دیکھو گی تو میری آنکھوں میں تمہیں اپنے لیے بے انتہا محبت نظر آئے گی۔۔۔

۔تمہیں میرے کسی بھی رویے سے یہ لگتا ہے کہ میں نے تم سے نکاح بدلہ لینے کی خاطر کیا ہے۔شامیر آہستہ آہستہ ایک کے بعد ایک سوال کا جواب دیتے چلا گیا۔۔میرہا بہت پرسکون ہو کر اس کی سب باتیں سن رہی تھی۔۔۔

۔شاہ میر کی محبت کی سچائی کا اثر مرہا پر ہونے لگا تھا۔کیونکہ مرہا شاہ میر کی باتیں سنتے ہوئے خود ہی شامیر کے سینے کے ساتھ اپنا سر ٹکا کر کھڑی ہو گئی۔ایسا مرہا نے پہلی بار کیا تھا۔۔۔۔

oooooooooo

دیکھو رومان میری ڈاکٹر سے ساری بات ہو چکی ہے میں تمہیں کوئی جھوٹی تسلی نہیں دینا چاہتا۔تمہارے تایا کا کیس جو ڈاکٹر ہینڈل کر رہا ہے وہ میرا بہت اچھا دوست ہے اگر صاف لفظوں میں کہوں تو تمہارے تایا جان کے پاس وقت بہت ہی کم ہے۔

۔ان کا کینسر آخری سٹیج پر ہے اس سٹیج پر آکر مریض کا علاج ناممکن ہو جاتا ہے اب ہم دوائیوں سے ان کی تکلیف کو تو کم کر سکتے ہیں مگر انہیں واپس زندگی کی طرف نہیں موڑ سکتے۔۔

۔ویسے تو زندگی اور موت اللہ تعالی کے ہاتھ میں ہے وہ چاہے تو کسی کو ایک سانس سے بھی واپس موڑ کر لا سکتا ہے۔ مگر ان کی کنڈیشنز اور ان کی رپورٹس جو کہہ رہی ہیں اس کے مطابق تم لوگ اپنے تایا جان کو گھر لے جاؤ۔۔۔

وہ کچھ دنوں کے مہمان ہیں
ان کے گھر پر خدمت کر وہ اپنی فیملی کے ساتھ رہیں گے تو آخری لمحات میں اچھا فیل کریں گے۔۔

۔باقی میڈیسن وغیرہ جو ضروری ہیں وہ ریکمنڈ کر دی جائیں گی آگے جیسے تم لوگوں کی مرضی ہاسپٹل میں ایڈمٹ کروانے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔۔۔

میں یہ ایزا دوست تمہیں رائے دے رہا ہوں۔ڈاکٹر شاہ زیب کی ساری بات سن کر رومان شاہ کا دل کہیں نہ کہیں بہت دکھی ہو گیا تھا چاہے وہ جتنا مرضی ناراض ہو جتنی مرضی اسے ان سب سے شکایتیں تھیں۔۔۔

۔مگر تایا کے ساتھ آخر اس کا خون کا ایک رشتہ تھا تو ایسے میں رومان شاہ خوش تو نہیں ہو سکتا تھا۔۔ان کی حالت دیکھ کر رومان شاہ نے اپنے تایا کے گھر والوں کو ساری حقیقت سے آگاہ کر دیا تھا۔۔

سوائے اس کے تایا کے باقی گھر کے سب افراد اس حقیقت سے واقف تھے کہ اس کے تایا جان کچھ دنوں کے مہمان ہیں۔۔۔

۔گھر کا ماحول کافی ڈپریشن زدہ اور گھٹا گھٹا رہنے لگا تھا گھر آ کر رومان شاہ کا بھی زیادہ تر وقت اپنے تایا کی عیادت کرتے ہوئے ان کے کمرے میں گزر جاتا۔گھر میں کسی بھی طرح کی گہما گہمی نہیں رہی تھی

۔۔۔۔۔

۔رومان شاہ کی تایا کی حالت دن بدن خراب ہوتی جارہی تھی اب تو وہ کھانا پینا تک چھوڑ چکے تھے۔وہ زیادہ تر نیم بے ہوش حالت میں ہی رہتے اور جب اٹھتے تو کئی کئی گھنٹوں تک کھانستے ہی رہتے تھے ۔ایسے میں ان کو سانس بھی ٹھیک سے نہیں آتا تھا۔

ooooooooooo

شاہ میر اور مرہا واپس کراچی آچکے تھے شامیر نے مرہا پر کسی بھی طرح کی زور زبردستی نہیں کی،کیونکہ رشتے کو آگے بڑھانے کا فیصلہ وہ مرہا پر چھوڑ چکا تھا۔

۔مگر اب میر ہا اس کے ساتھ بہت کمفرٹیبل فیل کرتی تھی شامیر بھی واپس آکر کافی مصروف ہو گیا تھا۔عاصم والا کیس اپنے آخری پڑاؤ پر چل رہا تھا۔



۔بہت جلد عاسم والے کیس کا فیصلہ ہونے والا تھا فی الحال سب کی زندگیاں بہت مصروف اور رکی ہوئی تھی۔۔۔

oooooooooo

میر۔۔۔میر۔۔۔می۔۔۔۔۔ر۔۔۔۔میراحال نے دو تین بار شاہ میر کو آواز دی مگر شامیر رات کو بہت لیٹ آیا تھا۔اور نیند پوری نہ ہونے کی وجہ سے۔اس لیے اس وقت وہ بہت گہری نیند میں تھا۔اب کی بار مرہا کو شرارت سوجھی اور وہ میر کے کان کے پاس ہو کر میر کا نام چیختے ہوئے بولی تھی۔۔۔۔

۔افففف شرارتی لڑکی میرے کان کے پردے پھاڑنے کا ارادہ ہے کیا۔شاہ میر اپنے کان پر ہاتھ رکھ کر نیند سے گھبرا کر اٹھا۔۔۔۔ہی ہی ہی۔۔مرہا شاہ میر کو ڈر کر اٹھتے ہوئے دیکھ کر اپنے پیٹ پر ہاتھ رکھے ہوئے ہی ہی کر کے ہنس رہی تھی۔۔۔۔

۔شاہ میر کی ڈری ہوئی حالت دیکھ کر مرہا کو اتنا اچھا لگا کہ اس کی ہنسی نہیں رک رہی تھی۔۔مرہا اپنی ہنسی میں اتنی مگن تھی کہ شاہ میر کب بیڈ سے اتر کر اس کے پاس آن کھڑا ہوا تھا اسے یہ بھی پتہ نہیں چلا۔۔۔

ہووں۔۔۔ہنسو ہنسو اب ہنس کے دکھاؤ بہت مزہ آرہا تھا نا تمہیں میری ڈری ہوئی حالت دیکھ کر، اب میری جان کی بولتی کیوں بند ہو گئی ہے۔۔۔

شاہ میر مرہا کے قریب آکر دونوں ہاتھ سینے پر باندھے ہوئے کھڑا تھا۔ آئی برو کو اٹھاتا ہوا مسکرا کر بولا تو مرہا کی ہنسی چھو منتر ہو چکی تھی۔۔۔

۔وو۔۔وہ۔۔۔وہ۔۔۔مجھے ضروری کام ہے میں ابھی ماما کی بات سن کر آتی ہوں مرہا شاہ میر کے پاس آنے سے ڈر کر باہر روم کے دروازے کی جانب لپکی۔۔۔

۔شاہ میر اس کا یہ ارادہ پوری طرح سے ناکام بنا چکا تھا وہ مرہا سے پہلے دو ہی قدموں میں فاصلہ طے کر کے دروازے کے سامنے آن کھڑا ہوا تھا۔۔۔

مم۔۔م۔میر۔۔سوری میں آئندہ آپ کو بالکل بھی تنگ نہیں کروں گی پلیز مجھے جانے دے میرہا بچوں کی طرح اپنی غلطی کو ایکسیپٹ کرتے ہوئے کانوں کو ہاتھ لگا کر سوری بول رہی تھی۔۔۔

۔شاہ میر نے اپنی سروس میں ہزاروں مجرموں کو سوری کرتے ہوئے دیکھا تھا۔مگر اتنا معصوم مجرم اس نے اپنی لائف میں پہلی بار دیکھا،جو اپنی غلطی فٹافٹ مانتے ہوئے سوری کرنے پر بھی آمادہ ہو چکا تھا۔۔۔

۔میں تو تمہیں ایسے معاف نہیں کروں گا۔شاہ میر اپنے دونوں ہاتھ مرہا کے کاندھے پر رکھتے ہوئے مصنوعی غصے سے بولا۔۔۔

۔کیونکہ اسے مرہا کا معصوم ڈرا ہوا چہرہ دیکھ کر بہت اچھا لگ رہا تھا،وہ جان بوجھ کر اسے تھوڑا اور تنگ کرنے کے موڈ میں تھا۔۔۔



۔مگر مرہا جو شاہ میر کے مصنوعی غصے والے موڑ کو سچ سمجھ رہی تھی۔بچوں کی طرح اس کے ہونٹ کانپنے لگ گئے تھے۔۔۔

"میر پلیز مجھے معاف کر دیں میں نے کہا تو ہے کہ آئندہ میں کبھی اس طرح کی بدتمیزی آپ کے ساتھ نہیں کروں گی۔

۔دو آنسوں اس کی پلکوں کی باڑ کو توڑتے ہوئے اس کی کومل سی گالوں سے پھسل کر نیچے آ گئے تھے۔

۔اس کے معصوم چہرے پر آنسوؤں کو دیکھ کر شاہ میر اپنا مصنوعی غصہ برقرار نہیں رکھ سکا۔۔ مرہا میری جان میں مذاق کر رہا تھا۔ کیا تم اپنے میر کو اتنا سا بھی نہیں سمجھ سکی کہ میر تم پر غصہ کر ہی نہیں سکتا۔۔۔

"ریلیکس ہو جاؤ میرہا کو اپنے دونوں ہاتھوں سے دائرے میں لے کر اپنے سینے سے لگا کر بولا۔۔۔

" میر آپ بہت گندے ہیں آپ نے
مجھے ڈرا دیا تھا مجھے لگا آپ سچ میں مجھ پر غصہ ہیں۔۔۔

"پلیز آپ مجھ پر غصہ مت ہوا کریں مجھے آپ کے غصے سے ڈر لگتا ہے وہ بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر شاہ میر کے سینے پر سر رکھے ہوئے رو رہی تھی۔۔

۔اوکے پرومئس میر اپنی جان پر کبھی غصہ نہیں کرے گا۔۔۔ مگر اب کے لیے تم اپنے میر کو معاف کردو میر سے غلطی ہو گئی۔شاہ میر پیچھے ہو کر اپنے کان پکڑے ہوئے کھڑا تھا۔۔۔

"شامیر کو یوں کان پکڑے ہوئے کھڑا دیکھ کر مرہا کی ہنسی چھوٹ گئی آپ اپنے کان مت پکڑیں آپ ایک پولیس والے ہیں آپ کا کام لوگوں کو کان پکڑانا ہے۔۔۔۔

وہ ہنستے ہوئے خود سے شاہ میر کے سینے سے پھر آن لگی تھی شاہ میر اپنی باہوں کے گرفت اس پر سخت کرتے ہوئے اسے اپنے سینے میں میچ گیا۔۔۔

مرہا۔۔۔۔جی۔۔۔۔۔ آج مجھے جلدی سے ریڈی کر کے بھیج دو آج مجھے کوٹ جانا ہے۔۔۔



۔خیریت تو ہے آپ کو کوٹ کیوں جانا ہے۔۔ آج وہ جو تمہارے تایا کے بیٹے کا کیس چل رہا ہے نا کیا نام ہے اس کا عاصم اس کا فیصلہ ہونے والا ہے تو مجھے کوٹ جلدی پہنچنا ہے۔۔۔

۔میر کیا عاسم بھائی کو پھانسی لگا دیا جائے گا۔۔ مرہا نے بہت افسردہ سا منہ بنا کر پوچھا۔

۔پتہ نہیں اب یہ تو اس لڑکی کے بیان پر ڈیپنڈ کرتا ہے کہ اس کو عمر قید ہوتی ہے پھانسی ہوتی ہے یا پھر وہ باعزت بھری ہوتا ہے۔کیونکہ یہ تو اس لڑکی کا بیان ہی فیصلہ کرے گا۔۔

۔کیس میں وہ کتنا انوالو تھا یا نہیں اس کے بارے میں تو وہ لڑکی ہی صحیح جانتی ہے۔۔۔
اور اس کے بیان پر ہی عدالت کا فیصلہ ٹکا ہوا ہے۔یہ حقیقت ہے کہ اس معصوم لڑکی کے ساتھ جو ہوا وہ بہت غلط تھا اسے انصاف تو ملنا چاہیے۔۔

۔میر۔۔۔جی بولیے میر کی جان شاہ میر جو بات کرتے ہوئے واش روم میں جانے لگا تھا مرہا کی آواز پر پلٹ کر دیکھتے ہوئے بولا۔۔
۔میر آپ میرے گناہ گار کو بھی سزا دلوائیں گے نا اور میرا بیان بھی اتنا ہی معنی رکھے گا۔مرہا کے دماغ میں اپنے گنہگار کو لے کر سوال اٹھا تھا۔۔

۔میر کی جان تم بیوی اے سی پی شاہ میر ملک کی بیوی ہو۔تم جس طرح کی سزا اس کے لیے تجویز کرو گی اس کو وہی سزا ملے گی۔۔۔

۔اس لیے دوبارہ میری جان کی آنکھوں میں آنسوں نہیں آنے چاہیے شاہ میر نے مرہا کی پلکوں پر آئے ہوئے آنسوں اپنے لبوں سے چنتے ہوئے کہا۔۔۔

۔میرہا جب تم اس گھٹیا کو یاد کر کے درد سے روتی ہو تو مجھے خود پر شرمندگی ہونے لگتی ہے کہ میں کہیں نہ کہیں کم پڑ گیا ہوں، اپنی محبت کو لے کر کیوں میری محبت اتنی شفا بخش نہیں ہے کیوں میری محبت تمہارے زخموں پر مرہم کا کام کر نہیں کرتی۔۔۔

۔کیوں مجھے بار بار تمہیں اپنی محبت کی دلیل دے کر بتانا پڑتا ہے کہ میں تم سے بہت پیار کرتا ہوں۔ میں سوچتا ہوں کہ اگر میری محبت میں اتنا دم ہے تو کیوں میری محبت تمہاری آنکھوں میں آنسوں آنے سے روک نہیں پاتی۔

یہ بولتے ہوئے شاہ میر کے لہجے میں بہت درد تھا۔۔

۔نہیں میر آپ غلط سمجھ رہے ہیں آپ تو بہت اچھے ہیں۔ اور یہ آپ کی محبت ہی ہے جو مجھے پر اعتماد بنا رہی ہے۔۔۔

۔میں آپ سے وعدہ کرتی ہوں میں آئندہ کبھی بھی اس گھٹیا شخص کو یاد کر کے روؤں گی نہیں۔ مرہا شاہ میر کی بے حد قریب ہو کر اس کے چہرے کے دونوں جانب ہاتھ رکھ کر بے اختیار بول رہی تھی۔۔۔

۔وعدہ کرو کہ آج کے بعد تم اس گھٹیا انسان کا نام اپنی زبان سے نہیں لو گی۔۔۔

۔میر مجھے آپ کی قسم میں کبھی اس کا ذکر بھی نہیں کروں گی۔ بس آپ مجھ سے ناراض مت ہو میرہا کو شاہ میر کے ناراض ہونے سے ڈر لگتا تھا۔

۔آخر میر کی آنکھوں میں تو مرہا نے خود کو واپس پایا تھا۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں اپنی جان سے کبھی ناراض نہیں ہوں گا۔۔۔

۔اور اس گھٹیا شخص کو اس کے انجام تک پہنچا کر چھوڑوں گا۔ اب تم یہ سب مجھ پر چھوڑ دو اب وہ تمہارا مجرم نہیں ہے۔ اب وہ میرا مجرم ہے۔۔۔

۔تمہارا کام صرف مجھ سے پیار کرنا ہے۔پلیز میرے پیار کو ایکسیپٹ کر لو یار۔خود کو میرے پیار کے رنگوں میں رنگ لو مرہا۔۔شادی کو چار مہینے ہونے کو ہیں کیوں اپنے شوہر کے صبر کا امتحان لے رہی ہو۔۔۔۔

۔پلیز ہمارے اس رشتے کو مکمل ہونے دو میری جان مت تڑپاؤ اپنے میر کو،جب جب تم میرے اتنے قریب آتی ہو میر کا دل بے قابو ہونے لگتا ہے۔

۔پتہ نہیں کتنے پہرے لگا کر میر نے اپنے دل کو روک رکھا ہے جو ہر پل اپنی مرہا کو اپنے بے حد قریب چاہتا ہے۔



۔شاہ میر نے گہری نظریں اس کے چہرے پر ڈالتے ہوئے اپنے لب مرہا کے ماتھے پر رکھ کر بڑی عقیدت بھرا لمس چھوڑا تھا، جسے مرہا نے آنکھیں بند کر کے بنا کسی میں مزحمت کے قبول کر لیا تھا۔۔۔

○○○○○○○○○

رومان شاہ کافی دیر سے اپنے تایا کے روم میں بیٹھا ہوا ان کی عیادت کر رہا تھا مگر اس کی نظریں میرب کو ڈھونڈ رہی تھی۔

۔کیونکہ ایسا کبھی نہیں ہوتا تھا کہ رومان شاہ گھر آئے اور میرب سے کہیں دکھائی نہ دے۔۔

۔وہ ہمیشہ رومان شاہ کا ویٹ

کرتی ہوئی گیٹ کے سامنے یا کچن میں ہی نظر آتی تھی مگر آج نہ تو وہ رومان شاہ کو کچن میں نظر آئی نہ ہی وہ اس کے پیچھے اس کے تایا کے روم میں آئی تھی۔اس کا دل بہت بے چین سا ہو رہا تھا۔

۔یہ لیجیے پانی مہک ٹرے میں پانی کا گلاس رکھے اور مسکراہٹ اپنے چہرے پر سجا کر رومان شاہ کے لیے پانی لے کر آئی تھی۔۔۔

رومان شاہ گھر آتے ہی پانی ضرور پیتا تھا اور میرب رومان شاہ کی اس عادت سے باخوبی واقف تھی۔ اس لیے ہمیشہ جب وہ اپنے تایا کی عیادت کے لیے آ کے بیٹھتا تو میرب پیچھے پیچھے پانی کا گلاس لے کر آجاتی تھی۔۔نو تھینکس مجھے پیاس نہیں ہے رومان شاہ پانی پینے سے انکار کرتے ہوئے اپنی ماں سے مخاطب ہوا۔۔۔

۔امی جان میرب کہاں ہے۔بیٹا اس کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں تھی اس نے صبح سے کچھ خاص کھایا پیا بھی نہیں ہے۔

۔میں اس کے کمرے میں کھانا اور فروٹ بھی بھجوا چکی ہوں مگر اس نے سب ویسے ہی واپس کر دیا۔

۔میں خود بھی گئی تھی اس کی طبیعت کا پوچھنے کے لیے مگر وہ کہہ رہی تھی کہ امی جان میرا کچھ بھی کھانے کو دل نہیں کر رہا۔

۔جب دل کرے گا تو میں آپ کو بتا دوں گی فلحال مجھے آرام کرنے دیں۔روماں شاہ کی ماں نے پورے دن کا حوالہ دے دیا۔۔

امی جان اگر میرب کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی تو آپ مجھے فون کر دیتی یا میرب خود فون کر دیتی۔ میں اسے ڈاکٹر کے پاس لے جاتا رومان شاہ بڑا بے چین سا ہو کر کھڑا ہو گیا تھا۔۔

۔اسے میرب کی فکر ہونے لگی تھی۔اور وہیں پاس کھڑی ہوئی مہک چل کر کوئلہ ہو رہی تھی رومان شاہ کو یوں میرب کی لیے فکر مند ہوتا دیکھ کر۔

اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ جا کر میرب کا خون ہی کر دے۔وہ تو بہت خوش تھی کہ آج بہت دنوں بعد رومان اسے اکیلا میسر تھا۔ورنہ تو میرب ہر جگہ رومان شاہ کے آگے پیچھے ہی رہتی تھی۔

۔رومان شاہ کو یوں جاتا ہوا دیکھ کر میرب بھی آگ بگولا ہو کر روم سے نکل گئی تھی۔۔

oooooooooo

رومان شاہ باہر ٹیبل پر رکھا ہوا لیپ ٹاپ والا بیک اٹھاتے ہوئے اپنے روم کی جانب قدم بڑھا رہا تھا۔کہ پیچھے سے کوئی آ کر اس کی پشت سے چپک گیا۔۔

۔رومان شاہ کو یہ پہچاننے میں دیر نہیں لگی تھی کہ یہ گھٹیا حرکت اس گھر میں سوائے مہک کے اور کوئی نہیں کر سکتا تھا۔۔۔

ڈسکسٹنگ مہک اس سے زیادہ بے ہودہ حرکت کی توقع میں تم سے کر نہیں سکتا تھا۔رومان شاہ نے مہک کی کلائی جو رومان شاہ کے سینے پر بندھی ہوئی تھی اسے پکڑتے ہوئے زور کا جھٹکا دے کر اسے اپنے سامنے کی طرف لے آیا۔۔۔

۔تمہارا باپ زندگی اور موت کی جنگ لڑ رہا ہے اور تمہیں اس طرح کی چیپ اور گھٹیا حرکتیں سوجھ رہی ہیں۔۔۔

۔سچ میں تمہیں اپنی عزت کا ذرا سا بھی خیال نہیں ہے۔ تو کم سے کم اپنے باپ کی عزت کا ہی خیال کر لو۔ اگر اپنے کی عزت کا خیال بھی نہیں کر سکتی، تو مجھ پر مہربانی کرو شروع سے ہی میرا کردار بہت صاف اور شفاف رہا ہے،

۔اس لیے پلیز اپنا یہ گندگی بھرا وجود مجھ سے دور رکھو مجھے کوفت ہوتی ہے یہ سوچ کر کہ کبھی میں نے تم جیسی گھٹیا کردار کی لڑکی سے محبت بھی کی تھی۔۔

۔رومان شاہ نے ایک ایک لفظ چباتے ہوئے گہر الود نظروں سے کہا۔۔۔

۔رومان میں تم سے بہت پیار۔۔۔۔شٹ اپ یو شٹ اپ اگر دوبارہ اپنے منہ سے محبت لفظ کی توہین کی تو تمہاری زبان نکال کر تمہاری ہتھیلی پر رکھ دوں گا۔۔۔

۔بس بہت سمجھا لیا میں نے تمہیں تمیز سے،اب اگر تم نے اس طرح کی چیپ حرکت کی تو میں تمہاری جان لے لوں گا۔

اور ایک سیکنڈ سے پہلے تمہارے باپ کی بیماری کا لحاظ کیے بنا تمہیں دھکے دے کر اس گھر سے باہر نکال دوں گا۔

۔دفع ہو جاؤ ہٹو میرے رستے سے مجھے اپنی بات کر دار اور باضمیر بیوی کے پاس جانا ہے یہ لفظ نہیں تھے مہک کے لیے تیزاب کی بوندیں تھی جو جاتے ہوئے رومان شاہ اس پر چھینک کر گیا تھا۔

oooooooooo

۔میرب کیا بات ہے۔رومان شاہ میرب کے پاس بیڈ پر بیٹھتے ہوئے اس کے بالوں میں انگلیاں سہلاتے ہوئے بڑی محبت بھری آواز سے پوچھ رہا تھا۔



شاہ آپ کب آئے میرب رومان شاہ کو دیکھتے ہی بیٹھ سے اٹھ کر بیٹھنے لگی تھی۔۔

۔اووووہوں۔۔۔اٹھنے کی ضرورت نہیں ہے آرام سے لیٹی رہو اور مجھے بتاؤ میری جان کو کیا ہوا ہے۔

۔کچھ نہیں بس بڑی عجیب سی کیفیت ہو رہی ہے۔میرب کو اپنی خود کی بیماری ہی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی تو وہ شاہ کو کیا بتاتی ہے۔۔۔

۔اور تم نے کھانا بھی نہیں کھایا۔

شاہ مجھے بھوک نہیں تھی۔میرب منہ بسورتے ہوئے بولی۔۔

میرب کتنی بار کہا ہے کہ کھانے میں لاپرواہی مت کیا کرو پہلے ہی تمہاری جان اتنی چھوٹی سی ہے کہ مجھے اپنے جذباتوں پر پہرے لگانے پڑتے ہیں۔۔

۔اور اب تم بیمار ہو کر لیٹ گئی ہو تو میں ہلکان کیسے کروں گا،شاہ مذاق میں موڈ میں بولا۔۔شاہ ااااا۔۔۔آپ کی بات یہیں سے شروع ہوتی ہے اور یہیں پر ہی جا کر ختم کیوں ہوتی ہے۔۔۔

میرب جو شاہ کی گود میں سر رکھے ہوئے تھی ۔شاہ کے سینے پر مکے برساتے ہوئے چیخی تھی ۔۔۔
آہ۔ظالم لڑکی مارتے ہوئے تمہارے ہاتھوں میں کتنی جان

آجاتی ہے۔اور جب میری محبت کو سہنے کی بات آئے تو وقت سے پہلے تمہاری ہتھیلیوں میں پسینہ آنے لگتا ہے۔۔۔

۔روما ن شاہ میرب کے ہاتھوں کو پکڑ کر اس کے اوپر ہی لیٹتا چلا گیا۔۔شاہ۔۔پلیز آج نہیں ۔میرب منت کرنے والے انداز سے بولی۔۔۔
ایک شرط پر تمہاری جان بخش سکتا ہوں اگر تم ابھی میرے ساتھ ڈاکٹر کے پاس چلنے کے لیے تیار ہو جاؤ تو۔۔۔



روما ن شاہ کا یہ سارا ڈرامہ میرب کو ڈاکٹر کے پاس لے جانے کے لیے ہی تھا۔ روما ن شاہ کو میرب کی کا ہل طبیعت کا اچھی طرح سے پتہ تھا کہ وہ اس وقت کبھی بھی ڈاکٹر کے پاس جانے کے لیے راضی نہیں ہو گی۔۔۔

۔اور اپنی طبیعت کی وجہ سے وہ اس وقت رومان شاہ کی قربتوں کو سہنے کو بھی تیار نہیں ہو گی۔اسی لیے رومان شاہ نے اس کے سامنے یہ سچویشن رکھی تھی اور اسے اچھی طرح سے پتہ تھا کہ میرب کا فیصلہ کیا ہو گا۔۔۔

۔میں ابھی چینج کر کے آتی ہوں اور ہم ڈاکٹر کے پاس چلتے ہیں میرب رومان شاہ کے نیچے سے مچھلی کی طرف پھسلتی ہوئی دو سیکنڈ کے اندر بیڈ سے اتر کر الماری کپڑے نکالنے لگی۔۔۔

رومان شاہ ٹانگ پہ ٹانگ رکھے ہوئے تکیے پر سیدھا لیٹا ہوا تھا۔وہ دونوں ہاتھ اپنے سر کے نیچے رکھ کر اپنے آتشی لبوں سے مسکرا کر میرب کا تیزی سے تیار ہونا دیکھ رہا تھا۔۔۔,

بہن جی آپ روئیں نہیں اگر عاصم بے قصور ہے تو انشاءاللہ اللہ تعالی اسے ضرور اس کیس سے رہائی دلا دے گا۔۔



۔عاصم کی ماں جائے نماز پر بیٹھی ہوئی رو رو کر گڑ گڑاتی ہوئی اپنے رب سے دعا کر رہی تھی آج عاصم کے کیس کی اہم سنوائی تھی تو ایک ماں اپنی ممتا کے ہاتھوں مجبور اپنے بیٹے کے لیے اپنے رب سے دعا گو تھی۔۔۔

۔رومان شاہ کی ماں اسے اس طرح بلک بلک کر روتے ہوئے دیکھ کر اسے تسلی دینے کے لیے پاس آ کر بیٹھ گئی تھی۔۔

۔بہن جی آپ تو بہت نیک خاتون ہیں آپ اللہ تعالی سے دعا کریں کہ عاصم بے قصور ہو اور اسے باعزت بری کر دیا جائے۔۔

ہمارے ماں بیٹی کے جینے کا واحد سہارا عاصم ہے وہ رومان شاہ کی ماں کے ہاتھ پکڑ کر بڑی آبدیدہ ہو کر بول رہی تھی۔

۔بہن جی میں تو ایک گنہگار سی بندی ہوں یہ تو اللہ کی ذات جانتی ہے کہ وہ میری پڑھی ہوئی نمازوں کو بھی قبول کرتا ہے یا نہیں۔۔



اللہ کے نزدیک تو ہر انسان ایک جیسا ہے ہر انسان کے دل سے نکلنے والی دعا میرا رب سنتا ہے۔اور جس طرح آپ اپنے رب کے سامنے سجدہ ریز ہو کر رو رہی ہیں انشاءاللہ تعالی اللہ تعالیٰ آپ کی دعائیں ضرور سنے گا۔۔۔

۔اور اگر عاصم بے قصور ہے تو انشاءاللہ وہ جلد رہا ہو جائے گا آپ اس طرح سے پریشان نہ ہوں اگر آپ اس طرح سے ٹوٹ گئی تو مہک کو کون سنبھالے گا رومان شاہ کی ماں تسلی دیتے ہوئے بولی۔

۔بہن جی آپ کا بہت بہت شکریہ کہ آپ نے اس مصیبت کی گھڑی میں ہمارا ساتھ دیا ہمارے پاس تو ان کے علاج تک کے پیسے نہیں تھے جس رومیو کو ہم نے بعزت کر کے دو ٹکے کا سمجھ کر گھر سے نکالا آج وہی رومیو ہماری ساری ذمہ داری اٹھائے ہوئے ہے۔۔۔

۔بے شک یہ دنیا مکافات عمل ہے ہم نے جو کیا اس کی سزا ہمیں دنیا میں ہی مل رہی ہے بیٹا جیل میں ہے شوہر زندگی کی آخری سانسیں گن رہا ہے اور مہک کی تربیت میں نے اتنی خراب کی کہ آج وہ صحیح اور غلط کا فرق ہی نہیں سمجھتی۔۔۔



مہک کی ماں باتیں کرتے ہوئے زور و قطار رو رہی تھی۔۔بس بہن جی اللہ تعالی سے اپنے گناہوں کی معافی مانگیں بے شک وہ ذات بڑی بے نیاز ہے اور معاف کرنے والی ہے۔اور صبر رکھیے اللہ تعالی ضرور آپ کی مشکلوں کو آسان کرے گا مہک کی ماں بڑے تسلی بخش انداز میں تسلی دے رہی تھی۔۔۔

○○○○○○○○○

سر کیا آپ اپنی وائف کا خیال نہیں رکھتے میرب کے چیک اپ ہونے کے بعد رومان شاہ اور میرب ڈاکٹر کے سامنے اس کے کلینک میں بیٹھے ہوئے تھے۔۔۔

ڈاکٹر میں آپ کا مطلب سمجھا نہیں میری وائف ٹھیک تو ہے کوئی سیریس پرابلم تو نہیں رومان شاہ بے حد پریشان لہجے میں ڈاکٹر سے پوچھ رہا تھا۔۔

۔دیکھیے سر میں آپ سے حقیقت بالکل چھپاؤں گی نہیں کیونکہ مریض کے گھر والوں کو اس کے بارے میں سچ جاننے کا پورا حق ہوتا ہے اس لیے میں آپ کو صاف لفظوں میں بتا دیتی ہوں کہ آج کہ بعد آپ کو ان کا بہت زیادہ خیال رکھنا پڑے گا۔



۔اور بہت ساری کیئر بھی کرنی پڑے گی ان کی ڈائٹ کا بہت خیال رکھنا ہوگا ان کے غصے اور چڑ چڑے پن کو بھی آپ کو برداشت کرنا پڑے گا۔

۔ڈاکٹر بہت سیریس انداز سے بتا رہی تھی ڈاکٹر پلیز آپ مجھے یہ بتائیں گی کہ میری وائف کو آخر ہوا کیا ہے کل تک تو یہ بالکل ٹھیک تھی،رومان شاہ بار بار میرب کے جانب دیکھ رہا تھا اور ٹینشن سے رومان شاہ کے ماتھے پر پسینے کی بوندیں نمودار ہونے لگی تھی۔۔۔

۔سر ریلیکس ریلیکس آپ تو بہت زیادہ پریشان ہو گئے ہیں میں تو بس آپ کو اتنی بڑی خوشخبری سنانے سے پہلے تھوڑا سا ڈرا کر پر ہیپیئر کرنا چاہ رہی تھی مجھے نہیں آئیڈیا تھا کہ آپ اس قدر ڈر جائیں گے۔
کوئی خطرے کی بات نہیں ہے آپ کی وائف بالکل ٹھیک ہیں اور آپ کے لیے خوشخبری یہ ہے کہ آپ بہت جلد بابا بننے والے ہیں اور یہ کیوٹ سی ماما بننے والی ہے۔۔

۔رومان شاہ نے ایک لمبی اور ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے کرسی کی پشت سے اپنا سر ٹکا لیا۔ڈاکٹر آپ نے تو میری جان نکال دی۔۔



۔رومان شاہ سے اپنے چہرے کی خوشی چھپائے نہیں چھپ رہی تھی رومان شاہ نے میرب کی جانب مسکراتے ہوئے دیکھ بنا ڈاکٹر کا لحاظ کیے میرب کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے خود کے نزدیک کر کے اس کے ماتھے پر اپنے لب رکھ کر بڑی عقیدت اور محبت سے چوم کر اسے مبارک باد دی۔۔۔

۔شاہ کیا کر رہے ہیں ڈاکٹر بیٹھی ہے سامنے میرب نے پیچھے ہوتے ہوئے شرما کر رومان شاہ کو ڈاکٹر کے ہونے کا احساس دلایا۔۔۔

تو کوئی بات نہیں ڈاکٹر صاحبہ کو بھی پتہ ہے کہ آفیشل بیوی ہے میری اب اتنی بڑی خوشی کو ہضم کرنا اتنا آسان کام تھوڑی ہے اس کو سیلیبریٹ کرنے کے لیے کوئی تو چاہیے رومان شاہ ہنستے ہوئے پیچھے ہو کر بولا۔۔۔

جی جی آپ اپنی خوشی کو سیلیبریٹ کریں مجھے کوئی objection نہیں ہے ڈاکٹر دونوں میں اتنا پیار اور کیئر دیکھ کر خوش ہو رہی تھی۔۔۔

۔سر اب آپ کو ان کا بہت زیادہ خیال رکھنا ہو گا کہ کیونکہ یہ فزیکل طور پر بہت ویک ہیں، آپ کو ان کی ڈائٹ پلان کا بھرپور خیال رکھنا ہو گا تاکہ ماں اور بچہ دونوں صحت مند رہ سکے۔۔۔

۔جی جی ڈاکٹر آپ مجھے ڈائٹ پلان سمجھا دیجئے انشاءاللہ میں کہیں بھی کوئی کمی نہیں رہنے دوں گا ڈاکٹر کی بات پر رومان شاہ نے مسکراتی ہوئی نظروں سے میرب کی جانب دیکھا میرب نے شرما کر آنکھیں نیچے جھکا رکھی تھی۔۔۔

یہ میں نے کچھ ملٹی وٹامن لکھ دیے ہیں یہ آپ کو انہیں روٹین سے کھلانے ہونگے۔اور کھانے میں فروٹ اور دودھ کا استعمال زیادہ کرنا ہے۔ان کے ارد گرد کا ماحول خوشگوار رکھنا ہے اگر شروعات سے ہی ماں خوش رہے اور ماحول اچھا ملے تو ایک تندرست بچہ دنیا میں آتا ہے۔۔

۔اور اگر ماں ارد گرد کے ماحول سے مطمئن نہ ہو تو اس کا آنے والے وقت میں ماں اور بچے کی صحت پر بہت غلط اثر پیدا ہو سکتا ہے۔



آپ کو میں یہ سب کچھ ڈرانے کے لیے نہیں بتا رہی آپ کا یہ پہلا بی بی ہے تو ایک ڈاکٹر ہونے کے ناطے آپ کو آگاہ کرنا میرا فرض ہے۔

۔نہیں نہیں ڈاکٹر آپ مجھے سب کچھ اچھی طرح سے سمجھائیں،کیوں کہ مجھے اپنے بچے اور وائف کی صحت بے حد عزیز ہے،رومان شاہ نے مطمئن لہجے سے کہا۔

۔تو ٹھیک ہے پھر آپ ان کو ہر ماہ روٹین چیک اپ کے لیے بھی لے کر ضرور آیئے گ۔ااور باقی سب تفصیل تو میں نے آپ کو سمجھا دی ہے۔اور ان کو پہلے تین مہینے وزن وغیرہ بالکل نہیں اٹھانا ہے۔

۔یہ ان کے لیے بہت زیادہ احتیاط کے دن ہے۔ایک تو یہ ان کا پہلا بی بی ہے اور دوسرا یہ فزیکل طور پر بہت ویک ہے۔۔ انشاءاللہ نیکسٹ ٹائم جب آپ آئیں اور گے تو میں ان کی میڈیسن چینج کر دوں گی۔۔

۔ڈاکٹر میں سب چیزوں کا بہت اچھی طرح سے خیال رکھوں گا بس میرا ایک چھوٹا سا سوال ہے رومان شاہ کہتے ہوئے رکا تھا۔۔

۔جی جی آپ کھل کر پوچھیں آپ کا جو بھی سوال ہے ڈاکٹر نے رومان شاہ کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔۔۔

۔میں اپنی وائف سے بہت پیار کرتا ہوں تو ہمارا یہ بی بی میرے پیار میں رکھاوٹ تو نہیں پیدا کرے گا اس سے کسی بھی طرح کا کوئی کمپلیکیشن تو پیدا نہیں ہوگا بس میں یہ جاننا چاہتا تھا۔۔۔

۔رومان شاہ نے نظریں جھکائے ہوئے اپنا سب سے بڑا اور اہم سوال ڈاکٹر تک پہنچایا۔۔۔

میرب شرمندہ سی ہوتی ہوئی نظریں جھکا کر ہکی بکی ہو کر بیٹھی تھی اسے یہ تو پتہ تھا کہ شاہ اس کے ساتھ بے باک باتیں کرتا ہے، مگر یوں ڈاکٹر کے سامنے بھی بول جائے گا یہ اس سے اندازہ نہیں تھا۔

۔نہیں سر آپ بے فکر رہیں

آپ کا بی بی آپ دونوں کے بیچ میں رکاوٹ پیدا نہیں کرے گا۔سب کچھ اوکے ہے آپ بے فکر رہیے ۔جب ضرورت ہو گی تو میں بتا دوں گی۔۔رومان شاہ کے سوال پر ڈاکٹر نے لبوں کے اندر ہی مسکراتے ہوئے سیریس انداز سے جواب دیا۔۔۔

۔رومان شاہ ڈاکٹرز سے تھینک یو بولتے ہوئے کلینک سے باہر آ چکا تھا۔۔۔

۔شاہ آپ کتنے بے شرم ہیں کہیں بھی کچھ بھی بول دیتے ہیں میرب کلینک سے باہر آتے ہی شاہ پر برس پڑی۔۔

۔بھئی اس میں بے شرمی والی کون سی بات ہے میرا ایک اہم سوال تھا جو میں نے ڈاکٹر سے پوچھ لیا اب تم مجھ پر اس طرح سے ناراض مت ہو رومان شاہ معصوم چہرہ بنا کر میرب سے ڈرنے کی ایکٹنگ کرتے ہوئے بولا۔۔۔

۔یہ بھی کوئی ڈاکٹر سے پوچھنے والا سوال تھا میرب آنکھیں دکھاتے ہوئے بولی۔۔

۔میرے لیے تو یہ بہت اہم سوال تھا کیونکہ میں نہیں رہ سکتا اپنی بیوی سے دور تو اس لیے میں نے سٹیٹ فارورڈ ڈاکٹر سے پوچھ لیا۔تو اس میں غلط کیا ہے۔۔

۔میرب دانت پیستے ہوئے نفی میں سر ہلا گئی جیسے کہہ رہی ہو کہ شاہ آپ کا کچھ نہیں ہو سکتا۔۔

۔یوں آنکھیں مت دکھاؤ میرے بی بی کی چھوٹی سی کیوٹ ماما رومان شاہ نے میرب کا غصہ کم کرنے کے لیے کہا تو میرب شرماتے ہوئے نظر گھما گئی۔۔۔

تم جلدی سے گھر چلو میرب میں تمہیں گلے لگانے کے لیے اس قدر ایکسائٹڈ ہوں میرا تو بس نہیں چل رہا کہ میں تمہیں یہیں پر گلے لگا کر مبارکباد پیش کروں۔۔رومان شاہ نے گاڑی کی جانب جاتے ہوئے ایکسائیٹڈ ہوتے ہوئے کہا۔

۔شاہ پلیز ایسی کوئی بھی حرکت مت کیجئے گا۔ میرب رومان شاہ سے کچھ بھی ایکسیپٹ کر سکتی تھی۔میرب یار ایک ہگ تو بنتی ہے۔یار اتنا بڑا کارنامہ سر انجام دیا ہے میں نے تو مجھے اپنی خوشی سیلیبریٹ تو کرنے دو۔۔۔

رومان شاہ میرب کو تنگ کرنے کے لیے تھوڑا سا نزدیک ہوا تو۔میرب ہاتھ کا اشارہ کرتے ہوئے جلدی سے پیچھے ہو کر گاڑی کا گیٹ کھول کر اندر بیٹھ چکی تھی۔۔

۔رومان شاہ قہقہ کر لگا کر ہنستے ہوئے دوسری جانب سے ہو کر گاڑی کے اندر بیٹھ گیا۔۔۔

oooooooo

۔مہک گھر میں گہما گہمی دیکھ کر جلن کے مارے آگ بگولا ہو کر جلی ہوئی بلی کی طرح پورے گھر میں گھوم رہی تھی۔

۔رومان شاہ نے گھر آنے سے پہلے ہی اپنی امی جان کو فون پر یہ خوشخبری سنا دی تھی۔ اور ساتھ میں دلاور سے کہہ کر گھر میں چھوٹی سی پارٹی بھی ارینج کرا رکھی تھی۔

۔پارٹی کی ارینجمنٹ اور رومان شاہ کے گھر میں آنے والی خوشی کو سن کر میں مہک کی جلن اور حسد ساتویں آسمان کو چھو رہا تھا۔رومان شاہ اور میرب کے آنے سے پہلے مرہا شاہ میر اور میرب کے ممی پاپا سب آ چکے تھے۔



۔گھر کے افراد کے علاوہ، صرف

میرب کے ممی پاپا کو ہی

انوائٹ کیا گیا تھا۔میرب کو اس سب کے بارے میں کچھ بھی پتہ نہیں تھا۔کیونکہ رومان شاہ نے ساری بات دلاور سے ٹیکسٹ پر ہی کی تھی۔۔

ооооооооо

۔شاہ وہ دیکھو ممی پاپا کی گاڑی کھڑی ہوئی ہے لگتا ہے ممی پاپا آئے ہوئے ہیں۔ میرب نے گاڑی کے اندر سے ہی اشارہ کرتے ہوئے کہا۔۔

۔شاہ کیا آپ نے ممی پاپا کو بتا دیا ہے ہماری گڈ نیوز کے بارے میں، میرب نے حیرانی سے شاہ کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔۔

۔نہیں میری تو کوئی بات نہیں ہوئی۔ رومان شاہ میرب کو سرپرائز دینا چاہتا تھا اس لیے اس نے صاف انکار کر دیا تھا۔

میرب اپنی ممی پاپا کی گاڑی اپنے گھر پر دیکھ کر ایکسائٹڈ ہوتی ہوئی گاڑی کے رکتے ہی گاڑی سے اترنے لگی تھی، کہ رومان شاہ کی بھاری آواز میرب کے کانوں سے ٹکرائی میرب آرام سے اپنی جگہ پر بیٹھی رہو۔

۔میں آکر تمہیں اتارتا ہوں

اور اب تم کسی بھی طرح کی اچھل کو نہیں کرو گی۔۔۔

۔شاہ اس کا مطلب ہے اب آپ میری ہر چیز پر پابندی لگا دیں گے۔میرب نے منہ بسورتے ہوئے کہا۔۔۔۔۔۔۔

میری جان ہر چیز پر پابندی نہیں

لگاؤں گا بس جو چیزیں تمہیں نقصان دے سکتی ہیں ان پر پابندی ضرور عائد کر دوں گا۔۔

۔وہ کہتے ہوئے گاڑی کی دوسری جانب سے گھوم کر میرب کے گیٹ کی طرف آیا اور گاڑی کا دروازہ کھول کر میرب کے آگے اپنا مضبوط ہاتھ پھیلائے مسکراتا ہوا اسے باہر آنے کا اشارہ کر رہا تھا۔۔

۔میرب نے منہ بسورتے ہوئے شاہ کے ہاتھ پر اپنا مضبوط نازک سا ہاتھ رکھ دیا میرب کو ابھی سے اندازہ ہونے لگا تھا کہ شاہ اس کی سیکیورٹی کے لیے اس پر بہت ساری پابندیاں عائد کر دے گا۔میرب کو اپنی آزادی خطرے میں لگ رہی تھی۔۔



oooooooo

ویلکم ہوم میرے پیارے پوتے کے پیارے ممی پاپا جیسے ہی میرب اور رومان شاہ گھر کے دروازے سے اندر داخل ہوئے تو رومان شاہ کی ماں نے آگے بڑھ کر اپنے بہو اور بیٹے کا پر جوش انداز سے ویلکم کیا۔

۔رومان شاہ کی ماں نے پہلے میرب کو گلے لگایا اور ماتھا چوم کر بہت سی دعائیں دیں۔پھر رومان شاہ کو گلے ملتے ہوئے اسے بھی بہت ساری دعاؤں سے نوازا تھا۔وہ بہت خوش تھی رومان شاہ کے گھر میں آنے والی خوشخبری کو سن کر۔۔

۔میرب سرپرائز تھی گھر کے اندرونی ماحول کو دیکھ کر کیونکہ لاؤنج کو رنگ برنگے غباروں سے سجایا ہوا تھا۔سامنے ہی ٹیبل پر خوبصورت کیک رکھا ہوا نظر آرہا تھا۔

۔میرب کے ممی بابا اور شامیر اور مرہا بھی آئے ہوئے تھے۔سامنے ہی رومان شاہ کی دونوں تائیاں اور تائے بیٹھے ہوئے تھے۔۔۔

۔مہک کے بابا کی حالت کچھ زیادہ ٹھیک نہیں تھی تو اس لیے انہیں ویل چیئر پر لا کر بٹھایا گیا تھا۔۔



۔دیکھنے میں ان کی حالت کچھ خاص ٹھیک نہیں لگ رہی تھی مہک بھی بظاہری خوشی چہرے پر سجائے ہوئے ایک طرف کھڑی ہوئی تھی۔۔۔

۔اچانک سرپرائز دیکھ کر میرب بہت خوش تھی۔میرب جلدی سے جا کر اپنی ماما کے گلے لگ گئی وہ شرماتے ہوئے چہرہ اور نظریں جھکائے ہوئے مسکرا رہی تھی۔

۔رومان بیٹا آپ دونوں کو بہت بہت مبارک ہو ملک زبیر رومان شاہ سے گلے ملتے ہوئے بولے۔

۔میرب کی والدہ بھی آگے بڑھ کر رومان شاہ کے سر پر پیار دیتے ہوئے اس کی پیٹھ تھپتھپا کر مبارک باد دینے لگی۔۔

۔بھائی بہت بہت مبارک ہو مرہا اپنے بھائی کے گلے لگتے ہوئے چہک کر بولی تھی۔۔۔



خیر مبارک خیر مبارک آپ کو بھی مبارک ہو چھوٹی سی پھوپھو جان رومان شاہ نے مسکراتے ہوئے مرہا کے سر پر تھپکی لگائی تھی۔۔۔

شامیر نے میرب کے سر پر پیار سے ہاتھ رکھا تو میرب شرماتے ہوئے شاہ میر کے گلے لگ گئی۔۔۔

۔سدا خوش رہو اللہ تعالی تمہیں بہت ساری خوشیوں سے نوازے ہمیشہ مجھے ایسے ہی ہستی مسکراتی ہوئی ملو شاہ میر نے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے میرب کو بہت ساری دعائیں دی۔۔۔

۔رومان شاہ کی دونوں تائیوں نے بھی آگے بڑھ کر رومان شاہ اور میرب کو مبارکباد دی اور بہت ساری دعائیں دی۔

۔رومان کے چھوٹے تایا نے بھی دونوں کو مبارکباد دی پیار دیا اور رومان شاہ کی ماں کو بھی بہت ساری مبارکباد دی۔۔

۔رومان شاہ کے بڑے تایا جو سب کے بیچ میں موجود تو ضرور تھے مگر ان کی کنڈیشن ایسی نہیں تھی کہ وہ کچھ بھی کہہ سکتے اس لیے ان کو تھوڑی دیر کے بعد ہی روم میں واپس لے جا کر آرام کی غرض سے لٹا دیا گیا تھا۔۔

۔مہک نے بھی مجبوراً صرف دکھاوے کی خاطر آگے بڑھ کر میرب اور رومان شاہ کو مبارک باد دی رومان شاہ نے تو اس کی مبارک کا جواب تک بھی نہیں دیا تھا جبکہ میرب اچھے طریقے سے مہک کے گلے ملی۔۔۔

۔رومان شاہ اور میرب نے کیک کاٹا سب نے چھوٹی سی خوشی کو بہت اچھے طریقے سے سیلیبریٹ کیا تھا ۔

oooooooooooo

میر بھائی اور میرب کتنے خوش لگ رہے تھے۔مرہا نے روم میں آتے ہی خود کے دماغ میں سوچتے ہوئے شامیر سے کہا۔

۔ہاں بات ہی بہت خوشی کی ہے اللہ تعالی جب اولاد جیسی نعمت عطا کرتا ہے تو انسان خود کو مکمل محسوس کرتا ہے۔

۔کسی بھی رشتے کو مضبوط کرنے کے لیے اولاد ایک اہم کڑی ہوتی ہے اولاد ہونے کے بعد دو لوگ ایک مضبوط رشتے میں جڑ جاتے ہیں۔

۔شاہ میر نے مرہا کی بات کا بہت گہرائی سے جواب دیا تھا۔شاہ میر کی بات کا مطلب مرہا بہت اچھی طرح سے سمجھ گئی۔مگر منہ سے ظاہر نہیں ہونے دیا اسے بھی پتہ تھا کہ شاہ میر اب اپنے رشتے کو آگے بڑھانا چاہتا ہے۔۔۔

میر عاصم بھائی والے کیس کا کیا ہوا۔آپ صبح بتا رہے تھے کہ آج عاصم بھائی کے کیس کا فیصلہ ہے،مرہا نے بات بدلتے ہوئے کہا۔۔

۔ہاں میں تمہیں بتانا بھول گیا تھا کہ عاصم کے بارے میں اس لڑکی نے یہ بیان دیا ہے کہ یہ اس وقت وہاں موجود تو تھا مگر اس نے اس لڑکی کے ساتھ کوئی زیادتی نہیں کی بلکہ یہ ان کو منا کر رہا تھا۔۔



۔مگر اس نے آ کر نہ تو پولیس میں ایف آئی آر درج کروائی الٹا پولیس کو گمراہ کرنے کے لیے پولیس کے آگے آگے بھاگتا اور چھپتا رہا اسی جرم میں اسے چھ ماں کی قید ہوئی۔

۔اس کے بعد اسے باعزت بری کر دیا جائے۔۔شاہ میر نے صبح کوٹ میں ہونے والے فیصلے کے بارے میں
مرہا کو تفصیل بتائی۔۔

۔چلو اللہ کا شکر ہے کہ تائی جان کہ جینے کا واحد سہارا ہے عاصم بھائی اگر وہ باعزت بری ہو کر آ جائیں گے تو تائی اور مہک کی زندگی آسان ہو جائے گی۔۔۔

۔مرہا تم ان کا ٹاپک چھوڑو اور ادھر آؤ میرے پاس بیٹھو مجھے تم سے ایک ضروری بات کرنی ہے۔شاہ میر مرہا کی کلائی پکڑتے ہوئے اسے اپنے ساتھ صوفے پر بٹھاتے ہوئے بولا۔۔۔



میر آپ اتنا سسپنس کیوں بڑھا رہے ہیں مجھے گھبراہٹ ہو رہی ہے جلدی بتائیں نا شاہ میر جو مرہا کے چہرے کی جانب گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے اس کے دونوں ہاتھ اپنے مضبوط ہاتھوں میں لیے ہوئے بیٹھا تھا۔۔۔

۔مرہا جیسا کہ تمہیں پتہ ہے کہ عاصم والا کیس بہت دیر سے چلتا آرہا تھا۔اب اس کے اس کا تو فیصلہ ہو چکا ہے، تو کافی دیر سے میر اٹرانسفر پنجاب کے ایک گاؤں میں ہونا تھا جو عاصم والے کیس کی وجہ سے رکا ہوا تھا۔۔۔

۔جیسے ہی عاصم والا کیس ختم ہوا ہے تو میر اٹرانسفر لیٹر آچکا ہے اس
لیے مجھے کل صبح کی فلائٹ
سے لاہور جانا ہو گا۔شاہ میر نے بڑے تحمل سے ٹھہر ٹھہر کر ساری بات مرہا کو بتائی۔۔۔

۔یعنی کہ میر آپ مجھے یہاں پر اکیلا چھوڑ کر جانے کی بات کر رہے ہیں مرہا نے جانچتی ہوئی نظروں سے شامیر کی جانب دیکھا۔۔
۔میرہا میری جان اب تم ایک پولیس والے کی بیوی ہو تو اس سب کے لیے تمہیں اپنے آپ کو ہمیشہ تیار رکھنا پڑے گا میر اٹرانسفر کبھی بھی کہیں بھی ہو سکتا ہے۔۔۔

آپ مجھے بھی اپنے ساتھ لے کر چلے میں آپ کے بنا یہاں پر اکیلے نہیں رہوں گی مرہا نے تڑپ کر شامیر کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا۔۔۔

میری جان وہ جگہ تمہارے لائق نہیں ہے وہ پنجاب کا ایک بہت چھوٹا سا گاؤں ہے جہاں پر اس گاؤں کے چوہدری نے لوگوں کی زمینوں پر زبردستی قبضہ جمایا ہوا ہے اس گاؤں میں نہ تو ٹھیک سے لائٹ آتی ہے۔

۔نہ ہی آمدفت کا کوئی بہترین ذریعہ ہے تو تم ایسی جگہ پر جا کر کیا کرو گے تم بور ہو جاؤ گی میری جان، شاہ میر نے میرہا کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے اپنے ساتھ لگاتے ہوئے سمجھانے کی کوشش کی۔

۔جہاں اسے مرہا کی تڑپ دیکھ کر خوشی محسوس ہوئی تھی وہیں سے یہ دکھ بھی تھا کہ وہ مرہا کو ایسی جگہ پر ہرگز ساتھ نہیں لے جا سکتا کیونکہ وہ جگہ کسی بھی طرح سے مرہا کے لائق نہیں تھی۔۔۔

۔میر پلیز آپ مجھے چھوڑ کر نہیں جا سکتے مجھے نہیں رہنا آپ کے بغیر مجھے یہ کمرہ اچھا نہیں لگتا۔بات کرتے ہوئے مرہا کی خوبصورت آنکھوں سے آنسوں چھلکنے لگے تھے۔

۔میر آپ کو پتہ ہے جب آپ کام پر جاتے ہیں تو میں سارا دن آپ کا ویٹ کرتی ہوں کہ کب آپ آئیں گے۔

۔آپ کے جانے کے بعد مجھے دن بہت لمبا لگنے لگتا ہے تو سوچیں جب آپ چلے جائیں گے تو میں آپ کے بغیر کیسے رہوں گی۔۔۔

۔مرہا شاہ میر کی کے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے اپنا سر شامیر کے سینے میں چھپا کر رونے لگی تھی۔۔۔

۔مرہا میری جان میرا کون سا دل کر رہا ہے تم سے دو جانے کو پتہ ہے یہ بات تمہیں بتانے کے لیے میں نے کتنی ہمت اکٹھی کی ہے۔

۔مگر میری جان یہ میرا کام ہے اگر میں ایموشنل ہو کر فیصلے کروں گا تو اس طرح سے میں اپنے فرض سے چونک جاؤں گا۔



۔گاؤں کے لوگوں کو میری بہت ضرورت ہے وہاں پر لوگ کھانا کھانے سے تنگ ہو چکے ہیں۔ کیونکہ غریب کسانوں کی زمینوں پر وہ چوہدری زبردستی قابض ہوا بیٹھا ہے۔۔۔

۔جب تک وہ غریب کسان کھیتی باڑی نہیں کریں گے تو کھائیں گے کیا۔اور کہاں سے اپنے بیوی بچوں کا گزارا کریں گے۔توبتاؤایسی صورت میں کیامیں ان کی مدد کرنے سے انکار کر دوں۔۔۔

۔نہیں میر میں نے ایساتونہیں کہاکہ آپ ان کی مدد کرنے سے انکار کر دیں۔۔

میری جان ڈرانسفر روکنے کا مطلب یہی ہو گا۔کہ میں ان غریب لوگوں کی مدد کرنے سے انکار کر رہا ہوں۔۔

۔تمہارامیر توخود تم سے دور نہیں رہ سکتا۔میر کی جان توتم میں ہی اٹکی رہے گی۔۔۔تم پریشان نہیں ہو میں تمہیں روز دن میں پتہ نہیں کتنی بار فون کروں گاویڈیوکال کروں گااور میں ملنے بھی آتارہوں گا۔۔۔

شامیر مرہاکو مطمئن کرنے کی پوری کوشش کر رہاتھا۔

۔میر پلیز آپ کیوں نہیں سمجھ رہے آپ مجھے اپنے ساتھ لے چلیں وہ جیسی بھی جگہ ہو گی میں گزارا کر لوں گی۔مرہا شامیر کے چہرے کی دونوں طرف ہاتھ رکھتے ہوئے منت کرنے والے انداز میں بول رہی تھی۔۔۔

۔بولتے ہوئے مرہا کے لب شدت سے رونے کی وجہ سے کانپ رہے تھے شامیر کو اس کے معصوم چہرے پر ترس آرہا تھا اس کے یوں رونے سے شامیر کو اپنا دل بند ہوتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔۔

۔وہ اپنی جان کی آنکھوں میں ایک آنسوں اپنی وجہ سے برداشت نہیں کر سکتا تھا اور یہاں مرہا اس کی وجہ سے آنسوں کی بوچھاڑ لگائے ہوئے تھی۔۔

۔پہلے تم رونا بند کرو اس کے بعد میں تمہاری بات سنوں گا شاہ میر نے اپنی ہاتھوں سے مرہا کے آنسوں صاف کرتے ہوئے کہا۔۔

۔میں ابھی چپ کر جاؤں گی بس آپ مجھے اپنے ساتھ لے چلیں میرہا نے بچوں کی طرح جلدی سے اپنی ہاتھوں سے اپنے آنسوں پونچھ لیے۔۔

۔اس کی حالت دیکھ کر شاہ میر کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ آئی تھی آج پہلی بار مرہا کی آنکھوں میں شاہ میر کو وہ جذبہ نظر آرہا تھا جس کو دیکھنے کے لیے وہ کب سے بے چین تھا۔۔۔

۔آج پہلی بار مرہا کی آنکھوں اسے اپنے لیے محبت نظر آئی تھی، یہ آنسوں شاہ میر کی محبت کے لیے بہائے جارہے تھے۔۔

۔مرہا مجھے تمہیں وہاں پر لے کر جانے سے کوئی پرابلم نہیں ہے بس ریزن یہ ہے کہ تم وہاں پر بور ہو جاؤ گے، وہاں کچے مکانات ہیں اور وہاں کا ماحول بالکل بھی تمہارے لیے سوٹیبل نہیں ہے۔۔

۔میر آپ جہاں ہوں گے وہ جگہ میرے لیے ہے دنیا کی سب سے بہترین جگہ ہو گی اور میں آپ سے وعدہ کرتی ہوں کہ میں آپ کو بالکل تنگ نہیں کروں گی۔ میں آپ کے لیے کھانا بھی پکا لیا کروں گی۔ میں آپ کے کپڑے بھی دھو دیا کروں گی۔ جو کچھ بھی کرنا ہو گا میں سب کچھ کر لوں گی۔ بس آپ مجھے اپنے ساتھ لے چلیں مرہا ایک ہی سانس میں بولتی چلی گئی تھی۔۔۔

۔اور اگر وہاں گاؤں کی پر سکون فضا میں تمہیں اپنے قریب پا کر میرا موڈ رومینس کرنے کو کیا اور میں خود کے جذباتوں پر لگام نہیں ڈال سکا تو پھر تم مجھے معاف کر دینا شاہ میر کا لہجہ بہت شرارتی ہو رہا تھا۔۔

۔مرہا نے اس بات کا جواب نہیں دیا مگر اس کا شاہ میر کے سینے میں اسی طرح سر چھپائے رکھنا شاید اس بات کی دلیل تھی کہ میرہا شامیر کا ساتھ پانے کے لیے اپنے رشتے کو آگے بڑھانے کو بھی تیار ہے۔۔۔

۔اب شاہ میر کے پاس سے انکار کرنے کا کوئی ریزن بچا نہیں تھا شاہ میر کی محبت میں پگلتی ہوئی مرہا شاہ میر کے ساتھ ہر حال میں رہنے کو تیار تھی۔۔۔

۔تو پھر ٹھیک ہے کرو تیاری لے کے چلتا ہوں تمہیں گاؤں کی سیر کروانے اگر تم ایسا ہی چاہتی ہو تو،

میرے لیے اس سے بڑی خوشی کی بات اور کیا ہو گی کہ ہر دن اور ہر رات میری جان میرے ساتھ ہو گی شاہ میر نے اسے اپنی باہوں کی گرفت میں کستے ہوئے کہا تھا۔۔۔۔

oooooooooooo

میرب اپنے روم میں جا چکی تھی جبکہ رومان شاہ میرب کے مائیکے والوں کو سی آف کرتا ہوا واپس آرہا تھا۔۔

۔جب اسے دلاور کی کال آئی تھی وہ کال سننے کے لیے وہیں۔پر رک گیا تھا۔۔

۔مگر دلاور ہماری طرف سے تو یہ ڈیل ڈن تھی۔تو پھر یہ ایشوز کس لیے پیدا ہو رہے ہیں۔

۔سر شاید یہ کوئی نیا کمپٹیٹر آن کھڑا ہوا ہے اور وہ لو بجٹ میں ہائی کوالٹی دے رہا ہے اس لیے ہمارے لیے ہماری یہ ڈیل وہ لوگ ریجیکٹ کر رہے ہیں۔۔۔

مگر دلاور بجٹ تو ہمارا ابھی لو ہے اور کوالٹی تو ہم بھی ہائی دے رہے ہیں ایسا کون سا نیا کمپٹیٹر اگیا ہے جو ہم سے بہتر کوالٹی ہم سے بھی لو بجٹ میں دے رہا ہے مجھے یہ بات بالکل سمجھ میں نہیں ائی۔۔۔

سر بات تو مجھے بھی سمجھ میں نہیں آئی مگر مارکیٹ میں یہی افواہیں ہر طرف پھیلی ہوئی ہیں۔۔۔

تمہارے خیال سے کیا کرنا چاہیے رومان شاہ نے دلاور سے مشاورت چاہی تھی۔۔

سر میرے خیال سے آپ کو ایک دفعہ ترکی جا کر خود سارا جائزہ لینا چاہیے وہاں جا کر ہی آپ کو اصل حقیقت کے بارے میں پتہ چلے گا کہ یہ کوئی سازش ہے یا سچ میں کوئی ہم سے

بہترین بہتر پیشکش لے کر آیا ہے۔۔۔

۔تو ٹھیک ہے پھر ڈن کرو میں ایک دو دن کے اندر اندر ہی جا کر سارا جائزہ لے کر آتا ہوں اور تم بھی میرے ساتھ چلو گے ریڈی رہنا کہتے ہوئے رومان شاہ فون بند کر کے جیب میں ڈالتا ہوا گھر کے اندر داخل ہوا۔۔۔

ooooooooooo

رومان شاہ جیسے ہی گھر کے اندر داخل ہوا تو رومان شاہ کے تایا تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے باہر کی جانب آ رہے تھے۔۔



تایا جی خیریت تو ہے اپنے تایا کے

چہرے کی اڑی ہوئی رنگت دیکھ کر رومان شاہ نے سوال کیا۔۔۔

رومان بھائی صاحب کو صحیح سے سانس نہیں آرہا۔مجھے لگتا ہے کہ ہمیں ان کو ہاسپٹل لے جانا پڑے گا نم آنکھوں سے گھبر ائے ہوئے ہوئے لہجے میں بولے۔۔۔

۔جی میں ابھی ایمبولنس کو فون کرتا ہوں تھوڑی ہی دیر کے بعد ایمولنس دروازے پر آن کھڑی ہوئی تھی اپنا سائرن بجاتی ہوئی۔رومان شاہ کے تایا کو ایمبولنس میں بیٹھا کر ہاسپٹل لے جایا جارہا تھا۔۔۔

ہاسپٹل لے جانے سے پہلے ہی راستے میں ہی رومان شاہ کے تایا اپنا دم توڑ چکے تھے۔۔۔ہاسپٹل لے جانے پر ڈاکٹر نے تصدیق کر دی تھی کہ ان کی ڈیتھ ہو چکی ہے ماحول انتہائی سو گوار ہو گیا تھا۔۔

۔رومان شاہ کی بڑی تائی کی چیخیں اور مہک کی درد سے رونے کی آوازیں انتہائی ماتم کا ماحول بن گیا تھا۔ رومان شاہ کے تایا کی ڈیڈ باڈی کو گھر لے کر آیا گیا اور ان کی تدفین کا انتظام کر کے انہیں سپر د خاک کر دیا۔۔۔

۔گھر میں اس وقت بہت افسردہ ماحول تھا رومان شاید اس وقت ان سب کو دلاسہ دینے کے سوا کچھ نہیں کر سکتا تھا۔رومان شاہ کو ایک آدھے دن میں ترکی کے لیے بھی نکلنا تھا اوپر سے میرب کی حالت بھی بہت سینسٹو تھی روان شاہ کو خود بھی سمجھ نہیں آرہا تھا کہ اسے کیا کرنا چاہیے۔۔۔۔

,oooooooooo

ہاں بھئی شامیر یہ تم نے بہت اچھا فیصلہ کیا ہے جو تم مرہا کو اپنے ساتھ لے کر جا رہے ہو آخر بھائی تمہارے بنا بچی گھر میں اکیلی بور ہو جاتی۔

۔ملک زبیر ناشتے کی ٹیبل پر بیٹھے ہوئے ناشتہ کرنے کے ساتھ ساتھ بہت خوش ہو کر شاہ میر سے کہہ رہے تھے۔

۔جب کہ شاہ میر کی ماں کا چہرہ تھوڑا اترا ہوا تھا اپنے بہو اور بیٹے کے جانے سے وہ اپنے مگ میں چائے انڈیلتے ہوئے چپ چاپ افسردہ سا چہرہ بنا کر بیٹھی ہوئی تھی۔

۔ماما آپ کچھ نہیں بول رہی کیا بات ہے آپ ہمارے جانے سے خوش نہیں ہیں کیا۔شاہ میر نے ٹوس اپنے منہ میں ڈالتے ہوئے چائے کا سپ لے کر اپنی ماں کے افسردہ چہرے کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

۔نہیں بیٹا میں تم دونوں کے ایک ساتھ جانے سے بہت خوش ہوں مگر تم دونوں کے چلے جانے سے میرے گھر سے رونق ختم ہو جائے گی۔شاہ میر کی ماں کی آنکھوں میں آنسوں آ گئے۔

۔او میری پیاری ماما آپ پریشان نہ ہوں میں اپنی پیاری ماما کو روز فون کیا کروں گا اور جب میری ماما کا حکم ہو گا میں
ملنے آ جایا کروں گا۔آپ کی آنکھوں میں آنسو مجھے بہت تکلیف دیتے ہیں۔

۔ماما آپ تو میری اس روٹین سے ہمیشہ سے واقف تھی کہ آپ کے بیٹے کو کبھی بھی کہیں پر بھی ٹرانسفر ہو کر جانا پڑ سکتا ہے۔



۔شاہ میر اپنی کرسی سے اٹھ کر اپنی ماں کی جانب چلتا ہوا آیا وہ کرسی کی پشت پر کھڑا ہو کر اپنی ماں کے گلے میں ماہ ڈال کر اپنی ماں کے سر پر پیار سے بوسہ دیتے ہوئے بولا تھا۔

۔بھائی اب تم میری بیگم کو رلانے کے بعد مسکے مت لگاؤ۔ملک زبیر نے اپنی بیگم کو دلاسا دیتے ہوئے شاہ میر کی ٹانگ کھینچی تھی۔

۔جی نہیں میں اپنی ماما کو مسکے نہیں لگا رہا میری ماما کا جو حکم ہو گا میں وہی کروں گا اگر میری ماما چاہتی ہیں کہ میں یہ ٹرانسفر رکوا دوں تو ٹھیک ہے میں ان غریب لوگوں کو منع کر دیتا ہوں اور کہہ دیتا ہوں کہ بھئی میں اپنی ماما کی آنکھوں میں آنسوں نہیں دیکھ سکتا۔

۔بتائے میری ماما کا کیا حکم ہے شاہ میر اپنی ماما کے حکم کے اگے سر جھکا دے گا۔وہ اب بھی اپنی ماں کے گلے میں باہیں ڈالے ہوئے وہ کھڑا اپوچھ رہا تھا۔

نہیں بیٹا تم جاؤ اللہ تعالی تمہیں کامیاب کرے اور تم ان لوگوں کو انصاف دلانے میں کامیاب رہو بس میں کیا کروں ایک ماں ہوں بیٹے کے جانے سے ماں کا دل جتنا مرضی مضبوط ہو دکھی تو ہو ہی جاتا ہے۔

۔اور اب تو تم میری بہو کو بھی ساتھ لے کر جا رہے ہو تو بس تھوڑا سا میرا دل بھر آیا تھا مگر تم بے فکر ہو کر جاؤ وہ اپنے بیٹے کی گال تھپتھپاتے ہوئے پیار سے بولی۔

۔پکا اب آپ روئیں گی تو نہیں نا۔شاہ میر اپنا چہرہ آگے کی جانب جھکا کر اپنی موم کے چہرے کی جانب دیکھتا ہوا بولا۔

۔پکا اب میں بالکل نہیں روؤں گی تم دونوں بے فکر ہو کر خوشی خوشی جاؤ۔وہ مسکراتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

۔مرہا چپ چاپ بیٹھی ہوئی سب کچھ دیکھ رہی تھی کہیں نہ کہیں اسے بھی یوں گھر سے جانے کا دکھ تھا اسے پتہ تھا کہ شاہ میر کی ماما ایک دم سے کیلی ہو جائیں گی مگر وہ اپنے دل کا کیا کرتی جو شاہ میر کے بنا رہنے کو تیار نہیں تھا۔



۔اسے تو خود یہ احساس پہلی بار اتنی شدت سے ہوا تھا کہ شاہ میر اس کی زندگی میں کیا مقام رکھتا ہے شامیر کے جانے کے نام سے جس طرح سے مرہا کا دل تڑپا تھا اس تڑپ نے مرہا پر بہت کچھ واضح کر دیا تھا جس کو بہت جلد وہ اپنی میر پر عیاں کرنے والی تھی۔

اب سب مل کر ناشتہ کرتے ہوئے آپس میں جانے کے بارے میں باتیں کر رہے تھے۔

oooooooo

۔میرب۔۔۔۔جی۔۔۔میری جان اٹھنے کا ارادہ نہیں ہے آج کیا۔میرب گھر کے ماحول اور کچھ اپنی تبیعت کو لے کر کافی نڈھال سی تھی۔

۔اب صبح وہ اکثر رومان شاہ کے اٹھانے پر ہی اٹھتی تھی گھر کا ماحول ایک دم سے ایسے ہو گیا تھا کہ وہ اپنی خوشی کو بھی اچھی طرح سے سیلیبریٹ نہیں کر سکے تھے۔

۔کچھ دن تو افسوس کے لیے آنے والے لوگوں کی وجہ سے گھر میں کافی آنا جانا لگا رہا۔جس کی وجہ سے رومان شاہ میرب پر بھی اچھی طرح سے توجہ نہیں دے سکا تھا۔



۔آج بھی رومان شاہ اٹھ کر فجر کی نماز پڑھنے کے بعد میرب کو اٹھا رہا تھا جو کافی نڈھال سے طبیعت لیے ہوئے لیٹی ہوئی تھی۔

۔شاہ نماز میں کتنا وقت باقی رہ گیا ہے مجھ سے اٹھا نہیں جا رہا میرے سر میں درد ہو رہا ہے۔

۔میرب نے رومان شاہ کے اٹھانے پر لیٹے ہوئے مدھم سی آواز میں کہارومان شاہ اس کے پاس بیٹھاہوا اس کے بالوں میں اپنی انگلیاں پھیرتے ہوئے بڑی محبت بھری نظروں سے اس کے نازک سے وجود کو دیکھ رہا تھا۔

اس کے لبوں تلے مسکراہٹ آئی تھی یہ سوچ کر کہ اس کے نازک سے وجود میں اس کا بچہ پرورش پارہا ہے۔

۔میرب کی طبیعت پہلے سے بہت چینج تھی ایک تو کھانے کے بعد آنے والی ابکائیوں نے اس کے ناک میں دم کرر کھا تھا۔

۔کچھ بھی کھایا پیا اسے ہضم نہیں ہوتا تھا اور کچھ کھانے کو خاص اس کا دل بھی نہیں کرتا تھا۔۔شاہ بتائیں نا نماز میں کتنا ٹائم رہ گیا ہے رومان شاہ کا جواب نہ پا کر میرب نے دوبارہ سے پوچھارومان شاہ جو اپنی سوچ میں گم تھا۔

۔میری جان نماز میں بہت کم ٹائم رہ گیا ہے تم اٹھ کر نماز پڑھ لو اس کے بعد آرام کر لینا۔اس کے ماتھے پر لب رکھ کر عقیدت سے چومتے ہوئے کہا۔

۔شاہ میری طبیعت کب تک ایسی
رہے گی،میرب نے بیزار سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

۔میری جان پہلی بات تو میں بھی پہلی بار ہی پاپا بن رہا ہوں،اس لیے مجھے آئیڈیا نہیں ہے کہ کب تک تمہاری طبیعت ایسی رہے گی،مجھے تو اتنا پتہ ہے کہ اس سارے پروسیجر میں ہمارے پیارے بیٹے یا بیٹی کو آنے کے لیے نو ماہ کا وقت چاہیے۔۔۔



۔اس سے زیادہ کے بارے میں ہم ڈاکٹر سے چل کر پوچھیں گے یا پھر امی جان ہمیں اچھا گائیڈ کر سکتے ہیں۔وہ میرب کے سوال پر ہنستا ہوا بولا تھا۔

ویسے بھی میری جان ابھی تو بامشکل دس دن بھی نہیں گزرے اور میری جان اکتا گئی ہے ابھی تو نو ماہ ہمارے شہزادے یا شہزادی نے آپ کو تنگ کرنا ہے۔

۔رومان شاہ نے مسکراتے ہوئے میرب کا سر گود میں رکھتے ہوئے کہا۔شاہ آپ کو ہنسی آرہی ہے میری حالت پر میرب میں منہ پھلاتے ہوئے کہا۔

۔نہیں میری جان میں کب ہنس رہا ہوں شاہ نے اپنی ہنسی کو بامشکل روکتے ہوئے کہا۔

۔شاہ مجھ سے کچھ کھایا نہیں جاتا مجھے بھوک لگتی ہے مگر مجھے کچھ بھی اچھا نہیں لگتا۔چیزوں کی سمیل سے میرا دل خراب ہونے لگتا ہے۔



میرب اس وقت اپنا دکھ رومان شاہ سے شیئر کر رہی تھی۔چلو ہم ڈاکٹر کے پاس چلیں گے نیکسٹ وزٹ پر تو ان سے پوچھیں گے کہ ایسا کیوں ہوتا ہے اور اس کا کیا علاج ہے۔۔

۔رومان شاہ نے تسلی دیتے ہوئے کہا۔چلو ابھی تم اٹھ کر فجر کی نماز پڑھ لو ورنہ قضا ہو جائے گی۔

۔میرب نے بامشکل اپنے نڈھال سے جسم کو اٹھایا اور بیڈ سے اتر کر چپلیں پہنتی ہوئی کچھ دیر بیڈ پر بیٹھی رہی۔

۔اس کے بعد اٹھ کر وضو کے
لیے چلی گئی رومان شاہ گہری سوچ سوچتے ہوئے بیٹھ کے کراؤن سے سر لگائے ہوئے تھا۔

۔اسے آج ہر صورت ترکی کے لیے نکلنا تھا فلائٹ بھی کنفرم ہو چکی تھی بس رومان شاہ کی میرب کو بتانے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔



۔اوپر سے میرب کی جس طرح کی نڈھال سی کنڈیشن تھی وہ خود بھی چھوڑ کر میرب کو چھوڑ کر جانا نہیں جا رہا تھا مگر دلاور کے کہنے کے مطابق رومان شاہ کا ایک دفعہ جانا بے حد ضروری تھا کیونکہ ترکی کے ڈیلر سے جو ڈیل ڈن ہوئی تھی وہ کسی اور کے ہاتھ میں اتنی آسانی سے جاتے ہوئے تو رومان شاہ نہیں دیکھ سکتا تھا۔

۔میرب وضو کر کے اسٹڈی روم میں جا کر فجر کی نماز پڑھ رہی تھی۔تو رومان شاہ ٹیکسٹ پر دلاور سے جانے کی بات ڈسکس کرنے لگا۔

۔وہ فون کر کے صبح صبح میرب کا موڈ خراب نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اسے پتہ تھا جیسے ہی میرب اس کے جانے کا سنیں گی تو اس کا موڈ خراب ہونا تو لازم تھا۔

۔گرجنے والا رومان شاہ آج خود ڈرا ہوا بیٹھا تھا۔اسے اپنی حالت پر ترس بھی آرہا تھا اور ہنسی بھی۔

۔وہ سوچ رہا تھا کہ پیار انسان کو کس قدر بدل دیتا ہے۔۔

۔خیریت ہے شاہ آپ اتنی گہری سوچ میں میرے سوا کسے سوچ رہے ہیں میرب سر پر حجاب کیے ہوئے دوپٹے کو کھولتے ہوئے رومان شاہ کے پاس آکر بیٹھ گئی۔

۔کسی کو نہیں شاہ کی اتنی جرات کیسے ہو سکتی ہے کہ وہ اپنی میرب کے علاوہ کسی اور کو سوچے۔

۔شاہ نے میرب کی کمر پر ہاتھ رکھتے ہوئے بڑی نرمی سے اپنے سینے پر لیٹا لیا۔

۔تو پھر بتائیں کہ آپ صبح صبح اتنی گہری سوچ میں کیوں تھے۔میرب نے شاہ کے سینے پر ہاتھ رکھ کر بٹنوں سے کھیلتے ہوئے کہا۔۔۔



۔میرا اصل میں ہمارے ترکی والے پروجیکٹ میں کوئی ٹانگ اڑا رہا ہے اور ہمارے بزنس کے لیے یہ ڈیل بے حد ضروری ہے۔۔۔۔۔تو اب آپ کیا کریں گے میرب نے رومان شاہ کی بات کو بیچ میں کاٹتے ہوئے پوچھا۔

۔تو اس کے لیے مجھے ترکی جانا پڑے گا رومان شاہ نے دانتوں تلے زبان کو دباتے ہوئے کہا۔اسے آئیڈیا تھا کہ اب کیا ہونے والا ہے۔۔۔

۔تو کیا آپ مجھے اکیلا چھوڑ کر جانا چاہتے ہیں میرب رومان شاہ کے سینے سے سر اٹھاتی ہوئی جلدی سے بولی۔

۔میری جان مجبوری ہے اگر نہیں جاؤں گا تو بزنس میں بہت گھاٹا ہو جائے گا شاہ نے میرب کے گال پر پیار سے ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

۔مجھے نہیں پتہ کیا ہو گا اور کیا نہیں مگر آپ مجھے یوں اکیلا چھوڑ کر نہیں جا سکتے۔میں آپ کو جانے نہیں دوں گی۔

۔میرب نے شاہ ہاتھ اپنی گال سے ہاتھ ہٹاتے ہوئے غصے سے کہا۔



۔میرب۔میرب۔۔میری طرف دیکھو شاہ نے اس کے جھکے ہوئے چہرے کو ٹھوڑی پر ہاتھ رکھ کر اوپر کرتے ہوئے کہا۔۔

۔میری جان اگر تمہاری کنڈیشن سفر کے لائق ہوتی تو میں تمہیں اپنے ساتھ لے جاتا مگر تمہیں پتہ ہے کہ ڈاکٹر نے غیر ضروری سفر سے تمہیں سفر سے منا کیا ہے۔

۔تو اب ہم اپنے بچے کی جان کے ساتھ رسک تو نہیں لے سکتے نا۔

۔میرا جانا بھی بہت ضروری ہے میری جان میری بات سمجھنے کی کوشش کرو میں ایک دو دن کے اندر ہی اپنا سارا کام نپٹا کر واپس آ جاؤں گا۔

۔ہاتھوں کے پیالے میں میرب کا چہرہ بھرتے ہوئے رومان شاہ نے محبت سے بھرے ہوئے سمجھانے والے لہجے سے کہا۔۔

۔ایک دو دن میں نہیں رہ سکتی آپ کی بنا۔میرب کا اب بھی وہی جواب تھا میرب پلیز۔۔۔میری جان سمجھنے کی کوشش کرو۔پلیز کو لمبا کھینچتے ہوئے کہا۔
میرب اٹھ کر کھڑی ہو گئی تھی۔وہ غصے سے شاہ کی کوئی بات سننے کو تیار نہ تھی۔

۔میرب کو غصے سے جاتا ہوا دیکھ شاہ جلدی سے بیڈ سے اٹھ کھڑا ہوا شاہ نے جاتی ہوئی میرب کی کلائی پکڑ کر اسے اپنی باہوں کی سخت گرفت میں لے کر زبردستی اپنے سینے سے لگالیا۔۔

میرا میری جان کیوں میرا جانا تم مشکل کر رہی ہو قسم سے میں تمہیں خود بھی اس حالت میں چھوڑ کر نہیں جانا چاہتا مگر یار مجبوری ہے میری جان سمجھنے کی کوشش کرو ہمارے بچے کا فیوچر سکیور کرنے کے لیے اس کے پاپا کو کام تو کرنا پڑے گا نا میری جان۔۔

شام آپ کیوں نہیں سمجھتے مجھے آپ کے بنا نیند نہیں آتی میرب نے روتے ہوئے شاہ کا سینہ پیٹ کر کہا۔۔



ہاہاہا۔او میری جان نیند تو مجھے بھی نہیں آتی تمہارے بنا شاہ کھل کھلا کر قہقہہ لگا کر بولا۔۔

۔آپ میرا مذاق اڑا رہے ہیں میرب شاہ کے سینے پر ہاتھ رکھ کر شاہ کو پیچھے کرتے ہوئے منہ بھلا کر روتی ہوئی بولی۔

۔میں بھلا اپنی جان کا مذاق اڑا سکتا ہوں اپنے دل سے پوچھ کر بتاؤ اسے واپس اپنی جانب کھینچتے ہوئے اپنی باہوں کی سخت گرفت میں لے چکا تھا۔

۔پلیز۔۔پلیز۔۔اپنے شاہ کا جانا مشکل مت بناؤ۔ایک بار مسکرا کر اجازت دے دو تا کہ میں آسانی سے جا سکوں۔

۔پرومس میں جلد از جلد اپنے سارے کام نپٹا لوں گا اور اپنی جان کے پاس واپس آجاؤں گا۔اس کی آنکھوں پر اپنے لب رکھ کر اس کی گھنی کالی پلکوں سے آنسوؤں کو چنتے ہوئے کہا۔

۔تمہیں کیا لگتا ہے کہ وہاں جا کر مجھے بہت پر سکون نیند آئے گی۔بالکل بھی نہیں شاہ کو بھی جب تک تمہارے جسم کی رعنائیوں کی خوشبو اپنے سانسوں میں اترتی ہوئی محسوس نہیں ہوتی۔اس وقت تک نیند تو تمہاری شاہ کو بھی نہیں آتی۔

۔تمہارے ان لبوں سے جب تک مجھے نشہ نہیں ملتا میرا دن شروع نہیں ہوتا۔اس کے مخملی ہونٹوں پر اپنے مضبوط ہاتھوں کے انگوٹھے سے سہلاتا ہوا بہکی ہوئی نگاہوں سے دیکھ کر بولا۔

۔ٹھیک ہے چلے جایئے گا مگر یہ صبح صبح اپنی ٹون خراب کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میرب روتے ہوئے ہلکا سا مسکرا کر کے پلکیں جھکائے ہوئے بولی،وہ شاہ کی نظروں کا بہکنا سمجھ رہی تھی۔

۔جان شاہ اب تو ٹون خراب ہو چکی ہے اسے ٹھیک کرنا مشکل ہی نہیں ہے ناممکن ہے شاہ نے اس کی کمر پر گرفت سختی کرتے ہوئے اسے اور بھی اپنے قریب کر لیا۔

۔شاہ صبح صبح کا ٹائم ہے آپ کیا کر رہے ہیں۔شاہ کو بہک کر اپنے اوپر جھکتے ہوئے دیکھ میرب شرما کر بولی۔

۔چلو صبح کا تھوڑا سا ٹائم آگے پیچھے کرنے کی کوشش کر لیتا ہوں۔میں آج آفس نہیں جا رہا کیونکہ میری رات کی فلائٹ ہے۔

۔دلاور ساری تیاریاں کر لے گا میں گھر سے ڈائریکٹ ایئرپورٹ جاؤں گا۔

"تو جان شاہ کھاپی کر خود کو تیار کر لو شاہ جانے سے پہلے دو دن کے لیے انرجی اکٹھی کر کے لے کر جائے گا۔

نو نو شاہ ایسا کچھ نہیں ہو گا کیونکہ میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔میرب شاہ کی شدتوں سے بڑی اچھی طرح سے واقف تھی اور اب تو تقریبا10 دن ہو گئے تھے کہ شاہ صاحب کو انرجی نہیں ملی تھی کیونکہ گھر کا ماحول ہی ایسا تھا تو اب شاہ اس کا کیا حشر کرنے والا تھا یہ میرب کو اچھی طرح سے پتہ تھا۔

۔یس یس شاہ کی جان ایسا ہی ہو گا بچنے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔اپنے شاہ کی نیت سے تم اچھی طرح سے واقف ہو اور اس وقت تمہارے شاہ کی نیت تم پر خراب ہو چکی ہے۔تو چپ چاپ خود کو میرے حوالے کر و نہیں تو قسم سے تمہیں کھا جاؤں گا۔شاہ نے میرب کی مخملی گال پر ہلکے سے دانت کاٹتے ہوئے کہا۔

آہ۔۔شاہ۔۔۔شاہ کے دانتوں کی چبن سے میرب کے منہ سے ہلکی سی سسکی نکلی۔مگر وہ سسکی کو اگنور کرتا ہوا میرب کے گال کے ساتھ اپنی سخت بیر ڈوالے گال کو رب کرتے ہوئے مسرور ہو رہا تھا۔

شاہ۔۔۔ہوں س۔۔شاہ اب بھی وہ اپنی دھن میں مست اس کی گالوں پر اپنی گال رب کرتے ہوئے گھبمیر آواز میں بولا۔

۔شاہ اب آپ کو مجھ پر تھوڑا ترس کھانا چاہیے کیونکہ اب میری کنڈیشن پہلے جیسی نہیں ہے میرب اپنے جان چھڑوانے کے لیے اپنی کنڈیشن کا حوالہ دیا۔

۔سچ میں آج کل میرب کی طبیعت کافی نڈھال اور تھکی تھکی رہتی تھی ایسے میں وہ شاہ کی قربت کی سختیاں برداشت بالکل نہیں کر سکتی تھی۔۔۔

۔میری جان کے ٹوٹے تمہاری کنڈیشن کے لحاظ سے مجھے کتنی سختی دکھانی ہے اتنی عقل ہے تمہارے شاہ میں اس لیے یہ فضول کی بچکانا مزاحمتیں کھڑی مت کرو۔

۔میں اسی لیے ڈاکٹر سے اوکے کا سائن لے کر آیا ہوں اس کی گردن پر لب رکھتے ہوئے ایک زوردار لو بائٹ کرتے ہوئے ایک بار پھر میرب کو سسکنے پر مجبور کر دیا۔

ٹھک ٹھک ٹھک۔شاہ بہت بہکے ہوئے انداز سے میرب کو خود کے قریب کیے ہوئے اس کی گردن پر جھکا ہوا تھا جب دروازہ کھٹکنے کی آواز آئی۔۔

۔اوں ہوں یہ صبح صبح کون ڈسٹرب کرنے آگیا ہے رومان شاہ نے ناگواری سے میرب کی گردن سے اپنے لب اٹھاتے ہوئے کہا۔۔۔۔کون۔۔رومان شاہ نے بیزار سی آواز دی۔۔۔صاحب جی بڑی بی بی جی ناشتے کی ٹیبل پر آپ کو اور بھابھی جی کو بلا رہی ہیں۔۔۔۔نوکرانی پیغام پہنچا کر جا چکی تھی۔۔۔

۔چلیے ناشتہ کرنے چلتے ہیں آپ کی ساس کو بہت فکر ہے اپنی بہو کی ان کو پتہ ہے کہ ان کی بہو کی جان تو کھا پی کر بھی ان کے بیٹے کو سہنے کی ہمت نہیں رکھتی تو بنا کھائے پیے تو کہیں بے ہوش ہی نہ ہو جائے۔

۔رومان شاہ میرب کی نازک مزاجی کا مذاق اڑاتے ہوئے اس کا ہاتھ پکڑ کر ناشتے کے لیے ساتھ لے جاتے ہوئے بول رہا تھا۔۔۔

۔میرب نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے چپ رہنا ہی مناسب سمجھا کیونکہ شاہ نے کچھ غلط بھی نہیں کہا تھا یہ سچ تھا کہ شاہ کی شدتیں میرب کا حشر نشر کر دیتی تھی۔

○○○○○○○○○

السلام علیکم امی جان رومان شاہ ناشتے کی ٹیبل پر آتے ہی سب سے پہلے ہمیشہ کی طرح اپنی امی جان کے سامنے سر جھکاتے ہوئے ادب سے بولا۔

۔وعلیکم اسلام میرے ٹیبل کی رونق آگئی رومان شاہ اور میرب کی طرف مسکرا کر دیکھتے ہوئے بولی۔

۔اسلام علیکم امی جان میرب نے بھی اپنی ساس کے آگے سر جھکاتے ہوئے ادب کا مظاہرہ کیا۔

و۔۔۔علیکم اسلام میری پیاری بیٹی اب کیسی طبیعت ہے۔



۔بڑی شفقت سے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے بولی۔

۔امی جان طبیعت تو ٹھیک ہے

مگر۔۔۔۔میرب کو اپنی کیفیت سمجھ میں نہیں آتی تھی اس لیے نظر جھکائے ہوئے چپ سی کر گئی۔۔

میرب کی شرماہٹ اور چپی دیکھ کر میرب کی ساس اور اس کی دونوں جیٹھانیاں جو پاس ہی ٹیبل پر بیٹھی ہوئی ناشتہ کر رہی تھی ہنسنے لگی۔

۔پریشان مت ہو بیٹا پریگننسی میں اس طرح کی طبیعت ہو جاتی ہے تم گھبراؤ نہیں اور اچھی ڈائٹ لینے کی کوشش کیا کرو میرب کی ساس نے بڑے پیار سے کہا۔میرب نے ہاں میں سر کو ہلا کر جی کہا۔۔ٹیبل پر بیٹھے ہوئے سب افراد بہت خوش تھے سوائے مہک کے۔۔

۔ناشتہ کرتی ہوئی مہک کے گلے میں ڈبل روٹی کا سلائز پھنسنے لگا تھا میرب کو اس طرح سے خوش دیکھ کر ۔

۔اوپر سے رومان شاہ کی نظریں جو میرب پر صدقے واری جارہیں تھی۔

۔یہ دیکھ کر مہک کے دل میں جو حسد اور جلن تھی میرب کے لیے۔روماں شاہ کی محبت بھری نظریں جلتی ہوئی آگ پر تیل کا کام کر رہی تھی۔

۔روماں شاہ ناشتہ کرتے ہوئے ساتھ بیٹھے ہوئے میرب کو بار بار ایسے دیکھ رہا تھا جیسے کتنے دنوں کے بعد دیکھ رہا ہو۔

۔اور مہک کا بس نہیں چل رہا تھا کہ میرب کو وہاں سے اٹھا کر اس جگہ پر خود براجمان ہو کر بیٹھ جائے اور روماں شاہ کی محبت بھری نظروں کی حقدار وہ ہو۔

۔میرب تم یہ اورنج جوس پیو تمہاری صحت کے لیے بہت اچھا ہے روماں شاہ نے خود میرب کے لیے جوس ڈالتے ہوئے اس کے آگے کیا۔



۔شاہ نہیں مجھ سے صبح صبح نہیں پیا جائے گا۔مجھے فی الحال کچھ بھی نہیں کھانا میرب نے نا میں سر کو ہلاتے ہوئے ہاتھ سے جوس پیچھے کیا۔

۔میرب جوس تو پینا پڑے گا تم نے رات کو بھی کچھ نہیں کھایا تھا رومان شاہ نے زبردستی اورنج جوس والا گلاس میرب کے منہ کو لگا دیا میرب نے دو سپ لینے کے بعد خراب سا منہ بناتے ہوئے نہ کہا کہ وہ اور نہیں پی سکتی۔۔۔

۔میرب پورا گلاس فنش کرو جب کہا ہے کہ تمہیں جوس پینا ہے تو مطلب پینا ہے۔ رومان شاہ نے تھوڑی سی آنکھیں دکھا کر زبردستی میرب کو پورا گلاس پلا دیا تھا۔
میرب گندا سا منہ بناتی ہوئی شاہ کے ڈر سے پی گئی شاہ نے اب گلاس واپس ٹیبل پر رکھ دیا تھا۔

شاہ کے لیے میرب کی اس قدر کیئر دیکھ کر مہک اپنی مٹھیاں بھینچ لی تھی جبکہ باقی ٹیبل پر بیٹھے ہوئے سب لوگ بے حد خوش تھے رومان شاہ اور میرب کی محبت کو دیکھ کر رومان شاہ کی بے حد کیئر کو دیکھ کر۔

سوائے اس جل ککڑی مہک کے

اور آگ تو مہک کے وجود میں غصے کی آگ تو اس وقت لگی جب مہک کی نظر رومان شاہ کے ہاتھ پر پڑی رومان شاہ نے سب کو آپس میں باتیں کرتے ہوئے مصروف پا کر ٹیبل کے نیچے سے میرب کا ہاتھ اپنے مضبوط ہاتھ میں دبا رکھا تھا۔

۔بس پھر تو مہک کی جلن اس کے آپے سے باہر ہونے لگی وہ کرسی کو ایک دم سے پیچھے دھکیلتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی۔

۔وہ اپنے روم کی جانب تیزی سے

جا رہی تھی جبکہ اس کی امی نے پیچھے سے آواز دے کے پوچھا بھی کہ مہک کیا ہوا ہے تو مہک نے بنا پلٹے اور بنا جواب دیے ہی بد تمیزوں کی طرح چلی گئی۔ ٹیبل پر بیٹھے ہوئے کسی بھی فرد کو یہ پتہ نہیں تھا کہ مہک کیوں اس طرح سے آگ بگولا ہو کر اٹھ کر چلی گئی ہے۔

۔جبکہ رومان شاہ کو اچھی طرح سے اندازہ تھا کہ مہک کو کیا ہوا ہے مگر اس کی بلا سے مہک جائے بھاڑ میں اسے کون سا مہک سے کوئی لینا دینا تھا۔وہ تو اپنے محبوب کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں اس لیے پکڑ کے بیٹھا ہوا تھا کہ یہ ایک دو دن کی دوری رومان شاہ کے لیے بھی کاٹنی بہت مشکل تھی۔۔۔

۔میرب نے تو اسے روکر اپنا غصہ اور فیلنگ بتادی۔جب کہ رومان شاہ کو اپنے دل میں دبا کر ساتھ لے کر جارہا تھا۔

۔یہ تو اس کا دل ہی جانتا تھا کہ وہ اندر سے کتنا تڑپ رہا ہے میرب کی کے دور ہونے سے یہ دو دن کی دوری
اسے دو سال لگ رہی تھی۔

۔اگر میرب پریگننٹ نہ ہوتی تو رومان شاہ اسے اپنے ساتھ لے کر ہی جاتا اس نے تو پتہ نہیں ایک دن کتنی مشکل سے گزارا تھا۔جب وہ اپنی ماں کے گھر پر رکی ہوئی تھی۔



۔اور اب اسے مجبوری کے تحت خود چھوڑ کر دو تین دن کے لیے جانا پڑ رہا تھا۔۔ایسے میں رومان شاہ اپنا آج کا سارا دن صرف میرب کے ساتھ ہی گزارنا چاہتا تھا۔

۔تو اس کی بلا سے مہک جائے بھاڑ میں جو بھی سوچتی ہے سوچتی رہے رومان شاہ اپنے دماغ میں سوچ کر رہ گیا۔۔

۔امی جان میں ضروری کام سے ترکی جا رہا ہوں۔ میری صبح چار بجے کی فلائٹ ہے تو میں اپنے روم میں ہی آرام کروں گا۔ کیونکہ آنے والے دو تین دن میرے لیے کافی بزی رہیں گے۔ تو پلیز آپ کوشش کیجئے گا کہ مجھے کوئی ڈسٹرب نہ کرے۔۔۔۔۔

جی بیٹا آپ جاؤ اور آرام کرو اور خیریت سے جانا میں صبح چار بجے تمہیں جگا دوں گی۔ نہیں امی جان میں چلا جاؤں گا آپ بے فکر رہے۔میں الارم لگا کر سوؤں گا۔



۔اور دوسرا یہ کہ میں گھر سے تقریبا 10 بجے تک چلا جاؤں گا کیونکہ مجھے دلاور کے ساتھ کچھ خاص ڈسکس کرنی ہے تو وہ ہم لوگ مل کر کر لیں گے۔۔۔

۔ٹھیک ہے بیٹا جیسے آپ کی مرضی تو تم آرام کرو جا کر کوئی تمہیں ڈسٹرب نہیں کرے گا رومان شاہ اپنی ماں سے پیار لے کر۔میرب کو ساتھ آنے کا اشارہ کرتے ہوئے اپنے روم کی جانب چل دیا۔

oooooooo

مرہا پلین میں بیٹھتے ہی کچھ دیر

بعد سو گئی شاہ میر جو مرہا سے باتیں کر رہا تھا۔مرہا کا جواب نہ پا کر اس کی جانب متوجہ ہوا۔مرہا کو آرام سے سوئے ہوئے دیکھ کر مسکرا دیا۔۔۔

۔کر لو میری جان اپنی نیند اچھے سے پوری کر لو کیونکہ اب تم اے سی پی شاہ میر کے شکنجے میں خود آکر پھنسی ہو۔

۔میری نازک سی جان گاؤں کے پر سکون ماحول میں تمہیں خود کے اتنے قریب پاکر تنہائی میں اے سی پی کا بہکنا تو کنفرم ہے۔۔۔

۔وہ شرارتی لبوں سے مسکراتا ہوا مرہا کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر اس کے لٹکے ہوئے انکمفر ٹیبل سر کو اپنے کاندھے پر آرام دے پوزیشن میں رکھتے ہوئے سوچ کر مسکرا دیا۔۔۔

ooooooo

یہ مر کیوں نہیں جاتی کیوں آگئی یہ میرے اور رومیوں کے بیچ میں
اللہ میاں ہوگئی مجھ سے ایک بار غلطی رومیوں کو چھوڑ کر مگر اس کی سزا مجھے مل چکی ہے۔

۔مہک کمرے میں آ کر بیڈ پر پڑے ہوئے تکیوں کو زمین پر پٹکتے ہوئے اپنا غصہ نکال رہی تھی۔اور ساتھ میں خود کو بے قصور اور مظلوم سمجھ کر رب سے شکوے اور شکایتیں کر رہی تھی۔

۔رومیو میرا ہے اور ہمیشہ میرا ہی رہے گا میرب میں بہت جلدی تم سے رومیوں کو واپس چھین لوں گی۔

۔تم جب میرے رومیوں کے ساتھ اس طرح سے گھومتی ہو اور وہ تمہیں محبت بھری نظروں سے دیکھتا ہے میرا دل چاہتا ہے کہ میں تمہارا منہ نوچ لوں مہک لفظوں کو چبا چبا کر روم میں اکیلی ہی بکواس کر رہی تھی۔



oooooooooo

آ آ۔۔شاہ کیا کر رہے ہیں، آپ کو تو روم میں آ کر آرام کرنا تھانا۔

۔شاہ روم میں اندر قدم رکھتے ہی پیچھے آتی ہوئی میرب کی کلائی پکڑ کر بنا جھٹکا دیے۔نرمی سے کھینچ کر اپنی جانب کرتے ہوئے روم کے دروازے کو اپنی ٹانگ سے بند کر چکا تھا۔

۔ہاں تو میں نے کچھ غلط بھی نہیں کہا اب میں آرام ہی تو کرنے لگا ہوں اور میرا آرام اور سکون تم ہو جان شاہ۔

۔وہ میرب کو وہی دروازے کے ساتھ پن کیے کھڑا گہری نظروں سے دیکھ کر آنکھ کو دباتے ہوئے مسکرا رہا تھا۔

۔شاہ آپ کو پتہ ہے آپ ایکٹنگ بہت اچھی کر لیتے ہیں اگر آپ بزنس مین نہ ہوتے تو بہت ہی اچھے ایکٹر ہوتے۔

۔میرب شاہ کے مسکراتے چہرے کی جانب دیکھ کر خود بھی مسکرا کر بولی تھی۔

۔بہت بہت شکریہ آپ کی نوازش ہے کہ آپ نے میری صلاحیتوں کو پہچان کر مجھے بتایا کہ میرے اندر اور کون سی کوالٹی موجود ہے۔

۔اب تم میری صلاحیتوں کو چھوڑو اور مجھے جلدی سے لپ کس دو مجھے بھی تو پتہ چلے کہ میری بیوی کے اندر کون کون سی صلاحیتیں موجود ہیں۔رومان شاہ شوخ انداز سے اپنے آتشی لبوں پر انگلی رکھتے ہوئے بولا۔

۔شاہ یہ کیٹاگری آپ کی ہے تو یہ کام آپ خود ہی کیا کریں میرب نے شرماتے ہوئے نظریں جھکا کر کہا۔

۔کیوں جان من کہاں لکھا ہے کہ یہ کیٹاگری صرف شوہر کی ہوتی ہے رومان شاہ نے میرب کی ٹھوڑی پر ہاتھ رکھتے ہوئے اس کا چہرہ اوپر کیا۔

۔جواب دو۔۔کیا بیوی کا فرض نہیں ہوتا کہ وہ بھی اپنے شوہر پر اپنا پیار ظاہر کرے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے تھوڑا سا سنجیدہ انداز سے پوچھا تھا۔

۔شاہ آپ چھوٹی سی بات پر مجھ سے ناراض ہو رہے ہیں۔

۔میرب کبھی کبھی چھوٹی سی بات میاں بیوی میں محبت کی کمی کا باعث بھی بن جاتی ہے۔جب شوہر اپنی بیوی کو بہت محبت اور پیار کرتا ہے تو شوہر بھی بدلے میں اپنی بیوی سے محبت کی توقع رکھتا ہے۔

۔تو شاہ میں آپ سے پیار کرتی ہوں بہت زیادہ پیار کرتی ہوں میرب نے جلدی سے اپنی محبت کی وضاحت دی۔

۔مجھے پتہ ہے میری جان کہ تم مجھ سے بہت محبت کرتی ہو مگر اس محبت کو مجھ پر ظاہر بھی تو کیا کرو۔اور آج تو مجھے تم سے لپ کس چاہیے۔جو تم خود مجھے دو گی رومان شاہ سیریس اور ضدی سے انداز میں کہہ رہا تھا۔

۔میرب کو پتہ تھا کہ اب شاہ کی سوئی اس بات پر اٹک چکی ہے اس کے دو ہی حل ہیں یا تو شاہ کی بات مان لی جائے یا پھر شاہ کو ناراض کر کے ترکی بھیج دے۔

۔میرب شاہ کی ناراضگی برداشت نہیں کر سکتی تھی اس لیے اسے دوسرا آپشن بہتر لگا تھا۔۔۔

۔ٹھیک ہے شاہ پھر آپ اپنی آنکھیں بند کریں۔۔۔

۔میں اپنی آنکھیں بند کیوں کروں؟

کیونکہ مجھے شرم آتی ہے۔میرب نے شاہ کو کس دینے کا فیصلہ کر تو لیا تھا مگر اسے خود کس کرتے ہوئے بہت شرم آرہی تھی۔شادی کے بعد یہ پہلی بار میرب شاہ کو خود سے کس کرنے والی تھی جو کہ میرب کے لیے بہت مشکل کام تھا۔

۔مگر اب راہ فرار نہیں تھی کیونکہ انکار کا مطلب تھا شاہ کی ناراضگی اور اتنے پیار کرنے والے شوہر کو وہ دو دن کے سفر پر ناراض کر کے تو ہرگز نہیں بھیجنا چاہتی تھی۔

۔میری جان جب شرم تمہیں آرہی ہے تو پھر آنکھیں بھی تم بند کرو مجھے تو بالکل شرم نہیں آرہی اس لیے میں تو ہرگز آنکھیں بند نہیں کروں گا۔انداز شرارتی اور اٹل تھا۔

۔شاہ اب میں آپ کی بات مان تو رہی ہوں پلیز آنکھیں بند کر لے نا
میری خاطر میرب نے بیچارہ سا۔منہ بنا کر شاہ کی منت کی تھی۔۔

۔شادی کے اتنے مہینوں بعد پہلی کس ملنے والی ہے مجھے تمہاری طرف سے اور اس کے لیے بھی میں اپنی آنکھیں بند
کر لوں تمہیں شاہ کیا چھوٹا سا بچہ لگتا ہے۔"مسز میرب رومان شاہ۔

۔شاہ آپ کو پتہ ہے آپ بہت ضدی ہیں۔میرب نے غصے والا منہ بنا کر کہا تھا۔

۔جب اتنی اچھی طرح سے جانے شاہ تم اپنے ضدی شاہ کو جانتی ہو تو پھر کیوں فضول کی مزاحمتیں کر کے میرا قیمتی وقت ضائع کر رہی ہو۔

۔اس کی کمر پر اپنے ہاتھ کا دباؤ بڑھاتے ہوئے اسے اور اپنے قریب کرتے ہوئے کہا۔

۔میری ایک چھوٹی سی فرمائش تم پوری نہیں کر سکتی اگر تم نے یہ فرمائش مجھ سے کی ہوتی تو اب تک میں تمہیں دس بار لپ کس دینے کے بعد تمہارے ان مخملی ہونٹوں کو بھی آدھا کھا چکا ہوتا۔

۔شوخ ہوتے ہوئے اس کے ہونٹ پر اپنے دانتوں سے ہلکا سا کاٹتے ہوئے کہا۔

۔شاہ۔۔۔پلیز یہ مت کیا کریں مجھے درد ہوتا ہے۔شاہ کے دانتوں کے دباؤ سے اس نے سسکتے ہوئے اپنے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

۔اب مجھے تم یہ بتاؤ کہ تم میری لپ کس دے رہی ہو یا پھر میں ترکی جانے کی تیاری کروں اور ٹائم سے پہلے ہی جا کر ایئر پورٹ بیٹھ جاؤں،شاہ نے اب کی بار میرب کو دھمکی دی تھی۔



۔او کے کرتی ہوں۔میرب نے ہار مانتے ہوئے کہا۔۔۔۔ہمم جلدی کرو میں بالکل ریڈی ہوں اپنی کمر پر دونوں ہاتھ باندھ کر اس کی جانب گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔۔

۔میرب نے شاہ کی نظروں سے بچنے کے لیے آنکھیں بند کر لیں اور اپنی ایڑیوں کو اوپر اٹھایا۔کیونکہ شاہ اور میرب کی ہائٹ میں کافی فرق تھا میرب کو شاہ کے لبوں تک پہنچنے کے لیے اپنی ایڑیاں اٹھانی پڑ رہی تھی۔۔

۔میرب نے اپنی طرف سے ایڑیاں اٹھا کر آنکھیں بند کیے ہوئے اپنی ہائٹ برابر کی تھی۔مگر اب بھی اس نے محسوس کیا کے اس کے لب صرف شاہ کی گردن تک ہی آرہے ہیں۔

۔وہ پریشان سی ہو گئی تھی کہ اب کیا کریں کوئی چارہ نہیں تھا اس لیے آنکھیں کھول کر دیکھا کہ آخر اس کے لب شاہ کے لبوں تک کیوں نہیں پہنچ پا رہے۔

۔اب اسے شاہ کی شیطانی دیکھ کر غصہ آیا تھا کیونکہ شاہ اپنی ایڑیاں اوپر کر کے اپنی ہائٹ کو اور بھی اوپر لے گیا تھا جس کی وجہ سے میرب بچاری ایڑیاں اٹھا کر بھی شاہ کے لبوں تک نہیں پہنچ پا رہی تھی۔

۔اب میرب غصے سے پیچھے ہٹنے لگی تھی کہ شاہ نے جلدی سے اس کی کمر میں ہاتھ ڈالتے ہوئے اسے اوپر اٹھالیا۔اس کی کمر کی دونوں جانب ہاتھ رکھ کر جب شاہ نے اسے اوپر اٹھایا تو اب اس کی ہائٹ شاہ سے بھی لمبی ہوچکی تھی۔

اور اب اس کا چہرہ شاہ کے چہرے کے اوپر جھکا ہوا تھا۔ آئی برو اٹھا کر بہکی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے اشارے سے اپنے ہونٹ باہر نکال کر شاہ اسے کس کرنے کو کہہ رہا تھا۔۔

۔میرب نے پھر سے اپنی آنکھیں بند کی اور ہاتھ شاہ کے کاندھوں پر رکھے ہوئے تھے۔ اپنے مخملی ہونٹ نرمی سے اپنے شاہ کے آتشی لبوں پر رکھتے ہوئے۔ایک چھوٹی سی کس کی اور جلدی سے اپنے لب پیچھے کر لیے شاہ اتنے میں ہی بے حد خوش تھا۔۔



۔کیونکہ اسے پتہ تھا کہ میرب جتنا کر چکی ہے اس کے لیے یہ بہت بڑی بات ہے۔ اب شاہ کی باری تھی۔

۔شاہ کو کہاں اتنی ننھی منی سی کسی سے صبر آنے والا تھا۔اب وہ میرب کو اسی پوزیشن میں اٹھائے ہوئے دیوار کے ساتھ پن کیے کھڑا تھا۔

۔میرب کی دونوں ٹانگیں شاہ کی کمر پر لپٹی ہوئی تھی جو کہ میرب نے نیچے گرنے کے ڈر سے شاہ کی کمر کے پیچھے پن کر رکھی تھی۔

۔اب شاہ میرب کے مخملی ہونٹوں کو اپنے آتشی لبوں کی قید میں لیے ہوئے پوری شدت سے نمی کا ہر قطرہ اپنے اندر انڈیل رہا تھا۔

۔شاہ نے میرب کی سانسیں مشکل کرر کھی تھی۔مگر میرب اپنی طرف سے بہت صبر کا مظاہرہ کر رہی تھی کیونکہ اسے اپنے شاہ کو ناراض کر کے نہیں بھیجنا تھا۔

۔شاہ جتنی شدت سے اس کے لبوں سے نمی چوس رہا تھا میرب اتنی ہی سختی سے شاہ کے کاندھوں کو دبوچ رہی تھی۔

۔میرب کے ناخنوں کی چبھن شاہ اپنے کاندھوں پہ محسوس کر رہا تھا۔ مگر شاہ کو وہ چبن بھی میٹھی ہی لگ رہی تھی۔

۔شاہ اپنے دل کی پیاس بجھا کر پیچھے ہٹا تو میرب آنکھیں بند کیے تیز تیز سانسیں لے رہی تھی۔

۔شاہ کو اس کی اکھڑی ہوئی سانسیں دیکھ کر اس پر بہت پیار آ رہا تھا۔۔

۔شاہ پلیز مجھے نیچے اتاریں۔۔۔اس نے میرب کو دیوار کے ساتھ پن کر کے پوری طرح سے اسے اپنے رحم و کرم پر کر رکھا تھا۔ میرب کا پورا وزن شاہ کے اوپر تھا۔وہ گرنے کے ڈر سے شاہ کی کمر کے گرد اپنی دونوں ٹانگیں پن کیے ہوئے تھی۔



۔اور اپنے ہاتھ شاہ کے کاندھوں پر رکھ کر مضبوطی سے پکڑے ہوئے خود کو گرنے سے بچا رہی تھی۔

۔نہیں ابھی مجھے اسی پوزیشن میں اور کس چاہیے۔اس کے مخملی ہونٹوں پر نمی دیکھ کر شاہ کا دل ابھی بھرا نہیں تھا۔

۔اس نے تو صرف میرب کو تھوڑی سی سانس لینے کے لیے آزادی بخشی تھی۔وہ بھی صرف اس کی پریگنسی کی وجہ سے ورنہ تو شاہ اسے سانس لینے کی بھی مہلت نہیں دیتا تھا۔

۔شاہ بس اور نہیں۔ مجھ سے سانس نہیں لیا جا رہا تھا۔ پلیز میرب کاندھوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے نفی میں سر ہلا کر منع کر رہی تھی۔

۔میری جان تھوڑی سی سانسیں اپنی مشکل کر لو یہ دو دن تمہارے بنا کاٹنے میرے لیے بہت مشکل ہے

۔

۔مجھے کچھ تو انرجی اپنے اندر سیف کر لینے دو۔ جس سے میں تم سے دو دن کی دوری برداشت کر سکوں

۔

۔وہ کہتے ہوئے میرب کے سر پر ہاتھ رکھ کر اسے اپنے چہرے پر واپس جھکا چکا تھا۔
پھر سے اس کے مخملی ہونٹوں کو اپنی قید میں لیے میرب کی سانس سے پیتے جا رہا تھا۔

۔بہت دیر کے بعد جب پیچھے ہوا تو میرب کی سانسیں پہلے سے کہیں زیادہ تیز تھی وہ تیز دھڑکنوں کے ساتھ بڑی بڑی سانسیں لے رہی تھی۔

۔اب شاہ کی نظر اس کی خوبصورت گردن پر آئی لب اس کی گردن پر رکھ کر وہاں پر اپنے لمس چھوڑ رہا تھا۔

۔اتنی شدت بھرے لمس تھے کہ میرب کو اپنی جان نکلتی ہو محسوس ہو رہی تھی کہیں لبوں کی گرمی اور کہیں شاہ کے دانتوں کی چبن میرب کو بے حال کیے ہوئے تھی۔

۔میرب کے منہ سے سسکیاں نکلنے لگی تھی شاہ نے بڑی نرمی اسے نیچے اتارا اور جھک کر اسے اٹھاتا ہوا بیڈ تک لے آیا تھا۔

۔اگلے کچھ سیکنڈ میں میرب کی کرتی اس کے نازک وجود سے الگ کرتے ہوئے زمین پر پھینک چکا تھا۔ اپنے مضبوط ہاتھ کی ہتھیلی اس کے پورے وجود پر پھیر رہا تھا۔شاہ کے ہاتھوں کی گرمی سے اسے اپنے پورے وجود میں بجلی کی لہریں دوڑتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔

۔شاہ کے ہاتھوں کی گرمی سے اس کا نازک سا وجود کو جلس رہا تھا۔وہ اب لبوں سے گالوں تک کا سفر کرتے ہوئے گردن سے ہوتا ہوا دل والے مقام پر آن رکا تھا۔۔

۔شاہ کی سختی بڑھنے لگی تھی حالانکہ شاہ اپنی جانب سے بہت کوشش کر رہا تھا کہ وہ میرب کو ایسی کنڈیشن میں سختی نہ دے۔

۔مگر پھر بھی وہ خود کو روک نہیں پا رہا تھا میرب کی سسکیاں تیز ہونے لگی۔

۔وہ اپنے مظبوط ہاتھ اس کی نازک ہتھیلیوں پر رکھ کر انگلیاں اس کی انگلیوں میں پھنساتے ہوئے اسے پر اپنی سے قابض ہوتا جا رہا تھا۔

۔اس کی ٹانگوں تک کو پن کر چکا تھا اب میرب کے پاس کوئی بھی راہ فرار نہیں تھی۔اور اس بار وہ اپنے شاہ کی محبت سے فرار ہونا بھی نہیں چاہتی تھی۔

۔وہ اپنے نازک سے وجود پر شاہ کی شدتوں کو سہتی ہوئی کہیں کہیں اپنی محبت کا احساس بھی اپنے لبوں سے دلا رہی تھی۔

۔جس سے شاہ کا دل مسرور ہو کر اور بھی بہک رہا تھا اپنی محبت کی شدتیں شاہ اس پر لٹاتا جا رہا تھا۔

۔اور میرب کے دل کی دھڑکنیں بڑھتی جا رہی تھی پورے روم میں شاہ کی شدتوں سے کو سہتی ہوئی میرب کی سسکیاں گونج رہی تھی۔



۔شاہ اپنی محبت کی بارش میرب پر پوری طرح سے برسا چکا تھا اب وہ اسے اپنے باہوں میں لیے اسے اپنے اوپر لٹا کر بہت پر سکون انداز سے لیٹا ہوا تھا۔

شاہ۔۔ہوں ں۔۔۔ آپ کو پتہ ہے آپ اپنی محبت کے بارے میں بہت ظالم ہیں شاہ کی شدتوں سے ٹوٹی ہوئی میرب نے شاہ کے سینے پر سر رکھے ہوئے شکایت بھرے انداز سے کہا۔۔

ہاہا۔۔میرب سچ میں میں بہت کوشش کرتا ہوں کہ اپنی محبت تم پر نرمی سے برساؤں مگر تمہارے خوبصورت بدن کی رعنائیاں دیکھ کر میں بہک جاتا ہوں۔

۔اور تمہارے وجود سے اڑتی ہوئی تمہارے بدن کی نیچرل خوشبو مجھے ہوش سے بیگانہ کر دیتی ہے اور اسی مدحوشی میں میری محبت کی شدتیں کب سختی میں بدل جاتی ہے مجھے تو خود بھی پتا نہیں چلتا۔

۔وہ میرب کو اپنے سینے پر لٹائے اپنی باہوں کی گرفت میں لے کر اپنی بے گناہی بتا رہا تھا۔ میرب کو شاہ کے وضحت پر ہنسی بھی آئی تھی اور پیار بھی۔وہ بنا کچھ بولے شاہ کی کے سینے پر سر رکھے ہوئے پرسکون لیٹی ہوئی تھی۔



ooooooooo,

۔میرب کو اپنے سینے پر لیٹے ہوئے دیکھ رومان شاہ نے بڑی محبت سے میرب کے ماتھے کو چوم لیا۔

میرب بہت گہری نیند میں تھی اس لیے شاہ نے اسے اٹھانا مناسب نہیں سمجھا اسے بڑی نرمی سے اپنے اوپر سے ہٹا کر بیڈ پر تکیے پر سر رکھ کر لیٹا دیا۔

۔خود اس کے پاس سے آرام اٹھ کر فریش ہونے چلا گیا۔روم میں کسی بھی طرح کے ہلچل اور آواز نہ ہو اس کا اس نے پوری طرح سے دھیان رکھا ہوا تھا۔

۔اسے پوری فکر تھی کہیں زرا سی آواز سے بھی میرب کی آنکھ نہ کھل جائے۔
وہ جانتا تھا کہ اس کی بیوی کے لیے اس وقت آرام کتنا ضروری ہے۔

۔وہ فریش ہو کر ٹاول سے اپنا سر اور بدن پونچھتے ہوئے واش روم سے نکل کر روم میں آیا تھا۔



۔وہ اپنے کپڑے نکالنے کے لیے الماری کی جانب جا رہا تھا کہ اس کی نظر صوفے پر رکھے ہوئے اپنے کپڑوں کی جانب گئی۔

۔صوفے پر بہت سلیقے سے اس کی پینٹ شرٹ کوٹ ٹائی اور موزے رکھے ہوئے تھے۔پاس ہی نیچے شاہ کے سوٹ سے میچنگ شوز بھی نکال کر رکھے ہوئے تھے۔

۔شاہ نے مسکرا کر سوئی ہوئی میرب کی جانب دیکھا جسے اپنی شاہ کی اتنی فکر تھی کہ وہ سب کچھ پہلے سے سیٹ کر کے رکھ چکی تھی۔اور یہ اس نے کب کیا یہ تو شاہ کو پتہ بھی نہیں تھا۔

۔اسے اپنی سوئی ہوئی پیاری بیوی پر بہت پیار آیا۔وہ شرٹ پہن کر ڈریسنگ مرر کے سامنے بٹن بند کر رہا تھا۔اس کی نظریں مرر سے میرب کو ہی دیکھ رہی تھی۔

۔جو شرٹ رات کو شاہ نے پہنی ہوئی تھی اس وقت وہ میرب کے زیب تن تھی۔وہ اپنے شاہ کی شرٹ کو پہنے ہوئے تکیے پر سر رکھ کر بے فکر سو رہی تھی۔اس بات سے بے خبر کہ کوئی اس سے بڑی محبت بھری نظروں سے دیکھ رہا ہے۔

۔جس شاہ پر میرب مرتی تھی جس شاہ کے لیے وہ اپنی جان تک دینے کے لیے تیار تھی۔ آج وہ شاہ اس کو کتنی محبت بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

۔اس کے سلکی بالوں کی لٹیں اس کے خوبصورت چہرے پر بکھری ہوئی شاہ کو جیلس کر رہی تھی۔

۔شاہ اپنی شرٹ کے بٹن بند کرتے ہوئے اس کے پر سکون چہرے کو دیکھ کر چلتا ہوا اس کے پاس آکر بیٹھ گیا۔

۔وہ اپنی انگلی کے پوروں سے بڑی نرمی کے ساتھ اس کے چہرے پر آئی ہوئی لٹوں کو اس کے کانوں کے پیچھے کر رہا تھا۔

۔شاہ کی انگلی کی حدت سے میرب گہری نیند میں ہلکی سی کسمسائی تھی۔ مگر بہت لیٹ سونے کی وجہ سے نیند سے بیدار نہیں ہو سکی تھی۔

۔شاہ نے بڑی محبت سے اس کے پر سکون کشادہ پیشانی پر اپنے لب رکھ کر عقیدت بھرا لمس چھوڑا تھا۔

۔شاہ کے آتشی لب میرب کی دودھیا گردن پر اپنی محبت مہریں دیکھ کر مسکرا رہے تھے۔اس کی گال پر بھی شاہ کے دی ہوئی محبت کی مہروں کے مدھم سے نشان نظر آرہے تھے۔

۔جن کو دیکھ کر شاہ اپنے نچلے ہونٹ کے کنارے کو دانتوں تلے دبا کر مسکراتا دیا۔ بلینکٹ کے اوپر سے ہی میرب کے پیٹ پر اپنے لب رکھ کر۔۔اس ننھے سے آنے والے وجود کو محسوس کرتے ہوئے شاہ کے دل ایک نئے احساس کو محسوس کیا تھا۔۔۔

۔دوپل کو شاہ کو یہی لگا کہ اس کے لب سچ میں سامنے پڑے ہوئے اپنے بچے کہ نازک سے خوبصورت چہرے پر ہیں۔

۔یہ احساس اتنا خوبصورت تھا تو جب وہ سچ دنیا میں آئے گا تو اس وقت وہ کیا محسوس کرے گا شاہ دل میں سوچ کر خوش ہوا تھا۔

۔وہ بڑی احتیاط سے پیچھے ہوا اور اپنی تیاری کر کے بنا آواز کیے کمرے سے نکل گیا۔

۔کیونکہ وہ میرب کو نیند سے بیدار نہیں کرنا چاہتا تھا اور نہ ہی جاتے ہوئے اس کا افسردہ چہرہ دیکھ پاتا۔

۔اس وقت اس کے چہرے پر جتنا سکون تھا شاہ اسی سکون کو اپنی آنکھوں میں سمائے ہوئے تر کی جا رہا تھا۔

۔آنے والے دو دن جتنے میرب کے لیے مشکل تھے اتنے ہی شاہ پر بھی بھاری پڑنے والے تھے۔

۔اسے اپنے دل کے خلاف جا کر دو دن تک اپنی جان شاہ سے دور رہنا تھا شاہ نے کتنی مشکل سے اپنے قدم دروازے کے باہر رکھے تھے یہ تو اس کا دل ہی جانتا تھا۔شاہ اپنے دل سے ہی جنگ کر رہا تھا اپنے محبوب کو یوں چھوڑ کر جانا کس قدر مشکل ہوتا ہے یہ آج کوئی شاہ کے دل سے پوچھتا۔۔



۔شاہ کو جاتے ہوئے دیکھ کر
میرب اس تکلیف کو میر محسوس نہ کرے اس لیے شاہ نے اس کا سویا رہنا ہی مناسب سمجھا تھا۔

oooooooooo

شاہ میر مرہا کو لے کر گاؤں کی حدود میں داخل ہو چکا تھا اس کی جیپ کچے پکے راستوں سے ہوتی ہوئی گاؤں کی جانب رواں دواں تھی۔

۔پیچھے نفری کاڈالا بھی آرہا تھاجو
شاہ میر کی سکیورٹی کے لیے تھاویسے توشامیر کو گاؤں سے باہر شہر میں ایک
اچھاسرکاری گھر دیا گیا تھا۔

۔مگر شامیر نے خود ہی گاؤں میں رہنے کا فیصلہ کیا تھا تاکہ وہ غریب کے کسانوں کی ڈھال بن سکے۔وہ ہر وقت گاؤں میں رہ کر اچھی طرح سے ان کی حفاظت بھی کر سکتا تھا۔شاہ میر ایک بہت ذمہ دار پولیس آفیسر تھااس لیے اس کاٹرانسفر یہاں پر کیا گیا تھا۔

۔وہ جس بھی کیس میں ہاتھ ڈالتاپوری ایمانداری سے اس کے کیس کوپایا تکمیل تک پہنچاکر ہی دم لیتا تھا۔

۔گاؤں میں کسی کاڈر نہ ہونے کی وجہ سے وہ ذمہ زمیدار زیادہ شوخہ ہو کر لوگوں پر قابض ہو رہا تھا۔اسے لگتا تھا کہ وہ سب سے زیادہ طاقتور ہے اور کوئی اس کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتا۔

۔اس لیے اے سی پی شامیر نے گاؤں میں ہی رہنے کا فیصلہ کیا۔ حالانکہ یہاں پر رہنا کافی مشکل تھا ۔کیونکہ یہ ایک بہت ہی قدیم اور چھوٹا سا گاؤں تھا۔ جہاں پر کچھ خاص سہولتیں موجود نہیں تھی۔

۔یہاں پر لوگ آج بھی ہینڈ پمپ کا استعمال کرتے تھے۔ تقریبا سارے گاؤں کے مکانات کچے مٹی سے تعمیر کیے ہوئے تھے۔ مگر اس گاؤں میں ایک چیز بہت اچھی تھی۔ کہ یہاں کے لوگ کافی صفائی پسند اور محبت کرنے والے ہمدرد لوگ تھے۔۔

۔کچے گھروں کو بھی بڑی نفاست سے رکھا گیا تھا جہاں شہر کی دنیا میں گھروں کو رینویٹ کرنے کے لیے پینٹ کا استعمال کیا جاتا تھا۔

۔مگر یہاں پر آج بھی مٹی کے لیکوڈ سے گھروں کی دیواروں پر پینٹ کیا جاتا تھا۔اور گھروں کو بہت ہی قدیم طریقے سے چھوٹی چھوٹی دیواروں کے ساتھ جاذب نظر بنایا ہوا تھا۔

۔گاؤں میں ہر طرف ہریالی ہی ہریالی تھی یہاں کے کسانوں کی محنت ان کی کھیتی باڑی کی سرسبز وادوں میں نظر آتی تھی۔

۔آج بھی لوگ یہاں پر بیلوں کی مدد سے کنویں سے پانی نکالا کر گھروں میں پینے کے لیے لے کر جاتے تھے۔

۔یہاں پر آج بھی گاؤں کی عورتیں تندور پر روٹیاں لگوا کر لے جاتی تھی۔

۔پورے گاؤں میں ایک میٹھے پانی کا کنواں تھا جہاں سے گاؤں کی عورتیں پینے کا میٹھا پانی مٹکے میں بھر کے اپنے گھروں میں لے جاتی تھی۔

۔گاؤں میں بجلی تو تھی مگر زیادہ تر غائب ہی رہتی تھی مگر گاؤں کی آبوہوا اتنی ٹھنڈی تھی کہ یہاں پر جون جولائی میں گرمی کا احساس نہیں ہوتا تھا۔



۔ہر گھر میں درخت موجود ہونے کی وجہ سے فضا ہر وقت صاف ستھری اور ٹھنڈی تھی۔ آج کل تو ویسے ہی بہار کا موسم چل رہا تھا تو موسم ویسے ہی بہت خوشگوار تھا۔

۔شاہ میر اور مرہا جیسے ہی گاؤں کی حدود میں داخل ہوئے چھوٹے چھوٹے بچے جیپ کو دیکھ کر پیچھے پیچھے بھاگتے ہوئے

آرہے تھے۔

مرہا کو ایک بات بہت عجیب لگی اکسر لوگ پولیس کو دیکھ کر ڈر جایا کرتے تھے مگر یہاں پولیس کو دیکھ کر لوگوں کے چہروں پر ایک عجیب سی چمک اور خوشی نظر آرہی تھی۔

۔میر یہ سب لوگ پولیس کو دیکھ کر اتنا خوش کیوں ہو رہے ہیں مرہا نے حیرانی سے لوگوں کے چہروں کو دیکھ کر کہا۔

۔کیونکہ یہاں پر کوئی بھی پولیس والا اس قابض زمیدار کے ڈر سے ٹکتا نہیں ہے۔اور جو ٹکتے ہیں وہ رشوت لے کر ان کے کتے بن جاتے ہیں اور ان بچارے کسانوں کے لیے کچھ بھی نہیں کرتے۔



۔ان لوگوں کو بہت دیر سے حکومت نے یہ لارا لگا رکھا تھا کہ یہاں پر اے سی پی شامیر ملک کا ٹرانسفر کر دیا جائے گا۔مگر میں عاصم والے کیس میں پھنسا ہوا تھا۔

۔تو میرا ٹرانسفر رکا ہوا تھا۔اس لیے آج ان کو میرے آنے کی بہت خوشی ہے۔

۔مرہا کو یہ جان کر بہت خوشی ہوئی تھی کہ لوگ شامیر کو اس قدر پسند کرتے ہیں اور اس کا شوہر اتنا بہادر ہے کہ لوگ اس کو اپنا مسیحا سمجھتے ہیں اس کے دل نے خوشی سے ایک بیٹ مس کی تھی

۔لوگ ہاتھ ہلا ہلا کر شامیر کو سلام کر رہے تھے۔

۔شاہ میر بھی ان کو بہت خوشی سے ہاتھ ہلاتا ہوا سلام کا جواب دے رہا تھا۔
شاہ میر میں ایٹیٹیوڈ نام کی کوئی چیز نہیں تھی وہ ان غریب لوگوں کو بڑی محبت کی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

۔آج مرہا کو شاہ میر کا ایک نیا روپ دیکھنے کو ملا تھا اور لوگوں کے دلوں میں اس کے لیے کس قدر محبت اور یقین تھا یہ لوگوں کے چہروں پر سجی ہوئی خوشی اور چمک سے مرہا کو پتہ چل رہا تھا۔

oooooooooo

احمر اور شاہ زیب دونوں اپنے فیورٹ کیفے میں بیٹھے ہوئے چائے پی رہے تھے۔

۔بھائی بہت بہت مبارک ہو تمہیں منگنی کی آخر ڈاکٹر ہمانے ہمارے ڈاکٹر صاحب کو پھنسا ہی لیا احمر نے دانت نکالتے ہوئے مذاق کیا تھا۔

۔خیر مبارک مگر یار اس کمینے کے بغیر مجھے تو منگنی کا بھی مزہ نہیں آنے والا شاہ زیب نے خراب موڑ سے جواب دی تھا۔

یار اس کی بھی مجبوری تھی۔

۔نہیں تو تمہیں بھی پتہ ہے کہ وہ اس طرح تمہاری منگنی کا ریسپشن چھوڑ کر کبھی نہیں جاتا۔

۔احمر نے رومان شاہ کی طرفداری کرتے ہوئے شاہ زیب کو سمجھایا تھا جو اس وقت رومان شاہ کے نہ آنے پر بہت خراب موڑ میں بیٹھا ہوا تھا۔

۔تم اس وقت اس کی طرف داری مت کرو اگر میری جگہ تمہاری منگنی ہوتی اور ہم دونوں میں سے کوئی نہیں آتا تو پھر تمہیں احساس ہوتا کہ اس وقت میں کیا فیل کر رہا ہوں۔احمر کی طرفداری پر شاہ زیب نے غصے سے کہا۔

۔ہائے یار پہلے میری منگنی تو ہونے دو پھر تم دونوں نہ بھی آئے تو کوئی فرق نہیں پڑتا احمر نے شاہ زیب کا موڈ لائٹ کرتے ہوئے کہا تھا۔

۔بتاؤ کوئی لڑکی نظر میں ہے تو پہلے تو تمہاری منگنی کروا دیتے ہیں شاہ زیب نے ہنستے ہوئے اس کی ٹھنڈی ہائے کا جواب دیا تھا۔

۔لڑکی تو ہے یار میری نظر میں مگر اس کے لیے بھی رومان شاہ کا ماننا ضروری ہے اس نے تو فی الحال مجھے کوئی لفٹ ہی نہیں کروائی۔

۔یعنی کہ سچ میں تمہاری نظر میں کوئی لڑکی ہے شاہ زیب نے حیرانی سے پوچھا تھا۔۔۔۔

ہاں یار لڑکی تو ہے احمر نے مسکراتے چہرے سے جواب دیا۔۔۔

۔کون ہے اور رومان اس کو کیسے جانتا ہے ساری بات فٹافٹ بتاؤ کمینے میں تم دونوں کو پل پل کی خبر پہنچاتا ہوں، اور بے غیرتوں تم دونوں نے مجھے بتانا ضروری نہیں سمجھا۔

شاہ زیب نے چٹکی بجاتے ہوئے ساری انفارمیشن فٹافٹ سے بتانے کو کہا تھا۔

۔یار کچھ کنفرم ہو تا تو بتاتا نا اور رومان شاہ اس لیے جانتا ہے کیونکہ وہ اسی کی کزن ہے۔۔

۔آئی تھنک تم اس کے تایا کی بیٹی مہک کی بات کر رہے ہو۔

۔ہاں بالکل صحیح پہچانا مجھے وہ کافی اچھی لگی تھی اور گھر والوں کا بھی شادی کے لیے کافی دباؤ ہے تو میں نے رومان شاہ سے بات کی تھی۔ مگر اس نے کچھ خاص رسپانس نہیں دیا۔



۔یار رومان شاہ کو منانا کون سا مشکل کام ہے اس کو واپس آنے دو مل کر دونوں اس سے بات کریں گے۔ بس تم یہ دعا کرو کہ وہ لڑکی راضی ہو جائے تم نے کون سا رومان سے شادی کرنی ہے جو رومان کا ماننا لازم ہے۔ اس کو تو ہم منا ہی لیں گے مسئلہ تو لڑکی کا ہے اس کا ماننا ضروری ہے۔ شاہ زیب بہت ایکسائٹڈ ہو کر بولا تھا۔

۔یار میں دل سے تمہارے لیے بہت خوش ہوں آخر تم نے شادی کا اسٹیپ تو لیا۔شاہ زیب نے دوستی والے سٹائل سے شیک ہینڈ کرتے ہوئے کہا۔

۔ہاں یار میں نے بھی سوچا کہ جب وہ مجھے چھوڑ کر پر سکون زندگی گزار سکتی ہے تو پھر میں کیوں اپنی زندگی کو خراب کر رہا ہوں۔

اپنے گھر والوں اور دوستوں کے لیے بھی مشکل بنا ہوا ہوں احمر نے سنجیدہ انداز سے کہا تھا۔

۔بہت اچھا فیصلہ کیا ہے تم نے اور یہی رائٹ فیصلہ تھا کسی کی خاطر زندگی کو روک لینا عقلمندی نہیں ہے

۔اور ویسے بھی یار ہم دونوں ہی محبت کے معاملے میں بد قسمت رہے ہیں۔

چلو اب جو ہماری زندگی میں آئیں گی ہم انہی سے محبت کریں گے اور انہی سے محبت کی توقع رکھیں گے۔ڈاکٹر شاہ زیب نے ٹوٹے ہوئے دل سے مسکراتے ہوئے کہا۔۔



oooooooooo

۔گاؤں میں پہنچتے پہنچتے شاہ میر اور مرہا کو شام ہو گئی تھی۔راستے میں کھانا وغیرہ تو کھا کر آئے تھے اس لیے ان کو کوئی خاص بھوک نہیں تھی اور گاؤں والوں نے بہت خوش دلی سے خالص دودھ میں چائے بنا کر بھیجی تھی۔

۔اور ساتھ میں دیسی انڈے بوائل کر کے بھجوائے تھے۔ گاؤں والوں نے کھانے کے لیے بہت کہا تھا مگر شاہ میر نے انکار کر دیا کیونکہ شامیر اور مرہا دونوں کو ہی بھوک نہیں تھی۔

۔اور شاہ میر کو اس طرح سے مہمان نوازی کروانا پسند بھی نہیں تھا یہ تو صرف گاؤں والوں کی محبت کے لیے اس نے چائے اور انڈے وغیرہ لے لیے تھے۔

۔ گاؤں میں جو گھر ان کو رکنے کے لیے ملا تھا صاف ستھرا چھوٹا سا ایک گھر تھا جس میں ایک ہی کمرہ اور سامنے چھوٹا سا برآمدہ بنا ہوا تھا۔ کچا مکان تھا اور صحن میں واش روم اور ہینڈ پمپ لگا ہوا تھا۔



۔کمرے کے اندر دو چارپائیاں رکھی ہوئی تھی جو گاؤں کے سٹائل میں ہی الگ الگ رکھ کر ان پر خوبصورت سی پنجابی دریاں بچھا رکھی تھی۔
دو سفید کلر کے تکیے رکھے ہوئے تھے جن پر بہت خوبصورتی سے ہاتھ کی کڑھائی کی گئی تھی۔

۔بستر بالکل صاف ستھرے اور نیو تھے گاؤں والوں کی نفاظت اور محبت گھر کی صفائی ستھرائی میں نظر آرہی تھی۔

۔قدیم سٹائل کی دو کرسیاں اور ایک ٹیبل رکھا ہوا تھا ٹیبل کے اوپر ہاتھ سے کڑھائی کیا ہوا ایک کپڑا ڈالا ہوا تھا اور کرسیوں کے اوپر ہاتھ سے کڑھائی کیے ہوئے دو کشن رکھے ہوئے تھے۔

۔دیوار کے ساتھ چھوٹا سا مرر لگا ہوا تھا گاؤں والوں نے اپنی طرف سے بہت اچھا انتظام کیا تھا جو شاہ میر اور مرہا کو بہت پسند آیا۔

۔باقی کے پولیس فورس کو رکنے کے لیے الگ کر دیا گیا تھا شاہ میر کا سارا سامان رکھتے ہوئے فورس کے آدمی شاہ میر سے اجازت طلب کرتے ہوئے جا چکے تھے۔



۔شاہ میر باہر کا دروازہ بند کر کے واپس اندر آیا تو مرہا اپنے کاندھوں سے چادر اتار کر اسے فولڈ کرتی ہوئی کمرے کو بڑے غور سے دیکھ رہی تھی۔

۔ہاں جی میری بیوی کو گھر پسند آیا شامیر آہستہ سے چلتا ہوا مرہا کی پشت پر آن کھڑا ہوا اور ہاتھ اس کے پیٹ پر باندھ لیے۔اپنی ٹھوڑی اس کے کاندھے پر ٹکا کر پوچھا۔

۔جی بہت خوبصورت گھر ہے۔ شاہ میر آپ کو پتہ ہے کہ میں نے ہمیشہ اس طرح کے گھر صرف کتابوں میں دیکھے ہیں۔ جہاں پر پنجابی کلچر دکھایا جاتا تھا مجھے بہت اچھا لگ رہا ہے یہاں پر آکر کتنی پیارے لوگ ہیں اور کتنی پر سکون جگہ ہے نا۔ مرہا نے بڑی خوش دلی سے دیکھتے ہوئے کہا۔

۔ مگر میری جان یہاں پر لائف شہر سے بہت زیادہ مختلف ہو گی یہاں پر پانی استعمال کرنے کے لیے ہینڈ پمپ کو چلانا پڑے گا۔اور باقی سب تم صبح اٹھ کر دیکھ لینا۔اب تم اپنی خوشی سے یہاں پر آئی ہو مگر پھر بھی میری طرف سے یہ آفر موجود ہے کہ جب بھی تم بور ہونے لگو تو میں تمہیں واپس بھجوا دوں گا۔



۔ آپ نے ابھی سے جانے کی باتیں شروع کر دی ہیں مجھے تو لگتا ہے کہ آپ مجھے یہاں پر رکھنا ہی نہیں چاہتے۔ مرہا نے شاہ میر کے ہاتھ اپنے پیٹ سے ہٹاتے ہوئے ناراضگی کا اظہار کیا۔

۔کیوں جی میں تمہیں اپنے اپنے پاس کیوں نہیں رکھنا چاہوں گا مرہا کو واپس اپنی جانب کھینچتے ہوئے اپنے دونوں بازو اس کے کمر پر باندھ کر اسے اپنے قریب کرتے ہوئے پوچھا تھا۔

۔کیونکہ آپ کو آزادی چاہیے آپ چاہتے ہیں کہ آپ آزادی سے گھومے پھریں اور اگر میں ساتھ رہوں گی تو بیوی کی طرح نقطہ چینی کرتی رہوں گی، تو آپ کی آزادی خطرے میں رہے گی۔ مرہا نے منہ کے زاویے بدلتے ہوئے بڑی ادا سے کہا تھا۔

۔پتہ نہیں کون کمبخت آزادی چاہتا ہے میں تو چاہتا ہوں کہ تم مجھے ہمیشہ اپنا قیدی بنا کر رکھو۔ اپنی خوبصورت باہوں کا قیدی، اپنی خوبصورت ریشمی زلفوں کا قیدی۔وہ بہکتی ہوئی نگاہوں سے دیکھ کر اس کے ہاتھوں کو پکڑتے ہوئے اپنے لبوں سے لگا کر چوم رہا تھا۔

۔میں بہت تھک گئی ہوں آپ میرے ساتھ چلیں مجھے منہ ہاتھ دھونا ہے مرہا نے شاہ میر کی ٹون خراب ہوتے دیکھ کر اس کا چینل بدلنے کے لیے کہا تھا۔

۔ہاں جی چلو تمہیں ہینڈ پمپ پر منہ دلواتا ہوں۔شاہ میر مرہا کا ہاتھ پکڑ کر اسے باہر صحن میں لے آیا ۔ہینڈ پمپ کے پاس نیو صابن رکھا ہوا تھا۔ گاؤں والوں نے اپنی طرف سے ہر چیز کا دھیان رکھا تھا۔

۔شاہ میر نے خود ہینڈ پمپ چلاتے ہوئے مرہا کا منہ دھلوایا تھا۔اور اپنی جیب سے رومال نکالتے ہوئے مرہ کے آگے کیا مرہا نے رومال سے اپنا ہاتھ منہ خشک کر لیا۔کیونکہ ابھی تک سارا سامان پیک تھا تو ٹاول اس وقت اویلیبل نہیں تھا۔

۔میر موسم خراب ہو رہا ہے نا آسمان پر گنے بادل دیکھ کر مرہا نے آسمان کی جانب دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ہاں موسم تو کافی خراب ہو رہا ہے لگتا ہے بارش ہونے والی ہے۔شاہ میر نے بھی آسمان کی جانب دیکھتے ہوئے پیشگوئی کی تھی۔

۔ہوائیں بھی کافی تیز چل رہی تھی تو ہینڈ پمپ سے منہ دھونے کے بعد میں مرہا کو سردی کا احساس ہونے لگا تھا۔گاؤں کی آب وہوا کافی ٹھنڈی تھی۔اوپر سے بارش کا موسم اور تیز ہوائیں بہار کے موسم میں بھی دسمبر والی فیلنگ آنے لگی تھی۔

۔میرہا شاہ میر کے ساتھ جلدی جلدی قدم اٹھاتے ہوئے کمرے میں واپس چلی آئی۔کیونکہ باہر ہلکی ہلکی بوندا باندی شروع ہو چکی تھی۔

۔مگر صحن سے روم میں آتے آتے ایک دم سے شروع ہوئی بوندا باندی سے ان کے کپڑے کافی نم ہو گئے تھے۔

۔شاہ میر نے دونوں کے بیگ اوپن کیے اور اپنے اپنے بیگ سے چینج کرنے کے لیے کپڑے نکالے۔

۔اب مسئلہ تھا چینج کرنے کا کیونکہ یہاں پر واش روم تو تھا نہیں جس میں جا کر وہ چینج کر لیتے۔واش روم تو صحن میں تھا اور وہاں پر بارش ہو رہی تھی اور واش روم پوری طرح سے اوپن تھا۔اس لیے باہر جانے کا مطلب تھا اور بھی بھیگ جانا تو ایسے میں وہ باہر جانے والی غلطی تو نہیں کر سکتے تھے۔بارش میں بھی تیزی آنے لگی تھی۔



میر مجھے کپڑے چینج کرنے ہیں مرہا نے کپڑے ہاتھ میں لیے ہوئے بڑی مدھم سی آواز میں کہا۔۔۔۔۔

۔کپڑے تو مجھے بھی چینج کرنے ہیں شاہ میر کو مرہا کی بات کا مطلب تو اچھی طرح سے سمجھ میں آ گیا تھا ۔مگر وہ مسکرہ سامنہ بنا کر وہ معصومیت سے بولا۔جیسے اسے پتہ ہی نہ چلا ہو کہ مرہا کیا کہنے کی کوشش کر رہی ہے۔

۔میر میرا مطلب ہے کہ باہر بارش ہو رہی ہے اور روم میں میں کپڑے کیسے بدل سکتی ہوں۔۔۔۔مرہا نے نظر جھکائے ہوئے کہا۔۔۔

۔کیوں تم روم میں کپڑے کیوں نہیں بدل سکتی شاہ میر مرہا کی حالت سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔



۔میں۔آپ کے سامنے کپڑے کیسے بدل سکتی ہوں مرہا نے نظریں ادھر ادھر کرتے ہوئے کہا۔

۔تم روم میں کپڑے بدل سکتی ہو، مجھے تو کوئی پرابلم نہیں ہے تمہارے روم میں کپڑے بدلنے سے، شاہ میر مدے کی بات پر آنا ہی نہیں چاہتا تھا۔

۔میر سمجھنے کی کوشش کریں میں آپ کے سامنے کپڑے کیسے بدل سکتی ہوں مرہا نے شرمائے ہوئے نظریں جھکا کر بڑی مشکل سے الفاظ ادا کیے تھے۔

۔میں تمہارا شوہر ہوں تم میرے سامنے کپڑے چینج کر سکتی ہو سینے پر ہاتھ باندھے ہوئے گہری نظروں سے اس کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

۔جی نہیں میں آپ کے سامنے کپڑے نہیں بدل سکتی مرہا نے آنکھیں دکھاتے ہوئے کہا۔

۔مگر میڈم باہر بہت زیادہ بارش ہو رہی ہے میں بیچارہ بندہ بارش میں کہاں جاؤں تم ہی بتاؤ۔ اب کی بار شاہ میر نے مسکراتے ہوئے سیریس کہا تھا سچ میں باہر بہت تیز بارش تھی تو وہ کہاں جاتا۔



۔آپ باہر والے روم میں چلے جائیں مرہا روم کے آگے چھوٹے سے چھتے ہوئے برآمدے کی بات کر رہی تھی۔ جس کے چاروں طرف کوئی دیوار نہیں تھی اس لیے سیدھی بارش چاروں طرف سے اندر آ رہی تھی۔

۔وہاں جانے کا مطلب بھی بھیگنا ہی تھا اور اوپر سے ٹھنڈی اور تیز ہوائیں بھی چل رہی تھی شاہ میر کو تو روم میں کھڑے ہوئے کپکپی سی ہو رہی تھی۔ایسے میں باہر جا کر بھیگنے کی تو اس میں بالکل ہمت نہیں تھی۔

۔مرہا تم نے باہر دیکھا ہے وہ روم نہیں ہے کیونکہ روم کے چاروں طرف دیواریں ہوتی ہیں۔مگر باہر تمہارے کہنے کے مطابق جو روم ہے اس کے چاروں طرف سے بارش کی بونچھاڑ اندر آ رہی ہے۔

۔اور اوپر سے ٹھنڈی اور تیز ہوائیں چل رہی ہیں۔تم کیا چاہتی ہیں کہ تمہارا شوہر یہاں پر آتے ہی بیمار پڑ جائے۔
غریب کسانوں کی مدد کیا میں نے خاک کرنی ہے آتے ہی میں بیمار ہو جاؤں تو۔

۔تو ٹھیک ہے میں چینج کیے بنا ہی سو جاتی ہیں مرہا نے اپنا سلیوشن خود ہی نکال لیا تھا۔
۔پاگل لڑکی بیمار ہونے کا ارادہ ہے۔میں چینج کیے بنا ہی سو جاتی ہوں شاہ میر نے اس کی نقل اتارتے ہوئے اسی کے سٹائل میں کہا تھا۔

۔ابھی شاہ میر بات کر ہی رہا تھا کہ لائٹ چلی گئی تھی۔ گاؤں میں اکثر ایسا ہوتا تھا جب کبھی بارش آتی تو لائٹ بند کر دی جاتی تھی تا کہ کوئی حادثہ پیش نہ آئے۔

۔لیجیئے اب تو کوئی پرابلم نہیں ہے اب تو تم روم میں کپڑے بدل سکتی ہو لائٹ جانے پر شاہ میر نے مرہا کی پرابلم کا حل نکالتے ہوئے کہا۔

۔نہیں میں ایسے ہی سو جاتی ہوں ویسے بھی کپڑے کچھ زیادہ گیلے نہیں ہیں، مرہا کو بہت جھجھک محسوس ہو رہی تھی شاہ میر کی موجودگی میں کپڑے بدلنے پر۔ حالانکہ کمرے میں بہت اندھیرا تھا۔

۔مرہا چپ چاپ کپڑے چینج کرو اگر گیلے کپڑوں کی وجہ سے تمہاری طبیعت خراب ہوئی تو مجھ سے برا کوئی نہ ہو گا۔اب کی بار شاہ میر نے تھوڑا سختی سے کہا تھا۔

۔مگر میر میں آپ کے سامنے کیسے۔۔۔۔میری جان روم میں جتنا اندھیرا ہے تمہیں لگتا ہے کہ میں کوئی ایلین ہوں جو مجھے اندھیرے میں کچھ نظر آرہا ہو گا۔شاہ میر نے اس کی بات بیچ میں کاٹتے ہوئے کہا تھا۔پھر بھی تمہاری تسلی کے لیے میں اپنی آنکھیں بند کر کے اپنی منہ پر ہاتھ رکھ لیتا ہوں۔

۔نہیں آپ اپنا منہ بھی دوسری طرف کر کے رکھنا مرہا نے اپنی سکیورٹی تھوڑی اور بڑھادی تھی۔اور آپ کو قسم ہے جو آپ نے آنکھیں کھولی یا منہ ادھر کیا تو۔۔

۔اوکے بابا تم آرام سے کپڑے چینج کرو،اور یقین رکھو کہ تمہارا شوہر بہت ایماندار پولیس آفیسر ہے بے ایمانی نہیں کریں گا۔

۔شاہ میر کو مرہا کی شرم پر ہنسی آرہی تھی۔میری جان کب تک مجھ سے اتنی شرم کرو گی ایک نا ایک دن تو تمہیں میری پناہوں میں آنا ہی ہو گا بھر اپنی اپنی ہر ایک تڑپ کا گن گن کر حساب لوں گا۔

۔وہ دوسری طرف رخ کیے ہوئے مرہا کے حکم کے مطابق بند آنکھیں کر کے اپنے منہ پر ہاتھ رکھ کر کھڑا ہوا سوچ کر اندھیرے میں مسکرا رہا تھا۔۔۔

آہ آہ آہ آہ آہ۔۔۔مرہا کی بہت اونچی آواز میں چیخ پورے روم میں گونجی تھی۔میر ہار یلیکس کچھ نہیں ہوا شاہ میر نے اونچی آواز میں کہا تھا۔اور رخ بدل کر مرہا کی جانب اندھیرے میں بھاگ کر آیا ۔اس سے پہلے کہ وہ مرہا تک پہنچتا مرہا بھی بھاگ کر اسی کی طرف آرہی تھی۔

۔اندھیرے میں دونوں ایک دوسرے کو دیکھ نہیں پارہے تھے۔دونوں ایک ہی سمت بھاگنے کی وجہ سے ایک دوسرے سے ٹکرائے۔مرہا زور سے شاہ میر کے فولادی سینے کے ساتھ ٹھاہ کر کے ٹکرائی تھی۔

۔مرہا زوردار بجلی کڑکنے سے ڈر گئی تھی اسی گھبراہٹ میں اس کے منہ سے بھیانک چیخیں نکلی تھی۔شاہ میر کو آئیڈیا تھا کہ مرہا ڈر گئی ہے۔اسی لیے وہ مرہا کی جانب بھاگ کر آیا تھا۔



۔میر مجھے ڈر لگ رہا ہے۔۔۔وہ شاہ میر کے سینے سے لگی ہوئی تھی۔اس نے اپنے دونوں ہاتھ شاہ میر کی کمر پر باندھ رکھے تھے۔اس کی دھڑکنیں اتنی تیز تھی کہ جیسے ابھی دل کی دیواریں توڑ کر باہر آجائیں گی۔

۔گاؤں کے کھلے علاقے میں آسمانی بجلی کڑکنے کی آواز اس قدر بھیانک ہوتی تھی کہ گاؤں والے خود بھی اکثر آسمانی بجلی کڑکنے سے ڈر جاتے تھے۔

۔تومرہا کے لیے تو یہ سب کچھ بہت الگ اور نیا تھا اس لیے وہ ضرورت سے کچھ زیادہ ہی ڈر گئی تھی۔ باہر اب بھی بہت تیز بارش ہو رہی تھی اور بار بار آسمانی بجلی کڑکنے کی آوازیں آرہی تھی گاؤں کے کھلے علاقے میں رات کے وقت دور کہیں سے کتوں کی بھونکتی ہوئی آوازیں، رات کو اور بھی بھیانک بنا رہی تھی۔

۔میری جان میں ہوں تمہارے پاس ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔وہ اسے اپنی مضبوط باہوں کے گھیرے میں لیے اپنے تحفظ کا احساس دلاتے ہوئے بولا۔



۔وہ شاہ میر کی کمر میں سختی سے ہاتھ ڈالے ہوئے اس کے سینے میں چہرہ چھپائے ہوئے کانپ رہی تھی۔اسے چپ کرواتے ہوئے شاہ میر کو اب احساس ہوا کہ وہ جب ڈر کے اس جانب بھاگی تو اس کے جسم پر شرٹ موجود نہیں تھی۔وہ اپنی شرٹ اتار چکی تھی، اور اسی دوران بجلی کی کڑکڑاہٹ سے وہ گھبرا کر شاہ میر کی جانب بھاگی تھی۔

۔شاہ میر جب اسے ریلیکس کروانے کے لیے اس کی پیٹھ سہلا رہا تھا اس وقت اس کے ہاتھوں نے اس کی نرم و ملائم کمر کو بے لباس محسوس کیا تھا۔پہلے تو صرف مرہا کا دل زور سے دھڑکتا ہوا پسلیاں توڑ کر باہر آنے کو تھا۔ مگر اب تو شاہ میر کا اپنا دل بھی پسلیاں توڑ کر باہر نکلنے کو بے قرار ہو رہا تھا۔

۔جب مرہا کی تھوڑی سی گھبراہٹ کم ہوئی۔ تو اس سے اپنی غلطی کا احساس ہوا تھا۔اب وہ سوچ کر شرم سے پانی پانی ہو رہی تھی کہ اس سے کیا غلطی ہو گئی ہے۔

۔اب وہ اندھیرے میں شرم سے لال ہوتی ہوئی شاہ میر سے دور ہونے لگی تھی۔ مگر شاہ میر اس کے نرم ملائم جسم کو محسوس کر کے اب اسے خود سے دور کرنے پر آمادہ نہ ہوا۔اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر جھٹکے سے اس سے واپس خود کے قریب کر لیا۔۔۔ مم۔۔م۔۔مم۔۔اس نے تیز دھڑکنوں کے رقص میں اٹکتے ہوئے الفاظوں میں میر کا نام لیا۔



۔میر کی جان اب خود اتنی قریب آکر ایسے موسم میں دور مت جاؤ۔دور جانے سے تو اچھا ہے کہ اپنے ہاتھوں سے میر کی جان لے لو۔

۔میری جان تمہارے میر کا دل اور اس کے منہ زور جذبات اس وقت میر کے بس میں نہیں ہے اور یہ ماحول میری جان تمہاری ایک غلطی نے پیدا کیا ہے۔

۔پلیز اب میرے دسترت میں خوشی سے آجاؤ اس سے زیادہ اپنے میر کی محبت کا امتحان مت لو۔ تم پر پورا حق رکھتے ہوئے پچھلے اٹھ مہینوں سے دوری بنا کر رکھنا میرے لیے کس قدر مشکل تھا یہ میں شاید لفظوں میں کبھی بیان نہ کر سکوں۔

۔اور میں آج بھی یہ لکیر کبھی خود سے کراس نہیں کروں گا جب تک میر کی جان تم اپنی ہاں کا اظہار نہیں کرو گی۔

۔شاہ میر نے گھمبھیر آواز میں اس کے کان کی لو کو اپنے انابی لبوں سے چومتے ہوئے سرگوشی کرتے ہوئے کہا تھا۔

۔اس کی آواز میں اتنی شدت اور محبت تھی کہ مرہا اپنے میر سے دور ہو ہی نہیں پائی تھی۔وہ کیسے بتاتی کہ وہ کب سے اپنے میر کی محبت میں گرفتار ہو چکی تھی۔

۔اور اس محبت کی شدت کا احساس مرہا کو تب ہوا جب شاہ میر نے اسے چھوڑ کر گاؤں آنے کے لیے کہا تھا۔

۔اس نے اسی وقت سوچ لیا تھا کہ وہ بہت جلد ہی شاہ میر کو بتا دے گی کہ صرف شاہ میر ہی اس محبت نہیں کرتا۔بلکہ وہ بھی اپنے میر سے بہت بہت زیادہ کرنے لگی ہے۔

۔مگر آج اپنے میر کو اپنے نازک وجود سونپ کر وہ اپنی محبت کا احساس اسے دلانا چاہتی تھی۔اس لیے چپ چاپ خود کو اس کی دسترت میں دیتے ہوئے اپنا آپ کے حوالے کر دیا۔وہ اس کے سینے میں سر چھپا کر اسی کی بازوؤں میں خود کو محفوظ کر کے کھڑی ہو گئی تھی۔



میر کی جان کیا میں تمہاری ہاں سمجھوں مرہا کو اپنے سینے سے ساقت لگی ہوئی کھڑی دیکھ شاہ میر نے پوچھا۔

شامیر کے انابی لب اندھیرے میں مسکرا رہے تھے۔بے شک مرہا نے منہ سے کوئی جواب نہیں دیا۔مگر اس کے مظبوط کسرتی سینے پر ہاتھ رکھ کر اپنا منہ اس کے سینے میں چھپائے ہوئے اپنی جگہ پر کھڑے رہنے کا مطلب یہی تھا۔

۔تھینک یو سوچ میر کی جان میں ہماری اس رات کو اتنا خوبصورت بناؤں گا کہ جب بھی ہم یاد کریں گے۔تو ہمیشہ یہ رات ہمارے لیے خوشی کا باعث ہو گی ہلکے سے سرگوشی کرتے ہوئے اسے اپنے مظبوط بازوں کے گرفت میں اور بھی کس گیا تھا۔

۔مرہا کے کانپتے ہوئے وجود کو اپنی باہوں میں بھر کر پاس پڑی ہوئی چارپائی پر بڑے آرام سے اس نے لٹا دیا تھا۔چارپائی پر رکھی ہوئی موٹی چادر اٹھا کر اس نے مرہا کے اوپر ڈال دی کیونکہ سردی سے اس کا وجود آہستہ آہستہ کانپ رہا تھا۔



۔شاہ میر اپنی گیلی شرٹ کے بٹن کھولتے ہوئے شرٹ کو زمین پر پھینک چکا تھا۔اس نے اپنے موبائل کی ٹارچ جلا کر روم میں مدھم سی روشنی کر دی۔

۔ٹارچ کی مدھم سی روشنی سے مرہانے چادر کھینچتے ہوئے اپنے چہرے کو ڈھانپ لیا۔شاہ میر کی قربت کا سوچ کر ہی
مرہا کا دل دھک دھک کر رہا تھا۔

۔وہ تو اندھیرے میں ہی شاہ میر کی نظروں کو محسوس کرتی ہوئی شرم سے لال ہو رہی تھی۔اب روشنی میں تو وہ شاہ میر کی نظروں کو ہر گز برداشت کرنے کی حالت میں نہیں تھی۔شاہ میر کی نظروں سے خود کو بچانے کے لیے اس نے چادر کا سہارا لیا۔

۔وہ چادر کا کونا اٹھاتے ہوئے میرہا کے ساتھ لیٹ گیا۔شاہ میر نے مرہا کے گال پر ہاتھ رکھ کر اس کا رخ اپنی طرف کرتے ہوئے اپنا چہرہ اس کے اوپر جھکایا ہوا تھا۔مم۔۔۔میر پلیز لائٹ نہیں لفظوں کو توڑتی ہوئی مدھم آواز میں بولی۔

۔میر کی جان تمہارے چہرے پر اپنی قربت کے رنگ دیکھنے کا پورا حق ہے مجھے۔ پلیز مجھے میرے اس حق سے محروم تم نہیں کر سکتی۔اپنی سخت بیر ڈوالے گال کو نرمی سے اس کی مخملی گالوں سے باری باری رپ کرتے ہوئے بہکی ہوئی آواز میں بولا۔

۔میر پلیز لائٹ بند کر دے مجھے شرم آرہی ہے اپنا سر اس کے سینے میں چھپاتے ہوئے آہستہ سے کہا۔

۔میر کی جان تم پر قربان ہو۔ مگر لائٹ بند نہیں ہو سکتی کیسے اپنی اس خوبصورت رات میں تمہارے چہرے پر اپنی تڑپتی ہوئی قربت کے رنگ نہ دیکھوں۔ یہ ممکن نہیں ہے میری جان۔ پلیز آج کی رات یہ مزاحمتیں کھڑی نہ کرو۔

۔مجھے محسوس کرنے دو اپنی محبت کو اپنی باہوں میں۔ آج کی رات شرم و حیا کے سارے پردے گرا کر خود کو میرے حوالے کر دو۔

۔میری جان تمہیں دیکھنے کا تمہیں چھونے کا تمہیں محبت سے چومنے کا پورا حق ہے میرے پاس۔ آج کی رات مجھے سارے خوبصورت حق دے دو پلیز۔۔۔۔وہ اتنی محبت سے میرہا سے اپنے حق مانگ رہا تھا۔ جن کو زبردستی پانے کا بھی اس کے پاس پورا اختیار تھا۔۔۔

۔میرہا نے اس کی محبت کے آگے گھٹنے ٹیکتے ہوئے آنکھیں بند کر لی وہ آج اپنے میر کو اس کے سارے حق دینا چاہتی تھی۔۔۔وہ حق جس کی اجازت اسے خدا نے دی تھی۔۔

۔جب اس نے سارے حق رکھتے ہوئے کبھی اسکے وجود پر زبردستی حق نہیں جتایا تھا تو آج مرہا نے بھی دل سے خود کو اپنے میر کے حوالے کر دیا۔

اس کے کانوں میں پہنی ہوئی چھوٹی چھوٹی پلین بالیاں کو شاہ میر اپنے لبوں سے کھول رہا تھا اس کے لبوں کی حدت سے مرہا کے پورے بدن میں سنسنی سی دوڑ گئی تھی۔

وہ اپنے ہاتھوں سے بالیاں اتار کر زمین پر پھینک چکا تھا۔وہ اپنے انابی لبوں کو اس کی نازک پنکھڑیوں پر رکھتے ہوئے اپنی قید میں لے گیا تھا۔

۔وہ بڑی شدت سے پنکھڑیوں کو محبت کا احساس دلاتے ہوئے پیچھے ہٹا۔میرب آنکھیں بند کیے ہوئے تیز سانسیں لے رہی تھی۔

۔وہ اس کی بند آنکھیں شرمائے ہوئے چہرے اور تیز سانسوں کو دیکھ کر اناپی لبوں سے مسکراتا ہوا پھر سے اس کی نازک نمی سے بھرپور پنکھڑیوں پر جھک گیا۔

۔اب کی بار شدت پہلے سے کہیں زیادہ تھی نہ جانے کیسی طلب تھی جو اس کے پاس جانے سے اور بھی بڑھتی جا رہی تھی۔

پتہ نہیں کتنی دیر کے بعد اپنی طلب پوری کر کے پیچھے ہٹا اور اس کی نازک سی گردن پر جھک گیا۔اس کی گردن پر اپنے لبوں کے نرم گرم لمس چھوڑتے جا رہا تھا۔



۔لمسوں کی شدت سے مرہا کے منہ سے سسکیاں نکلنے لگی تھی۔کتنی دیر تک وہ اپنی لمس گردن پر ہے لٹاتا رہا تھا۔

۔گردن سے اس کے سلگتے ہوئے لب جب دل والے مقام پر کرر کے تو مرہ کی سسکیاں اور بھی تیز ہونے لگی تھی۔دل والے مقام پر لمس چھوڑتے ہوئے وہ اور بھی بہکتا ہوا بے قابو سا ہو رہا تھا۔

۔اس کے ہاتھوں کے لمس میرہا اپنے پورے وجود پر محسوس کر رہی تھی۔اس کے لمسوں میں اتنی شدت تھی کہ اسے اپنا پورا وجود ٹھنڈ کے موسم میں بھی جلتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔۔

۔وہ اپنی گزری ہوئی تمام راتوں کا بڑی محبت سے حساب کتاب پورا کر رہا تھا۔

۔وہ اپنی محبت کی بارش میرہا کے پورے وجود پر برسا رہا تھا۔وہ اپنی محبت کے معاملے میں حساب کتاب کا بہت پکا تھا۔کہیں پر بھی کوئی کسر نہیں چھوڑ رہا تھا۔۔وہ اپنی ہر تڑپ اور ہر گزری ہوئی رات کا بڑی اچھی طرح سے حساب برابر کر رہا تھا۔



۔کہیں اس کی محبت میں بے حد نرمی آجاتی تھی۔تو کہیں اس کے بے لگام جذباتوں کی سختیاں محسوس کر کے وہ سسک اٹھتی تھی۔۔

۔وہ اس کی محبت کی شدتوں کو بڑی ہمت سے برداشت کرنے کی کوشش کر رہی تھی مگر وہ مضبوط سخت جان اے سی پی شاہ میر ملک تھا۔اس کو سہنا مرہا جیسی نازک سی جان کے لیے اتنا سا نہیں تھا۔

۔وہ تو مدھم سی روشنی میں اس وقت کے دودھ جیسے گورے اور ریشم جیسے مخملی بدن کی رعنائیاں دیکھ کر بہکتا ہی چلا جا رہا تھا۔اس کے وجود سے اٹھتی ہوئی خوشبو اسے مدہوش سا کر رہی تھی۔۔۔

۔اب پورے روم میں دونوں کی تیز سانسوں کی آوازیں آرہی تھی۔میر کی شدتوں سے میرہا کے منہ سے سسکیاں اور تیز ہونے لگی تھی۔

۔شاہ میر بار بار اس کی نازک پنکڑیوں پر اپنے انابی لب رکھ کر اس کی معصوم سسکیاں کو دبا دیتا۔۔۔

۔وہ گزرتی ہوئی رات کے ساتھ اپنی محبت کے سارے حساب اس کے نازک سے وجود سے بڑی محبت کے ساتھ وصول کر رہا تھا۔

۔مگر اس کی شدتوں میں بھی مرہا تحفظ اور محبت کو صاف محسوس کر رہی تھی۔ آج اسے اپنے وجود پر اپنے شوہر کی پاک اور باحفاظت محبت کا کور چڑھتا ہوا محسوس ہوا۔

۔آج وہ خود کو اتنی شدتوں کے بعد بھی بے حد ہلکا پھلکا محسوس کر رہی تھی۔ آج وہ اپنی شوہر کی پاک محبت کو خود پر بچھی ہوئی دیکھ کر اپنے وجود کو اتنے سالوں بعد پاک محسوس کر رہی تھی۔

۔اس کے میر کو اجازت کیا ملی تھی پوری رات شاہ میر نے اپنی محبت سے اسے بے حال کر رکھا تھا۔۔

۔ صبح چار بجے کے قریب جا کر بڑی مشکل سے اس نے میرہا کی جان بخشی تھی۔ مرہا اس کی شدتوں سے اس قدر ٹوٹی ہوئی تھی کہ شاہ میر کی محبت سے جان چھوٹتے ہی۔
کب اس کی آنکھ لگی اسے پتہ ہی نہیں چلا تھا۔اس کی آنکھ تو تب کھلی جب باہر سے آتی ہوئی ہلکی ہلکی روشنی نے اسے خوش آمدید کہا۔

۔ آج وہ اپنے شوہر کی محبت میں پوری طرح سے رنگ چکی تھی۔مرہا نے جب نیند کی خماری سے جاگتے ہوئے آنکھیں کھولی تو خود پر وزن محسوس کرتے ہوئے اپنے اوپر دیکھا۔۔۔ وہ ہلکے سے مسکرائی تھی۔۔۔۔

۔شاہ میر اپنے لمبے چوڑے مضبوط کثرتی جسم کو پوری طرح سے اس کے اوپر براجمان کیے ہوئے لیٹا ہوا تھا۔

۔مرہا نے شرماتے ہوئے ہلکے سے مسکرا کر اپنے میر کے پر سکون اور خوشی سے چمک والے چہرے کو دیکھا تھا۔

۔مرہا کو پتہ تھا کہ اس کے میر چہرے پر یہ خوشی اس کی محبت کو پوری طرح سے پا لینے کی ہے۔

۔بے اختیار میرہا کا ہاتھ میر کے گال پر گیا اس نے بڑی محبت سے شاہ میر کے گال پر ہاتھ پھیرتے ہوئے ہلکے سے لب ہلا کر آئی لو یو کہا تھا۔۔۔,

۔آئی لو یو ٹو میر کی جان شاہ میر نے مسکراتے ہوئے سر اوپر اٹھا کر اس کے آہستہ سے سرگوشی میں بولے گئے آئی لو یو کا جواب دیا۔۔۔

۔میر آپ جاگ رہے تھے مرہا نے شرماتے ہوئے نظریں اور ہاتھ شاہ میر کے اوپر سے ہٹاتے ہوئے کہا۔

۔نہیں میں تو سو رہا تھا مگر میرے کانوں نے میری بیوی کی میٹھی آواز سنی جو صبح صبح مجھے بڑے پیار سے آئی لو یو کہہ کر جگا رہی تھی۔اووووو ماں۔۔۔شاہ میر نے اپنے لب اس کی کال پر رکھ کر بڑے زور سے آواز والی کس کی تھی۔

۔آپ نے خواب دیکھا ہے میں نے تو آئی لو یو نہیں کہا۔مرہا اپنی چوری پکڑے جانے پر شرماتے ہوئے صاف مکر گئی۔

۔اچھا جی۔۔۔سوچ لو پولیس والا ہوں ایک منٹ سے پہلے جھوٹ پکڑ لوں گا اور پکڑے جانے پر سزا بھی دے سکتا ہوں۔

وہ مرہا کے اوپر ہی لیٹا ہوا اس کے چہرے سے ریشمی زلفوں کو ہٹاتے ہوئے اسے پیار بھری دھمکی دے رہا تھا۔

۔مجھے پتہ ہے کہ آپ مجھے کبھی سزا نہیں دے سکتے۔اس نے بڑے مان سے کہا۔

۔اور تمہیں ایسا کیوں لگتا ہے کہ میں سزا نہیں دے سکتا۔

۔کیونکہ مجھے پتہ ہے کہ آپ مجھ سے بہت پیار کرتے ہیں۔

۔ہاں تو پیار کا مطلب یہ تو نہیں ہے کہ میں سزا نہیں دے سکتا۔ مگر یہ الگ بات ہے کہ وہ سزا بھی میرے پیار کا ہی حصہ ہو گی، میری سزا دینے کا سٹائل بھی الگ ہو گا بالکل میری منفرد محبت کے جیسا۔وہ آج مرہا کی محبت کو پوری طرح سے پا کر بہت خوش تھا۔

آج اس نے اپنے سارے حق بڑی محبت اور مرہا کی رضامندی سے حاصل کر لیے تھے۔

اور اپنے جائز حقوق لے کر جو خوشی اس کے اندر تھی وہ اس کے چہرے پر بھی صاف نظر آ رہی تھی۔

۔میر پلیز پیچھے اٹھیں آپ بہت بھاری ہیں میرہا کے اوپر شامیر جو پوری طرح سے پھیل کر لیٹا ہوا تھا مرہا کی سانس سے دب رہی تھی اس کے بھاری بھرکم وجود کے تلے۔اوپر سے شاہ میر کی محبت بھری خماری والی باتیں میرہا کو اور بھی شرم سے لال کر رہی تھی۔

مگر میر کی جان اس وزن کو اب تمہیں ہر رات ۔۔۔اور ہو سکتا ہے کبھی کبھی دن میں بھی برداشت کرنا پڑ جائے۔۔۔

۔کیونکہ بہت تڑپایا ہے تم نے مجھے اپنی محبت اور قربت کے لیے،وہ مسکراتا ہوا اپنے نچلے ہونٹ کو دانتوں تلے کچل کر اس کے اوپر سے ہٹ گیا۔

۔وہ صرف اس کے اوپر سے ہٹا ضرور تھا مگر اپنا مضبوط بازو اس کی کمر میں ڈالے ہوئے اس کو اپنے ساتھ لگا کر لیٹا ہوا تھا۔

۔اوپر سے ایک ہی چار پائی پر دونوں کے لیے جگہ کم تھی اس لیے پہلے شاہ میر مرہا کے اوپر اپنی جگہ بنائے ہوئے تھا۔اور اب مرہا شاہ میر کے ساتھ پوری طرح سے چپکی ہوئی لیٹی تھی۔

۔کچھ تو شاہ میر نے اسے اپنی گرفت میں مضبوطی سے پکڑ رکھا تھا۔اور کچھ چار پائی بھی چھوٹی ہونے کی وجہ سے مرہا کے پاس کوئی بھی راہ فرار نہیں تھی۔

۔میر پلیز مجھے اٹھنے دیں مجھے بھوک لگی ہے۔وہ میر کے بازو کو اپنے اوپر سے ہٹاتی ہوئی اٹھنے لگی۔۔۔

میری جان مجھے بھی بہت زور سے بھوک لگی ہے پہلے مجھے تھوڑی سی بھوک مٹا لینے دو پھر تمہاری بھوک مٹانے کا میں بہت زبردست انتظام کر دوں گا۔

اسے واپس کھینچ کر اپنے اوپر ڈالتے ہوئے اس کے سراپے کو بہت گہری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔اس کے ارادے بالکل بھی اچھے نہیں تھے۔وہ تو کسی اور ہی موڈ میں بول رہا تھا۔اس کی بھوک کھانے سے مٹنے والی تو بالکل بھی نہیں لگ رہی تھی۔

۔مم۔۔میر۔۔پلیز پہلے کھانا شاہ میر کی آنکھوں کے بدلتے ہوئے رنگ دیکھ کر مرہا نے گھبراتے ہوئے کہا وہ زبردستی اٹھنے کی کوشش کر رہی تھی۔



۔ایسے تو نہیں جانے دوں گا۔مجھے اپنی بھوک مٹا لینے دو اس کے بعد تمہاری بھوک کا بہت اچھا انتظام کروں گا۔

۔وہ شرارتی لبوں سے مسکراتا ہوا شوخ لہجے میں بولا۔۔وہ مرہا کے سر کے پیچھے سے ہاتھ رکھ کر دباؤ ڈال کر اسے اپنے چہرے پر جھکا چکا تھا۔اس کے ریشمی بالوں میں خماری سے منہ چھپا رہا تھا۔

۔میر پوری رات آپ نے اپنی بہت بھوک مٹالی ہے اب پلیز میری بات سنیں۔میر کی خراب ہوتی ہوئی ٹون کو دیکھ کر مرہا کی جان نکل رہی تھی۔

۔مگر جان میری بھوک مٹی نہیں ہے نہ مسئلہ تو یہ ہے وہ شرارتی ہوتا ہوا مرہا کی حالت سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔

۔پلیز مجھے سچ میں بہت بھوک لگی ہے شاہ میر نے گزری ہوئی رات مرہا سے اپنی محبت کے ایک ایک منٹ کا حساب بڑی اچھی طرح سے برابر کیا۔

۔اب مرہا میں شاہ میر کی شدتوں کو سہنے کی بالکل بھی ہمت نہیں تھی وہ تقریباً منت کرنے والے انداز میں اسے روک رہی تھی۔

۔شاہ میر کو اس کی چھوٹی سی جان پر ترس آنے لگا تھا وہ جس طرح سے منت کرتے ہوئے بول رہی تھی۔شاہ میر نے اپنے دل پر جبر کرتے ہوئے اپنے بے لگام جذباتوں کو روک کر میر کی جان کی بھوک مٹانے کا انتظام کرنے کا فیصلہ کیا۔

۔اوکے فریش ہو جاؤ۔میں ناشتے کا انتظام کرتا ہوں۔اس نے مسکراتے ہوئے اس کی کمر پر گرفت ڈھیلی کر دی۔

۔اپنی جان چھوٹتے ہی میرہا فوراً سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔۔وہ چارپائی کے پاس پڑی ہوئی اپنی چپلیں پہنتے ہوئے جلدی سے جا کر سامنے پڑی ہوئی کرسی سے اپنی چادر کو اٹھاتے ہوئے خود کو کور کرنے لگی۔

۔کیونکہ اس کے گلے میں شاہ نے میر کی شرٹ تھی۔وہ گہری نظروں سے میرا کے خلیے کو دیکھ کر اپنے انابی لبوں سے مسکرا رہا تھا۔
اس کی نظر شرٹ کے کھلے دو بٹنوں پر تھی اس سے پہلے کہ اس کی نظر اس کی خوبصورت سراپے پر جاتی مرہا خود کو چادر میں کور کر چکی تھی۔وہ جھٹکے سے چارپائی سے اٹھ کر مسکراتا ہوا اس کی جانب چلتا ہوا آیا۔

میری جان اب تو شرم کے سب پردے گر چکے ہیں اب خود کو یوں چھپا کر کیوں مجھے اور بہکا رہی ہو۔اس کی پشت پر سینہ لگا کر گال کو چومتے ہوئے اس کے حیا کے رنگوں سے لال چہرے کو بڑے غور سے دیکھتے ہوئے مسکرایا۔ چلو جلدی سے فریش ہو جاؤ بلکہ مجھے ہی ہینڈ پمپ چلانا پڑے گا۔تو میں ہینڈ پمپ اپنی شرطیں تم پر لاگوں کرتے ہوئے ہی چلاؤں گا۔

۔اور میری شرط یہ ہے کہ ہینڈ پمپ چلانے والے خدمت گزار بندے کو آپ اپنی خوبصورتی سے محروم نہیں رکھیں گی۔ می۔۔۔۔۔۔ر۔۔۔پلیز تنگ مت کریں

شاہ میر کی باتوں سے لال ہوتی ہوئی مرہانے چیخ کر اسے دروازے سے باہر کی جانب دھکیل دیا۔۔ہاہاہا

۔وہ قہقہہ لگا ہنستا ہوا ہینڈ پمپ سے واش روم میں پانی کا انتظام کرنے چلا گیا تھا۔



میر آپ کتنے بے شرم ہیں میرہا شرماتے ہوئے روم کا دروازہ بند کر کے اپنے کپڑے چینج کر رہی تھی۔

میرہا نے دماغ میں سوچا۔۔

○○○○○○○○○

پیاس کی شدت سے میرب کی آنکھ

فجر کی اذان پر خود بخود ہی کھل گئی۔۔

میرب نیند کی خماری میں آنکھیں ملتی ہوئی بیڈ پر اٹھ کر بیٹھ گئی۔
بے اختیار اس کی نظر شاہ کی جگہ پر گئی جو خالی تھی۔
اس کی نظر جلدی سے سامنے لگی ہوئی گھڑی پر گئی۔جو اس وقت صبح کے چار بجا رہی تھی۔۔۔۔

۔مطلب میں اتنی گہری نیند میں سو رہی تھی کہ مجھے شاہ کے جانے کا پتہ ہی نہیں چلا۔میرب کا چہرہ ایک دم سے مرجھا گیا۔

میرب نے شاہ سے بات کرنے کے لیے جلدی سے سائیڈ ٹیبل سے فون اٹھایا تو
اس کی نظر فون کے نیچے پڑے ہوئے پیپر پر گئی۔
اس نے فون چھوڑ کر پیپر اٹھالیا جس پر شاہ کی تحریر تھی۔
السلام علیکم جان شاہ!!
مجھے پتہ تھا میری جان اٹھتے ہی سب سے پہلے مجھ سے بات کرنے کے لیے فون اٹھائے گی۔مگر میں اس وقت فلائٹ پر ہوں تو میں فون نہیں اٹھا پاؤں گا تو جان شاہ تم نے پریشان نہیں ہونا۔

اور سٹریس تو بالکل نہیں لینا۔اپنا اور ہمارے بی بی کا بہت زیادہ خیال رکھنا ہے۔یہ تمہارے شاہ کا حکم ہے۔

میں نے تمہارے لیے ایک ویڈیو ریکارڈ کی ہے تمہارے فون میں سیو ہے۔اس کو دیکھ لینا کیونکہ تمہارے لیے یہ دو تین گھنٹے بہت مشکل ہوں گے تو تم میری ویڈیو دیکھ کے تم اور بے بی مجھے اپنے پاس ہی محسوس کرنا۔

۔اور اپنے دل کے سکون کے لیے میں تمہارے سوئی ہوئی کی ویڈیو بنا کر لے آیا ہوں جسے دیکھ کر میں اپنے دل کو سکون دوں گا۔اور جیسے ہی پلین لینڈ ہو گا میں تم سے ہی بات کروں گا۔

اور اٹھتے ہی تم نے اورنج جوس پینا ہے اور اچھے سے ناشتہ بھی کرنا ہے اور میڈیسن لے کر اپنے روم میں ہی اچھے سے آرام کرنا ہے۔

اور مہک سے تو بہت زیادہ دور رہنا ہے۔

(I love your)جان شاہ (

میرب پڑھ کر بہت خوش ہو گئی۔شاہ کی فکر اور محبت بھری باتوں سے اس کے دل نے ایک زور کی بیٹ مس کی تھی۔اس نے جلدی سے سائیڈ ٹیبل پر رکھا ہوا اپنا اٹھا کر شاہ کی ویڈیو اوپن کی۔

۔ہاں جی میرا چہرہ دیکھ کر میری جان کے چہرے پر سمائل آگئی ہے۔ویڈیو شروع ہی شاہ کی اس بات سے ہوئی تھی اور سچ میں شاہ کا چہرہ دیکھتے ہی میرب کا چہرہ کھل اٹھا تھا۔اب تم یہ سوچ رہی ہو گی کہ مجھے کیسے پتہ کہ تمہارے چہرے پر سمائل آگئی ہے؟

۔سچ میں میرب یہی تو سوچ رہی تھی۔

تو میری جان مجھے اپنی جان شاہ کے دل کی ہر بات کا پتہ ہے۔

جیسے میرا میری جان کو دیکھ کر خوش ہو جاتا ہے اور میرے لبوں کی سمائل کی وجہ تم ہو۔

اسی طرح میری جان کے دل میں بھی صرف میں ہوں اس کے لبوں پہ ہنسی کی وجہ بھی اس کا شاہ ہے۔۔آئی لو یو اپنا خیال رکھنا بہت جلد تم سے کال پر بات کرتا ہوں۔۔۔۔

شاہ کی ویڈیو کو میرب نے پتہ نہیں کتنی بار دیکھا تھا۔اپنے لب سکرین پر کر سکرین پر لگی ہوئی شاہ کی پکچر کو بڑی شدت سے چوم لیا۔

شاہ آپ کتنے خوبصورت ہیں۔ آپ میری جان ہیں۔ آپ کو نہیں پتہ کہ میں خود کو کتنی خوش قسمت سمجھتی ہوں کہ اللہ تعالی نے آپ کو میرے نصیب میں لکھا ہے۔

اور آپ کی محبت بھی صرف اور صرف میری ہے شاہ تصویر میں بے حد خوبصورت نظر آرہا تھا۔ وائٹ کلر کا کرتا شلوار پہنے ہوئے کھڑا گلے میں بلیک کلر کا سٹالر ڈالا ہوا تھا۔ کھلے ہوئے دو تین بٹنوں سے نظر آتی ہوئی اس کی کسرتی چھاتی خوبصورت ہونے کے ساتھ شاہ کے پکچر سیکسی بھی لگ رہی تھی۔

۔شاہ پکچر میں بہت ڈیشنگ نظر آرہا تھا۔

اس خوبصورت مغرور چہرے پر ہلکی سی سمائل قیامت ڈھا رہی تھی۔۔۔ پکچر میں وہ اتنا خوبصورت نظر آرہا تھا کہ کوئی بھی دیکھتا تو اس کی نظر اش اش کر اٹھتی۔



۔جیسے اس کی دیوانی میرب اس وقت شاہ کی پکچر کو اپنے سینے سے لگائے ہوئے آنکھیں بند کر کے اپنے شاہ کو اپنے پاس فیل کر رہے تھے۔۔۔۔

oooooooooo

۔فریش ہو کر مرہا روم میں چلی گئی۔اور شاہ میر باہر صحن میں کھڑا ہوا بارش کے بعد نکلے سورج سے نکھرے نکھرے دن کی دھوپ میں خود کو کافی فریش محسوس کر رہا تھا۔اگر مجھے پتہ ہوتا کہ یہ گاؤں مجھے اتنا راس آئے گا تو سچ میں میں عاسم والا کیس چھوڑ کر پہلے ہی مرہا کو لے کر یہاں آجاتا۔

۔میں نے تو کبھی سوچا ہی نہیں تھا کہ گاؤں میں آتے ہی مجھے اتنا بڑا سرپرائز ملے گا وہ اپنی گزری ہوئی خوبصورت رات کو سوچ کر مسکرا رہا تھا۔۔۔۔

۔وہ اپنے حوالدار کا نمبر ملا رہا تھا تا کہ وہ مرہا اور اپنے لیے ناشتہ منگوا سکے۔اسے احساس تھا کہ وہ مرہا کی نازک سی جان کو وہ بہت ہلکان کر چکا ہے۔

۔اور اب اسے انرجی کے لیے کھانے میں کی سچ میں بہت ضرورت ہے۔۔۔۔

اس سے پہلے کے حوالدار شاہ میر کا فون اٹھاتا گھر کے باہر والے دروازے کی کنڈی کھٹکنے لگی۔شاہ میر نے فون کال کاٹتے ہوئے دروازے کی جانب میں قدم بڑھائے۔۔۔

۔شاہ میر نے دروازہ کھولا تو سامنے

گاؤں کی کچھ عورتیں ناشتہ لے کر آئی تھی۔انہوں نے بڑے ادب سے شاہ میر کو سلام کہا۔شاہ میر نے بھی بڑے اخلاق سے وعلیکم اسلام کہا تھا۔

۔صاحب جی ہم آپ اور آپ کی بیوی کے لیے ناشتہ لے کر آئے ہیں۔

۔ایک عورت نے ٹوٹی پھوٹی سی اردو میں کہا۔گاؤں میں پڑی لکھی عورتیں بہت کم تھی اس لیے لوگوں کو اردو بولنے کا زیادہ شعور نہیں تھا۔مگر ان کے خلوص اور محبت میں کوئی کمی نہیں تھی۔

۔آپ نے کیوں زحمت کی پلیز ہم لوگ کھانا ارینج کر لیتے شاہ میر کو یوں گاؤں کے لوگوں سے اپنی خدمت کروانا مناسب نہیں لگ رہا تھا۔

۔نہیں سر آپ اتنی دور سے اپنی بیوی کو لے کر ہماری حفاظت کے لیے آئے ہیں تو ہمیں اپنی خدمت کا اتنا موقع تو دے کے ہم آپ کے لیے کھانا بنا کر لا سکے۔

۔آپ لوگوں کی حفاظت کرنا میرا فرض ہے میں آپ پر کسی بھی طرح کا احسان نہیں کر رہا ہوں۔

۔سر جی آپ کی بیوی اور آپ ہمارے گاؤں میں مہمان ہیں ہمیں اپنی مہمان نوازی کرنے دے ہمیں بہت اچھا لگے گا۔میں آپ کی مہمان نوازی کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں مگر ہم یہاں پر مہمان نہیں بن کر رہنا چاہتے بلکہ اس گاؤں کو ہم اپنا گھر ہی سمجھیں گے جب تک میر اٹرانسفر یہاں پر ہے۔

۔آپ بی بی جی سے کہہ دیں کہ ہم گھر کی صاف صفائی بھی کر دیا کریں ان کو کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔یہ اسی عورت نے کہا تھا جو شاید تھوڑی پڑھی لکھی تھی۔جو آتے ہی ناشتے کے لیے بھی بولی تھی۔ اس کی اردو کچھ بہتر لگ رہی تھی۔۔

۔ٹھیک ہے جی جب آپ انسسٹ کر رہے ہیں تو لایئے آج دے دیجئے ناشتہ اور بہت بہت شکریہ آپ سب لوگوں کی محبت کا۔ مگر پلیز آپ لوگ یہ تکلف روز مت کیا کرنا میں انشاءاللہ گھر میں ہی کھانے کا پورا انتظام کر دوں گا میری وائف خود بنالیا کریں گی۔۔۔ویسے آپ چاہیں تو اپنی بی بی سے روز آ کر مل سکتی ہیں تا کہ وہ گھر میں اکیلی بور نہ ہو۔۔۔

جی یہ تو ہماری خوش قسمتی ہو گی اگر ہمیں آپ کی بیوی کے پاس بیٹھنے کا اور باتیں کرنے کا موقع ملے۔۔۔

۔ایک عورت نے جواب دیا مگر باقی سب کے خوشی والے چہرے دیکھ کر پتہ چل رہا تھا کہ وہ سب اے سی پی صاحب کی بیوی سے ملنے کے لیے کافی پر جوش ہیں۔

۔شاہ میر نے ان کا شکریہ ادا کر کے ناشتہ لے لیا۔وہ عورتیں سلام کہتے ہوئے جا چکی تھی۔

شاہ میر کنڈی لگا کر اندر آیا تو میرہا سامنے کھڑی ہوئی مرر میں دیکھ کر اپنے بالوں میں کنگھی کر رہی تھی۔

اس کے خوبصورت ریشمی بال کمر سے نیچے تک جھول رہے تھے۔

۔شاہ میر نے کھانے والی ڈش اور چائے والا تھرمس ٹیبل پر رکھ دیا۔

آپ اتنی جلدی کھانا لے کر آ گئے ہے۔مرہا نے جلدی سے کنگی چھوڑ کر ناشتے کی خوشبو سونگتے ہوئے شاہ میر کے پاس آ کر کہا۔



۔جی ہاں میں کوئی تمہارے جیسا ہوں جو اپنی بیوی کو بھوک سے تڑپاؤں گا۔اس نے اپنے دونوں ہاتھ اس کے کاندھے پر رکھتے ہوئے کہا۔۔۔

۔میر آپ کو پتہ ہے آپ کا پیٹ نہیں بھر سکتا۔اس لیے پلیز مجھے ناشتہ کرنے دے شاہ میر کے ہاتھ اپنے کاندھوں سے ہٹاتے ہوئے وہ مسکرا کر باہر جانے لگی۔

۔تم پہلے اپنا ناشتہ ختم کرو پھر بتاتا ہوں تمہیں کہ میرا پیٹ تمہاری محبت سے ایک ہی رات میں کیسے بھر سکتا ہے اتنے مہینے تڑپانے کے بعد تم ایک رات میں حساب برابر کرنا چاہتی ہو میری چالاک بیوی۔

۔وہ بھی مسکراتا ہوا اس کے پیچھے پیچھے آتا ہوا کہہ رہا تھا۔وہ شرماتے ہوئے اس کے آگے چل رہی تھی بنا جواب دیے۔۔۔

۔دونوں نے ناشتے کے لئے ہینڈ پمپ سے اپنے ہاتھ دھو رہے تھے۔شاہ میر کی گہری مسکراتی ہوئی نظریں ہینڈ پمپ پر ہاتھ دھوتے ہوئے میرہا سے ہٹ نہیں رہی تھی۔

۔روم کے اندر واپس آکر دونو اپنے ہاتھ ٹاول سے ہاتھ خشک کر رہے تھے۔وہ دونوں پرانے ڈیزائن کی کرسیوں پر آکر بیٹھ گئے تھے۔

۔سامنے رکھی ہوئی ٹیبل پر ناشتے والی ڈش سے شامیر نے کپڑا ہٹایا تو اندر گرما گرم پراٹھے اور آملیٹ بنا ہوا تھا۔

اور ساتھ میں بسکٹ اور تھرمس میں گرما گرم خالص دودھ کی چائے تھی۔

۔دونوں کو اس وقت بہت بھوک لگی ہوئی تھی اس لیے اتنا ہیوی ناشتہ دیکھ کر دونوں نے ایک دوسرے کی شکلیں دیکھی۔کیونکہ ان کی ڈائٹ کے حساب سے یہ ناشتہ بہت ہیوی تھا۔

۔میر صبح صبح پراٹھے مرہانے منہ بناتے ہوئے کہا کیونکہ اس کو پراٹھے وغیرہ کھانے کا بالکل ایکسپیریئنس نہیں تھا۔



۔میری جان میں نہیں لے کر آیا گاؤں کی کچھ عورتیں ہمارے لیے بہت خلوص سے بنا کر لائی تھی۔تو میں منع نہیں کر سکا آج کھالو۔شام تک میں گھر پر ہی سلنڈر اور کچن کے سارے سامان کا انتظام کر دوں گا۔

تمہیں کھانا بنانا آتا ہے شاہ میر نے نوالہ بنا کر اس کے منہ میں ڈالتے ہوئے پوچھا۔۔

۔ہاں کچھ بیسک سے کھانے بنانے آتے ہیں جو امی جان نے مجھے سکھائے تھے مگر مجھے روٹی بالکل نہیں بنانی آتی۔

۔کیونکہ امی جان مجھے جب بھی روٹی بنانی سکھاتی تھی مجھ سے کبھی بھی گول روٹی نہیں بنتی تھی مرہا نے بڑے افسوس سے کہا۔

۔تم جیسی بھی بناؤ گی تمہارا میر بہت خوشی سے کھا لیا کرے گا، اگر تمہیں پکانے میں پرابلم نہ ہو تو، ورنہ تو میں روٹیاں بازار سے ارینج کر لیا کروں گا اگر تم ایزی ہو کر کھانا بنا سکتی ہو تو ٹھیک ہے نہیں تو تھوڑی بہت ککنگ تو مجھے بھی آتی ہے۔سالن میں بنا لیا کروں گا اور روٹیاں ہم بازار سے لے لیں گے۔شاہ میر نے کسی بھی طرح کا میرہا پر دباؤ نہیں ڈالا تھا۔



۔نہیں میر میں اتنی بھی پھوہڑ نہیں ہوں۔مجھے امی جان نے بیسک کھانے بنانے سکھائے ہیں اور باقی کے میں یوٹیوب سے دیکھ کر سیکھ لوں گی۔میں آپ کے لیے کھانا بنانا ضرور سیکھوں گی اور مجھے بہت خوشی ہو گی اگر میں آپ کے لیے کھانا اپنے ہاتھوں سے بناؤں گی۔

۔بس کبھی کھانا صحیح نہیں بنے تو آپ مجھے ڈانٹیے گا مت وہ شاہ میر کے ہاتھ سے نوالے کھاتے ہوئے ہنستے ہوئے بولی۔

ہو ہی نہیں سکتا کہ بھی تمہیں کھانے کے لیے ڈانٹوں تم جیسا بھی کھانا بناؤ گی میرے لیے وہ ولڈ کا سب سے بیسٹ کھانا ہو گا۔
اس لیے تم بے فکر ہو کر روز روٹیاں سالن جلا کے پکانا میں کھالیا کروں گا شاہ میر ہلکا سا قہقہہ لگا کر ہنستے ہوئے بولا۔

۔جی نہیں میں اچھا کھانا بنانے کی پوری کوشش کروں گی آپ میرا مذاق مت اڑائیں۔ دونوں ہنستے ہوئے باتیں کرتے کرتے ناشتہ کر رہے تھے۔

○○○○○○○○○

چچی جان میرب ناشتہ کرنے کے لیے ٹیبل پر کیوں نہیں آئی۔ آج اس کا میاں گھر نہیں ہے تو کیا وہ بھی ناشتہ کرنے کے لیے روم سے نہیں نکلے گی۔

۔مہک کو صبح اٹھ کر یہ پتہ چلا تھا کہ رومان شاہ دو تین دن کے لیے ترکی گیا ہے۔سب لوگ بیٹھے ہیں آرام سے ناشتہ کر رہے تھے مگر وہ جیلس بلی میرب کو ڈھونڈ رہی تھی۔

۔کیونکہ رومان شاہ کے ہوتے ہوئے تو وہ میرب سے بات تک نہیں کر سکتی تھی اسے تنگ کرنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

۔رومان شاہ کے غیر موجودگی میں اسے ایک زبردست موقع ملا تھا جو وہ ضائع نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اسے میرب کو ٹارچر کر کے اپنے جلتے ہوئے دل کو سکون پہنچانا تھا۔

۔مہک بیٹا تم میرب کی فکر نہ کرو وہ روم میں رہے یا روم کے باہر یہ اس کا اپنا گھر ہے۔آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔

۔میرب کی ساس نے بڑے اچھے الفاظوں میں مہک کو میرب سے دور رہنے اور اس کی زندگی میں مداخلت کرنے سے منع کیا۔

۔چچی جان آپ مجھے غلط سمجھ رہی ہیں

میں تو صرف اس کی فکر کر رہی تھی کیونکہ رومان گھر پہ نہیں ہے تو کہیں وہ بور نہ ہو جائے،

۔میں نے سوچا کہ چلو میں اس کو کمپنی دینے کے لیے کچھ دیر اس کے پاس بیٹھ جاتی ہوں۔ زہر سے بھری ہوئی مہک نے میٹھے لہجے سے کہا۔۔۔

۔نہیں بیٹا وہ بہت بالکل بور نہیں ہو گی۔ کیونکہ رومان اسے بور ہونے ہی نہیں دے گا جیسے ہی وہ ایئرپورٹ پر لینڈ کرے گا تو وہ میرب کو فون کر لے گا۔

۔اور جب تک وہ وہاں پر رہے گا وہ مسلسل میرب کو اپنی کمپنی وقتاً وقتاً دیتا رہے گا۔ویسے بھی میرب کو اس وقت آرام کی ضرورت ہے تو رومان نے خود ہی اسے کہا ہے کہ وہ روم میں آرام کرے۔

۔رومان شاہ نے رات کو اپنی ماں کو بھی یہ تاکید کر دی تھی کہ میرب کو مہک سے دور ہی رکھا جائے۔اس لیے وہ ہر بات کا دوٹوک جواب دے رہی تھی۔

۔مگر چچی جان وہ ناشتے کے لیے تو ٹیبل پر آئے گی نا۔مہک کو کہیں چین نہیں آرہا تھا کہ وہ کس طرح میرب تک رسائی حاصل کرے۔۔

۔میں نے اس کا ناشتہ روم میں بھجوادیا ہے باقی اسے کوئی ضرورت ہو گی تو میں ہوں میں دیکھ لوں گی۔
مہک کی چچی اچھے لہجے سے اس کی بعزتی کر کے اسے میرب سے دور رہنے کا ہی کہہ رہی تھی۔۔۔

۔مہک شاید ابھی کچھ اور بولتی مگر اپنی ماں کی آنکھ کی گھوری ڈالنے پر چپ ہو کر ناشتہ کرنے لگی۔ مگر اب بھی اس کے شیطانی دماغ میں کچھ نہ کچھ تو ضرور چل رہا تھا۔

ooooooooo

۔میرب کب سے شاہ کے فون کا انتظار کر رہی تھی۔۔۔وہ اپنے شاہ سے بات نہ ہونے پر بہت بے چین ہو رہی تھی۔

۔وہ شاہ کو سوچتے ہوئے آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر لیٹی ہوئی جب اس کے کان میں موبائل کی رنگ ٹون سنائی تھی۔

۔اس نے جلدی سے ہاتھ بڑھا کر پاس پڑا ہوا موبائل اٹھایا فون سکرین پر شاہ کا نام اور اس کی خوبصورت پک جگمگا رہی تھی۔

میرب کی آنکھوں میں ایک چمک آگئی،اس کے لب مسکرا رہے تھے۔

۔کچھ دیر پہلے مرجھائے ہوئے چہرے پر اب خوشی سے اسکے گال بلش کرنے لگے تھے مانو جیسے شاہ اس کے سامنے آکر بیٹھ گیا۔

۔اسلام علیکم میری جان میرے دل کی دھڑکن مائی لو کیسی ہو ویڈیو کال اٹھاتے ہی شاہ نے ایک ساتھ میرب کی تعریف میں سارے الفاظ کہے۔

۔میں ٹھیک ہوں آپ ٹھیک سے پہنچ گئے کھکھلاتے چہرے سے مسکرا کر وہ صرف اتنا ہی بولی۔

۔جی میری جان میں بالکل ٹھیک سے پہنچ گیا ہوں اور امی جان سے بات کرنے کے بعد سب سے پہلا فون وعدے کے مطابق میں نے اپنی جان کو ہی کیا ہے۔ ابھی تم دیکھ سکتی ہو کہ میں ایئرپورٹ پر ہی کھڑا ہوں۔

شاہ آپ جلدی سے اپنا کام ختم کر کے واپس آجائیں مجھے کچھ بھی اچھا نہیں لگ رہا۔شاہ کو سامنے دیکھ کر میرب کے دل نے اور بھی سر کشی شروع کر دی۔اور دل کے ہاتھوں مجبور میرب نے شاہ کو بڑی تڑپ سے یہ کہا۔

۔میری جان میں جلد از جلد کام ختم کر کے تمہارے پاس آجاؤں گا ابھی تو میں نے لینڈ کیا ہے،اور میری جان مجھے واپس آنے کا بھی بولنا بھی شروع ہو گئی ہے وہ اپنے آتشی لبوں سے بڑے دلکش انداز سے مسکرا کر بولا۔

۔وہ اتنی دلکشی انداز میں مسکرا رہا تھا کہ پاس سے گزرتی ہوئی دو تر کش لڑکیوں نے بڑی گہری نظروں سے شاہ کی جانب دیکھا اور وہ مسکراتے ہوئے گزر گئی۔



۔وہ بیچاری بھی کیا کرتی وہ ظالم بلیک کلر کے تھری پیس میں بلیک ہی شرٹ پہنیں بے حد خوبصورت مغرور شہزادہ لگ رہا تھا اس کا چھ فٹ کو ٹچ کرتا ہوا قد اور گوری رنگت کسرتی سینا لڑکیوں کی توجہ کا مرکز تھا۔

۔اوپر سے میرب سے بات کرتے ہوئے اس کے چہرے پر جو سمائل تھی وہ کسی بھی لڑکی کو مارنے کے لیے کافی تھی۔

شاہ آپ چل کر گاڑی میں بیٹھے میرب کا لہجہ اور تیور ایک دم سے بدل گئے۔کیونکہ وہ پاس سے گزرتی ہوئی لڑکیوں کی نظر شاہ کی جانب دیکھ چکی تھی اور اسے ہر گز گوارا نہیں تھا کہ اس کے شاہ کو کوئی اور دیکھے اور مسکرائے۔۔۔

۔خیریت جان شاہ مسکراتے ہوئے خوبصورت چہرے پر ایک دم سے کالے بادل کیوں چھا گئے ہیں۔ شاہ نے میرب کے بدلتے ہوئے چہرے کے زاویے دیکھ کر سوال کیا۔
کیونکہ یہاں سے گزرتی ہوئی لڑکیاں آپ کو دیکھ کر گھور رہی ہیں اور وہ آپ کو نظر لگا دیں گے آپ چل کر گاڑی میں بیٹھے۔

میری جان تم پریشان مت ہو میں آج ہی اپنے لیے عبایا خرید لوں گا اور کل سے تمہیں میں نقاب میں نظر آیا کروں گا۔ لڑکیوں کی کیا جرات کے وہ تمہارے شاہ کو نظر لگائیں۔ میرب کے خراب موڈ کو صحیح کرنے کے لیے شاہ نے جوک مارا۔

۔ویری فنی شاہ جب آپ کو مذاق کرنا نہیں آتا تو مت کیا کریں آپ چل کر گاڑی میں بیٹھیں وہ شاہ کو گاڑی میں بٹھا چکی تھی اور اب اپنے سر پہ دوپٹہ لے کر آیت الکرسی تین بار پڑھ کر اپنے شاہ پر دم کرنے کے لیے تصویر پر پھونیں مار رہی تھی۔۔۔

۔اپنی بیوی کی فکر دیکھ کر شاہ اپنے لبوں پر دو انگلیاں رکھے ہوئے فون سکرین پر دم کرتی ہوئی بزرگ اماں کو دیکھ مسکرا رہا تھا۔

۔شاہ اب آپ اپنے ہوٹل پہنچیں میں امی جان سے کہتی ہوں کہ وہ آپ پر دعائیں پڑھ کر پھونکیں تاکہ اللہ تعالی آپ کو لڑکیوں اور حاسدوں کی نظروں سے بچا کر رکھے۔



۔شاباش میرے آنے تک تم دونوں ساس اور بہو نے یہی کام کرنا مسکراتے ہوئے کہہ کر فون بند کر چکا تھا۔۔

○○○○○○○○

رومان شاہ استنبول کے ایک مشہور ہوٹل میں رکا تھا جہاں پر زیادہ تر مشہور بزنس مین میٹنگز کے لیے آتے تھے۔ جس کا نام

"Çırağan Palace Kempinski" استنبول کا شاندار ہوٹل اور ذائقہ غذائی کا جنت

استنبول کا Çırağan Palace Kempinski ہوٹل فخر اور شانداری کا پیشوا ہے، جہاں سے آپ بزنس میٹنگز کے دوران ہر جوان پہلوانی محسوس کریں گے۔

۔ یہاں آپ کو لاکھوں سال پرانی تاریخ ہوا محسوس ہوتا ہے۔ جبکہ میٹنگ کے دوران آپ کا مزیدار خوراک او خصوصیات کی دیکھ بھال کا خیال رکھا جاتا ہے۔۔

بزنس میٹنگز ہوٹل بزنس میٹنگز کے لئے مکمل فیسلیٹیز فراہم کرتا ہے، جس میں میٹنگ روم ویڈیو کانفرنس کی سہولتیں اور بزنس ایکسیکیوٹو کلب شامل ہیں۔

ہوٹل، استنبول میں بزنس اور ذائقہ غذائی کے دونوں میں شاندار تجربے کا یقینی مکمل ہے۔۔۔۔

۔اور رومان شاہ جب بھی ترکی آتا تھا تو زیادہ تر وہ اپنی میٹنگ اسی ہوٹل میں کرتا یہاں پر اس کا ایک میٹنگ اپارٹمنٹ ہمیشہ بک ہی رہتا تھا۔۔اس لیے اسے یہاں آکر کوئی دشواری نہیں پیش آتی۔۔۔

۔وہ ابھی ہوٹل میں آکر چیک آؤٹ ہوا تھا کہ شاہ زیب کی کال آرہی تھی۔
سلام دعا کے بعد شاہ زیب نے رات کے فنکشن کے لیے رومان شاہ کی امی اور میرب بھابھی کو خاص انوائیٹ کرتے ہوئے آنے کا کہا۔۔۔

۔شاہ زیب امی جان تو آجائیں گی مگر میرب کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے اور میں یہاں پر اس کے ساتھ بھی نہیں ہوں تو وہ کمفرٹیبل فیل نہیں کرے گی۔رومان شاہ میرب کو بھیجنے میں انٹرسٹنگ نہیں تھا۔

۔رومان یار یہ تو کوئی بات نہ ہوئی ایک تو تم خود میری منگنی میں شامل نہیں ہو رہے اور اب تم بھابھی کو آنے سے بھی منع کر رہے ہو شاہ زیب کو برا لگا رومان شاہ کا ایکسکیوز دینا۔۔۔

۔شاہ زیب میں تمہاری بھابھی کو منع نہیں کر رہا مگر یار اس کی کنڈیشن ایسی نہیں ہے وہ بہت جلدی گھبرا جاتی ہے شور شرابے سے میں تو صرف اس لیے بول رہا ہوں۔اور میرا یہاں آنا بہت ضروری تھا کیونکہ معاملات کافی خراب ہو رہے تھے آخر رومان شاہ اپنے بیسٹ فرینڈ کو ناراض بھی نہیں کر سکتا تھا۔

۔ہر خوشی ہر غم میں شاہ زیب اور احمر اس کے ساتھ کھڑے رہے تھے تو رومان شاہ ان کی خوشیوں میں پیچھے کیسے ہٹ سکتا تھا۔

۔ہم بھابھی کا پورا خیال رکھیں گے جب مجھے لگے گا کہ بھابھی کمفرٹیبل نہیں ہے میں فوراً سے بھابھی کو گھر بھجوا دوں گا۔



۔مگر تمہاری غیر موجودگی میں پلیز یار بھابھی کو تو بھیج دو کیونکہ میری امی جان سے بات ہوئی تھی تو انہوں نے بھی بھابھی کو لانے سے منع کیا اس لیے تو میں نے تمہیں کال کی ہے۔۔

۔شاہ زیب اس پہلے رومان شاہ کی ماں سے بات کر چکا تھا اور انہوں نے میرب کو لانے سے انکار کر دیا۔ کیونکہ وہ اپنے بیٹے کے پوزیسو پن سے اچھی طرح سے واقف تھی۔۔

۔اوکے یار ٹھیک ہے مگر پلیز اب اپنی بھابی کا پورا خیال رکھنا جب وہ انکمفرٹیبل فیل کریں تو پلیز انسسٹ مت کرنا اور اسے فورن گھر واپس بھجوا دینا۔

۔رومان شاہ نے شاہ زیب کا دل رکھتے ہوئے حامی تو بھر لی تھی مگر پتہ نہیں رومان شاہ کا دل کیوں اندر سے بہت گھبرا رہا تھا۔ میرب کو یوں اپنے بغیر اکیلے بھیجتے ہوئے۔

۔حالانکہ بظاہر اسے کچھ بھی غلط محسوس نہیں ہو رہا تھا کیونکہ ساتھ میں امی جان تھی اور اسے پتہ تھا کہ شاہ زیب اور اس کے گھر والے میرب کی صحت کے لحاظ سے اسے بہترین ماحول فراہم کریں گے مگر رومان شاہ اپنے اندر کی گھبراہٹ کو سمجھ نہیں پا رہا تھا۔۔۔

○○○○○○○○

۔ڈاکٹر ہما کی خوشی کا آج کوئی ٹھکانہ نہیں تھا اس نے تو امید ہی چھوڑ دی تھی کہ اسے شاہ زیب ملے گا

۔مگر اس کی سچی محبت نے آخر شاہ زیب کا دل اس کے لیے نرم کر دیا۔

۔ڈاکٹر ہما پارلر سے تیار ہو کر اپنی امی ابو اور دونوں چھوٹی سسٹرز کے ساتھ حال میں جا رہی تھی جہاں پر منگنی کا فنکشن ارینج کیا گیا تھا۔

۔وہ تیار ہو کر بے حد خوبصورت لگ رہی تھی اس نے سلور کلر کی لونگ میکسی پہنی ہوئی، جس پر بہت ہی نفیس موتیوں اور کورے کا کام کیا ہوا تھا۔ڈاکٹر ہونے کی وجہ سے وہ میک اپ میں کم ہی نظر آتی تھی۔

۔اس لیے آج پارلر سے تیار ہو کر فل میک اپ میں وہ بے حد حسین لگ رہی تھی۔۔۔

oooooooooo

۔میرب تم شاہ زیب کی انگیجمنٹ کے ریسپشن میں امی جان کے ساتھ چلی جاؤ رومان شاہ نے میرب کو فون کیا تھا۔

۔شاہ مجھے نہیں جانا آپ کے بنا، اور میری طبیعت بھی ٹھیک نہیں ہے مجھے کھانوں کے سمیل سے قہہ آتی ہے۔

میرب نے ویڈیو کال پر شکل بگاڑتے ہوئے کہا۔۔۔

۔ہاہاہا۔۔میری جان شکل تو سیدھی کر کے بتاؤ رومان شاہ اس کی شکل کے بگڑتے ہوئے زاویے کو دیکھ کر قہقہہ لگاتے ہوئے ہنسا۔۔۔۔۔ میں تو خود تمہیں اکیلے بھیجنے میں انٹرسٹڈ نہیں ہوں مگر یار شاہ زیب بہت زیادہ فورس کر رہا ہے۔

۔اگر بالکل منع کر دوں گا تو وہ ناراض ہو جائے گا کیونکہ میں بھی یہاں پر نہیں ہوں تو پلیز میری جان تم میرے خاطر تھوڑی دیر کے لیے چلی جانا ان کی خوشی میں شامل ہونے کے لیے۔۔۔

۔جی نہیں میں نہیں جاؤں گی کیونکہ وہاں پر بہت زیادہ کھانوں کی سمل ہو گی میرب نے ضدی انداز میں ناک سنگوڑتے ہوئے کہا۔۔۔

میری جان پلیز میرے لیے۔۔۔

۔شاہ آپ کیوں مجھے زبردستی بھیجنا چاہتے ہیں مجھے نہیں جانا امی جان چلی جائیں گی۔

۔پلیز تھوڑی دیر کے لیے اس کے بعد تم آجانا تمہیں کوئی فورس نہیں کرے گا۔

پکا اگر کسی نے روکا تو میں تب بھی نہیں رکوں گی۔۔۔

۔پکا میری جان تمہیں کوئی نہیں رکے گا تم تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد واپس آجانا۔

۔ٹھیک ہے چلی جاؤں گی صرف آپ کے کہنے کی وجہ سے جا رہی ہوں ورنہ وہاں پر جتنے کھانے ہوں گے ان کی سمل سے میرا دل خراب ہونے لگے گا اور میں کھانا کھلنے سے پہلے ہی آجاؤں گی۔۔۔

۔ہاں ٹھیک ہے تم کھانا کھانے سے پہلے ہی آجانا۔رومان شاہ نے بڑی مشکل سے میرب کو جاننے کے لیے راضی کیا تھا۔مگر اس سے پہلے مجھے کِس دے دو۔تاکہ میری میٹنگ اچھی ہو وہ اپنے لپس پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولا تھا۔

۔شاہ جب آپ واپس آئیں گے تب آپ کو کس سے ملیں گے وہاں پر آپ کو کچھ بھی نہیں ملنے والا وہ شرارتی ہوتے ہوئے مسکرائی۔

۔سوچ لو جانے مند شاہ سے پنگے لے رہی ہو زرا گزری ہوئی رات کو یاد کر لو۔ اس سے کہیں زیادہ تمہاری جان کو مشکل کر دوں گا واپس آنے پر۔

۔اس لیے بہتر ہے کہ مجھے کس دو مجھے ٹائم سے میٹنگ کے لیے جانا ہے۔ دھمکی آمیز انداز میں بول کر آنکھیں دکھا رہا تھا۔

۔شاہ آپ دور جا کر بھی دھمکیاں دینے سے باز نہیں آسکتے میرب بھی شاہ کی محبت کے مان سے بھری ہوئی تھی۔

۔اسے بھی اپنے شاہ کی محبت پر بڑا ناز تھا۔ اور جب سے وہ ماں بننے والی تھی اسے پتہ تھا کہ شاہ اس کو اپنی پلکوں پر بٹھاتا ہے۔ وہ اس کہ ہر نخرے کو اٹھانے کے لیے تیار ہے اور وہ اس پر غصہ نہیں کر سکتا ۔اس لیے میرب بھی سامنے سے آنکھیں دکھاتے ہوئے بولی۔۔۔

میری جان کے ٹوٹے یہ دھمکی نہیں ہے مانا کہ اب میں تم پر غصہ نہیں کر سکتا کیونکہ تم پر غصہ کرنے کا مطلب ہے تمہاری اور بی بی کی صحت کا نقصان مگر پیار سے تمہیں بری اچھی طرح ہلکان کر سکتا ہوں یہ حق رائے اب بھی میرے پاس موجود ہے۔۔۔

آرام سے مجھے کس دو ورنہ سزا کے لیے تیار رہنا بات تو صرف تین دنوں کی ہے اس کے بعد آکر ایک کس کو میں ضرب دے کر کتنی بنادوں گا یہ تو مجھے خود بھی نہیں پتا۔۔۔۔۔

اووووووماں😗😗😗۔یہ لیں ہر کام میں دھمکیاں۔۔۔۔مجھے تو لگتا ہے کل کو آپ کا بے بی بھی مجھے دھمکیاں ہی دیتا رہے گا۔میرب نے ہونٹوں کو گول کرکے لمبی کس دے کر کہا۔۔۔



۔بالکل میری اولاد بالکل مجھ جیسی ہو گی۔اور دھمکیاں دینا تو اس کے خون میں شامل ہے۔اور وہ صرف دھمکیاں نہیں دے گا۔اپنے باپ کی طرح دھمکیوں کو سچ بھی کر کے دکھایا کرے گا وہ اپنے بچے کا سن کر مسکرا کر بولا۔۔۔

۔چلو اب تم آرام کرو میں ذرا فرش ہو کر میٹنگ میں جا رہا ہوں۔رومان شاہ کو میٹنگ کے لیے دیر ہو رہی تھی اس لیے اس نے جلدی سے فون بند کر دیا۔۔

oooooooooo

میرب کا بالکل بھی شاہ زیب کی منگنی کے فنکشن میں جانے کا دل نہیں کر رہا تھا مگر رومان شاہ کے بہت مجبور کرنے پر وہ انکار نہیں کر سکی تھی۔

وہ تیار ہو کر اپنی ساس کے ساتھ آ کر گاڑی میں بیٹھی تو مہک پہلے سے ہی تیار ہو کر گاڑی میں بیٹھی ہوئی تھی میرب کو اسے دیکھ کر حیرانی ہوئی۔

۔مگر اپنی ساس کے تیور دیکھ کر میرب کو یہ سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ مہک شاید زبردستی ان کے ساتھ جا رہی ہے کیونکہ امی جان کا موڑ اور چہرے کے زاویے کافی خراب لگ رہے تھے۔



جبکہ مہک ڈیٹ لوگوں کی طرح دانت نکال کر مسکرا رہی تھی۔

۔میرب بھی چپ چاپ اپنی ساس کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ گئی بنا کوئی سوال کیے کیونکہ اسے ماحول دیکھ کر ہی اندازہ تھا کہ امی جان مہک کو ساتھ لے جانے میں انٹرسٹڈ نہیں ہے اس لیے اس نے سوال کر کے مزید ماحول کو خراب نہیں کیا تھا۔

۔شاہ زیب اور اس کی فیملی نے رومان شاہ کی ماں اور میرب کا بہت اچھے طریقے سے ویلکم کیا۔

۔میرب تھوڑی دیر فنکشن اٹینڈ کرنے کے بعد گھر جانا چاہتی تھی کیونکہ کھانے کی سمل سے اس کا دل مچلنے لگا تھا

اسے قہہ والی فیلنگ محسوس ہو رہی تھی۔



۔امی جان پلیز مجھے گھر بھجوا دیں میری طبیعت ٹھیک نہیں۔میرب کے کہنے پر اس کی ساس فوراً سے کھڑی ہو گئی میرب کے ساتھ جانے کے لیے مگر شاہ زیب کی فیملی امی جان کو روکنے کے لیے بہت انسسٹ کر رہی تھی۔

۔خود شاہ زیب نے بھی امی جان اور مہک کو رکنے کا کہا تھا تاکہ وہ کھانا کھا کر جائے۔

امی جان آپ رک جائیں میں ڈرائیور کے ساتھ چلی جاتی ہوں۔

نہیں بیٹا میں تمہارے ساتھ چلتی ہوں تمہارا اکیلے جانا مناسب نہیں ہے رومان کو بالکل اچھا نہیں لگے گا کہ تم یوں گھر میں اکیلی رہو۔

۔کیونکہ مہک کی ماں اور چچی اور چچا دو کو اچانک پنجاب جانا پڑا تھا کیونکہ مہک کی نانی کی طبیعت بہت زیادہ خراب تھی وہ لوگ تو مہک کو بھی ساتھ لے کر جانا چاہتے تھے مگر مہک نے جانے سے انکار کر دیا۔

مگر امی جان اگر آپ یوں میرے ساتھ چلی جائیں گی تو شاہ زیب بھائی کی فیملی کو اچھا نہیں لگے گا کہ ہم ساتھ بنا کھانا کھائے یوں اجنبیوں کی طرح چلے گئے۔

ہاں بیٹا یہ بھی بات ٹھیک ہے۔میرب کے کی ساس کافی کشمکش میں لگ رہی تھی۔

امی جان آپ پریشان نہیں ہوں میں اپنا خیال رکھ لوں گی ویسے بھی ایک دو گھنٹوں کی بات ہے میرب نے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

۔ٹھیک ہے بیٹا پھر تم چلی جاؤ میں ڈرائیور کو بلوا دیتی ہوں۔

چچی جان آپ پریشان نہیں ہوں میں میرب کے ساتھ چلی جاتی ہوں۔

۔ نہیں تمہیں جانے کی جانے کی ضرورت نہیں ہے تم سے تو اچھا ہے کہ میرب اکیلی ہی گھر چلی۔میرب کی ساس نے دل میں سوچا۔۔۔

مگر وہ مہمانوں کے سامنے اس طرح کے الفاظ بول نہیں سکتی تھی۔



۔میرب کی ساس کے لاکھ روکنے کے باوجود مہک میرب کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ کر گھر جا چکی تھی۔

۔رومان شاہ کی ماں اس وقت میرب کی بہت فکر ہو رہی تھی اور اپنے بیٹے کے غصے سے ان کا دل بھی بہت خراب ہو رہا تھا۔

ان کو پتہ تھا کہ جب رومان شاہ کو پتہ چلے گا کہ میرب کے ساتھ صرف
مہک گھر پر گئی ہے تو رومان شاہ کی الٹی کھوپڑی گھومنے میں ٹائم نہیں لگے گا۔۔۔
وہ کھانے کے چند نوالے لے کر جلد از جلد شاہ زیب اور اس کی فیملی سے اجازت لینا چاہتی تھی تاکہ وہ میرب کے پاس جا سکیں

ooooooooooo

مہک پورے راستے میرب سے بہت ساری گپیں مارتے ہوئے آئی تھی جس کا میرب نے صرف وہ ہاں ہوں میں ہی جواب دیا کیونکہ رومان شاہ کی بات اس کے دماغ میں تھی کہ اسے مہک سے دور رہنا ہے۔۔

میرب آتے ہی سیدھی اپنے روم میں چلی گئی۔۔۔



۔گھر پہنچتے ہی رومان شاہ کی ویڈیو
کال آرہی تھی۔
۔ابھی روم میں آکر میرب نے ویڈیو کال آن کر کے شاہ سے سلام ہی لیا تھا کہ باہر کچھ گرنے کی آواز آئی۔

۔میرب روم کا دروازہ کھول کر باہر دیکھنے کے لیے نکل رہی تھی۔رومان شاہ نے اسے منع بھی کیا کہ میرب تمہیں جانے کی ضرورت نہیں ہے گھر میں نوکر ہیں وہ خود دیکھ لیں گے۔۔

۔مگر میرب باضد ہو کر قدم اٹھاتے ہوئے روم سے باہر آئی۔میرب کی ایک بھیانک چیخ کے ساتھ کال بھی
ڈسکنیکٹ ہو گئی تھی۔,

ویڈیو کال کٹ جانے پر رومان شاہ پاگلوں کی طرح میرب کو آوازیں دے رہا تھا۔۔اس کا دل اسے الرٹ کر رہا تھا کہ میرب کے ساتھ ضرور کچھ غلط ہو گیا ہے۔



۔اور جس طرح کی دردناک چیخ میرب کے منہ سے نکلی تھی وہ رومان شاہ کے کانوں میں گونج رہی تھی۔

۔رومان شاہ نے گھر کا پی ٹی سی

ایل نمبر گھمایا تھا مگر گھر میں فون کوئی نہیں اٹھا رہا تھا۔رومان شاہ کے چہرے پر پریشانی سے پسینے کی بوندیں نمودار ہونے لگی تھی۔

اے اللہ میرا دل جو سوچ رہا ہے وہ نہ ہونے دینا۔اے اللہ میری میرب کو اپنے حفظ و امان میں رکھنا وہ لڑکی میری زندگی ہے اسے کچھ مت ہونے دینا۔

۔رومان شاہ ادھر سے ادھر روم میں چلتا ہوا مسلسل نمبر ڈائل کر رہا تھا۔کافی دیر کے بعد گھر کی ایک ملازمہ نے فون اٹھایا۔۔۔۔۔

کہاں مر گئے تھے تم لوگ رومان شاہ فون اٹھاتے ہی چلایا۔۔۔۔۔۔۔صاحب جی میرب بی بی سیڑھیوں سے نیچے گر گئی ہیں اور ان کو بہت زیادہ چوٹیں آئی ہیں ہم لوگ بی بی جی کو گاڑی میں ڈال کر ہاسپٹل بھیج رہے تھے اس لیے فون نہیں اٹھایا تو نوکرانی نے ہانپتے ہوئے بتایا۔۔

امی جان کدھر ہیں رومان شاہ کی آواز فون کا سپیکر پھاڑتے ہوئے باہر آ رہی تھی۔۔۔۔۔۔۔صاحب جی بڑی بی بی جی تو ابھی تک فنکشن سے واپس ہی نہیں آئی ہیں صرف میرب بی بی اور مہک بی بی گھر آئی تھی۔رومان شاہ کی گرجنے والی آواز سے نوکرانی کی ٹانگیں کانپ رہی تھی۔۔۔۔

۔میرب کے ساتھ گاڑی میں کون ہے۔

رومان شاہ کی سانسیں اکھڑی ہوئی تھی اور چہرے پر پسینے کی بوندیں اب لکیریں بن کر پھسل کر نیچے آنے لگی تھی۔

۔صاحب جی مہک بی بی اور زکیہ دونوں گاڑی میں میرا بی بی کے ساتھ ہے۔۔فون ٹھک سے بند کر دیا گیا تھا۔۔۔

واٹ دا ہیل۔۔۔۔مجھے اسی بات کا ڈر تھا رومان شاہ نے ٹھک سے فون بند کر دیا۔۔۔

ooooooooooo

شاہ زیب کی منگنی کا فنکشن اپنے اختتام کو پہنچ چکا تھا۔شاہ زیب خان خود رومان شاہ کی ماں کو سی آف کر کے گاڑی میں بٹھانے کے لیے ہال سے باہر آیا تھا۔



۔اسی وقت اس کے فون پر رومان شاہ کا فون آ رہا تھا شاہ زیب نے خوش دلی سے فون اٹھایا تھا اسے لگا کہ شاید رومان شاہ نے اسے مبارک باد دینے کے لیے فون کیا ہے۔۔۔

اسلام علیکم شاہ زیب نے سلام کیا۔

۔شاہ زیب خان میرب سیڑھیوں پھسل کر سے گر گئی ہے اور اسے ہاسپٹل لے جایا جا رہا ہے۔اس کو وہاں لے جانے سے پہلے تم وہاں پر پہنچو رائٹ ناؤ۔۔۔۔

۔رومان شاہ کی درد سے تڑپتی ہوئی گرج ڈاکٹر شاہ زیب کے کانوں تک پہنچ چکی تھی۔۔۔

۔واٹ۔۔۔بھابھی سیڑھیوں سے ک
یسے گر گئی ڈاکٹر شاہ زیب نے حیرت زدہ لہجے سے اونچی آواز میں کہا تو گاڑی میں بیٹھتی ہوئی رومان شاہ کی ماں نے پلٹ کر دیکھا۔

۔اب تمہیں ساری تفصیل یہی کھڑے چاہیے یا تم ہاسپٹل پہنچو گے۔رومان شاہ اس وقت بے حد غصے
اور تکلیف کی کیفیت سے گزر رہا تھا وہ شاہ زیب خان پر پھر سے چلا کر بولا۔۔۔

۔ہاں ہاں میں جا رہا ہوں تم پریشان مت ہو میں سب کچھ سنبھال لوں گا

شاہ زیب کان کو فون لگائے اپنی گاڑی کی جانب بڑھ رہا تھا۔

رومان شاہ فون بند کر چکا تھا شاہ زیب نے اپنی جانب بہت ٹینشن سے آتی ہوئی رمان شاہ کی ماں کو میرب کے گرنے کا واقعہ بتایا۔

شاہ زیب بیٹا مجھے بھی اپنے ساتھ لے کر چلو، میری ہی غلطی ہے مجھے میرب کے ساتھ جانا چاہیے تھا۔

وہ مجھے تاکید کر کے گیا تھا یہ مجھ سے کیا ہو گیا۔ اے اللہ میرے بچے کی اولاد اور بیوی کی حفاظت کرنا، میرے بیٹے کی جان بستی ہے میرب میں اے اللہ میرے پوتے اور بہو کو اپنے حفظ و ایمان میں رکھنا۔ میرے بیٹے نے اپنی زندگی میں بہت دکھ اور پریشانیاں دیکھی ہیں۔

میرب آ کر میرے بیٹے کی زندگی کو خوشیوں سے بھر دیا ہے اے اللہ میرے بیٹے کی اس خوشی کو کسی کی نظر مت لگنے دینا۔

وہ ٹینشن سے ہاتھ جوڑتے ہوئے اللہ تعالی سے دعائیں کر رہی تھی۔ان کے چہرے پر اس وقت اتنی ٹینشن تھی کہ شاہ زیب کو ان کی بھی فکر ہونے لگی تھی۔

۔وہ انہیں دلاسہ دیتے ہوئے اپنے ساتھ گاڑی میں بٹھا کر تیزی سے گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے ہاسپٹل کی جانب جا رہا تھا۔اس نے راستے میں ہی ڈاکٹر ہما کو فون کر کے بتایا کہ وہ ایمرجنسی میں نکلا ہے۔

ساری صورت حال سے ڈاکٹر ہما کو جب آگاہ کیا تو،ایک ڈاکٹر ہونے کے ناطے اس نے کسی بھی طرح کا غلط ردعمل ظاہر نہیں کیا۔بلکہ اس نے کہا کہ وہ بھی بہت جلد ہاسپٹل پہنچ جائے گی۔

۔رومان شاہ اور ڈاکٹر شاہ زیب کی دوستی سے وہ بہت اچھی طرح سے واقف تھی اس لیے اسے ڈاکٹر ہونے کے علاوہ بھی احساس تھا کہ رومان شاہ شاہ زیب کے لیے کس اہمیت کا حامل ہے۔

oooooooo

دلاور خان میر اواپس جانے کا انتظام کرو فوراً سے پہلے رومان شاہ نے اپنے سیکرٹری کو فون کر کے اپنے پاس طلب کیا۔جو کہ ترکی میٹنگ کے لیے اس کے ساتھ آیا تھا۔

۔مگر سر میٹنگ روم میں سب آپ کا انتظار کر رہے ہیں رومان شاہ کا یوں اچانک جانے کا سن کر دلاور خان نے یاد دہانی کروائی۔

تم نے سنا نہیں میں نے کہا میرا پاکستان جانے کا انتظام کرو۔ my wife's life is in danger۔۔۔سوری سر مجھے پتہ نہیں تھا۔رومان شاہ کی غصے والی دھاڑ سے دلاور خان اپنی جگہ پر ہل کر رہ گیا۔

۔اب تو پتہ چل گیا ہے تو میرا منہ مت دیکھو میرے پاس ٹائم نہیں ہے مجھے جلد از جلد پاکستان پہنچنا ہے دلاور خان کو سر جھکائے ہوئے کھڑا دیکھ رومان شاہ ایک بار پھر چلایا۔
۔اس کی آواز روم میں خون خوار شیر کی طرح گونج رہی تھی۔

۔آئی ایم سوری سر چھوٹا منہ اور بڑی بات ہے۔سر اگر آپ یہ میٹنگ اٹینڈ کر لیں تو باقی میں سنبھال لوں گا۔

۔یہ ڈیل اٹینڈ نہ کرنے کا مطلب ہے کروڑوں کا نقصان دلاور خان رومان شاہ کا بہت وفادار بندہ تھا۔ اس لیے اسے رومان شاہ کے بزنس کی بہت فکر تھی۔

۔بھاڑ میں جائے کروڑوں کی ڈیل۔۔رومان شاہ اپنی وائف کے لیے ایسی ہزاروں ڈیلز Lost کر سکتا ہے۔

۔جی سر میں ابھی آپ کے جانے کا انتظام کر دیتا ہوں رومان شاہ کے دوبارہ دھاڑنے پر دلاور خان کی ٹانگیں کانپ رہی تھی۔

۔کیونکہ رومان شاہ اپنے ملازمین کے ساتھ اس طرح کا رویہ بہت کم استعمال کرتا تھا اسے فضول میں اپنے ملازمین کو ڈانٹنا بالکل پسند نہیں تھا۔اور جب کبھی وہ اس طرح کا لہجہ اور غصہ استعمال کرتا تھا تو ملازمین کے پیروں تلے سے زمین کھسک جاتی۔
جیسے اس وقت رومان شاہ کا غصہ دیکھ کر دلاور خان کی روح پرواز کرنے کو تھی۔

oooooooo

۔شاہ زیب میرب کو ہاسپٹل لانے سے پہلے ہی ہاسپٹل پہنچ چکا تھا۔اور سارے انتظام مکمل ہونے کو تھے جب وہ لوگ میرب کو لے کر ہاسپٹل پہنچے۔کیونکہ ہاسپٹل کا راستہ شاہ زیب کی جانب

سے کم تھا اور رومان شاہ کے گھر سے کافی دور تھا۔میرب کو جب ہاسپٹل لے کر آئے تو اس کی حالت کافی خراب تھی۔

اس کے پورے جسم پر چوٹیں آئیں تھیں۔

۔اسے بے ہوشی کی حالت میں لایا گیا تھا۔ڈاکٹر شاہ زیب نے فوراً سے پہلے لیڈی ڈاکٹرز کے ساتھ اسے اپریشن تھیٹر میں بھیج دیا۔

میرب کی حالت دیکھ کر ڈاکٹر شاہ زیب کو اندازہ ہو گیا تھا کہ میرب کی حالت بہت خراب ہے۔اوپر سے رومان شاہ کا بار بار فون آرہا تھا۔

۔رومان بھابھی کی حالت بہت خراب ہے اور ڈاکٹر تمہارے سائن مانگ رہے ہیں۔تمہارے سائن کے بنا آپریشن نہیں ہو سکتا۔ڈاکٹر شاہ زیب فون کر کے رومان شاہ کو آگاہ کر رہا تھا۔ابھی اس نے اپنی بات مکمل نہیں کی تھی کہ رومان شاہ بیچ میں ہی بول پڑا۔

۔تمہیں پتہ ہے کہ میں اس وقت آؤٹ آف کنٹری ہوں اگر میں یہاں پر ہوتا تو کب کا پہنچ بھی جاتا اور تمہارا ڈاکٹر ہونے کا کیا فائدہ ہے۔

۔اگر میری بیوی کی جان بچانے کے لیے آپریشن میرے ایک سائن کی وجہ سے رک جائے۔رومان شاہ غصے اور درد کی ملی جولی کیفیت سے بول رہا تھا۔

۔یار تم نے میری پوری بات سنی ہی کہاں ہے۔میرے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ میں ابھی کے لئے ہینڈل کرلوں گا۔میں بھابھی کا آپریشن رکنے دوں نہیں گا مگر تم جلد از جلد پاکستان پہنچو۔اور آکر میں تم سارا پروسیجر دیکھ لینا۔شاہ زیب نے اپنی بات کی تصدیق کرتے ہوئے کہا۔۔

۔جہاں کہو گے آکر سائن کر دوں گا۔ مگر شاہ زیب میرب کو کچھ نہیں ہونا چاہیے۔یہ سوچ لینا اس لڑکی میں تیرے یار کی جان بستی ہے۔رومان شاہ اس وقت بہت ٹوٹا ہوا تھا۔۔۔۔۔



۔رومان تم اللہ تعالٰی سے دعا کرو میں تم سے جھوٹ نہیں بول سکتا کیونکہ بھابھی کی کنڈیشن بہت خراب ہے۔تم جلد از جلد پہنچو رومان شاہ کو یہ جملے تیر کی طرح لگے تھے۔
۔کیونکہ وہ ڈاکٹر شاہ زیب کے منہ سے کوئی مطمئن جواب چاہتا تھا۔۔۔

شاہ زیب خان اس طرح کے الفاظ مت بولو میں تمہارے منہ سے ہمت بھرے جملے سننا چاہتا ہوں ۔یار اس وقت میری ہمت بنو رومان شاہ کی آواز میں اتنا درد تھا کہ ڈاکٹر شاہ زیب کو خود کا دل پھٹتا ہوا محسوس ہوا۔

۔رومان شاہ میری دل سے دعا ہے کہ اگر میں نے زندگی میں کوئی نیکی کی ہے تو اس کے صدقے اللہ تعالی تمہاری خوشیوں کو نظر بد سے بچائے مگر یار میں تمہیں صرف حقیقت سے آگاہ کر رہا ہوں اس طرح کے جملے بولتے ہوئے مجھے
کتنی تکلیف ہو رہی ہے یہ میں تمہیں بیان نہیں سکتا۔۔۔

۔رومان شاہ کی تڑپ بھری آواز سن کر ڈاکٹر شاہ زیب نے اپنی مجبوری بیان کی۔



۔شاہ زیب تم اس کے لیے بیسٹ ڈاکٹر اور بیسٹ ٹریٹمنٹ کا انتظام کرو میں اگلے چار سے پانچ گھنٹوں میں تمہارے پاس پہنچ جاؤں گا۔

۔میری فلائٹ کا وقت ہو گیا ہے۔چیک آؤٹ کرنے کے لیے رومان شاہ کا فون بند ہو چکا تھا۔۔۔

oooooooo

خبر میرب کے گھر والوں تک بھی پہنچ چکی تھی ملک زبیر اور ان کی وائف ہاسپٹل میں بھاگتے ہوئے آئے تھے۔۔۔

میرب کی ماں مسلسل رو رہی تھی اپنی اکلوتی بیٹی کی حالت پر جب کہ رومان شاہ کی ماں روتے ہوئے میرب کی ماں کو دلاسا دے رہی تھی۔

۔صبا اور سارا جو میرب کی بیسٹ فرینڈز تھی ان کو بھی میرب کی ماں نے فون کر کے بتایا تھا کیونکہ وہ سہیلیاں کم اور بہنیں زیادہ تھی۔کافی عرصے سے ان کی ملاقات میرب سے نہیں ہوئی تھی اور آج ملاقات ہوئی تو ان کی دوست اس حالت میں تھی وہ دونوں ویٹنگ روم میں بیٹھے ہوئے رو کر میرب کی حالت ڈسکس کر رہی تھی۔

میرب اس وقت آپریشن تھیٹر میں تھی اس کا آپریشن جاری تھا نرسز بھاگ کر کبھی کچھ لینے کے لیے باہر آتی تو کبھی بھاگ کر آپریشن تھیٹر کے اندر چلی جاتی تھی۔مہک بھی کرسی پر بیٹھی ہوئی بہت پریشانی سے آپریشن تھیٹر کی جانب دیکھ رہی تھی۔۔۔

۔ڈاکٹر شاہ زیب ڈاکٹروں کے ساتھ بار بار رابطہ کر رہا تھا مگر ابھی تک اسے کوئی اچھی نیوز نہیں مل رہی تھی۔

۔ڈاکٹر ہما بھی اپنی انگیجمنٹ کا ڈریس چینج کر کے نارمل کپڑوں میں ہاسپٹل پہنچ چکی تھی اور اس وقت وہ کھڑی ہوئی ڈاکٹر شاہ زیب سے میرب کی حالت دریافت کر رہی تھی۔

ooooooooo

شاہ میر کو جب اپنی جان سے پیاری بہن میرب کی حالت کے بارے میں پتہ چلا تو اس کے قدموں تلے سے زمین نکل گئی تھی۔

شاہ میر نے جانے کی اجازت طلب کی تھی مگر اسے اجازت نہیں ملی کیونکہ اس وقت شاہ میر کے آنے کی وجہ سے گاؤں کے حالات اور بھی خراب ہو چکے تھے۔

۔کیوں کہ وہ زمیندار اور بھی طیش میں آگیا تھا ایسے میں گاؤں والوں کو زمیندار کے رحم و کرم پر چھوڑ کے جانا بے وقوفی کا عمل تھا۔

۔مگر پھر بھی شاہ میر نے اپنی بہن کی محبت میں چھٹی کی درخواست منظور کروانے کی کوشش کی جو کہ نہ ہو سکی تھی۔

۔اب وہ اللہ تعالی سے دعا کرنے

اور تڑپنے کے علاوہ فی الحال کچھ نہیں کر سکتا تھا۔مگر فون پر وہ اور مرہا دونوں گھر والوں کے رابطے میں تھے۔

۔وہ پل پل کی خبر لے رہے تھے مگر اس وقت میرب کو ہوش نہیں تھا اور اس کا آپریشن چل رہا ہے۔

۔میرب جائے نماز بچھائے ہوئے اپنے بھائی اور بھابھی کی خوشیوں کی دعا مانگ رہی تھی۔۔۔شاہ میر بھی فی الحال تھانے سے گھر آ گیا وہ مسلسل اپنی کمر پر ہاتھ باندھے صحن میں ادھر سے ادھر چکر لگا کر اپنے بہن کے لیے دعا گو تھا۔

۔وہ اپنے رب سے دعا کر رہا تھا کہ اللہ میری بہن کو تندرستی اور صحت والی زندگی عطا فرمائے۔

۔وہ دعاؤں کے ساتھ ساتھ ہر کچھ دیر کے بعد ہاسپٹل فون کر کے پوچھ رہا تھا کہ میرب کا کیا حال ہے ۔مگر فی الحال کوئی اچھی خبر نہیں تھی۔۔

OOOOOOOOO

رومان شاہ نے یہ چار سے پانچ گھنٹوں کا سفر کس طرح طے کیا تھا یہ تو صرف اس کا دل جانتا تھا۔یہ چار پانچ گھنٹے اسے چار پانچ صدیوں کی طرح طویل لگے۔ہر ایک منٹ میں وہ کتنی موتیں جیا اور مرا تھا۔

۔اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ اڑ کر اپنی میرب کے پاس پہنچ جائے اسے خود پر غصہ تھا کہ وہ کیوں میرب کو چھوڑ کر آیا۔۔

۔اسے میرب کی وہ تڑپ اور رونے والی آنکھیں نظر آرہی تھی۔وہ اپنے شاہ کو خود سے دور نہیں بھیجنا چاہتی تھی۔

۔اب رومان شاہ کو اپنے دل کی وہ کیفیت بھی سمجھ میں آرہی تھی۔کیوں اس کا دل میرب کو چھوڑ کر جاتے ہوئے ایک انجانے سے خوف میں مبتلا تھا۔

۔کیوں گھر سے جاتے ہوئے اس کا دل اس قدر گھبراہٹ کا شکار ہوا تھا۔اس کی میرب کے ارد گرد اتنا بڑا خطرہ منڈلا رہا تھا۔اور وہ سمجھ ہی نہیں پایا اب اسے اپنی غلطی کا بڑی شدت سے احساس ہو رہا تھا۔۔۔۔

اپنی گاڑی سے اتر کر رومان شاہ بھاگتا ہوا ہاسپٹل کے اندر داخل ہوا تھا وہ ایئرپورٹ سے اترتے ہی مسلسل ڈاکٹر شاہ زیب کے رابطے میں تھا۔اس وقت بھی وہ کان سے فون لگائے ہوئے بھاگتا ہوا آرہا تھا۔

۔ڈاک بلو کلر کی پینٹ کوٹ پہنے ہوئے جس پر گرے کلر کی چیک تھی بیچ میں لائٹ گرے شرٹ پہنے پریشان شہزادہ لگ رہا تھا وہ بھاگتے ہوئے۔۔

۔وہ بھاگتا ہوا سیدھا اسی جگہ پہنچ گیا جہاں میرب تھی۔میرب کا آپریشن ہو چکا تھا اور اسے روم میں شفٹ کر دیا گیا میرب کی حالت کی پل پل کی اسے خبر تھی کیونکہ وہ ڈاکٹر شاہ زیب سے رابطہ کیے ہوئے میرب کے لیے ہر سٹیپ خود لے رہا تھا۔۔۔۔۔

وہ بھاگتا ہوا سیدھا شاہ زیب کے پاس پہنچا تھا حالانکہ ویٹنگ ایریے میں سب بیٹھے ہوئے تھے جو اسے دیکھ رہے تھے اور وہ بھی سب کو دیکھ چکا تھا مگر اسے اس وقت صرف شاہ زیب سے مل کر میرب تک جانا۔

۔شاہ زیب نے رومان شاہ کے پریشان چہرے کو دیکھتے ہوئے کوئی سوال جواب نہیں کیا صرف اشارہ کر کے میرب کا روم بتایا۔رومان شاہ فوراً اشارے کی جانب بھاگتا ہوا میرب کے روم کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔۔۔۔۔

۔وہ سامنے ہی بیڈ پر ساکت لیٹی ہوئی تھی اس کے دونوں جانب ڈرپیں لٹک رہیں تھی۔اس کے ایک ہاتھ پر گلوگوز کی ڈرپ چڑھی ہوئی تھی،اور دوسرے ہاتھ پر بلیڈ والی بوتل چل رہی تھی۔۔



ماتھے پر لگی ہوئی پٹی جو شاید سر پر چوٹ لگنے کی وجہ سے لگائی گئی تھی۔

۔اس کے خوبصورت چہرے پر خراشوں کے نشان لگے ہوئے تھے۔شاہ دھڑکتے دل اور پھولی ہوئی سانس کے ساتھ ہوا میرب تک پہنچا۔

۔اسے اپنی میرب کا مسکراتا چہرہ یاد آرہا تھا۔وہ میرب کے پاس بیڈ پر ٹانگیں لٹکائے ہوئے بیٹھ گیا۔

۔اپنے ہاتھ کی ہتھیلی پھیلا میرب کی گال پر رکھتے ہوئے اس کی آنکھیں نم ہوئیں جس کو اس نے فوراً سے صاف کر لیا کیونکہ وہ رومان شاہ تھا اپنے دل میں درد سمانے کا حوصلہ تھا اس میں۔

۔اسے پتہ تھا کہ ہوش میں آنے کے بعد میرب کو اس کے حوصلے اور ہمت کی بہت ضرورت ہے اگر وہ ٹوٹ گیا تو میرب کو کوئی سنبھال نہیں سکے گا۔

۔وہ بنا ہاسپٹل کے روم کا سوچے میرب کے چہرے پر جھکا تھا۔وہ ہاتھوں کے پیالے میں اس کا چہرہ بھرے اس کے ماتھے کو چوم رہا تھا۔



اس کی آنکھیں اس کے خوبصورت ہونٹ اس کے گال رومان شاہ پاگلوں کی طرح میرب کے چہرے کو چومتا جا رہا تھا اور یہ اس کی محبت تھی کہ اسے اس وقت کچھ احساس نہیں تھا کہ وہ ہاسپٹل میں ہے----

۔وہ بے ہوش پڑی ہوئی میرب کو خود کے ساتھ لگائے ہوئے تھا۔وہ میرب کے اوپر کتنی دیر تک وہ جھکا رہا تھا۔اسی دوران کچھ بے لگام آنسوں اس کی اجازت کے بغیر درد سے مچلتے ہوئے اس کی آنکھوں سے نکل کر میرب کے چہرے کو بھی بگور رہے تھے۔۔۔وہ چہرہ اٹھا کر بڑے غور سے میرب کے زرد پڑے ہوئے چہرے کو دیکھ رہا تھا اس کے خوبصورت چہرے پر کتنی ہی خراشیں آئی تھی۔

۔وہ اپنی آنکھوں کو صاف کرتا ہوا جھٹکے سے میرب کے پاس سے اٹھ کر روم سے باہر نکلا۔
۔وہ باہر کھڑے ہوئے شاہ زیب اور ڈاکٹر ہما کے پاس سے بڑی تیزی سے گزر کر ویٹنگ روم کی طرف گیا۔۔۔

۔ڈاکٹر شاہ زیب بھی رومان شاہ کے پیچھے پیچھے چلتا ہوا آیا تھا۔اسے سمجھ نہیں آیا تھا کہ رومان شاہ بنا اس سے کچھ بات کیے اتنے غصے میں ویٹنگ ایریا کی جانب کیوں جا رہا ہے۔۔۔۔

۔ویٹنگ ایریے کے اندر جاتے ہی سب لوگ رومان شاہ کو دیکھ کر کھڑے ہو گئے تھے۔مگر رومان شاہ سب کو نظر انداز کرتا ہوا آخری کرسی پر بیٹھی مہک کے پاس آیا۔

۔رومان شاہ نے اس کے منہ پر اتنی زور سے تھپڑ مارا کہ مہک کرسی سے نیچے گر پڑی۔۔۔سارا اور صبا نے اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لیا تھا یہ نظارہ دیکھ کر۔

۔جب کہ ملک زبیر اور اس کی بیگم جو اپنی بیٹی کی وجہ سے بہت آبدیدہ حالت میں تھے۔وہ حیرت بھری نظروں سے رومان شاہ کا یہ روپ دیکھ رہے تھے۔

۔رومان شاہ کے پیچھے آتا ہوا ڈاکٹر
شاہ زیب اور ڈاکٹر ہما دروازے پر رک گئے تھے اندر کا تاپمان اتنا گرم دیکھ کر۔۔۔



۔کیا بدتمیزی ہے یہ۔۔۔مہک زمین سے کھڑی ہوتی ہوئی اپنے گال پر ہاتھ رکھے ہوئے کھا جانے والی نظروں سے رومان شاہ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر پوچھ رہی تھی۔

۔رومان شاہ نے اس کی بات کا جواب دینے کے بجائے اس کی دوسری گال پر اس سے بھی زیادہ سختی والا تھپڑ رسید کیا تھا۔۔

۔رومان شاہ کا تھپڑ کھا کر تو بڑوں بڑوں کے قدم زمین سے ہل جاتے تھے۔تو مہک تو ایک لڑکی تھی وہ لڑ کھڑا کر کرسی کے اوپر جا گری تھی۔

۔اس کی دونوں گال پر رومان شاہ کے ہاتھوں کی انگلیوں کے نشان چھپے ہوئے تھے بعزتی اور تھپڑ کی سختی کی وجہ سے مہک کی آنکھوں سے آنسوں نکلنے لگے تھے۔۔۔

۔رومان بیٹا کیا پاگل ہو گئے ہو کیا میں نے تمہاری یہی تربیت کی ہے کہ تم ایک لڑکی پر ہاتھ اٹھاؤ گے۔ رومان شاہ کی ماں رومان شاہ کو اس قدر غصے میں دیکھ کر جلدی سے اس کے پاس آ کر اس کا ہاتھ پکڑ کر بولی۔۔۔



۔امی جان پلیز اس وقت نہیں آپ کو پتہ ہے کہ آپ کے سامنے اونچی آواز میں بات کرنے کا میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا۔اس لیے پلیز آپ اس وقت مجھ سے دور رہیں۔

۔کیونکہ میں اس وقت اپنے سینسز میں نہیں ہوں اور میں نہیں چاہتا کہ میں کوئی ایسی گستاخی کر جاؤں جس کی وجہ سے دوزخ کی آگ مجھ پر واجب کر دی جائے۔

۔وہ اپنی امی جان کے ہاتھ سے ہاتھ چھڑاتے ہوئے بے حد غصے والے چہرے سے لفظوں کو دبا کر رکھتے ہوئے تمیز کے دائرے میں رہ کر بول رہا تھا۔۔۔

۔میں نے آپ کو جاتے ہوئے
بار بار تاکید کی تھی کہ امی جان میرب کو اس گھٹیا لڑکی سے دور رکھنا۔۔۔۔

۔مگر امی جان آپ نے کیا کیا آپ نے میرب کو اس گھٹیا لڑکی کے ساتھ اکیلے ہی گھر بھیج دیا۔۔۔

۔امی جان میں کبھی بھی ان لوگوں کو
اپنے گھر میں رکھنے کے لیے راضی نہیں تھا۔ مگر آپ نے زبردستی اپنا فیصلہ مجھ پر تھوپ دیا۔۔۔

آپ کا بیٹا ہونے کے ناطے میں نے سر جھکاتے ہوئے آپ کے فیصلے کو قبول کیا۔

آپ نے کہا کہ میں اپنا ظرف بڑا کروں امی جان آپ کے کہنے پر میں نے وہ بھی کر لیا۔اس کے باپ کے علاج سے لے کر تدفین تک ہر چیز میں نے اپنی طرف سے اچھی کرنے کی کوشش کی۔۔

۔میں نے ان کے برے وقت میں ان کے ساتھ کھڑا رہا صرف امی جان آپ کے لیے۔۔۔۔

۔مگر امی جان اس بار میں آپ کو بار بار یہ کہہ کر گیا تھا کہ امی جان مجھے اس کے ارادے نیک نہیں لگتے امی جان پلیز میرب کو اس سے دور رکھیے گا۔مگر امی جان آپ نے اپنے بیٹے کی بات کو ذرا برابر اہمیت نہیں دی۔۔



۔اور امی جان دیکھیے آج کیا ہو گیا۔میری بیوی زندگی اور موت کے بیچ میں جھول رہی ہے۔اس کی وجہ سے میری زندگی کی اتنی بڑی اور قیمتی خوشی مجھ سے چھن گئی۔۔۔۔۔

مجھے بتائیں کہ جب وہ ہوش میں آئے گی میں اسے کیا جواب دوں کہ میں اس کے اپنے گھر میں اس کی حفاظت نہیں کر سکا۔

میں ناکام ہو گیا اپنی بیوی اور آنے والے بچے کی حفاظت کرنے میں یا میں یہ کہوں کہ مجھے اپنا کاروبار اس قدر عزیز تھا کہ میں اسے چھوڑ کر چلا گیا یہ جانتے ہوئے کہ گھر میں چھپے ہوئے دشمن اسے نقصان پہنچا سکتے ہیں۔

۔رومان شاہ کا ایک الفاظ سچ تھا اس لیے رومان شاہ کی ماں نظر جھکائے چپ چاپ اپنے بیٹے کی باتیں سن رہی تھی اس کا بیٹا اپنی ماں کے ساتھ گستاخی اور بے ادبی نہیں کر رہا تھا اسے پتہ تھا کس وقت اس کا بیٹا کس کرب اور کس تکلیف سے گزر رہا ہے۔

اس نے جو چیز کھوئی تھی وہ دنیا کی کوئی دولت اسے واپس نہیں دکھا سکتی تھی۔



اور جس لڑکی کو وہ اس وقت اپنی جان سے بھی زیادہ چاہتا تھا اس کی زندگی کی ابھی تک کوئی گارنٹی نہیں تھی ایسے میں اس کا یہ ری ایکشن اس کی ماں کو بالکل غلط نہیں لگ رہا تھا مگر بیٹا تم اتنے یقین سے کیسے کہہ سکتے ہو کہ میرب کو جو نقصان پہنچا ہے وہ اس کی وجہ سے نمان شاہ کی ماں نے سوال کیا۔۔۔۔

ویری نائس کیسپچین۔۔۔۔اپ سب لوگ میرے ساتھ ایک بار گھر چلو شاہزیب اپ دونوں میرب کا خیال رکھنا میں تھوڑی دیر میں واپس اتا ہوں ان کو موقع واردات پر لے جا کر سب کچھ دکھانا بے حد ضروری ہے تا کہ کل کو ان کو یہ نہ لگے کہ یہ بیچاری مظلوم تھی اور میں نے اس پر کوئی ظلم کیا ہے اس کا اشارہ مہک کی جانب تھا وہ سب کو لے کر گھر پہنچ چکا تھا اس کے ساتھ ساتھ ملک زبیر بڑی تیزی سے سیڑھیاں چڑھ رہے تھے کیونکہ وہ بھی جاننا چاہتے تھے کہ اخر اس کی بیٹی کے ساتھ ہوا کیا ہے جبکہ مہک کے رنگ اڑے ہوئے تھے مگر مہک کو بازو سے زبردستی گھسیٹتے ہوئے رومان شاہ کے ساتھ ہی لے جا رہا تھا۔۔۔۔

۔اپنے روم کے باہر آکر رومان شاہ نے مہک کا ہاتھ چھوڑ دیا۔۔وہ نظریں ادھر سے ادھر دوڑا رہا تھا۔ کیونکہ رومان شاہ کو خود بھی یہ نہیں پتہ تھا کہ میرب کو مہک نے کس طرح سے گرایا ہے، مگر اس کے دل کو یہ کنفرم پتہ تھا کہ یہ مہک کے سوا اور کوئی نہیں کر سکتا۔۔۔اسے پتہ تھا کہ جب سے میرب کے پریگننٹ ہونے کی خبر مہک کو پتہ چلی ہے۔ مہک کے دل میں جلن اور حسد کی آگ شدت پکڑ چکی ہے یہ بات کبھی بھی رومان شاہ کی نظروں سے چھپی ہوئی نہیں تھی۔۔۔۔

۔وہ جانتا تھا کہ میرب کا گرنا کوئی حادثہ نہیں تھا۔بلکہ ایک سوچی سمجھی سازش تھی۔رومان شاہ کو فی الحال کوئی ثبوت نظر نہیں آرہا تھاوہ ادھر ادھر نظر گھمائے دیکھ رہا تھا۔۔۔

۔ہاں دکھائیں کیا ثبوت ہے کہ میں نے میرب کو گرایا ہے۔مہک نے جب دیکھا کہ رومان شاہ کو فی الحال کوئی ثبوت نظر نہیں آرہا تو وہ اپنی سچائی کو ثابت کرنے کے لیے چلائی۔۔۔

۔چپ چاپ کھڑی رہو اگر ایک لفظ بھی منہ سے نکالا تو کھڑکی سے اٹھا کر نیچے پھینک دوں گا پھر اوپر جا کے خدا کے سامنے اپنی سچائی اور بے گناہی ثابت کرتی رہنا۔۔۔

۔رومان شاہ نے اس کا جبڑا غصے سے پکڑتے ہوئے کہا تھا۔عورتوں پر ہاتھ اٹھانا اور ان کے ساتھ بدتمیزی کرنا رومان شاہ کا نیچر نہیں تھا۔



۔

مگر اس وقت نہ تو رومان شاہ کے سامنے کوئی اور عورت تھی اور نہ یہ بات کسی عام عورت سے وابستہ تھی۔

یہ بات اس کی بیوی جسے وہ اپنی جان سے بھی زیادہ پیار کرنے لگا تھا۔یہ بات اس میرب کی تھی۔

اور اس کے سامنے ہمیشہ اس کے ہر درد کی وجہ بننے والی مہک تھی۔۔۔اس لیے رومان شاہ کا ہاتھ بار بار غصے سے اس کی جانب اٹھ رہا تھا۔۔

۔رومان بیٹا تم ہمیں ثبوت دکھاؤ اس لڑکی کو چھوڑ دو فی الحال کے لیے۔۔۔

۔ملک زبیر نے رومان شاہ کو طیش میں دیکھتے ہوئے اس کے کاندھے کو تھپتھپا کر اسے مہک سے پیچھے کیا۔۔۔۔

۔اپنے سسر کے کہنے پر رومان شاہ جیسے ہی مہک سے پیچھے ہوا اس کے پاؤں کے نیچے کوئی چیز آئی تھی جسے اس نے بہت غور سے دیکھتے ہوئے نیچے سے اٹھالیا۔



۔وہ بہت باریک سا قینچا تھا۔اس کو ہاتھ میں اٹھا کر اب رمان شاہ کا شک یقین میں بدل گیا۔۔رومان شاہ نے چیختے ہوئے گھر کے تمام ملازمین کو بلایا گھر کے تمام ملازمین سامنے آکر کھڑے ہو گئے وہ سر جھکائے ہوئے بے حد ڈرے ہوئے چہرے لیے رومان شاہ کے سامنے کھڑے تھے۔۔

جن میں گھر کی صفائی کرنے والی ملازمین چوکیدار کھانا پکانے والی زکیہ اور امی جان کی خدمت کرنے والی شہناز سب کے سب موجود تھے۔۔۔

۔جب میرب بی بی گری تھی اس کے بعد گھر کی صفائی کی گئی تھی مجھے فوراً بتاؤ۔۔۔

۔صاحب جی مجھے نہیں پتہ کیونکہ
میں تو بی بی جی کے ساتھ ہاسپٹل چلی گئی تھی۔زکیہ نے اپنی صفائی پیش کی جب کہ چوکیدار نے یہ کہہ کر جان چھڑائی کے وہ تو باہر تھا اسے کچھ معلوم نہیں۔۔۔

۔اب بچی تھی گھر کی دو صفائی والی ملازمین اور ایک جو امی جان کے پاس ہر وقت رہتی تھی ان کا خیال رکھنے کے لیے۔۔۔اس سے پہلے کہ صفائی والی دونوں عورتیں بولتی امی جان کے پاس رہنے والی عورت بول پڑی تھی۔۔۔جی صاحب

جی بی بی جی کو لیجانے کے بعد جانے کے بعد ان دونوں نے یہاں پر ٹوٹے ہوئے گلدان کی وجہ سے صفائی کی تھی میں نے دیکھا تھا جب بی بی جی کو لے کر گئے تو یہ صفائی کر رہی تھی۔۔۔

۔اور صفائی کرتے ہوئے تم لوگوں کو یہاں سے جو ملا تھا۔ان کو تم لوگوں نے کہاں پھینکا ہے۔ رومان شاہ کی دھاڑ پر دونوں صفائی والی لڑکیاں جلدی سے
ڈسٹ بن اٹھا کر لے کر آئی تھی۔۔اور رومان شاہ کی سوچ کے مطابق اس میں کافی سارے کنچے موجود تھے جو ٹوٹے ہوئے گلدان کے ساتھ ہی ڈسٹ بن میں پھینکے ہوئے تھے۔۔۔میرے خیال سے اب مجھے آپ لوگوں کو یہ بتانے کی ضرورت نہیں پڑے گی کہ میرب کیسے گری۔۔۔

۔اور میرا شک مہک پر کیوں ہے بلکہ شک نہیں مجھے تو پورا یقین تھا اور ہمیشہ رہے گا۔اس سے پہلے کہ میں اس کی جان لے لوں اس کو میری نظروں کے سامنے سے ہٹا لیں۔۔۔

۔رومان شاہ نے کہر آلود نظروں سے مہک کی جانب دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

اب اپنا گنا ثابت ہوتے دیکھ مہک جلدی سے اپنے کمرے کی جانب چلی گئی کیونکہ جھوٹ کی گنجائش نہیں تھی۔۔۔

۔امی جان اب بھی آپ کو کسی صفائی کی ضرورت ہے تو میں موجود ہوں۔آپ مجھ سے پوچھ سکتی ہیں۔۔۔

اب کی بار رومان شاہ نے اپنی ماں کی جانب دیکھتے ہوئے یہ الفاظ بہت تیز بھرے لہجے سے کہے۔۔۔

۔اس سے پہلے کہ وہ اپنا غصہ ضبط نہ کر پاتا۔وہ اپنی امی جان کو وہ بے حد پیار اور ان کی بے حد عزت کرتا تھا۔

۔وہ پانی ماں کے سامنے کوئی گستاخانہ الفاظ نا بول جائے۔وہ اپنی گاڑی لیتا ہوا ہاسپٹل واپس نکل چکا تھا۔۔۔

○○○○○○○○○

میر پلیز فون کر کے پوچھیں نا کہ میرب کو ہوش آیا ہے یا نہیں۔مرہا جائے نماز سے اٹھ کر صحن میں ٹینشن سے پھرتے ہوئے شاہ میر کے پاس آئی تھی۔

۔نہیں ابھی تک میرب کو ہوش نہیں آیا ہے۔مرہا تم اس کے لیے بہت دعا کرو۔ماما بتا رہی ہیں کہ ڈاکٹر کے کہنے کے مطابق کی حالت بہت خراب ہے۔۔

۔میرہا وہ میری بہن نہیں میرے لیے میری بیٹی کی طرح ہے۔ایک تو مجھے جانے کی چھٹی نہیں مل رہی اور اس وقت گاؤں کے حالات بھی بے حد خراب ہیں مجھے سمجھ نہیں آرہا میں کیا کروں۔

۔شاہ میرہا کو بہت درد بھرے لہجے سے

بتا رہا تھا۔۔۔

۔میر آپ پلیز پریشان نہیں ہو انشاءاللہ تعالی میرب کو بالکل ٹھیک کر دے گا ہم ان کے لیے دعا کر رہے ہیں نا۔

آپ اتنے پریشان نہ ہوں نہ خود کو اذیت دیں میرہا شامیر کے سینے سے لگتی ہوئی اس سے دلاسا دے رہی تھی۔

۔اسے بھی تو اپنے بھائی اور بھابھی کی خوشیاں بے حد عزیز تھی وہ بھی اس وقت بہت تکلیف میں تھی۔۔۔ مگر وہ لڑکی تھی جو بہت ہی کمزور دل تھی۔شاہ میر کو ہمت دیتے ہوئے وہ شاہ میر کے ہی سینے میں سر چھپائے ہوئے رو رہی تھی۔

۔مرہا میری جان پہلے تم خود تو ہمت رکھو اس طرح رو کر مجھے ہمت دو گی۔

شاہ میر اسے اپنی باہوں کے دائرے میں لیتے ہوئے چپ کروا رہا تھا۔

۔میر بس اللہ تعالیٰ جلدی سے میرب کو ٹھیک کر کے بھائی اور میرب کی خوشیاں پھر سے ان کی جھولی میں ڈال دیں۔۔

۔آمین ثم آمین شاہ میر نے بلند آواز میں کہا تھا۔۔۔

oooooooooo

,

رومان مجھے بھی بتاؤ گے کہ آخر کیا ہے۔ تم کیوں اپنی کزن پر ہاتھ کیوں اٹھا رہے تھے اور کیوں سب کو گھر لے کر گئے تھے۔۔۔

آخر یار تمہارا دوست ہوں اتنا جاننے کا حق تو رکھتا ہوں رومان شاہ جب واپس ہاسپٹل آیا تو شاہ زیب جو اس کے اس طرح سے جانے پر بہت ٹینشن میں تھا اس نے رومان شاہ سے سوال کیا۔۔۔

۔شاہ زیب تمہیں سب کچھ بتا دوں گا مگر ابھی میں کچھ بھی بتانے اور سمجھانے کے پوزیشن میں نہیں ہوں تم مجھے میرب کی ساری کنڈیشن بتاؤ۔رومان شاہ نے اس کی بات کو بیچ میں ہی کاٹتے ہوئے کہا۔۔

۔اگلے 48 گھنٹوں میں بھابھی کا ہوش میں آنا بہت ضروری ہے دعا کرو کہ وہ ہوش میں آجائیں اگلے 48 گھنٹے بھابھی کے لیے بہت کریٹیکل ہیں۔شاہ زیب نے بے حد پریشان کن لہجے سے کہا۔۔

پلیز تم ساری فائلز پر سائن کر دو۔ڈاکٹر شاہ زیب نے رومان شاہ کے کاندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے دلاسا دینے والے انداز سے کہا۔۔۔



۔ڈاکٹر شاہ زیب کے ساتھ جا کر رومان شاہ سب جگہ پر سائن کر رہا تھا۔۔سائن کرتے ہوئے رومان شاہ کے پہلی بار ہاتھ بھی کانپ رہے تھے۔حالانکہ یہ ساری کاروائی ہو چکی تھی۔۔۔

۔مگر اب بھی میرب اور اپنے بچے کی زندگی اور موت کے کاغذوں پر دستخط کرتے ہوئے رومان شاہ کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔۔

۔اسے ہمت دینے کے لیے شاہ زیب اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر کھڑا ہوا تھا رومان شاہ کاغذات سائن کر کے ایک ٹھنڈی سانس فضا میں چھوڑتا ہوا کھڑا ہو گیا۔۔

۔مجھے میرب کے روم میں جانا ہے رومان شاہ نے شاہ زیب کی جانب دیکھتے ہو کہا۔رومان بھابھی کے پاس نرسز ہیں۔اور ہر کچھ دیر کے بعد ہم جا کر بھابھی کو دیکھتے رہیں گے۔۔۔

تم یہی میرے پاس رہو شاہ زیب کو پتہ تھا کہ میرب کی حالت دیکھ کر رومان شاہ بہت اذیت میں رہے گا۔

مگر رومان شاہ کہاں رکھنے والا تھا وہ زبردستی کر کے میرب کے روم میں چلا گیا۔۔

oooooooooo

رومان شاہ نے ان 48 گھنٹوں میں ایک گھڑی بھی سو کر نہیں دیکھا تھا وہ روم میں میرب کے پاس ہی بیٹھا ہوا اپنے خدا سے دعا کر رہا تھا کہ کسی طرح یہ 48 گھنٹے پورے ہونے سے پہلے میرب کو ہوش میں آجائے۔

۔وہ روم سے صرف تھوڑی دیر کے لیے باہر جاتا جب وہ مسجد میں جا کر نماز پڑھتا اور خدا کے سامنے سجدہ ریز ہو کر رو رو کر اس کی زندگی کی دعائیں مانگتا۔۔وہ میرب کے پاس خود ہی رات اور دن کو رکا ہوا تھا اس نے سب کو یہ کہا تھا کہ صرف دور سے میرب کو دیکھ کر چلے جائیں وہ اپنی میرب کے پاس خود رک کر اس کا خیال رکھ سکتا ہے۔

۔آخر اس کے سجدوں کو خدا نے قبول کر لیا خدا نے اس کے آنسوؤں کو دیکھتے ہوئے اس کی سچی محبت کو زندگی بخش دی۔

۔میرب کو ہوش آگیا تھا وہ جب نماز پڑھ کے واپس آیا تو ڈاکٹر نے اسے باہر ہی یہ خبر دے دی تھی کہ پیشنٹ کو ہوش آگیا ہے۔۔۔رومان شاہ نے آسمان کی جانب دیکھتے ہوئے اللہ کا شکر ادا کیا تھا۔

۔سر پیشنٹ کسی شاہ کا نام بار بار لے رہی ہے وہ کسی شاہ سے ملنا چاہتی ہے شاید نرس نے باہر آکر ڈاکٹر سے کہا۔

۔جی یہ ہے پیشنٹ کے شاہ۔۔۔ان کے ہسبینڈ مسٹر رومان شاہ۔جایئے جناب آپ کی وائف نے ہوش میں آتے ہی سب سے پہلے آپ کا نام لیا ہے اس کا مطلب کہ آپ کی وائف آپ سے بہت زیادہ اٹیچ ہیں۔اور بہت زیادہ پیار کرتی ہے۔

۔کیونکہ پیشنٹ اکثر ہوش میں آتے ہی ان لوگوں کا نام لیتے ہیں جن کے وہ بے حد قریب ہوتے ہیں۔۔۔ڈاکٹر نے مسکرا کر ہاتھ کے اشارے سے رومان شاہ کو روم میں جانے کو کہا رومان شاہ کے لب مسکرا رہے تھے یہ سوچ کر کہ اس کی جان اسے اتنا پیار کرتی ہے کہ اتنی تکلیف کے بعد ہوش میں آئی تو اسے اپنے شاہ کا نام یاد تھا۔۔۔۔



ooooooooo

وہ روم کا دروازہ کھول کر تیزی سے قدم بڑھاتا ہوا میرب کے پاس آیا وہ آہستہ سے آنکھیں کھول کر اسے دیکھ رہی تھی۔

۔

۔میرب میری جان کیسی ہو اس کہ پاس

آ کر بے اختیار اس پر جھکا اور اپنے لب اس کے ماتھے پر رکھ کر بڑی عقیدت

بھرا لمس چھوڑ کر اسے اپنے ساتھ لگائے ہوئے اس کا حال پوچھ رہا تھا۔۔۔

۔میں نے آپ سے کہا تھا شاہ مجھے چھوڑ کر مت جائیں مگر آپ نے میری ایک نہیں سنی آپ چلے گئے مجھے اکیلا چھوڑ کر۔۔۔

وہ رومان شاہ کے سینے پر زور دیتے ہوئے رومان شاہ کو پیچھے دھکیل رہی تھی۔اس کی آنکھوں میں بے حد درد کے آنسوں تھے۔

۔رومان شاہ اس کے اس رویے کے لیے پہلے سے تیار تھا اسے پتا تھا کہ میرب خوش میں آتے ہی آپے سے باہر ہو جائے گی اس لیے وہ شاکنگ نہیں تھا۔۔۔

آئی ایم سوری میری جان مجھے پتہ ہے کہ تمہیں اس طرح سے چھوڑ کر مجھ سے بہت بڑی غلطی ہو گئی ہے۔

۔وہ میرب کا چہرہ اپنی جانب موڑتے ہوئے بڑے پیار سے سمجھا رہا تھا۔

آپ کے سوری کہنے سے آپ میرا بچہ واپس آجائے گا۔ بتائیں مجھے میرا بچہ واپس لا کر دے سکتے ہیں۔۔۔

۔بولے شاہ وہ خود پر جھکے ہوئے رومان شاہ کے گریبان کو پکڑ کر جھنجوڑتے ہوئے چیخی۔۔

تم ہائپر نہیں ہو تمہاری طبیعت خراب ہو جائے گی میری جان پلیز۔

۔ہو جانے دیں میری طبیعت خراب اللہ کرے میرے بچے کی طرح میں بھی مر جاؤں وہ روتے ہوئے رومان شاہ کو دھکے دے کر خود سے دور کر رہی تھی۔

میرب۔۔۔دوبارہ یہ الفاظ اپنے منہ سے نکالنے سے پہلے یہ سوچ لینا کہ تم اکیلی نہیں مرو گی تمہارے ساتھ تمہارا شاہ بھی مر جائے گا۔۔۔

۔تم میری زندگی ہو تم پر میری اولاد بھی قربان مگر تمہیں کچھ نہیں ہونا چاہیے۔

تم میری چلتی ہوئی سانسوں کی ضمانت بن چکی ہو۔

۔دوبارہ اس طرح کا الفاظ اپنے منہ سے مت نکالنا رومان شاہ کو میرب کے اس جملے سے بہت تکلیف ہوئی تھی۔۔۔

شاہ مجھے نہیں پتہ مجھے میرا بچہ واپس لا کر دیں۔وہ رومان شاہ کی سینے سے قمیض پکڑتے ہوئے سسکیوں کے ساتھ رو رہی تھی۔

۔ہوش میں آنے کے بعد ایک دم سٹریس لینے سے میرب واپس بے ہوش ہو گئی۔۔۔رومان شاہ نے چیخ کر ڈاکٹرز کو روم میں بلایا۔۔۔

۔رومان شاہ کی دھاڑ پر باہر کھڑا ہوا ڈاکٹر اور نرسز فوراً روم میں آچکی تھی میرب کا بی پی چیک کیا جا رہا تھا جو کہ اس وقت بہت ہائی تھا۔ڈاکٹر نے فوراً سے میرب کو اینجائیو ٹنسن کا انجیکشن لگایا تاکہ میرب کا بی پی کنٹرول ہو سکے۔۔۔

۔سر آپ کچھ دیر میرے ساتھ میرے آفس میں تشریف لائیں۔ میرب کو ٹریٹمنٹ دینے کے بعد نرس کو وہیں پر رکنے کا اشارہ کرتے ہوئے ڈاکٹر رومان شاہ کو اپنے ساتھ آفس میں لے کر آگیا۔۔

دیکھیں سر میں آپ کو اس بات سے آگاہ کرنا چاہتا ہوں کہ آپ کی وائف اس وقت دماغی طور پر بہت زیادہ سٹریس میں ہیں۔

۔اپنا بچہ کھونے کا انہوں نے بہت زیادہ سٹریس لیا ہے اگر اس طرح کے ڈپریشن جھٹکے انہیں بار بار آتے رہے تو ان کی جان کو خطرہ ہو سکتا ہے۔

۔جیسا کہ آپ کو پتہ ہے کہ وہ بہت زیادہ کریٹیکل کنڈیشن سے باہر آئی ہیں سر پر چوٹ لگنے کی وجہ سے ان کا بہت زیادہ بلڈ ضائع ہوا ہے۔ایسے میں ان
کا بی پی شوٹ کرنا یا بے ہوش ہونا ان کی جان کے لیے خطرہ بن سکتا ہے۔۔۔

۔آپ ان کے ہسبینڈ ہیں اور آپ کو بہتر پتہ ہو گا کہ وہ کہ آپ ان کو کس طرح سے ریلیکس فیل کروا سکتے ہیں۔کیونکہ ان کا دماغی طور پر ریلیکس رہنا بے حد ضروری ہے۔اگر اس طرح کے مزید ڈپریشن کے جھٹکے ان کو لگے اور وہ بے ہوش ہوئیں تو پھر آئی ایم سوری شاید ہم بھی کچھ نہ کر سکے۔۔۔

۔ڈاکٹر نے بہت کلیئر لی بتایا تھا کہ میرب کے لیے سٹریس لینا کس قدر خطرناک ہو سکتا ہے۔۔

۔پلیز ڈاکٹر آپ اس کا اچھی طرح سے ٹریٹمنٹ کریں میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ دوبارہ نہ تو وہ ڈپریشن میں جائے گی۔اور نہ ہی بے ہوش ہو گی۔

رومان شاہ کو اپنی محبت پر بہت مان تھا اسے لگتا تھا کہ وہ اپنی محبت سے میرب کو ریلیکس بھی کر سکتا ہے اور ڈپریشن سے باہر بھی لا لے آئے گا وہ ڈاکٹر سے بات کر کے واپس میرب کے روم کی جانب جا رہا تھا۔۔۔

oooooooo

مرہا مبارک ہو اللہ کا شکر ہے کہ میرب کو ہوش آ گیا ہے میری ماما سے بات ہوئی تھی۔

۔یا اللہ تیرا شکر ہے کہ کوئی اچھی خبر بھی سننے کو ملی مرہا نے بھی اللہ کا شکر ادا کیا۔

۔مگر بیڈ نیوز یہ ہے کہ ان کی زندگی میں آنے والی پہلی خوشی کو ڈاکٹرز بچا نہیں سکے شاہ میر نے میرب کے مس کیرج کے بارے میں بتایا۔

۔اففف چلو اللہ تعالی میرب اور بھائی کو تندرستی اور صحت والی زندگی عطا کرے اللہ تعالی ان کی جھولی پھر سے بھر دے گا۔اور انشاءاللہ بہت جلدی ان کی زندگی میں دوبارہ سے خوشیاں آئیں گی۔مرہا پہلے تو یہ نیوز سن کر بہت دکھی ہو گئی مگر پھر جلدی سے شامیر کو ہمت دیتے ہوئے کہا تھا۔۔۔۔

۔انشاءاللہ اللہ تعالی میرب کی زندگی میں پھر سے اولاد جیسی نعمت کی خوشی اسے نصیب کرے۔۔۔اوکے پھر میں فون رکھتا ہوں آج میری زمیندار کے ساتھ میٹنگ ہے دعا کرنا کہ کوئی اچھا فیصلہ ہو سکے۔۔۔

میری دعائیں ہمیشہ آپ کے ساتھ ہے انشاءاللہ بہت جلد آپ گاؤں والوں کو انصاف دلانے میں کامیاب ہو جائیں گے اللہ تعالی آپ کی مدد کرے۔۔ آمین۔۔ مرہا نے دعا دے کر فون بند کر دیا تھا۔۔۔

ooooooooo

رومان شاہ مسجد سے ظہر کی نماز ادا کر کے میرب کے ہاسپٹل روم کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔ اس نے اندر قدم رکھتے ہی یہ دیکھ لیا تھا کہ میرب ہوش میں تھی۔ مگر رومان شاہ کو دیکھ کر اس نے اپنی آنکھیں بند کر لی شاید وہ اپنے شاہ سے بہت زیادہ ناراض تھی اور وہ بات نہیں کرنا چاہتی تھی۔۔۔

۔رومان شاہ چلتے ہوئے آکر میرب کے پاس بیڈ پر بیٹھ گیا اس کے ایک ہاتھ سے ڈرپ اتار دی گئی تھی مگر ہاتھ پر اب بھی بینڈج لگی ہوئی تھی۔

۔وہ اپنے مضبوط ہاتھوں میں اس کا نازک سا ہاتھ لے کر اپنے ہونٹوں سے لگا کر چوم رہا تھا۔ میرب جو خود کو نیند میں دکھانے کی ایکٹنگ کر رہی تھی رومان شاہ کے لبوں کی حدت سے سبک اٹھی تھی۔۔



۔اپنا ہاتھ شاہ کے لبوں اور ہاتھوں سے اس نے نرمی سے پیچھے کر لیا اب اس نے آنکھیں کھول لی تھی۔ کیونکہ وہ جان چکی تھی کہ شاہ کو پتہ ہے کہ وہ جاگ رہی ہے۔۔۔

۔وہ اپنا چہرہ ناراضگی سے دوسری جانب کیے ہوئے اپنا ہاتھ پیچھے کر کے اپنے سینے پر رکھ کر لیٹی تھی۔

۔میری جان کب تک تم اپنے شاہ سے اس طرح ناراض رہہ کر نظریں چراتی رہو گی۔شاہ نے نرمی سے اس کی گال پر ہاتھ رکھ کر اس کا چہرہ اپنی جانب کیا میرب نے شاہ کا ہاتھ پھر سے پیچھے ہٹا کر اپنا رخ واپس دوسری جانب موڑ لیا تھا۔۔

۔جان شاہ کیا مجھے معافی نہیں مل سکتی۔مجھے پتہ ہے کہ میری غلطی ہے کہ میں تمہیں چھوڑ کر چلا گیا ۔اگر مجھے پتہ ہوتا کہ میرے جانے کے بعد میری میرب کے ساتھ ایسا کچھ ہو جائے گا تو خدا کی قسم اگر میرا پورا بزنس بھی ڈوب جاتا تو میں تب بھی تمہیں چھوڑ کر جانے کا تصور بھی نہیں کرتا۔

۔جانا تو دور کی بات ہے۔مجھے بتاؤ میں اپنی اس غلطی کا کس طرح سے ازالہ کروں میں نہیں برداشت کر سکتا میرب تمہاری یہ بے رخی۔یہ ناراضگی یہ مجھ سے نظریں چرانا۔۔۔

۔نہ ہی تمہاری یہ چپ مجھ سے برداشت ہو رہی ہے تمہیں جتنا غصہ ہے مجھ پر نکال لو مگر چپ مت رہو۔

۔مجھ سے جو ہو گیا ہے میں وہ وقت تو واپس نہیں لا سکتا مگر تمہارے آگے ہاتھ جوڑ کر معافی ضرور مانگ سکتا ہوں کہ تم مجھے معاف کر دو رومان شاہ نے میرب کے آگے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا۔۔۔

۔شاہ کیا کر رہے ہیں۔ آپ اس طرح سے میرے آگے ہاتھ جوڑ کر کیا مجھے اللہ تعالی کی بارگاہ میں بھی گنہگار ثابت کریں گے۔۔

۔رومان شاہ کے جڑے ہوئے ہاتھوں کو میرب نے فوراً سے پکڑ کر الگ کرتے ہوئے تڑپ کر کہا تھا۔
وہ اب بھی رومان شاہ کے دونوں ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں پکڑے ہوئے اپنے شاہ کے جھکے ہوئے چہرے کو دیکھ رہی تھی۔۔۔

۔تو کیا کروں تم بتاؤ میری غلطی کی کیا سزا ہے۔میں تو ہر سزا کے لیے تیار ہوں۔ مگر میں وہ وقت واپس نہیں لا سکتا۔

۔میرب مجھے نہیں اندازہ تھا کہ میری جان کے ساتھ اس قدر غلط ہو جائے گا رومان شاہ بہت ٹوٹے ہوئے لہجے سے میرب سے کہہ رہا تھا۔۔۔

۔شاہ میں کیا کروں آپ میری تکلیف کو نہیں سمجھ رہے۔شاہ ہمارا بچہ نہیں رہا آپ کو پتہ ہے میں نے کتنے خواب سے سجائے تھے۔

کہ ہمارا بچہ آئے گا تو میں یہ کروں گا ہمارا بچہ آئے گا تو میں وہ کروں گی۔۔وہ تڑپ کر روتے ہوئے شاہ کو بتا رہی تھی۔۔۔

۔شاہ آپکو پتہ ہے میں اپنے خیالوں میں ہمارے بچے کو آپ کے سینے پر کھیلتے ہوئے دیکھتی تھی۔وہ اپنے نازک ہاتھوں سے آپ کے چہرے کو گدگدا رہا ہوتا تھی۔

۔میں نے تصور میں یہ سب دیکھا تھا آپ کتنے خوش تھے ہمارے بچے کے ساتھ میرے وہ سارے خواب ٹوٹ گئے سب کچھ ختم ہو گیا شاہ اس لیے مجھے آپ پر غصہ آرہا ہے۔مجھے لگتا ہے کہ اگر آپ نہیں جاتے تو شاید آپ اس حادثے کو روک سکتے تھے۔۔

۔میرب کے اندر کا درد کھل کر اس کی آنکھوں سے بہہ رہا تھا۔۔شاہ نے اس کی کمر پر ہاتھ رکھ کر اسے تھوڑا سا اوپر اٹھا کر اسے اپنے سینے سے لگا رکھا تھا۔میرب شاہ کے سینے میں سر چھپائے

ہوئے تڑپ تڑپ کر اپنا درد شاہ کو سنا رہی تھی۔۔۔۔

۔شاہ مجھے خود پر بھی بہت غصہ ہے کیوں میں آپ کے روکنے کے باوجود باہر گئی کیوں گئی۔میرے بچے کی جان جانے میں سب سے بڑا ہاتھ میرا خود کا ہے۔

۔میرب نے جزباتی ہو کر اپنے چہرے پر تھپڑ مارنے کے لیے ہاتھ اٹھائے تھے۔شاہ نے جلدی سے اس کے ہاتھوں کو پکڑ لیا۔۔

۔خبردار اگر اپنے منہ پر تھپڑ مارا تو تم پر تمہارے چہرے پر تمہارے دکھ سکھ پر تمہاری ہر چیز پر صرف میرا حق ہے۔آج کے بعد اپنے اس خوبصورت چہرے پر اگر تم نے ہاتھ اٹھایا تو میرب مجھ سے برا کوئی نہ ہو گا۔



۔تمہیں مجھ پر غصہ ہے تو تم تھپڑ بھی مجھے ہی مارو رومان شاہ نے میرب کا ہاتھ پکڑ کر اپنے چہرے پر مارنے کے لیے اٹھایا تھا۔۔

۔میرب نے جلدی سے اپنا ہاتھ کھینچ کر پیچھے کر لیا۔ وہ اپنے شاہ سے اس طرح کی گستاخی کیسے کر سکتی تھی وہ تو ایسا سوچ بھی نہیں سکتی تھی کرنا تو دور کی بات ہے۔۔

۔شاہ پلیز مجھے گنہگار تو مت کریں۔مجھے آپ پر غصہ ہے مگر اس کا ہر گز یہ مطلب نہیں کہ میں آپ کے ساتھ اس طرح کی بدتمیزی کروں گی آپ میرے شوہر ہیں۔۔

۔میرب تھوڑی دیر کے لیے یہ سوچو کہ اگر ہمارا بچہ ہم سے دور نہیں جاتا۔اور ہم دونوں الگ ہو جاتے مجھے کچھ ہو جاتا تو کیا تم میری جدائی برداشت کر لیتی۔۔۔

۔شاہ اللہ نہ کرے کہ آپ کو کچھ ہو میں مر جاؤں گی اگر آپ کو کچھ ہوا تو۔۔شاہ میں آپ سے ناراض ضرور ہوں مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ میں آپ سے پیار نہیں کرتی۔

۔شاہ آپ اچھی طرح سے جانتے ہیں کہ میں آپ سے بہت پیار کرتی ہوں۔۔ آپ میرب کی زندگی ہو ۔۔۔شاہ کے اس الفاظ سے میرب اندر تک ہل گئی تھی۔۔۔

۔شاہ کی کمر میں ہاتھ ڈال کر سینے میں سختی سے اپنا چہرہ چھپائے ہچکیوں سے رو رہی تھی۔۔۔

۔شاہ نے اپنے سینے پر میرب کے آنسوں گرتے ہوئے محسوس کیے شاہ کی قمیض گیلی ہو رہی تھی میرب کے روانی سے بہتے ہوئے آنسوؤں کی شدت سے۔

۔میری جان رونا بند کرو تمہارے یہ آنسوں مجھے بہت تکلیف دیتے ہیں میرب میں تمہاری آنکھوں میں ہمیشہ خوشیاں اور چمک دیکھنا چاہتا ہوں۔لیٹ جاؤ تمہارے ہاتھ سے بلڈ نکل رہا ہے۔۔۔

۔میرب نے جب جھٹکے سے ہاتھ اٹھا کر جب شاہ کی قمر میں ڈالے تو میرب کی بلڈ والی پن ہلنے سے میرب کے ہاتھ سے بلڈ نکل آیا تھا۔۔۔



۔خون شاہ کی قمیض پر بھی لگا اور خون کے قطرے بیڈ شیٹ پر بھی گر رہے تھے رومان شاہ نے جلدی سے نرس کو بلوا کر ڈرپ ٹھیک کروائی۔۔نرس جا چکی تھی شاہ واپس بھی میرب کے پاس آکر بیٹھ گیا۔۔۔

۔میرب میں نے کہا اب تم روؤ گی نہیں۔شاہ نے بنا ہاسپٹل کے روم کا لحاظ کیے۔اپنے لب میرب کی آنکھوں پر رکھتے ہوئے۔اس کی خوبصورت موٹی موٹی آنکھوں سے بہتے ہوئے آنسوؤں کو اپنے لبوں سے چن لیا۔۔۔

شش۔۔۔شاہ۔۔۔کیا کر رہے ہیں یہ ہاسپٹل کا روم ہے ہمارا گھر نہیں شاہ کو اپنے اتنے قریب ہوتے دیکھ میرب نے شرما کر شاہ کے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے شاہ کو پیچھے کیا۔۔۔

۔روم ہاسپٹل کا ہے مگر بیوی تو میری ذاتی پراپرٹی ہے نا۔۔شاہ اپنی میرب کو اتنے دنوں بعد یوں شرماتے دیکھ کر کھل اٹھا تھا۔۔بلکہ اتنے دنوں کے بعد صلح ہونے کی خوشی میں کس تو بنتی ہے۔کتنے دنوں سے میں نے کچھ میٹھا نہیں کھایا تو تمہارے ٹھیک ہونے کی خوشی میں جلدی سے میرا منہ میٹھا کرواؤ۔۔



۔میں نے کب کہا کہ میں آپ سے ناراضگی چھوڑ کر صلح کر چکی ہوں میرب کے چہرے پر بھی ہلکی سی مسکراہٹ آئی۔

۔مطلب ابھی اور اپنے شاہ سے منتیں کروانے کا ارادہ ہے۔اپنے انگوٹھے کو میرب کے پنک پنکھڑیوں پر رب کرتے ہوئے مسکرا رہا تھا۔

۔جی نہیں مجھے اپنے شاہ سے منتیں کروانے کی کوئی ضرورت نہیں بس مجھے آپ سے ایک وعدہ چاہیے جو آپ مجھ سے ابھی اور اسی وقت کریں گے۔۔

۔میرب کی آنکھوں میں ایک الگ سی ضد شاہ کو بخوبی نظر آرہی تھی اور شاہ نہیں چاہتا تھا کہ میرب وہی وعدہ مانگ لے جس کے بارے میں وہ سوچ کر گھبرا رہا تھا۔۔

۔میری جان وعدے کرنے کے لیے ہمارا بیڈ روم ہے وہاں پر چل کر تم مجھ سے اپنے سارے وعدے لے لینا۔اگر یہاں پر وعدے لیے تو پھر میں بھی اپنے حساب کتاب کرنے بیٹھ جاؤں گا۔پھر تمہارے لیے ہی مشکل ہو جائے گی۔۔

۔وہ شوخ ہوتے ہوئے بات کا رخ بڑی ہوشیاری سے بدل کر کسی اور جانب ہی لے گیا تھا۔

۔جو وعدہ میرب مانگنے والی تھی شاہ یہ وعدہ فلحال اسے نہیں دے سکتا تھا اسے اپنی میرب کی جان بہت عزیز تھی ۔ ان 48 گھنٹوں میں میرب کو کھو ہو دینے کے ڈر نے شاہ کے دل کو پوری طرح سے یہ احساس دلا دیا تھا کہ میرب اس کی زندگی میں کیا معنی رکھتی ہے۔

۔شاہ آپ پہلے میرا وعدہ سن تو لیں۔شاہ کے نا سننے پر میرب منہ بناتے ہوئے بولی۔۔

۔کہا تو ہے گھر چل کر بیڈ روم میں آرام سے اپنے سینے پر لٹا کر تم سے تمہارا وعدہ پوچھوں گا۔۔

اگر تمہیں جلدی ہے تو پھر تیار ہو جاؤ کچھ دیر کے لیے ڈرپ کو اتار کر ہاسپٹل کے روم میں اسی بیڈ پر وعدے پکے کر لیتے ہیں۔اس کے بعد نرس کو بلوا کر ڈرپ دوبارہ لگوا دوں گا۔۔



۔آخر وہ بھی رومان شاہ تھا وہ بھی اپنی میرب کو اس بات سے دور رکھنے کے لیے اپنی بہترین ٹکنیک استعمال کر رہا تھا۔۔

۔افففف شاہ پلیز میں نے ایسا تو نہیں کہا شاہ کی باتوں سے میرب نے اپنی نظریں دیوار پر مرکوز کرتے ہوئے کہا۔۔۔

آپ جا کر ڈاکٹر سے پوچھیں کہ وہ مجھے چھٹی کب دیں گی۔روماں شاہ کی محبت بھری شوخ نظریں اپنے چہرے پر محسوس کرتے ہوئے میرب نے فی الحال شاہ کو وہاں سے کھسکنے کو کہا تھا۔۔۔

۔جان شاہ چھٹی کی کیا بات ہے میں ابھی جا کے ڈاکٹر سے کہہ دیتا ہوں کہ میری بیوی بالکل ٹھیک ہے۔ اور اسے اپنے شاہ کے ساتھ بیڈ روم میں اپنے بیڈ پر لیٹ کر کچھ واعدے لینے ہیں تو ہمیں پلیز جلدی سے چھٹی دے دیں ہم۔۔۔



۔شاہ پلیز تنگ مت کریں میں نے ایسا تو نہیں کہا مجھے گھر جانا ہے میں بور ہو گئی ہوں۔میرب نے ہلکا سا چلاتے ہوئے کہا۔اسی وقت راؤنڈ پر ڈاکٹر چیک آپ کے لیے آیا تھا۔

۔ڈاکٹر جیسے ہی روم کا دروازہ کھٹکھٹا کر اندر داخل ہوا۔ میاں بیوی کو آپس میں یوں مسکراتے ہوئے دیکھ کر وہ بھی مسکرا دیا۔۔۔

۔ویری گڈ لگتا ہے آپ نے وعدے کے مطابق اپنی وائف کو ڈپریشن سے دور کر ہی لیا ہے۔ بہت اچھی بانڈنگ ہے آپ ہسبینڈ وائف میں آئی ایم امپریسڈ۔

ڈاکٹر نے ہنستے ہوئے ایپریشیٹ کیا اور میرب کا چیک اپ کرتے ہوئے انگوٹھا دکھا کر اوکے کا سائن دیا کہ میرب اب بالکل ٹھیک ہے۔

۔سر میری وائف یہاں پر بہت بور ہو چکے ہیں تو آپ ہمیں ڈسچارج کب کریں گے بتا دیجئے۔ رومان شاہ نے مسکرا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔۔



۔جی آپ چاہیں تو ابھی جا سکتے ہیں کیونکہ باقی کی چوٹیں تو آہستہ آہستہ ہی ٹھیک ہوں گی۔ سب سے بڑی پرابلم تھا ان کا مینٹلی طور پر ٹھیک ہونا اس کے ڈاکٹر تو آپ ہیں۔۔

۔اور ہم سے کہیں زیادہ بہتر آپ اپنی وائف کا علاج کر سکتے ہیں۔بس اسی طرح ان کا خیال رکھیں اور جتنا یہ خوش رہیں گی ٹینشن سے دور رہیں گے اتنی جلدی یہ ریکور کریں گے۔باقی ان کی جو بظاہری چھوٹیں ہیں وہ انشاءاللہ آہستہ آہستہ ٹھیک ہو جائیں گی۔۔۔

۔اور یہ جو ان کی ٹانگ پر چوٹ لگی ہے یہ کچھ دن لے گی کیونکہ یہ چوٹ ہڈی کو جا کر لگی ہے۔اللہ کا شکر ہے کہ ہڈی تو ٹوٹنے سے بچ گئی ہے۔مگر ہڈی پر دباؤ کافی زیادہ آیا ہے۔جس کی وجہ سے ان کو سہی طرح سے چلنے پھرنے کے لیے کچھ دن لگیں گے۔۔۔

۔میں بھی میڈیسن لکھ کر بھجوا دیتا ہوں۔آپ چاہیں تو ابھی جا سکتے ہیں رومان شاہ نے ڈاکٹر کو تھینک یو بولتے ہوئے ہاتھ ملایا۔



۔ڈاکٹر روم سے جا چکا تھا۔۔چلیے میڈم ہو جایئے تیار چلتے ہیں ہمارے گھر ہمارے بیڈ روم میں ہمارے بیڈ پر کیونکہ وہاں چل کر تم نے میرے ساتھ بہت سارے وعدے کرنے ہیں۔

اور میں نے ان وعدوں کو پکا اور مضبوط کرنا ہے۔۔۔

۔شاہ آپ جائیں اور جا کر دوائیوں والی لسٹ لے کر آئیں تا کہ ہم گھر جا سکیں آپ تر کی جا کر بہت زیادہ تیز ہو کر نہیں آ گئے۔۔۔جان من میں تو ہمیشہ سے ہی تیز تھا لگتا ہے تم نے غور نہیں کیا کبھی۔۔۔

رومان شاہ میرب کو ٹینشن والی سائیڈ پر جانے ہی نہیں دے رہا تھا۔وہ اسے ڈپریشن سے نکال کر ہنستے ہوئے گھر لے جانا چاہتا تھا۔۔

وہ دل میں یہ سوچ کر جا رہا تھا کہ اس کے ارد گرد کی سب ٹینشنز کو وہ بہت جلدی دور کر دے گا۔

00000000000

ملک صاحب اس بار آپ کی نہیں چلے گی آپ کو میری بات ماننی پڑے گی میں اپنی بیٹی کو اس سازشی لڑکی کے ساتھ اس گھر میں نہیں چھوڑ سکتی۔۔



میں ہاسپٹل سے ڈسچارج ہونے پر میرب کو سیدھا اپنے گھر لانا چاہتے ہوں۔میرب کی ماں اس کے باپ سے اپنی بیٹی کی سکیورٹی کو لے کر بحث کر رہی تھی۔۔

۔بیگم فی الحال ہمارا اس مدے میں بولنا فضول ہے کیونکہ ہمیں اپنی بیٹی کی خوش قسمتی پر فخر کرنا چاہیے کہ اسے اتنا محبت کرنے والا شوہر ملا ہے۔

تم نے رومان شاہ کی آنکھوں میں ہماری بیٹی کے لیے بے حد محبت اور فکر نہیں دیکھی۔اگر دیکھ لیتی تو شاید آپ اسے ہمارے گھر میں لانے کا مطالبہ نہیں کرتے ملک زبیر اپنی بیوی کی بات سے متفق نہیں تھے۔۔۔

۔ملک صاحب میں نے رومان شاہ کی محبت اور ہماری بیٹی کے لیے فکر مند ہونے سے کب انکار کیا ہے
۔مگر آپ ایک ماں کی فکر کو بھی سمجھیں وہ سازشی لڑکی ابھی تک اس گھر میں موجود ہے اور جتنا نقصان وہ میری بیٹی کا کر چکی ہے، کیا گارنٹی ہے کہ اس سے آگے وہ میری بیٹی کو کوئی نقصان نہیں پہنچائے گی۔



میں اپنی اکلوتی بیٹی کی جان کے ساتھ کوئی رسک تو نہیں لے سکتی۔۔۔۔

۔بیگم ہمیں اس بات کی بھی فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے جو لڑکا پچھلے چھ دن سے ہم دن رات ہماری بیٹی کے سر پر کھڑا ہے ایک منٹ کے لیے بھی وہ اس سے دور نہیں ہوا اپنی نیند اپنا کھانا پینا اس

نے خود پر حرام کیا ہوا ہے تو کیا لگتا ہے کہ اس حادثے کے بعد وہ میرب کی حفاظت کے لیے کوئی قدم نہیں اٹھائے گا۔۔۔

۔وہ یوں ہی اسے اس لڑکی کے ساتھ رہنے دے گا میرے خیال سے ہمیں فی الحال تھوڑا سا ویٹ کرنا چاہیے دیکھنا چاہیے کہ رومان شاہ ہماری بیٹی کے لیے کیا فیصلہ لیتا ہے۔۔

۔اور اگر مجھے لگے گا کہ رومان شاہ ہماری بیٹی کی حفاظت کے لیے کچھ نہیں کر رہا تو پھر جو آپ جو کہیں گی میں وہ مان کر آپ کے ساتھ کھڑا ہوں۔

۔آپ اتنا پریشان ہو کر خود کی طبیعت خراب نہ کریں۔میرب صرف آپ کی نہیں میری بھی بیٹی ہے مجھے بھی فکر ہے میرب کی۔بس کچھ دن آپ رومان شاہ کے فیصلے کا انتظار کریں۔۔۔

۔ملک زبیر ایک بہت سمجھدار جانے مانے بزنس مین تھے جن کو سچے کھرے کی بہت اچھی طرح سے پہچان تھی۔

۔اور رومان شاہ کا تو وہ تب سے فین تھا جب میرب کا اس سے رشتہ بھی طے نہیں ہوا تھا۔وہ تو چھوٹی سی عمر میں اس کے بہترین بزنس سے ہی بہت متاثر تھا۔اور مارکیٹ میں جو رومان کی اہمیت اور عزت تھی اس کا تو ملک زبیر پہلے دن سے ہی بہت فین تھا۔

۔ان کو اپنے داماد پر پورا بھروسہ تھا کہ وہ میرب کے ساتھ کچھ بھی غلط نہیں ہونے دے گا اس لیے وہ اپنی بیوی کو مطمئن کر رہا تھا۔۔۔

ooooooooo

رومان شاہ میرب کو لے کر گھر پہنچا تو رومان شاہ کی امی جان آگے سے آئی تھی میرب کا ماتھا چومتے ہوئے انہوں نے میرب کا استقبال کیا۔اللہ تیرا شکر ہے کہ میری بچی خیریت سے گھر واپس آئی۔

رومان شاہ میرب کو اپنی باہوں میں اٹھائے ہوئے سیڑھیاں چڑھ کر اپنے روم میں جا رہا تھا۔کیونکہ میرب فی الحال ٹانگ پر لگنے والی چوٹ کی وجہ سے زیادہ چل پھر نہیں سکتی تھی۔۔

۔مہک کے ماں اور چچا چچی بھی واپس آ چکے تھے انہوں نے بھی آگے بڑھ کر میرب کا حال چال تو پوچھا مگر ان کی نظروں میں بے حد شرمندگی تھی۔مہک کی کرتوتوں کی وجہ سے۔۔

۔جبکہ مہک رومان شاہ اور میرب کو گھر میں کہیں نظر نہیں آئی تھی شاید وہ اس وقت اپنے روم میں منہ چھپائے بیٹھی تھی۔۔

۔شاہ نے خود میرب کو بڑے آرام سے بیڈ پر سیٹ کر کے لیٹایا تھا۔۔روم میں آتے ہی میرب کو اپنے وہ خوشی والے سارے پل یاد آنے لگے۔

اس کی آنکھیں ایک دم بھر آئی تھی اپنے پریگنسی کے خوشی والے لمحات جو اس نے اس کمرے میں گزارے ان کو یاد کر کے۔

۔رومان شاہ نے فوراً اسے پاس بیٹھتے ہوئے اپنی باہوں میں بھر لیا۔۔۔میرب اگر اب تم دوبارہ روؤ گی تو مجھے یہ لگے گا کہ،میری محبت تمہارے لیے کوئی معنی نہیں رکھتی۔۔

۔میری جاتمہارا شاہ جب تمہارے پاس ہوتا ہے تو تم خود کو کیوں مکمل محسوس نہیں کرتی۔۔

۔کیا بچہ تمہارے لیے مجھ سے زیادہ بڑھ کر تھا۔شاہ آپ دونوں کی ایک الگ الگ جگہ ہے۔۔

۔وہ ہمارا بچہ تھا شاہ۔۔۔میرب کی آنکھوں سے ایک بار پھر تڑپ کر آنسوں چھلک آئے تھے۔۔

۔میرب سب کچھ چھوڑ کر میری طرف دیکھو میری محبت کو محسوس کرو۔۔۔شاہ تو اپنے میرب کو پا کر ہمیشہ خود کو مکمل محسوس کرتا ہے۔

۔تم میرے پاس ہوتے ہوئے کیوں اپنے آپ کو مکمل محسوس نہیں کر رہی ہو۔۔

۔خود کو ٹینشن سے نکال کر میری جانب دیکھو۔تمہارا شاہ تمہارے بنا نہیں رہ سکتا اس بات کو ہمیشہ یاد رکھنا۔۔



۔تم اپنے شاہ کے کمرے کی اس کے دل کی رونق ہو۔اپنے شاہ کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہو۔تم نے خود کو ٹھیک کرنا ہے میرے لیے۔۔۔

۔شاہ بڑی محبت سے اس کے چہرے کو چوم رہا تھا۔میرب نے اپنا سر شاہ کے سینے سے لگا رکھا تھا۔

۔شاہ کے سینے سے اٹھتی ہوئی کلون کی خوشبو میرب کو سکون دے رہی تھی۔ کیونکہ یہ وہ خوشبو تھی و جس کو وہ جب بھی محسوس کرتی تھی تو، اسے صرف اپنے شاہ کی موجودگی کا ہی احساس ہوتا تھا۔

وہ میرب کو اپنے سینے سے لگائے ہوئے اسے ٹینشن سے دور کر کے پر سکون کر رہا تھا۔۔
۔ مگر خود ایک بہت گہری سوچ میں ڈوبا ہوا کچھ سوچ رہا تھا۔۔ کچھ ایسا سوچ رہا تھا۔ جو میرب کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔۔۔

oooooooooooo

۔میرب گہری نیند میں سو رہی تھی رومان شاہ اس کے پاس سے آہستہ سے اٹھ کر اپنا فون لے کر باہر بلکونی میں چلا آیا تھا۔۔اس نے کچھ سوچتے ہوئے نمبر ڈائل کیا تھا۔۔۔۔ oooooooo
,
احمر تم مجھ سے میرے گھر پر آکر مل سکتے ہو رومان شاہ نے احمر کا نمبر ڈائل کیا تھا۔ اور اس کے فون اٹھاتے ہی رومان شاہ نے اس سے پہلا سوال یہی کیا۔۔

ہ۔اں رومان میں مل سکتا ہوں تمہارے گھر پر آکر مگر سب خیریت ہے مجھے ٹینشن رہی ہے۔

۔ٹینشن لینے والی کوئی بات نہیں ہے۔ تمہارے ساتھ مہک کے بارے میں بات کرنا چاہتا ہوں۔ تم مہک سے شادی کرنے میں انٹرسٹڈ تھے۔بس اسی حوالے سے بات کرنی ہے۔رومان شاہ کا لہجہ بھی حد سپاٹ اور سیریس تھا۔۔۔

۔ہاں یار میں مہک کے بارے میں اب بھی سیریس ہوں اگر تم مجھے اس بات کے لیے بلا رہے ہو تو میں تھوڑی دیر میں پہنچتا ہوں۔۔

۔احمر نے خوش ہو کر شوخ لہجے سے کہا کیونکہ وہ مہک کے معاملے میں کافی سیریس تھا۔اور اس وقت احمر کو اس سے بڑی خوشی کی خبر نہیں مل سکتی تھی۔

۔رومان شٹ ٹک کر کے فون بند کر چکا تھا۔۔فون بند کر دیا کمال ہے یار سالہ بننے سے پہلے ہی اتنا ایٹیٹیوڈ دکھا رہا ہے یہ بندہ بعد میں میرے ساتھ کیا کرے گا رمان شاہ کا فون بند ہونے پر فون کی جانب دیکھتے ہوئے مذاق سے بڑبڑایا۔

۔روما ن شاہ فون بند کر کے آہستہ سے بلکونی کا دروازہ کھول کر روم میں واپس آیا آیا میرب اب بھی گہری نیند میں سو رہی تھی۔ کیونکہ ڈاکٹر نے اسے دماغی سکون کی دوا باقی دواؤں کے ساتھ ڈوز میں میں شامل کر کے دی تھی۔

تاکہ وہ دماغی طور پر پر سکون رہیں اور اچھی نیند لیں اس لیے میرب کو اس وقت ارد گرد کا کچھ بھی پتہ نہیں تھا۔۔

۔روم میں مدھم سی روشنی تھی جس میں میرب کا پر سکون سویا ہوا چہرہ شاہ بخوبی دیکھ سکتا تھا۔وہ بیڈ کے دوسری جانب سے چلتا ہوا میرب کے پاس آ کر بیٹھ گئے۔

۔میرب میں ہمیشہ خود کو تمہارا گنہگار سمجھوں گا۔ کاش اس دن تمہاری تڑپ کو دیکھ کر میں رک جاتا ،کاش میں تمہیں چھوڑ کر نہیں گیا ہوتا۔۔ تو آج ہمارا بچہ ہمارے پاس ہوتا۔میرب تم نے تو رو کر اپنے شاہ کے سینے پر سر رکھ کر اپنا غم مجھے سنا کر اپنا دل ہلکا کر لیا ہے۔

۔میں تو مرد ہونے کے ناطے وہ بھی نہیں سکتا کیونکہ اگر میں رویا تو تم سے چپ نہیں کروایا جاؤں گا
۔میں تمہیں کیسے بتاؤں کہ ہمارے بچے کے لیے میری آنکھوں نے بھی کتنے خواب سجائے ہوئے تھے
۔میرے دل نے بھی تصور میں اس کے نرم ہاتھوں کی گداہٹ محسوس کی تھی۔۔

۔جاتے ہوئے تمہارے پیٹ پر لب رکھ کر مجھے یہ محسوس ہوا تھا کہ جیسے سامنے میرا چھوٹا سا بچہ میرے جسم کا ٹکڑا میرے سامنے کھیل رہا ہو۔۔میرے لبوں نے اسی کا لمس ہی محسوس کیا تھا۔

۔میں گیا ہوا وقت تو واپس نہیں لا سکتا مگر میری جان آج میں خود سے ایک واعدہ کرتا ہوں۔

۔میرب حالات چاہے جیسے بھی ہو۔تم میرے لیے میری وہی میرب رہو گی۔تمہارا شاہ جتنا پیار تم سے آج کرتا ہے۔آنے والے وقت میں تم میرے پیار میں اضافہ ہی پاؤ گی۔۔۔

۔زندگی کے کسی موڑ پر تم میرے پیار کو کم نہیں پاؤ گی۔وقت کی سفاکی ہمارے درمیان کوئی دراڑ پیدا نہیں کر سکے گی۔تمہارے ہر قدم میں تمہارا شاہ تمہارے ساتھ کھڑا ہو گا۔تمہاری طرف آنے والے ہر دکھ درد کو پہلے مجھ سے ہو کر گزرنا ہو گا۔یہ تمہارے شاہ کا تم سے وعدہ ہے۔

میرب کے پاس بیٹھا ہوا شاہ جو اسے بہت گہری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ کسی گہری سوچ کو سوچتے ہوئے شاہ نے یہ سارا الفاظ اپنے دماغ میں سوچ کر دل ہی دل میں میرب سے وعدہ کیا تھا کہ وہ زندگی کے ہر موڑ پر اس کے ساتھ کھڑا رہے گا۔۔

oooooooo

دیکھو احمر میں تمہیں کسی بھی طرح کے اندھیرے میں نہیں رکھنا چاہتا تم نے مجھ سے مہک کی بارے میں بات کی ہے میں خاموش اس لیے ہو گیا تھا کہ تم پہلے سے زندگی میں چوٹ کھائے ہوئے ہو اور میں نہیں چاہتا تھا کہ تمہیں وہ سب کچھ دوبارہ سے فیس کرنا پڑے۔۔۔

۔مہک کو ڈیوز ہو چکا ہے یہ بات تو تم پہلے سے جانتے ہو مگر ایک حقیقت اور ہے۔ جسے میں تمہارا دوست ہونے کے ناطے میں تم سے چھپا نہیں سکتا۔ اگر تمہیں وہ حقیقت بھی قبول ہے تو پھر میں آگے بات کرتا ہوں۔

۔رومان شاہ باہر لون میں بیٹھ کر احمر سے ڈسکس کر رہا تھا کیونکہ وہ احمر کو گھر کے اندر لا کر مہک اور اس کے گھر والوں کو الرٹ نہیں کرنا چاہتا تھا۔۔

۔رومان دیکھو مجھے نہیں پتہ کہ تم مجھے کیا بتانے والے ہو۔ مگر عریشہ کے بعد کوئی لڑکی میرے دل کو بہت اچھی لگی ہے تو وہ مہک ہے میں اس سے محبت کرنے لگا ہوں اگر میں یہ کہوں تو غلط نہیں ہو گا۔ اور جذبے انسان کے بس میں نہیں ہوتے اس کے بعد بھی اگر تمہیں لگتا ہے کہ کچھ ایسا ہے جو تمہیں مجھے ضرور بتانا چاہیے۔

۔تو تم بتا دو مگر شاید تمہاری کسی بات سے میرا فیصلہ نہیں بدلے گا احمر بہت سنجیدہ انداز میں بول رہا تھا۔۔رومان شاہ نے شروع سے اینڈ تک ساری حقیقت مہک اور اپنے بارے میں جو تھی اس سے احمر کو آگاہ کر کیا۔۔

ساری حقیقت جاننے کے بعد احمر کچھ لمحے تو یوں ہی خاموشی سے بیٹھا رہا شاید اس کے پاس الفاظ نہیں تھے وہ کیا کہتا۔

۔مگر اس کے بعد اس نے اپنی چپ کو توڑتے ہوئے رومان شاہ کی جانب دیکھ کر کہا۔۔دیکھو رومان کسی میں انٹرسٹڈ ہونا کسی کو پسند کرنا میں میرے نزدیک یہ کوئی غلط بات نہیں ہے۔۔

۔ہم پڑھے لکھے باشعور لوگ ہیں اور پڑھے لکھے معاشرے سے تعلق رکھتے ہیں۔اس نے تمہیں پسند کیا کیونکہ یار تو خوبصورت ہی اتنا ہے کہ ہم جیسوں لڑکوں کے دل پھسلنے لگتے ہیں تجھ پر تو مہک بیچاری تو ایک لڑکی ہے۔۔۔شٹ آپ رومان شاہ نے بے وقت مذاق پر آنکھیں دکھائی۔

۔مجھے اس کی پچھلی زندگی سے کوئی ایشو نہیں ہے اور رہی آگے والی زندگی تو اس کے لیے تو اسے میں خود ٹھیک کر لوں گا کیونکہ عریشہ سے دھوکہ کھانے کے بعد اب لڑکیوں کو سیدھا کرنے والے بہت ساری ٹرکس میں نے سیکھ لیے ہیں۔۔

۔احمر ہمیشہ کی طرح بے وقت مزاق کر رہا۔مگر اور سچ میں وہ مہک کے لیے بہت زیادہ سیریس تھا اس لیے اس سے ان سب باتوں نے اسے کوئی افیکٹ نہیں کیا۔۔



۔تو ٹھیک ہے پھر میں جلد از جلد نکاح چاہتا ہوں تم کل یا پرسوں تک اپنی فیملی کو لے کر آؤ اور اس نکاح کر کے لے جاؤ۔۔۔

۔یار تھوڑا ٹائم تو دو اتنی جلدی ابھی تو میں نے اپنے گھر والوں سے کسی طرح کا ذکر بھی نہیں کیا اور تم مجھے فوراً سے نکاح کرنے کا کہہ رہے ہو۔۔

۔نکاح تو تمہیں انہی دو دنوں میں کرنا پڑے گا نہیں تو پھر میری طرف سے خوش رہنا۔ میں اس کا نکاح کسی اور جگہ کر دوں گا۔ کیونکہ فی الحال مہک اپنی جیلسی میں میری بیوی کے لیے خطرہ بنی ہوئی ہے۔

۔اور میں میرب پر کسی بھی طرح کا خطرہ افورڈ نہیں کر سکتا اپنی زندگی میں اپنی سب سے قیمتی چیز کھو چکا ہوں اور اس سے زیادہ کی ہمت مجھ میں نہیں ہے۔

۔اوکے اوکے یار یہ مت بولو کہ میں کہیں اور اس کا نکاح کر دوں گا تھوڑی سی تو ٹھنڈ رکھو میرے جذباتی یار۔۔

۔میں جیسے بھی ہو اپنی فیملی کو منا کر لے آؤں گا ٹھیک ہے نکاح کے بعد میں ولیمے کا فنکشن کر لوں گا مگر نکاح سادگی سے کر کے میں مہک کو رخصت کر کے لے جاؤں گا۔۔

۔اب پلیز یہ لفظ دوبارہ مت بھولنا کہ تم اس کا نکاح کہیں اور کر دو گے بس اتنا سوچ لو کہ بے شک تمہیں اس سے بہت ساری پرابلمز ہیں مگر میں اس کے لیے کافی سیریس ہوں۔۔۔

۔رومان شاہ اور احمر کے بیچ میں ہوئی بات کا کسی کو بھی فلحال پتہ نہیں تھا اور مہک کا رشتہ ڈن ہو چکا تھا احمر گاڑی لے کر اپنے گھر کی طرف نکل گیا جب کہ رومان شاہ واپس اپنے روم کی جانب چلتا ہوا جا رہا تھا۔۔

oooooooo

واہ یار مجھے تو لگتا تھا کہ میری شادی پہلے ہو گی مگر یار تم نے تو یہاں پر چھکا لگا کر گیم ہی اپنے ہاتھ میں کر لی ہے۔ چلو کوئی بات نہیں تم کر لو پہلے نکاح میں کچھ دن صبر کر لوں گا۔

شاہ زیب کو جیسے ہی احمر کی شادی کا پتہ چلا وہ بے حد خوش اور شاکنگ بھی تھا۔تمہارے گھر والے پرسوں تک نکاح کے لیے راضی ہو گئے۔شاہ زیب نے احمر سے سوال کیا۔

۔ہاں یار ہو گئے کیونکہ وہ بھی کہیں نہ کہیں مجھے اپنی زندگی میں سیٹل دیکھنا چاہتے ہے۔بس مہک کے ڈیوز کو لے تھوڑے سے ایشوز ہوئے تھے۔مگر اب وہ بھی میں نے سب سیٹ کر لیا ہے۔

۔میں تمہارے لیے بہت خوش ہوں سچ میں دل سے یار تمہیں اس طرح اپنی لائف میں سیٹ ہوتا دیکھ کر میرے دل کو بہت خوشی ہو رہی ہے۔

۔فائنلی ہم تینوں دوست میرڈ ہو جائیں گے۔شاہ زیب نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔تھوڑی اور بات چیت کے بعد احمر اور شاہ زیب کا فون بند ہو چکا تھا

○○○○○○○○○○

ماما میں یوں زبردستی کسی سے بھی شادی نہیں کروں گی۔مہک کی ماں سے رومان شاہ ساری بات کر چکا تھا۔یا یوں کہیں کہ وہ اپنا فیصلہ سنا چکا تھا کہ ان کی بیٹی کا پرسوں نکاح ہے۔۔۔

۔اور مہک نے اپنی بیوہ ماں کے سامنے اور کوئی راستہ چھوڑا بھی نہیں تھا بیٹا جیل میں اور بیٹی نے ناک میں دم کر رکھا تھا ایسے میں اسے رومان شاہ کا فیصلہ غلط بھی نہیں لگا اس لیے اس نے چپ چاپ رومان کے فیصلے پر سر خم کر دیا۔۔۔

۔مگر اب سارا مسئلہ تو مہک کا تھا جو اپنی ماں کے سامنے چیخ کر نکاح سے انکار کر رہی تھی۔

۔مہک تم نے کوئی اور راستہ چھوڑا ہے جو میں تمہارے نکاح سے انکار کروں۔تم نے میرب اور رومان کی ہستی کھیلتی زندگی میں آگ لگادی۔کیاضرورت تھی تمہیں اس طرح کی گھٹیا حرکت کرنے کی مہک کے ماں غصے سے مہک کو کاندھوں سے پکڑ کر جھنجھوڑتے ہوئے بولی۔

۔کیونکہ میں نہیں برداشت کر سکتی اس لڑکی کو رومیوں کے ساتھ وہ میرا ہے۔اور جب وہ اس کے ساتھ ہستی ہوئی چلتی ہے،اس پر اپنا حق جماتی ہے تو مجھے زہر لگتی ہے۔۔۔میرا دل چاہتا ہے کہ میں اسے شوٹ کردوں مہک نے بدتمیزی سے اپنی ماں کے ہاتھ جھٹکتے ہوئے چلا کر کہا۔۔

ہمت ہے تو اس کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھو اگر میں تمہاری آنکھیں نہ نوچ لوں تو رومان شاہ میرا نام نہیں۔۔



۔تم نے اسے جتنا نقصان پہنچانا تھا پہنچا چکی اب اگر تم نے اس کی طرف غلط نگاہ سے دیکھا بھی تو خدا کی قسم مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا۔

۔میں سب رشتے سب لحاظ بھول جاؤں گا میں یہ بھی بھول جاؤں گا کہ تم ایک لڑکی ہو۔ مہک جب اپنی ماں سے بات کر رہی تھی تو اچانک رومان شاہ روم کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا اور مہک کی بات وہ بھی سن چکا تھا۔ جس کا جواب رومان شاہ نے بہت سخت الفاظوں میں دیا۔۔۔

۔میں کسی بھی ایرے غیرے سے شادی نہیں کروں گی رومان شاہ کو دیکھ کر اسی ایٹیٹیوڈ سے مہک بولی تھی۔

۔شادی تو تم کرو گی اور انکار کا حق اس وقت تمہارے پاس موجود نہیں ہے اگر تم اور چار دن یوں ہی آزادی سے گھومتی رہی، تو تم اپنے ماں باپ اور ہمارے لیے مزید شرمندگی کا باعث بنو گی اور جو تم میرا نقصان کر چکی ہو اس کا ازالہ تو تم مر کر بھی نہیں کر سکتی۔ میں تو پھر بھی تمہارے گھر بسانے کی بات کر رہا ہوں رومان شاہ بھی چلاتے ہوئے بولا تھا۔

۔اور جس کو تم ایرا غیرہ کہہ رہی ہو وہ تم سے لاکھ گنا بہتر ہے۔ خوبصورت ہے ویل ایجوکیٹڈ اور اچھی خاصی پوسٹ پر اس وقت فائز ہے۔

۔تمہاری حرکتوں کو لے کر دیکھا جائے تو تم بالکل اسے ڈیزرو نہیں کرتی۔پتہ نہیں اس نے تم میں ایسا کیا دیکھ لیا جو تمہارے لیے پروپوزل بھیجا دیا۔۔

۔ہاں تو اس کو منع کر دو مت کریں مجھ پر احسان مجھے پرپوز کر کے۔میں نے اس کے ساتھ شادی نہیں کرنی۔اور یہ میرا اٹل فیصلہ ہے۔تم مجھے اس طرح سے زبردستی مجبور نہیں کر سکتے۔مہک اپنی ضدی انداز میں چلاتے ہوئے انکار کر رہی تھی۔۔

۔کرنے کو تو میں بہت کچھ کر سکتا ہوں۔بہتر ہے کہ تم مجھے مجبور مت کرو تمہیں یہ نکاح کرنا ہو گا وہ بھی ہر صورت۔۔۔



۔اپنی بیٹی کو سمجھا دیجئے ورنہ مجھ سے برا کوئی نہ ہو گا نکاح تو اس کا احمر کے ساتھ ہی ہو گا پھر چاہے اس کی ٹانگیں توڑ کر اسے چلنے پھرنے سے مجبور کر کے ہی مجھے کیوں نہ رخصت کرنا پڑے۔۔

۔رحمان شاہ نے پاس کھڑی ہوئی اس کی ماں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اسے اپنی بیٹی کو سمجھانے کو کہا تھا۔۔۔

باپ مر گیا ہے بھائی جیل میں سزا بھگت رہا ہے۔کم سے کم بے حس لڑکی اپنی بیوہ ماں پر ہی ترس کھا لو۔۔۔

۔تم مجھے مت سمجھاؤ کہ مجھے کس پر ترس کھانا چاہیے اور کس پر نہیں میں تم سے شادی کرنا چاہتی تھی۔ اور میں تو میرب کو بھی تمہارے ساتھ قبول کرنے کو تیار تھی۔ تمہیں مجھ پر ترس آیا نہیں نہ اس لیے اب تم مجھے ترس کے گیان مت دو۔۔

۔سو سال تک کسی نے کتے کی دم کو زمین میں دبا کر رکھا تھا۔مگر جب اسے نکالا تو وہ پھر بھی ٹیڑھی کی ٹیڑھی رہی تھی۔ یہ مثال تم پر بالکل فٹ بیٹھتی ہے مہک کی ضدی اور بے وقوفی والی باتوں کو سن کر رومان نے بہت غصے سے یہ کہاوت سے سنائی۔۔۔

۔کل شام کو آپ کی بیٹی کا نکاح ہے اپنی زبان میں اگر آپ اسے سمجھا سکتے ہیں تو سمجھا دیجیے۔ورنہ مجھے بہت سی زبانیں آتی ہیں اس طرح کے بگڑے ہوئے لوگوں کو سمجھانے کے لیے ۔۔رومان شاہ غصے بھری نظریں مہک پر ڈالتا ہوا یہ بول کر روم کے دروازے سے باہر نکل گیا۔

۔اس نے روم کا دروازہ دھاڑ سے بند کیا تھا جیسے کہ روم کا دروازہ نہ ہو۔بلکہ مہک کا منہ ہو۔جس پر وہ اپنا غصہ نکال کر گیا ہو۔۔۔

ooooooooo

رومان شاہ اپنے روم کا دروازہ کھول کر بڑی آہستگی سے قدم رکھتے ہوئے روم میں داخل ہوا۔وہ بہت آرام سے اس نے روم کا دروازہ بند کیا۔وہ نہیں چاہتا تھا کہ میرب کی نیند ڈسٹرب۔۔۔

۔جبکہ میرب اس کے آنے سے پہلے جاگ چکی تھی اور شاہ کو بڑے آرام سے اندر داخل ہوتے ہوئے وہ دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔۔

۔ارے میرب میری جان تم جاگ رہی ہو۔میرب کو مسکراتے ہوئے دیکھ کر شاہ اس کی جانب قدم بڑھاتے ہوئے بولا۔۔

۔جی میں تو جاگ رہی ہوں۔ آپ مجھے بتائیں یہ چوروں کی طرح آپ کہاں گئے تھے۔ اور اب یوں چوروں کی طرح روم میں کیوں داخل ہو رہے ہیں۔۔

۔میری جان نہ تو میں چوروں کی طرح روم سے باہر گیا تھا۔نہ ہی چوروں کی طرح واپس آرہا ہوں، میں تو بس اپنی پیاری بیوی کی نیند خراب نہ ہونے کے ڈر سے روم میں کسی طرح کی آہٹ نہیں کرنا چاہتا تھا۔۔

رومان شاہ بڑی محبت بھری نظروں سے دیکھتا ہوا مسکرا کر اس کے پاس بیٹھ گیا۔

میرب۔۔۔ آپ روم سے باہر گھر کیوں تھے؟

شاہ۔۔۔ضروری کام تھا!

میرب۔۔۔ایسا کون سا ضروری کام ہے جو آپ مجھے نہیں بتا سکتے!

شاہ۔۔۔میں اپنی جان سے کوئی بھی بات چھپانا ضروری نہیں سمجھتا مگر فی الحال تم اپنی صحت پر دھیان دو، یہ سب فضول باتیں تمہیں بات میں بھی پتہ چل جائیں گی۔وہ میرب کا ہاتھ اپنے مضبوط ہاتھ میں لے کر دوسرے ہاتھ سے رب کرتے ہوئے بہت آہستہ میں بول رہا تھا۔۔۔

۔ٹھیک ہے بعد میں بتا دیجیے گا مگر شاہ مجھے سب باتیں پتہ ہونی چاہیے میرب کی سوئی اس وقت بچوں کی طرح ایک بات پر اٹک سی گئی تھی۔

۔ہاں جی وعدہ تمہارے ٹھیک ہونے کے بعد تمہیں ہر ایک بات بتا دوں گا فی الحال اپنی صحت کا خیال رکھو۔اور جلدی سے ٹھیک ہو جاؤ تا کہ میں اپنے جذباتوں کو آزاد کر سکوں۔

۔مطلب کون سے آپ کے جذبات ہے جن کو آپ نے باندھ کر رکھا ہے۔میرب شاہ کی بات سمجھ کر جان بوجھ کر شرارتی انداز سے پوچھ رہی تھی۔

۔سوچ لو اگر میں ابھی بتانے پر آمادہ

ہو گیا تو میری نازک مزاج زخمی بیوی سے برداشت نہیں ہو گا۔شاہ بھی شوخ ہوتے ہوئے ایک ہاتھ پیڈ پر رکھ کر اس کے اوپر جھکتا ہوا بولا۔

ششش۔۔شاہ۔۔میری ٹانگ میں بہت درد ہو رہا ہے۔شاہ کا بہکتا ہوا لہجہ اور نظریں دیکھ کر میرب نے جلدی سے شاہ کے سینے پر ہاتھ رکھ کر اسے پیچھے کیا۔۔۔

۔اور لگے ہاتھ شاہ کو اپنی ٹانگ کی درد کا بھی بتا دیا جو کہ اسے سچ میں ہو رہی تھی۔۔پہلے تم جلدی سے کچھ کھا لو اس کے بعد میں تمہیں پین کلر دیتا ہوں۔

۔میرب کی ٹانگ کا درد سنتے ہی شاہ کا رومینٹک موڈ رفو چکر ہو چکا تھا۔اس وقت میرب کی صحت سے زیادہ اس کے لیے کچھ بھی معنی نہیں رکھتا۔

۔شاہ آپ مجھے پین کلر دے دیں۔مجھے بھوک نہیں ہے میرب نے اپنا منہ بسورتے ہوئے کہا۔۔

۔میں نے تم سے پوچھا کہ تمہیں بھوک ہے یا نہیں چپ چپ اٹھو اور کھانا کھاؤ میں نے بھی تمہاری وجہ سے کچھ نہیں کھایا میں تمہارے جاگنے کا ویٹ کر رہا تھا۔

۔اس لیے کھانے میں کوئی بھی ڈرامے بازی مت کرنا۔شاہ نے محبت بھری آنکھیں دکھاتے ہوئے میرے سے کہا۔

۔شاہ اب آپ مجھے زبردستی کھانا کھلائیں گے میرب نے بچوں کے جیسے منہ بناتے ہوئے کھانے سے انکار کیا۔۔

۔بالکل اگر تم کھانا نہیں کھاؤ گی تو میں تمہارے ساتھ ہر طرح کی سختی کرنے کا حق رکھتا ہوں۔



۔رومان شاہ میرب کے منہ کے بدلتے ہوئے زاویے کو اگنور کرکے زکیہ کو انٹر کام پر کھانے کا بول چکا تھا۔

۔کہاں جا رہی ہو۔میرب کو آہستہ آہستہ بامشکل بیڈ سے خود کو گھسیٹ کر نیچے اتارتے ہوئے دیکھ کر رومان شاہ نے سوال کیا۔۔

۔مجھے فریش ہونے کے لیے واش روم میں جانا ہے۔۔

۔ہاں تو مجھے کہو میں تمہیں لے کر چلتا ہوں۔دوبارہ اس طرح سے خود کو تکلیف دینے کی ضرورت نہیں ہے۔میں موجود ہوں ہر وقت تمہارے پاس۔

اس طرح ٹانگ کا زخم جلدی ٹھیک نہیں ہو گا۔تم خود سے ٹانگ پر کسی بھی طرح کا دباؤ نہیں ڈالو گی
۔شاہ نے تھوڑے سے سخت لہجے سے میرب کو سمجھایا۔
۔ٹھیک ہے نہیں دباؤ ڈالوں گی۔پھر آپ ایک کام کریں مجھے اٹھا کر فریش ہونے کے لیے واش روم میں لے چلیں میرب نے اپنی ناک سکوڑتے ہوئے شاہ کو یوں ہی بول دیا تھا۔۔



مگر شاہ تو پہلے ہی یہ سب کرنے کو تیار کھڑا تھا وہ نیچے جھکتا ہوا میرب کو اپنی باہوں میں اٹھا کر مسکراتا ہوا اسے واش روم تک لے کر آیا تھا۔

۔تاکہ میرب آرام سے فریش ہو سکے میرب کا دل شاہ کی محبت پر صدقے وارے جارہا تھا۔میرب فریش ہونے کے بعد جب باہر آنا چاہتی تھی۔تو شاہ حکم کے مطابق میرب نے شاہ کو آواز دی تھی۔تو شاہ جو باہر ہی کھڑا ہوا تھا۔فوراً سے اندر آکر میرب کو اٹھا کر باہر لے آیا۔۔

۔زکیہ کھانا لے کر آئی تو شاہ نے ٹرالی اندر کرتی ہوئی زکیہ کو باہر سے ہی چلتا کر دیا۔۔

شاہ نے میرب کے آگے نیپکن رکھتے ہوئے۔بڑی محبت سے وہ میرب کو خود کھانا کھلا رہا تھا۔جیسے میرب کوئی چھوٹی سی بچی ہو اور اس کے نخرے اٹھا رہا تھا۔



۔میرب کو آج اپنی قسمت پر فخر اور ناز ہو رہا تھا۔اتنا اکڑو اور سر پھر ارمان شاہ میرب کو اپنی پلکوں پہ بٹھائے ہوئے۔اس طرح اس کے ناز اٹھا رہا تھا جیسے کہ وہ کوئی شہزادی ہو اور وہ مغرور اکڑو شہزادہ اپنی شہزادی کے ناز اٹھا رہا تھا۔۔

۔شاہ کل سے یہ بیماروں والا کھانا مجھے مت کھلایئے گا۔میں نہیں کھاؤں گی۔ میرب نے سوپ پیتے ہوئے منہ بنا کر کہا جو کہ بہت ہی لائٹ اور ہیلدی تھا۔۔۔

۔جب تک تم ٹھیک نہیں ہوتی چپ چاپ اسی طرح کا کھانا تمہیں کھانا ہے۔یہ تمہاری صحت کے لیے بے حد ضروری ہے۔

۔اس کے بعد میری جان جس طرح کا کھانا چاہے گی میں تمہیں اپنے ہاتھوں سے بنا کر دیا کروں گا۔ مگر ابھی کے لیے تمہیں صرف ہیلدی کھانا کھانا ہے اور یہ میرا آرڈر ہے۔میرب کو سوپ پلاتے ہوئے سٹرک انداز سے بولا۔۔۔

تائی جی آج آپ کی بیٹی کا نکاح ہے میرے خیال سے مجھے آپ کو ریلائز کروا کر بتانے کی ضرورت نہیں ہے کہ اپنی بیٹی کو تیار رکھیے گا۔۔۔

۔رومان شاہ صحن میں بیٹھی ہوئی اپنی امی جان کے پاس مہک کی ماں کو دیکھ کر اس ان کو آگاہ کرنے کے لیے بولا۔

۔روما ن بیٹا یہ مہک کے بارے میں ہی مجھ سے بات کر رہی ہے اس کو تو کوئی اعتراض نہیں ہے بلکہ خوشی ہے کہ اس کی بیٹی کا فرض ادا ہو رہا ہے۔

۔مگر وہ بد دماغ لڑکی کسی بھی طرح نکاح کے لیے رضامند نہیں ہو رہی روما ن شاہ کی ماں نے بے حد پریشان کن انداز میں روما ن شاہ کی تائی کی بات اس تک پہنچائی تھی۔۔۔

۔تائی جی آپ کی بیٹی کو نکاح تو ہر صورت میں کرنا پڑے گا، اب چاہے اس کی رضامندی ہو یا نہ ہو۔ مجھے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

۔اگر آپ کی بیٹی آپ کے بس میں نہیں ہے تو پھر مجھے بتا دیجئے میں اپنے طریقے سے اسے سمجھا بھی دوں گا اور نکاح کے لیے منا بھی لوں گا۔۔۔

۔میں اپنی زندگی کی بیش قیمتی چیز کو
کھو کر اسے کسی بھی صورت معاف نہیں کر سکتا۔۔

۔یہ شاید میری ماں باپ کی دی ہوئی اچھی تربیت ہے جس کی وجہ سے میں نے کوئی غلط سٹیپ نہیں لیا۔۔ورنہ تو میں اسے جیل کی صلاخوں کے پیچھے بھی بہت آرام سے کروا سکتا تھا۔

۔جہاں بیٹھی یہ سزا بھگتی رہتی۔اور میرے لیے یہ سب کرنا مشکل کام نہیں تھا۔

۔اگر میں اپنے ماں باپ کی نیک تربیت کو لے کر چپ چاپ اس کو باعزت نکاح کر کے اس گھر سے دفع کرنا چاہتا ہوں تو مجھے مجبور مت کریں کہ میں کوئی غلط قدم اٹھاؤں۔

۔ورنہ مجھے درندگی پر اترنے میں ٹائم نہیں لگے گا۔رومان شاہ نے بے حد کڑے اور سخت الفاظوں میں یہ جملے بولے تھے۔۔



۔مہک کی ماں نظریں جھکائے شرمندگی سے چپ کر کے بیٹھی ہوئی تھی۔جبکہ رومان شاہ کی ماں نے رومان شاہ کو یہ سمجھانے کی کوشش کی کہ اس میں اس کی ماں کا کوئی قصور نہیں ہے۔۔۔

۔جس کے جواب میں رومان شاہ نے بھی یہ کہہ دیا کہ قصور تو میرب کا بھی کچھ نہیں تھا جو اس سے اتنی بڑی سزا ملی۔۔

۔اس لیے امی جان آپ مجھے یہ مت بتائیں کہ کس کا قصور ہے یا کس کا نہیں۔۔۔ قصور تو ان کا بھی ہے کاش ان لوگوں نے ہمارے ساتھ دشمنی نبھانے کے بجائے اپنے بچوں کی اچھی تربیت پر اپنے وقت کو وقف کیا ہوتا، تو شاید آج نتائج یہ نہ ہوتے۔۔۔

۔رومان شاہ کے الفاظ کڑے ضرور تھے مگر اس کے ایک ایک الفاظ میں سچائی تھی۔

۔سارا بچپن تو مہک کی ماں نے خود کو ایک عظیم ہستی سمجھ کر رومان شاہ کی ماں کو نیچا دکھاتے ہوئے گزار دیا۔اور باقی کا وقت فیشن کرتے ہوئے گزارا۔ایسے میں اپنے بچوں کی اچھی تربیت کرنے کا تو ان ٹائم ہی نہیں ملا تھا۔۔۔



۔اب میں جا رہا ہوں آپ کی بیٹی کو سمجھا کر نکاح کے لیے تیار کروانے اب مہربانی کر کے میرے کام میں کوئی بھی انٹرفیئر مت کرنا۔رومان شاہ غصے سے تنتے ہوئے چہرے سے واپس گھر کے اندر آگیا۔

۔رومان شاہ غصے سے چلتا ہوا مہک کے دروازے کو دھاڑ سے کھول کر اندر داخل ہوا تھا مہک اندر بیڈ پر بڑے آرام سے لیٹی ہوئی تھی۔اسے لگتا تھا کہ وہ نکاح سے انکار کر چکی ہے تو اب سارا معاملہ حل ہو گیا ہے۔اب کوئی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔شاید وہ یہ بھول گئی تھی کہ اس بار اس نے پنگا رومان شاہ سے لیا ہے جو اس کا نکاح کروا کر ہی دم لے گا۔۔

۔یہ کیا بدتمیزی ہے کسی کے روم میں آنے سے پہلے نوک کیا جاتا ہے اتنی بھی تمیز نہیں ہے۔مہک جو بیڈ پر الٹی لیٹی ہوئی تھی، جلدی سے بیڈ پر سے کھڑی ہوتی ہوئی بہت تلخ لہجے سے بولی۔۔۔

۔تمیز صرف رومان شاہ تمیز کے قابل لوگوں کو ہی دکھاتا ہے اور تم کسی بھی اینگل سے تمیز لائیک نہیں ہو۔اس لیے رومان شاہ جیسا منہ ویسا ہی تھپڑ رسید کرتا ہے۔رومان شاہ نے اس سے بھی زیادہ تیکھے لہجے سے جواب دیا۔

۔اور کیا بکواس کرتی پھر رہی ہو تم کہ نکاح نہیں کرو گے۔آئی برو اٹھا کر مہک سے دوری پر کھڑے رہتے ہوئے رومان شاہ دونوں ہاتھ اپنی کمر پر باندھے ہوئے کھڑا تھا۔وہ بہت ایٹیٹیوڈ اور رعبدارداز انداز سے پوچھ رہا تھا۔یلو کلر کے ٹی شرٹ اور ٹراؤزر میں اس کا کسرتی جسم جو نمایاں ہو رہا تھا۔

۔وہ رف سی حالت میں بھی ایک اکڑو اور مغرور شہزادہ ہی لگ رہا تھا۔اتنے غصے میں بھی کھڑا ہوا وہ بے حد جاذب نظر تھا۔

۔مہک کیسے نہ اس کو دیکھ کر مرتی اور اس رف حالت میں بھی تو قیامت ہی ڈھا رہا تھا۔۔ حسن کی چلتی پھرتی مثال ایک پرفیکٹ پر سنیلٹی چھ فٹ سے نکلتا ہوا قد جوڑا سینہ گورا رنگ ہلکی ہلکی بیرڈ ہاف سلیوز سے نظر آتے ہوئے مضبوط مردانہ بازو جو گھنے بالوں سے بھرے ہوئے تھے۔
جو اس کی مردانہ شخصیت کو اور بھی نکھار رہے تھے۔ گھنی مونچھوں تلے آتشی لب جس کو دیکھ کر لڑکیاں اش اش کر اٹھتی تھی۔۔

رومیو میں تمہارے سوا کسی اور سے نکاح نہیں کر سکتی رومیو میں تم سے بہت پیار کرتی ہوں۔ کیوں تم میرے ساتھ ایسا ظلم کر رہے ہو۔وہ قدم اٹھاتی ہوئی رومان شاہ کے قریب آتے ہوئے بول رہی تھی۔۔

۔تم مجھے اپنی زندگی میں شامل کر کے تو دیکھو میں تمہیں اتنا پیار دوں گی کہ تم اس میرب کو بھول جاؤ گے۔۔۔

۔رومیو اس پیار کو یاد کرو جو تم مجھ سے کرتے تھے۔ایک بار مجھے معاف تو کر کے دیکھو۔۔۔ہو گئی مجھ سے غلطی تمہیں کھونے کے بعد مجھے احساس ہو گیا تھا کہ میں نے اپنی زندگی کی کتنی قیمتی چیز کو کھو دیا ہے۔مگر اس وقت تم
جا چکے تھے اور میری شادی ہو گئی مگر رومیو میں کبھی بھی تمہیں بھلا نہیں سکی۔۔

۔میں اپنی غلطی کا ازالہ کرنے کے لیے تیار ہوں پلیز رومیو مجھے اپنا لو۔



۔میں اس میرب کو تمہارے ساتھ نہیں دیکھ سکتی۔۔اور وہ کیا تمہیں خاک محبت دے گی۔بچی لگتی ہے وہ تمہارے سامنے تمہارا اور اس کا کوئی جوڑ نہیں ہے۔۔۔

۔تم صرف میرے ساتھ ہے ہی اچھے لگتے ہو۔۔۔ہم دونوں ایک پرفیکٹ جوڑی ہے۔مہک سامنے لگے ہوئے مرر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولی جہاں رومان شاہ کے ساتھ کھڑی ہوئی مہک کا عکس

نظر آرہا تھا۔وہ رومان شاہ کو خاموش دیکھ کر یہ سمجھ بیٹھی کہ رومان شاہ اس کی محبت کے بہکاوے میں آگیا ہے وہ بڑے دل کش انداز سے رومان شاہ کے قریب ہوتی جارہی تھی۔۔



۔دور۔۔دور رہ کر بات کرو پہلی بات

تو یہ کہ آج کے بعد مجھے رومیو کہہ کر مت بلانا۔رومیو کہنے کا حق صرف میرے بابا کو تھا اور رومیو تو اسی دن مر گیا جس دن تم لوگوں نے رومیوں کو بعزت کر کے اسی کے گھر سے اسی کے باپ کی جائیداد سے بے دخل کر کے نکال دیا تھا۔۔۔

۔رومیو اسی دن مر گیا تھا جس دن اس کے باپ کو اتنی تکلیف میں دیکھ کر تم لوگوں نے ہمدردی کے قدم ہمارے ساتھ نہیں بڑھائے۔۔۔

۔رومیو اسی دن مر گیا تھا جس دن تم نے یہ کہا تھا کہ مجھ میں اور گھر کے نوکروں میں کوئی فرق نہیں ہے۔۔۔۔



۔اور آج جو تمہارے سامنے کھڑا ہے وہ رومان شاہ ہے،میرب کا شاہ جس کا دل بھی میرب کا ہے۔روح بھی میرب کی ہے۔جسم بھی میرب کا اور محبت بھی میرب کی ہے۔۔۔

۔آج کا رومان شاہ پورے کا پورا صرف میرب کا ہے میرب کی محبت رومان شاہ کی نسوں میں خون کی مانند دوڑتی ہے۔

۔میرب کی محبت رومان شاہ کے لیے ایک نشہ ہے جسے نہ ملنے پر رومان شاہ خود کو پل پل مرتا ہوا محسوس کرتا ہے۔

۔اور کوئی بھی عقلمند انسان اپنی زندگی کو جان بوجھ کر داؤ پر نہیں لگا سکتا۔۔۔

۔اور تم اپنا مقابلہ میرب سے کر رہی ہو تم میری میرب کی جوتی کے برابر بھی نہیں ہو کہاں میری میرب جو سر سے لے کر پاؤں تک صرف مجھ سے پیار کرتی ہے۔۔۔

۔جس کو میری جائیداد دولت سے کوئی لینا دینا نہیں ہے۔جسے شروع سے لے کر اب تک صرف اپنے شاہ کی محبت چاہیے تھا۔



۔جس کا نازک سا دل صرف اپنے شاہ کے لیے دھڑکتا ہے۔جس کی خوبصورت آنکھوں میں دولت کی ہوس نہیں بلکہ اس کے شاہ کی محبت نظر آتی ہے۔۔

۔اور کیا کہا کہ وہ میرے سامنے کھڑی ہوئی بچی لگتی ہے۔تو کوئی بات نہیں میں اس کے سامنے کھڑا ہوا بڑا لگتا ہوں تو پیار بھی میں اسے زیادہ کر لیاں کروں گا۔یہ پرابلم تو solveہو گئی۔۔۔

۔اور اب شرم کرو گھر میں تمہارے نکاح کی باتیں چل رہی ہیں۔اور تم اب بھی مجھ پر ڈورے ڈالنے کی کوشش کر رہی ہو۔کچھ تو لڑکی ہونے کا مان رکھ لو۔رومان شاہ نے ہاتھ کے اشارے سے اسے خود سے دور رہنے کو کہا۔۔۔

۔رومان تم مجھ پر کوئی بھی الزام لگاؤ میں ماننے کو تیار ہوں مگر میرا کریکٹر ٹھیک نہیں یہ الزام مجھ پر مت لگانا اس بات سے تم بھی اچھی طرح سے واقف ہو کہ میرا کریکٹر خراب نہیں ہے۔۔۔

۔ہاں مانتی ہوں کہ ہمیشہ سے میں rich لڑکے سے شادی کرنا چاہتی تھی مگر اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ میں دل پھینک ہوں یا میرا کریکٹر مشکوک ہے۔

۔تم میری بات پر یقین نہیں کرو گے مجھے پتہ ہے کیونکہ میرا ماضی ہی ایسا رہا کہ تمہارا نا یقین کرنا میرے لیے کوئی حیرت کی بات نہیں۔

۔مگر رومان میں تم سے تب بھی بہت پیار کرتی تھی۔مگر شاید گھر میں جو تمہاری امیج تھی اس کی وجہ سے میں یہ بات کبھی کہہ نہیں سکی تھی۔

۔ہمیشہ menuplate کرتی رہتی تھی کہ مجھے ماموں کے گھر جانا ہے اور اپنی پوزیشن کو سٹرانگ کرنا ہے۔امی کی باتوں میں آکر میں نے ماموں کے گھر شادی تو کرلی۔۔۔

مگر شادی کر کے ہم دونوں میں یہی ایشوز رہے تھے کیونکہ شاید میں اسے وہ محبت کر ہی نہیں سکی جو وہ ڈیزرو کرتا تھا۔اور یہ چیزیں آگے چل کر بہت کڑی صورتحال اختیار کر گئی۔۔

۔اور ہمارا رشتہ ٹوٹنے کی نوبت آگئی اس لیے رومان پلیز مجھے ایک موقع دے دو تمہاری خاطر میں میرب کو بھی قبول کرلوں گی۔۔۔

۔اگر تم مرہا کی وجہ سے میرب کو نہیں چھوڑنا چاہتے کہ کہیں مرہا کا گھر خراب نہ ہو جائے تو،میں میرب کو بھی تمہاری ذات کی خاطر قبول کرلوں گی۔

۔مگر پلیز تم مجھ سے نکاح کرلو مہک کا انداز منت کرنے والا تھا اور وہ ہاتھ جوڑ کر التجائی انداز سے بول رہے تھی۔

۔مہک تمہارے ڈھیٹ پن کی داد دینی چاہیے۔اگر تم میں تھوڑی سی بھی سیلف رسپیکٹ ہوتی تو شاید تم یہ بات نہ کرتی۔

۔جتنا کچھ میں تمہیں سنا چکا ہوں اس کے بعد بھی تمہیں لگتا ہے کہ تمہاری ان فضول بکواس کا میرے اوپر کسی بھی طرح کا کوئی اثر ہو رہا ہو گا۔ڈسکسٹ مجھے پتہ ہے کہ تمہارا کریکٹر خراب نہیں مگر یہ تمہارے بیہودہ الفاظ جو اس وقت ایک شادی شدہ مرد جو اپنی بیوی سے بہت پیار کرتا ہے اسے لبھانے کے لیے تم یوز کر رہی ہو ان کو سن کر تمہیں لگتا ہے کہ کوئی بھی تمہارا کردار ہو نا مان سکتا ہے۔

۔تم نے جو میری بیوی کے ساتھ کیا اس کے بعد تو مجھے چاہیے تھا کہ اصولاً میں تمہیں جیل کی صلاخوں کے پیچھے ڈلوا دیتا جہاں پر لیڈیز کانسٹیبل تمہاری چمڑی ادھیڑ دیتی۔

مگر میں نے ایسا نہیں کیا اس لیے نہیں کہ مجھے تم پر بڑی محبت یا ترس آرہا تھا۔اس لیے کہ میں اپنے ہی گھر کی عزت کو اچھالنا نہیں چاہتا تھا نہ چاہتے ہوئے بھی تم میرے تایا کی بیٹی ہو اور یہ بات یہاں پر سب لوگ جانتے ہیں۔۔۔

۔تمہارے لیے تمہاری عزت کوئی معائنہ نہیں رکھتی مگر میرے لیے میری عزت بہت میٹر کرتی ہے۔ اس لیے تمہیں ایک بار پھر باعزت طریقے سے جینے کا موقع دے رہا ہوں۔ بہتر ہے کہ اب تم چپ چاپ احمر سے نکاح کر کے یہاں سے اپنی اس منحوس شکل کو لے کر چلی جاؤ،

۔ورنہ مہک اس کے بعد مجھ سے کسی بھی طرح کے نرمی کی توقع مت رکھنا جب تک عاصم اپنی سزا کاٹ کر جیل سے باہر نہیں آتا میں چاہتے ہوئے بھی تمہاری ماں اور تمہارے دیگر گھر والوں کو یہاں سے نہیں بھیج سکتا۔۔۔

۔اور میں تمہیں عاصم کے آنے تک یہاں پر برداشت نہیں کر سکتا تو اس کا ایک ہی حل ہے کہ تم نکاح کرو اور چپ چاپ یہاں سے چلی جاؤ نہیں تو دوسرا حل میرے پاس موجود ہے اور تمہیں پتہ ہے کہ

میں وہ بھی کر سکتا ہوں۔اگر تم نے نکاح والی بات نہ مان کر مجھے مجبور کر دیا تو میں اپنے غصے میں یہ قدم بھی اٹھا لوں گا۔۔

۔میں تمہیں پولیس کے حوالے کر دوں گا اب یہ تمہیں ڈیسائیڈ کرنا ہے کہ تمہیں نکاح کر کے باعزت طریقے سے اپنا گھر بسانا ہے۔یا اپنے اوپر ایک اور داغ لگاتے ہوئے سلاخوں کے پیچھے جا کر پولیس کے ڈنڈے کھانے ہیں۔

۔فیصلہ تم پر ہے اور اس فیصلے میں چند ایک گھنٹے باقی ہیں جب احمر کی فیملی والے آئیں گے تو میں کسی بھی طرح کا تماشہ نہیں چاہتا۔چپ چاپ نکاح کے تین بول پڑھ کر اپنے شوہر کے ساتھ اس گھر سے روانہ ہو جانا۔



۔اور تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ وہ تم جیسی بد دماغ بدتمیز لڑکی سے پیار کرتا ہے۔اس نے تمہارے لیے پرپوزل خود بھیجا ہے۔

۔توکم سے کم اس کی محبت کی قدر کر کے اپنا گھر بسانا نہیں تو ایزیو وش تم بھاڑ میں جاؤ جو بھی کرو بس میرے گھر سے چلی جاؤ۔مجھے اس سے آگے تم سے کوئی لینا دینا نہیں ہے رومان شاہ نے ایک ایک لفظ چباتے ہوئے کہا تھا۔

۔اس کے ہر ایک لفظ میں اس کے غصے کی کڑواہٹ اور صاف چھلک رہی تھی۔

رومان شاہ کے لہجے کی تپش سے مہک کو اندر تک اپنا وجود جلتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔رومان شاہ دھاڑ سے دروازہ کھول کر روم سے جا چکا تھا۔۔۔

۔جبکہ مہک اپنا آخری داؤ کھیل کر بھی ہار گئی تھی۔اب وہ بیڈ پر لیٹی اوندھے منہ سسکیاں لے کر اونچی آواز میں رو رہی تھی شاید وہ اپنی محبت کو ہمیشہ کے لیے کھو دینے کا ماتم منا رہی تھی۔

ooooooooooo

شاہ آپ کہاں ہیں میرب کی آنکھ کھلی تو رومان شاہ کو روم میں نہ پا کر میرب نے رومان شاہ کو فون ملایا۔

۔روما ن شاہ نے پہلی بیل پر ہی میرب کا فون اٹھا لیا۔۔شاہ کی جان میں روم میں ہی آ رہا ہوں بلکہ آ چکا ہوں۔۔

۔اپنے کان کو فون لگائے روما ن شاہ دروازہ کھول کر اندر آ چکا تھا کیونکہ وہ مہک سے بات کرنے کے بعد سیدھا اپنے روم کی جانب ہی آ رہا تھا۔

۔اسے پتہ تھا کہ اب کسی بھی وقت میرب کی آنکھ کھل سکتی ہے۔اس سے پہلے کے وہ روم میں داخل ہوتا۔چند قدم کی دوری پر ہی میرب کا فون آ گیا۔۔

۔شاہ آپ صبح صبح اٹھ کر کہاں گئے تھے۔میرب کی نظروں میں ایک عجیب سا شک تھا جس کو شاہ نے باخوبی محسوس کیا۔



میری جان امی جان سے ملنے گیا تھا یوں شک کی نظروں سے مجھے مت دیکھو۔کیونکہ تمہاری محبت کے چکروں میں پڑ کر شاہ اب کسی کے کام کا نہیں رہا۔اس لیے کسی بھی طرح کی غلط فہمی کو اپنے دماغ میں مت آنے دو میری جان۔۔۔

۔مجھے اپنی شاہ پر شک نہیں ہے شک تو مجھے اس دنیاوالوں پر ہے جن کی بری نظریں میرے شاہ پر ٹکی ہوئی ہیں۔میرب کی بات کا مطلب شاہ بخوبی سمجھ رہا تھا کیونکہ میرب کا اشارہ مہک کی جانب تھا۔۔۔

۔دنیاوالوں کے چاہنے سے فرق نہیں پڑتا جان شاہ۔تمہارا شاہ تو سر سے پاؤں تک تیرے ہی عشق میں ڈوبا ہوا ہے۔۔۔

) ساڑھے دل اتے سجنا دی دے ناں مہر لگی۔کسے ہور دی ساڈے دل نو لوڑ نئی(

۔رومان شانے پنجابی میں یہ کہا تھا۔



)ہمارے دل پر محبوب کے نام کی مہر لگی کسی اور کی ہمارے دل کو ضرورت نہیں(

۔شاہ آپ ادھر میرے پاس آکر بیٹھے میرب نے اپناہاتھ شاہ کی جانب بڑھاتے ہوئے۔سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھ کر کہا۔

۔جان شاہ تم حکم کرو شاہ آپ کے پاس سے اٹھے گا ہی نہیں۔شاہ میرب کی فکر یہ نظر کو دیکھتے ہوئے بڑی محبت سے اسے مطمئن کرتے ہوئے بولا۔۔۔

۔شاہ مجھے پتہ ہے کہ آپ مجھ سے بہت محبت کرتے ہیں۔شاہ مجھے آپ کی محبت پر شک نہیں بس میں یہ چاہتی ہوں کہ آپ مہک سے دور رہیں۔

۔اس لڑکی کی جلسی کی کوئی حد نہیں ہے۔شاہ میں نے اپنا بچہ کھو دیا صرف اس لڑکی کی جلسی کی وجہ سے۔

۔اب شاہ میں آپ کو نہیں کھو سکتی اس کی آنکھوں میں مجھے نظر آتا ہے کہ وہ آپ کو مجھ سے چھین لے گی۔



یہ کہتے ہوئے میرب کی آنکھوں سے بے اختیار آنسوں چھلک کر اس کی گالوں پر پھسل گئے تھے۔۔۔

۔میری جان تم میری محبت پر اتنا یقین رکھو ایک مہک تو کیا ہزاروں مہکیں بھی مل کر مجھے تم سے چھیننے کی کوشش کریں۔تب بھی ان کو ناکامی ہی نصیب ہو گی۔۔۔

۔میرب کے پاس بیٹھ کر اس کے خوبصورت چہرے کو بڑی نرمی سے اپنے ہاتھوں کے پیالے میں بھر کر اسے بہت گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے بول رہا تھا۔

۔شاہ آپ میرے ہیں۔ صرف میرے میں اپ کو کسی کے ساتھ بھی شیئر نہیں کر سکتی۔۔۔ کوئی آپ کی طرف دیکھے میں یہ بھی برداشت نہیں کر سکتی۔

۔اگر آپ کو کسی نے مجھ سے چھیننے کی کوشش کی تو میرب مر جائے گی اس کے آنسوں اور رونے کی آواز میں شدت
آ گئی تھی۔۔

ششششش۔۔۔چپ اب تمہارا ایک آنسوں بھی ضائع نہیں ہونا چاہیے، تمہارے آنسوں میرے لیے بہت قیمتی ہے۔ اس طرح تم اپنی خوبصورت آنکھوں کو اذیت دے کر ان بیش کی قیمتی موتیوں کو ضائع نہیں کر سکتی۔۔۔

۔وہ اپنے آتشی لب اس کی گھنی پلکوں پر رکھتے ہوئے پلکوں کی باڑ سے ایک ایک موتی کو بڑی محبت سے چنتے ہوئے اسے اپنی محبت کا مان دیتے ہوئے چپ کروا رہا تھا۔۔۔

۔سوائے رب کی ذات کے دنیا کی کوئی طاقت مجھے تم سے چھین نہیں سکتی۔

۔صرف تم ہی اپنے شاہ سے محبت نہیں کرتی۔تمہارا شاہ بھی تم سے بے پناہ عشق کرتا ہے۔تو تمہارے عشق میں۔میں اس طرح سے جکڑا جا چکا ہوں کہ میں خود بھی چاہوں تو آزاد نہیں ہو سکتا۔

۔اس لیے اپنے دماغ سے ہر ڈر ہر وہم کو نکال دو۔اور جس ڈر کہ تم بات کر رہی ہو۔اس کو تو آج رات کو میں

اس گھر سے رخصت کروا کر ہی دم لوں گا۔۔۔

مطلب۔۔میرب نے حیرانی سے پوچھا۔

۔آج رات کو مہک اور احمر کا نکاح ہے تمہاری سب سے بڑی پریشانی کو احمر رخصت کروا کر اپنے ساتھ لے جائے گا۔

۔آپ مہک کا نکاح احمر بھائی سے کروا رہے ہیں۔احمر بھائی کتنے سلجھے ہوئے انسان ہیں۔اور آپ ان پلے اس چلاک لومڑی مہک کو باندھ کر اچھا تو نہیں کر رہے۔میرب کو مہک کا نکاح احمر سے سن کر بہت حیرت ہوئی تھی۔۔۔۔

۔میں نے آپ کے احمر بھائی سے کوئی زبردستی نہیں کی بلکہ وہ خود ہی تمہارے کہنے کے مطابق اس چلاک لومڑی میں انٹرسٹڈ تھا۔

۔اس عاشق صاحب نے خود ہی مہک کے لیے پروپوزل بھیجا تھا۔میرے ترکی جانے سے پہلے اس وقت میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔مگر اس کی اس کرتوت کے بعد تو میں اسے اپنے گھر میں رکھنے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔رومان شاہ کا اشارہ میرب کو سیڑھیوں سے گرانے کی طرف تھا۔۔

۔اس لیے میں نے احمر کے پرپوزل
پر نظر ثانی کرتے ہوئے احمر سے بات کی مگر میں نے احمر سے کوئی بھی بات چھپائی نہیں ہے۔

ہر ایک بات اسے حرف با حرف بتا دی تھی۔ مگر پھر بھی اس نے اپنی رضامندی سے مہک سے نکاح کرنا چاہا تو پھر میں کیا کر سکتا تھا۔۔

۔اب تمہارا احمر بھائی جانے اور یہ چالاک لومڑی بہر حال میں تو اس کو اپنے گھر میں اس سے زیادہ برداشت نہیں کر سکتا۔

۔چلو ٹھیک ہے اگر احمر بھائی خود اپنی مرضی سے اس چالاک لومڑی کو شادی کر کے لے جانا چاہتے ہیں
۔تو پھر مجھے کوئی اعتراض نہیں میرے لیے تو خوشی کی بات ہے۔
۔یہ میرے شاہ کی جان چھوڑ کر چلی جائے گی میرب نے چہکتی ہوئی آواز میں کہا۔۔



۔شکر ہے پریشانی کے بادل چھٹ گئے۔ اور میری جان شاہ کا خوبصورت کھلا ہوا چہرہ مجھے دیکھنے کو ملا۔
۔میرب کا پرسکون چہرہ اور آواز سن کر رومان شاہ نے اسے اپنی باہوں کے مظبوط دائرے میں کس لیا۔
اس کے سر پر لب رکھ کر محبت اور مان سے بھرا بوسہ دیا۔

ooooooooo

۔یہ جو تم لوگوں نے غریبوں کے پیسے سے حرام کھا کھا کر اپنے پیٹ بڑے کر رکھے ہیں ان کو چھوٹا کرنے کا وقت آگیا ہے۔سب لوگ لائن میں سیدھے کھڑے ہو سب لوگ لائن میں سیدھے کھڑے ہو جاؤ۔

۔یار یہ نیا اسے سی پی تو بڑا سخت ہے۔نہ تو یہ زمیدار کے روعب سے ڈرتا ہے اور نہ ہی سننے میں آیا ہے کہ یہ رشوت لینے دینے کا روادار ہے۔

۔لگتا ہے آج تو ہماری شامت آگئی ہے کیونکہ آج اس نے اپنا چارج سنبھال لیا ہے۔پولیس والے لائن بناتے ہوئے آپس میں گزر پھسر کر رہے تھے۔۔

۔یہ تم لوگ دیہاتی عورتوں کی طرح آپس میں کھسر پھسر بعد میں کر لینا پہلے ایک لائن میں سیدھے کھڑے ہو رائٹ ناؤ۔اے سی پی شاہ میر کی گرجدار آواز سے آدھے سیکنڈ سے بھی پہلے گاؤں کے پولیس تھانے کی نفری لائن میں کھڑی ہو چکی تھی۔۔

۔وہ اپنے ہاتھ میں پولیس والی سٹک لیے غضب ناک نظروں سے دیکھتا ہوا ایک ہاتھ کمر پر باندھے ادھر سے ادھر جاتے ہوئے پولیس والوں کے بڑے ہوئے پیٹ کو بڑے غور سے دیکھ رہا تھا۔۔

۔سب کے سب اپنے پیٹ اندر کرو اور چھاتی باہر۔۔۔میں نے کہا پیٹ اندر چھاتی باہر۔۔

۔سر جی اس سے زیادہ پیٹ اندر نہیں جا رہا ایک بہت بڑے پیٹ والے سپاہی نے اپنا درد بیان کرنا چاہا۔۔

۔جب غریب کسانوں کا خون چوس کر حرام کے پیسے سے اپنا پیٹ بھرو گے تو پیٹ اندر کیسے جائے گا۔
اے سی پی
شاہ میر ملک نے دھاڑ کر کہا تو پوری نفری کانپ گئی تھی۔

اور یہ کیا ہے۔یہ جوتے یونیفارم کے ساتھ ہوتے ہیں۔ایک سپاہی نے گھر والے نارمل شوز یونیفارم کے ساتھ پہن رکھے تھے۔اے سی پی شاہ میر نے ناگوار نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔۔



۔میگزین نکالو لگاؤ گنکو لوڈ کرو اور ان لوڈ کرو 10 سیکنڈ کے اندر اندر رائٹ ناؤ۔۔

۔نفری جو زمیندار کے دبدبے سے ہر وقت ڈری رہتی تھی۔ جنہوں نے پتہ نہیں کتنے سالوں سے گولی چلاکر بھی نہیں دیکھی تھی۔

۔ان سے نہ تو میگزین نکال کر 10 سیکنڈ کے اندر گن لوڈ ہوئی اور نہ ان لوڈ ہوئی شاہ میر نے قہر برساتی ہوئی نظروں سے سب کی جانب دیکھا۔۔

۔ایسے نکالتے ہیں میگزین۔ تم لوگو کو اپنی گن کے بیسک چیزوں کے بارے میں نہیں پتا۔اور تم لوگ خود کو پولیس والے کہتے ہو۔

۔اور تم جیسے نکموں کو حکومت اس بات کے پیسے دیتی ہے کہ تم لوگ عوام کی خدمت کرو۔اور تم لوگ حکومت کا پیسہ کھاکر ان غریب لوگوں کا خون چوستے ہو اور حفاظت کے نام پر سارا دن لمبی تان کر سوتے ہو۔یا جاز میندار کے کتے بن کر اس کے تلوے چاٹتے رہتے ہو۔۔

۔تم لوگوں نے آخری دفعہ گولی کب چلائی تھی۔۔۔میں نے پوچھا تم لوگوں نے آخری دفعہ گولی کب چلائی تھی۔سب کی خاموشی پر شامیر کا دل کر رہا تھا کہ ایک ایک کو شوٹ کر دے مگر وہ ہر کام قانون کے دائرے میں رہ کر کرنے کا عادی تھا۔۔

ساری نفری بندوق میں اندر میگزین نکالے اور ڈالیں۔۔گن کو لوڈ کریں اور پھر ان لوڈ کریں شام تک مجھے تم لوگوں کی پریکٹس مکمل چاہیے۔۔

۔آسان بخش تم کچھ دیر میں مجھے اندر
آکے کمرے میں ملو۔۔۔۔سب کو پریکٹس میں لگا کر نفری کے ایک آدمی جس کا نام اسان بخش تھا اسے اپنے آفس میں آنے کا کہہ کر۔شاہ میر اپنے آفس کی جانب چل دیا کیونکہ اس کے فون پر مرہا کا فون آرہا تھا۔۔۔

ooooooooooo

۔اسلام علیکم میری جان کیسے اپنے شوہر کی یاد آگئی میری انرومنٹک بیوی کو۔۔

وہ کرسی پر بیٹھتے ہوئے ٹانگ پر ٹانگ رکھ کر بڑے رومینٹک انداز سے پوچھ رہا تھا۔۔۔

۔میں نے یہ پوچھنے کے لیے فون کیا ہے کہ آج آپ پورے سات منٹ لیٹ ہیں اور آپ ابھی تک گھر کیوں نہیں پہنچے۔

ہمم۔تو اب پولیس والے کی بھی انویسٹیگیشن ہوا کرے گی۔۔۔

۔جی بالکل ہوا کرے گی آپ مجھے فوراً بتائیں کہ آپ پورے ساتھ منٹ لیٹ کیوں ہے۔۔

۔میم میں ذرا اپنی نفری کا دماغ ٹھیک کر رہا تھا اور آج پورا چارج میرے ہاتھ میں آچکا ہے تو اس لیے دیر ہو گئی۔۔۔

۔وہ سب تو ٹھیک ہے مگر جو آپ پورے سات منٹ لیٹ ہوئے ہیں اس کی سزا آپ کو ضرور ملے گی۔
مرہا کو ہنسی آرہی تھی اپنی ایکٹنگ پر جسے وہ بامشکل روک کر بول رہی تھی۔۔

۔جی میم میں دس منٹ میں آپ کے حضور حاضر ہو جاؤں گا۔ پھر آپ جو بھی سزا دیں گی۔ یہ بندہ ناچیز خوشی خوشی قبول کر لے گا۔ مگر باشرط ہے کہ سزا میری پسند کی ہونی چاہیے شاہ میر کو مرہا کا یوں مذاق کرنا بہت اچھا لگ رہا تھا۔

۔جی نہیں سزا تو سزا ہوتی ہے اور وہ دینے والے کی مرضی ہوتی ہے کہ وہ کس طرح کی سزا دینا چاہتا ہے ایسی کوئی بھی ڈیمانڈ آپ مجھ سے نہیں کر سکتے۔۔

۔وہ تو میری جان میں گھر آ کر بتاؤں گا کہ میں ڈیمانڈ کر سکتا ہوں یا اور بھی بہت کچھ کر سکتا ہوں۔ آپ کو سزا دینے کا پورا حق ہے۔ مگر مجھے بہت سخت سزا چاہیے کیونکہ مجھے لگتا ہے میں نے غلطی بہت بڑی کی ہے تو سزا بھی دھماکے دار ہونی چاہیے۔۔۔



میر آپ کو پتہ ہے کہ آپ بہت بے شرم ہے۔اس لیے میں فون بند کر رہی ہوں۔ مرہا نے شاہ میر کی گول گول

بے باک الفاظوں کو سمجھتے ہوئے شرم سے لال ہو کر ٹھک سے فون بند کر دیا۔۔۔

۔کبوتر اگر اپنی آنکھیں بند بھی کر لے تو آنے والا خطرہ ٹل نہیں جاتا۔فون بند کرنے سے کچھ نہیں ہو گا۔

۔پلیز میم میرے لیے کڑی سزا تیار رکھیے گا۔نہیں تو پھر خود میری سزا کے لیے تیار رہنا۔۔

۔شاہ میر کا میسج پڑھ کر مرہا پچھتا رہی تھی کہ اسے کیا ضرورت تھی جان بوجھ کر شیر کے منہ میں ہاتھ ڈالنے کی۔

اسے پتہ تھا کہ اب تو وہ اپنا موڈ سزا کے لیے بنا کر ہی گھر آئے گا۔

۔ویسے بھی میرب کی ٹینشن کی وجہ سے دوبارہ شاہ میر کو اپنی محبت میں مرہا پر برسانے کا موقع ہی نہیں ملا تھا۔



۔کیونکہ وہ دماغی طور پر بہت پریشان تھا اب جب کہ میرب کی حالت کافی بہتر تھی۔اوپر سے مرہا کی باتوں نے شاہ میر کے سوئے ہوئے سارے جذباتوں کو جگا کے رکھ دیا تھا۔اب تو میرہا کی شامت پکی تھی۔۔۔

۔کھانا بنانے کی ضرورت نہیں ہے میں نے آرڈر کر کے شہر سے منگوالیا ہے۔ آتے ہوئے لے کر آؤں گا۔ فریش ہو کر میرے فیورٹ کلر کا ڈریس پہن کر تیار ہو جاؤ۔۔۔

)آئی لو یو میر کی جان تمہارا عاشق تمہارا شوہر اے سی پی شامیر ملک (

ooooooooo

۔اگر مجھے کچھ دیر کی اجازت ہو تو میں جا کر احمر اور تمہارے دیے گئے نام کے مطابق اس چالاک لومڑی کا نکاح کرواؤں۔ کیونکہ سب مہمان نیچے اکٹھے ہو چکے ہیں۔ رومان شاہ نے تیار ہو کر نیچے جانے کی میرب سے اجازت مانگی۔۔

۔اجازت ہے جا سکتے ہیں مگر پہلے میرے پاس آئے میرب کے ٹانگ میں چوٹ لگنے کی وجہ سے۔ میرب بیڈ سے خود زیادہ اٹھ نہیں سکتی تھی۔ اس لیے ہر چھوٹے بڑے کام کے لیے وہ اپنے شاہ کو اپنے پاس بلاتی۔۔۔

۔رومان شاہ نے بلیک کلر کا شلوار کرتا پہنا ہوا تھا۔ جس میں اس کا گورا رنگ قہر ڈھا رہا تھا۔ حالانکہ رومان شاہ نے کچھ خاص تیاری نہیں کی تھی۔

۔مگر گھر میں نکاح کے لیے آئے ہوئے مہمانوں کی وجہ سے صرف فریش ہو کر بلیک کلر کا کرتا شلوار پہن رکھا تھا۔اس سادگی میں بھی اس کی خوبصورتی قیامت ڈھا رہی تھی۔

۔جی کیا حکم ہے بندہ ناچیز کے لیے رومان شاہ نے کف کی سٹڈ بند کرتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

۔اتنا دور نہیں میرے پاس آئیں۔میرب جو کہ بیڈ پر لیٹی ہوئی تھی۔پاس کھڑے ہوئے رومان شاہ کو ہاتھ کے اشارے سے اپنے پاس ہونے کو کہہ رہی تھی۔۔

۔جان شاہ تھوڑا سا صبر کر لو میں بس نکاح والا کام نپٹا کر آجاؤں۔اس کے بعد جتنا کہو گی نزدیک آجاؤں گا۔



۔رومان خود کو بڑا معصوم پریزنٹ کرواتے ہوئے۔اپنے دونوں ہاتھ اپنے سینے بند باندھ کر اپنی عزت بچانے والی ایکٹنگ کرتے ہوئے بولا تو۔میرب شرم سے لال پڑ گئی تھی۔اسے اندازہ نہیں تھا کہ شاہ اس کی بات کا یہ مطلب نکال لے گا۔۔

۔شاہ۔۔۔میرا ایسا کوئی مطلب نہیں تھا۔ اور نہ ہی میرا ایسا کوئی ارادہ ہے آپ فضول کے وہم اپنے دماغ میں مت پالیں۔میں تو آپ کو اپنے پاس اس لیے بلا رہی تھی کہ میں آپ کو کالا ٹیکا لگا سکوں۔

۔اب آپ اتنے خوبصورت لگ رہے ہیں اگر جاتے جاتے وہ چالاک لومڑی آپ کو نظر لگا کے چلی گئی تو۔

۔میرب نے اپنی صفائی میں بولتے ہوئے کہا۔ مگر اس کے چیکس شرم اتنے بلش کر رہے تھے کہ شاہ کو اپنے جوک پر ہنسی آنے لگی۔۔۔

۔اوکے اوکے مجھے لگا کہ شاید میری بیوی کا رومانس کا موڈ ہو رہا ہے۔میں تو ڈر ہی گیا تھا۔رومان شاہ میرب کے پاس بیٹھتے ہوئے گھبرانے کی ایکٹنگ کرتے ہوئے بولا۔

۔جی نہیں میرا آپ کی طرح ہر وقت رومانس کرنے کا موڈ نہیں ہوتا اس طرح کے شوق آپ کے ہیں اور آپ کو ہی مبارک ہو۔۔۔

۔میرب بلش کرتی ہوئی گالوں سے منہ بسور کر اپنی آنکھ میں چھوٹی انگلی

سے کاجل لگا کر شاہ کے کان کے پیچھے لگا کر اپنا ہاتھ پیچھے کر چکی تھی۔

۔یہاں پر تو مجھے نظر لگنے کا خطرہ ہی نہیں تھا۔خطرہ تو مجھے یہاں پر ہے۔مجھے لگتا ہے کہ مجھے یہاں پر نظر لگ جائے گی۔تم جلدی سے ادھر نظر کا ٹیکہ لگاؤ رومان شاہ نے اپنے لبوں پر انگلی رکھتے ہوئے بڑے مسکرے انداز سے کہا۔۔

۔ٹھیک ہے ابھی لگا دیتی ہوں۔۔۔میرب نے اپنی آنکھ سے کاجل لیتے ہوئے رومان شاہ کی لبوں پر کاجل لگا دیا۔۔۔اب وہ کھلکھلا کر ہنس رہی تھی۔۔اسے پتہ تھا کہ رومان شاہ کون سا نظر کا ٹیکا لگانے کی بات کر رہا تھا۔اب وہ اپنے جوک پر دانت نکال کر قہقہے لگاتی ہوئی ہنس رہی تھی۔۔۔



اچھا جی میری بلی مجھے ہی میاؤں اب بتاتا ہوں تمہیں کہ شوہر کی نظر کیسے اتارتے ہیں رومان شاہ اس کے دونوں ہاتھ جو اپنے چہرے پر رکھ چکی تھی۔

کیونکہ اسے بھی پتہ تھا کہ آگے کیا ہونے والا ہے۔رومان شاہ نے اس کے دونوں ہاتھ پکڑ کر اوپر کی طرف پن کر دیے۔اپنے مضبوط ہاتھوں کی انگلیاں اس کی نازک کانچ جیسی انگلیوں میں پوری طرح سے پھنساتے ہوئے اسے تکیے پر پن کر چکا تھا۔

۔وہ اس کے نازک سے لبوں پر جھکا ہوا تھا۔میرب نے اپنا چہرہ ادھر ادھر کر کے بچنے کی بہت کوشش کی مگر رومان شاہ کی پکڑ سے بچنا میرب کے لیے آسان نہیں تھا۔

۔وہ اپنے آتشی لب زبردستی میرب کی پنکھڑیوں پر رکھ کر ان کو اپنی قید میں لے گیا۔میرب کو شاہ کو تڑپانے کی اچھی خاصی سزا مل رہی تھی۔

۔وہ میرب کے لبوں کی نمی کو اتنی شدت سے اپنے اندر انڈیل رہا تھا کہ میرب مچلنے لگی تھی۔میرب کا سانس لینا تک مشکل کر دیا تھا دشمن جاں نے۔

۔ابھی تو وہ میرب کی جان کو اور بھی مشکل میں ڈالتا اگر اسے نیچے جا کر نکاح کروانے کی جلدی نہ ہوتی تو۔۔۔

۔وہ جب پیچھے ہٹا تو رومان شاہ کی خود کی بھی سانس اکھڑی ہوئی تھی۔ جس کو بحال کرنے کے ساتھ وہ کھکھلا کر مسکرا بھی رہا تھا۔ کیونکہ اس کی جوسی پنکھڑیوں کا ذائقہ ابھی تک اس کے لبوں پر تھا۔۔۔

۔میرب نے ہاتھ چھوٹتے ہی شاہ کے سینے پر دو تین مکے زور سے برسائے تھے۔۔۔

۔ایسے بھی کوئی کس کرتا ہے مجھے سانس نہیں آرہی تھی وہ غصے سے بولی۔۔

۔مجھے تو ایسے ہی کس کرنے میں مزہ آتا ہے اور ویسے بھی اس میں میرا کوئی قصور نہیں ہے۔ تمہارے ان نازک لبوں کی پکڑیوں میں اتنا نشہ ہے کہ میں مدہوش ہو جاتا ہوں۔اور مجھ معصوم سے پیچھے نہیں ہٹا جاتا تو میں کیا کروں۔۔۔



وہ سارا قصور میرب کی خوبصورت پنکھڑیوں کا بنا رہا تھا۔۔۔۔شاہ چلے جائیں ورنہ میں آپ کے ساتھ کچھ کر نا بیٹھو۔۔

۔میرب کے لب پر کٹ لگنے سے میرب کو جلن سی محسوس ہوئی تو اس نے اپنی انگلی سے اپنی ہونٹ کو ٹچ کرتے ہوئے انگلی کو دیکھا تو اس پر ایک ننھی سی بوند خون کی دیکھ کر میرب بھڑک اٹھی تھی۔۔۔

۔میں تو چاہتا ہوں کہ تم کچھ کر کے دکھاؤ۔میں ذرا نکاح والے معاملے سے فارغ ہو کر آتا ہوں۔تم خود کو تیار کرو۔

۔شاہ آپ بہت گندے ہیں۔وہ شاہ کے پیچھے زور سے تکیہ پھینکتے ہوئے اپنا غصہ نکال رہی تھی۔

۔کچھ دیر ویٹ کرو ابھی واپس آتا ہوں پھر بتانا کہ میں کتنا گندا ہوں اور کتنا اچھا آرام سے بیٹھ کر اس مدے پر بات کریں وہ میرب کی حالت پر ہنستے ہوئے روم سے جا رہا تھا۔۔۔

۔ایسا کچھ نہیں ہونے والا کیونکہ میری ٹانگ میں بہت درد ہے۔میرب نے اونچی آواز میں وارننگ دی تھی۔۔

۔کوئی بات نہیں میں جہاں سے نظر کا ٹیکا لگوا کر آیا ہوں وہیں سے continue کر کے کام چلا لوں گا تمہاری معصوم ٹانگ کو میں کوئی تکلیف نہیں دی دوں گا۔

رومان شاہ کس کی بات کر رہا تھا وہ ہنستے ہوئے روم کا دروازہ کھول کر جا چکا تھا۔ جبکہ میرب ابھی تک سی سی کرتی ہوئی اپنی ہونٹ کو سہلا رہی تھی۔

۔شاید اس کا شاہ کچھ زیادہ ہی سختی کر کے گیا تھا۔ کیونکہ کٹ تھوڑا گہرا لگنے کی وجہ سے میرب کو ہلکا سا درد بھی محسوس ہو رہا تھا۔۔ مگر یہ درد اتنا میٹھا تھا کہ میرب ہلکے سے مسکرا دی تھی۔۔

ooooooooooo

احمر کے گھر والے مہک کے لیے ویڈنگ سوٹ لے کر آئے تھے۔۔رومان شاہ کی دھمکیاں دینے پر بامشکل مہک نے سوٹ پہنا تھا۔

۔اگر تم نے باہر آ کر کسی بھی طرح کا تماشہ کیا تو اس بار قسم سے مہک میں تمہیں شوٹ کر دوں گا۔

۔اچھا ہے تم مجھے شوٹ کر دو۔ ویسے بھی زبردستی کروا کر تم مجھے شوٹ ہی کر رہے ہو۔۔

۔مہک تم چاہتی کیا ہو اچھا خاصا خوبصورت ویل ایجوکیٹڈ لڑکا مل رہا ہے۔اوپر سے وہ تمہیں پیار بھی کرتا ہے جس کے تم بالکل بھی لائک نہیں ہو۔

۔اس سے زیادہ تمہیں کیا چاہیے مجھے تو یہ سمجھ نہیں آرہا۔رومان شاہ نے چلاتے ہوئے کہا۔وہ اس وقت مہک کے کمرے میں اکیلا موجود تھا کیونکہ مہک باہر آنے کو تیار نہیں تھی۔

۔مہک کی ماں نے رومان شاہ سے جا کے منت کی تھی اس بد دماغ لڑکی کو کسی بھی طرح باہر لے کر آئے ---



۔مجھے تم چاہیے ہو رومان صرف تم۔

۔کر لو مجھ سے نکاح کیوں اتنے ضدی ہو گئے ہو تم تو ایسے کبھی نہیں تھے۔۔

۔تم تو مجھ پر مرتے تھے۔آج کیوں تم مجھ سے دور بھاگنے کے لیے مجھے کسی اور کے گلے باندھ رہے ہو۔

۔مہک دلہن بنی بھاگتی ہوئی اچانک رومان شاہ کے سینے سے آن لگی تھی اور رومان شاہ کی کمر میں ہاتھ ڈال کر زبردستی اس کے سینے سے لگ کر رو رہی تھی۔۔۔

۔ڈسکسٹنگ پاگل ہو گئی ہو۔رومان شاہ نے زور سے دھکا دیتے ہوئے مہک کو خود سے دور کیا۔۔۔

۔ہاں ہاں میں پاگل ہو گئی ہوں تمہارے پیار نے مجھے پاگل کر دیا ہے۔۔کیا کروں میں تم کسی بھی طرح تو ماننے کو تیار نہیں ہو۔۔



۔میں ایسا کیا کروں کہ تمہیں یقین آجائے کہ میں تم سے بہت پیار کرتی ہوں۔۔۔مہک سچ مچ اس وقت پاگل لگ رہی تھی۔۔

۔تم احمر سے شادی کر لو مجھے یقین

آجائے گا کہ تم مجھ سے بہت پیار کرتی ہو۔۔۔اور میری عزت رکھنے کی خاطر تم نے چپ چاپ اپنا گھر بسا لیا ہے۔

۔رومان شاہ نے اس کے پاگل انداز کو دیکھتے ہوئے تو اپنا لہجہ تھوڑا نرم کر لیا۔۔

۔صاف صاف لفظوں میں کہو کہ تم کسی بھی طرح مجھے اس گھر سے دفع کرنا چاہتے ہو ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔جب سب کچھ اچھی طرح سے پتہ ہے تو پھر بار بار میرے الفاظوں سے بعزت کیوں ہونا چاہتی ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔آج مجھے میرب کی قسمت پر رشک آرہا ہے جس سے تم اس قدر عشق کرتے ہو کہ آج تمہیں مہک نظر نہیں آرہی۔جس پر بچپن میں تم مر مٹنے کو تیار تھے۔

۔آنسوں سے بھیگی ہوئی آنکھوں سے وہ ہچکیوں سے روتے ہوئے بول رہی تھی۔۔

۔ان سب فضول باتوں کا اب کوئی مطلب یا مقصد نہیں ہے باہر سب لوگ انتظار کر رہے ہیں۔چپ چاپ باہر آجاؤ ورنہ مہک میں ایسا کچھ کر گزروں گا جس کا پچھتاوا چاہے ساری زندگی مجھے رہے۔

۔مگر تمہارا قصہ تو ہمیشہ کے لیے ختم کر دوں گا۔ تم نے جتنا کچھ کر لیا ہے اس سے زیادہ سہنے کی مجھ میں تو ہمت نہیں ہے۔۔۔

۔رومان شاہ کے لہجے اور آنکھوں میں اتنا قہر تھا کہ مہک کا پورا وجود لرز گیا۔۔اب رومان شاہ کے ہاتھوں سے گولی کھا کے مرنے سے تو زیادہ بہتر تھا کہ وہ نکاح کر کے احمر کے ساتھ ہی چلی جاتی۔۔۔۔۔مہک چاہے جتنا مرضی رومان شاہ کے عشق میں مبتلا ہو مگر اسے اپنی جان بہت عزیز تھی۔۔

۔وہ کبھی بھی رومان شاہ کے ہاتھوں سے مرنا تو بالکل نہیں چاہتی تھی۔اس لیے اب سوائے احمر کے ساتھ نکاح کرنے کے اس کے پاس اور کوئی چارہ نہیں تھا۔۔۔



oooooooooooooo

احمر کی فیملی کے علاوہ شاہ زیب اور ڈاکٹر ہما آئے تھے زیادہ لوگوں کو نکاح میں مدعو نہیں کیا گیا تھا۔

۔بڑی سادگی سے نکاح ہونے کے بعد مہک کو احمر کی پھولوں سے سجی ہوئی گاڑی میں بٹھا دیا گیا۔رومان شاہ نے احمر کو اپنے پاس بلایا تھا۔۔۔

۔تمہیں تمہاری بیوی کی خوبیوں سے بہت اچھی طرح سے میں نے تمہیں آگاہ کر دیا ہے۔ان سب خوبیوں کو جاننے کے بعد بھی تم اس کے ساتھ نکاح کرنے کے لیے خود راضی ہوئے ہو۔۔۔

۔اور اگر اب نکاح کے بعد تم سے تمہاری بیوی سنبھالی نہ گئی تو لعنت ہے تمہارے مرد ہونے پر۔پہلے تم سے اپنی گرل فرینڈ عریشہ نہیں سنبھالی گئی۔۔۔

۔مگر اب یہ تمہاری بیوی ہے اس کو لگام ڈال کے رکھنا جیسے مرضی رکھو۔مگر اسے قاعدے قانون سکھانا اب تمہاری ذمہ داری ہے رومان شاہ نے صاف صاف لفظوں میں احمر سے یہ کہا تھا کہ وہ اپنی بیوی پر اپنا حق جما کر اسے اس کی حدود دکھائے۔۔۔۔



۔میرے پنجابی یار کبھی تھوڑے الفاظوں کو تمیز سے بھی بول لیا کرو۔

۔احمر نے ہنستے ہوئے رومان شاہ سے کہا کیونکہ رومان شاہ کے سیدھے صاف کھرے جملوں کے وہ لوگ عادی تھے۔۔۔

شاہ زیب اور احمر کو پتہ تھا کہ رومان شاہ اپنی بات ہمیشہ صاف ستھرے الفاظوں میں ہی بیان کرتا ہے--

-اس لیے یہ ان کے لیے کوئی حیرانگی کی بات نہیں تھی--

-جناب مجھے بہت اچھی طرح سے پتہ چل گیا ہے کہ میری بیوی اڑیل دماغ ہے-یہ بات اگر تم مجھے نہ بھی بتاتے تب بھی مجھے پتہ تھا---



-کیونکہ تمہارے خاندان سے ہے تو اس کا اڑیل ہونا تو لازم تھا-آخر کو تمہاری ہی کزن ہے رومان شاہ کے اڑیل ہونے کا احمر مزاق سے طعنہ مار رہا تھا---

-اب تم چپ چپ چلے جاؤ گے یا یہاں سے جوتے کھا کر جانے کا ارادہ ہے رومان شاہ نے آنکھیں دکھاتے ہوئے کہا----

۔جارہاہوں اب تم میرے سالے بن گئے ہو تمیز سے پیش آیا کرو جاتے جاتے احمر بھی اپنی کمینی حرکت کر کے گیا تھا۔۔

۔رومان شاہ نے جاتے ہوئے اس کی کمر پر کس کر مکا چڑھ دیا تھا۔سالے والی بات پر۔۔۔حالانکہ رومان اسے ساری حقیقت سے آگاہ کر چکا تھا پھر بھی جان بوجھ کر جاتے ہوئے وہ دانت نکالتے ہوئے اسے سالا بول کر گیا تھا۔۔۔۔,

۔مرہاشاہ میر کا فیورٹ بلو کلر پہن

کر بہت کھلی کھلی اور خوبصورت لگ رہی تھی۔شاہ میر نے پہلی بار اسے اپنے من پسند کلر کو پہن کر تیار ہونے کے لیے کہا تھا۔

۔مرہا کو اس بات کی بہت خوشی تھی کہ وہ اپنے میر کے لیے تیار ہو رہی ہے۔بلو کلر کی کیپری کے ساتھ سیم کلر کا نارمل سا کرتا اور ڈیزائنر دوپٹہ لے کر وہ بالکل نازک سی گڑیا لگ رہی تھی۔۔۔

۔بالوں کو سٹیٹ کر کے اس نے کھلا چھوڑ رکھا تھا۔میک اپ کے نام پر مسکارا اور لائٹ سی لپسٹک لگائی ہوئی تھی۔

۔مرہا کو خود بھی زیادہ میک اپ کا شوق نہیں تھا اور شاہ میر بھی زیادہ میک اپ کو پسند نہیں کرتا تھا۔

۔اس لیے اس نے اپنے میر کی پسند سے میک اپ بہت لائٹ کیا کانوں میں گولڈ کی چھوٹے چھوٹے ایر نگ پہنتے ہیں ہوئے تھے۔۔۔

۔اپنی فائنل لک آئینے میں دیکھتے ہوئے مرہا خود ہی شرما گئی۔کیونکہ کافی دنوں بعد وہ تیار ہو کر کافی خوش تھی اتنے میں باہر کا ڈور بجا تھا۔۔۔۔

۔وہ بھاگتی ہوئی بنا پوچھے دروازہ کھول چکی تھی۔اسے لگا کہ شاید شامیر آیا ہے کیونکہ اس کے آنے کا وقت ہو چکا تھا۔شاہ میر نے تقریبا 10 منٹ تک آنے کا کہا تھا۔۔۔

۔اور تقریبا 10 منٹ سے زیادہ کا ٹائم ہو چکا تھا اسے کنفرم تھا کہ شاہ میر ہی آیا ہو گا اس لیے اس نے بنا آواز دیے دروازہ کھول دیا۔۔۔

۔ماشاءاللہ اے سی پی نے گھر میں تو پٹاخہ رکھا ہوا ہے۔اتنی خوبصورت بیوی کو چھوڑ کر خامخواہ آدھی رات تک تھانے میں خوار ہوتا رہتا ہے۔کتنا بدنصیب شخص ہے۔۔

کک۔۔کک۔۔۔کون۔۔کون ہو تم لوگ پیچھے ہٹو دو تین لمبے چوڑے مسٹنڈے جو دروازے پر کھڑے ہوئے اپنی مونچھوں

کو تاؤ دے رہے تھے۔۔۔

۔شیطانی ان کے چہروں سے صاف چھلک رہی تھی ان کے بھیانک چہروں سے ان کے ارادے صاف نظر آرہے تھے کہ

وہ کسی نیک ارادے سے نہیں آئے۔۔۔

۔مرہا جو اپنی ایکسائٹمنٹ میں دروازہ کھول بیٹھی تھی۔اب وہ دروازے کو دھکا دے کر زبردستی بند کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔جو کہ وہ لمبے چوڑے مسٹنڈے ناکام بنا چکے تھے۔

۔ان کے دھکہ دینے سے مرہا جو دروازہ بند کرنے کی کوشش کر رہی تھی زمین پر جا گری تھی۔۔۔

۔خوبصورت دل نشیں گڑیا کیوں خود کو ہلکان کر رہی ہو۔۔۔۔ تمہارے نازک ہاتھ اس طرح کے دروازے بند کرنے کے لیے نہیں ہے۔۔۔بلکہ مخملی سیج پر بیٹھ کر ہم جیسے شہزادوں کا دل بہلانے کے لیے بنی ہو تم۔۔۔

۔وہ لڑکے قدم اٹھاتے ہوئے مونچھوں

کو تاؤ دے کر گھر کے اندر داخل ہو رہے تھے۔۔۔

پلیز چلے جائیں یہاں سے مرہا زمین پر پیچھے کی جانب سکرول کرتی ہوئی کانپ رہی تھی۔وہ ڈرتے ہوئے رو رہی تھی مرہا تو پہلے سے ہی ایک بہت ڈری اور سہمی رہنے والی لڑکی تھی۔

۔جس ڈر کو اپنی محبت سے شاہ میر نے بڑی مشکل سے کم کیا تھا مگر آج ان غنڈوں کے ارادے دیکھ کر میرہا کو اپنے بچپن کی وہ سہمی ہوئی مرہا یاد آ گئی۔۔۔

۔ایک لڑکے نے آگے بڑھ کر مرہا کی کلائی تھام کر اسے جھٹکے سے کھڑا کرتے ہوئے۔ قہقہہ لگا کر ہنستے اسے اپنی جانب کھینچا تھا۔



۔مرہا اپنا توازن برقرار نہ رکھتے ہوئے اس کے ساتھ آ کر ٹکرائی تھی وہ بد تمیزی پر اتر آیا تھا۔۔وہ مرہا کو اپنی باہوں

میں کسنے کی کوشش کر رہا تھا۔ جبکہ مرہا روتی ہوئی سے دھکے مار رہی تھی۔۔۔

۔کہاں جارہی ہو میری جان ایک تو اے سی پی نے اتنی خوبصورت بیوی کو گھر کے اندر چھپا کے رکھا ہوا۔کوئی اتنی خوبصورت چیز کو اس طرح چھپا کے رکھتا ہے ان لڑکوں کا شیطانی ہنسنا مرہا کو لرزنے پر مجبور کر رہا تھا۔۔

۔ایک تو اتنی مشکل سے اتنی خوبصورت چیز ہاتھ لگی ہے۔۔اور تم یوں مچھلی کی طرح میرے ہاتھ سے پھسل رہی ہو۔آج تو تم ہمارے ڈیرے کی رونق بنو گی جان مند۔۔۔۔

۔اس لڑکے نے شاید شراب پی رکھی تھی اس کے منہ سے آتی ہوئی بدبو سے مرہا نے اپنے ناک پر ہاتھ رکھ لیا۔



۔وہ لڑکا شاید سب کا سر کوپ لگ رہا تھا کیونکہ باقی اس کے پیچھے کھڑے ہوئے اسے دیکھ کر خوش ہو رہے تھے مگر بدتمیزی صرف وہی لڑکا کر رہا تھا جو دیکھنے میں کافی خوبصورت اور کسی اچھے گھر کا لگ رہا تھا۔۔

۔پلیز مجھے چھوڑیں میں نے آپ کا کیا بگاڑا ہے کیا دشمنی ہیں آپ کی میرے ساتھ۔ مرہا کانپتے ہونٹوں کے ساتھ رو رہی تھی۔ جس سے اس کا خوبصورت روتا ہوا حسن اس لڑکے کو اور بھی اپنی جانب اٹریک کر رہا۔۔

۔نہ تو ہماری تمہارے ساتھ کوئی دشمنی ہے۔اور نہ ہی تم نے ہمارا کچھ بگاڑا ہے دشمنی تمہارے شوہر کے ساتھ ہے اور ہمارا سب کچھ بگاڑ بھی تمہارا شوہر ہی رہا ہے۔

۔ہم تمہیں سزا دینے آئے تھے تاکہ تمہارے شوہر کو تڑپہ سکے۔

۔مگر تم تو اتنی خوبصورت ہو کہ تم پر چودری خرم کا دل آگیا ہے۔اب تو تم میرے ڈیرے کی زینت بنو گی۔۔۔



۔میں تو میں تیرے شوہر کو سزا دینا چاہتا تھا۔ مگر تمہارا حسن تو میرے لیے ہی سزا بن گیا ہے۔

۔وہ شیطانی مسکراہٹ لیے۔گندی نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔میرہا کو زبردستی کاندھے پر اٹھا کر اس نے اپنی گاڑی میں ڈال دیا۔

۔مرہارو رہی تھی۔ وہ اس کے کمر پر زور سے اپنے ہاتھوں کے مکے بھی مار رہی تھی۔ مگر وہ نشے میں دھت اس معصوم کی ہتھیلیوں کی تھپیڑوں سے خوش ہو رہا تھا۔

۔گاؤں کی کچھ عورتیں یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی۔ مگر کوئی بھی مرہا کی مدد نہیں کر سکتا تھا۔

۔کیونکہ وہ گاؤں کے چودری کا بیٹا تھا گاؤں والے تو اپنی بہو بیٹیوں کی عزت کی رکھوالی نہیں کر پاتے تھے وہ بیچارے مرہا کی کیا مدد کرتے۔۔۔

۔مگر انہیں اس بات کا بہت دکھ تھا کہ وہ اے سی پی کی بیوی کی حفاظت نہیں کر پا رہے۔وہ روتی ہوئی مرہا کو زبردستی گاڑی میں ڈال کر وہاں سے لے جا چکے تھے۔۔۔

۔ان کے جانے کے کچھ ہی دیر بعد
شاہ میر بہت اچھے موڈ میں کھانا لے کر گھر کے آیا۔اس نے جیسے ہی جیب گھر کے باہر روکی۔ گاؤں کی عورتیں اور کچھ مرد تیزی سے بھاگتے ہوئے اس کے پاس آئے۔

اور اسے بتایا کہ بھابھی کو چوہدری کا بیٹا خرم زبردستی اٹھا کر لے گیا ہے۔

۔واٹ۔کب شاہ میر نے چیختے ہوئے پوچھا تھا۔ سر جی بس ابھی آپ کے آگے آگے ہی وہ بھابھی جی کو گاڑی میں ڈال کر لے گیا ہے۔اس کے ساتھ چار پانچ اس کے مسٹنڈے دوست بھی تھے۔۔

۔۔شامیر جلدی سے واپس جیپ میں بیٹھا گیا غصے سے اس کے ماتھے پر بے شمار بل پڑ رہے تھے۔وہ جیب کو اڑاتا ہوا وہاں سے نکلا۔۔

۔اس نے فوراً سے اپنے فون کی
لوکیشن آن کی تھی۔کیونکہ مرہا کے ہاتھ میں پہنا ہوا بریسلٹ جس میں ایک چپ تھی اور وہ چپ شاہ میر کے موبائل
سے کنیکٹ تھی۔۔۔

۔جس سے اسے مرہا کی لوکیشن کا پتہ لگانے میں ذرا بھی دقت نہیں ہوئی۔۔لوکیشن کے مطابق وہ لوگ 10 منٹ کے فاصلے پر تھی۔۔۔

۔وہ لوگ ابھی شاید گاڑی میں ہی موجود تھے کیونکہ لوکیشن کا فاصلہ کم زیادہ ہو رہا تھا۔۔

۔شاہ میر نے اپنی نفری کو فون کر کے الرٹ کرتے ہوئے اپنی لوکیشن بھیجی تھی۔مرہا میری جان بس کچھ دیر پیشنٹ رکھنا۔۔

۔تمہارا میر اگلے چند منٹوں میں تمہارے پاس ہو گا بھروسہ رکھنا میری محبت پر مجھے پتہ ہے کہ اس وقت تم دماغی طور پر کس کنڈیشن سے گزر رہی ہو۔

۔شاہ میر اکیلے میں ہی خود سے باتیں کرتا ہوا تیز رفتار سے اپنی جیپ کو اڑاتا ہوا لے جا رہا تھا۔پریشانی سے اس کے ماتھے پسینے کی بوندیں نمودار ہو رہی تھی۔۔



۔شاہ میر کی نظر مسلسل اپنے موبائل کی لوکیشن پر تھی۔اب ان کی گاڑی رک چکی تھی کیونکہ ایک ہی جگہ کی لوکیشن شو ہو رہی تھی۔

۔اور شاہ میر کی نفری بھی اس کی جیپ سے کچھ ہی دوری پر تھی۔اس کی نفری مسلسل شامیر کے رابطے میں تھے۔

○○○○○○○○

مہک اور احمر گاڑی میں اکیلے تھے اور مہک کی فطرت سے رومان شاہ اسے اچھی طرح آگاہ کر چکا تھا۔ اس لیے احمر نے رسک نہ لیتے ہوئے اپنے لیے ایک ہنی مون سویٹ بک کروایا تھا۔۔

۔احمر نہیں چاہتا تھا کہ پہلے ہی دن مہک کا امپریشن گھر والوں پر غلط پڑے کیونکہ وہ مہک کے مزاج سے فی الحال بالکل واقف نہیں تھا۔۔

۔آپ کمفرٹیبل ہیں مہک جو غصے سے بھری ہوئی چپ چاپ بیٹھی ہوئی اپنے ہاتھوں اور مروڑ رہی تھی۔احمر کے پوچھنے پر مہک نے کھا جانے والی نظروں سے احمر کی جانب دیکھا تھا۔۔

۔کیا میں نے کوئی گستاخانہ جملہ بول دیا ہے جو آپ یوں ڈرانے والی نظروں سے میری طرف دیکھ رہی ہیں احمر نے اپنی عادت سے مجبور مذاق کیا۔۔

۔ابھی پوچھ رہے ہو کہ کیا میں کمفرٹیبل ہوں یا نہیں۔نکاح کرنے سے پہلے مجھ سے پوچھا تھا کہ کیا میں تم سے نکاح
کرنے کے لیے رضامند بھی ہوں یا نہیں۔۔۔

۔مہک نے منہ کھولا تو تڑک تڑک کرتی ہوئی اس کی زبان سے احمر کو پتہ چل گیا تھا کہ رومان شاہ کی باتیں کافی حد تک سچ تھی اس بندی کو قابو کرنا کافی مشکل کام تھا۔۔۔

۔تم نے جو کچھ میرب بھابھی کے ساتھ کیا اس کے بعد تم سے پوچھنے کا موقع مجھے رومان شاہ نے دیا ہی نہیں۔اگر موقع ملتا تو ضرور تم سے پوچھتا کہ تم مجھ سے نکاح کرنے کے لیے راضی ہو یا نہیں احمر کا موڑ اب بھی مذاق والا ہی تھا۔۔۔



۔اوہو تو اب سمجھی کہ وہ اپنی بیوی کی تعریفوں کے پل پہلے سے تمہارے سامنے باندھ کر مجھے ظالم بے حس اور بد تمیز ثابت کرنے کے بعد اس نے میرا نکاح تمہارے ساتھ کروایا ہے۔۔۔

۔مہک نے غصے سے بھری آواز میں اپنے جملوں کو ترتیب دینے کی کوشش کی۔

۔رومان شاہ نے جو بھی کہا اس بات سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔میں نے تم سے نکاح کی حامی اپنی خوشی سے بھری تھی۔

۔کیونکہ مجھے تم پسند تھی تمہارا گزرا ہوا کل سب کچھ پیچھے رہ گیا مجھے تمہارے ماضی سے کوئی لینا دینا نہیں ہے بشرطیہ کہ تم ہماری آنے والی زندگی کو اچھے نظریے سے دیکھو۔

۔اور میرے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چلو میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ میں تمہارے لیے ایک بہت اچھا ہم سفر ثابت ہوں گا۔

۔احمر نے پر تحمل لہجے سے مہک کو سمجھانے کی پہلی کوشش کر دی تھی۔۔

۔تمہاری اتنی لمبی چوڑی تقریر کا صرف میرے پاس ایک جواب ہے اور وہ یہ کہ مجھے تم سے کوئی لینا دینا نہیں ہے۔۔

۔میرا نکاح تمہارے ساتھ زبردستی کروایا ہے۔اور تم جہاں تک مجھے لگتا ہے اس بات سے تم اچھی طرح واقف ہو۔۔۔

اس لیے مجھ سے کسی بھی طرح کی امید مت رکھنا۔جتنی مجھ سے امیدیں لگاؤ گے اتنا ہی بعد میں تمہیں پچھتانا پڑے گا۔۔

۔کیونکہ میں نہ تو تمہارے ساتھ رہنا چاہتی ہوں اور نہ مجھے تمہاری ان لچھے دار باتوں میں الجھنا ہے
۔مہک کا انداز انتہائی بدتمیزی والا تھا۔۔۔

۔مہک تمہیں اندازہ ہے کہ تم کس لہجے میں مجھ سے بات کر رہی ہو۔تم ایک پڑھی لکھی لڑکی ہو میرے خیال سے تمہیں یہ بتانے کی ضرورت تو نہیں ہے کہ ہمارے مذہب میں شوہر کا کیا رتبہ اور مقام ہے۔۔۔۔

۔میں اس طرح کے جملے ابھی تم سے بولنا ہی نہیں چاہتا تھا۔کیونکہ میں تمہیں پورا موقع دینا چاہتا ہوں تاکہ تم سٹیبل ہو سکو۔۔۔

۔مگر تم جس طرح کی زبان مجھ سے استعمال کر رہی ہو ڈسکسٹنگ اس سے تم بالکل بھی ایک پڑھی لکھی اور باشعور لڑکی نہیں لگ رہی۔۔۔۔

۔کسی بھی رشتے کو بننے کے لیے وقت درکار ہوتا ہے اور میرے خیال سے ہمیں اپنے اس رشتے کو وقت دینا چاہیے جو تمہاری طرف سے شاید زبردستی ہے مگر میں نے بہت دل اور خوشی سے اس رشتے کو قبول کیا ہے۔۔۔۔۔۔

۔احمر مہک کو بہت اچھے انداز سے سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا۔کیونکہ وہ اپنے رشتے کی شروعات میں ہی کسی بھی طرح کی بدمزگی نہیں چاہتا تھا۔مگر ایک بات سچ تھی اس نے جتنا سوچا تھا یہ رشتہ اس کے لیے اس سے کہی زیادہ ٹف سچویشن پیدا کرنے والا تھا۔جس کا اسے چند منٹوں کے بعد ہی اندازہ ہونے لگا تھا۔۔۔۔

oooooooooo

۔شاہ کہاں ہیں آپ۔۔۔۔۔میرب نے کافی دیر انتظار کے بعد رومان شاہ کا نمبر ڈائل کیا۔۔۔

۔بس میں تھوڑی دیر میں اوپر آرہا ہوں وہ میں ایک ضروری کال سن رہا تھا مہک کی رخصتی کے بعد روماں شاہ کو ترکی والے ادھورے پروجیکٹ کے مسئلے کے لیے فون آیا گیا، تو وہ اسے سننے کے لیے وہیں گارڈن ایریا میں ہی کھڑا ہو گیا تھا۔اس لیے اسے میرب کے پاس جانے کے لیے دیر ہو گئی۔۔۔

۔مجھے تو لگا کہ شاید آپ مہک کے ساتھ ہی چلے گئے ہو جو آنے میں اتنی دیر ہو گئی۔۔ میں کب سے آپ کا ویٹ کر رہی ہوں۔میرب کی غصے سے بھری ہوئی آواز شاہ کے کانوں میں پڑی تو شاہ فون کان کو لگائے بڑے بڑے قدم لیتا ہوا سیڑھیاں پھلانگتے ہوئے اپنے روم تک پہنچا تھا۔۔۔

۔سوری جان کال تھوڑی لمبی ہو گئی تو میرے ذہن میں نہیں رہا کہ تم روم میں اکیلی ہو۔اور روماں شاہ نے روم کا دروازہ کھولتے ہی فون کٹ کر کے اپنی جیب میں ڈالتے ہوئے۔اپنی غلطی کا اعتراف کیا۔۔



۔میرب کا سوجھا ہوا منہ دیکھ کر روماں شاہ کو اندازہ ہو گیا اس کی مسز کا موڑ حد سے زیادہ خراب ہے اور وجہ اس کا لیٹ ہونا تھا۔۔

۔آپ کو میرا ذرا سا بھی احساس نہیں اور نہ ہی آپ مجھ سے پیار کرتے ہیں۔اگر پیار کرتے ہوتے تو آپ کو میری فکر ہوتی میں کب سے روم میں اکیلی پڑی ہوئی اپ کا انتظار کر رہی ہوں۔

۔مجھے واش روم میں جانا تھا مجھ سے اٹھا بھی نہیں گیا۔اور اٹھنے کے چکر میں،میں بیڈ سے گر گئی تھی۔

۔میرب کی آنکھوں میں آنسوں تھے
اور وہ رو رہی تھی اسے اپنے شاہ پر غصہ بھی بہت تھا۔اور اس کے پاؤں میں گرنے کی وجہ سے درد بھی ہو رہا تھا۔۔

۔آئی ایم سوری میری جان تم مجھے فون کر دیتی میں فورن آ جاتا۔۔
مجھے فون کرتے ہوئے ٹائم کا اندازہ نہیں ہوا۔ورنہ تمہارا شاہ ایسی کتاہی کبھی نہیں کر سکتا تھا۔

۔اور یہ کیسی بول دیا میری جان تم نے کہ تمہارا شاہ تمہاری فکر نہیں کرتا اور نہ ہی تم سے پیار کرتا ہے
۔تم شاہ کی جان ہو میری غلطی کی سزا دینے کا حق ہے۔۔

۔مگر میرے پیار پر شک کرنے کا نہیں وہ جلدی سے میرب کے پاس بیٹھ گیا اپنے ہاتھوں سے اس کے آنسوں پونچ کر اسے بڑے پیار سے چپ کروا رہا تھا۔ اس کو بیڈ پر اٹھا کر بیٹھا دیا۔ اسے اپنے مظبوط بازؤں میں کستے ہوئے۔شاہ نے اسے اپنے مظبوط سینے میں چھپا لیا۔

۔میرب کے گرنے کا درد شاہ کے چہرے پر نظر آرہا تھا۔۔

۔وہ اپنی ناراضگی کا اظہار شاہ کے سینے میں منہ کو چھپائے رو کر کر رہی تھی۔۔

۔جانے شاہ کیا مجھے اس کی غلطی کی معافی نہیں مل سکتی۔ تمہارے یہ آنسوں میرے دل پر گر رہے ہیں ۔۔

۔آپ کو پتہ ہے کہ مجھ سے چلا نہیں جاتا پھر بھی آپ نے آنے میں اتنی دیر کر دی۔ وہ سو سو کر کر روتے ہوئے بولی۔۔۔

۔میری جان اب معافی مانگ تو رہا ہوں ایک بار معاف کر دو آئندہ کبھی اپنی جان کو اس طرح دیر تک چھوڑ کر نہیں جاؤں گا۔جب تک تم بالکل ٹھیک نہیں ہو جاؤ گی پرومس۔۔۔

۔بہت درد ہو رہا ہے ؟

۔نہیں درد زیادہ نہیں ہو رہا مگر غصہ بہت زیادہ آرہا تھا اس لیے مجھے رونا آگیا۔میرب نے بڑی معصومیت سے اپنے سچ کا اعتراف کیا۔۔۔

۔اوہو میری جان کو اتنا زیادہ غصہ آجاتا ہے۔مجھے تو پتہ ہی نہیں تھا آج کے بعد غلطی سے بھی غلطی نہیں ہو گی۔ آج کے لیے معذرت اب بتاؤ بندہ اپنی بیگم کی خدمت کرنے کے لیے کیا کر سکتا ہے۔

۔مجھے واش روم میں لے کر چلے۔۔۔

۔جی جناب ابھی لے کر چلتا ہوں رومان شاہ نے میرب کو اپنی باہوں میں اٹھا کر چیکس پر لبوں سے ہلکی سی چھیڑ خانی کرتے ہوئے اسے واش روم کے اندر پہنچا دیا تھا۔

۔اب آپ جائیں یہاں کیوں کھڑے ہوئے ہیں۔رومان شاہ اپنے سینے پر ہاتھ باندھے ہوئے کھڑا تھا۔

۔میں تو سوچ رہا تھا کہ میں یہیں پر کھڑا رہتا ہوں ہو سکتا ہے میری بیگم کو میری ضرورت پڑ جائے۔اور میں اپنی بیگم کی خدمت میں جلدی حاضر نہ ہوا تو میری بیگم پھر سے ناراض ہو جائے گی۔۔۔

۔جی نہیں آپ باہر جائیں آپ یہاں پر کھڑے نہیں رہ سکتے اور آپ کی بیگم ہر چھوٹی بات پر ناراض نہیں ہوتی میرب نے آنکھیں دکھاتے ہوئے رومان شاہ کو باہر جانے کو کہا۔۔۔

۔سوچ لو میں تو حاضر ہوں اگر کہو گی تو تمہیں شاور بھی دلوا دوں گا۔رومان شاہ کا موڈ کافی شوخ اور رومینٹک ہو رہا تھا۔۔۔

جی نہیں اپ کو اتنی لمبی چوڑی زحمت کرنے کی ضرورت نہیں ہے اپ جائیں اور جب مجھے آپ کی ضرورت ہو گی میں آپ کو بلوا لوں گی۔میرب نے رومان شاہ کی طرف شرماتے ہوئے دیکھ کر جانے کو کہا۔۔۔

۔اوکے جیسے تمہاری مرضی ویسے اب تم اپنے شوہر پر شکوہ نہیں کر سکتی کیونکہ میں تو تمہاری مدد کرنے کو تیار تھا۔رومان شاہ بڑا بیچارہ تھا منہ بنا کر واش روم کا دروازہ بند کرتے ہوئے باہر نکل گیا۔۔

○○○○○○○○○

۔میر کہاں ہیں۔۔مجھے لے جائیں مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔میرہا کو ایک کمرے کے اندر چودری خرم نے بیڈ پر پٹخ دیا تھا اس کے ارادے انتہائی خطرناک اور گندے لگ رہے تھے۔۔۔

۔تمہارا میر چاہ کر بھی میرے ڈیرے تک نہیں پہنچ سکتا۔اور جب تک وہ پہنچے گا تب تک تمہاری عزت کی دھجیاں اڑ چکی ہوں گی۔۔

۔وہ روتی ہوئی شاہ میر کو پکار رہی تھی۔چوہدری خرم اس کا مذاق اڑا رہا تھا۔

۔اس کی شکل دیکھنے میں جتنے خوبصورت تھی۔لہجہ اور ارادے اتنے ہی بدصورت اور بھیانک تھے۔۔



۔مرہا کا پورا وجود کانپ رہا تھا وہ بیڈ پر بیٹھی ہوئی بنا دوپٹے کے اپنے ہاتھوں سے اپنے آپ کو ان درندوں کی نظروں سے کور کر رہی تھی۔۔۔

۔یار ویسے ایک بات ماننی پڑے گی کہ اے سی پی کی بیوی ہے تو بے حد خوبصورت۔ خرم اپنے دوستوں کے ساتھ کچھ دیر کے لیے روم سے باہر نکلا ہوا تھا۔ وہ روم کے باہر کھڑے ہو کر آپس میں باتیں کر رہے تھے۔اور ان کی ساری ڈیسکشن مرہا روم کے اندر بیٹھ کر سن رہی تھی۔۔۔

۔میر پلیز آجائیں ان کے گندے ارادوں کو پورا مت ہونے دیجیے گا اگر کسی نے مجھے چھوا ابھی تو آپ کی قسم مرہا جائے گی۔۔

۔مرہا کو آپ نے ایک بار پھر سے جینا سکھایا ہے مرہا آپ کی نظروں سے خود کو دیکھنے کے بعد خود سے پیار کرنے لگی تھی۔

۔پلیز میر اب اگر میرہا محبت کے اس مقام سے گری جہاں پر اس کو آپ نے بٹھایا ہے۔ تو اب کی بار میرہا جی نہیں سکے گی۔

۔وہ روتے ہوئے دعائیں کر رہی تھی اپنے میر کو بلا رہی تھی، اس کے دل سے نکلی ہوئی دعائیں اور سچی پکار میر کے دل تک پہنچ رہی تھی۔اس کا میر اس تک پہنچ چکا تھا۔

۔کیونکہ مرہا نے باہر گولیاں چلنے کی آوازیں صاف سنی تھی۔ باہر ہونے والی ہلچل اور بھاگم دوڑ سے میرہا کہ کانپتے ہوئے لب ہلکے سے مسکرائے تھے۔۔

۔وہ جان چکی تھی کہ اس کا میر اسے ڈھونڈتا ہوا اسے لینے کے لیے آگیا ہے۔۔۔

۔یہ کمینہ اے سی پی اتنی جلدی یہاں پر پہنچ کیسے گیا۔اس کو ہماری لوکیشن کیسے پتہ چلی۔باہر وہ لڑکے اپٹس میں گھبراہٹ بھری اواتزسے باتیں کررہے تھے۔

۔یار اس لڑکی کو چھوڑو اور اس وقت یہاں سے اپنی جان بچا کر نکلو وہ کھر دماغ اے سی پی اگر ہم تک پہنچ گیا تو ہماری ضمانت تک نہیں ہونے دے گا۔



۔اے سی پی شاہ میر کے چرچے ہم نے اس سے پہلے سن تو رکھیں ہیں کہ اس کی زبان سے کہیں زیادہ اس کی بندوق کی گولیاں بولتی ہیں۔۔

۔مرہا کو نہیں پتہ تھا کہ باہر کیا ہو رہا ہے۔بس وہ تو باہر سے آنے والی آوازوں سے یہ اندازہ لگا رہی تھی کہ اس کا محافظ اس کا میر اس تک پہنچ آیا ہے۔دھڑ دھڑ کرتی گولیوں کی آوازیں آ رہی تھی۔

۔شاید گولیاں ان لڑکوں کو بھی لگی تھی کیونکہ ان کی درد سے چیخنے کی آوازیں بھی میرہا سن رہی تھی۔ چیخوپکار اور گولیوں کی آوازیں سن کر پہلے سے ڈری ہوئی میرہا اور بھی ڈر کر تھر تھر کانپ رہی تھی۔۔۔

۔وہ بیڈ پر اپنے گھٹنوں میں سر دیے ہوئے بیٹھی کانپ رہی تھی۔اس کا پورا جسم پسینے سے بھیگا ہوا تھا اس میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ اٹھ کر دروازے کے پاس جا کر دیکھتی کہ باہر کیا ہو رہا ہے۔۔۔۔

۔بہادر تو وہ کبھی بھی نہیں تھی۔مگر شاہ میر کی محبت نے اس کے اندر خود مختاری اور بہادری کے ذرے بھرنے شروع کر دیے تھے وہ بہادری کی دہلیز پر قدم رکھ رہی تھی کہ اس حادثے نے میرہا کو پھر سے ڈرا کر رکھ دیا تھا۔۔۔

۔دھاڑ کی آواز سے روم کا دروازہ کھلا بھاری قدم چلتے ہوئے تیزی سے اس کی جانب آ رہے تھے۔مرہا کے منہ سے ڈر کے مارے چیخیں نکلنے لگی تھی۔جب کسی نے اس کے کندھوں پر بھاری ہاتھ رکھے۔۔۔

۔پلیز مجھے چھوڑ دیں مجھے ہاتھ مت لگاناوہ اپنے گھٹنوں میں سر دیے ہوئے اپنی آنکھوں کو بند کر کے گھٹنوں کے گرد مضبوطی سے ہاتھ باندھے ہوئے بیٹھی ہوئی تھی۔وہ اونچی آواز میں چیخیں مار کر بول رہی تھی۔۔

مرہا۔۔۔مرہا۔۔۔میری جان میں ہوں۔شاہ میر نے زور سے اس
کے کاندھوں سے ہلا کر اسے اپنی موجودگی کا احساس دلایا تو۔مرہا نے سر اٹھا کر دیکھا اس کی جانب دیکھا۔۔۔

۔روروکر اس کی آنکھیں سوجھ چکی تھی۔چہرہ آنسوؤں سے بھیگا ہوا تھا۔مسلسل رونے کی وجہ سے آنکھیں لال سرخ ہورہی تھی۔۔اس کا پورا جسم پسینے میں بھیگا ہوا تھاوہ ڈر سے کانپ رہی تھی۔۔۔۔

۔شاہ میر کا دل بند ہونے لگا تھا مرہا کی حالت دیکھ کر۔۔۔

مم۔م۔۔مم۔۔میر۔۔میر وہ اتنی ڈری اور گھبرائی ہوئی تھی کہ اس نے میر کا

نام بامشکل لفظوں کو توڑتے ہوئے لیا تھا۔۔۔۔

۔میر جس کے اوپر جھکا ہوا تھا۔۔وہ اپنا ایک گھٹنا فولڈ کر کے بیڈ پر رکھ کر اسے بلا رہا تھا۔۔۔وہ میر کو دیکھتے ہی جھپٹ کر میر کے سینے سے آن لگی تھی۔۔

۔میر کی کمر میں سختی سے ہاتھ باندھے وہ میر کی سینے میں سر دیے بہت اونچی آواز سے سسکیاں لیتی ہوئی بچوں کی طرح رو رہی تھی۔۔۔

۔اس کے رونے میں اتنا درد تھا کہ میر کو خود کا دل پھٹتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ایک بات کا میر کے دل کو پورا یقین تھا کہ اس کی میرہا کے ساتھ اس نے کچھ غلط نہیں ہونے دیا تھا۔۔۔



۔کیونکہ شاہ میر نے ان کو اتنا ٹائم ہی نہیں دیا تھا۔اس سے پہلے وہ ان تک پہنچ چکا تھا۔مگر میرہا اس قدر ڈری اور سہمی ہوئی تھی کہ شاہ میر سے سنبھالنی مشکل ہو رہی تھی۔۔۔۔

۔وہ گھٹنوں کے بل بیڈ پر بیٹھی ہوئی شامیر کی گلے میں باہیں ڈال کر میر کے سینے سے لگی ہوئی تھی۔۔۔

۔مرہا میری جان میری جانب دیکھو تمہارا میر آگیا ہے میں کچھ نہیں ہونے دوں گا اپنی جان کو۔ مرہا میری جان دیکھو تو صحیح میری جان۔۔۔

۔۔وہ اس وقت اتنی گھبرائی ہوئی تھی کہ اس کا دماغ کچھ بھی سمجھنے کی صلاحیت نہیں رکھتا تھا۔۔وہ شاہ میر کی شرٹ کو اپنی مٹھیوں میں میچے ہوئے اس کی گردن میں اپنا منہ چھپائے ہوئے سسکیاں لیے جا رہی تھی۔۔۔۔

۔وہ اس وقت کچھ بھی بولنے کی حالت میں نہیں تھی اس سے پہلے کی شاہ میر اسے پیار سے دلاسا دے کر اپنی موجودگی کا احساس دلاتا۔۔مرہا اس کے ہاتھوں میں ہی لٹک گئی۔



۔مرہا سٹریس کی وجہ سے بے ہوش
ہوگئی تھی میر کو اسی بات کا ڈر تھا۔اسے پتہ تھا کہ مرہا اتنا سٹریس ہینڈل نہیں کر پائے گی۔۔۔

۔شاہ میر نے اپنی شرٹ کو جلدی سے اتارا وہ اس وقت فل یونیفارم میں تھا۔شاید ان گھٹیا لوگوں کی کھینچا تانی میں مرہا کہ ایک شرٹ کے ایک طرفہ بازو کی سلائی نکل گئی تھی۔۔۔

۔شاہ میر نے اپنی شرٹ اتار کر جلدی سے مرہا کو پہنا دی تھی۔۔

۔وہ خود اس وقت صرف پینٹ اور وائٹ بنیان میں ملبوس تھا۔مرہا کو اپنی باہوں میں اٹھائے ہوئے وہ روم سے باہر نکلا تھا۔۔۔۔

۔اس کی نفری ان سب کو زخمی حالت میں پولیس ڈالے میں ڈال کر ان کے سسرال لے جانے کی تیاری کر رہیں تھیں۔۔

۔میرہا کو شاہ میر نے اس انداز سے اٹھایا تھا کہ اس کا چہرہ کسی کو بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔اور نا ہی شاہ میر کے ہوتے ہوئے اب کسی کی اتنی اوقات تھی کہ وہ اس کی عزت کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھتا ان کو تو اس وقت اپنی جان کے لالے پڑے ہوئے تھے۔۔

۔مرہا کا چہرہ شاہ میر کے سینے کے ساتھ لگا ہوا تھا۔وہ مرہا کو اپنی جیپ میں ڈالتا ہوا قریبی ایک چھوٹے سے ہاسپٹل میں لے آیا تھا۔۔

۔جہاں پر مرہا کو ٹریٹمنٹ دیا گیا مگر ڈاکٹر نے کچھ خطرے کی بات نہیں بتائی سٹریس کی وجہ سے بے ہوش ہوئی تھی ڈاکٹر نے یہی ریزن دیا۔۔

۔کچھ دیر کے بعد میرہا کو ہوش آگیا تھا مگر وہ اس وقت کچھ بھی بول نہیں رہی تھی۔اور نہ ہی کسی کی جانب دیکھ رہی تھی۔وہ ہوش میں آتے ہی میر کی کمر میں ہاتھ ڈالتے ہوئے اس کے سینے سے واپس آن لگی تھی۔۔۔

۔اسے اس وقت سب سے محفوظ جگہ شامیر کا سینہ لگ رہا تھا۔جہاں پر لگ کر شاہ میر کی باہوں کے گھیرے میں وہ خود کو باحفاظت محسوس کر رہی تھی۔۔۔

۔مرہا کی کنڈیشن دیکھتے ہوئے ڈاکٹر نے ڈسچارج کر دیا۔اور شاہ میر مرہا کو جیپ میں اپنے بازوں میں اٹھا کر جیپ میں ڈال کر بٹھاتے ہوئے سیدھا گھر لے کر آیا۔

۔سارے راستے اس نے صرف ایک ہاتھ سے جیپ چلائی تھی۔دوسرا ہاتھ وہ مرہا کے کاندھے پر رکھ کر اسے ساتھ لگایا ہوئے تھا۔۔۔

۔میرہا نے بھی اپنا ہاتھ شمیر کی کمر سے ہٹایا ہی نہیں۔وہ ایک سیکنڈ کے لیے بھی میر سے دور نہیں ہونا چاہتی تھی۔مرہا کا دل اس وقت بھی دھک دھک کی تیز رفتار سے ہی چل رہا تھا۔۔

۔شاہ میر نے گاڑی اپنے گھر کے سامنے روکی تو گاؤں والے بڑی بے صبری سے گھر کے سامنے شاہ میر اور مرہا کا انتظار کر رہے تھے۔شاہ میر نے مرہا کو اپنی باہوں میں اٹھائے ہوئے گاڑی سے اتارا تو گاؤں کی کچھ عورتوں نے دروازہ کھول دیا۔۔



۔شاہ میر مرہا کو اپنے ساتھ لگائے ہوئے دروازے کی کنڈی لگاتا ہوا گھر کے اندر داخل ہو گیا۔۔شاہ میر اور مرہا کی کیفیت کو سمجھتے ہوئے گاؤں والے چپ چاپ اپنے گھروں کی جانب چل دیے تھے بنا کچھ سوال کیے ہوئے۔۔

۔ان کے لیے تو اتنا ہی کافی تھا کہ ان کا اے سی پی صاحب اپنی بیوی کو لے کر صحیح سلامت گھر پہنچ گیا ہے۔۔۔

۔شاہ میر نے بڑے آرام سے میرہا کو چارپائی پر لیٹا کر پیچھے ہونے لگا تو میرہا نے اپنے بازو شاہ میر کی گردن میں ڈالیں ہوئے تھی۔وہ نفی میں سر کو ہلاتے ہوئے شاہ میر کو خود سے دور جانے سے منع کر رہی تھی۔۔۔

مم۔۔۔ ممیر۔۔میر آپ مجھے چھوڑ کر کہیں نہیں جانا۔۔

۔میری جان میں تمہیں چھوڑ کر کہیں نہیں جارہا۔تمہیں دوا دینی ہے اس کے لیے دودھ گرم کرنے لگا ہوں۔



۔مجھے کوئی دوا نہیں کھانی میر آپ میرے پاس رہیں۔شاہ میر کو کھینچ کر اپنے پاس کرتے ہوئے اس کی آنکھوں میں اب بھی ڈر کے شدید تاثرات نظر آرہے تھے۔۔

۔کہیں نہیں جارہا۔میری جان آرام سے سو جاؤ تمہارا امیر ہے تمہارے پاس۔اس کے ساتھ لیٹتے ہوئے اس کو اپنے سینے پر لیٹا کر اپنی مضبوط باہوں کا دائرہ اس کی گرد لپیٹ کر اسے اپنی حفاظت میں ہونے کا احساس دلایا۔

۔اپنی ہاتھوں سے اس کی کمر کو سہلاتے ہوئے۔اپنے لب اس کی گال پر رکھ کر اپنے لبوں سے بھی اس کو احساس دلا رہا تھا کہ وہ ہے اس کے پاس ہے اور وہ محفوظ ہے اپنے میر کی حفاظت میں ہے۔

۔شاہ میر نے محسوس کر رہا تھا کہ اس کے قریب ہونے اس کے چھونے سے اس کے ہاتھوں کے لمس کی حدت سے میرہا پر سکون ہونے لگی تھی۔
۔اس کے دل کے دھڑکنے کی رفتار میں بھی کمی آنے لگی۔۔

۔شامیر کروٹ لیتے ہوئے اس کے اوپر آ گیا اس کی آنکھوں پر اپنے لب رکھ کر لبوں کی گرمی میرہا حق کو محسوس کرواتے ہوئے۔۔

۔اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کو بڑی محبت بھرے انداز سے اپنے لبوں سے چن رہا تھا۔اس کی گالوں پر اپنے لب رکھ کر اپنی محبت کی بے شمار لمس چھوڑ رہا تھا۔

۔شاہ میر کے اس کے قریب سے قریب تر ہوتا جا رہا تھا۔اپنی محبت اور عقیدت بھرے لمس اس کے پورے وجود پر چھوڑتا ہی جا رہا تھا۔وہ جانتا تھا کہ مرہا کہ ڈر کا علاج اس کی قربت ہے۔

۔اس کی ہاتھوں کی حدت سے میرہا کا وجود جو ڈر سے کانپ رہا تھا وہ پر سکون ہونے لگا تھا۔شاہ میر اس کے پورے وجود پر اپنے محبت کی مہریں لگاتے ہوئے سے یہ احساس دلا رہا تھا کہ وہ اس کی ہے۔۔۔

۔اور ہمیشہ اس کی ہی رہے گی شاہ میر نے الفاظ زبان سے نہیں گئے تھے مگر جیسے جیسے رات گزر رہی تھی۔



۔مرہا کے وجود پر شاہ میر کی محبت کی دائرے تنگ ہوتے جا رہے تھے۔اس کی قربت میں میرہا پر سکون ہو گئی تھی۔اپنی محبت کی انمول بارش میں وہ میرہا کو پوری طرح سے بگو کر اب اسے اپنے سینے پر لٹائے ہوئے گہری سوچ رہا تھا۔

۔جبکہ میرہا اس سینے پر سر رکھے ہوئے نیند میں چلی گئی تھی۔وہ اس وقت خود کو اپنے محافظ کے ہاتھوں میں سونپ کر بے خوف ہو کر سو رہی تھی۔۔۔

۔اس کے چہرے پر سکون دیکھ کر شاہ میر نے شکر کا کلمہ پڑھا۔اس کے گرد اپنی مضبوط بازوں کا دائرہ بنا کر اسے اپنے ہونے کا احساس دلا رکھا تھا۔

۔وہ کچھ دیر کے لیے اٹھنا چاہتا تھا۔کیونکہ اسے اپنی نفری سے بات کرنی تھی۔ کتنی بار کوشش کرنے کے بعد بھی وہ ناکام رہا کیونکہ اس کے ذرا سے بھی ہلنے سے مرہا کی آنکھ کھل جاتی تھی۔

۔اور وہ شاہ میر کو خود سے دور نہیں ہونے دے رہی تھی۔اور اس وقت مرہا کو زبردستی چھوڑنے کا مطلب تھا کہ وہ واپس خود کو غیر محسوس سمجھنے لگے گی۔

۔اس لیے شامل نے ہاتھ بڑھا کر اپنے موبائل اٹھا کر اپنی نفری کو کچھ میسج ٹائپ کر کے بھیج دیے۔مرہا کو اپنے مضبوط بازو کے دائرے میں کسے ہوئے لیٹا رہا۔

۔نیند تو نہ اسے آنی تھی نہ آئی اس کے سینے میں جو آگ لگی ہوئی تھی کہ اس کے ہوتے ہوئے اس کی بیوی گھر کے اندر کتنی غیر محفوظ تھی۔۔۔

۔وہ کتنی آسانی سے اس کی بیوی کو اٹھا کر لے گئے یہ بات میر کو اندر ہی اندر کھائے جا رہے تھے۔۔۔۔وہ اپنے رب کا شکر ادا کر رہا تھا کہ اس کے رب نے اسے راستہ دکھایا اور بروقت وہاں پہنچا کر اپنی بیوی کو باحفاظت واپس لانے کا موقع دیا۔۔۔

,°°°°°°°°°

تم مجھے یہ بتانا پسند کرو گی کہ یہ سب تم کیا کر رہی ہو۔مہک روم میں آتے ہی اپنا غصہ اپنی جولری پر اتارتے ہوئے ڈریسنگ پر اپنی جولری اتار کر بدتمیزی سے پٹخ رہی تھی۔۔

۔اللہ نے آپ کو آنکھیں دی ہیں تو ان کا استعمال کر کے دیکھ سکتے ہو کہ میں کیا کر رہی ہوں لہجہ انتہائی بدتمیزی والا تھا۔۔۔

۔اللہ کا شکر ہے کہ اللہ نے مجھے آنکھیں دی ہیں اور میں دیکھ سکتا ہوں کہ تم اس وقت اپنی جیولری جو کہ بے زبان ہے اس پر فضول کا غصہ نکال رہی ہو۔

۔مگر اللہ تعالی نے تمہیں اتنی خوبصورت شکل کے ساتھ جو زبان دی ہے مجھے سمجھ نہیں آرہی کہ یہ اتنی کڑوی کیوں ہے احمر نے اب بھی تحمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے مزاق کے انداز میں کہا تھا۔۔

۔میری زبان بھی ایسی ہے اور میں خود بھی ایسی ہوں اگر نکاح کرنے سے پہلے چھان بین کر لیتے تو اچھی طرح سے پتہ چل جاتا۔بالوں میں بنے ہوئے جوڑے کی پنے نکال کر بدتمیزی سے ادھر ادھر پھینک رہی تھی۔۔

۔مہک پلیز بہیو سیلف ہر چیز کی ایک لمٹ ہوتی ہے میں تمہارے ساتھ کسی بھی طرح کی نہ تو بدتمیزی کرنا چاہتا ہوں اور نہ سختی اس لیے پلیز اپنے لہجے کو کنٹرول میں رکھ کر بات کرو۔۔۔

۔مجھے نہ تو بدتمیزی کرنا پسند ہے اور نہ بدتمیزی کو برداشت کرنا پسند ہے تو بہتر ہو گا کہ تمہیں جو بھی بات کرنی ہے تمیز کے دائرے میں رہ کر کرو اب کی بار احمر کا لہجہ تھوڑا سخت ہوا۔

۔مگر مجھے تو بد تمیزی کرنا ہی پسند ہے اور میں اپنا لہجہ میں تمہارے لیے کیوں بدلوں میں جیسی ہوں۔ ایسی ہی رہوں گی اور مجھے آنکھیں دکھانے کی ضرورت نہیں ہے مجھے تم سے بالکل بھی نہ تو ڈر لگ رہا ہے اور نہ کبھی لگے گا۔۔۔

۔تو ٹھیک ہے پھر مجھے اپنا لہجہ چینج کرنا پڑے گا اور میرا چینج کیا ہوا لہجہ اور طریقہ مجھے پوری امید ہے کہ تمہیں بالکل پسند نہیں آئے گا۔۔

۔اپنا کوٹ اتار کر صوفے پر پھینکتے ہوئے اب کی بار احمر نے انتہائی غصے والے لہجے سے کہا اور اپنے قدم اٹھاتا ہوا وہ مہک کی جانب بڑھ رہا تھا۔۔



۔مجھ سے دور رہ کر بات کرو

کیوں تم میں اس وقت کرنٹ آیا ہوا ہے جو تمہارے پاس آنے سے مجھے بھی لگ جائے گا۔سپاٹ لہجے سے قدم اٹھاتا ہوا اس کے مقابل اٹن کھڑا ہوا تھا۔

۔اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر جھٹکے سے اسے اپنے قریب کیا ہاتھ کی سختی اتنی زیادہ تھی کہ مہک کو خود کی ریڈ کی

ہڈی کڑ کڑا کر ٹوٹتی ہوئی محسوس ہوئی۔

۔یہ کیا بد تمیزی ہے اپنی کمر سے احمر کے ہاتھ کو چھڑاتے ہوئے نہ گوار نظر دیکھ کر کہا۔احمر کے اس انداز سے ایک تھوڑی دیر کے لیے ڈر کی ایک لہر تو مہک کے چہرے سے ہو کر گزری تھی۔۔۔

۔

۔اسے بد تمیزی نہیں شوہر کا حق کہا جاتا ہے۔میں نے تو یہی سوچا تھا کہ تمہیں تمیز سے سنبھلنے کا ٹائم دوں گا۔مگر تمہاری باتیں اور تمہارا ایٹیٹیوڈ تو مجھے کچھ اور ہی کرنے پر مجبور کر رہا ہے جبڑے سے پکڑ کر چہرے کو اپنے مقابل کرتے ہوئے کہا۔۔



۔پیچھے ہٹو اور دوبارہ اس طرح کی بد تمیزی مجھ سے کرنے کی جرات بھی مت کرنا میں کوئی عام لڑکی نہیں ہوں جو تمہارے اس طرح کے رعب ڈالنے سے ڈر جاؤں گی۔ مہک نے احمر کے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے اسے پیچھے کی جانب دھکا دیا۔

۔تم خود کو سمجھتی کیا ہو۔خود کی توہین پر احمر غصے سے جو لڑ کھڑا کر پیچھے کی جانب گرنے ہی والا تھا مہک پر جھپٹ پڑا۔مجھے تو لگا تھا کہ میں تمہیں اپنے پیار سے ہینڈل کروں گا مگر تم تو پیار سے ہینڈل کرنے والی چیز ہی نہیں ہو۔

۔اب تو تمہیں میں اپنے اس انداز سے باور کرواؤں گا۔جس سے آج تک میں نے خود کو بھی روبرو نہیں کروایا۔

۔احمر کے دماغ میں رومان شاہ کی بات آئی تھی کہ اگر تم سے اپنی بیوی نہ سنبھالی گئی تو لعنت ہے اس کے مرد ہونے پر اور احمر کو رومان شاہ کی یہ جملے سچ ثابت نہیں کرنے تھے۔۔۔

۔مہک سے پہلے عریشہ جس کو احمر نے دل سے پیار کیا مگر وہ اس کے باوجود دھوکہ دے کر چلی گئی۔احمر اب دوبارہ سے دھوکا کھانے نہیں چاہتا تھا اس لیے اب تو وہ دماغی طور پر تیار تھا کہ اسے مہک کو ہر حال میں محبت سے یا زبردستی اپنے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کرنا ہے۔۔۔

۔اور مہک کے اڑیل دماغ سے اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ مہک وہ لڑکی نہیں جو محبت سے اس کے ساتھ رہے گی۔ بے شک وہ خوبصورت تھی۔ اور اس کی خوبصورتی سے ہی احمر متاثر ہوا تھا۔ مگر اس کے اصل رنگ تو کچھ گھنٹوں میں ہی احمر کے اوپر عیاں ہو گئے۔

۔پانچ منٹ ہیں تمہارے پاس فریش ہو کر چینج کرنے کے لیے کیونکہ گھونگھٹ اٹھانے والا سین تو تم نے چھوڑا نہیں۔ اور جولری تم پہلے ہی اتار چکی ہو اس میں تمہیں میری مدد کی ضرورت نہیں تھی۔

۔اب صرف تمہارے جسم پر یہ شادی کا جوڑا بچہ ہے تو اس کو اتارنے کی محنت بھی تم خود کرو اور پانچ منٹ میں چینج کر کے بیڈ پر پہنچو۔۔

۔مجھے ویٹ کرنا بالکل پسند نہیں ہے وہ کہہ کر شرٹ کے بٹن کھول کر اسے اتارتا ہوا شرٹ کو فرش پر پھینکتے ہوئے بیڈ پر جا کر اپنے سر کے نیچے دونوں ہاتھ رکھ سیدھا لیٹ گیا تھا۔۔

۔احمر کے الفاظوں سے مہک کے تو 14 طبق روشن ہو گئے تھے اسے بالکل اندازہ نہیں تھا کہ یہ جو دیکھنے میں تو بے حد خوبصورت تھا۔ وہ الگ بات تھی کہ مہک کی آنکھوں میں رومان شاہ بسا ہوا تھا۔

۔اس لیے اس کی آنکھوں کو کوئی اور مرد بھاتا ہی نہیں تھا۔مگر یہ بھی سچائی تھی کہ احمر بے حد خوبصورت تھا۔نارمل سا قد خوبصورت کسرتی جسم ڈاگ براؤن آنکھیں۔گھنی مونچھیں ہلکی ہلکی بیرڈ۔ماڈرن سٹائلش سٹائل بے حد پڑھی لکھی سوبر پرسنلٹی دیکھنے میں خوبصورت چاکلیٹ ہیرو لگتا تھا ---

۔مگر جس انداز سے اس نے مہک کو دھمکی دی مہک تو پھٹی پھٹی آنکھوں سے اب تک بیڈ پر لیٹے ہوئے احمر کو دیکھے
جارہی تھی۔۔۔

۔چینج کر کے آجاؤ قریب سے آکر اچھی طرح سے مجھے دیکھ لینا۔۔

۔مہک کو یوں ٹکٹکی باندھے ہوئے دیکھ احمر اسے ہوش کی دنیا میں واپس لایا۔۔

۔میں انہی کپڑوں میں سوؤں گی میرا کپڑے چینج کرنے کا موڈ نہیں ہے۔۔۔

۔تو ٹھیک ہے تمہاری مرضی آجاؤ ویسے بھی کچھ دیر کے بعد تو یہ کپڑے بھی تمہیں اپنے اس خوبصورت وجود پر نظر نہیں آئیں گے۔۔۔

۔گہری نظروں سے اسے سر سے پاؤں تک دیکھتے ہوئے کہا۔۔۔

۔تم میرے ساتھ کسی بھی طرح کی زبردستی کرنے کی کوشش مت کرنا ورنہ میں اتنا شور مچاؤں گی کہ پورے ہوٹل کے لوگ اکٹھے ہو جائیں گے۔ مہک نے اپنی طرف سے ایک بہت بڑی دھمکی احمر کو دی اور اس سے پورا یقین تھا کہ احمر اس کی اس دھمکی سے ڈر جائے گا۔۔۔

۔جب کہ ایسا بالکل نہیں ہوا تھا۔ تمہیں جو کرنا ہے تمہیں پوری آزادی ہے تم کر سکتی ہو تم اپنا یہ شوق بھی پورا کر کے دیکھنا میں بھی تو دیکھوں کہ تم کتنا چیخ سکتے ہو۔

۔اچھا ہے جتنا زیادہ چیخو گی اتنا زیادہ مجھے تم پر قابض ہونے میں اچھا لگے گا مگر تمہاری کوئی بھی مزاحمت آج تمہیں مجھ سے بچا نہیں سکتی۔ اور یہ حالات مہک

بی بی تم نے خود پیدا کیے ہیں۔

۔میں تو ایسا تمہارے ساتھ کچھ بھی نہیں کرنا چاہتا تھا اور اب اگر تم نہیں چاہتی کہ جو میں بول رہا ہوں وہ تمہارے ساتھ پریکٹیکل کر کے دکھاؤں تو چپ چاپ چینج کر کے آجاؤ۔۔۔

۔تمہیں کیا لگتا ہے کہ تم مجھے یوں دھمکیاں دو گے اور میں ڈر کر سہم کر چینج کر کے تمہارے پاس حاضر ہو جاؤں گی۔ تو ایسا کچھ بھی نہیں ہونے والا میں تمہارے ساتھ ایک بیڈ پر نہیں سوؤں گی۔ میں یہاں صوفے پر سوؤں گی اور تم وہاں بیڈ پر سونا۔

۔اور اپنی لمٹ کراس کرنے کی کوشش بھی مت کرنا مہک اپنے لہنگے کو اٹھا کر سنبھالتی ہوئی صوفے پر لیٹ گئی تھی۔۔۔۔

۔جب کہ احمراب بھی اس کی حرکت کو دیکھ کر چپ تھا وہ اپنی اس خوبصورت رات کو کوئی غلط رنگ نہیں دینا چاہتا تھا۔

۔مگر مہک تھی کہ اسے یہ بات بالکل سمجھ میں ہی نہیں آرہی تھی۔وہ تو رومان شاہ کو کھونے کا غم اپنے سر پر سوار کیے ہوئے سارا غصہ احمر پر اتار رہی تھی۔۔۔

۔چھوڑیں مجھے کیا بد تمیزی ہے احمر مہک کو اپنی باہوں میں اٹھا کر زبردستی بیڈ تک لے آیا اور مہک کو بیڈ پر پٹخنے والے انداز میں لٹایا۔۔۔

۔ابھی تک بد تمیزی نہیں کی اب کرنے کا پورا ارادہ رکھتا ہوں۔۔

۔کیا کرنے والے ہیں آپ میرے ساتھ بیڈ پر اٹھ کر پیچھے کی جانب سکرول کرتی ہوئی مہک کے چہرے پر ڈر کے تاثرات واضح نظر آرہے تھے۔۔۔

۔تمہارے ہوش ٹھکانے لگانے لگا ہوں جو کہ بے حد ضروری ہیں تمہیں بتانے لگا ہوں کہ شوہر کے حقوق کیا ہوتے ہیں۔۔

۔پیچھے ہٹو شرم نہیں آتی اپنی بیوی کے ساتھ زبردستی کرتے ہوئے احمر جو اس کے اوپر کھٹا بن کر چھایا ہوا تھا اس کی چھاتی پر مکے مارتے ہوئے مہک خود کو اس کی گرفت سے چھڑاتے ہوئے بول رہی تھی۔۔

۔نائس چلو تم میری یادداشت اتنا تو کام کرنے لگی ہے کہ تمہیں یاد آگیا کہ میں تمہارا شوہر ہوں اور تم میری بیوی ہو اور مجھے تمہارے ساتھ زبردستی نہیں کرنی چاہیے۔۔۔

۔ہاں یاد ہے مجھے کہ تم نے مجھ سے نکاح کیا ہے اور میں تمہاری بیوی ہوں اکھڑی ہوئی سانسوں سے احمر کو گھورتے ہوئے مہک نے کہا۔۔۔

۔ چلو اب تمہارا چیخیں مارنے کا ٹائم ہو گیا ہے کیونکہ اب میں جو کرنے والا ہوں اس کے بعد تمہارا چیخیں مارنا ضروری ہو گا۔۔۔

کک۔۔۔۔کک۔۔۔۔کیا۔۔۔کیا کرنے والے ہیں لفظوں کو توڑتی ہوئی بولی۔۔

۔کچھ نہیں بی بی رومینس ہی کروں گا مار کٹائی کرنے والا بندہ نہیں ہوں میں۔ تمہیں اپنی شدتوں سے ہی سزا بھی دوں گا۔اور پیار بھی کروں گا۔

۔اب تم نے میری شدتوں کو پیار سے سہنا ہے یا بطور سزا قبول کرنا ہے یہ تمہاری مرضی۔وہ گہری نظروں اس کے سراپے کو دیکھتے ہوئے اس پر جھکنے لگا۔۔۔

۔مہک جھٹپٹا کر پیچھے کو ہوئی احمر اس کے دونوں ہاتھوں پر اپنے مضبوط ہاتھ رکھ کر اسے بیڈ کے ساتھ لگا چکا تھا۔

۔اس کے ہاتھوں کو اپنی انگلیوں میں پھنسا کر بیڈ پر پن کرتے ہوئے اس پر گھٹا بن کر چھا گیا۔۔۔



۔احمر اس کو چھوڑنے کے موڈ میں بالکل نہیں تھا اس کی بیوی تھی۔وہ پورا حق رکھتا تھا اس بات کا اس کے دل کو اطمینان تھا۔اور مہک کو اگر وہ آج اپنے قریب نہیں کرتا تو اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ مہک ان دونوں کے درمیان میں فاصلہ مزید بڑھا دے گی۔۔۔

۔جب کہ احمر مہک کو ایسا کوئی موقع دینا ہی نہیں چاہتا تھا اس لیے کہ آج کی رات وہ مہک کو شوہر ہونے کے سارے حقوق بتانے والا تھا۔۔

۔مہک کے ہاتھوں کے بعد اپنی ٹانگوں میں اس کی ٹانگیں لپٹے ہوئے ان کو بھی پن کر چکا تھا۔

۔اس نے پوری طرح سے مہک کو اپنے قابو میں کرتے ہوئے اس کے غصے اور بیزار چہرے پر نظر ڈالی۔۔

۔تم میرے ساتھ ایسا نہیں کر سکتے مہک چلائی تھی۔میں تمہارے ساتھ سب کچھ کر سکتا ہوں اور کر کے دکھاؤں گا۔



۔بہت منمانیاں کی ہیں تم نے اپنی زندگی میں اب تم احمر علوی کی بیوی ہو۔تم پر پورا حق ہے میرا اور آج میں اپنا ہر ایک حق تم سے وصول کر کے تمہیں یہ احساس دلاؤں گا کہ شوہر کے حقوق کیا ہوتے ہیں۔۔۔

اگر تمہارے ہوش ٹھکانے لگا کر تمہیں انسان نہ بنایا تو مہک احمر علوی نام نہیں میرا۔ شکل سے شریف نظر آتا ہوں۔

۔مگر اتنا شریف ہوں نہیں کہ تم مجھے خود کے قریب نہ آنے دو اور میں تمہارے حکم کا انتظار کرتا رہوں۔۔۔

۔مہک اس کے نیچے پڑی ہوئی چھٹپٹا رہی تھی جبکہ وہ اس وقت پوری طرح سے بے بس تھی۔ نہ تو وہ اپنے ہاتھ ہلا پا رہی تھی اور نہ ہی اپنی ٹانگیں۔۔

۔وہ اس کے ہونٹوں پر جھک کر اس کے ہونٹوں پر اپنے انابی لب رکھتے ہوئے بڑی سختی سے اس کے پنکھڑیوں کو اپنی لبوں کی قید میں لے گیا۔۔

۔اس کی نمی کو اس نے اتنی سختی سے اپنے اندر انڈیلا کے مہک کی سانسیں رک رہی تھی۔ وہ تڑپ رہی تھی۔ مگر احمر اس پر قابض ہوا اس کی سانسوں کو پیتا جا رہا تھا۔۔

۔اسے نہ تو اس پر اس وقت ترس آرہا تھا اور نہ ہی وہ اسے چھوڑنے کا اس وقت کوئی ارادہ رکھتا تھا۔

۔مہک کو اپنے ہونٹوں پر جلن محسوس ہو رہی تھی۔ مگر وہ تو اپنی پیاس بجھانے میں اس قدر مگن تھا کہ اس کی آنکھوں سے نکلنے والے آنسوں کو بھی وہ نہیں دیکھ رہا تھا۔

۔یا یوں کہیں کہ وہ جان بوجھ کر نظر انداز کر رہا تھا۔وہ اسے احساس دلانا چاہتا تھا کہ وہ اس کا شوہر ہے۔ وہ اس پر پورا حق رکھتا ہے۔۔۔

۔وہ اسے یوں دھتکار نہیں سکتی۔ کتنی دیر کے بعد اپنی مرضی سے جب مہک تڑپ کر جھٹپٹانا بھی چھوڑ چکی تھی تو وہ پیچھے ہٹا۔مہک کے دونوں ہونٹوں پر کٹ لگنے سے ننھی ننھی خون کی بوندیں خود پر ہوئے ظلم کا اظہار کر رہی تھی۔۔۔

۔مگر احمر علوی ان بوندوں کو دیکھتے ہوئے آنکھ دبا کر اپنی پہلی کامیابی کو سیلیبریٹ کرتے ہوئے مسکرا رہا تھا۔۔۔

۔اس کے ہاتھ اب بھی مہک کی انگلیوں میں پھنسے ہوئے تھے مہک کی پلکوں پر آنسوؤں دیکھ کر ہونٹوں کو گول کرتے ہوئے اس کے پورے چہرے پر پھونک مار رہا تھا۔

۔مہک نے نے اپنا چہرہ غصے سے دوسری جانب موڑ لیا۔۔۔

۔تمہیں شرم نہیں آتی اپنی بیوی کے ساتھ پہلی رات کو اس طرح کرتے ہوئے۔انسوؤں سے بھیگی ہوئی پلکوں سے اس کے نیچے پڑی ہوئی اب بھی اپنی اکڑ کو کم کرنے کے لیے تیار نہ تھی۔۔۔

۔اگر بیوی تمہارے جیسی بد دماغ اور بد تمیز ہو تو اس کے حوش ٹھکانے لگانے کے لیے شوہر کو اس طرح کے حکمت عملی کرنی پڑتی ہے۔احمر کو اپنے کیے پر کوئی شرمندگی نہیں تھی۔۔۔

۔احمر صرف اسے احساس دلا رہا تھا کہ وہ اس کا شوہر ہے اور وہ اس کے ساتھ سب کچھ کرنے کا زبردستی اسے اپنے قریب لانے کا پورا حق رکھتا ہے۔

۔جبکہ وہ مہک کے ساتھ زبردستی کرنا نہیں چاہتا تھا یہ محض اس کا دماغ درست کرنے کے لیے احمر کا ایک طریقہ تھا۔

۔اسے اپنی باہوں کے گھیرے میں لے کر احمر کچھ دیر کے لیے اپنے بھکے ہوئے جذباتوں کو خاموش کرنے کے لیے لیٹ گیا۔کیونکہ مہک کو سبق سکھانے کے چکر میں اس کے بے لگام جذبات اس پر حاوی ہو گئے تھے۔

۔اور وہ اپنے جذباتوں کے بہکاوے میں آکر مہک کے ساتھ کچھ بھی غلط نہیں کرنا چاہتا تھا احمر انتہائی سمجھدار اور سلجھا ہوا انسان تھا۔وہ اپنے ہاتھوں سے کبھی بھی اپنی بیوی کو یوں بھی آبرو نہیں کرنا چاہتا تھا۔۔

۔مہک کی جگہ کوئی اور عقلمند لڑکی ہوتی تو اپنی قسمت پر ناز کرتی ہے کہ اس کی حصے میں احمر جیسا سلجھا ہوا شخص آیا ہے۔جو اسے پیار بھی کرتا تھا۔۔

۔مہک نے کتنی بار احمر کی باہوں کی گرفت سے نکلنا چاہا مگر اس کی یہ کوشش پر ہر بار احمر پہلے سے زیادہ مضبوط گرفت کرکے ناکام بنا دیتا جب مہک جھٹپٹا کر تھک گئی تو۔۔



۔احمر بھی آنکھیں بند کرکے لیٹ گیا لیٹے ہوئے احمر کی آنکھ لگ گئی مہک آہستہ سے سرک کر اس کی باہوں کے دائرے سے نکل گئی۔

۔جلدی سے اپنے اپنے گلے میں ویڈنگ سوٹ والا دوپٹہ ڈالتے ہوئے دروازے کی جانب لپکی۔۔۔

اس ہینڈل گھمانے پر اندازہ ہوا کہ دروازہ چابی سے لاک تھا۔ وہ غصے سے لمبی سانس بھرتے ہوئے واپس مڑی۔

۔آہستہ سے قدم اٹھاتی ہوئی جا کر احمر کی پینٹ کی پاکٹ سے چابی نکالنے لگی۔۔کیونکہ چابی کا ہلکا سا کی چین باہر نکلا ہوا تھا۔ جس پر روم کا کوڈ نمبر لکھا ہوا تھا۔

۔مہک سمجھ گئی کہ یہ روم کی چابی ہے مگر اس سے پہلے کے وہ چابی نکالتی ہے۔احمر نے اس کی کلائی پکڑ کر اچانک سے آنکھیں کھولی اور جھٹکے سے مہک کو اپنی جانب کھینچا مہک اس کو کراس کرتے ہوئے اس کی اگلی جانب بیڈ پر آن کی تھی۔وہ کروٹ لے کر سیدھا اس کے اوپر آ گیا۔۔

۔تم سدھر نہیں سکتی مہک کیا کرنے جا رہی تھی۔ تمہیں لگتا ہے کہ تم بھاگ سکتی ہو تو انتہائی غلط اور بے وقوفی والی سوچ ہے تمہاری۔۔

۔بیوی اتنی سکیورٹی تو میں کر کے سویا تھا۔مجھے اندازہ تھا کہ تم اس طرح کی حرکت بھی کر سکتی ہو ۔۔۔اور ماشاءاللہ تم میری امیدوں پر پوری اتر رہی ہو۔ اور اگر دوبارہ تم نے روم سے باہر نکلنے کی کوشش کی تو تمہاری ٹانگیں توڑ کر معذور بنادوں گا۔۔۔

۔کیونکہ میں بار بار تمہارے پیچھے یوں بھاگ نہیں سکتا۔اس کو جڑے سے
پکڑ کر سختی سے ایک ایک لفظ چبا کر بول رہا تھا۔۔

۔کیونکہ اسے مہک کا یہ انداز انتہائی برا لگا تھا۔وہ سپیڈ سے بیڈ سے اٹھا اور پاکٹ سے چابی نکال کر مہک کو دکھا رہا تھا۔اور مہک کو دیکھا کر چابی کو اس نے ونڈو کا شیشہ کھولتے ہوئے باہر پھینک دیا۔۔

۔اب تمہاری پریشانی ختم ہو گئی اس لیے اب چپ چاپ سو جاؤ مہک اس سے پہلے کہ میں اس چابی کی طرح تمہیں بھی اٹھا کر ونڈوز سے نیچے پھینک دوں اب کوئی بھی حرکت مت کرنا تم آلریڈی میرا دماغ بہت خراب کر چکی ہو۔

۔اور اگر اس سے زیادہ خراب ہوا تو شاید میں کچھ ایسا کر گزروں جس کا بعد میں مجھے خود بھی پچھتاوا ہو۔
وہ دھمکی دیتا ہوا غصے سے دھڑام کر کے بیڈ پر گر کر الٹا لیٹ گیا تھا۔۔

۔جبکہ یہ چابی پھینکنے والے اس کے انداز سے مہک سچ میں ڈر گئی تھی۔ اس لیے اب اس نے کوئی حرکت نہیں کی چپ چاپ سمٹ کر لیٹی رہی۔

۔ احمر نے ہاتھ اس کے اوپر سے گزارتے ہوئے کھینچ کر سختی سے اسے اپنے ساتھ لگا لیا۔ اب کی بار مہک نے اس پر بھی کیوں ری ایکٹ نہیں کیا۔ کیونکہ وہ سچ میں احمر کے رویے کو لے کر بہت ڈر گئی تھی۔۔وہ جسے چاکلیٹ ہیرو سمجھ رہی تھی اس کا ایکشن ہیرو والا روپ دیکھ کر مہک دنگ رہ گئی تھی۔۔



oooooooo

۔شاہ میں خود کپڑے چینج کر لوں گی درد میری ٹانگ میں ہے میرے ہاتھوں میں نہیں۔ شاہ کب سے میرب کو تنگ کر رہا تھا کہ آج وہ میرب کو خود اپنے ہاتھوں سے چینج کروا کر تیار کرے گا۔۔

۔مگر میں تو تمہیں چینج کروا کر رہوں گا میرے چینج کروانے سے پرابلم کیا ہے۔ تمہارا شوہر ہوں پورا حق ہے مجھے کہ میں تمہیں پورا دیکھ سکوں۔ آخر میری بیوی اتنی خوبصورت ہے تو بیماری کی بہانے اس کی تیمارداری کرنے کا پورا حق ہے مجھے۔۔

۔آپ کی بیوی اتنی بیمار نہیں ہے کہ اس کو آپ کی اتنی تمارداری کی ضرورت پڑے میں اپنے کپڑے خود چینج کرلوں گی۔۔شاہ پلیز دور ہٹے شاہ آج پورے موڈ میں میرب کو تنگ کر رہا تھا۔۔

۔ناٹ فیئر جان شاہ بہت غلط کر رہی ہو تم میرے ساتھ۔ایک تو تمہاری بیماری کا لحاظ کرتے ہوئے میں تمہاری خدمت کر رہا ہوں۔اوپر سے تم مجھے نخرے دکھا رہی ہو۔کوئی بات نہیں اب تم ٹھیک ہوتی جا رہی ہو ایک ایک بات کا گن کر بدلہ لوں گا۔۔



۔دھمکیاں مت دیں جب میں ٹھیک ہو جاؤں گی تو دیکھا جائے گا مجھے چینج کرنے دیں۔اور مجھے نیچے ٹیبل پر لے کر چلیں مجھے آج روم میں ناشتہ نہیں کرنا۔۔

۔چلو ٹھیک ہے چینج خود کر لینا مگر پہلے مجھے مارننگ کس دو شاہ میرب بیڈ سے اٹھنے ہی نہیں دے رہا تھا۔

۔اور جب سے آپ اٹھے ہیں وہ 😮 kisses کون سے کھاتے میں ڈالی ہے آپ نے جو آپ ہر دو منٹ کے بعد کر رہے ہیں۔میرب نے حیرت سے شاہ کی جانب دیکھتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

۔یار تم میری 😮 kisses پر نظر مت رکھا کرو نظر لگ جاتی ہے۔اور ویسے بھی وہ kisses میں نے اپنی محنت سے لی ہے مارننگ کس تم مجھے خود دو گی۔۔

۔تم مجھے باتوں میں مت الجھاؤ جلدی سے مجھے مارننگ کس دو شاہ اس کے اوپر دراز ہو کر لیٹا ہوا اپنے لپس پر ہاتھ رکھتے ہوئے اسے کس کرنے کو کہہ رہا تھا۔۔

۔شاہ اپ کا پیٹ نہیں بھرتا مجھے اتنی 😮 kisses کرکے۔



۔تمہارے شاہ کا بس چلے تو وہ تمہیں کھا جائے۔میرب کی گال پر دانتوں کے سختی سے kiss کرتے ہوئے بہکی نگاہوں سے دیکھ کر بولا۔۔

۔شاہ پلیز دانتوں سے مت کاٹا کریں مجھے درد ہوتا ہے میرب سسک کر بولی۔

اور جب تم میرے دیے ہوئے درد سے سسکتی ہو تمہارے شاہ کو بہت سکون ملتا ہے۔اور جب میری محبت کی مہریں تمہارے خوبصورت وجود اور چہرے پر مجھے نظر آتی ہیں۔تو میرا دل اش اش کر اٹھتا ہے میری جان کے ٹوٹے۔

۔وہ اس کی دوسری گال پر بھی اپنے دانت ہلکے سے گاڑتے ہوئے دلفریب انداز سے بولا۔

شاہ۔شاہ۔۔ ہمم۔۔۔اس کے بالوں میں منہ چھپائے ہوئے اس کے اوپر دراز ہو کر دیتا ہو گمبھیر آواز میں بولا۔

۔پلیز مجھے چینج کرنے دے۔کر لو چینج میرے رومینس کی دشمن جب بھی رومینٹک موڈ میں ہوتا ہوں تمہیں کچھ نہ کچھ یاد آجاتا ہے۔۔۔

۔ویسے میرے پیارے شاہ ایسا کون ساوقت ہوتا ہے جب آپ رومینس کے موڈ میں نہیں ہوتے پیار سے روٹھے ہوئے شاہ کے گلے میں اپنی باہوں کا ہار ڈالتے ہوئے بولی۔

۔میں ناراض ہوں مجھے مت بلاؤ اب جا کر تم چینج کرو۔شاہ اپنا مسنوہی غصہ دیکھاتے ہوئے اپنا رخ دوسری جانب موڑتے ہوئے لیٹ گیا۔۔

۔میں اپنے شاہ کو منالوں گی میرب اس کے اوپر جھکتے ہوئے پیار سے شاہ کی گال پر اپناہاتھ رکھ کر اس کا منہ اپنی جانب کرتے ہوئے بولی۔۔۔

شاہ۔۔جتنامرضی بنالوں میں نہیں مانوں گا

میرب۔۔۔اچھاجی اگر میں نے بنالیاتو۔

۔شاہ۔۔۔منالو جو مانگو گی انعام میں دوں گا۔

۔میرب۔۔۔شاہ سوچ لیں میں تو آپ کو منالوں گی آپ مکر مت جانا۔

۔شاہ۔۔۔شاہ اپنے قول اور اپنی زبان سے کبھی نہیں پھر تا تم جانتی ہو۔

۔تو پھر تیار ہو جائیں میں آپ کو منانے لگی ہوں میں بھی تو دیکھوں کہ میرا شاہ مجھ سے کتنی دیر تک ناراض رہ سکتا ہے۔

وہ مسکراتے ہوئے بول کر کروٹ لیتی ہوئی شاہ کے اوپر آگئی تھی۔

۔شاہ کی گردن سے شرٹ کو ہٹاتے ہوئے وہاں پر اپنے لب رکھ کر زور سے لو بائٹ کرتے ہوئے شاہ پر پوری طرح سے جھکی ہوئی تھی۔

۔میرب کی پنکھڑیوں کے لمس سے شاہ کے ہاتھ بے اختیار میرب کی کمر پر آگئے شاہ کے ہاتھوں کی سختی کو میرب اپنی کمر پر محسوس کر رہی تھی۔

۔میرب کو پتہ تھا کہ اس کے لمس سے شاہ خود کو سنبھال نہیں پارہا مگر اب بھی وہ ڈھیٹ بنا ہوا یہ ثابت کر رہا تھا کہ وہ میرب سے ناراض ہے۔۔

۔آج میرب نے بھی شاہ کی آخری حد دیکھنی چاہی تھی۔اپنی نازک سی پنکڑیوں کو آنکھیں بند کر کے شاہ کے آتشی لبوں پر رکھ کر نرمی سے شاہ کی آتشی لبوں سے نمی کے چند قطرے پیتے پیچھے ہٹی تھی۔۔۔۔

۔بس پھر کیا شاہ اپنی ناراضگی بر قرار نہیں رکھ سکا تھا۔وہ کروٹ لیتے ہوئے جھٹکے سے میرب کے اوپر آیا۔

۔میری بیوی چالاک ہو گئی ہے اب تمہیں سمجھ میں آنے لگا ہے کہ تمہارے شاہ کی کمزوری کیا ہے۔وہ پوری طرح سے میرب کی پنکھڑیوں پر جھک کر اس کی نمی کی قطروں کو اپنے اندر انڈیلتے ہوئے قابو ہوتا جارہا تھا۔۔۔

۔اس سے پہلے کہ وہ پوری طرح سے بے قابو ہوتا اس کے فون پر آفس سے کال آرہی تھی۔کال دلاور کی تھی۔اس لیے سننا ضروری تھا اسے پتہ تھا کہ دلاور کبھی بھی ضروری کام کے سوا فون نہیں کرتا۔وہ میرب سے دور ہٹتا ہوا سائیڈ ٹیبل سے فون اٹھا کر دلاور سے بات کرنے لگا تھا

°

°°°°°°°°°°

۔مجھے ٹاول دو مہک ابھی سو رہی تھی کہ اس کے کانو میں احمر کی آواز سنائی دی وہ شاید واش روم میں فریش ہو رہا تھا۔

صبح صبح اٹھ گیا ہٹلر کا دادا۔۔مہک نے غصے سے آنکھیں کھولتے ہوئے واش روم کی جانب دیکھ کر کہا۔۔

۔مہک اگر تم بہری نہیں تو میں نے کہا مجھے ٹاول دو احمر نے اب کی بار پہلے سے اونچی آواز میں کہا۔۔

۔میں آپ کی نوکر نہیں ہوں جو صبح صبح آپ کے حکم بجالاتی پھروں۔

۔

۔نوکر نہیں مگر بیوی ہو اس لیے اٹھ کر میرا حکم ماننا تم پر فرض ہے۔اور صبح صبح منہ ماری مت کرو اٹھ کر ٹاول پکڑاو مجھے۔۔

۔اگر نہ پکڑاؤں تو؟؟؟

۔تو میں بنا کپڑوں کے باہر آجاؤں گا۔

۔بہت ہی بد تمیز ہیں آپ اور بے شرم بھی مہک نے چلاتے ہوئے کہا۔

۔مجھے پتہ ہے میرے گن بعد میں بتا لینا پہلے شرم کی دیوی مجھے ٹاول پکڑاؤ اس سے پہلے کہ میں سچ مچ بنا کپڑوں کے باہر آجاؤں۔۔۔

۔نہیں نہیں پکڑا رہی ہوں۔احمر کے بنا کپڑوں کے باہر آنے والی دھمکی سے مہک ڈر گئی تھی کیونکہ رات سے احمر جس طرح اس پر اپنے پرسنلٹی واضح کر رہا تھا وہ یہ بھی امید کر سکتی تھی کہ سچ میں کہیں احمر بنا کپڑوں کے باہر نہ آجائے۔۔

۔مہک گھبرا کر بیڈ سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔اور دروازہ کھٹکھٹا کر ٹاول آگے کیا احمر نے اپنا ہاتھ باہر نکال کر مہک سے ٹاول پکڑ لیا۔۔۔



"آہ آہ آہ یہ کک کیا کر رہے ہیں,"

میر۔۔۔بولو میر کی جان شاہ میر جو تھانے جانے کے لیے یونیفارم پہن کر تیار کھڑا تھا۔

۔آپ مجھے پھر اکیلا چھوڑ کر جا رہے ہیں شاہ میر کے پاس آ کر اس کے سینے کے ساتھ لگ بازو اس کی کمر میں ڈال کر کھڑی ہو گئی۔۔

۔تم پریشان نہ ہو میری جان ایک بار مجھ سے غلطی ہو گئی مجھے اندازہ نہیں تھا کہ زمیدار اور اس کا بیٹا اس قدر گھٹیا

ذہنیت کے مالک ہے کہ وہ میرے گھر پر اٹیک کریں گے۔

۔ورنہ یہ مہلت تو میں ان کو کبھی نہیں دیتا کہ وہ میرے گھر کی جانب آنکھ اٹھا کر بھی دیکھتے اب اس کی گھٹیا ذہنیت کا اندازہ مجھے ہو گیا ہے اس لیے تم بے فکر رہو۔

۔گھر کے چاروں طرف فل سکیورٹی کا انتظام میں نے کر دیا ہے اور تمہارے پاس محلے کی کچھ عورتیں موجود رہیں گی تم بور نہیں ہو گی۔

۔اور کوئی بھی پرابلم ہو تو مجھے فون کر کے فوراً بلا لینا۔ مگر میری جان میرا جانا ضروری ہے۔ اگر جاؤں گا نہیں تو ان کو انجام تک کیسے پہنچاؤں گا۔

۔اور گاؤں والوں سے جو میں نے وعدہ کیا ہے کہ میں ان کو ان کی زمینیں واپس لے کر دوں گا۔ان کو انصاف کیسے دلواؤں گا اگر میں اپنے کام پر نہیں گیا تو۔مرہا کو اپنے باہوں کے دائرے میں لیے ہوئے بڑی محبت سے اسے سمجھا رہا تھا۔۔۔

۔میر کی پوری بات سمجھنے کے باوجود بھی مرہا کا ڈر کم نہیں ہوا۔اس کی آنکھوں سے بے اختیار آنسوں آ گئے جو شاہ میر کے سینے پر لگنے سے شاہ میر کو احساس ہوا کہ مرہا رو رہی ہے۔۔۔

۔میری جان تمہارے رونے سے مجھے یہ محسوس ہوتا ہو رہا ہے کہ میں اپنی بیوی کی حفاظت کرنے میں ناکام رہا۔پلیز مجھے موقع دو کہ میں یہ ثابت کر سکوں کہ میں تمہاری حفاظت کر سکتا ہوں۔



۔تمہارا یہ رونا مجھے کمزور کر رہا ہے
شاہ میر نے مرہا کے چہرے کو اپنے ہاتھوں کے پیالے میں بھرتے ہوئے کہا۔۔۔

۔میر آپ میری ایک بات مانیں گے شاہ میر کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کانپتے ہونٹوں سے کہا۔

۔میری جان تم ہزار باتیں کرو میر اپنی جان کی ہر بات سن رہا ہے مگر یوں گھبراؤ اور ڈرو مت۔ میں تمہاری آنکھوں میں یہ ڈر نہیں دے سکتا میرے ہوتے ہوئے تم اتنی خوفزدہ ہو یہ میرے لیے مرنے کا مقام ہے۔۔

۔میر آپ مجھے واپس بھیج دیں میں یہاں نہیں رہنا چاہتی۔۔

۔مطلب کہ میری جان اس قدر ڈر گئی ہے کہ اسے اتنا یقین نہیں رہا کہ اس کا میر اس کی حفاظت کر سکے گا۔۔

۔ایسا نہیں ہے میر کر میں اپنے اندر سے وہ ڈر نہیں نکال پا رہی میری روح تک یہ سوچ کر لرز جاتی ہے کہ اگر آپ اس دل ٹائم پر نہیں پہنچتے تو کیا ہوتا۔میر میں آپ کی ہوں صرف آپ کی۔ اگر آپ کے سوا کوئی مجھے چھوئے گا تو میں مر جاؤں گی۔

۔یہ بولتے ہوئے میرہا سسکیوں سے رونا لگی تھی۔اس کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ گرتے ہوئے آنسوں اور لرزتے ہونٹوں سے نکلتی ہوئی سسکیاں اس کے دل کے ڈر کو صاف دکھا رہی تھی۔۔

۔شاہ میر جانتا تھا کہ میرہا اس وقت بے حد ڈری ہوئی ہے اور وہ میر کو اپنے آس پاس چاہتی ہے۔

۔جبکہ اسے چھوڑ کر جانا اس وقت میر کی مجبوری تھی۔کیونکہ وہ بھی تو ان کو سزا دینا چاہتا تھا جن کی وجہ سے اس کی بیوی کی آنکھوں میں اس قدر ڈر اور وحشت پھیلی ہوئی تھی۔۔

۔بے شک اس نے مرہا کے سامنے خود کو نارمل رکھا ہوا تھا مگر شاہ میر کے دل میں اس وقت جو غصے کی آگ بھڑک رہی تھی۔

۔وہ تو شاہ میر نے مرہا پر واضح ہی نہیں ہونے دی تھی کیونکہ پہلے سے ڈری ہوئی مرہ کو شاہ میر اور نہیں ڈرانا چاہتا تھا۔۔

۔میری بیوی کو کوئی چھوئے اس سے پہلے میر مر نہ جائے گا۔ پلیز مرہا یہ مت بولو کہ میں تمہیں واپس چھوڑ آؤں۔مجھے بزدل مت سمجھو مجھے ایک موقع دو تاکہ میں تمہیں اپنی بہادری سے تحفظ کا احساس دلا سکوں۔اگر تم چلی گئی تو میں یہی سمجھوں گا کہ عورتوں کی حفاظت کرنے والا اے سی پی شامیر ملک اپنی خود کی بیوی کو تحفظ نہیں دے سکا اور وہ ڈر کر واپس چلی گئی۔۔

۔کیا تم یہ چاہتی ہو کہ میں اسی سوچ میں گھٹ گھٹ کر ختم ہو جاؤں۔۔

۔نہیں میر اللہ آپ کو میری بھی عمر لگا دے۔میر میں نے آپ سے کبھی نہیں کہا مگر میر میں آپ سے بہت پیار کرتی ہوں۔۔۔

۔میر آپ کی آنکھوں میں دیکھ کر میرا خود سے پیار کرنے کو دل کرنے لگا ہے۔میں خود سے نفرت کرتی تھی مجھے اپنے وجود سے نفرت تھی۔

۔میر آپ آپ کی محبت نے ہی تو مجھے یہ سکھایا کہ میں بھی نارمل زندگی گزار سکتی ہوں میں بھی نارمل لڑکیوں کی طرح رہ سکتی ہوں۔مجھے بھی ایک بہت محبت کرنے والا شوہر مل سکتا ہے۔۔

۔اور مجھے پتہ ہے میرا امیر بزدل نہیں ہے۔ میرا امیر بہت بہادر ہیں ۔مگر میں بہت بزدل اور بہت ڈرپوک ہوں۔

۔میرے دل سے ڈر نہیں جا رہا اور اب آپ کام پر جا رہے ہیں آپ کے ہوتے ہوئے میں خود کو محفوظ سمجھتی ہوں جیسی آپ گھر سے جائیں گے تو پھر سے وہی آوازیں میرے کانوں میں گونجنے لگیں گی اس لیے میں آپ کی نوکری کے بیچ میں رکاوٹ نہیں بننا چاہتی۔

۔اگر میں گھر پر رہوں گی تو آپ کا دماغ بھی میری طرف لگا رہے گا اور اپنا کام آپ پورے فوکس سے نہیں کر سکیں گے اس لیے آپ مجھے واپس بھیج دیں۔۔



۔تم میری ذمہ داری ہو اور کام بھی میری ذمہ داری اس لیے میں یہ دونوں کام ایک ساتھ کر سکتا ہوں۔ آج کے بعد یہ مت بولنا کہ میں تمہیں واپس چھوڑ آؤں۔ جتنی خوشی مجھے یہ سن کر ہوئی تھی کہ تم میرے ساتھ یہاں پر آنا چاہتی ہو۔ اس سے کہیں زیادہ دکھ مجھے آج ہوا ہے کہ میری بیوی ان غنڈوں کے ڈر سے مجھ سے دور جانا چاہتی ہے۔۔۔

۔میں سب کچھ سنبھال لوں گا بس تم اپنے میر پر یقین رکھو گھر میں میں نے کیمرے نصب کروا دیے ہیں۔گھر پر ہر وقت میری نظر ہو گی اور ہر وقت تمہارے پاس دو چار خاص خواتین کی میں نے ذمہ داری لگا دی ہے۔وہ تمہارے پاس رہیں گی تا کہ تم بور نہیں ہو۔

۔گھر کے ارد گرد سکیورٹی ہو گی تمہیں ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے شاہ میر نے اس کو اپنی باہوں میں لے کر سینے سے لگا کر اپنی مضبوط بازوں کا تحفظ دیتے ہوئے سب باتیں کہی تھی۔

۔میر کی باتوں میں اتنی محبت اور اپنائیت اور سکون تھا کہ میرہا اپنے میر کو انکار نہیں کر سکی۔۔۔



۔اب میں کیا سمجھوں کہ تم بالکل ٹھیک ہو۔اس کی ٹھوڑی پر ہاتھ رکھ کر چہرے کو اوپر کرتے ہوئے پوچھا۔۔۔

۔میرہا نے اپنے سر کو ہاں میں ہلایا۔

۔گڈ ویری گڈ۔شاہ میر نے اس کے آنسوؤں اپنے لبوں سے چنتے ہوئے صاف کیے۔چلو اب میں دشمنوں کا کام تمام کر کے آتا ہوں۔۔۔

۔مگر اس سے پہلے مجھے ذرا چار جنگ کی ضرورت ہے۔فٹافٹ مجھے چارج کرو اور کام پر بھیجو میر کا انداز تھوڑا شوق ہوا۔

۔میں سمجھی نہیں میرہا نے بڑی معصومیت سے کہا کیونکہ اس کے دماغ میں کہیں بھی رومینس والی بات نہیں تھی۔۔۔



۔میرا مطلب ہے کہ مجھے ان اپنے خوبصورت ہونٹوں سے لپ کس دو تا کہ میں فریش ہو کر جا سکوں۔ اور مجھے پتہ چلے کہ میری جان اس وقت بالکل ٹھیک ہے۔اس کے کان میں سرگوشی کرتے ہوئے کہا۔۔۔

۔مرہانے شرما کر اپنی نظریں جھکائی وہ شرما رہی تھی۔اچانک شاہ میر کے رومینٹک ہونے پر ڈری ہوئی مرہا کے گال بلش کرنے لگے تھے۔۔۔

افففف۔۔اے سی پی کی جان اتنا مت شرمایا کرو تمہارا یہ شرمانا مجھے کام نہیں کرنے دیتا۔سارا دن میری نظروں کے سامنے تمہارا یہ خوبصورت شرمایا ہوا چہرہ رہتا ہے۔اور میرا دل بے قابو ہو جاتا ہے۔اور وہ مجھے گھر آنے پر اکساتا ہے۔اس کے گال پر بڑی محبت سے لب رکھتے ہوئے چوم رہا تھا۔۔

○○○○○○○○

۔مہک نے جب احمر کو ٹاول پکڑایا تو احمر نے شرارت سے مہک کا ہاتھ کھینچا مہک دروازے کے اندر کی جانب لٹ گئی تھی۔۔۔۔



۔یہ کیا بدتمیزی ہے میرا ہاتھ چھوڑو۔

۔بدتمیزی تو ابھی کرنی ہے پہلے سے ٹائٹل مت دو مجھے۔احمر نے اس بار اس کا ہاتھ اور بھی زور سے اندر کی جانب کھینچا تو مہک لڑکھڑاتے ہوئے واش روم کے اندر آگئی تھی۔

۔اس نے اپنی آنکھیں زور سے بند کرلی۔جبکہ احمر سینے پر ہاتھ باندھے ہوئے واش روم کے دروازے کے آگے

کھڑا تھا تاکہ وہ باہر نہ جاسکے مہک نے ابھی تک نکاح والا لہنگا اور کرتی پہن رکھا تھا۔۔

۔تم صرف شکل سے شریف نظر آتے ہو تمہاری حرکتیں بالکل لفنگوں کے جیسی ہیں۔دروازہ کھولو اور مجھے باہر جانے دو۔مہک نے اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے تھے۔۔

۔میں تو تمہیں ہرگز باہر نہیں جانے دوں گا۔میرا تو آج واش روم میں ہی رومینس کا موڈ ہو رہا ہے۔ بہکی ہوئی آواز میں بول کر احمر اپنے منہ پر ہاتھ رکھ کر ہنسی روکنے کی کوشش کر رہا تھا۔



۔بھاڑ میں جاؤ تم اور بھاڑ میں جائے تمہارا رومینس مجھے باہر جارہے ہیں تو ورنہ۔

۔ورنہ کیا کروگی پہلے اپنی آنکھوں سے ہاتھ ہٹا کر میری طرف دیکھو تو صحیح بعد میں ورنہ والی دھمکی بھی دے لینا۔احمر نے مہک کی دونوں کلائیاں پکڑتے ہوئے اس کے چہرے سے ہاتھ ہٹائی۔۔

۔پلیز مجھے جانے دو۔۔

۔پہلی بار مہک کا لہجہ تھوڑا نرم تھا اور اس نے پلیز لفظ کا استعمال کیا احمر نے حیرانی سے مہک کی جانب دیکھا جو آنکھیں بند کیے ہوئے کھڑی تھی۔اس کے دونوں کلائیاں احمر کے ہاتھ میں تھی۔۔

۔تم اپنی آئز اوپن کر سکتی ہو میں نے کپڑے پہنے ہوئے ہیں۔پاگل لڑکی مجھے بھی اپنی عزت بہت عزیز ہے ایسے ہی تھوڑی تمہارے سامنے اپنی عزت نلام کر دوں گا مجھے بھی تو کچھ حاصل ہونا چاہیے۔۔

۔تو یہ بات تم پہلے نہیں بتا سکتے تھے کتنی دیر سے میں نے اپنی آنکھیں بند کی ہوئی ہیں۔

۔میری آنکھوں میں درد ہونے لگا تھا۔مہک نے آنکھیں کھول کر دیکھا تو احمر نے گرے کلر کا ٹراوزر اور شرٹ پہن رکھا تھا۔۔

۔مہک کی نظر اس پر جا کر ٹھہر سی گئی تھی۔ابھی ابھی نہا کر فریش ہوئے گیلے گیلے بالوں سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ٹی شرٹ کے گول گلے سے نظر آتے اس کے کسرتی سینے کے بال ہاف

بازوؤں والی ٹی شرٹ سے نظر آتے اس کے جم والے ڈولے۔بالوں سے بھرے ہوئے بازو کھڑے کھڑے نین نقوش دیکھنے میں بے حد جاذب نظر لگ رہا تھا۔

۔ہینڈ سم ہوں نا آئی بروا ٹھا کر خود کو ٹک ٹکی باندھے ہوئے دیکھ احمر نے کہا۔۔

غلط فہمی ہے تمہاری کہ تم ہینڈ سم ہو اور میں تمہیں دیکھ رہی تھی پیچھے ہٹو مجھے باہر جانا ہے۔احمر کو ہاتھوں کے زور سے ہٹاتے ہوئے واش روم کا دروازہ کھول کر باہر آ گئی احمر بھی اس کے پیچھے پیچھے گلے میں ٹاول ڈالے ہوئے سر کو پہنچتا ہوا باہر آیا۔۔



۔میں نے دیکھا کہ تم مجھے گھور رہی تھی مرر کے سامنے کھڑے ہو کر سر کو پونچھے ہوئے نظریں مہک پر رکھ کر بولا۔

۔اگر کسی کو اپنے بارے میں خوش فہمی ہو جائے تو اس کا کوئی علاج نہیں اور تم تو مجھے ویسے ہی کھسکے ہوئے لگتے ہو۔اس لیے تم سے بات کر کے میں اپنا دماغ خراب نہیں کرنا چاہتی۔۔پٹخنے والے انداز میں بیڈ پر بیٹھ گئی۔۔

۔دماغ خراب ہونے کے لیے دماغ ہونا بھی ضروری ہے۔ مرر کے اندر دیکھتے ہوئے تنزیہ مسکرا کر آہستہ سے بولا جبکہ مہک سن چکی تھی۔

۔جب مجھ میں دماغ نہیں تھا تو پھر کیوں مجھ سے نکاح کیا وہ غصے سے بیڈ سے اٹھ کر اس کے پاس آن کھڑی ہوئی تھی۔اسے گھور کر دیکھتے ہوئے اپنے سوال کا جواب مانگ رہی تھی۔۔

۔مجھے نکاح تم سے کرنا تھا۔تمہارے دماغ سے تھوڑی اور ویسے بھی کمبخت دل کو پہلی نظر میں تم سے پیار ہو گیا۔اس لیے نکاح کرنا ضروری تھا ورنہ تو میں نے نکاح کے بغیر بھی اپنے دل کو خوش کر سکتا تھا۔۔



۔افففففف۔۔اللہ میاں یہ کہاں پر پھنسا دیا مجھے۔۔۔۔تم مجھے روز اسی طرح سے ٹارچر کیا کرو گے۔۔ وہ اپنے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے جھنجھلا کر بول رہی تھی۔۔

۔نہیں اگر تم چاہو تو میں ٹارچر کرنا چھوڑ کر بہت کچھ اور بھی کر سکتا ہوں۔گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے مسکرے انداز سے ہنسا رہا تھا۔۔۔

۔پیچھے ہٹیں پلیز میرے سر میں بہت درد ہو رہا ہے۔احمر کو خود کے نزدیک ہوتے ہوئے دیکھ کر،اس کے سینے پر زور سے ہاتھ رکھ کر پیچھے کی جانب کرتے
ہوئے گھبرا کر پلٹی۔

۔اتنا چیختی ہی کیوں ہو کہ سر میں درد ہونا شروع ہو جائے۔وہ واپس سے مرر کے سامنے اپنے بال بنانے لگا۔

۔پلیز میرا تمہارے ساتھ جھگڑا کرنے کا کوئی موڈ نہیں ہے۔۔۔

۔کیسے ہو گا آج کا کوٹا تو تمہارا پورا ہو گیا ہے۔منہ میں بڑبڑیا تھا۔وہ مرر میں اسے تلملاتا ہوا دیکھ کر اپنے لبوں میں مسکرا رہا تھا۔

مہربانی کر کے کھانا آرڈر کر دیں مجھے بھوک لگی ہوئی ہے۔مہک احمر کے ساتھ بحث کرنے کے موڈ میں نہیں تھی۔۔۔

۔کیونکہ ایک رات میں اسے اتنا تو اندازہ ہو گیا تھا اس بندے سے بحث میں جیتنا اتنا آسان نہیں ہے۔اور اس نے کل سے کچھ کھایا بھی نہیں تھا۔تو اسے اس وقت شدید بھوک لگی تھی چوہے اس کے پیٹ میں ڈانس کر رہے تھے۔۔

۔فریش ہو کے چینج کر لو کھانا آرڈر کر دیتا ہو۔احمر نے بڑی نرمی سے پیش آتے ہوئے جواب دیا تھا ۔۔۔۔۔



۔مہک کو بھی بہت بھوک لگی تھی اس لیے وہ بھی چپ چاپ اٹھ کر اپنے سوٹ کیس جو رات کو اس کی ماں نے اس کے کپڑوں سے بھر کے ساتھ میں رکھوا دیا تھا۔
اس میں سے اپنے لیے ایک کیجول ساٹراوزر شرٹ نکال کر واش روم کی جانب بڑھ گئی۔۔

OOOOOOOOO

۔بھابھی کیسی ہیں آپ

۔اللہ کا شکر ہے۔بھائی آپ کیسے ہیں۔

ڈاکٹر ہما اور شاہ زیب اپنی شادی کا کارڈ دینے رومان شاہ کے گھر پر آئے تھے۔

۔آج کافی دنوں کے بعد میرب رومان شاہ کے ساتھ باہر لان میں بیٹھی ہوئی تھی۔کیونکہ اس کی ٹانگ کا درد کافی حد تک بہتر ہو گئی تھی۔اب اسے چلنے پھرنے میں درد محسوس نہیں ہوتا تھا۔۔۔

۔بھابھی آپ امی جان اور باقی سب گھر کے لوگ خاص انوائٹڈ ہیں۔

۔اس کو چاہے مت لے کے آنا کوئی ایشو نہیں ہے۔شاہ زیب نے رومان شاہ کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا تھا۔

۔میرب اور ہما تو صرف مسکرا کر

چپ ہو گئی تھی۔۔۔

۔تیرے جیسے کمینے دوست سے یہی توقع رکھی جا سکتی ہے۔رومان شاہ نے مصنوعی غصے سے آنکھیں دکھاتے ہوئے کہا۔۔

۔چل تم بھی آجانا کیا یاد کرو گے بھابھی کے صدقے اور امی جان کے وجہ سے تم بھی ڈرائیور بن کے ساتھ آجانا کوئی بات نہیں۔۔۔۔

۔نہیں تم اپنی بھابی اور امی جان کو ہی انوائیٹ کرو میں تو نہیں آنے والا تیری شادی میں۔۔۔

۔رومان بھائی آپ میری طرف سے انوائٹڈ ہے میرے بھائی بن کے ڈاکٹر نے کہا۔۔

۔واہ تم نے تو شادی سے پہلے ہی پارٹی چینج کرلی ہے۔شاہ زیب نے ڈاکٹر ہما کی جانب دیکھتے ہوئے مسکرا کر کہا۔۔

۔تھینک یو سوچ دیکھا اب اگر میری بہن نے مجھے عزت دی تو تم سے وہ بھی ہضم نہیں ہو رہا۔تم اپنی بھابھی کو انوائیٹ کرو تو وہ ٹھیک اگر میری بہن مجھے اسپیشل فیل کروانے کے لیے مجھے انوائٹ کرے تو وہ غلط۔

۔شازیب خان سدھر جاؤ اب شادی ہونے والی ہے بھابھی جی ذرا اس کی لگام کس کے رکھنا بڑی چیز ہے یہ بندہ رومان شاہ نے ڈاکٹر ہما کو آگاہ کرتے ہوئے کہا۔۔

۔تم سے بڑی چیز نہیں ہوں میں رومان شاہ اگر میری معصوم بھابھی تمہارے ساتھ گزارا کر رہے ہیں تو میں تو ویسے ہی شریف سا بندہ ہوں۔۔۔

۔تم اپنی بھابی کو الٹیاں پٹیاں مت بڑھاؤ ہما میں بہت شریف سا بندہ ہوں یہ سب میرے بارے میں غلط بیانی کر رہا ہے۔وہ چاروں گپے مارتے ہوئے ہنس رہے تھے۔۔

۔جب زکیہ چائے لے کر آئی چائے کے ساتھ سینوچ اور سموسے تھے۔گرما گرم سموسوں کی خوشبو اور خوشگوار موسم میں لان میں بیٹھے ہوئے سب انجوائے کر رہے تھے۔۔۔

ooooooooo

۔شاہ میر نے تھانے میں جا کر چودری کے بیٹے خرم کی اینٹ سے اینٹ بجا دی تھی۔اس کے کیے کی سزا اسے بہت اچھی طرح سے اے سی پی شامیر ملک دے چکا تھا۔۔

اس کی ایسی دھلائی کی کہ اب تو اپنے قدموں پر اس سے چلا نہیں جا رہا تھا چوہدری اپنے بیٹے کو رہا کروانے آیا تھا مگر اے سی پی شاہ میر ملک اسے لمبی سزا دے کر جیل میں بجوانا چاہتا تھا۔۔

۔جبکہ چوہدری بہت چالاک اور سمجھدار تھا اسے اندازہ تھا کہ اگر ایک بار اغوا کے کیس میں اے سی پی نے اس کے بیٹے کو جیل میں ڈال دیا تو وہ کسی بھی صورت اسے اتنی آسانی سے باہر نہیں آنے دے گا۔

۔اس لیے اس نے ڈیل رکھی کہ وہ کسانوں کی زمینیں واپس کر دے گا بدلے میں اے سی پی اس کے بیٹے رہا کر دے شاہ میر کو یہ ڈیل اچھی لگی تھی۔۔۔

۔اور ویسے بھی اے سی پی کے ڈنڈے کھانے کے بعد اب دوبارہ کبھی بھی چوہدری کا بیٹا ایسی ذلیل حرکت کرنے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔

۔اس کا پالا کبھی شاہ میر جیسے پولیس آفیسر سے پڑھا ہی نہیں تھا۔اس لیے پولیس کی پاور کا اسے آئیڈیا نہیں تھا۔

۔شامیر نے چودری کی ڈیل مانتے ہوئے پہلے سب زمینداروں کو ان کی زمینوں کے کاغذات واپس کروائے تھے۔ اس کے بعد اس نے چوہدری کے بیٹے کو رہا کیا۔ چودری کے بیٹے نے اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے شاہ میر سے معافی مانگی تھی۔۔۔

۔اے سی پی شاہ میر ملک نے ایک بہادر پولیس آفیسر ہونے کا حق ادا کر دیا تھا اس نے ظالم زمیندار کے ساتھ بڑی بہادری کے ساتھ مقابلہ کیا۔۔

۔بلکہ اس مقابلے کو جیت کر زمیندار کو زیر کرتے ہوئے ساری زمینیں واپس لے کر گاؤں والوں کو دینا شروع کر دی تھی۔اے سی پی شامیر ملک کی بہادری نے اسے گاؤں کا حقیقی ہیرو بنا دیا۔۔



۔سب گاؤں والوں کو باری باری زمینوں کے کاغذات واپس کرتے ہوئے شاہ میر کو کافی ٹائم لگ گیا تھا ۔گاؤں والے بہت خوش تھے۔ بہت دعائیں دے رہے تھے۔

وہ لوگ ابھی نہیں چاہتے تھے کہ شاہ میر کا ٹرانسفر ہو۔اس سارے دوران میں شاہ میر اپنے گھر سے بالکل غافل نہیں ہوا تھا۔گھر پہ نصب کیمروں سے اس کی نظر اپنی مرہا پر تھی۔

جو اس وقت گاؤں کی عورتوں کے ساتھ بیٹھی ہوئی کافی مطمئن نظر آرہی تھی۔وہ کرسی پر بیٹھی ہوئی کسی بات پر کھکھلا کر ہنسے جارہی تھی۔اس کے کھکھلائے ہوئے چہرے کو دیکھ کر شامیر پر سکون ہو گیا۔

مگر اس کے کھلے ہوئے چہرے کو دیکھ کر شاہ میر کی جذباتوں نے بھی انگڑائی لی ویسے بھی وہ فارغ ہو کر اب گھر ہی جانے والا تھا۔

oooooooooo

مہک کو کافی بھوک لگی ہوئی تھی اس نے جم کر ناشتہ کیا۔ایسے کیا دیکھ رہے ہو اب کیا میرے کھانے کو بھی نظر لگاؤ گے۔احمر جو بڑے پیار سے اس کی جانب دیکھ رہا تھا مہک اسے اپنی جانب دیکھتے ہوئے چڑ کر بولی۔۔۔

۔مسز مہک احمر علوی نظر نہیں لگا رہا بس یہ سوچ رہا ہوں۔جلدی سے تم کھانا کھالو اور ذرا بیوی ہونے کا فرض بھی ادا کرو آخر میں نے اس روم کا اچھا خاصہ رینٹ دیا ہے۔۔۔

۔مطلب مہک جو کھانے کے بعد پانی پی رہی تھی پانی اس کے گلے میں ہی اٹک گیا تھا۔۔۔

۔مطلب یہ کہ میں تمہیں ہنی مون سویٹ بک روم میں صرف کھانے اور سونے کے لیے تو نہیں لایا۔ بے بی میں رومینس کی بات کر رہا ہوں رات کو تم تھکی ہوئی تھی۔

۔میں نے تمہیں آرام کرنے کا پورا موقع دیا اب میں بہت تھکا ہوا ہوں ذرا میری تھکن اتارنے کے لیے بیڈ پر حاضر ہو جاؤ۔۔۔

۔تمہیں کس چیز کی تھکن ہو گئی ہے مہک پانی کا گلاس ٹیبل پر رکھتے ہوئے جلدی سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔۔۔

۔مجھے وہ تھکن ہو گئی ہے جو صرف رومانس سے ہی اترے گی۔ بلیک کلر کے ٹراؤزر اور شرٹ میں اس کا خوبصورت سراپہ بہت دلکش لگ رہا تھا۔ احمر گہری نظروں سے اس کے سراپے کو دیکھ رہا تھا مہک نے گھبرا کر اپنا رخ دوسری جانب کر لیا۔۔

۔مجھے اس طرح سے مت دکھا کر ورخ بدلتے ہوئے مہک نے دانت پیستے ہوئے کہا۔۔۔

میں تو ایسے ہی دیکھوں گا پورا حق ہے تمہیں ہر طرح سے دیکھنے کا مجھے۔وہ جھٹکے سے کرسی سے اٹھا تھا۔ رخ بدل کر کھڑی ہوئی مہک کے پشت پر آن کھڑا ہوا۔۔۔

۔اس کے پیٹ پر مضبوطی سے اپنے ہاتھوں کے گرفت مضبوط کرتے ہوئے اپنا سینہ اس کے ساتھ لگائے کھڑا تھا۔۔۔



۔مہک نے جھٹپٹا کر دور ہونا چاہا مگر اس کی یہ جدوجہد ناکام ثابت ہوئی تھی۔ آخر وہ جتنی مرضی مظبوط بن لے مگر ایک مرد کی پکڑ تھی جس سے نکلنا آسان نہیں تھا۔۔

۔چھوڑو۔۔۔۔۔مجھے۔۔۔مجھے تمہارا بار بار یوں نزدیک آنا زہر لگتا ہے۔مجھے نہ تو تم پسند ہو۔نہ تمہارا میرے نزدیک آنا پسند ہے۔۔مجھے کراہت آتی ہے جب تم میرے نزدیک آتے ہو۔۔

۔اور مجھ پر یہ حق حق بول کر حق جمانا بند کرو۔وہ بے حد بدتمیزی سے بولتی چلی گئی تھی بنا یہ سوچے کہ اس کا انجام کیا ہونے والا ہے۔۔۔

۔کیا کہا تم نے تمہیں میرے پاس آنے سے میرے چھونے سے کراہت ہوتی ہے احمر نے دانت پیستے ہوئے جھٹکے سے اس رخ سیدھا کرتے ہوئے اپنی طرف کیا اس کی کمر پر سختی سے ہاتھ رکھا تھا۔۔۔

۔ہاں۔۔ہاں بالکل ٹھیک سنا تم نے مجھے نفرت ہے تم سے تمہارے چھونے سے کراہت محسوس ہوتی ہے۔مجھے سے دور رہو۔کوئی حق نہیں ہے تمہارا مجھ پر۔

۔اور خبردار اگر حق جمانے کی کوشش بھی کی تو مجھ سے برا کوئی نہ ہو گا۔مہک اپنی کمر سے اس کا ہاتھ زبردستی ہٹاتے ہوئے چڑ کر بولا۔۔۔

۔حق تو میرا تم پر پورا ہے۔اور یہ حق میں تمہیں اب استعمال کر کے دکھاتا ہوں شوہر کے حقوق کیا ہوتے ہیں تم اس سے ناواقف ہو۔۔

۔اب تمہیں اپنے حقوق سے واقف کروانا ضروری ہو گیا ہے۔۔۔

۔دور رہو مجھ سے اگر زبردستی کرنے کی کوشش کی تو میں چلاؤں گی۔۔

۔چلاؤ۔۔۔۔چلاؤ کر دکھاؤ میں بھی تو دیکھوں تم کتنا چلا سکتی ہے۔اس کے جبڑے کو سختی سے دباتے ہو وہ بھی چلایا۔مہک کو لگ رہا تھا کہ آج اس کا جبڑا ٹوٹ ہی جائے گا جتنی سختی سے اس نے پکڑ رکھا ہے۔۔۔



۔اس کی کمر پر اپنی گرفت مضبوط کرتا چلا گیا تھا۔وہ گھبرا کر پیچھے کی جانب ہوتی چلی گئی تو پیچھے دیوار سے جا لگی تھی۔۔۔

۔وہ اپنے ایک ہاتھ سے مہک کے دونوں ہاتھوں کو دیوار کے اوپر کی جانب پن کر چکا تھا۔۔۔

۔بچاؤ بچاؤ وہ چلا رہی تھی۔ احمر نے اپنے لب اس کی پنکڑیوں پر رکھ کر سختی سے اپنے لبوں کی قید میں لے گیا۔

۔ سختی اتنی زیادہ تھی کہ مہک کی سانسیں اٹکنے لگی تھی۔ وہ ہاتھوں کو اوپر کی طرف پن کیے ہوئے ظالم بنا کھڑا تھا۔ ہونٹوں پر چھبن اور جلن سے مہک رونے لگی تھی۔۔

۔ مگر احمر کو اس وقت اس قدر غصہ تھا کہ اس پر مہک کے رونے اور سسکنے کا کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا۔

۔جب پیچھے ہوا تو مہک کی پنکھڑیوں کا حشر نشر ہو چکا تھا۔



اس سے پہلے کہ مہک کچھ کہتی وہ اپنے لب اس کی گردن پر رکھ چکا تھا۔ اس کی گردن پر جگہ با جگہ وہ اپنے لبوں کے لمس جوڑ رہا تھا۔ جن میں دانتوں کی چبھن بہت زیادہ تھی۔۔۔

۔مہک کی گردن پر احمر کی مہروں کے نشان نظر آرہے تھے۔وہ سسک رہی تھی۔مگر اب اس سے کچھ بولا نہیں جارہا تھا۔کیونکہ احمر اس قدر تیش میں تھا کہ مہک کو اس سے ڈر لگ رہا تھا۔۔

۔گردن پر غصہ اتارنے کی اس نے کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی مہک سسکیوں کے ساتھ رو رہی تھی۔ مگر وہ اپنے کام میں مگن تھا۔اور یہ مقام وہ خود لے کر آئی تھی۔ایک مرد کو بیوی ہونے کے باوجود یہ احساس دلانا کہ اس کے وجود سے اسے کراہت آتی ہے تو اس کا انجام ایسا ہی ہوتا ہے۔۔

۔وہ مہک کی شرٹ کو ایک ہی جھٹکے میں اتار کر زمین پر پھینک چکا تھا۔۔مہک نے اپنے لفظوں سے احمر کو اس طرح سے چھلنے کیا کہ وہ اس سے وہ کروا رہی تھی جس کے بارے میں وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا ایک مرد سب کچھ برداشت کرسکتا ہے مگر اپنی توہین نہیں۔۔



تت۔۔۔تت۔۔۔تم۔۔میرے ساتھ ایسا نہیں کرسکتے وہ لفظوں کو توڑتی ہوئی گلے میں اٹکے ہوئے آنسوں سے بامشکل بولی۔۔

کر سکتا ہوں بیوی ہو تم میری تم پر پورا حق حاصل ہے مجھے جو حق میں محبت اور پیار سے لینا چاہتا تھا مگر تم جیسی بد دماغ لڑکی یہی ڈیزو کرتی ہو۔۔

۔جس وجود سے تمہیں کراہت آتی ہے آج میں تمہیں اس کے اتنے قریب کر دوں گا۔ کہ پھر تم خود سے بھی کراہت کرتی رہنا۔ بولتے ہوئے وہ نیچے جھکا
اس کو دونوں ہاتھوں سے زبردستی میں گود میں اٹھا کر بیڈ تک لے آیا تھا۔۔

۔وہ ہاتھوں سے اپنے برہانہ وجود کو چھپانے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔۔۔

۔وہ اپنی ٹی شرٹ کو اتار کر فرش پر پھینکتے ہوئے۔اس کے اوپر جھک جھکا۔۔



۔مہک نفی میں سر کو ہلاتے ہوئے اسے خود کے قریب آنے سے منع کر رہی تھی اپنے ہاتھ اس کے سینے پر رکھتی ہوئی اسی پیچھے کو دھکیلنے کے پوری کوشش کرتے ہوئے خود کو اس کی قربت سے بچا رہی تھی۔۔۔

۔اس کی نازک سی ہتھیلی پر اپنے مضبوط ہاتھ پھیلا کر رکھتے ہوئے اس کی انگلیوں میں اپنی انگلیاں اس طرح سے پھنسائی کہ اس کی مہک کی انگلیوں میں درد ہونے لگا تھا۔۔

۔اس کے ہاتھوں کو تکیے کی جانب پن کرتے ہوئے وہ اس کی بالوں میں اپنا منہ چھپاتا ہوا اس کی گردن پر جھکا ہوا اب بھی اس کی گردن پر اذیت ہی دے رہا تھا۔۔۔

۔وہ سسک کر جب رونے لگی تو اپنا چہرہ اوپر کر کے مہک کی جانب دیکھا تھا۔

۔میں یہ سب نہیں کرنا چاہتا تھا مجھے یہ سب کرنے کے لیے تم نے مجبور کیا ہے۔ تمہاری جرت کیسی ہوئی کہ تم نے یہ کہا کہ تمہیں مجھ سے کرہت آتی ہے۔۔



۔تمہارا شوہر ہوں کوئی مذاق نہیں کہ جو بھی منہ میں آئے گا تم بکتی چلی جاؤ گی۔۔۔

۔ آج کے بعد ایک بات ہمیشہ یاد رکھنا شریف ہوں بے غیرت نہیں آج کے بعد اس طرح کے الفاظ منہ سے نکالنے سے پہلے ہزار مرتبہ سوچنا۔۔۔

۔اس کے غصے سے بولنے پر مہک چپ کر کے رہ گئی تھی۔کیونکہ اس کی آنکھوں میں اس قدر غصہ تھا کہ اس کی آنکھیں لال ہو رہی تھی۔۔

۔اس کے چہرے پر جھک کر اس کی نازک سی پنکڑیوں پر اپنے لب رکھتے ہوئے اپنی قید میں لے گیا ۔۔۔

۔مگر اب اس کی سختی میں تھوڑی سی نرمی آنے لگی تھی۔مہک کو اس طرح سے روتے ہوئے درد سے سسکتا دیکھ کر وہ تھوڑا نرم پڑ گیا تھا۔

۔وہ ظالم نہیں تھا صرف مہک کے الفاظوں کی چبن سے اس نے یہ سب کچھ کیا۔۔لبوں کی نمی کو پیتے ہوئے۔اب اس کے چہرے پر اپنے انابی لبوں کے گرم لمس چھوڑ رہا تھا۔۔۔

۔جبکہ مہک ساکت آنکھیں بند کیے لیٹی تھی۔گردن سے ہوتا ہوا دل والے وہ مقام پر آن پہنچا تھا۔مہک کے منہ سے اب اس کے لمسوں کی شدت سے سسکیاں نکلنے لگی تھی۔۔

۔اس کے لمسوں سے مہک کے سانسیں تیز ہونے لگی تھی۔وہ کروٹ لیتی ہوئی دوسری جانب اپنا رخ موڑ گئی۔

احمر کی نظر اس کی کمر پر پڑتی ہوئی سلوٹوں پر تھی۔۔۔

۔بے شک وہ بد تمیز اور بگڑی ہوئی تھی۔ مگر اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ وہ خوبصورت بھی حد سے زیادہ تھی۔اس کا خوبصورت سراپہ اور اس کی دودھ سے زیادہ گوری کمر پر پڑتے ہوئے بل احمر کو اس پر اپنا اپنا پیار نچھاور کرنے پر مجبور کر رہا تھا۔۔

۔اس نے بے اختیار اپنے لب اس کی کمر پر پڑھتے ہوئے بلوں پر رکھ دیے۔اس کے لبوں کے سلگتے ہوئے لمس سے وہ سسک کر چادر کو اپنی مٹھیوں میں بھیچ چکی تھی۔۔

۔ہر گزرتے پل کے ساتھ اس پر قابض ہوتے ہوئے اپنا پورا حق جتا رہا تھا۔



۔اس کے وجود پر اپنے لبوں کی مہریں لگاتے ہوئے اسے سسکنے پر مجبور کر رہا تھا۔۔روم میں آتی اس کی تیز سانسیں اور سسکیاں جو اس بات کا ثبوت دے رہی تھی۔ کہ وہ اپنے حق پوری طرح سے حاصل کر چکا تھا۔۔۔

°°°°°°°°,

اگر تمہارا سوگ ختم ہو گیا ہو تو اٹھ کر فریش ہو جاؤ ہمیں گھر چلنا ہے۔۔خود کو کمبل میں لپیٹے ہوئے مہک آنکھوں سے اشک بار جاری کیے ہوئے تھی۔

احمر اس کے پاس سے اٹھتا ہوا اسے آرڈرز دے کر خود فریش ہونے چلا گیا تھا۔۔

۔تم صرف نام کے پڑھے لکھے ہو تم نے جو حرکت کی ہے۔ایسے تو کوئی جاہل بھی اپنی بیوی کے ساتھ نہیں کرتا اسے واش روم میں جاتا دیکھ مہک آگ بگولا ہو کر بولی تھی۔

۔اس نے پلٹ کر خون خوار نظروں سے دیکھتی ہوئی مہک کی جانب دیکھا۔اپنے دانتوں تلے نچلے ہونٹ کے کنارے کو دبا کر آنکھ دباتے ہوئے مسکرایا۔



۔اس کے مسکرانے سے مہک کو اور بھی غصہ آرہا تھا اس کے مسکرانے سے مہک کو ایسا لگ رہا تھا کہ جیسے وہ اپنی فتح کا جھنڈا گھاڑ کر مہک پر اب تنزیہ مسکرا رہا ہو۔۔۔

۔بے بی مجھے بھی چند گھنٹے تمہارے ساتھ گزارنے کے بعد ہی پتہ چلا ہے کہ میں جاہل ہوں۔ کیا کروں مجبوری تھی کیونکہ میری بیوی بہت بڑی جاہل ہے۔اور اسے صرف جہالت کی زبان ہی سمجھ آتی ہے۔

۔اسی لیے میرا جاہل اور جنگلی بننا ضروری تھا۔وہ مسکرا کر لفظوں کے تیر اس پر برساتا ہوا واش روم میں جا کر بند ہو چکا تھا۔ جبکہ مہک غصے سے آگ بگولا ہو کر بیٹھی منہ میں بڑبڑا رہی تھی۔۔۔

کچھ دیر صبر کر لو میں باہر آجاتا ہوں روبرو جھگڑا کر کے خود کو پرسکون کر لینا۔احمر کا اندازہ تھا کہ مہک اس وقت غصے سے تلملا کر بڑبڑا رہی ہو گی اس لیے اس نے واش روم سے اونچی آواز میں کہا تھا۔۔۔

۔میرا بس چلے تو میں تمہارا کا خون کر دوں۔احمر علوی۔۔

۔میں ریڈی ہوں تم چاہو تو واش روم میں آکر اپنا یہ ڈریک کولا والا شوق پورا کر سکتی ہو۔۔۔

۔افففف یہ انسان باتوں سے مجھے ٹارچر کر کر کے پاگل کر دے گا۔کہاں پھنسا دیا تم نے مجھے رومان ۔پوری دنیا میں تمہیں میرے لیے یہی نمونہ ملا تھا تکیے میں سر چھپائے ہوئے رومان شاہ کو کوس رہی تھی۔۔

○○○○○○○○○○

جلدی سے باہر آؤ گھر کے باہر تمہارا ویٹ کر رہا ہوں۔کیوں آج ڈاکٹر صاحب اتنے فارغ ہیں کہ وہ میرے گھر کے باہر میرا ویٹ کر رہے ہیں۔

ڈاکٹر ہما کچن میں اپنے لیے چائے بنا رہی تھی جب اسے ڈاکٹر شاہ زیب کا فون آیا شام کے تقریباً پانچ بج رہے تھے۔ڈاکٹر ہما زیادہ تر اپنے لیے چائے خود ہی بنایا کرتی تھی۔کیونکہ اسے اپنے ہاتھ کی چائے ہی پسند تھی۔

ڈاکٹر فارغ نہیں تھا مگر آج وہ اپنی ہونے والی بیوی کو شاپنگ کروانے کا ارادہ رکھتا ہے۔ہماری خوش قسمتی ہو گی اگر تم آپ ہمیں یہ شرف بخش دیں تو۔

آج پہلی بار ڈاکٹر شاہ زیب کا لہجہ محبت بھرا تھا جسے سن کر اکیلے کھڑی ہوئی ڈاکٹر ہما شرما گئی۔۔

آج پہلی بار ڈاکٹر شاہ زیب کے لہجے نے ڈاکٹر ہما کے دل کو ٹچ کیا تھا ڈاکٹر ہما کے دل نے پہلی بار ڈاکٹر شاہ زیب کے لفظوں سے ایک بیٹ مس کی تھی۔

۔ڈاکٹر صاحبہ آپ کی خاموشی کو میں ہاں سمجھوں یا انکار۔۔

۔بندہ ناچیز آپ کے انتظار میں کھڑا رہے یہاں انکار سمجھ کر چلا جائے ڈاکٹر شاہ زیب کی فون سے آتی ہوئی آواز پر ڈاکٹر ہما ہوش کی دنیا میں واپس آئی تھی۔

۔آپ صرف پانچ منٹ ویٹ کریں میں ابھی آتی ہوں یا آپ اندر آجائیں۔۔۔

۔نہیں میں گاڑی میں تمہارا ویٹ کر رہا ہوں جلدی سے آؤ۔۔

۔اوکے میں پانچ منٹ میں آتی ہوں ڈاکٹر ہما فون بند کر چکی تھی۔ڈاکٹر ہما کی خوشی کی انتہا نہیں تھی کہ آج پہلی بار

شاہ زیب نے خود سے اس کی جانب قدم بڑھاتے ہوئے شاپنگ کے لیے کہا تھا۔۔۔

۔ویسے بھی شادی میں دو تین دن رہ گئے تھے۔وہ جلدی سے اپنی امی کو بتانے کے لیے آئی تھی۔ماما مجھے شاہ زیب شاپنگ کے لیے لینے آئے ہیں۔کیا میں چلی جاؤں۔۔۔

۔ڈاکٹر ہما اپنے فیصلے اپنے والدین سے پوچھے بنا نہیں لیتی تھی اسے آج بھی اچھا لگتا تھا ہر بات اپنی ماما سے پوچھ کر کرنا۔

۔جی جی بیٹا جاؤ ڈاکٹر ہما کی ماں نے خوش دلی سے اجازت دیتے ہوئے کہا۔ڈاکٹر ہما کی ماما ٹی وی لاؤنج میں بیٹھی ہوئی نیوز سن رہی تھی۔۔ہما کا جواب دینے کے بعد وہ واپس اپنی نیوز میں مصروف ہو چکی تھی۔۔

۔وہ اپنی ماما سے اجازت لے کر جلدی سے روم میں چینج کرنے چلی گئی۔۔۔

○○○○○○○○

۔اوئے امتیاز یہ جا کر اے سی پی کو فائلیں پہنچا دے۔چودری وجاہت نے اپنی رعبدار آواز میں اپنے منشی سے کہا۔

۔چودری صاحب وہ فائلیں تو ہم نے کل اے سی پی تو کو دے دی تھی نا منشی نے مودبانہ انداز میں کھڑے ہوئے سوال کیا۔۔

۔اس کھوتے دے پتر نے جتنی بڑی غلطی کی ہے۔اے سی پی کی عزت پر ہاتھ ڈال کر،وہ اتنی سی فائلوں سے ماننے والا نہیں ہے۔۔

۔آدھی فائلیں دی تھی۔یہ باقی کی فائلیں ہیں سب کر تو تیں اس کی ہوتی ہیں خمیازہ مجھے بھگتنا پڑتا ہے۔

۔اور شکر کرو کہ وہ فائلوں سے راضی ہو گیا ہے ورنہ اس نے اس کو الٹا کر کے چراہیں پہ سولی پہ لٹکانا تھا جتنا وہ خر دماغ ہے۔

۔پاس کھڑے ہوئے کرتے کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے کھڑے چوہدری خرم نے اپنے باپ کی جانب غصے سے نظریں گھما کر دیکھا۔۔

۔اب تو جارہا ہے یا میری عزت افزائی میں باقی کے الفاظ بھی سن کر جائے گا۔خرم نے اپنے باپ کا غصہ منشی پر نکالتے ہوئے کہا۔۔۔

جیجی۔۔جی۔۔چودری صاحب بس میں جارہا ہوں منشی امتیاز نے ڈرتے ہوئے کہا فائلیں اٹھا کر وہ وہاں سے نو دو گیارہ ہو گیا۔۔

۔اور ابا سائیں تو بھی کبھی میری بے عزتی کرنے سے پہلے سوچ لیا کر کے کمی کمین پاس میں کھڑے ہوئے ہیں۔۔۔

۔ہر کمی کمی نوکر کے سامنے تو مجھے ذلیل کرنے پہ طل جاتا ہے کبھی بولنے سے پہلے سوچ بھی لیا کر ابا۔۔

۔واہ واہ واہ میرے پتر کو اپنی عزت کا خیال آگیا ہے اور جو تیری وجہ سے پوری ہے گاؤں میں میری بے عزتی ہو رہی ہے سرپنچ کا پتر ایسی پی کی بیوی کو اٹھا کے لے گیا ہے۔ آس پاس کے سارے گاؤں میں میری تھو تھو ہو رہی ہے۔۔

۔پہلے بھی تم نے یہ گاؤں والوں کے کی زمینوں پر قبضہ کر لیا اور لوگ مجھے قصوروار سمجھتے ہیں۔ اب میں ایک ایک کو جا کر کیسے بتاؤں کہ یہ ساری کرتوتیں تیری کی ہوئی ہیں۔۔۔

۔ہاں تو ابا سائی تجھے تو پتہ ہی نہیں کہ سرپنچی کیسے سنبھالی جاتی ہے گاؤں والوں پر اپنا دبدبہ روعب بنا کر رکھنا پڑتا ہے پھر ہی تو بندہ سرپنچ کہلاتا ہے۔۔



ہاہا کھوتے دے پتر صحیح کہہ رہا ہے تو سرپنچی ایسے ہی سنبھالی جاتی ہے۔ اتنے سالوں میں میں اتنا مشہور نہیں ہوا جتنا تو ایک دن میں مشہور ہو گیا ہے۔ چھتر اٹھا کر تیرے منہ کے اوپر مارو تیرے کو لگ پتہ جائے۔۔۔

۔چودری صاحب کیا ہو گیا ہے جوان اولاد پر ایسے کوئی ہاتھ اٹھاتا ہے۔ہوش کے ناخن لیں۔چوہدری کی بیوی جو نکرانی سکینہ کے ساتھ چائے لے کر آئی تھی۔چوہدری صاحب جو اس وقت اپنا الٹا ہاتھ اٹھاتے ہوئے خرم کو تھپڑ مارنے لگے تھے۔۔

۔جا سکینہ تو چائے رکھ دے اور جا تو۔۔چودری کی بیوی نے نوکرانی کو جانے کو کہا تھا۔۔

۔اچھا میں ہوش کے ناخن لوں اور اس گدھے کے پتر کو مت سمجھانا کہ یہ بھی اپنی حرکتیں سدھار لے۔۔۔

ابا سائیں بس کر دے کھوتا، گدھا، گدھا لگایا ہوا ہے۔کوئی جانور چھوڑ بھی دے جس سے مجھے نہ مشابہت دی ہو۔۔

کھوتا تو چھوٹا لفظ ہے تو ہے ہی کتے کی پونچھ 12 سال کسی نے روڑی کے اندر دبا کے رکھی تھی پھر بھی نکالی تو وہ ٹیڑھی کی ٹیڑھی تھی۔۔

جتنا تجھے اس ایسی پی نے کٹا ہے صحیح سے تجھ سے چلا تو جان اور زبان دس کیسے بندروں کی طرف سے چلا رہا ہے۔۔

اماں سائیں دیکھ لے کوئی جانور چھوڑے ہے جس کے ساتھ مجھے نعرہ لایا ہو خرم چودری اپنے غصے کو کنٹرول کرتے ہوئے بولا۔۔۔

میرا سونا پتر تو جا میں تیرے ابا سائیں کے ساتھ بات کرتی ہوں۔ تو بے فکر رہ میرا پتر تو جا میں تیرے لیے ابھی تیرے کمرے میں گاجر کا حلوہ اور گرم گرم دودھ بھیجتی ہوں۔ وہ مسکراتی ہوئی اس کے ماتھے سے پیار کرتے ہوئے اسے جانے کو کو کہا۔



۔ہاں ہاں بھیج بڑا اچھا کارنامہ انجام دیا ہے نا تیرے پتر نے۔

۔چوہدری صاحب بس کریں نادان ہے اس عمر میں بچوں سے غلطیاں ہو جاتی ہیں چوہدری کی بیوی اپنے بیٹے کی طرف داری کرتے ہوئے بولی۔۔۔

۔تیری ان باتوں نے ہی اس کھوتے کو بگاڑ کے رکھا ہوا ہے۔کبھی اپنے پتر کو صحیح مت بھی دے لیا کر۔ چوہدری صاحب نے غصے سے صوفے پر بیٹھتے ہوئے چائے کا کپ اٹھاتے ہوئے کہا۔۔۔

ooooooo

۔سر چودری وجاہت کا منشی دلاور با کی کی زمینوں کی فائلیں لے کر آیا ہے۔۔۔

۔شاہ میر اپنے لیپ ٹاپ کو بند کرتے ہوئے موبائل اور کیز کو اٹھاتے ہوئے آفس سے باہر کا رخ کرنے ہی لگا تھا کہ کانسٹیبل علی نے آکر چوہدری وجاہت کے منشی کی خبر دی۔۔۔

۔اوکے بھیجو اس کو شاہ میر واپس اپنی کرسی پر بیٹھ گیا۔۔۔



۔اے سی پی شاہ میر نے ساری فائلیں باری باری چیک کرتے ہوئے فائلوں کو ایک سائیڈ پر رکھ دیا۔۔

۔سر جی میرے کو اجازت ہے میں جاؤں۔۔دلاور نے اے سی پی سے اجازت مانگی۔۔

۔رکو جانے سے پہلے میرا ایک پیغام سنو اور جا کر اپنے اس چھوٹے چوہدری خرم کو بتا دینا کہ گاؤں والوں کی زمینوں کی خاطر یہ پہلا اور آخری راضی نامہ تھا جو میں نے کر لیا۔۔۔

۔اگر مجھے گاؤں والوں کا احساس نہیں ہوتا تو تمہارے چوہدری کے بیٹے کو میں چرہیں میں الٹا لٹکا دیتا
۔اور اب میری نظر اس پر بنی رہے گی۔

۔اس لیے اسے جا کے پیغام دے دینا کہ اپنے یہ سارے کالے بند کر دے۔ آج کے بعد اگر کسی بھی طرح کی اس
نے گاؤں میں حرکت بازی کی تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔۔



۔۔اس نے ایسی پی کی عزت پر ہاتھ ڈالا ہے اور اے سی پی شاہ میر ملک کبھی بھی کچھ بھولتا نہیں ہے
---

۔دوبارہ اس کی ذرا سی حرکت پر وہ اپنی جان سے جائے گا۔اے سی پی کا پیغام لے کر دلاور وہاں سے چلتا بنا۔۔۔

۔اور شاہ میر فائلوں کو لاکر میں رکھ کر بند کرتے ہوئے۔اپنی موبائل اور کیز کو اٹھا کر تھانے سے باہر آگیا۔۔

۔باقی کے کسانوں کو بھی پیغام بھجوادو کہ صبح آکر وہ اپنی زمینوں کے کاغذ لے جاسکتے ہیں۔شاہ میر نے جاتے ہوئے کانسٹیبل سے کہا۔۔۔

۔جی سر میں آپ کا پیغام سب کے کسانوں تک پہنچادوں گا۔۔

۔کانسٹیبل نے مودبانہ انداز سے سلوٹ مارتے ہوئے کہا۔سر خیریت آج آپ وقت سے پہلے جا رہے ہیں۔کانسٹیبل علی نے مودبانہ انداز سے سوال کیا۔۔

۔ہاں جی علی صاحب آج گھر جلدی اس لیے جا رہا ہوں کہ میرے سر میں درد ہے۔ اور میں کافی تھکن محسوس کر رہا ہوں۔ اے سی پی شاہ میر کا اپنے جونیئر کے ساتھ بھی اخلاق بہت اچھا تھا۔ جب اس نے چارج سنبھالا تو تھانے کا نظام اور نفری کا ماحول بے حد خراب تھا۔۔۔

۔جس کو اے سی پی شاہ میر مالک نے بہت جلد کور کرتے ہوئے سب کچھ ٹھیک کر لیا تھا۔۔ اب تو سارے نفری اس کی فین ہو چکی تھی۔۔۔

۔سر آپ نے بتایا نہیں میں آپ کے لیے چائے یا کافی لے کر آؤں۔ علی نے فکریہ انداز سے کہا۔۔۔

۔نہیں یار بس گھر جانا چاہتا ہوں کام سے بھی اج جلدی فرصت مل گئی ہے۔۔ تو میرے خیال میں اب گھر جانا چاہیے۔۔۔ شاہ میر یہ کہتا ہوا مسکراتے ہوئے اپنی گاڑی کی طرف بڑھا۔۔

۔جی سر اللہ حافظ اپنا خیال رکھیے گا کانسٹیبل علی مسکراتا ہوا اپنے کیبن کی طرف روانہ ہوا۔

○○○○○○○○○

میرب کے ساتھ ہونے والے حادثے کے بعد رومان شاہ اج فرسٹ ڈے آفس گیا۔۔

کام کے اوور لوڈ ہونے کے باعث تھکن سے چور رومان شاہ کندھے پر کوٹ لٹکائے ہوئے گھر کے اندر داخل ہوا۔

وہ اپنے کمرے کی طرف قدم اٹھاتے ہوئے جا ہی رہا تھا کہ اچانک کچن سے کھٹ پٹ کی آواز غلابی رنگ کے انچل نے اسے اپنی طرف متوجہ کیا۔

اور اس کے دل نے بلنک کیا کہ کچن میں جھلکتا ہوا گلابی آنچل میرب کا ہے۔۔ نظر اٹھائے گا رومان شانے دو قدم ریورس لیتے ہوئے ایک پاؤں کو ہوا میں لہراتے اور دوسرا پاؤں زمین پر ٹھہرائے ہوئے گردن کو پیچھے کی طرف جھکاتے ہوئے کچن کی جانب دیکھا۔

اور اس کے دل سے جو آواز آئی وہ بالکل ٹھیک تھی۔۔۔کچن میں گلابی انچل میرب کا ہی تھا جو کچن میں بڑے مصروف انداز سے کسی کام کو سرانجام دے رہی تھی۔۔

وہ آہستہ آہستہ دبے پاؤں قدم بڑھاتے ہوئے میرب سے دو قدم کی دوری پر کھڑا ہوا اس کے خوبصورت سراپے کو سر سے پاؤں تک دیکھنے لگا۔۔

میرا جو کہ چائے بنانے میں اتنی مصروف تھی کہ اس کو اپنے شاہ کے قدموں کی آہٹ کا اندازہ نہ ہوا۔

تم یہاں کیا کر رہی ہو؟؟

رومان شاہ نے میرب کے کان کے پاس جھکتے ہوئے تھوڑی تیز آواز میں کہا۔

ہائے اللہ شاہ اپ نے تو میری جان ہی نکال دی۔میرب رومان شاہ کی آواز سے اچانک ڈرتی ہوئی پیچھے کھڑے رومان شاہ کو دیکھتے ہوئے مڑی ایک ہاتھ اپنے سینے پر اور دوسرا ہاتھ رومان شاہ کے دل پر رکھتے ہوئے مصنوعی غصے سے بولی۔

رومان شاہ کو میرب کی کنڈیشن اب پہلے سے کافی بہتر محسوس ہو رہی تھی۔

آہاں!!!!!!!!ایسے کیسے میری جان کی جان تو میں رات کو نکالو گا۔۔

رومان نے میرب کو اپنی جانب کھینچتے ہوئے خمارانہ انداز سے اس کے پورے وجود پر نظر گاڑتے ہوئے ہوئے بولا۔۔

میرب کی گردن پے اپنے ہونٹوں کا نرم گرم لمس چھوڑنے لگا۔۔اپنے شاہ کو بہکتے ہوئے دیکھ کر میرب نے ہلکی سی مزاحمت کی۔۔ جس کا رومان شاہ پر کوئی خاص فرق نہ پڑا۔۔ مگر اس کی مزاحمت کرنے سے اس نے اس کو مزید اپنی جانب کھینچتے ہوئے سینے کے ساتھ پیوست کیا۔۔

ششش شششاہ!!!!کیا کر رہے ہیں؟!ہمم!کچن میں ہیں۔۔دونوں ہاتھوں سے رومان شاہ کو پیچھے کی طرف دھکیلتے ہوئے میرب گھبرا کر بولی۔۔



آہہہہہہ!!میرب کی گردن پر نرم گرم لمس کو ایک سیکنڈ سے پہلے رومان نے دانت گاڑنے کی صورت میں تبدیل کیا۔۔

ششششاہ مجھے درددد۔۔۔۔۔ تمہیں کتنی بار کہا ہے جب میں تمہارے پاس آؤں تو مجھے اس طرح سے دور مت دھکیلا کرو خود سے۔۔

رمان شاہ نے میرب کی بات کو درمیان میں ہی کاٹتے ہوئے غصے سے لال آنکھیں نکالتے ہوئے کہا۔

ششششاہ ہمم کچن میں کھڑے ہیں۔۔۔ میرب اپنی تکلیف کو بھلا کر۔ رومان شاہ کی لال آنکھوں کو دیکھتے ہوئے نم آنکھوں سے بولی۔

تووووووووووووو!!!!!!

رمان شاہ میرب کی تھوڑی کو پکڑتے ہوئے سخت لہجے میں بولا۔۔بیوی ہو تم میری کوئی گرل فرینڈ نہیں جس کو پیار کرنے اور محسوس کرنے کے لیے میں لوگوں اور جگہ کی پرواہ کرتا پھروں۔

شششاہ!لوگوں کی نہیں مگر گھر میں امی جان بھی ہیں۔۔اگر امی جان کچن میں آگئی تو؟؟!

رومان شاہ کی شرٹ کو دونوں ہاتھ کی مٹھیوں میں میچے ہوئے میرب اپنی خوبصورت آنکھوں سے آنسوں بہاتے ہوئے بولی۔۔

ہمم!!تو میری بیوی کو امی جان سے شرم آرہی ہے آئی لائک اٹ۔۔ تمہارا یہ لاجک مجھے پسند آیا۔

چلو یہ بتاؤ تم چائے بنانے خود کیوں آئی گھر میں کوئی نہیں ہے چائے بنانے والا؟

تمہیں پتہ ہے نا تم ابھی ٹھیک نہیں ہو۔۔شاہ میں بالکل ٹھیک ہوں اب میری لیگ میں بھی پین نہیں ہے اور باقی سٹچز بھی بالکل ٹھیک ہیں۔۔ آہاں! پکی بات ہے سوچ لو میری جان پھر ایک دفعہ۔۔وہ اس کو سر سے پاؤں تک دیکھتے ہوئے بولا۔۔

آ آ۔۔ہاں نہیں میں۔ میری ٹانگ میں درد ہے ابھی تھوڑا تھوڑا۔۔میرب کو اپنے شاہ کا بہکنا اور اس کے الفاظ اب سمجھ میں آرہے تھے کہ وہ اس کو دبے الفاظ میں کیا کہہ رہا ہے۔۔

نہیں میری جان تمہاری طبیعت بالکل ٹھیک ہی لگ رہی ہے،وہ بہکے ہوئے انداز سے اس کے پورے وجود پر نظریں گاڑتے ہوئے بولا۔۔۔

۔میری جان تم امی جان کو چائے دے کر روم میں آؤ۔میں خود پتہ لگا لوں گا کہ تم کتنی ٹھیک ہو۔۔

۔آنکھ کو دباتے ہوئے شیلف پر رکھے ہوئے کوٹ کو واپس اپنے کاندھے پر ڈال کر میرب کو روم میں آنے کا اشارہ کرتے ہوئے کچن سے نکل گیا۔۔۔

۔جب کہ میرب اپنے شاہ کی کچھ پل کی قربت سے گھبرائی ہوئی دھڑکنوں کو راست پر لانے کے لیے شلف پر ہاتھ رکھے ہوئے آنکھیں موت کر کھڑی ہوئی تھی۔۔

ooooooooo

ٹھک ٹھک ۔۔۔۔بی بی جی ہن آساں کو اجازت دیو۔۔ آپ کے شوہر آگئے ہیں۔۔جو عورتیں میرب کے پاس صبح سے رکی ہوئی تھی۔وہ دروازے کی کھٹکھٹ سن کر اپنے دوپٹے کے پلو کو اپنے دانتوں تلے دبا کر مذاق سے بولتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔۔۔

۔وہ عورتیں دروازہ کھول کر شامیر کو سلام بولتی ہوئی۔باری باری کر کے دروازے سے باہر نکل گئی۔ جبکہ شاہ میر ایک گہری مسکراتی نظر سامنے کھڑی مرہا پر ڈال کر دروازے کی کنڈی لگا دی۔۔

۔میرہا نے بھی مسکراتی ہوئی نظروں سے شامیر کا ویلکم کرتے ہوئے اپنے قدم اس کی جانب بڑھائے۔۔۔

۔ہاں جی آج میری جان لگتا ہے کہ بہت خوش تھی۔ آج بہت کھکھلا کر ہنساں جا رہا تھا۔شاہ میر نے صحن میں ہی کھڑے ہوئے پیار سے اس کے گال پر اپنے لبوں کا لمس چھوڑا۔۔

۔میر آج میں نے ان عورتوں کے ساتھ بہت ساری باتیں کی انہوں نے مجھے گاؤں کے بارے میں بہت کچھ بتایا جو مجھے پہلے پتہ نہیں تھا۔۔

۔ہمم اچھا جی مطلب کہ آج میری بیوی کا عورتوں کے ساتھ بہت اچھا وقت گزرا۔ اتنا اچھا کہ میری بیوی نے پورے دن میں ایک بار بھی فون کر کے مجھے یاد نہیں کیا۔۔

۔اس کی قمر میں ہاتھ ڈال کر آہستہ آہستہ اس کے ساتھ چلتے ہوئے روم کی جانب آتے ہوئے کہا۔۔

۔سوری سچ میں آج پورا دن آپ کو فون کرنے کا مجھے خیال ہی نہیں آیا۔بڑی معصومیت سے اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے بول رہی تھی۔۔۔

۔اتنی بڑی غلطی اور اتنی چھوٹی سی سوری میں اپنے مجرموں کو اتنی آسانی سے معاف نہیں کرتا۔روم میں آکر اس کی کاندھوں پر ہاتھ رکھ کر اس کے گرد حصار بنائے ہوئے کھڑا تھا۔

۔اس کے خوبصورت چہرے کو دیکھ کر نظریں اس کے دل کش سراپے تک گئی۔۔۔

مم۔۔۔مط۔۔۔مطلب۔۔۔وہ لفظوں کو توڑتی ہوئی شاہ میر کی بات کو کچھ زیادہ ہی سیریس لے کر گھبرا کر بولی۔۔

۔مطلب یہ کے تمہاری غلطی کی سزا پوری رات تمہیں اپنی باہوں میں گزارتے ہوئے میں بہت خوب انداز سے دوں گا۔وہ اپنے دہکتے ہوئے انگاروں کے جیسے لب اس کی پنکھڑیوں پر رکھتے ہوئے ان کو قید کر گیا۔اس کے جوسی جوسی نم ہونٹوں کی نمی کو پیتے ہوئے وہ مدہوش سا ہونے لگا۔۔۔



میر۔۔آپ کو بخار ہو رہا ہے شاہ میر اس کی پنکڑیوں کو آزادی بخشتے ہوئے تھوڑا پیچھے ہوا۔تو میرہا نے نوٹ کیا کہ شاہ میر کے لب انگاروں کی طرح دہک رہے ہیں۔اس کی گردن پر اور چہرے پر ہاتھ لگاتے ہوئے فکریا انداز میں بولی۔۔

۔بس میرے سر میں تھوڑا درد ہے تم پریشان مت ہو میں نے ٹیبلٹ کھالی تھی اب تو مجھے اپنے وجود کی گرمی دو گی تو میں ٹھیک ہو جاؤں گا۔۔

۔ تم میرا ویٹ کرو میں ابھی یونی فارم چینج کر کے آتا ہوں۔ پلیز ذرا میرا نائٹ سوٹ دینا۔۔۔۔خماردار لہجے سے بولتا ہوا ملکے سے اس کے نازک لبوں کو چھو کر پیچھے ہوا اور اپنا نائٹ سوٹ لے کر باہر صحن میں بنے ہوئے واش روم میں چینج کرنے چلا گیا۔۔۔

ooooooooo

۔رومان شاہ اپنی امی جان کو مل کر روم میں آکر چینج بھی کر چکا تھا۔ مگر میرب ابھی تک روم میں نہیں آئی تھی رومان شاہ کو پتہ تھا کہ میرب کی طبیعت خراب ہونے کی وجہ سے بہت دن تک جو آزادی ملی تھی۔میرب کو اب وہ آزادی اچھی لگنے لگی ہے۔۔۔۔



رومان شاہ میرب کا ویٹ کرتے ہوئے بیزار ہو کر روم کا دروازہ کھول کر باہر جانے ہی لگا تھا کہ سامنے سے میرب چائے کے دو کپ ڈش میں رکھے ہوئے روم کی جانب آ رہی تھی۔۔۔

۔تھوڑی دیر اور کچن میں رکتی تو میں تمہیں اٹھا کر لے آتا۔اتنی دیر کیوں لگائی آنے میں ؟؟

۔میں کب سے تمہارا ویٹ کر رہا ہوں انتظار کرتے ہوئے رومان شاہ کا موڈ تھوڑا خراب ہو گیا ۔۔۔میرب تمہیں اچھی طرح سے پتہ ہے کہ مجھے انتظار کرنا بالکل پسند نہیں۔۔۔

۔اور جب میں تمہیں اپنی محبت پیار کی وقت بلاؤں اس وقت تو مجھے انتظار کرنا بالکل نہ پسند ہے۔اور تم اس بات سے اچھی طرح سے واقف ہو پھر بھی اتنی دیر سے کیوں آئی۔۔

۔چائے کی ڈش اس کی ہاتھ سے لے کر ٹیبل پر رکھ کر اس کی کمر میں ہاتھ ڈالتے ہوئے اسے خود کی قریب اور چہرہ جھکا کر اس کے مقابل کرتے ہوئے کہا۔۔

شششش۔۔شا۔۔شاہ وہ میں ۔۔ آج میرب کو کافی دنوں کے بعد شاہ کا یہ والا روپ دیکھنے کو ملا تھا۔تو میرب کے منہ سے الفاظ بھی صحیح طرح سے نہیں نکل رہے تھے۔اس حادثے کے بعد شاہ بہت زیادہ نرمی کے ساتھ ہی پیش آتا تھا۔

۔مگر آج شاہ اپنے اصلی روپ میں تھا تو میرب بھی کافی گھبرائی ہوئی نظر آرہی تھی۔۔۔

۔مجھ سے بچنے کی کوشش کر رہی تھی میرب کے ٹوٹے ہوئے الفاظوں کی تشریح شاہ نے خود کر دی نئ شاہ وہ میری ٹانگ میں ابھی تھوڑا درد ہوتا ہے تو اس لیے میں۔۔۔۔

۔میرب مجھے پتہ ہے کہ تم اس وقت بالکل ٹھیک ہو۔اس لیے یہ فضول کی مزاحمتیں مت کرو۔اور نہ میرا صبر

آزماؤ۔۔۔۔۔

۔اسے اپنی گود میں اٹھاتے ہوئے بیڈ پر لے کر آیا۔۔شاہ۔۔۔۔ ششششش مجھے تمہاری آواز نہیں آنی چاہیے میں خود چیک کر لوں گا کہ تمہاری ٹانگ میں کتنا درد ہے۔اور کتنے تم بہانے بنا رہی ہو۔آنکھیں دیکھتا ہوا خمار دار لہجے میں بولا۔



,۔

ooooooo

رومان بیڈ پے بیٹھتے ہوئے، میرب کو اپنے تھائس پے بٹھا کر، ایک ہاتھ سے اس کے پیٹ کو پکڑے ہوئے اور دوسرا ہاتھ اس کی شاہ رگ کو سلاتے ہوئے بڑے ہی دلکش انداز سے اسے دیکھ رہا تھا۔۔۔۔

ہاں تو جان شاہ کیا کہہ رہی تھی؟؟

شہشش ششاہ! دیکھیں۔ دیکھ ہی تو رہا ہوں اپنی جان کو وہ اس کے دل والے مقام کو گہری نظروں کے تقاضے میں دیکھتے ہوئے بولا۔۔

رومان شاہ کو میرب کا وجود آج کچھ زیادہ ہی خوبصورت لگ رہا تھا۔۔ میرب نے پنک کلر کا لائٹ سافٹ سوٹ پہنا ہوا تھا جس سے اس کے جسم کی رعنائیاں نظر آرہی تھی جو کہ شاہ کے بہکانے کی مکمل کوشش میں لگی ہوئی تھی۔۔



اوپر سے میرب کا اتنے دن اپنے شاہ سے دور رہنا۔۔ اب شاہ کی تو بس ہو گئی تھی۔۔ میرب بہتر تو کافی دن سے تھی مگر پھر بھی وہ اس کی بیماری کو مد نظر رکھتے ہوئے اس سے دور تھا۔ کیونکہ اسے پتہ تھا اگر وہ میرب کے تھوڑا سا بھی نزدیک ہوا تو وہ بہک جائے گا جو کہ میرب کے لیے فی الوقت ٹھیک نہیں تھا۔۔ مگر آج میرب کو دیکھ کے اس اندازہ ہو رہا تھا کہ میرب بلکل ٹھیک ہے۔۔۔

اور اب وہ جو اپنی مزاحمتیں دکھا رہی تھی وہ سب ڈرامے بازیاں ہیں کیونکہ اسے اچھے سے پتہ تھا کہ شاہ جب بہکتا ہے تو پھر بہک ہی جاتا ہے جو سنبھلنے سے نہیں سنبھال پاتا۔۔

۔شاہ کہاں کھوئے ہوئے ہیں آپ؟؟؟ وہ شاہ کی نظروں کو خود پر مرکوز ہوتے ہوئے دیکھ کر بولی۔۔۔۔

۔میری جان تمہارا شاہ کہاں کھو سکتا ہے تم نے اسے اس قابل ہی نہیں چھوڑا کہ وہ تمہارے علاوہ کہیں اور کھوئے وہ دلکشی سے مسکراتے ہوئے اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔۔



شاہ میری ٹانگ میں سچی بہت درد ہے میں جھوٹ نہیں بول رہی وہ آنکھوں کو ٹمٹماتے ہوئے بولی۔۔

چلو جی مان لیا تو بتاؤ یہ ٹانگ کتنے دنوں میں ٹھیک ہو جائے گی۔۔

۔ٹھیک وہ میرے خیال میں ون ویک تک تو ہو جائے گی زیادہ ٹائم نہیں کیونکہ تھوڑی سی پین ہے نا تو۔۔

۔اب ظاہر ہے تھوڑا سا اگر آرام ملے گا تو جلدی ٹھیک ہو جائے گی بس آپ مجھے پورا پورا آرام کرنے ون ویک تک میں بالکل ٹھیک ہو جاؤں گی۔۔۔

وہ بالکل معصومنہ انداز میں اپنے شاہ کو بہلا رہی تھی۔۔
میری جان تمہارے شاہ نے پوری دنیا گھومی ہیں۔۔ اور ہزاروں لوگوں کو بیوقوف بنایا ہے تمہیں لگتا ہے تمہاری ان بچکانہ باتوں سے تمہارا شاہ بے وقوف بن جائے گا اور وہ اپنا ارادہ بدل دے گا۔۔



اچھا چلو تم مجھے سچ بتا دو تمہاری ٹانگ میں درد ہے کہ نہیں۔۔ اگر تم نے سچ بتایا تو میں کچھ نہیں کہوں گا ۔۔۔ کیونکہ مجھے پتہ ہے کہ تم اس وقت بالکل ٹھیک ہو۔۔

شام میں سچ میں بول رہی ہوں۔۔وہ اپنی معصوم سی انکھوں کو ادھر ادھر کر کے بولی۔۔بی بی تم سچ نہیں بول رہی اب اتنا تو تمہارا شاہ اچھا تمہیں جانتا ہے۔۔۔

ہاں نہیں ہو رہی ٹانگ میں درد مگر جو آپ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں وہ میں آپ کو نہیں کرنے دوں گی کیونکہ میں ابھی پوری طرح ٹھیک نہیں ہوں۔۔

رومان شاہ کے زو معنی باتوں سے تنگ اکم میرب کے منہ سے اخر سچ پھسل ہی گیا۔۔

آہ!!!!یہی تو،،میں بھی تو یہی کہہ رہا ہوں کہ تم بالکل ٹھیک ہو تمہاری ٹانگ میں کوئی درد نہیں۔۔۔یہ سب ڈرامے بس مجھ سے بچنے کے لیے ہے۔۔اور تم جو دوسری بات کہہ رہی ہو کہ ابھی تم ٹھیک نہیں ہو تو میں سمجھ گیا کہ تم کیسے ٹھیک ہو گی تو تمہارا وہی علاج اب میں کرنے لگا ہوں۔۔۔کیونکہ اب تمہیں دوا کی نہیں۔۔۔تمہاری عقل ٹھکانے لگانے کا ٹائم ہو گیا ہے۔۔

اور کہتے ہی میرب کو جھٹکے سے بیڈ پر گرایا۔۔اب یہ کیا کر رہے ہیں۔۔رمان شاہ کو شرٹ کے بٹن کھولتے ہوئے دیکھ کر وہ فورا بولی۔۔۔تم بچی ہو تمہیں نہیں پتا۔۔۔۔کم مون میرب شادی کو ایک سال ہونے والا ہے اور تمہیں ابھی تک ننھی کاکی بنی ہوئی ہو۔۔

کبھی کبھی تو تم اتنی بہادر بن جاتی ہو کہ مجھے خود سے محسوس کرواتی ہو کہ تم بہت ہی میچور لڑکی ہو۔۔۔ اور کبھی تم اتنی بچکانہ حرکتیں کرتی ہو کہ مجھے شک ہونے لگ جاتا ہے کہ میں نے ایک بچی کو گود لے لیا

۔۔

رومان شاہ نے میرب کو انکھیں نکال کر دیکھتے ہوئے کہا۔۔



دیکھیں!مار دیا ناطعنہ اپ نے اس لیے میں کوئی بھی پہلے سٹیپ نہیں لیتی۔۔میرب کو اپنی اس دن والی کسی یاد آگئی تھی۔۔میرب نے انکھوں کو جھکاتے ہوئے شرمندہ سے لہجے میں کہا۔اسی وجہ سے لڑکی پہل نہیں کرتی کسی بھی ایسے کام میں۔

میرب رومان کی اس بات سے کافی زیادہ ہی شرمسار ہو گئی تھی۔۔

اووووو!!!پاگل لڑکی ادھر دیکھو۔کیا کیا سوچ رہی ہو اپنے چھوٹے سے دماغ سے۔۔رومان شاہ نے میرب کی تھوڑی سی پکڑتے ہوئے اس کا چہرہ اوپر اپنی جانب کیا اور خود اس کے اوپر جھکتے ہوئے بولا۔۔

۔یہ جو تم اپنے خرفاتی دماغ میں عجیب و غریب باتوں کو سوچ رہی ہو میں نے ویسا کچھ بھی نہیں کہا ۔۔۔میرے کہنے کا مطلب کچھ اور تھا جس کو تم الگ ہی ٹریک پر لے گئی ہو۔۔۔میں نے نہ تو تمہیں کوئی طعنہ دیا ہے اور نہ ہی میں ایسا سوچ سکتا ہوں۔ہاں مگر میں یہ بھول گیا کہ میرا ننھا سا بچہ اس بات کا رخ کسی اور ہی طرف موڑ لے گا۔۔



تم شرمندہ کس وجہ سے ہو میں تمہارا کوئی بوائے فرینڈ ہوں یا تم شادی سے پہلے میرے قریب ائی۔۔۔سویر میرب تم نے جو اس دن چھوٹی سی کوشش کی۔۔۔مجھے اس سے یہ احساس ہوا کہ تمہیں

میری ناراضگی سے فرق پڑتا ہے اگر میں ناراض ہو جاؤں تو تم کسی بھی حد تک جا کر مجھے منانے کر رہو گی---

اوئے بس کرو اوپر دیکھو--- ھمم !!تم اپنی جھکی ہوئی بوجھل آنکھوں سے اب اپنے شاہ کو بوجھل کر رہی ہو وہ کہتا ہوا اس کے اوپر گر سا گیا--

ہائے اللہ! شاہ اٹھے میرے اوپر سے سارے کا سارا وزن مجھ پر ڈال دیا اپ کو نظر نہیں اتا اتنی سی ہوں--اپ نے سارا وزن اپنا مجھ پر گرا دیا ہے--اٹھیں میرے اوپر سے ایک سیکنڈ سے پہلے--



میرب غصے سے اپنا سر سائیڈ کی طرف کرتی کہ رومان نے اس کی گردن پکڑ کر اپنی طرف کی اور اسے کوئی بھی لمحہ دیے بغیر اس کے ہونٹوں پر جھک گیا----وہ شدت سے اس کے ہونٹوں کو چوم رہا تھا. ---جب کہ میرب اچانک ہونے والے حملے کے لیے فی الوقت تیار نہ تھی اور اس کا لمس پا کر بوکھلا گی- اپنے اپنا سر پیچھے کرنا چاہا لیکن رومان نے اس کے بالوں پر اپنی گرفت مضبوط کر کے اسے ایسا کرنے سے روکا-

وہ سانسوں کے لیے تڑپنے لگی۔۔ لیکن رومان جس کے ہر عمل میں شدت اور جنون ہوتا تھا اس کے لمس میں آج بھی آگ جیسی تپش تھی۔ میرب کو اپنا وجود دہکتی آگ میں محسوس ہوا۔ رومان نے اسے تڑپتے دیکھا تو اس کے ہونٹ اپنی گرفت سے آزاد کیے۔۔۔۔۔

اور وہ لمبے لمبے سانس لیتے ہوئے شکوہ کو نظروں سے دیکھی۔۔۔۔۔ اس کے ہونٹ کے کنارے پر اس کے پیار کی شدت نظر ارہی تھی۔۔۔۔ بہکی نظروں سے دیکھنے کا خمیازہ بھگتا نہیں ابھی تم نے ۔۔۔ لگتا ہے اور اچھے سے سمجھانا پڑے گا۔۔

شاہ اپ نا اپنے پیار میں تھوڑی نرمی لائیں میں انسان ہوں اپ تو مجھے کھانے پہ تل جاتے ہیں۔۔ وہ اپنی نم انکھوں سے اشکبار ہوتے ہوئے بولی۔۔۔

نہیں تم تو ڈول ہو یار پر تمہیں دیکھ کے میں بھول جاتا ہوں کہ میں انسان ہوں وہ یہ کہتا ہوا دوبارہ اس کے ہونٹوں پر جھکا اور اپنے دیے گے زخم کو اپنے ہونٹوں سے چنا...

تم مجھے گھور کے کیوں دیکھ رہی ہو۔۔۔زرا بتانا پسند کرو گی۔۔وہ بے شرموں کی طرح ہنستے ہوئے اس سے پوچھ رہا تھا۔۔

وہ اس پر ابھی بھی جھکا ہوا تھا۔۔۔اور اس کے خیال میں اس کی کوئی غلطی نہ تھی۔۔۔بس میرب بے وجہ کا غصہ کر رہی ہو۔۔۔



!مگر ہنستے ہوئے اس کے گالوں میں گہرے ڈمپل اس کے گھنے سلکی بال ماتھے پر بے ترتیب بکھرے ہوئے۔۔۔جو میرب کو اپنی جانب کھینچ رہے تھے۔۔۔وہ انگلی اس کے دائیں گال کے ڈمپل پر رکھتی ہوئی اپنی بڑی بڑی آنکھیں پھیلائے لبوں پر مدھم شرمیلی مسکراہٹ سمیٹے اسے دیکھنے میں مصروف تھی ۔ تو رومان کا دل یکلخت تیزی سے دھڑکا۔ جب اسے میرب کی انگلی اپنے گال پر محسوس

ہوئی۔۔۔یہ مجھے بہت پیارے لگتے ہیں۔۔۔رومان کے سمجھنے سے پہلے ہی وہ اپنے ہونٹ اس کے رخسار پر رکھ چکی تھی۔۔۔

ماشاءاللہ تو میری بیوی کو یہ اتنے پسند ہے کہ اس نے فوراسے پہلے ہی ان کو چوم لیا۔۔۔رومان کا فل موڈ تھا میرب کو تنگ کرنے کا

بی بی اپ بھی کچھ کم نہیں بس فرق اتنا ہے کہ میں جو ہوں وہ نظر اتا ہوں اور تم۔۔۔اچھا بابا چپ کر جائیں اور مجھے اب جانے دی امی کے کمرے میں وہ مجھے بلا رہی ہیں۔۔۔



کب بلا رہی ہے مجھے تو اواز نہیں ائی ان کی۔۔۔شاہ وہ بلا رہی ہیں مجھے اواز ارہی ہے ان کی۔۔۔اچھا جی میرا خیال میں ان سائیڈ بلا رہی ہوں گی پھر وہ تمہیں۔۔۔ہاں جی یہی سمجھ لیں ہم دونوں ساس بہو میں پیار ہی بہت ہے ہم ایک دوسرے کی اواز سننے کے لیے بلانے کی ضرورت نہیں۔۔۔ایک ادا سے کہتے ہوئے وہ اٹھنے کی ناکام کوشش کرنے لگی۔۔

ششششش!!!اب میں تمہاری آواز نہ سنوں۔ 😗

ورنہ مجھے دوبارہ سختی برتنے میں ایک سیکنڈ نہیں لگے گا۔۔۔۔کہتے ہوئے اس کی شرٹ کو کندھے سے کھسکاتے ہوئے اپنے نرم گرم ہونٹوں کا لمس وہاں چھوڑنے لگا۔۔۔۔۔

ششاہ نوو!!!کیا نو منہ بند کر کے لیٹی رہو۔۔۔یقین کرو جو تم نے مجھے نرمی کا اتنا بڑا لیکچر دیا ہے نا وہ میں سختی میں بدل دوں گا۔۔۔میری جان تمہیں بالکل اچھا نہیں لگے گا تانبیہ نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے



بولا۔۔۔

شاہ میں تو کچھ بول ہی نہیں بس یہ کہہ رہی ہوں لائٹ بند کر دیں۔۔۔۔میرب رومان کی آنکھوں سے واقعی میں ہی

گھبرا گئی تھی اور اسے پتہ تھا اب اس کی مزاحمت کسی کام کے نہیں۔۔۔۔

لائٹ تو آن ہی رہے گی جو تم نے میرا اتنا ٹائم ویسٹ کیا ہے اس کا خمیازہ بھی تو بھگتنا پڑے گا نا تمہیں ۔۔۔

اچھ۔۔۔اچھا۔۔۔دیک۔۔۔دیکھیں نہیں اپ تو اچھے ہیں نا دیکھیں لائٹ اف کر دیں۔۔۔میرا کے شرمانے اور گھبرانے سے اس کے الفاظوں نے بھی اس کا ساتھ چھوڑ دیا۔۔

نہیں میرے جان لائٹ تو اب نہیں بند ہو گی تمہیں شرم ارہی ہیں تم اپنی انکھیں بند کر لو چلو اب منہ بند کر لو ورنہ سچی بہت برا پیش اؤں گا۔۔۔



۔اور دوبارہ اس کے ہونٹوں پر جھکا۔۔۔اور اس کی کمر کے نیچے سے ہاتھ کو کراس کرتے ہوئے اس کی زپ کھولی۔۔۔۔اپنے ہاتھوں کا لمس میرب کی کمر پر بکھیرنے لگا۔۔۔آہستہ آہستہ اس کی قمیض اس کے کندھوں سے سرکنے لگی۔۔۔۔رومان نے اپنے دہکتے لب میرب کے کاندھے پر رکھے۔۔۔ اس کے چہرے کے بدلتے رنگ اور اس کی بڑھتی سانسیں دل پر رکھا ہاتھ دیکھ کر مسکرایا۔۔۔

۔اور آگے بڑھ کے اس کا ہاتھ پیچھے کرتے ہوئے اس کے دل کے مقام پر اپنے ہونٹ ثبت کر چکا تھا۔ آہ۔ وہ سسکی جب رومان نے وہاں اپنے دانت گاڑھے۔۔میرب نے رومان کے بالوں کو اپنے ہاتھوں میں سختی سے پکڑا۔۔۔

۔رومان نے اس کی سسکی پر اپنا سر اٹھا کر اسے دیکھا جو سختی سے آنکھیں بند کیے لیٹی تھی۔۔۔وہ جھکا اور اپنے دانتوں کے نشان پر ہونٹ رکھے۔۔۔۔۔

کچھ تو وہ یوں بھی حسین ہے بہت پر

اس کی گردن سے تھوڑا نیچے کا تل-افففف۔۔۔۔۔

۔شششششاہ میں آپ کا خون کر دوں گی۔۔۔رومان نے ہاتھ بڑھا کر کمرے کے لیمپ کو مدھم کیا۔۔

۔اور پھر وہ خود کو روک نہ سکا۔اس کی نرم جلد پر اپنے ہونٹ رکھے وہ سب بھول گیا۔اس کے نرم گرم ہونٹوں کو کبھی اپنے ہونٹوں کبھی کندھوں اور کبھی اپنے دل پر محسوس کر کے میرب کی دھڑکنیں تیز ہو رہی تھی۔اور رومان اپنے ہونٹوں پر اس کی دھڑکنیں محسوس کر کے مسرور ہو گیا۔۔۔

کمرے میں میرب کی دبی دبی سسکیاں اور تیز سانسیں رومان کو اور بھی بہکا رہی تھی۔

اور آہستہ آہستہ چاند کی روشنی میں ان کی ایک اور محبت کی رات گزرنے لگی۔۔۔۔۔رومان شاہ کی بے لوث شدت والی محبت کو دیکھ کر چاند بھی اپنے بادلوں میں شرماتا ہوا چھپ گیا۔

oooooooo

۔مرہا شاہ میر کے لیے باہر برآمدے میں سیٹ کیے ہوئے چھوٹے سے کچن میں سلنڈر پر چائے بنا رہی تھی جب شاہ میر چینج کر کے آیا۔

۔میری جان یہاں کیا کر رہی ہے شاہ میر نے پاس سے گزرتے ہوئے مرہا کو مصروف پا کر پوچھا۔

۔میر میں آپ کے لیے چائے بنا رہی ہوں۔مرہا نے چائے میں پتی ڈالتے ہوئے میر کی جانب دیکھ کر جواب دیا۔۔

۔تھینک یو میرے کہے بنا میری بیوی کو یہ پتہ تھا کہ مجھے چائے کی طلب ہو رہی ہے شاہ میر نے مسکرا کر مرہا کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

۔جب آپ کو مرہا کے دل کی ہر بات خود سے پتہ چل جاتی ہے تو مجھے کیوں نہیں۔۔اس کی چھوٹے سے کام پر میر کو اس طرح خوش ہوتے دیکھ کر مرہا کو خوشی سے بولی۔۔

۔ہمم !!!!پھر تو تمہیں یہ بھی پتہ ہو گا کہ چائے کے ساتھ مجھے کسی چیز کی بھی بہت شدید طلب ہو رہی ہے خمارانہ انداز سے مسکرا رہا تھا۔

۔مرہا شرما کر لبوں میں مسکراتے ہوئے خود کو چائے بنانے بھی مصروف دکھا رہی تھی۔۔۔

۔میر کی جان اندر آؤ تمہیں شرمانے کا پورا موقع دوں گا۔جلدی آؤ میں ویٹ کر رہا ہوں۔شاہ میر کہتے ہوئے مسکرا کر قدم روم کی جانب بڑھا گیا۔۔۔

○○○○○○○

۔میر آپ کی چائے بن گئی ہے مرہا جب روم میں چائے لے کر آئی تو میر چارپائی پر اوندھے منہ لیٹا ہوا تھا۔اس کا ایک بازو چارپائی سے نیچے لٹک رہا تھا جبکہ دوسرا بازو اس نے تکیے پر رکھ کر اس پر اپنا سر رکھا ہوا تھا۔۔

۔مرہا نے چائے ٹیبل پر رکھ کر میر کو پھر سے آواز دی۔ مگر مرہا نے محسوس کیا کہ میر بہت تیز تیز سانسیں لے رہا ہے اور شاید وہ گہری نیند میں چلا گیا تھا۔

۔اس لیے میر نے کوئی آواز نہیں دی۔ میر !!!!اب کی بار مرہا نے شاہ میر کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر اٹھانا چاہا تو اس کا کچھ دیر پہلے والا شک یقین میں بدل گیا۔ کیونکہ شاہ میر کا پورا جسم بخار میں تپ رہا تھا۔اور وہ تیز تیز سانسیں بخار کی وجہ سے ہی لے رہا تھا۔۔۔

افففف اللہ !!!!!میر کو تو اتنا تیز بخار ہے مرہا فکر مندی سے بولی۔۔۔

مرہا نے جلدی سے شاہ میر کے اوپر کمفرٹر ڈال دیا۔

۔میر بہت گہری نیند میں تھا اس لیے وہ مرہا کی فکر مندی نہیں دیکھ پایا۔ مگر وہ مرہا اس وقت شاہ میر کو لے کر بہت فکر مند اور گھبرائی ہوئی تھی۔

۔اسے اپنے میر کی صحت اور زندگی بے حد عزیز تھی کیسے نہ ہوتی اس کی ذرا سی تکلیف پر اس کا میر تڑپ جاتا تھا۔

۔اور اس وقت وہ بخار میں تپتے ہوئے وجود سے نڈھال پڑا ہوا تھا۔وہ جلدی سے باہر بھاگتے ہوئے قدموں سے گئی اور ایک شیشے کے باؤل میں تازہ پانی لے کر آئی کیونکہ ٹھنڈا موسم تھا اس لیے وہ ہینڈ پمپ سے تازہ پانی لے کر آئی تھی۔

۔مرہا شاہ میر کے بھاری وجود کو تھوڑا سا کھسکا کر بامشکل مگر کروٹ بدلنے میں کامیاب ہو گئی۔۔

۔وہ شاہ میر کے تکیے والی سائیڈ پر ٹانگیں نیچے لٹکا کر چارپائی پر بیٹھ گئی۔۔
۔وہ پٹیوں کو باؤل میں بھگو کر شاہ میر کے ماتھے پر پٹیاں کر رہی تھی تاکہ بخار میں کمی آسکے۔۔۔

۔پورا ایک گھنٹہ وہ لگاتار میر کو پٹیاں کرتی رہی تھی اب جا کر شاہ میر کا جسم تھوڑا ٹھنڈا ہونے لگا بخار کا زور ٹوٹنے لگا تو مرہا نے پٹیاں کرنی بند کر دی۔

۔وہ باؤل میں پٹی کو رکھتے ہوئے اپنے ہاتھوں کو اپنے دوپٹے سے خشک کر کے شاہ میر کے ماتھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے اس کے سر کو آہستہ آہستہ دبانے لگی۔

"میر آپ تو مجھے ہمیشہ بڑے آرام سے بول دیتے ہیں کہ آپ مجھ سے بہت پیار کرتے ہیں۔ آپ ہمیشہ مجھے میری اہمیت کا احساس دلاتے ہیں۔

۔مجھ پر اپنا حق اور پیار بڑی بہادری سے ظاہر کر دیتے ہیں۔ مگر میر آپ کی مرہا بہت کمزور ہے۔



۔آپ کی میرہا آپ کے سوا کچھ بھی نہیں میں آپ کو ہمیشہ بتانا چاہتی ہوں کہ میں بھی آپ سے بہت پیار کرتی ہوں۔ میر آپ میری زندگی ہیں۔ مگر کبھی ہمت ہی نہیں کر پاتی بتانے کی۔۔

۔مرہا شاہ میر کا سر کو دباتے ہوئے شاہ میر کے چہرے کو بڑی محبت اور ناز سے دیکھ رہی تھی۔وہ اس رب کا شکر ادا کر رہی تھی جس نے اس کی قسمت میں شاہ میر جیسا خوبصورت بہادر نیک اور اس سے بے حد محبت کرنے والا شوہر لکھا تھا۔۔۔

۔وہ خود کو روک نہیں پائی۔حالانکہ مرہا نیچر وائز بہت شرمیلی تھی۔مگر اس وقت شاہ میر کو سویا ہوا پا کر مرہا اس کے چہرے پر بے اختیار جھکی اس کے ریشمی بال شاہ میر کے چہرے پر پوری طرح سے پھیل گئے تھے۔۔۔

۔وہ اپنی نازک سی پنکھڑیوں کے اناہی لبوں پر رکھ کر آہستہ سے ٹچ کرتی ہوئی شرما کر پیچھے ہوئی۔۔



میرا دل بند ہوتا ہے یہ سوچ کر کہ اگر آپ میرے نہ ہوتے۔میں آپ کو پا کر بہت خوش قسمت محسوس کرتی ہوں۔آپ وہ ہیں جس سے میں بے حد محبت کرتی ہوں۔

۔مجھے عشق ہے آپ کی رعبدار آواز سے!!!

۔آپ کی ان خوبصورت آنکھوں سے!!

۔آپ کی اس اونچی ناک سے !!

۔آپ کے ان (ہونٹ ہونٹوں کا نام نہ لیتے ہوئے مرہانے ہونٹوں پر اپنی انگلی رکھی۔۔۔۔مجھے آپ کی ہر لمحے ہر دن ضرورت ہے۔

۔جس دن آپکو نہ دیکھوں تو میرا دن خوشگوار نہیں گزرتا۔مائے ہینڈ سم ہسبنڈ۔۔
مجھے آپ کی بیوی ہونے پر فخر ہے۔میں آپ سے بہت۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔پیار کرتی ہوں۔۔۔بہت پر زور دیتے ہوئے کھینچ کر بولی۔۔ I love you 😚!!!!!

وہ سب کچھ سرگوشیوں میں بول رہی تھی۔

ہمم 😚 I love you !!!!!

سچ آج سے پہلے بتایا کیوں نہیں۔شاہ میر نے اچانک آنکھیں کھول مرہا کے ہاتھ کو بڑے پیار سے پکڑ کر اپنے لبوں سے لگایا۔۔

۔اس کی بخار اور نیند سے خماری بھری آنکھیں بے حد خوبصورت لگ رہی تھی۔ بخار کی شدت سے اس کی گہری آنکھوں میں لال ڈورے پڑے اس کی آنکھوں کو اور بھی charming بنا رہے تھے۔

۔مرہا کے اظہار محبت سے اس کے انابی لب گھنی مونچھوں تلے بڑے دلکش انداز سے مسکرا رہے تھے۔۔

۔میر آپ جاگ رہے تھے مرہا اپنے دل کی اتنی ساری باتیں بول گئی تھی کہ اچانک میر کو جاگتے ہوئے دیکھ وہ شرما کر لال ٹماٹر کے جیسی ہو گئی۔۔۔

ہمم !!!!میری جان میں تو تب سے جاگ کر اپنی بیوی کی محبت بھری باتیں سن رہا ہوں۔جب تم میرے سر کو دبا رہی تھی۔

۔شاہ میر کی آنکھ تو تب ہی کھل گئی تھی جب مرہا اس کے ماتھے پر ہاتھ رکھ کر آہستہ آہستہ اس کے سر کو دبا رہی تھی۔۔

۔آخر پولیس والا تھا اتنا غافل تو وہ کبھی بھی نہیں سو سکتا تھا۔جب مرہا پٹیاں کر رہی تھی تب بھی اسے پتہ تھا کہ مرہا اس کی فکر میں ہلکان ہو رہی ہے۔

۔مگر جب بخار کی تپش کم ہوئی اور مرہا اس کے ماتھے پر ہاتھ رکھ کر دباتے ہوئے اپنے دل کی ساری باتیں کر رہی تھی۔

۔وہ جان بوجھ کر آنکھیں موندے ہوئے لیٹا رہا تھا۔کیونکہ وہ مرہا کے دل کی ساری باتیں جاننا چاہتا تھا

۔جو کہ اسے جاگتا ہوا دیکھ تو میرہا کبھی نہیں کہہ سکتی تھی۔۔۔

۔میر آپ بہت تیز ہیں آپ جان بوجھ کر ڈرامہ کر کے سوتے رہے۔اور میں آپ کو سوتا ہوا سمجھ کر ساری باتیں بول رہی تھی۔میرہا شرما کر میر کے پاس سے اٹھتے ہوئے بولی۔۔۔

آہ آہ!!!!! جاتی ہوئی میرہا کو بازو سے کھینچتے کر شاہ میر ہلکے سے جھٹکے سے اپنے اوپر گرا کر اس کی کمر پر اپنے مظبوط بازؤں کا دائرہ کس چکا تھا۔۔۔

۔اب بھاگ کہاں رہی تھی میری جان اگر آج دل کھول کر اپنی محبت کا اظہار کر ہی لیا ہے تو۔مجھے بھی تو انعام دینے کا موقع تو دو۔وہ شرارتی ہو کر مسکرایا۔

۔وہ ایک ہاتھ مرہا
قمر پر رکھے ہوئے دوسرے ہاتھ سے اس کے ریشمی بالوں کو ہٹا رہا تھا۔۔۔

۔مجھے نہیں آپ سے بات کرنی آپ بہت چلاک ہے۔مرہا شرما کر شاہ میر کو خود سے دور کرتی ہوئی جلدی سے کھڑی ہو گئی۔شاہ میر بھی جھٹکے سے چارپائی سے کھڑا ہوا۔

۔اس کی کلائی کو تھام کر اسے واپس کھینچتے ہوئے اپنے قریب کر لیا۔زور سے کلائی کھینچ کر اپنی طرف کرنے سے میرہا سیدھی اس کے مضبوط سینے سے آ کر ٹکرائی۔۔۔

۔میر نے اپنے دونوں ہاتھ اس کی پیٹھ پر باندھے ہوئے تھے۔۔۔میر کی جان میر میر کی پہنچ سے تمہارا دور جانا مشکل ہے۔۔

۔مجھ سے اپنی انمول محبت کا اظہار کر کے میری دل کی تاروں کو چھیڑ کر۔اب بنا اپنی محبت کا جواب لیے۔بیچ میں چھوڑ کر مجھ سے دور جانا ممکن نہیں۔۔

"اگر میر تمہارے لیے سب کچھ ہے تو تم بھی میر کے لیے اس کی جان ہو!!

"میر بھی تمہارے سوا کچھ نہیں!!

"میر کے چلتے ہوئے سانسوں کی ضمانت ہو تم!!

"میر کے لبوں کی ہنسی ہو تم میر کے دل کی دھڑکن ہو تم!!

"میر اور مرہا ملتے ہیں تب جا کر ایک مکمل داستان محبت بنتی ہے۔وہ سرگوشی سے لبوں کو ہلاتا ہوا اس کے کان کی لوں کو اپنے دانتوں تلے دبا گیا۔کان کی لوں پر اس کے دانتوں کی سختی سے مرہا کے منہ سے دبھی سی سسکی نکلی۔۔۔۔

"مرہانے بھی شرماتے ہوئے محبت سے بازو اپنے میر کے گلے میں ڈال دیے۔وہ اپنی محبت کا اظہار جواب اتنا خوبصورت سن کر خود پر رشک کر رہی تھی۔۔

"مرہانے اپنا چہرہ شاہ میر کے سینے پر رکھا ہوا تھا۔شاہ میر نے اپنے لب اس کی کاندھے پر رکھتے ہوئے لبوں کا ہلکا سا لمس دیا۔تو میر ہانے شاہ میر کے گلے میں اپنے بازوؤں کا دائرہ آنکھیں بند کیے ہوئے تنگ کر لیا۔۔

۔شاہ میر کے لمس سے اس کے پورے وجود میں سنسناہٹ سی

دوڑ گئی۔۔۔

"شاہ میر نے اپنے ہاتھ اس کی کمر پر اور بھی کستے ہوئے اسے خود میں ہی چھپالیا۔اس کے مظبوط ہاتھوں کے گرمی سے مرہا کی دھڑکنوں نے شور برپا کر رکھا تھا۔اپنی محبت کا جواب اپنے میر سے اس قدر خوبصورت لفظوں میں سن کر میرہا کی دھڑکنیں مچل کر اپنی ایک الگ ہی دھن تیار کر رہی تھی اپنے میر کی محبت کی دھن میں۔۔۔

۔میر۔۔۔۔میر۔۔۔ ہمم!!!!خماری سے بھری ہوئی گھمبیر آواز میں اس کی گالوں سے اپنے گال رب کرتے ہوے بولا۔۔

"آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔

بہت کم آواز میں میرہا نے شاہ میر کو یاد دلایا وہ اب بھی اس کے سینے سے لگی ہوئی اس کی باہوں کے گھیرے میں قید تھی۔۔۔

"میری طبیعت اب ٹھیک ہے اگر تم چاہو تو اس سے بھی زیادہ ٹھیک ہو سکتی ہے۔ تمہاری محبت بھری باتیں اور تمہارے منہ سے اپنی محبت کا اعتراف سن کر تو میر کی بند سانسیں بھی چلنے لگے۔۔

۔مجھے تو صرف تھوڑا سا بخار تھا۔ اپنے لبوں سے اس کے پورے چہرے پر لمس چھوڑ رہا تھا۔

میر۔۔۔ ہمم!!!! آپ کو آرام کی ضرورت ہے۔ وہ میر کی سخت بیرڈ کی ہلکی ہلکی چھبن کو برداشت کرتے ہوئے اسے آرام کرنے کو کہہ رہی تھی۔۔

"ششششششش!!!!!اس نے نظریں اٹھا کر مرہا کی جانب دیکھا جہاں پر اس کے جذباتوں کا سمندر عروج پر تھا۔۔۔

۔میر کی جان مزاحمتیں مت کھڑی کرو میری محبت کہ اس خوبصورت ٹائم میں۔مجھے محسوس کرو اور خود کو مجھے محسوس کرنے دو۔میری طبیعت ٹھیک ہے اور تمہارے پاس آنے سے مزید ٹھیک ہو جائے گی۔اب میں کوئی بھی مزاحمت نہیں سننا چاہتا۔۔۔

۔اس کی مخملی گالوں سے اپنے سخت بیرڈ والے گالوں کو سختی سے رب کرتے ہوئے اسے مزاحمت کرنے سے منع کیا۔



۔اس کی بیرڈ کی چبھن سے مرہا سی
سی کرتی ہوئی سسک اٹھی تھی۔شاید وہ اپنی سختی سے یہ احساس دلانا چاہتا تھا کہ اگر دوبارہ مزاحمت کی تو اس کی سزا بھی ملے گی۔۔۔

۔مرہا اس کی آنکھوں میں خماری کا جہاں آباد دیکھ کر دوبارہ اس کے سینے میں سر چھپا گئی۔

۔شاہ میر اسے دوبارہ موقع دیے بغیر وہ پھر سے اپنے کام میں مصروف اس کے نازک سی پکڑیاں پر جھک چکا گیا۔۔۔

۔ وہ شدت سے اس کے مخملی ہونٹوں کو چوم رہا تھا۔اس کے لب اب بھی گرم انگارا تھے ۔بخار کی شدت اب بھی اس کے لب پر تھی۔ میرہا کو اپنی مخملی پنکھڑیاں اس کے انابی لبوں کی حدت سے جلتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی مگر وہ اپنے میر کے سکون کے لیے خوشی خوشی اس کی باہوں کی قید میں کھڑی ہوئی تھی۔۔۔



اتنے تیز بخار کے بعد جس شدت سے وہ اس کے لبوں پر اپنے لبوں کے لمس چھوڑ رہا تھا۔مرہا اس کے لمسوں سے دنگ تھی۔۔۔وہ اتنی شدت سے اس کی پنکھڑیوں سے نمی چوس رہا تھا کہ۔میرہا کا سانس مشکل کر رکھا تھا اس نے۔۔

۔وہ اپنا سر پیچھے کر کے سانس لینا چاہتی تھی۔ لیکن شاہ میر نے اس کے سر کے پیچھے رکھے ہوئے اپنے مظبوط ہاتھ سے اپنی گرفت مضبوط کر لی۔۔

۔ہاتھ رکھنے کا سٹائل ایسا تھا جیسے یہ کہنا چاہتا ہو کہ منع کیا تھا نا کہ کوئی مزاحمت مت کرنا۔اب اس کی سزا مل رہی تھی میرہا کو۔وہ سانس لینے کے لیے ہانپنے لگی تھی۔۔۔

لیکن شاہ میر بے رحم بنا اپنی شدت کو پوری ایمانداری سے پوری کر رہا تھا۔ بنا اس کی اکھڑی ہوئی سانسوں کی پرواہ کیے وہ ظالم نہیں تھا۔ مگر اس وقت وہ اپنے جذباتوں کی نشے میں چور بہکا ہوا تھا۔

۔شامیر کے بخار سے درد کرتے ہوئے وجود کو میرہا کی نازک سے سراپے سے بے حد سکون اور سرور مل رہا تھا۔۔



۔وہ خود کو پرسکوں محسوس کر رہا تھا اپنی محبت کی شدتیں اس پر لٹا کر ہر لمحے کے ساتھ وہ زیادہ بہکتا جا رہا تھا۔اپنے لمسوں کی شدت سے وہ میرہا کو سکنے پر مجبور کر رہا تھا۔
اس کے بخار سے تپتے ہوئے لمسوں سے میرا اپنی گردن کو جلتا محسوس کر رہی تھی۔

۔اوپر سے اس کی سخت مردانہ بیرڈ کی چبھن میرہا کو تڑپا رہی تھی۔۔

۔مرہا نے اپنے ہاتھ اس کی کمر پر رکھے ہوئے اس کی شرٹ کو اپنی مٹھیوں میں جکڑا ہوا تھا۔۔

۔وہ پاس پڑی ہوئی پرانے زمانے کی کرسی پر بیٹھ گیا مرہا کو اس نے خود سے الگ نہیں کیا۔اسے اپنی گود میں بٹھاتے ہوئے اس کی گردن پر اپنے لب رکھ کر اپنے نرم اور سلگتے ہوئے ہونٹوں کے لمس اس کی گردن پر چھوڑ رہا تھا۔۔

۔اور مرہا کو پوری طرح سے بے بس کیے ہوئے خود پر چھپائے ہوئے اپنی من مانیا کرتے جا رہا تھا۔۔

۔مرہا کو اپنی کرتی کی بیک سائیڈ سے ڈوریوں کو کھلتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ڈوریوں والی جگہ پر شاہ میر کے سخت انگلیوں کے لمس اس کے پورے وجود
کو کپکپا رہے تھے۔۔

۔اس کی انگلیوں کی سختی سے اس کے پورے جسم میں سنسی پھیلائے ہوئے تھی۔۔اس کی کرتی کو کاندھوں سے سرکر وہاں پر اپنے لب رکھ کر لمس چھوڑ رہا تھا۔۔۔

۔آج اس کے میر کی شدتوں میں ایک جنونیت تھی۔مرہا کی سانسیں تیز ہونے لگی تھی۔کہ وہ دل والے مکان پر اپنے لب رکھتے ہو شدتوں کی بھر مار کر چکا تھا۔۔۔

۔اس کے سینے پر ہاتھ رکھتی ہوئی برہانہ وجود کو لیے کھڑی ہو گئی۔پوری کوشش کے باوجود وہ شاہ میر کے لمسوں کی سہہ نہیں پارہی تھی۔اس کی لمسوں میں آج انگاروں کے جیسی شدت تھی۔۔۔

۔شاہ میر اس کو یوں تڑپ کر کھڑے دیکھ کے انابی لبوں سے مسکرایا۔۔اس نے اپنی شرٹ کے بٹن جھٹکے سے کھولتے ہوئے اتار کر اسی کرسی پر پھینک دیا۔۔۔



۔جہاں سے وہ بھی اٹھ کر کھڑا ہوا تھا میرہا کو جھٹکے سے اٹھا کر چارپائی پر ڈال کر وہ اس کے اوپر گرا اس نے وہی سے شروع کیا جہاں سے میرہا اٹھ کر کھڑی ہوئی تھی۔۔۔

۔لب واپس اس نے اس کے دل والے وہ کام پر رکھ کر اپنے ادھورے کام کو پورا کرتے پھر سے مرہا کو ایک بار سسکنے پر مجبور کر دیا۔۔

۔مرہا اس کے کاندھوں کو زور سے دبائے ہوئے تھی۔شاہ میر کے لب اس کے دل والے مقام سے ہٹنے کا نام نہیں لے رہے۔۔۔

میر۔۔۔مرہا نے آہیں بھرتے ہوئے

میر کا کا نام لیا۔جیسے کہنا چاہتی ہو کہ میر بس کریں میری جان لے کر چھوڑیں گے کیا۔۔



۔مرہا کا سسک کر نام لینا شاہ میر کو اور بھی بہکا رہا تھا۔اس کے پورے وجود پر شامیر کے لمسوں کی بھرمار ہو رہی تھی۔مرہا اس کے ہاتھوں میں پوری طرح سے مچل رہی تھی۔۔۔

۔وہ پوری طرح سے میرہا پر اپنی حکومت دکھا رہا تھا۔ کہیں دانتوں کی سختی، کہیں سلگتے ہوئے انگارے جیسے لبوں کے لمس، تو کہیں اس کی سخت بیرڈ چبن، مرہا کو بے حال کیے ہوئے تھی۔۔۔

۔اپنی محبت اس پر کبھی سختی تو کبھی نرمی سے نچھاور کرتے ہوئے۔وہ اپنی محبت کو اس پر پوری طرح سے حاوی ہو چکا تھا۔۔

۔اس کی عشق والی شدتوں سے مرہا کی سسکیوں میں تیزی ہیں آنے لگی تھیں۔تو وہ دشمن جاں ظالم بنا اس کی سسکیوں کو بھی باہر نہیں آنے نہیں دے رہا تھا۔۔۔

۔اپنے لب اس کی پنکھڑیوں پر رکھتے ہوئے اس کی نازک سی پنکڑیوں کو قید کر گیا۔دبھی دبھی سسکیاں روم میں آرہی تھی۔۔۔

۔اس نے صحیح کہا تھا کہ میر اور میرہا جب ایک ساتھ ملتے ہیں تو یوں محبت کی ایک مکمل داستان پوری ہوتی ہے۔وہ اپنی محبت کے دلکش انداز میں اپنی داستان محبت پوری کرتا جارہا تھا۔۔

"نشہ کیا ہوتا ہے

کبھی یار کے لبوں پہ

لب رکھ کر تو دیکھ"

۔اپنی محبت کی شدتوں سے اسے دوچار کر کے اس کی پنکھڑی کو آزادی بخشتے ہوئے۔

۔اس کی نم آنکھوں کو چومتے ہوئے شاہ میر نے اپنی محبت بھرے لہجے میں یہ اشعار کہے تو۔

۔اس کی شدتوں سے ٹوٹی ہوئی میرہا نے اس کے سینے پر مکے مارتے ہوئے اسکی شدتوں کا جواب دیا ---

۔ہاہاہاہا۔۔وہ اپنے لبوں سے دل کش انداز میں قہقہہ لگا کر ہنساں۔جیسے کہہ رہا ہو کہ پہاڑ کے جیسے مضبوط اے سی پی کو تمہاری نازک کلائیوں سے گدگدی ہو رہی ہے۔۔۔ آج بہت دنوں کے بعد وہ مرہا کہ نازک وجود پر اپنے محبت کی داستان لکھ کر پوری طرح سے خوش تھا۔۔۔

بس کر دو یار ہنس ہنس کر میرے میرے پیٹ میں درد ہو رہا ہے۔۔

۔شزا کے جوکس پر سب ہنس کے نڈھال ہو رہے تھے۔۔۔شیزا ڈاکٹر ہما کے بڑے چچا کی بیٹی تھی۔ اس کا مزاج بہت خوشگوار تھا۔۔وہ جہاں بھی بیٹھتی تو محفل لگ جاتی تھی۔۔۔

۔جیسے وہ اس وقت ارد گرد بیٹھی ہوئی کزنوں کی محفل کی جان بنی ہوئی تھی اور ڈاکٹر ہما کی جان کا عذاب بنی ہوئی تھی۔۔۔۔۔۔۔کیوں کہ اس کے سارے جوکس کا مرکز ہما اور شاہ زیب ہی تھے۔باقی سب مزے لے لے کر اس کی ہاں میں ہاں ملا رہی تھی۔۔

۔ہما کی شامت تو تب آئی جب وہیں پر بیٹھے ہوئے ہما کے نمبر پر شاہ زیب کی کال آ رہی تھی۔سب کی سب کھی کھی کر کے اونچی آواز میں ایک ساتھ ہنسی تھی۔۔جب کہ ہما فون لے کر لوں سے باہر نکل گئی۔۔ اووووووووں!!!!!!سب نے ایک ساتھ اونچی آواز میں جاتی ہوئی ہما کو تنگ کرنے کے لیے چیخیں ماری تھی۔۔۔

!!!!وہ تو خوشبو ہے ہواؤں میں بکھر جائے گا۔مسئلہ پھول کا ہے پھول کدھر جائے گا!!!!

۔جاتے جاتے بھی شزا باز نہیں آئی تھی اونچی آواز میں شعر بول کر ایک

ساتھ تالیاں مارتے ہوئے چیخ رہی تھی۔۔ ہما۔شاہ زیب کا فون آن کر چکی تھی اس لیے اس نے بھی یہ ساری آوازیں سنی تھی۔۔۔

○○○○○○○○○

۔یہ کیسی آوازیں تھی۔شاہ زیب نے فون اٹھاتے ہی سوال کیا حالانکہ وہ سب کچھ سن بھی چکا تھا۔اور اسے پتہ بھی تھا کہ سب کزن اکٹھی ہوئی ہیں اور وہ اس وقت ہما کو تنگ کر رہی ہیں۔۔۔۔

۔کیونکہ کچھ دیر پہلے ہی شاہ زیب کی ہما سے بات ہوئی تھی۔۔ ہما اسے اپنی تمام کزنز کے بارے میں بتا چکی تھی۔۔۔

۔ہما کی محبت اور خوبصورت نیچر نے آخر ڈاکٹر شاہ زیب کے دل میں اپنی جگہ بنالی تھی۔شاہ زیب کے لیے یہ دوراتیں کاٹنی بہت مشکل ہو رہی تھی۔۔اس کا دل ہما کو اپنے پاس کی کی تمنا کرنے لگا تھا۔۔۔

۔اپنے دل کے ہاتھوں سے شاہ زیب تھوڑا تھوڑا مجبور ہونے لگا تھا۔اس لیے اب اس نے دوبارہ سے فون کیا۔۔۔

۔کیا کہہ رہی تھی تمہاری کزنیں؟؟؟

۔کچھ نہیں بس ایسے ہی!!!

۔ایسے ہی کیا!!!!

۔کچھ خاص نہیں تھا!!!!

۔تو پھر بتایئے کیا کہہ رہی تھی اگر خاص نہیں تھا تو پھر بتانے بھی اتنی ہچکچاہٹ کیوں!!!

۔آپ کو پوچھ کر کیا کرنا ہے!!!!

۔آپ کو چھپا کر کیا کرنا ہے !!!!

۔شاہ زیب جان بوجھ کر اس کو تنگ کر رہا تھا کیونکہ اسے ڈاکٹر ہما کی شرمائی ہوئی آواز اچھی لگ رہی تھی اس کی آواز۔وہ اس کی آواز سننا چاہتا تھا اسی لیے بات کو کھینچتے جا رہا تھا۔۔

۔آپ کا نام لے کر تنگ کر رہی تھی ہما میں بہت کم آواز میں بتایا۔۔

۔ہما تم شرما رہی ہو مجھے یقین نہیں آ رہا یار ڈاکٹر ہو کر، اتنا پریکٹیکل سوچنے کے بعد تم شرما سکتی ہو۔شاہ زیب کو سچ مچ یقین نہیں آ رہا تھا۔وہ دبی دبی ہنسی ہنستے ہوئے بولا۔۔

۔شاہ زیب آپ میرا مذاق اڑا رہے ہے۔۔



۔نہیں بالکل نہیں۔۔بس مجھے یقین نہیں آ رہا کہ ڈاکٹر ہو کر تم شرما رہی ہو۔۔

۔تو کہاں لکھا ہے کہ ڈاکٹرز شرما نہیں سکتی۔۔

۔نہیں لکھا تو کہیں نہیں ہے آئی لائک اٹ مجھے اچھا لگا کہ میری ہونے والی بیوی کو شرمانہ بھی آتا ہے۔۔

۔میں نے سنا ہے' کہ بیوی کے شرمانے سے زندگی حسین اور انٹرسٹنگ لگنے لگتی ہے۔۔

۔اچھا جی اور کیا کیا سنا ہے آپ نے۔ ہما کو شاہ زیب کا یوں خود سے بات کرنا بہت اچھا لگ رہا۔ شاہ زیب کی نظروں میں خود کی اہمیت نظر آنے پر ہما پھول نہیں سما پا رہی تھی۔۔

۔بہت کچھ سنا ہے مگر وہ سب بتانے کے لیے تم دو دن کا ویٹ کرو اور میں بھی دو دن کا ویٹ کرتا ہوں۔۔ شاہ زیب نے بات کو کوئی اور رنگ دے دیا تھا۔

۔شاہ زیب مجھے امی بلا رہے ہیں۔ شاہ زیب نے پہلی بار یوں تھوڑا سا بے باک مذاق کیا تو ہما پوری طرح سے شرما گئی۔۔

۔اس نے گھبراتے ہوئے امی کا بہانہ بنا کر فون جلدی سے بند کر دیا۔اور اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر میں دھک دھک کرکے دل کو کنٹرول کرنے لگی تھی۔۔دل کی ڈاکٹر ہو کر اس کا خود ہی دل کیا کرنے والا تھا اسے سمجھ نہیں آرہا تھا۔۔

۔وہ شاہ زیب کا فون بند کر کے واپس روم میں آئی تو سب ہنستے ہوئے ایک دم چپ کر گئی تھی۔۔

کیا باتیں ہو رہی تھی۔۔

۔ہما نے روم میں آتے ہی اپنی کزنز سے پوچھا جو کہ اس کے روم آنے پر چپ کر گئی تھی۔۔۔شاہ زیب کا فون سننے کے لیے وہ کچھ دیر اپنی تمام کزنز جو کہ اس کی شادی میں آئی ہوئی تھی۔۔۔

۔ان کو چھوڑ کر شاہ زیب سے بات کرنے گئی تھی ہما کو پتہ تھا کہ اگر وہ یہاں پر بیٹھ کر بات کرے گی تو یہ لوگ مذاق کر کر کے اس کو شرمندہ کریں گی اس لیے وہ اٹھ کر باہر چلی گئی تھی۔۔۔

۔ہما کو پتہ تھا کہ یہ سب بیٹھ کر اسی پر تبصرے کر رہی تھی جب وہ روم میں آئی تو وہ کسکسمائی سے ہنسی ہستے ہوئے سب چپ کر گئی تھی اسی لیے ہما نے سوال اٹھایا تھا۔۔

۔ڈاکٹر صاحبہ ہم لوگ تو یہ سوچ رہے ہیں کہ تم لوگ اپنے ویڈنگ نائٹ میں کیا باتیں کرو۔۔۔

۔دل کے مریض کو کون سی میڈیسن کی ڈوز کتنی لینی چاہیے۔۔۔۔

۔آپریشن میں کون کون سی چیزیں بہت زیادہ ضروری ہوتی ہیں۔۔۔۔

۔نہیں یار ضروری نہیں ہے کہ
بیچارے اس طرح کی باتیں کریں یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ ڈاکٹر شاہ زیب سرجن صاحب اپنی بیوی کو لو کے سائیڈ فیکس بتائیں۔۔ڈاکٹر ہے نا صرف نقصانات کی ہدایت دے سکتا ہے۔۔

۔یہ ہانیہ اور شزا تھی جو دونوں ڈاکٹر ہما کی چچازات کزنز تھی۔ایک بڑے چچا کی بیٹی اور دوسری چھوٹے چچا کی اس وقت وہ پوری طرح سے ڈاکٹر ہما کی ٹانگ کھینچائی کر رہی تھی۔۔

۔پورے روم میں کزنوں کھی کھی کی آوازیں باہر آرہی تھی ۔۔ڈاکٹر ہما خود کو بہت پریکٹیکل سمجھتی تھی۔ مگر اس وقت وہ بیچاری خود کو اتنا نروس محسوس کر رہی تھی۔۔۔

۔اس سے کوئی جواب ہی نہیں بن پا رہا تھا جو وہ ان کا منہ بند کروانے کے لیے دیتی۔۔

۔ایک چپ کرتی تو دوسری شروع ہو جاتی تھی انہوں نے تو آج جیسے قسم کھار کھی تھی کہ ہما مذاق کر کر کے رلا کر ہی چھوڑیں گی۔۔

۔شرم کرو یار کیسے بیچاری کو تنگ کر رہی ہو۔یہ مزلفہ باجی تھی۔۔۔جو ہما کی پھوپھو کی بیٹی کی جو عمر میں ان سب سے بڑی تھی۔وہ اپنے بیٹے کو دودھ کی بوتل ہلا کر دیتے ہوئے۔ہما کی سائیڈ پر بول رہی تھی۔۔۔



۔مزلفہ باجی ہم تو ان کی ویڈنگ نائٹ ڈسکس کر رہے ہیں۔ہم ہما کو تنگ نہیں کر رہے بلکہ ہم تو سوچ رہے ہیں۔

۔یہ آپس میں بات کیا کریں گے۔۔۔ صرف میڈیسن اور آپریشن کے علاوہ تو ان کے پاس بات کرنے کے لیے مدعا ہی نہیں ہو گا۔۔۔۔ہم تو اس کی ہیلپ کر رہے ہیں۔۔۔۔ شیزا معصوم شکل بنا کر اپنی صفائی بیان کر رہی تھی اس کے سٹائل پر سب کو ہنسی آگئی تھی۔۔۔

۔ویسے ڈاکٹر صاحب اس وقت کون سے لو کے سائیڈ فیکس بتا رہے تھے آپ کو آپ ہمیں۔ بھی بتانا پسند کریں گی ڈاکٹر صاحبہ۔۔

۔اب تم سب لوگ چپ کر جاؤ میں سچ میں تم سب کو بہت ماروں گی بد تمیز۔۔اس نے مجھے کچھ ضروری ہاسپٹل کے بارے میں بات کرنے کے لیے فون کیا تھا۔ہما نے ان کے مذاقوں سے بچنے کے لیے بہانہ بنایا۔۔

۔اووووووو۔۔۔کون سی ضروری بات ذرا ہمیں بھی تو پتہ چلے۔۔۔۔۔

۔ہانیہ نے جلدی سے پوچھنا ضروری سمجھا تھا۔۔۔

۔چلو بھائی سب بچے فوراً سے ڈائننگ ٹیبل پر پہنچو۔کھانا تیار ہے۔اس سے پہلے کہ وہ ہما کی مذاق کر کے اور بھی کھلی

اڑاتی۔۔ہما کی امی کھانے پر سب کو بلانے آگئ تو ہما نے شکر کا کلمہ پڑھا تھا۔۔

○○○○○○○○○○

۔رومان شاہ کافی دیر سے میرب سے بات کرنا چاہ رہا تھا مگر آفس میں ایک سے بعد ایک کام نکلتا ہی جا رہا تھا۔

۔آج صبح سے میرب کا بھی کوئی فون نہیں آیا تھا۔اور ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ رومان شاہ اپنے بزی شیڈول میں سے میرب کے فون کے لیے وقت نہ نکال پائے۔۔



۔مگر آج کام کافی زیادہ ہونے کی وجہ سے رومان شاہ کتنی بار نمبر ملاتے ملاتے رہ گیا۔

۔رومان شاہ کو کہیں نہ کہیں غصہ بھی تھا کہ اگر اس کا ٹائم آج نہیں لگا تو میرب نے اسے فون کیوں نہیں کیا اور وہی غصہ دلاور خان جو کہ رومان شاہ کا اسسٹنٹ تھا اس پر نکلا۔۔۔

۔دلاور خان۔۔۔۔۔جی سر۔۔۔۔اب کوئی بھی فائل سائن کروانے کے لیے اگر تم میرے کیبن میں آئے تو تمہاری خیریت نہیں ۔۔۔اور جتنی بھی آج کی میٹنگز ہیں سب کو پوسٹ پون کر دو ۔۔۔۔رومان شاہ کی آج بہت دنوں کے بعد غصے والی آواز دلاور خان کو سننے کو ملی تو۔۔۔یس سر کے علاوہ اس کے منہ سے کوئی الفاظ نکل ہی نہیں سکا تھا۔۔۔۔اس سے پہلے کہ دلاور خان کچھ پوچھنے کی ہمت کرتا رومان شاہ ٹک کر کے انٹرکام بند کر چکا تھا۔۔۔

۔اپنے سامنے ٹیبل پر رکھے ہوئے فون کو رومان شاہ نے گھور کر دیکھتے ہوئے اٹھایا۔۔۔۔کچھ دیر فون کو ہاتھ میں لیے کرسی کو ادھر ادھر گول گھماتا رہا اسے میرب سے بات کرنی تھی۔کیونکہ اس کا دل بہت بے چین تھا اس کی صبح سے میرب سے بات نہ ہو سکی تھی۔۔۔



۔مگر میرب نے اسے صبح سے یاد نہیں کیا یہ بات بھی رومان شاہ کو ہضم نہیں ہو رہی تھی۔کچھ دیر معصوم فون کو بلا فضول میں اپنی آنکھوں کی حدت دیتے ہوئے دیکھتا رہا۔اس کے بعد میرب کا نمبر ڈائل کرنے لگا ٹانگ پر ٹانگ رکھے ہوئے فون کان سے لگا کر تیسری بار میرب کا نمبر ڈائل کر رہا تھا۔

پوری پوری رنگ ہونے کے بعد بھی میرب نے فون نہیں اٹھایا رومان شاہ کے غصے کو اور بھی طیش دلا گیا۔۔

۔چوتھی بار نمبر ڈائل کرتے ہوئے رومان شاہ کا پارہ فل ہائی تھا اس سے پہلے کے رومان شاہ اپنی کرسی سے اٹھ کر اپنی گاڑی کا رخ کرتے ہوئے گھر کی رہہ پکڑتا۔

۔کہ میرب نے فون ریسیو کر لیا۔اس کی آواز سے رومان شاہ کے دل نے اتنے غصے میں بھی ایک بیٹ مس کی۔۔

۔کہاں تھی تم میرب کے فون اٹھاتے ہی رومان شاہ کی گرجدار آواز میرب کے کانوں سے ٹکرائی۔ میرب نے فون تھوڑا پیچھے کرتے ہوئے شہادت کی انگلی کان میں ڈال کر توبہ کرنے والے انداز سے کان کو بند کیا۔۔۔

۔میرب جواب دو گی کہ تم کہاں تھی میرب کی آواز نہ پاکر رومان شاہ نے دوبارہ سے اس سے والی آواز سے پوچھا۔

۔شاہ میں چھت پر تھی بڑے پر سکون اور آرام سے جواب دیا گیا۔شاہ کی محبت نے میرب کو کافی سر پہ چڑھا رکھا تھا اب وہ شاہ سے ڈرتی کم تھی۔۔۔

۔بتانا پسند کرو گی کہ اوپر تم کیا کر رہی تھی۔۔

۔شاہ بہت دن ہو گئے تھے میں نے نہ پرندوں کو دانہ ڈالا اور نہ ہی میں ان کو ملنے گئی تھی۔ آج میں نے پرندوں کو دانہ بھی کھلایا ہے اور ان سے خوب ساری باتیں بھی کی۔ اور اپنا فون میں ڈائننگ ٹیبل پر بھول گئی تھی۔اس لیے فون نہیں اٹھایا۔۔۔۔۔

۔بڑی ایمانداری اور سچائی سے میرب نے اپنی بات رومان شاہ تک پہنچائی بنا یہ جانے کہ شاہ اس کے لیے کس قدر پوزیسو ہے اور اس کا شاہ اس بات سے جیلس بھی ہو سکتا ہے۔۔۔

۔ٹائم دیکھا ہے تم نے صبح سے لے کے ابھی تک تمہیں میری یاد نہیں آئی مگر تمہیں یہ یاد تھا کہ اتنے دنوں سے تمہاری ان جانوروں سے پرندوں سے بات نہیں ہوئی۔۔۔ صبح سے مجھے ٹائم نہیں ملا کہ میں

تم سے بات کر سکتا اور تم میں بھی ذرا احساس نہیں تھا کہ تم خود سے مجھے فون کر کے بات کر لیتی۔ میں نے کہا پتہ نہیں میڈم بہت بزی ہوں گی۔

۔ مگر ماشاءاللہ تم تو پرندوں کی سیوا میں لگی ہوئی تھی۔۔ آج کے بعد اگر میں نے تمہیں چھت پر جاتے ہوئے دیکھا۔۔ یا پرندوں کے اس پر بھی دیکھا تو میرب آج کے بعد تمہاری ٹانگیں سلامت نہیں رہیں گی۔۔۔ جن پر چل کر تم چھت پر جا کر اپنی پیار کی چونچ ان پرندوں سے لڑاؤ۔۔۔۔

۔ حد ہے شاہ اب آپ ان بے زبان پرندوں سے بھی جیلس ہوں گے شاہ کے کی بات پر میرب کو ہنسی آرہی تھی جس کو وہ روک نہیں پائی اور وہ کیکھی کر کے ہنسنے لگی تھی۔۔



۔ تمہاری یہ جو کھی کھی ہے نا اس کو میں آ کر بند کرتا ہوں۔ دو گھنٹوں کے اندر میں گھر پہنچ رہا ہوں۔ ایک تو شاہ زیب کے مہندی کے فنکشن کے لیے تیار ہو جاؤ۔ اور دوسرا تیار رہنا یہ جو آج تم نے پیار کے پیچھے جا کے پرندوں سے لڑائے ہیں نا اس کی سزا میں تمہیں آ کر دیتا ہوں۔۔

۔اس سے پہلے کہ میرب رومان شاہ کی بات کو سیریس لیتے ہوئے جواب دیتی رومان شاہ ٹک کر کے فون بند کر چکا تھا میرب تو بند فون کو دیکھتی رہ گئی تھی۔

ooooooooo

۔نیچے چلو اماں تمہیں ناشتے پر بلا رہی ہے احمر نے مہک سے آکر کہا تھا۔اس سے پہلے بھی نوکرانی آکر مہک کو روم میں ناشتے کا کہہ کر گئی تھی۔ مگر مہک نے انکار کر دیا۔ جس پر احمر ناشتے کی ٹیبل سے شرمندہ ہوتا ہوا اٹھ کر خود اسے لینے آیا۔۔۔

۔وہ اب بھی آرام سے بیڈ پر لیٹی ہوئی موبائل کو یوز کر رہی تھی۔اور احمر کی بات پر اس نے ناگواری سے دیکھتے ہوئے کوئی جواب دینا ضروری نہیں سمجھا۔۔۔

۔مہک میں تم سے بات کر رہا ہوں۔۔۔۔اس کے ہاتھ سے فون پکڑ کر سائیڈ ٹیبل پر رکھتے ہوئے احمر نے اپنے غصے کو ضبط کرتے ہوئے اسے کہا۔۔

۔پلیز مجھ سے یہ گھر کی بہو ہونے والے فرائض انجام نہیں دیے جاتے۔ تمہارے اور میرے رشتے کی حقیقت تم بہت اچھی طرح سے جانتے ہو اور جا کر اپنی ماں کو بھی بتا دو۔۔اس کے ہاتھ سے فون لینے پر وہ غصے سے بیڈ پر اٹھ کر بیٹھ گئی۔۔۔

۔پہلی بات تو گھر کے بہو ہونے والے کون سے فرائض تم سے انجام دلوائے جا رہے ہیں۔ صرف تمہیں نیچے آکر اماں کے ساتھ ناشتہ کرنے کے لیے کہا ہے۔۔۔

اس میں ایسی کون سی محنت کرنی پڑے گی جس کے لیے تم یہ فضول کی ضد لگا کر بیٹھی ہوئی ہو۔۔۔۔ اور دوسرا تمہارے اور میرے رشتے کی جو بھی حقیقت ہے مہک اگر وہ کمرے سے باہر گئی تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔۔۔۔ اماں کے سامنے تمیز سے پیش آنا۔ میں ان مردوں میں سے نہیں ہوں جو یہ کہوں کہ تم میری پابند ہو مگر ہماری باتیں ہماری حد تک رہیں تو اچھا ہے۔۔۔۔

۔اٹھو اور چل کر نیچے ناشتہ کرو وہ اس کی کلائی سے پکڑ کر اسے بیڈ سے اٹھاتے ہوئے بولا۔۔

۔مجھے نیچے ناشتہ کرنے نہیں جانا مجھے کوئی شوق نہیں ہے۔گھر کی بہو بننے کا اپنے ہاتھ کو جھٹک کر احمر کے ہاتھ سے چھڑاتے ہوئے نظر گھما کر بیٹھ گئی۔۔۔

۔مہک بس کرو اس سے زیادہ صبر میں نہیں دکھا سکتا۔تم اس گھر کی بہو ہو انکار مجھ سے منسوب ہونے سے پہلے کرتی تو ٹھیک تھا۔۔۔ اب تمہارے پاس کوئی چارہ نہیں چپ چاپ میرے ساتھ نیچے

چلو۔۔۔ ہر بات پر ضد کرنا خود پر فرض مت سمجھا کرو مہک۔۔ اس طرح رشتے خراب ہو جاتے ہیں ۔وہ اب بھی اس کو سمجھانے والے لہجے سے بول رہا تھا۔۔۔

۔میں تمہاری پابند نہیں ہوں اتنی سی بات تمہاری سمجھ کیوں نہیں آتی۔۔۔

۔تم میری پابند ہو یہ بات تمہاری الٹی کھوپڑی میں کیوں نہیں آتی اب کی بار وہ بھی چلایا تھا۔۔۔
احمر نے غصے سے اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچ کر اس کو بیڈ سے کھڑا کیا تھا۔۔

۔تمہیں کیا لگتا ہے کہ تم ہر بات پر میرے ساتھ زبردستی کرو گے اور میں چپ چاپ برداشت کرتی رہوں گی وہ چلاتے ہوئے بولی۔۔۔میں آج کی زمانے کی پڑھی لکھی لڑکی ہوں اپنے حقوق اچھی طرح سے جانتی ہوں۔وہ احمر کو انگلی دکھاتے ہوئے بولی۔۔

۔۔ آواز نیچے رکھ کر بات کرو۔ زبان کھولنے سے پہلے یہ یاد رکھا کرو کہ میں شوہر ہوں تمہارا۔اور میں تمہارے ساتھ ہر طرح کی زبردستی کرنے کا حق رکھتا ہوں۔۔۔

۔صرف اس صورت میں جب تم اس طرح بد تمیزی کرنے پر اتر آؤ گی۔اگر بیوی بن کر تمیز کے دائرے میں رہو گی تو۔میری محبت تمہارے لئے ہے پوری دنیا کی خوشیاں لا کر تمہارے قدموں میں رکھ دوں گا۔اور اگر بد تمیزی پر اترو گی تو اچھی طرح سے واقف ہو کہ میں بھی حدوں کو توڑنا جانتا ہوں اور یہ میں نے تم سے ہی سیکھا ہے۔۔۔۔

۔جب تم بیوی ہو کر حقوق اور فرائض کی حدودیں توڑ سکتی ہو، تو میں شوہر ہو کر نے حق اور حقوق حاصل کرنے کے لیے سرحدیں توڑ سکتا ہوں۔۔

۔اگر میں اس دھمکی کے بعد بھی نیچے نہ جاؤں تو۔۔۔



۔تو ٹھیک ہے۔پھر مجھے برداشت کرنے کے لیے تیار رہنا۔اگر تم ایک اور رات میرے ساتھ محبت بھری گزارنا چاہتا ہوں تو ٹھیک ہے۔کیونکہ جب جب تم میری حکم ادولی۔کرو گی تو۔میرے پاس بھی جو حق ہے۔میں بھی اسی کو استعمال کرتے ہوئے تمہاری جان کو مشکل کروں گا۔۔۔۔

۔مہک نے کھا جانے والی نظروں سے احمر کی جانب دیکھا تھا۔بہت ہی بے شرم ہو۔۔۔۔

!!تھوڑا مومن ہوں، تھوڑا منافق ہوں

میں بھی حالات کے مطابق ہوں!!

۔غصے سے اس کے آگے آگے پاؤں پٹکتی ہوئی روم سے باہر آگئی۔ جس کا مطلب تھا کہ اس کی شدتوں برداشت کرنے سے اچھا تھا کہ وہ جاکر ٹیبل پر گرم گرم ناشتہ کرلیتی۔۔۔احمر کی آخری دھمکی کام کر جانے پر وہ اپنے لبوں میں مسکراتا ہوا۔ اپنی پینٹ کی پاکٹ میں ہاتھ ڈال کر اس کے پیچھے پیچھے چلتے ہوئے بولا

!!!میری جان فرق بہت ہے تمہاری اور ہماری تعلیم میں۔۔تم نے اُستادوں سے سیکھا ہے اور ہم نے حالاتوں سے!!!

وہ جان بوجھ کر اس کے پیچھے پیچھے چلتا ہوا اسے اپنے لفظوں سے ٹارچر کر رہا تھا۔۔۔

۔بڑا آیا شاعر کی اولاد منہ میں اونچی آواز سے بڑبڑاتے ہوئے پاؤں پٹختی ہوئی سیڑھیاں اتر کر نیچے جا رہی تھی۔۔۔

۔جب کہ اسے اس طرح چڑ تا ہوا دیکھ وہ ہنستا ہوا اس کے پیچھے پیچھے آ رہا تھا۔۔۔

oooooooo

!!مجھے پیار دو مجھ پیار دو

دل بے قرار مجھے پیار دو!!

۔تمہیں پیار کیسے دوں اپنا سارا پیار تم جا کر ان پرندوں پر ویسٹ کر کے آئی ہو۔۔

۔اچانک سے رومان شاہ کی آواز سن کر میرب نے چونک کر دیکھا۔۔رومان شاہ پتا نہیں کب دبے قدموں میں روم میں آیا تھا۔۔۔

۔میرب مصروف انداز میں تیار ہو کر کھڑی ہوئی خود کو آئینے میں دیکھ کر آج بہت دنوں کے بعد ایک بالی وڈ کا سونگ گنگنا رہی تھی۔۔اس وقت رومان شاہ روم کا دروازہ کھولتے ہوئے روم کے اندر داخل ہوئے۔۔

افففف۔۔۔شاہ آپ تو قسم سے ڈرا کر جان ہی نکال دیتے ہیں۔۔ایسے کوئی اچانک چوروں کی طرح روم میں آتا ہے۔۔

۔میرب نے جب گھبر اکر پلٹتے ہوئے رومان شاہ کی جانب دیکھا تو اس کے ہاتھ میں پکڑی ہوئی لپسٹک نیچے لگ گئی تھی۔۔۔

۔جان تو تمہاری ابھی میں نے نکالنی ہے۔اپنے کوٹ کو صوفے پر پھینکتے ہوئے۔دو ہی قدموں میں فاصلہ طے کر کے اس کی قریب آیا۔۔

۔اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر جھٹکے سے اپنے قریب کیا جو اس وقت سر اپہ قیامت بنی ہوتی۔۔

۔پنک اور ریلو کلر کی میکسی پہنے ہوئے تھی۔۔جس پر بے حد خوبصورت اور نفیس ہینڈ امبر ائڈری کا کام کیا ہوا تھا۔۔

۔ساتھ میں میچنگ بڑے بڑے جھمکے جو اس کی گالوں کو چھوتے ہوئے شاہ کے دل کو بے قرار کر کے دھڑکنے پر مجبور کر رہے تھے۔۔

۔بالوں کو سٹریٹ کر کے کمر پر کھلا چھوڑا ہوا تھا۔۔

۔ہائی ہیل پہن کر ہائٹ شاہ کے لبوں کے برابر کر رکھی تھی۔۔

۔ہاتھوں کی ہتھیلیاں مہندی سے رچی ہوئی تھی۔۔

۔موٹی موٹی آنکھوں پر لگا ہوا لائنر اور مسکارا افففف شاہ تو اس کی آنکھوں میں ڈوبنے لگا تھا۔۔

۔اس کے سر کے پیچھے ہاتھ رکھتے ہوئے بنا اسے سنبھلنے کا موقع دیئے اس کی پنکھڑیوں پر اپنے آتشی لب رکھ کر ان کو پوری طرح سے اپنی قید میں لے گیا تھا۔۔



۔آیا تو وہ کسی اور موڈ میں تھا اسے تو اس وقت میرب پر کافی غصہ تھا۔۔اپنا فون نہ اٹھانے اور چھت پر جا کر اسٹریلین طوطوں پر جا کر اپنا پیار نچھاور کرنے پر۔۔۔

۔مگر یہاں تو نظارہ ہی بدل گیا تھا میرب کو دیکھ کر شاہ کا غصہ تو ہوا میں اڑ چکا تھا وہ الگ بات تھی کہ وہ اس وقت میرب کی سانسوں کو تنگ کیے ہوئے کھڑا تھا۔۔

۔اس کو سانس لینے کے لیے پوری طرح سے تڑپا رہا تھا۔شاید یہ بھی اس کا سزا دینے کا ایک طریقہ ہی تھا۔۔۔اپنی من مانی کر کے پیچھے ہٹا تو میرب کا منہ غصے سے پھول چکا تھا۔۔

۔کیونکہ اس کی لپسٹک کا شاہ حشر نشر کر چکا تھا۔۔میرب نے کھا جانے والی نظروں سے شاہ کی جانب دیکھا کیونکہ میرب کے خوبصورت لپسٹک شیڈ جو اس نے ٹائم لگا کر دو تین کلر ملا کر بنایا تھا۔۔۔

۔وہ سب اس وقت شاہ کے اتنشی لبوں پر جا چکی تھی۔میرب کو میٹ لپسٹک پسند نہیں تھی۔اس لیے وہ میٹ لپسٹک کم ہی لگاتی تھی۔اور گلوسی لپسٹک کا شاہ نے پوری طرح بیڑا کر دیا تھا۔۔۔

۔کچھ تو میرب کے خود کی پکڑیوں کی سائیڈوں پر تھی۔باقی کی شاہ کے لبوں پر شاہ بھی اپنے ہونٹوں کا حشر سامنے مرر کے اندر دیکھ کر ہنسا تھا۔۔

۔شاہ۔۔۔۔ یہ آپ نے یہ کیا میری ساری لپسٹک آپ نے خراب کر دی۔پتہ ہے آپ کو پچھلے آدھے گھنٹے سے میں نے اتنے سارے شیڈ میں لا کر یہ والا شیڈ بنایا تھا۔۔۔

وہ غصے سے احتجاج کرتے ہوئے بولی۔۔۔

۔چپ چاپ کھڑی رہو آج جو تم نے میرے حصے کا ٹائم جا کے اوپر پرندوں کو دیا ہے نا یہ اسی کی سزا ہے ۔شکر کرو اتنے میں تمہاری جان چھوٹ گئی ہے ورنہ میں تو بہت کچھ سوچ کر آیا تھا۔تمہاری سزا کے لیے۔۔۔



۔کیا کرنے والے تھے کیا پرندوں سے پیار کرنا کوئی جرم ہے۔میرب کو اس وقت کا بہت غصہ تھا اس لیے اس نے تڑک سے جواب دیا۔۔۔

۔ہاں سوائے اپنے شاہ کے تم پر کسی سے بھی پیار کرنا جرم ہے۔۔

۔اور صبح تمہارے سب پرندوں کی اگر میں نے منڈیاں مروڑ کر چیل کوؤں کے آگے نہ ڈالا نا تو پھر نہیں کہنا۔۔۔

۔نہیں شاہ پلیز ان معصوموں کو کچھ مت کرنا میں آج کے بعد ان کے پاس نہیں جاؤں گی۔۔۔۔

۔میرب نے جلدی سے ان کی زندگی کی بھیک مانگتے ہوئے شاہ کی بات مان لی تھی۔۔۔کیونکہ اسے پتہ تھا کہ شاہ جیلسی اور غصے میں کچھ بھی کر سکتا ہے۔اس سے پہلے کہ شاہ سچ میں ان کی گردنے مروڑتا۔۔ یا ان کو ایسے ہی کھلے آسمان میں اڑا دیتا میرب نے ہار ماننے میں ہی اپنی عافیت سمجھی تھی۔۔

۔۔۔ہممم۔۔گڈ۔۔شاہ نے اسے شاباشی دی تھی اپنی بات ماننے پر۔۔۔

۔اب میں اپنی لپسٹک کا کیا کروں میرب نے اپنے ہونٹوں کا حشر واپس ڈریسنگ مرر میں دیکھتے ہوئے غصے سے پوچھا۔۔

۔لو جو تمہاری لپسٹک میرے ہونٹوں پر آگئی ہے، میں اس کو میں واپس لگا دیتا ہوں۔۔ شاہ واپس میرب کے قریب ہوتے ہوئے بولا۔۔۔

۔۔۔شش۔۔۔۔۔شاہ۔۔پلیز آپ مجھ پر مہربانی نہ کریں میں دوبارہ سے لگالوں گی اور جلدی سے پیچھے ہٹتے ہوئے بولی۔۔



۔وہ واپس سے شاہ کو اپنی سانسوں کو روکنے کی کوشش کرتے ہوئے دیکھ کر۔ چلاتے ہوئے پیچھے ہٹی تھی۔۔۔۔۔ہاہاہا

۔شاہ کا قہقہہ پورے روم میں گونج اٹھا۔۔میرب کی جان کو بنتے ہوئے دیکھ کر میرب جب اس کے لمسو سے سانسوں کے لیے تڑپتی تھی۔۔۔۔

۔شاہ کو اس وقت اس کی حالت دیکھ کر بہت محظوظ ہونا بہت اچھا لگتا تھا۔۔

۔وہ میرب کوئی یوں ہی ہر بار سانسوں کے لیے تڑپاتا ہے تھا۔۔ اسی لیے میرب شاہ کے اس کس والے سٹائل سے بہت تنگ تھی۔۔۔ مگر شاہ کا یہ سب سے فیورٹ کام تھا جس وہ بہت شوق سے جب بھی وقت ملتا سر انجام دینا شروع کر دیتا۔۔۔۔۔۔

۔ادھر آؤ میں تمہارے لیے کچھ لایا ہوں کوٹ کے پاس رکھے ہوئے اخبار میں ریپ کیے ہوئی گجرے نکالے اور بڑے پیار سے میرب کی دونوں کلائیوں میں ڈال دیے۔۔۔شاہ آپ کو یاد تھا کہ مجھے گجرے بہت پسند ہے۔۔۔

۔میرب سب کچھ بھلا کر بڑی محبت سے پوچھا تھا۔۔۔جان شاہ مجھے تمہاری ہر بات یاد ہوتی ہے ۔۔۔بس تم ہی مجھے اپنی خوبصورت پنکڑیوں کے لیے ترساتی رہتی ہو۔۔۔۔۔۔۔

۔شاہ کی اب بھی وہی ٹون تھی۔۔۔

شاہ آپ کا کچھ نہیں ہو سکتا آپ ایک دن مجھے کھا بھی جائیں گے نا پھر بھی کہیں گے کہ میں کم پڑ گئی تھی۔۔۔۔

۔جا کر چپ چاپ تیار ہوں ہم شاہ زیب بھائی کی مہندی کے لیے لیٹ ہو رہے ہیں۔۔۔۔

۔شاہ کی کمر پر ہاتھ رکھ کر دھکیلتی ہوئی واش روم تک چھوڑ کر آئی تھی۔۔۔۔میرب میں تو کہتا ہوں کہ لپسٹک تو خراب ہو گئی ہے۔۔۔

۔آجاؤ دوبارہ سے فریش ہو کر تیار ہو جانا شاہ نے واش روم سے آواز دی تھی۔۔

۔شاہ چپ کر کے فریش ہوں۔ورنہ میں باہر سے آپ کو لاک کر دوں گی۔۔۔

۔میرب نے ہنستے ہوئے دھمکی دی۔۔۔۔

۔ظالم بیوی شوہر کو تھوڑے تھوڑے پیار کے لیے اتنا ترساتی ہو ایک بار پھر سے اس نے اندر سے آواز دی۔۔۔

۔کل رات جو اتنا پیار کیا تھا وہ کہاں۔۔

وہ تو رات گئی اور بات گئی۔۔۔۔

۔شاہ آپ کو پتہ ہے آپ بہت بڑے بھکڑ ہیں اپنے پیار کے معاملے میں آپ کا پیٹ کبھی نہیں بھر سکتا۔۔۔

۔تم کوشش کر کے تو دیکھو ہو سکتا ہے میری نیت تھوڑی بہت بھر جائے۔۔۔

۔تیار ہو کر نیچے آجایئے گا میں کچھ دیر امی جان کے پاس جا رہی ہوں۔۔۔مجھے ایسی کوشش کرنے کا کوئی شوق نہیں ہے۔۔۔

۔اگر تم میرے آنے سے پہلے نیچے گئی نا تو سوچ لو۔۔۔لپسٹک دوبارہ سے بھی لگانی پڑ سکتی ہے۔۔۔



۔رومان شاہ میرب کو دھمکی دے کر آرام سے فریش ہو رہا تھا۔اسے پتہ تھا اب میرب نیچے جانے کے بارے میں تو بالکل نہیں سوچے گی۔۔۔۔

,oooooooooo

۔رومان شاہ ٹاول سے سر پونچھتے ہوئے روم میں آیا تو میرب سامنے ہی کھڑی ہوئی اپنی لپسٹک کو دوبارہ سے ریفریش کر کے لگا چکی تھی۔ہونٹوں کو ایک دوسرے سے ملاتے ہوئے ڈریسنگ کے مرر میں دیکھ کر لپسٹک کو بالکل ٹھیک کر رہی تھی۔۔۔

۔میرب کو اپنے میک اپ میں سب سے زیادہ لپسٹک پسند تھی اس لیے وہ لپسٹک لگانے پر بہت محنت کرتی اور بار بار اسے مرر میں دیکھ کر خود ہی اوکے اور نو اوکے کا سائن دیتی رہتی۔۔جو کہ وہ اس وقت بھی کر رہی تھی۔۔۔

۔یہ جو تم اپنے ہونٹوں کو ایک دوسرے سے کسیاں کر کر کے لپسٹک ٹھیک کرتی ہو۔۔۔۔۔اگر یہ تم مجھ سے کروالو تو میں بھی خوش اور تمہارا کام بھی ہو جائے گا۔۔۔۔۔ٹاول کو گلے میں ڈالے ہوئے واش روم سے نکل کر میرب پر جو نظر پڑی۔۔۔اپنی میرب کو دیکھ کر ہمیشہ بھکنے والا رومان شاہ جس ٹون میں واش روم کے اندر گیا۔۔۔اسی رومینٹک ٹون میں ہی باہر آتے ہی میرب کے پیٹ پر ہاتھ باندھے پشت اس کی اپنی چھاتی سے لگا کر سامنے مرر میں دیکھتے ہوئے۔اس کی لپسٹک میں اس کی ہیلپ کرنے کا طریقہ اسے بتا رہا تھا۔۔۔

۔شاہ میں اپنے ہونٹوں کو کسیاں

نہیں کرتی میں اپنی لپسٹک ٹھیک کر رہی تھی۔۔ رومان شاہ کے جوک پر میرب شرمندہ سی ہوتے ہوئے مسکرادی۔۔۔

۔ہاں تو میں بھی تو یہی بول رہا ہوں کہ تمہیں میرے ہوتے ہوئے خود سے محنت کرنے کی کیا ضرورت ہے۔۔۔۔لاؤ میں لپسٹک ٹھیک کر دیتا ہوں۔۔

۔اس کی ٹھوڑی پر ہاتھ رکھتے ہوئے اس کا چہرہ تھوڑا سا پیچھے کی جانب گھما کر اپنے لب اس کی پنکھڑیوں پر رکھتے ہوئے اپنے ارادے میں کامیاب ہونے ہی والا تھا۔ کہ میرب نے چلاکی سے اسے پیچھے دھکیل کر خود کی لپسٹک کی حفاظت کی۔۔



۔جان شاہ تم بہت چالاک ہو گئی ہو واپس آؤ۔شاہ انگلی کا اشارہ کرتے ہوئے اسے واپس اپنے پاس بلا رہا تھا۔۔۔

۔گلے میں ٹاول ڈالے ہوئے کسرتی سینے پر پانی کی بوندیں اور افففف اس کے ماتھے پر بکھرے ہوئے اس کے ڈاک براؤن گیلے بال دشمن جاں عام سی حالت میں بھی قہر ہی ڈھاتا تھا۔۔۔

۔وہ اس وقت اتنا جاذب نظر لگ رہا تھا اگر میرب کو اپنی لپسٹک کا خیال نہ ہوتا تو وہ کبھی بھی اس وقت اپنے شاہ سے دور ہونے کا سوچ نہ سوچتی ہے۔ مگر اسے پتہ تھا کہ نزدیک ہونے کا مطلب ہے کہ شاہ بنا اس کی محنت کا خیال کیے اس کی لپسٹک کا بیڑا غرق کر دے گا۔۔

۔اس لیے میرب شاہ کی پکڑ سے بھاگ کر دور جا کر کھڑی ہوئی بچ جانے پر مسکرا رہی تھی۔۔

۔نو نو۔۔شاہ پلیز اب نہیں۔۔ آپ تیار ہو جائیں میں نے بہت مشکل سے واپس لپسٹک کے شیڈ ڈھونڈ کر اتنی محنت سے اپنی لپسٹک ٹھیک کی ہے۔۔۔



۔میرب شاہ کے اٹھتے ہوئے قدم اپنی جانب دیکھ کر ہاتھ کے اشارے سے منت گو انداز سے بول رہی تھی۔۔۔

۔جان شاہ میری عادت نہیں ہے یوں ہر کسی پہ مر مٹنے کی۔پر تجھے دیکھ کر دل تو مجھے نے سوچنے تک کی مہلت بھی نہیں دیتا میں کیا کروں۔۔۔

۔وہ قدم بڑھاتا ہوا امیرب کی جانب آ رہا تھا اور میرب اپن دونوں ے ہاتھ اپنی پنکڑیوں پر رکھے ہوئے دیوار سے لگی نفی میں سر کو ہلا رہی تھی۔۔۔

۔اسے صرف اس وقت شاہ سے اپنی لپسٹک بچانی تھی اب دیکھتے ہیں کہ میرب کس حد تک کامیاب ہوتی ہے۔۔۔

۔جان شاہ بہت غلط بات ہے صرف دل کا حقدار بنایا تھا تمہیں۔۔

۔حد ہو گئی تم نے تو جان بھی لے لی ہے میری۔اب ان اداؤں سے اپنے شاہ کو مارنے کا ارادہ ہے

۔دیوار پر اس کے دونوں جانب ہاتھ رکھے ہوئے اسے گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے لب اس کے ماتھے پر عقیدت سے رکھ کر واپس سیدھا ہو گیا۔۔۔

۔ہاتھ ہٹاؤ مجھے لپسٹک کا کلر دیکھنا ہے۔

۔شاپ پلیز اب اگر آپ نے میری لپسٹک خراب کی تو میں سچ میں دوبارہ سے ٹھیک نہیں کروں گی اسی حالت میں آپ کے ساتھ جاؤں گی۔۔۔۔

۔میرب نے اپنے ہاتھ ہٹاتے ہوئے شاہ کو دھمکی دی کیونکہ اس سے بھی پتہ تھا کہ ہاتھ تو اسے ہر صورت میں ہٹانے پڑیں گے۔۔۔

۔اس کا شاہ جب کسی ضد پر اڑ جائے تو جب تک وہ ضد کو پورا نہیں کر لے اس سے سکون نہیں ملتا۔۔

۔ہمم!!!! لائک اٹ اپنے شاہ کو دھمکی دے رہی ہو۔۔اس کے لپسٹک سے سجے ہوئے ہونٹوں کو دیکھ شاہ کا دل سچ میں پھر سے بے ایمان تو ہو رہا تھا۔۔۔

۔مگر یہ بھی سچ تھا کہ اس وقت میرب کی رو دینے والی شکل کو دیکھ کر شاہ اپنے آوارا دل کو سمجھانے کی پوری کوشش کر رہا تھا۔۔۔

۔اب شاہ اس میں کس حد تک کامیاب ہوتا ہے دیکھ لیتے ہیں۔۔۔

۔ایک شرط پر تمہارے لپسٹک کو مجھ سے بچایا جا سکتا ہے دونوں ہاتھ دیوار پر رکھے ہوئے مسکرے انداز سے بولا۔۔شاہ میں آپ کی نا کوئی بھی شرط نہیں ماننے والی۔۔

۔میرب کو پتہ تھا کہ اس شاہ کی شرطیں بہت کڑی ہوتی ہیں اس لیے اس نے فوراً سے پہلے ہی منع کر دیا۔۔

۔تو ٹھیک ہے پھر میں ابھی جو کرنا چاہتا ہوں وہ مجھے کرنے دو۔شاہ اس کے چہرے پر جھکنے لگا۔۔۔



۔اوووووووووو!!!!!میرب خود کو بچانے کے لیے شاہ کے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے منہ سے بچانے آوازیں نکالنے لگی تھی۔۔

۔ایسے کر کے تم خود کو بچالو گے اگر تمہیں ایسا لگتا ہے تو میری جان بہت غلط لگتا ہے۔۔ تمہارے پاس دو ہی راستے ہے۔۔۔

۔یا تو ابھی مجھے میری من پسند کس دے دو۔۔ یا پھر میری شرط مان لو وہ میرب کی حالت دیکھ وہ محظوظ ہو کر اسے تنگ کرنے پر تلا ہوا تھا۔۔۔ حالانکہ وہ مہندی کے ریسپشن میں جانے کے لیے لیٹ ہو رہے تھے۔۔۔۔

۔ مگر شاہ کو اس وقت میرب کو تنگ کرنا تھا اور جب وہ ایسے موڈ میں ہوتا تو پھر اسے کسی چیز کی پرواہ نہیں ہوتی تھی۔۔

۔اوکے ڈن آپ کی جو بھی شرط ہے آپ وہ مجھے ریسپشن سے واپس آکر بتانا میں پوری کر دوں گی۔ مگر اس وقت پلیز شاہ آپ تیار ہو جائیں ورنہ میں رونے لگوں گی اور میرا سارا میک اپ خراب ہو جائے گا۔۔۔

۔سوچ لو اگر تم اس شرط سے مکری تو نتائج کی ذمہ دار تم خود ہو گئی۔۔ میرب کی حالت اس وقت اس نے اپنی دھمکیوں سے قابل رحم کر رکھی تھی۔۔ جسے دیکھ کر شاہ کا دل اس وقت شاہ کا دل اش کر رہا تھا۔۔

۔شاہ نہیں مکرو گی ،پلیز تیار ہو جائیں نہ میں بہت ایکسائٹڈ ہوں مہندی کی ریسپشن میں جانے کے لیے۔۔۔

۔اوکے ڈن چلو آؤ مجھے ریڈی کرواؤ۔ پیچھے ہٹتے ہوئے بھی شاہ نے اپنے لب اس کی پنکھڑیوں سے ٹچ کرتے ہوئے اپنے دل کی بے قراری کو تھوڑا سا راحت بخشنے کی پوری کوشش کی تھی میرب نفی سے سر کو ہلاتے ہوئے رہ گئی۔۔۔



۔سارا جرم اے مخلص اکھیاں دا

جہناں ظالم سجن پسند کیتے!!!!

ساڈی جان نو سولی اتے ٹنگ

او کہندے اساں ظلم کیتے!!!

۔اففف۔۔شاہ۔۔ آپ کی خالص پنجابی میرے پلے بالکل نہیں پڑتی پتہ نہیں آپ کیا کیا بول جاتے ہیں۔۔

۔جان شاہ جب آپ کے شاہ کی محبت حد سے زیادہ بڑھنے لگتی ہے۔تو پھر شاہ کو چس صرف اپنی زبان میں ہی اپنی محبت کا اظہار کرنے میں آتا ہے۔تو اب تم کوشش کرو کہ تم اپنے شاہ کی پنجابی تھوڑی بہت سیکھ ہی لو۔۔

۔وہ اس کے کاندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے بڑی محبت بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے بولا۔۔۔



۔شاہ پنجابی بہت مشکل ہے مجھے اس کے ورڈز سمجھ میں نہیں آتے میرب نے منہ بسورتے ہوئے کہا ۔۔۔۔۔

۔تو ٹھیک ہے پھر شاہ کی فیلنگ اس کی زبان میں سمجھنے کی کوشش کر لیا کرو۔وہ تو سمجھ میں آتی ہے میری چلاک بیوی کو۔وہ نیچے جھک کر گال پر اپنے لب رکھ کر پھر سے محبت کی ایک مہر ثبت کر گیا تھا۔۔

oooooooooo

اس کو اٹھا لے یہ صرف میری جان کھانے کے لیے رکھا ہوا ہے۔۔احمر باہر گارڈن میں بیٹھا ہوا تھا جب مہک فون لے کر آگ بھگولا ہو کر باہر آئی تھی۔

۔کیونکہ اس کا فون کب سے بج رہا تھا جس پر شاہ زیب کی کال آرہی رہی تھی۔اور مہک کو احمر گھر کے اندر کہیں نظر نہیں آیا تو وہ ڈھونڈتے ہوئے۔وہ باہر گارڈن میں آئی تھی۔اور اس کے خیال سے اس وقت اس نے بہت مشقت بھرا کام کیا تھا جس کی وجہ سے وہ آگ بن کر احمر پر برس رہی تھی۔۔۔



۔بے بی تمہاری جان کھانے کے لیے میں کافی ہوں میں اس طرح کی ذمہ داریاں میں ان بے جان چیزوں پر نہیں ڈالتا۔۔

۔یہ ذمہ داری تو میں بہت اچھی طرح سے نبھا سکتا ہوں۔۔۔

۔احمر پر خاک بھی مہک کے غصے کا اثر نہیں ہوا تھا۔اب تو مہک کا یوں بات بات پر تلملانا احمر کو مزہ دینے لگا تھا۔۔

ابھی تو وہ مہک اور بھی تنگ کرنے کے موڈ میں تھا۔۔۔

۔مگر شاہ زیب کی آتی ہوئی کال کو سننے کے لیے وہ فون آن کر چکا تھا جبکہ مہک احمر کی جانب گھورتے ہوئے پاؤں پٹختی واپس چلی گئی۔۔

۔جی جناب ڈاکٹر صاحب آج اپنی مہندی والے دن اپنی ہونے والی بیوی کو کال کرنے کے بجائے اس غریب یار کی یاد کیسے آگئی۔احمر نے فون کال اٹھاتے ہی اپنا مست جوک چھوڑا شاہ زیب کے لیے۔۔۔



۔کیونکہ میرے یار غریب نہیں بے غیرت ہے۔اگر غریب ہوتے تو کوئی بات نہیں تھی۔تم دونوں کو اتنی شرم نہیں ہے کہ مہندی کے ریسپشن میں مہمانوں کی طرح نہیں آؤ بلکہ تم لوگو کو ٹائم پر پہنچ جانا چاہیے تھا۔

۔تم دونوں کو مگر تم دونوں اس وقت اپنی بیویوں کے پلو میں بندھے ہوئے اپنے گھروں پر بیٹھے ہو اور لعنت ہے تم دونوں کی یاری پر۔۔۔

۔اور اب تم دونوں کو آنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔دفع ہو اپنے اپنے گھروں پر رہو۔۔۔صرف میری دونوں بھابھیوں کو بھیج دو تم دونوں کی مجھے کوئی ضرورت نہیں ہے۔۔

۔شاہ زیب جو اس وقت ان کے لیٹ ہونے پر غصے سے بھرا ہوا تھا احمر کے جوک پر اس نے اپنی ساری بھڑاس اسی پر نکال دی۔۔۔



۔بس یار کچھ دیر میں نکل رہے ہیں کیوں منہ سے آگ کے گولے برسا رہے ہو۔منہ سے اتنی آگ مت برساؤ کہ ہماری ہونے والی بیچاری بھابھی بھی ڈر جائیں۔۔۔احمر کو احساس تھا کہ وہ لوگ لیٹ ہو کر شاہ زیب کے غصے کو بھڑکا چکے ہیں مگر اس وقت وہ اسے کول کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔۔۔

۔میں اس وقت بالکل مذاق کے موڈ میں نہیں ہوں تم مہک بھابھی کو تیار کر کے بھیج دو۔۔۔۔میں ذرا دوسرے کی خبر لے لوں اور تم دونوں مت آنا اگر آئے تو میں ٹانگیں توڑ دوں گا۔۔۔۔

۔شاہ زیب بہت کم غصے میں آتا تھا اس وقت وہ سچ میں غصے میں بول کر ٹک سے فون بند کر چکا تھا۔۔

۔شاہ زیب کو اس قدر غصے میں دیکھ کر احمر فوراً سے لان سے اٹھتا ہوا روم کی جانب جا رہا تھا۔۔۔ کیونکہ اسے اندازہ تھا کہ معاملہ کافی سنگین ہو گیا شاہ زیب کو سچ میں دونوں پر بہت غصہ ہے جو کہ ہونا بھی چاہیے تھا۔۔۔

oooooooo

سر آپ سے گاؤں کے کسان ملنا چاہتے ہیں کانسٹیبل علی نے آکر شاہ میر کو بتایا جو اس وقت ایک ضروری فائل لیپ ٹاپ پر چیک کر رہا تھا۔۔۔

۔ہمم بھیج دو۔۔۔۔شاہ میر حالانکہ اس وقت بہت ہی ضروری فائل چیک کر رہا تھا۔مگر اس کے لیے غریبوں کی ہمدردی اور ان کو سپیشل فیل کروانے سے زیادہ کچھ بھی ضروری نہیں تھا۔شاہ میر غریب

لوگوں کو تحفظ اور احترام دینے والا ایماندار پولیس آفیسر تھا۔۔۔ اس نے فوراً سے لیپ ٹاپ بند کرتے ہوئے کسانوں کو اندر بلانے کو کہا کانسٹیبل سلوٹ مارتے ہوئے باہر نکل گیا۔۔

۔سلام صاحب جی۔۔۔ سلام صاحب جی۔۔۔ سب کسانوں نے باری باری

شاہ میر سے ہاتھ ملاتے ہوئے مودبانہ انداز سے سلام کہا۔۔شاہ میر نے سب کو باعزت طریقے سے کرسیوں پر بیٹھنے کو کہا۔

۔ٹھیک ہو آپ سب لوگ کوئی مسئلہ تو نہیں۔۔۔۔

۔ صاحب جی آپ کے آنے سے سب مسئلے حل ہو گئے نے اللہ توانوں سلامت رکھے۔تواڈے ہوندیاں سانوں کوئی مسئلہ نہیں۔۔۔۔۔کسان بہت خوش تھے۔اور ان کی خوشی ان سب کے چہروں پر نظر آرہی تھی۔۔۔

۔وہ سب کسان اے سی پی شاہ میر اور اس کی بیوی کو گاؤں میں ہونے والے سالانہ میلے میں شرکت کے لیے مدعو کرنے آئے تھے۔۔۔

۔شاہ میر نے ان کا دل رکھنے کے لیے ہامی بھر لی کیونکہ شاہ میر کو پرسنل مرہا کو اس طرح کے فنکشنز میں لے کر جانا پسند نہیں تھا۔ مگر یہاں بات گاؤں والوں کا دل رکھنے کی تھی۔ تو اس نے آرام سے حامی بھر لی اور آنے کا وعدہ کر لیا۔۔

۔کسان شاہ میر آنے کا سن کر بہت خوشی خوشی سلام کر کے جا چکے تھے۔۔شاہ میر واپس لیپ ٹوپ پر اپنی فائنل چیک کرنے لگ گیا۔۔

oooooooooo

۔اماں آپ تیار ہیں تو میں گاڑی نکلواؤں جی بیٹا میں تو بالکل تیار ہوں تم جا کر بہو بیگم کو دیکھو کہ وہ تیار ہے کہ نہیں۔احمر کی ماں اپنے کاندھوں پر وائٹ دوپٹہ اوڑ رہی تھی۔۔



۔جی جی اماں میں مہک کو لے کر آرہا ہوں۔وہ اپنی اماں سے کہہ کر اپنے روم کی جانب چل دیا۔۔۔

ooooooooo

۔احمر روم کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا تو مہک تیار ہو کر اپنا والٹ اٹھا رہی تھی۔۔۔

۔تم یہ کپڑے پہن کر تم میرے ساتھ نہیں چل سکتی۔احمر نے ناگواری سے مہک پر نظریں ڈالتے ہوئے کہا جو اس وقت چوڑی دار پجامے کے ساتھ گھٹنوں سے اوپر سلیو لیس کرتی پہن کر ایک کاندھے پر دوپٹہ ڈال کر کھڑی ہوئی تھی۔۔۔

۔اس کی ٹائٹ کرتی سے اس کا سراپہ واضح نظر آرہا تھا۔احمر کو دیکھتے ہی مہک پر بہت غصہ آیا تھا۔جو اس نے اس طرح کی چیپ ڈریسنگ کرر کھی تھی۔۔

۔کیوں کیا پرابلم ہے میری ڈریسنگ میں کیوں میں ایسے تمہارے ساتھ نہیں جا سکتی مہک خود کو شیشے میں نہارتے ہوئے بولی۔۔



۔کتنی خوبصورت لگ رہی ہوں ۔اور پلیز یہ جاہل مردوں کی طرح میرے کپڑوں پر تنقید مت کرنا۔۔۔

۔جو اپنی بیوی کے اس طرح کے لباس پر تنقید کرتے ہیں وہ جاہل نہیں۔غیرت مند ہوتے ہیں۔اور میں اتنا بے غیرت نہیں کہ تمہیں اس طرح کی ڈریسنگ کروا کر نمائش کے لیے لے جاؤں۔۔۔

۔اور مجھ سے یہ تو تو کر کے بات کرنا بند کرو شوہر تمہارا تمیز کے دائرے میں رہا کرو۔۔

۔ڈیپ گلے اور سلیو لیس تنگ کرتی کو دیکھ کر تو احمر کی غصے سے نسیں تن گئی تھی۔۔احمر کی جگہ کوئی بھی غیرت مند شوہر ہوتا تو شاید وہ اسی طرح ری ایکٹ کرتا۔۔۔

۔کیونکہ مہک کے کپڑے واقعی نا زیب لگ رہے تھے۔سلیو لیس کرتی ڈیپ کلا فل فٹنگ جو اس کے انگ انگ کو نمایاں کر رہی تھی۔اور نیچے پہنا ہوا چوڑی دار پجامہ جو اس کی ٹانگوں کی نمائش کر رہا تھا۔۔ اس کی ڈریسنگ بالکل بھی کسی شریف گھرانے کی عورتوں جیسی نہیں تھی۔۔



۔دیکھو تم۔۔۔آپ۔۔۔آج کے بعد مجھے آپ کہہ کر مخاطب کرنا۔ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا اس کی بات کو بیچ میں کاٹتے ہوئے اس کی کلائی کو مروڑتے ہوئے اس کی کمر پر رکھ کر پن کرتے ہوئے بولا۔۔

۔اس کے غصے سے لال آنکھیں اور دانتوں تلے چبا چبا کر بولتے ہوئے لفظوں سے مہک کو خوف سا محسوس ہونے لگا تھا۔۔

۔احمر نے اتنی سختی سے اس کی کلائی مروڑ کر پیچھے کی جانب کمر پر پن کی تھی۔مہ اس کی آنکھوں سے آنسوں نکل آئے تھے اس کی کلائی میں شدید درد ہو رہا تھا۔۔

۔تم نے مجھ سے نکاح صرف مجھے اس طرح بات بات پر ٹارچر کرنے کے لیے کیا ہے۔۔ کلائی کو چھڑانے کی بے جا کوشش کرتے ہوئے جی پلکوں سے بولی۔۔

۔نکاح تو تمہیں عزت اور پیار سے رکھنے کے لیے کیا ہے۔اور اب بھی تم سے پیار ہی کرنا چاہتا ہوں۔ مگر تمہیں میرا پیار راس کہاں آتا ہے۔تم مجھے جان بوجھ کر اس طرح کے موقع فراہم کرتی ہو کہ میں تمہارے ساتھ اس طرح کا گندا بیہیویئر رکھو۔۔۔۔

۔اس کی بھیگی پلکوں سے پھسل کر اس کی گالوں پر آتے ہوئے آنسوں کو دیکھ کر احمر نے اس کی کلائی پر اپنی گرفت ڈھیلی کرتے ہوئے چھوڑ دیا۔



۔سوری۔۔۔اس کے گالوں پر آئے ہوئے آنسوں کو نرمی سے اپنی ہاتھوں سے پونچھتے ہوئے احمر نے اسے سوری کہا۔۔ مگر اس وقت احمر کی توقع کی خلاف مہک نے کوئی بھی بدتمیزی والا جملہ نہیں کہا۔۔۔۔

۔جا کر چینج کرو پلیز مہک آج کے بعد اس طرح کی ڈریسنگ مت کرنا مجھے بالکل پسند نہیں ہے اس طرح کے کپڑے احمر نے نرمی سے اسے سمجھایا۔۔

۔مہک سر کو ہلاتے ہوئے کبڑ سے اپنے لیے تین چار ڈریسز نکال کر لے کر آئی اور بیڈ پر رکھ دیے۔۔

۔احمر نے حیرانی سے مہک کی جانب دیکھا تھا کیونکہ یہ تو کوئی معجزہ تھا کہ وہ چپ چاپ ڈریس چینج کرنے کے لیے بھی
مان گئی۔اور ڈریسز بیڈ پر لا کر اشارے سے پوچھا کہ ان میں سے کون سی پہنے۔۔۔

۔مجھ سے پوچھ رہی ہو کہ میں ڈریس سلیکٹ کروں۔احمر نے حیرانی سے مہک کی جانب دیکھتے ہوئے پوچھا کہ اسے کوئی غلط فہمی تو نہیں ہو گئی۔۔۔

۔ہاں کیونکہ مجھے نہیں پتہ کہ تمہیں کس طرح کے ڈریس۔۔ آپ کو کس طرح کی ڈریسنگ پسند ہے ۔۔مہک احمر کی آپ والی بات کو سیریس لیتے ہوئے خود ہی تم سے آپ پر آ گئی تھی۔۔۔

۔اور پلیز آپ وہاں رسپشن پر میرے ساتھ اس طرح کا بیہیو مت کرنا میری بھی کوئی عزت ہے۔۔۔

۔ہائے۔۔۔ صدقے جاؤں میں ۔یار اگر تم اتنے پیار سے میری بات مان جاؤ تو میں تو اکیلے میں بھی تمہارے ساتھ اس طرح کا بہیو کبھی نہ کروں۔۔۔

۔احمر نے مسکراتے ہوئے اس کے کمر پر ہاتھ رکھ کر اسے تھوڑا خود کے قریب کر کے اس کے چہرے پر ایک محبت بھری نظر ڈالتے ہوئے کہا تھا۔۔۔

۔اور مجھے یہ والی ڈریس بہت اچھی لگ رہی ہے مجھے لگتا ہے میری بیوی یہ پہن کر بہت خوبصورت لگے گی۔خوبصورت تو میری بیوی پہلے سے بہت ہے۔۔۔۔

۔ایک گرین کلر کی لونگ فراک جس پر گولڈن کلر کا خوبصورت اور نفیس کام تھا دامن اور بازوں پر کیا ہوا تھا۔۔۔اس پر ہاتھ رکھتے ہوئے احمر نے اسے پہننے کو کہا تھا۔۔۔

۔مہک ڈریس اٹھا کر واش روم میں بند ہو چکی تھی۔۔ جبکہ احمر اس بیہیویئر پر ہے حیران تھا اور خوش بھی۔احمر کو خود بھی مہک سے اس طرح کا بیہیو کرتے ہوئے اچھا نہیں لگتا تھا۔۔

۔مگر مہک اسے مجبور کر دیتی تھی مگر مہک کا یہ تھوڑا سا بدلاؤ بھی احمر کو بے حد خوشی دے رہا تھا۔اسے امید تھی کے ایک روشنی نظر آنے لگی تھی کہ شاید مہک بہت جلد بدل جائے گی اور اس کے پیار میں لگنے لگے گی۔۔۔اب یہ امید تھی یا وہم یہ تو وقت ہی بتائے گا۔۔

ooooooo

ویلکم بھابھی۔۔ویلکم امی جان۔۔۔میرب اور رومان کی ماں کا شاہ زیب نے ویلکم بہت خوش دلی سے کیا تھا۔جبکہ رومان کو اس طرح سے نظر انداز کیا جیسے وہ منظر عام پر اسے نظر ہی نہ آ رہا ہو۔۔





۔تھوڑا دوری پر کھڑا ہوا احمر رومان شاہ کی حالت دیکھ کر ہنس رہا تھا۔کیونکہ شاہ زیب نے اس کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا تھا ویلکم صرف احمر کی اماں اور مہک کا کیا گیا تھا۔۔۔

۔یار اس کا پارہ تو کافی ہائی ہے۔شاہ زیب میرب اور امی جان لے کر چلا گیا تھا رومان شاہ وہیں اس کا منہ تکتے رہ گیا تھا کہ یہ کیا کر کے گیا ہے۔۔

۔یار اس کا پارہ تو کافی ہائی ہے۔۔رومان شاہ نے احمر کے پاس آکر کہا۔

۔ہاں جی میرے ساتھ بھی یہی سلوک ہوا ہے۔استقبال صرف اس نے اپنی بھابی اور اماں جی کا کیا ہے مجھے یوہی دروازے پر چھوڑ کر کمینہ چلا گیا تھا۔میں تو خود ہی ڈھیٹھوں کی طرح اندر آیا ہوں۔۔۔

۔ویسے کمینہ خوبصورت لگ رہا ہے رومان شاہ نے اسے اسٹیج پر ہما کے ساتھ بیٹھے ہوئے دیکھ کر کمنٹ پاس کیا تھا۔فل کاٹن کا وائٹ کلر کا سوٹ جس پر گرین کلر کی ہما کے ساتھ میچ کرتی ہوئی واسکٹ پہن رکھی تھی۔۔۔۔

۔ساتھ میں بیٹھی ہوئی ہما بھی بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔فل گرین کلر کا شرارہ اور کرتی پہنے ہوئے ہاتھوں میں گیندیں اور گلاب کے پھولوں کے گجرے پہنے ہوئے تھے۔۔۔

۔پھولوں سے بنی ہوئی جولری میں وہ خود بھی ایک پھول ہی لگ رہی تھی۔۔بالکل لائٹ میک اپ میں اس کا گورا رنگ بے حد کھلا کھلا شفاف لگ رہا تھا۔

۔دونوں کی جوڑی بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔ ہر ایک سے دوسرا بندہ یہی کمنٹ پاس کر رہا تھا۔۔

۔چل ہمارا تو یار ہے اس لیے اسے منانا تو پڑے گا۔۔ اور اس کی ناراضگی جائز ہے ہم دونوں لیٹ تو واقع ہی ہو گئے ہیں۔۔

احمر نے غلطی کو تسلیم کرتے ہوئے رومان شاہ سے کہا دونوں سٹیج کی جانب چل دیے۔

oooooooo

۔کیسی ہو مہک۔۔۔ مہک جو میرب کو جان بوجھ کر نظر انداز کر رہی تھی۔ میرب نے خود سے پہل کرتے ہوئے مہک کا حال چال پوچھا۔

۔بالکل ٹھیک اللہ کا شکر ہے اتنا پیار کرنے والا شوہر ملا ہے۔۔۔ مہک نے اوور اکسائٹمنٹ میں میرب کے اگلے سوال پوچھے بنا ہی خود سے ہی سب کچھ بیان کر دیا۔۔۔شاید وہ میرب کو یہ دکھانا چاہتی تھی کہ وہ اپنے گھر میں بہت خوش ہے اور احمر اسے بہت پیار کرتا ہے۔۔

۔مہک یہ تو بہت اچھی بات ہے کہ تم احمر بھائی کے ساتھ بہت خوش ہو اللہ تعالی تمہیں خوشی رکھے۔۔۔

۔مہک اسے کیسے بتاتی کہ وہ احمر کے ساتھ خوش رہنا چاہتی ہے۔ مگر رومان شاہ کی محبت اسے سکون نہیں لینے دیتی۔ وہ جب بھی اپنا ایک قدم احمر کی جانب بڑھاتی ہے اس نے جو رومان شاہ سے ٹوٹ کر محبت کی وہ راستے میں حائل ہو کر اسے آگے بڑھنے نہیں دیتی۔۔۔

۔جیسے وہ اس وقت بھی گھر سے احمر کے ساتھ یہ سوچ کر آئی تھی۔ کہ وہ سب کو اپنے بیچ میں سب کچھ نارمل ہی دکھائے گی۔ مگر یہاں پر جیسے ہی اس کی نظر رومان شاہ پر پڑی مہک کا دل اس کی طرف ہی مائل ہو رہا تھا۔۔ جو اس وقت فل بلیک سوٹ پہنے ہوئے مارنے کی حد تک خوبصورت لگ رہا تھا۔

۔فل بلیک سوٹ میں اس کا دمکتا ہوا گورا گلابی چہرہ کالے بادلوں میں چودہویں کا چاند لگ رہا تھا۔ ظالم کہ گال پر گہرے ڈمپل جو اس کی گہری بیرڈ کے باوجود بھی ذرا سے مسکرانے پر صاف نظر آتے تھے

۔۔۔۔۔

۔پتہ نہیں مہندی کی پوری رسم میں اس نے اپنی نظریں کتنی زبردستی سے رومان شاہ پر پڑنے سے روک رکھیں تھی۔۔۔

۔مہک اب دل سے یہ چاہتی تھی کہ رومان شاہ کو وہ اس نظر سے نہ دیکھے۔کیونکہ احمر اس کا شوہر تھا اور اتنا تو وہ جانتی تھی کہ اب اس کا رومان شاہ کو یوں دیکھنا غلط ہے۔۔۔مہک لاکھ بری سہی مگر بدکردار کبھی نہیں تھی۔۔

۔مگر دیکھنے والے ایسے دیکھے بینا نہیں رہ سکتے تھے۔مہک کا تو اس کے ساتھ ایک دل والا کنکشن تھا۔ یہاں پر تو ان نون لڑکیاں اس پر ایک نظر ڈالے بنا نہیں رہ پا رہی تھی۔۔۔



۔کیونکہ اس کی پرسنلٹی ہی اتنی جذب نظر تھی۔کہ کمزور دل والوں کی جان تک نکالنے کا ہوز رکھتا تھا۔۔

۔مہندی کی رسم کو دھوم دھام سے نبھاتے ہوئے فنکشن اپنے اختتام کو پہنچنے لگا تھا۔ اب کھانے کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔ مگر شاہ زیب اب بھی اتنا منہ پھلائے ہوئے بیٹھا تھا۔۔۔

۔روماں شاہ اور احمر نے بڑی مشکل سے منت و سماج کر کے اسے راضی کیا تھا مگر شکر ہے کہ ان کی صلح ہو چکی تھی۔ اب سب لوگ اپنی گاڑیوں کی طرف آنے لگے تھے ہال خالی ہونے لگا تھا۔۔۔

۔احمر اور شاہ زیب بھی اپنی فیملیز کے ساتھ اپنی اپنی گاڑیوں میں روانہ ہو گئے تھے۔۔۔

oooooooooo

۔شاہ میر مرہا کو لے کر میلے میں آیا جہاں پر گاؤں والوں نے بہت اچھا انتظام کیا ہوا تھا۔۔ گاؤں والے بہت خوش تھے شاہ میر اور مرہا کو میلے میں دیکھ کر۔۔۔

۔ایک سائیڈ پر جھولے لگے ہوئے تھے جہاں پر گاؤں کے بچے اور لڑکیاں بہت انجوائے کر رہے تھے ۔۔۔پاس ہی مشین سے کٹر کٹر کی آتی آواز جہاں پر آئس کریم والا بنا رہا تھا۔۔۔بچے اس کے ارد گرد کھڑے اپنی باری کا انتظار کر رہے تھے۔۔۔۔

۔میرہا شاہ میر کا ہاتھ پکڑے ہوئے بہت دلچسپی سے سب کچھ دیکھ رہی تھی۔مرہا نے کاندھے پر چادر ڈال رکھی تھی اور سر پر اپنی سوٹ کے ساتھ کا باریک دوپٹہ سکارف کی صورت میں لپیٹا ہوا تھا۔شاہ میر کو اس کا یوں خود کو کور کر کے نکلنا بہت اچھا لگتا تھا۔

۔گاؤں والوں نے اے سی پی صاحب کو ان کی بیوی کے ساتھ گھومنے پھرنے کی فل آزادی دے رکھی تھی۔وہ ان کے پیچھے پیچھے نہیں گھوم رہے تھے۔۔۔

۔بلکہ شامیر مرہا کو لے کر آرام سے میلا دکھا رہا تھا۔مرہا کے چہرے پر خوشی دیکھ کر شامیر کو اچھا لگ رہا تھا کہ وہ یہاں



پر کافی انجوائے کر رہی تھی۔۔۔

"میر۔۔۔

"ہمم---

مجھے بھی جھولوں میں بیٹھنا ہے میرہانے شاہ میر کا ہاتھ پکڑتے ہوئے اپنی فرمائش ظاہر کی--

-ہاں بیٹھ جاؤ، آؤ میں بٹھاتا ہوں کون سے جھولے پر بیٹھنا ہے---

-میر مجھے اکیلے نہیں آپ کے ساتھ بیٹھنا ہے میرہا کی اس فرمائش پر شاہ میر نے حیرانی والی نظروں سے مرہا کی جانب دیکھا--کیونکہ شاہ میر کو جھولے وغیرہ بالکل پسند نہیں تھے۔ اور نہ ہی وہ اپنی اس پرسنیٹی کے ساتھ جھولوں پر بیٹھنا چاہتا تھا---

-میرہا تم بیٹھ جاؤ میں کبھی بھی جھولوں پر نہیں بیٹھا نہ ہی مجھے پسند ہے-اور یار ویسے بھی کتنا فنی لگے گا کہ اے سی پی جھولے میں بیٹھا ہوا ہے--



-شاہ میر اس کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے جھولوں کے بالکل قریب آگیا---

۔اب بھی منہ کیوں لٹکا ہوا ہے میں نے تمہیں بیٹھنے سے تو منع نہیں کیا مرہا کا اداس چہرہ دیکھ کر شاہ میر نے اسے دیکھتے ہوئے پیار سے کہا۔۔۔

۔میر مجھے اکیلے نہیں بیٹھنا کیونکہ مجھے ڈر لگتا ہے میں جب بھی جھولوں پر بیٹھتی تھی تو رومان بھائی ہمیشہ میرے ساتھ بیٹھے تھے۔۔۔

۔ان کو بھی جھولوں میں بیٹھنا پسند نہیں مگر وہ تو میری خاطر بیٹھ جاتے تھے۔اب تو مرہا نے شاہ میر کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھا تھا۔کیونکہ اس کی بات کا مطلب شاہ میر نے یہی نکالا کہ رومان شاہ اس کا زیادہ اس کا خیال رکھتا تھا۔۔۔

۔میں بھی بیٹھ جاتا ہوں زیادہ اپنے بھائی کے تعریف کے جھنڈے گاڑنے کی ضرورت نہیں۔مرہا کے اندازے کے مطابق میر فوراً سے مان گیا تھا۔۔

۔حالانکہ ایسا کبھی نہیں ہوا تھا کیونکہ رومان نہ تو خود جھولوں پر بیٹھتا تھا،اور ناں ہی مرہا کو بیٹھنے دیتا تھا ۔۔مگر اب مرہ کو پتہ تھا کہ میر کو جب کوئی بات منوانی ہوتی تھی۔۔۔

۔اگر وہ اپنے بھائی کا حوالہ دیتی ہے تو وہ اس کے بھائی سے جلس ہوتا ہوا اس کا کام کر دیتا جیسے کے اس وقت وہ جھولے میں بیٹھنے کے لیے تیار ہو چکا تھا۔۔۔

۔شامیر جھولے کی دو ٹکٹس لی ٹکٹ والا شاہ میر سے پیسے نہیں لے رہا تھا۔۔شاہ میر نے اسے زبردستی دیے اسے یہ نہیں پسند تھا کہ اپنے دبدباد کھانا یا خود کو پاور فل دکھا کر غریبوں کا حق چھیننا۔۔

۔یہاں تک کہ پیسوں کے حوالے سے گاؤں والے اپنی خوشی سے بھی اگر شاہ میر کے لیے کچھ کرنا چاہتی تو شاہ میر ان کو بڑی محبت سے منع کر دیتا تھا۔۔جیسے اس وقت اس نے زبردستی ٹکٹ والے کو پیسے دے کر دو ٹکٹیں لی تھی۔۔



۔چلیے میڈم پتہ نہیں اپنی محبت مجھ سے کیا کیا کرواؤں گی لڑکی شاہ میر نے ہنستے ہوئے میرہا کا ہاتھ پکڑ کر جھولے کی جانب بڑھا مرہا کو پہلے جھولے میں بیٹھا کر بعد میں وہ خود بیٹھا تھا۔۔

۔جھولا فل بھرنے کے بعد جب چلا تو مرہا جھولا تیز ہونے سے ڈر کر آنکھیں بند کیے ہوئے شاہ میر کے سینے کے ساتھ چپکتی ہوئی اس کے اوپر گری ہوئی تھی۔۔

۔میری جان یہ اب تم میرے ساتھ زیادتی کر رہی ہو۔میری سانسوں سے زیادہ قریب ہو کر کیا۔اے سی پی کا صبر آزمانا چاہتی ہو۔۔

۔میری جان مجھے اتنا مت بہکاؤں کے میں بہک کر ایسا کچھ کر جاؤں کہ لوگ میلا چھوڑ کر ہمیں دیکھنے لگے۔میرہا کے کان میں شاہ میر سرگوشی کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔۔

۔اس کا ایک ہاتھ مرہا کے کاندھے پر تھا اسے پتہ تھا کہ میرہا سچ میں ڈر رہی ہے۔۔ مگر یہ بھی سچ تھا کہ وہ جھولے میں شاہ میر کی اتنا نزدیک تھی کہ اس کی سانسیں شاہ میر اپنی گردن پر محسوس کر رہا تھا۔۔شاہ میر کا دل بے وقت دھڑکنوں کی مالا جپ رہا تھا۔۔

۔میر چپ کر کے بیٹھے رہیں مجھے ڈر لگ رہا ہے۔۔

۔مگر مجھے تو بہت مزہ آرہا ہے۔ تھوڑا ہگ اور کس کے کرو مجھے۔۔شاہ میر اس کے کان میں سرگوشی کرتے ہوئے اپنے انابی لبوں تلے مسکرا رہا تھا۔۔

۔میر آپ کو شرم نہیں آتی کہیں پر بھی شروع ہو جاتے ہیں۔۔میرہا اس کے سینے میں سر چھپائے ہوئے آہستہ آہستہ سے دھمکیاں دے کر شاہ میر کو چپ کروا رہی تھی۔۔

۔لڑکی تمہیں شرم نہیں آتی یوں کھلے میں اے سی پی کے اتنا نزدیک ہو کر اس کا صبر چیک کرتے ہوئے۔۔شاہ میر بھی سرگوشیاں کرتے ہوئے۔ مرہا کو تنگ کیے جا رہا تھا۔۔۔

۔اللہ اللہ کر کے جھولا رکا تو میرہا نے چہرہ اوپر اٹھا کر میر کو آنکھیں دکھائی دی۔۔۔



۔شاہ میر نے میلے سے مرہا کو شاپنگ کروائی اور گاؤں کے کھانوں سے بھی لطف اندوز کروایا۔۔شاہ میر اور مرہا

نے کافی میلے میں آکر بہت انجوائے کیا تھا۔۔۔

ooooooooo

۔ہما کافی گہری نیند میں تھی جب اس کا فون بج رہا تھا۔ مہندی کے رسیپشن میں وہ کافی تھک گئی تھی۔۔اب وہ اپنے روم میں گہری نیند میں سو رہی تھی۔۔ شزا اور باقی کی کزنز بھی اسی کے کمرے میں میٹرس ڈالے ہوئے سو رہی تھی۔۔

۔رات کے تقریباً تین بجے اس کی موبائل سکرین پر ڈاکٹر شاہ زیب کا نمبر جگمگاتا ہوا دیکھ کر ہما نے ارد گرد نظر دوڑائی تو مدھم سی روشنی میں اس نے دیکھا کہ تقریباً سبھی سو رہے تھیں۔۔

۔ہما نے فون کاٹتے ہوئے جلدی سے
شاہ زیب کو میسج کیا۔۔۔۔ آپ اتنی رات کو فون کیوں کر رہے ہیں۔۔



۔ظاہر سی بات ہے تم سے بات کرنے کے لیے۔

۔یہ کوئی ٹائم ہے ڈاکٹر صاحب بات کرنے کا۔۔

۔کیوں اس وقت فون یا سم والوں کے آرڈرز ہیں کہ فون نہیں کیا جا سکتا۔۔۔

۔مگر اس وقت میرے روم میں بہت سارے لوگ سو رہے ہیں۔۔

۔میں کیا کروں مجھے نیند نہیں آرہی مجھے تم سے بات کرنی ہے۔۔

۔ڈاکٹر صاحب آپ دل کے ڈاکٹر ہیں ایک رات کے لیے اپنے دل کو کنٹرول نہیں کر سکتے۔۔۔

۔کوشش کی تھی مگر اس دل کے ڈاکٹر سے اس کا دل نہیں سنبھل رہا۔۔۔

۔میں اس وقت آپ سے بات نہیں کر سکتی۔۔اب تو کچھ گھنٹوں کی رات باقی ہے انتظار کریں کل سے جتنی بھی باتیں کرنی ہوں وہ جمع کر کے رکھے کر لیجیے گا۔۔۔

۔اگر کہوں کہ یہ چند گھنٹوں کی رات نہیں گزر رہی تو۔۔۔

۔ڈاکٹر صاحب پلیز میں نہیں بات کر سکتی اس وقت سب سو رہیں ہے۔۔۔

۔ٹھیک ہے آج کی رات اپنی من مانیاں کر لو ڈاکٹر صاحبہ آپ کو کل سے تو میرے ہی ہاتھ میں آنا ہے۔ پھر تو آپ کے دن بھی میرے اور آپ کی راتیں بھی میری ہوں گی۔۔۔

۔تڑپا لیں ایک رات اور اپنی آواز تک نہیں سنا رہی۔ وہ دونوں میسج ٹائپنگ پر ہی بات کر رہے تھے ۔۔۔ہما نے مسکراتے ہوئے گڈ نائٹ کا آخری میسج چھوڑ کر فون رکھ دیا۔۔۔

شاہ زیب کی باتوں سے ہما کی نیند تو اڑ چکی تھی۔اس کا دل کر کے پسلیاں توڑ کر باہر آنے کو تیار تھا۔۔۔

۔اسے خوشی تھی کہ شادی سے پہلے ہی شاہ زیب نے اسے آپ کی زندگی میں ایکسپٹ کر لیا ہے۔ایک لڑکی کے لیے اس سے زیادہ خوشی کی بات اور کیا ہو سکتی تھی۔۔۔

۔کل کی صبح اس کی زندگی میں اس کے من پسند شخص کو لانے والی تھی۔کل کی صبح بے حد حسین تھی کل کا دن وہ دن تھا جس کا خواب ہر لڑکی دیکھتی ہے۔

۔اور اگر لڑکی کو اس کا من پسند شخص ملے تو وہ لڑکی خود کو دنیا کی سب سے خوش نصیب سمجھتی ہے۔۔۔

○○○○○○○○○

۔تم اپنی جگہ پر آرام سے نہیں لیٹ سکتے۔۔

۔کہا تھا نا کہ آپ کہہ کر مخاطب کیا کرو۔۔

۔پلیز آپ اپنی جگہ پر آرام سے کیوں نہیں لیٹے رہ سکتے لفظوں کو چباتے ہوئے کہا۔۔

۔میں تو اپنی جگہ پر آرام سے ہی لیٹا ہوں تم ہی میرے ساتھ چپکی ہوئی ہو احمر جو مہک کی کمر میں ہاتھ ڈال کر جان بوجھ کر اسے اپنے ساتھ چپکائے ہوئے تھا۔۔

۔مجھے کوئی شوق نہیں ہے آپ کے ساتھ چپکنے کا چھوڑیں مجھے اپنی کمر سے احمر کا ہاتھ ہٹاتے ہوئے بولی۔۔



۔مگر مجھے تو بہت شوق ہے تمہارے اس دلکش رانائیوں سے بھرے ہوئے وجود سے لپٹنے کا اسے کھینچ کر اپنے ساتھ کستے ہوئے باہوں کا دائرہ اور بھی تنگ کر چکا تھا۔۔

۔آج پھر زبردستی کرنا چاہتے ہیں میرے ساتھ۔۔۔۔

۔نہیں آج تمہاری اجازت سے تمہاری قریب ہونا چاہتا ہوں اتنا قریب کہ تمہاری سانسیں میری سانسوں میں اترتی محسوس ہوں۔۔

۔بہکی آواز میں اس کے بالوں میں منہ چھپاتے ہوئے بولا۔۔

۔اس دن آپ نے میرے ساتھ بہت غلط کیا تھا مہک نے شکایت کی تھی۔۔

۔ہمم۔جانتا ہوں اور شرمندہ بھی ہوں مگر اس دن مہک تم نے مجھے جان بوجھ کر اکسایا تھا وہ سب کرنے پر میں قسم سے تمہارے ساتھ ایسا کچھ بھی نہیں کرنا چاہتا تھا۔ مگر تمہارے الفاظوں نے مجھ سے اندر تک تڑپا دیا تھا۔

۔احمر سچ میں شرمندہ تھا اپنے اس دن والے رویے سے۔

۔ایک شرط پر معاف کروں گی۔

۔پیار سے کہو گے تو شرط کیا احمر اپنی جان بھی دے دے گا اس کی گردن پر اپنے لبوں کے ہلکے ہلکے لمس چھوڑتے ہوئے کہہ رہا تھا۔۔

۔آج کے بعد آپ میرے ساتھ کبھی ایسا نہیں کریں گے جب تک میری مرضی شامل نہیں ہو آپ اپنا حق استعمال کر کے میرے ساتھ زبردستی نہیں کریں گے۔

۔قسم کھاتا ہوں آج کے بعد ایسا کبھی نہیں ہو گا۔وہ میری پہلی اور آخری غلطی سمجھ کر معاف کر دو۔

۔کر دیا معاف مگر میری ابھی ایک شرط اور ہے۔۔



۔وہ کیا۔۔۔اس کی گردون سے اپنے لب اٹھاتا ہوا اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دوسری شرط پوچھ رہا تھا۔۔

۔۔آج کی رات میرے کہنے پر مجھ سے دور رہ کر دکھائیں تاکہ مجھے یقین آجائے کہ آپ میرے کہنے پر رک بھی سکتے ہیں۔۔۔

۔تو پھر آپ کو معاف کروں گی ایک کام کرو تم میری جان ہی کیوں نہیں لے لیتی۔ میں نے کہا کہ پتہ نہیں کون سی شرط رکھنے والی ہے۔بے بی بچے کی جان پر ترس کھاؤ۔۔۔

۔اگر منہ کھولا ہی ہے تو وہ بھی دوری کے لیے۔۔۔ مصنوعی غصہ دکھاتے ہوئے وہ اس کی شرط مان چکا تھا۔۔۔

۔وہ مہک کو شوہر ہونے کا مان دینا چاہتا تھا اور اپنی اس دن کی غلطی کا ازالہ بھی کرنا چاہتا تھا۔۔۔

۔اسے مہک کی آنکھوں میں اس وقت سچائی اور نظر آرہی تھی۔۔۔۔

۔تھوڑا سا قریب ہو کر سونے کی اجازت ہے یا بوریاں بستر اٹھا کر دوسرے روم میں چلا جاؤں۔۔۔۔۔

۔ نہیں سو سکتے ہیں مگر آپ بھی تمیز کے دائرے میں رہ کر سوئیں گے وہ مسکراتے ہوئے بولی تھی۔۔۔ تمہاری تمیز کی تو ایسی کی تیسی آج کی رات بس میں اپنی غلطی کا ازالہ کرنے کے لیے تمہاری شرط مان رہا ہوں۔۔۔

۔ کل تمہارے تمیز کے دائرے کو توڑ کر میں کیسے اندر آتا ہوں یہ تو تم کل دیکھ لینا۔۔۔۔

۔ آج پہلی بار دونوں ایک ساتھ مسکرا رہے تھے۔ لگتا تھا کہ خوشیاں دستک دینے لگی تھی ۔۔۔ آج میرب اور رومان شاہ کو ایک ساتھ اتنا خوش دیکھ کر مہک نے بھی دل سے یہ عہد کیا تھا کہ وہ بھی اپنی زندگی کو ایک اور موقع دے گی۔۔۔ چلو جیلسی میں ہی صحیح مگر مہک نے کوئی اچھا فیصلہ تو کیا۔۔۔

۔

○○○○○○○○○○○○

۔روماں شاہ نے کروٹ لی تو بے اختیار اس کا ہاتھ میرب کو اپنے قریب کرنے کے لیے اٹھا۔۔ وہ میرب کو خود سے دور کر کے سوتا ہی نہیں تھا کیونکہ روماں شاہ کو میرب کے ساتھ کے بنا نیند نہیں آتی تھی۔۔

۔اپنی اسی عادت سے مجبور وہ میرب کو اس کے مائکے بھی نہیں رکھنے دیتا۔ صرف دن میں جا کر رکنے کی اجازت تھی۔ وہ بھی جب آفس میں ہوتا تو۔

۔اور رات کو رکنا مکمل بین تھا کیونکہ میرب کے شاہ کے کہنے کے مطابق اس کی راتوں پر صرف اور صرف اس کے شاہ کا حق ہے۔ وہ اپنے دلائلوں سے ہمیشہ میرب کو چپ کروالیتا تھا۔



۔اور کبھی میرب رات کو شاہ کو گہری نیند میں سوتے ہوئے دیکھ کر اس کی پکڑ سے کچھ دیر اپنے سکون کے لیے اس سے دور ہو بھی جاتی تو روماں شاہ کی جیسے ہی آنکھ کھلتی تو روماں شاہ اسے واپس خود کی پناہوں میں لے لیتا۔ جیسے کہ ابھی روماں شاہ کی آنکھ کھلی تو اسے میرب اپنے قریب چاہیے تھی۔۔۔

۔دشمن جا اتنی سختی سے اس پر قابض ہو کر سوتا تھا کہ میرب کو ایسے موقع کم ہی فراہم ہوتے۔۔

۔رات کو مہندی سے لیٹ آنے کی وجہ سے آج اس کی آنکھ تھوڑی لیٹ ہی کھلی تھی۔بے اختیار اس کا ہاتھ میرب کی جانب گیا تو اس نے محسوس کیا کہ میرب بیڈ پر موجود نہیں ہے۔۔۔

۔نیند سے بھری ہوئی آنکھوں کو کھولتے ہوئے رومان شاہ نے روم میں ادھر سے ادھر نظریں دوڑائی ایک لمبی سانس کھینچتا ہوا تکیے پر سر رکھ کر سیدھا ہو کر لیٹ گیا۔۔۔

میرب۔۔۔میرب۔۔۔بیڈ کراؤڈ سے سر لگائے ہوئے آنکھیں بند کیے میرب کو آوازیں دے رہا تھا۔۔اسے لگا کے شاید وہ واش روم میں ہے۔اس لیے اسے آوازیں لگا رہا تھا۔مگر کوئی جواب نہ ملنے پر وہ اٹھ کر بیڈ کراؤن سے سر ٹکائے ہوئے بیٹھ گیا۔

۔اسے میرب کا اپنے اٹھنے سے پہلے کمرے سے باہر جانا زہر لگتا تھا۔اپنے اس عادت سے وہ میرب کو تنگ کیے رکھتا تھا۔

۔کہ سوتے وقت بھی میرب اسے اپنے پاس اور قریب چاہیے اور جاگنے کے بعد بھی میرب اسے اپنے قریب چاہیے۔ اسے تو اپنی مرضی سے سانس تک نہیں لینے نہیں دیتا جب وہ اس کے پاس موجود ہوتا تھا۔

۔میرب کو روم میں ناپا کر وہ بیڈ سے نیچے پاؤں لٹکائے ہوئے جوتے پہن رہا تھا۔۔

۔وہ روز اٹھ کر سب سے پہلے اپنی امی جان کے کمرے میں جاتا تھا۔ آج بھی اسی روٹین سے وہ جوتے پہنتا ہوا اپنی امی جان کو ملنے کے لیے گیا۔۔۔

۔بہت ساری دعائیں لینے کے بعد اس نے اپنی امی جان سے میرب کا پوچھا۔



۔امی جان میرب جان میرب کہاں ہے۔

۔بیٹا میرے خیال سے وہ چھت پر ہو گی اسے پرندوں سے بہت لگاؤ ہے وہ ان کو دانا وغیرہ ڈالنے گئی ہو گی۔۔۔

۔میرے روم میں آئی تھی مجھے چائے دے کر چلی گئی۔

۔سنتے ہی رومان شاہ کے تیور خراب ہوئے جس کو اس نے اپنی امی جان سے چھپاتے ہوئے باہر کا رخ لیا۔۔وہ واپس اپنے روم میں آیا۔۔۔

۔میرب لگتا ہے کہ میری محبت کی نرمی نے تمہیں کافی نہ ڈر کر دیا ہے تمہیں سختی دکھانے کی ضرورت ہے۔میری جان میری نرمی کا تم کچھ زیادہ ہی فائدہ اٹھا رہی ہو دانتوں کو پیستے ہوئے دماغ میں سوچ رہا تھا۔

۔سائیڈ ٹیبل سے اپنا فون اٹھا کر میرب کا نمبر ڈائل کیا۔وہ دیکھ چکا تھا کہ روم میں میرب کا موبائل نہیں ہے۔

۔اسے پتہ تھا کہ اس کی چالاک بیوی فون ساتھ میں لے کر گئی ہو گی اپنے شاہ کو کوئی بہانہ سنانے کے لیے۔۔

۔جان شاہ استادوں سے استادیاں اچھی نہیں ہوتی جان بوجھ کر کیوں اپنی چھوٹی سی جان کو کڑے امتحان میں ڈال لیتی ہو نمبر ڈائل کرتے ہوئے اس کی چالاکی پر ہلکا سا مسکرایا۔۔

○○○○○○○○○

۔میرے بچے مجھ سے اداس ہو گئے تھے۔میں بھی آپ سے بہت اداس ہو جاتی ہوں مگر کیا کروں مجھے اس کھڑوس شاہ سے چوری چھپکے آپ لوگوں سے ملنے آنا پڑتا ہے۔۔ان کے پنجرے میں بڑی محبت سے دانہ ڈال رہی تھی جیسے وہ سچ میں اس کے بچے ہوں۔۔

۔اگر اس اکڑو کو پتہ چل جائے تو وہ بہت غصہ کرتا ہے۔خود کی جان پر تو میں غصہ جھیل لیتی ہوں۔مگر اس دن آپ لوگوں کو پتہ ہے کہ شاہ مجھے دھمکی دے رہا تھا کہ وہ آپ لوگوں کی منڈیاں مروڑ دے گا ۔۔۔



۔میرب پرندوں سے اس طرح سے باتیں کر رہی تھی جیسے وہ اس کی زبان کو پوری طرح سے سمجھ رہے ہوں۔۔

۔آپ کو سمجھ نہیں آئی کہ منڈیاں کسے کہتے ہیں۔۔مجھے بھی شاہ کی زبان سمجھ میں نہیں آتی منڈیوں کا مطلب ہوتا ہے کہ وہ آپ لوگوں کی گردنیں توڑ دے گا۔۔۔

۔مانا کہ میں آپ لوگوں سے بہت پیار کرتی ہوں مگر پیار کی خاطر اب میں آپ لوگوں کی جان پر تو کوئی رسک نہیں لے سکتی نا۔۔اس لیے آج میں ان کو سوتا ہوا چھوڑ چکمہ دے کر آپ لوگوں کے پاس آئی ہوں۔۔۔

۔کبھی اگر میں لیٹ ہو جاؤں تو سمجھ جایا کرو کہ میں مجبور ہوں۔آلتی پالتی مار کر بیٹھی ہوئی میرب بڑے آرام سے پرندوں سے کانفرنس کر رہی تھی۔۔۔

۔اس بات سے بے خبر کہ اس کا مغرور شہزادہ پیر جلی ہوئی بلی کی طرح غصے میں ادھر سے ادھر چلتے ہوئے اس کا نمبر ڈائل کر رہا ہے۔۔

۔ابھی پتہ نہیں میرب بیچاری کے دل کی کتنی ساری باتیں تھیں جو وہ اپنے معصوم آسٹریلین طوطوں کے ساتھ کرنا چاہتی تھی۔۔۔

۔اس سے پہلے ہی اس کے پاس پڑا ہوا اس کا فون بج اٹھا، سکرین پر رومان شاہ کا نمبر دیکھ کر میرب کی دھڑکنیں تیز ہوئی۔۔۔

۔اسے پتہ تھا کہ اس کا شاہ اٹھ چکا ہے اور اسے روم میں نہ پا کر کر اس کا موڈ کس قدر خراب ہو سکتا ہے اس کا اندازہ تو وہ چھت پر بیٹھے ہوئے بنا دیکھے بھی لگا سکتی تھی۔ جلدی سے فون آن کرتے ہوئے کان کو لگایا۔۔

۔کہاں ہو؟؟؟بنا تمہید باندھے ہوئے رومان شاہ کی بھاری اور رعبدار آواز میرب کے کانوں سے ٹکرائی آواز سے ہی اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ شاہ کا موڈ اس وقت بہت خراب تھا۔۔

۔میرب چاہے جتنا مرضی شاہ کی محبت کی وجہ سے اس کے سر پر چڑھ جائے۔لیکن شاہ کے غصے سے میرب کی اب بھی جان جاتی تھی۔جیسے اس وقت میرب کی جان پر بن گئ تھی۔وہ جلدی سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی تھی۔۔۔



۔میں وہ۔۔۔وہ۔۔ابھی آتی ہوں۔۔۔میرب کو کوئی جواب سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔۔

۔آ تو تم جاؤ گی تمہاری اتنی جرات نہیں ہے کہ تم میرے پاس آنے سے انکار کر سکو۔۔میں نے صرف یہ پوچھا کہ تم اس وقت کہاں ہو سخت لہجے سے لفظوں کو چباتے ہوئے کہا۔۔۔

۔ششش۔۔ش۔۔۔شاہ وہ مم۔۔ڈر کے مارے میرب کے منہ سے ٹوٹے پھوٹے الفاظ نکل رہے تھے۔۔

۔میرب۔۔۔ صبح صبح میرا دماغ مت خراب کرو میں نے پوچھا تم کہاں ہو۔۔اور روم میں آنے سے پہلے جواب دینالازم ہے۔

۔اب کی بار رومان شاہ کی چیختی ہوئی آواز اس کہ کانوں میں پڑی تو میرب کو اپنے قدموں تلے زمین گھومتی ہوئی دکھائی دے رہی تھی۔۔۔

۔ششش۔۔شاہ۔میں کچن میں ہوں۔شاہ کے غصے والی آواز سن کر میرب میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ شاہ کو سچ بتاتی کہ وہ اس وقت اپنے پیارے طوطوں کے ساتھ باتیں کر رہی ہے۔۔۔

۔پکا میرب تم کچن میں ہو سوچ لو۔آواز بھی کافی ٹھہراؤ تھا۔۔

۔جج۔۔جی بالکل پکا میں کچن میں ہوں اپنے لیے چائے بنا رہی ہوں۔۔

۔ہمم۔۔ گڈ۔۔۔اچھا تو اب تم ان پرندوں کے عشق میں مبتلا ہو کر مجھ سے جھوٹ بولنا بھی سیکھ گئی ہو ۔۔۔شاہ کی گرم سانسوں کو میرب نے اپنی جان کی لوں پر محسوس کیا۔وہ دبک پیچھے کو ہوئی۔وہ اس کے پیچھے اس کے بے حد قریب کھڑا ہوا تھا۔۔۔ش۔۔۔ شش۔۔شاہ آپ کب آیئے۔۔۔

۔جب تم کیچن میں کھڑی چائے بنا رہی تھی۔لفظوں میں ٹھہراؤ اور لہجے میں اتنی حدت سی کہ میرب اگر موقع ملتا تو یہاں سے بھاگ جاتی۔۔۔

۔شاہ میں نے آپ سے جھوٹ نہیں بولا بس یہ بات چھپائی ہے کہ میں چھت پر ہوں منمناتے ہوئے اپنی سچائی کا سبوت دے رہی تھی۔۔۔

۔میرب تمہارے انہی حرکتوں کی وجہ سے کسی دن تم خود بھی میرے ہاتھوں سے ضائع ہو گی اور تمہارے پرندوں کا تو آج ہی میں بندوبست کرتا ہوں،اس سے پنجرے کی جانب قدم اٹھائے۔

۔نونونوشاہ پلیز ان کو کچھ بھی مت کیجئے گا پنجروں کی جانب شاہ کے اٹھتے قدم دیکھ میرب نے شاہ کا ہاتھ تھام لیا تھا۔ نفی میں سر ہلاتے ہوئے آنکھوں سے اشک باری جاری ہوچکی تھی وہ کیسے اپنے معصوم پرندوں کا قتل ہوتے اپنی آنکھوں سے دیکھتی۔۔۔

۔اتنی محبت ہے ان سے تمہیں کہ ان کے لیے اب تم اپنے آنسوں ضائع کروگی۔۔ میرب کو یہ روتے ہوئے دیکھ

شاہ نے آنکھیں دکھاتے ہوئے اسے رونے سے منع کیا۔۔ اپنے ہاتھوں سے اس کی آنسوں صاف کرتے ہوئے اس کی کلائی تھام لیا۔۔۔۔

۔بڑے بڑے قدم اٹھاتا ہوا سیڑیاں نیچے اترنے لگا میرب کی کلائی اس کے ہاتھ میں تھی تو میرب بھی بنا اپنی مرضی کے اس کے پیچھے بھاگتی چلی جارہی تھی۔۔۔

۔روم کے اندر داخل ہوتے ہی دروازے کو شاہ نے زور سے لات مارتے ہوئے دروازہ بند کر دیا

۔میرب کو گھوما کر اس کی پشت دروازے سے لگا دی۔

۔اپنے ایک ہاتھ میں اس کی دونوں کلائیوں کو اس کی کمر کے پیچھے پن کرتے ہوئے دوسرے ہاتھ سے اس کے نازک سے جبڑے کو سختی سے پکڑ کر اس کی پنکھڑیوں غصے پے جھکا جھکتا چلا گیا۔

۔اس کی نازک سی پنکھڑیوں کو اپنے آتشی لبوں میں قید کیے ہوئے بے رحم بنا کھڑا۔اس کو ایک ایک سانس کے

لیے تڑپاتے ہوئے پیچھے ہٹنے کو تیار نہ تھا۔

۔میرب کی کلائیوں میں بھی درد ہونے لگا تھا۔اتنی جدوجہد کے بعد بھی وہ اپنی دونوں کلائیاں اس کے ایک ہاتھ سے چھڑوا نہیں سکی تھی۔۔۔۔



۔اووووووووں!!!اپنی سانسوں کے لیے تڑپتے ہوئے میرب نے اپنے منہ سے بامشکل آواز نکالی شاہ کو احساس دلانا چاہتی تھی کہ اس کو سانس نہیں آرہا۔

۔میرب کے لیے یہ کچھ نیا نہیں تھا شاہ اپنا غصہ اسی طرح سے میرب پر اتارتا تھا جب وہ اس کی کوئی حکم عدلی کرتی تو وہ بھی اسی طرح بے رحم بن کر اسے ایک ایک سانس کے لیے تڑپاتا۔۔

۔اتنا تڑپنے کے بعد بھی اپنی وہ اپنی پنکھڑیوں کو اس کے آتشی لبوں سے آزاد کروا سکی۔وہ پیچھے ہٹا مگر اپنی مرضی سے۔۔۔

۔شاہ آپ کتنے ظالم ہیں آپ کو مجھ پر ترس نہیں آتا لبوں کو آزادی پاتے ہی میرب نے غصے سے شاہ کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔۔۔

۔تمہیں مجھ پر ترس آتا ہے جب تمہیں منع کیا ہے کہ تم ان پرندوں کے پاس نہیں جاؤ گی۔تو تمہیں میری بات کا اثر کیوں نہیں ہوتا۔غصے سے دانت اس کی بیوٹی بہت پر رکھتے ہوئے دانتوں کی ضرب لگائی،تو میرب کے منہ سے سسکی نکلی۔۔۔

۔ایک ہاتھ کو آزادی ملتے ہی میرب نے شاہ کے سینے پر زور دیتے ہوئے شاہ کو پیچھے دھکیلنے کی کوشش کی مگر شاہ کے نزدیک یہ بھی غلط تھا۔غصے سے لال آنکھیں اوپر کرتے ہوئے اس کی جانب دیکھا۔۔۔

۔میرب سمجھ گئی تھی کہ اب اس کا مطلب کیا ہے۔کیونکہ شاہ کو بالکل پسند نہیں تھا کہ جب وہ اس کے نزدیک ہو اور میرب اسے یوں دھکیل کر خود سے دور کریں۔ظالم کا پیار بھی اس کی طرح جان لیوا تھا۔۔

۔شاہ مجھے درد ہو رہا ہے اپنے ہاتھ کو پیچھے کرتے ہوئے اس کی آنکھوں کا مافوم سمجھ کر جواب دیا۔۔

۔مجھے بھی اتنا ہی درد ہوتا ہے جب تم میرے سوا اپنی یہ محبتیں جا کر ان پرندوں پر نچھاور کرتی ہو۔۔

۔تمہارے پیار پر صرف میرا حق ہے۔

۔تمہیں صرف مجھ سے پیار کرنے کا حق ہے۔۔۔۔اپنا سارا پیار مجھ پر ظاہر کیا کرو میں اپنی محبت میں شرکت برداشت نہیں کر سکتا۔۔۔

۔اتنی سی بات تمہاری اس کھوپڑی میں کیوں نہیں آتی اس کی کمر پر ہاتھ رکھتے ہوئے جھٹکے سے اسے اپنے ساتھ لگایا۔۔



۔شاہ وہ بے زبان پرندے ہیں کوئی انسان تھوڑی ہے۔جس کو میں پیار کر رہی ہوں اور آپ آپ کو یوں غصہ آ رہا ہے۔منمناتے ہوئے میرب نے جواب دیا۔۔

۔وہ پرندے ہیں اسی لیے اس انداز سے سمجھا رہا ہوں اگر وہ کوئی انسان ہوتو میں تمہاری جان نہ لے لیتا۔۔

۔میرے سوا تم کسی اور کی طرف دیکھو تو تم سے پہلے تو میں اس شخص کی جان لے لوں۔۔

۔شاہ میرا وہ مطلب نہیں تھا میرب بیچاری ہمیشہ اپنی باتوں میں خود ہی پھنس جاتی تھی۔۔

۔آج کے بعد بنا مطلب بھی مجھے اس طرح کا اگزمپل مت دینا۔۔۔میرب کو چھوڑ کر وہ پیچھے ہوا۔۔

۔شاہ کے لفظوں کی سختی کا اندازہ ہوتے ہی میرب نے پیچھے ہٹتے ہوئے شاہ کی کمر میں دونوں ہاتھوں ڈال کر اپنی گرفت مضبوط کرتے ہوئے خود کو اس کے قریب کر لیا۔۔۔

۔سوری شاہ میرا ہرگز وہ مطلب نہیں تھا میرب تو مر کر بھی آپ کے سوا کسی اور کو دیکھنا پسند نہ کرے۔۔۔شاہ کے سینے میں سر چھپاتے ہوئے اس کی کمر پر پنے بازوؤں کی گرفت بنائے ہوئے تھی۔۔

۔آپ میرب کے دن کا اجالا اور حسین راتوں کی ٹھنڈی چاندنی ہو آپ۔میری سانسیں آپ ہو اپنے سوچ بھی کیسے لیا کہ میں اس طرح کا کچھ بول سکتی ہوں۔

۔میرب کو تو اس وقت بھی آپ سے اتنا عشق تھا جب میرب آپ کو زہر لگتی تھی۔ آپ نظر اٹھا کر میری جانب دیکھنا تک پسند نہیں کرتے تھے۔۔۔

۔اور آج کا میرا اتنا پیارا شاہ جو مجھ سے اتنا پیار کرتا ہے میرب تو ایسا سوچ بھی نہیں سکتی۔۔۔

۔مکھن لگا رہی ہو میرب کو مناتا ہوا دیکھ شاہ کے لبوں پر سمائل آئی تھی۔۔۔



۔شاہ کو پتہ تھا کہ میرب اپنی معصومیت میں یہ جملہ بول گئی ہے۔اس کا ایسا مطلب نہیں تھا۔مگر شاہ اپنے دل کا کیا کرتا جو اس کی معصومیت میں بھی اس طرح کا جملہ اس کے منہ سے نہیں سن سکتا تھا۔

۔میرب کو کیسے بتاتا کہ میرب کی محبت اس کے شاہ کا نشہ ہے۔وہ میرب کی محبت کے لیے اس قدر پوزیسف ہو چکا تھا۔۔ کہ شاہ کو سچ میں ان پرندوں سے بھی جیلسی ہوتی۔ جن کے پاس جا کر وہ محبت بھری باتیں کرتی اور اپنا ٹائم ان کو دیتی تھی۔۔

۔سوری شاہ پلیز غصہ جھوڑ دیں۔اس سینے میں سر کو چھپائے ہوئے کھڑی تھی۔۔۔

۔ایک شرط پر معافی ملے گی۔۔

۔مجھے آپ کی ہر شرط منظور ہے بس آپ مجھ سے ناراض مت ہوا کریں۔مجھ سے برداشت نہیں ہوتا۔۔۔



۔ہمم۔تو ٹھیک ہے آج کے بعد میں تمہیں ان پرندوں کے پاس جاتا ہوا نا دیکھوں۔ منظور ہے۔۔۔

۔جی۔۔میرب بس اتناہی بولی تھی کیونکہ اسے سچ میں پرندوں سے بہت لگاؤ تھا۔۔۔ہم گڈ مناؤ مجھے میں ناراض ہوں۔اب تمہیں مجھے منانا پڑے میرب کو یوں خود کے قریب ہوتا دیکھ شاہ شوخ انداز میں بولا۔۔۔

۔توشاہ میں کب سے آپ کو مناہی تو رہی ہوں۔۔۔

۔ایسے نہیں کسی نئے انداز سے مجھے مناؤ ایسے ماننے کا میرا موڈ نہیں ہے۔۔

۔مجھے تو ایسے ہی منانا آتا ہے۔اور جیسے آپ کا ماننے کا موڈ ہے ایسا میرا منانے کا موڈ نہیں ہے۔شاہ کے ارادے جان میرب سینے سے سر اٹھاتے ہوئے پیچھے کو ہو گئی۔۔۔



۔بھاگ کہاں رہی ہو میری جان۔میرب کو دور ہوتا دیکھ۔۔پیچھے سے اس کے پیٹ پر دونوں ہاتھ باندھتے ہو اس سے پکڑ لیا۔۔

۔شاہ پلیز۔۔۔۔میرب کو صبح صبح شاہ کے ارادے صاف سمجھ میں آرہے تھے۔ایک تو آج سنڈے تھا۔اور شاہ نے آفس بھی نہیں جانا تھا۔سنڈے والے دن رومان شاہ اسی طرح میرب کو ہلکان کیے رکھتا۔میرب کو اپنی جان چھڑانا مشکل ہو جاتی تھی۔۔

۔میرب تمہیں اچھی طرح سے پتہ ہے کہ تمہاری اس پلیز کا مجھ پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ایک ہاتھ اس کی پیٹ پہ رکھے ہوئے۔دوسرے سے اس کے بالوں کو گردن سے ہٹا رہا تھا۔۔۔

۔شاہ آپ نے ناشتہ بھی نہیں کیا۔چلیں آج میں آپ کو اپنے ہاتھوں کا ناشتہ بنا کر دیتی ہوں۔
آپ فریش ہو جائیں اپنی گردن پر شاہ کے لبوں کے لمس محسوس کرتے ہو اس کے پورے وجود میں سنسنی دوڑ رہی۔



۔میری جان جب اچھی طرح سے پتہ ہے کہ میں تمہاری وجود کی ان خوبصورت رانائیوں کو محسوس کیے بنا میں کبھی بھی سنڈے کا ناشتہ نہیں کرتا تو پھر کیوں جان بوجھ کر ہر بار اس طرح کی مزاحمتیں کھڑی کر کے میرا ٹائم ویسٹ کرتی ہو۔۔

۔اس کے بے لگام لب میرب کی گردن سے بال ہٹا کر وہاں پر اپنے لمس چھوڑتے جا رہے تھے۔۔اس کے نرم گرم لبوں کے لمسوں کی حدت سے وہ مچل رہی تھی۔۔۔

۔شاہ آپ کتنے ظالم ہیں سب کو سنڈے کو چھٹی ہوتی ہے تو مجھے بھی چھٹی ملنی چاہیے۔۔۔پلیز آج نہیں وہ اپنے پیٹ سے ناکام کوشش کرتے ہوئے اس کے ہاتھ ہٹا رہی تھی۔۔۔

۔شاہ کی جان چھٹی کام کی ہوتی ہے محبت کی نہیں اور میرا پیار کوئی کام نہیں جس کی میں تمہیں چھٹی دوں۔۔۔

۔" میرب رومان شاہ "۔۔تم کب میرے لیے عشق سے بھی بڑھ کر ہو گئی مجھے خود بھی نہیں پتہ چلا ۔میری نسوں میں خون کی طرح تمہارا عشق دوڑتا ہے۔۔

۔جس طرح کوئی اپنے نسوں میں دوڑتے ہوئے خون کی کمی کو برداشت نہیں کر سکتا اسی طرح میں جینے کے لیے اپنی محبت میں کمی برداشت نہیں کر سکتا۔۔۔۔

۔مجھے پتہ ہے کہ میری جان بہت نازک مزاج ہے۔رومان شاہ کو سہنا تمہارے لیے آسان نہیں۔۔ مگر عشق میں محبت کی شدتوں کو سہنالازم ہوتا ہے میری جان۔۔

۔وہ کہاں اس وقت میرب کے دکھڑے سننے والا تھا۔میرب کی کمر پر لگی ہوئی زپ کو وہ کھول کر وہاں پر اپنے لب رکھ چکا تھا۔۔۔

۔میرب خاموش تھی کیونکہ شاہ کے سلگتے ہوئے لبوں کی گرمی سے اس کی سانسیں تیز ہونے لگی تھی ۔۔۔

۔شاہ کے آگے ایسے وقت میں احتجاج کرنا فضول تھا۔سنڈے کی صبح شاہ میرب کی جان کو ایسے ہی مشکل کر دیتا تھا جیسے اس وقت کیے ہوئے تھا۔۔۔

۔وہ میرب کے قریب جاتے ہی اتنا بہکا ہوا ہوتا تھا کہ پھر تو شاہ سے اپنا آپ خود بھی نہیں سنبھالا جاتا یہ بات وہ میرب کو کیسے بتاتا کہ وہ خود سے نہیں بہکتا اس کے جسم سے اڑتی ہوئی خوشبو اسے قدر بہکا دیتی

ہے۔۔اپنی کھلی زپ والی جگہ پر شاہ کے لبوں کے لمس اور دانتوں کے ضرب محسوس کرتے ہوئے میرب سسکیاں بھرنے لگی تھی۔۔

۔اپنی کمر پر رکھے اس کے ہاتھ کا لمس ریڑھ کی ہڈی تک سنسنا رہا تھا۔۔اس کے بھاری لمحوں کی قربت ۔۔۔۔کمرے کا فسوں خیز خاموش ماحول میرب کی جان کو مشکل میں ڈالے ہوئے تھا۔۔شاہ اتنے ظالم مت بنا کرے پلیز شاہ کے لمسوں کی شدتوں سے چور میرب اپنے دل میں سوچ کر رہ گئی تھی ۔لبوں سے تو وہ سے کچھ بولنے کی مہلت ہی کہاں دیتا تھا ایسے موقع پر۔۔۔

۔شاہ۔۔۔۔ہمم۔۔۔۔پلیز۔۔۔۔برداشت کرنا سیکھو جانے شاہ تمہاری قربت کی حسین وادیوں میں کھو کر اپنے بس میں رہنا شاہ سے نہیں ہوتا۔۔



۔شاہ کی بڑھتی جسارتوں سے وہ میرب کو سسکیاں بھرنے پر مجبور کر رکھا تھا شادی کو سال ہونے والا تھا۔میرب کو شاہ کی محبت کی حد ابھی تک سمجھ میں نہیں آئی۔۔۔آج بھی اپنی جان لیوا قربت پر اسے لرزتے دیکھ شاہ کے آتشی لب بڑے دلکش انداز سے مسکراتے تھے۔

۔اس کی کمر پر اپنے لمسوں کی بارش کرتے ہوئے پڑے ہوئے صوفے پر گرنے والے انداز میں بیٹھ گیا۔ کی کلائی کو پکڑ کر اپنی گود میں بٹھالیا۔۔

۔ایک لمحے کی تاخیر کیے بغیر دوسرا ہاتھ اس کی گردن میں ڈال کر اس کے بالوں میں انگلیاں دھنستے ہوئے سر پہ ہاتھ رکھ کر اسے اپنے لبوں پر جھکائے اس کی جان کو مشکل کیے ہوئے تھا۔۔۔

۔میرب اس کے کاندھوں پر ہاتھ رکھ کر صرف اس کی منمانیاں برداشت کر رہی تھی۔۔۔۔

۔ایسا نہیں تھا کہ میرب کو شاہ کے پیار سے پیار نہیں تھا۔۔ مگر شاہ کا پیار اس قدر سخت تھا کہ میرب کی نازک سی جان کو ہلکان کر کے ہی چھوڑتا۔۔۔



۔میرب پوری طرح سے خود کو اپنے شاہ کے حوالے کر چکی تھی۔ کیونکہ یہ شاہ کی سنڈے کی صبح تھی۔ جسے شاہ نے اپنی مرضی سے فریش کر ہو کر ہی اس کی جان چھوڑنی تھی۔ تو پھر یہ بیکار کی مزحمتیں کرنے کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔۔۔

۔کاندھوں سے کرتی کو کس کاتے ہوئے اس کے پورے وجود پر اپنی محبت بھری مہریں ثبت کرتے جا رہا تھا۔۔

۔جان شاہ تم اتنی خوبصورت کیوں ہو۔اس کی شرٹ کو کاندھے سے سرکائے ہوئے اس کے دلکش حسین سراپے کی رانائیوں کو دیکھتے ہوئے شاہ گمبھیر آواز میں اس کے سراپے کو گہری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔۔۔

۔شاہ کے الفاظ سن کر میرب نے تو شرم سے چہرہ نیچے جھکا لیا۔شاہ کی نظروں میں آتے جذباتوں کا سامنا کرنے کی ہمت میرب میں کبھی بھی نہیں ہوتی تھی۔۔

۔تمہارا یہ تل مجھے۔۔۔۔دل والے مقام کے پاس شاہ کا سب سے فیورٹ جو تل تھا۔اپنی بات کو ادھورا چھوڑ اس پر اپنے لب رکھتے ہوئے چوم لیا۔۔

۔لبوں کی گرمی سے میرب کے منہ سے نکلتی ہوئی سسکیوں کی شدت میں تیزی آنے لگی تھی۔جان شاہ تمہارا یہ تل مجھے پاگل کر دیتا ہے۔

۔بتاؤنا شاہ کی جان تم کیوں ہو اتنی خوبصورت کیوں شاہ کو تمہارا یہ حسن پاگل کر دیتا ہے۔۔۔۔۔شاہ کہ جان لیوا لمس دل والے مقام پر محسوس کرتے ہوئے ۔میرب گھبرا کر پیچھے ہوئی تھی ۔۔۔۔۔۔مگر وہ بھول گئی تھی کہ اس وقت وہ شاہ کی پکڑ میں ہے وہ دشمن جاں اپنی محبت کو پورا کیے بنا کہاں اسے راہ فرار دیتا۔۔

۔شش۔۔شاہ۔۔پ۔۔پلیز۔۔۔ن۔۔ نہیں کریں۔۔۔



اٹک اٹک کے کہا۔۔۔میری جان میرے سوال کا یہ جواب تو نہیں ہے۔شاہ نے ایک آئی برو اٹھا کر کہا۔اپنی محبت کے معاملے میں اتنا ظالم بن جاتا کہ ایسے وقت پر بھی اسے اپنے ہر سوال کا مکمل جواب چاہیے ہوتا۔۔۔

۔ششش۔۔شاہ پلیز میرے پاس اس وقت کوئی جواب نہیں ہے کبھی اپنی ضد چھوڑ کر میری حالت پر رحم بھی کر لیا کریں۔۔۔

۔میرب میری ضد کو جانتی ہو تو پھر جواب دے دو۔۔ورنہ اس سے بھی زیادہ تمہاری جان کو مشکل کروں گا۔اور حالت کو بھی اس سے زیادہ قابل رحم بنا دوں۔۔۔

۔میرب اس لیے اتنی خوبصورت ہے کیونکہ اسے اپنے شاہ کے پاس آنا تھا۔بڑی مشکل سے میرب بول پائی تھی۔



۔ہمم اور میرب صرف شاہ کے لیے بنی ہے میرب کے خوبصورت وجود اور محبت پر صرف اس کی شاہ کا حق ہے باقی کے جملے شاہ نے خود سے ہی مکمل کر دیے۔اسے بھی پتہ تھا کہ میرب کی حالت اس نے کس قدر قابل رحم کر رکھی ہے۔

۔میرب کے برہنہ وجود کو اپنی باہوں میں سمیٹتے ہوئے اسے بیڈ پر لے آیا۔وہ پوری طرح سے خود کو اس کی پناہوں میں چھوڑ کر آنکھیں بند کیے لیٹی تھی۔۔

۔وہ اس پر جھکا اور جھکتا ہے چلا گیا سانسوں کی چلتی ہوئی تیز دھنیں اور سسکیوں کی ٹوٹتی ہوئی مالا اس بات کا ثبوت تھا کہ شاہ اپنی سنڈے کی صبح کو خوشگوار بنا چکا ہے۔۔۔

۔وہ اپنی شدتوں سے ٹوٹی ہوئی میرب کو اپنے سینے میں چھپا کر اپنی سانسوں کو بحال کرتا ہوا آتشی لبوں تلے مسکرا رہا تھا۔۔

۔یہ بھی دشمن جہاں کا ایک انداز تھا کہ اپنی شدتوں سے توڑ کر اسے اپنی محبت کی پناہوں میں سمیٹ کر لبوں پر مسکراہٹ سجالیتا۔۔۔

!!جان شاہ ترے جمال کی تصویر کھینچ دوں لیکن!!!

زباں میں آنکھ نہیں آنکھ میں زبان نہیں!!!

۔شاہ نے ایک ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے میرب کے خوبصورت سراپے کو دیکھا۔اور گھمبیر آواز میں شعر کہا۔۔۔

۔شاہ اب آپ چپ کر کے لیٹے رہیں ورنہ میرے منہ میں جو زبان ہے وہ چلنے لگے گی۔۔۔

۔شاہ کی شدتوں سے ٹوٹی ہوئی میرب نے اپنے نازک ہاتھ سے ایک زور کا مکہ شاہ کے سینے میں مارتے ہوئے سر واپس شاہ کے سینے میں چھپالیا۔۔۔۔

۔ہاہاہا۔۔شاہ کا زندگی سے بھرپور قہقہہ روم میں گونج اٹھا تھا۔۔۔میرب کے اس انداز سے بدلہ لینے پر۔۔۔



ooooooooooo

۔لڑکیوں جا کر دیکھو کہ ہما کی کیا دیر ہیں۔۔۔ہما کی ماما اس کی کزنوں سے بول رہی تھی کہ ہما کی تیاری کہا تک پہنچی ہے۔۔۔

۔ہما کو پارلر والی گھر پر آ کر ہی تیار کر رہی تھی۔۔

۔پھوپھو بس تھوڑی ہی دیر ہے آپ باقی کی تیاریاں دیکھ لیں۔ہم ہما کو دیکھ لیں گے۔۔۔

۔تم لوگ تو ابھی تک خود تیار نہیں ہوئی ہما کو کیسے لے کر آؤ گی۔۔

۔آنٹی ان کے ایسے ہی تماشے ہیں یہ ہمیشہ لیٹ ہی تیار ہوتی ہے۔شزا نے اپنا اولین کام سر انجام دیا آگ لگانے والا۔۔

۔میرا بچہ تیار تو ابھی تم بھی نہیں ہو
ہما کی ماں نے شزا کے کان سے پکڑتے ہو مسکرا کہا۔



۔شزا کو محبت بھری ڈانٹ پڑتے
دیکھ سب کزنز کھی کھی کر کے ہنسنے لگی۔۔
۔کیا آنٹی آپ نے میری انسلٹ کروادی شزا نے منہ بسورتے ہوئے کہا۔

۔ آگ لگانے والوں کا ہمیشہ انجام برا ہوتا ہے لڑکی عائزہ نے کھی کھی کرتے ہوئے دانت نکال کر جواب دیا۔۔

۔نہیں بھئی آپ لوگ میری بیٹی کو تنگ مت کریں۔سب لوگ جلدی سے تیار ہو جائیں۔میں ہما کو خود ہی دیکھ لیتی ہوں۔۔

۔لگتا ہے پارلر والی کا اجث پورا ارادہ ہے کہ وہ ہمیں لیٹ کر کے ہی چھوڑے گی۔اور تمام لڑکیاں اگلے دس منٹ میں مجھے تیار چاہیے۔۔۔

۔ صبح سے تم لوگوں کی تیاری ہی مکمل نہیں ہو رہی۔ہما کی ماں نے اس بار تھوڑا سٹرک انداز سے کہا تھا۔۔۔

۔کسی کا جھمکا نہیں مل رہا تھا تو کسی کے بال کے سٹائل ابھی ادھورے تھے۔تو کوئی بالوں کو سٹریٹ کرنے میں مگن
تھی گھر میں اس وقت افرا تفری کا ماحول چل رہا تھا۔ہر کسی کو تیار ہونے کی جلدی تھی۔۔۔

○○○○○○○○○○

میم آپ کا فون بج رہا ہے آپ اٹھا لیں پارلر والی نے ہما کے بالوں کو پن اپ کرتے ہوئے کب سے بجتے ہوئے فون کی جانب اس کو متوجہ کیا۔۔۔

۔اس سے پہلے کی ہما کوئی جواب دیتی
اس کی کزنیں تیار ہو کر دھاوا بول چکی تھی۔شاہ زیب کا فون جو ہما کے نمبر پر آ رہا تھا۔۔اسے اٹھا کر بدتمیزوں نے سپیکر پر رکھ دیا تھا۔۔

۔ڈاکٹر صاحبہ کتنی بار کہوں کی اپنی تیار ہو کر پک بھیج دو۔۔۔اوووووووں۔۔۔۔شاہ زیب کی سپیکر سے آتی ہوئی آواز پر سب نے چیخوں کے ساتھ تالیاں ماری۔

۔بہنوئی جی تھوڑا سا صبر کریں اس کو لے کر ہم آپ کے پاس ہی آ رہے ہیں۔۔۔۔تم لوگوں کو شرم نہیں آتی میری ہونے والی بیوی کے فون پر قبضہ کرتے ہوئے۔۔۔ شاہ زیب پکڑے جانے پر شرمندہ ہونے کے بجائے سینہ تان کر جواب دے رہا تھا۔۔

۔بہنوں جی آپ کو شرم نہیں آتی کہ تھوڑی دیر صبر کر لیں فضا ہر اعائزہ ہانیہ یہ لوگ بھی کہاں ہر ماننے والی تھی۔۔

۔سوچ لو سالی صاحبانو جتنا تنگ کرو گے بدلے میں۔میں بھی وہی سلوک کروں گا۔کل میں بھی تم لوگوں کو تمہاری بہن سے ملنے کے لیے اتنا ہی تڑپاؤں گا شاہ زیب نے دھمکی دی۔۔

۔دیکھ لیجیے آپ تو ابھی سے ہمیں ہماری لڑکی سے دور کرنے پر آ گئے ہیں جایئے ہم نہیں دیتے اپنی لڑکی آپ کو شزا نے ایک ادا سے کہا تھا بالوں کو جھٹکا دیتیں ہوئے۔۔

۔سوچ لیجیئے ہم آپ کی لڑکی کو اٹھا کر لے جائیں گے۔



۔اوں ں ں ں۔۔۔ایسے کیسے ہماری لڑکی کو اٹھا کر لے جائیں گے۔۔
۔دولہا بھائی ہم سے پنگے مت لیں ہم سکیورٹی بڑھا دیں گے۔۔

۔دل والے دلہنیا لے جائیں گے جتنا مرضی آپ اپنی سیکیورٹی کو بڑھا دیں۔۔

۔بھائی آپ کو شرم نہیں آتی ڈاکٹر ہو کے غنڈوں والی جیسی باتیں کرتے ہوئے مقابلہ دونوں پارٹی ٹکر کا کر رہی تھی۔۔

۔ڈاکٹرا اتنے شریف بھی نہیں ہوتے کہ اپنی ہونے والی سالیوں سے ہار جائے۔۔

۔ڈاکٹر بھائی ہم تو سمجھے تھے کہ آپ بہت معصوم ہیں۔ مگر آپ تو بہت چالاک نکلے آخر سالیوں نے ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔۔

۔ہما تو دونوں پارٹیوں کا مقابلہ دیکھ کر حیران رہ گئی تھی۔ اسے شاہ زیب سے امید ہی نہیں تھی کہ وہ اس طرح کی باتیں بھی کرلیتا ہے۔۔

۔میری پیاری سالیوں آپ بے فکر رہو اس کے لیے تو میں شریف ہوں آپ لوگ میری بیوی کو بھڑکائے مت۔۔

۔سوچ لیجیے ابھی تو آپ کی بیوی

ہماری کسٹڈی میں ہے آپ نے ہمارے ساتھ کافی بگاڑ لی ہے۔جایئے آپ کو نہ ملے گی آپ کی دلہن کی پکس اور نہ ہو گی ہال میں آنے سے پہلے آپ کی اپنی دلہن سے بات۔۔۔

۔نہ یار ایسا ظلم مت کرو مجھے میری دلہن کی تصویر بھیج دو۔۔۔ تھوڑی اور منتیں و سماج کرو ہمارا شاید ہم غور و فکر کر لیں۔۔

۔فون دو مجھے اور شرم کرو کیوں تنگ کر رہی ہو۔ان کو ہما نے ان کے ہاتھ سے فون کھینچتے ہوئے کہا۔۔

۔بہت فکر ہو رہی ہے اپنے ہونے والے شوہر کی۔اور جو وہ ہمیں تنگ کر رہے ہیں وہ نہیں دیکھا آپ نے۔۔۔

۔چلو ہم لوگ چلتے ہیں یہ تو ابھی سے اپنے شوہر کے گن گانے لگی ہیں مصنوعی شکلیں بناتی ہوئی سب روم سے ایک کے کر کے جا چکی تھی۔۔۔

۔بہت تنگ کیا ہے آپ کی کزنوں نے سوچ لیجئے ڈاکٹر صاحبہ یہ سارے بدلے میں آپ سے لوں گا۔۔ بہت جلد آپ ہما سلیم سے ہما شاہ زیب خان ہونے والی ہو۔شاہ زیب نے ہما کے سلام کہتے ہی ایک کے بعد ایک اپنی سب باتیں۔۔۔

۔آپ بھی تو ان کو تنگ کر رہے تھے اور ویسے بھی آپ مجھے بیچ میں مت گھسیٹے ہما نے مسکراتے ہوئے بیچ کا راستہ نکالا۔۔



۔شاہ زیب بیٹا کتنی دیر ہے جلدی آجاؤ۔

۔ابھی شاہ زیب اور بات کرنے کے موڈ میں تھا کہ اس کی ماں روم کا دروازہ کھول کے اندر داخل ہوئی ۔۔شاہ زیب نے ہما کو اللہ حافظ کہتے ہوئے فون بند کر دیا۔ہما نے بھی اللہ کا شکر ادا کیا کہ اسے زیادہ سوالوں کا فی الحال جواب نہیں دینا پڑا وہ پہلے سے ہی بہت نروس تھی۔

oooooooooooo

۔چوہدرن تیرا وہ کھوتا کدھر ہے۔۔۔

چوہدری وجاہت گھر کے اندر داخل ہوتے ہی اپنی بیوی سے بولا۔۔۔

۔چوہدری صاحب کبھی تو میرے پتر کے لیے کچھ اچھا بول لیا کرو آتے شروع ہو جاتے ہو۔جائے نماز کو لپیٹتی ہوئی چوہدری کی بیوی کھڑی ہو گئی۔۔۔

۔تیرے پتر کی کرتوتیں چنگی ہوں تو پھر میں کچھ اس کے لیے بھی چنگا بھی بول لیا کروں گا۔۔سارا دن گلی کے آوارہ کتوں کی طرح اپنے یار بیلیوں کے ساتھ ادھر سے ادھر منہ مارتا پھرتا ہے۔۔

۔اپنے گاؤں کے علاوہ ساتھ والے ساتھ گاؤں میں بھی میری تھو تھو کروا رکھی ہے اس کتے کے پلے نے۔۔۔

۔چوہدری صاحب خدا کا خوف کیا کرو کم سے کم اس کو تو گالیاں دیتے ہیں خود کو تو گالیاں مت دیا کرو۔۔۔

۔یہ پکڑے پانی پییں اور ٹھنڈے ہو جائیں۔۔پانی کا گلاس ہاتھ میں پکڑاتی ہوئی چوہدری کی بیوی اس کا غصہ ٹھنڈا کر رہی تھی۔۔

۔جیسی تیرے پتر کی کرتوتیں ہیں ناوہ دن دور نہیں کہ اسی چلو بھر پانی میں ہم کو ڈوب مرنا پڑے گا۔۔

۔سلام ابا سائیں سلام اماں سائین چوہدری خرم جو ابھی ابھی گھر کے اندر داخل ہوا تھا۔سامنے بچھی پیپل کے درخت کے نیچے چارپائیوں پر بیٹھے اپنے ماں اور باپ کو سلام کرتے ہوئے اپنی چادر کا ایک پلو اٹھا کر پیچھے کی جانب کو جھٹک دیا چہرے پر آکڑ سجائے ہوئے آکر ٹھا سے چارپائی پر بیٹھ گیا تھا۔۔

۔جا کوئی چائے پانی کا بندوبست کر تیرا لائق پتر آیا ہے اپنے یار بیلیوں کے ساتھ گلیاں کچ کر۔۔

۔اب سائیں خدا کے لیے آتے ہی مت شروع ہو جانا۔۔

۔کیوں ایسے کون سے تو کارنامے سر انجام دے کر آتا ہے جو آتے ہی تیری خزمت کے لیے میں گھر کے بوہیں کے آگے تیل کی بوتل لے کر کھڑا ہو جاؤں کہ میرا لائک پتر آیا ہے۔۔۔

۔کوئی چنگے کام کر کے دکھا تو تجھے پھولوں کی مالا ڈالنے میں بھی مجھے کوئی دقت نہ ہو۔۔۔پر تیری کرتوتیں ہی ایسی ہیں کہ تجھے دیکھتے مجھے غصہ آجاتا ہے۔۔۔سارا دن پورے گاؤں میں تیرے ہی کارناموں کی باتیں ہوتی ہیں۔۔۔

۔چوہدری صاحب اللہ کا خوف کریں ابھی گھر میں داخل ہوا ہے یہ ساری باتیں بعد میں بھی ہو سکتی ہیں معاملے کو ٹھنڈا کرنے کے لیے چوہدری کی بیوی بیچ بولی۔۔۔

۔ہمیشہ مجھے ہی مت چپ کروایا کرو کبھی اپنی نالائق پتر کو بھی سمجھا لیا کرو چلو اور کوئی کام نہیں ہے تو شہر جا کر ماہ نور بیٹی کو ئی لے آئے۔۔

۔تو ابا سائیں اتنی سی بات آپ مجھے پیار سے بھی بول دیتے تو میں خوشی خوشی کر دیتا۔۔

۔ساری زندگی تجھے میں سمجھاتا رہوں تجھے خود سے نہیں پتہ کہ ماہ نور۔بیٹی کو کتنے دن ہو گئے ہیں گاؤں میں آئے ہوئے وہ ہاسٹل میں ہمارا انتظار کرتی رہتی ہے کہ کب اس کا نکمہ بھائی اس کو لینے آئے گا۔۔

۔اب دفع ہو شام کو جا کر بہن کو لے آ اور رات وہیں پر رک جانا صبح کا سفر ہی اچھا ہوتا ہے۔۔ویسے بھی لاہور میں تیرے بہت سارے نکمیں دوست ہیں کسی کے پاس بھی رک جانا۔۔

۔اماں سائیں اب دیکھ لو ساری بات مان رہا ہوں پھر بھی گالیاں دیے جا رہے ہیں خرم نے اٹھتے ہوئے اپنی ماں کو شکایت کی۔۔۔۔



۔چوہدری صاحب بس چپ کریں اب میرا پتر اپٹ کی پہلی بات مان کر جا تو رہا ہے۔۔۔۔

۔بڑا آسان کر رہا ہے تیرا پتر پوری دنیا کو تیرے پتر نہیں اپنے کاندھے پہ اٹھایا ہوا ہے۔بہت بوجھ ہے تیرے پتر کے کاندھوں پر۔۔۔۔۔

۔جاتے ہو بھی چوہدری صاحب نے اپنے طنز کے نشتر چلائے تو خرم غصے سے اپنی چادر کو جھٹکتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔۔اب سائیں کبھی زندگی میں اپنے پتر پہ خوش نہ ہونا۔۔۔

۔اکڑ چیک کر اس کھوتے کی جیسے بڑے کوئی عظیم کارنامے سر انجام دیے ہوں۔۔



۔چوہدری صاحب بس کریں اب تو چلا گیا ہے جان چھوڑ بھی دیا کریں اس کی ناگواری سے سر پہ ہاتھ رکھتی ہوئی چودری کی بیوی بولی۔۔۔

۔ایک دن توں بہت پچھتائے گی خرم کی ماں۔۔ جس راستے پر تیرا بیٹا چل نکلا ہے نا اس کو واپس موڑ لے ورنہ ایک دن ہم دونوں کے ہاتھ میں سوائے پچھتاوے کے اور کچھ نہیں رہ جائے گا۔۔

oooooooooo

بیٹا مجھے بہت اچھا لگا کہ اج تم میرے پاس آ کر بیٹھی اور اتنی ساری ہم ماں بیٹی نے باتیں کی آج مہک پہلی بار اپنی ساس کے پاس جا کر بیٹھی تھی اور اس سے کافی اچھا لگا تھا اپنی ساس سے بات کرتے ہوئے وہ کافی سادہ مزاج اور نرم دل کی عورت تھی۔۔

اماں ویسے آپ نے روم میں مجھے بلوایا کیوں تھا کوئی کام تھا آپ کو۔۔

کیوں میں ویسے اپنی بیٹی کو نہیں بلا سکتی اپنے پاس بیٹھنے کے لیئے۔



بلا سکتی ہیں لیکن میں نے تو ویسے ہی پوچھا ہے کہ کوئی ضروری کام تو نہیں تھا مہک نے اپنی بات کی وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

بیٹا میں نے بہت دل سے تمہارے لیے ایک سوٹ تیار کروایا ہے میں چاہتی ہوں کہ تم شازیب کی شادی پر یہ سوٹ پہن کر جاؤ۔

مہک کی ساس نے اسے اپنی الماری میں سے ایک سوٹ نکال کر دیا جس پر بہت نفیس کام ہوا ہوا تھا اور اس کا کرتی اور شرارہ تھا ساتھ میں ایک باکس دیا جس میں گولڈ کی بہت نفیس جولری تھی۔

اور ساتھ میں اپنے خاندانی کنگن بھی مہک کو دیے۔

پر اماں جی یہ تو اپ کے ہیں نا اپ پہنیں اسے۔

بیٹا یہ میری طرف سے تمہارے لیے پیار ہے جو میری ساس نے مجھے دیا تھا اور میں تمہیں دے رہی ہوں۔یہ کہتے ہوئے مہک کی ساس نے خود اپنے ہاتھوں سے مہک کے ہاتھوں میں کنگن پہنا دیے اور کہا کہ بیٹا یہ ہمارے خاندانی کنگن ہے اپ سے یہ تمہارے ہیں ان کو سنبھال کے رکھنا۔

میں خوشی سے تھینک یو بولتی ہوئی پہلی بار اپنی ساس کے گلے لگی۔

بیٹا تھینک یو کی ضرورت نہیں ہے تم میری بیٹی ہو ماں ہمیشہ اپنی بیٹی کو ہی اپنی چیزیں دیتی ہے اب تم جا کر تیار ہو جاؤ۔



۔مہک خوشی خوشی اپنی چیزوں کو دیکھتی ہوئی اپنے روم کی طرف چل دی۔

روم میں جاتے ہی اس کی نظر بیڈ پر پڑے ہوئے شاپنگ بیگ پر گئی۔ابھی وہ دیکھ ہی رہی تھی کہ احمر واش روم سے فریش ہو کر باہر آیا۔۔۔

۔

مہک نے تجسس سے احمر کی طرف دیکھا۔

۔احمر نے ایک آئی بروز اٹھا کر دیکھا۔۔۔ کیا۔۔۔۔ وہی تو میں پوچھ رہی ہوں کہ یہ سب کیا ہے مہک نے جواب دیا۔خود ہی کھول کے دیکھ لو احمر نے مسکراتے لبوں سے کہا۔۔۔

۔مہک نے اپنے ہاتھ میں پکڑے ہوئے کپڑے بیڈ پر رکھتے ہوئے شوپنگ بیگ کو کھولنا شروع کیا جن میں مختلف کلر کے خوبصورت ڈریسز تھے۔۔۔



۔مہک کو سمجھ نہیں آرہا تھا کہ کون سا ڈریس زیادہ خوبصورت ہے وہ ایک پکڑتی تو دوسرا رکھ دیتی تھی۔۔۔

۔احمر یہ سب کس کے لیے ہے تجسس بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔۔۔

۔یہ سب میرے لیے مجھے یہ کلر بہت پسند ہے۔۔۔احمر نے مسکرا کر اپنی زبان کو دانتوں تلے دباتے ہوئے کہا۔۔۔

۔۔۔چھی۔۔ سیریزلی یہ پہن کر آپ کیسے لگیں گے۔۔مہک پہلی بار احمر کی بات پر یوں کھلکھلا کر ہنسی تھی۔۔۔



۔یہ لڑکیوں والا کپڑے میں تو نہیں نا پہنوں گا ظاہر سی بات ہے کہ تمہارے لیے یار۔احمر نے ہنستے ہوئے کہا۔۔۔

۔

اب بتاؤ یہ تمہیں کیسے لگے کپڑے۔احمر نے مہک کے چہرے کی خوشی دیکھ کر پوچھا۔۔۔

۔بہت زیادہ خوبصورت ہیں مہک نے خوشی سے احمر کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

۔خوبصورت تو یہ تب ہوں گے جب تم ان کو پہنو گی احمر ٹاول گلے میں ڈالے ہوئے سر کو پہنچتا اس کے قریب آ کر دلکش نگاہوں سے دیکھتے ہوئے بولا۔۔

۔مگر میں تو آج ان میں سے کوئی بھی نہیں پہنوں گی۔۔

۔کیوں۔۔۔احمر نے حیرانگی سے دیکھتے ہوئے کہا۔۔۔ابھی تو تم نے کہا کہ تمہیں یہ سب ڈریسز پسند ہیں اور اب تم کہہ رہی ہو کہ ان میں سے کوئی بھی نہیں پہنو گی۔۔۔

۔آپ ناراض نہ ہو میں نے آج یہ ڈریس پہننا ہے۔جو اماں جی نے میرے لیے سلیکٹ کیا ہے۔۔بیڈ پر رکھے ہوئے ڈریس کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔۔

۔اچھا جی تو اس کا مطلب ہے کہ آج شوہر پر اپنی اماں جان کو ترجیح دی جا رہی ہے۔۔ٹھیک ہے بھائی ساس اور بہو اب مل کر روز میرے ساتھ ایسا ہی کیا کریں گی۔۔۔۔

۔اعلی جی پہن لو اب تم نے ایسے بندے کی چیز کو سلیکٹ کیا جس کو تو میں کبھی نہ کر ہی نہیں سکتا ۔۔۔احمر کو خوشی ہوئی تھی یہ سوچ کر کہ مہک اس کی ماں کو احترام اور عزت دے رہی ہے۔۔۔

۔مہک نے کھلے ہوئے چہرے سے اپنا جوڑا اور جولری احمر کو دکھائی۔۔۔بیوٹی فل بہت خوبصورت ہے اور جب تم اس کو پہنو گی۔تو اس سے بھی زیادہ خوبصورت لگے گا۔۔احمر نے جوڑے کے ساتھ مہک کی دل کشی کی بھی تعریف کی۔۔۔

۔اپنی کلائیوں کو ہلاتے ہوئے دکھایا کہ یہ کنگن مجھے اماں جی نے دیے ہیں۔۔۔



۔مگر یہ کنگن تو اماں جان اپنے بہو کو پہنانا چاہتی تھی۔احمر نے بنا تاثرات کے چہرہ لیے۔اس کے چہرے کے تاثرات دیکھنے چاہے۔۔۔

۔ہاں تو میں ان کی بہو ہی ہوں۔اس لیے کنگن پہ حق تو میرا ہی بنتا تھا۔۔۔

۔اچھا جی میں بس یہی سننا چاہتا تھا مجھے یہ سن کر بہت خوشی ہوئی کہ تم نے دل سے خود کو اس گھر کی بہو مان لیا۔۔

۔اس کی دونوں کلائیوں کو اپنے ہاتھوں سے پکڑتے ہوئے باری باری کنگ والی جگہ کو چوم لیا۔۔

۔مہک نے شرماتے ہوئے اپنے ہاتھ پیچھے کر لیے۔۔پیچھے ہٹے یہ کیا کر رہے ہیں۔۔۔

۔کرنے کو تو بہت کچھ کر سکتا ہوں ذرا شادی والا قصہ نپٹا لینے دو۔ محترمہ ویسے بھی کل رات کچھ وعدے ہوئے تھے ہم دونوں کے درمیان آج رات وہ پورے کرنے کا ٹائم آ گیا ہے۔۔۔

۔اس کی کمر پر ہاتھ رکھتے ہوئے دباؤ بڑھا کر اپنے ساتھ لگا لیا۔۔احمر پلیز ہم لیٹ ہو جائیں گے اور پھر شاہ زیب بھائی آپ سے ناراض ہو جائیں گے۔۔

۔احمر کو بہکتا ہوا دیکھ مہک شرما کر نظروں کو ادھر ادھر کر رہی تھی۔۔وہ اپنی دونوں کنگن والی کلائیوں کو اس کے سینے پر رکھے ہوئے تھی۔۔۔

۔شاہ زیب بھائی کی ایک بار شادی ہو جانے دو اسے بھی پتہ چل جائے گا کہ اپنی بیوی کے ساتھ روم میں ہوتے ہوئے ٹائم کا پتہ نہیں چلتا۔۔

۔پلیز آپ تیار ہو جائیں اور مجھے بھی تیار ہونے دے مہک مسکراتے ہوئے احمر کے سینے پر ہاتھ رکھ کر اسے پیچھے کر کے مسکراتی ہوئی واش روم میں جا کر بند ہو گئی تھی۔۔

۔کوئی نہ میری کتاب میں یہ بھی لکھ دیا گیا ہے۔اس کا بھی برابر حساب لیا جائے گا۔وہ اونچی آواز میں کہتا ہوا امرر کے سامنے تیار ہونے لگا۔۔۔

۔مہک کے بدلے ہوئے انداز نے احمر کو پرسکون کر دیا تھا۔ مہک کا واضح بدلاؤ احمر کو نظر آرہا تھا۔۔۔۔وہ دل ہی دل میں خدا کا شکر کر رہا تھا کہ اس کی بیوی کا دماغ لائن پر آنے لگا ہے۔۔۔

oooooooooo

جان شاہ اٹھ جاؤ امی جان ناشتے پر ہمارا ویٹ کر رہی ہیں۔۔شاہ کے سینے پر سر رکھے ہوئے۔گہری نیند میں سو گئی تھی۔رات کو بھی مہندی سے لیٹ آئے تو نیند نہیں پوری ہوئی۔۔۔

۔اٹھتی ہوں شاہ میں بہت تھکا ہوا فیل کر رہی ہوں۔۔۔میرب واپس سے آنکھیں بند کرتے ہوئے شاہ کے سینے پر سر رکھ کے سو گئی۔۔۔



۔اگر کہو تو میں تھکن اتارنے کا انتظام کروں۔۔شاہ نے میرب کے کان میں سرگوشی کی تو میرب نے نیند سے بھری ہوئی آنکھیں اٹھا کر شاہ کی جانب غصے سے دیکھا۔۔

۔یہ تھکن بھی ہاآپ کی دی ہوئی مہربانی ہے۔۔۔

۔ہاں تو میں نے تو کہا ہے کیا حکم ہے میرے لیے۔۔اگر کہو تو دبا دیتا ہوں کہو تو۔۔۔شاہ نے ادھوری بات منہ میں رکھتے ہوئے مسکرا منہ بنا کر مسکرایا۔۔

۔آہ آہ۔۔۔ظالم لڑکی۔۔۔میرب نے شاہ کے ننگے سینے پر اپنے دانت کاٹ دیے۔۔

۔اور جو آپ میرے ساتھ کرتے ہیں وہ ظلم نہیں ہوتا۔۔۔اب تو میں روز آپ کو اسی طرح سے کاٹ کاٹ کر کھائی جاؤں گی۔۔اپنے بالوں کا جوڑا بناتے ہوئے اٹھ کر بیٹھ گئی۔۔۔

۔سوچ لو میں اس سے بھی ڈبل کروں گا میری جنگلی بلی۔۔۔اس کے گالوں کو لبوں سے چھو کرتے ہو بیڈ سے اٹھ کر چپلیں پہن رہا تھا۔۔۔



۔ آپ پہلے کون سا مجھے کم ہلکان کرتے ہیں ۔۔اب تو میرا دل چاہتا ہے آپ کا نام رکھ دوں ظالم شاہ۔۔۔رومان شاہ آپ پر بالکل سوٹ نہیں کرتا۔۔

۔میری جان شاہ جو دل میں آئے وہ نام رکھو۔۔شاہ نے جب سارے حق ہی تمہارے ہاتھ پہ رکھ دیے ہیں تو جو چاہو شاہ کے ساتھ سلوک کرو۔۔۔

۔وہ مسکراتے ہوئے واش روم میں جا کر بند ہو چکا تھا۔۔۔

۔میرب اپنے لبوں میں مسکرا دی ہلکان کرنے کے بعد بھی رومان شاہ کے پیار سے بھری ہوئی میرب کس قدر مطمئن نظر آ رہی تھی۔۔۔

۔بے شک شوہر کا پیار عورت کے لیے تحفظ بھی ہوتا ہے اور صبر کا پیمانہ بھی۔ جیسے میرب روما شاہ کی محبت کا جام پی کر ہمیشہ مطمئن ہی نظر آتی تھی۔۔



ooooooooooo

۔امی جان اگر آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے تو ہم بھی نہیں جائیں گے۔۔میرب جو اپنی ساس کے روم میں ان کی تیاری دیکھنے اٹھی تھی۔۔ مگر اپنی ساس کو تیار نہ دیکھ کر وہ فکر مند ہوتے ہوئے خود بھی جانے سے انکار کر رہی تھی۔۔۔

۔نہیں بیٹا تم اور رومان دونوں جاؤ

شاہ زیب کی زندگی میں اتنی بڑی خوشی ہے ۔۔۔جا کر اس کو خوشی خوشی مناؤ میری طبیعت آج کچھ ٹھیک نہیں ہے اس کی بیٹا میں نہیں جاسکوں گی۔۔

۔مگر امی جان آپ کو ایسے چھوڑ کر۔ہیں جاسکتے۔۔رومان شاہ بھی روم کے اندر داخل ہوتے ہوئے اپنی ماں کی بات سن چکا تھا۔۔۔۔

۔اور اٹھیں میں آپ کو ڈاکٹر کے پاس لے کر چلتا ہوں رومان شاہ فکر مندی سے اپنی ماں کے پاس بیٹھ کر ان کا ہاتھ پکڑ کر چوم رہا تھا۔۔۔۔رومان شاہ اپنی ماں سے بہت محبت کرتا تھ۔یوں کہو کہ رومان شاہ کی ساری دنیا اپنی ماں کے ارد گرد گھومتی تھی۔۔۔

۔اپنی ماں کی زرا سی تکلیف سے بھی رومان شاہ تڑپ اٹھتا۔۔دنیا کا کوئی کام بھی رومان شاہ کو اپنی ماں کی صحت سے زیادہ ضروری نہیں لگتا تھا۔۔

۔پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے رومان بس تمہیں پتہ ہے کہ تھکاوٹ مجھے سوٹ نہیں کرتی۔۔۔۔۔رات کو ہم لوگ مہندی کے فنکشن سے بھی لیٹ آئے ہیں۔۔۔۔اس لیے بیٹا آج میں نہیں جاسکوں گی۔۔۔اور پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔۔۔۔۔میرے پاس سکینہ زکیہ اور باقی لڑکیاں سب موجود ہیں۔۔۔۔

۔اور تمہاری دونوں تائیاں بھی تو ہیں اگر کوئی پریشانی کی بات ہوئی تو تمہارے چچا بھی گھر میں موجود ہیں۔۔۔۔۔رومان شاہ کی ماں نے پوری تسلی دیتے ہوئے ساری بات کہی تھی۔۔۔۔

۔آپ کو لگتا ہے کہ اپ کی خراب طبیعت میں میں آپ کو یوں دوسروں کے رحم و کرم پر چھوڑ کر جا سکتا ہوں۔۔

۔میری جان تم دونوں جاؤ میں بالکل ٹھیک ہوں بس تھکاوٹ ہے اس لیے مجھ سے نہیں جایا جائے گا۔۔

۔رومان اور میرب کا دل تو نہیں مان رہا تھا۔ مگر امی جان کے بہت اصرار پر وہ جانے کے لیے تیار ہو گئے۔۔۔

۔اور یہ بھی سچ تھا کہ شاہ زیب کی خوشی ان کے بنا ادھوری تھی ۔۔رومان شاہ اور میرب گھر کے ملازمین کو تاکید کرتے ہوئے شادی کے لیے نکل گئے تھے۔۔۔

oooooooooo

۔گلاب کے پھولوں سے سجا ہوا سٹیج جس پر شاہ زیب ہما کے انتظار میں بیٹھا ہوا تھا۔شاہ زیب نے بلیک کلر کی شیروانی پہنی ہوئی تھی ۔اور اوپر سکن کلر کے کلے میں وہ بے حد خوبصورت لگ رہا تھا گورا چٹا پٹھان بلیک کلر میں دمک رہا تھا۔۔

کچھ ہی دیر میں ہما کو خوبصورت پھولوں سے بنی ہوئی چادر کے نیچے لایا جا رہا تھا۔ ہما پر روپ نور کی مانند چھایا تھا۔۔ڈیپ ریڈ کلر کے لہنگے اور کرتی میں وہ چلتی ہوئی کوئی ماڈرن گڑیا لگ رہی تھی۔۔۔

۔باریک باریک نین نقشوں کو پارلر والی نے میک اپ سے نکھار کر چار چاند لگا دیے تھے۔۔شاہ زیب کی نظریں سامنے آتی ہوئی ہما سے ہٹ نہیں سکی۔۔۔

۔وہ تیری ہی ہے بس کر کتنا گورے گا بے شرم انسان۔۔۔۔پاس بیٹھے ہوئے احمر اور رومان شاہ کی نظروں کا فوکس احمر پر تھا۔۔۔کیوں نہ ہوتا یہی تو موقع تھا کہ وہ اپنے یار کے ٹانگیں کھینچ کر اسے مذاق سے بے حال کر دیتے۔۔۔۔



۔چپ کر کے بیٹھے رہو تم بے غیرتوں کا مجھے سب پتہ ہے۔خود تو اپنے گھروں سے نکلنے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔

۔میری باری آئی ہو ہیں تو تم لوگوں کو بڑی تبلیغ سوجھ رہی ہیں۔۔خود لانتی انسانوں ہر جگہ لیٹ پہنچتے ہو آج بھی رومان شاہ اور احمر گھر سے لیٹ نکلے تھے شاہ زیب کا پارہ آج بھی ان دونوں پر گرم تھا۔۔

۔واہ بھائی ہمارے گونگے ڈاکٹر کے منہ میں زبان آگئی ہے۔اللہ خیر کرے۔۔

۔احمر نے بجائے اپنی غلطی تسلیم کرنے کے مذاق کر کر کے شاہ زیب کی جان مشکل کر رکھی تھی۔۔۔

۔سٹیج پر شاہ زیب نے ہما کے آگے ہاتھ بڑھاتے ہوئے اسے سٹیج پر چڑھنے میں مدد کی۔۔دونوں کی جوڑی بے حد خوبصورت لگ رہی تھی۔۔

۔شادی بہت خوبصورت سے انجام پائی تھی نکاح کے بعد رنگ برنگے لذیذ کھانوں کا دور شروع ہو چکا تھا کھانوں میں کچھ افغانی ڈشز بھی رکھی گئی تھی آخر شاہ زیب پٹھان تھا۔۔۔

۔کچھ نہ کچھ تو اس نے ٹریڈیشنل کرنا تھا کھانا بے لزیز تھا سب مہمانوں نے بہت لطف اندوز ہو کر کھایا

۔۔

۔کھانے کے بعد اب دلہن کی رخصتی کی باری آگئی تھی۔۔۔اشک بار آنکھوں سے ہما کے والدین اور رشتہ داروں نے ہما کو ڈاکٹر شاہ زیب کی پھولوں سے لدی ہوئے گاڑی میں بیٹھا دیا۔۔

۔ڈاکٹر ہما بھی نم آنکھوں سے اپنی ماں سے ملتی ہوئی گاڑی میں بیٹھی تھی۔جہاں اسے ڈاکٹر شاہ زیب کو پانے کی بے حد خوشی تھی۔۔۔

۔وہی اپنے والدین کو چھوڑنے کا غم جو ہر لڑکی کے لیے ہوتا ہے۔آج ڈاکٹر ہما بھی اسی کیفیت سے گزر رہی تھی کہیں خوشی تو کہیں دل کونے میں ماں باپ کے گھر کو چھوڑنے کا غم بھی تھا۔۔۔۔۔

ooooooooo,

شاہ میر کی سات بجے کے آس پاس آنکھ کھلی تو اسے احساس ہوا کہ مرہا اس کے ساتھ لیٹی ہوئی۔

بستر پر لیٹے لیٹے ہی شاہ میر نے اپنی آنکھوں کو چاروں طرف کمرے میں گھمایا مگر مرہا پورے روم میں کہیں بھی نظر نہ آئی۔۔

شاہ میر بستر سے اتر کر چپلیں پہنتا ہوا باہر کی طرف چلا۔باہر سے کھٹپٹ کی اور پانی کے شور کی آوازیں آرہی تھی۔ جس سے اندازہ لگایا جاسکتا تھا کہ مرہا باہر کچھ کام کرنے میں مصروف ہے۔۔

مرہا تم یہ سب کچھ کیوں کر رہی ہو؟؟؟ مرہا جو بڑے ہی مصروفانہ انداز میں شاہ میر کے کپڑوں کو دھو رہی تھی اچانک شاہ میر کی آواز سے دبک کر پیچھے ہوئی۔۔

ہائے اللہ میر!! اچانک آکے ایسے نہیں بولتے۔ کوئی دل کا کمزور بھی ہوتا ہے مرہا اپنی آنکھوں کو ادھر ادھر گھما کر گھبرائی ہوئی بولی۔

اچھا جی! مجھے نہیں پتہ تھا میری بیوی دل کی کمزور ہے۔تم مجھے یہ بتاؤ تم یہ سب کچھ کیوں کر رہی ہو ٹھنڈ دیکھی ہے۔ بیمار پڑ جاؤ گی تم۔ ویسے اتو سی تمہاری صحت ہے۔ آخر میں لہجہ تھوڑا شرارتی سا ہوا۔

۔کوئی اتو سی نہیں ہوں۔ شادی ہو گئی ہے اب میں بڑی ہو گئی ہوں اور آپ کے کام کرنا میرا فرض ہے

۔

میں یہ سب کام خود اپنے ہاتھوں سے کرنا چاہتی ہوں۔۔۔

اس کو شاہ میر کی یہ بات ذرا پسند نہ آئی اور وہ اپنے ہاتھوں کو ابھی بھی شاہ میر کے کپڑوں پر رگڑ کر دھو تے ہوئے اور ساتھ ساتھ شاہ میر کو جواب بھی دے رہی تھی۔۔۔

۔اوہو میری جان غصہ کر گئی میرا یہ مطلب نہیں تھا یار۔۔۔میرا مطلب تھا کہ موسم ٹھنڈا ہے تم بیمار پڑ سکتی ہو بس اس وجہ سے میں نے منع کیا کپڑے تو مجھے دے دیتی سارے اکٹھے کر کے میں لانڈری بجوا دیتا۔۔ تمہیں میں اپنے ساتھ ان کاموں کے لیے نہیں لایا۔



کیا مطلب ان کاموں کے لیے نہیں لے کے آئے۔۔۔۔تو ان کاموں کے لیے آپ کسی اور کو لے کے آئیں گے۔۔

آج مرہا کا بھی فل موڈ تھا شاہ میر کے ساتھ لڑنے کا۔۔ دونوں ہاتھ اپنی کمر پر رکھتے ہوئے وہ بھی گاؤں کی عورتوں کی طرح لڑا کو عورت بن کر اس کے ساتھ لڑ رہی تھی۔۔۔

او ہو!! میری بیوی تو گاؤں کے رنگ میں رگنے لگی ہے۔ یار میرا ایسا کوئی مطلب نہیں تم بات کو کہاں سے کہاں لے کے جا رہی ہو۔ میں تو بس۔۔

دھو بھئی تم کپڑے ہی دھو میں تو اپنی بات میں خود ہی پھنستا جا رہا ہوں۔

شاہ میر نے آخر ہار مانتے ہوئے میرہا سے کہا۔۔۔

۔جب بیوی پیار سے کوئی کام کرتی ہے تو اس کی تعریف کرتے ہیں اس طرح منع نہیں کرتے۔ مرہا کپڑوں کو واپس سے دھونے لگی۔۔



اوئے میرا بچہ مجھے معاف کر دو غلطی

ہو گئی۔ آئندہ ایسی گستاخی کبھی نہیں ہو گی جب بھی تم کام کرو گی میرے یہ معصوم لب صرف تمہاری تعریف کے لیے ہی کھلیں گے۔ شاہ میر نے مسکراتے ہوئے کہہ کر مرہا سے جان چھڑوائی۔۔

۔میرے لیے کوئی حکم تمہارے کام میں میں تمہاری کوئی مدد کر سکتا ہوں، یا اس میں بھی میری پیاری بیوی کو اعتراض ہے۔۔۔

مرہا کو اس طرح کام کرتے ہوئے دیکھ کر شاہ میر کو دل سے بالکل اچھا نہیں لگ رہا تھا۔۔۔

مگر مرہا کی لڑائی کا سوچ کر شاہ میر نے اسے اپنے کام سے منع کرنے کا ارادہ ترک کر دیا مگر وہ کام میں مرہا کی ہیلپ کروانا چاہتا تھا۔

نہیں آپ جا کر آرام کریں میں آپ کے کپڑے دھو کر آپ کے لیے ناشتہ بنا دیتی ہوں۔ مرہا اس وقت پوری طرح سے گھریلو لڑکی بن کر اپنے میر کے سارے کام کرنا چاہتی۔۔۔



میں آرام نہیں کر سکتا کیونکہ آج سنڈے ہے اور تم اپنا سارا دن اگر کام میں برباد کر دو گی۔ تو میرے لیے ٹائم نہیں بچے گا۔ اس لیے میں تمہاری ہیلپ کرتا ہوں کام میں ۔تم دھوتی جاؤ میں کپڑوں کو سکھانے کے لیے ڈالتا جاؤں گا۔ اس طرح کام جلدی ہو جائے گا۔ میر کو مرہا اپنے پاس روم میں چاہیے تھی مگر مرہا کو آج کام کا جنون چڑھا ہوا تھا۔ میر کا اپنا سر پیٹنے کو دل کر رہا تھا۔۔۔

جی نہیں میں سارے کپڑے خود ہی دھو کر سکانے کے لیے ڈالوں گی۔ اچھی بیویاں اپنے شوہروں سے کام نہیں کرواتی۔ اٹھ کر شاہ میر کے کپڑوں کو سکھانے کے لیے ڈالتے ہوئے برابر جواب دے رہی تھی۔۔

میری جان پلیز آج صبح صبح تمہیں کون سا بخار چڑھ گیا ہے۔ مجھے نہیں کروانے تم سے کام اچھی بیویاں اپنے شوہر کی بات مانتی ہیں۔ شاہ میر اس کے ہاتھوں پر ہاتھ رکھ کر کھڑا ہو گیا۔ جو رسی کے اوپر کپڑے ڈال رہی تھی۔۔۔

۔میر ہاتھ چھوڑے مجھے کپڑے ڈالنے دیں اور میں آپ کی ہر بات مانتی ہوں اس لیے میں اچھی بیوی ہوں اپنی پشت پر کھڑے ہوئے میر کی جانب نظریں کرتی ہوئی بولی۔۔۔

۔میری بیوی اچھی نہیں بہت اچھی ہے مگر میری جان تمہارے یہ ہاتھ ان کاموں کے لیے نہیں ہے۔ ان کاموں کو ہم پیسے دے کر کرواسکتے ہیں۔۔ مگر محبت تو پیسے دے کر نہیں کروائی جاسکتی۔۔ اس لیے

میری پیاری بیوی یہ کام کا غصہ چھوڑو اور میرے ساتھ روم میں چلو اور اپنے ان خوبصورت ہاتھوں سے مشقت کروانے کے بجائے ان کے محبت بھرے لمسوں سے مجھے خوش کرو۔۔

۔میر۔۔۔پیچھے ہٹیں آپ کی سخت بیرڈ مجھے بہت چبھتی ہے۔ایسے مت کیا کریں۔شاہ میر نے سختی سے اپنے گال مرہا کے مخملی گال پر رب کیے تو سخت بیرڈ سے مرہا منہ بسورتے ہوئے اپنی گال پر ہاتھ رکھ کر بولی۔۔

۔میں تو ایسے ہی کروں گا میری شاہ میر نے اپنے گال اور بھی زور سے رب کرتے ہوئے ہاتھ اس کے پیٹ پر باندھ رکھے تھے۔۔۔

۔شکایتی نظروں سے مرہا نے گردن گھماتے ہوئے شاہ میر کی جانب دیکھا۔میر پلیز چھوڑیں ہم لوگ صحن میں کھڑے ہوئے ہیں۔۔

۔مرہا نے شرماتے سے لہجے سے کہا تھا۔

تو!!!بھائی صحن میں کھڑا ہوں تو اپنی بیوی کے ساتھ رومانس کرنے میں کیا دقت ہے۔ شاہ میر نے سوالیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے اس کی گالوں پر لب ٹچ کرتے ہوئے کہا۔۔۔

۔میر گاؤں کے عورتیں اور مرد اس طرح رومینس نہیں کرتے کھلے میں۔۔۔

۔اچھا جی گاؤں کی عورتیں اور مرد کیسے رومانس کرتے ہیں۔ شاہ میر کا تجسس بڑھنے لگا تھا گاؤں کی عورتیں اور مرد اپنے روم میں لائٹس آف کرکے رومینس کرتے ہیں۔۔۔

۔ہمم یہ کس نے بتایا۔شاہ میر نے حیرانی سے گہری نظریں مرہا کے چہرے پر ڈالتے ہوئے پوچھا۔

۔آپ ہٹیں مجھے یوں آپ باتوں میں لگا کر کام کرنے سے مت روکیں۔۔ اور آپ بتائیں آج آپ کیا کھائیں گے۔اپنے پیٹ سے شاہ میر کے ہاتھ ہٹاتے
ہوئے شاہ میر کی بات کو اگنور کرکے تار پر واپس کپڑے ڈالنے لگی تھی۔۔۔

۔میں تو تمہیں کھاؤں گا میری سب سے فیورٹ ڈش تم ہو۔شاہ میر کہاں اسے کام کرنے دے رہا تھا اس کی کلائی سے پکڑ رکھ کر اپنے قریب کرتے ہوئے نظر
دل کش انداز سے مسکراتی ہوئی اسے دیکھ رہی تھی۔۔۔

۔میر چھوڑے مجھے کام کرنے دے مجھے ابھی آپ کے لیے کھانا بھی بنانا ہے مرہا کا یہ بدلہ بدلہ انداز شاہ میر کو حیرانی میں ڈال رہا تھا۔۔

۔بتائیں آپ کو کیا پسند ہے ابھی میر حیرانی سے مرہا کی جانب دیکھ رہا تھا کہ مرہانے پھر سے سوال کر دیا۔۔

۔میر کی جان مجھے تم پسند ہو اور مجھے تمہیں ہی کھانا ہے اور یہ کھانے والا کون سا نیا جنون تم نے پال لیا ہے۔جو کچھ بھی بنے گا میں کھالوں گا۔۔

۔شاہ میر تو کسی اور ہی موڈ میں تھا وہ کچھ اور ہی کرنا چاہتا تھا اپنے سنڈے کے سارے پلان جو اس نے پچھلے آٹھ دنوں سے بنائے تھے۔مگر مرہا کو دیکھ لگتا تھا کہ آج وہ سارے پلان مٹی میں ملانے والی ہے---

۔اس کے سر پر تو کام کا جنون چڑھ کر بول رہا تھا۔مرہا تم مجھے ایک بات بتاؤ یہ سب آئیڈیا اچانک سے تمہارے دماغ میں کہاں سے آئے ہیں۔شاہ میر نے اپنے دماغ میں جو سوچا اس سے زبان تک لے آیا ---

۔کیا مطلب میں نے کچھ غلط سوچا ہے میرہا تو آج سیدھا سیدھا جواب دینے کے موڈ میں ہی نہیں تھی---



۔بتاؤ یہ سب مشورے تمہیں کس نے دیے ہیں شاہ میر کو پکا یقین تھا کہ مرہا کا یہ خود کا دماغ نہیں ہے---

۔مجھے کسی نے کوئی مشورہ نہیں دیا یہ سب کچھ میں نے خود سے سوچا ہے خود کو مصروف دکھاتے ہوئے رسی پر کپڑے ڈالے ہوئے رسی پر کپڑوں کو بار بار سیدھا کر رہی تھی۔۔

۔اے سی پی کی نظر تھی دھوکہ نہیں کھانے والی مرہا میں نے پوچھا یہ سب مشورے تمہیں کس نے دیے ہیں تمہارا دماغ کتنا چلتا ہے مجھے بہت اچھی طرح سے پتہ ہے۔۔۔

۔اس لیے میری جان جھوٹ بولنا بند کرو مت بھولو کہ تمہارا شوہر ایک پولیس والا ہے۔ جھوٹ اور سچ میں فرق کرنا مجھے بہت اچھی طرح سے آتا ہے۔

۔شاہ میر بھی اپنی عادت سے مجبور بات کی تہہ تک پہنچے بنا کہاں پیچھے ہٹنے والا تھا۔۔۔ کیا میر آپ بھی ہر بات کے پیچھے پڑ جاتے ہیں۔ مرہا جھنجھلا سی گئی تھی۔۔۔

۔جب پتہ ہے کہ پیچھے پڑ جاتا ہوں تو پھر بتا دو میری جان کہ میری معصوم سی بیوی کو یہ سب کام والے مشورے کس نے دیے ہیں۔ کون ہے میرے سنڈے کا دشمن۔ کیونکہ میری بیوی اتنی معصوم ہے کہ اپنا جھوٹ بھی اچھے سے نہیں بول سکتی۔ تو اتنے سارے آئیڈیا تمہارے دماغ میں نہیں آسکتے۔۔۔

۔رسی پہ کپڑے ڈالتی ہوئی نظریں چراتی مرہا کو شامیر تنگ کرتے ہو یہ اس کے سامنے آن کھڑا ہوا ۔۔۔

۔میر مجھے بہت کام ہے مرہا شاہ میر کی نظروں سے گھبراتی ہوئی رسی کو چھوڑ کر روم کی جانب جا رہی تھی۔ اب تو شاہ میر کو پکا یقین تھا کہ مرہا کے دماغ میں یہ خرافاتی آئیڈیا کہیں اور سے ہی آئے ہیں۔۔۔۔

۔وہ بھاگتا ہوا مرہا کے پیچھے آکر دونوں ہاتھ اس کی کمر پر باندھے ہوئے اس کا رخ اپنی جانب کر کے کھڑا ہو گیا۔۔۔۔



۔بتاؤ!!!!!اس کی نظروں میں
نظر گاڑے آئی برو اٹھا کر بول رہا تھا۔۔۔

۔میر گاؤں کی عورتیں کہتی ہیں کہ اچھی بیویاں اپنے شوہروں کا کام کرتی ہے ورنہ شوہر ہاتھ سے نکل جاتے ہیں۔۔۔مرہا سمجھ چکی تھی کہ میراب جانے بنا اس کی جان نہیں چھوڑے گا۔۔۔

۔ہمم۔۔۔اور کیا کیا کہا ہے گاؤں کی عورتوں نے۔۔

۔میں آپ کے لیے اچھے اچھے کھانے روز بنایا کروں گی کیونکہ شوہر کے دل کا راستہ پیٹ سے ہو کر گزرتا ہے۔محبت سے اپنے بازوؤں شاہ میر کے گلے میں ڈالتی ہوئی اپنی ساری جرنل نالج شاہ میر کو بتا رہی تھی۔۔۔

۔جو اس نے گاؤں کی عورتوں سے اکٹھی کرر کھی تھی۔شاہ میر مسکراتی ہوئی نظروں سے اس کی جانب دیکھ اس کی ساری باتوں کو بڑی غور سے سن رہا تھا۔۔۔۔پاگل لڑکی کھانا بناؤ یا نہ بناؤ یہ کپڑے دھو یا نہ دھو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔۔۔

۔میر کے سارے راستے تم سے شروع ہو کے تم پر ہی ختم ہو جاتے ہے اس لیے فضول میں خود کو مت تھکاؤ۔

oooooooooo

۔آہ آہ۔۔۔چپ چپ میں ہوں کتنا چلاتی ہو یار تم۔۔

۔اپنے روم کی جانب شاہ زیب کی شادی کے فنکشن کے بارے میں سوچتی ہوئی مہک کو پیچھے سے آکر جب احمر نے پکڑ کر اپنے سینے سے لگایا تو ڈر کے مارے مہک کے منہ سے چیخ نکلی۔۔ جسے جلدی سے احمر نے اپنی ہاتھ سے روک لیا۔۔

۔احمر آپ نے تو میری جان ہی نکال دی تھی ڈری ہوئی مہک نے اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔بے بی ارادہ تو جان نکالنے کا ہی لے کر آیا تھا۔ مگر یار تم تو پہلے ہی چیخنا شروع ہو گئی ہو۔۔ چہرہ آگے کی جانب جھکاتے ہوئے قربتوں کے وصل سے سلگتے ہوئے لبوں سے اس کی پکڑیوں کو چومتے ہوئے پیچھے ہوا ---

احمر ہم کمرے سے باہر ہیں اور امی جان آسکتی ہیں اپ کیا کر رہے ہیں۔؟؟



امی جان سے مل کر آیا ہوں۔ وہ اپنے روم میں چلی گئی ہیں۔ تمہیں لگتا ہے اتنی دیر سے آنے کے بعد اور اتنی تھکن زیادہ جسم سے باہر آئیں گی یار وہ بالکل نہیں آئیں گی۔۔

اور اگر وہ تھکی ہوئی نہ بھی ہوتی تب بھی انہیں پتہ۔۔۔ کہ ان کی بہو کا حسن آج کتنا ہی سراپہ خیز لگ رہا تھا وہ اپنے بیٹے کی نائٹ کو سپورٹ نہیں کرنے آئیں گی۔۔ وہ اس کے پورے جسم کو نظروں سے ہی جائزہ لیتے ہوئے بولا۔

اور رہی بات روم سے باہر کی تو چلو روم کے اندر چلتے ہیں وہ کہتا ہوا کمرے کا لوگ گھماتا ہوا مہک کو اندر کی جانب کرتے ہوئے خود بھی اس کے پیچھے گیا۔۔

مہک اس کے ارادے بھانپتے گی۔۔۔ خود کی جان چھڑاتے ہوئے جلدی سے واش روم کی طرف بڑھی۔



مگر وہ تیز اندھی کی طرح اس سے پہلے وہاں پہنچتے۔۔۔ اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے دروازے کے ساتھ پن اپ کیا۔

کہاں بھاگ رہی ہو بیوی ؟؟ کیا رات کا اپنا کیا ہوا وعدہ بھول گئی ہو..۔ میں نے اپنا وعدہ نبھایا اور تمہیں اتنی محلت دی اب تم چپ چاپ خود کو میرے حوالے کر دو۔

شرارتی لہجے میں بولا۔

احمر کیا کر رہے ہیں اپ مجھے نیند آرہی ہے میں تھک گئی ہوں پلیز وہ من مناتے ہوئے بولی۔۔

میری جان اپ کی نیند بھانے کا میرے پاس طریقہ ہے۔۔ دو سیکنڈ سے پہلے اپ کی نیند بھاگ جائے گی اور۔۔ یہ بولتا ہوا اس کی گردن میں اپنا من چھپایا۔۔

اور اپنی ہونٹوں کے لب سے اس کی گردن کو جگہ بس جگہ بھگونے لگا۔۔



احمم۔۔ احمرر۔۔۔ ششششش !!!! بالکل چپ آج تم کچھ نہیں بولو گی ۔۔۔ تمہاری بڑھتی سسکیاں اور میری تیز سانسوں کا آج مقابلہ ہو گا تمہاری اب مجھے اواز نہ آئے۔۔

میں تھک گ۔۔۔۔۔اس کی بات کو درمیان میں کاٹتے ہوئے ہی وہ ہونٹوں پر جھک گیا۔۔اس کے نرم لبوں کو محسوس کرتے ہوئے وہ اتنی شدت پکڑ گیا کہ اسے محسوس ہی نہیں ہوتا اس کا سسکنا۔۔۔مہک اپنے دونوں ہاتھوں سے اس کو پیچھے کرنے کی کوشش کر رہی تھی مگر وہ پہاڑ جتنا سخت اس کے آگے کھڑا۔۔۔ہو اسے ایک انچ نہ پیچھے کر سکی اور اس کی آنکھوں سے آنسو نکلنا شروع ہو گئے۔

اس کی آنکھوں کو اپنے منہ پر محسوس کرتے ہوئے احمر تھوڑا سا پیچھے ہوا۔۔مہک نے شکوہ کو نظروں سے اسے دیکھا جو اس کے اوپر جھکا ہوا تھا۔۔

سوری بیوی مگر کیا کروں !!جب جب تمہارے پاس آتا ہوں۔۔میں خود سے بھی بیگانہ ہو جاتا ہوں مجھے نہیں پتہ چلتا۔۔

وہ اپنے ہاتھوں سے اس کے آنسوں کو چنتے ہوئے محبت بھرے لہجے میں بولا۔۔

اس کے ہاتھوں کے لمس کو محسوس کرتے ہوئے مہک پھر سے دو قدم پیچھے ہوئی۔

میں چاہتا ہوں تم مجھے خود اپنی خوشی سے یہ سب کرنے کی اجازت دوں۔

تو میری جان میں تمہارے ساتھ پیار بھری باتیں کروں۔ اور تمہیں اپنی محبت بھری گستاخیوں سے پریشان کروں گا، اسکا ہاتھ سے کھینچ کر خود کے قریب موا وہ جذب کے عالم میں بولتا ہوا اس کی پیشانی پر محبت کی مہر ثبت کرتا مسکرایا تھا۔



اس کی اپنے پاس موجودگی ہوش و حواس کو مفلوج کر رہی تھی، وہ پہلی جسارت پر سمجھ گیا تھا کہ یہ لڑکی اس پر حاوی ہونے والی ہے۔۔۔ تبھی اسکی آنکھوں میں مزید جسارتیں کرنے کی منہ زور امنگیں سر اٹھانے لگیں، دل میں جذبات مچلنے لگے۔

تمہاری ان نشیلی آنکھیں نے جال بچھا رکھا ہے،اس پر جھکے ہوئے دونوں آنکھوں کو چوما۔۔

مہک کا آہستہ آہستہ سانس لینا، احمر کے دل میں حشر برپا کر رہا تھا، اسکے سرخ عارض پر شوخ سی نگاہ ڈالے آخر جھک کر اسکے رخسار کو چوما، اتنی محبت اور نرمی سے کہ مہک خود اس کے نرم لمس پر حیران ہوئے ساکت کھڑی تھی۔

احمر کی شیو کی چھبن چہرے پر محسوس ہونے پر مہک زرا سی کسمائی۔۔۔

"تمہاری اور میری زندگی دونوں کی ایک جیسی ہے عشق کے پنجرے میں قید"



اور اس پنجرے سے نکلنے کے لیے ہم دونوں کو ایک دوسرے کی قربت کی ضرورت ہے۔۔اگر تمہاری خواہش نہیں ہے تو میں تمہیں کچھ نہیں کہوں گا ٹھیک ہے تم میری عزت ہو۔اب جب تمہاری خواہش ہو گی تب ہی ہم اس رشتے کو آگے بڑھائیں گے۔۔

یہ آپشن تو میری زندگی میں کبھی نہیں رہا
کہ میں اپنی زندگی کا فیصلہ اپنی خواہش سے
کروں۔تو یہ سوال اب بھی بے معنی ہے۔"میرے لیے وہ بھری آنکھوں سے بولی۔۔

مگر میں تمہاری خواہش کا بہت احترام کرتا ہوں۔۔۔جو کچھ ہوا ہمارے درمیان وہ غلط تھا مجھے بھی اس بات کا علم ہے۔۔ مگر تم مجھے سمجھ نہیں رہی تھی۔۔ مگر اب اگے ایسا کچھ نہیں ہو گا تم میری عزت ہو محبت کرتا ہوں میں تم سے۔۔۔محبت کی بات تو آپ رہنے دیں احمر صاحب آپ اپنے ماضی سے ہی اتنی جلدی نہیں نکل سکتے۔۔

عورت تو پھر بھی اپنے ماضی سے جلدی نکل جاتی ہے۔اور اس شخص کو قبول کر لیتی ہے جو اس کے نکاح میں ہو۔مگر مرد اپنے پہلے عشق کو کبھی نہیں بھولتا۔۔اور ایسی عورت کے ساتھ کبھی زندگی بسر نہیں کر سکتا جو ایک طلاق یافتہ ہو اور اس کے ماضی میں کوئی اور رہا ہو۔کیا آپ پوری زندگی ایسے ان چاہے شخص کے ساتھ گزار سکتے ہیں؟؟؟؟

مہک نے بھی دل کھول کر اپنے شکوے شکایت، سوال احمر کے سامنے رکھے جن کی اب وہ جواب طلب تھی۔

تمہارے ماضی سے مجھے کوئی لینا دینا نہیں مہک تمہارے حال میں میں موجود ہوں۔۔اور کہاں لکھا ہے ایک طلاق یافتہ لڑکی کے ساتھ زندگی بسر نہیں کر سکتی۔اگر محبت سچی ہو تو ایسی کوئی بھی چیز درمیان میں نہیں آتی اور میں تم سے بے حد محبت کرتا ہوں۔۔

اور تمہارا ماضی تمہارا حال تمہارا مستقبل اب مجھ سے جڑا ہے تو بھول جا تم اپنی پرانی اجڑی ہوئی زندگی کو۔



میں وعدہ کرتا ہوں تمہاری اس نئی زندگی کو میں خوشیوں سے بھر دوں گا۔اور میں تم سے وعدہ کرتا ہوں میں اپنے ماضی کو آج اسی وقت بھول گیا۔۔میری زندگی میں تم ہو اور آنے والا کل میں تمہارے ساتھ گزارنا چاہتا ہوں۔ چینج کرلو ان کپڑوں میں تم انکمفرٹیبل ہو گی۔۔

پیار سے اس کے ماتھے پر مہر ثبت کرتا ہوا اور ڈراپ کی طرف چل پڑا۔

oooooooooo

السلام علیکم لالہ کیسے ہیں آپ؟؟

ماہ نور اپنے ہوسٹل سے نکلتے ہوئے باہر خرم کو گاڑی کے ساتھ ٹیک لگائے کھڑے ہوئے سلام کیا۔۔

میں ٹھیک ہوں گڑیا تم کیسی ہو وہ بڑے ہی پیار سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتا ہوا بولا۔

میں بھی بالکل ٹھیک فٹ فاٹ آپ کے سامنے۔ہاں وہ تو نظر آرہا ہے چلو بیٹھو گاڑی میں باقی کی باتیں گاڑی کے اندر کرتے ہیں۔



لالہ امی جان اور ابا جان کیسے ہیں۔۔امی جان بالکل ٹھیک ہیں گڑیا تم بتاؤ تم کیسی ہو تمہاری پڑھائی کیسی جا رہی ہے۔۔

لالا میری پڑھائی ایک دمس کلاس جا رہی ہے اور اپ نے ابا جان کا نہیں بتایا کہ وہ کیسے ہیں وہ ٹھیک ہے نا۔۔؟؟

ماہ نور خرم کے ابا جان کے حال نہ بتانے پر گھبرا گئی کہ ابا جان ٹھیک تو ہیں ان کا بلڈ پریشر ہائی رہتا تھا اس کے دل میں عجیب عجیب سی وسوسے ارہے تھے۔۔

اج ویسے بھی اپ مجھے لینے کے لیے ائے ہیں ڈرائیور بابا نہیں لینے کے لیے ائے تو اپ مجھے بتائیں ابا جان تو ٹھیک ہے نا۔۔

اور ٹھیک ہے ابا جان ان کو کیا ہونا ہے میرا خون پیتے ہیں ان کو کچھ ہو سکتا ہے۔۔۔

ہائے لالا! کیا ہو گیا ہے اپ ایسا کیوں بول رہے ہیں اپ کی ابا جان کے ساتھ پھر لڑائی ہوئی ہے کیا۔۔

تم یہ پوچھو گڑیا کہ میری اور ابا کی لڑائی کب نہیں ہوتی ان کو تو ہمیشہ میرے اندر کیڑے ہی نظر آتے ہیں۔۔

ایسی بات نہیں ہے لالا وہ اپ سے بہت محبت کرتے ہیں اپ کی فکر ہوتی ہے ان کو اس لیے وہ اپ پر تھوڑی سی سختی کرتے ہیں۔

کوئی محبت شہبت نہیں کرتے وہ ہم سے ان کو بس ہمارے ساتھ سختی ہی کرنی ہوتی ہے محبت تو صرف ہماری اماں جان ہم سے کرتی ہیں۔۔۔ خیر تم ان سب باتوں کو چھوڑو بتاؤ تم گڑیا کچھ کھاؤ گی۔۔؟؟

بالکل لالا جان ہم کھائیں گے اپ ہمیں پانی پوری کھلا دیں سامنے پانی پوری کھا ٹھیلا دیکھتے ہوئے ماہ نور چہکتی ہوئی بولی۔۔۔

توبہ یہ بھی کوئی کھانے کی چیز ہے نرا گلا خراب کرنے کا گھر ہے یہ تو۔۔لالا نہیں ہوتا گلا خراب اپ مجھے کھلا دیں مجھے بہت اچھی لگتی ہے ہاسٹل میں بھی نہیں کھانے دیتی سب لڑکیاں کہتی ہیں گلا خراب ہو جاتا ہے۔۔۔پلیز نا اپ مجھے کھلا دیں۔۔



اچھا تم بیٹھو میں لے کر آتا ہوں تمہارے لیے۔۔ کھٹا زیادہ پانی رکھیے گا اور مرچی بھی تھوڑی تیز وہ پیچھے سے آواز دیتی ہوئی بولی۔ ہمم!!

○○○○○○○○○

السلام علیکم ہاں رومان کیسے ہو؟؟

وعلیکم السلام میں بالکل ٹھیک !شامیر تم بتاؤ تم کیسے ہو مرہا کیسی ہے ؟

ہاں الحمدللہ ہم بھی ٹھیک اور بتاؤ میرب کیسی ہے امی جان کی طبیعت کیسی ہے ؟؟

میراب بالکل ٹھیک ہے امی جان کی طبیعت تھوڑی سی اپ سیٹ ہے۔۔اچھا کیا ہوا انہیں۔۔شاید ویدر چینج ہونے کی وجہ سے تھوڑا موسمی بخار وغیرہ باقی تم بتاؤ کیا مصروفیات چل رہی ہیں تمہاری۔



اللہ پاک صحت دے انہیں۔۔ ہاں یار بس مصروفیات وہی کسانوں والا کیس ختم ہونے والا ہے.

انشاءاللہ! پھر دیکھتے ہیں آگے کی مصروفیات کا تم بتاؤ تم نے فون کیا تھا میں اس وقت اٹھا نہیں سکا تھوڑا بزی تھا یار۔

ہاں میں نے تمہیں اس لیے فون کیا تھا کہ عاصم کی سزا کتنی رہ گئی ہے؟

کیونکہ یار مہک اپنے گھر چلی گئی ہے اور میں چاہتا ہوں کہ اب چچی جو ہیں وہ بھی اپنے گھر جائیں مگر اس طرح سے ان کو بھیجا مناسب نہیں تو بہتر یہ ہے کہ اسن کی سزا کا پتہ چل جائے تو ان کو میں ان کے گھر روانہ کروں۔

اس کی سزا تو ابھی ہے مگر جس طرح اس کی اتنی خاص کوئی غلطی نہیں تھی اور اس کا بیہیویئر بھی کافی اچھا ہے تو اس کا کیس ہم چھ ماہ سے تھوڑا کم کرواسکتے ہیں میں پوری کوشش کروں گا۔۔۔ہاں یار اگر ایسا ہو سکتا ہے تو ٹھیک ہے کیونکہ ان سب میں اس کی اتنی زیادہ غلطی نہیں تھی۔۔بس اس کی اتنی غلطی تھی وہ ان کا بیٹا ہے۔۔اور اس کی پرورش میں تھوڑی کمی رہ گئی تھی۔

ہمم!!! چلو میں دیکھتا ہوں پھر تمہیں بتاتا ہوں اس بارے میں کیا ہو سکتا ہے۔۔

چلو ٹھیک ہے یہ اتنا شور کیوں ہے تم باہر ہو؟؟

گاڑیوں کے مسلسل ہارن اور الو پیاز کی پیچھے سے مسلسل آوازیں آتی ہوئی آخر رومان نے پوچھ ہی لیا ---

ہاں یار!!مارکیٹ آیا ہوں گروسری خریدنے۔۔اج میری بیوی کچھ سپیشل کھلانے والی ہے مجھے اور ہنستے ہوئے بولا۔۔



او اچھا!!!!تو کام کروایا جارہا ہے میری بہن سے۔۔۔ آہا غلط تمہاری بہن سے نہیں اپنی بیوی سے کام کروارہا ہوں۔۔

اچھا۔۔۔ چلو پھر بات ہوتی ہے تم سے دلاور کی کال اٹینڈ کرلوں۔۔۔ اس کا فون پہ فون آرہا ہے۔

مرہا کو سلام کہنا بات ہوتی ہے پھر تم سے ٹھیک ہے اللہ حافظ۔

ہاں تم بھی گھر میں سب کو سلام کہنا اللہ حافظ۔۔۔

جان میر !! کہاں پھنسا دیا ان آلو پیاز میں مجھے تم نے۔۔۔ کہاں تمہارے میر کو انکاؤنٹر کرنا آتا تھا۔۔ تم نے تو یار مجھے سبزی خریدنے والا بھی بنا دیا واہ۔۔۔

"سنا تھا عشق میں ہو جاتے ہیں لوگ نکمے۔۔۔ مگر تمہارے عشق نے تو ہمیں کسی کام کا نہیں چھوڑا"۔

چلیں میر صاحب خریدیں آلو پیاز اپ کی جان آپ کا انتظار کر رہی ہو گی۔۔۔ وہ بڑے ہی دلکشی سے مرہا کا معصوم چہرہ یاد کرتے ہوئے مسکراتا ہوا سبزی کی طرف پلٹا۔

oooooooooooooo

نہیں بھائی جی ایسے اپ اندر نہیں جاسکتے اگر اپ نے اپنی بیوی کا دیدار کرنا ہے تو پہلے ہماری ہتھیلی گرم کریں۔

شاہزیب کی چند کزنیں اس کا راستہ روکے ہوئے کھڑی تھی۔۔او بھائی یہ کیا بات ہوئی اب اپنی ہی بیوی کا منہ دیکھنے کے لیے تم جیسے چمچیوں کو میں پیسے دوں کیوں؟؟؟؟؟

ہاںںںںںںںس!!! چمچیاں ٹھیک ہے اب ہم بھی پوری رات اپ کے کمرے کے اگے ہی بیٹھی رہیں گی نہیں جانے دیں گے اپ کو کمرے کے اندر۔۔

ایسے کیسے نہیں جانے دو گی۔۔یار ایسا نہ کرو پہلے سالیوں نے لوٹا اب بہنیں لوٹیں گی۔ دیکھو بہنیں پیاری پیاری میری معصوم پریاں چلی جاؤ اپنے اپنے کمروں میں۔۔۔ نہیں تو میں تم سب کو ایک ایک کر

کے نیند کا انجکشن لگا دوں گا۔۔ تم لوگوں نے کیا میری زندگی کو عذاب بنایا ہوا ہے اپنی ہی بیوی کو دیکھنے کے لیے کبھی مجھے اپنی سالیوں کے اگے ریکویسٹ کرنی پڑتی ہے کبھی اپنی بہنوں کے اگے جا رہی ہو تم لوگ کہ نہیں۔۔۔

نہیں جائیں گے نہیں جائیں گے جب تک اپ ہمیں پیسے نہیں دے دیتے ہم نہیں جائیں گے۔۔۔

لو بھائی شاہزیب کو تو اب یہ نہیں چھوڑنے والی جب تک وہ ان کو پیسے نہ دے کر اپنی جان نہ چھڑوا لے۔ کمرے میں بیٹھی شاہزیب کی ماماہمہ کے ساتھ سرگوشیاں کرنے لگی۔

لیکن چاند جیسی بہو ہے تو اتنا تو ان کی بہنوں کا بنتا ہے تنگ کرنا شاہزیب کی مما کے ہمہ کے چہرے تھوڑی سے پکڑتے ہوئے بڑے ہی محبت بھرے انداز میں بولی۔۔۔ہمہ نے شرما کر اپنی پلکیں نیچے جھکائیں۔۔۔

تم ذرا بیٹھو آرام سے میں ان کا مسئلہ سلو کر کے آتی ہوں۔۔ نہیں تو یہ میرے بیچارے بیٹے کو اندر نہیں آنے دیں گی وہ ترستا رہے گا میری جان جیسی بہو کا مکھڑا دیکھنے کے لیے۔

ہاں بھائی لڑکیو کیا تم نے میرے بیچارے بیٹے کو اکیلا سمجھ کے پکڑ رکھا ہے۔۔



۔دیکھیں نا پھپھو جان شاہزیب بھائی ہمیں ہماری پیسے نہیں دے رہے۔۔ہم نے کہا ہے بھابھی کا فیس اب تب دیکھ سکیں گے تب جب اپ ہمیں اندر انٹر ہونے کے پیسے دیں گے مگر وہ شاید چاہتے ہی نہیں

کہ اپنی بیوی کا چہرہ دیکھیں۔۔ک وہ ہمیں پیسے نہیں دے رہے اور لہذا ہم انہیں نہیں جانے دیں گے
---

مما یہ کیا بات ہوئی بھائی یہ کہاں لکھا ہے اپنی بیگم کا منہ دیکھنے کے لیے اب میں ان چمچوں کو پیسے دیتا پھروں۔۔۔سی پھپھو دیکھیں بھائی کو ایک تو ہمیں پیسے نہیں دے رہے اوپر سے ہمیں چچیاں بھی کہہ رہے ہیں۔۔۔۔

اچھا اچھا میری پیاری بچیوں میں تم لوگوں کا کام حل کر دیتی ہوں۔۔تم لوگ اپنی ڈیمانڈ بتاؤ مجھے۔۔۔
ڈیمانڈ مما سیریسلی اپ میرے ساتھ ہیں کہ ان کے ساتھ ہیں۔؟؟؟



دیکھو شاہزیب بیٹا میں تو اپنی ان بچیوں کے ساتھ ہوں بھئی شادی بھیاہ میں ان کو تنگ کرنے کا موقع ملتا ہے تم اگے پیچھے کہاں ان کے ہاتھ آؤ گے۔۔

ممانات فیئر شاہزیب اپنی ماں کو مصنوعی آنکھیں دکھاتا ہوا بولا۔۔۔بھائی جان فیر بھی اینڈ فیئر اینڈ لولی بھی ۔۔۔ چلیں جی اب تو ہماری ممانی جان بھی ہمارے ساتھ ہیں تو جلدی سے پیسے ہمارے حوالے کریں اور جائیں اپنی بیگم کا خوبصورت چاند جیسا مکھڑا دیکھنے کے لیے۔۔ شاہزیب کی ایک اور کزن بولی۔۔

تو تم چچیاں میری ایسے جان نہیں چھوڑنے والی بتاؤ چمچیو کتنے پیسے چاہیے تم لوگوں کو وہ ایک ایک لفظ کو پیستے ہوئے بولا۔۔۔۔۔۔۔۔۔نہ کم نہ زیادہ صرف ایک لاکھ۔۔۔ایک لاکھ شکل دیکھیں تم لوگوں نے اپنی ایک لاکھ کی سپیلنگ بھی نہیں آتے ہوں گے تم لوگوں کو۔۔۔

سپیلنگ کی اگر بات کریں تو ہمیں بلینز کے زیادہ آتے ہیں سنائیں اگر آپ سپیلنگ کی بیس پر پیسے دے رہے ہیں ۔۔۔عائشہ تم تو اپنا منہ بند ہی رکھو یہ سب خرفاتی تمہارے دماغ کے ہیں وہ اپنی پھپھو ذات بہن سے بولا۔۔۔ہاں تو اپنے بھائی کی کلوتی بہن ہوں تو میرا ہی ائیڈیا ہو گا ناوہ چہکتے ہوئے بولی۔۔

عائشہ شاہزیب کی پھپھو زاد بہن تھی جو کہ اس کی پھوپوں کی اکلوتی بیٹی تھی اور شاہ زیب کو اپنا بڑا بھائی سمجھتی۔۔۔اور شاہزیب بھی اسے اپنی بہنوں سے بڑھ کر سمجھتا تھا کیونکہ شاہزیب کی بھی کوئی بہن نہیں تھی۔۔۔

تمہیں تو میں دیکھ لوں گا۔۔۔فلحال آپ ہمیں چھوڑیں بھابھی جان کا سوچیں لیٹ ہو رہے ہیں اپ۔۔۔کوئی بات نہیں بیٹا ہمارا ٹائم بھی آئے گا۔۔کہتا ہوا جیب کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے والٹ نکالا۔۔۔ہوووووووووووووووووووں!!!!!شاہزیب کے والٹ سے پیسے نکلتے ہوئے دیکھ کر سب یکجان ایک ساتھ چیخیں۔۔۔یہ لو چمچے اور اب نظر نانا مجھے تم اس کمرے کی اس پاس بھی اس نے پیسے عائشہ کے ہاتھ پر رکھتے ہوئے بولا۔۔۔

تھینک یو تھینک !!!یو یو ار داورلڈ بیسٹ بر در اینڈ یو ار ویری لکی بھابھی جان۔۔۔بس بس اب بٹر نگ نہ کرو اور جاؤ ارام کرو سب اپنے اپنے کمروں میں تھک گئی ہو گی تم لوگ بھی وہ سب کے سر پر پیار دیتا ہوا بولا۔۔۔جی۔۔۔

جاؤ بیٹا تم بھی اندر جاؤ ہما کب سے انتظار کر رہی ہے تمہارا تم لوگ بھی ذرا ارام کرو شاہزیب کی مما اس سے بولتے ہوئے خود بھی اپنے کمرے کی طرف چل دی۔

ہمہ اپنی زندگی کے آنے والے لمحات کو یاد کرتے ہوئے ڈرے سہمی ہوئی بیٹھی تھی۔

آہس آہس السلام علیکم ڈاکٹر صاحبہ !کس گہری سوچ میں مصروف ہیں۔



شاہزیب باہر کا معاملہ حل کر کے اندر دبے پاؤں آیا اور بیڈ پر ڈری سیہمی ہما کو کسی گہری سوچ میں مبتلا پا کر آہستہ سے اس کے پاس آکر بولا۔۔۔

○○○○○○○○○○○

میر فریش ہو جائیں کھانا بن گیا ہے میں لے کر آ رہی ہوں مرہا کچن سے ہونک لگاتے ہوئے بولی۔

ہمم !!خوشبو تو بہت اچھی آ رہی ہے۔شاہ میر کچن میں اکر لمبی سانس کھینچتے ہوئے بولا۔۔

کھانا بھی بہت اچھا ہو گا مرہا کندھے اچکاتے ہوئے بولی۔۔اس میں تو کوئی شک نہیں میری جان نے اپنے نازک ہاتھوں سے بنایا ہے تو کھانا تو 100 پر سنٹ بہت اچھا ہو گا۔

چلو بھائی جلدی کرو اب تو مجھ سے بھوک برداشت نہیں ہو رہی اتنے اچھی خوشبو کے بعد۔۔۔میر یہ اپ کیا کر رہے ہیں میں لے جاؤں گی اپ بیٹھیں جا کر شاہمیر جو برتنوں کو ہاتھ میں اٹھائے ہوئے کھڑا تھا۔۔۔بھائی مجھ سے بھوک نہیں برداشت ہو رہی تم بار بار اؤ گی۔میں برتن اٹھاتا تم جلدی سے کڑاہی اٹھاؤ اور چلو میرے آگے میں باقی میں لے کر آتا ہوں بس جلدی سے تم نکالو کھانا۔۔

چلیں ٹھیک ہے وہ مسکراتے ہوئے کمرے کی جانب گئی اور شاہ میر بھی جلدی سے پلیٹوں اور چمچوں کو لیتا ہوا کمرے میں آیا۔۔

واہ بیگم یار تم اتنی مزے کی کُکنگ کرتی ہو۔۔شاہ میر نے بریانی کے اوپر رائیتہ سلاد سے بھرا ہوا چمچ اپنے منہ میں ڈالتے ہوئے کہا۔۔۔میر سچی میں مزے کی بنی ہے یا میرا دل رکھنے کے لیے بول رہے ہیں۔۔۔

نہیں میری جان بہت مزے کی بنی ہے ان فیکٹ میں یہ کہوں کہ میری لائف سب سے مزے کی بریانی ہے تو یہ غلط نہ ہو گا۔۔ سچیییی!!!!!مچییییی شاہمیر نے بھی اس کو اسی کی زبان میں جواب دیا۔۔

دونوں کھانے کو بھرپور مزے کے ساتھ کھاتے ہوئے درمیان میں اپنی سرگوشیاں بھی جاری رکھی اور کھانے کو ختم کیا۔۔

میر آپ چائے پییں گے مرہا دستر خوان سے برتن سمیٹتے ہوئے بولی۔۔۔یار بس کردو ترس کھالو اپنے میر پر۔۔اجاؤ کمرے میں اج کیا تم اپنے میر کو کھلا کھلا ٹر خاؤ گی۔۔۔۔

شاہ میر بڑا ہی معصومانہ منہ بنا کر مرہا کو بول رہا تھا۔۔۔کہ مرہا کی ہنسی نکل گئی کیا ہو گیا ہے اپ کو میں آرہی ہوں کمرے میں اپ بتائیں چائے پیئیں گے۔؟؟؟ کیونکہ اس وقت میں تو چائے پینا چاہتی ہوں۔۔پلا دو بھئی ہمیں بھی چائے اگر تم نہیں رک رہی تو پر اس کے بعد اگر تم کمرے میں نہ ائی تو میں سیریسلی باہر چلا جاؤں گا۔۔۔

اور یہ میں اب تم سے سچی کہہ رہا ہوں شاہ میر اپنی انکھوں گول گول گھوماتے ہوئے بولا۔۔۔

نہیں نہیں اپ کہیں نہیں جائیں کہ میں بس دو منٹ میں چائے بنا کے آرہی ہوں۔۔

کیونکہ مرہا کو اب شاہ میر کی ٹون سمجھ میں آرہی تھی کہ اگر اب وہ روم میں نہ گئی تو شاہ میر واقع ہی کہیں چلا جائے گا اور ایسا وہ بالکل نہیں چاہتی تھی۔۔۔

○○○○○○○○○○○○

شاہ ہما اور شازیب بھائی کی جوڑی کتنی پیاری لگ رہی تھی نا۔۔ماشاءاللہ کافی پیاری لگ رہی تھی اللہ پاک ان کے نصیب بھی بہت پیارے کرے اور وہ خوش رہیں دونوں ایک ساتھ۔۔۔

میرب اور رومان شاہ ہما کی بارات کے بعد گھر واپس آتے ہوئے کار میں تبصرے کر رہے تھے

۔۔۔۔امین۔۔۔۔۔۔شاہ

ہمم ۔۔۔اپ کی جب شادی ہوئی تھی مجھ سے تو اپ بھی اتنے ہی خوش تھے جتنے شاہزیب بھائی۔۔۔۔ویسے مجھے اس کا جواب پتہ ہے پر پھر بھی میں اپنے دل کی تسلی کے لیے پوچھنا چاہتی ہوں ۔۔۔۔

آج اچانک تمہیں کیا بنا جو پرانی بات کو کرید رہی ہو۔۔بس اپ بتائیں نا۔۔۔اور اگر میں نہ بتانا چاہوں تو۔۔

پھر بھی بتائیں جس طرح سے آپ کسی بھی صورتحال میں مجھے نہیں چھوڑتے اپنا جواب لیے بغیر تو مجھے بھی اپ سے اپنے سوال کا جواب چاہیے بتائیں۔۔وہ اٹل لہجے میں بولی۔

اچھا جی اپنے شاہ کے ساتھ شرطیں مہنگی پڑیں گی میری جان تمہیں۔۔۔اپ بات کو نہ گھمائیں بتائیں جلدی سے۔

اگر میں یہ کہوں کہ میں خوش نہیں تھا تو یہ سراسر جھوٹ ہو گا۔کیونکہ ہر کوئی اپنی شادی پر خوش ہوتا ہے۔

ہاں مگر میرے اور شاہ زیب میں تھوڑا ساڈسٹنس یہ ہے۔ کہ اس کی شادی اس کی مرضی اور سوچنے کے بعد ہوئی۔پر میری اچانک سے اور جس حالاتوں میں شادی ہوئی تھی تم جانتی ہو۔۔۔

مطلب اپ کو کوئی خاص خوشی نہیں ہوئی تھی میرب نے ان ساری باتوں میں اپنے مقصد کی بات کو اٹھاتے ہوئے بولا۔۔۔



اور اپنا فیس شیشے کی جانب موڑ کر بیٹھ گئی۔۔اوہ پاگل نہیں میں بہت خوش تھا اتنا خوش تھا،، اتنا خوش تھا کہ تمہیں بتا نہیں سکتا،، کہ میں کتنا خوش تھا وہ میرب کا اداس چہرہ اپنی طرف مڑتے ہوئے بولا

بس رہنے دے شاہ مجھے سب پتہ ہے وہ اداسی سے بولی۔

گھر چلو تمہیں فرصت سے بتاؤں گا کہ میں اپنی شادی کی رات کتنا خوش تھا وہ میرب کے سراپے کو گہری نظروں سے دیکھتا ہوا خمارہ نہ لہجے میں بولا۔۔۔

شاہ!!!!! میں نے رات کی بات نہیں کی میں نے کہا شادی کے دن۔۔۔۔۔۔ میرب اس کی ڈبل مینگ والی بات کو سمجھتے ہوئے ہلکی آواز میں چیختی ہوئی بولی۔



ہاہاہاہاہاہاہاہاہاہا!!!! مجھ سے شادی کرنے کے بعد میری جان بہت سمجھدار ہو گئی ہے۔۔۔میں پہلے بھی بہت سمجھدار تھی۔۔

ہاں بالکل وہ تو مجھے اندازہ ہو گیا تھا جب تم نے میری خاطر اپنی نسیں کاٹی تھی۔۔

ہاں تو مجھے کیا پتہ تھا اپ کو میری ویلیو نہیں ہونی میں کبھی بھی اپنی وینز نہیں کاٹتی۔۔میرے معصوم ہاتھوں کو میں نے اتنی تکلیف دی وہ اپنے دونوں ہاتھوں کو دیکھتے ہوئے بولی۔۔۔

اب تو کاٹ لیانا میری جان کے ٹوٹے۔۔اور تمہارے شاہ نے اس کو اپنے پیار کے لمس سے بھر بھی دیا۔۔

وہ اس کے ہاتھ کو اپنے ہونٹوں کے ساتھ لگاتے ہوئے بولا۔۔

بس یہی تو اپ میں کلاکاری ہے کہ اپنی ان بٹر سے لپٹی ہوئی باتوں سے مجھے بٹر نگ لگاتے ہیں۔



میرب تمہیں زیادہ کچھ نہیں کہوں گا۔۔

نہ ہی اپنی محبت میں صفائیاں پیش کروں گا۔۔ تم خود سمجھو اپنے شاہ کو کہ تمہارا شاہ تمہارے بارے میں کیا سوچتا ہے اور تم کتنی خاص ہو اپنے شاہ کے لیے۔۔۔

بس تمہیں ایک جملہ بولوں گا کہ تمہارے اندر تمہاری شاہ کی جان ہے اس کے۔۔۔دونوں ہاتھوں سے اس کا فیس پکڑا اور ماتھے پر محبت بھرا اپنا لمس چھوڑا اور پھر۔۔

رومان کے اس جملے پر میرب کی انکھوں میں ہلکی سی نمی آئی اور مسکراتے ہوئے اس نے اپنا سر رومان کے کندھے پر رکھا۔۔۔

رومان نے بھی پوری محبت کے ساتھ اس کے سر کو اپنے کندھے پہ لگاتے ہوئے اس کی کمر کو سہلایا۔دوسرا ہاتھ سٹیرنگ پر مضبوط کرتے ہوئے گھر کی طرف روانہ ہوئے۔۔۔Eip53



oooooooo

۔زکیہ امی جان کی طبیعت کیسی ہے رومان شاہ نے گھر کے اندر داخل ہوتے ہی سب سے پہلا سوال کیا۔۔

۔صاحب جی زیادہ ٹھیک نہیں ہے مگر آپ کو بتانے سے بی بی جی نے منع کیا ہے وہ کہہ رہی تھی کہ آپ پریشان ہو جائیں گے۔۔۔

۔رومان شاہ کو زکیہ نے حقیقت سے آگاہ کیا کیوں کہ حقیقت سے آگاہ نہ کرنے پر رومان شاہ کا غصہ گھر کے نوکر افورڈ نہیں کر سکتے تھے۔۔

۔تو زکیہ اگر امی کی طبیعت زیادہ خراب تھی تو تمہیں فون کر کے بتانا چاہیے تھا۔ صاحب جی ہم نے کوشش کی تھی مگر
بی بی جی نے کہا میں ٹھیک ہوں ہمیں فون کرنے کی اجازت نہیں دی زکیہ نے نگاہیں نیچے کرتے ہوئے رومان شاہ کو جواب دیا۔۔



۔شاہ ہم چل کر خود امی جان کو دیکھتے ہیں۔میرب نے زکیہ کی جان چھڑواتے ہوئے رومان شاہ کے ساتھ اپنے قدم امی جان کے روم کی طرف بڑھائے۔

۔امی جان روم میں کمبل میں لپٹی ہوئی شاید سو رہی تھی رومان شاہ بڑی تڑپ کے ساتھ اپنی ماں کے پاس جا کر بیٹھ گیا۔۔۔

۔رومان بیٹا تم دونوں آ گئے ؟؟؟

۔جی امی جان ہم آ گئے اٹپ کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی اور آپ نے ہمیں فون نہیں کیا اور سب کو منع کر دیا کہ مجھے فون کر کے کوئی نہیں بتائے۔

۔امی جان بہت غلط بات ہے آپ اٹھے میرے ساتھ میں بھی آپ کو ڈاکٹر کے پاس لے کر چلتا ہوں۔۔

۔نہیں بیٹا اب میری طبیعت ٹھیک ہے اب تو میں آرام کر رہی ہوں اپنے بیٹے کے چہرے پر اس قدر پریشانی دیکھ کر رومان شاہ کی ماں نے تسلی دیتے ہو کہا۔۔

۔میرب بھی آگے بڑھ کر فکر مندی کی نظروں سے دیکھتے ہوئے اپنی ساس کا حال چال پوچھ رہی تھی۔۔۔

۔رومان شاہ کی نظروں میں اپنی ماں کے لیے بے حد فکر تھی کیونکہ انہیں اپنی امی جان بالکل ٹھیک نہیں لگ رہی تھی اور ان کی امی جان کی ہمیشہ سے یہ عادت تھی کہ اپنی بیماری کو وہ کم ہی ظاہر کرتی۔۔

۔امی جان اگر آپ نہیں جاسکتی تو ٹھیک ہے میں گھر پر ڈاکٹر کو بلا لیتا ہوں۔

۔رومان بیٹا ہے اس کی ضرورت نہیں ہے اور پھر بھی تم اپنی تسلی کے لیے اگر لے کر جانا چاہتے ہو تو صبح لے جانا ابھی جا کر تم دونوں آرام کرو بہت تھکے ہوئے وہ اپنے بچوں کو پریشان کرنے والی ماں نہیں تھی۔۔

۔اس لیے اپنی درد کو نہ ظاہر کرتے ہوئے اپنے بچوں کو آرام کرنے کو کہا حالانکہ ان کے طبیعت سچ میں ٹھیک نہیں تھی۔۔



۔مگر زبردستی وہ یہ ظاہر کر رہی تھی کہ وہ بالکل ٹھیک ہے کافی دیر تک میرب اور رومان شاہ دونوں بیٹھے رہے مگر امی جان کے بار بار کہنے پر وہ اپنے روم کا رخ لیتے ہوئے چل پڑے تاکہ امی جان بھی آرام کر سکیں۔۔

oooooooo

گڈ مارننگ۔۔۔ ہم گڈ مارننگ۔۔۔ مہک جو احمر سے پہلے اٹھ گئی تھی بنا آواز کیے روم میں احمر کے کے آفس جانے کی تیاری کر رہی تھی۔ کہ ہمیشہ کی طرح آفس کے ٹائم پر احمر کی خود سے آنکھ کھلی تو کروٹ لیتا ہوا وہ سیدھا ہو گیا۔۔۔

۔مہک نے بہت پیارے لہجے سے احمر کو گڈ مارننگ کہا جس کا جواب میں احمر نے بھی مسکراتے لبوں سے دیا نیند سی خماری سے بھری ہوئی آنکھوں مہک کے اچھے لہجے کو دیکھ کر چمک اٹھی تھی۔۔

۔آپ کے کپڑے نکال دیے ہیں آپ فریش ہو جائیں میں ناشتہ لگواتی ہوں۔مسکراتی ہوئی نظر احمر کے چہرے پر ڈال کر روم سے باہر کی جانب قدم لے جا رہی تھی۔ کہ دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ رکھا تھا کہ پیچھے سے آتی احمر کی آواز سے اس کے قدم رک گئے۔۔



۔اے میری دلکش شریک حیات جب نظر مسکرا کر دیکھ سکتی ہو تو لبوں پر پہرہ کیوں لگا رکھا ہے۔ذرا پاس آئے دیدار تو دیجیے نہ تڑپایئے اس دیوانے کو اس طرح سے۔۔

۔احمر مسکراتی ہوئی نظروں سے مہک کی جانب دیکھ رہا تھا۔

۔کس شاعر کا یہ چیپ شعر آپ نے چوری کیا ہے۔ صبح صبح احمر کے شعر پر مہک کو ہنسی آ گئ۔وہ پلٹ کر دیکھتے ہوئے سوال گو نظروں سے بول رہی تھی۔۔

۔ایسا مت کہو یار میرے دل کے خوبصورت جزباتوں کو چیپ کہہ رہی ہو وہ ہنستے ہوئے بیڈ سے چپلے پہن کر اس کی جانب قدم بڑھاتا ہوا اس کے قریب آ کر کھڑا ہو گیا نظروں میں محبت کی جھلک دیکھی جا سکتی تھی۔۔

۔میرے پیارے شوہر جی میں نے آپ
کے خوبصورت جزباتوں کو چیپ نہیں کہا میں نے یہ پوچھا کہ یہ جیپ شعر آپ نے کس کا شاعر کا چرایا ہے۔۔



۔بیوی صاحبہ تم شاعر پر مٹی ڈالو بس میرے خوبصورت جذباتوں کی جانب غور فکر کرو اس کی کمر پر ہاتھ باندھے کر اپنے مضبوط باہوں کے حصار میں لیے گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے اسے اپنے قریب کر لیا۔۔۔

۔جبکہ مہک نے نظروں کی حدت سے شرماتے ہوئے پلکیں جھکائے آنکھیں اس کے سینے پر مرکوز کر رکھی تھی۔۔۔

۔جی ڈال دی شاعر پر مٹی بتایئے میرے شوہر صبح صبح مجھ سے کیا چاہتے ہیں۔۔۔

۔مہک دل سے احمر کو اپنا چکی تھی ۔رات کی اس کی کہی ہوئی باتیں پوری رات مہک کے دماغ میں گونجتی رہی۔دماغ اس نتیجے پر پہنچا کہ زندگی نے اسے ایک بار پھر سے جینے کا موقع دیا ہے۔

۔ایک باعزت زندگی بہت کم لوگوں کی نصیب میں ہوتی ہیں اگر قسمت نے اسے یہ موقع دیا ہے تو وہ اس سے ضائع نہیں کرے گی۔۔



۔رات کو احمر کے جملوں نے پہلی رات کی زبردستی کی قربت پر بھی مرہم لگا دی تھی۔۔

۔بس کچھ زیادہ نہیں ایک اجازت چاہیے بندہ ناچیز کی صبح حسین ہو جائے اگر لبوں کو لبوں کا لمس مل جائے تو۔۔۔

۔پہلے جب بھی آپ مجھ پر حق جماتے ہیں تو کیا آپ مجھ سے میری اجازت طلب کرتے ہیں مہک نے پلکے جھکائے ہی جواب دیا۔۔

۔نہیں مگر رات کو میں نے تم سے وعدہ کیا کہ اب تو تم پر حق تمہاری اجازت کے بنا نہیں جماؤں گا۔ اب اپنے دل کے ہاتھوں مجبور ہوں جو صبح صبح اپنی بیوی کے لبوں کا لمس چاہتے ہیں۔۔۔

۔مگر اس کے لیے مجھے تمہاری اجازت درکار ہے۔مہک نے پلکیں اٹھا کر احمر کی آنکھوں میں دیکھا جہاں خماری کا ایک جہاں آباد تھا۔جہاں محبت کی حسین وادیاں مہک کے ایک اجازت کی طلب رکھتی تھی۔۔۔



۔آپ کو مجھ سے کسی بھی اجازت کی ضرورت نہیں۔مجھے اچھا لگے گا اگر آپ مجھ پر وہی حق جمائے گے تو۔۔۔

بہت کم آواز میں کہہ کر اپنا سر احمر کے سینے میں چھپا گئی اس کا یوں شرما کر اپنے دل کی بات بیان کرنا احمر کو سرخرو کر گیا تھا۔۔

۔سچ دل سے کہہ رہی ہو اپنی باہوں کی گرفت اس کی کمر پر کستے ہوئے احمر نے کچھ تصدیق بھرے جملے سننا چاہتے تھے۔۔

۔آپ اپنے دل سے پوچھ لیں آپ تو بہت سمجھدار ہیں۔۔۔

۔ہمم یعنی کہ میری بیوی سیدھے الفاظوں میں مجھے جواب نہیں دینا چاہتی۔اب نتیجے پر مجھے خود ہی پہنچنا پڑے گا۔۔۔



۔مہک کے دل کی بات تو احمر بنا کہے ہی سمجھ گیا تھا۔وہ جس انداز سے اس کے سینے سے لگ کر کھڑی ہوئی تھی یہ کافی تھا۔اس کے دل کی بات جاننے کے لیے کہ وہ پوری طرح سے اپنے شوہر کی ہو چکی ہے۔۔۔

۔آئی لو یو اینڈ تھینک یو سو مچ تمہارے مان کو میں کبھی ٹوٹنے نہیں دوں گا۔اس سے محبت سے اپنے سینے کے اندر ہی سما لینا چاہتا تھا باہوں کی گرفت مضبوط کر گیا۔۔

۔مہک بس یوں ہی میری ہو کر رہنا قسم سے پوری زندگی تمہیں اپنے پلکوں پر بٹھا کر رکھوں گا۔ تمہیں میرے ساتھ جڑے ہوئے رشتے پر کبھی شرمندہ نہیں ہونا پڑے گا۔۔

۔اور آج کے بعد اپنے دماغ سے یہ بات نکال دینا کہ تمہارا رشتہ پہلے کسی اور سے منسوب تھا میں دوبارہ سے ہمارے درمیان کسی کو سوچنا بھی نہیں چاہتا کل کی حقیقت کیا تھی مجھے اس سے کوئی لینا دینا نہیں ہے۔۔۔

۔وہ تمہارا ماضی تھا جو گزر گیا اور میری زندگی میں جو ماضی تھا وہ بھی گزر گیا۔۔



۔آج کی حقیقت یہ ہے کہ تم میری بیوی ہو اور احمر صرف تمہارا ہے اور یہی حق میں تجھ پر رکھتا ہوں۔ تم صرف میری ہو۔ آج کے بعد نہ تو کبھی تم ماضی کو یاد کرنا نہ میں کروں گا۔۔

۔اور ایک بات ہمیشہ یاد رکھنا مہک تم مجھ پر تھوپی نہیں گئی میں نے پورے دل سے تمہاری طرف قدم بڑھائے تھے تم میری پسند تھی ہو اور ہمیشہ رہو گی۔۔۔

۔یہ وہ الفاظ تھے جو مہک کے روح پر لگی ہوئی ضربوں کو بھر رہے تھے۔بے شک مہک نے وہ زخم خود جان بوجھ کر ہی لیے تھے۔۔۔

۔مگر آج ایک شوہر کا تحفظ اور مان کیسا ہوتا ہے یہ اسے احمر کی محبت ملنے کے بعد احساس ہو رہا تھا۔۔۔

۔زبردستی کسی پر مسلط ہونا اور کسی کی محبت بن کر اس کی زندگی میں شامل ہونا۔۔دونوں میں بہت فرق ہے۔۔

۔جس محبت کو وہ رومان شاہ کی نظروں میں ڈھونڈتی تھی۔وہ محبت اسے احمر کی ہر لفظ سے محسوس ہو رہی تھی۔کتنی دیر تک وہ دونوں آنکھوں بند کیے ہوئے ایک دوسرے کی محبت میں کھڑے سرشار

ہوتے رہے۔۔۔محبت کی وادیوں میں گم احمر ہوش کی دنیا میں واپس آتے ہی اس کی پنکھڑیوں کو قید کرتے ہوئے بڑی محبت سے نمی کے قطروں کو چوس کر اپنے اندر انڈیل رہا تھا۔

۔آج مہک نے اس سے روکنے کی کوئی مزاحمت نہیں کی۔جب مقابل اپنی تشنگی مٹانے کے لیے محبت کے دربان کو لے کھڑا تھا۔تو مہک نے بھی صبر کا مظاہرہ کرتے ہوئے پنکھڑیوں کو آزاد کروانے کی کوئی کوشش نہیں کی۔

۔آج مہک صحیح معنوں میں وہ محبت کی اہمیت کو جان چکی تھی۔مہک کو آج محبت کا مفہوم سمجھ میں آیا گیا۔آج اسے یہ سمجھ آگئی تھی کہ جو لوگ اپنے محبوب سے سچا پیار کرتے ہیں۔وہ آپ کو خامیوں سمیت ہی قبول کر لیتے ہیں جیسے احمر نے مہک کو قبول کیا۔۔۔محبت کرنے والوں کو اس بات سے کچھ فرق نہیں پڑتا کہ دنیا آپ کے محبوب کو کس نظر سے دیکھتی ہے۔

!!!!!ایسے ہی تو نہیں کسی نے رانجھے سے کہا تھا"کہ یار تیری ہیر تو کالی ہے!!! جس کا جواب رانجھے نے مسکراتے لبوں سے دیا تھا کہ جا اوے تیری آنکھ نہیں ویکھن والی ہے!!!!

oooooooo

میر۔۔۔۔ہوں ں ں۔۔۔

آپ مجھے ٹی وی لا کر دیں میں گھر میں بہت بور ہو جاتی ہوں۔سارا دن نہ کوئی کام کرنے کو ہوتا ہے۔اور گاؤں کی عورتوں سے باتیں کر کر کے بھی میں بور ہونے لگ جاتی ہوں۔۔۔

۔شاہ میر کے سینے پر سر رکھے ہوئے لیٹے میرہا کو اچانک سے یاد آیا تھا۔۔

۔میری جان یہاں پر کیبل سسٹم نہیں ہے تو ٹی وی پر تم کیا دیکھو گی۔۔

۔اور میری جان تمہیں جو کچھ دیکھنا ہوتا ہے تم موبائل پر دیکھ لیا کرو۔۔

۔نہیں میر انٹرنیٹ کی دنیا مجھے ایسے لگتی ہے جیسے بندہ اس میں قید ہو جاتا ہے۔ جیسے کہ ایک خوبصورت گھر ہو اس میں ہر چیز ہو مگر آپ اس سے باہر نہ نکل سکیں۔۔۔

۔اس لیے مجھے نیٹ پر زیادہ دیر جڑے رہنا اچھا نہیں لگتا۔ویسے تو مجھے ٹی وی بھی کچھ خاص پسند نہیں۔ مگر نیٹ سے تو ٹی وی بہتر ہے۔شاہ میر کے بٹنوں سے کھیلتی ہوئی اس کے سینے پر سر رکھ کر لیٹے مرہا بچوں کی طرح اپنی فرمائش اپنے میر کے سامنے رکھ رہی تھی۔

۔اب وہ میر سے شرماتی بھی کم تھی اور دل کی باتیں جلدی ہی اپنے میر پر حق سے ظاہر کر دیتی۔۔۔

۔اوکے میری جان کو انٹرنیٹ بھی نہیں پسند تو میری جان شادی سے پہلے تمہاری کیا مصروفیات ہوتی تھی ۔شاہ میر اس کی باتوں کو بہت توجہ سے سنتا تا کہ مرہا ہر وقت اپنے میر کے ساتھ کمفرٹیبل رہے۔۔۔

۔وہ جب گھر ہوتا تو مرہا کو ذرا سا بھی بور ہونے کا موقع ہی نہیں دیتا تھا۔مرہا کی ہر بات شاہ میر کے لیے بہت خاص تھی۔ جیسے اس وقت اس کی فرمائش کو بڑے غور سے سن رہا تھا۔۔

۔میر شادی سے پہلے میں بہت سارے ناول پڑھتی تھی۔مجھے ناول بہت پسند ہے۔ اتنے پسند اتنے پسند کہ میں آپ کو بتا نہیں سکتی۔۔۔

۔اس کے سینے سے سر کو اٹھا کر شاہ میر کے چہرے پر نظریں مرکوز کیے ہوئے چہک کر بول رہی تھی

۔اس کی چہچہاہٹ بتا رہی تھی کہ یہ اس کا سب سے فیورٹ مشغلہ تھا۔

۔ہمم۔۔تو ناولوں میں کیا ہوتا ہے مجھے بھی بتاؤ۔۔۔میر کو اس کی باتیں اچھی لگ رہی تھی کیونکہ اپنا فیورٹ مشغلہ بتاتے ہوئے مرہا کے چہرے پر ایک الگ ہی چمک تھی۔۔

۔میر اس میں بہت سارے خوبصورت کردار ہوتے ہیں۔ہیرو ہوتے ہیں۔وہ اپنے خوبصورت ہیروئن سے بہت پیار کرتے ہیں۔اور بہت کچھ ہوتا ہے میں آپ کو کیسے بتاؤں۔۔

۔چلو مجھے بتاؤ تمہارا فیورٹ ناول کون سا ہے۔۔میرے دل کا سکون ہو تم وہ مجھے بہت پسند ہے۔۔

۔کیوں اس میں ایسا کیا خاص تھا شاہ میر نے بات کو اور کھینچتے ہوئے کہا۔۔

۔اس میں جو ہیرو تھے وہ مجھے بہت پسند تھے اس میں جو ہیرو تھا نا اسفند شہریار اس کا کردار مجھے بالکل آپ کے جیسا لگتا ہے۔۔۔

آپ کو پتہ ہے وہ ایک آرمی آفیسر تھا۔اور اس کو گولی لگ جاتی ہے اسفند بہت دیر تک ایک آئی لینڈ پر رہتا ہے۔کیونکہ اس کی جان خطرے میں ہوتی ہے۔۔دل کو پتہ چلتا ہے کہ اسفند مر چکا ہے۔۔

۔پھر دل بہت روتی ہے دل اس غم میں پاگل ہو جاتی ہے۔کیونکہ وہ اپنے اسفند سے بہت پیار کرتی ہیں نا اس لیے مرہا کہتے ہوئے رونے لگی تھی۔۔۔

۔ارے پاگل لڑکی کیوں رو رہی ہو وہ کہانی کے کردار ہوتے ہیں سچ میں تھوڑی تھا جو تم رو رہی ہو۔۔نہیں میر آپ کو نہیں پتہ جب آپ ایک اچھا ناول پڑھتے ہیں تو اس کے کردار آپ کو سامنے نظر آتے ہیں۔۔۔

۔آپ کو نہیں پتہ مجھے دل کے لیے کتنا برا لگتا تھا جب وہ اسفند کے غم میں پاگل ہو گئی تھی۔۔اللہ نہ کرے آپ کو کبھی ایسا کچھ ہو۔۔

۔شاہ میر کو اب سمجھ آئی تھی کہ مرہا اسفند کے کردار کو شاہ میر سے جوڑ کر کے خود کو دل کی جگہ پر رکھتے ہوئے سوچ رہی ہے۔۔

۔اسی تڑپ تھے اس کی خوبصورت آنکھوں میں آنسوں آ گئے۔۔

۔اس کالڑکی کانام عجیب نہیں ہے دل۔شاہ میر نے مرہا کادھیان رونے سے ہٹاناچاہاتھا۔۔

۔میر اس کانام دل آویز تھا۔ مگر جو اسکا ہسبینڈ تھا۔وہ اسے بہت پیار کرتا تھاتو اس لیے اس نے اس کا نام دل رکھ دیا تھا۔۔۔

۔وہ اس کو اپنادل سمجھتا تھاوہ اتناپیار کرتا تھا کہ اس نے کبھی اس کوڈانٹا نہیں تھا۔ہمیشہ سے پیار سے سمجھاتا تھا۔دل اسفند کو بہت تنگ کرتی تھی۔ مگر اسفند کہتا تھا کہ تم میرادل ہو اور میں تم پر کبھی سختی نہیں کر سکتا۔اگر میں تم پر سختی کروں گاتو پھر مجھے ہی تکلیف ہو گی۔۔

۔مرہابڑی گہرائی میں جاکر ان کریکٹرز کے بارے میں بتارہی تھی کہ شاہ میر بھی تصوراتی دنیامیں ان کریکٹرز کو دیکھتے ہوئے سوچ رہاتھا۔۔

۔اور کیا تھا تمہاری اس کہانی میں اس میں۔۔

۔ایک اور کریکٹر تھا اسد میر خان کا دیکھیں میر آپ کا نام بھی آگیا نا اس ناول میں تب تو میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ میرے ہسبینڈ اتنے پیارے ہوں گے۔۔اور بالکل اسفند کی طرح ہوں گے۔

۔اچھا جی تو میرا کریکٹر اسفند کے جیسا ہے یعنی کہ میں بھی تم سے بہت پیار کرتا ہوں تمہاری کیئر کرتا ہوں شاہ میر عنابی لبوں تلے مسکراتے ہوئے بولا۔

۔ہاں آپ بالکل اسفند کے جیسے ہیں آپ بھی مجھے ڈانٹتے نہیں ہے۔بہت پیار کرتے ہیں۔۔



۔تو کیا اسد میر خان اپنی بیوی سے پیار نہیں کرتا تھا۔

۔شاہ میر نے سوال کیا۔۔ نہیں وہ بھی اپنی بیوی سے بہت پیار کرتا تھا اس کی بیوی کا نام مسکان تھا جو کہ اسفند کی بہن تھی۔۔

۔اور جو دل تھی وہ اسد کی بہن تھی۔۔

۔اسد بھی مسکان سے بہت پیار کرتا تھا مگر اس کا پیار اففف مرہا کہتے ہوئے شاہ میر کے سر سینے میں سر چھپا گئی۔۔

۔یہ اف سے میری جان مجھے کیا سمجھ آئے گا۔مجھے بتاؤ کہ اسد میر خان کا کریکٹر کیسا تھا شامیر کو مرہا کے ناول میں انٹرسٹ ہونے لگا تھا۔

۔اسد کا کریکٹر رومان بھائی کے جیسا تھا وہ بہت غصے والا تھا۔



۔تو اس کا مطلب کہ رومان بھی میری بہن سے پیار نہیں کرتا کریکٹ۔۔

۔نہیں میر میں نے ایسا تھوڑی کہا ہے کہ اسد اپنی بیوی سے پیار نہیں کرتا تھا۔وہ بہت پیار کرتا تھا مگر میں آپ کو کیسے بتاؤں۔۔۔

۔جیسے باقی سب کچھ بتایا ہے ویسے بتاؤ کہ اسد میر خان اپنی بیوی سے کس طرح سے کہا پیار کرتا تھا۔۔

۔مرہانے دبے دبے لفظوں میں میر کو یہی بتایا کہ وہ اپنے پیار سے مسکان کو ہلکان کیے رکھتا تھا۔مرہا کی معصومیت پر شاہ میر کو ہنسی آنے لگی تھی۔۔

۔پاگل لڑکی اپنے بھائی کے کریکٹر کو اسد سے کمپیئر کر کے کیا بول گئی اسے خود بھی اندازہ نہیں تھا۔مگر شاہ میر کو پتہ تھا کہ اس کی بیوی بہت معصوم اتنی گہرائی سے اس نے سوچا ہی نہیں۔۔

۔کہ جس کریکٹر کو وہ اسد سے ملا رہی ہے اس کریکٹر کی بیوی شاہ میر کی بہن ہے۔اس کی بے وقوفی والی بات پر میر مسکرا کر چپ کر گیا۔مرہا پتہ نہیں کتنی دیر تک شاہ میر کو اپنے ناول کی باتیں سناتی رہی۔۔۔

۔شامیر بچارہ جو اپنے سنڈے کے پورے دن رومینس کے موڈ میں رہا اس کے نصیب میں رات کا رومانس بھی نہیں ہوا۔کیونکہ میرہا جی باتیں کرتی کرتی کب سوگئی۔۔

شاہ میر کو خود بھی نہیں پتہ چلا شاہ میر بھی اسے سینے پہ لٹائے ہوئے اپنی مظبوط باہوں کے دائرے میں لیے نیند کی وادیوں میں جا چکا تھا۔۔

۔شامیر کے پورے سنڈے کے پلاننگ کا اختتام مرہا کے خوبصورت ناول کرداروں پر ہوا۔اب دونوں پر سکون نیند سو رہے تھے۔۔۔

oooooooooo

۔السلام علیکم اما جان کیسی ہیں آپ۔ماہ نور نے اپنی ماں کے گلے میں آتے ہی بڑی محبت سے باہیں ڈالتے ہوئے بچکانہ انداز سے سلام کہا۔۔۔

۔بسم اللہ بسم اللہ کر اں میری دھی رانی آئی اے،چارپائی پر بیٹھی ہوئی چودرن نے بڑی محبت سے اپنی بیٹی کو گلے لگا کر ماتھا چوم لیا۔۔۔



۔اماں سائیں آپ لوگوں کو میری یاد نہیں آتی کتنے دنوں کے بعد لالہ کو شہر بھیجا ہے مجھے لانے کے لیے۔ماہ نور نے پاس بیٹھتے ہوئے ماں کو شکوہ کن نظروں سے دیکھا۔۔

۔مجھے تو اپنی دھی رانی کی بہت یاد آتی ہے۔پر تیرے اس لالہ کے پاس ٹائم کہاں ہوتا ہے جانے کے لیے۔۔۔

۔پچھلی ہفتے بھی اس کو کہتی رہ گئی کہ جا کر بہن کو شہر سے لے آ۔پاس بیٹھے ہوئے اپنے فون میں مصروف خرم کی جانب دیکھتے ہوئے اس کی ماں نے شکوہ کیا۔۔۔

۔اماں سین میرے بھی کچھ کام ہوتے ہیں ہر وقت آپ لوگ مجھے پر ہی شکوے شکایتیں مت کیا کریں۔کم سے کم میری بہن کو تو میرے خلاف مت کرے۔۔

۔میں کبھی اپنے لالا کے خلاف ہو ہی نہیں سکتی میرے لالا تو اتنے اچھے ہیں مجھ سے اتنا پیار کرتے ہیں ماہ نور اپنی ماں کے پاس سے اٹھ کر اپنے بھائی کی بغل میں جا بیٹھی تھی۔۔

۔چلو شکر ہے کوئی تو اس گھر میں ہے جس کو مجھ سے پیار ہے اور اس کو لگتا ہے کہ میرے اندر کوئی خامی نہیں ہے۔اپنی بہن کے سر پر پیار دیتے ہوئے خرم نے دوسرے ہاتھ سے اپنی مونچھوں کو تاؤ دیا۔۔

۔میری دھی معصوم اے تیری کرتوتوں کا پتہ نہیں ہے۔اس لیے کہہ رہی ہے بھائی کے پیار میں کہ تو اچھا ہے۔۔

۔جس دن تیری ساری کرتوتوں کا اس نو پتہ چل جائے گا پھر تینوں چنگا بولے گی تے پتہ لگے۔۔۔

۔لو جی آ گئے ان کو اور کوئی کام نہیں ہے سارا دن میری بے عزتی کرنے کے علاوہ خرم اپنے باپ کی تلخ جملے سنتے ہی وہاں سے اٹھ کر چلتا بنا تھا۔۔۔

۔ابا سائیں کیوں آپ ہر وقت لالہ کو ڈانٹتے رہتے ہیں نہ کیا کریں اتنا پیارا تو ہے میرا لالہ۔ماہ نور بھاگ کر اپنے باپ کے گلے سے لگتے ہوئے اپنے بھائی کی طرفداری کر رہی تھی۔۔



۔تو اپنے بھائی کی طرف داری کرنی چھوڑ مجھے یہ بتا تو ٹھیک ٹھاک ہے شہر میں تجھے کوئی پریشانی تھا نہیں۔۔اپنی بیٹی کو شفقت سے اپنے پاس بٹھاتے ہوئے بولے۔

۔نہیں میرے ابا سائیں کے ہوتے

ہوئے بھلا مجھے کوئی پریشانی ہو سکتی ہے۔ماہ نور اور خرم دو ہی بچے تھے چوہدری کے۔ چوہدری اپنی بیٹی سے بہت زیادہ پیار کرتا تھااور اس کی بیوی اپنے بیٹے سے بہت زیادہ پیار کرتے تھی۔۔۔

۔ایسا نہیں تھا کہ چوہدری اپنے بیٹے سے پیار نہیں کرتا تھا مگر خرم بہت بگڑا ہوا تھا۔یار دوستوں کی محفل اور دوسرا پیسے کا خمار اس کے سر چڑھ کر بولتا تھا۔۔۔

۔اس لیے چوہدری ہر وقت اپنے بیٹے کو نصیحتیں کرتے کرتے کب اپنے بیٹے سے دور ہو گیا پتہ ہی نہیں چلا۔۔۔

۔چوہدری کا ایک بھائی تھا جس کی صحبت میں خرم بگڑتا ہی چلا گیا۔ایک کار حادثے میں اس کے چچا کی ڈیتھ ہو گئی۔ اس کے بعد بہت کوشش کی چوہدری نے اپنے بیٹے کو راہ راست پر لانے کی جو کہ وہ کامیاب نا ہو سکا۔۔

۔خرم کے دوست بھی خرم کے جیسے ہی تھے جو اس پاس کے گاؤں کے کے بڑے چوہدریوں کے بیٹے تھے۔ بگڑی ہوئی صحبت اور چچا کے حد سے زیادہ لاڈ پیار نے خرم کا ستیاناز کر دیا تھا مگر چوہدری صاحب ہمیشہ اپنے بیٹے کو اچھی تربیت دینا چاہتے تھے۔

۔اچھی تربیت کے چکروں میں باپ بیٹا ایک دوسرے سے بہت دور ہو گئے تھے۔۔۔

۔ابا سائیں کیا سوچنے لگے ہیں۔ اٹپ پریشان نہ ہوا کریں بھائی ٹھیک ہو جائیں گے۔ اپنے باپ کو گہری سوچ میں دیکھتے ہوئے ماہ نور نے بڑے پیار سے اپنے باپ کو پریشانی سے نکالنے کی کوشش کی۔۔

۔نور کو پڑھائی کا بہت شوق تھا اور گاؤں میں زیادہ وسائل نہ ہونے کی وجہ سے میٹرک کے بعد ماہ نور کو لاہور پڑھنے کے لیے بھیج دیا گیا تھا۔



۔وہاں پر وہ ہاسٹل میں رہتی تھی خرم شروع میں بہت خلاف تھا ماہ نور کی پڑھائی کے۔ مگر اپنے باپ کے سامنے اس کی ایک نہ چلی اس طرح ماہ نور کو بڑھائی کی اجازت مل گئی۔۔۔

۔ماہ نور مہینے میں دو سے تین بار گھر

آجاتی تھی۔مگر پچھلے دو تین ہفتوں سے وہ نہیں اسکی کیونکہ خرم لینے نہیں گیا تھا۔۔۔

۔ماہ نور بہت چنچل اور خوش مزاج لڑکی تھی۔باپ کی آنکھ کا تارا ہونے کی وجہ سے ہر بات منوانا اپنا حق سمجھتی۔۔۔

۔گاؤں سے نکل کر شہر میں گئی تو ماہ نور کافی چینج ہوگئی تھی گاؤں کے سادگی جب شہر میں جاکے نکھری تم ماہ نور پہچانی نہیں جاتی تھی۔۔۔

۔خوبصورت تو وہ بچپن سے ہی تھی
نارمل قد دودھ کی طرح گوری رنگت خوبصورت نین نقش کالے گھنے سیاہ بال جن کو کبھی کٹنگ نہیں کروایا گیا۔۔۔

۔جو ہمیشہ چوٹی کی صورت میں باندھے رہتے تھے سادگی میں بھی اس کا پراسرار حسن کسی کو بھی اپنی جانب متوجہ
کرنے کا حق رکھتا تھا۔۔۔

۔اس لیے سوائے ایک پرانے ملازم بابا اور خرم کے علاوہ چوہدری اپنی بیٹی کو کسی کے ساتھ بھی آنے جانے کی اجازت نہیں دیتا تھا۔۔۔

۔بابا کافی دنوں سے بیمار تھا اور خرم کے اپنے سیاپے بہت تھے۔جس کی وجہ سے وہ نہیں گیا۔۔

۔نور اس لیے اس بار گھر لیٹ آئی تھی اپنے باپ کے ساتھ بیٹھی ہوئی اپنی سہیلیوں کی باتیں بتا رہی تھی۔جس کا کوئی سر پیر نہیں تھا۔۔

۔مگر پھر بھی چوہدری اپنی بیٹی کی باتوں کو بڑی غور سے سن قہقہے لگا کر ہنس رہا تھا۔اور ماں کی قدم زمین پر نہیں لگ رہے تھے۔وہ اپنی بیٹی کے لیے کھانے پینے کی چیزیں لا لا کر اپنی خوشی کا اظہار کر رہے تھی

۔۔۔۔

oooooooooo

السلام علیکم ڈاکٹر صاحبہ کیسی ہیں آپ۔لہجے میں محبت اپنائیت تھی پاس بیٹھتے ہوئے محبت سے بھری ہوئی گہری نظریں ہما پر ڈالی۔جو اس وقت سراپائے حسن قیامت لگ رہی تھی۔۔

۔ڈاکٹر ہونے کی وجہ سے ہما کم ہی میک اپ میں عام لڑکیوں کی طرح لت پت نظر آتی۔اس وقت فل دلہن کے جوڑے میں وہ بے حد حسین لگ رہی تھی۔۔

۔سائیڈ ٹیبل کو کھول کر شاہ زیب نے اس میں سے ایک چھوٹی سی بیوٹی فل بوکس نکالی۔۔

۔جس کے اندر ایک خوبصورت نازک سی رنگ تھی بڑی محبت سے اپنا ہاتھ اس کے آگے پھیلائے ہوئے تھا۔۔



۔ہمانے اپنی نازک ہتھیلی کو شرماہٹ سے چور ہوتے ہوئے اس کے ہاتھ پر رکھ دیا۔۔۔

۔جس کو پکڑ کر شاہ زیب نے گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے اپنے لبوں سے لگا کر چوم لیا تھا۔اس کے عقیدت بھرے لمس سے ہما کے پورے وجود میں ایک سنسنی سی دوڑ گئی۔۔۔

۔اس کے لبوں کا پہلا لمس تھا ہما کا دل دھک دھک کرنے لگا۔پلکیں شرم سے جھکی تو اٹھنے کو تیار نہ تھی۔۔۔اس کی حیا کی سرخی کو دیکھتے ہوئے شاہ زیب کے لبوں پر دلکش مسکراہٹ پھیل گئی۔۔۔

۔ہما کو ہمیشہ اس نے پریکٹیکل انداز سے باتیں کرتے ہوئے ہی دیکھا تھا آج اس کا یوں شرمانا ڈاکٹر شاہ زیب کے دل کو دھڑکا گیا۔۔۔

۔بڑی محبت سے اس کی انگلی میں رنگ ڈالتے ہوئے ایک اور لمس اس کی رنگ والی انگلی پر چھوڑا۔ ہما نے شرما کر اپنا ہاتھ پیچھے کیا۔دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں پھنسا کر گھٹنوں کے گرد لپیٹ کر بیٹھ گئی۔۔۔۔



۔ہما پلیز یار ہم ڈاکٹر ہیں اتنے پر یکٹیکل سوچ رکھنے والے۔تم شرمارہی ہو مت کرو یار۔شاہ زیب نے مسکراتے ہوئے اسے پر یکٹیکل طور پر کمفرٹیبل کرنے کی کوشش کی۔جبکہ شاہ زیب بھی جانتا تھا کہ ۔چاہے لڑکی جتنی مرضی پر یکٹیکل ہو لے۔۔۔۔

مگر مشرقی لڑکیوں میں اپنی اس خوبصورت رات کو لے کر گھبراہٹ وسوسے ڈر بے چینی ہوتی ہے جو کہ اس وقت ہما کے چہرے پر صاف نظر آرہی تھی۔۔

۔اپریشن تھیٹر میں ہاسپٹل میں اتنی کانفیڈنس سے ڈاکٹر شاہ زیب سے بات کرنے والی ڈاکٹر ہما جو دل کی ایک بہترین ڈاکٹر تھی۔۔۔

۔اس وقت اپنے دل کی دھڑکنوں کو ہی نہیں سنبھا پا رہی تھی ۔۔شاہ زیب کی آواز اس کے دل کو گدگدا رہی تھی۔۔

۔شاہ زیب کی نظروں کی حدت اس کے چہرے کو جھلسا رہی تھی۔ عجیب سی بے چینی تھی جس کو آج سے پہلے ہما نے کبھی محسوس نہیں کیا تھا۔۔

۔دھڑکوں نے بے چینی کا رقص تو تب شروع کیا جب شاہ زیب اپنا سر اس کی گود میں رکھ کر اس کے جھکی ہوئے چہرے کو آنکھوں میں خماری کا سمندر لیے لبوں پر سیر اب ہونے کا پیغام سجا کر سے گہری نظروں سے دیکھ کر مسکرایا۔

۔پہلی بار کسی مرد کو اس قدر قریب پا کر ہما کا دل پسلیاں توڑ کر دھڑکنے کی حد تک بے قرار ہوا۔۔

۔اپنی مردانہ بھاری ہاتھ اس کے گال پر رکھ کر دلکش نگاہوں سے دیکھتے ہوئے۔اپنے لبوں کو گول کر کے فلائنگ کس کا اشارہ کیا۔۔۔

اس نے شرما کر آنکھیں بند کر لی تھی ہما نے شاہ زیب کو جتنا جانا تھا وہ بہت سنجیدہ اور مطلب سے بات کرنے والا تھا شاہ زیب کا اتنا قریب ہونا اور یہ انداز ہما کے لیے بالکل الگ اور نیا تھا۔۔

۔ڈاکٹر صاحبہ آنکھیں کھولو اور اپنی ان حسین پل آنکھوں سے ہمیں دیکھنے کا شرف بخش دو۔ہما کا یوں شرما کر آنکھیں بند کرنا شاہ زیب کے دل کو دھڑکا گیا۔۔۔

۔اس کے دونوں ہاتھوں کو کلائیوں سے پکڑ کر اپنے لبوں سے لگا کر اپنے سینے پر رکھ لیے۔وہ اٹھا نہ سکے ہاتھ اس کے ہاتھ کے اوپر مضبوطی سے رکھے ہوئے تھا۔

۔ہما میں نہ کچھ بولنے کی ساکت تھی نہ کچھ کہنے کی ہمت شاہ زیب کا یوں قریب ہونا ہما کی زبان پر حیا کے پہرے لگا گیا۔۔اس کے دل کی دھڑکنیں بے قابو تھی۔۔۔

۔شاہ زیب کے سانسوں کے گرم اٹھتے لئیں مرہا کی گردن پر پڑ رہے تھے۔بنا بولے بند آنکھوں سے شاہ زیب کے اتنے قریب ہونے کو محسوس کر کے لرز سی اٹھی۔۔

۔مطلب کہ آج حسن آنکھیں بند کیے ہوئے ہی اس خوبصورت رات کو گزارے گا۔ہما کو آنکھیں نہ کھولتے دیکھ خماری لہجے سے شاہ زیب نے سرگوشی کی۔۔۔

۔ہاتھ اس کی گردن پر رکھ کر ہلکا سا اپنے چہرے پر اس کو جھکا لیا۔کوشش تھی لبوں کو لبوں سے چھونے کی۔جس ارادے کو ہما نے جھٹکے سے پیچھے ہو کر ناکام بنا دیا۔۔۔

۔شاہ زیب کے اس انداز سے میرہا کہ پورے وجود میں سنسنی کی لہریں تیزی سے دوڑ گئی۔ہاتھوں میں پسینے آ گئے بے شک اس کے قریب آنے والا اسے چھونے کی تمنا کرنے والا اس کا محرم اس کا شوہر تھا۔۔۔

۔مگر یہ احساس بے حد نیا اور منفرد تھا جہاں دل خوش تھا وہیں بے قرار بھی، جہاں محبوب کو حاصل کرنے پر مطمئن بھی تھی۔ اور اتنا قریب آنے پر بے چین بھی۔یہ وہ احساس تھا جو ہر لڑکی کے لیے بہت خوبصورت ہوتا ہے۔۔

۔ڈاکٹر صاحبہ میں نے سوچا نہیں تھا کہ اتنی پریکٹیکل ڈاکٹر کے اندر اتنی شرمائی ہوئی لڑکی چھپی ہوئی تھی۔

۔شاہ زیب ہما کے اس قدر گھبرانے پر اٹھ کر بیٹھ گیا۔محبت بھری نظروں سے دیکھ کر مسکرا دیا۔اس کی گھبراہٹ اور دل کی دھڑکنیں شاہ زیب کی نظروں سے چھپی نہیں تھی۔دل کا ڈاکٹر تھا اس کے دل کی حالت سمجھ رہا تھا۔جو کرتی کے اوپر سے ہی تھک تھک کرتا ہوا صاف دکھائی دے رہا تھا۔۔



۔اتنی تیز دھڑکنے اچھی علامت نہیں ہوتی اس کی تیز دھڑکنوں کو دیکھ کر کہا تھا۔وہ اس کے خوبصورت حسن کو دیکھ رہا تھا جو شرما کر اور بھی قاتل حسینہ لگ رہی تھی۔۔۔
۔حیا سے پلکیں اب بھی جھکائے بیٹھی تھی اپنے ہی ہاتھوں کی انگلیوں کو مروڑ کر ان پر ظلم کرتے ہوئے اپنی گھبراہٹ کو ختم کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔۔

۔کمفرٹیبل ہو جاؤ پیاری بیوی۔ان بیچاریوں پر ظلم مت کرو ان کا کوئی قصور نہیں ہے نرمی سے اس کے ہاتھوں کو آزادی دلاتے ہوئے مسکرا دیا۔۔۔

۔کیا ہو گیا ہے یار روز ہاسپٹل میں ایک دوسرے سے ملتے تھے۔گھنٹوں باتیں کرتے تھے۔

۔وہی ڈاکٹر شاہ زیب ہوں چینج نہیں ہوا مسکراتے ہوئے کھڑے ہو کر شیر وانی کو اتار کر ایک سائیڈ پر رکھ دی۔۔۔

۔وہ اس میں بہت انکمفرٹیبل فیل کر رہا تھا اس کا دھیان ماں کی جانب گیا تھا یہ بھی تو انکمفرٹیبل فیل کر رہی ہو گی اتنی بھاری جولری اور کپڑے پہن کر۔۔۔

۔وہ خود سے پہلے اس کے قریب ہو کر بیٹھ گیا یہ اتار دو تھک گئی ہو گی بہت دیر سے پہنے ہوئے ہیں ۔پیار سے اس کے ہاتھوں سے چوڑیاں اتارتے ہوئے محبت بھری نظروں سے اس کی جانب دیکھا۔۔

۔شاید وہ یہیں سے اپنی حسین رات کی شروعات کرنا چاہتا تھا۔ اپنی شریک حیات کو اپنے ہونے کا احساس دلا کر ایک ایک کر کے اس کے ہاتھوں سے بڑی نرمی سے چوڑیوں کو اتارتے ہوئے سائیڈ ٹیبل پر رکھ چکا دیا۔۔۔

۔ دوپٹے پر لگی ہوئی پنوں کو ہٹاتے ہوئے سر کو دوپٹے سے آزاد کروا دیا ماتھے پے لگے ہوئے ٹیکے کو بڑی نرمی سے اتارا گیا۔اس سارے دوران نہ تو ہما سے کچھ بولا گیا تھا نہ ہی اس نے پلکیں اٹھا کر شاہ زیب کی جانب دیکھا۔۔۔

۔اس کے شرمائے ہوئے چہرے پر شاہ زیب کا دل بے ایمان ہو رہا تھا۔دل چاہتا تھا کہ اسے اپنے سینے سے لگائے اپنی پناہوں لے لے۔۔ پتہ نہیں کیسے وہ اپنی منہ توڑ جذباتوں اور بے لگام دل کو روکے ہوئے تھا۔۔



۔ناک میں پہنی ہوئی چھوٹی سی نوز پن کو اتارتے ہوئے اسے وہ اپنی رقیب لگی۔اتارتے ہوئے جیسے کہہ رہا ہو کہ اس کے اتنے نزدیک ہونے کا حق صرف مجھے ہے۔۔۔

۔کانوں میں جھولتے ہوئے جھمکوں کو اتارنے لگا ہاتھ اس کی گردن سے لگے تو وہ کسائی گئی۔اس کے ہاتھوں کی حدت سے اس کے پورے وجود میں بجلی کی لہر سی دوڑ گئی۔مم۔۔میں۔۔خود اتار لیتی ہوں لفظوں کو توڑتی ہوئی گھبرا کر شاہ زیب کے ہاتھ کو پیچھے کیا۔۔۔

۔خود جھمکے کے اتارنے لگی۔افففف یار اگر اپنے خوبصورت لب کھولے بھی تو ہمیں خود سے دور رکھنے کے لیے۔۔۔

۔ناانصافی ہے ڈاکٹر صاحبہ اپنی محبت سے اپنا گرویدہ بنا کر۔اچھے خاصے ڈاکٹر کو مریض عشق بنا دیا اور اب آپ ہمارا علاج کرنے کو تیار نہیں۔زیادتی کر رہی ہیں لفظوں میں شوخی اور نظروں میں خماری صاف دکھائی دے رہی تھی۔۔



۔ویسے میں نے تمہیں گفٹ دیا ہے میرا گفٹ کہاں ہے شاہ زیب اب اسے باتوں سے نارمل محسوس کروانا چاہ رہا تھا۔

۔میں نے تو آپ کے لیے گفٹ نہیں لیا انداز شرمندہ بولی۔۔

۔غلط بات ہے مجھے تو گفٹ چاہیے ہم تو پڑھے لکھے بندے ہیں اور مرد اور عورت میں کوئی فرق نہیں سمجھتے۔۔۔۔ہم تو یہ سوچتے ہیں کہ مرد اور عورت برابر ہوتے ہیں۔۔۔

۔تو اس لیے برابری کا حق رکھتے ہوئے مجھے بھی گفٹ ملنا چاہیے شوخ لہجے سے مسکراتا ہوا اس کے چہرے پر آتے جاتے حیا کے رنگوں کو اپنے اندر اتار رہا تھا۔۔

۔صبح لے آؤں گی مجھے نہیں پتہ تھا کہ آپ کو بھی گفٹ چاہیے تھا۔۔۔

۔نہیں مجھے تو ابھی چاہیے۔شوخ انداز سے اس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں دبائے ہوئے بولا۔۔

۔ابھی میں کہاں سے لاؤں گھبرائی ہوئی نظروں سے شاہ زیب کی جانب دیکھا۔

۔میری بیوی نے پلکیں اٹھا کر مجھے دیکھنے کا شرف بخش دیا اتنا ہی کافی ہے۔۔ آہاں س۔اب یہ چیٹنگ ہے میری طرف دیکھو شاہ زیب کے کہنے پر ہما نے شرما کر پلکیں واپس جھکالی تھی۔۔

۔اب تو مجھے ابھی کے ابھی گفٹ چاہیے۔کوئی راعائیت نہیں دی جائے گی۔۔ اور اب دیکھنے سے بات نہیں بننے والی وہ اس کے تھوڑا قریب ہوا۔۔وہ شرما کر بیڈ کراؤن سے جا لگی تھی۔۔

!ہما کی بڑھتی سانسیں اور دل پر رکھا ہاتھ دیکھ کر شاہ زیب مسکرایا!میری جان ایسے بات نہیں بنے گی ۔۔یہ میری خوبصورت رات ہے اور پورا حق ہے تم پر میرا۔۔

۔حق سے پہلے میں اپنے سارے دائرے خود مقرر کیے تھے۔جن کو آج میں اپنے ہاتھوں سے ہی توڑوں گا۔اس لیے یہ مزحمتیں کر کے دوریاں مت بناؤ وہ اس کے قریب ہو گیا۔۔۔

۔اس کے چہرے پر جھکنا چاہا۔اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر روک دیا۔۔

۔پلیز۔مجھے کچھ دن کمفرٹیبل ہونے کے لیے۔۔ہما سے اپنی بات مکمل نہیں ہو سکی تھی۔۔۔

۔بے فکر رہو کمفرٹیبل میں خود کر لوں گا اور جو تم چاہتی ہو ایسا نہیں ہو سکتا۔ڈاکٹر صاحبہ شادی کرنے سے پہلے سوچ لینا چاہیے تھا۔۔پٹھان ہوں جتنا مرضی پڑھ لکھ جاؤں۔ مگر جذباتوں کے معاملے میں میں جاہل ہی رہوں گا۔۔۔

۔یہ پڑھے لکھے لوگوں والا سٹائل خانوں کی سمجھ میں نہیں آتا۔جب نکاح کر لیا رضامندی کے ساتھ پورے حق رکھتے ہوئے یہ دور رہنا پٹھانوں کے بس کی بات نہیں۔۔۔
۔ آپ پڑھے لکھے پٹھان ہیں مجھے پتہ ہے۔ آپ میری بات کو سمجھیں گے۔ اپنی گھبراہٹ کا شکار ہما ڈاکٹر شاہ زیب کو بٹر نگ لگا رہی تھی۔۔۔



۔ایک ہاتھ سے اس کی پنکڑیوں پر رکھتے ہوئے انگوٹھے سے سہلا رہا تھا اس کا یوں کرنا ہما کے دل کی دھڑکنیں بے ترتیب کر رہا تھا۔۔۔
۔خان کی جان جذباتوں پر پہرا نہیں لگا سکتا کیونکہ میرے جذبات میری پڑھائی والے الفاظ سمجھیں گے نہیں۔۔کانپتے ہوئے اس کے لبوں کو گہری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔۔

!پلیز۔۔۔۔ہو ہوں کوئی فائدہ نہیں ہے خان ہوں اپنی بات سے پیچھے نہیں ہٹوں گا۔جب تک دور رہنا تھا رہ لیا اب پورے حق رکھتے ہوئے تمہارے وجود کی دل کش رعنائیوں سے دور نہ رہ سکوں گا۔۔۔

۔اس کے گلے سے بھاری نیکلس کو اتارتے ہوئے اس کے ہاتھوں کے گرم لمس اپنی گردن پر محسوس کر کے ہما کے ہاتھوں کی ہتھیلیاں پسینے سے نم ہونے لگی۔۔۔

۔کوشش کے باوجود وہ اپنی گھبراہٹ روک نہیں پا رہی تھی۔وہ جیسے جیسے اس کے قریب آ رہا تھا۔اس کا دل پسلیاں توڑ کر باہر آنے کو تھا۔۔



۔نیکلس اتار کر سائیڈ ٹیبل پر رکھ دیا۔مجھے چینج کرنے جانا ہے اس وقت شاہ زیب کی نظروں میں جو جذباتوں کے تقاضے تھے ان کو سمجھتے ہوئے یہاں سے غائب ہونا چاہتی تھی۔۔۔

۔میری جان تم زحمت مت کرو تمہارا خان یہ سب کام باخوبی کر لے گا بس تم اپنے ان دھڑکنوں کو ترتیب دینے کی کوشش کرو۔

۔کمرے کی خاموشی میں اس کی دھڑکنوں کی تھاپ سنتے ہوئے مسکراتی نظروں سے دیکھ کر بولا۔۔۔

۔ شش۔۔۔زیب۔۔۔شاہ زیب پلیز ابھی نہیں۔۔۔ ششششش۔۔ابھی اور اسی وقت نہ کی گنجائش نہیں ہے۔رضامندی سے ہم دونوں نے شادی کی تم مجھ سے محبت کرتی تھی۔میں کرنے لگا ہوں تو پھر ان مزحمتوں کی کوئی گنجائش نہیں ہے ہمارے درمیاں۔۔۔اس کے ماتھے پر محبت اور عقیدت سے بھری ہوئی مہر ثبت کر چکا تھا۔۔۔

۔اپنے کرتے کو اتار کر سائیڈ پر رکھتے ہوئے پوری طرح سے اس پر جھکنے لگا۔ہما دونوں ہاتھ اپنے سینے پر باندھے ہوئے۔اپنے سر کو بیڈ کرون سے ٹکا دیا۔آنکھیں بند کیے ہوئے تھی۔

۔اپنی کثرتی سینے کے ساتھ اس کے لبوں پر جھکا اپنے لب اس کے لبوں پر رکھتے ہوئے پکڑیوں کو قید میں لے گیا۔۔۔

۔نازک پنکڑیاں لبوں سے پہلی بار ٹکرائیں تو دونوں کی دھڑکنیں ایک دوسرے سے ملنے لگی تھی۔لب خوشی کے گیت گا رہے تھے۔۔

۔شہد کی مٹھاس سے بھرے ہوئی اس کی پنکھڑیوں کی نمی اپنے گلے میں اتارتے ہوئے۔
وہ پھر وہ خود کو روک نہ سکا،اس کی نرم نازک سی پنکھڑیوں پر پوری شدت سے جھکا ہوا تھا۔اس کی نازک پنکھڑیوں پر اپنی ہونٹ رکھ کر نمی کو چوستے ہوئے وہ اپنا آپ تک بھول چکا تھا۔۔

۔اس کی سانسوں کو اس پر تنگ کیے ہوئے اپنی حسرتوں کو صحراب کرتے ہوئے۔اس وقت وہ یہ بھی بھول چکا تھا کہ وہ ایک دل کا ڈاکٹر ہے۔اس کا کام سانسیں دینا ہے۔سانسیں چھینا نہیں۔۔



۔اس کے لبوں کی قید سے اب
تو وہ تڑپنے لگی تھی۔بے اختیار اس کے ہاتھ شاہ زیب کے گلے پر آگئے ناخنوں کی چبن شاہ زیب کے لب مسکرائے تو پنکھڑیوں پر گرفت ڈیلی ہوگئی۔۔

۔اس بیڈ پر لٹاتے ہوئے اس کا سر تکیے ی پر رکھ دیا۔ آہستہ آہستہ اس کے ساری راہ فرار بند کرتا جا رہا تھا۔۔۔پورے چہرے پر اپنے لبوں کی مہریں ثبت کرتے ہوئے۔۔۔

۔گردن تک آنے لگا اپنی گردن پر شاہ زیب کے نرم گرم لمس محسوس کر کے وہ تڑپ سی اٹھی تھی اس کی ٹانگوں کو اپنے ٹانگوں میں پن کرتے ہوئے سچ میں اپنی پٹھانوں والی طاقت ہی اس پر آزما رہا تھا۔۔

۔اس کی کرتی کو کاندھوں سے کس کا کر اس کی وجود سے الگ کر دیا۔اس کی برہانہ وجود کی رانائیوں کی خوبصورتی دیکھتے ہوئے اس کی خوبصورت دلکش لب مسکرا اٹھے تھے۔۔

۔نظر بے اختیار اس کی کمر پر پڑتے ہوئے بلوں پر گئی تھی۔دودھ کی طرح سفید چمکتی ہوئی نازک سی کمر پر پڑتے ہوئے بل افف قیامت ڈھا رہے تھے۔۔

۔اپنے ہاتھ بلو پر رکھتے ہوئے سختی سے دباتے ہوئے مسکرا دیا۔ہاتھوں کی سختی اور لمسوں کی حدت سے ہما کے منہ سے سسکی نکلی تھی۔۔۔

۔اس کی نازک سی کمر اس کی مضبوط ہاتھوں کی سختی برداشت نہیں کر سکتی تھی۔اس کی سسکی کو سمجھتے ہوئے شاہ زیب نے ہاتھوں کی گرفت ڈھیلے کر دی۔۔۔

۔وہ اس کے دل کے مقام پر اپنے ہونٹ ثبت کر چکا تھا۔ آہ۔وہ سسکی جب شاہ زیب نے وہاں اپنے دانتوں کی ہلکی سی چبن دی۔۔۔

شاہ زیب نے اس کی سسکی پر اپنا سر اٹھا کر اسے دیکھا جو آنکھیں بند کیے سانس روکے لیٹی تھی۔وہ مسکراتا ہوا پھر سے جھکا اور اس کے دل والے مکان پر ہونٹ رکھے۔۔۔

۔اس کے نرم گرم ہونٹوں کو اپنے دل پر محسوس کر کے ہما کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔اور شاہ زیب اپنے ہونٹوں پر اس کی دھڑکنیں محسوس کر کے مسرور ہوتا جا رہا تھا۔۔۔

۔دل والے مقام پر اس کے بے تحاشا لمس ہما کو تڑپا رہے تھے۔اس کی تڑپ کو وہ ہر طرف سے بند کر چکا تھا۔ٹانگوں میں ٹانگے پھنسائے ہوئے اس کو پن کر کیے ہوئے۔ہاتھوں پہ ہاتھ رکھ کر انگلیوں میں انگلیاں پھنسا کر اسے پوری طرح سے بے بس کر چکا تھا۔

۔جس ڈاکٹر شاہ زیب کو ہما جانتی تھی یہ شاہ زیب اس سے بہت الگ تھا۔اس کے محبت کے ہر انداز میں سختی تھی۔

۔ہر لمس میں ہر انداز میں اس کی پٹھانوں والی دھونس شامل تھی۔۔

۔اس کے پورے وجود پر اپنے لبوں کی مہریں ثبت کرتا ہوا اس کے جسم کی رعنائیوں کو بڑے حق سے دیکھتے اور چومتے ہوئے، محبت کی دہلیزوں سے آگے گزرتا جا رہا تھا۔۔۔

۔پوری حق سے اس کے پورے وجود کو اپنی پناہوں میں لیے ہوئے ہیں اسے سانس لینے تک کا موقع فراہم نہیں کر رہا تھا۔۔۔

۔دل کا ڈاکٹر ہو کر اس کی سانسیں چھیننے پر تلا ہوا تھا۔روم میں ہما کی اکھڑی ہوئی تیز سانسیں اس بات کا ثبوت تھی کہ مقابل نے معصوم جان کو بہت مشکل میں ڈال رکھا ہے۔۔۔

۔ان کی زندگی کی خوشگوار خوبصورت

رات آہستہ آہستہ گزرنے لگی تھی اس نے اپنے حق کو بڑے حق سے وصول کرتے ہوئے۔ کہیں پر بھی اپنی محبت میں کمی نہیں رکھی تھی۔۔

۔وہ اس کی بیوی تھی اور یہ حق اس کے خوبصورت وجود کے ہر لوں پر اس نے جتاتے ہوئے اسے سسکنے پر مجبور کر رکھا تھا۔روم میں ہما کی سسکیوں کی آواز کے ساتھ شاہ زیب کی تیز دھڑکنوں کا شور خوبصورت دھن بنا رہا تھا۔۔°°°°°°°°°,



اووووووووں "میر کیا کر رہیں صبح صبح

شاہ میر آنکھ کھلتے ہی مرہا کی گال پر زور سے دانتوں سے کاٹا تھا۔نیند میں دانتوں کی جبن محسوس کر کے میرہا چلائی۔وہ آنکھیں کھول کر شاہ میر کی جانب گھورتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔۔۔

۔صبح کوئی اس طرح سے جگاتا ہے میر۔ اپنی نیند خراب ہونے سے مرہا کا موڈ خراب ہوا۔منہ کے زاویے کو بگاڑتے ہوئے پاس سے اٹھنے لگی۔ کہ شاہ میر نے بھاری ہاتھ اس کی کمر پر رکھ کر اس کوشش کو نکام بنادیا۔۔۔

۔چھوڑیں مجھے اٹھنے دے۔غصے سے
اپنے کمبر پر رکھے شاہ میر کے ہاتھ کو ناخنوں سے نچتے ہوئے ہٹانے لگی۔۔

۔واہ جی واہ رات کو بھی چھوڑ دو دن کو بھی چھوڑ دوں۔پکڑوں کس ٹائم میری جان ذرا یہ بتاؤ۔ کروٹ لے کر اس کے اوپر آگیا اپنے دانتوں والی جگہ پر رکھ کر
لبوں کا بوسہ دیتے ہوئے صبح صبح کھکھلا کر مسکرایا۔ جیسے اپنی دیے ہوئے درد پر مرہم لگا رہا ہو۔۔



۔وڈ خراب ہو گیا۔ مسکراتے ہوئے اس کے چہرے پر لبوں کو ہلکا ہلکا مس کرتے ہوئے مسکرایا۔۔

۔غصہ تو وہ اپنی جان پر کر ہی نہیں سکتا تھا۔اس لیے سنڈے کی بربادی کو بھی وہ مسکرا کر بتا رہا تھا۔

۔ہاں تو میں کیا کروں مجھے پتہ ہی نہیں چلا کب مجھے نیند آگئی۔ آپ مجھے جگا دیتے۔ اپنی خوبصورت آنکھوں کو ٹمٹماتے ہوئے۔اپنی غلطی پر شرمندہ سی ہو کر اپنی باہوں کا ہار میر کے گلے میں ڈال کا بیٹرنگ کر رہی تھی۔۔

۔مکھن لگانا بند کرو تم بہت ڈرامے باز اور شرارتی ہو گئی ہو میر ہا سدھر جاؤ۔ورنہ میر جان میں بھی انداز محبت بدل لوں گا۔ پھر تمہاری ہی جذن کو عذاب کروں گا۔ جتنی محبت اور شرافت سے پیش آتا ہوں اتنا شریف میں نہیں ہوں۔اور یہ بات تم بہت اچھی طرح سے جانتی ہو۔

۔میری جان میر شخصیت کو یاد رکھا کرو۔ تھوڑا سا شادی سے پہلے والے میر کو یاد کر لیا کرو۔ شاہ میر اسے وہ یاد کروا رہا تھا۔ جب وہ نکاح کے بعد راتوں کے کچھ خوبصورت پل چرانے اس کے کمرے میں آتا تو اس کے انداز محبت میں کس قدر سختی ہوتی تھی۔

۔مگر شادی کے بعد مرہا کے ساتھ ہوئے حادثے کو لے کر شاہ میر نے خود پوری طرح سے بدل لیا۔وہ مرہا کے دل میں اپنے پیار کی سختی دکھا کر ڈر نہیں بٹھانا چاہتا تھا۔

۔وہ اپنی مرہا کو محبت کا مان دے کر بہادر عورت بنانا چاہتا تھا۔اس کے لیے شاہ میر کی محبت کی نرمی پر حد ضروری تھی۔جو کہ میر کے لیے بہت مشکل تھا مگر مرہا میرا کو مضبوط بنانے کے لیے وہ خود کو نرم سے نرم تر کرتا گیا۔۔

۔میر آپ مجھے ڈانٹ کر دھمکیاں دے رہے ہیں۔۔

۔جی بالکل ایسا ہی سمجھو۔ تمہیں میر پر ترس نہیں آتا ظالم لڑکی پورا اتوار میرا برباد کر کے اب یہ معصوم شکل دکھا کر صبح صبح پھر سے بہکانا چاہتی ہو۔

۔کیا چاہتی ہو کہ میں ڈیوٹی پر نہ جاؤں اس کی ٹمٹاتی ہوئی آنکھیں اور شرمایا ہوا چہرہ اور بٹر نگ والی باتیں شاہ میر کے دل پر سیدھے سیدھے وار کر رہی تھی۔۔



۔سوری !!ایسی سوری کا میں کیا کروں ناراض سامنہ بنا کر سائیڈ پر ہوتا ہوا اٹھ کر چارپائی بیٹھ گیا۔۔

۔مطلب میر آپ سچ میں ناراض ہو گئے۔مرہا چارپائی پر اٹھ کر بیٹھتے ہوئے پیچھے سے بچوں کی طرح اس کے گلے میں ہاتھ ڈال کر اس سے اٹھنے سے روک رہی تھی۔

۔اگر میں کہوں کہ میں سچ میں تم سے ناراض ہوں تو۔۔۔شاہ میر کو اس کا یوں گھبرا کر اٹھنا اچھا لگا تھا۔ ناراض تو وہ اپنی جان سے ہو نہیں سکتا تھا مگر ایکٹنگ بہت اچھی کر رہا تھا۔۔۔

۔تو پھر میں آپ کو منالوں گی میر آپ مجھ سے ناراض مت ہوا کریں۔ آپ کی ذرا سی ناراضگی سے مجھے سب کچھ غلط لگنے لگتا ہے۔مجھے کچھ بھی اچھا نہیں لگتا۔

۔میری سوری آئندہ میں آپ کا سنڈے خراب نہیں کروں گی وہ ایک ہی ساتھ ساری باتیں کہتی ہوئی ۔چارپائی سے اٹھ کر اس کے سامنے آکر کھڑی ہو گئی ہاتھ اس کے کاندھوں پر رکھے ہوئے تھے کہیں اس کا میر اٹھ کر چلا نہ جائے۔۔



۔میر کی جان۔۔میر تم سے کبھی ناراض نہیں ہو سکتا۔۔میں تم سے مذاق کر رہا تھا مرہا کی آنکھوں سے بہتے ہوئے آنسوں دیکھ میر کا دل بند ہونے لگا۔وہ کہاں میرہا کی آنکھوں میں یوں آنسوں دیکھ سکتا تھا ---

۔اس کے مذاق کو مرہایوں دل پر لے لے گی۔اس کا اندازہ نہ کرتے ہوئے وہ اپنی مرہا کا دل دکھانے کی وجہ بن گیا۔

۔کھڑا ہو کر شاہ میر نے اسے اپنی باہوں کے گھیرے میں لے لیا۔اسے اپنے سینے میں چھپا لیا۔لب محبت سے اس کے سر پر رکھے ہوئے تھے۔

۔سچ آپ مجھ سے ناراض نہیں ہیں۔اس کے سینے سے سر اٹھا کر بھیگی پلکیں لیے سے اس کی طرف متلاشی ہوئی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔۔

۔میری جان کے سر کی قسم کہ میں تم سے ناراض نہیں۔۔اور نہ کبھی ہو سکتا ہوں۔۔پاگل لڑکی رو کر مجھے ڈرا دیتی ہو۔

۔میں تو چاہتا تھا کہ تم مجھے مناؤ اور بھی اپنی ان خوبصورت لبوں سے۔اسے اپنی باہوں کی گرفت لیے میرے لیے آنکھوں کا اشارہ اس کی پنکھڑیوں کی جانب کرتے ہوئے کہا۔

۔مگر تم نے تو مجھے منانے پر مجبور کر دیا خوبصورت آنکھوں میں آنسوں لا کر۔

۔اس کی بھیگی پلکوں کو دیکھتے ہوئے اس چہرے پر جھکا آنسوؤں کے قطروں کو بڑی محبت سے اپنے لبوں سے چن رہا تھا۔

۔میر آپ مجھے ایسے مذاق مت کیا کریں۔اس کی سینے میں بھر سے سر کو چھپا گئی۔۔۔

۔اوکے نہیں کروں گا۔اب رونا بند کرو اور مجھے جلدی سے مناؤ مجھے تھانے جانا ہے۔۔

۔مگر آپ مجھ سے ناراض نہیں ہے؟

۔یار منالو نا پلیز!!منت کرنے والے انداز میں بول رہا تھا۔



۔مرہا سمجھ گئی تھی کہ وہ کیا چاہتا!

۔میر کے منت والے انداز پر اپنی ایڑیوں کو اٹھاتے ہوئے اپنا چہرہ اس کے مقابل کیا۔۔بازو کو بڑی محبت سے اس کے گلے میں ڈالتے ہوئے نازک سی پنکڑیوں کو اس کی گھنی بیرڈ والی گال پر رکھ کر اپنی نازک پنکڑیوں کی مہر ثبت کی۔

۔بس ختم منالیا!!مرہا کو واپس ایڈیاں زمین پر رکھ کر سینے میں چھپتے ہوئے دیکھ شاہ میر نے حیرت سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔۔

۔جی منالیا!!ماشاءاللہ کیا بات ہے ایسے تو کوئی چار پانچ سال کا بچہ بھی نہیں مانتا جسے تم اتنے بڑے اے سی پی کو منالیا۔

۔بس میں اور نہیں مناسکتی!

۔کیوں!!

کیونکہ مجھے شرم آتی ہے!!



یار میں تمہارا شوہر ہوں مجھ سے کیوں شرم آتی ہے؟؟

۔بس آتی ہے میں کیا کروں؟؟

۔مرہا کی بچی کسی دن تمہاری شرم کے ساتھ میں تمہیں بھی کھا جاؤں گا میرے موڈ کی ایسی تیسی کر کے خود تمہیں شرم آتی ہے! مجھے تو ایسا لگتا ہے کہ تمہاری شرم کی وجہ سے ہم دونوں نے ساری زندگی سنگل ہی رہنا ہے! شاہ میر لہجہ شوخ کرتے ہوئے اس کے لبوں پر جھکانے لگا۔۔۔۔ مطلب سنگل ہی رہنا ہے شاہ میر کے لبوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے اس کی کوشش کو ناکام بنا چکی تھی۔

۔وہ جواب کی منتظر تھی !!میرا مطلب ہے میری جان کہ اب ہمارے کیوٹ کیوٹ بچے ہونے چاہیے بالکل تمہارے جیسے! اس کی ناک کے ساتھ ناک رگڑتے ہوئے بہت دنوں سے اپنے دل میں مچلتے ارمانوں کو آخر وہ زبان تک لے آیا۔

۔پھر کیا شرماتے ہوئے اس کے سینے سے نکل کر باہر کا رخ کر چکی تھی۔وہ آوازیں دیتا رہ گیا مگر مرہا کہاں پلٹنے والی تھی۔بچوں کا نام سن کر مرہا کو بہت شرم آ رہی تھی۔۔۔

اللہ جی یہ لڑکی کیوں مجھے اتنا تڑپاتی ہے کیوں میرے صبر کا امتحان لیتی ہے! منہ میں بڑبڑاتے ہوئے مسکرایا،یونی فارم اٹھا کر اس نے بھی باہر کا رخ کیا تھا۔

oooooooooo

گڑیا تیری پڑھائی کتنی رہ گئی ہے!

لالہ ابھی تو پورا ایک سال پڑا ہے میری ایف ایس سی پوری ہونے میں!

چلو اللہ خیر کرے یہ سال پورا ہو جائے تو بس پھر تم آرام سے گھر پر رہنا۔ تم آگے پڑھائی کے بارے میں ابا سائیں سے نہیں کہو گی۔

۔خرم کو شہر میں جا کر ماہ نور کا پڑھائی کرنا پسند نہ تھا ایسے جملے خرم ہر بار اپنی بہن کو کہتا۔

۔مگر لالہ میں تو پڑھنا چاہتی ہوں مجھے انجینئر بننا ہے ماہ نور نے منہ کے زاویے بدلتے ہوئے نظریں جھکا کر اپنے بھائی سے دل کی بات کہی۔

۔کوئی ضرورت نہیں ہے انجینئر بننے کی سکون سے گھر میں رہ کر گھر داری سیکھو جو عورتوں کے کام ہوتے ہیں۔ یہ فضول کے پڑھائیوں والے چونچلے میری سمجھ میں نہیں آتے تم عورتوں کو کیا کرنا ہوتا ہے پڑھائی کر کے مردوں کو تو چلو پڑھ لکھ کر نوکریاں کرنی ہوتی ہیں۔

وہ اپنی بہن سے بہت پیار کرتا تھا مگر جب بھی وہ پڑھائی پر ضد کرتی تو خرم کا لہجہ سخت ہو جاتا۔۔

۔ماہ نور جو بڑے مزے سے بیٹھی ہوئی اپنے باغات سے آئے ہوئے امرودوں کے ساتھ انصاف کر رہی تھی۔ خرم کی بات پر اس کے گلے میں آنسوں اٹکنے لگے تھے۔

آنسوں سے بھری ہوئی نم آنکھوں سے بنا جواب دیے وہاں سے اٹھ کر جا رہی تھی۔

تجھے کتنی بار کہا ہے اپنے کام سے کام رکھا کر۔ یہ میری دھی ہے۔اس کے لیے کیا صحیح ہے اور کیا غلط ہے اس کے فیصلے تجھے لینے کا حق کس نے دیا۔

۔ چوہدری صاحب گھر کے اندر داخل ہوتے ہی۔اپنی بیٹی کی نم آنکھوں کو دیکھ کر آگ بگولا ہو کر بولے۔۔

۔ادھر آ تو رو کر کہاں جا رہی ہے میرے ہوتے ہوئے! تجھے پڑھنا ہے نا جی بھر کے پڑھ اس کھوتے کے کہنے سے کیا ہوتا ہے۔

۔خود تو اس نے کوئی خاص پڑھائی کی نہیں اور جو میری بیٹی پڑھ کے میرا نام روشن کرنا چاہتی ہے۔اس پر بھی کھوتے دے پتر نو اعتراض اے۔

ابا سائیں بس کیا کریں ہر وقت کھوتا کھوتا کہہ کر اب تو میں کئی سائن بھی کرنے لگتا ہوں نا تو چوہدری خرم کے بجائے میرا دل کرتا ہے میں لکھ دوں کہ میں کھوتا ہوں۔۔۔

۔خرم نے غصے سے لال پیلے ہوتے ہوئے جواب دیا۔۔۔۔میرے ساتھ زیادہ زبان مت لڑایا کر تو اپنی حرکتیں سدھار لے میں تجھے کھوتا کہنا چھوڑ دوں۔۔۔

۔چوہدری اپنی بیٹی کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر بڑی محبت سے اسے اپنے ساتھ چارپائی پر بیٹھاتے ہوئے خرم کی طرف دیکھ کر اسی کے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

۔اب میں نے کیا کرتوت کی ہے صرف اپنی بہن کو آگے پڑھائی کرنے سے منع کر دیا تو ایسا کون سا جرم ہو گیا مجھ سے جو مجھ کو اتنی باتیں سنا رہے ہیں۔

۔میری دھی ہے میں خود فیصلے لے سکتا ہوں، تو منع کرنے والا کون ہوتا ہے چوہدری صاحب کی اب بھی ٹون وہی تھی۔

۔تو کیا یہ میری بہن نہیں ہے میں اس کے بارے میں نہ بات کر سکتا ہوں نہ فیصلہ لے سکتا ہوں۔۔

۔پہلے خود کسی قابل بن اس کے بعد بہن کے فیصلے لے لینا۔پہلے اپنی ذمہ داریاں نبھانی سیکھ خرم تیرا دشمن نہیں ہوں میں۔۔۔

۔سجن بھی کوئی نہیں ہے آپ میرے! اپنے باپ کی جانب دیکھ کر خرم نے چہرے کے زاویے بگاڑتے ہوئے کہا۔



۔زیادہ میرے ساتھ زبان نہ لڑا اور دفع ہو جا کر بیا دھی کو لے آ۔۔

۔میں کیوں لینے جاؤں آپ خود ہی لینے جاؤ۔میں تو اس کو بھیجنا ہی نہیں چاہتا تھا۔! بیا خرم کے بچپن کی منگ تھی جو اس کے مرحوم چچا کی اکلوتی اولاد تھی بیا کی ماں پیدا کرتے ہی دنیا سے گزر گئی۔

۔اور بیا چھ سال کی تھی تو اس کے باپ کی ایک کار ایکسیڈنٹ میں موت ہو گئی۔اس کے بعد وہ اپنے تایا کے پاس ہی پرورش پاتی رہی میٹرک کی پڑھائی بیا نے گاؤں کے سکول میں ہی مکمل کی۔۔

۔بیا کو خود بھی آگے پڑھنے کا شوق نہیں تھا اوپر سے خرم بھی نہیں چاہتا تھا کہ اس کی منگ شہر میں جا کر پڑھائی کرے۔اس طرح بیا میٹرک کے بعد اپنی تائی کے ساتھ گھر کے کام میں ہاتھ بٹا دیا کرتی تھی۔۔۔

۔خرم اور بیا کا 10 سال کا ایج ڈفرنٹ تھا مگر آخری سانسوں میں خرم کے چچا نے بیا کو خرم کے ساتھ منسوب کر دیا۔خرم اپنے چچا سے بہت پیار کرتا تھا۔اس لیے انکار نہیں کر سکا۔اس طرح بیا اور خرم کا رشتہ طے ہو گیا۔

۔خرم غصے کا بہت تیز تھا اس لیے ابھی تک بیا اور خرم کی رخصتی نہیں کی تھی۔چودری صاحب کا کہنا تھا کہ اس کی بھتیجی معصوم ہے اور یہ کھر دماغ یہ تھوڑا سمجھدار ہو جائے اس کے بعد رخصتی کی جائے گی۔۔۔

۔ بیا اب 18 سال کی ہو گئی تھی اور خرم اس وقت 28 سال کا اب چوہدری صاحب خرم کو بار بار سختی سے سدھرنے کا اس لیے کہتا تھا تا کہ وہ اپنی بھتیجی کی رخصتی کر کے اپنے مرحوم بھائی کی روح کو تسکین پہنچا سکے۔۔۔

۔ بیا اور ماہ نور ہم ایج تھی تو اس لیے ان دونوں کی آپس میں بہت اچھی دوستی یا یوں کہے کہ دونوں سگی بہنوں کی طرح ہی رہتی تھی۔ جب باتیں کرنا شروع ہوتی تو ان کی باتیں کبھی ختم نہیں ہوتی تھی۔

۔ ویسے تو اپنے باپ کی ڈیتھ کے بعد بیا ہمیشہ یہیں پر ہی رہی مگر مہینے میں کبھی ایک آدھی دن کے لیے وہ اپنے ننیال جانے کی ضد کرتی تو چوہری اور چودری کا بھی اس کو منع نہیں کرتے تھے مگر خرم کو ہمیشہ اعتراض ہوتا۔ ہر بار اس کے اعتراض کو رد کر کے چوہدری صاحب بھیج تو دیتے جس کا خمیازہ ہمیشہ بیا کو خرم
کی گہر برساتی ہوئی آنکھیں اور زہر اگلتی زبان سے بھگتنا پڑتا۔۔

۔ ہر بار تیرا یہی سیاپا ہوتا ہے۔ اگر وہ اپنے نان کے چلی جاتی ہے تو اس میں تمہیں کیوں تکلیف ہوتی ہے۔ وہ بچی ہماری ہر بات پر سر جھکا کر احترام کرتی ہے۔ اگر اس کو خوشی ملتی ہے اپنے مامو کے پاس جا

کے تو مہینے میں ایک آدھی بار جانے سے کیا فرق پڑ جاتا ہے۔ہر بار یہ تو جو سیاپے ڈالتا ہے خرم میں تیری سعادت سے بڑا تنگ آ گیا۔

۔ابا سائیں آپ کو میری کوئی ایک بات بھی چنگی لگتی ہے۔غصے سے اپنی شال کو کاندھے پر پٹختے ہوئے بڑے بڑے قدم بھرتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔۔

چوہدری صاحب اس کی اسی رویے سے تنگ تھے۔قہر آلود نظروں سے اسے جاتا ہوا دیکھ کر ایک ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے چپ ہو گئے۔

ooooooooo



شاہزیب شاہزیب!ہوں ں ں!

پلیز اب مجھے اٹھنے دیں شاہ زیب اپنے پٹھانوں والے خوبصورت انداز سے اپنی اس حسین رات کو یادگار انداز سے سرشار کر چکا تھا۔اب صبح کی کرنیں پھوٹنے لگی تھی۔مگر ڈاکٹر صاحب ابھی بھی اپنی باہوں کے دائرے میں کسے ہوئے ہما کو اپنے قریب کیے گہرے نیند میں سو رہے۔

۔تھے گہری نیند میں بھی ڈاکٹر صاحب کی پکڑ اتنی مضبوط تھی کہ ہما کوشش کے باوجود بھی اپنی جگہ سے اٹھ نہ سکی تھی۔

۔اٹھ کر کیا کرنا ہے ڈاکٹر صاحبہ ہمارا ولیمہ رات کو ہے باہوں کے دائرے کو اور بھی تنگ کرتے ہو سر اٹھا کر ہلکی سی سمائل پاس کرتے ہو کہا۔

۔تو کیا آپ رات تک مجھے اپنی قید سے رہا نہیں کریں گے۔شاہ زیب کی ساری رات کی خوبصورت قربت کی چمک اس کے شرمائے ہوئے چہرے پر صاف نظر آ رہی تھی۔

۔ڈاکٹر صاحبہ اب پوری زندگی میری پناہوں سے رہائی ملنا ناممکن ہو گا۔آپ کی شدید محبت نے مجھے آپ سے محبت کرنے پر مجبور کر دیا۔اب تو آپ کے ہر ایک لمحے پر صرف اور صرف میرا حق ہو گا۔



۔کروٹ لے کر اس کے اوپر آ گیا
لبوں کو کہ لمس اس کے پورے چہرے پر محبت سے بکھیر رہا تھا۔

۔جیسے صبح کی گڈمارننگ کہہ رہا ہو۔رات جتنی خوبصورت تھی صبح اس سے کہیں زیادہ حسین تھی۔

۔اس کی باہوں میں ہما خود کو دنیا کی سب سے خوش قسمت لڑکی سمجھ رہی تھی۔اس نے جسے چاہا اس سے پا لیا من چاہے شوہر کی باہوں میں قربت کے لمحات کتنے حسین ہوتے ہیں یہ کوئی آج ہما سے پوچھتا۔

۔پلیز مجھے اٹھ کر فریش ہونے دیں لبوں پر ہلکی چیز سی سمائل جس پر شرم و حیا کی لالی کی جھلک صاف دکھائی دے رہی تھی۔

۔ہائے آپ کا آنا یوں شرمانا!
مہندی لگا کے دل دھڑکانا !
پیار آ گیا رے پیار آ گیا!

۔واہ جی واہ ڈاکٹر صاحب آپ کو سونگ بھی آتے ہیں۔شازیب کے سونگ کے دو بول صبح صبح یوں گنگنانے پر ہما کو حیرانگی ہوئی تھی۔

۔اسے اندازہ نہیں تھا کہ ڈاکٹر صاحب کو سونگ بھی آتے ہوں گے۔کیونکہ ان کی پرسنلٹی دیکھ کر لگتا نہیں تھا کہ انہوں نے کبھی سونگ سنے بھی ہونگے۔۔۔

۔پتہ نہیں جی تمہارے کے اس حسن نے میرے اندر کون کون سے فنکشنز آن کر دیے ہیں۔ابھی تو مجھے خود بھی سمجھ نہیں آرہی آہستہ آہستہ آپ کو بھی پتہ چل جائے گا کہ میرے اندر کون کون سی خوبیاں ہیں۔

۔اور مجھے خود بھی اپنی ان نئے فنکشنز کے بارے میں ابھی معلومات اکٹھی کرنی ہے۔مسکراتے ہوئے اس کی پنکھڑیوں پر اپنے لب رکھ کر مورننگ کو پوری طرح سے فریش کرنے کے موڈ میں تھا۔

۔پنکھڑیوں کو قید کیے ہوئے صبح صبح گلاب کے پھولوں سے شبنم کے قطروں کو اپنے اندر اڑیلتے ہوئے مسرور ہوتے ہوئے بہکتا جارہا تھا۔

۔رات کو تو پوری طرح سے اس کے خوبصورت وجود کی رعنایاں کو لوٹ اس کے پورے وجود پر اپنی محبت کی مہریں ثبت کر چکا تھا۔

۔صبح صبح اس کا نیچرل حسن اسے پھر سے بہکایا گیا۔وہ ایک بار پھر سے اس کی مزاحمت کے باوجود اس کی سانسوں کو اس پر تنگ کر گیا۔

○○○○○○○○○

ٹھک ٹھک ۔۔۔رات کو لیٹ سونے پر میرب اور رومان شاہ کی صبح آنکھ دروازے کی ٹھک ٹھک کی آتی آواز سے کھلی۔

۔میرب سے پہلے رومان شاہ بنا چپلیں پہنے دو ہی قدموں میں دروازے تک کا سفر طے کر کے دروازہ کھول چکا تھا۔اس کے دل نے یہ بلنگ کیا کہ اس کی امی جان کی طبیعت ٹھیک نہیں کیونکہ دروازہ کھٹکانے والے کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ بہت گھبرایا ہوا ہے۔ورنہ رومان شاہ کے روم کا اس طرح دروازہ کھٹکھٹانے کی کسی کی ہمت میں نہ تھی۔

رومان شاہ کے پیچھے چپل پہن کر فوراً سے میرب بھی آن کھڑی ہوئی تھی۔دروازے پر زکیہ تھی جس نے آکر بتایا کہ امی جان کے سینے میں بہت درد اٹھ رہا ہے۔۔

۔زکیہ کے باقی کے الفاظ اس کے منہ کے اندر ہی تھی کہ رومان شاہ جس حالت میں کھڑا تھا۔ بنا جوتے پہنے سیڑھیوں کو پھلانگتا ہوا نیچے کی جانب بڑھتا چلا گیا۔

۔اس کے پیچھے پیچھے زکیہ اور میرب بھی تیز قدموں سے بھاگتی ہوئی آگئی امی جان کمرے میں اپنے دل پر ہاتھ رکھے ہوئے تکیے پر لیٹی ہوئی تھی۔

۔ان کا زرد رنگ اس بات کی دلیل تھا کہ جو بھی تکلیف تھی وہ امی جان کی برداشت سے باہر تھی ایک نظر رومان شاہ کی جانب اٹھا کر دیکھا آنکھوں میں تکلیف کے تاثرات اتنے زیادہ تھے کہ رومان شاہ کا دل تڑپ گیا۔ وہ بھاگ کر اپنی ماں کو گلے لگاتے ہوئے ان کے پاس بیڈ پر بیٹھ گیا۔ میرب۔۔۔ میرا فون لے کر آؤ گھبراہٹ سے چلاتے ہوئے بولا میرب سے پہلے زکیہ بھاگ کر رومان شاہ کا فون لینے چلی گئی۔

۔رومان شاہ،شاہ زیب کا نمبر ڈائل کرنے لگا تھا کہ اس کی ویڈنگ کا سوچ اس نے ارادہ ملتوی کرتے ہوئے امی جان کے ڈاکٹر کا نمبر ڈائل کیا تھا۔

۔جب بھی گھر میں کوئی بھی ہاسپٹل سے ریلیٹو پرابلم ہوتی تو رومان شاہ ہمیشہ شاہ زیب کو ئی فون کرتا۔ باقی کے معاملات سب شاہ زیب ہینڈل کرلیتا۔مگر آج اس کا ولیمہ تھا تو رومان شاہ کو اچھا نہیں لگا کہ وہ اسے ڈسٹرب کرے۔

۔ڈاکٹر کو فون کرنے کے بعد اپنی امی جان کو اپنے ہاتھوں میں اٹھا کر گاڑی میں ڈالتے ہوئے۔میرب اور زکیہ کو ہمراہ لیے ہاسپٹل کی جانب گاڑی کو بھگاتا لے جارہا تھا۔کیونکہ امی جان کی حالت کافی خراب لگ رہی تھی۔۔



ooooooooo

کیا کررہے ہیں تیار ہو جائے پلیز۔

مجھے تیار نہیں ہونا کوئی زبردستی ہے۔

آفس نہیں جانا؟

نہیں!

مگر کیوں! اپنی گود میں سر رکھے ہوئے احمر کو دیکھ مہک نے حیرانی سے پوچھا۔

۔تمہارا یہ بدلہ ہوا خوبصورت رویہ مجھے ایک خواب کی مانند لگ رہا ہے اور ڈرتا ہوں کہ کہیں یہ میرا خواب ٹوٹ نہ جائے۔۔
۔اس لیے ان خوبصورت لمحوں کو میں کام کی نظر بھی نہیں کرنا چاہتا میں نے آفس سے چھٹی لے لی ہے۔



۔پیکنگ کرو ہم اپنے فرسٹ ہنی مون کے لیے مری جارہے ہیں۔ہمارے فلحال میری اتنی ہی گنجائش نہیں ہے کہ تمہیں پاکستان سے باہر لے جاسکوں۔

۔بہت محنت کروں گا اور تمہارے ہر خواب کو میں مکمل کر دوں گا۔ ہم اپنے سیکنڈ ہنی مون کے لیے پاکستان سے باہر جائیں گے۔۔

۔احمر جانتا تھا کہ مہک کو کنٹری سے باہر گھومنے کا بہت شوق ہے۔فی الحال احمر کے حالات اتنی اجازت نہیں دیتے تھے کہ وہ کنٹری سے باہر سے لے جا سکے۔۔

۔احمر آج تو آپ نے یہ بات کہہ دی آئندہ مت بھولیے گا آپ مجھے اپنی محبت سے اس گھر کے اندر بھی گھمائیں گے تو میرے لیے یہ جنت ہو گا۔



۔جب آپ نے مہک کی ہر خوبی اور خامی کے سمیت قبول کیا ہے۔تو وہ مہک بہت پیچھے رہ گئی جو پیسے پر مرتی تھی۔میری خوش قسمتی یہ ہے کہ مجھے آپ کے جیسا پیار کرنے والا شوہر ملا۔جس کے میں بالکل قابل نہیں تھی۔۔

۔آہ ہماری حیثیت کے مطابق جہاں بھی مجھے لے کر چلیں گے میرے لیے جہاں دنیا کی سب سے خوبصورت جگہ ہو گی۔ جہاں پر آپ میرے ساتھ ہونگے۔گود لیٹے ہوئے احمر کے چہرے کی دونوں جانب ہاتھ رکھتے ہوئے بڑی محبت سے دیکھتے ہوئے بولی۔

مہک ہمیشہ یوں ہی رہنا کبھی بدلنا مت گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے بولٹ رہا۔

۔کبھی نہیں بدلوں گی۔ آپ بھی کبھی مت بدلنا مہک ایک اچھی لڑکی ہے یہ تو صرف مجھے آپ کی نظروں میں دیکھ کر پتہ چلا۔یہ تو میں خود بھی نہیں جانتی تھی۔جب بھی آپ کی نظروں سے گروں گی تو مر جاؤں گی۔پلیز آپ بھی کبھی بدلیے گا مت۔۔

۔احمر نے ابھی کچھ کہنے کے لیے لب کھولے ہی تھے کہ اس کے فون پر بجتی ہوئی بیل نے اسے اپنی طرف متوجہ کیا۔

۔مہک نے ہاتھ بڑھا کر احمر کا فون اٹھا کر اس کے ہاتھ میں تھما دیا۔ جس پر رومان شاہ کی کال آرہی تھی۔

۔کسی کی سچی محبت اگر آپ کے دل زخموں پر مرہم لگا دے تو،سچ میں انسان کے جتنے بھی پرانے گہرے زخم ہوں وہ بھر جاتے ہیں۔

۔یہ بات آج مہک کو دیکھ کر کہی جا سکتی تھی۔کیونکہ آج پہلی بار رومان شاہ کا نمبر دیکھ کر اس کے دل نے کچھ بھی محسوس نہیں کیا تھا۔

۔اسلام علیکم رومان شاہ کیسے صبح صبح ہمیں اپنے یار کی یاد آگئی کیا بات ہے آج بھابی سے کوئی جھگڑا تو نہیں ہو گیا۔

۔ان کی یہ ٹانگ کھینچنے والی عادت جوان کی دوستی کو خوبصورت بناتی۔جب بھی ایک دوسرے سے فون کرتے خود بخود ہی یہ مسکراتے ہوئے تنز ان کی زبانوں پر آجاتے تھے۔۔

۔تم پریشان نہیں ہو رومان شاہ میں ابھی مہک کو لے کر ہاسپٹل پہنچتا ہوں۔احمر رومان شاہ سے بات کرتے ہو مہک کی گود سے اٹھ کر بے حد پریشانی کے تاثرات لیے بول رہا تھا۔

مہک جو گھبراہٹ سے احمر کی جانب دیکھ رہی تھی۔

۔اوکے اوکے میں سمجھ گیا میں دس منٹ کے اندر اندر تک پہنچ جاؤں گا تم پریشان مت ہو یار۔

۔احمر کیا ہوا ہے فون بند ہوتے ہی اس کی جانب گھبرا کر دیکھتے ہوئی مہک نے سوال کیا مہک نے سوال کیا۔

۔امی جان کی طبیعت بہت خراب ہے میرب بھابھی اور رومان شاہ ان کو لے کر ہاسپٹل جا رہے ہیں ۔ہمیں فوراً جانا ہو گا تم چینج کرو۔



۔اللہ جی خیر کرنا مہک گھبرا کر بیڈ سے کھڑی ہوئی اپنی قبرڑ سے چینج کرنے کے لیے کپڑے نکالنے لگی۔

oooooooooo

ہائے ماہی کیسی ہو!

شفا روم میں داخل ہوتے ہی ماہی کو مصروف بیٹھے ہوئے دیکھ کر اس کے پاس آگئی۔ماہی پڑھنے میں اتنی مصروف تھی کہ اسے روم میں شفا کے داخل ہونے کا پتہ ہی نہیں چلا۔

ہائے شفا میں بالکل ٹھیک تم کیسی ہو یار، تم تو اپنے بھائی کی ویڈنگ میں اس قدر مصروف تھی کہ محترمہ نے میرا فون تک نہیں اٹھایا۔شفا کو دیکھ کر ماہی جلدی سے اپنی بکس کلوز کرتے ہوئے کھڑی ہو گئی۔

۔ماہی اور شفا دونوں بہت اچھی دوستیں تھیں شفا کے بھائی کی شادی کی وجہ سے وہ ایک دوسرے سے کافی دنوں بعد ملی تھی۔

۔یار فون اٹھانے کا تو ٹائم ہی نہیں ملتا تھا گھر میں اتنے سارے مہمان آئے ہوئے تھے۔جب بھی فون کی طرف جاتی تو ماما کہتی تھی کہ شفا یہ چار دن اگر فون سے محبت کم کر دو گی تو کوئی فرق نہیں پڑے گا

--

۔تمہاری ان بچکانہ حرکتوں کی وجہ سے تمہارے رشتے کم آتے ہیں۔ایک ہی سانس میں ماہی کے گلے میں باہیں ڈال کر ملتے ہوئے شفا نے ساری داستانیں شادی سنادی تھی۔۔

۔ویسے آنٹی غلط تو نہیں کہی رہی تھی۔حرکتیں تو تمہاری بچوں سے بھی گئی گزری ہیں۔شفا کی بات پر ماہی کھی کھی کرتی ہوئی ہنستی ہوئی دہری ہونے لگی تھی۔۔

۔شٹ اپ بد تمیز تم تو میری دوست ہو بکواس کر رہی ہو۔دونوں ہنستی ہوئی ٹھا سے بیڈ پر سیدھی گر پڑی تھی وہ دونوں ہاسٹل کے ایک ہی روم کو شیئر کرتی تھی۔

۔یار ہمارے میتھ کے نئے لیکچرار کا کیا بنا کوئی نیا نمونہ آیا ہے یا نہیں۔

۔آگیا ہے یار نمونہ نہیں ہے بڑا ہی ہینڈ سم ہے۔بالکل سر کہنے کو دل نہیں چاہتا شفا کی انفارمیشن پوچھنے پر ماہی نے بڑی دلچسپی سے بتایا۔۔

۔شفا کے جانے سے پہلے ہی میتھ کا ٹیچر جا چکا تھا شفا اسی کے بارے میں پوچھ رہی تھی کہ کوئی نیا ٹیچر آیا ہے یا نہیں۔

۔ہائے اللہ پھر تو دیکھنا پڑے گا اگر ماہی بیگم تم اس سر کی اتنی تعریف کر رہے ہو بندے میں کچھ بات تو ضرور ہو گی۔

۔ماہی کے ناک پر کم ہی لڑکے چڑھتے تھے اس لیے اس کی تعریف پر شفا کو میتھ کے ٹیچر کو دیکھنے کا جنون سا طاری ہونے لگا۔

۔ہاں ہاں ضرور ملوائیں گے صبح کا لیکچر ہو گا تو بہت ہی خاص انداز سے شفا میڈم کو ہم اپنے میتھ کے پروفیسر سے ملوائیں گے۔سینے پر ہاتھ رکھ کر بڑی ادا سے ماہی بولی۔۔

۔جی جی ضرور ملوانا تمہارے ماموں کا بیٹا ہے نا۔ماہی کے انداز پر شفا کی ہنسی نکل گئی۔دونوں روم میں کھی کھی کر کے ہنستے ہوئے لوٹ پوٹ ہو رہی تھی۔

oooooooo

کھٹ کھٹ بے وقت دروازہ کھٹکنے پر مرہا نے حیرانی سے دروازے کی جانب دیکھا!تقریبا دن کے 12 بج رہے تھے۔

۔میرہا کے پاس بیٹھی ہوئی گاؤں کی عورتیں جو روز ہی میرہا کے پاس آجاتی ۔جن سے باتیں کرتے ہوئے میرہا کا پورا دن گزر جاتا اور کوئی بھی مصروفیات نہ ہونے کی وجہ سے مرہا کو یہ عورتیں بھی غنیمت لگتی۔ورنہ تو وہ اکیلے بیٹھ بیٹھ کر اس سے بھی کہی زیادہ بور ہو جاتی۔

۔اچانک دروازے پر کھٹکھٹ ہونے سے ایک عورت نے جا کر دروازہ کھولا تو سامنے شاہ میر کو دیکھ کر سب ہی ایک دم حیران ہوئی تھی۔کیونکہ یہ شاہ میر کے آنے کا وقت نہیں تھا۔اور میرہا تو کچھ زیادہ ہی حیران تھی۔عورتیں سلام کہتی ہوئی جا چکی تھی۔۔

۔میر خیریت تو ہے بہت پریشان لگ رہے ہیں۔مرہا شامیر کے پاس چلتی ہوئی آئی۔میر کے چہرے پر پریشانی صاف نظر آرہی تھی۔



۔مرہا امی جان کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے رومان کا فون آیا تھا۔تم تیاری کرو ہم لوگ رات کی فلائٹ سے کراچی نکلیں گے۔

۔کیا ہوا امی جان کو۔کیا امی جان کی طبیعت بہت زیادہ خراب ہے میرہا نے گھبراتے ہوئے پوچھا۔

۔شاہ میر کا یوں اچانک جانے کی تیاری کرنا اس بات کا ثبوت تھا کہ میرہا کی امی کی طبیعت بہت زیادہ خراب تھی اسی لیے

مرہا رونے لگی۔

۔میری جان پریشان نہ ہو انشاءاللہ امی جان ٹھیک ہو جائیں گی۔ مرہا کو اپنے گلے لگاتے ہوئے شاہ میر دلاسہ دے رہا تھا۔

۔میر کل تو امی جان سے میری بات ہوئی۔ مجھے امی جان نے ایسا کچھ نہیں بتایا کہ ان کی طبیعت نہیں کی ہے۔

۔مگر ان کے چہرے کو دیکھ کر لگ رہا تھا کہ وہ جیسے بہت بیمار ہے میں نے ان سے کتنی بار پوچھا مگر امی جان نے کہا کہ وہ بالکل ٹھیک ہیں۔

۔تم تیاری کرو میں ٹکٹ ارینج کرواتا ہوں بس دعا کرو۔رونا مت اس کے آنسوں صاف کرتے ہوئے۔ شاہ میر فون پر ٹکٹ کے بارے میں اپنے کانسٹیبل سے بات کرنے لگا۔جبکہ مرہا جلدی جلدی پیکنگ کرنے لگی تھی

oooooooo

بی بی جی بیا بیٹی کو باہر چودھری صاحب لینے آئے ہیں۔نوکرانی نے آکر خبر دی۔

۔تو ان سے کہیں اندر آجائے اندر کون سا کلفیو لگا ہوا ہے۔بیا نے خرم کے آنے کی خبر سن کر منہ بسورتے ہوئے کہا۔

۔بیا بیٹے جب تمہیں اچھی طرح سے پتہ ہے کہ وہ اندر نہیں آئے گا۔تو پھر کیوں بیٹا ہر بار بات کو بڑھاتی ہو چلو میری دھی تیاری کرو اور جاؤ۔وہ اڑیل دماغ کا بندہ ہے اگر تمہیں نہ آنے دے گا تو پھر ہم اس کا کیا کرلیں گے۔

بیا کے ماموں نے بیا کو سمجھاتے ہوئے جانے کو کہا تھا۔

۔بیا کے ننیال والوں کے ساتھ خرم کی بنتی نہیں تھی اس لیے وہ گھر کے اندر نہیں آتا۔ہمیشہ باہر سے ہی بیا کو لے کر چلا جاتا۔جبکہ بیا کو اس کی یہی عادت بہت بری لگتی۔

oooooooooo

جلدی آجایا کر تیرا ڈرائیور نہیں ہوں!

بیا کاندھوں پر چادر ڈالے ہوئے دوپٹے کا حجاب کر کے گاڑی کا گیٹ کھول رہی تھی کہ آتے ہی خرم کے جملے سے بیا کا موڈ خراب ہو گیا۔

۔وہ آگے کا دروازہ بند کر کے۔پیچھے کا دروازہ کھلنے کر اندر بیٹھنے لگی۔



۔آگے آکر بیٹھ آتے ہی میرا دماغ مت خراب کیا کر۔تیرا ڈرائیور نہیں ہوں جو تو میم صاحب بن کے پیچھے بیٹھے گی،اور میں آگے بیٹھ کر تیری ڈرائیوری کرتے ہوئے گھر لے کر جاؤ۔

۔کہر برساتی ہوئی نظروں سے دیکھ کر بولا تو ہمیشہ کی طرح بیا پر اس کی بات ماننا لازم تھی۔ پیچھے دروازے کو ٹھا کر کے بند کرتے ہوئے۔واپس اگلا دروازہ کھول اندر بیٹھ گئی۔

۔دروازہ اس نے اس طرح سے بند کیا تھا جیسے وہ دروازہ جا کر خرم کے منہ پر مارا ہو۔

۔کبھی تمیز سے آکر سلام بھی بول دیا کر۔منہ بگاڑ کر بیٹھی ہوئی بیا کی جانب غصے سے دیکھتے ہوئے خرم نے گاڑی سٹارٹ کی۔

۔سائیں آتے ہی زہر اگلنے لگتے ہیں سلام لینے کا موقع کہاں دیتے ہیں۔

۔ہاں میں تو تیری زبان پکڑ لیتا ہوں نا جو سلام لینے کے لیے تجھے دقت پیش آتی ہے۔

۔سائیں مجھ سے جھگڑا کرنے کے علاوہ کچھ اور کر سکتے ہیں۔بیا کو پتہ تھا کہ وہ جتنے جواب دے گی۔خرم اتنا زیادہ بھڑکے گا اس نے لڑائی پر ہتھیار ڈالتے ہوئے کہا۔

۔اگر تمہاری ی موٹی عقل میں میری بات آجائے تو لڑائی کی نوبت ہی نہ آئے۔جب تجھے پتہ ہے کہ مجھے تمہارا اس گھر انا پسند نہیں تو پھر کیوں میرا دماغ خراب کرتی ہو۔

۔یہ جو تم ابا سائیں کی سپورٹ لے کر من مرضیاں کرتی ہو نا،ایک دن پچھتاؤ گی۔

۔مجھے تو یہ سمجھ نہیں آتی کہ سائیں اپنے کو میرے ننیال والوں سے مسئلہ کیا ہے اتنی تو وہ آپ کی عزت کرتے ہیں۔

۔ان کی عزت گئی تیل لینے تیرے مامے کے پتھروں نے جو ساتھ والے گاؤں کے چوہدری کے ساتھ مل کر گھوڑے کی ریس میں میرے ساتھ شرط لگائی اور دھوکے بازی سے اس شرط کو جیت لیا۔



میں وہ کبھی نہیں بھولوں گا اور نہ ہی ان کو بولنے دوں گا۔

۔سائیں وہ اتنی پرانی بات ہے آپ اس کو چھوڑ کیوں نہیں دیتے۔

۔نہیں چھوڑ سکتا تو ان کی ہمدی میں اپنے اس زبان کو مت کھولا کر کسی دن پیا میں تیری جان لے لوں گا۔

۔سائیں میں ان کی ہمدری میں نہیں بول رہی۔میں تو بس یہ کہہ رہی ہوں کہ معاف کر دینے والا رب کو بہت پسند ہو تا ہے۔تو چھوڑ دیں اس بات کو، معاف کر دیں میرے بھائیوں کو۔

۔تیرے ان بھائیوں کو تو میں کبھی معاف نہ کرنے والا۔خرم پہل کر تا نہیں اور بعد میں کسی کو چھوڑ تا نہیں۔میری اس عادت سے تم اچھی طرح سے واقف ہو۔اب پہل ان کی طرف سے تھی۔تو آخری وار میری طرف سے ہو گا۔۔

۔پیا کو پتہ تھا کہ خرم کو سمجھانا مطلب پتھر کی دیوار سے اپنا سر پھوڑنا مگر پھر بھی وہ ہمت نہیں ہارتی تھی۔

۔وہ اپنے بھائیوں سے بہت پیار کرتی تھی جو عمر میں سب اس سے بڑے تھے۔کہنے کو تو اس کے ماموں کے بیٹے تھے۔مگر پیا ان سب سے ایسے پیار کرتی تھی جیسے بالکل سگے بھائی ہوں۔۔

۔ان کی کوئی بہن نہیں تھی وہ بھی بیا سگے بھائیوں کی طرح پلکوں پر بٹھاتے تھے۔۔

۔سات سال پہلے ساتھ والے گاؤں میں ہوئی ایک ریس جس میں ان کے بھائیوں نے۔ میں شرارت سے شرط لگاتے ہوئے دھوکا کر کے اس ریس کو جیت لیا۔

۔جس کو خرم نے آج تک اپنی انا کا مسئلہ بنایا ہوا تھا۔انہوں نے خرم کو بھانگ کے نشے میں دھت کر دیا ۔جس کی وجہ سے خرم وہ ریس نہیں جیت سکا۔

خرم ایک بہت اچھا ہورس رائڈر تھا۔جو گھوڑے کی پیٹھ پر بیٹھ کر اپنی مرضی سے سواری کرنا جانتا تھا ۔گھوڑے کی پیٹھ پر بیٹھ کر گھوڑے کو اس تیز رفتاری سے اڑاتا کہ آج تک جتنی بھی آسپاس کے گاؤں میں گھوڑے کی ریس ہوئی ان میں ہمیشہ اول پوزیشن خرم ہی لیتا۔۔۔

۔مگر اس دن بھانک کے نشے میں وہ خود پر قابو نہ رکھتے ہوئے گھوڑے کی پیٹ سے نیچے گرا۔

۔اور وہ ریس جیت نہیں سکا۔اس ہار کو خرم نے اپنی انا پر لیتے ہوئے۔آج تک اس کے بھائیوں کو معاف نہیں کیا ہے۔وہ کبھی ان کے گھر نہیں تھا۔اس لیے اسے بیا کا بھی جانا بالکل پسند نہیں تھا۔

۔کئی بار بیا کے بھائیوں نے صلح صفائی کی کوشش کی مگر خرم نے ہمیشہ ہٹ دھرمی سے اپنے قدم پیچھے کر لیے۔

۔اس لیے یہ لڑائی آج بھی ان کے درمیان خرم کی جانب سے چل رہی تھی جبکہ بیا کے بھائی ایسا نہیں چاہتے تھے۔

oooooooo

ڈاکٹر ایوری تھنگ اوکے کوئی خطرے کی بات تو نہیں۔ڈاکٹر کو باہر آتے ہیں دیکھ کر رومان شاہ ڈاکٹر کے پاس جلدی سے

آکر بولا۔

۔رومان شاہ خطرے کی بات ہے آپ کی امی جان کو دل کا اٹیک آیا ہے۔اٹیک پہلا نہیں ہے۔ان پہلے بھی چھوٹے اٹیک آچکے ہے۔

۔پہلے اٹیک نے کافی نقصان کیا جس کی وجہ سے اس اٹیک سے کیس بہت سیریس ہو گیا ہے۔۔

۔نونو!!ڈاکٹر نو پلیز کچھ بھی کرو امی جان کو کچھ نہیں ہونا چاہیے۔میں امی جان کو علاج کے لئے دنیا کے کسی بھی کونے میں لے کر جا سکتا ہوں۔

۔مگر میری امی جان کو کچھ نہیں ہونا چاہیے رومان شاہ کے لہجے میں اس قدر تڑپ تھی کہ پاس کھڑے ہوئے سبھی لوگوں کے دل رو پڑے۔۔

۔رومان یار حوصلہ رکھو تم ہمارے دوست ہو ہمارا رشتہ صرف ڈاکٹر اور پیشنٹ والا نہیں ہے۔ یار تمہاری ماں ہماری بھی ماں ہے۔ مگر تم جانتے ہو کہ امی جان پہلے بھی کافی ساری بیماریوں میں گری ہوئی تھی۔ مگر یہ تمہارا ان کا روٹین سے علاج کروانا تھا۔ جس کی وجہ سے امی جان کی صحت برقرار رہی۔

۔مگر یار یہ سب کچھ اللہ تعالی کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔اس وقت میں تمہیں کوئی دلاسہ نہیں دینا چاہتا۔ تمہاری امی جان کی کنڈیشن بالکل ٹھیک نہیں ہے مجھے یہ کہتے ہوئے بہت دکھ ہو رہا ہے۔

۔ڈاکٹر سکندر رومان شاہ کے کاندھے پر ہاتھ رکھے ہوئے اسے حقیقت سے آگاہ کر رہا تھا۔

۔مگر ہم پھر بھی اپنی پوری کوشش کریں گے۔اور رومان شاہ کو یوں ٹوٹتے ہوئے دیکھ ڈاکٹر سکندر نے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر دلاسا دیا۔

۔پاس کھڑے ہوئے احمر نے رومان شاہ کو یوں ٹوٹتے ہوئے دیکھ مضبوطی سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ جیسے اسے صبر کرنے کو کہہ رہا ہو۔رومان شاہ کی اپنی ماں کے لیے محبت اس کے دوستوں کی آنکھوں سے چھپی ہوئی نہیں تھی۔۔



۔ہر بیٹا اپنی ماں سے بہت پیار کرتا ہے مگر رومان شاہ کے لیے اس کی ماں کی محبت کچھ الگ ہی مقام رکھتی تھی۔احمر کے پاس الفاظ نہیں تھے رومان شاہ کو دلاسہ دینے کے لیے۔۔

۔رومان میں چاہتا ہوں کہ تم شاہ زیب کو انفارم کردو کیونکہ شاہ زیب ہارٹ کا بہترین سرجن ہے۔ڈاکٹر سکندر نے رومان شاہ کو مشورہ دیا۔

۔رومان شاہ نے ہاں میں سر کو ہلایا رومان شاہ کی زبان اس وقت الفاظوں میں ساتھ نہیں دے رہی تھی

--

-

آج رومان شاہ کی سچ میں وہی فیلنگ تھی۔

ماپے ربا بڑے ضروری ایویں کدے لکھوں وی نہ!! اکو عرض سونیں داتیا ماں کسے دی کھوی نہ!!

تشریح (ماں باپ کی اے رب زندگی میں بہت ضرورت ہے۔ان کو موت کی وادیوں میں چھپانا مت۔ ایک التجا ہے میری اے خدا کہ ماں کسی کی لیجانا موت کی آغوش میں لیجنا مت)

۔پہاڑ کی طرح ہر مشکل سے لڑ جانے والا رومان شاہ آج کس کا در ٹوٹا ہو الگ رہا تھا۔۔

۔شاہ پلیز آپ پریشان نہ ہو انشاءاللہ امی جان بالکل ٹھیک ہو جائیں گی۔ ہم ان کو اپنے ساتھ یوں ہی ہنستے مسکراتے گھر لے کر جائیں گے۔

۔رومان شاہ کے زرد چہرے کو دیکھ کر میرب اپنے شاہ کا ہاتھ پکڑ کر اس کو دلاسا دیا۔ جبکہ ڈاکٹر کی باتیں وہ بھی سن چکی تھی۔

۔آج سے پہلے رومان شاہ کو یوں ٹوٹا ہوا میرب نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔روما ن شاہ کی لال آنکھیں اور زرد چہرہ اس کے اندر کی ویرانی دکھا رہا تھا۔ شاہ سب کو ویران آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔ مگر اس کے پاس کہنے کے لیے الفاظ نہ تھے۔۔



ooooooooooo

احمر میں دس منٹ کے اندر پہنچ رہا ہوں یار حد ہے تم لوگوں نے مجھے بتانا ضروری نہیں سمجھا۔۔۔

۔شاہ زیب تو ولیم کے فنکشن میں احمر اور روما ن شاہ کا انتظار کر رہا تھا۔ولیمے کا آدھا۔ فنکشن گزر جانے کے بعد بھی جب وہ دونوں نہیں آئے تو۔

۔اس نے خود سے احمر کا نمبر ملایا کیونکہ رومان شاہ فون نہیں اٹھا رہا تھا۔امی جان کی طبیعت کا اس قدر خراب ہونا سن کر شاہ زیب فکر مندی سے بول رہا تھا۔۔

۔اپنے ولیمے کے فنکشن کو بیچ میں چھوڑ کر وہ ہاسپٹل کے لیے نکل آیا اس کے لیے اس وقت اپنے یار کی ماں کی صحت سے زیادہ کچھ ضروری نہیں تھا۔

۔ویسے بھی ڈاکٹر شاہ زیب اپنے پیشنٹ کو لے کر ہمیشہ ہی سیریس رہتا تھا۔ مگر اس وقت تو بات اس کی یار کی ماں کی تھی۔



۔اور اس کی ماں اس کے لیے کس اہمیت کی حامل تھی یہ بات شاہ زیب سے چھپی ہوئی نہیں تھی۔باپ کے گزر جانے کے بعد رومان شاہ کی پوری دنیا اپنی امی جان کے ارد گرد گھومتی تھی۔۔

۔ولیمے کی فنکشن کو بیچ میں ہی کلوز کرتے ہوئے۔وہ اپنی مہمانوں سے اجازت لیتا ہوا ہاسپٹل کے لیے نکلا۔ ہما بھی ایک ڈاکٹر تھی جو اپنے پیشے کو بہت اہمیت دیتی۔

۔اور اس وقت تو بات بھائیو جیسے رومان شاہ کی ماں کی تھی تو اس لیے اس نے بھی ساتھ جانے کو ہی ترجیح دی وہ دونوں ایک ساتھ گھر پہنچے گھر سے صرف انہوں نے پانچ منٹ کے اندر کپڑے چینج کیے اور ہاسپٹل کی طرف روانہ ہو گئے۔۔۔

°°°°°°°°°°,

شاہ میر اور مرہا ابھی ہاسپٹل پہنچے تھے۔۔سب جگہ رومان شاہ کے سائن لیے جا چکے تھے۔ اپریشن تھیٹر میں آپریشن کی تیاری چل رہی تھی۔جب رومان شاہ کی ماں نے۔رومان شاہ۔ میرب۔شاہ میر۔ مرہا۔احمر۔سب کو اپنے پاس بلایا۔۔۔



۔مرہا جو رومان کے گلے سے لگی ہوئی رو رہی تھی۔ اپنی امی جان کے یوں اچانک بلانے پر پھٹی پھٹی نظروں سے بھائی کی جانب دیکھنے لگی۔

۔میرہا ابھی کچھ دیر پہلے ہی اپنی امی جان سے مل کر آئی تھی۔اور اپریشن کی جلدی کی وجہ سے ڈاکٹرز نے ان کو باہر بھیج دیا تھا۔اور پھر یوں اچانک بلانے پر سب گھبرا گئیے۔

۔سب گھبرائے ہوئے چہروں کے ساتھ ایک ساتھ اپریشن تھیٹر کے اندر داخل ہوئے شاہ زیب جو پہلے ہی اندر موجود تھا۔

۔شاہ زیب سب ٹھیک ہے۔رومان شاہ نے اندر آتے ہی ۔شاہ زیب سے سوال کیا جو اس وقت آپریشن والی یونیفارم پہنے ہوئے کھڑا تھا۔

۔رومان شاہ کی امی جان کا اپریشن شاہ زیب کی ٹیم ہی ہینڈل کر رہی تھی۔



۔یار آپریشن بہت زیادہ کریٹیکل ہے ۔کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ امی جان ایک بار سب سے ملنا چاہتی تھی۔اس لیے میں انکار نہیں کر سکا شاہ زیب رومان شاہ نے
پاس آکر سرگوشی کے انداز میں کہا۔۔

۔شازیب پلیز ایسے الفاظوں کا استعمال مت کرو۔میرا دل پھٹ جائے گا۔ تمہیں پتہ ہے تمہاری آنکھوں میں ہمیشہ میں تسلی دیکھتا ہوں۔ اور آج مجھے وہ کہیں نظر نہیں آرہی۔شاہ زیب کی بات پر رومان شاہ نے تڑپ کر کہا۔

۔میرے یار میں تمہاری تکلیف کو اچھی طرح سے سمجھ رہا ہوں۔ مگر میں حقیقت تم سے کیسے چھپاؤں۔

۔حقیقت یہی ہے کہ یہ آپریشن بہت زیادہ کریٹیکل ہے۔جہاں پر امی جان کی زندگی کے چانسز بہت کم ہیں۔

۔یہ ایک رسکی آپریشن ہے یہ کہتے ہوئے شازیب کی آنکھیں نم ہوگئی تھی۔وہ نہیں بولنا چاہتا تھا اس طرح کے لفظ مگر کیا کرتا ایک ڈاکٹر ہونے کے ناطے اسے رومان شاہ کو حقیقت سے آگاہ کرنا ضروری تھا۔۔

۔رومان میری جان ادھر آؤ رومان شاہ

کو کم آواز میں شاہ زیب سے بات کرتے ہوئے بھی رومان شاہ کی ماں اس کے چہرے کے زاویوں کو دیکھ کر سمجھ رہی تھی کہ رومان شاہ اس وقت کس قدر ٹوٹا ہوا ہے۔۔

۔مرہا کو اپنے سینے سے لگائے ہوئے آپریشن کے کپڑے پہنے ہوئے لیٹی تھی۔ مرہا جھک کر اپنی ماں کے سینے سے لگی ہوئی تھی۔

۔رومان شاہ اپنے چہرے کو بہت نارمل دکھانے کی کوشش کرتے ہوئے ہلکے لبوں سے مسکراتا ہوا اپنی امی جان کے پاس
آکر بیٹھ گیا۔۔

۔اپنی ماں کا جھریوں سے بھا ہوا ہاتھ اٹھا کر چوم کر اپنی آنکھوں کو لگاتے ہوئے رومان شاہ اپنی آنکھوں سے آتے آنسوؤں کو نہیں روک سکا۔۔۔

۔یہ وہ ہاتھ تھے جنہوں نے بہت مشقت کی تھی رومیوں کو رومان شاہ تک کے منزل تک پہنچانے میں ۔جنہوں نے اپنی جوانی رومان شاہ اور مرہا پر قربان کر دی۔ آج ان ہاتھوں کا سایہ اٹھتے سوچ کر بھی رومان شاہ پل پل مر رہا تھا۔۔

۔روماں ماں باپ ہمیشہ سر پر سلامت نہیں رہتے بیٹا۔تو تو میرا بہادر بیٹا ہے روماں شاہ کو اپنے ہاتھ پر جھکے ہوئے روتے دیکھ۔۔

۔دوسرے ہاتھ سے روماں شاہ کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے بہت کم آواز سے وہ بول رہی تھی۔

۔امی جان پلیز اس طرح مت بولیں آپ ٹھیک ہو جائیں گی اگر خدا بیماری دیتا ہے تو۔وہ شفا دینے پر بھی قادر ہے۔

۔روماں شاہ کی ماں نے ہاں میں سر کو ہلاتے ہوئے اس کی جانب غور سے دیکھا تھا۔وہ اپنی حالت سے بخوبی واقف تھی ان کو پتہ تھا کہ یہ آخری وقت ہے جانے کا وقت آچکا ہے۔۔



۔مجھے پتہ ہے بیٹا میرے پاس وقت بہت کم ہے اس لیے میرے چند باتیں غور سے سنو۔شاہ میر کو آنکھ کا اشارہ کرتے ہوئے اپنی جانب بلایا مرہا اٹھ کر بیڈ سے کھڑی ہو گئی۔۔

۔کیونکہ ان کی ماں شامیر اور روماں سے کچھ کہنا چاہتی تھی۔

۔بیٹا تم دونوں ہی ماں باپ کی اکلوتی بیٹے ہو۔میرے لیے رومان اور تم میں کوئی فرق نہیں تمہیں میں نے اپنے جگر کا ٹکڑا دیا ہے۔تم مجھے رومان کی طرح ہی عزیز ہو۔میرے چلے جانے کے بعد دونوں بھائی بن کر رہنا اور وعدہ کرو تم دونوں ایک دوسرے کی ہر مشکل میں ٹھال بن کر رہو گے۔

۔دونوں کے ہاتھ ایک دوسرے کے ہاتھ پہ رکھتے ہوے تسلی وہ نظروں سے دیکھ رہی تھی۔۔۔

۔امی جان پلیز آپ یہ کیا بول رہی ہیں رومان اور شاہ میر ایک ساتھ بولے۔

۔بیٹا موت سے ڈرنا نہیں چاہیے۔خدا سے نیک موت مانگنی چاہیے موت برحق چیز ہے۔سب کو ایک دن آنی ہے۔

موت کا مزہ ہر جاندار چیز کو چکنا ہے تم لوگ مجھے بس میری باتوں کا جواب دو تاکہ میں تسلی سے آنکھیں بند کر سکوں۔۔

۔وعدہ کرو کہ ایک دوسرے کے ساتھ بھائی بن کر رہو گے۔۔

۔امی جان اٹپ کو اللہ تعالی لمبی زندگی دے۔آپ ہمارے سر پر سلامت رہیں اگر آپ کو ہمارے وعدوں سے تسلی ملتی ہے۔تو ہم وعدہ کرتے ہیں کہ ہم دونوں ایک جان ہو کر رہیں گے۔ہمیشہ ایک دوسرے کے ساتھ کندھے سے کندھا لگائے رکھیں گے۔شاہ میر نے تسلی دیتے ہوئے کہا۔۔

۔شاہ زیب اور احمر کو اپنے پاس لا رہی تھی۔

۔تم دونوں بھی میرے لیے رومان سے کم نہیں ہو۔تم دونوں ہمیشہ رومان کے ساتھ بھائیوں سے بڑھ کر رہے ہو۔اور میرے جانے کے بعد بھی میرے رومان کو اکیلا مت چھوڑنا۔۔

۔ہمیشہ اس کے ساتھ رہنا کبھی اس کو بھائیوں کی کمی محسوس مت ہونے دینا امی جان کہتی ہوئی خود بھی رو پڑی تھی روم میں کھڑے ہوئے سب لوگ کی آنکھوں میں آنسوں تھے۔

۔تم دونوں ہمیشہ بہنوں کی طرح رہنا مرہا کو کبھی بہن کی کمی محسوس مت ہونے دینا۔مرہا جب بھی ہمارے گھر آئے اس کی آنکھوں میں آنسوں نہیں آنے چاہیے۔

۔بے شک تم دونوں کی عمروں میں زیادہ فرق نہیں مگر تم ہمیشہ میرے گھر کی بڑی بہو بن کر ہر زمیداری نبھانا امی جان اب میرب اور مرہا کو سمجھا۔۔۔

۔امی جان اشپ کو کچھ نہیں ہو گا ایسے مت کہیں میرہا روتے ہوئے اپنی ماں کے سینے سے لگ گئی۔۔

۔پریشان مت ہو اللہ تعالی سب بہتر کرے گا۔شاہ میر ہمیشہ میری بیٹی کا خیال رکھنا۔یہ مجھے بہت عزیز ہے شاہ میر کی جانب دیکھتے ہوئے رو کر کہا۔

۔امی جان آپ پریشان نہ ہوں آپ ٹھیک ہو جائیں گی۔میں ہمیشہ اس کا خیال رکھوں گا۔یہ مجھے بھی بہت عزیز ہے آپ اس کی طرف سے مطمئن رہیں۔شاہ میر کے الفاظ مرہا کی امی جان کے لیے بہت تسلی بخش تھے۔

۔تم کیوں رو رہی ہو ادھر آؤ میرے پاس کھڑی ہوئی میرب جو رو رہی تھی ۔اسے ہاتھ کے اشارے سے اپنے پاس بلا رہی تھی۔میرب کو بھی اپنی ساس سے بہت لگاؤ رکھتی تھی۔وہ بھی اپنی ساس سے بہت پیار کرتی۔

۔وہ جب سے اس گھر میں آئی تھی۔ان دونوں کا رشتہ کبھی بھی ساس اور بہو والا نہیں تھا۔ہمیشہ دونوں ماں بیٹی بن کر ہی رہی۔رومان شاہ کی ماں ہمیشہ میرب کو بیٹی والی محبت دیتی تھی۔اور آج میرب بیٹی کی طرح ہی تڑپ کر رو رہی تھی۔

۔تمہیں مضبوط بننا ہے اگر تم مضبوط

بنو گی تو ہی میرے اس ٹوٹے ہوئے بیٹے کو سنبھالو گی۔نم آنکھوں کے ساتھ کھڑے ہوئے رومان شاہ کی جانب اشارہ کرتے ہوئے بولی۔



۔تمہیں مضبوط ہونا ہے میرے لیے تم میری بیٹی ہو۔میں نے تمہیں کبھی بہو نہیں سمجھا۔

۔تم مجھے مرہا کی طرح عزیز ہو۔میرا ابھی دل نہیں چاہتا کہ میں اپنے اتنے پیارے بچوں کو چھوڑ کر جاؤں۔

۔مگر جب رب کا بلاوا آجاتا ہے تو بندے کے ہاتھ میں کچھ نہیں ہوتا۔یہ میرے رب کی رضا ہے اور میں جانتی ہوں کہ میرے پاس وقت نہیں ہے۔

۔رومان شاہ کی ماں پوری طرح سے اس بات کو تسلیم کر چکی تھی کہ اب وہ دنیا سے جانے والی ہیں۔

۔اسی لیے اپنے بچوں کو ہر طرح سے تاکید کر کے ایک دوسرے کے ساتھ جڑے رہنے کو کہہ رہی تھی۔



۔امی جان مت ایسے بولے میں مضبوط نہیں ہوں۔وہ روتے ہوئے بولی۔میں آپ کے رومان کو نہیں سنبھال سکتی۔رومان آپ کے سوا کچھ نہیں۔وہ نہیں جی سکتے آپ کے بنا۔

۔امی جان ہمارے گھر کی رونق ہے آپ بیٹیوں کی طرح تڑپ کر اپنی ساس کے سینے سے لگی ہوئی رو رہی تھی۔میری جان مجھے تو ابھی اپنے رومان کے بچے دیکھنے تھے۔ان کو اپنی گود میں کھلانا تھا ان کی کل کاریاں سننی تھی۔ان کے ننھے ہاتھوں کو چومنا تھا۔

۔مگر اللہ کا بلاوا آجائے تو بندے کی اس رب کے آگے کوئی خواہش نہیں چلتی۔میرے رب کی جو رضا ہے میں اس کی رضا میں راضی ہوں۔

۔امی جان پلیز مت کہیں میرا دل پھٹ جائے گا۔پہلی بار رومان شاہ آواز کے ساتھ رو رہا تھا۔

۔اتنے مضبوط رومان شاہ کو ایسے بچوں کی طرح روتے ہوئے دیکھ کر روم میں کھڑی ہوئی عورتیں تو کیا مردوں کی آنکھوں سے بھی آنسو نکل آئے۔



۔آپ کو کچھ نہیں ہو گا میں کچھ نہیں ہونے دوں گا۔شاہ زیب تم بیسٹ سے بیسٹ ڈاکٹر بلواؤ امی کا ٹریٹمنٹ بہت اچھا ہونا چاہیے۔۔

۔کچھ نہیں ہونا چاہیے میری امی جان کو رومان شاہ اپنی ماں کے سینے پر گر کر چھوٹے بچے کی طرح اپنی ماں کے چہرے اور ماتھے سے چوم کر ان کے ہاتھ کو اپنی آنکھوں سے لگائے ہوئے زور قطار رو رہا تھا ---

۔آج رومان شاہ کے اندر کا بچہ معصوم بچہ اپنی ماں کو جاتا ہوا دیکھ تڑپ رہا تھا۔بچہ چاہے جتنا مرضی بڑا ہو جائے مگر ماں ماں ہی ہوتی ہے۔

۔اور ماں کے لیے اپنا بچہ ہمیشہ چھوٹا ہی رہتا ہے جیسے آج رومان شاہ اور مرہا دیکھ کر کہ امی جان کو یہی لگ رہا تھا کہ وہ آج بھی چھوٹے ہیں۔۔۔

۔وہ خود کو نہیں سنبھال سکتے اس لیے تو ان کے ارد گرد کھڑے ہوئے قریبی رشتوں کو ان کے اور بھی قریب ہونے کا کہہ رہی تھی۔۔۔

۔چچی جان پلیز میری غلطیوں کو میری نادانیاں سمجھ کر معاف کر دیں۔اللہ تعالی آپ کو تندرستی اور صحت دے آپ ہمارے سر پر سلامت رہیں۔۔

۔مہک بیٹا اللہ تعالی تمہیں اپنے گھر میں خوش رکھے۔میں نے تو تمہیں اسی دن معاف کر دیا تھا۔جب تم اس گھر سے رخصت ہو کر گئی تھی۔بیٹیوں سے کیسی ناراضگی۔بس بیٹا اپنی آنے والی زندگی میں ایسی غلطیاں دوبارہ مت کرنا۔

۔اللہ نے تمہیں احمر جیسا پیارا شوہر دیا ہے۔جو بہت ہی نیک ہے اس کی قدر کرنا۔

۔میں نے تمہیں معاف کیا۔اس کے سر پر پیار دیتے ہیں بولی۔مہک رو رہی تھی۔

۔وہ سوچ رہی تھی کہ اس نے ایسی غلطیاں کی جو نا قابل تلافی تھی۔مگر انہوں نے کتنی آسانی سے اسے معاف کر دیا۔۔۔

۔وہ کتنی نیک دل عورت تھی۔رومان بیٹا ان کو ان کا گھر واپس کر دینا اپنے جیٹھ اور جیٹھانیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

۔امی جان آپ ٹھیک ہو جائیں آپ کا حکم رومان کے سر آنکھوں پر جیسا کہیں گی جو کہیں گی میں کر دوں گا۔

۔بھابھی جان آپ ٹھیک ہو جائیں گی۔ آپ کیوں سب باتیں بول رہی ہیں۔ ہم اس کے قابل نہیں ہیں۔

۔آپ کو اب بھی ہماری فکر ہے اللہ تعالی آپ کو صحت دے۔رومان کے تایا شرم سے زندگی سے نظر جھکائے اس نیک عورت کے بارے میں سوچ رہے تھے۔

۔جس کو بھائی کے مرنے کے بعد انہوں نے ان کے ہی گھر سے بے گھر کر دیا آج وہ جاتے جاتے بھی ان کو چھت کا وعدہ دے کر جا رہی تھی۔

۔اندر کھڑے ہوئے ہر شخص کی آنکھ نم تھی۔۔

۔روماں کی امی کو سانس لینے میں مشکل ہو رہی تھی۔شاہ زیب نے فوراً سب کو آپریشن تھیٹر سے باہر جانے کو کہا۔

۔امی جان کی آنسوں سے نم آنکھیں
اپنے بچوں کو دیکھ رہی تھی۔آخری بار ہاتھ اٹھا کر اپنے لبوں پر رکھتے ہوئے اپنے بچوں کو محبت کا بوسہ دیا۔۔

۔ان کو نہیں پتہ تھا کہ زندگی ان کو جینے کے کچھ اور پل دے گی یا یہاں پر اختتام ہو جائے گا۔۔

۔کوئی بھی نہیں جانتا تھا کہ آنے والا وقت کیا لے کر آئے گا۔خوشی یا غم حالات کا تقاضا تو یہی نظر آرہا تھا، کہ آنے والا وقت بہت سارے غموں کی اندھیرے روماں شاہ کی زندگی میں لے کے آئے گا۔۔

۔روماں شاہ کی زندگی سے وہ ہستی شاید کہیں دور چلی جائے۔اس خوبصورت پیارے شفقت بھرے چہرے کا دیدار کر کے وہ روز گھر بیٹھے ہی حج کا ثواب حاصل کر لیتا۔۔

۔اپنی ماں کے چہرے کو دیکھ کر رومان صبح ہوتی۔اسے دنیا کی ہر خوشی مل جاتی تھی۔گھر میں ماں کے ہونے سے جو رونق تھی۔وہ رونق کہیں جھوٹ نہ جائے رمان شاہ کو یہ تڑپ مارے جارہی تھی۔

۔وہ بچوں کی طرح کرسی پر بیٹھ کر چہرے پر ہاتھ رکھے ہوئے زور و قطار رو رہا تھا۔۔

oooooooooo

گھر جا کر منہ کھلا تو مجھ سے برا کوئی نہ ہو گا۔پورے راستے جھگڑا کرنے کے بعد بیا اب گاڑی سے غصے سے اتری،تو جاتے جاتے بھی ضروری کام خرم دھمکی دینا نہیں بھولا تھا۔

۔بیا نے پیچھے کی جانب سے اسے دیکھتے ہوئے اندر کی جانب قدم بڑھائے لڑائی بھی کرنی ہوتی ہے اور کسی کو بتاؤں بھی نہ یہ ڈر بھی لگا رہتا ہے۔

۔وہ جاتے ہو بڑبڑائی۔بیا کسی دن قسم سے تیری اس بڑبڑ کا میں بہت اچھا علاج کروں گا۔خرم بیا کی بڑبڑ سن چکا تھا۔

۔خرم بھی اس کے پیچھے پیچھے چلتا ہوا گھر کے اندر داخل ہوا۔چوہدری صاحب سامنے ہی برامدے میں موڑے پر بیٹھے ہوئے اپنے دیسی سٹائل میں حقے کے کش مار رہے تھے۔

۔ساتھ میں اپنا فیورٹ کام اخبار پڑھنے میں مشغول تھے۔خرم کی اماں ماہ نور کے سر پر تیل لگاتے ہوئے گھر کی ملازمہ کے ساتھ کسی بات پر ناراض ہو رہی تھی۔

۔ماہ نور اپنی اماں سین کے آگے بیٹھی ہوئی سر میں تیل کا مساج کرواتے ہوئے ساتھ میں موبائل پر کوئی ٹی وی شو دیکھ کر کھی کی کر کے ہنس رہی تھی۔

۔اسلام علیکم تایا ابا!!اسلام علیکم تائی اماں!!خرم کی ناراضگی کو ہوا میں اڑاتے ہوئے گھر کے اندر داخل ہوتے ہی بیا شیرنی بن گئی۔اسے پتہ تھا کہ اب خرم کچھ نہیں بولے گا۔

۔وعلیکم السلام آگئی ہماری دھی رانی چوہدرن نے خوشی سے بائیں پھیلائے ہوئے اپنی ہونے والی بہوں کا استقبال کیا۔جس کو وہ اپنی بیٹی سے کم نہیں سمجھتی تھی۔۔۔

۔تائی اماں کو گلے ملنے کے بعد وہ ماہ نور کے گلے لگ کر زوروں سے ملی۔ دونوں پتہ نہیں کتنے سالوں سے بچھڑی ہوئی لگ رہی تھی۔

۔بیا بھاگتے ہوئے جا کر اپنے تایا کے سینے جا لگی۔ جو اس کو ہمیشہ ایک باپ کی طرح یہ شفقت سے ملتے تھے۔

۔تایا ابو کے ہوتے ہوئے بیا کو کبھی بھی اپنے ابو کی کمی محسوس نہیں ہوتی تھی۔ وہ بیا کے لیے ہر بات پر خرم تک سے لڑ جاتے تھے۔۔

۔ہمم! آ گئی میری بیٹی کو اپنے تایا ابو کی یاد، تم اتنے دن کے لیے گھر سے غائب مت ہوا کرو۔ گھر میں رونق نہیں ہوتی، اور تمہاری تائی اور میرا دل بھی نہیں لگتا۔

۔تیا ابو مجھے کوئی لینے آتا تو میں اس کے ساتھ آتی نا۔۔ اشارہ خرم کی جانب تھا ایک نظر اٹھا کر اس نے صوفے پر مصروف بیٹھے موبائل میں مصروف خرم کی جانب دیکھا۔

۔خرم نے دانتوں کو پیستے ہوئے بیا کی جانب دیکھا۔اسے پتہ تھا کہ اس کی ذرا سی بات ابا سائیں کو ہوا دے جاتی تھی اور پھر وہ بنا موقع ماحول دیکھے بنا شروع ہو جاتے تھے۔

۔بیا کی بچی تجھے سمجھا کر لایا تھا کہ کچھ مت کہنا اس بار تو تمہیں میں سبق سکھا کر ہی رہوں گا۔وہ دانتوں پیستے ہوئے دل میں سوچ رہا تھا۔

۔بیٹا تو اپنے بھائیوں کے ساتھ
آجاتی۔اس کھوتے کے انتظار میں نا بیٹھی رہا کر۔ان کی امید کے مطابق ابا سائیں نے اپنے فیورٹ نام سے خرم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

oooooooooo

شاہ امی جان کو کچھ نہیں ہو گا۔میرب اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھے ہوئے اس کے پاس کھڑی تھی ۔جو کب سے اپنے چہرے کو اپنی ہتھیلیوں میں چھپائے کرسی پر بیٹھا ہوا بچوں کی طرح روئی جا رہا تھا۔

۔آپریشن کافی کریٹیکل تھا پچھلے دو گھنٹوں سے آپریشن جاری تھا۔یہ وقت بہت طویل لگ رہا تھا۔سیکنڈ منٹوں میں منٹ گھنٹوں میں لگ رہے تھے۔

۔کسی کے پاس ایک دوسرے کو بھولنے کے لیے الفاظ نہیں تھے۔سب بے رحم وقت کے رحم وکرم پر کھڑے تھے۔

۔آپریشن تھیٹر سے ڈاکٹرز باہر آنے لگے کسی کی ہمت نہیں ہو رہی تھی یہ پوچھنے کی کہ کیا ہوا۔شاہ زیب رومان شاہ کے پاس آکر کھڑا ہوا گیا۔رومان شاہ بچوں کی طرح روتے ہوئے شاہ زیب کی جانب دیکھ کر نفی میں سر کو ہلاتے ہوئے کھڑا ہو گیا جیسے یہ کہنا چاہتا ہو کہ پلیز شاہ زیب کوئی بری خبر مت سنانا۔

۔آئی ایم سوری شاہ زیب نے یہ لفظ بہت مشکل سے کہے۔نو نو نو ایسا مت بولو امی جان کو کچھ نہیں ہو سکتا۔۔

۔شاہ زیب کا گریبان پکڑتے ہوئے رومان شاہ ایک چھوٹے کی بچے کی مانند رو رہا تھا۔اس وقت اسے نا تو یہ پتہ تھا کہ وہ رومان شاہ ہے اس کی شہر میں کیا ہے پرسنلٹی ہے۔۔

۔نہ اسے یہ پتہ کہ وہ ہاسپٹل میں کھڑا ہے۔بس اس کے اندر کا بچہ تھا جو داڑھیں مار کر روتے ہوئے اپنی ماں کے جانے کی بات نہیں سن سکتا تھا۔۔

۔شاہ زیب نے کھینچ کر اسے اپنے سینے سے لگاتے ہوئے صبر کرنے کو کہا مگر اس وقت رومان شاہ کو کوئی چیز دی صبر نہیں دلا سکتی تھی۔۔

۔اس کا دل پھٹ رہا تھا سانسیں رک رکنے لگی۔آج ساری دنیا رومان شاہ کو بے معنی لگ رہی تھی۔اس کی جنت اس سے دور جا رہی تھی۔ساری دنیا پہ تاریکی چھائی ہوئی اسے اپنا وجود بے مقصد لگنے لگا۔۔

۔وہ نہیں خود کو سنبھال پا رہا تھا میرہا ہمیشہ کی طرح بہت کمزور دیکھتی جو وہیں کھڑی ہوئی لہراتے ہوئے بے ہوش ہو کر فرش کر گرنے ہی لگی تھی کہ پاس کھڑی میرب نے سہارا دے کر اسے گرنے سے بچا لیا۔۔

۔شاہ میرہا کو دیکھ کر اور بھی ٹینشن میں آگیا۔ اس وقت ان دونوں بہن بھائیوں کی جو حالت تھی وہ لفظوں میں بیان نہیں کی جاسکتی۔ رومان شاہ احمر اور شاہ زیب کے کو پیچھے دھکیلتا ہوا بھاگ کر آپریشن تھیٹر کے اندر داخل ہوا۔

۔ جہاں اس پر نور چہرے کو سفید چادر کے نیچے چھپا دیا گیا۔ بلڈ اور دوسری ڈرپیں اتار دی گئی۔ رومان شاہ کے قدم آہستہ آہستہ بیڈ کی جانب بڑھ رہے تھے یہ چند قدموں کا فاصلہ رومان شاہ طے نہیں کر پا رہا تھا۔

۔کچھ دیر پہلے اپنی زندگی کے آخری لمحات میں بھی آپ ی تکلیف کو بھول کر کیسے اپنے بچوں کو ایک ساتھ رہنے کو کہہ رہی تھی۔۔



۔کیسے رومان شاہ کے ارد گرد رشتوں کی کورتیج بنا رہی تھی۔ کیسے جاتے ہوئے انہوں نے آخری بار اپنے لبوں پر ہاتھ رکھ کر محبت بھرا بوسہ اپنے بچوں کو دیا تھا۔۔

۔کیوں ماں اتنی پیاری ہوتی ہے۔کیوں ماں کو موت سے ڈر نہیں لگتا صرف اپنے بچوں کو چھوڑنے سے ڈر لگتا ہے۔

۔کیوں ماں کا نام نیم البدل دنیا میں نہیں ملتا۔اس وقت ساری سوچیں رومان شاہ کے دماغ پر چھائی ہوئی تھی آنسوں اس کے خوبصورت چہرے کو بھگوتے جا رہے تھے۔۔روروکر آنکھیں سرخ انگارہ ہو رہی تھی۔

وہ اس وقت خود کو دنیا کا سب سے بے بس انسان سمجھ رہا تھا۔اس سے اپنا روپیہ پیسہ دولت شہرت سب فضول لگ رہی تھی۔

۔کیا کرنا ہے ایسی دولت کا جو میری ماں کی زندگی نہیں بچا سکی اپنے دل میں سوچتا ہوا آخری دو قدم بڑھاتے ہوئے بیڈ کے پاس آ گیا۔رومان شاہ کے ہاتھ کانپ رہے تھے چادر کو پیچھے ہٹاتے ہوئے۔۔

کانپتے ہوئے ہاتھوں سے ہلکی سی چادر کا کونا ہٹاتے ہوئے دیکھا تو اس کا دل پھٹنے لگا تھا۔۔

۔وہ آنکھیں ہمیشہ کے لیے بند ہو چکی تھی۔جو کبھی رومان کے آنے کی رہ تکتے نہیں تھکتی تھی۔۔

۔۔اب یہ چہرہ چھپنے والا تھا۔وہ کبھی اس پیارے چہرے کو دوبارہ نہیں دیکھ سکے گا۔شفقت بھرے ہاتھ کبھی اس کے سر پر نہیں آئیں گے۔

۔اپنی امی جان کا ہاتھ اٹھا کر چومتے ہوئے اپنی آنکھوں سے لگا کر سسکیوں کے ساتھ رو رہا تھا۔جسم میں خون کی گردش نہ ہونے کی وجہ سے امی جان کا ہاتھ ٹھنڈا برف ہو گیا۔

۔یہ وہ ہاتھ پیارا ہاتھ تھا جس نے رومان شاہ کو انگلی پکڑ کر چلنا سکھایا۔یہ وہ ہاتھ تھا جس ہاتھ نے رومان شاہ کے لیے پوری زندگی دعائیں کی۔



۔امی جان۔۔۔۔۔۔نہیں رہ سکتا میں آپ کے بنا۔کیوں جا رہی ہے آپ مجھے چھوڑ کر۔مجھے بھی اپنے ساتھ لے چلیں۔۔

۔امی جان رومان شاہ آج بھی کمزور ہے آج بھی رومان کو آپ کی دعاؤں کی ضرورت ہے۔ آپ کی دواؤں کے بنا رومان شاہ کا کوئی وجود نہیں ہے۔

۔کیوں جا رہی ہیں آپ ہمارے گھر کو ویران کر کے۔امی جان اس گھر میں آپ کے ہونے سے رونق ہے۔

۔اب میں صبح اٹھ کر کس کا چہرہ دیکھوں گا۔امی جان آپ کا کمرہ خالی ہو جائے گا۔امی جان آپ مجھے گھر میں کہیں چلتی پھرتی نظر نہیں آئیں گی۔۔

۔رومان شاہ کے جملوں میں اتنا درد تھا کہ آپریشن تھیٹر میں کھڑے سب لوگ سسکیوں کے ساتھ رو رہے تھے۔خواتین تو کیا مرد بھی خود کو رونے سے روک نہیں سکے۔۔

۔شاہ میر نے آگے بڑھ کر رومان شاہ کو کھینچ کر اپنے گلے لگایا۔ آج پہلی بار بھائیوں کی طرح حق سے اسے اپنے گلے لگا کر وہ خود بھی رو دیا۔۔

۔روما ن شاہ کو شاہ میر کے گلے لگ کر آج سگے بھائی والی فیلنگ ہی آئی وہ ایک کمزور بچے کی مانند سسکیاں لیتے ہوئے شاہ میر کے گلے لگا ہوا تھا۔۔

۔شاہ میر امی جان تمہارے ساتھ بھی بہت پیار کرتی ہے یار کہو نا امی سے کہ اٹھ جائے۔روما ن کو جو کہے گی وہ مان لے گا۔ مگر میں یہ بوجھ برداشت نہیں کر سکتا۔وہ بچوں کی طرح اپنی ماں کو اٹھانے کی ضد کر رہا تھا۔

وہ بچہ ہی تو تھا اپنی ماں کا ہمیشہ روما ن شاہ نے اپنی ماں کی نظروں میں اسی معصوم رومیوں کو ہی دیکھا ۔روما ن شاہ تو وہ دنیا والوں کے لیے تھا۔اپنی ماں کا تو آج بھی وہ معصوم رومیو تھا۔جو ہر پریشانی کو اپنی ماں سے اس لیے چھپاتا کہ کہیں ماں کی انکھ نم نہ ہو جائے۔



۔مگر ماں کی نظر بھر بھی سمجھ جاتی تھی کہ اس کا بیٹا پریشان ہے۔بن بولے سمجھنے والی ہستی آج ہمیشہ کے لیے اس سے دور جا رہی تھی۔۔۔

○○○○○○○○○

ماہ نور یار آج مت جاؤنا آج ہی تو میں آئی ہوں ماہ نور کی تیاری دیکھ کر بیا کو بالکل اچھا نہیں لگ رہا تھا۔

۔یار میرے ٹیسٹ سیریس شروع ہو چکی ہے۔جانا ضروری ہے۔ماہ نور بیگ میں اپنے کپڑے ڈالتے ہوئے واپس لاہور جانے کی تیاری کر رہی تھی۔۔

۔کیا یار بس کرو اب پڑھائی کو کتنا دل کرتا ہے میرا تمہارے ساتھ رہنے کو باتیں کرنے کو میں گھر میں بور ہو جاتی ہوں بیا ناراض منہ سے کہہ رہی تھی۔

۔ویسے یار ناراض ہونے کا جواز تو نہیں بنتا لالا تو گھر میں ہی ہوتے ہیں۔اب ذرا اپنی دوستی لالہ کے ساتھ بڑھاؤ لڑکی ماہ نور نے کاندھا مارتے ہوئے اپنے لالہ کا نام لے کر بیا کو مذاق کیا۔۔۔



۔ہوں ں ں !! تیرے لالا کو سوائے لڑائی کرنے کے اور کچھ آتا ہے جب بھی منہ کھولتا ہے زہر ہی اگلتا رہتا ہے دوستی کا خاک کروں اس سے۔۔

۔تو۔تو لالا پر یہ راز کھول دے کہ تم لالہ کو بہت پیار کرتی ہو۔اس کے بعد تو لالا منہ سے زہر اگلنا چھوڑ دے گا۔بیا خرم سے بہت پیار کرتی تھی۔اس بات کا ماہ نور کو بہت اچھی طرح سے پتہ تھا اسی لیے وہ اکثر اس کی ٹانگ کھینچتی رہتی۔

۔تم اپنا منہ بند رکھا کرو ماہ نور میں کوئی تمہارے لالا سے پیار ویار نہیں کرتی۔بیا ہمیشہ اسی طرح سے انکار کر دیتی کہ وہ خرم سے پیار نہیں کرتی۔جبکہ اس کی آنکھیں صاف بتاتی کہ وہ خرم کو کتنا چاہتی ہے۔

۔ہائے میں صدقے جاؤں پہلے اپنی یہ لال گلابی ہوتی گال تو دیکھ۔جس پر میرے لالا کے پیار کا رنگ نکھر کر نظر آتا ہے۔کم سے کم جھوٹ تو وہ بولا کر بھی یا جس کو دل تسلیم بھی کر لے۔۔

۔تو میرے لالہ سے بہت پیار کرتی ہے یہ بات تو بھی جانتی ہے اور میں بھی جانتی ہوں۔نہیں جانتا تو صرف میرا لالا نہیں جانتا۔۔

۔بیا اپنے دل کی بات جا کے لالا کو بول میرا لالا دل کا برا نہیں ہے بس غصے کا تھوڑا تیز ہے۔۔

۔جب تمہاری محبت اس کو ملے گی تو میر الالہ شہد کی طرح میٹھا ہو جائے گا۔ ہر بہن کی طرح ماہ نور بھی اپنے بھائی کی طرف طاری کر رہی تھی۔۔

چل تو جانے کی تیاری کر اور دادی اماں بننے کی ضرورت نہیں ہے۔۔

۔کوئی سن نہ لے اس بات کے ڈر سے بیا۔ بات کو ختم کرتے ہوئے اس کا دھیان تیاری پر کر کے اس کے ساتھ کپڑے بیگ میں ڈلوانے لگی۔۔

۔بیا میری باتوں پر غور کرنا بھائی کو احساس دلواؤ کہ تو اس سے بہت پیار کرتی ہے۔

۔اچھا دادی اماں دلوادوں گی احساس۔ اب تم جانے کی تیاری کرو ایک تو تو تایا ابا اور تائی اماں کو بھی ساتھ لے کر جا رہی ہے۔۔

۔گھر میں کتنی ویرانی ہوتی ہے ان کے جانے سے تجھے احساس بھی ہے۔

۔بیا اماں اور ابا کو میں نہیں ساتھ لے کر جا رہی۔وہ تو اماں سین کہ جوڑوں میں جو درد رہتا ہے اس کے لیے ابا سائیں اماں سین کو ڈاکٹر کو دکھانے لے جا رہے ہیں۔۔۔

۔یہ جو جوڑوں کے درد سے ہر وقت اٹھتے بیٹھتے روتی رہتی ہیں ابا سائیں کہتے ہیں کہ شہر میں اچھا ڈاکٹر ہے وہاں جا کر اماں کے کچھ ٹیسٹ کروا کے اچھی طرح علاج ہو جائے گا۔۔۔۔

۔اور ویسے بھی ابا سائیں کہہ رہے تھے کہ انشاءاللہ وہ رات تک واپس آجائیں گے۔۔ماہ نور پتر اب آ بھی جاؤ کتنی دیر لگانی ہے۔

۔چوہدری صاحب کی آواز پر نہ ماہ نور اپنی بات کو بیچ میں ہی چھوڑتے ہوئے اپنا بیگ اٹھا کر بیا سے ملنے کر جانے لگی۔۔

۔بیا دھیان سے رہنا پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے انشاءاللہ ہم کوشش کریں گے کہ رات تک واپس لوٹ آئے۔

۔گھر میں اتنے ساری ملازم ہیں کام کرنے کی ضرورت نہیں آرام سے اپنے کمرے میں بیٹھنا۔

۔بیا کی تائی اسے گلے ملتے ہوئے تاکید کر کے ماہ نور کو لے کر شہر روانہ ہو گئے۔

oooooooooo

رومان شاہ کی ماں کی تدوین ہو چکی تھی رومان شاہ کی تڑپ اس وقت دیکھنے والی تھی۔جب وہ اپنی ماں کو اپنے ہاتھوں سے قبر میں اتار رہا تھا۔اس کے گرتے ہوئے آنسوؤں نے تدفین میں آئے ہر شخص کی آنکھ کو نم کر دیا۔۔

۔رومان شاہ شہر کی مشہور ہستی تھی اس لیے گھر میں فاتحہ کہنے کے لیے بہت زیادہ لوگوں کا آنا جانا ہو رہا تھا۔



۔شاہ میر احمر شاہ زیب سب اس کے پاس ہی بیٹھے ہوئے تھے۔عاصم کو بھی رہائی مل گئی تھی۔اس کے اچھے بیہیویئر کی وجہ سے چار مہینوں کے اندر ہی اس کی سزا ختم ہو گئی۔وہ بھی تدفین میں آئے لوگوں سے مل رہا تھا۔۔

۔رومان شاہ بہت گم سم سا ہو گیا وہ بہت کم باتیں کر رہا تھا۔اس کی نظروں میں ایک خالی پن جس کو سب لوگ محسوس کر رہیں تھے۔۔

۔میرہا کی حالت بھی رومان شاہ سے الگ نہیں تھی۔ مرہا نے رو رو کر اپنا برا حال کر رکھا۔میرہا کو سنبھالنا بہت مشکل ہو رہا تھا۔دونوں بہن بھائی کھانے سے اپنا ناطہ توڑے ہوئے تھے۔۔

oooooooooo

بھائی۔۔۔فاتحہ کہہ کر لوگ تقریباً اب جا چکے تھے۔ مغرب کے وقت رومان شاہ اور شاہ میر ایک ساتھ گھر کے اندر داخل ہوئے۔سامنے بیٹھی ہوئی مرہا تڑپ کر اٹھی اور بھاگتے ہوئے آ کر رومان شاہ کے سینے سے لگ گئی۔



۔بھائی اب امی جان کے بغیر کیسے رہیں گے۔وہ سسک کر روتی ہوئی بولی۔

۔پتہ نہیں بیٹا ابھی تو اس سوال کا جواب مجھے خود نہیں مل رہا۔

۔بس میرا بچہ صبر سے کام لو یہ اللہ کی رضا ہے۔جس کے آگے ہر بندہ بشر بے بس ہے۔ہمیں اپنی رب کی رضا کے آگے سر جھکانا ہے۔

۔اپنی بہن کو گلے لگائے بامشکل لفظوں کا سہارا لے کر صبر دلا رہا تھا۔جو کہ ابھی تک اسے خود نہیں آیا۔وہ مرہا کو کیسے دلا تا۔۔

۔گھر میں سب کچھ ہونے کے باوجود گھر میں ایک عجیب سی ویرانی کا ماحول تھا میرب جو اس وقت بہت دکھی تھی۔مگر خود کو حوصلہ دیتے ہوئے وہ کھانے کا انتظام کرنے لگی

oooooooooo

ہائے!!!دل پہ ہاتھ رکھ لے کہیں اٹیک نا آجائے۔میتھ کے ٹیچر کو دیکھ کر شفا نے جس انداز سے آہ بھری تھی۔اسی پر ماہی نے کہا۔



۔یار سچ میں کتنا ہینڈ سم ہے اٹیک تو آہی جانا تھا۔اگر میں دل پر ہاتھ نہ رکھتی تو شفا دل پر ہاتھ رکھ کر۔بہت اچھی ایکٹنگ کر رہی تھی۔۔

۔السلام علیکم سٹوڈنٹس کیسے ہیں آپ لوگ!کلاس کے اندر داخل ہوتے ہی میتھ کے ٹیچر نے سب سٹوڈنٹ کو سلام کہا۔۔

۔وعلیکم السلام سر ہم سب ٹھیک آپ کیسے ہیں سب نے صرف سلام کا جواب دیا یہ شفا تھی اس نے سر کا حال پوچھا۔

۔الحمدللہ میں بالکل ٹھیک لگتا ہے آپ نے آج پہلے دن میری کلاس جوائن کی ہے شفا کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔۔

۔جی سر میں لیو پر تھی میری آپ سے پہلی ملاقات ہے۔مائی سیلف شفا رحمان۔اوکے گڈ سٹ ڈاؤن۔ جواب دینے کے بعد سر ڈائز پر کھڑے ہو کر سٹوڈنٹس کو لیکچر دینے لگے۔۔۔

۔ی ماہی یار سچ میں سر کم اور کسی فلم کا ہیرو زیادہ لگ رہا ہے۔۔
۔ہوں ں ںاو!پلیز سٹوڈنٹس لیکچر کے وقت صرف اپنی پڑھائی پر کونسٹریٹ کیا کریں پروفیسر نے کھسر پھسر کی آواز سن کر ماہی اور شفا سے کہا۔۔

جی سر!!

ماہی اور شفا کا پڑھائی میں کم دھیان تھا اور پروفیسر کو دیکھنے میں زیادہ جو لیکچر دیتے ہوئے بے حد ڈیشنگ لگ رہا تھا۔بلیک کلر کا کرتا شلوار سیم ویسٹ کوٹ کے ساتھ پہنے ہوئے اس کا سفید رنگ بلیک کلر میں دمک رہا تھا۔۔

۔ڈاک براؤن بال جن کو جیل سے سیٹ کیا ہوا تھا۔ہلکی ہلکی بیرڈ اور نظر کے چشمے کو لگائے وہ ہینڈسم لگ رہا تھا۔

۔اس کالج میں اتنا ینگ ٹیچر پہلی بار آیا ایک تو ینگ اوپر سے خوبصورت یہ دونوں ہی باتیں لڑکیوں کو ہضم نہیں ہو رہی تھی۔



oooooooo

مرہا میری جان اس طرح رو رو کر تم اپنی طبیعت خراب کر رہی ہو۔دیکھو اللہ تعالی کے آگے ہم سب بے بس ہیں آنے اور لے جانے کا وقت اس نے مقرر کر رکھا ہوتا ہے۔اس میں ہم چا کر بھی کچھ نہیں

کر سکتے۔ سوائے اللہ تعالی کی رضا میں راضی ہونے کے شاہ میر مرہا کو اپنے سینے سے لگائے ہوئے سو گیا تھا۔

۔سارے دن کی تھکن اور سفر نے اس کو بہت تھکا دیا۔رات کے نا جانے کون سے پہر شاہ میر کی آنکھ مرہا کی سسکیوں اور سینے پر گرتے ہوئے آنسوؤں سے کھلی تھی۔

۔میر مجھے امی کی بہت یاد آرہی ہے۔میں تو آخری بار امی جان کو بالکل ٹھیک چھوڑ کر گئی تھی۔ مرہا کی ملاقات اپنی ماں سے چار مہینے بعد ہوئی۔وہ بھی اس حالات میں جب وہ ہمیشہ کے لیے میرہا کو چھوڑ کر اس دنیا سے جا چکی تھی۔۔

۔میری جان امی جان کہاں اپنے اتنے پیارے بچوں کو چھوڑ کر جانا چاہتی تھی خدا کی یہی رضا تھی صبر کرو اگر میری جان تم صبر نہیں کرو گی تو رومان کے بارے میں سوچو وہ تو ہر وقت امی جان کے ساتھ رہتا تھا اس گھر کی ہر چیز اسے امی جان کی یاد دلائے گی۔۔

۔ہمیں اسے سنبھالنا ہے وہ اس وقت بہت ٹوٹا ہوا ہے۔اسے ہماری بہت ضرورت ہے۔میرہا پلیز تم خود کو تھوڑا سنبھالو اللہ تعالی کی یہی رضا تھی۔ہم سب اس کی رضا کے آگے بے بس ہیں۔

۔رب کی رضا کے آگے مسلمان ہونے کے ناطے سر جھکانا پر فرض ہے۔۔۔

۔اس کو اپنی باہوں کے گھیرے میں لیے اپنے سینے میں چھپائے وہ اپنی چھوٹی سی جان کے دکھ کو کم کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔۔

۔اسے پتہ تھا کہ میرہا کا دکھ بہت بڑا ہے۔مگر وہ سوائے تسلی دینے کے اس وقت کچھ نہیں کر سکتا۔اس کے بس میں کچھ نہیں تھا۔مگر مرہا کا دکھ وہ دل سے محسوس کرتے ہوئے اسے اپنے سینے میں چھپائے ہوئے سلا رہا تھا۔۔

۔اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے اپنے محبت بھرے احساس سے نیند کی وادیوں میں لے گیا۔

۔میرہا سونے لگی تھی جبکہ شاہ میر لیٹا ہوا روما ن کے بارے میں سوچ رہا تھا۔کیونکہ اس نے روما ن شاہ کو آج سے پہلے اتنا ٹوٹا ہوا کبھی نہیں دیکھا۔۔۔

○○○○○○○○○

شاہ آپ کہاں ہیں!!میرب کب سے روم میں ادھر سے ادھر چکر لگاتے ہوئے شاہ کا انتظار کر رہی تھی

۔

۔شاہ نے سب کے ضد کے باوجود بھی کھانا نہیں کھایا تھا۔میرہا کو زبردستی شاہ میر نے کھانا کھلا لیا تھا۔

۔میرب کو اب شاہ کی بہت فکر ہو رہی تھی کہ وہ اس وقت کہاں ہے میرب نے خود بھی کھانا نہیں کھایا تھا۔وہ کیسے اپنے شاہ کو اتنی تکلیف میں چھوڑ کر کھانا کھا لیتی ہیں۔۔۔



۔پچھلے دو گھنٹوں سے روما ن شاہ کا انتظار کر رہی تھی سب سو چکے تھے مگر میرب روما ن شاہ کی فکر میں روم میں چکر کاٹ رہی تھی۔۔

۔رومان شاہ کہاں جا سکتا ہے ایک دم سے اس کے دماغ نے کلک کیا تو وہ دروازہ کھولتے ہوئے تیز قدموں سے سیڑھیاں اتر کر امی جان کے روم کی جانب آئی۔۔۔

۔امی جان کا روم کھولتے ہی اندر سے آتی ہوئی سسکیوں کی آوازیں سن کر میرب سمجھ گئی کہ اس کی امید کے مطابق رومان شاہ امی جان کے کمرے میں تھا۔

۔اپنی امی جان کے سونے والی جگہ پر بچوں کی طرح سر رکھے ہوئے اوندھے منہ لیٹا رو رہا تھا۔اس کا پورا وجود اس کی ہچکیوں سے ہچکولے لے رہا تھا۔وہ اس وقت بالکل ایک مضبوط مرد نہیں بلکہ ایک چھوٹا بچہ تھا۔جو اپنی ماں کے جانے کا غم برداشت نہیں کر پا رہا تھا۔۔۔

۔شاہ!!!میرب اپنے شاہ کو اس طرح ٹوٹے ہوئے دیکھ کر تڑپ سے اپنے شاہ کا نام لیتے ہوئے اس کے پاس بیٹھ گئی۔

۔میرب پلیز اس وقت تم چلی جاؤ

میں کسی سے ملنا نہیں چاہتا۔مجھے اکیلا چھوڑ دو بنا سر اٹھائے میرب کی آواز پر رومان شاہ نے میرب کو جانے کو کہا۔۔

۔نہیں جا سکتی شاہ میں آپ کو اس طرح اکیلے چھوڑ کر۔آپ شاید بھول گئے ہیں امی جان نے جاتے ہوئے مجھے یہ ذمہ داری سونپ دی تھی کہ میں آپ کو کہیں پر بھی اکیلا نہیں چھوڑوں میرب بھی اپنے شاہ کی حالت دیکھ کر رو رہی تھی۔۔

۔میرب کی اس بات پر رومان شاہ نے سر اٹھا کے میر کی جانب دیکھا۔شاہ کی آنکھیں رو رو کر لال ہو رہی تھی۔

۔آنکھوں پر سوجھن آنا شروع ہو چکی تھی۔میرب نے آج سے پہلے شاہ کو اس طرح روتے اور تڑپتے کبھی نہیں دیکھا۔۔۔

۔امی جان کیوں چلی گئی مجھے چھوڑ کر کہتے ہوئے رومان شاہ بچوں کی طرح میرب کی گود میں سر رکھے اس کی کمر میں ہاتھ باندھے رونے لگا۔۔۔

۔آپ پلیز صبر کریں اللہ تعالی امی جان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام دے۔وہ اپنے شاہ کی پیٹھ کو سہلاتے ہوئے بول رہی تھی۔

°°°°°°°°°°,

بیا کو چائے کی طلب ہو رہی تھی۔رات کے تقریبا ساڑھے دس کا ٹائم ہو رہا تھا بیا مووی دیکھنے میں مشغول تھی تو اسے ٹائم کا پتہ ہی نہیں چلا۔۔

۔تائی جان گھر پر ہوتی تو ہمیشہ ان کو ٹائم سے سونے کو کہہ دیتی تھی آج موقع تھا تو بیا نے سوچا چلو کیوں نہ آج اپنی مرضی کی مووی ہی دیکھ لی جائے۔مووی کا اینڈ چل رہا تھا تو اسے چائے کی طلب ہونے لگی۔اس نے سوچا کیوں نہ مووی کے اینڈ میں چائے پیتے ہوئے اینڈ دیکھا جائے۔۔۔

۔گھر کی تمام ملازمہ سو چکی تھی تم بیا کو اچھا نہیں لگا کہ وہ کسی کو جا کر آدھی رات ڈسٹرب کرے۔۔

۔گھر میں اس وقت کوئی مرد نہیں تھا تو اس لیے بیا کو دوپٹہ لینا ضروری نہیں لگا وہ بنا دوپٹے کے ہی بالوں کو ہلکا سا جوڑے نما باندھے اپنے روم سے نکل کر کچن خانے میں آ گئی۔۔

۔جو مووی دیکھ رہی تھی اسی کا سونگ گنگناتے ہوئے ساتھ میں اپنے لیے چائے بنا رہی تھی کہ اسے اپنی گردن پر گرم سانسوں کا احساس ہوا۔

۔اس سے پہلے کہ وہ ڈر کر چیخیں مارتی مقابل نے اپنا بھاری ہاتھ اس کے منہ پر رکھ کر اس کی چیخ کو بلند ہونے سے پہلے ہی بند کر دیا۔۔۔

۔ڈر گئی تایا کے ہوتے تو گھر میں بدمعاش بن کر گھومتی ہے۔مقابل کی بھاری آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی تو اسے آواز پہچانے میں دیر نہیں لگی کہ وہ اس کا سائیں خرم تھا۔۔

۔سائیں !!! آپ نے تو میری جان نکال دی۔اپنے منہ سے ہاتھ ہٹاتے ہوئے بیا اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر بولی۔

۔واہ تو تجھے ڈر بھی لگتا ہے اس کی قمر میں ہاتھ ڈال کر اسے خود کے قریب کرتے ہوئے۔گہری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔۔

۔خرم کے منہ سے آتی ہوئی بدبو سے بیا نے ناک پر ہاتھ رکھ دیا۔

۔سائیں آپ نے شراب پی رکھی ہے!!

ہاں کیوں اس کا پینے کے لیے بھی مجھے تمہاری اور تمہارے بھائیوں کی اجازت کی ضرورت ہے۔

۔خرم ابھی ابھی اپنے دوستوں کچھ چھوڑ کر ڈیرے سے واپس آیا تھا۔آج ایک دوست کی سالگرہ تھی جس میں انہوں نے خوب باربی کیو کے ساتھ پیگ لگائے۔

۔آج اس کا ابا سائیں گھر پہ نہیں تھا تو اس لیے خرم نے دل کھول کر شراب بھی اور لیٹ گھر آیا۔گھر میں آتے ہی اسے کچن سے آتی ہوئی کھٹ پٹ کی آوازوں نے اپنی طرف متوجہ کیا۔

اس نے جھانک کر دیکھا۔سامنے کھڑی ہوئی بیا کو دیکھ کر اس کے دل نے پہلی بار اس کی قربت کی تمنا کی۔وہ بچپن سے اس کی منگ تھی۔مگر خرم ہمیشہ اس سے دور ہی رہتا۔

۔ایک تو ان دونوں کی آپس میں بنتی کم تھی اور دوسرا وہ عمر میں بھی بہت چھوٹی تھی۔اس لیے وہ دوری بنا کر رہتا۔

۔آج ایک تو نشے کی خماری تھی۔دوسرا وہ اس کی منگ تھی گھر میں کوئی نہ تھا یہ ساری باتیں اسے بیا کے قریب لے آئی۔

بیا اس طرح سے خرم نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ہمیشہ وہ سر پہ دوپٹہ اوڑے ہوئے ہی نظر آتی۔مگر رات کے اس پہر ہلکا سا بالوں کا جوڑا بنائے ہوئے فراک کے ساتھ کیپری پہنے دوپٹے سے بے نیاز کھڑی تھی۔

۔خرم اس وقت 28 سال کا تھا جبکہ بیا 17 سال کی پوری ہو کر اسی مہینے 18 میں قدم رکھ چکی تھی۔۔

۔اس کا اپنی جانب ہوا تو اس کے گلے میں پہنی ہوئی چین پر خرم کی نظر گئی جو اس کی دودھ جیسی گوری نازک سی گردن پر کسی تار کی مانند چمک رہی تھی۔

۔خرم نے آج سے پہلے بیا کے گلے میں پہنی ہوئی اس چین کو کبھی نہیں دیکھا کیونکہ بیا دوپٹہ ہی حجاب کے سٹائل میں لیتی تھی۔

خرم کا ہاتھ بے اختیار بیا کی گردن پر گیا گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے انگلی سے چین پر لائن کھینچتے ہوئے۔

۔اس کی گرم سانسیں بیا کے چہرے پر
پڑ رہی تھی۔اس کی نظروں سے کی تپش شرما کر وہ نظریں نیچے جھکائے ہوئے تھی۔۔

۔وہ بے اختیار بیا کی گردن پر جھکتے چلا گیا۔لبوں کے ہلکے سے لمس سے بیا کے پورے وجود میں سنسنی دوڑ گئی۔اس لب گردن سے ٹکرائے تو بیا کا پورے وجود پہ بجلی کی لہر لپٹی ہوئی محسوس ہوئی۔

۔وہ اتنے سالوں سے اس کی منگ تھی مگر آج اس نے پہلی بار پیا کو سے چھوا۔بیا کے لیے یہ احساس بہت نیا تھا۔بیا کو اپنی باہوں کے گھیرے میں لیے اس کی چین والی جگہ پر اپنے لبوں کے نرم گرم لمس چھوڑ رہا تھا۔

سس۔۔سس۔۔سا۔۔سائیں یہ کیا کر رہی ہے!!! بیا گھبرا کر اس کے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے پیچھے ہوئی۔اس کی کمر پر اپنی گرفت بنائے ہوئے اس کے اس عمل کو ناکام بنا چکا تھا۔۔

۔اتنے ننھی بچی تو نہیں کہ تمہیں پتہ نہ چلے کہ میں کیا کر رہا ہوں۔

۔سائیں پیچھے ہٹیں یہ غلط ہے۔اس کو واپس اپنے اوپر جھکتے دیکھ کر بیا جھٹکے سے اس کو دھکہ دیتی ہوں پیچھے ہٹی۔۔

۔تو میری منگ ہے اس میں غلط کیا کر رہا ہوں۔اور اگر تجھے غلط لگتا ہے تو پھر غلط ہی صحیح آج غلط ہی ہو لینے دو۔اس کی کلائی کو پکڑتے ہوئے واپس جھٹکے سے اپنے ساتھ لگالیا۔۔

۔سائیں چھوڑے مجھے میں چلا کر تائی سین کو بلا لوں گی۔



۔ہاہاہاہا!!خود کو بڑی چالاک چیز سمجھتی ہے تجھ سے پہلے مجھے اماں سین کا فون آیا تھا کہ وہ آج رات نہیں آسکیں گے اپنی گھنی مونچھوں کو تاؤ دیتا ہوا قہقہہ لگا کر ہنساں۔۔

۔بیا کی یہ چالا کی ناکام ہو گئی تھی اس نے سوچا کہ خرم گھر پہ نہیں تھا تو اسے نہیں پتہ کہ تایا اور تائی گھر پر نہیں ہے۔۔

۔ہمم !!اب اور کوئی ڈراوا دینا ہے ؟

اس کی قمر کے دونوں طرف ہاتھ رکھ کر اسے بچوں کی طرح زمین سے اوپر اٹھا کر اس کا چہرہ اپنے مقابل کیا۔

۔گرنے کہ ڈر سے پیانے اپنی دونوں ٹانگیں اس کی کمر کے گرد لپیٹ لیں۔

سائیں چھوڑیں مجھے ورنہ میں چلاؤں گی، اپنے دونوں ہاتھ اس کے کاندھے پر رکھے ہوئے اتھل پھتل دھڑکنوں سے دھمکی دی۔۔

۔دل کھول کر اپنا شوق پورا کرو، تیرا سائیں ایسی دھمکیوں سے ڈرنے والا نہیں۔اسے اسی پوزیشن میں اوٹھاتے ہوئے اپنے کمرے میں لے آیا۔

۔دروازے کو لات مرتے ہوئے بند کر دیا۔

۔خرم کے ارادے دیکھ کر پیا کی ڈر سے جان نکل رہی تھی۔پہلے اسے لگا کے سائیں صرف اسے ڈرا رہا ہے مگر دروازہ بند ہونے کے بعد وہ سمجھ گئی کہ وہ سیریس ہے اپنے موڑ کو لے کر۔

۔اسے اپنے کنگ سائز بیڈ پر بٹھاتے ہوئے جس پر خوبصورت مخملی چادر بچھی ہوئی تھی۔ خرم کے کمرے کو اس کی ماں نے بہت خوبصورت طریقے سے سجایا ہوا تھا۔

۔اپنے گلے سے شال کو نکال کر صوفے پر رکھتے ہوئے اس کے چہرے پر ایک بہکی ہوئی سمائل تھی۔

۔جس کو دیکھ کر بیا کی جان نکل رہی تھی۔وہ فوراً سے بیڈ سے اتری اور بھاگ کر روم سے باہر جانے لگی۔ ابھی روم کے ہینڈل پر ہاتھ رکھا ہی تھا کہ وہ دو ہی قدموں میں فاصلہ طے کرتے ہوئے اسے ناکام بنا گیا۔۔۔

۔اس کے دونوں ہاتھ اوپر کی طرف پن کیے ہوئے اسے گہری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔چہرے پر اپنی فتح کی خوشی ابھی سے جھلک رہی تھی۔خرم اس میں عمر میں بھی بڑا تھا اور جسامت میں بھی وہ گاؤں کے زمیداروں کا بیٹا تھا بچپن سے دور دہی کھا کر پلا بڑا خالص غذاؤں سے اچھی خاصی صحت تھی۔



۔اس کے سامنے بیا کے بالکل چھوٹی سی لگ رہی تھی۔۔سائیں پلیز مجھے جانے دیں بیا بچوں کی طرح کانپتے ہونٹوں سے بولی۔۔

۔آج تک حق رکھتے ہوئے جانے ہیں تو دیا۔آج تو نہیں جانے دوں گا کچھ اس پر شراب کے نشے کی خماری تھی۔تو کچھ بیا کے کنوارے حسن کا نشہ جو خرم کو پوری طرح بہکا رہا تھا۔۔

۔دروازے کے ساتھ بن کے اس کے جذباتوں کی پرواہ کیے بنا اس کے انکار کو مذمتوں کو نظر انداز کر کے اس کے لبوں پر جھک گیا۔۔

۔اس کی نازک سی پنکھڑیاں جن کو آج تک کبھی کسی مرد نے نہیں چھوا تھا۔اس پر اپنی گھنی مونچھوں کے تلے چھپے انابی لب اس کی پکڑیوں پر رکھتے ہوئے قید کر گیا۔۔۔

خرم کے لبوں کے پہلے لمس سے اس کے پورے وجود میں بجلی کی لہر دوڑ گئی۔وہ اس طرح سے اپنی تشنگی مٹا رہا تھا کہ بیا کی چھوٹی سی جان مشکل میں پڑ گئی۔

۔اس کی سانسیں اٹکنے لگی تھی۔خرم بے قابو ہونے لگا تھا۔اس کی پنکھڑیوں میں ایسا نشہ تھا کہ جسے پینے کہ لیے خرم اسے سانس تک لینے کا موقع نہیں دے رہا تھا۔

اس کی اکھڑی ہوئی سانسوں کی پرواہ کیے بنا نمی کہ ہر قطرے کو بے رحمی سے چوستے جا رہا تھا۔۔۔

۔جیسے اس نے قسم کھالی ہو کہ پنکھڑیوں سے نمی کے ہر قطرے کو چرا لے گا۔۔

سس۔۔ سس۔۔۔سائیں مجھے جانے دیں!!وہ رونے لگی تھی۔

۔کیسے جانے دوں تیرا یہ حسن مجھے پاگل کر رہا ہے۔ جس کو آج تک تو نے میری منگ ہوتے ہوئے بھی مجھ سے چھپا کر رکھا۔ تیرے لپٹے ہوئے وجود کو تو تیرا سائیں کبھی دیکھ ہی نہیں سکا۔۔

۔اس کی فراک کے گلے پر ہاتھ رکھتے ہوئے دو انگلیوں کو پھنسا کر نیچے کی جانب کھینچا جس سے قمیض کے گلے پر لگے ہوئے سارے بٹن ایک ہی جھٹکے سے ٹوٹ کر زمین پر گر گئے۔۔



۔بٹنوں والی ساری سلٹ کھل چکی تھی جھٹکے کی وجہ سے سلٹ کے ساتھ تھوڑا سا گلا پھٹ گیا۔ جس سے اس کا خوبصورت دلکش سراپا۔اس کے سائیں کی آنکھوں کے سامنے تھا۔وہ تو پہلے ہی اپنے منہ زور جزباتوں کو روک نہیں پا رہا تھا۔

۔اس کا دودھ سے زیادہ گورا بدن اتنا گورا کہ اس کے جسم پر چھوٹی چھوٹی نسیں بھی صاف نظر آ رہی تھی۔کمرا لائٹوں سے جگمگ کر رہا تھا۔ایسے میں اس کا برہانہ وجود اس پر گھر میں اکیلے ہونا۔یہ ساری باتیں خرم کو اس کی جسم کی رانائیاں لوٹنے کی دعوت دے رہی تھی۔۔

oooooooooo

امی جان کو آج گزرے ہوئے 15 دن ہو گئے تھے۔مگر گھر میں اب بھی خاموشی چھائی ہوئی تھی۔

۔شاہ گمسم ہو گیا۔شاہ کی آواز گھر میں بہت کم سنائی دیتی وہ رات کو گھر اکسر لیٹ ہی آتا اور صبح جلدی ہی آفس چلا جاتا۔جیسے اس جان بوجھ کر خود کو بزی کر لیا تھا۔۔

۔کھانے کو بھی بہت بے زاری سے کھاتا کیونکہ ڈائننگ ٹیبل پر جاتے ہی اسے اپنی امی جان کی کرسی خالی نظر آتی تھی۔



۔اس کا دل پہلے لکمے سے ہی کھانے سے اچاٹ ہو جاتا۔اچھی طرح ڈائٹ نہ لینے کی وجہ سے رومان شاہ کی صحت کافی گرنے لگی تھی۔۔

۔مرہا بھی یہاں پر رک گئی تھی وہ اپنی امی جان کے گھر پر رہنا چاہتی تھی۔اور شاہ میر نے بھی اسے اس لیے چھوڑ

دیا تا کہ وہ دونوں بہن بھائی ایک دوسرے کے زخموں پر مرہم لگا سکے وہ خود چوتھے دن ہی واپس لاہور آگیا۔کیونکہ اس سے زیادہ اسے چھٹیاں نہیں مل سکی۔۔

۔آج بھی روز کی طرح رومان شاہ بنا ناشتہ کیے ٹیبل سے اٹھ کر آفس جا چکا تھا۔میرب اور مرہا کے لیے اب یہ روز کی روٹین ہو گئی۔

۔میرہا میں کیسے تمہارے بھائی کو سنبھالوں مجھے نہیں سمجھ آرہی۔رومان شاہ کے جاتے ہی میرب نے روتے ہوئے میرہا سے کہا۔۔



۔کیونکہ اس وقت وہی تو تھی جس کو میرب اپنے دل کی بات کہہ سکتی تھی۔

میرہا اور رومان شاہ کا غم ایک جیسا تھا مگر مرہا اپنے بھائی کے لیے خود کو

سنبھال گئی۔کیونکہ زندگی کے ہر موڑ پر رومان شاہ نے اپنی بہن کے ارد گرد حفاظت کی چار دیواری بنا رکھی تھی۔

۔یہ زندگی میں پہلا موقع ایسا آیا تھا جہاں رومان شاہ مرہا کو کیا سنبھالتا وہ تو خود اپنا آپ نہیں سنبھال سکا ۔۔

۔وہ تو خود اندر سے ٹوٹ چکا تھا جیسے جیسے دن گزر رہے تھے امی جان کی کمی اسے اور بھی کھلنے لگی۔۔۔

۔کچن میں جاتا تو امی جان اسے زکیہ سے کھانے کی باتیں کرتے ہوئے نظر نہیں آتی۔روم میں جاتا تو امی جان بیٹھی ہوئی نظر نہیں آتی۔



۔امی جان کے جائے نماز کے تخت کو دیکھتا جو خالی اور ویران پڑا ہوا تھا۔ڈائنگ ٹیبل پر آتا تو وہاں پر امی جان کی کرسی خالی تھی۔۔

۔گارڈن میں جاتا تو امی جان کی وہ شام کی چائے پر روز باہر بیٹھنا وہ وقت اب گارڈن میں ویرانی کا وقت نظر آنے لگا تھا۔

۔رومان شاہ نہیں بھول پا رہا تھا اپنی امی جان کو درد ناسور بن کے اس کے اندر زہر بنانے لگا۔

۔اس لیے مرہا اب اپنے بھائی کی خاطر خود کو نارمل کرنے لگی۔ کیونکہ یہ پہلا موقع تھا جہاں رومان شاہ کو سنبھالنے کے لیے مرہا کی ضرورت تھی۔

۔میرب آپ اور بھائی کچھ دنوں کے لیے کنٹری سے باہر چلے جائیں
شاید بھائی آب وہوا چینج ہونے پر بہتر کرنے لگے۔ بھائی کو اس ماحول سے دور لے جائیں۔



۔میرے تمہیں لگتا ہے کہ شاہ کہیں جائیں گے۔ وہ نہیں جائیں گے میں جانتی ہوں۔ ان کو تو اس وقت بات تک کرنا پسند نہیں۔ تو ایسے میں۔ میں ان کو باہر جانے کے لیے کیسے مناؤں۔۔

۔تو میرب بھائی یہاں پر رہیں گے تو وہ ٹھیک نہیں ہو سکیں گے۔ یہ ماحول ان کو امی جان کی یاد دلاتا ہے۔۔۔

۔اور بھائی امی جان سے کس قدر اٹیچ تھے یہ ہم دونوں ہی جانتے ہیں۔وہ دونوں رومان شاہ کے جانے کے بعد ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھی ہوئی آپس میں رومان شاہ کی بہتری کے لیے ڈسکس کر رہی تھی۔

oooooooooooo

آہ آہ!!اگر تمہارا تمہارے منہ سے آواز نکلی تو بیا اس سے زیادہ سختی کروں گا۔

۔بٹنوں کی ٹوٹی ہوئی سلٹ والی جگہ پر اپنے انابی لب رکھتے ہوئے زور سے دانت گاڑے تو بیا درد سے چیخ اٹھی تھی۔۔

۔سائیں آپ بہت گندے ہیں۔جانے دیں مجھے روتے ہوئے تم خود کو چھڑوا رہی تھی۔۔۔۔اسے دروازے کے ساتھ پن کیے ہوئے اوپر کی جانب اٹھا کر اس کا دل والا مقام اپنے چہرے کے مقابل لے آیا۔۔

۔جو گھبراہٹ سے اوپر نیچے ہو رہا تھا۔اپنے لبوں پر اس کی دل کی دھڑکنوں کو محسوس کر کے وہ سرشار ہو رہا تھا۔۔

۔جبکہ بیا اس وقت سائیں کے انداز سے بہت ڈری اور سہمی ہوئی تھی۔

۔بیا کو اس وقت ذرا سا بھی موقع ملتا تو وہ یہاں سے بھاگ نکلتی مگر وہ اسے موقع دے کہاں رہا تھا۔

۔اسے دروازے کے ساتھ پن کیے ہوئے اوپر کو اٹھا کر اپنے لبوں کی جسارتوں سے تو چار کیے ہوئے سسکنے پر مجبور کر رہا تھا۔

۔ظالم بن کر اس کی لبوں سے درد کی آہ تک بھی تو نہیں نکلنے دے رہا تھا۔اسے اسی طرح سے اٹھا کر بیڈ پر لا کر پٹکنے والے انداز میں لیٹا دیا۔

۔سائیں نہیں!! بیا اپنا برہانہ وجود لیے بیڈ پر پیچھے کی جانب سرکنے لگی۔جبکہ وہ اپنے عنابی لبوں سے مسکراتا ہوا کرتے کے بٹن کھول کر اپنا چوڑا کسرتی سینا لیے اسے ٹانگوں سے پکڑ کر اپنی جانب کھینچتے ہوئے اس کے اوپر گر گیا۔۔

۔اس کے وجود سے اس آدھی ادھوری فراق کو الگ کرتے ہوئے اس کے پورے خوبصورت جسم کی رعنائیوں کو جگمگاتے ہوئے روشن کمرے میں دیکھ کر مسکرایا جیسے اپنی فتح کا جھنڈا گاڑنے لگا۔۔

۔اس کی مزاحمتوں کو نظر انداز کرتے ہوئے اس کی پنکھڑیوں پر اپنی لب رکھتے ہوئے۔ان کو اپنی قید میں لے گیا نمی کے ہو قطرے کو آخری حد نچوڑ کر اپنے لبوں کو سرشاری بخشتے ہوئے۔اب اپنے لب بیوٹی فون پر لب رکھ کر گرم گرم لمس چھوڑنے کے ساتھ اپنے دانتوں کی چبھن سے اسے ہلکان کر رہا تھا۔۔

۔وہ سسک رہی تھی۔۔ مگر وہ بے رحم بنا اپنے دل کی پیاس بجھا رہا تھا۔اس کے پورے جسم پر اپنے لبوں کی مہریں ثبت کرتے ہوئے اسے تڑپا رہا تھا۔



۔بیا جو اتیج میں اس سے 10 سال چھوٹی تھی اس وقت اسے اس کی یہی کمسن عمر اسے بہکائے جا رہے تھی۔

۔اس کی سسکیوں پر وہ اس پر اور بھی قابض کرتے جا رہا تھا۔اس کی سخت شدتوں سے وہ رو رہی تھی۔ مگر وہ نہیں رکا اس کے خوبصورت جسم کی رنائیوں سے اپنے روح کو سرشعار کر رہا تھا۔۔

۔وہ بے بس اس کے لمبے چوڑے وجود کے نیچے پڑی ہوئی تھی۔ تیز سانسیں اور بیا کی بڑھتی ہوئی سسکیاں اس بات ثبوت تھی۔وہ اپنی فتح یابی پر ہی مسکرا رہا ہے۔۔

۔آخری سسکی پر اس نے اپنے لب اس کی پنکھڑیوں پر رکھ کر بے رحم بن کر اس معصوم سسکی کا دم توڑ دیا۔

oooooooooooo

میرب تم مجھے معاف کر دو میں نے تمہارے ساتھ بہت زیادتی کی ہے۔ آج کافی دنوں کے بعد مہک میرب سے ملنے آئی تھی۔۔۔

۔امی جان کہ گزر جانے کے بعد مہک کافی بار آئی مگر اس کی ہمت نہیں ہوئی کہ وہ میرب سے اپنے گناہوں کی معافی مانگ سکے۔

۔مگر آج اس نے ہمت کر کے کہہ دیا۔۔ مہک تم کوئی بھی بوجھ اپنے دل پر مت رکھو میں تمہیں معاف کر چکی ہوں۔بس اب تو تم ہمارے لیے دعا کرو کہ

شاہ امی جان کہ جانے کے غم سے باہر

آجائے۔۔

میرب نے بلا تمہید باندھے اسے معاف کر دیا۔۔۔۔میرب اگر تمہیں اور میرہا کو برا نا لگے تو میں ایک آئیڈیا دے سکتی ہوں۔جس سے مجھے پوری امید ہے کہ رومان اس صدمے سے باہر آجائے گا۔

۔مہک نے جھجکتے ہوئے کہا!!

ارے یار نیکی اور وہ بھی پوچھ پوچھ تم ہمیں بتاؤ کہ وہ کون سا آئیڈیا ہے جس سے تمہیں لگتا ہے کہ شاہ اس صدمے سے باہر آسکتا ہے۔

۔ہاں مہک باجی آپ بتائیں ہم بالکل برا محسوس نہیں کریں گے۔میرب کے بعد میرہا نے بھی ان کی ہاں میں ہاں ملائی۔

۔میرب مجھے یہ کہتے ہوئے بہت شرم
آرہی ہے مگر رومان کو صدمے سے باہر لانے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ تم بی بی پلان کرو۔۔۔

تائی جان کے جانے کا کھاؤ صرف رومان کی اپنی اولاد ہی بھر سکتی ہے۔۔

۔مہک کو یہ کہتے ہوئے شرم اس لیے آرہی تھی کیونکہ میرب کی گود اجاڑنے میں مہک کا ہی تو ہاتھ تھا۔ورنہ آج میرب اور رومان شاہ کی اولاد کو امی جان دیکھ کر جاتیں۔۔

۔تھینک یو تھینک یو سوچ مہک اتنا اچھا آئیڈیا دینے کے لیے۔تم شرمندہ مت ہو جو ہونا تھا وہ ہو گیا
۔مگر آج جو تم نے مجھے مشورہ دیا ہے۔اس کے لیے میں ہمیشہ تمہاری شکر گزار رہا ہوں گی۔میرب اپنی جگہ سے اٹھ کر مہک کے گلے لگ گئی۔۔

۔میرب کی اس فراغ دلی اس کے اعلیٰ ظرف کو دیکھ کر مہک کو آج اور بھی پر شرمندگی ہو رہی تھی۔ وہ کتنی معصوم دل لڑکی تھی۔ جس کے ساتھ وہ اپنی بدگمانیوں اور بے وقوفیوں میں اتنا غلط کر گئی ۔۔۔۔مہک نے اسے بڑی محبت سے گلے لگا رکھا تھا۔

۔نہیں میرب تم اس طرح تھینک یو کر کے مجھے شرمندہ مت کرو میری گناہ بہت زیادہ ہیں۔ میں اس تھینک یو کی مستحق نہیں ہوں نظر جھکائی شرمندگی سے بولی۔

۔مہک باجی آپ کو اپنی غلطی کا احساس ہے بس ہمارے لیے اتنا ہی کافی ہے اب پلیز آپ بھائی کو اس صدمے سے باہر نکالنے میں ہماری مدد کریں۔

۔مرہا نے مہک کو یوں شرمندہ دیکھ کر کہا!!ہاں مہک مرہا صحیح کہہ رہی ہے ہم سب پرانی باتیں بھول چکے ہیں آپ بھی بھول جاؤ بس پلیز ہمیں کوئی راستہ نظر نہیں آ رہا تم ہماری ہیلپ کرو میرب نے واپس اپنی جگہ پر بیٹھتے ہوئے کہا۔۔

oooooooo

کس بات کا ماتم منا رہی ہو!!!اس کی سسکیوں کی آواز پر اس کے اوپر براجمان ہو کر لیٹے خرم نے غصے سے اس کے برہنہ وجود پر گہری نظر ڈالتے ہوئے کہا

۔سائیں آپ کو شرم نہیں آئی میرے ساتھ ایسی گندی حرکت کرتے ہوئے!! سسکیوں کے ساتھ روتے ہوئے اس کے بھاری وجود کو اپنے اوپر سے ہٹانے کی ایک اور ناکام کوشش کر رہی تھی۔ جو کہ فضول تھی وہ اپنی جگہ سے ہاف انچ بھی نہیں ہٹا۔۔

۔اوئے!!! زبان سنبھال کر بات کر بیوی ہو تم میری نکاح ہوا ہے میرا تمہارے ساتھ۔ پورا حق رکھتا ہوں تم پر، اتنے سالوں اگر تمہاری کم سن عمر کا لحاظ کرتے ہوئے اپنے حق سے دستبردار رہا ہوں تو اس لیے میرے سر پر چڑھ کر زیادہ بک بک مت کرو۔



اور ویسے بھی میرا کوئی قصور نہیں ہے مجھے بہکانے میں تمہاری اس چین نے بڑا اہم کردار نبھایا ہے ۔سات پردوں میں خود کو چھپا کر رکھ دی ہو۔ اگر شوہر اچانک سے تیرے اس خوبصورت سراپے کو دیکھے گا تو، میری طرح پاگل ہی ہو گا نا اس کی جسم کی راہنائیوں پر لبوں کو ٹچ کرتے ہوئے دلفریب انداز سے مونچھوں کو تاؤ دیتا ہو مسکرایا۔۔

اپنی بیوی پر کوئی اس طرح ظلم کرتا ہے جلاد کہیں گے!!اس کی سخت شدتوں سے ٹوٹی ہوئی بیانے غصے بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔۔۔

۔جو اب بھی اپنے آوارہ لبوں کو روک نہیں رہا تھا۔وہ جہاں دل چاہے اپنی مہریں ثبت کرتے ہوئے گرم گرم لمس چھوڑ رہے تھے۔۔۔

کیا ظلم کیا ہے میں نے!!اگر تم میری ان خوبصورت دی ہوئی مہروں کی بات کر رہی ہو تو پھر جنگلی بلی میری طرف بھی دیکھ۔۔

۔اس کے اوپر سے تھوڑا سا اٹھتے ہوئے اپنے سینے کی جانب اشارہ کیا جہاں پر بیا کے دیے ہوئے ناخنوں کی خروچیں صاف نظر آرہی تھی۔۔

یہ جس طرح کی سائیں آپ نے حرکت کی ہے اس کے لیے تو یہ بہت کم کیا ہے میں نے۔آنکھوں کو اس کے کسرتی سینے سے ہٹا کر دیوار پر مرکوز کرتے ہوئے شرما گئی۔

۔اوئے کون سی حرکت کی ہے میں نے میں نے تو وہی کیا جو ہر شوہر اپنی بیوی کے ساتھ کرتا ہے۔مانتا ہوں کہ اپنے حق وصول کرتے ہوئے تھوڑا سختی والا برتاؤ کر گیا۔کیونکہ نرمی والی زبان سے تم کبھی میرے ہاتھ نہ آتی۔۔۔بات کرتے ہوئے لبوں کو اس کی پنکھڑیوں کے ساتھ ٹچ کرتے ہوئے مسکرا دیا۔۔

۔اوووں!!یہ اپنی حرکتوں کو چھوڑ کر آرام سے میری بات سنیں لبوں کو ٹچ کرنے کو حرکت بول کر غصے والی نظروں سے دیکھا۔۔

۔تیری اووووووووں !!اور تیری حرکت کی بہن کی آنکھ۔۔۔۔۔میں تو اسی طرح سے تیری بات سنوں گا اب کرنی ہے تو بول اگر نہیں کرنی تو یہ تکرار بند کر میرے ساتھ۔۔۔

۔واپس اس کی گردن پر جھک کر اپنے لبوں کو سرشار کرتے ہوئے بوسوں کی بھرمار کر رہا تھا۔۔

۔آپ نے میرا حشر دیکھا ہے کیا کیا ہے انگلیاں تو مجھ پر اٹھے گی نا۔آپ تو جب صبح اٹھیں گے تو آپ کو سائیں یاد بھی نہیں ہو گا کہ شراب کی نشے میں آپ نے کیا کیا ہے۔۔اکھڑی ہوئی سانسوں سے تیزی تیز تیز جملے بولتی ہوئی اپنے دل کی بات کو زبان تک لے آئی۔۔

۔پہلی بات کہ میں نے نشہ کیا ہے اور شراب پی کر بھی میرے ہوش حواس اتنے قائم ہوتے ہیں کہ مجھے پتہ ہو کہ میں نے کیا کیا ہے۔۔

اور دوسرا صبح اٹھ کے میری کوئی یادداشت نہیں چلی جانی جو میرے کو یاد نہ رہے کہ آج کی رات میں نے اپنی بیوی کے ساتھ گزاری ہے۔۔۔

۔اور تیسری بات کون ہے بہن کا!!!!وہ گالی دیتے ہوئے چپ کر گیا۔کون ہے جو تجھ پر انگلی اٹھائے گا بیوی ہے تو میری ابا سائیں شہر سے آجاتے ہیں تو تجھے رخصت کروا کے ہمیشہ کے لیے اپنے اس کمرے میں اور اس بیڈ پر لے آؤں گا۔۔

۔اس چیز کی فکر نہ کر تو میری عزت ہے تجھ پر کوئی بھی حرف نہیں ہونے دوں گا۔ اور رہی تمہارے اس حشر کی بات تو کوئی نہ ایک دو دن اپنے اس حشر کو اپنے اس حجاب میں چھپا لینا۔ اب اس کا تو میں کچھ نہیں کر سکتا۔۔۔۔

۔ تیرا یہ خوبصورت حسن مجھے پاگل کر گیا جس کے نشے میں سختیاں کچھ زیادہ ہو گئی اس بات کی تیرا سائیں معذرت کرتا ہے۔۔۔۔

۔اس کے وجود پر اس کے ہاتھوں کی انگلیوں کے نشان اور کہیں پر دانتوں کی مہریں تو کہیں پر لبوں کی گستاخیوں کے نشان تھے۔ جن کے بارے میں وہ کہتے ہوئے مسکرا دیا۔ اسے کوئی شرمندگی نہیں تھی اپنے دیے ہوئے نشانوں پر۔۔۔



۔اسے لگتا تھا کہ اس کا حق ہے اور اس نے صرف وہی حق استعمال کیا ہے۔

۔باقی کا تو دوپٹے کے حجاب میں چھپالوں گی مگر یہ جو میرے گالوں پر آپ نے واردا تیں چھوڑی ہیں ان کا میں کیا کروں۔اس کے خوبصورت نرم نرم گوری گالوں پر خرم کے دانتوں کے ہلکے ہلکی نشان واضح ہو رہے تھے۔جن کو وہ سامنے لگے ہوئے میر میں بخوبی دیکھ رہی تھی۔۔

۔ان کو بھی اپنی ملم پٹیوں سے چھپالینا ویسے بھی تم لوگوں کی میک اپ میں اتنی چیزیں ہوتی ہیں کہ کالی داغوں کی ماری ہوئی لڑکیاں بھی گوری سفید میم لگتی ہیں۔تو تیرے پاس بھی میک اپ کی وہ سب چیزیں تو ہو نگی۔اس سے میرے یہ دو چار نشان نہیں تو چھپا سکتی۔۔۔

۔اور دوسرا کوئی بات نہیں اگر کسی نے دیکھ بھی لیا تو اچھا ہی ہے پتہ چل جائے گا کہ خرم سائیں اپنی منگ سے اپنی بیوی سے کتنا پیار کرتا ہے۔اور تیرا وہ تایا ابا بھی دیکھ لے جو ہر وقت یہ سوچ کر گھٹ گھٹ کر مرتا ہے کہ پتہ نہیں یہ کھوتا میری بھتیجی سے پیار بھی کرتا ہے کہ نہیں۔۔۔۔

۔یہ مہرے دیکھ کر تو عقلمند ہے سمجھ ہی جائے گا۔خرم بولنے پر آتا تو کیا کیا بول جاتا تھا یہ تو اسے خود بھی اندازہ نہیں ہوتا۔۔

۔سائیں آپ بہت تیز چیزیں ہیں۔ آپ کو کے پاس ہر چیز کا جواب ہوتا ہے تو پھر میری ایک بات کا اور جواب دیں۔۔

۔بیا تیرا مصلہ کیا ہے کیوں میرے ساتھ سوال کر کر میرا دماغ خراب کر رہی ہو یہاں پر کوئی سوال جواب کا کمپٹیشن تو نہیں چل رہا۔ جو تمہیں آدھی رات کو یہ شوق چڑھا ہوا ہے۔ بیا کے سوالوں سے خرم چڑ گیا۔

۔سائیں جو سوال میں آپ سے پوچھنے والی ہوں اس سوال کو جاننا میرا حق ہے۔ اگر میری جگہ پر آپ ہوتے تو میری ایسی حرکت پر آپ میری جان لے لیتے میں تو صرف ایک سوال کرنا چاہتی ہوں۔



۔بیا کے سیریس انداز پر خرم نے اپنے کان کھڑے کیے اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ بیا کیا پوچھنے والی ہے۔۔۔

۔دیکھ پیا اگر تو اس انسپیکٹر کی بیوی کے اغوا والی بات مجھ سے پوچھنا چاہتی ہے تو اس کا جواب میں تجھے پہلے ہی دے دوں۔ مجھے اس کی بیوی میں کوئی انٹرسٹ نہیں ہاں مگر وہ اے سی پی کی وجہ سے جو ساتھ

والے ساتھ پنڈوں میں میری تھو تھو ہوئی ہے ابا سائیں جو مجھے صبح شام اس کے نام سے ذلیل کرتے رہتے ہیں۔بس اسی جلن میں میں نے اس کی بیوی کو اغوا کیا۔۔۔

۔ورنہ ایک بات تو ہمیشہ یاد رکھنا میں جتنا مرضی برا سہی جتنا مرضی غلط کر لوں مگر میں کبھی بھی کسی کی دھی بہن کی عزت کبھی نہیں لوٹ سکتا۔۔۔

۔میں لعنت بھیجتا ہوں، ایسے مردوں پر جو کسی کی دھی بہن کی عزت کو لوٹ کر مردانگی دکھاتے ہیں ۔۔

۔پر سائیں میں نے تو یہ بھی یہ سنا ہے کہ اس لڑکی کے ساتھ آپ نے زبردستی کرنے کی کوشش کی!! پھر وہ کیا تھا متلاشی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔۔

۔تو کیا اس اس اے سی پی کو یوں ہی جانے دیتا اس کے سینے پر آگ پھونکنے کے لیے کچھ نہ کچھ تو مجھے کرنا تھا۔اور میں یہ بات اچھی طرح سے جانتا تھا کہ اے سی پی اپنی بیوی سے بڑا پیار کرتا ہے۔۔۔

۔اور وہ بھیگی بلی بہت ڈرپوک ہے اس لیے جب میں نے بظاہری اس سے کھینچا تانی کی تو وہ بہت ڈر گئی اور اس کے حلیے سے ایسا ہی ظاہر کروانا چاہتا تھا جیسے کہ میں اس کے ساتھ زیادتی کرنے والا ہوں۔۔۔

۔جبکہ میری اس بات کو لے کر اپنے دوستوں کے ساتھ بھی منہ ماری ہو گئی تھی کہ اس لڑکی کے ساتھ کچھ بھی غلط نہیں ہونا چاہیے۔۔۔

۔اس دن خرم نے اپنے دوستوں سے یہی کہا تھا کہ صرف اس کو ڈرانا دھمکانا ہے۔اور اے سی پی کی چھاتی پر آگ لگانی ہے۔نہ کہ اس لڑکی کو ہاتھ لگا کر گندے پن پر اترنا ہے۔۔

جس کی وجہ سے اس کے دوستوں کے ساتھ لڑائی ہو گئی۔جو اے سی پی کی بیوی کے ساتھ زیادتی کرنا چاہتے تھے۔۔۔

۔سائیں آپ سچ بول رہے ہیں!!!!!جو حقیقت تھی میں نے تمہیں بتادی ہے اب تیری مرضی تو اس کو سچ سمجھ جھوٹ سمجھ میں اس سے زیادہ سدھے طریقے سے تیرے سوالوں کا جواب نہیں دے سکتا ۔۔۔۔

۔ہاں مگر اے سی پی کے ساتھ میری جنگ اب بھی جاری ہے۔اس نے جتنی میری بے عزتی کروانی تھی کروالی۔اب میرے اور اے سی پی کی کسی بات کے درمیان بھی اب تو مت بولنا۔۔۔

۔خواہ مخواہ تو میرے ہاتھوں ذلیل ہو گی۔خرم کا لہجہ خراب ہونے لگا تھا وہ غصے سے بیا سے دور ہونے لگا ۔جب بیا نے اس کے گلے میں اپنے باہوں کا ہار ڈالتے ہوئے اس کی بھاری وجود کو ہلکی سی لرزش دیتے ہوئے کھینچا تو۔وہ واپس اس کے اوپر گرا۔۔۔



۔سائیں چھوٹی چھوٹی باتوں پر منہ مت بنالیا کریں۔میں تو بس حقیقت جاننا چاہتی تھی کہ میرے سائے نے اپنا منہ میرے علاوہ کسی اور کے ساتھ کالا تو نہیں کروار کھا۔۔وہ شرمانے کے ساتھ تھوڑا شرارتی ہوتے ہوئے انکھوں کو بند کیے بولی۔

اچھا تو پھر اگر تیرے سائیں نے کسی کے ساتھ کالا کروایا بھی ہوتا تو کیا تو مجھے اپنے پاس آنے سے روک سکتی تھی!!! آئی برو کو اٹھا کر ایک ہاتھ سے اس کے گردن کو دباتے ہوئے حق جمانے والے انداز سے بولا۔۔

۔میں نے کب کہا کہ میں روک سکتی تھی۔ آپ میرے سائیں ہیں۔ میرے شوہر ہیں میں آپ کو کیوں روکوں گی۔

۔بیا خرم سے پیار کرتی تھی اور یہ بھی سچ تھا کہ وہ اس کے نکاح میں تھی اور اس وقت وہ کوئی بھی غلط بات کر کے اب مزید اس کا موڈ خراب نہیں کرنا چاہتی تھی۔۔۔



۔کوشش بھی بند کرنا بیا اگر اتنے سالوں تک تجھ پر اپنا حق نہیں جمایا تو یہ میری برخداری ہے۔ کیونکہ مجھے تیری اس کم سن عمر کا مجھے خیال تھا ورنہ ایسا نہیں ہے کہ۔ کبھی میرے ذہن نے یہ سوچا نہیں کہ تجھے اپنی سانسوں سے زیادہ قریب کر لوں۔۔۔۔

۔میں تو آج بھی ایسا کچھ نہ کرتا اگر تو کچن میں اس حلیے میں نہ کھڑی ہوتی میں نے تجھے ہمیشہ لپٹے ہوئے دوپٹے میں ہی دیکھا۔۔۔۔

۔آج پہلی بار تیرا کھلا حسن میرے سامنے آیا تو سچ میں تیرا یہ سائیں تیرے حسن کا دیوانہ ہو گیا۔۔اب تو ابا سائیں کے آنے کی دیر ہے دور نہ رہ سکوں گا تجھ سے۔۔۔۔

۔ہاتھ اس کے وجود کی رعنائیوں کو چھوتے ہوئے وہ گہری نظروں سے اس کی دلکشی کو دیکھ کر لہجے کو نارمل کرتا ہوا پھر سے اس پر جھکنے لگا۔۔۔۔۔

۔سائیں بس کریں اب مجھے جانے دیں۔رات کے 2 بج چکے ہیں۔



۔تو ابھی رات باقی ہے!!ابھی تو نہیں جانے دوں گا۔آج کی رات تو تجھے میری باہوں میں ہی گزارنے ہیں۔ابھی تو اپنے حق وصول کرنے کی صرف میں نے شروعات کی ہے۔۔۔

۔سارے حق وصول کرلوں۔فجر کے وقت تجھے خود چھوڑاہوا تیرے کمرے میں اپنے ہاتھوں میں اٹھا کر۔مگر ابھی چپ چاپ لیٹی رہو،اگر بول سکتی ہے تو وہ محبت کے الفاظ بول جو تو نے اپنے دل میں چھپا کے رکھے ہیں۔۔۔

۔میں نے کون سے الفاظ چھپا کے رکھے ہیں۔حیرت کن انداز سے دیکھتے ہوئے بیا نے سوال کیا۔۔۔

۔تیری اور ماہ نور کی باتیں اس دن میں نے سنی تھی۔جب ماہ نور تجھ سے کہہ رہی تھی کہ تو مجھ سے بہت پیار کرتی ہے۔۔۔

۔اس کی پنکھڑیوں کو ہلکے سے دانتوں سے کاٹتے ہوئے۔اپنے سوال کے جواب کا منتظر تھا۔۔۔



۔سائیں ایسا کچھ بھی نہیں ہے میں نہیں کرتی آپ سے پیار۔اپنی چوری پکڑے جانے پر بھی وہ مچل کر اس کے نیچے سے نکلنے کی کوشش کرنے لگی۔۔۔۔

ہائے ئے!!!تو جے لگتا ہے کہ تو یوں مجھ سے اپنی جان چھڑوا سکتی ہے۔تیری یہ چڑیا کی جتنی جان کو میں ایک ہتھیلی سے مسل کر رکھ دوں۔۔۔۔

۔بیا میرے ساتھ پنگے لے کر کیوں اپنی جان کو عذاب میں ڈالنا چاہتی ہو۔۔۔اس وقت تو یہ سمجھ کے تو ایک نازک سی ہرنی ہے جو کہ شیر کے پنجوں میں جھگڑی ہوئی ہے۔۔۔

۔جتنا زیادہ تو تڑپے گی بھاگنے کی کوشش کرے گی۔اتنی ہی تیری جان کو میں مشکل کر کے رکھ دوں گا تو بہتر ہے کہ اس بھاگنے والی کوشش کو چھوڑ دے۔اور میری بات کا جواب دے مجھے پتہ ہے کہ تو مجھ سے پیار کرتی ہے۔۔۔۔

۔یہ بات اگر میں اس دن نہ بھی سنتا تب بھی مجھے پتہ تھی۔

۔آپ کو کیسے پتہ تھا!!بیا نے حیرانگی سے دیکھتے ہوئے سائیں کے بے باک ہاتھوں کو پکڑ لیا۔جو باتوں کے ساتھ اپنے مظبوط ہاتھوں کی ہتھیلیاں اس کے وجود پر پھیرتے ہوئے۔اپنے ہاتھوں کی حرارت سے اس کے برہنہ وجود کو جھلسا دینے کی حد تک پگھلا رہا تھا۔۔۔۔

oooooooooooo

مسز رومان شاہ آپ سوچ لیں یہ بہت زیادہ رسکی ہو سکتا ہے!!میں نے سوچ لیا ہے ڈاکٹر میں بی بی چاہتی ہوں۔آپ نے میر اسارا کیس ہینڈل کیا ہے۔اس لیے آپ سے بہتر ہمیں کوئی گائیڈ نہیں کر سکتا۔۔۔

۔مہک مرہا اور میرہا تینوں اپنی اس ڈاکٹر کے پاس آئی تھی جہاں پر میرب کا مس کیرج کیس ہینڈل کیا گیا۔

۔ان تینوں نے رومان شاہ کو بتائے بنا ہی یہ پلان کیا تھا کہ وہ ڈاکٹر سے مل کر آئیں گے۔۔۔
۔مسز رومان اٹپ کو شاید آپ کے شوہر نے بتایا نہیں کہ آپ کا آگے بی بی پلان کرنا آپ کی جان کو خطرہ ہو سکتا ہے۔اس لیے انہوں نے اپنی لائف میں کبھی بے بی نہ لینے کا ڈسیجن لیا تھا۔



۔مگر ڈاکٹر وہ اکیلے کیسے ڈسیجن لے سکتے ہیں یہ ڈسینج تو ہم دونوں کا ہو گا نا میں بی بی چاہتی ہوں ۔۔۔میرب کو اپنی جان کی کوئی پرواہ نہیں تھی۔وہ ہر صورت میں اپنے شاہ کو اس صدمے سے باہر نکالنا چاہتی تھی اس لیے ڈاکٹر سے بحث کر رہی تھی۔۔

۔دیکھیے مسز رومان آپ کے شوہر آپ سے بہت پیار کرتے ہیں۔اور آپ کو تو اللہ تعالی کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ وہ اولاد پر آپ کو ترجیح دے رہے ہیں۔۔۔

۔اس لیے آئی ایم سوری میں آپ کی کوئی مدد نہیں کر سکتی میں نے آپ کے شوہر کا پوزیسیو پن آپ کے لیے دیکھا ہے۔

۔آپ ایک ڈاکٹر ہو کر کیسے مجھے منع کر سکتی ہیں کہ آپ میری ہیلپ نہیں کریں گی۔۔

۔مسز رومان میں آپ کو منع نہیں کر رہی مگر آپ کی جان کو خطرہ ہو سکتا ہے آپ کا مس کیرج بہت زیادہ رسکی تھا۔۔۔



۔آپ اندر سے بہت ویک ہیں اس لیے آپ بی پلان نہ کریں۔آپ کے شوہر کا ڈسینجن بالکل ٹھیک ہے۔اور اس موضوع پر وہ میرے ساتھ ہر طرح کی بات کر چکے ہیں۔۔۔

۔تو میں کیسے آپ کو اجازت دے دوں کہ آپ بی بی پلان کر لیں۔آپ رات کو روز ایک ٹیبلٹ لیتی ہیں۔۔۔

جی!!!

آپ کو پتہ ہے کہ وہ کس چیز سے ریلیٹڈ ہے؟؟

نہیں مجھے تو نہیں پتا!!!

۔وہ اسی لیے ہے کہ آپ کا آگے کوئی بی بی نہ ہو۔کیونکہ اگر آپ بچہ لیں گی تو آپ کی جان کو خطرہ ہو گا۔اس لیے آپ کے ہسبینڈ نے ہم سے بیسٹ ٹیبلٹ لکھوائیں تھی۔۔۔

۔میرب کو یاد آیا کہ ہر رات شاہ اس کو ایک ٹیبلٹ کھلاتے ہیں۔صرف یہ کہہ کر کہ وہ مسکیرج کے بعد بہت ویک ہو گئی ہے۔اور یہ ملٹی وٹامن ہے۔۔

۔میرب نے کبھی کوشش ہی نہیں کی یہ دیکھنے کی کہ وہ کون سی ٹیبلٹ ہے۔بس ہمیشہ شاہ جس بھی موڑ میں ہوتے مگر وہ ٹیبلٹ کھلانا نہیں بھولتے تھے۔

۔ہمیشہ میرب کے منہ میں وہ ٹیبلٹ رکھ کر ہاتھ میں پانی کے گلاس کو لیے اس کے سر پر کھڑے ہو کر خود کھلاتے۔۔۔

۔میرب نے کبھی وہ ٹیبلٹ کا پتہ دیکھا ہی نہیں کہ وہ کہاں ہے۔اور شاہ کہاں سے نکالتا تھا۔

۔مطلب کہ اگر وہ ٹیبلٹ میں نہ کھاتی تو اب تک ہمارا بی بی ہو جاتا!!!

۔ہاں بالکل کیونکہ وہ بی بی روکنے کی ٹیبلٹ ہے!!!میرب کے دماغ میں ایک بات آئی تھی جس کو اس نے ڈاکٹر سے بالکل ڈسکس نہیں کیا۔۔

مگر اب اسے پتہ تھا کہ آگے اسے کیا کرنا ہے۔اس سارے دورانیے میں مہک بے حد شرمندہ وہاں پر بیٹھی ہوئی تھی۔

۔کیونکہ آج میرب کی حالت کی ذمہ دار وہی تو تھی۔وہ ابھی گاڑی میں آکر بیٹھی آپس میں کچھ بات ہی کرنے لگی تھی کہ میرب کے فون پر رومان شاہ کی کال آنے لگی۔۔۔

۔میرب کا تو دل ڈر کے مارے دھک دھک کر رہا تھا۔ایک تو شاہ کا اس وقت اب کبھی فون نہیں آیا کرتا تھا۔۔۔

اور دوسرا وہ اس وقت گھر پر نہیں تھی اور شاہ کو اس طرح چپ چاپ کر سے نکلنا انتہائی برا لگتا تھا۔۔

وہ اپنے گھر کی عورتوں کے معاملے میں بہت پوزیسو تھا۔ وہ یہ چاہتا کہ گھر کی عورتیں اس کے ساتھ بھاگ جائیں۔

○○○○○○○○○○○

اسلام علیکم !!وا علیکم اسلام میرب کہاہو؟؟

شش۔شاہ میں زرا مہک کی طرف آئی ہوئی تھی میرب نے گھبراہٹ سے جواب سوچتے ہوئے کہا۔۔



کیوں!!!! تمہیں مہک سے کیا کام تھا۔۔

شاہ کا لہجہ ناگواری والا تھا۔۔

۔شاہ وہ گھر کا کچھ ضروری استعمال لینا تھا تو مجھے اور مرہا کو آئیڈیا نہیں تھا اس لیے ہم لوگ مہک کو ساتھ لے کر آگئی۔

۔پہلی بات تو تمہیں کچھ بھی ضروری سامان چاہیے تھا تو تم ڈرائیور اور زکیہ کو پیش کر منگوا سکتی تھی۔اور دوسری بات یہ کہ تمہیں مجھ سے کہنا چاہیے تھا۔اور تیسری بات یہ کہ میرب تمہیں اور مرہا کس نے اجازت دی کہ تم اس طرح بن بتائے گھر سے نکلو۔۔۔

۔شاہ کا لہجہ انتہائی غصے والا تھا!!!

میرب نے تو کئی دنوں سے شاہ کی اچھی طرح سے آواز تک نہیں سنی تھی۔مگر آج شاہ کی پہلے جیسی گرجدار آواز سن کر میرب کو تو!وٹامن اے۔بی۔سی۔ڈی۔ای۔ایف۔جی۔سب کی کمی ہونے لگی۔

۔میرب۔۔۔۔میں نے کچھ پوچھا ہے تم سے!!میرب کا جواب نہ آنے پر رومان شاہ فون پر چلایا۔تو اس کی آواز مرہا اور مہک نے بھی باہو خوبی سنی تھی۔اور حالت ان کی بھی میرب سے الگ نہ تھی۔۔

۔شش۔۔۔مشا۔۔شاہ۔۔سوری میں میرا مطلب ہے ہم گھر ہی جا رہے ہیں۔شاہ کی دھاڑ سے میرب کے ہاتھ سے فون گرتے گرتے بچا۔وہ ڈرائیور کو اشارہ کر رہی تھی کہ جلدی سے گھر کی طرف نکلے۔۔

۔دس منٹ کے اندر تم لوگ گھر پہنچو میں بھی آرہا ہوں اور بہت عقلمند عورت کے ساتھ تم لوگ گروسری خریدنے گئی۔۔

۔جس میں خود دماغ نہیں ہے وہ تم لوگوں کو کیا آئیڈیا دے گی۔مہک کا نام سنتے ہی شاہ آگ بگولا ہو رہا تھا۔اپنی تعریف کو فون سے باہر آتی ہوئی رومان شاہ کی آواز سے مہک سن چکی تھی۔۔۔

۔مہک کو انہوں نے راستے میں ہی پڑتے اس کے گھر کے سامنے اتار دیا۔کیونکہ مہک خود بھی نہیں جانا چاہتی۔اور میرب اور مرہا بھی اسے اپنے ساتھ لے کر نہیں جانا چاہتی تھی۔

۔کیونکہ شاہ جس قدر غصے میں بول رہا تھا۔وہ گھر پر جائیں گی تو ماحول کیسا ہو گا یہ ان کو خود اندازہ نہیں تھا۔۔۔اس لیے انہوں نے مہک کو راستے میں ہی پڑھتے اس کے گھر پہ اتار کر سیدھا گھر کا رخ لیا۔۔۔

oooooooooo

میرے جانے کے بعد جب تم میرے روم میں آکر اپنی اس خوبصورت

پنکھڑیوں سے میری تصویر کو پیپیاں کرتی تھی تو یہ تمہارے سر پر جو کیمرا لگا ہوا ہے نا اس سے میں روز اپنے موبائل کی سکریف پر دیکھ لیا کرتا تھا۔۔

۔خرم نے اوپر لگے ہوئے کیمرے کی جانب اشارہ کیا۔ہائے میں مر گئی تو اس کا مطلب ہے اس وقت بھی ہم کیمرے کے اندر نظر آرہے ہیں۔۔

۔اپنے آپ کو خرم کے نیچے چھپاتی ہوئی اپنے برہنہ وجود سے شرمندہ ہو گئی۔۔نہ میری جان تو میری عزت ہے تجھے تو صرف میں ہی اپنی آنکھوں سے ہی دیکھوں گا۔۔۔

کیمرہ بند ہے پریشان مت ہو اس کو اپنی پاؤں کی حراست میں لے کر اپنے سینے میں چھپائے ہوئے تھا ۔۔۔

۔پہلے بھی وہ کون سا اس کے نیچے لیٹی ہوئی کچھ خاص نظر آرہی تھی۔اس کے لمبے چوڑے وجود کے نیچے چھوٹی سی بیا کی جان تو پوری طرح سے چھپی ہوئی تھی۔

۔خرم کی تسلی سے بیا کی جان میں جان آئی کہ کیمرہ بند ہے اب اس کا دھیان خرم کس بات پر گیا۔۔

وہ سچ میں خرم کے جانے کے بعد جب اس کے روم کی صفائی کرتی تو خرم کی روم میں لگی ہوئی بڑی سی تصویر کو دیکھ کر اس کا دل اپنے شوہر کی محبت میں اس سے یہ خطا روز کرواتا۔۔۔

۔وہ تصویر میں بلیک کلر کا فل سوٹ پہنے ہوئے گلے میں سکن کلر کی شال ڈال کر کھڑا ہوا اپنی مونچھوں کو تاؤ دیتے ہو بے حد خوبصورت اور جاذب نظر لگ رہا تھا۔

۔بیا روز اپنے دل سے مجبور اس کی تصویر کو کس کرتی۔اس بات سے بے خبر کہ جس کی تصویر کو وہ روز چومتی ہے اس کی اس حرکت کو روز وہ اپنے موبائل پر روز بڑی دلچسپی دیکھتا ہے۔۔

۔بتاؤ بیا جی اب تو تیرا جھوٹ پکڑا گیا ہے۔اب یا تو اقرار محبت کر لو۔یا پھر جھوٹ کی سزا بھگتنے کے لیے تیار رہنا۔

۔ابا سائیں کے آتے ہی رخصتی تو میں نے کروالینی ہے۔ معنی خیز نظروں سے دیکھتا ہوا۔اس دھمکی دے رہا تھا۔۔

۔سائیں کیا سزا دیں گے آپ مجھے!!

یعنی کہ ایک اکرارے محبت نہیں کرو گی!! سزا جاننا چاہتی ہو تو ٹھیک ہے پھر تیار رہنا سزا تو بہت کڑی ملے گی!!

۔اب مجھے تیرا جواب چاہیے بھی نہیں اب تو سزا بھی بھگتنا اور اقرار محبت کرنے پر تو میں تمہیں مجبور کر دوں گا۔۔



۔انداز ضدی میں کہتے ہوئے وہ پھر سے اس کے اوپر جھکا لبوں کی مہریں ثبت کرتے ہوئے اس کی نازک سی جان کو پھر سے ایک بار ہلکان کرتے ہوئے اپنی مرضیاں کرتا چلا گیا۔۔اس کے جسم پر گرم گرم لمس چھوڑ رہا تھا سے تڑپانے کے لیے اس کے دل والے مقام پر اپنے دانت کاٹتے ہوئے اس کی جان نکال گیا۔۔ آاااااا۔۔۔سائیں آپ بہت ظالم ہیں وہ چیخی تھی۔۔

۔سائیں تو ایسا ہے اور ایسے ہی رہے گا۔ ہر بار ایسے ہی تجھ سے اپنے حق وصول کرے گا۔ کھا پی کر تگڑی ہو جائے۔

۔گھمبیر آواز میں بول کر اپنے کام کو جاری رکھے ہوئے تھا۔

۔سائیں نہ کریں اور سسک اٹھی تھی۔ جب اس کی کمر پر پڑتے ہوئے بلوں پر سائیں نے اپنی انگلیوں کی سختیاں دکھائی تو۔

۔وہ اس کی سسکیاں اور اس کی تڑپ سن اور دیکھ کہاں رہا تھا۔ وہ تو پھر سے ایک بار اس کے کمسن حسن کی تاب نہ لاتے ہوئے بہک چکا تھا۔

۔وہ پھر سے تیز سانسیں کرتے ہوئے سسکنے لگی تھی۔ سائیں اس کی انگلیوں میں انگلیاں پھنسائے اسے بیڈ پر پن کیے ہوئے تھا۔

۔وہ بچوں کی طرح ٹانگیں مارتے ہوئے اس کی قید سے آزاد ہونا چاہتی تھی اس کی کچھ دیر کی پہلی والی سخت قربت سے وہ ابھی تک ٹوٹی ہوئی تھی۔ کہ سائیں پھر سے اس کی جان ہلکان کرنے پر تلا ہوا تھا۔۔۔

۔اس کی ٹانگوں میں اپنی ٹانگیں پھنسائے ہوئے اس کی ٹانگوں کو پن کر کے اس کو ساقت کر گیا۔اس کے لبوں پر لب رکھتے ہوئے اس کی شدتوں کی سختیوں سے نکلنے والی سسکیوں کو لبوں کے جنبش سے بند کر چکا تھا۔۔

وہ اس کی بیوی تھی یہی غرور لیے اس کے وجود کے ہر رعنائی سے اپنا حق وصول کر رہا تھا۔۔۔

°°°°°°°°°°°°,

ٹرن ٹرن ٹرن!!

اسلام علیکم!

وعلیکم اسلام میری جان کہاں تھی!!

۔مرہانے بھاگ کر فون کان کو لگا یا وہ واش روم میں فریش ہو رہی تھی جب سے باہر سے فون کی آواز آئی۔ جس طرح فون بار بار آرہا تھا۔اس کے دل نے آواز دی کہ یہ فون اس کے میر کا ہے۔

میر میں فریش ہو رہی تھی اس لیے آپ کا فون دیر سے اٹھایا۔اپنے میر کی مٹھاس سے بھری ہوئی آواز سن کر مرہا کے دل نے ایک بیٹ مس کی میر کی محبت ایسے تھی۔جیسے کہ خالص شہد جو وقت کے ساتھ ساتھ جتنا زیادہ پرانا ہوتا اتنا ہی فائدہ مند اور لذیذ۔۔

۔میری جان نے رات کو میرا فون نہیں اٹھایا طبیعت ٹھیک تھی!

میرے سر میں درد تھا میر میں ٹیبلٹ کھا کے سو گئی تھی۔سوری مجھے آپ کے فون کا نہیں پتہ چلا۔



۔میری جان سوری کہنے کی ضرورت نہیں ہے تمہارے فون نہ اٹھانے پر مجھے فکر ہو رہی تھی۔

۔صرف اس لیے پوچھا کوئی بات نہیں اگر سو گئی تھی تو۔ آج بہت دن ہو گئے ہیں اگر کہنا ہی ہے تو سوری کے علاوہ کچھ اور بول دو۔ جس سے میر کے دل کی دھڑکنوں کو سکون کی وجہ مل جائے۔ تمارا میر بہت دنوں سے اپنی جان سے دوری کا ہجر جھیل رہی ہے۔

۔کیا بولوں دیھمے لہجے میں مسکراتے لبوں سے وہ پوچھا!

میری جان کو اچھی طرح سے پتہ ہے کہ میر کیا سننا چاہتا ہے!

۔میری جان اب تو اس شرم کو تھوڑا پیچھے کر دو۔ بہت دنوں سے مجھ سے دور ہو۔ پلیز بولو جو میں سننا چاہتا ہوں۔ لہجے میں خماری میرہا کے دل کی دھڑکنوں کو تیز کرنے کی وجہ بڑھ رہی تھی۔

۔آئی لو یو !!

۔فون پر ہی مرہا کا چہرہ اس طرح سے بلش کر رہا تھا۔ جیسے کہ میر بالکل اس کے سامنے کھڑا ہو، مگر اس نے کہہ دیا وہ اپنے میر کو اور نہیں تڑپا سکتی تھی۔۔

آئی لو یو ٹو میر کی جان!!

یہ دوری کاٹے نہیں کٹ رہی میر ہا

مجھے گھر اچھا نہیں لگتا تمہارے بنا۔رات کو میں گھر لیٹ آتا ہوں۔

۔خود کو مصروف بھی رکھنے کی بہت کوشش کر رہا ہوں، مگر یہ دل کمبخت مجھے کہیں بھی سکون لینے نہیں دیتا۔اجازت چاہیے کب اپنی جان کو لینے آ جاؤں۔۔۔

۔میر ا بھی کچھ اور دن مجھے یہاں رہنے دیں۔بھائی ابھی ٹھیک نہیں ہے جب تک بھائی ٹھیک نہیں ہو جاتے میں بھائی کو چھوڑ کر نہیں آ سکتی۔پلیز آپ میری بات کو سمجھنے کی کوشش کریں۔۔

اوکے اوکے میری جان اتنا پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں تمہاری بات سمجھ رہا ہوں مجھے پتہ ہے کہ فی الحال رومان کو تمہاری ضرورت ہے۔ مگر میں اپنی دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر یہ بات بول رہا ہوں۔جسے اپنی جان اپنے پاس چاہیے۔کوئی بات نہیں کچھ دن اور رہ لیجئے مجھ سے دور ایک ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے شاہ میر نے مرہا کو یقین دلایا کہ وہ اس کی پرابلم کو سمجھ رہا۔

میرا میں تمہیں کچھ دیر بعد کال کرتا ہوں مجھے ایک ضروری کال آ رہی ہے۔

جی!!!

شامیر نے میرہا کو پیار سے اللہ حافظ کہتے ہوا ایک بار فون بند کر دیا۔

oooooooooo

"ڈاکٹر صاحبہ ذرا آفس میں آئیں۔ ضروری بات کرنی ہے۔ آپریشن تھیٹر سے آتے ہوئے ڈاکٹر شاہ زیب کی نظر ڈاکٹر فاطمہ کے ساتھ جاتی ہوئی ہما پڑی!!!

"جو کہ شاید اوپی ڈی کی جانب جا رہی تھی۔ آج ڈاکٹر شاہ زیب کی ڈیوٹی آپریشن تھیٹر میں تھی جبکہ ڈاکٹر ہما کی ڈیوٹی اوپی ڈی میں لگی۔۔

" جایئے جایئے ڈاکٹر ہما لگتا ہے ڈاکٹر صاحب کو کوئی ضروری بات کرنی ہے ڈاکٹر فاطمہ جو ان کے ہی بیچ میں تھی تو اس لیے وہ تقریباً اچھے دوست بن چکے تھے۔ اسی لیے وہ کھکھلا کر ہنستے ہوئے ہما کو جانے کا بول رہی تھی۔۔

"آج ڈاکٹر ہما اور ڈاکٹر فاطمہ کی ڈیوٹی ایک ساتھ اوپی ڈی میں تھی۔۔

"ہو سکتا ہے ان کو سچ میں مجھ سے کوئی ضروری بات کرنی ہو ڈاکٹر فاطمہ کے اس طرح کھکھلانے پر ہما شرما گئی۔۔

"جبکہ سامنے کھڑا ڈاکٹر شاہ زیب جو اس وقت جینز کی پینٹ کے اوپر لائٹ گرین کلر کی شرٹ پہنے ہوئے تھا۔ڈاکٹروں والے وائٹ کوٹ پر گلے میں ڈالے سٹیتھو سکوپ تالے ہوئے وہ بے حد ہینڈ سم لگ رہا تھا پینٹ کی دونوں پاکٹ میں اپنے ہاتھ ڈالے ہوئے اپنی پیاری بیوی کے شرمائے ہوئے چہرے کو دلفریب نظروں سے دیکھ رہا تھا۔۔

"جی جی میں نے تو پہلے ہی کہا ہے کہ ڈاکٹر صاحب کو کوئی ضروری کام ہو گا اسی لیے بلا رہے ہیں فاطمہ اس کے شرمائے ہوئے چہرے کو دیکھ کر بات کو تھوڑا لمبا کھینچ کر مسکرا دی۔۔

"غلط بات ہے ڈاکٹر فاطمہ میری بیوی کو تنگ مت کریں!!ڈاکٹر شاہ زیب میں تو آپ کی بیوی کو تنگ نہیں کر رہی آپ کی بیوی خود ہی شرما شرما کر شک کے دائرے میں آ رہی ہیں۔۔

"میں تو نہیں شرمارہی ڈاکٹر فاطمہ آپ ہی میری ٹانگ کھینچے جارہے ہیں۔ہمانے مسکراتے لبوں سے اپنی شرماہٹ کو جھٹلایادو چار باتوں کے بعدوہ ڈاکٹر شاہ زیب کے ساتھ اس کے آفس روم میں آگئی۔۔

oooooooooo

"کہاں گئی تھی تم لوگ!!اور گروسری کا سامان کہاں ہے؟؟

"میرب جو گھبرائی ہوئی روم کے اندر داخل ہوئی تھی سامنے ہی بیڈ پر ٹانگ پر ٹانگ رکھ کر بیڈ گراؤنڈ سے سڑ لگائے ہوئے رومان شاہ گہرالود نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"شش۔۔شاہ۔۔ آپ کب آئے میرب

ڈر کر اپنے دل پر ہاتھ رکھتے ہوئے دروازے کے پشت سے ٹیک لگائے کھڑی ہوئی گئی۔۔

"میرے خیال سے میرے پوچھے گئے سوال کا یہ ہرگز جواب نہیں ہے۔نہ لہجہ بدلہ نہ نظروں کا گہرالود ہونا بس اسی سوال کو ریپیٹ کیا گیا تھا۔۔

"شاہ بتایا تو تھا کہ ہم گروسری کا سامان لینے گئے تھے۔میرب دماغ بالکل اس وقت بند تھا ورنہ یہ ضرور سوچتی کہ رومان شاہ اس پہلے ہی یہ سوال کرچکا ہے کہ گروسری کا سامان کدھر ہے۔۔

"میرب تمہیں ایک بات میرے بارے میں بہت اچھی طرح سے پتہ ہے مجھے کڑوے سچ سے کہیں زیادہ میٹھے جھوٹ سے نفرت ہے۔۔

اور تمہیں جھوٹ بولنے کی ضرورت کب سے پیش آنے لگی لہجہ پہلے سے زیادہ غصے والا اور نظریں پہلے سے زیادہ گہر برسا رہی تھی۔۔

"شاہ میں جھوٹ تو نہیں بول رہی بس میں آپ سے ڈر گئی تھی!!میں مرہا کے ساتھ گئی تھی مرہا کو اپنے لیے کچھ سامان چاہیے تھا۔

میرب کو اس وقت کوئی جھوٹ سمجھ میں نہیں آیا تو اس نے مرہا کا سہارا لیا کیونکہ رومان شاہ سمجھدار تھا تو اسے یہ سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ شاید اس کی بہن کو کچھ عورتوں والے سامان کی ضرورت ہو تو اس لیے وہ خاموش ہو گیا۔

جبکہ مرب کی آنکھیں نم ہو گئی تھی بہت عرصے بعد اس نے رومان شاہ کی آواز سنی۔۔ اور غصے والی آواز سنے تو بہت عرصہ ہو گیا۔ میرب سچ میں رومان شاہ کے اس لہجے سے ڈر گئی۔۔

پاس آؤ!!انگلی کے اشارے سے بلاتے ہوئے معنی خیز نظروں سے دیکھا۔لبوں پر زبان پھیرتے ہوئے خشک لبوں کو تر کیا قدم رومان شاہ کی جانب قدم بڑھاتے ہوئے بہت عرصے بعد میرب یوں ڈری ہوئی سر کو جھکائے پاس آکر کھڑی ہو گئی۔

"رومان شاہ امی جان کے جانے کے بعد ایک دم خاموش ہو گیا تھا۔زیادہ تر تو وہ رات کو بہت لیٹ نائٹ ہی گھر آتا اور چپ چاپ سو جاتا تھا۔میرب کی باتوں کا بھی ہوں ہاں میں جواب دیتا۔

مگر آج رومان شاہ ایک تو ٹائم سے گھر آیا اوپر سے رومان شاہ کے بگڑے ہوئے تیور دیکھ کر میرب کی سٹی پٹی گم تھی۔



"جب اتنا ڈر لگتا ہے تو میرب کیوں پہلے ہی سچ نہیں بتا دیا۔ ہتھیلی اس کے سامنے پھیلائے ہوئے لہجہ ایک دم سوفٹ نظریں محبت بھری تھی۔۔

"سوری!! ہتھیلی اس کے ہاتھ پر رکھتے ہوئے دھیمے لہجے میں کہا۔

"مہک کو کیوں ساتھ لے کر گئی تھی!!اس کی مخملی ہتھیلی کو اپنے مضبوط ہاتھ میں دباتے ہوئے اسے اپنے پاس بٹھالیا۔۔

مرہانے کہا تھا!!اس وقت اپنی جان چھڑانے کے لیے میرب کو میرہا سے زیادہ سیف سیکیورٹی گارڈ نہیں مل سکتا تھا۔۔

"

وہ الگ بات تھی کہ سکیورٹی گارڈ صاحب اپنے بھائی کے ڈر سے اپنے روم میں چلی گئی۔حالانکہ میرب نے کہا تھا کہ وہ شاہ کے آنے تک اس کے ساتھ رہے۔۔

"میرب کو تب خود بھی نہیں پتا تھا کہ شاہ گھر آچکا ہے۔مگر میرب نے پہلے ہی آنے سے منع کر دیا۔

اس کی تو فون پر یہ اپنے بھائی کی غصے والی آواز سن کر جان نکلی ہوئی تھی۔اور مہک صاحبہ تو راستے میں ہی اپنی تعریف رومان شاہ کی فون سے آتی آواز سے سن کر راستے میں ہی نو دو گیا ہو گئی۔۔

اب بچی تھی بیچاری میرب تو اسے بھی جو سمجھ میں آ رہا تھا اپنی جان بچانے کے لیے شیر کے سامنے جھوٹ پہ جھوٹ بولے جا رہی تھی۔۔۔

۔مرحا کا تو دماغ خراب ہے!!وہ لڑکی اس بھروسے کے قابل ہے کہ اس کے ساتھ لے جایا جا سکے۔اور امی جان جاتے ہوئے تمہیں سمجھا کر گئی کہ تم ان کے گھر کی بڑی بہو ہو۔اور تمہیں ساری ذمہ داریاں بخوبی نبھانی ہے۔تم میرہا کو منع نہیں کر سکتی تھی لہجہ سوفٹ تھا مگر لفظوں میں تلخی برقرار تھی۔۔۔

سوری شاہ ناراض مت ہوں آئندہ آپ کو شکایت کا موقع نہیں ملے گا۔میرب کا ہاتھ بے اختیار رومان شاہ کی زرد چہرے پر گیا۔

سخت بیرڈ والے گال پر ہاتھ رکھتے ہوئے رومان شاہ کے مرجھائے ہوئے چہرے کو بہت دنوں بعد اتنے قریب ہو کر دیکھا۔کیونکہ جب تک رومان شاہ گھر آتش تو میرب کا بھی نیند سے برا حال ہو چکا ہوتا تھا۔اور شاہ بھی آتے ہی بس سونے کی ہی کرتا۔۔

اس لیے آج شاہ کو اتنے قریب سے دیکھا تو رومان شاہ کا چہرہ بے حد مرجایا اور رنگت زردی مائل ہو رہی تھی۔

کیونکہ رومان شاہ اپنی ڈائٹ پر بالکل بھی دھیان نہیں دے رہا تھا۔ ہر وقت امی جان کو سوچتے ہوئے خود سے بے پرواہ ہو گیا۔

میرب کا دل رنجیدہ ہو گیا یہ دیکھ کر کہ اس کے شاہ کا مغرور خوبصورت کھلا ہوا چہرہ آج زرد رنگت اور ماں کے دوری کے غم میں مرجھایا ہوا ویران تھا۔۔

"شاہ چاہے جو بھی ہو جائے مگر میں آپ کو پھر سے زندگی جیتا ہوا دیکھنا چاہتی ہوں میرب اپنی جان پر کھیل جائے گی۔ آپ کو واپس سے پہلے والا شاہ بنانے کے لیے۔ میرب آپ کو اس طرح زندگی سے بیزار نہیں دیکھ سکتی۔ میرا شاہ خوبصورت مغرور چہرے کے ساتھ ہی اچھا لگتا ہے۔۔

"میرب کہاں کھو گئی میری جان میں تم پر پابندیاں عائد نہیں کرنا چاہتا۔ بس ڈرتا ہوں میرے بہت سارے اگر دوست ہیں تو دشمن بھی ہیں۔ میں نہیں چاہتا کہ تم اس طرح سے باہر نکلو اور تم پر یا مرہا پر کوئی آنچ آئے۔ اور میں نہیں چاہتا کہ تم لوگ مہک کے نزدیک رہو وہ تم لوگوں کو کوئی نقصان پہنچائے۔ میں اس لڑکی پر کبھی ٹرسٹ نہیں کر سکتا۔

۔میرب جو آپ ے ہی خیالوں کی دنیا میں کھوئی ہوئی تھی۔رومان شاہ کے باتوں سے واپس حوش کی دنیا میں آگئی۔جو اپنی گال پہ ہاتھ رکھے ہوئے میرب کے ہاتھ پر اپنا مظبوط ہاتھ رکھ کر اس کی سوچوں کو ڈر سمجھ کر اسے سمجھا رہا تھا۔

شاہ اس بات سے بالکل بھی واقف نہیں تھا کہ میرب اپنے دماغ میں کیا سوچ رہی ہے۔اگر وہ اس کی سوچو کہ پہلی اینٹ تک بھی پہنچتا تو میرب کو کبھی یہ قدم نہیں اٹھانے دیتا۔مگر میرب اپنے شاہ کے لیے اپنی جان کی پرواہ کیے بغیر اپنا فیصلہ لے چکی تھی۔۔۔

oooooooo

شاہ زیب بتائیں آپ نے مجھے کیا کہنا تھا۔مجھے او پی ڈی میں پہنچنا ہے۔آج بہت زیادہ رش ہے۔اس لیے میں زیادہ دیر یہاں پر نہیں رک سکتی۔شاہ زیب جو ہما کا ہاتھ پکڑے ہوئے اپنی آفس روم میں داخل ہوا۔کہ ہما نے کچھ کچھ اپنے بھکے ہوئے خان کے انداز کو سمجھتے ہوئے فوراً سے اپنی بات کہی۔۔

"بہت فکر ہے ڈاکٹر صاحبہ تمہیں اپنے مریضوں کی۔کبھی اپنی اس گھر کے مریض کا بھی خیال کر لیا کرو۔کل تمہاری ڈبل ڈیوٹی ہے۔اور پرسوں محترمہ نے اپنی فرینڈ کی ہیلپ کرتے ہوئے ڈبل ڈیوٹی لے رکھی تھی۔سارا دن اپنے مریضوں کے ساتھ بزی۔شام کو تمہیں اپنے کلینک کے مریضوں کی یاد

ستانے لگتی ہے۔ اس سارے وقت میں، میں کہاں ہوں اس کا جواب دو اس کے کاندھوں پر دونوں ہاتھ رکھتے ہوئے اسے اپنے قریب کرلیا۔ شکوہ گو نظروں سے دیکھتے ہوئے جواب چاہا۔۔

'آج تو میرے شوہر نے اپنی شکایتوں کے سارے باندھ ہی توڑ دیے ہیں۔ بتایئے میرے گھر کے مریض کو مجھ سے کس طرح کا ٹریٹمنٹ چاہیے۔ شاہ زیب کا شکوہ سن کر مسکراتے لبوں سے کہا۔۔

'باقی سب کچھ تو بعد میں بتاؤں گا۔پہلے تو فلحال مجھے ماؤتھ ٹو ماؤتھ اگر آکسیجن مل جائے تو مریض کی سانسیں بحال ہو جائیں گی۔ لہجہ شرارتی نظریں شوخ تھی۔

"ڈاکٹر صاحب ذرا ارد گرد نظریں دوڑا کر دیکھیں آپ ہمارے روم میں نہیں ہاسپٹل میں کھڑے ہیں!!

"ہمارا روم ہو یا ہاسپٹل بیوی تو میری ذاتی ہے!!

"ہٹے چھوڑیے مجھے شاہ زیب کو خود پر جھکے ہوئے دیکھ۔ اس کے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے ہما پیچھے ہوئی۔۔

"نئی نئی ہماری شادی ہوئی ہے۔شوہر کے ساتھ بہت زیادتی کر رہی ہو۔

۔شادی کو 25 دن ہو گئے ہیں اب کہاں سے نئی رہ گئی ہے۔روم سے باہر جاتے ہوئے دروازے پر پلٹی۔

۔آج رات کو ذرا وٹامن کھا کر ہم سے ملنے آنا۔

ڈاکٹر صاحبہ آج کی رات آپ کو آکسیجن کی ضرورت بھی پڑ سکتی ہے۔تیار رہیے گا۔اسے جاتے ہوئے دیکھ ایک ٹھنڈی آہ بھر کے ڈاکٹر شاہ زیب نے دھمکی دی۔

۔میرے خیال سے ڈاکٹر صاحب مجھے آج بھی ڈبل ڈیوٹی ہی لے لینی چاہیے۔کسی فرینڈ کا بھلا ہو جائے گا۔اور میری صحت بھی بچی رہے گی۔۔



ہاسپٹل سے اٹھا کر لے جاؤں گا!!اگر ایسی کوئی حرکت بھی کی تو۔اس کی دھمکی پر شاہ زیب نے قدم اس کی جانب تیزی سے بڑھاتے ہوئے اسے پکڑنا چاہا۔

مگر وہ بڑی چالاکی سے مسکراتے ہوئے اس کے ارادوں کو بھانپ کر اپنے وائٹ کورٹ میں ہاتھ ڈالے جلدی سے روم سے باہر جاچکی تھی۔ڈاکٹر صاحبہ آج کی رات تم پر بہت سخت ہونے والی ہے۔

۔آج سارے حساب مکمل کروں گا۔اپنی چار راتوں کے۔ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے اکیلے میں سوچ کر مسکرا رہا تھا۔۔

ooooooo

یہ دنیا غم تو دیتی ہے شریکِ غم نہیں ہوتی
کسی کے دور جانے سے محبت کم نہیں ہوتی

"میڈم کچھ کھانے کا ہوش ہے نہ پینے کا خیریت تو ہے کہیں محترمہ کو عشق نام کی بیماری تو نہیں ہو گئی!!
ماہی کو سینے پر ہاتھ باندھے ہوئے چھت کو خالی خالی نظروں سے گھورتے ہوئے دیکھ شفا نے بڑے شاعرانہ مزاج سے شاعری کرتے ہوئے کہا۔۔

"چھی خفا کی بچی کم سے کم شعری تو کوئی تہذیب والی لیتی۔

"اس کی آواز پر ماہی ہنستے ہوئے بولی تھی۔۔

شاعری کو چھوڑو میری جان تم اپنی بیماری کا علاج کرواؤ میں نے سنا ہے کہ بیماری جیسے جیسے پرانی ہوتی جائے۔وہ خطرناک ہو جاتی ہے۔اس کے گلے میں ایک بازو ڈال کر اس کے پاس بیٹھتی ہوئی بڑی سنجیدہ مزاجی سے اس کی رہنمائی کی۔۔

۔اللہ نہ کرے مجھے کوئی بیماری ہو شفا کی بچی کبھی اچھا بول لیا کرو۔اپنے گلے سے اس کا ہاتھ نکالتے ہوے اسے چٹکی کاٹی۔۔

۔اووو!!بدتمیز جنگلی کتنی زور سے چٹکی کاٹی ہے۔میں تو تمہارے فائدے کی بات کر رہی ہوں۔مان لو کہ تم عشق کی بیماری میں گرفتار ہو چکی ہو۔ہمارے پرفیسر صاحب کا عشق تمہارے سر پر چڑھ کر بول رہا ہے۔۔۔



۔کاندھے پر چٹکی کاٹنے والی جگہ پر رب کرتے ہوئے سی سی کرتی ہوئی۔بھرپور ایکٹنگ کے ساتھ اپنی بات پر ڈٹی ہوئی بیڈ پر سیدھی لیٹ گئی۔۔

۔ہاں تو میں نے کب انکار کیا ہے کہ مجھے ہمارے پروفیسر سے عشق نہیں ہے!!

کیا۔۔کیا۔۔کیا کہا پھر سے کہو!!

۔ماہی کی بات پر شفا چونکتے ہوئے تجسس بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے آلتی پالتی مار کر بالکل اس کے سامنے بیٹھ گئی تھی۔جیسے اسے اس کی بات پر اسے یقین ہی نہ آرہا ہو۔۔

۔کیا میری کانوں نے سہی سنا ہے!!اس کی مسکراہٹ کو دیکھ کر ایک بار پھر شفا نے پھٹی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہوئے اپنا سوال دہرایا۔۔

ا

"ہاں تمہارے کانوں نے بالکل صحیح سنا!!!ان بیچاروں کو اتنا مت صاف کرو تمہاری قوتیں سماعت بالکل ٹھیک ہے میری جان۔شفا کو اپنی کان میں انگلی ڈال کر صاف کرتے تھے دیکھ ماہی چھوٹ گئی۔

"یار تجھے نہیں لگتا کہ تو نے غلط جگہ دل لگالیا ہے۔پہلی بات کہ یار وہ ہمارا پروفیسر ہے۔اور دوسری بات وہ کافی سنجیدہ مزاج لگتا ہے۔اور تیسری بات اگر ان دونوں باتوں کو چھوڑ بھی دیا ہے جائے تو کیا

پروفیسر تمہاری اس محبت کو قبول کرلے گا۔وہ تم سے اتیج میں بھی ٹھیک ٹھاک بڑا ہے۔کیا تیرے گھر والے راضی ہو جائیں گے۔مجھے تو لگتا ہے تم نے غلط جگہ دل لگالیا ہے۔

۔پاگل لڑکی اس کے سر پر ہاتھ مارتے ہوئے ایک ساتھ ساری باتیں بول گئ جو ابھی تک صرف مذاق سے ماہی کو تنگ کر رہی تھی۔ مگر ماہی کے منہ سے اقرار محبت سن کر شفا کو بہت بڑا دھچکا لگا۔۔

"میں یار اپنے گھر والوں کو منالوں گی مجھے پورا یقین ہے کہ وہ لوگ مجھ سے جتنی محبت کرتے ہیں میری اس خواہش کو رد نہیں کریں گے۔۔

۔یار اتیج میں بڑا ہے تو کہاں لکھا ہے اتیج میں بڑے آدمی سے شادی نہیں کی جا سکتی۔یا محبت نہیں کی جا سکتی۔اور کہاں لکھا ہے پروفیسر اپنی سٹوڈنٹ سے یا سٹوڈنٹ اپنے پروفیسر سے محبت نہیں کر سکتی۔۔۔

۔اور تیسری بات کوئی بات نہیں اگر وہ سنجیدہ ہے تو میں تو بہت زیادہ بولنے کی عادی ہوں۔ میں اس کی جگہ بھی بول لیا کروں گی۔۔ ماہی نے ساری باتوں کا ایک ساتھ حل لسٹ بنا کر شفا کے ہاتھ میں تھما دیا۔۔

"ماہی میری جان تم تو سر سے لے کر پاؤں تک پروفیسر کے عشق میں ڈوب چکی ہو۔ میری بہن اللہ تمہاری اس بیماری میں تمہاری مدد کرے۔۔

ویسے مجھے تو لگتا ہے تمہاری یہ بیماری لاعلاج ہو چکی ہے ۔شفا ایکٹنگ کرتے ہوئے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے ہوئے تھی۔

۔اس کی ایکٹنگ پر ماہی کی ہنسی چھوٹ گئی اور اس کو یوں ہستے دیکھ شفا بھی کھکھلا کے ہنسی تھی۔ دونوں کھی کھی آوازیں روم سے باہر جا رہی تھی۔۔

لڑکیوں کھی کھی بند کر کے چپ چاپ سو جاؤ۔ صبح تم لوگوں کو ٹائم سے اٹھا دیا جائے گا۔۔

ہاؤس کیپر کی گرجدار آواز باہر سے آئی تو شفا اور ماہی دونوں نے اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لیا۔اور دبی دبی ہنسی میں ہنسنے لگی تاکہ باہر آواز نہ جائے۔۔

ooooooooo

سائیں!!سائیں!!

ہمم!!!

خدا کے لیے میرے اوپر سے ہٹ جائے کہ آج کی رات مجھے مار کر ہی اپنے سارے حق وصول کریں گے۔۔۔

۔خرم جو اس کے وجود کی رانائیوں کو سے اپنے حق وصول کر کے کچھ دیر کے لیے گہری نیند میں چلا گیا ۔اس کی سخت شدتوں سے بیا کے نازک ٹوٹے ہوئے وجود کو بھی کچھ دیر کے لیے سکون ملا تو اس کی بھی آنکھ لگ گئی۔

مگر اپنے رکتے ہوئے سانس اور اپنے اوپر وزن محسوس کر کے بیا کی گہری نیند سے ایک دم آنکھ کھلی تو جھنجھلا کر سائیں کے کاندھوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے اسے ہلا کر اوپر سے ہٹنے کو کہا۔۔۔

"بیا کی بچی انسانوں کی طرح نہیں اٹھا سکتی آج کے بعد اگر اس طرح سے اٹھایا تو جان لے لوں گا۔

۔کسی کی اتنی جرات نہیں تھی کہ خرم کو اس طرح سے اٹھائے گہری نیند میں بیا نے سختی سے ہلایا تو خرم کا موڑ خراب ہو گیا۔۔

"سائیں کو اور دھمکی دیں ساری رات آپ نے یہی کام کیا ہے۔

"غلط الزام دے رہی ہو بیا جان تو تمہاری ضرور نکالوں گا۔ مگر پہلے پورے حق سے تجھے رخصت کر کے ہمیشہ کے لیے اپنی دسترت میں لے لوں۔بیا کے منہ بسورنے کے انداز پر خرم کے لب مسکرا اٹھے۔ ۔کچھ دیر پہلے والا غصہ ہوا ہو چکا تھا۔



تو سائیں اس کا مطلب ہے کہ۔ آپ کو لگتا ہے کہ آپ نے مجھ پر رحم کھایا۔ اس سے آگے بھی ہلکان کرنا باقی تھا۔بیا نے معنی خیز نظروں سے دیکھتے ہوئے سوال پوچھا۔۔

۔ہائے بیا رانی اسی لیے تو کہا ہے کہ کھا پی کر تگڑی ہو جاؤ!!ابھی تو تم نے اپنے سائیں کے رنگ دیکھے کہاں ہے۔یہ تو ٹیلر تھا پوری فلم تو تمہیں رخصتی کے بعد دکھاؤں گا۔اس کی چھوٹی سی ناک کے ساتھ اپنی ناک کو رگڑتے ہوئے وہ بہت کچھ جتا گیا۔۔

۔چہرے پر کچھ ہوا کی لالی کے رنگ واضح ہوئے۔۔

سس۔۔سائیں پلیز آپ مجھے جانے دیں سائیں کو واپس اپنی ٹون میں آتے دیکھ بیا کی جان نکل گئی۔صبح کے تقریباً چار بجنے والے تھے اب پیا کے نازک وجود میں سائیں کی شدتیں سہنے کی بالکل بھی طاقت نہیں تھی۔

۔وہ مچل اٹھی تھی سائیں کے واپس اسی موڑ میں آنے سے۔۔۔



ہائے بیا!!!!!!!لفظوں کو لمبا کھینچتے ہوئے آہ بھری۔

"آج تیرے حسن کو قریب سے دیکھا تو افسوس ہو رہا ہے۔کیوں اتنے سال تیری اس کمسن عمر کو مدے نظر رکھتے ہوئے۔میں تیرے وجود کی خوبصورت رانائیوں سے محروم رہا۔۔

۔میرا بالکل دل نہیں کر رہا تجھے اپنے کمرے سے بھیجنے کا پر مجبوری ہے۔

۔چلی جا بس اسی ہفتے کے اندر ابا سائیں سے تیری رخصتی کروالوں گا۔لبوں کے گرم گرم لمس اس کے چہرے اور پنکھڑیوں پر چھوڑنے لگا۔

۔اس کا بیا کو روم سے بھیجنے کو بالکل دل نہیں کر رہا تھا۔روم سے جانے کا سوچ کر وہ پھر سے بے قرار ہوتا چلا گیا۔اپنے لبوں کے لمسوں کی حدت سے اسے دوچار کرنے لگا۔

۔سائیں پریوں اچانک سے رخصتی کا کہیں گے تو پاپا بس سوال تو اٹھائیں گے کہ اتنی جلدی کیا ہے۔



۔وہ میرا مسئلہ ہے تجھے اس کے لیے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔مجھے پتہ ہے کہ ابا سائیں کے دماغ میں یہ سب سوال آئیں گا۔۔۔

۔ان سب سوالوں کا جواب میں خود دے لوں گا۔ اور جتنے دن ابا سائیں کو میری بات سمجھ میں نہیں آتی بیا روم کی کنڈی مت لگانا۔اب ہر رات مجھے اپنی بیوی کی ضرورت ہو گی تیرے پہلو سے دور نہیں رہ سکتا۔۔

۔یہ بات میں آج ہی کلیئر کر دیتا ہوں اور اگر تم میں کوئی ڈرامے بازی کی تو سوچ لینا کہ تیرے کمرے سے اٹھا کر لانا میرے لیے کوئی مشکل کام نہیں ہے مگر اس کے بعد جو تیرا حشر ہو گا اس کی ذمہ دار تو خود ہو گی۔۔

۔اس لیے مجھے کچھ بھی غلط کرنے کا موقع مت دینا اور انتظار کرنا میرا ابا سائیں اور اماں سین کے سونے کے بعد تیرا یہ سائیں تیرے پاس ہو گا۔۔۔



۔اب یہ تیری مرضی کہ تو مجھے اپنے کمرے میں رکھ یا تم میرے کمرے میں آ۔

۔بنا بیا کی رضامندی جانیں اپنا فیصلہ سنا چکا تھا۔وہ ایسا ہی تھا اپنے فیصلے سنانے کا عادی۔بیا چپ چاپ ہاں میں سر ہلا گئی۔

۔کیونکہ نہ کی گنجائش تو تھی ہی نہیں وہ جو کہہ رہا تھاوہ کرنے کی پوری طاقت رکھتا تھااور جتنا بد دماغ تھا ڈرتا تووہ کسی سے تھا نہیں۔۔

oooooooooo

احمر مجھے چھوڑیں۔۔۔مہک نے اُسکی گرفت سے نکلنا چاہا۔۔۔کیوں بے بی ڈول کو شرم آتی ہے۔۔

احمر جان بوجھ کر چھیڑا۔۔۔پلیز احمر چھوڑیں میرے کپڑے گیلے ہو رہے ہیں۔۔ نہیں چھوڑتا نہ کبھی چھوڑوں گا جو کر سکتی ہو کر لو وہ پورے حق سے دھونس جماتے ہوئے بولا۔

۔احمر نے مہک سے ٹاول مانگا تھا اور مہک ٹاول پکڑانے کے چکر میں خود پھنس گئی۔کیونکہ احمر اس کی کلائی کو پکڑ کر اندر کھینچ چکا تھا۔اور اب اسے اپنے ساتھ لگائے شاور کے نیچے کھڑا اور مہک شرم سے پانی پانی ہو رہی تھی۔

اس کے چوڑے سینے کے نزدیک کھڑی ہوئی۔اس کے سینے پر پانی کی بوندیں شاور سے گر کر ٹپ ٹپ کر رہی تھی۔۔

۔میرے پیارے شوہر میں نے کب کہا مجھے چھوڑیں اور اگر آپ نے چھوڑا بھی تو یاد رکھیں میں آپ کی جا لے لوں گی۔

۔مہک نے ساری جھجک اور شرم بالائے طاق رکھتے ہوئے اُسکے برہنہ سینے پر اپنے دونوں ہاتھ رکھتے ہوئے خود کو اس کے سینے میں چھپالیا۔وہ اپنی باہوں کی گرفت اس پر مضبوط کر کے اسے اپنے سینے میں چھپاتا چلا گیا۔۔

۔ وہ تو تم پہلی نظر میں ہی لے چکی تھی ۔اب کتنی بار اپنے معصوم شوہر کی جان لو ہو گی۔ اسکی بند آنکھوں کو اپنے ہونٹوں سے چھوتے ہوئے لبوں کی حدت دے رہا تھا۔۔۔



۔ہاہاویری فنی معصوم اور وہ بھی آپ

شادی کے بعد جتنے روپ آپ کے کھل کر میرے سامنے آچکے ہیں۔اُسکے بعد تو کہیں سے بھی آپ معصوم نہیں لگتے۔

۔میری جان اگر اپنی چیز کو بلا جھجھک پورے حق سے اپنا کہنا اُسے محبت سے چھونا۔۔اس کو دیوار کے ساتھ شاور کے نیچے پن کیے ہوئے اس کی گردن میں منہ چھپائے گمبھر آواز میں من مانی کرتے ہوئے بولا۔۔

۔اپنی محبت کو محسوس کرنا اُسے کے جسم پر اپنی وارفتگیاں لٹانا۔اگر تمہاری نظروں میں یہ معصومیت نہیں تو ٹھیک ہے۔میں ہر چیز کے سر تسلیم خم کرتا ہوں۔۔

۔احمر نے اسکی کان کی لو اپنے ہونٹوں سے چھوتے ہوئے۔آنکھیں بند کیے اس کی تیز ہوتی سانسوں کو دیکھا تو اس کے
انابی لب مسکرا کر پھر سے اپنے کام پر لگ گئے۔۔



۔وہ دیوانہ وار اُسکے چہرے پر گردن پر اپنی محبت کے نشان ثبت کر رہا تھا۔اس کے ہونٹوں پر فوکس کرتے ہوئے۔جس پر شاور سے گرتا ہوا پانی شبنم کے قطروں کی طرح کھڑا۔بے اختیار اس کے لبوں پر جھک گیا۔اس کے لبوں کو اپنے لبوں کی قید میں لیے پانی کے قطروں کے ساتھ اس کے ہونٹوں کی نمی کو بھی پوری ایمانداری سے اپنے اندر لے جا رہا تھا۔۔

۔احمر!!!ہمم!!!!میں آپ سے بہت۔۔۔۔۔۔۔۔ محبت کرتی ہوں۔بہت پر زور دیتے ہوئے آنکھوں کو بند کیے ہوئے آج پہلی بار وہ اظہار محبت اپنے آپ کر رہی تھی۔۔وہ مدہوشی سی کیفیت میں بولی۔احمر کی محبت کے لمس اسے شاور کے نیچے بھی کھڑے ہوئے جھلسا رہے تھے دل کی دھڑکنے بہتر تھی۔۔

۔میں بھی تو یہی چاہتا ہوں۔۔کہ میری جان تم مجھ سے ہمیشہ محبت کرو اور میں تم سے عشق کروں۔۔ میں تو تم سے پہلی نظر میں عشق کرنے لگا تھا اور ہمیشہ کرتا رہوں گا۔

"وہ کہتے کے ساتھ ہی اُس کے نم ہونٹ اسکے تر ہونٹوں پر رکھ کر اس کے ہونٹوں پر گرفت سخت کر دی۔

وہ بہکتا ہوا اس کے اوپر گرے ہوئے اسے دوار کے ساتھ بن کر کے نمی کے ہر آخری گھونٹ کو اپنے طرف انڈا لتے ہوئے اس کی تیز ہوتی سانسوں اور دھڑکنوں کو پوری طرح سے اپنے دل پر محسوس کر رہا تھا۔۔

۔احمر۔۔ہمم۔۔۔پلیز مجھے جانے دیں!!

ممکن نہیں ہے میری بی بی ڈول۔۔اس کی زپ پر ہاتھ رکھتے ہوئے جھٹکے سے صرف کو کھول دیا۔۔

۔کمر کی زپ کھول کر کرتی کو اس کے کاندھوں سے سرکا ر کاندھے پر اپنے لب رکھتے ہوئے لبوں کے نرم گرم لمس چھوڑ رہا تھا۔۔۔



۔مہک نے اس کے کاندھوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے خود کو گرنے سے بچا رکھا تھا۔کرتی کاندھوں سے کچھ زیادہ ہی نیچے ہونے لگی تھی۔اس کے لب گردن سے ہوتے ہوئے دل والے مقام آ گئے۔

۔وہ آنکھیں بند کی ہوئی اس کی لبوں کی گستاخیاں دل والے مقام پر محسوس کرتے ہوگے تڑپتی سی رہی تھی۔اس کے وجود پر کپڑے نہ ہونے کے برابر تھے۔۔

۔نیچے جھک کر لب اس کے پیٹ پر رکھے تو مہک کی سانسیں تیز ہونے لگی تھی۔اس کے لب اتنی دیر پانی میں بھیگنے کے بعد بھی انگارہ بنے ہوئے تھے۔

۔

۔اس کے دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں پر اپنے ہاتھ مضبوطی سے رکھ کر اس کی انگلیوں میں انگلیاں پھنسائے ہوئے دیوار کے ساتھ بن کیے ہوئے تھا۔۔

۔وہ پوری طرح سے اس کے رحم و کرم پر کھڑی ہوئی تھی۔۔اسے پتہ تھا کہ اب احمر اپنی من مرضیاں کیے بنا پیچھے نہیں ہٹے گا تو مزحمتوں کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔



oooooooooooo

,---

ooooooo

اسلام علیکم اباسائیں کیسے ہیں!!!

خرم نے آج بہت دنوں کے بعد بڑی تہذیب سے اپنے باپ کے پاس بیٹھتے ہوئے سلام کہا۔۔
چوہدری صاحب جو بیٹھے ہوئے اپنے منشی امتیاز سے زمینوں کے بارے میں بات چیت کر رہے تھے ۔خرم کے اتنے تہذیب والے سلام کے بعد اس کا اس یوں پاس بیٹھنا چوہدری صاحب کو حیران کر گیا۔

امتیاز ذرا باہر جا کے دیکھ کہ سورج اسی سمت سے نکلا ہے جہاں سے روز نکلتا ہے! چوہدری صاحب بھی باز نہیں آتے تھے خرم پر تانہ کستے ہوئے امتیاز سے مخاطب ہو گئے۔

۔ابا سائیں خدا کے لیے کبھی تو مجھ پر یہ طعنہ کشی بند کر دیا کریں۔۔ خرم جو سوچ کر آیا تھا۔ کہ اپنے ابا سائیں کے ساتھ کسی طرح کی بحث نہیں کرے گا۔



مگر چوہدری کے پہلے جملے سے ہی آگ بگولا ہو گیا۔ مگر پھر لہجے کو سنبھالتے ہوئے غصہ ضبط کر گیا کیونکہ اسے اپنے ابا سائیں کے ساتھ ضروری بات کرنی تھی۔

۔جب سالوں میں ایک بار آ کر اپنے باپ کو عزت والے مقام پر بٹھا کر سلام کرے گا تو میرا حیران ہونا تو لازم ہے۔ امتیاز کو ہاتھ کے اشارے سے جانے کو کہا۔۔ چوہدری صاحب اندازہ لگا چکے تھے کہ خرم کوئی خاص بات کرنے آیا ہے اسی لیے غصے کو ضبط کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ جو کہ اس کی فطرت میں بالکل شامل نہیں تھا۔۔

۔ہاں بول کیا کہنے آیا ہے!!! چوہدری صاحب بات بنا بات کو گھمائے سیدھے مدے کی بات پر آ گئے ٹانگ پر ٹانگ رکھتے ہوئے حقے کہ لمبے لمبے کش لے کر۔ دھواں سائیڈ پر منہ کرتے ہوئے چھوڑ رہے تھے۔۔

ابا سائیں بیا کو میرے ساتھ رخصت کر دیں! خرم بھی بنا بات کو ٹھہراؤ دیتے ہوئے سیدھا اپنے مدے کی بات پر آ گیا۔

۔کیا صبح صبح نشہ کر کے آیا ہے!!
چوہدری صاحب ایک دم سے رخصتی کی بات سن کر حقہ پینا بھول کر خرم کو گھورنے لگے۔

۔ابا سائیں اب اس میں میں نے غلط تو کچھ نہیں کہا۔وہ میری منگ ہے بچپن سے اور اب ہم دونوں اس قابل ہو گئے ہیں کہ اپنا گھر سنبھال سکے تو آپ بیا کی رخصتی کروادے میرے ساتھ!!

کروادوں گا پہلے کسی بھانڈے کا ڈھکن بن لے میں اس یا تیم بچی کو روتا ہوا نہیں دیکھ سکتا!!

ابا سائیں آپ کو بیا کی طرف سے کوئی شکایت نہیں ہو گی۔میں اس کو خوش رکھوں گا۔اس بات کی فکر نہ کریں!خرم آج دل سے عہد کر کے آیا تھا کہ اس نے ابا سائیں کے ساتھ کوئی پنگا نہیں لینا۔۔

۔یہ تجھے اچانک رخصتی والا دورہ کیوں پڑ گیا ہے!!

ابا سائیں آپ ایک بات بتاؤ کہ آپ میرے ساتھ آرام سے کسی مسئلے کو سلجھا کیوں نہیں سکتے۔خرم کی کوشش کے باوجود چوہدری کے سخت جملوں سے خرم کے اندر ابال اٹھ رہے تھے!!

مسئلے کو سلجھا دیتا ہوں پہلے جا اپنے پیر جماع۔اچھی طرح سے کام کاج کر اور یہ سارے اپنے کالے دھندے چھوڑ دے۔یاروبیلیوں کی گندی محفلیں چھوڑ۔اس کے بعد رخصتی کر دوں گا۔

۔ہو گیا مسئلہ حل اب جا صبح صبح میرا دماغ مت چاٹ چوہدری صاحب واپس سے اپنے حقے کے کش لگانے لگے۔۔

آپ سے میری کوئی خوشی ہضم نہیں نہ ہوتی۔اب اگر سیدھے سیدھے طریقے سے رخصتی چاہتا ہوں تو نہیں کر رہے۔۔

۔کل کو آپ کی لڑکی کو بھگا کر لے جاؤں گا تو پھر ٹھیک رہنا !اٹھتے ہوئے خرم نے بھی اپنے دل کی بڑھاس نکال لی۔کیونکہ اسے پتہ تھا کہ یہاں پر فی الحال کے لیے دال نہیں گلنے والی۔۔

۔بس تیری انہی حرکتوں کی وجہ سے کھوتے دے پتر میرا دل نہیں کر رہا کہ میں بیا دھی کو تیرے ساتھ رخصت کروں!جاتے ہوئے خرم کا یہ بولنا چوہدری صاحب کو تیش دلا گیا۔۔

چوہدری صاحب نے اپنا چمڑے کا غصہ اتارتے ہوئے پیچھے سے خرم کی کمر پر دے مارا!!

چوہدری صاحب خدا کا خوف کریں جوان اولاد پر کوئی اس طرح سے ہاتھ اٹھاتا ہے بر آمدے میں آتی ہوئی خرم کی ماں جو اس نظارے کو دیکھ کر ہکا بکا ہو گئی تھی۔۔۔

تو اپنے پتر کی سائڈ لینا بند کر!! کھوتا مجھے دھمکی دے کر گیا ہے کہ اگر میں نے بیا کی رخصتی نہ کی تو میں بیا کو بھگا کر لے جاؤں گا۔ اس بغیرت سے پوچھ کوئی گھر کی عزتوں کے لیے ایسی باتیں کرتا ہے۔۔

۔ بیا اس کی منگ ہے، اس کے نکاح ہوا ہے بیوی ہے اس کی۔ ایک نہ ایک دن رخصت کر ہی دوں گا ۔۔۔ صرف اس کو سدھرنے کا بول رہا ہوں۔۔ مدے کی بات پر نہیں آیا اور جاتے جاتے یہ بکواس کر کے میرا دماغ خراب کر گیا ہے۔ چوہدری صاحب غصے سے لال پیلے ہو رہے تھے۔۔

چوہدری صاحب ٹھنڈے ہو جائیں اور بیٹھے میری بات سنیں۔ اگر وہ بیا کو رخصت کروانا چاہتا ہے تو اس میں غلط کیا ہے۔

۔ بیا کو کون سا رخصت ہو کر کسی اور گھر میں جانا ہے۔ صرف ایک کمرے میں سے دوسرے کمرے میں ہی تو جانا ہے۔

۔باقی تو کچھ نہیں بدلے گا۔تو کیوں جوان اولاد کے ساتھ اس طرح کی بحث کر رہے ہیں۔بلکہ آپ کو تو خوش ہونا چاہیے کہ وہ اپنی منہ سے بیا کو ئی رخصتی جاتا ہے۔

۔ہمیشہ آپ کو یہی فکر تو رہتی تھی کہ پتہ نہیں یہ بیا کو پسند بھی کرتا ہے یا نہیں۔بیا کو خوش بھی رکھے گا یا نہیں۔اگر آج وہ خود سے قدم اٹھا رہا ہے تو کی بیچ میں آپ اس طرح کی باتیں کر کے اس کا دل بدزن کر رہے ہیں۔۔

۔وہ تو پہلے سے باغی ہے آپ کے انکار سے اور باغی ہو جائے گا خرم کی ماں نے پاس بیٹھتے ہوئے مسئلے کو سلجھانے کی کوشش کی۔۔

۔دیکھ خرم کی ماں میں اس کا دشمن نہیں ہوں میرا بھی وہ اکلوتا پتر ہے میں بھی اس کو بڑا پیار کرتا ہوں۔۔۔

۔تمہیں باہر کے معاملات کا نہیں پتہ اس نے ایسی پی شاہ میر ملک کے ساتھ اچھی خاصی دشمنی مول لے رکھی ہے۔۔

۔کتنی مشکل سے اسے میں اس کے چنگل سے چھڑوا کر لے کر آیا تھا۔ورنہ تو وہ اگر وہ گاؤں والوں کی زمینوں کا لحاظ کرتے ہوئے ہمارے شرط کو نہ مانتا تو اس کو ایسے کیس میں اندر ڈالتا کہ اس کی سات پشتیں یاد رکھتی۔۔

۔اے سی پی کتنی کتی چیز ہے اس کو تو اس کی پہنچ کا ابھی تک اندازہ بھی نہیں ہے۔۔۔ایسے ہی نہیں اس کا ٹرانسفر ہمارے گاؤں میں کروایا گیا۔۔

۔اس کو کھوتے کو میری بات سمجھ نہیں آتی میں نے اس کو اتنا سمجھایا کہ اے سی پی سے دور رہے۔مگر میرے سننے میں اب بھی یہ بات آرہی ہے کہ اس کے کتے دماغ میں کچھ کھچڑی پک رہی ہے۔

۔اب مجھے بتا کہ ایسے میں بیا کی رخصتی اس کے ساتھ کیسے کروں وہ بچی خواہ مخواہ اس کی پریشانیوں سے گھری رہے گی۔۔

۔وہ بے شک ایک ہی گھر میں ہے مگر اس کی پہنچ سے فی الحال دور ہے۔اب اس میں میں کدھر غلط ہوں۔۔۔

۔چوہدر صاحب میں نے کب کہا کہ آپ اپنے پتر سے پیار نہیں کرتے یا آپ غلط ہو۔بس میں تو یہ کہہ رہی تھی کہ آپ کی سختی سے کہیں یہ باغی نہ ہو جائے۔۔

۔جیسا بھی ہے ہمارا تو اولاد ہے چوہدری صاحب کی بات سن کر وہ بھی پریشان ہو گئی تھی۔۔۔

oooooooooooo

آج امی جان کو دنیا سے رخصت ہوئے ایک مہینہ ہو گیا۔ مگر رومان شاہ کی اب بھی وہی روٹین تھی۔ لیٹ گھر آنا صبح جلدی جانا۔ کھانے کو صرف چند لقمے لیتا جیسے زندگی پر احسان کر رہا ہو۔۔



۔مرہا اور میرب بہت پریشان تھی شاہ کی حالت کو لے کر ان کی شادی کو پورا ایک سال ہونے والا تھا۔۔

۔شاہ نے تو اپنی زندگی کو اسی وقت میں قید کر لیا تھا جس دن امی جان اس دنیا سے گئی۔۔ان کو تو یہ بھی یاد نہیں تھا کہ آج ان کی فرسٹ انیورسری ہے۔مگر مرہا میرب اور مہک نے مل کر رومان شاہ کے لیے اینیورسری کا سرپرائز پلان کیا۔۔

۔لیجیے میڈم ہم نے تو پوری تیاری کر دی ہے اب اس کے آگے کا تم سنبھال لینا کیونکہ اس سے آگے ہمارا جانا منع ہے۔

مہک نے میرب کو تنگ کرتے ہوئے کندھا مارا تو مرہا بھی ہنسنے لگی۔ آج بہت دنوں کے بعد گھر میں خوشی کا ماحول تھا۔گھر کی دیواریں تو جیسے خوشیاں بھول ہی چکی تھی۔ میرب بہت زیادہ نرس تھی۔ اسے اندازہ نہیں تھا کہ شاہ کا کیا ردعمل ہو گا۔

وہ یہ سب غلط تو نہیں کر رہی کہی شاہ اسے اپنے غم غلط تو نہیں سمجھے گا وغیرہ وغیرہ! ایسے بہت سارے سوال اس کے دماغ میں گردش کر رہے تھے۔

وہ یہ سب کچھ اپنے شاہ کو ٹھیک کرنے کے لیے کر رہی تھی۔ مگر اس کا دل ڈر رہا تھا کہ اس کا شاہ کہیں یے نہ سمجھ لے کہ وہ اس کا غم نہیں سمجھ رہی اور بیچ میں ہی اپنی خوشیاں ڈھونڈنے لگی ہے۔

میڈم ابھی ہم لوگ یہاں پر موجود ہیں تم تو ابھی سے ہمیں منظر عام سے غائب سمجھ رہے ہو!!

پلیز کوئی چائے پانی پلا دیں تا کہ ہم لوگ تمہارے شاہ کے آنے سے پہلے چلے جائیں پھر تم اپنا خیالی پلاؤ بنانا یا اصلی بریانی!!

۔اسے خیالوں میں گم دیکھ کر مہک نے اسے چھیڑا۔مرہا اور مہک دونوں ہنس رہی تھی میرب کی شرمائی ہوئی شکل دیکھ کر۔۔

مرہا کا بھی آج رات اپنے سسرال جانے کا موڈ تھا۔میرب سے تو اس نے یہ بہانہ بنایا کہ وہ جب سے آئی ہے اس نے اپنے سسرال کا چکر نہیں لگایا۔۔

۔وہ اپنے سسرال والوں کو بھی ٹائم دینا چاہتی ہے۔آخر وہ بھی تو اس گھر کی بہو تھی۔مگر اصل بات یہ تھی کہ وہ میرب اور اپنے بھائی کے بیچ میں ہڈی بن کر نہیں رہنا چاہتی تھی۔۔

۔وہ دل سے یہ چاہتی کہ اس کا بھائی اور بھابھی آج اپنی پہلی انیورسری کو بہت اچھی طرح سیلیبریٹ کریں۔۔۔

۔اگر وہ گھر میں رکتی تو میرب اور رومان شاہ اسے کیک کٹنگ کی وقت ضرور انوائیٹ کرتے۔جبکہ مرہا ایسا نہیں چاہتی تھی۔اپنی امی جان کے جانے کے بعد میرہا اپنے بھائی اور بھابھی کی زندگی کو آگے بڑھتا ہوا دیکھنا چاہتی تھی۔۔

۔اپنے مائیکے کو یوں غموں کے اندھیرے میں دیکھنا کسی بھی لڑکی کے لیے آسان نہیں ہوتا!ہر لڑکی کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ اس کا مائیکہ ہمیشہ ہنستہ مسکراتا رہے۔

۔جہاں پر بھائیوں کی اولادیں کھیلیں جس مائکے کے آنگن میں کبھی وہ اپنے بھائی کے ساتھ کھیلا کرتی تھی۔میرب چاہتی تھی کہ اس گھر کے آنگن میں رومان شاہ کی اولاد کھیلے۔۔



۔ہر طرف رونقیں لگی ہوں ہمیشہ اس گھر میں خوشیوں کا بسیرا ہو۔مگر اس وقت گھر کی ہر در و دیوار پر غموں نے اپنے ستون چڑھ رکھے تھے۔فضا میں غم اور دکھ کی لہریں بکھری ہوئی تھی۔ہر طرف ویرانیوں کا شور تھا۔

۔امی جان کہ ایک وجود سے گھر میں اتنی رونق تھی یہ تو ان کے جانے کے بعد احساس ہوا۔ مگر اب مرہا دل سے چاہتی تھی کہ اس کے جانے سے پہلے سب کچھ نارمل ہو جائے۔۔

۔بے شک امی جان کی کمی کوئی پوری نہیں کر سکتا تھا۔ماں کا تو کوئی نعم البدل نہیں ہوتا۔بے شک ماں کے جانے کے بعد گھر بے رونق ہو جاتے ہیں۔ مگر زندگی تو جینے کا نام ہے جسے ہر حال میں جینا ہوتا ہے۔۔

۔کیا بات ہے میڈم پہلے میرب خیالوں میں کھوئی ہوئی تھی اور اب تم۔ خیریت تو ہے مہک نے مرہا کو گمسم دیکھا تو نہ رہ سکی اس نے پوچھ لیا۔ میرب چائے کا انتظام کرنے کچن میں جا چکی تھی۔

۔مرہا اپنے دل کا غم مہک کے ساتھ شیئر کرنے لگے۔۔۔



ooooooooooo

وہ ہاتھ میں پیکٹ لیے ہوئے کب سے گھبراہٹ کا شکار ہوئے کھڑی اس کے ہوش ساتھ نہیں دے رہے تھے۔

اس کے لیے یہ سب کرنا آسان نہیں تھا یہ پیکٹ شاہ نے اسے بہت پہلے لا کر دیا جب امی جان بھی حیات تھی۔۔

۔مگر میرب نے اس پیکٹ کو کبھی ہاتھ تک نہیں لگایا۔کیونکہ شاہ اس کے اندر جو گفٹ کے بارے میں بہت گھرائی سے بتا چکا تھا۔۔۔

۔جسے پہنے ہوئے دیکھنا شاہ کی خواہش تھی مگر میرب میں یہ ہمت نہیں تھی کہ وہ شاہ کو یہ پہن کر دی کھاتی۔مگر آج اپنے شاہ کو اپنی جانب متوجہ کرنے کے لیے یہ قدم اٹھانے والی تھی۔۔

۔شرم وحیا اسے قدم بڑھانے نہیں دے رہی تھی مگر دل تھا جو یہ کہہ رہا تھا کہ اپنے شاہ کو منانے کے لیے میرب اتنا تو تمہیں کرنا پڑے گا۔

۔وہ دماغ اور دل کی کشمکش میں گھری ہوئی کب سے پیکٹ کو ہاتھ میں لے کر کھڑی تھی۔جبکہ مہک اور مرہا جا چکی تھی۔
میرہا جاتے جاتے ہوئے ملازمین کو بھی ڈسٹرب نہیں کرنے کا بول کر گئی۔۔۔

۔میرب تھوڑی ہمت کرو! تم اپنے شاہ کو واپس ویسا بنانا چاہتی ہو تو کیوں تم سے ہمت نہیں ہو رہی۔ میرب خود کول کرنے کے لئے خود سے باتیں کر رہی تھی۔وہ پیکٹ کو ہاتھ میں تھامے ہوئے ایک لمبی سانس لیتے ہوئے جیسے اپنا ارادہ پختہ کر رہی ہو۔۔۔

oooooooooo

بی بی تم بہت ہاٹ ہو!!دونوں شاور کے نیچے کے کھڑے ہوئے تھے۔اس کے پورے وجود پر اپنے گیلے ہونٹوں کے سلگتے ہوئے لمس چھوڑتے ہوئے اوپر سے گمبھیر آواز میں سرگوشیاں کرتے ہوئے اسے خود میں سمٹنے پر مجبور کر رہا تھا۔

۔وہ اس کے سینے سے چپکی ہوئی گہری سانسیں لے رہی تھی۔اس کے طوفانی جذباتوں کو اس کے ہونٹ اس کے پورے وجود پر بکھیر رہے تھے۔۔



۔پر فسور معنی خیز انداز میں اس کے لیے ایک امتحان بن چکا تھا۔

۔احمر پلیز مجھے جانے دیں۔وہ دھڑکنوں کی رقص سے اس کے ہاتھوں میں مچل رہی تھی اس کی سرگوشیاں اس کے لبوں سے کہیں زیادہ گستاخیاں کر رہی تھی۔وہ اس کی جان کو مشکل کیے ہوئے تھا۔

بے بی کیسے جانے دو میری جان اتنی ہاٹنس دکھا کر اب جانے کا کہہ رہی ہو۔ تم بچے کی جان لو گی کیا۔ باہوں کستے ہوئے اس پر گرفت اور بھی مضبوط کر گیا۔

۔اتنی گہری نظروں سے اس کی خوبصورت وجود کی رانائیوں کو دیکھ کر لبوں سے سرگوشیاں کرتے ہوئے اسے ہلکان کر رہا تھا کہ۔

۔مہک کا دل کر رہا تھا کہ وہ کہیں چھپ جائے مگر وہ ظالم بنا اسے راہ فرار بھی تو نہیں دے رہا تھا۔ اسے اور کوئی جگہ نہیں ملی تو غنیمت سمجھتے ہوئے اس کے سینے میں سر کو چھپالیا۔اس کی نظریں اس کے وجود کے آرپار ہوتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔۔



آئی لو یو۔مائی بیوٹی فل وائف اسے تیز دھڑکنوں سے شرمائے ہوئے اپنے گلے سے لگے دیکھ کر احمر نے اسے اپنے باہوں کی حراست میں لیتے ہو تحفظ کا احساس دلایا۔ اور اس کے محبت سے آئی لو یو کے جملے نے مہک کے دل کو ایک بار پھر سے سرشار کر دیا۔۔

۔بیوی ہو میری۔ محبت سے تمہاری رانائیوں کو چھونے کا چومنے کا دیکھنے کا پورا حق ہے مجھے۔۔۔ مہک کے گھبرانے پر احمر اسے اپنی محبت کی پناہوں میں لیے اس کا ہونے کا اعتراف کرتے ہوئے اسے اپنی عزت کہہ رہا تھا۔

۔

اس کی بات اس کے لبوں میں ادھوری

رہ گئی۔ کیونکہ جو ہوا وہ اس کے لیے خوشی سے کہیں زیادہ حیرت زیادہ تھا۔ اس نے اپنی چن پر مہک کے لبوں کا لمس محسوس کیا۔۔۔

۔ مہک اس چن پر اپنے لب رکھ کر نرمی سے چومتے ہوئے۔ اپنی پنکھڑیوں کو اس کی گردن پر ٹچ کر کے شرماتے ہوئے واپس سینے سے سر لگا گئی۔۔۔



۔یہ سب اس نے اتنا اچانک اور فاسٹ کیا کہ احمر کو خود کو یقین دلانا پڑا کہ یہ سب خواب نہیں حقیقت ہے۔۔

ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے وہ مسکرا دیا۔ تھینک یو سو مچ اس محبت کا اس پہلے لمس کا!!
جو تم نے خود سے میرے نام کیا یہ میری زندگی میں ہمیشہ سپیشل رہے گا!!

۔آئی لو یو آئی لو یو سو مچ اس کے ماتھے پر لب رکھ کر عقیدت بھرا لمس چھوڑتے ہوئے احمر پر جوش انداز سے کہہ رہا تھا۔۔

۔جیسے وہ لمس نہ ہوا سے دنیا کی کون سی دولت حاصل ہو گئی ہو۔ وہ مہک کے نزدیک سے نزدیک تر ہو چکا تھا مگر یہ لمس اس لیے سپیشل تھا۔۔

۔کیونکہ یہ لمس مہک نے پہلی بار خود سے احمر پر حق جتاتے ہوئے دیا!! یہ لمس اس بات کا اعتراف تھا کہ وہ پوری طرح سے اس کی محبت میں رنگ چکی ہے۔۔

۔یہ لمس محبت سے عشق میں بدلنے کا نام تھا۔یہ لمس مہک سے مہک احمر علوی بننے کی دلیل تھا۔۔جب مہک نے بے حد بے چین ہو کر اس کی کمر کے گرد سختی سے بازو حمائل کر کے اس کے کشادہ سینے میں منہ چھپا لیا۔

احمر علوی اس کے اس عمل پر بے تحاشا حیران ہوا۔نرمی سے اس کے بالوں پہ لب رکھے آنکھیں بند کیے ہوئے کھڑا جیسے کہ خود کو اس لمس کا یقین دلا رہا ہو۔۔

۔ایک عورت کے لیے مرد کا محبت بھرا لمس جو معنی رکھتا ہے۔مرد کے لیے بھی عورت کی محبت اور اس کے لبوں کا لمس اتنی ہی اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔۔

۔یہ بات کوئی کسی مرد کے دل سے پوچھیں مرد تو ہمیشہ اپنی من چاہی عورت اپنی بیوی اپنی محبت اپنی محرم پر اپنے لبوں سے محبت کی بارش برساتا رہتا ہے۔۔

۔جبکہ لڑکیاں ہمیشہ اپنی شرم وحیا کی چادر میں لپٹی ہوئی اس حد کو کراس کرنے میں بہت ٹائم لگا دیتی ہیں۔۔

۔جبکہ ایک مرد بھی اپنی بیوی سے اسی محبت بھرے لمس کی توقع رکھتا ہے جس لمس کو پا کر اس وقت احمر مدہوش سا ہو رہا تھا۔۔

ooooooooooo

وہ فل ریڈ کلر کی ساڑی پہنیں ہوئے قیامت کی حد تک خوبصورت لگ رہی تھی ۔فل نیٹ کی ساڑی جس پر سلولیس کا بلاؤز تھا۔ جس کا گلا بہت زیادہ ڈیپ تھا۔اور کمر پر صرف دو سٹریپ تھے جس کی وجہ سے بلاؤز ٹکا ہوا تھا۔

۔ڈیپ ریڈ کلر میں اس کا گورا مخملی وجود چھلک کر حسن جاناں کی تعریف کر رہا تھا۔

۔ساڑھی اتنی زیادہ سی تھرو تھی کہ میرب ڈریسنگ کے سامنے کھڑی ہوئی خود سے نظریں نہیں پلا پا رہی تھی۔

۔شاہ کتنے بے شرم ہیں آپ کو میرے لیے یہی ساری پسند آئی ۔اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے میرب شرم سے لال ہو گئی۔وہ خود سے باتیں کر رہی تھی اپنی گھبراہٹ کو دور کرنے کے لیے۔۔



۔یہ ساڑھی شاہ نے اسے بہت پہلے گفٹ کی تھی ۔شاہ کی بہت خواہش تھی کہ میر اس کو اپنی مرضی سے اس کے لیے پہنے۔۔۔

۔جو کہ میرب نے ہمیشہ انکار کیا مگر آج اپنے شاہ کی زندگی میں رنگ بھرنے کے لیے۔اس نے اپنی شرم و حیا کو بھی بلائے طاق رکھ دیا۔اپنی شاہ کے لیے اپنے وجود کی رعنائیوں کو اس کے سامنے لا کر اسے غم کے اندھیرے سے نکال کر روشنی کی راہوں پر لے جانا چاہتی تھی۔

۔اپنے شاہ کو زندگی جیتے ہوئے دیکھنا چاہتی تھی۔رات کے تقریباً ساڑھے دس بج رہے تھے۔وہ خود کو اپنے محبوب کے لیے اپنے شاہ کے لیے اپنی پہلی محبت کے لیے سجا رہی تھی۔۔

۔وہ آج خود کو اپنے شاہ کے قدموں تلے بچھا کر اپنی شاہ کو روشنیوں کی جانب لانا چاہتی تھی۔یہ لباس میرب کے لیے پہننا کس قدر مشکل تھا میرب کا دل ہی جانتا۔۔



۔جس لباس کو وہ آئینے میں خود نہیں دیکھ سکتی۔اسے پہن کر شاہ کے سامنے جانے کا سوچ کر بھی اس کی ہتھیلیوں میں پسینے آ رہے تھے۔۔

۔مگر سچ کہتے ہیں کہ جب کوئی کسی سے سچی محبت کرتا ہے تو آپ اس کے لیے ہر حد پار کر جاتے ہیں۔۔

جیسے آج میرب اپنے شاہ کے لیے اپنی شرم وحیا کی حد کو پار کرتی ہوئے خود کو اس کے لیے سجا رہی تھی۔ چہرے کو میک اپ کی ضرورت نہیں تھی۔ اور نہ ہی شاہ کو زیادہ میک اپ پسند تھا۔۔

۔ مگر پھر بھی آج اس نے اپنے خوبصورت نازک دہکتی ہوئی پنکھڑیوں پر ڈیپ رومینٹک ریڈ کلر کی لپسٹک لگائی۔ ان پنکھڑیوں نے بہت دنوں سے اپنے شاہ کے لبوں کے لمس کو محسوس نہیں کیا تھا۔

آنکھوں پر لائنر اور مسکارا لگایا پھولی پھولی گالوں کو بلش آن کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ وہ تو شاہ کی قربت کا سوچ کر ہی پنکی پنکی ہو رہی تھی۔۔

۔بالوں کو سٹریٹ کر کے پیچھے کی جانب کھلے چھوڑ دیا۔ گلے میں صرف شاہ کے پیار سے دیے ہو پینڈٹ کو پہنا کانوں میں چھوٹے چھوٹے خوبصورت ٹپس پہنے ہوئے تھے۔۔

۔ہائی ہیل والے سینڈل پہن کر اس کی ہائٹ بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔ وہ خود کو آئینے میں ایک بار پوری طرح سے ریڈی دیکھ کر اوکے کرنا چاہتی تھی۔۔

۔مگر اس کی نظریں اپنے وجود کو دیکھ کر شرما جاتی۔کئی بار کی کوشش کے باوجود جب وہ نہ کر سکی تو اس نے یہ ارادہ ترک کر دیا۔۔

۔اب اسے اپنے شاہ کا انتظار تھا۔شاہ روز کی طرح آج بھی آفس نہیں آیا تھا۔۔

oooooooooo

سر میں یہ دیکھ لوں گا آپ گھر چلے جائیں بہت ٹائم ہو چکا ہے دلاور شاہ کو کام والی مشین بنے ہوئے دیکھ جھجکتے ہوئے بولا۔۔

۔شاہ جو سب کے جانے کے بعد بھی آفس میں لیپ ٹاپ پر بیٹھا ہوا پروجیکٹ تیار کر رہا تھا۔جو کہ ہر گز اس کا کام نہیں تھا۔یہ کام تو دلاور یا سانی سنبھال لیتا۔مگر شاہ خود کو اس قدر مصروف کر لینا چاہتا تھا کہ اسے امی جان کی یاد نہ آئے۔۔

۔مگر وہ الگ بات تھی کہ اتنی جدوجہد کے باوجود بھی شاہ اپنی امی جان کی دوری والی یادوں سے بھاگ نہیں سکا۔۔

۔وہ جتنا مرضی بھاگ لیتا مگر یادیں اس کا پیچھا نہیں چھوڑ رہی تھی۔ اب بھی وہ پروجیکٹ بنانے کے ساتھ ساتھ اپنی امی جان کو یاد کر رہا تھا۔ ایسا نہیں تھا کہ میرب اس کا دھیان نہیں رکھتی تھی۔

۔شاہ کو نظر آتا تھا کہ میرب کی خالی نگاہیں اپنے اس شاہ کو ڈھونڈتی ہیں مگر وہ میرب کو اپنے دل کا حال کیسے بتاتا جو اندر سے ہو گیا تھا۔۔

۔ اسے کے پاس فی الحال میرب کو دینے کے لیے بھی کچھ نہیں تھا۔ وہ میرب سے نظر چرا تا رہتا تھا ۔کیونکہ شاہ ایک سمجھدار پروقار شخص تھا۔ جس کو ماں اور بیوی کے حقوق بہت اچھی طرح سے پتہ تھا۔۔

۔اور وہ یہ بات جانتا کہ اس وقت وہ اپنی ماں کے غم میں اپنی بیوی کے حقوقوں کو نظر انداز کر رہا ہے۔ ایک طرف ماں سے دوری کا غم اور دوسری طرف وہ اپنے اندر گلٹی محسوس کرتا تھا۔

میرب کو وقت نہ دینے کی وجہ سے وہ خود میں ہی بہت شرمندہ تھا۔ابھی رات کے پونے 12 بج رہے تھے تو وہ آفس میں بیٹھا ہوا تھا۔شاہ ایک ایسا بیٹا تھا کہ جو اپنی امی جان سے بہت زیادہ ٹچی تھا۔ایسے بچے جتنے مرضی بڑے ہو جائیں کتنی مرضی بلندیوں پر پہنچ جائیں۔

۔مگر وہ اپنی ماں باپ کی جدائی کو جلدی اکسپٹ نہیں کر پاتے۔روماں شاہ نے پتہ نہیں اپنے بابا کی موت کو کیسے تسلیم کر کیا خود کو اپنی ماں کے آنچل میں چھپا کر کتنے سال بعد خود کو سنبھالا تھا۔۔

۔مگر امی جان کے جانے کے بعد تو شاہ ایک بار پھر سے اسی دوراہے پر آن کھڑا تھا۔۔

۔ہاں دلاور میرے خیال سے مجھے اب چلنا چاہیے تم بھی جاؤ میری وجہ سے تم بھی خام خواہ اپنے گھر والوں سے دور رہتے ہو۔رومام شاہ کو شرمندگی سی ہوئی تھی۔



۔کیونکہ ہر روز دلاور بھی شاہ کی وجہ سے بہت لیٹ گھر جاتا پورا آفس تھا۔جس کی وجہ سے دلاور اور رومان شاہ کی ہلکی سی باتوں کی آواز بھی دیواروں سے ٹکرا کر واپس آرہی تھی۔۔

۔لیپ ٹاپ کلوز کرتے ہوئے ٹیبل سے اپنی کیز اور موبائل کو اٹھا کر گاڑی کی طرف چل پڑا اور اس کے پیچھے پیچھے دلاور بھی باہر آگیا۔ گارڈ نے سلام کیا اور آفس کو لاک لگانے لگا۔ رومان شاہ اپنی امی جان کے خیالوں کی دنیا میں گم اپنے گھر کی جانب روانہ ہو گیا۔۔۔

ooooooo

وہ روم کے اندر داخل ہوا تو روم میں پوری طرح سے اندھیروں کا راج تھا۔ ہاتھ کو ہاتھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

۔گھر میں ضرورت سے زیادہ خاموشی اور روم کا سناٹا شاہ کے کے دل کو ڈر میں گرفتار کر گیا۔اس کے دل نے بے اختیار یہ سوچا کہ کہیں کچھ غلط تو نہیں ہو گیا۔ میرب کہاں ہے ایک ساتھ بہت سے سوال اس کے دماغ میں اٹھے تھے۔



۔میرب میرب!!رومان شاہ کی گھبرائی ہوئی آواز روم میں گونجی۔۔

۔میرب اگر یہ مذاق ہے تو انتہائی برا ہے میرب کی آواز نا آنے پر رومان شاہ میرب کے لیے ڈر گیا تھا۔

۔اس میں ہمت نہیں تھی اب اپنے کسی دل کے نزدیک کی رشتے کو کھونے کی اور اس وقت کمرے کا سناٹا اور ماحول اس قدر بھیانک لگا رومان شاہ کو کہ وہ غصے سے دھاڑا۔۔

۔میرب نے جلدی سے لائٹ آن کر دی۔لائٹ تو رومان شاہ بھی آن کر رہا تھا۔مگر میرب نے سوئچ بورڈ کے اوپر ٹیپ لگا کر سوچ بند کرر کھے تھے۔تو اندھیرے میں شاہ کو بالکل سمجھ نہیں آرہا تھا کہ یہ کیا معاملہ ہے۔۔

۔میرب نے ریموٹ کنٹرول سے لائٹس آن کی تھی جو کس کے ہاتھ میں تھا۔اسے اندازہ نہیں تھا کہ اس شاہ اس کی آواز نہ سن کر اس قدر گھبرا جائے گا۔۔

۔میرب کی آواز تو اس لیے نہیں نکلی کیونکہ اس کی حالت ساڑی کی وجہ سے بہت ناساز ہو رہی تھی۔

۔دماغ خراب ہو گیا ہے تمہارا بچی ہو تم جو اس طرح کی حرکت کی۔رومان شاہ نے اسے کاندھوں سے پکڑ کر اتنی زور سے جنجھوڑا کہ میرب کو لگا کے آج تو کاندھے ٹوٹ ہی جائیں گے۔۔

۔اس کی سخت پکڑ سے میرب کے کاندھوں کی ہڈیوں تک میں درد کی لہر اٹھی۔

میرب تم کب بڑی ہو گی!!

اس طرح کی حرکت رات کے اس پہر کو چھوٹا بچہ بھی نہیں کرتا۔مجھے تو لگتا ہے کہ تم نے ساری زندگی ایسی بے وقوف ہی رہنا ہے۔۔

۔رومان شاہ اس قدر گھبرایا ہوا تھا کہ نہ تو اسے روم کی تیاری نظر آئی نہ ہی میرب کا خوبصورت سراپہ۔۔

سسوری!!اس کی روتی ہوئی آواز اور کانپتے ہوئے ہونٹوں نے شاہ کو اپنی جانب متوجہ کیا۔happy anniversaryشاہ!!!



اس سے پہلے کہ شاہ کچھ بولتا وہ اپنے کاندھوں سے شاہ کے ہاتھ کو ہٹاتے ہوئے۔دو قدم پیچھے ہوئی۔وہ رو رہی تھی۔خوبصورت آنکھوں سے آنسوں نیچے گر کر شکایت کر رہے تھے۔

۔میرب کا دل بری طرح سے ٹوٹا۔اس نے شاہ سے ایسا کچھ بھی ایکسپیکٹ نہیں کیا تھا۔

شانے شرمندگی سے اپنے بالوں میں انگلیاں پھنساتے ہوئے آنکھیں بند کر کے سر کو جھٹکا دیا۔ وہ شرمندہ تھا کہ اسے کیوں اپنی پہلی اینی ورسری یاد نہیں تھی۔

میرب پلیز یار سوری۔۔۔پلیز میرب بات سنو۔اور روتی ہوئی سر کو نفی میں ہلا کر ایک ایک قدم پیچھے کی جانب تیزی سے لے جاتے ہوئے سٹڈی روم کے اندر جا کر دروازہ بند کر چکی تھی۔باہر آؤ میرب دروازہ کھولو میرب نے خود کو سٹڈی روم میں بند کر لیا تھا۔

دروازے کے ساتھ اپنی پشت لگائے ہوئے آنکھیں بند کیے وہ زور قطار آنسوں سے رو رہی تھی۔ اس کی ہچکیوں کی آواز دوسری جانب کھڑا ہوا رومان شاہ بخوبی سن رہا تھا۔شاہ کا دل بند ہو رہا تھا میرب کی سسکیوں سے۔

سوری میری جان مجھے یاد نہیں تھا کہ آج ہماری انیورسری ہے۔روم میں اندھیرا دیکھ کر میں ڈر گیا۔وہ دروازے کے ساتھ سر ٹکائے ہوئے میرب سے التجائی لہجے سے باہر آنے کو کہہ رہا تھا۔۔

۔شاہ آپ کو تو میرب ہی یاد نہیں ہے۔اینیورسری کیا یاد رکھیں گے۔مجھے آپ سے کوئی شکایت نہیں ہے۔بس آپ مجھے اکیلا چھوڑ دیں۔وہ سسکیاں لیتے ہوئے بامشکل بول رہی تھی۔۔

۔میرب یاد اسے رکھا جاتا ہے۔جسے آپ بھولنے کی طاقت رکھتے ہوں۔شاہ تو میرب کو کبھی بھول ہی نہیں سکتا تو یہ ہمارے درمیان یاد رکھنے والی بات کہاں سے آگئی۔

۔پلیز تم دروازہ کھولو میں تمہاری سب غلط فہمیاں دور کر دوں گا۔وہ سب مجھ سے غلطی سے ہو گیا میں ڈر گیا تھا۔تمہیں لے کر تمہاری آواز نہ سن کر میری جان نکل گئی تھی۔

۔نہی شاہ میں آپ کو یاد نہیں تھی۔اگر ہوتی تو آپ میرے ساتھ یہ سلوک نہیں کرتے۔میں نے کتنی مشکل سے آپ کے کی فیورٹ ساڑی پہنی۔جس کو پہننے کی میری ہمت نہیں ہو رہی تھی۔

۔مگر میں نے پھر بھی یہ بے ہودہ ساڑی پہن پہن لی۔۔تاکہ میرا شاہ خوش ہو سکے۔شاید میں آپ کو غم کے اندھیروں سے باہر لا سکوں۔۔اور یہاں تو آپ نے میرے دل کو ہی کرچی کرچی کر دیا۔۔

آپ نے مجھے نظر بھر کر دیکھنا گوارا نہیں کیا۔ میرب بے وقوف ہے۔ میرب بچوں جیسی حرکتیں کرتی ہے۔ اور پتہ نہیں کیا کیا آپ مجھے بھول گئے۔

۔ میرب آئی ایم سوری پلیز اپنے شاہ کو معاف کر دو۔ شاہ کو خود پر شرمندگی ہو رہی تھی کہ اس سے یہ کیا ہو گیا۔ اسے یاد تھا کہ وہ جب جب میرب کو اس ساڑی کے لیے کہتا تو میرب ہمیشہ نہ ہی کرتی۔۔۔

۔ کیونکہ ساڑی بہت ہی زیادہ سی تھرو تھی۔ میرب نے تو اسے کبھی دیکھا بھی نہیں تھا صرف شاہ کے بتانے سے وہ اتنا شرما جاتی۔ اور آج اس نے اگر ہمت کر کے خود سے یہ ساڑی پہنی وہ بھی اپنے شاہ کے لیے۔ تو وہ شرمندہ تھا کہ یہ اس سے کیا ہو گیا۔ اس نے اپنی ہی جان کا دل دکھا دیا۔

ایک بار میری جان دروازہ کھول دو میں اپنی ہر غلطی کے لیے معافی مانگتا ہوں۔۔

۔ میرب کی رو رو کر شکوے کرتی ہوئی آواز شاہ سے برداشت نہیں ہو رہی تھی۔ وہ میرب کو سینے سے لگا کر چپ کروانا چاہتا تھا۔ اس پاگل لڑکی کو یہ بتانا چاہتا تھا کہ وہ اپنے شاہ کی جان تھی ہے اور ہمیشہ رہے گی۔

۔اندر سے چھن چھن کر کے کچھ گرنے کی آوازیں آرہی تھی۔اور رومان شاہ کو یہ سمجھنے میں دے رہی کہ یہ چوڑیاں ٹوٹ کر گرنے کی آواز ہے۔میرب کی چوڑیوں کے کھنک وہ سن رہا تھا۔

۔میرب اگر تم نے خود کو کوئی نقصان پہنچایا تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔ تمہیں مجھ پر غصہ ہے۔تو مجھ پر آکر نکالو اگر تم نے خود کو ذرا سی بھی تکلیف دی تو میں تمہاری جان لے لوں گا۔

۔لے لیں جان مار دیں مجھے۔ویسے بھی اس بے وقوف میرب کا آپ نے کیا کرنا ہے۔اور آپ سے دوری ویسے بھی مجھے پل مار ہی رہی ہے۔تو اچھا ہے ایک ہی بار مار کر سارا قصہ ختم کر دیں۔شاہ کے لفظوں نے میرب کو بہت زیادہ ڈس ہارڈ کیا۔



۔رومان شاہ کو آئیڈیا تھا کہ میرب اس وقت بہت غصے میں ہے یا یوں کہیں کہ وہ بہت زیادہ دکھی ہے۔ اس کا دل ٹوٹا تھا اپنے شاہ کی باتوں سے،شاہ کچھ سوچتے ہوئے سائیڈ ٹیبل کی ڈرال کھول کر اس میں سے چابی ڈھونڈنے لگا۔چابی لے لا کر دروازہ کھولا اور سٹڈی روم کے اندر داخل ہوا۔
۔میرب جو دروازے کے پیچھے ہی کھڑی ہوئی تھی۔دروازہ کھلنے سے غصے سے دور ہو گئی۔

یہ کیا کیا تم نے پاگل لڑکی۔۔میرب کی کلائیوں کو شاہ نے تڑپ کر اپنے ہاتھوں میں لیا۔

۔جو کہ ایک دوسرے کے ساتھ مار کر چوڑیاں توڑنے سے خون الود ہو گئی تھی۔وائٹ کلائیوں پر ریڈ خون کی بوندیں ایک الگ ہی دل فساں منظر پیش کر رہی تھی۔

۔ہاتھ چھوڑے میرا شاہ کے ہاتھ کو جھٹکتے ہوئے دو قدم پیچھے ہوئی!!!

شٹ اپ!!!اب اگر تمہارے منہ سے ایک بھی الفاظ نکلا تو زبان کھینچ لوں گا۔تم نے خود کو نقصان پہنچانے کی جرت کیسے کی۔۔۔"گہر آلود نظروں سے دیکھتے ہوئے نیچے جھک کر بچوں کی طرف سے اپنی گود میں اٹھالیا۔۔



"سٹڈی روم کے صوفے پر بیٹھا کر انگلی کا اشارہ کیا۔میرب کچھ بولنے لگی تھی تو اسے چپ کروانے کے لیے کیا گیا۔

۔فرسٹ ایڈ باکس کو لا کر پاس رکھتے ہوئے۔شاہ نے گہری نظروں سے میرب کی جانب دیکھا۔جو اس وقت سراپائے حسن و قیامت بن کر بیٹھی ہوئی تھی۔۔

۔غصے میں اب وہ یہ بھی بھول چکی تھی کہ اس نے کیا پہن رکھا ہے۔مگر اب شاہ کو یاد تھا کہ اس وقت اس نے کیا پہنا ہے۔۔

۔اپنی جان شاہ کو آج اپنی فیورٹ ساڑی میں دیکھ کر شاہ کا دل تو خوشیوں کے گیت گانے لگا۔وہ تو اپنی دھنیں خود ہی بنا رہا تھا۔اور اپنے دونوں پر خود ہی ناچ کر اپنی جان شاہ کی خوبصورتی میں رقص پیش کر رہا تھا۔

۔شاہ صوفے پر اس کے پاس ہی بیٹھا تھا۔روئی پر پائیوڈین لگا کر خون کو صاف کرنے لگا۔جلن سے میرب کے منہ سے سسکی نکلی۔ایک ہاتھ سے رومان شاہ کی کلائی کو پکڑ کر آنکھیں بند کر لی۔

۔میرب یہ تم نے اچھا نہیں کیا تمہیں خود کو نقصان پہنچانے کا حق کس نے دیا۔میر کو ڈریسنگ کے دوران ہوتی ہوئی چبن سے سسکتے دیکھ رومان شاہ نے ناراض لہجے سے کہا۔۔

۔میرب کا تو کسی پر حق نہیں ہے نہ خود پر نا ہی آپ پر۔غصے بھری ایک نظر شاہ پر ڈالتے ہوئے نظریں ہٹا کر دوسری جانب کر لی۔

۔یہ میری جان کو کس نے کہا کہ شاہ پر تمہارا حق نہیں۔وہ ڈریسنگ کر چکا تھا۔اس کی نازک زخمی دونوں کلائیوں کو اپنے ہاتھوں میں تھام کر اپنے لبوں سے لگایا۔۔اس کے بے انتہا غصے والے خوبصورت چہرے کو دیکھ کر مسکرا دیا۔

۔میری جان شاہ پر تمہارا پورا حق ہے!! مگر تم پر تمہارا حق نہیں۔کیونکہ تم پر تمہارے شاہ کا حق ہے۔ خود کو نقصان پہنچا کر بہت غلط کیا۔اس کی ڈھوڑی پر ہاتھ رکھتے ہوئے اس کا چہرہ بڑی محبت سے اپنی جانب گیا۔

۔پلیز چھوڑے مجھے نیند آ رہی ہے!!سوفے سے جھٹکے سے اٹھتی ہوئی روم کی جانب جانے لگی۔

۔شاہ نے پیچھے سے اس کے ہاتھ کو بڑی نرمی سے پکڑ کا تھا۔

۔شاہ پلیز مجھے جانے دیں!!وہ بنا پلٹے باہر کی جانب دیکھتے ہوئے نرمی سے اپنی کلائی کو چھڑوا رہی تھی۔۔

۔میرب کا غصہ تھوڑا ٹھنڈا ہوا تو اس سے اپنی حالت پر غور و فکر کیا۔تو اس کے ہاتھوں میں پسینے آنے لگے۔۔

۔اب وہ غصے کی آڑ لیتے ہوئے روم میں جا کر چینج کرنا چاہتی تھی۔ورنہ غصہ تو شاہ کے لہجے کے نرم ہوتے ہی اتر چکا تھا۔۔

۔وہ کہاں اپنے شاہ سے ناراض رہ سکتی تھی۔شاہ کی محبت بھری نظر اور محبت بھرے لہجے سے غصہ تو ہوا میں اڑ چکا تھا۔

۔میری جان یوں نظریں بدل کر مت جاؤ شاہ تمہاری نظروں میں خود کو دیکھتا ہے۔تمہاری نظریں ہٹیں تو شاہ ختم ہو جائے گا۔۔

"اللہ نہ کرے کہ میرا شاہ ختم ہو۔تڑپ کر میرب پلٹی اور اپنا ہاتھ شاہ کے لبوں پر رکھ دیا۔ختم ہو میری شاہ کے دشمن شاہ کو تو خدا میری بھی عمر لگا دے۔۔

۔"جان شاہ جب اتنا پیار کرتی ہو تو معاف کر دو خطا ہو گئی۔ اس کے گالوں پر انگلیاں سہلاتے خماری سے کہا۔

۔ آپ میرے شوہر ہیں۔ یوں معافی مانگ کر مجھے شرمندہ نہ کریں۔ آپ کی باتوں سے میرا دل ٹوٹ گیا تھا اس لیے میں ناراض تھی۔

۔ مگر آپ اس طرح سے مجھ سے معافی مت مانگے مجھے اچھا نہیں لگتا۔ میرا شاہ ہمیشہ اکڑو ہی اچھا لگتا ہے۔ پلکوں کو جھکائے لہجے میں محبت اور دل میں گھبراہٹ تھی۔ جو اسے اور بھی خوبصورت بنا رہی تھی۔ وہ شاہ کے دل پر بجلیاں گرا رہی تھی۔



۔ہائے رے میری قاتل حسینہ!

کی شاہ دی جان لینی ایں!

میری جان اک تے تورج کی سونی!

اتوں لفظ کمال۔! سجن تے پہلے

ہی تیرے تے دل ہارے بیٹھے !

اک جان بچی اے کڈ لے

سونیا دل تے ہتھ رکھ کی

قاتل بنیا پھر نہ اے

سجنا تینوں ساڈے تے

ترس نہیں اندا۔

" اس کی آنکھوں میں حیا کی سرخی کو دیکھتے پیار سے چومتے ہوئے پنجابی میں اس کی خوبصورتی کے لیے اشعار۔۔

۔اس کے گالوں سے اپنے گال رب کیے تو وہ اس کے حصار میں کسمسائی۔بہت خوبصورت لگ رہی ہو جان شاہ کان میں سرگوشی کرتے ہوئے کان کی لو گوں چوم لیا۔

شاہ آج ہماری اینیورسری ہے میں

نے کیک منگوایا ہے۔پہلے چل کر وہ کاٹ لیں۔شاہ کے لمس نے میر کی دھڑکنوں کو بے ترتیب کر دیا۔۔

" آنکھیں جھکائے بس وہ اتنا ہی کہہ سکی۔۔۔

اب شاہ کی قربت میں جان شاہ کا اپنا آپ رہتا کہاں تھا۔ ابھی کچھ دیر پہلے جو غصہ چڑھا تھا وہ تو کہیں نظر بھی نہیں آرہا تھا۔۔۔

۔کاٹ لیں گے میری جان کیک بھی کاٹ لیں گے !!پہلے میں ذرا اپنے لب تو میٹھے کر لوں لہجہ شوخ ہوا وہ میرب پر ہلکا سا جھکا۔۔

شاہ کی جو اس قمر پر ڈھلی سی گرفت باندھے کھڑا تھا۔اس کی ڈھیلی گرفت پر وہ بدک کر دور ہوئی۔۔۔

یہ ناانصافی ہے" اس کے دور ہونے پر وہ آنکھیں نکالتے ہوئے۔اس کے پیچھے بھاگا۔۔

آپ نے مجھے پر غصہ کیا۔اب کچھ نہیں ملنے والا۔ ٹھینگہ دکھاتے ہوئے بھاگ کر واش روم میں جا کر بند ہونا چاہتی تھی۔مگر اس کی کے ارادوں کو بھانپ کر وہ اس کا ارادہ ناکام بنا چکا تھا۔۔

۔اس کے ساڑی کے پلو کو ہاتھ میں پکڑ جھٹکا دیا تو ساڑی کی پن نکل گئی۔پہلے سے ہی سی تھر و ساڑی تھی ۔پن کھلنے سے خوبصورت سراپہ شاہ کی نظروں کے سامنے تھا بلاؤز بالکل اسے چھپانے سے قاصر رہا۔۔

اپنی دل ربا کے، دل کش حسن کو دیکھ شاہ کی آنکھیں اش اش کر اٹھی تھی۔ا

میری قتل حسینہ شرافت بھی کوئی چیز ہوتی ہے۔۔ساڑی کے پلو کو آہستہ آہستہ اپنی جانب کھینچتے ہوئے۔

۔اس کے ہونٹوں پر نظروں کی چوٹ کرتے ہوئے۔

لبوں پر مسکراہٹ آئی اس کے خوبصورت ڈمپل گہرے ہو گئے۔آج بہت دنوں بعد میرب کو اپنے شاہ کے ڈمپل کا دیدار ہوا۔ مسکرانا تو وہ جیسے بھول چکا تھا۔

۔شاہ کو مارنے کا ہتھیا بن کر اب میری جان کو راہ فرار چاہیے۔" ایک ایک قدم اس کی جانب لیتے ہوئے شاہ کی نظریں اس پر صدقے واری جا رہی تھی۔اتنے دنوں کے بعد محبوب کا اتنے قریب سے دیدار اور وہ بھی تب جب محبوب سراپا حسن و دل کش کے قیامت بن کر آپ کے سامنے کھڑا ہو۔تو مقابل کمبخت دل کو کوئی سنبھالے بھی تو کیسے۔۔

۔شاہ پلیز مجھے چینج کرنے دیں۔۔ میرب شاہ بہکی ہوئی نگاہوں سے شرم سے لال ہوتی ہوئی۔ شاہ کی نظروں سے اوجھل ہونا چاہتی تھی۔۔

"ساڑی اس کے خوبصورت سراپے کو چھپانے کے لیے ناکافی تھے۔پلو شاہ کے ہاتھ میں تھا۔ اور بلاؤز میرب کے سراپے کچھ چھپانے کے لیے ناکافی تھا۔اوپر کی سے شاہ کی گہری نظریں جو جسم کے آر پار ہو رہیں تھی۔۔

"میرب اپنے ہاتھ دونوں کاندھوں پر رکھے ہوئے خود کو چھپا رہی تھی۔۔

میری جان کے ٹوٹے تم مجھ سے کون سی شرافت کا امید کرتی ہو۔۔

"تمہارے اس حسن کو اتنے قریب سے دیکھ کر وہ بھی اتنے دنوں کے بعد۔ تمہیں لگتا ہے کہ تمہارا شاہ خود کو سنبھال سکتا ہے۔ تمہیں جانے کی اجازت دے گا۔۔

۔وہ بھی چینج کرنے کے لیے کب سے میری یہ خواہش تھی کہ میں تمہیں اپنی فیورٹ ساڑی میں دیکھو ۔مگر میری جان ہر بات انکار کر دیتی اور آج اپنی من پسند ساڑی میں تمہیں دیکھ کر میں چینج کرنے کی اجازت دوں اتنا شریف تو تمہارا شاہ بالکل نہیں ہے۔۔۔

۔لبوں پر مسکراہٹ گالوں پر گہرے ڈمپل بہکی ہوئی نگاہیں اور بہت دنوں کے بعد شاہ کا مسکراتا ہوا چہرہ دیکھ کر، میرب چند سیکنڈ کے لیے اپنی شرماہٹ کو بھول کر نظریں جو اس کی طرف اٹھی تو جھکانا بھول گئی۔۔۔

۔ظالم خوبصورت بھی تو اتنا تھا کہ قریب سے دیکھنے پر جان تو میرب کی بھی نکل رہی جاتی۔وہ کیسے بتاتی کہ اگر یہ شرم اس کا پیچھا چھوڑ دے تو وہ بھی اپنے شاہ کے اس خوبصورت چہرے کو اپنے لبوں کا لمس دینا چاہتی ہے۔۔۔

"اس کے سینے میں چھپنا چاہتی ہے اسے محسوس کرنا چاہتی ہے۔مگر لڑکی تھی جتنا بھی کوشش کر لے وہ اپنے شاہ کا مقابلہ تو نہیں کر سکتی۔۔۔۔



"شاہ تو جب اپنی پر آتا تو اس شرم نام کے لفظ کو بھی شرم آنے لگتی تھی۔جس میرب کی حسن کی وہ تعریف کر رہا تھا وہ کیسے بتاتی کہ وہ جب جب اپنے شاہ کو دیکھتی ہے۔اس کی جاذب نظر پر سنیلٹی پر مر مٹتی ہے۔۔۔

'رشک کرتی ہے اپنے اوپر کہ اتنا پر وقار ہینڈ سم خوبصورت بھرپور مردانہ وجاہت مالک رومان شاہ اس کا ہے۔اور اس کے دل پر میرب حکومت کرتی ہے۔۔

"یہ بات سوچ کر بھی میرب کی گردن غرور سے تن جاتی تھی۔اتنا غرور تو میرب کا بنتا تھا۔کیونکہ رومان شاہ آج بھی ہزاروں لڑکیوں کا کرش ہے۔اس کی جان میرب میں بستی۔۔ایک اکڑو شہزادے کی محبت تھی وہ۔۔۔تو خود پر غرور کیسے نہ کرتی۔۔

" اس کی طرف قدم لیتے فنا کر دینے والی مسکراہٹ اس پر اچھالی۔وہ اس کی باتوں اور نظروں سے سرخ ہو چکی تھی۔۔

"قدم پیچھے لے جاتے لے جاتے وہ دیوار سے جا لگی۔اپنے دونوں ہاتھ اپنے کاندھوں پر رکھے ہوئے اب بھی خود کو شاہ کی بے باک نظروں سے چھپانے کی ناکام کوشش کرتی ہوئی دیوار سے لگ کر ناظریں جھکا گئی۔۔



پیچھے دیوار تھی سامنے شاہ مظبوط شاہ اپنے ہاتھوں میں سلٹوں کی طرح ساڑی کو لپیٹتے ہوئے اس کے قریب سے قریب تر ہوتا جارہا تھا۔۔

"میرب کی راہ فرار وہ بند کرچکا اور نظروں کی حدت اس کے وجود پر پوست کرتے ہوئے آتشی لبوں سے مسکراتا ہوا پاس آنے لگا۔۔

"وہ مسکراتا اس کے سامنے دو قدم کی دوری پر کھڑا ہو گیا۔ اور اس کے چہرے محبت بھری گہری نظروں سے دیکھتا ہوا اس کے قریب ہو گیا۔۔۔

"شاہ پلیز تنگ مت کریں چینج کر لینے دیں۔ ہلکی سی سرگوشی کی پلکوں کو جھکائے شرمائے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ التجاء والا لہجہ وہ خوبصورتی کا مجسمہ لگ رہی تھی۔۔۔" ایسی خوبصورت کانچ کی گڑیا جسے دیکھ کر لگتا کہ اگر زور سے پکڑا تو وہ ٹوٹ جائے گی۔۔ لمبے چھوڑے شاہ کے سامنے نازک اور چھوٹی لگ رہی تھی۔

تنگ تو میری جان ابھی میں نے تمہیں کرنا شروع ہی نہیں کیا تم تو میری جان ابھی سے گھبرا گئی۔۔۔۔" اس کی کمر میں ہاتھ ڈالتے ہوئے اسے اپنی قریب کیا۔ اپنے مظبوط ہاتھ کی پشت اس کے گال پر رکھتے ہوئے سہلا رہا تھا۔۔

۔ہیل پہن کر تم نے بہت اچھا کیا کس کرنے میں مشکل نہیں ہو گی۔۔مجھے جھکنا نہیں پڑے گا۔گال پر اپنے آتشی لب رکھتے ہوئے نرمی سے لمس چوڑا۔۔۔

"وہ کسمسائی اور پیچھے ہٹنے کی بے جا کوشش کی۔۔۔بھول چکی تھی کہ شاہ جس موڑ میں آچکا ہے اس کے بعد تو وہ اس کی سانسیں پی کر ہی پیچھے ہٹتا۔۔آج کون سا شاہ بدل گیا تھا۔۔۔

"اتنے دنوں کی پیاس اور محبوب اتنا قریب تو جان شاہ دوری ممکن نہیں ہوتی سرگوشی کرتے ہوئے چہرہ اس کے قریب لے جاکر اس ک مخملی گالوں پر اپنے سخت بیرڈ والے گال رب کرتے ہوئے کان کی لو کو چوم لیا۔۔

"شاہ کے ہاتھ کی حدت سے وہ سبک گئی۔اس کے ایک ہاتھ کو پکڑ کر نرمی سے گھوماتے ہوئے اس پشت اپنے کسرتی سینے سے لگائی۔ایک ہاتھ اس کے پیٹ پر رکھ کر دوسرے ہاتھ سے اس کان کے پاس گردن پر اپنی انگلیوں سے سہلانے لگا۔۔۔

"اس کے چھونے سے میرب کے پورے وجود میں سنسنی دوڑ گئی۔شاہ کے مردانہ ہاتھ کے لمس کی گرمی اس کی گردن کو جلتے ہوئے انگارے کی طرح سلکا رہی تھی۔

۔میرب نے اپنے اپنے شاہ کے ہاتھ کا لمس بہت دنوں بہت محسوس کیا تو وہ مچل گئی۔۔۔

"پیٹ پر رکھے ہوئے ہاتھ کو نرمی سے سہلاتے ہوئے پیٹ پر اپنے ہاتھوں کا لمس چھوڑ رہا تھا۔ہاتھ سہلاتے سہلاتے دل والے مکان پر آگیا۔شاہ اپنے ہاتھ کے نیچے اس کے دل کی دھڑکنوں کو محسوس کرتے ہوئے مسرور ہونے لگا وہ بہک رہا تھا۔ہمیشہ کی طرح میرب کی اتنی زیادہ نزدیکی شاہ کو اسی طرح بہکا دیتی۔

"شاہ کا دل بھی زوروسے دھڑک رہا تھا جیسے کہ آج شاہ کا دل بھی دیواریں توڑ کر باہر آنے کو بے قرار تھا۔شاہ کے ہاتھ نے اپنی جان کے دل کی دھڑکنوں کو بہت دنوں کہ بات محسوس کیا تھا۔۔۔



"شاہ ہ ہ۔۔۔۔بولو شاہ کی جان شاہ کے نام کو مدھم آواز میں کھینچتے ہوئے میرب کی سانسیں تیز ہونے لگی۔شاہ کے بھاری ہاتھ کا سخت لمس دل والے مقام پر محسوس کرتے ہوئے وہ لرز گئی۔۔

"شاہ کے ہاتھ کے لمس دل والے مقام پر سخت ہوئے تو میرب سسکیاں بڑھنے لگی۔

۔وہ پلٹ کر شاہ کے گلے میں باہیں ڈالے اس کے سینے سے آن لگی۔شاہ کے آتشی لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اپنی جان کے اس انداز پر۔۔۔

"جان شاہ مر کر بھی نہ ٹوٹے یہ رشتہ ہمارا!اس طرح سے اپنی روح میں سماں لوں تجھ کو!نہ جانے کیسا رشتہ ہے اس دل کا تجھ سے دھڑکنا بھول جاتا ہے تیرے پاس آنے سے!! میرب کے کان میں سرگوشی کرتے ہوئے کان کی لو کو چوم کر دانتوں کی چبن دی۔۔۔

وہ سسکی تھی!!شاہ نے بے خودی سے جھکتے دہکتے اپنے ہونٹ میرب کی شہ رگ پر رکھے تھے۔۔۔اسکے ہونٹوں کے شدت سموئے لمس کو محسوس کرتے وہ خشک ہوتے حلق سے سسکیاں نکلنے لگی۔مگر آواز جیسے حلق میں دب سی گئی تھی۔۔۔اپنے شاہ آگے وہ خود کو بے بس محسوس کرنے لگی۔وہ جانتی تھی کہ شاہ کا انداز محبت بہت سخت ہے۔مگر آج وہ کسی بھی طرح کی مزاحمت کرکے شاہ کے لبوں کی ہنسی کو چھین نہیں سکتی تھی۔

"آج کی ساری جدوجہد اپنے شاہ کی لبوں کی ہنسی کو واپس لانے کے لیے ہی تو تھی تو پھر مزاحمتیں کیسی

۔

۔آج بہت دنوں کے بعد شاہ اس کے اتنے قریب آیا تو انداز میں سختی کچھ زیادہ ہی تھی۔میرب خود کو مضبوط ثابت کرتے ہوئے اپنی شاہ کی محبت میں ہر لمس ہر چبھن کو سہتے جارہی تھی۔۔

۔ایک دم سے بے خود ہو کر میرب کے بالوں کو ہلکا سا جھٹکا دیتے ہوئے اسکے ہونٹوں پہ اپنے دہکتے لب رکھ اس کی نازک سی پنکھڑیوں کو آتشی لبوں کی قید میں لے گیا۔۔۔

"شاہ کے لب لبوں کی گرمی میرب کی پنکھڑیوں کو جلا رہی تھی۔ شاہ بہت بے قابو ہوتے ہوئے پنکھڑیوں کی نمی کی ہر بوند کو پیتے ہوئے اپنے ہونٹوں سے حلق کو ترک کر رہا تھا۔۔

وہ بہت دنوں کیا پیاسا صحرا میں بھٹکنے کے بعد اج اپنے محبوب کے لبوں سے پیاز بجھا رہا تھا۔جو اتنی جلدی نہیں بجھ سکتی تھی۔۔

"شاہ دور تھا تو دور تھا اب کریب آ کر وہ خود کو سنبھال سکے ، یہ رومان شاہ کیے طوفانی جزباتوں کی بس کی بات نہیں تھی۔۔

"وہ اتنا بہک چکا تھا کہ میر کی سانسیں حلق میں اٹکی ہوئی تھی۔ مگر وہ آنکھیں بند کیے ہوئے اس کی کمر پر ایک ہاتھ رکھے۔ اسے خود کے بے حد قریب کیے، اس کے چہرے پر جھکا اپنی پیاس مٹا رہا تھا۔۔

۔شدت پیاس اس قدر تھی کہ میرب کو اپنی سانس سے لینے کے لیے اس کا محتاج ہونا پڑا۔۔ اسے اپنے لبوں پر جلن محسوس ہونے لگی۔

"جب شاہ کو اس نے کاندھوں پر ہاتھ رکھ کر تھوڑا دور کرنا چاہا تو مقابل کی گرفت اسکی قمر پہ بڑھنے لگی۔۔۔ اسکی نازک سی قمر پر شاہ کی سخت انگلیاں دسنے لگی۔۔۔ انداز ایسا جیسے کہہ رہا ہو کہ دوبارہ ایسی جرات مت کرنا۔۔

"سانسوں کو خود میں انڈیلتے شاہ بے خود سا ہو کر اسکے نازک وجود کو اپنی الفت سے اسے بھگو رہا تھا۔

اسکی نرم گرم سانسوں کو خود میں اترتا محسوس کرتے شاہ کے اندر جیسے جذباتوں کا طوفان سا برپا ہو۔۔

۔ سختی کمر پر پہلے سے زیادہ کرتے ہوئے اسے خود کے ساتھ لگائے ہوئے۔ مگر پنکھڑیاں اب کی بھی اس کی قید میں تھی اتنے دنوں کی شدت کو وہ اپنی سختیوں سے پورا کر رہا تھا۔۔

۔اپنی بڑھتی تشفی اسکے گلابی نازک ہونٹوں سے بجھاتے وہ آنکھیں موندے سکون اپنے اندر تک اترتا ہوا محسوس کر رہا تھا۔۔

کہ اپنے چہرے پہ نمی کو محسوس کیے شاہ نے خماری سے بھری ہوئی بھاری اپنی سرخ ہوتی آنکھوں کو کھولتے میرب کو دیکھا۔۔

"اسکی نم آنکھوں کو دیکھ وہ ناچاہتے ہوئے بھی اسکے ہونٹوں کو آزادی دیتے ہوئے احسان کر گیا۔۔

"شاہ کیا ہو گیا تھا آپ کو !!مجھے سانس نہیں آرہی تھی۔اس کے سینے پر سر رکھتے ہوئے شکوہ کر رہی تھی۔۔

"شاہ کی جان سانس تو مجھے بھی نہیں آرہی تھی۔ جتنی مشکل میں تم تھی اتنی ہی مشکل میں، میں بھی تھا، اگر تمہارے لبوں سے خود کو پوری طرح سے صحراب نہ کرتا تو جیسے مر رہا تھا۔۔

"اس کی کمر پر اپنی ہاتھوں کی گرفت کو نرم کیا۔ باہوں کا گھیر ا اس کے گرد بناتے بالوں پر لب رکھ دیے محبت سے بھرا لمس دیا۔ جیسے اپنی سختی کی تلافی کر رہا ہو۔۔

"میری جان نے ہماری اینیورسری کا سرپرائز تو بہت خوبصورت پلین کیا ہے۔ کمرے میں نظر دوڑاتے ہوئے حوش کی دنیا میں واپس آیا تھا۔۔۔

"سوری میں تو اپنی جان کے لیے کوئی گفٹ نہیں لا سکا انداز شرمندگی سے کہا۔



"شاہ آپ تو خود میرے لیے خدا کا دیا ہوا ایک گفٹ ہے۔ اور پھر بھی اگر آپ مجھے کوئی گفٹ دینا چاہتے ہیں تو مجھے میرا شاہ واپس لوٹا دیں۔۔۔ یہ خاموش شاہ زرد چہرہ زندگی سے بیزار آنکھیں مجھے اٹپ ایسے اچھے نہیں لگتے۔۔۔

"شاہ کی سخت بیرڈ والی گال پر ہاتھ رکھتے ہوئے سہلا رہی تھی۔ کتنا بدل گیا تھا اس کا شاہ۔ چہرہ بے حد مرجھایا ہوا الگ رہا تھا۔ میرب کے دیکھنے کے انداز سے میرب کے شاہ سے محبت چھلک چھلک کر اس کی آنکھوں سے دکھائی دے رہی تھی۔۔

"وہ بڑی محبت اور غور سے اپنی میرب کو دیکھ رہا تھا۔ جو اپنے شاہ کو خوشی کے پل دینے کے لیے اپنی فطرتی شرم وحیا کو بلائے طاق رکھ کر خود کو اس کے سامنے رکھے ہوئے تھے۔۔۔

"جس حال میں اس وقت میرب کھڑی تھی ایسے میں تو میرب آنکھیں تک نہیں کھولتی تھی۔ مگر آج اپنی شاہ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کر رہی تھی۔۔

"اسے پتہ تھا کہ میرب یہ سب اس کی زندگی میں خوشیوں کے رنگ بھرنے کے لیے کر رہی ہے۔۔۔ اسے قدر تھی میرب کی سچی محبت کی، اس کا دل جانتا تھا کہ وہ میرب کے ساتھ بھی غلط کر رہا تھا۔۔۔

"وہ اس طرح زندگی سے کٹ کر نہ تو وہ اسے ٹائم دے رہا تھا۔ اور نا ہی اسکے جائز حقوق پورے کر رہا تھا ۔جس کے لیے وہ خود سے بھی شرمندہ تھا اور اپنے رب سے بھی۔۔

"شاہ پلیز اگر مجھے گفٹ دینا ہے تو مجھے میرا پہلے والا شاہ واپس کر دیجئے سینے سے سر کو اٹھائے نظروں سے التجائے محبت کر رہی تھی۔۔۔

"آئی لو یو شاہ کی جان اب میری جان کو مجھ سے کوئی شکایت نہیں ہو گی۔وعدہ کرتا ہوں کہ کل سے تمہیں تمہارا شاہ واپس مل جائے گا۔۔بلکہ آج سے ہی مل جائے گا۔۔۔میں کون ہوتا ہوں تمہارے شاہ کو تم سے دور کرنے والا۔اور گزرے دنوں کی معذرت چاہتا ہوں۔۔شاہ کے لہجے سے مٹھاس شہد بن کر ٹپک رہی تھی۔۔

۔وہ اپنی بیوی کی اتنی پیاری اور معصوم سی خواہش کو تو وہ پورا کر ہی سکتا تھا۔ جس کو وہ اپنی پہلی اینیورسری پر بطور گفٹ مانگ رہی تھی۔۔۔تھینک یو۔تھینک یو سوچ شاہ!!



"شاہ کی کمر کے گرد اپنی نازک سی باہوں کا حصار بناتے ہوئے خود کو اس کے مظبوط چوڑے سینے کے اندر چھپاتی چلی گئی۔۔۔۔

'میری جان میرے خیال سے کیک کاٹ کر سیلیبریٹ کر لیتے ہیں۔ورنہ تمہاری اتنی محنت ضائع جائے گی۔

۔کیونکہ تمہارے شاہ میں صبر نام کی کوئی چیز نہیں۔میری جان تم بہت اچھی طرح سے واقف ہو۔۔

'گھمبیر آواز میں کہا۔اس کے گال پر لب لگاتے ہوئے لمس دیا۔۔

"جی وہ شاہ کے خماری سے بھری آواز سے شرماتے ہوئے پیچھے ہوئی۔ اپنی۔ساڑی کے پلو کو ایک کاندھے سے دوسرے کاندھے پر ڈالتے ہوئے خود کو چھپانے کی بے جاں سی کوشش کی۔جو کہ فضول تھی۔۔۔نیٹ کی ساڑی اس کے خوبصورت جسم کی رعنائیوں کے کو چھپانے سے بالکل قاصر تھی۔۔



" آؤں ہوں!!! جان شاہ اس کا کوئی فائدہ بھی نہیں ہے اور میری طرف سے اجازت بھی نہیں۔۔۔ اس کی ساڑی کے پلے کو واپس سے کلوز کرتا ہوا ایک ہی کاندھے پر ڈال دیا۔۔۔۔

۔ تھوڑا پیچھے ہٹ کر اس کی خوبصورت سراپے کو گہری نظروں سے دیکھا۔ انگلی اور انگوٹھے کو گولائی میں جوڑتے ہوئے پرفیکٹ کا اشارہ دیکھ دیا۔۔۔۔

۔ آنکھ کو دباتے ہوئے شرارتی انداز سے اس کی کمر میں ہاتھ ڈالتا ہوا۔ اسے ٹیبل پر رکھے ہوئے کیک کے پاس لے آیا۔۔

کیسا ہے !!کیک کی جانب اشارہ کرتے ہوئے میرب نے پوچھا۔۔ بالکل تمہارے جیسا خوبصورت میٹھا لذیذ دلفریب شاہ کی آنکھوں میں اس وقت خماریوں کا ایک جہاں آباد نظر آرہا تھا۔۔

"میرب نے پلکیں جھکالی شاہ کی انکھوں میں دیکھنے کی ہمت نہیں تھی۔ وائٹ کریم سے چھوٹا سا ایک ہارڈ کیک بنا ہوا تھا۔ جس کا اوپر والا حصہ فل ریڈ کلر کے گلاب کے پھولوں سے بنایا ہوا تھا۔۔

۔ کریم سے بنے ہوئے ریڈ گلاب کے پھول بے حد خوبصورت لگ رہے تھے۔ ایک سائیڈ پر کیک کونے پر اور چھوٹا سا وائٹ کلر کا ہارٹ بنا ہوا تھا۔ جس کے اوپر ہیپی اینیورسری بہت خوبصورتی سے لکھا گیا۔۔۔

۔پاس چھوٹی سی knife رکھی ہوئی تھی جس کے ہینڈل پر ریڈ کلر کا خوبصورت ربین بینڈ باندھ کر فلاور بنایا ہوا تھا۔۔شاہ نے knife اٹھا کر میرب کے ہاتھ میں دی۔۔اور خود میرب کی پشت پر آن کھڑا ہوا۔۔۔

۔اپنا ایک ہاتھ میرب کے پیٹ پر باندھ لیا۔ جہاں پر اس وقت کپڑے نام کی کوئی چیز موجود نہیں تھی۔کیونکہ ساڑی کا بلاؤز بے حد چھوٹا تھا۔نیچے والی فال اور بلاؤز کے درمیان جو جگہ خالی تھی۔وہاں پر شاہ نے اپنا ہاتھ رکھا ہوا تھا۔۔۔

۔شاہ کے ہاتھ کی حدت سے میرب ایک بار پھر سے کسمائی تھی۔جو خود کو بہت کمفرٹیبل کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔

۔اپنا مضبوط ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھتے ہوئے knife سے کیک کو دو طرف سے ہلکا سا کٹ لگاتے ہوئے ٹرائی اینگل کی شیپ میں ایک چھوٹا سا پیس کٹ کر لیا۔۔۔

۔ چھری کو سائیڈ پر رکھتے ہوئے شاہ نے اس پیس کو اٹھایا اور میرب کے لبوں سے لگا دیا۔۔میرب نے چھوٹی سی بائٹ لے کر اپنا ہاتھ باقی کے کیک کے ٹکڑے کی طرف بڑھایا۔ جو کہ وہ شاہ کو کھلانا چاہتی تھی۔۔۔۔۔

"اوں ہوں!! شاہ نے اپنا چہرہ سائیڈ پر کرتے ہوئے نفی میں سر کو نفی میں ہلایا۔ میں اپنا منہ میٹھا اپنے انداز سے کروں گا۔ یہ سیدھے سادے طریقے سے کیک بچے کھاتے ہیں۔۔۔

"میری انیورسری کا کیک ہے میں اپنے انداز سے ہی کھاؤں گا۔۔۔۔

شاہ ہماری اینیورسری ہے!!!

"تو ٹھیک ہے تم بھی میرے انداز سے کیک کھالینا!!!

" میرب تو اپنی بات میں خود ہی پھنس گئی۔۔۔۔۔

"جی نہیں میں نے جیسے کھالیا وہ ٹھیک ہے منمنائے ہوئے آواز میں کہا۔۔

"او کے جیسے تمہاری مرضی مگر میں تو کیک اپنے انداز سے ہی کھاؤں گا!!

۔کہتے ہوئے میرب کے تھوڑا سا سامنے ہو کر اس کے لبوں پر جھکا اور لبوں پر لگے ہوئے کیک کو اپنی زبان سے صاف کیا۔اور ساتھ میں ایک بار پھر اپنے لبوں کی شدت اس کی پنکھڑیوں پر دکھا گیا۔۔

"یہ ہوتا ہے اینیورسری کے کیک کو سیلیبریٹ کرنے کا طریقہ۔۔میرب جو شاہ کے انداز سے شرما کر نظر جھکائے کھڑی تھی۔۔شاہ اس کی حالت کو دیکھ کر محظوظ ہو رہا تھا۔۔



"ہمم!!

"کیا!!

شان نے اسے یوں شرماتا ہوا دیکھ اپنا کاندھا مارتے ہوئے دونوں آئی بروا ٹھا کر اشارہ کیا۔۔میرب کو سمجھ نہیں آئی تھی کہ شان نے کیا کہا ہے۔اس لیے اس نے کنفیوز سے انداز میں (کیا) کہا۔۔

"میں نے کہا جان شاہ باقی کی اینیورسری سیلیبریٹ کرنا شروع کریں۔رات کے دو بج رہے ہیں۔۔

"میرب نے پلکیں جھکائے شاہ کے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے اپنا چہرہ چھپا لیا۔۔وہ شاہ کی اس بات کا بھلا کیا جواب دیتی۔۔۔

"جان شاہ تمہاری چپ کو بھی شاہ ہاں ہی سمجھے گا۔اور مزاحمت کو بھی ہاں۔ تمہاری نا کو بھی ہاں۔۔

کیونکہ شاہ کو جب اپنی میرب کے پاس آنا ہوتا ہے تو شاہ کو کسی کی بھی اجازت کی ضرورت نہیں ہوتی ۔۔۔جھک کر پورے حق میرب کو اپنے باہوں میں اٹھاتے ہوئے بیڈ پر لا کر بھری نرمی سے لٹا دیا۔

"روم کو ریڈ اور وائٹ غباروں سے بہت خوبصورت ڈیکوریٹ کیا گیا تھا۔نیچے زمین پر بھی خوبصورتی سے پھیلے ہوئے ریڈ اور وائٹ بلون بہت دل کش منظر پیش کر رہے تھے۔۔۔

۔بیڈ پر آف وائٹ چادر کے اوپر گلاب کی پتیوں سے ہاڈ بنا اس میں آئی لو یو شاہ لکھا ہوا تھا۔۔۔

۔روم میں ایک رومینٹک ساماحول تاری تھا۔۔۔ آئی لو یو ٹو شاہ کی جان!!بیڈ پر لکھ کے ہوئے آئی لو یو کا شاہ نے اپنے لبوں سے جواب دیا۔۔۔

۔میرب نے شرما کر اپنے چہرے پر ہاتھ رکھ لیا۔۔۔ یہ وقت اس کے لیے بہت کڑاامتحان تھا۔۔وہ ریڈ کلر کی نیم دراز ساری کو پہنے ہوئے بیڈ پر لیٹی تھی۔ جہاں پر اس وقت گلاب کی پھولوں کی مہک پوری طرح سے پھیلی ہوئی تھی۔۔

۔اپنے جسم پر شاہ کی نظروں کی گرمی کو محسوس کرتے ہوئے اس کی ہتھیلیاں پسینے سے نم ہوئی ۔۔پورے وجود میں سنسنی سی دوڑ رہی تھی۔۔۔اپنے ہاتھوں پیروں میں بے جان سی کیفیت لیے وہ آنکھیں بند کر کے اپنے چہرے کو دونوں ہتھیلیوں سے چھپا کر لیٹی تھی۔۔



۔وہ اپنے آتشی لبوں سے مسکراتے ہوئے۔اپنی شرٹ کے بٹن کو کھول کر سائیڈ پر رکھتے ہوئے۔اپنے کسرتی مظبوط وسیع سینے کے ساتھ اس کے اوپر گرنے والے انداز میں جھکا۔۔۔اس کے نازک سے لبوں پر اپنے آتشی لبوں رکھتے ہوئے پنکھڑیوں کو قید کر لیا کچھ دیر پہلے جو نمی بچی تھی۔ان کے ساتھ اب وہ انصاف کرتے ہوئے چوس رہا تھا۔۔

۔بیتابی سے اپنی تشنگی کو مٹانے کے لیے۔اس ہر نقش کو چوم رہا تھا۔۔اس پورے چہرے کو اپنے لبوں کے لمس سے طواف کروا رہا تھا۔۔

۔کانوں کی لو کو چومتے ہوئے دانتوں کا دباؤ دیا وہ سسکی تھی۔۔۔لب تھوڑا نیچے
آکر اس کی خوبصورت گوری گردن پر رکے۔۔۔شاہ کے لبوں کے گرم گرم لمس اپنی بیوٹی بون پر محسوس کرتے ہوئے اس کی سانسیں تیز ہونے لگی تھی۔۔

۔لبوں کے لمسوں کی حدت سے وہ پھڑ پھڑانے لگی۔۔۔جس کو وہ اپنی ہمیشہ والی ادا سے لاک کر چکا تھا ۔۔۔اس کے اوپر براجمان ہو کر لیٹا اس کی ٹانگوں کو اپنی ٹانگ کو میں لاک کر دیا۔۔اس کے دونوں ہاتھ اپنے ایک ہاتھ سے پکڑ کر تکیے پر بن کر دیے۔۔۔۔۔

وہ ایسا ہی تھا اپنی محبت نچھاور کرتے وقت وہ ہمیشہ ظالم بن جاتا۔۔جیسے اس وقت سیل فش بنا ہوا صرف اپنے لبوں کو سکون دے رہا تھا۔۔۔

۔اس کے لب گردن سے نیچے کا سفر طے کر رہے تھے۔میرب کی سانسیں مزید تیز ہونے لگی۔۔ آہ ا !!شاہ کے دانتوں کی چبن کو دل اپنے دل والے مقام پر محسوس کیا وہ سسک رہی تھی۔۔

۔شاہ کے دانتوں کی سختی سے اس کے منہ سے آہ نکلی! جس کو اپنا چہرہ اٹھا کر اس کے لبوں پر لب رکھتے ہوئے خاموش کروا گیا۔۔۔

۔وہ اس کی خوبصورت رانائیوں کو دیکھ کر چومتے ہوئے مسرور ہو رہا تھا۔میری جان شاہ کی قربت کی سختیوں کو سہنا جان شاہ پر لازم ہے۔۔۔میری جان اپنے شاہ کی سخت قربت کو برداشت کرو۔۔۔

تمہارا شاہ اس وقت اپنے بس میں نہیں۔ صبح اٹھ کر معذرت کر لوں گا۔ مگر اس وقت نرمی کی امید مت رکھنا میری جان۔ مجھ سے نہیں ہو گا۔خماردار آواز میں کہتا ہوا واپس دل والے مقام پر چکا۔۔

۔اپنے لبوں پر اس کے دل کی دھڑکنوں کو رقص کرتے ہوئے محسوس کر کے وہ کتنا پر سکون تھا۔وہ اس وقت ہر غم سے دور۔ اس کے چہرے پر میرب کی قربت کی لالی تھی۔لبوں پر میرب کے خوبصورت وجود کی رعنائیوں کی خوشبو تھی۔۔

۔میرب کی تو شاہ نے حالت قابل رحم کرر کھی تھی۔ورنہ وہ اگر دیکھ سکتی کہ اس کا شاہ اس وقت کتنا خوش ہے۔۔

۔وہ بھی تو اپنی شاہ کی محبت میں اپنی نازک کی سی جان کو ہلکان کر رہی تھی۔پوری کوشش تو کر رہی تھی وہ شاہ کی شدتوں کو برداشت کرنے کی۔اپنے شاہ کے چہرے پر مسکراہٹ پھیلانے کے لیے ہی تو اس نے یہ قدم اٹھایا۔۔

۔اس وقت شاہ جتنا بھی بہک جائے میرب کبھی کوئی مزحمت نہ کرتی۔میرب تو اپنے شاہ کے قدموں کی دھول تھی۔



۔وہ چاہے اسے اپنے دل کے تخت پر بٹھا کر اپنی رانی سمجھتا تھا۔۔

۔مگر وہ کبھی میرب کے دل سے پوچھتا جو آج بھی اپنے شاہ کو اپنے سر کا تاج اور خود کو اس کے پیروں کی دھول سمجھتی۔اس کا تو دل کرتا کہ وہ اپنے شاہ کی عشق میں اپنے شاہ پر قربان ہو جائے۔۔وہ اپنی

محبت کی بارش اس پر برسا رہا تھا۔۔اس محبت کی سخت بوندوں کی چبن سے اس کے منہ سے دبھی دبھی سی سسکیاں نکل رہی تھی۔۔

۔وہ اپنی اتنے دن کی دوری کو محبت میں بدلتے کر شدتوں سے مٹا رہا تھا۔۔

۔اس کی نازک سی انگلیوں میں اپنی سخت مضبوط مردانہ ہاتھوں کی انگلیوں کو بھنسا کر۔اس کے دونوں ہاتھ بیڈ پر لاک کر رکھے تھے۔۔

۔اپنے بے باک بہکے ہوئے لبوں کو آوارگی کے ساتھ اس کے پیٹ تک لے آیا۔۔۔پیٹ کو چومتے ہوئے لبوں کے نرم گرم لمسوں کی بارش کر رہا تھا۔۔



۔اس کی سانسیں بہت زیادہ تیز ہونے لگی تھی۔۔۔۔شاہ بہت دنوں کے بعد اس کے اتنے قریب تھا۔۔وہ اسے سانس تک لینے کا موقع نہیں دے رہا تھا۔۔

"اپنی شدتوں کو بڑھاتا ہی چلا گیا وہ اپنے شاہ پر نم آنکھوں سے قربان ہوتی چلی گئی۔۔۔ آج بہت دنوں کے بعد رات کی چاندنی نے شاہ اور میر کی ایک خوبصورت رات کی داستان کو مکمل ہوتے ہوئے دیکھا تھا۔۔۔۔۔۔

۔چاندنی بھی بہت خوش تھی شاہ اور میرب کو داستان محبت مکمل کرتے ہوئے دیکھ۔۔

۔میرب اور رومان شاہ کی بے مثال محبت۔۔۔۔ ایسی محبت نا کسی نے آج تک کی نا کوئی کر سکتا تھا۔ہیر رانجھا سسی پنو شیری فرہاد دیوداس پارو یہ سب تو گزرے وقت کی کہانیاں بن چکی تھی۔۔

آج کے دور میں زندہ اور مثالی محبت تھی رومان شاہ اور میرب کی۔۔



۔۔وہ میرب کا شاہ تھا!!!اور وہ رومان شاہ کی۔جان شاہ۔۔

oooooooooo

میرہا آج بہت دنوں کے بعد اپنے سسرال میں رکنے آئی تو ملک زبیر اور اس کی اہلیہ اپنی بہو کو دیکھ کر بہت خوش تھے۔۔۔۔

۔ان کے گھر میں ایک رونق سی لگ گئی تھی۔کھانا کھانے کے بعد بہت دیر تک وہ اپنی ساس اور سسر کے کمرے میں بیٹھی ہوئی باتیں کرتی رہی۔۔

۔مرہا بھی آج بہت اچھا فیل کر رہی تھی اپنے گھر والوں کو ٹائم دے کر۔اب رات کافی ہو چکی تھی تو اجازت لیتے ہوئے اپنے روم کا روخ کرتی ہوئی باہر
آگئی۔۔۔۔

۔روم کا دروازہ کھولا اور اپنے گلے میں سے دوپٹہ نکال کر اس نے صوفے پر رکھ دیا۔۔وہ سیدھی واش روم میں گئی تھی۔فریش ہو کر چہرے کو ٹاول سے صاف کرتے ہوئے۔

۔اپنے روم کے خوبصورت ڈریسنگ مرر کے سامنے سے رکھا ہوا برینڈڈ ماچرائزر اٹھایا۔ جو وہ رات کو روز اپنے ہاتھوں پر لگا کر سوتی تھی۔اسے آج بہت دنوں کے بعد اپنے روم میں آ کر بہت اچھا لگ رہا تھا۔۔۔

۔اس کمرے میں اس کی بہت سی خوبصورت یادیں تھیں۔وہ اپنے دل میں میر کو سوچ رہی تھی۔ کہ کاش میر بھی یہاں ہوتے۔۔ ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے اپنے میر کو یاد کرتے وقت اس کے دل نے ایک زوردار بیٹ مس کی۔۔۔

۔وہ لپک کر اپنے فون کی جانب گئی تھی اس کے کان اس وقت اپنے میر کی آواز سننا چاہتے تھے۔ وہ جانتی تھی کہ اس کا میر اس وقت اس سے بہت دور ہے وہ اس کے پاس نہیں آ سکتا۔۔۔

۔نمبر ڈائل کر کے وہ بیڈ پر لیٹ گئی ریموٹ سے روم کی لائٹ آف کر کے سائڈ ٹیبل پر رکھے لیمپ کو جلا دیا۔۔

۔شاہ میر فون نہیں اٹھا رہا تھا۔ رات کافی ہو چکی تھی۔ شاید وہ سو چکا تھا۔ مرہا نے اپنے دل کو سمجھاتے ہوئے فون سائیڈ پر رکھ دیا۔ بلینکٹ کو اپنے اوپر کھینچتے ہوئے کروٹ لے کر آنکھیں بند کر لیں۔۔۔

۔اسے سوئے ہوئے کچھ دیر ہی گزری تھی۔ ابھی وہ مکمل گہری نیند میں نہیں گئ۔ اس کی آنکھ ایک انجانے سے خوف کو محسوس کرتے ہوئے کھلی۔۔

۔اسے اپنے روم میں ایک عجیب سا خوف محسوس ہوا۔ جیسے کوئی ہلچل ہو۔ جیسے کوئی نظریں اس کا تعقب کر رہی ہوں۔ کسی کی سانسوں کی آواز کو اس نے اپنے روم میں محسوس کیا۔۔۔

۔وہ گھبرا کر بیڈ پر ایک دم سے اٹھ کر بیٹھ گئ۔۔ اسے کی سامنے جو نظریں کھڑکی کے اوپر پڑی۔ تو آہ آہ؟؟؟؟؟ºººººººººº,

آآ!!!

کمرے میں محدود روشنی ہونے کی وجہ سے مرہا کو تیزی سے آنے والے کی شکل ٹھیک سے نظر نہیں آئی۔ بھاری ہاتھ سے اس کی آواز کو روک دیا گیا۔ ڈر اور خوف کی شدت سے مرہا کا وجود کانپ رہا تھا۔۔

۔مرہا کو خود کی جان بچانے کے لیے اور کوئی ہتھیار نظر نہیں آیا تو اس نے مقابل کے ہتھیلی پر زور سے دانت گاڑ دیے۔ جس سے مقابل نے درد کی شدت سے ہاتھ پیچھے کیا۔۔۔

۔وہ جلدی سے بیڈ پر سے اترتی ہوئی روم کے دروازے کی جانب بھاگی تھی کہ آنے والے شخص نے میرہا سے پہلے فاصلہ طے کرتے ہوئے ہینڈل پہ رکھے اس کے ہاتھ پر اپنا مضبوط ہاتھ رکھ کر اس کی پشت کو اپنے سینے سے لگایا۔۔

۔دونوں ہاتھوں کو سامنے کی جانب آپ ایک ہاتھ سے لاک کر دیا۔

۔ چھوڑو مجھے چھوڑو میں مار دوں گی۔ آپ کو کون ہو تم تمہیں پتہ نہیں ہے میرے شوہر کا وہ تمہیں گولیوں سے اڑا دے گا۔۔۔

۔وہ خود تو کچھ کرنے کی حالت میں نہیں تھی۔ اور ویسے بھی وہ تو اتنی ڈرپوک تھی کہ گھر میں چھپکلی دیکھ کر پورے گھر میں ناگن ڈانس کرتی پھرتی۔ تو اس نے کسی کا کیا بگاڑ لینا تھا۔۔۔

۔مگر اپنے شوہر کے بہادر ہونے کی دھمکی وہ پورے کھڑاک سے دے رہی تھی کہ اچانک میرہا نے کچھ محسوس کیا۔۔۔

۔اس شخص کے جسم سے اڑتی ہوئی کلون کی خوشبو بہت جانی پہچانی تھی۔ڈر سے دھڑکتے ہوئے دل کو بیٹ مس کرنے میں دیر نہیں لگی۔۔

۔کیونکہ یہ خوشبو اس کے میر کی تھی وہ ڈر سے اتنی گھبرائی ہوئی تھی کہ اس نے میر کا چہرہ تک نہیں دیکھا تھا۔بس پاگلوں کی طرح روم سے باہر کی جانب بھاگ اٹھی تھی۔۔

۔وہ جان چکی تھی کہ وہ اس کا پیارا شوہر ہے۔۔اب وہ بھی تیز دھڑکنوں سے چپ چاپ اپنے چالاک شوہر کی چالاکی پر محدود روشنی میں مسکرا دی۔۔



۔اس کی جھٹپٹاہٹ کو رکا ہوا دیکھ میر کو حیرانی ہوئی۔

مرہا تم ٹھیک ہو!!!

میر کو لگا کہ مرہا ہمیشہ کی طرح صدمہ برداشت نہ کرتے ہوئے بے ہوش ہو چکی ہے۔مرہا نے بھی بھرپور ایکٹنگ کی اور لہراتے ہوئے نیچے گرنے لگی تھی۔

۔ویسے تو مرہا کو گرنے سے بہت ڈر لگتا۔مگر اس وقت وہ جانتی تھی کہ میر تو کبھی اسے پر آنچ تک نہ آنے دے تو مرہا زمین پر میر کے ہوتے ہوئے کیسے گر سکتی تھی۔۔۔

۔اس کی امید کے مطابق میر نے اسے گرنے سے بچانے کے لیے اس کی کمر پر ہاتھ رکھتے ہوئے تیزی سے اسے اپنے ساتھ لگالیا۔۔

۔وہ بہت ڈر گیا تھا مرہا۔۔۔مرہا کا نام لے کر اس کو گھبرائی ہوئی نظروں سے دیکھ کر بلا رہا تھا۔۔اپنے مضبوط ہاتھ سے اس کی گال کو تھپتھپاتے ہوئے اسے ہوش میں لانے کی کوشش کی۔۔۔

۔مرہا سوری یار میں تو تمہیں سرپرائز دینا چاہتا تھا!!مجھے نہیں آئیڈیا تھا کہ تم یار اتنی ڈر جاؤ گی۔مرہا نے آنکھیں کو تھوڑا سا کھول کر میر کی جانب دیکھا۔

۔جو اس کے چہرے پر اپنی نظریں مرکوز کیے ہوئے بہت گھبرایا تھا مرہا نے آنکھ دبا کر میر کو حیران کر دیا۔۔

۔مرہا کی بچی تم یہ سب ڈرامہ کر رہی تھی۔گھورتے ہوئے مرہا سے کہا۔

۔کیوں ڈرامہ کرنا صرف آپ کو آتا ہے پتہ ہے آپ نے مجھے کتنا ڈرا دیا تھا۔میری تو جان ہی نکل گئی تھی مجھے لگا پتہ نہیں کون ہے کمرے میں آپ کو ذرا بھی مجھ پر ترس نہیں آیا۔وہ ایک ہی سانس میں بولتی چلی گئی۔۔۔

۔بھلا ایسے بھی کوئی سرپرائز دیتا ہے۔وہ ناراض تو بالکل بھی نہیں تھی اب تو وہ اپنا ڈر بھی بھول گئی ۔اسے تو بس یہ خوشی تھی کہ آج اس کا میر اس کے پاس ہے۔۔۔

۔اس کی باہوں کے من پسند گھیرے میں کھڑی ہوئی اسکے سینے پر دونوں ہاتھ رکھ کر مسکراتی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

۔ترس کی بچی پولیس والے سے چالاکی مہنگی پڑ سکتی ہے۔جان نکال لی ہے تم نے میری اسے کس کے گلے لگاتے ہوئے اس کے ماتھے پر اناپی لبوں سے لمس چھوڑا۔۔

۔چھوڑیں اس بات کو آپ مجھے یہ بتائیں آپ نے مجھے آنے سے پہلے بتایا کیوں نہیں ۔۔اور آپ چوروں کی طرح گھر میں داخل کیوں ہوئے۔ آپ کو کیسے پتہ تھا کہ میں روم میں ہوں۔۔۔

۔جبکہ میں تو بھائی کے گھر پر ہی رکی ہوئی تھی۔ آج اچانک ہی تو میں نے آنے کا پلان کیا تھا۔۔وہ بہت سارے سوال ایک ساتھ کرتی ہوئی۔ میر کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اپنی اداسی کو مٹانے کے لیے اس کے فولادی چٹان کے جیسے سینے سے لگی ہوئی تھی۔۔

۔ہاتھوں کو مضبوطی سے اس کی کمر پر باندھ رکھا تھا۔۔



۔بس بس بس !!!میری جان سانس لے لو،ایک ساتھ اتنے سوال میں کہیں بھاگا نہیں جا رہا۔ تمہارے پاس ہی ہوں جتنے مرضی سوال کر لینا۔اسے اپنے سینے میں سماتے ہوئے گرفت کو مضبوط کر گیا۔۔

۔نہیں آپ مجھے ابھی کے ابھی جواب دیں۔ میرے سارے سوالوں کا!!

۔آج بہت دنوں کے بعد وہ اپنے میر کی باہوں میں تھی۔تو یہ لاڈ تو اس نے اٹھوانے ہی تھے۔۔

۔وہ جانتی تھی کہ اس کا میر اس کی اسی اداؤں پہ مرتا ہے۔اسے بھی اپنے سارے سوالوں کا جواب ابھی کہ ابھی چاہیے تھا۔

۔اوکے میر کی جان دے دیتا ہوں سارے سوالوں کے جواب۔ مگر اس سے پہلے ذرا مجھے فریش ہو لینے دو۔ تشنگی سے بھری ہوئی آنکھوں سے دیکھتے ہوئے بولا۔۔

۔مرہانے کہا چلو ٹھیک ہے اسے لگا کہ میر بہت تھکا ہوا آیا ہے۔آخر اس نے لاہور سے کراچی کا سفر کیا تھا۔اور اس سے پہلے تین گھنٹوں کا سفر طے کر کے وہ لاہور پہنچا ہو گا۔کیونکہ جس گاؤں میں شاہ میر کی پوسٹنگ تھی۔وہ لاہور سے تین گھنٹے کے سفر کی دوری پر تھا۔۔

۔تو شاہ میر کافی تھکا ہوا ہو سکتا تھا یہی سوچ کر میر ہانے حامی بھر لی۔۔۔اس نے سوچا چلو کوئی نہ بات نہیں میں اپنے سوالوں کے جواب تو لے ہی لوں گی۔۔

۔اسے لگا کے وہ شاید شاور لینا چاہتا ہے۔ مگر یہ تو اس کی غلط فہمی تھی بے وقوف لڑکی سمجھی نہیں کہ وہ کیا کہہ رہا تھا۔۔۔

۔بس حامی بھر چکی تھی۔ وہ تو نادان لڑکی کو تب پتہ چلا جب وہ سر کے پیچھے سے ہاتھ رکھتا ہوا تھوڑا اسے پیچھے جھکاتے ہوئے۔ اپنے لب اس کے لبوں پہ رکھ کر اس کی نازک سی پنکھڑیوں کو اپنے انابی لبوں کی قید میں لے گیا۔۔۔

۔وہ بہت دنوں سے اپنی جان سے وہ دور تھا۔ یہ دوری اس نے کیسے برداشت کی یہ تو اس کا دل ہی جانتا تھا۔ اسے نہ راتوں کو نیند آتی نہ دن کو چین وہ کتنے دنوں سے ہجر کی سولی پر لٹکا ہوا تھا۔۔۔



۔آج اپنی جان کے لبوں پر لب رکھتے ہی اس کا دل خوشی سے جھوم اٹھا تھا۔ ایک ہاتھ اس کی کمر پر رکھے ہوئے

اسے دباؤ بڑھاتے ہوئے اور بھی اپنے قریب کر لیا۔۔۔

۔وہ اس اچانک ہوئی آفات سے اپنے دونوں ہاتھ اس کے دونوں کاندھوں پر رکھے ہوئے اپنی لبوں کی نمی سے اپنے میر کو صحراب کررہی تھی۔۔۔

۔آخراس کی پنکھڑیاں بھی تو اپنے میر کے ہونٹوں کے لمس کو محسوس کرکے خوش ہوئی تھی۔۔وہ بھی تو بہت دن سے اپنے میر سے دور تھی۔۔۔بے شک اس وہ ابھی اس عمل کے لیے تیار نہیں تھی۔۔۔
۔میر نے اچانک حملہ اس کے لبوں پر کر دیا مگر پھر بھی وہ بہت پر سکون تھی۔اپنے میر کی وجود کی اڑتی ہوئی مردانہ پرفیوم کی مہک اس کی دل کی دھڑکنوں کو بے ترتیب کررہی تھی۔۔

۔اس کی کنٹرتی سینے سے لگی ہوئی اس کے باہوں کے مضبوط گھیرے میں تھی۔وہ گھیرا جس میں وہ ہمیشہ خود کو محفوظ محسوس کرتی۔۔وہ اپنے میر کے لبوں سے اپنی پنکھڑیوں کو آزاد کروانا ہی نہیں چاہتی تھی۔۔۔



۔اتنے دنوں کی دوری کے بعد بھی اس نے اپنی مرہا کے لبوں کی نمی کو بڑی نرمی سے پیا تھا۔۔

۔وہ کہاں اپنی جان کو تھوڑا سا بھی سانسوں کے لیے ترستا ہوا نہیں دیکھ سکتا تھا۔۔۔۔وہ بڑی مشکل سے پیچھے ہوا۔

۔میر کا دل سے ناراض تھا دل بھرا نہیں تھا۔مگر اس نے اپنے لبوں سے اس کی پکڑیوں کو آزاد کر دیا۔۔۔

۔مگر یہ کوئی تھوڑے سے ٹائم میں نہیں ہوا تھا۔اچھی خاصی نمی کو اپنے اندر انڈیلنے کے بعد ہی وہ پیچھے ہٹا تھا۔مگر اس کا دل جو مرہا کی دوری سے بہت اداس تھا۔وہ خوش نہیں تھا مرہا کے لبوں سے پیچھے ہٹ کر۔۔۔۔

۔اپنے دل پر ضبط کرتے ہوئے وہ پیچھے ہو گیا۔میرہا اب بھی آنکھیں بند کیے ہوئے ہاتھ اس کے کاندھوں پر رکھے کھڑی تھی۔۔۔



۔مدھم روشنی میں میر نے اپنی مرہا کے معصوم چہرے کو بڑی گہری نظروں سے دیکھا۔۔۔اسی معصوم خوبصورت چہرے کو دیکھنے کے لیے ہی تو وہ اتنا سفر کر کے زبردستی چھٹی لے کر آیا تھا۔۔۔۔جتنے دن اس نے اپنی مرہا کے بغیر گزار لیے تھے اس سے زیادہ کہ اس میں ہمت نہیں تھی۔۔۔

۔میری جان نے مجھے مس کیا !!!!

"بہت۔۔۔۔زیادہ!!!

وہ لبوں کا ملاپ کروا کر پیچھے ہوا۔۔اس کے چہرے کو گہری نظروں سے دیکھ کر اپنے دل کی تسکین کے لیے اس سے سوال کیا۔۔۔

۔اس کی چھوٹی سی ناک کو اپنی ناک سے رب کرتے ہوئے لبوں سے چوم لیا۔۔

۔نیچے جھک اسے اپنی گود میں اٹھا کر پاس ہی رکھے ہوئے کنگ سائز صوفے پر بیٹھ گیا۔۔اسے بھی اپنی گود میں ایک سائیڈ کو ٹانگے کیے ہوئے بچوں کی طرح بٹھائے ہوئے تھا۔۔۔وہ بھی اپنے میر کے گلے میں آپ ی باہوں کا ہار ڈال کر۔اس کے کاندھے پر سر رکھے ہوئے تھی۔۔۔

۔چلو میری جان نے جتنا مس کیا ہے اپنی ہونٹوں سے یہاں پر کسیاں کر کے بتاؤ۔شرارتی لہجے سے اپنے ہونٹوں کو انگلی سے پوائنٹ کرتے ہوے کہا۔۔۔

۔میر آپ اکیلے رہ کر کچھ زیادہ ہی شرارتی نہیں ہو گئے۔اس کے بازو پر پیار سے چٹکی کاٹتے ہوئے مسکرائی تھی۔۔

۔میری پیاری بیوی اس میں شرارتی ہونے والی کون سی بات ہے میں نے تمہیں جتنا مس کیا اس کا کچھ حصہ تو میں نے آتے ہی ظاہر کر دیا۔۔۔

۔وہ میرہا کی پنکڑیوں کو اچھی خاصی مشکل میں ڈال کر وہ صرف کچھ حصہ ہی کہتے ہوئے بولا تھا۔۔

۔اگر تم نے مجھے مس کیا ہے تو پھر تم بھی ظاہر کرو۔۔۔اسے اپنی گود میں بیٹھائے ہوئے لب اس کی گردن پہ رکھ کر چھوٹے چھوٹے نرم گرم لمسوں کی بارش کر رہا تھا۔۔

۔اپنی بیوٹی بون پر میر کے لبوں کے لمس سے مرہا کی آواز لڑکھڑانے لگی۔مرہا کے کی آواز لڑکھڑانے پر میر کے انابی لب مسکرائے۔۔

۔اپنی شرٹ کے اندر سے میر کے سخت حدت زدہ ہاتھوں کا لمس محسوس کر کے وہ سبک کر اس کی گود سے اٹھنے لگی تھی۔۔ کہ میر نے اس کی کوشش کو ناکام بناتے ہوئے۔۔اس کی کلائی کو پکڑ اپنی جانب واپس کھینچتے ہوئے صوفے پر گرا لیا۔۔۔

۔خود ایک گھٹنا فولڈ کیے ہوئے دوسرا پاؤں زمین پر رکھ کر اس کے اوپر جھکا اور جھکتا ہی چلا گیا۔۔۔

۔مم۔۔۔میر آپ کچھ کھائیں گے نہیں۔اٹک اٹک کر کہا۔۔۔ آپ کو بھوک نہیں لگی۔۔میرہا نے اتنی تیزی سے ہونے والی میر کی حرکات سے بچنے کے لیے اچھی بیوی بن کر کھانے کا پوچھا تھا۔۔۔

۔بہت بھوک لگی ہے اور پیاس بھی اور اچھی بیوی ہونے کا ثبوت دیتے ہوئے مجھے اپنی بھوک اور پیاز مٹانے دو۔۔۔ آج اگر کوئی ڈرامے بازی کی تو میرہا کی بچی آج میں تجھے کچا کھا جاؤں گا۔اس کے نچلے ہونٹ کے کنارے کو دانتوں سے ہلکا سا دباؤ دیتے ہوئے مسکرایا دیا۔۔

۔وہ اس کے اوپر سے اٹھتا ہوا لائٹ کو آن کر کے آیا تھا۔محدود سی روشنی میں مرہا کو بلر ساب دیکھ کر میر کو صبر نہیں آرہا تھا۔۔

۔ایک ہاتھ سر کے نیچے اور دوسرا ٹانگوں کے نیچے سے گزارتے ہوئے اسے اٹھا کر بیڈ پر لے جارہا تھا ۔۔۔۔

۔پہلے آپ مجھے یہ بتائیں کہ آپ کو کیسے پتہ چلا کہ میں آج ہمارے گھر پر رکی ہوئی تھی۔۔میرہا کی دماغ میں اپنا سوال پھر سے گردش کر رہا تھا۔۔

۔ظالم لڑکی میری حالت دیکھ کر تمہیں لگتا ہے کہ میں اس وقت تمہارے کسی بھی جواب دینے کہ موڑ میں ہوں۔اسے بیڈ پر نرمی سے لٹاتے ہوئے۔اس پر گرنے والے انداز سے جھکا۔۔

۔مگر مجھے پہلے میرا جواب چاہیے ضدی انداز سے بولی۔۔۔

۔ششششش مجھے کچھ لمحوں کی مہلت دے دو ظالم بیوی اس کے بعد تمہارے ہر ایک سوال کا جواب دوں گا۔۔

۔مرہا کی بچی تم میرے پیار سے بہت زیادہ بگڑ گئی ہو۔لگتا ہے اب تمہارے ہوش ٹھکانے لگانے پڑیں گے۔۔۔



۔دوں گا تمہارے سب سوالوں کے جواب دوں گا۔۔۔مگر سیدھی سی بات ہے پہلے میں اپنے ناراض دل کو خوش کرلوں۔جس کو میں نے ابھی کچھ دیر پہلے ہی ناراض کیا ہے۔اس سے پہلے کہ میرہا کوئی اور سوال کرتی۔۔

۔شاہ میر اس کی پنکڑیوں پر اپنے جزباتوں کی لو سے سلگتے ہونٹ رکھ کر اس کے جو سی جو سی پنکھڑیوں کو سختی سے اپنی قید میں لے گیا۔وہ ایک بار پھر سے جام محبت پیتے ہوئے اپنی تشنگی میں ڈال رہا تھا۔

۔جام محبت کو اپنے جان کے ہونٹوں سے پہ کر سر کو اوپر اٹھا کر اسکے دونوں شانوں پہ باری باری لب رکھ کر اسکی بند آنکھوں کو دیکھتا بے ساختہ مسکرایا۔۔۔

مرہا آنکھیں کھولو۔۔۔اسنے حکم دیا۔۔۔ نن۔ نہیں۔۔۔اسنے گھبرائے پھولے تنفس سے سر نفی میں ہلایا۔۔

۔میں نے کہا آنکھیں کھولو ورنہ میں اپنے طریقے سے۔۔کھلواؤں گا۔۔وہ سخت بارعب لہجے میں بولا ۔۔۔مرہانے سٹپٹا کر آنکھیں کھولیں۔مگر اسکی آنکھوں کو دیکھنے کے بجائے وہ اسکے سینے پر نظر مرکوز کیے ہوئے کو دیکھنے لگی۔۔۔

شاہ میر نے اسکی ٹھوڑی کو پکڑ اوپر کیا۔میں نے کہا میری طرف دیکھو۔۔۔

۔اس نے بمشکل اسکی آنکھوں میں دیکھا۔شاہ میر کی آنکھوں کی لالگی اس کے اندر کی باتوں کے اٹھتے ہوئے طوفان کا منظر دکھا رہی تھی۔میرہا نے فوراً سے پہلے نظریں جھکالی تھی۔میر کی آنکھوں کا منظر دیکھ کر اسکا تنفس پھولنے لگا۔

۔میر مسکراتی نظروں سے اس کے شرمائے ہوئے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔۔۔

۔جھک کر اسکی شہ رگ کو اپنے دہکتے ہونٹوں سے چھوا وہ گہرا سانس بھر کر اسکے کاندھوں کو تھام گئی۔۔

۔میر کے شدت بھرے ہونٹ اسکی بیوٹی بون کو جلانے لگے تھے۔مرہانے مچلتے ہوئے اپنی ایڑیاں بیڈ پہ رگڑیں۔۔

۔وہ تیز رفتار سے اس کے وجود سے سحراب ہونا چاہتا تھا۔۔جبکہ اس کی تیزی سے میرہا کہ پورے وجود میں سرد لہریں تیزی سے دوڑنے لگی۔۔۔۔اتنے دنوں کے بعد میر کا اچانک قریب ہونا اور میر کا اتنا تیزی سے اس پر حاوی ہونا میرہا کی نازک سی جان کو کڑی مشکل میں ڈال رہا تھا۔۔۔

۔وہ دہکتے گلابی چہرے کے ساتھ تڑپ کر اسے کچھ دیر روکنے لگی۔۔جب وہ اسکے نازک سے جسم پر اپنا بھاری وجود لیے پوری طرح سے ہاوی ہونے لگا۔۔

۔اسکی ہر التجاء کو اپنے ہونٹوں کی قید میں لے جا کر قید کیے۔۔اسکی ساری التجائیں حلق میں روک رہا تھا۔۔

۔اس کے انداز محبت پہ مرہانے حیرت و بے یقینی سے دیکھا۔پھر جھٹکے سے اسکی کالر پکڑا۔آپ مجھے بات کیوں نہیں کرنے دے رہے۔۔

۔شاہ میر کے انداز کو بدلا ہوا دیکھ۔۔مرہا نہیں سختی سے کالر کو پکڑتے ہوئے جواب طلب نظروں سے دیکھا۔۔

۔میری جان جتنی مرضی باتیں کر لینا مگر ابھی کے لیے کوئی کوئی سوال کوئی جواب نہیں!!!وہ فل سٹاپ لگاتے ہوئے بولا تھا۔۔۔وہ اپنے دل کی حالت کیسے بتاتا۔جو ایک مہینے سے اپنی جان سے دور تھا۔۔

۔اس نے سفر کیسی پورا کیا یہ تو صرف اس کا دل ہی جانتا۔۔اور اب یہ لڑکی سوال کر کر کے اس کے کام میں وہ مزحمتیں کھڑی کر رہی تھی۔۔۔جبکہ میر آج کچھ بھی سننے کے موڈ میں نہیں تھا۔۔۔
۔دونوں کلائیوں کو اپنے کالر سے نرمی سے ہٹاتے ہوئے تھوڑی سی آنکھیں دکھائی جیسے کہ کہہ رہا ہو کہ اب کوئی اور حرکت مت کرنا۔۔

۔اس کی دونوں ہاتھوں پر اپنے مضبوط ہاتھ رکھتے ہوئے۔تکیے کے دونوں جانب پن کر دیے۔۔اس کی نازک سی انگلیوں میں اپنے مضبوط انگلیاں پھنسائے لیں۔۔اسے پوری طرح سے ساکت کر کے اس کے بالوں میں اپنا چہرہ چھپانے لگا تھا۔۔۔

۔وہ مدہوش سا ہو رہا تھا اس کے وجود کی خوشبو سے۔اس کی مخملی گالوں پر اس نے ایک سخت مردانہ بیرڈ والی گال کو رکھ کر رب کرتے ہوئے مدہوشی میں بہکتا چلا جا رہا تھا۔۔

۔اس کی سخت بیرڈ کی چبن سے مرہا کے منہ سے سسکی نکلی۔۔۔میر۔۔۔میر۔۔۔ہمم۔۔۔۔مجھے آپ کی داڑھی چب رہی ہے۔۔۔

۔صبح اٹھ کر کلین شیپ کروا دوں گا۔۔۔میرہا اب اگر تم نے میرے کام میں مداخلت کی تو تمہاری جان کو اتنا مشکل کروں گا۔کہ آج کے بعد تو تم ایسے ٹائم میں کچھ بھی بولنے کی ہمت نہیں کرو گی۔۔۔۔اسے دھمکی دیتے ہوئے واپس اپنے کام پر لگ گیا۔۔

۔شاہ میر مرہا پر ایسے وقت پر سختی نہیں دکھاتا تھا اور دھمکی تو وہ بالکل نہیں دیتا تھا۔۔اور آج وہ اپنے جذباتوں کے ٹھاٹیں مارتے ہوئے سمندر کو روک نہیں پا رہا تھا۔۔۔

۔ایسے میں مرہا کے مداخلت کو دھمکی سے روکا تو مرہا کے منہ سے دوبارہ کوئی سوال تو نہیں نکلا تھا۔۔مگر اسے شاہ میر کے بدلے ہوئے انداز کی سمجھ نہیں آ رہی تھی۔۔۔

۔وہ اس کی بیوٹی بون کو چوم رہا تھا۔۔
اپنی بیوٹی بون پر اس کے لبوں کے لمس سے مچلتے ہوئے مرہا بیڈ پر اپنی ایڈیوں کو رگڑ رہی تھی۔

۔شاہ میر کے جذباتوں کی لو میں سلکتے ہوئے لمس اس کی بیوٹی بون کو جلا رہے تھے۔۔

۔اس کی شرٹ کو دامن سے پکڑتے ہوئے اوپر کی جانب لے جا کر الگ کر اس وجود سے الگ کر چکا تھا۔۔

۔میر۔۔۔۔ کہ اس انداز پر اس نے تڑپ کر میر کا نام لیا۔۔وہ آنکھیں بند کر گئی۔۔۔روم میں فل روشنی تھی۔۔ مرہا اپنے حالت پر شرماتے ہوئے خود کو کہیں چھپا لینا چاہتی تھی۔۔

۔میر کی جان مریض عشق ہوں عشق کی حدوں کو چھونے کی اجازت ہے۔اس کے اوپر جھک کر اس کے کان کی لو کو چوم کر سرگوشی کی۔۔
۔اپنے کان کی نازک سی لو پر اس کے لبوں کے لمس سے وہ سٹپٹائی تھی۔۔

۔آہستہ سے پنکھڑیوں کو چومتے ہوئے جواب طلب نظروں سے دیکھا۔۔ میر کے نئے انداز محبت پر میرہا کا حلق خشک ہوا تھا۔۔۔ آنکھیں بند کر کے اس نے گہرا سانس لیا۔۔۔ میر پلیز لائٹ بند کرتے دیں وہ منمنائی تھی۔۔

۔نہیں ہوسکتی لائٹ بند۔۔ مجھے تمہیں دیکھنا ہے۔۔ تمہیں پتہ ہے ایک مہینہ ہوگیا ہے میں نے تمہیں قریب سے دیکھا نہیں۔۔۔ اپنی ڈیوٹی دے کر اتنی مشکل سے چھٹی لے کر میں یہاں پر لائٹیں بند نہیں کرنے آیا میری جان۔۔۔

۔میرے سوال کا جواب دو۔۔ تمہارے لبوں سے سننا چاہتا ہوں کہ مجھے اجازت ہے تمہارے وجود کی رعنائیوں کو لبوں پر سے چومنے کی۔ اپنی محبت کی بارش تم پر برسانے کی۔۔۔۔۔ گہری نظریں اس کے اس کے سراپے پر ڈالتے ہوئے۔ خمار دار لہجے سے کہا۔۔۔

۔اتنا کچھ میری اجازت سے کیا ہے!!

۔مرہا کو روشنی میں اتنی شرم آرہی تھی۔ اس لیے اس نے بھی سیدھا جواب نہیں دیا۔۔۔

میں تمہارے منہ سے ہاں سننا چاہتا ہوں!!!

۔اگر میں نہ کہوں تو"وہ بھی شاید اسکا مزید امتحان لے رہی تھی۔۔۔

"میری جان کی دھڑکنیں تو کچھ اور کہہ رہی ہیں!!!

"کان اس کے دل والے مقام کے قریب کرتے وہ بوجھل لہجے میں بولا۔۔۔

"تو پھر زبان سے کیوں سننا ہیں وہ حیا آمیز لہجے میں بولی۔۔۔



"اپنی جان کے لبوں سے ہاں سنو!!دل یہ بھی کہہ رہا ہے!!!

" اسکے چہرے پر محبت بھرے لمس چھوڑتے وہ اسے سمٹنے پر مجبور کر رہا تھا۔

۔آپ خراب ہو گئے ہیں۔میر امیر بہت اچھا تھا۔وہ میری ہر بات مانتا ہے۔۔اور میں اپنی اسی میر سے محبت کرتی ہوں آپ سے نہیں۔۔۔آنکھوں کو شرم سے اس کے کشرتی سینے پر مرکوز کیے ہوئے دھیمی دھیمی لہجے میں بول کر اس کی دل پر بجلیاں گرا رہی تھی۔۔۔

" وہ اسکی آنکھوں میں خماری سے دیکھ رہا تھا۔۔اسکا محبت سے انکار کرنا۔شاہ میر کو اس کا انداز سرور دے گیا۔۔

"میں اپنی جان کو اس میر سے محبت کرنے پر مجبور کر دوں گا۔۔

۔اسکے بالوں میں چہرہ چھپائے وہ اسے محبت بھری گرفت میں لے چکا تھا۔



۔پھولتے تنفس سے گہرے سانس لیتے اسکی گرفت میں تھی۔۔۔اپنی من مانی بھی کیے جا رہا تھا ۔۔اور پتہ نہیں کیوں ضدی انداز میں اس کے منہ سے ہاں کا طلبگار تھا۔۔۔

" مرہا سے محبت کرنے کا حق اگر کسی کو ہے تو وہ صرف شاہ میر ملک کو ہے۔۔اور میرہا پر لازم ہے کہ وہ بھی میر کو بے پناہ پیار کرے۔۔۔

"شاباش اپنے ان خوبصورت ہونٹوں سے ہاں بولو!!!اس کی پنکھڑیوں کو اپنے انگوٹھے سے سہلاتے ہوئے پوائنٹ کیا۔۔

"نہیں بولوں گی!!وہ بھی آج اپنے میر کے ساتھ ضد پر اڑ گئی تھی۔۔

"سوچ کو کھا جاؤں گا!!کومل سی گال پر دانتوں سے ہلکا سا کاٹ کر ایک اور دھمکی دی۔جیسے بتا رہا ہو کہ وہ ایسا بھی کر سکتا ہے۔۔



"پہلے بھی آپ یہی کر رہے ہیں!!گال پر دانتوں کی چبن سے (سی) کی آواز نکالتے ہوئے احساس دلایا کہ وہ پہلے بھی اسے کھانے میں کوئی کسر تو نہیں چھوڑ رہا۔۔

"سوچ لو میری جان تم خود مجھے انوائٹ کر رہی ہو!!! بہکی نظریں مسکراتے اناہی لب۔۔۔وہ بہت خوبصورت لگ رہا تھا۔ دشمنوں پر قہر بن کر گرنے والا اے سی پی شامیر ملک جب اپنی بیوی کے پاس ہوتا تو اس کا انداز ہی الگ تھا۔۔۔

"سوچ لیا ہے!!! پولیس والے کی بیوی ہوں دھمکیوں سے نہیں ڈرتی۔۔ وہ بھی خود کو بہادر دکھا رہی تھی۔۔۔

"تو یہ تمہارا آخری فیصلہ ہے!!! اسے ہنسی آرہی تھی مرہا کے ایٹیٹیوڈ والے جواب سے۔۔۔

"کیا ہے میر آپ نے آتے ہی عدالت کھول لی ہے۔۔ جج بن کر پہلا فیصلہ اور آخری فیصلہ ہے۔۔۔ یہ پوچھنے کے لیے آپ اتنی دور سے آئیں ہیں۔۔۔ اپنی جسم پر شاہ میر کے بے باک ہاتھوں کے لمسوں سے وہ سمٹنے پر مجبور ہو رہے تھی۔۔۔

۔وہ جھنجلا اٹھی تھی ایک دل تھا جو دھک دھک کر کے پسلیاں توڑ کر آج باہر ہی آجانا چاہتا تھا۔

۔اچھاجی خود سوال کر کر کے میرے جذباتوں کی راہ میں رکاوٹ بنی ہوئی تھی اور میرے دوہی سوالوں سے میری جان گھبر اگئی ہے۔۔ مت بولو ہاں مجھے ہاں کہلوانا آتا ہے۔وہ بھی ضدی بنا ہوا تھا۔۔

۔میر۔۔۔ پلیز میر۔۔۔ ایسے مت کریں میر۔۔ آہ آہاں ہاں۔۔۔ مرہا اس کے ہاتھوں کے نیچے مچل رہی تھی۔۔ مرہا کو بہت زیادہ گدگدی ہوتی تھی۔۔اور شاہ میر اس کے پاؤں میں اپنے دانتوں سے کاٹتے ہوئے اس کی جان نکال رہا تھا۔

۔پہلے ہاں بولو دونوں پیروں کو سختی سے اپنے ہاتھوں میں پکڑے ہوئے اسے ہاں بولنے کے لیے مجبور کر دیا۔۔

ہاں ہاں ہاں۔۔ پلیز اب گدگدی مت کرنا وہ ایک ہی سانس میں تین بار ہاں بھول گئی تھی۔۔

۔میری جان اب گدگودی نہیں باقی سب کچھ کروں گا۔۔بہت ضدی اور چالاک سمجھی خود کو۔۔ مت بھولا کرو کہ تمہارا شوہر پولیس والا ہے۔۔ کسی کے منہ سے ہاں نکلوانے کے سارے ہتھکنڈے اسے آتے ہیں۔۔۔

۔وہ واپس سے اس کے اوپر آنے لگا۔اس کے وجود پر شرٹ نہیں تھی۔وہ پاس رکھے ہوئے اپنے دوپٹے کو کھینچ کر اپنے اوپر اڑتے ہوئے حیا سے لال سرخ ہو رہی تھی۔۔۔کیونکہ پہلے میر اس کے اوپر لیٹا ہوا تھا۔۔اور اب وہ کھلے عام اس کے وجود کی رانائیوں کو گہری نظروں سے دیکھ کر دانت نکال رہا تھا۔۔۔

۔میری پراپرٹی کو مجھ سے چھپاؤ گی۔۔دوپٹے کو ہاتھ سے پکڑتے ہوئے ہوا میں دور پھینک چکا تھا۔۔میر آپ کتنے بے شرم ہو گئے ہیں۔۔۔

۔اپنی قابل رحم حالت کو مرہا کیسے چھپاتی۔۔کچھ بھی تو نہیں تھا اس کے پاس جس سے وہ اپنے وجود کو میر کی گہری نظروں سے بچاتی۔۔۔۔بیڈ کے نیچے کی جانب رکھے ہوئے بلینکٹ کو بھی وہ پاؤں مار کر بیڈ سے نیچے گرا چکا تھا۔۔اور دوپٹے کو بھی فرش پر پھینک دیا۔۔وہ کیا کرتی خود کو چھپانے کے لیے۔۔وہ سوچ کر غصے سے میر پر چلائی۔۔۔

۔کیا کروں میری بیوی کو بہت شرم آتی ہے اب میں نے سوچ لیا ہے کہ مجھے بے شرم ہی ہونا پڑے گا ۔۔۔۔مجھے یہاں پر اپنے پیارے پیارے بچوں کو رکھنا ہے۔۔۔وہ کب سے اپنے پاپا سے ملنے کا ویٹ کر رہے ہیں۔۔۔اس کے چھوٹو سے پیٹ پر اپنے لب رکھ کر چوم لیا۔۔شاہ میر کے اس بے باک انداز پر مرہا شرم سے پانی پانی ہو رہی تھی۔۔

۔وہ اس کے چھوٹو سے پیٹ کو اپنے مردانہ ہاتھ سے سہلا رہا تھا۔اس کے بالکل ساتھ لیٹا ہوا اپنا ایک ہاتھ اس کی گردن سے نیچے سے گزارتے ہوئے اس کا سر اپنے بازو پر رکھے ہوئے تھا۔۔۔

۔اپنی ٹانگ اس کی دونوں ٹانگوں کے اوپر رکھ کر اس کی ٹانگوں کو پن کر رکھا تھا۔۔ہاتھ اس کے پیٹ پر رکھے ہوئے سہلا رہا تھا۔۔اس کے ہاتھ کی حدت سے مرہا کے پورے وجود میں سنسنی دوڑ رہی تھی ۔۔وہ شرماتے ہوئے اپنا چہرہ موڑ کر اس کی بازو میں چھپانے لگی تھی۔۔

۔مرہو۔۔۔میں سوچ رہا ہوں کی اتنے چھوٹے سے پیٹ میں میرے بچے رہیں گے۔۔کیسے شاہ میر کو آدھی رات اپنے بچوں کی فکر لگ گئی ۔کہ وہ میرہا کے چوٹے سے پیٹ کے اندر کیسے رہیں گے۔۔۔مرہا کا پیٹ تو ساتھ چپکا ہوا تھا نہ ہونے کے برابر۔۔۔

۔میر چپ کر جائیں میں رو دوں گی!!!!شامیر تو آج بے باکیوں کی ساری پار کر تا جا رہا تھا۔۔

۔فکر مت کرو کچھ ہی دیر میں جیسے ہاں کرنے پر مجبور کیا۔۔۔ایسے تمہیں رونے پر بھی مجبور کر دوں گا۔۔۔وہ بھی میرہا کو تنگ کرنے کے موڈ میں تھا۔۔اس کا شرمانا مرہا کو اور شہ دے رہا تھا۔۔۔

۔میر تنگ مت کریں میں آپ کو ماروں گی۔۔۔ہلکا سا چلاتے اس کے سینے میں سر چھپا گئی۔۔۔

۔میری جان اپنی اداؤں سے مجھے مار ہی تو رہی ہو کب سے۔۔۔وہ تھوڑا پیچھے ہٹ کر اپنی شرٹ کے بٹن کھول کر اسے اتار کر فرش پر پھینک چکا تھا۔۔۔



۔اس کے پیٹ پر جھکا اور اپنے ہونٹوں سے چومتا ہوا نرم گرم لمسوں کی شدت سے اس تڑپانے لگا۔۔۔وہ اپنے لب اوپر کی جانب لے جا رہا تھا۔۔۔اس کے وجود پر کپڑے نہ ہونے کے برابر رہ گئے تھے۔۔۔۔

۔اس دل والے مقام کے ارد گرد وہ لبوں سے چوم رہا تھا۔مرہا کے منہ سے سسکیاں نکلنے لگی تھی ۔۔۔تکیے کے دونوں کونوں کو وہ اپنی مٹھیوں میں دبائے میر کے گرم لمسوں سے تڑپ رہی تھی۔۔۔

۔میر کے لمس اس کی جان نکال رہے تھے۔اس کے پورے وجود میں میر کے لمسوں ہونے طوفان برپا کر رکھا تھا۔۔اس کی سسکیوں میں تیزی آنے لگی تھی سانسیں اکھڑنے لگی تھی۔۔۔ مگر میر کے لب پیاسے ہونٹ کہیں رک نہیں رہے تھے۔۔۔

۔مرہانے تکیے کے دونوں کونوں کو اتنی زور سے جکڑ رکھا تھا۔جیسے کہ سارا قصور تکیے کے کونوں کا ہی ہو ۔۔میر اس کے اوپر براجمان ہوئے اس کے وجود پر اپنے محبت کی بارش برسا رہا تھا۔۔۔

۔وہ گھٹا بن کر اس کے اوپر چھایا ہوا تھا ایک مہینے کی دوری کو اس کے ہر لوں لوں پر لبوں کے لمس چھوڑ کر اس تڑپاتے ہوئے وصول کر رہا تھا۔۔وہ پاگلوں طرح اپنی جاں کے جسم کو رہا تھا۔۔ میر نے دونوں ہاتھ اس کے دل والے مقام رکھے ہاتھوں کی سختی دکھائی تو وہ میٹھے درد سے تڑپ کر زور سسکی۔۔۔۔

۔اس کی پنکھڑیوں پر اپنے لب رکھ کر سسکیوں کا دم توڑ دیا۔۔۔۔

۔روم میں دونوں کی تیز سانسوں کی آواز فضا کو رومینٹک بنا رہی تھی۔۔

۔کیا حسن تھا کہ آنکھ سے دیکھا ہزار بار

پھر بھی نظر کو حسرتِ دیدار رہ گئی۔اس کان میں سرگوشی کرتے ہوئے۔پیار سے اس کے ماتھے کو چوم لیا۔۔اپنی محبت کی طوفانی بارش کو اس کے نازک سے مخملی وجود پر برسا کر اس کے اوپر ہی گر پڑا تھا ۔۔۔وہ تیز تیز سانسیں لے رہا۔۔۔

۔وہ میر کی شدتوں کی بارش میں ٹوٹ کر اس کے دونوں کاندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے اکھڑی ہوئی سانسیں لے رہی تھی۔۔۔



oooooooooo

خرم صبح اپنے ابا سائیں سے رخصتی کا انکار سنتے ہوئے صبح سے آگ بگولا ہو کر گھر سے نکلا تھا تو ابھی تک واپس نہیں گیا۔۔

۔کافی دیر سے وہ اپنے ڈیرے سے گھر لوٹا تھا اپنی بلیک جیپ کے سے بارعب شخصیت لیے باہر نکلا ۔۔وائٹ کلر کے کاٹن کے سوٹ کے اوپر گلے میں ڈالی ہوئی شال جو بلیک کلر کی تھی۔۔۔

۔وہ بہت گریس فل لگ رہا تھا۔ماتھے پہ اس کے بال بے ترتیب بکھرے ہوئے تھے۔اس کے باوجود بھی اس کی پرسنلٹی پر کوئی فرق نہیں پڑا۔

۔گھر کے ملازم نے دروازہ کھولا اور سر جھکاتے ہوئے سلام کیا۔جواب دیتے ہوئے تیز تیز قدموں سے گھر کے اندر داخل ہوا۔گھر میں کافی سناٹا تھا مطلب کہ سب سو چکے تھے۔۔۔

۔یعنی کہ گھر کے نوکر چاکر اور اس کا ماں باپ۔۔۔اس نے اپنے قدم بیا کے روم کی جانب بڑھائے تھے ۔وہ تو پہلے ہی بیا کو بتا چکا تھا کہ وہ اس سے دور نہیں رہ سکتا۔۔۔

۔روم کے بالکل پاس جا کر اس نے پیچھے سے دبے دبے قدموں کی چاپ سن کر پلٹ کر دیکھا۔۔۔کچھ دوری پر اس کی اماں سین سفید چادر کو اچھی طرح سے سر پہ اوڑھے کھڑی ہوئی تھی۔۔

۔جو کہ شاید اپنے بیٹے کے آنے کا انتظار کر رہی تھی۔ آخر ماں تھی بچہ جتنا بھی بڑا ہو جائے ماں تب تک آرام سے نہیں بیٹھ سکتی جب تک اس کا بچہ گھر نہیں

آجائے اور خرم تو اپنی امی جان کا اکلوتا بیٹا تھا۔۔

اسلام علیکم اماں سین!! رات بہت ہو چکی تھی تو وہ آہستہ سے بولتے ہوئے ان کے قریب جا کر سر جھکائے کھڑا تھا پیار لینے کے لیے۔۔

۔وعلیکم السلام سر پر دونوں ہاتھوں سے پیار دیا۔۔ پتر رات دے اس پہر بیا کے کمرے میں جانا مناسب نہیں ہے۔وہ دیکھ چکی تھی خرم کو بیا کے روم میں جاتے ہوئے۔۔
۔وہ اپنے بیٹے کو سمجھا رہی تھی کہ ایک لڑکی کی عزت کتنی نازک ہوتی ہے۔ مگر وہ خرم تھا جس کے اڑیل دماغ میں ایسی باتیں کم ہی بیٹھتی۔۔

۔اماں سین وہ بیوی ہے میری۔۔ میرے نکاح میں ہے۔۔ اور رخصتی کے لیے آپ کے شوہر محترم تیار نہیں۔۔۔ تو خدا کا واسطہ اب کوئی نئی پابندی مجھ پر عائد مت کرنا۔۔ اپنے ہمیشہ والے اڑیل غصے دار لہجے سے بولا۔

۔پتر کچھ دن صبر کر لے میں ان کو سمجھا کر بیا کو تیرے ساتھ رخصت کر دوں گی۔لہجہ شفقت بھرا تھا وہ اپنے بیٹے سے بہت پیار کرتی تھی۔۔۔وہ ایک سمجھدار خاتون تھی۔بیٹے کی خواہش کو سمجھ رہی تھی ۔مگر لڑکی ذات کی عزت کا بھی خیال تھا۔۔۔

۔تو مسئلہ کیا ہے آپ راضی کر لو اپنے شوہر کو رخصتی کے لیے۔اور مجھے بیا کے کمرے میں جانے سے منع مت کرنا۔بیوی ہے میری۔۔۔کوئی گناہ نہیں کر رہا۔
۔اس کے کمرے میں جا کر۔۔۔۔

۔وہ اپنے دو ہی لفظوں میں اپنی ساری بات اپنی اماں کو سمجھا چکا تھا۔اس کا لہجہ بتا رہا تھا کہ وہ اپنی بات پر اڑ جائے گا مگر پیچھے نہیں ہٹے گا۔۔۔



۔اس لیے اس کی اماں نے چپ سادھ لی وہ واپس پلٹا اور روم کا ہینڈل گھما کر اندر جانے لگا۔۔۔جب کہ اس کی اماں جان اپنے ضدی۔بیٹے کی آگے ہار مان کر کمرے میں جا چکی تھی۔وہ نہیں چاہتی تھی کہ

رات کے اس پہر وہ خرم سے بحث کرے۔۔۔اور آواز سن کر چوہدری صاحب جاگ جائے۔۔۔اور پھر باپ اور بیٹے میں مزید اختلافات بڑھے۔۔۔ حقیقت تو یہی تھی کہ بیا اس کے نکاح میں تھی۔۔

۔اس کی بیوی ہے بس دنیاداری کی نظر میں ابھی رخصت نہیں ہوئی تھی۔وہ گہری سوچ میں تو تھی مگر اپنے بیٹے کے سامنے چپ کر گئی۔۔۔

۔خرم کا دماغ تو اس وقت خراب ہوا جب ہینڈل گھمانے سے روم کا دروازہ نہیں کھلا تھا۔۔
بیا شہزادی اندر سے کنڈی لگا کر سو چکی تھی۔
بیا کی بچی!!!اس نے دانت پیستے ہوئے کہا۔۔تجھے اچھی طرح سمجھا کے منع کیا تھا کہ کمرے کی کنڈی مت لگانا اگر تیری اس روز گستاخی کی تجھے بہت کڑی سزا نہ دی تو چوہدری خرم میرا نام نہیں۔۔۔وہ غصے سے پیچھے ہٹا اور گھر سے باہر نکل گیا۔۔



ooooooo

میرب اور شاہ دونوں سٹڈی روم میں بیٹھے ہوئے فجر کی نماز ادا کر رہے تھے۔۔وہ دونوں پوری نہیں سو سکے۔۔۔بہت دنوں کی دوری کو کل رات ایک دوسرے کا ساتھ ملا تو دونوں کی آنکھوں سے نیندیں تو

جیسے اڑ گئی تھی۔۔۔شاہ پوری رات اپنی میرب کو حدت آغوش میں لیے کبھی سختی تو کبھی نرمی سے اپنی محبت برساتا رہا۔۔۔

اس نے بھی اپنے شاہ کے سامنے کوئی مزاحمت کھڑی نہیں کی تھی۔۔ شاہ نے اسے ہلکان کرنے میں کوئی سر تو نہ چھوڑی تھی۔۔۔۔

۔مگر میرب اپنے شاہ کو پہلے جیسا دیکھ کر ہر شدت کو خوشی خوشی کا قبول کرتے ہوئے پوری رات اپنے شاہ کی سختیوں کو برداشت کرتی ہوئی۔۔شاہ کے سکون کی وجہ بنی رہی۔۔۔۔

۔فجر کی اذانیں ہوئیں تو دونوں فریش ہو کر نماز فجر ادا کرنے لگے۔۔دونوں پانچ وقت کی نماز وقت پر ادا کرتے تھے۔میرب شادی سے پہلے تو نمازوں کی کوئی خاص پابند نہ تھی۔۔۔مگر جب سے وہ شاہ کے نکاح میں ائی تو شاہ نے اسے پابندی سے نمازوں پر لگا دیا تھا۔۔۔

۔اور اب جب بھی میرب نماز ادا نہیں کرتی تو کرتی تو اس سے خود بہت بے چینی ہوتی تھی کہ آج اس نے اپنے رب کی بارگاہ میں سجدہ کیوں نہیں کیا چاہے۔

۔قضا کی صورت میں صحیح مگر وہ نمازیں پوری ادا کرتی تھی۔ دونوں نماز کے بعد دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے ہوئے تھے۔۔۔

۔میرب کی دعاؤں میں شاہ تھا اور شاہ کی دعا میں اس کی امی جان۔۔۔وہ اپنی امی جان کی روح کے لیے دعا کر رہا تھا۔۔وہ اپنے رب سے مانگ رہا تھا کہ اس کی امی جان کو جنت میں اعلی سے اعلی مقام ملے۔۔۔

۔اپنے چہرے پر ہاتھ پھیر کر دونوں تلاوت قران پاک کرنے لگے تھے۔سٹڈی روم میں صوفے پر بیٹھ کر سامنے ٹیبل پر دونوں نے قران پاک رکھے ہوئے اپنے اپنے قرآن پاک پر تلاوت کر رہے تھے۔۔

۔رومان شاہ میرب کے کچھ دیر پہلے تلاوت ختم کر کے چہرے پر دعا کے ہاتھ پھیرتے ہوئے اٹھ کر قران پاک کو اپنی جگہ پر رکھتے ہوئے۔روم میں چلا گیا۔

۔جب کہ میرب ابھی تلاوت کر رہی تھی میرب تھوڑی زیادہ دیر تک تلاوت کرنے کی عادی تھی۔۔ اور شاہ اس کی عادت سے واقف تھا۔

ooooooooo

اسلام علیکم اسٹوڈنٹس پروفیسر نے کلاس کے اندر داخل ہوتے ہوئے کہا۔۔

واعلیکم اسلام سر!!!سب سٹوڈنٹس نے ایک ساتھ کہا۔۔۔

۔کیسے ہیں آپ سب لوگ!!!
پروقار شخصیت والے پروفیسر نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔۔۔

۔وی آر فائن سر!!!سب سٹوڈنٹس نے ایک ساتھ کہا۔۔۔ جس میں ماہی کی آواز سب سے زیادہ بلند اور نمایاں تھی۔۔۔پروفیسر نے آواز کی سمت نظر اٹھائیں۔اور ایک نظر ماہی کو دیکھ کر وائٹ بورڈ کی جانب مڑ گیا۔۔۔



۔پروفیسر نے آج کا پورا سلیبس بورڈ مار کر سے وائٹ بورڈ پر لکھ دیا۔۔

۔سٹوڈنٹس یہ ہے آج کا سلیبز س اور اگر کسی کا کوئی سوال ہو تو وہ پوچھ سکتے ہیں۔۔۔۔بورڈ مار کر کو ڈائز پر رکھتے ہوئے سٹوڈنٹس سے مخاطب ہوا۔۔

۔جی پوچھیے!!!ماہی کے ہاتھ کو ہوا میں بلند دیکھ کر پروفیسر نے کہا تھا۔۔

۔سر میرا سوال یہ ہے کہ کیا آپ میرڈ ہیں😁!!

"واٹ!!!!!!

۔پرفیسر نے وٹ ایسے انداز سے کہا تھا جیسے کہ اس کے کانوں کو یقین نہ آیا ہو کہ سٹوڈنٹ نے سچ میں یہی سوال کیا ہے۔۔۔۔

۔پورے کلاس روم میں کھی کھی کر ہنسی کا شور اٹھا۔۔۔۔



"واٹ ربش!!!!

۔سب کی ایک ساتھ کھی کھی کرنے پر پروفیسر کو اندازہ ہو گیا کہ اس کے کانوں نے بالکل صحیح سنا ہے۔۔

۔ڈائز پر ہاتھ مارتے ہوئے پوری کلاس کو ششششش کی آواز کرتے ہوئے خاموش کروادیا۔۔

۔پہلے تو میں یہ پوچھنا چاہوں گا کہ محترمہ آپ کا نام کیا ہے۔۔ دونوں ہاتھ سینے پر باندھے ہوئے پروفیسر نے غصے بھری نظروں سے پوچھا۔۔۔

"ماہی!!!!

"کیا۔۔۔

"سر میرا نام ہے!!!!ماہی نے اپنا نام کچھ اس انداز سے لیا کہ پروفیسر کو لگا کے وہ تو اسی کو ماہی بول رہی ہے۔۔۔



"اگر تو آپ کا سوال ایک جوک تھا تو ڈسکسنگ۔۔۔اور اگر سچ میں آپ کا یہی سوال تھا۔ تو پھر تو آپ کی ہمت کی داد دینی پڑے گی۔۔۔

"سر میں نے ایسا کب کہا کہ میرا سوال کوئی جوک تھا۔۔۔سچ میں سر میرا یہی سوال ہے کہ کیا آپ شادی شدہ ہیں۔۔

"ماہی کی بچی نیچے بیٹھ جاؤ اپنے ساتھ میری بھی بے عزتی کرواؤ گی۔۔شفا نے ماہی کو ہاتھ مارتے ہوئے سرگوشی میں بیٹھنے کو کہا۔۔

"محترمہ آپ کی پنشمنٹ یہ ہے کہ آپ کلاس روم سے تشریف لے جاسکتی ہیں۔اور آج کا دن میرے پیریڈ میں کلاس میں مت آیئے گا۔۔پروفیسر نے ناگوار نظروں سے دیکھتے ہوئے ماہی کو جانے کو کہا۔۔

۔ماہی اپنی بکس کو اٹھاتے ہوئے ۔۔بنا شرمندہ ہوئے آرام سے کلاس روم سے باہر جارہی تھی ۔۔۔کلاس روم کے دروازے پر جاکر وہ پلٹی۔۔۔سر میں یہ پوچھنا چاہتی تھی کیا آپ روم سے باہر آکر مجھ سے ملیں گے۔۔

۔پوری کلاس کی کھی کھی والی ہنسی پھر سے شروع ہو گئی تھی۔۔۔ماں ہی ایسی ہی تھی چنچل اور بناڈرے ہر بات کو کہنے والی۔۔۔اسکا باپ کالج میں اچھی خاصی ڈونیشن کرتا تھا۔جس کی وجہ سے اسے کالج میں کوئی بھی سختی نہیں کرتا تھا۔۔۔

۔وہ اپنے باپ کی بہت زیادہ لاڈلی بیٹی تھی۔تو ایسے میں اس کی شکایت اس کے باپ کو کوئی نہیں کرتا تھا ۔۔۔

۔محترمہ میرا آپ کو یہ مشورہ ہے کہ کل آپ کلاس میں آنے سے پہلے اپنے دماغ کا سٹی سکین کرا کے رپورٹ ساتھ میں لائیں۔۔۔

۔ماہی کے فضول سوالات اور کلاس روم میں سٹوڈنٹ کی ہنسی سے پروفیسر کا اچھا خاصا دماغ خراب ہو گیا۔۔وہ پوری کلاس پر ایک غصے بھری نظر ڈالتا ہوا،ماہی سے دوری بناتے ہوئے کلاس روم سے جا چکا تھا۔۔۔

۔ماہی کی بچی تو سدھرے گی نہیں۔۔کیا ضرورت تھی پرفیسر سے ایسا بے ہودہ سوال کرنے کی۔۔۔

۔پروفیسر کے جاتے ہی شفا بھاگتے ہوئے ماہی کی پاس آکر کھڑی ہو گئی۔۔جو جاتے ہوئے پروفیسر کو اپنی نظروں کا کہ تعقب میں لیے ہوئے دور جاتا دیکھ رہی تھی۔۔

۔ارے او دیوداس کی بچی میری طرف دیکھ !!!!!شفا ماہی کو اس طرح گہری نظروں سے پروفیسر دیکھتے ہوئے دیکھ،اس کے کاندھے کو ہلاتے ہوئے بولی تھی۔۔۔

۔کیا ہے یار تمہارے تو ہر وقت طوتے اڑے رہتے ہیں۔۔ میں نے کیا غلط پوچھا ہے۔۔میں نے تو صرف یہی پوچھا ہے نارمل سی بات کہ پروفیسر صاحب آپ میرڈ ہیں یا نہیں۔۔۔

۔ان کے فائدے کے لیے پوچھا ہے اگر تو وہ میرڈ ہیں تو پھر ٹھیک ہے۔ نہیں تو پھر میں کوئی سٹیپ لوں!!!

"مطلب کہ تم پروفیسر کو لے کر سیریس ہو۔شفا نے پھٹی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔۔۔

۔حد ہے یار تم میری دوست ہو کر میرے دل کی حالت نہیں سمجھ سکتی۔بہت دکھ ہوا یہ جان کر۔۔۔

۔شفا کے ساتھ چلتے ہوئے ماہی نے منہ بسورتے ہوئے کہا۔۔۔کیونکہ وہ سچ میں پروفیسر کو لے کر بہت زیادہ سیریس تھی۔۔۔شفا نے تو ماہی کی بات سن کر فلحال چپ سادلی تھی اسے تو کوئی جواب ہی نہیں سوجھ رہا تھا۔

۔تمہیں کیوں سانپ سونگ گیا ہے شفا بی بی۔۔۔شفا کو اپنے ساتھ چپ چاپ چلتے ہوئے دیکھ ماہی نے گھورتے ہوئے کہا تھا۔۔۔

۔میڈم اتنا بڑا کانڈ کر کے پروفیسر سے اس کی پرسنل لائف کے بارے میں آن کلاس روم سوال جواب کر کے آئی ہے۔پروفیسر صاحب غصے سے اپنا پیریڈ چھوڑ کر چلے گئے۔۔اور میں چپ کر گئی تو مجھے سانپ سونگھ گیا ہے۔۔۔

۔ماہی جی تسی گریٹ ہو !!!! دونوں ہاتھ جوڑ کر اس کو سلامی پیش کرتے ہوئے شفا نے حیرانی سے کہا تھا۔۔

۔اب پروفیسر کا دماغ میری چھوٹی سی بات سے خراب ہو گیا تو میں کیا کر سکتی ہوں۔۔۔ میں نے ایسا کون سا الجبرا کا سوال پوچھ لیا تھا۔جو پروفیسر صاحب سے حل نہیں ہوا۔۔۔

۔میں نے تو بس اتنا پوچھا کہ وہ میرڈ ہیں یا نہیں۔۔۔اگر سیدھا سا جواب دے دیتے تو۔ چلو میری ٹینشن دور ہو جاتی۔۔

۔اب خوامخواہ میں اتنی ٹینشن میں رہوں گی کہ پتہ نہیں۔اس کا مطلب کیا ہے۔ان کی شادی ہوئی ہے یا نہیں ہے۔ماہی کو اب بھی لگ رہا تھا کہ اس نے کچھ بھی غلط نہیں کیا تھا۔۔۔شفا کا دل کر رہا تھا کہ ماہی کی سر پر کوئی چیز مار دے۔۔



۔مگر آج کی اس کی حرکت کے بعد شفا کو ایک بات تو صاف پتہ چل گئی تھی۔ کہ۔ماہی مذاق نہیں کر رہی تھی۔وہ سچ میں پروفیسر کہ عشق میں مبتلا تھی۔وہ پروفیسر کے لیے سیریس تھی۔۔۔

ooooooooo,

"میرب قرآن مجید پڑھ کر روم میں آئی تو شاہ اپنی آنکھوں پر بازو رکھے ہوئے کمبل اوپر اوڑھے سیدھا لیٹا ہوا تھا۔۔

۔واپس آؤ کہاں جا رہی ہو!!!

۔شاہ کی بھاری آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی تو وہ دروازے کے قریب جاتے ہوئے پلٹ کر دیکھنے لگی تھی۔۔اسے لگا تھا کہ شاید شاہ سو چکا ہے تو وہ نیچے جا کر گھر کا ایک راؤنڈ لگا کر آئے۔۔۔

۔آخر اب وہی تو گھر کی مالکن تھی۔اور گھر ساری زمیداری اس کی تھی۔پہلے تو امی جان کے ہوتے ہوئے میرب لیٹ بھی نیچے جاتی تو گزارا چل جاتا تھا۔مگر اب جا کر ملزموں کو دیکھنا پڑتا تھا۔اسی لیے وہ نیچے جا رہی تھی۔۔۔

"شاہ مجھے لگا کہ شاید آپ سو گئے ہیں اس لیے میں ذرا گھر کا چکر لگا کر آتی ہوں۔۔وہ قدم اٹھاتی ہوئی بیڈ کے پاس آ گئی۔۔۔

"جان شاہ اپنے چھوٹے سے دماغ سے زیادہ مت سوچا کرو۔۔میں بالکل نہیں سویا۔۔تمہاری آنے کا ویٹ کر رہا تھا اس کے ہاتھ کو اپنے مضبوط ہاتھ میں پکڑتے ہوئے اسے کھینچ کر اپنے اوپر گرا لیا۔۔۔

"تمہارا گھر اپنی جگہ پر ہے کہیں نہیں جائے گا تمہارا گھر چل کر۔۔اتنے دنوں سے بھوکے شیر کے منہ کو خون کی لت لگا کر اب صبح صبح فرار ہونے لگی تھی۔۔

۔شاہ کی بہکی ہوئی آواز اور نظر دیکھ کر میرب سمجھ گئی تھی کہ مر گئی ۔۔شاہ ہمیشہ کی طرح اپنی خوبصورت رات کی صبح کو اسے ہلکان کرے گا۔۔۔اوپر سے اسے یہ سوچ کر جھٹکا لگا تھا کہ۔۔آج سنڈے ہے یعنی کہ اس کے شاہ نے آفس بھی نہیں جانا تھا۔۔۔



۔اور بہت عرصے کے بعد یہ سنڈے میرب کی جان پر بہت بھاری پڑنے والا تھا۔۔وہ ابھی اپنی سوچ میں ہی مبتلا تھی کہ۔شاہ نے اسے جھٹکے سے دوسری جانب کرتے ہوئے بیڈ پر لیٹا دیا۔

۔وہ کروٹ لے کر اس کے اوپر آگیا تھا۔۔کیا سوچ رہی ہو جان شاہ!! حلق کیوں خشک ہونے لگا ہے میری جان کا!!

۔خود ہی تو کہا ہے کہ تمہیں تمہارا پہلے والا شاہ واپس کر دوں۔۔۔تو اب یہ پنکھڑیاں خشک کیوں ہو رہی ہیں۔۔ہونٹوں کو نرمی سے چومتے ہوئے اس کی حالت پر مسکرایا۔۔

۔شاہ میں نے پہلے والا شاہ کہا تھا اس کا یہ والا مطلب بالکل نہیں تھا کہ آپ!!!وہ کہتے ہوئے شرم سے چپ کر گئی تھی۔

۔میری جان اگر پہلے والا شاہ چاہیے تو وہ تو میں ایسا ہی ہوں۔۔۔تمہارے شاہ میں محبت کے معاملے میں صبر کی بہت کمی ہے۔۔۔۔اور اب تو تم مجھ سے وعدہ لے چکی ہو۔۔۔

۔میری جان شاہ اپنے وعدوں سے نہیں پلٹتا۔۔اپنے ہاتھ کی پشت اس کی گردن پر سہلاتے ہوئے اس کے چہرے پر آتے جاتے گھبراہٹ اور شرم کے رنگ دیکھ کر شاہ کا دل صبح صبح ہی گلاب کی طرح کھل گیا۔۔۔

۔وہ اس کے چہرے پر جھکنے لگا تھا کہ میرب کو اپنے مطلب کی ایک بات یاد آ گئی۔۔۔وہ اس کے بالوں میں اپنا چہرہ چھپائے ہوئے تھا۔۔

شاہ!!!!

ہمم!!!!وہ چہرہ اٹھائے بنا گھمبیر آواز میں بولا تھا۔۔

۔شاہ مجھے بے بی چاہیے۔۔شاہ نے حیرت سے سر اٹھا کر اس کی جانب دیکھا تھا۔میرب یہ صبح تمہارے دماغ میں یہ بات کہاں سے آئی ہے۔۔

۔شاہ میں یہ بات آپ سے پہلے بھی کئی بار کہہ چکی ہوں۔۔ مگر آپ ہر بار مجھے یہ کہہ کر ٹال دیتے ہیں کہ میں ابھی ویک ہوں۔۔۔ مگر اب میں ویک نہیں ہوں شاہ میں بالکل ٹھیک ہوں۔۔۔۔مجھے ہمارا بچہ چاہیے۔۔ شاہ کی گال پر ہاتھ رکھتے ہوئے متلاشی نظروں سے شاہ کی جانب دیکھ رہی تھی ۔۔۔۔میرب اس بات کا جواب میں تمہیں پہلے بھی کئی بار دیکھ چکا ہوں۔۔۔ تمہاری جو حالت ہوئی تھی میں بہت ڈر گیا تھا۔۔۔



"میں تمہیں نہیں کھو سکتا۔۔۔جان ہوں تم میری۔۔۔ مر جائے گا شاہ تمہارے بنا۔۔۔ شاہ کہتے ہوئے میرب کے اوپر سے ہٹ کر تکیے پر سر رکھ کر سیدھا لیٹ گیا۔۔۔میرب کو کھو دینے کا ڈر شاہ کے چہرے پر واضح نظر آرہا تھا۔۔اپنی امی جان کے جانے کے بعد تو شاہ اور بھی زیادہ ڈر گیا تھا۔۔۔

۔وہ تو پہلے ہی میرب کی جان کو خطرے میں نہیں ڈالنا چاہتا تھا اور اب تو وہ ایسا چانس لینے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا۔۔۔

۔شاہ پلیز آپ کیوں نہیں چاہتے کہ ہمارے بچے ہوں مجھے ہمارے بچے چاہیے۔۔۔کیوں نہیں آپ ہمارے رشتے کو مکمل ہونے دیتے۔۔وہ اٹھ کر شاہ کے سینے پر سر رکھتے ہوئے اپنی معصوم خواہش کو سمجھانے کی کوشش کر رہی تھی۔۔۔

۔میرب تم خود پہلے بڑی ہو جاؤ پھر بچے کے بارے میں بھی سوچ لیں گے۔۔

۔میرب حقیقت سے واقف تھی کہ شاہ اس کی جان کو خطرے میں نہیں ڈالنا چاہتا۔۔

۔مگر یہ بات شاہ اپنی زبان پر کبھی نہیں لایا تھا۔۔اور وہ لانے کا اردہ رکھتا تھا۔۔

۔شاہ میں بڑی ہو گئی ہوں۔اب یہ طعنے آپ مجھے مت دیا کریں آپ نے کل رات جتنا مجھے ہلکان کیا ہے اگر میں پہلے والی میرب ہوتی تو میں روتی۔۔ مگر میں نے کوئی مزاحمت کی ۔۔۔ آپ نے میری آنکھوں میں ڈر دیکھا۔۔ اپنی آنکھیں شاہ دکھاتے ہوئے۔۔۔بس کسی بھی طرح اپنے شاہ کو اولاد کے لیے منانا چاہتی تھی۔۔

۔اچھاجی تومیری جان بڑی ہو گئی ہے اور رات کو روئی نہیں گڈ ہو گیا۔وہ اس کی ٹھوس دلیل پر مسکرایا ۔۔

۔مگر پھر بھی میرا جواب نہ ہے تم ہو، میں ہوں ہمارا رشتہ مکمل ہے۔۔ ہمارے رشتے کو مکمل کرنے کے لیے کسی بچے کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔ میں تمہاری جان کے لیے کوئی رزک نہیں لے سکتا۔۔



۔یہ کیابات ہوئی شاہ آپ کی اتنی بڑی جائیداد ہے۔تو آپ نہیں چاہتے کہ آپ کا کوئی وارث ہو۔۔
۔وہ شاہ کے دونوں گالوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے محبت بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے التجا کر رہی تھی۔
۔بڑی سمجھداری سے اپنے شاہ کو سمجھا رہی تھی۔۔

۔یہ تکیہ لو سی سوچ تمہارے دماغ میں کہاں سے آتی ہے۔اس جائید اد کے لیے تمہاری جان کو خطرے میں ڈال دوں۔ کیا میں تمہیں اتنا سیل فش لگتا ہوں۔میری جان بستی ہے تمہارے اندر۔مجھے اولاد کی کوئی خواہش نہیں ہے۔۔۔

۔شاہ کیا میں دنیا کی انوکھی عورت ہوں ۔ جو بچے پیدا کروں گی۔ ہر عورت اس مرحلے سے گزرتی ہے۔۔۔تو پھر آپ میرے ساتھ ایسا کیوں کر رہے ہیں۔۔

۔میرب نے ٹھان لی تھی کہ وہ شاہ سے اپنی بات منوا کر رہے گی۔۔

۔میرب تمہاری ہر ضد سر آنکھوں پر۔ بولو دنیا کی ہر خوشی لا کر تمہارے قدموں میں رکھ سکتا ہوں۔ مگر مجھے اولاد نہیں چاہیے مجھے تمہاری ضرورت ہے۔۔
۔میں اولاد کے بنا جی سکتا ہوں تمہارے بنا نہیں۔۔ تو دوبارہ اس ٹاپک پر کبھی بحث نہیں ہو گی۔۔اس سے پہلے بھی ہم اس ٹاپک پر بہت بار بحث کر چکے ہیں۔۔

۔شاہ نے فل سٹاپ لگاتے ہوئے اس کے گرد اپنی باہوں کا گھیر ا بنایا تھا۔۔

۔شاہ چھوڑیں مجھے وہ روتے ہوئے اس کے سینے پر ہاتھوں کا دباؤ دے کر اٹھنے لگی تھی۔۔وہ ناراض ہو گئی تھی اپنے شاہ سے۔وہ رو کر ہوئی اپنی خفگی کا اظہار کر رہی تھی۔۔

۔میرب تمہیں اچھی طرح سے پتہ ہے کہ تمہارے آنسوں مجھے بہت تکلیف دیتے ہیں۔۔میں تمہاری آنکھوں میں میں انسو نہیں دیکھ سکتا۔۔۔ آج کے دن کتنی گستاخیاں کرو گی۔۔

۔پہلے تم نے خود کو تکلیف دی اس کی دونوں کلائیوں کو پکڑ کر چوڑیوں کے زخموں پر ہوئی ڈریسنگ کی طرف اشارہ کیا۔۔اور اب تم اپنی ان خوبصورت آنکھوں سے آنسوں لا کر مجھے تکلیف دے رہی ہو ۔۔۔

۔تمہارے پلے ایک بات کیوں نہیں پڑھتی کہ تم میری ہو اور تم پر صرف حق ہے۔۔۔ تم خود کو اذیت نہیں پہنچا سکتی۔۔اس کے چہرے کو اپنے چہرے پر جھکا کر آنکھوں کو چومتے ہوئے شبنم میں آنسوؤں کے قطروں کو بھی پی گیا تھا۔۔

۔شاہ کیوں آپ میری اتنی سی بات نہیں مان سکتے۔وہ شاہ کے انکار کو ہر صورت ہاں میں بدلنا چاہتی تھی۔

۔ایک اس بات کے علاوہ تمہاری ہر بات مان سکتا ہوں۔۔ یہ نہیں مان سکتا میرب پلیز۔۔۔ اسے اپنے سینے سے لگا کر اس کے بالوں پر لب رکھ کے چوم لیا۔۔۔

۔وہ شاہ کا اٹل انکار سن کر دل برداشتہ ہو گئی وہ رو رہی تھی۔۔

۔چھوٹی چھوٹی سسکیاں کتنی دیر تک لیتی ہوئی روتی رہی۔۔اس گرم سانس سے شاہ کی گردن پر پڑ رہی تھی۔۔وہ وہی لیٹی ہوئی سو چکی تھی۔۔اس کی گرم سانسیں تیزی سے چل رہی تھی۔۔

۔شاہ کو یقین ہو گیا کہ وہ سو چکی ہے اس کی تکلیف شاہ سے چھپی ہوئی نہیں تھی وہ جانتا تھا کہ اس کے اندر کی ممتا تڑپ رہی ہے اپنی اولاد کے لیے۔۔۔

۔وہ یہ بھی جانتا تھا کہ میرب اپنے شاہ کی زندگی میں اولاد کی کمی کو پورا کرنا چاہتی ہے۔پوری رات دونوں سوئے نہیں تھی اس لیے میرب کافی گہری چلی گئی۔۔

۔پھر بھی شاہ نے آپی تسلی کے لیے تھوڑا سا سر اٹھا کر دیکھا جو شاہ کے سینے پر سر رکھے گہری نیند میں سو رہی تھی۔

۔میرب میں کیسے بتاؤں کہ مجھے اولاد کی کتنی خواہش ہے میں بھی چاہتا ہوں ہمارے پیار کی نشانی ہمارے ہاتھوں میں کھیلے۔۔

۔ہماری خوبصورت محبت کی نشانی اس گھر میں کل کاریاں مارے۔ہمارے گھر میں ہماری اولاد کھیلے، میرے سینے پر بیٹھ کر اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں سے میرے چہرے کو سہلائے۔۔

۔میں جب گھر آؤں تو میری اولاد چھوٹے چھوٹے قدموں سے میری جانب بھاگتی ہوئی آئے۔اور میں اپنے سارے غم بھول جاؤں اپنے پورے دن کی تھکاوٹ بھول جاؤں۔۔۔



۔میرا کتنا دل چاہتا ہے کیسے بتاؤں کہ میری میرب گول مٹول لگے۔تمہارا وجود بھرا بھرا ہو تمہارے اندر میری اولاد پرورش پائے۔

۔جو خوشیاں مجھے میرے بچپن میں نہیں ملی جن سے میں محروم رہ گیا۔میری جو خواہشیں ادھوری رہ گئی۔میں وہ سب کو فرمائشیں اپنی بچوں کی پوری کرنا چاہتا ہوں۔۔۔

۔اپنے بچوں کو کے لیے دنیا کی ہر خوشی لے کر آتا اگر مجھے خدا یہ موقع دیتا۔۔مگر میں اپنے رب کی رضا پر راضی ہوں۔میری جان میرے ساتھ ہے کوئی بات نہیں یہ اولاد جیسی محرومی بھی رومان شاہ برداشت کر لے گا۔

۔زندگی نے بہت ساری تلخ حقائق دکھائیں ہیں ان میں ایک اور کا اضافہ ہی صحیح۔دل کے درد سے آہ بھرتے ہوئے مسکرایا دیا۔۔۔

۔میں یہ سب تم سے کہہ کر کمزور نہیں پڑنا چاہتا۔میں تمہیں ٹوٹا ہوا نہیں دیکھ سکتا۔۔۔مجھے پتہ ہے کہ تم مجھے اولاد دینے کے لیے اپنی جان پر کھیل جاؤں گی۔۔۔اور تمہاری جان مجھے اپنی جان سے زیادہ عزیز ہے۔۔

۔اپنے دماغ میں سب کچھ سوچ کر ایک ٹھنڈی آہ بھری میرب کے بالوں پر لب رکھتے ہوئے باہوں کی گرفت مضبوط کرلی۔اپنی جان کو اپنی باہوں کی حراست میں لیے آنکھیں بند کرلی۔۔۔

ooooooo

ہائے اللہ میں مر گئی!!! بیا گہری نیند میں سو رہی تھی جب اس نے اپنی گردن پر کسی کا سخت حالت محسوس کیا۔سانس گھٹنے کی وجہ سے وہ مقابل کا ہاتھ جھٹکتے ہوئے گھبرا کر بیڈ پر اٹھ کر بیٹھ گئی تھی۔۔

۔ابھی مری نہیں ہو!!مر و گی تو اب!!اس کو دھکا دے کر اس کے اوپر گرتے ہوئے جبڑے کو زور سے دبایا لفظوں کو پیستے ہوئے کہا۔۔

۔جب تجھے منع کیا تھا کہ کمرے کی کنڈی مت لگانا تو پھر تیری اس موٹی کھوپڑی میں میری بات کیوں نہیں آئی نہیں۔یا میری بات ماننا ضروری نہیں سمجھا۔میری بات کا جواب دے کہ کنڈی کیوں لگائی تھی معنی خیز نظروں سے دیکھتے ہوئے۔

ایک ایک لفظ کو دبی دبی آواز میں لفظوں کو چباتے ہوئے کہا۔۔

۔ہائے سائیں کیا ہو گیا ہے یہ کوئی طریقہ ہے کسی کو اٹھانے کا اور سوال پوچھنے کا۔اتنے سالوں سے اپنے کمرے کی کنڈی لگا کر سوتی تھی تو ایک دن میں میری عادت کیسے بدل جاتی ہے۔۔

۔ویسے بھی کل پوری رات میں سوئی نہیں تھی۔تو اس لیے مجھے نیند آ رہی ہے'سائیں کے ہاتھ کو ہٹاتے ہوئے جبڑے کی درد سے رو پڑی۔۔

۔

۔چل چپ کر اب رو کر خود کو مظلوم مت بنا۔۔۔بیا کی آنکھوں میں آنسوں دیکھ کر خرم نے جبڑے کو چھوڑ دیا۔

۔اور تیرے کہنے کا مطلب کیا ہے کہ اتنے سالوں سے جو تم کر رہی تھی۔میرے لیے۔تو وہ ایک دن میں وہ بدل نہیں سکتی بیا کو گھورتے ہوئے کہا۔۔۔

۔بیوی ہے تو میری اور ہمارے خاندان میں بیویاں اپنے شوہروں کے لیے ایک پل میں بدل جاتی ہیں۔ تیری یہ دلیل مجھے بڑی فضول لگی۔

۔سائیں میں نے ایسا تو نہیں کہا کہ میں آپ کے لیے خود کو نہیں بدلوں گی۔ سائیں کی سرخ ہوتی آنکھوں سے دیکھنے پر بیا نے آنکھیں جھکائے ہوئے کہا۔۔۔

۔اچھی بات ہے کہ تم کچھ نہ ہی کہو!!

تیرا سسر مجھے جتنا کچھ کہہ لیتا ہے۔ پیچھے کو کسر بچتی نہیں کہ کوئی اور مجھے ذلیل کرے۔۔۔۔تو اپنی بندوق اس کے کاندھے پر رکھ کر چلا لیا کرنا۔

۔اتنی تمیز کے ساتھ جا کر رخصتی کا کہا تو پھر بھی ابا سائیں کی زبان جو میرے لیے ہمیشہ زہر ہی اگلتی ہے ۔۔۔انکار کر دیا پتہ تو چلا ہی گیا ہو گا تجھے۔۔ تو تو ابا سائیں کی چمچی ہے تو بھلا کیسے بے خبر ہو سکتی ہے۔۔



۔بیا پر تنز مارتے ہوئے پیچھے ہٹ کر تکیے پر سیدھا لیٹ گیا۔۔

۔جی سائیں مجھے پتہ چلا مگر میں خوش نہیں تھی رخصتی کا انکار سن کر۔۔ کبھی میرے لیے کچھ اچھا بھی سوچ لیا کریں۔

۔میں بھی چاہتی ہوں کہ میں آپ کے ساتھ رہوں۔۔اگر تایا ابا اس بات پر راضی نہیں تو اس میں میرا تو کوئی قصور نہیں ہے۔۔۔اور کنڈی لگانے کے لیے معافی چاہتی ہوں۔۔ویسے کنڈی لگی تھی آپ کمرے میں کیسے آئے بیا نے حیرانی سے پوچھا۔۔

۔بیارانی بیوی ہے تو میری آج تک اگر تجھ تک نہیں پہنچا تو اس کا ہرگز مطلب نہیں تھا کہ تیری اس کنڈی نے مجھے روک رکھا تھا۔۔تیرے سائیں نے خود اپنے لیے حد بنتی لگا رکھی تھی۔ورنہ یہ تیری کنڈی مجھے روکنے کے کام نہیں آسکتی۔۔

۔خرم کے چہرے پر فخریہ مسکراہٹ آگئی انگلی کا اشارہ کھڑکی کی جانب کیا جس کے پیچ پرزے کھول کر وہ اندر تشریف لے کر آیا تھا۔۔



۔ہائے اللہ سائیں آپ کھڑکی سے آئے ہیں کوئی دیکھ لیتا تو کیا کہتا۔۔بیا نے اپنا منہ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کھڑکی کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔۔

۔کسی کی اتنی اوقات نہیں کہ کوئی مجھے کچھ کہہ سکے۔۔اور اباسائیں اس وقت سو رہے ہیں۔۔بے فکر رہو تمہاری ساس کو پتہ ہے کہ میں تمہارے کمرے میں ہوں۔۔پوری رکھوالی کریں گی کہ ان کا بیٹا اور بہو پکڑے نہ جائیں اس لیے بے فکر رہو۔

۔کیا۔۔۔سائیں۔تائی سین کو پتہ ہے کہ آپ میرے کمرے میں ہیں بیا کے چہرے پر شرم و حیا کی سرخیاں بکھر گئی تھیں۔جن کو دیکھ کر۔۔اس کے کے سائیں کا دل بے قراری سے دھڑکا تھا۔۔

۔اتنا شرما مت جان لے لوں گا تیری پھرنا کہنا۔۔اس کی کلائی کو پکڑ کر اپنی باہوں کے دائرے میں لیے اپنے اوپر جھکاتے ہوئے اس کی پنکھڑیوں کو اپنے ہونٹوں میں قید کرنا چاہا۔۔۔



۔سائیں آج نہیں!!!وہ جھٹکے سے پیچھے ہو کر سو کی سپیڈ سے بیڈ سے اتری اور دور دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑی ہو گئی۔۔

۔بیا واپس آ میرا دماغ مت خراب کر۔اور آج نہیں کا کیا مطلب!!!سوالیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے گھور کر دیکھا۔۔

۔سائیں میں کل پوری رات سوئی نہیں مجھے بہت نیند آرہی ہے۔ منمناتے ہوئے کہا۔۔۔

۔بڑی ہی فضول دلیل ہے۔۔ ادھر آ اتنے سالوں سے سو سو کر تیرا دل نہیں بھرا۔جو ایک رات نہ سونے کا رونا شروع ہو گیا ہے تیرا۔۔ انگلی کا اشارہ کرتے ہوئے بلایا۔۔
۔سائیں آج تو میں آپ کی بات نہیں مانوں گی۔۔ مجھے سونا ہے مجھے بہت نیند آرہی ہے۔رونے والی شکل بنائی۔۔۔

۔بیا کو کل خرم نے کل پوری رات جگاتے ہوئے شدتوں سے ہلکان کر رکھا تھا۔۔۔اور صبح میں اس کے تایا اور تائی شہر سے واپس آ گئے تو پورا دن بھی وہ نہیں سو سکی تھی۔۔اور اب 24 گھنٹوں کے بعد بیا کا نیند سے برا حشر چکا تھا۔۔

۔اس وقت اتنی نیند کی شدت میں وہ خرم کی جذباتوں کی شدت و برداشت نہیں کر سکتی تھی۔۔ خرم کتنا کتنی سخت جان تھا، یہ تو وہ کل کی رات اندازہ لگا ہی چکی تھی۔

۔اتنی چلاکی مجھ سے مت کرو۔تجھے کیا لگتا ہے ایسے تم مجھ سے بچ جاؤ گی!!بیا جو خرم کی نیت اور نظروں کو سمجھتی ہوئی خود کو بچانے کے لیے بھاگ کر روم کے دروازے پر جانے کی نیت سے کنڈی کھول رہی تھی۔۔۔

۔اس کے ارادے کو خرم چند ہی قدموں میں ہی فاصلہ طے کرتے ہوئے ناکام بنا چکا تھا۔۔

۔سس۔۔۔سا۔۔۔سائیں نہیں مجھے جانے دے!!! ایک ہی رات میں مرنے والی شکل بنائے ہوئے ہیں۔ابھی تو ساری زندگی میرے ساتھ رہنا ہے اور اپنے سائیں کو برداشت کرنا ہے۔۔۔

۔نیچے جھک کر اسے اپنی گود میں اٹھاتے ہوئے گہری نظروں سے دیکھتا ہوا فاتحانہ مسکراہٹ لبوں پر سجائے ہوئے تھا۔۔



۔سائیں ظالم نہ بنے میں آپ کی ہوں۔ کہیں بھاگی تو نہیں جا رہی۔پلیز آج کی رات سو جانے دے۔۔ التجاہی نظروں سے دیکھتی ہوئی بولی تھی۔۔ اسے بیڈ پر لیٹاتے ہوئے۔ نفی میں سر کو ہلاتے ہوئے مونچھوں کو تاؤ دے کر مسکرایا تھا۔۔

۔نہ۔بیا۔نہ!!سائیں کی جان سائیں سے ایسی کوئی امید مت رکھنا میں تو اپنی چیزوں پر پورا حق جماتا ہوں ۔اور تو میری بیوی ہے۔پورے حق سے حق وصول کروں گا۔یہ شہری بچوں والی امید مجھ سے نہیں رکھنا۔اپنے کرتے کے بٹن کھولتا ہوا اتار چکا۔۔وہ اس کے پر جھکا اور جھکتا ہی چلا گیا۔۔

۔بیا مزاحمت کرتی رہ گئی مگر وہ اپنی ضد کا پکا تھا اس کے ہاتھوں اور پیروں کو پن کرتے ہوئے۔لمسوں کی بارش برسانے لگا۔۔

۔کالی گھٹا بن کر اس پر چھایا تھا۔ظالم اتنا کہ اس کی سسکی کی آواز تک کو حلق سے باہر آنے نہیں دے رہا تھا۔۔۔

۔اس کی وجود رانائیوں کی خوشبو کو خود میں بساتے ہوئے۔ایک اور رات بیا کے لیے بہت کڑی ثابت ہو رہی تھی۔۔

۔سائیں کی تیز سانسوں کی آواز روم میں آرہی تھی۔تو کہیں کہیں بیا کی دبی سی کوئی سسکی بھی سائیں کے لبوں سے چھوٹ کر باہر آجاتی تھی۔۔۔

○○○○○○○○

سلار سائیکل تم جیسا گھٹیا انسان میں نے اپنی زندگی میں نہیں دیکھا!! تم مرد ذات پر ایک دھبہ ہو دھبہ!! تم لوگوں کے سامنے جو شرافت کا لبادہ اوڑے رکھتے ہو ایک نہ ایک دن میری بددعا ہے کہ وہ لبادہ تمہارے چہرے سے ہٹے اور دنیا تمہارا یہ بھیانک چہرہ دیکھے اور تجھ پر تھو کرے۔۔

۔وہ اپنی چادر کو اپنے ارد گرد لپیٹتے ہوئے اس کی گندی نظروں سے خود کو چھپاتے ہوئے جاتے جاتے بول رہی تھی۔

۔ہاہاہا!!وہ شیطانی مسکراہٹ سے قہقہہ لگا کر ہنسا تھا۔۔اس عورت کی بے بسی کی اس گھٹیا انسان نے قیمت لگائی تھی۔وہ بھی ایک رات۔۔۔

۔تیرے جیسی بہت آئیں ہیں۔مجھے بددعائیں دینے۔مگر تیری جیسی عورتوں کی بددعائیں میرا کچھ نہیں بگاڑ سکی۔۔

۔آج تک تم جیسی پتہ نہیں کتنی میری اس بستر کی رونق بن چکی ہیں۔۔اور دیکھو میری شہرت میں کوئی کمی نہیں آئی۔۔"ہر دن میں مضبوط سے مضبوط تر ہوتا جارہا ہوں۔۔۔"وہ چہرے پر غرور لیے شیطانی مسکراہٹ سے ہنستا ہوا اپنا گندا وجود لیے ہوئے بیڈ پر لیٹا ہوا تھا۔

۔اس کے وجود پر کپڑے تقریبا نہ ہونے کے برابر تھے۔اپنے اوپر کمبل لے کر اپنے گندے وجود کو چھپاتے ہوئے اس بے بس عورت کو غلاظت بھری نظروں سے دیکھا۔۔

۔چپلیں پہنتے ہوئے وہ عورت اپنے وجود پر اس کی نظریں سوئیوں کی طرح پوست ہوتے ہوئے محسوس کر رہی تھی۔۔

۔اس بے بس عورت کا دل کر رہا تھا۔زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے۔



۔او پکیزہ عورت یہ تو لیتی جا پھر اس کو لینے کے بہانے کہیں مجھ سے ملنے مت آجانا۔اس کی کچھ پرائیویٹ چیزیں اس کی طرف اچھالتے ہوئے اسے ذلیل کر رہا تھا۔

۔اور کوئی رات مجھے تمہارے ساتھ نہیں گزارنی۔ کل باقی کی رقم لے کر آنا کہیں یہ مت کہنا کہ ایک رات اور میرے ساتھ گزار لو۔۔ مجھے صرف ایک ہی بار تم جیسی عورت کے وجود کی رانائیاں اچھی لگتی ہیں۔اس کے بعد تو میں تھوکتا بھی نہیں۔۔

۔کتا ہے تو کتا وہ جاتے ہوئے اس پر لعنت دیتے ہوئے روم کا دروازہ کھول کر خود کو چادر میں لپیٹ کر چلی گئی !!!۔اونچی آواز میں قہقہہ لگا کر ہستی ہوئی آواز اس عورت کے کانوں میں آگ لگا رہی تھی۔۔وہ اس کی بے بسی کا مذاق اڑا رہا تھا۔۔

۔سلار سائیکل جو پیش سے ایک بہت بڑا وکیل تھا۔۔ وہ اسی طرح سے صحیح اور غلط کے فرق کو مٹا کر عورتوں کی بے بسی کا فائدہ اٹھاتا تھا۔"اور پیسہ کمانے کی تو اس کو ایسی لت تھی کہ اسے ہر حال میں کیس جیتنا ہوتا تھا۔۔چاہے وہ راستہ غلط ہو یا صحیح۔۔اور وہ شخص بہت امیر لوگوں کے کیس ہی لیتا۔۔جو اس کی فیس ہینڈل کر سکے۔۔ کیونکہ غریبوں کے بس میں نہیں تھا کہ وہ اس شخص کی فیس ادا کر سکتے۔۔۔

۔مگر اس کا ریکارڈ تھا آج تک اس نے تقریباً 200 سے زائد کیس لڑے تھے۔اور سب کے سب اس نے جیتے۔اس کے مقابل کھڑے ہوئے لائرز کے نصیب میں ہمیشہ ہار آتی تھی۔۔

۔اس لیے وکیل اس کے ساتھ کیس لڑتے ہوئے گھبراتے تھے۔۔۔امیروں سے تو یہ اتنی بڑی رقم لیتا تھا اس نے اپنے بینک اکاؤنٹ کالے کر رکھے تھے۔۔

۔اور جو کوئی بے بس مظلوم اس کے چنگل میں پھنس جاتا۔۔تو ان کی بہو بیٹیوں کو بلیک میل کر کے یہ اسی طرح سے فائدہ اٹھاتا۔۔ جس طرح اس نے اس عورت کا فائدہ اٹھایا۔۔اس عورت کا اکلوتا بیٹا ایک جھوٹے ریپ کیس میں پھنس گیا۔۔۔

۔لڑکے کی عمر بامشکل 1817 سال عورت کا شوہر کی ڈیتھ ہو چکی تھی۔یہ بے بس عورت نہ تو اس وکیل کی فیس ادا کر سکتی تھی اور نہ ہی کوئی اور وکیل اس کیس میں ہاتھ ڈالنے کو تیار تھا۔۔۔

۔کیونکہ جس لڑکی کے کیس میں اس کے بیٹے کو ملوث کیا گیا تھا۔وہ ایک ریٹائر کرنل کی بیٹی تھی۔۔ ایسے میں یہ عورت سالار سائیکل تک پہنچی۔۔

۔اس درندہ صفت انسان نے دیکھا کہ عورت کی ایج کچھ زیادہ نہیں تھی اور دیکھنے میں بھی بہت خوبصورت تھی۔

۔اس کی بے بسی اور مجبوری کو مد نظر رکھتے ہوئے اس نے اپنے ڈیل اس کے سامنے رکھی۔۔
رقم کو ہاف کرتے ہوئے باقی کی قیمت ایک رات لگائی تھی۔۔

۔اس مجبور عورت نے بہت منت و سماج کی۔ مگر یہ درندہ صفت شخص نہیں مانا۔ اور آج اپنی ہوس کو پورے کرتے ہوئے۔اس کی پاکیزگی کا تار تار کر چکا تھا۔ کل اس کی بیٹے کی بیل تھی۔۔۔اور اس سے پہلے اسے ہاف رقم بھی لے کرانا تھی۔۔



oooooooooo

ٹھک ٹھک ٹھک ٹھک!!!!

۔روم کے دروازے پر ٹھک ٹھک کر کے آتی ہوئی آواز پر شاہ میر کی آنکھ کھلی جبکہ مرہا میر کی کمر میں ہاتھ ڈالے ہوئے گہری نیند کے مزے لوٹ رہی تھی۔۔۔

۔وہ اتنے دنوں سے اپنے میر سے دور تھے۔اسے اپنے میر کی بہت ستاتی۔مگر بھائی کے گھر کی رونق کو بحال کرنے کے لیے وہ یہاں پر رکی ہوئی تھی۔۔۔

۔آج اچانک سے میر نے جو آکر سرپرائز کیا تو وہ اپنے دل کی خوشی کا حال بیاں نہیں کر سکتی تھی۔۔۔

۔رات بھر جو شاہ میر محبت کی بارش میں بھیگی تو۔اس وقت اسے اتنی زور سے دروازہ کھٹکھٹانے کیا آواز بھی نہ اٹھا سکی تھی۔۔۔

۔اپنی کمر سے مرہا کا ہاتھ بڑی نرمی سے ہٹاتے ہوئے۔اس کے پرسکون معصوم چہرے کی جانب دیکھا۔۔شاہ میر کے نیند سے بھری ہوئی لال آنکھیں اسے دیکھ کر چمک سی اٹھی تھی۔نیند کی خماری میں بھی اس کے لب مسکرائے۔۔



۔اس کے ماتھے کو چوم کر بلینکٹ کو ہٹاتا ہوا۔پاؤں بیڈ سے نیچے لٹکا چپلیں پہن کر۔۔پاس پڑی ہوئی شرٹ کو پہن لیا بٹن بند کیے۔۔۔اتنے میں دروازہ دوبار اور کھٹک چکا تھا۔۔

۔روم کے باہر کھڑے ہوئے انسان کو بھی بہت جلدی تھی شاید۔۔

۔ماما آپ شاہ میر نے جیسے ہی روم کا دروازہ کھولا۔۔۔تو باہر روم کے آگے ہاتھ مسل کر ٹہلتی ہوئی اپنی ماما کو دیکھ کر شاہ میر کی آنکھیں چمک اٹھی تھی۔۔۔

۔وہ روم کے باہر ہی چلا گیا کیونکہ مرہا اس وقت جس حالت میں سو رہی تھی۔ایسے میں سوائے شاہ میر کے کسی اور کا داخلہ ممنوع تھا۔۔۔

۔اپنی ماما جان کے گلے میں ملتے ہوئے پیار سے اپنے ماما کا ماتھا چومتے ہوئے ان کی خیریت دریافت کر رہا تھا۔۔۔" کیسی ہو سکتی ہے اس بیٹے کی ماں جسے اپنے بیٹے کی یہ پیاری سی شکل دیکھے ہوئے۔پورا ایک مہینہ گزر گیا ہو۔۔۔



۔تم نے مجھے بتایا کیوں نہیں کہ تم آنے والے ہو۔تم نے مجھے رات کو جگایا کیوں نہیں۔۔اپنے بیٹے کو گلے ملتے ہوئے اپنے بیٹے کے گال پر پیار سے چومتے ہوئے ایک ساتھ بہت سے سوال کر رہی تھی۔۔۔

۔بیٹا چاہے جتنا مرضی بڑا ہو جائے لیکن ایک ماں کے لیے وہ چھوٹا بچہ ہی ہوتا ہے۔یہ اس وقت شامیر کی ماں کو دیکھ کر اندازہ لگایا جاسکتا تھا۔۔

۔ریلیکس میری پیاری ماں ریلیکس سب بتاتا ہوں۔بہو اور ساس دونوں ایک جیسی ہو۔اتنے سوال کرتی ہو ایک ساتھ کہ پولیس والا خود کنفیوز ہو جاتا ہے۔۔

۔میں تو کہتا ہوں آپ۔۔اور آپ کی بہو کو پولیس میں بھرتی کروا دیتا ہوں۔بہت اچھے سوال جواب کرتی ہیں آپ دونوں۔اپنی ماما کے سوالوں پر مسکراتے ہوئے بولا تھا۔۔وہ بھی اپنے بیٹے کی بات پر مسکرا دی۔۔

۔رات کو میں نے اس لیے آپ کو نہیں اٹھایا کیونکہ میں بہت لیٹ نائٹ گھر پہنچا تھا۔۔رات کے دو بجے آپ کو اٹھانا مجھے مناسب نہیں لگا۔۔

۔اور آنے کا اس لیے نہیں بتایا کہ اگر بتا دیتا تو آپ کے چہرے پر یہ چمک کیسے دیکھتا۔۔میں آپ کو سرپرائز دینا چاہتا تھا مگر آپ کو صبح صبح کیسے پتہ چلا کہ میں آیا ہوں۔۔

۔شاہ میر نے حیرانی سے پوچھا تھا۔۔ماں ہوں تمہاری۔ مسکراتے ہوئے کہا۔ سرپرائز کے بچے چوکیدار نے بتایا ہے کہ شاہ میر بابا آئے ہیں۔۔۔

۔تو مجھ سے رہا نہیں گیا۔۔ سوری آپ لوگوں کو صبح صبح ڈسٹرب کیا۔وہ تھوڑی سی شرمندہ ہوئی تھی۔ جوان شادی شدہ بیٹی کے کمرے میں اس طرح صبح صبح آنے پر۔۔۔

۔میری پیاری ماما آپ کو اپنے بیٹے کے روم میں آنے کے لیے ٹائم ٹیبل دیکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔۔ اپنی ماما کے کاندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے پیار سے بولا تھا۔۔۔
۔وہ اپنی ماما کے ساتھ چلتا ہوا ان کے روم کی طرف چلا گیا۔۔اپنی ماما کے ساتھ ٹائم سپن کرنا چاہتا تھا۔۔شاہ میر خود بھی اپنی ماما سے بہت اداس تھا۔

۔اور بتائیں ماما آپ کی صحت ٹھیک ہے۔وہ ساتھ چلتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔۔

۔ہاں آئی ایم گڈ!!!

ہمم!!!اور بابا کیسے ہیں

۔وہ بھی بالکل ٹھیک ہیں!!!

۔کہاں ہے اس وقت بابا!!!

۔کہاں ہو سکتے ہیں۔اپنی فیورٹ جگہ ٹیرس پر بیٹھے ہوئے چائے پی رہے ہیں۔اور ساتھ بھی اپنے روز کے معمول کے مطابق اخبار پڑھ رہے ہیں۔۔اگر کوئی خبر چھوٹ گئی تو تمہیں تو پتہ ہے کہ ان کی ہسٹری خراب ہو جائے گی۔۔کہ ہر خبر پر ملک صاحب کی نظر ہوتی ہے۔۔وہ دونوں ایک ساتھ ہنستے ہوئے ٹیرس کی جانب جا رہے تھے۔۔۔



00000000000

" مہک ایوری تھنگ از اوکے تم ٹھیک ہو !! کھانے کے دوران مہک کو ابکائیاں لیتے ہوئے احمر فکر مندی سے بولا۔اس سے پہلے کہ مہک جواب دیتی اسے پھر سے ابکائی آئی اور وہ بھاگتی ہوئی واش روم میں جاکر بند ہو گئی۔

۔وہ دونوں روم میں ہی بیٹھے ہوئے ہی کھانا کھا رہے تھے۔کیونکہ احمر کی والدہ اپنی بہن کی عیادت کے لیے راولپنڈی گئی ہوئی تھی۔ان بہن جو کہ کافی بیمار تھی۔ان کو ہاسپٹل میں ایڈمٹ کیا ہوا تھا۔

۔مہک اور احمر گھر میں اکیلے ہی ہوتے تو اس لیے زیادہ تر وہ کھانا اپنے روم میں ہی کھاتے تھے۔۔

۔آج سنڈے تھا تو دونوں کافی لیٹ اٹھے اور اب وہ ڈائریکٹ دوپہر کا کھانا ہی کھا رہے تھے۔۔
۔مہک بے بی کیا ہوا ہے ۔دروازہ کھولو دروازے کو کھٹکھٹاتے ہوئے احمر گھبرائی ہوئی آواز سے بولا۔واش روم سے مسلسل مہک کی قے کرنے کی آواز آرہی تھی۔

۔احمر بہت پریشانی کے عالم میں مہک کو بار بار دروازہ اوپن کرنے کے لیے بول رہا تھا۔۔

۔کیا ہوا ہے تمہیں چلو میں تمہیں ڈاکٹر کے پاس لے کر چلتا ہوں۔مہک نے جیسے ہی دروازہ کھولا تو احمر اس کے چہرے پر آئے ہوئے پسینے کو دیکھ کر ٹینشن میں آگیا۔۔پاس پڑے ہوئے ڈبے سے ٹشو لے کر اس چہرہ پونچھتے ہوئے۔اسے ڈاکٹر کے پاس لے جانے کا بول رہا تھا۔۔

۔کچھ نہیں ہوا مجھے۔ٹھیک ہوں میں۔احمر کے گال پر ہاتھ رکھ کر نظریں جھکا کر شرماتے ہوئے بولی۔۔

۔تمہیں ڈاکٹر بننے کی ضرورت نہیں ہے۔تم ٹھیک ہو یا نہیں یہ ڈاکٹر بتائیں گے۔تم میرے ساتھ چلو۔ اس کا ہینڈ بیگ اٹھا کر اسے تھماتے ہوئے۔پاس پڑے ہوئے اپنے فون کو اٹھا کر اپنی پاکٹ میں ڈالنے لگا۔۔



۔آپ بابا بننے والے ہیں!!!!

۔اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر آہستہ سے شرماتے ہوئے بولی۔۔

۔احمر ایک دم ساکت ہو گیا تھا۔اسے کے کانوں نے جو سونا اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ وہ سچ ہے یا وہ کوئی خوبصورت سا خواب دیکھ رہا ہے۔۔۔

۔مہک سچ کہہ رہی ہو۔اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سوالیہ نظروں سے پوچھ رہا تھا۔۔ جیسے کہ اسے یقین ہی نہیں آرہا تھا کہ اللہ کی ذات اس پر مہربان ہو چکی ہے۔۔

۔بالکل سچ کہہ رہی ہوں آپ بابا بننے والے ہیں۔۔۔اور میں !وہ کہتے ہوئے شرما گئی تھی۔۔

تھینک یو! تھینک یو سو مچ! آئی لو یو مہک مجھے اتنی بڑی خوشخبری دینے کے لیے۔ وہ دیوانہ سا ہو کر پاگلوں کی طرح اس کے چہرے کو چومتے ہوئے اسے اپنے گلے سے لگا چکا تھا۔

۔آئی لو یو ٹو! آپ کا بھی بہت سارا تھینک یو مجھے اتنی لائف دینے کے لیے۔۔۔وہ بھی مسکرا کر اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر کھڑی ہوئی تھی۔۔۔

۔مگر تمہیں کیسے پتہ کہ تم پریگننٹ ہو احمر نے ایک نیا شوشہ چھوڑا تھا۔۔

۔ویری فنی !مجھے نہیں پتہ ہو گا تو کیا ہماری پڑوسن کو پتہ ہو گا کہ میں پریگننٹ ہوں مہک کی ہنسی چھوٹ گئی تھی احمر کے سوال پر۔۔۔

۔نہیں میرا مطلب ہے کہ یہ بات تو ڈاکٹرز کلیئر کرتے ہیں نا۔۔

۔لڑکی کو خود بھی سب کچھ پتہ ہوتا ہے بچی نہیں ہوں میں۔۔پھر بھی آپ اپنی تسلی کے لیے مجھے ڈاکٹر کے پاس لے چلنا۔

۔ہاں یہ ٹھیک ہے چلو پکڑو اپنا ہینڈ بیگ ہم ابھی چلتے ہیں۔۔

۔احمر کیا ہو گیا ہے پہلے کھانا تو کھا لیں آپ۔وہ اپنے گھبرائے ہوئے شوہر کو دیکھ کر ہنس رہی تھی۔۔

۔ہاں یار کھانا تو تم نے بھی نہیں کھایا پہلے تم کھانا کھا لو!!اب تو تمہیں زیادہ اچھی ڈائٹ کی ضرورت ہو گی نا۔۔۔

۔وہ مہک کو پکڑ کر ٹیبل پر اپنے پاس بٹھاتے ہوئے نوالہ بنا کر اس کے منہ میں ڈالنے لگا۔۔ جس کو مہک نے اپنے ہاتھ سے روک دیا۔۔

۔احمر پلیز میرا دل مچل رہا ہے پیچھے کرے۔ گوشت کی خوشبو سے مہک کا دل خراب ہو رہا تھا۔۔

۔وہ پھر سے بھاگتی ہوئی واش روم میں چلی گئی۔۔او مائی گاڈ یہ میں نے کیا کر دیا احمر گھبراتے ہوئے اس کے پیچھے واش روم میں گیا۔۔جو الٹیاں کر کے بے حال ہو رہی تھی۔۔

۔سوری یار سوری مجھے نہیں آئیڈیا تھا کہ تمہیں اس کی خوشبو سے قے آنے لگے گی۔۔وہ شرمندہ ہوتا ہوا مہک کے ماتھے پر ہاتھ رکھے اس کا پسینہ پونچھ رہا تھا۔۔

۔جبکہ مہک اتنی خراب حالت میں بھی اپنی قسمت پر رشک کر رہی تھی کہ اسے اتنا محبت کرنے والا خوبصورت دل کا مالک شوہر ملا ہے۔۔



oooooooo

مرہا گہری نیند سے بیدار ہوئی تو اپنے ہاتھ میر کے سینے پر اپنا ہاتھ سہلاتے ہوئے اس کی آنکھ کھلی کیونکہ بیڈ خالی تھا۔وہ گھبرا کر اٹھ کر بیٹھ گئی تھی۔۔۔

۔میر بیڈ پر موجود نہیں تھا مرہا بہت پریشان ہو گئی۔۔کیا میر واپس چلے گئے ہیں۔۔بے اختیار اس کے منہ سے نکلا وہ فوراً سے پہلے باہر جا کر دیکھنا چاہتی تھی۔۔

۔مگر اس کی حالت ایسی نہیں تھی کہ وہ فورا روم سے باہر جاتی جلدی سے قبرڑ سے کپڑے لیتی ہوئی واش روم میں جا کر بند ہو گئی تا کہ وہ چینج کر سکے۔۔

۔میر کے واپس جانے کا سوچ کر ہی مرہا کا دل بہت اداس ہو گیا۔۔وہ جلد از جلد حقیقت جاننا چاہتی تھی ۔وہ اپنی بے ترتیب اداس دھڑکنوں کو لیے جلدی سے فریش ہو کر چینج کرنے لگی۔

००००००००

۔میرب منہ بعد میں بنا لینا پہلے کھانا کھاؤ!!میرب کب سے ٹیبل پر منہ پھلائے ہوئے بیٹھی تھی۔۔

۔رومان شاہ کھانا کھاتے ہوئے بار بار نظریں اٹھا کر اسے دیکھ رہا تھا۔جو صرف کھانا اسی لیے چھوڑ کر بیٹھی ہوئی تھی کہ شاہ اس سے پوچھے کہ وہ کیوں ناراض ہے۔۔۔

۔جبکہ شاہ حقیقت سے واقف تھا کہ میرب بچے والی بات لے کر اس سے ناراض ہے۔اور میرب سے پوچھ کر وہ دوبارہ سے بات کو شروع نہیں کرنا چاہتا تھا۔۔

۔میں کھانا کھاؤں یا نہ کھاؤں جیوں یا مروں آپ کو شاہ اس سے کوئی فرق پڑتا ہے آخر میرب نے اپنی زبان کا قفل توڑا۔

۔میرب تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے میرے خیال سے تمہیں کسی سائیکیٹرس کی ضرورت ہے۔۔اپنے ہاتھ سے نوالہ بنا کر شاہ نے اس کے منہ کے آگے کیا۔۔

۔مجھے بھوک نہیں ہے میں نے نہیں کھانا اپنا چہرہ دوسری جانب موڑتے ہوئے کہا۔۔



۔میرب اگر تمہیں لگتا ہے کہ تمہارے اس طرح موڈ خراب کرنے سے میں تمہاری بات مان جاؤں گا۔ایسا بالکل نہیں ہو گا۔۔

۔رومان شاہ اپنے فیصلے خود کرتا ہے اور جو فیصلے میں نہ بدلنا چاہوں۔۔۔میری ان فیصلوں کو کوئی بھی نہیں بدل سکتا۔۔اس لیے میرے ساتھ ضد مت لگاؤ۔۔۔

۔رات کو فیصلہ ہو چکا ہے۔ سخت لہجے میں زبردستی اس کے منہ میں نوالہ ڈالتے ہوئے۔۔واپس اپنے کھانے کی کی پلیٹ سے اپنے نیوالا بنا کر کھانے لگا۔۔۔

۔شاہ اولاد لینے یا نہ لینے کا فیصلہ ہم دونوں کا ہونا چاہیے۔۔ آپ کیسے اکیلے فیصلہ کر سکتے ہیں۔۔نوالہ کھاتے ہوئے آنسوں اس کے گلے میں اٹکنے لگے تھے۔۔

۔ہمم!تو اب تمہیں میرے فیصلوں پر اعتراض ہونے لگا ہے اتنی سمجھدار ہو گئی ہو تم۔۔اس کی جانب دیکھتے ہوئے آنکھیں دکھائیں۔ایک اور نوالہ بنا کر زبردستی اسے کھلایا۔۔

۔ہر چیز میں آپ یہی کرتے ہیں شاہ!!اپنے فیصلے مجھ پر زبردستی مسلط کر دیتے ہیں۔۔۔ چاہے پھر وہ زندگی کے فیصلے ہوں۔۔ یا کھانا ہو۔۔اس وقت غصے میں اس کا کھانا کھانے کا بالکل دل نہیں چاہ رہا تھا۔۔اور شاہ اسے زبردستی کھانا کھلا رہا تھا۔تو لگے ہاتھ اس نے یہ بھی شکایت کر دی۔۔۔

۔شاہ تو ایسا ہی ہے یہ تمہیں مجھ سے پیار کرنے سے پہلے سوچ لینا چاہیے تھا۔ اب تو کچھ نہیں ہو سکتا ۔۔سپاٹ لہجے سے اسے کھانا کھلاتے ہوئے ساتھ میں خود بھی کھا رہا تھا۔۔

۔بہت اچھا کیا لگے ہاتھ یہ محبت والا تانہ بھی دے دیا مجھے۔۔میرب شاہ کے بچے والی انکار سے۔بہت دل برداشتہ تھی۔اس لیے شاہ کی چھوٹی چھوٹی باتوں سے چڑ رہی تھی۔۔

۔شاہ نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔کیونکہ میرب ہر بات کا الٹ مطلب نکال کر لڑنے پر تلی ہوئی تھی۔جبکہ شاہ کا ایسا کوئی موڈ نہیں تھا۔۔

۔منہ کھولو اور جلدی کھانا فنش کرو!!اس کے بعد تمہیں دوا بھی کھانی ہے۔شاہ اسے زبردستی کھانا کھلاتے ہوئے دوا کا یاد کرویا۔جو اسے روز وہ اپنے ہاتھوں سے دیتا۔۔۔

۔کھانا کھاؤ میری جان مجھے بعد میں تاڑ لینا میں یہیں پر ہوں۔۔میرب کو غصے سے اپنی جانب گھومتے ہوئے دیکھ۔۔شاہ مسکراتے ہوئے اس کے منہ کے سامنے نوالہ کیے ہوئے تھا۔۔

۔کون سی دوائی ہے جو آپ مجھے روز کھلاتے رہتے ہیں!!!

۔میرب کے سوال پر شاہ سوالیہ نظروں سے اس کی جانب دیکھا۔۔

۔میرب تم نے صبح صبح بھانگ کر نشہ کیا ہے۔جو الٹے سیدھے سوال کر رہی ہو۔۔۔ تمہیں پتہ تو ہے کہ تمہیں میں وٹامن کی ٹیبلٹ روز کھلاتا ہوں۔کیوں تم ویک ہو۔۔۔

۔اب میں بالکل ٹھیک ہوں اور مجھے آپ کی وٹامن کی دوائیوں کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔میرب نے منہ کے زاویے بدلتے ہوئے کہا۔۔۔کیونکہ وہ جانتی تھی کہ شاہ اسے ایک ایسی ٹیبلٹ روز کھلاتا تھا ۔جس سے وہ کبھی بھی پریگننٹ نہیں ہوسکتی تھی۔۔

۔میرب تم بہت زبان درازی کر رہی ہو!مجھے بالکل پسند نہیں ہے کہ تم مجھ سے اس طرح سے زبان درازی کرو۔۔۔اٹھو میرے ساتھ روم میں چلو۔۔۔اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے زبردستی شاہ اسے روم میں لے کر آیا۔۔۔

۔اسے صوفے پر بٹھاتے ہوئے اپنے رات کو پہنے ہوئے کوٹ کی جیب سے اس نے وہ ٹیبلٹ نکالی اور سائیڈ ٹیبل سے پانی کا گلاس اٹھا کر لایا۔۔۔

۔میرب کے منہ میں گولی رکھ کر آئی برو اٹھا کر اشارے سے پانی پی کر گولی کھانے کو کہا تھا۔۔۔میرب کو اس وقت شاہ پر بہت غصہ آرہا تھا جو سر پر کھڑا ہو کر زبردستی اسے یہ دوا کھلا رہا۔۔

۔ویسے غصہ کرتیں ہوئی بھی بہت خوبصورت لگتی ہو۔۔ دوا کھلا کر ٹیبل پر گلاس رکھتے ہوئے۔۔ شاہ کے پھولے ہوئے غصے والے چہرے کو دیکھ کر مسکرا دیا۔۔

۔ مگر آپ مجھے اس وقت بالکل بھی اچھے نہیں لگ رہے۔ منہ کے زاویوں کو بگاڑتے ہوئے نظر شاہ سے ہٹا کر دیوار پر مرکوز کرتے ہوئے غصے سے بولی تھی۔۔۔

۔کوئی بات تم مجھے اچھی لگتی ہو اتنا ہی کافی ہے۔ شاہ ڈھیٹ بن کر مسکراتے ہوئے اس کے پاس بیٹھ کر ایک ہاتھ اس کے کاندھے سے گزارتا ہوا اس کے دوسرے کاندھے پر رکھ کر اسے اپنے ساتھ لگاتے ہوئے گہری نظروں سے دیکھ رہا تھا اور اسے احساس تھا کہ میرب اس وقت بہت تکلیف میں ہے۔۔۔

○○○○○○○○○○

مرہا فریش ہو کر پانچ منٹ میں کپڑے چینج کر کے روم میں آچکی تھی۔۔

۔ صوفے پر پڑے ہوئے اپنے دوپٹے کو اٹھاتے ہوئے روم کے دروازے کی جانب لپکی تھی۔۔

دروازے کا ہینڈل اس کے گھمانے سے پہلے باہر سے کوئی گھماتے ہوئے اندر داخل ہوا تھا۔

۔میر آپ کہاں چلے گئے تھے اندر آتے ہہ شاہ میر کو وہیں دروازے پر کھڑے بے چینی سے سوال کرتے ہوئے اس کے سینے سے لگ گئی۔۔

۔ہائے میرا بچہ پریشان ہو گیا تھا۔وہ اس کی کمر میں ایک ہاتھ باندھے اسے روم کے تھوڑا اندر لے آیا

۔اور دوسرے ہاتھ سے روم کا دروازہ بند کر دیا۔۔

۔مجھے لگا میر آپ مجھے بنا بتائے چلے گئے ہیں۔اس کی کمر سے ہاتھ ڈالتی ہوئی اس کے سینے میں سختی سے سر چھپائے ہوئے تھی۔۔۔۔۔۔۔۔

نہیں میری جان ایسا کیسے ہو سکتا ہے میں اپنی جان کو بتائے بنا ہی چلا جاؤں!!اس کی قمر پر اپنی باہوں کا دائرہ تنگ کر کے مضبوطی سے اسے اپنے ساتھ لگاتے ہوئے جھک کر گال پر محبت بھرا لفظ دیا۔۔



۔ماما آئی تھی تو میں ان کے ساتھ ٹیرس پر چلا گیا تھا۔ماما اور بابا سے ملنے کے لیے۔۔اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھے ہوئے دونوں سوفے پر دونوں بیٹھ گئے۔۔

۔جلدی سے ریڈی ہو جاؤ ہم لوگ گھومنے چلیں گے ۔اور آج کا کھانا اور شاپنگ میری طرف سے میری بیوی کے لیے۔۔

۔اتنی مہربانی کیوں وہ شرارت سے مسکرائی تھی۔۔۔

۔کیونکہ میں تمہیں بڑی بڑی باتیں کر کے منانا چاہتا ہوں تا کہ تم مجھے میرے پیارے پیارے بچے دے دوں۔۔

وہ بھی شرارتی ہوتا ہوا مسکراتا ہوا اسے خود کے ساتھ لگاتے ہوئے مسکرادیا۔

۔میر آپ تو ایسے کہہ رہے ہیں جیسے میں نے آپ کے بچے چوری کرلی ہوں۔میر کا انداز ہی ایسا تھا کہنے کا۔وہ ہنستے ہوئے بولی تھی۔۔

۔مرہا کی بچی میری فیلنگ کا مزہ اڑا رہی ہو۔۔پلیز دے دو نہ جواب مجھے سچ میں ہمارے کیوٹ کیوٹ بچے اب چاہیے !وہ سیر یس تھا۔اپنی بات کو لے کر جب کہ مرہا اسے مزاق میں اڑاتے جا رہی تھی۔

۔اووووووووں!!میر۔۔۔مت کریں وہ دونوں ہاتھوں سے میر کے چہرے کو روکنے کی کوشش کرتے ہوئے چلائی تھی۔جو مرہا کو تنگ کرنے کے لیے اپنی سخت بیرڈ والی گال کو اس کی گال سے زور سے رب کرتے ہوئے چھپن دے رہا تھا۔۔۔

۔جب تک جواب نہیں دو گی ایسے ہی تمہیں میٹھا میٹھا درد دے کر تنگ کرتا رہوں گا میر کی جان۔۔۔

۔وہ اب دونوں گالوں پر رب کرنے کے ساتھ چھوٹی سی کیوٹ ناک پر کاٹتے ہوئے بولا تھا۔۔

۔اووووووں۔۔۔میر میں اس بات کا کیا جواب دوں مجھے شرم آرہی ہے وہ دانتوں کی چبن سے چلاتے ہوئے بولی۔



۔تو ٹھیک ہے پھر تمہاری شرم والی چپ کو میں ہاں ہی سمجھوں گا وہ فیصلہ کن انداز سے بولا تھا۔ جیسے آپ کی مرضی وہ شرما کر مسکراتے ہوئے بولی۔۔۔

۔ہم تو چلو اٹھو اسی بات پر آج میری طرف سے ٹریڈ لو۔میرے بھی کپڑے نکالو میں فریش ہو کر آتا ہوں وہ مسکراتا ہوا جا کر آج سے روم فریش ہونے لگا۔۔

ooooooooo

۔ڈیڈ آپ مجھے آج دو لاکھ روپے دے دیں۔۔احمد سلار نے آتے ہی اپنے باپ سے فرمائش کی۔۔۔

۔میرا پیارا بیٹا تمہیں کب سے مجھ سے پیسے مانگنے کی ضرورت پڑنے لگی بابا کی چیک بک ہر وقت تمہارے پاس ہوتی ہے۔۔۔اور میرا کریڈٹ کارڈ بھی۔تو میرا بچہ تمہیں مجھ سے مانگا مت کرو۔۔۔ مجھے اچھا نہیں لگتا کہ میرا اکلوتا بیٹا کسی سے کچھ مانگے۔پھر چاہے وہ میں ہی کیوں نہ ہوں۔۔اپنے چہرے پر غرور سجائے ہوئے انداز سے اپنے بیٹے کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے اپنے پاس بٹھاتے ہوئے ایڈوکیٹ سالار نے کہا تھا۔۔



۔سالار بچوں کو پوچھ کر پیسے دیا کرو کہ آخر ان کو اتنے پیسوں کی ضرورت کیوں ہے۔۔اس کی بیوی جو پاس ہی بیٹھی ہوئی چائے پی رہی تھی۔اس نے ناراض لہجے سے کہا۔۔

۔تم میرے اور میرے بچوں کے معاملات میں مت بولا کرو!!۔

۔۔سلار سائیگل نے قہر الود نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا تھا۔۔ جیسے کہ اس بیچاری کی کوئی عزت ہی نہ ہو۔سلار سائیگل کا ایک ہی الفاظ اور اس کی نظریں یہ بتا رہی تھی کہ وہ اپنی بیوی کو کوئی خاص رسپیکٹ نہیں دیتا۔

۔بیٹا بھی اسی طرح آرام سے بیٹھا تھا جیسے اسے کوئی فرق ہی نہ پڑا ہو۔۔۔

۔سالار یہ صرف تمہاری اولاد نہیں یہ میرے بھی بچے ہیں اور ان کو صحیح اور غلط کا فرق سمجھانا ہم پر فرض ہے وہ آرام سے بولی۔۔

۔پہلے تم خود تو صحیح اور غلط کا فرق سمجھ لو مل مڈل کلاس عورت !!ساری زندگی تم لوگ روٹی کے پیچھے بھاگتے بھاگتے گزار دیتے ہو۔اور آج تمہیں میرے بچوں کو گیان دینا ہے۔۔

۔وہ اپنے لفظوں سے اپنی بیوی کی ریسپیکٹ کی دھجیاں اڑا رہا تھا۔ جبکہ بیٹا پاس آرام سے بیٹھا ہوا تھا جیسے کہ کچھ بھی محسوس ہی نہ کر رہا ہو۔۔

۔سلار کم سے کم میرے بچوں کے سامنے تو مجھ سے ریسپیکٹ سے بات کر لیا کریں اس کی آنکھیں بھر آئی تھی۔۔۔

۔تو کیوں کرواتی ہو خود کی بے عزتی کتنی بار کہا ہے میرے بچوں کے معاملے سے دور رہا کرو۔۔ اور خاص کر میرے بیٹے کے معاملے سے۔ شہزادہ ہے میرا بیٹا۔ جیتا ہے جیتا اپنے باپ کی دولت اڑا رہا ہے تو تمہیں اس میں کیا تکلیف ہے۔ کون سی تمہارے باپ اور بھائی کی کمائی ہے جو تم اس طرح سے تڑپ اٹھتی ہو۔۔۔۔

۔جاؤ احمد سائیکل عیش کرو جتنے پیسے چاہیے لو پارٹیز کرو اور مجھ سے پوچھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ میں کما ہی کس لیے رہا ہوں۔ اپنے بیٹے کی پیٹھ تھپتھپاتے ہوئے لہجے اور آنکھوں سے غرور ہی غرور اور تکبر چھلک رہا تھا۔۔۔

۔تھینک یو تھینک یو سو مچ ڈیڈ آپ ورلڈ کے بیسٹ ڈیڈ ہیں۔۔ احمد سائیکل جو کہ عمر میں 15 سے 16 سال کا تھا اپنے باپ کے گلے ملتے وہاں سے جا چکا تھا۔۔۔

۔جب کہ سلار سائیکل ٹانگ پر ٹانگ رکھے ہوئے ایک پاؤں کو ہلاتے ہوئے اپنی بیوی کی جانب گھور رہا تھا۔۔ جیسے کہ ابھی کے ابھی اس کو کھا ہی جائے گا۔۔۔

۔اٹھ کر میری نظروں سے دور ہو جاؤ تمہاری یہ شکل میں روز روز دیکھ کر تنگ آجاتا ہوں۔۔۔ اپنی اس مانوس شکل کو لے کر تم یہاں سے جا سکتی ہو۔۔۔ کہتا ہوا واپس ٹیبل پر پاس پڑی ہوئی کافی کے مگ کو اٹھا کر لبوں سے سپ لیے لگا تھا۔۔۔

۔ہاتھ کے اشارے سے اسے دفع ہونے کو کہہ رہا تھا۔۔۔ سالار ایک دن آپ پچھتائیں گے اب بالکل صحیح نہیں کر رہے۔۔۔وہ اٹھ کر کھڑی ہوئی جاتے جاتے بول رہی تھی۔۔۔



۔نہ تو آپ مجھے عزت دیتے ہیں۔بیوی ہوں میں آپ کی آپ کے بچوں کی ماں ہوں اپنی مرضی سے مجھ سے شادی کی میں کوئی زبردستی بھاگ کر آپ کے ساتھ نہیں آئی تھی۔۔۔

۔اور جس طرح کی پرورش آپ اپنے بچوں کی کر رہے ہیں ایک دن آپ کو بہت مہنگا پڑے گا۔وہ بھی اٹھتے ہوئے غصے سے جتنا کچھ بولنا چاہتی تھی بول گئی۔۔

آہ آہ اااا!! سلار سائیکل نے تیز سے اٹھ کر جاتی ہوئی اپنی بیوی کو پیچھے سے بالوں سے پکڑ کر کھینچتے ہوئے زمین پر پٹک دیا وہ درد سے بلبلا اٹھی تھی۔۔۔

۔تیری اوقات کیا ہے جو تو مجھے اتنی ساری باتیں سنا کر جا رہی ہے۔ تم نے سوچ بھی کیسے لیا کہ تم اتنی بکواس کروگی اور میں تمہیں چپ چاپ یہاں سے جانے دوں گا۔۔۔

۔اس کے پیٹ میں زور سے ٹانگیں پاؤں مارتے ہوئے وحشی درندہ لگ رہا تھا۔وہ فرش پر لیٹے ہوئے چیخیں مار کر رو رہی تھی۔۔

۔کتیا تیری اوقات نہیں تھی کہ میں تجھ سے شادی کرتا۔ تیری اس خوبصورت شکل اور جسم کو حاصل کرنے کے لیے شادی کی تھی۔۔۔

۔حالانکہ غلط کیا ویسے ہی تجھے اپنے بستر کی سجاوٹ بنا کر صبح اٹھ کر پیروں تلے روند کر کسی گمنام جگہ پر پھینک دیتا تو زیادہ اچھا تھا۔۔۔اس کو مارتے ہوئے خود بھی ہانپ رہا تھا۔

۔تیرے قریب آکر تجھ سے تو کچھ ہی دنوں میں میرا دل بھر گیا تھا۔مگر تمہارے منوس وجود کے اندر میری اولاد پرورش پانے لگی۔۔۔

۔جس کی وجہ سے میں تمہیں ہر دن یہاں پر برداشت کرتا رہا۔اور آج بھی تمہیں صرف اس وجہ سے برداشت کرتا ہوں کہ تم بچوں کی ماں ہو۔۔۔

۔اسے ٹانگوں سے مار مار کر بے حال کر رہا تھا۔کبھی لات اس کے پیٹ میں تو کبھی اس کے چہرے پر مارتا۔اس کے چہرے پر جگہ جگہ خراشیں پڑنے سے خون رسنے لگا تھا۔۔۔

۔پاؤں میں پہنے ہوئے سلار سائیگل کے سخت شوز کی ایڑیوں سے اس کے پورے وجود کو اپنے ظلم کا نشانہ بناچکا تھا۔۔

۔جب دیکھا کہ وہ مار کھانے کے بعد بے ہوش ہو گئی ہے۔تو چٹکی بجا کر گھر کے ملازمہ کو بلوایا۔۔ملازمہ تو جیسے انتظار میں ہی کھڑی تھی وہ بھاگتی ہوئی سر جھکائے آکر کھڑی ہو گئی۔۔

۔اس کو اٹھا کر پھینک کر آؤ اس کے کمرے میں۔۔۔اور تم میرے کمرے میں ہو آؤ۔۔

۔ملازمہ کانپتے ہوئے دوسری ملازمہ کو ساتھ لگا کر اسے بیڈ روم میں لے جا رہی تھی۔۔انہوں نے ایسا منظر پہلی بار نہیں دیکھا تھا۔۔ہر دو چار دن بعد ایسا ہی نظارہ ان کو دیکھنے کو ملتا تھا۔۔۔

oooooooooo

۔میر آپ نے روم کیوں بک کروایا ہے ہمارا گھر کون سا دور ہے۔جو آپ مجھے یہاں ہوٹل کے روم لے کر آئے ہیں۔

۔شاہ میر جو سے شاپنگ کے لیے لے کر آیا تھا اسے اپنے ساتھ کراچی کے ایک مشہور ہوٹل میں لے آیا۔جہاں پر اس کا روم پہلے سے بک تھا۔روم کے اندر داخل ہوتے ہی مر رہا نے پہلا سوال کیا۔۔۔

۔کیوں تمہیں کوئی اعتراض ہے میرے ساتھ ہوٹل روم میں رکنے پر!!اس کی کمر کے گرد دونوں ہاتھ ڈالتے ہوئے سی جھٹکے سے اپنے پاس کیا۔۔

۔نہیں مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے بلکہ میں تو خوش ہوں۔آپ کے ساتھ یہاں آکر وہ مسکراتی ہوئے اس کی گلے میں باہیں ڈالے ہوئے بولی تھی۔۔

۔ہمم!!اگر خوش ہو تو پھر جلدی سے یہاں پر مجھے کسی کرو شوخ نگاہوں سے دیکھتے ہوئے اپنی انگلی کو اپنے لپس پر رکھتے ہوئے بولا۔۔

۔اووو!! آپ کو سوائے کسوں کے اور کوئی بات نہیں آتی۔وہ جھٹکے سے پیچھے ہوتی ہوئی اس کی گرفت سے نکل کر دور کھڑی ہو کر اسے تنگ کر رہی تھی۔

۔

۔بتاتا ہوں مجھے اور بھی بہت کچھ کرنا آتا ہے۔میرے پاس آؤ کر کے دکھاؤں۔۔سر کو ہاں میں ہلاتے ہوئے شرارتی لبوں سے مسکرایا۔۔وہ ایک ایک قدم اٹھا کر اس کی جانب بڑھا رہا تھا۔جو میر کو تنگ کرنے کے لیے بھاگ کر بیڈ پر چڑھ کر کھڑی ہو گئی۔۔

۔دھمکیاں بعد میں دیجیے گا پہلے پکڑ کر دکھائیں۔۔وہ بیڈ کے جس طرف آتا وہ بھاگ کر میٹرس پر دوسری جانب چلی جاتی۔۔بچوں کی طرح اسے تنگ کر رہی تھی۔۔

۔سوچ لو اگر پکڑ لیا تو پھر پنشمنٹ ملے گی۔۔وہ دھمکی آمیز لہجے میں بولتا ہوا دونوں ہاتھ اپنے سینے پر باندھ کر کھڑا ہوا تھا۔۔۔

۔آپ کے پولیس والے دماغ میں ہمیشہ لوگوں کو سزا دینے والی بات ہی کیوں آتی ہے اے سی پی میر ملک صاحب۔وہ منہ کے زاویے کو بچوں کی طرح بناتے ہوئے ہنس رہی تھی۔

۔اچھاجی۔۔۔۔!!اب تم مجھے میرے پورے نام سے بلاؤ گی۔۔۔رکو رکو۔۔ایک مہینہ تمہیں آزادی کیا دی۔تم تو بد معاش ہو گئی ہو۔وہ گھٹنوں کے بل چڑھتے ہوئے اس کی کلائی کو تھام چکا تھا۔۔۔

۔اسے اپنی جانب کھینچا جو کہ بھاگ کر دوسری جانب سے بیڈ سے اترنے والی تھی۔۔اس کی کوشش کو ناکام بنا کر شاہ میر نے اس کی کمر کی دونوں جانب ہاتھ رکھتے ہوئے اسے اٹھالیا۔۔۔



۔وہ اسے اوپر اٹھائے ہوئے واپس کھڑا ہو گیا۔۔مرہا اس کے کاندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے ہنس رہی تھی۔۔۔میر چھوڑیں مجھے میں گر جاؤں گی۔۔اس کو گول گول گھومارہا تھا۔یوں ہی اٹھائے ہوئے۔۔

۔پتہ نہیں میر کو مرہا پر آج ضرورت سے کچھ زیادہ ہی پیار آرہا تھا۔شاید وہ پورا ایک مہینہ اس سے دور تھا۔۔یہ اس کی وجہ سے تھا یا پتہ نہیں کیا۔۔

۔اس کا دل بھر ہی نہیں رہا تھا۔مرہا سے پیار کر کے اسی لیے اس نے روم بک کروایا تھا۔۔تا کہ وہ اس کے ساتھ آج کا پورا دن سپن کر سکے۔۔

۔اب بھی وہ پچھلے گھنٹے سے مرہا کو اپنے بازو پر لیٹائے ہوئے۔اس کی باتیں سن رہا تھا۔اس کے خوبصورت معصوم چہرے کو تکتے ہی جا رہا تھا۔۔۔

۔مرہا اپنی دھن میں مست اپنی باتیں سنا رہی تھی۔۔جبکہ شاہ میر کی نظریں اس کے معصوم چہرے سے ہٹ ہی نہیں رہی تھی۔۔۔

۔مرہا سچ میں بہت معصوم تھی۔اب اس میں شاہ میر کی محبت کی وجہ سے بہت کانفیڈنس آگیا تھا۔مگر اب بھی وہ دنیاداری سے بہت دور تھی۔۔۔

۔شاہ میر کو اس کی اسی معصومیت سے ڈر لگتا تھا۔وہ نہیں چاہتا تھا کہ مرہا اس سے دور ہو۔وہ ہر وقت اس کی حفاظت کے لیے خود کو اس کے پاس رکھنا چاہتا تھا۔۔

۔مرہا!!!!

جی!!!

تم میرے ساتھ ہی چلو!!

مگر میر امی جا کے چالیسویں میں کچھ ہی دن تو رہ گئے ہیں۔۔۔اب ایسے میں آپ کے ساتھ کیسے جا سکتی ہوں۔وہ اپنی باتوں کو بڑی روانی سے میر کو سنا رہی تھی۔اچانک میر کے کہنے پر حیران سی ہوتی ہوئی بولی۔۔



۔ہمم!!یہ بات تو ٹھیک ہے پتہ نہیں میرا دل نہیں کر رہا تمہیں چھوڑ کر جانے کو۔۔۔۔مجھے نہیں لگتا کہ مجھے امی جان کے چالیسویں پر چھٹی مل سکے گی۔۔۔

۔تو کیا آپ نہیں آئے گے!!!

۔کوشش کروں مگر مجھے نہیں لگتا کہ چھٹی کی درخواست منظور ہو گئی۔۔کیوں کہ کافی سارے زمینداروں کے کیس میرے پاس درج ہے جن کو میں نے جا کر حل کرنا ہے۔

۔اب جلد از جلد سارا کام نپٹا کر واپس آنا چاہتا ہوں۔یار تھک گیا ہوں اپنے گھر سے دور رہتے ہوئے ----

۔وہ میرہا کو بڑی بے چینی سے دیکھتے ہوئے کہہ رہا ہے یہ کیسی بے چینی تھی وہ خود بھی تو نہیں سمجھ پا رہا تھا۔۔

۔ٹھیک ہے میر میں بھائی سے بات کر لیتی ہوں میر کا اترا ہوا چہرہ دیکھ کر اس کو اچھا نہیں لگا۔۔۔

۔نہیں جان رہنے دو کچھ دنوں کی بات ہے تم رک جاؤ۔۔۔چھا نہیں لگے گا اگر ہم دونوں میں سے کوئی بھی چالیسویں میں موجود نہ ہو۔۔

۔میر میں آپ کو اس طرح سے اداس نہیں دیکھ سکتی۔میر کے چہرے پر جھکتی ہوئی گال پر پنکھڑیوں کو رکھ کر بڑے حق سے پیار جتاتے ہوئے کہا۔۔

۔ہائے صدقے جاؤں۔۔۔اپنی یار کی بہادری پر پلیز یہاں پر بھی کرو۔بہت درد ہو رہا ہے۔۔ یہ والا گال ناراض ہے۔۔۔ کہ مجھ پر احسان محبت کیوں نہیں کیا۔۔۔

۔اپنی دوسری گال پر ہاتھ رکھتے ہوئے خمار در لہجے میں بولا تھا۔۔۔ایک دم سے ہی میر کو اس کی پنکھڑیوں کے لمس نے جذباتوں کے خماری والے سمندر میں گرا دیا۔۔
۔ہائے!! یہاں پر بھی مرہا نے دوسری گال پر بھی پنکھڑیوں کا لمس چھوڑا تو وہ بے تاب ہوا۔اپنے لبوں پر انگلی پوائنٹ کرتے ہوئے وہاں پر بھی پکڑیوں کا لفظ چاہتا تھا۔۔



۔یہاں پر نہیں مل سکتا۔ آپ اسی طرح فری ہو جاتے ہیں۔۔۔ اسی لیے میں کچھ نہیں کرتی۔۔۔ وہ گھبرا شرما کر پیچھے ہوئی۔۔۔۔ سو کی سپیڈ سے بیڈ سے اتر کر کھڑی ہو گئی۔۔۔

۔جلدی اٹھے ہم پہلے کھانا کھائیں گے بعد میں آپ کے وعدے کے مطابق ہم شاپنگ کرنے چلیں گے۔۔یہاں پر لا کر مجھے روم میں بند کر دیا ہے۔۔۔۔

۔وہ اب اپنی رو میں بولتے ہوئے بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔۔اسے تو اندازہ نہیں ہوا کہ میر اس کے قریب آکر کھڑا اس کی باتوں کو سنتے ہو مسکرا رہا تھا۔۔

۔میر کے دماغ میں جو چل رہا تھا اس نے تو اسی پر عمل کیا اور اس کی قمر پر دونوں ہاتھ رکھتے ہوئے اسے اوپر اٹھا کر سامنے رکھی ہوئی اونچی ہائٹ والی کرسی پر چکا تھا۔۔

۔میر!!!ششش۔۔۔آواز نہیں خاموش آج مجھے تم یہ پہن کر دکھاؤ گی۔۔



کیا!!!!!!!!!!

۔میں نے کوئی انوکھی بات نہیں کی بیوی ہو میری وہ بھی پچھلے آٹھ ماہینوں سے اور نکاح تو اس سے بھی پہلے کا ہو چکا تھا۔۔

۔آج تمہاری شرموں حیا والی کوئی بھی مزاحمت کام نہیں آئے گی۔اس لیے کوشش بھی مت کرنا

۔۔۔

۔اس کی گالوں اپنے پیاسے لبوں کے لمس چھوڑتے ہوئے اس کی دل کی دھڑکنوں کی آواز کو بخوبی سن رہا تھا۔

۔میں نہیں پہنوں گی۔۔۔نفی میں سر کو ہلایا۔۔

۔ضد نا کرو ورنہ میں خود پہنا دوں گا!

۔آج میری یہ خواہش ہے کہ تم میری یہ شرٹ پہن کر مجھے دیکھاؤ۔

۔شرٹ کے بٹن کھول کر اتار دی۔۔اپنے شرٹ اس کے ہاتھ میں تھما چکا تھا۔۔اس کے شرٹ لیس کا کسرتی سینے کو دیکھ اس کی دھڑکنیں بے ترتیب ہوئیں۔۔سانس اتھل پتھل ہو کر بے رقص رواں چلنے لگی تھی۔۔

۔جاؤ میں آج تمہاری کسی بھی مزاحمت کے آگے گھٹنے نہیں ٹیکنے والا۔۔ میں تمہیں اپنی شرٹ میں ملبوس دیکھنا چاہتا ہوں۔۔۔شوہر ہوں تمہارا تم پر فرض ہے میری ہر خواہش کو پورا کرنا۔۔ جیسے کہ تمہارے فرض مجھ پر لاگو ہوتے ہیں۔۔۔

۔وہ آج ضدی بنا ہوا کھڑا تھا اسے قمر اسے پکڑ کر کرسی سے نیچے اتار کر اسے آنکھ کے اشارے سے چینج کرنے کو کہا۔۔۔وہ اس وقت صرف بلیک کلر کی جیز میں ملبوس تھا۔۔۔

۔میر آج آپ کو کیا ہو گیا ہے!!!وہ رو دینے والی آواز میں میر کے اس بدلے ہوئے روپ کو دیکھ کر منمنائی تھی۔۔ میر آپ تو ایسی باتیں نہیں کرتے آج آپ کیوں مجھے تنگ کر رہے ہیں۔ مجھ سے نہیں پہنی جائے گی آپ کی شرٹ۔۔



۔کیوں آج سے پہلے بھی تو کئی بار تم نے میری شر پہنی ہے۔۔

۔میر وہ تو الگ بات ہے۔وہ تو میں وہ کہتے ہوئے بات کو بیچ میں چوڑی کر چپ کر گئی۔۔۔

۔میر رات کو اپنے خوبصورت لمحات کے بعد اکثر اپنی شرٹ اسے پہنا دیا کرتا تھا مگر مرہا کیسے بتاتی کہ اس میں اور اس بات میں بہت فرق ہے۔۔

۔وہ تو آج کسی اور ہی موڈ میں تھا۔شاہ میر کا یہ رنگ کچھ کچھ رخصتی سے پہلے والا تھا۔۔

۔رخصتی کے بعد تو شاہ میر بالکل سافٹ مزاج ہو گیا۔۔ مگر آج پتہ نہیں شاہ میر نے کون سا نشہ کر رکھا تھا کہ وہ اپنی ضد پر ہی اڑ گیا۔مرہا کو تو آج سچ میں لگ رہا تھا کہ میر نے کوئی نشہ کرر کھا تھا۔۔ورنہ وہ ایسے تو کبھی بھی فرمائش نہیں کرتا تھا۔۔

۔جارہی ہوں۔۔۔ گھور کر کیوں دیکھ رہے ہیں۔۔شاہ میر کو اپنی جانب گھورتے ہوئے دیکھ۔مرہا گھبراتے ہوئے واش روم میں جا کر بند ہو گئی۔۔



۔اس کی سپیڈ دیکھ کر شاہ میر کے لب مسکرائے تھے۔مگر اس نے اپنی مسکراہٹ کو فوراً چھپا لیا۔۔وہ جانتا تھا کہ اگر مرہا نے اسے نرم پڑتے دیکھ لیا تو،وہ اس کی فرمائش کا بھی پوری نہیں کرے گی۔۔

۔مگر میر کو آج اپنی یہ حسرت ہر حال میں پوری کرنی تھی۔۔۔پتہ نہیں کیوں وہ اندر سے بہت بے چین تھا۔۔وہ مرہا کے قریب سے قریب تر ہو کر اس پر اپنی محبت کے آخری بوند تک برسانے کی نیت کیے کھڑا تھا۔۔۔

○○○○○○○○○

گڈ مارننگ سر!!!!

" نیو پروفیسر کو پاس سے گزرتے ہوئے دیکھ ماہی کی زبان اپنے آپ ہی کرتب دکھانے شروع کر دیتی تھی۔۔۔

۔اس دن کی ڈانٹ کے بعد ماہی کو آفس میں بلوا کر پرنسپل نے بڑے اچھے انداز سے سمجھایا۔ کہ وہ اس طرح کی حرکت دوبارہ نہ کرے۔۔



۔ماہی کو زیادہ کچھ کہا اس لیے نہیں جا سکتا تھا۔کیونکہ یہ کالج تقریباً اس کے باپ کی ڈونیشن پر چلتا تھا ۔۔۔

۔نیو پروفیسر بھی ماہی سے دوری بنا کر رکھتا۔مگر آج پھر ماہی کو پاس گزرتے ہوئے پروفیسر کو دیکھ کر دورا پڑہ گیا۔۔

۔گڈ مارننگ ایسے انداز سے کہا جیسے کہ وہ اس کا کوئی بوائے فرینڈ ہو۔۔پاس کھڑی ہوئی شفا نے کہا اللہ کرے زمین پھٹ جائے اور وہ بیچاری اس کے اندر سما جائے۔۔

۔کیونکہ ماہی تو کبھی سدھر نہیں سکتی تھی اور ساتھ میں وہ شفا کو بھی ذلیل کرواتی۔

۔پروفیسر نے اس کی گڈ مارننگ کا کوئی جواب نہ دیتے ہوئے اگنور کیا۔۔

۔وہ پاس سے گزر گیا مگر ماہی کو اتنے پر ہی صبر کہاں آیا بڑے بڑے قدم اٹھاتی ہوئی کتابوں کو سینے سے لگائے ہوئے۔پروفیسر کے پیچھے پیچھے چلتی ہوئی بالکل ساتھ ہو گئی تھی۔۔۔

۔سر غلط بات ہے اپنے سٹوڈنٹس کو اس طرح اگنور نہیں کرنا چاہیے۔میں نے آپ سے گڈ مارننگ کہا ہے۔۔

وہ۔ ھی اتنے خوبصورت چہرے سے مسکرا کر۔۔وہ دونوں گال پر ہاتھ رکھتے ہوئے مسکرائی تو کتابیں سینے سے لگائی ہوئی تھی وہ زمین پر گر گئی۔۔۔

۔جو کہ پیچھے آتی ہوئی شفا نہیں اٹھائی جو کہ بیچاری ماہی کا پیچھا اس لیے کر رہی تھی کہ اس الو کی پٹھی کو وہ اپنے ساتھ لے جا سکے۔۔۔

۔مگر ماہی تو لگتا تھا کہ آج پروفیسر کی گود میں چڑھ کر پورا کالج گھومنے کا ارادہ رکھتی تھی۔۔۔



۔مس ماہی!!!!

جی سر!!!!

اس سے پہلے کہ پروفیسر اپنی بات پوری کرتا۔وہ اپنے نام پر ہی اتنے رومینٹک انداز سے.جی سر بولی کہ پروفیسر کے باقی جملے تو اس کے منہ میں ہی اٹک گئے۔۔۔

۔مس ماہی مجھے سمجھ نہیں آتا آپ بچپن سے ایسی ہیں یا بعد میں آپ پر کوئی وائرس اسر انداز ہوا۔۔

۔اس کی اداؤں پر پروفیسر کو غصہ آ گیا۔ نہیں سر یہ وائرس آپ کے آنے کے بعد ہی مجھ پر اثر انداز ہوا ہے۔۔۔

آنکھوں کو ٹمٹماتے ہوئے بنا آس پاس سے گزرتے ہوئے سٹوڈنٹس کا لحاظ کیے بولی تھی۔۔۔ مجھے لگتا ہے تمہیں کسی اچھے ساکائٹرس کی ضرورت ہے۔ میرا مشورہ ہے کہ میں ایک دو کو جانتا ہوں ان کا کنٹیکسٹ نمبر تمہیں دے دوں گا رابطہ کر لینا۔۔۔

۔وہ نظر انداز کرتے ہوئے پھر سے چل پڑا۔ ماہی کی نظریں پروفیسر سے ہٹ نہیں رہی تھیں۔ وہ فل ڈارک بلو کلر کے سوٹ کے ساتھ سیم کلر کا کورٹ پہنے ہوئے تھا۔۔۔

۔وہ سپاٹ چہرے کے ساتھ چلتے ہوئے ایسے لگ رہا تھا جیسے کسی بالی ووٹ کا ہیرو دیسی سوٹ میں ملبوس ہو۔

۔اس کے ڈاک براؤن بال جن کو سٹائلش طریقے سے جل سے سیٹ کر رکھا تھا۔۔ڈاک براؤن ہلکی ہلکی بیرڈ۔۔۔گندمی رنگت۔۔اٹریکٹو خوبصورت نین نقش۔۔

" سر اگر آپ میرا خود علاج کریں تو مجھے لگتا ہے میں جلدی سے تیار ہو جاؤں گی!!!! پاس سے گزر کر آگے جاتے ہوئے ماہی نے سرگوشی کی تو پروفیسر
کے کانوں سے تو دھواں نکلنے لگا تھا، اس لڑکی کی باتوں سے۔جو شکل سے ہی نظر بے وقوف اور نادان ہے۔

۔پروفیسر نفی میں سر کو ہلاتے ہوئے دوسری کلاس میں پیریڈ کے لیے جا رہا تھا جب کہ ماہی اپنی کلاس کی طرف چلی گئی۔۔



oooooooooo

ماہی کی بچی تم خود تو کس دن مرو گی۔ساتھ میں مجھے بھی مرواؤ گی۔۔۔ تمہیں کسی کا ڈر ہے نہیں بھئی تمہارے ابا حضور بڑی اونچی ہستی ہیں۔۔۔اور پورا کالج ان کی ڈونیشن سے ہی چلتا ہے۔۔ مگر ہم جیسے

ماٹھے بچے بھی یہیں پر پڑھتے ہیں۔۔ ہمارا کچھ خیال کر لیا کرو لڑکی۔۔ماہی کو ہاتھ سے کھینچ کر سیڑھیوں پر بٹھاتے ہوئے شفا ہنس دی تھی۔۔اسے پروفیسر کا وہ گھبرایا ہوا چہرہ یاد آ گیا۔۔۔

۔تیری حرکتوں سے تو نہیں لگتا کہ تم ماٹھی بچی ہو۔۔اور تم مجھے سمجھا رہی ہو۔ مزے تو تجھے بھی بہت آتے ہیں پروفیسر کا روندھو چہرہ دیکھ کر۔۔

۔ماہی نے اسے چٹکی کاٹی۔۔۔ آہ۔۔۔بدتمیز ہنس اس لیے رہی ہوں۔مجھے پروفیسر کا بکھلایا ہوا چہرہ یاد آیا گیا تھا۔ مت بیچارے کی جان کا عذاب بنا کرو ماہی سچ میں تمہیں ایک اچھے دوست کی طرح سمجھا رہی ہوں۔۔۔

مجھے نہیں لگتا کہ یہاں پر تمہاری دال گلنے والی ہے وہ عمر میں بھی تم سے بہت بڑا ہے۔۔۔کیوں خواہ مخواہ اپنا ٹائم ویسٹ کر رہی ہو۔۔شفا سیریس انداز سے اسے سمجھا رہی تھی۔۔

۔یہ پروفیسر تو میرا ہے۔۔اور اسے تو میں پٹا کر رہوں گی۔۔ماہی کو بھی پہلی بار کسی سے محبت ہوئی ہے۔ تو ادھوری تو میں نہیں رہنے دوں گی۔۔ورنہ یہ کسک مجھے جینے نہیں دے گی۔۔۔

۔شفا آج کے بعد مجھے ایسا مشورہ مت دینا۔۔ کر سکتی ہو تو میری ہیلپ کرو۔میں سچ میں پروفیسر کے لیے سیریس ہوں۔ماہی کا موڈ خراب ہوا۔۔۔شفا کی بات سے۔۔

۔اوکے یار نہیں کہوں گی جیسے تمہاری مرضی۔۔۔اللہ تعالی تمہارے حق میں جو بہتر ہے وہ کر دے۔۔ وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے مناتے ہوئے بولی تھی۔۔

oooooooo

۔مرہا کسی بھی طرح کی چلاکی مت کرنا! شرٹ کا مطلب ہے صرف شرٹ اگر کچھ بھی اس کے ساتھ ایکسٹرا پہنا تو! آج کسی بھی طرح کی نہ تو معافی ملے گی نہ رائت۔۔۔۔وہ واش روم کے باہر کھڑا ہوا بے چینی سے اس کا انتظار کرتے ہوئے دھمکی آمیز لہجے سے بولا۔۔۔ خماری اس کی آواز سے چھلک کر مرہا کے کانوں میں محبت کے نغمے سنا رہی تھی۔۔



۔میر کی خماری سے بھری آواز بتا رہی تھی۔ کہ اس کا شوہر محترم آج پوری طرح سے بہکا ہوا ہے۔۔

۔مرہا پہلے ہی اندر کھڑی ہوئی سوچ رہی تھی کہ وہ کرے تو کیا کرے۔شرٹ کو پہننے کا سوچ کر ہی اس کے طوطے اڑے ہوئے تھے۔۔

۔اب رہی صحیح کسر شاہ میر کی دھمکی نے پوری کر دی۔۔میر آج آپ کو ہو کیا گیا ہے وہ اونچی آواز میں بولی۔۔

۔دروازہ کھولو اندر آ کر بتاتا ہوں۔خمادار لہجے سے دروازے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔۔

۔مرہا اوپن دا ڈور!!بھاری آواز میں سختی کو محسوس کرتے ہوئے۔۔کہاں پھنس گئی ہوں۔۔۔کیوں حامی بھری شاپنگ پر آنے کے لیے مرہا کی بچی لالچ مہنگا پڑ گیا نا۔۔۔منہ کے زاویے بگاڑتے ہوئے ہتھیلیوں کو مسل رہی تھی۔۔۔

۔مرہا اوپن دا ڈور اندر آکر تمہارے سوالوں کا جواب بھی دوں گا۔اور تمہیں شرٹ پہنا کر تمہاری ہیلپ بھی کر دوں گا۔۔۔

۔کوئی ضرورت نہیں ہے!کچھ دیر صبر نہیں کر سکتے!!!

آرہی ہوں غصے سے چلائی۔ جبکہ باہر کھڑے ہوئے میر کو ہنسی آرہی تھی۔ اس کی گھبرائی ہوئی غصے والی آواز پر۔۔

۔نہیں کر سکتا صبر اگلے دو منٹ کے اندر اگر تم باہر نہیں آئی تو۔ دروازہ کھولنا میرے لیے کوئی مشکل کام نہیں ہے۔۔

۔پتہ ہے۔۔۔ پتہ ہے۔۔ کہ آپ ایک پولیس والے ہیں۔ اور آپ ایک منٹ سے پہلے دروازہ کھول سکتے ہو۔۔

۔ہر وقت خود کو توپ بنا کر میرے سر پر متنا کریں۔۔ آجاؤں گی آرام سے بیٹھ جائیں کم سے کم دو منٹ تو چپ رہیں۔۔

۔۔اب میں آپ کی آواز نہ سنوں۔۔غصے سے اندر سے چلاتے ہوئے بول رہی تھی۔۔۔ جبکہ باہر کھڑے ہوئے میر کا ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ تھا۔

۔اپنے پیٹ پر ہاتھ رکھے ہوئے دبی دبی آواز ہنس ہنس کر بے حال ہو رہا تھا۔۔

oooooooo

صحیح کہتے ہیں کہ شوہر کو اکیلا چھوڑنا ہی نہیں چاہیے۔۔اب ایک مہینہ چھوڑا ہے تو پتہ نہیں کون سے نئے شوق پال لیے ہیں۔

۔شرٹ کو پہن کر خود کو ایک نظر آئینے میں دیکھ کر شرماتے ہوئے خود کو باہر لے جانے کے لیے تیار کر رہی تھی۔۔

۔جہاں تم رہو گے وہ در چوم لوں گا!

۔نظر سے تمہاری نظر چوم لوں گا!



۔بس اسی کی کسر باقی تھی۔میر کرنا کیا چاہتے ہیں۔مرہانے روم سے آتی ہوئی،رومینٹک سونگ کی آواز سنی تو اس کے ماتھے پر پسینے کی بوندیں آنے لگی تھی۔۔۔یہ اس کے میر کا ایک نیا ہی روپ تھا ۔۔جسے دیکھ کر میرا بہت گھبرائی ہوئی تھی۔۔

۔مرہا آجاؤیار مت تڑپاؤاس طرح مجھے۔میر کی آواز پھر سے مرہا کی سماعت سے ٹکرائی۔۔۔

۔میر رات کو اچھا خاصا رومنس کیا ہے۔اب میں کہاں آپ کو تڑپا رہی ہوں۔

۔منہ میں بڑبڑاتے ہوئے بامشکل واش روم کا دروازہ کھول کر آنکھیں بند کیے ایک قدم باہر نکالا تھا۔۔

جہاں تم رہو گے وہ در چوم لوں گا!
۔نظر سے تمہاری نظر چوم لوں گا!

رومانٹک بول اسے اور بھی نروس کر رہے تھے۔۔وہ ہاتھوں کی مٹھیوں کو میچے ہوئے بمشکل واش روم سے باہر آئی تھی۔۔



۔دیکھوں گا جب تمہارے لبوں پر تبسم !لبوں سے تمہارے لب جو ملوں گا!
میر سامنے ڈریسنگ مرر میں دیکھ کر خود کو باڈی سپرے سے نہلا رہا تھا۔۔۔

۔نظریں اٹھا کر مرہا کی جانب دیکھا تو میرہا نے گلے کے پاس سے شرٹ کو مضبوطی سے پکڑ رکھا تھا۔۔۔میر کے انابی لب مسکرائے۔۔۔مرہا کو شرٹ دیتے ہوئے میر نے اس کے اوپر والے تین بٹن توڑ دیے تھے۔۔۔اسی لیے مرہا نے شرٹ کو گلے سے پکڑ رکھا تھا۔خود کو چھپانے کے لیے۔۔

۔نظریں اس کی خوبصورت لیگز پر گئی تو میر کا دل بھی قابو ہوا۔۔اس کی شرٹ مشکل گھٹنوں تک آرہی تھی۔۔

۔وہ اس وقت صرف جینز کی پینٹ میں مبلوس تھا۔۔روم کا ماحول اتنا رومینٹک اوپر سے رومینٹک سونگ۔۔۔بیڈ پر سلک کی آف وائٹ چادر بچھی ہوئی تھی۔۔

۔سلک کے دو تکیوں کے بیچ میں بڑا سا ریڈ کلر کا ہارٹ رکھا گیا۔بیڈ کے نیچے والی طرف امپورٹڈ سلک ڈیزائنر بیڈ کور رکھا تھا۔جس سے بیڈ کی خوبصورتی کو چار چاند لگے ہوئے تھے۔۔

۔بیڈ کی ایک طرف خوبصورت قبر بنی ہوئی تھی۔۔۔فل شیشے کی قبر کے اندر رکھا ہوا سارا سامان نظر آرہا تھا۔۔بیڈ کی دوسری جانب دو سنگل سوفے پڑے ہوئے تھے۔۔۔

۔بیڈ کے نیچے والی سائیڈ پر ایک کنگ سائز صوفہ رکھا ہوا تھا۔۔صفوں کی ڈیزائننگ بالکل بیڈ سے میچ کرتی ہوئی تھی۔۔

۔پردے اور روم میں بچھے کارپٹ کی میچنگ بے حد خوبصورت تھی۔پورے روم کو اس طرح سے ترتیب دیا گیا تھا جیسے کسی نے اپنی مرضی سے اس روم کے ماحول کو رومینٹک بنانے کے لیے کہا ہو۔۔۔بالکل ایک ہنی مون کپل کے جیسا روم لگ رہا تھا۔۔

جہاں تم رہو گے وہ در چوم لوں گا!

۔نظر سے تمہاری نظر چوم لوں گا!

۔وہ خماری کا جہاں لیے ایک ایک قدم بڑھاتا ہوا اس کی جانب آ رہا تھا۔۔



۔وہ اپنی دھڑکنوں کے رقص کو روک نہیں پا رہی تھی۔۔شرٹ کو گلے سے پکڑے ہوئے۔۔حیا سے لب بھینچتے ہوئے قدم پیچھے کو لے جاتی جا رہی تھی۔۔۔وہ مدحوش جزباتوں کو اس کی جانب قدم بڑھاتا جا رہا تھا۔۔میر نے گہری نظروں سے اس کے اسکے دہکتے روپ کو نہارتے ہوئے دیکھا اور چلتے اسکے قریب ہوا۔۔۔وہ پیچھے دیوار سے چل لگی تھی۔

۔تیری اک چاہت کی امید پر میں سارا شہر جھوم لوں گا!اگر جھوٹ مل جائے تیری طرف سے تو اٹھو پھر چوم لوں گا!

۔ایک ہاتھ سے اس کی ایک سائیڈ کے کانتے کے بال پیچھے کرتے ہوئے۔ دوسرے ہاتھ سے اس کی کلائی کو پکڑ کر اپنی مضبوط انگلیوں میں اس کی کانچ جیسی انگلیوں کو بھنسا کر دیوار کے ساتھ پن کر دیا۔۔۔

۔کاندھے سے ہٹائے ہوئے بال والی جگہ پر اپنے لب رکھ کر بے لگام جذبات جلتا ہوا لمس دیا۔۔

۔میر رر۔۔۔بیوٹی بون پر جلتے ہوئے لمس سے گہرا سانس بھرتے ہوئے میر کا نام پنکڑیوں میں دباتے ہوئے کھینچ کر بولی۔

۔آئی لو یو میر کی جان! گھمبیر آواز میں کہتے ہوئے اس کی گردن پر لمسوں کی بارش کر رہا تھا۔۔اس کے سلگتے لبوں سے میرہا کو سنبھلنے کا موقع ہی نہیں ملا۔

۔میر کے لب اس کی پوری گردن پر طواف کر رہے تھے۔۔۔

۔میر کے ہونٹ جزباتوں سے چور انگارہ بنے ہوئے تھے۔ وہ مچل رہی تھی۔وہ دیوار کے ساتھ اپنی گردن ادھر سے ادھر کر رہی تھی۔۔۔

۔وہ آنکھیں بند کیے ہوئے اپنے میر کے لبوں کی لمسوں سے قطرہ قطرہ اس کے بازوؤں میں پگھل رہی تھی۔۔۔میر کے ہاتھ شرٹ کے اندر رکھے ہوئے اس کی پورے وجود کو سہلا رہے تھے۔۔

۔بے اختیار مرہا کے ہاتھ میر کی کمر پر آئیں۔۔وہ تیز ہوتی سانسوں کے ساتھ میر کے لمسوں کی تاب نہ لاتے ہوئے۔میر کی کاندھوں پر سختی سے ہاتھ رکھے۔۔ ناخن اس کے کاندھوں پر گاڑ دیے۔۔

۔وہ تو اتنا بہکا ہوا تھا کہ اسے تو یہ چبن محسوس تک بھی نہیں ہوئی۔۔اسے گھوماتا ہوا قبرڑ کی جانب لے آیا ۔۔۔اب میر کی پشت قبرڑ سے لگی ہوئی تھی۔۔ اور میر ہا کی کمر میں سختی سے ہاتھ ڈال کر اپنے ساتھ لگایا ہوا۔۔۔۔۔

" نظریں عنایت سے دیکھو گے تو تیور تیرا چوم لوں گا!

حسرت ہو پوری سر کی قسم میں تیرا سر چوم لوں گا!

جہاں تم رہو گے وہ در چوم لوں گا!

۔ نظر سے تمہاری نظر چوم لوں گا!

"اسے جھٹکے قمر سے پکڑ کر اٹھا لیا۔ اپنے پیٹ پر بیٹھا لیا۔ گرنے کے ڈر سے مرہا نے دونوں بازو گردن میں ہار کی طرح ڈال رکھے تھے۔ کہیں وہ گر نہ جائے۔ اس کی دونوں ٹانگوں کو میر نے اپنی کمر پر بات کر رکھا تھا۔۔

۔ آج میر کی محبت بہت جان لیوا تھی۔ میرہا کو پل پل اپنی محبت کی لو میں جلاتا جا رہا تھا۔۔ اپنی انابی ہونٹ اس کی نازک پنکڑیوں پر رکھ کر سختی سے قید کر لیا۔۔ وہ ایسے جام محبت اپنے اندر انڈیل رہا تھا۔ جیسے کہ صدیوں سے پیاسا ہو۔ میرہا کی پکڑیوں کو کھا جانے کی حد تک نمی پیتے ہوئے مدہوش سا ہو گیا۔۔

۔آج پہلی بار وہ میرہا کو سانسوں کے لیے بھی تڑپا رہا تھا۔۔وہ ایک ایک سانس کے لیے اس کے پیٹ بھر بیٹھی ہوئی کاندھوں پر ہاتھ رکھ کے تڑپ رہی تھی۔۔

۔اس کی پنکڑیوں کو خشک کر کے اپنے لبوں کو ترک کرتا ہوا۔ کتنی دیر کے بعد اسے زمین پر کھڑا کیا۔۔ مرہا تو خود کو سنبھال ہی نہیں پا رہی تھی۔۔۔اسے تو لگا جیسے اگر میر اسے نہیں پکڑے گا تو شاید وہ زمین بوس ہی ہو جائے گی۔۔

۔آج ظالم نے اس کی حالت ہی ایسی کر رکھی تھی۔اس کی پشت پر سینہ لگائے اس کے بازو کو اٹھا کر گردن کے پیچھے کی جانب ڈال کر اپنے ہاتھ سے پن کرر کھا تھا۔۔



۔دوسرا اس کے پیٹ پر باندھے ہوئے لب اس کے گردن پر رکھے ہوئے چومتے ہوئے۔دانتوں کی چبن دی۔۔میر ررر!!!وہ میر نام لے کر سسک اٹھی تھی۔۔

۔ششششش۔۔۔میر کی جان آج چپ چاپ اپنے میر کو برداشت کرو۔۔اس کی پنکھڑیوں پر انگلی رکھ کر بہکی نگاہوں سے دیکھا۔۔

"میر آج آپ کو کیا ہوا ہے!

'میر کی جان ناراض ہے کیا کچھ غلط کر رہا ہوں ہوں۔۔۔

۔میں آپ کی ہوں آپ میرے ساتھ کبھی کچھ غلط کر نہیں سکتے۔۔ آپ کی بے چینی کی وجہ جاننا چاہتی ہوں۔

۔نہیں جانتا اپنی بے چینی کی وجہ۔بس دل یہ چاہتا ہے کہ آج میر تمہیں اپنی سانسوں میں کہیں چھپا لیں۔۔دل ہے کہ تم سے محبت کر کے بھر ہی نہیں رہا۔لب ہے کہ وہ تر ہی نہیں ہو رہے۔۔

۔وہ گھمبیر آواز میں اس کی گردن میں چہرہ چھپائے ہوئے مدہوش سے جملوں میں بولا تھا۔

۔شرٹ کو کاندھے سے سرکا کر اس کے سامنے آگیا اپنے لب رکھ کر چوم لیا۔۔وہ سسکیاں بھرنے لگی تھی۔میر کے لب دل والے مقام کے بالکل آس پاس ہی اپنی بے تابیاں دکھاتے ہوئے گھوم رہے تھے۔۔

۔بہت صبر کے باوجود بھی وہ تڑپ کر اس کے سینے پر ہاتھ رکھتے ہو اس سے پیچھے ہوئی تھی۔

۔وہ خماری سے دیکھتا ہوا اس کی جانب قدم بڑھاتا جارہا تھا۔وہ تیز سانسوں سے بے حال وجود لیے قدم پیچھے لے جارہی تھی۔ شرٹ کے ٹوٹے ہوئے بٹ کاندھے سے سر کہ ہوا حلیہ۔۔ روم میں چلتا رومینٹک سونگ۔سب کچھ ہی تو میر کو بہکا رہا تھا۔۔۔۔

۔ہوش میں آتا بھی تو کیسے۔وہ روم میں پڑی ہوئی اونچی ہائٹ والی کرسی پر بیٹھ گیا۔ شرٹ لیس کسرتی سینا اور اس کی گہری بہکی ہوئی آنکھیں اسے اور بھی خوبصورت بنا رہی تھی۔۔وہ انگلی کا اشارہ کر کے اپنی جانب بلا رہا تھا۔۔

۔وہ نفی میں سر کو ہلا رہی تھی۔

۔اس نے انداز خفا سے دیکھا۔۔



۔اس کے خفا ہونے کے ڈر سے اپنی شرم وحیا کو مٹھیوں میں میچے ہوئے۔۔ جھکی نظروں سے چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتے ہوئے اس کے پاس آن رکی۔۔۔

۔اس کو اپنی گود میں بٹھاتے ہوئے اس کی ٹانگوں کو دونوں سائیڈوں پر کیے اس کا چہرہ اپنی طرف کر رکھا تھا۔۔

۔پنکڑوں کو چومتے ہوئے گردن سے دل والے مقام پر آن رکا وہ تڑپ رہی تھی۔اس کے سلگتے ہوئے ہونٹوں کے لمسوں سے۔۔۔میر کے ہاتھوں کی حرارت سے اس وجود جل رہا تھا۔۔
۔اس کی جان نکال رہی تھی۔وہ قطرہ قطرہ پگل کر اس کے ہاتھوں میں بکھرتی جا رہی تھی۔۔وہ ظالم بنا اس کے وجود کی رعنائیوں سے ہر قطرے کو پیتے جا رہا تھا۔۔
۔شرٹ کے باقی بٹن کھولتے ہوئے پیچھے کی جانب کر چکا تھا۔اپنی گود میں بٹھائے اسے پیچھے کی جانے لٹکائے ہوئے اس کی پیٹ پر لب رکھ کر لمس چھوڑ رہا تھا۔۔

جھٹکے اسے واپس اوپر کر لیا۔۔اسے واپس اپنے پیٹ پر بٹھا کر اس کی ٹانگوں کو اپنی کمر پر لاک کیے اٹھا کر اسے بیڈ پر لے آیا اس کے وجود پر کپڑے نہ ہونے کے برابر تھے۔۔

۔اس کی جسم کی خوبصورت رانائیوں کو چوم کر۔اس کے بدن سے اڑتی ہوئی خوشبو کو محسوس کرتے ہوئے۔وہ مدہوش سا ہوتا جا رہا تھا۔۔

۔بلینکٹ کو کھینچ کر اپنے اوپر کرتے ہوئے اپنے ساتھ اپنی جان کو بھی کور کر لیا۔کیونکہ اس کی نظروں سے مرہا کی جان نکل رہی تھی۔۔۔

۔اس کی ہتھیلی میں جو پسینے کے قطرے تھے ان کو اپنے اوپر بخوبی محسوس کر رہا تھا۔۔۔ مگر وہ آج اپنے آپ میں ہی نہ تھا۔۔ پتہ نہیں کیوں وہ مرہا کو اس طرح ٹوٹ کر پیار کر رہا تھا۔۔اسے احساس تھا کہ اپنی معصوم جان کو وہ کتنا ہلکان چکا تھا۔۔۔

اس کی جان نے اتنی سسکیاں تو پچھلے آٹھ مہینوں میں نہیں بھری تھی۔جتنی وہ ایک رات میں اس سے بھروا رہا تھا۔۔۔۔

ooooooooooooo

,

میر!!

ہوں ں ں!!

کیا ہوا ہے آپ کو!!

کچھ بھی تو نہیں کیوں!!

"وہ اپنے بے لگام جذباتوں کو اس کے لوں لوں پر برسا کر اس کے اوپر ہی لیٹا ہوا تھا۔۔اس کے سینے پر سر رکھے ہوئے اس کے ہاتھ اپنے لبوں سے لگائے ہوئے تھا۔۔

"مرہا اس کی شدتوں سے ٹوٹی ہوئی۔اپنے میر کا یہ الگ سا روپ دیکھ کر فکر مند تھی۔اس کے بالوں میں اپنے ہاتھ کی انگلیاں پھیرتے ہوئے اپنے میر کے دل کی بات جاننے کی کوشش کی۔۔

"کچھ نہیں ہوا جان!

میر چھپائے نہیں مجھے پتا ہے کہ میں آپ جتنی سمجھدار نہیں ہوں۔مگر اتنی عقل ہے مجھ میں کہ میں اپنے میر کے چہرے پر پریشانی اور خوشی کے رنگ دیکھ کر فرق کر سکوں۔۔



"کس نے کہا کہ میری بیوی عقلمند نہیں ہے میری بیوی بہت عقلمند ہے۔۔

"میر پلیز مجھے باتوں میں مت الجھائیں پلیز میری بات کا جواب دیں آپ کیوں پریشان ہیں۔۔

"تم سے اتنے زیادہ دنوں کی دوری تمہارا میر برداشت نہیں کر سکا۔۔اسی کا

ری ایکشن ہے میر کی جان۔۔۔

" بے اختیار اس کے دل کو والے مقام کو چومتے ہوئے اس نے گہری نظروں سے سر اٹھا کر مرہا کے چہرے کو دیکھا۔میر کے لبوں کے لمس سے مرہا کے منہ سے دبی سی سسکی نکلی۔۔۔

"شاہ میر کے لب مسکرائے تھے۔وہ دونوں اس وقت ایک جسم دو جان بنے ہوئے تھے۔۔

"میاں بیوی ایک دوسرے کا لباس ہوتے ہیں سچ ہی کہا ہے۔کسی نے اس وقت وہ اپنی مرہا کا لباس بنے اسے خود میں سمائے ہوئے لیٹا تھا۔دونوں وجود کمبل میں چھپے ایک دوسرے کی خوشبو سے مسرور تھے۔۔



"کیسے بتاتا کہ اسے اس کی معصومیت سے ڈر لگتا ہے۔میر اپنے دل کی کیفیت خود نہیں سمجھ پا رہا تھا۔تو اسے کیا بتاتا۔

"میر۔۔۔

"ہوں ں ں۔

"کہاں کھو جاتے ہیں بار بار!!

میر کو اپنی جانب کھوئی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہوئے دیکھ مرہا نے پوچھا۔۔

"کیا یار اب پیار سے دیکھنے پر بھی ٹیکس لگاؤ گی۔وہ مسکرایا دیا۔اپنے دل کی بے قرار دھڑکنوں کو مرہا کے کانوں تک نہیں جانے دیتا دینا چاہتا تھا۔۔

"پیار سے بعد میں دیکھ لیجیے گا پہلے مجھے کھانا کھلائیں !ورنہ میں آپ کو کھا جاؤں گی۔۔۔بنا کھانا کھلائے ،آپ نے میرا حشر کرر کھا ہے۔۔۔ مرہا نے اپنی حالت کو دیکھتے ہوئے گھورا۔۔

"فریش ہو جاؤ میں ابھی اپنی جان کے لیے کھانا آرڈر کر دیتا ہوں۔اگر تم مجھے کھاؤ تو مجھے بہت اچھا لگے گا۔شوخ ہوتا ہوا اس کے اوپر جھکنے لگا تھا۔

اووووووووں!! ہٹیں اس کے بالوں کو مٹھیوں میں چکڑ کر جھکنے سے روکا۔پہلے اس طرح کے لپیوں کے نشان میرے بھی یہاں پر لگاؤ پھر اٹھوں گا۔۔

"اس اوپر سے تھوڑا ہٹا تو اس کی نظر مرہا کی گردن اور دل والے مقام پر گئی۔

"وہاں میر کے لبوں کے بے تحاشا مہریں چھپی ہوئی تھی۔۔جو کچھ دیر پہلے میر نے اپنے دل کے ہاتھوں مجبور بہکتے ہوئے دیں۔۔اس کی خوبصورت گورے جسم پر اپنے ہونٹوں کی مہریں دیکھ، میر کا دل بے تحاشہ خوشی سے جھوم اٹھا۔۔

"اب وہ ویسی ہی مہریں اپنے دل والے مقام پر مرہا سے چاہتا تھا۔۔"اپنے دل پر انگلی رکھے ہوئے تھا۔۔

"میر مجھے بھوک لگی ہے تنگ مت کریں۔۔وہ آنکھیں بند کرتے ہوئے شرما گئی۔۔ایک تو صرف کمبل میں اپنے ساتھ لپیٹے ہوئے بحال کور کیے ہوئے تھا۔۔نظریں اس پر بے باکی سے مرکوز کر رکھی تھی۔۔

"اب وہ جو کچھ چاہتا تھا۔۔مرہا اس کی پل میں خراب ہوتی ڈون کو نہیں دیکھ سکتی تھی۔۔اس لیے وہ ایسا کچھ بھی نہیں کرنا چاہتی تھی۔جس سے میر اس جان کو پھر سے عذاب میں ڈالتا۔۔

"میر آپ کو پتہ ہے آپ کتنے بھی شرم ہو گئے ہیں۔ آنکھوں کو بند کر ہلکا سا مسکرائی تھی۔۔

"میں بے شرم ہوں! بے شرم ہو گیا ہوں !بد تمیز لڑکی شوہر کو بے شرم بول رہی ہو۔۔ اس کے چہرے پر دانتوں سے چبن دیتے ہوئے اسے تنگ کر رہا تھا۔۔

آااا ز!! میر مت کریں مجھے۔۔مجھے درد ہو رہا ہے۔۔"بچوں کی طرح میر کے چہرے پر ہاتھ رکھتی ہوئی اپنے سر کو تکیے پر رکھے ادھر ادھر کر کے اپنا بچاؤ کر رہی تھی۔۔

"اب بولو گی بے شرم۔۔"بتاؤ ہنستے ہوئے اس کے گلابی رنگ سے کھلکھلاتے ہوئے چہرے کو دیکھا۔ اس کے اوپر براجمان ہوئے سر کو اوپر اٹھائے ہوئے تھا۔

"مرہا۔۔"ہوں ں۔۔۔"پلیز مجھے بھی ایسے خوبصورت نشان چاہیے۔۔۔"پتہ نہیں میر کی نظروں میں کیا تھا جو مرہا کو بار بار کھٹک رہا تھا۔

"آج میر کی فرمائشیں پہلے سے بہت الگ تھی۔۔نا تو پہلے والی نظر تھی نا فرمائش نہ پیار کرنے کا انداز۔۔

"میر آپ کو درد ہو گا۔۔میر کے فرمائشی التجائی لہجے کو دیکھ کر مرہا نے محبت بھری نظروں سے دیکھا۔۔۔" وہ میر کو ایسے فرمائش کرتے ہوئے منا کرنے کی ہمت بھی نہیں رکھتی تھی۔۔۔"وہ کتنے پیار سے فرمائش کر رہا تھا۔۔۔

" مگر جو وہ مانگ رہا تھا وہ کرنا اتنا آسان نہیں تھا۔۔" آخر وہ لڑکی تھی۔۔۔" جتنی بھی کوشش کر لے شرم و حیا اس کی فطرت میں موجود ہونے کی وجہ سے وہ میر کے لیول تک کبھی نہیں پہنچ سکتی تھی۔۔۔

" درد نہیں ہو گا۔۔ مرہا یار پلیز آج اپنی شرم کو ایک سائیڈ پر رکھ کر۔۔" کر دو نا میری جان میری خواہش کو پورا۔۔



"میرے لیے تم اتنا نہیں کر سکتی۔اس کے گالوں پر اپنی گالوں سے رب کرتے ہوئے محبت اور خماری بھرے لہجے میں سر گوشی کی۔۔"اسے اپنی سخت بیرڈ کی چبن دے کا سسکنے پر مجبور کر رہا تھا۔۔

"میر آج آپ فرمائشیں بھی تو بہت ٹف کر رہے ہیں۔ وہ آنکھیں بند کیے چبن کو برداشت کرتے ہوئے بامشکل بولی۔۔

"میں جانتا ہوں کہ آج میں نے تمہاری نازک سی جان کو بہت مشکل میں ڈال دیا ہے۔۔۔" مجھے خود نہیں پتہ کہ میرا دل کیوں نہیں بھر رہا تم سے پیار کر کے۔۔

"مجھے ایسا لگ رہا کہ پتہ نہیں زندگی دوبارہ مجھے تم سے پیار کرنے کا موقع دے یا نہ دے۔

"پلیز کر دوں میری اس کڑی فرمائش کو بھی پورا۔۔۔۔ میری تو جاب ہی ایسی ہے جہاں ہم لوگ کی زندگی کا کوئی پتہ نہیں ہوتا۔۔۔"جہاں موت ہر وقت ہمارے سر پر منڈلاتی رہتی ہے۔۔۔۔" اگر کل کو مجھے کچھ ہو گیا تو۔۔۔" میری کڑی فرمائشوں اور محبت کے سہارے ہی اپنی پوری زندگی جی لینا۔۔۔۔

"میر کیا ہو گیا ہے آپ کو کیسی باتیں کر رہے ہیں۔۔۔۔"اللہ نہ کرے کہ آپ کو کچھ ہو۔" مرہا نے تڑپ کر میر کی دونوں گالوں پر ہاتھ رکھ لیا۔۔۔"بے اختیار اس کے لبوں پر بھی پنکڑیاں کو رکھ کر چوم لیا تھا۔۔۔

"اس کی جان نکل گئی تھی میر کی اس بات سے۔۔۔"وہ تو ہر بار جتا دیتا کہ وہ اس سے کتنا پیار کرتا ہے۔۔۔۔"میر میں آپ کو کیسے بتاؤں کہ میں آپ سے کتنا پیار کرتی ہوں۔۔۔۔" آپ جان ہو میری۔۔۔۔"مر جاؤں گی میں آپ کے بنا۔۔۔" آپ سے بات نہیں ہوتی تو مرہا کو سانس نہیں آتی ۔۔۔۔"وہ رو رہی تھی۔۔۔

"میری جان تمہیں رلانا میرا مقصد نہیں تھا۔۔۔"میں نے تو ایسے ہی بول دیا۔



"ایسے کیسے بول دیا آپ نے۔۔

"میر اس کی آنکھوں کو چومتے ہوئے اسے چپ کروا رہا تھا۔۔

"غلطی ہو گئی بابا سوری آئندہ کبھی ایسی ات نہیں کروں گا۔۔اپنے میر کو معاف کر دو۔۔۔

"میں آپ کو کبھی معاف نہیں کروں گی۔۔۔۔"کتنی آسانی سے اتنی گندی بات بول دی۔۔میر کی بات سے گھبرائی ہوئی خفا ہوتی ہوئی بولی۔۔

"کیا چاہیے آپ کو بتائیں۔۔۔ایسے ایسے نشان۔۔۔"بتائیں کتنے چاہیے کہاں پہ چاہیے۔۔۔"وہ میر کے پیار میں پاگل سی ہو کر بنا اپنے حلیے کا خیال کیے اس کے اوپر آگئی۔۔۔

"گلے پر لبوں کی پنکھڑیوں سے چومتے ہوئے۔۔غصے سے دانتوں کی اتنی سختی سے دانتوں سے کاٹا کہ میر کی چیخ نکل گئی تھی۔۔۔"مگر اسے اچھا لگ رہا تھا وہ یہی تو چاہتا تھا۔۔۔



"کیوں چاہتا تھا اسے نہیں پتا۔۔۔"مگر اس کا دل یہی سب مانگ رہا تھا۔۔کہ اس کی مرہا اس کو کھل کر پیار کرے۔۔۔

"جو وہ دیوانہ وار کر رہی تھی۔۔۔"میر کی سینے پر لب رکھتے ہوئے چوم کر میر کے چہرے کی جانب آئی۔۔۔

"گالوں پر آنکھوں پر ناک پر ہر جگہ وہ اپنی پنکھڑیوں کے چھوٹے چھوٹے معصوم سے لمس چھوڑ رہی تھی۔۔۔۔"جو میر کی جان نکال رہے تھے۔۔

۔میر کے دونوں ہاتھ بے اختیار اس کی قمر پر گئے۔انگلیاں سختی سے اس کی قمر میں دھنستے ہوئے۔۔

"درد سے اس کی جان نکال لے گیا۔" مگر اپنے میر کے منہ سے بات سننے کے بعد پاگل سی ہو رہی تھی۔۔۔"وہ نہیں رکی تھی یہاں تک کہ میر کے ساتھ جدوجہد کرتے ہوئے۔۔

"میر نے خود اپنے لبوں پر نمکین پانی کو محسوس کیا۔۔"میر نے ایک دم اس کی کمر سے سختی والے ہاتھ ہٹاتے ہوئے اسے کے چہرے کی جانب دیکھا تھا۔۔۔

"مرہا کے چہرے پر دونوں ہاتھ رکھ کر اسے روک لیا۔۔وہ رو رہی تھی اس کی آنکھوں سے پانی روانی سے بہہ رہا تھا۔۔

"وہ اپنے جذباتوں میں اس کے آنسوں دیکھ ہی نہیں سکا تھا۔۔"میری جان کیا ہوا۔۔۔"شاہ میر کو لگا شاید اس کے ہاتھوں کی سختی سے میرا رو رہی ہے۔۔۔

"مگر ایسا نہیں تھا وہ رو رہی تھی میر کی بات پر۔۔۔"اس کا ذہن اب بھی وہی اٹکا ہوا تھا۔۔"اس وقت نہ تو اسے اپنے وجود کی پرواہ تھی۔ کہ وہ کس حالت میں ہے۔نہ یہ کہ وہ کیا کر رہی ہے۔۔۔

"اس کا ذہن اسی ایک بات پر اٹکا ہوا تھا کہ میر نے ایسا کیوں بولا۔۔"مجھے آپ سے بات نہیں کرنی ۔۔۔۔" آپ نے یہ کیوں کہا۔۔۔"میر اگر آپ کو خروج بھی آئی میرہا بھی مر جائے گی۔۔۔

"میر آپ کی آنکھوں میں مرہا اپنے لیے زندگی دیکھتی ہے۔۔۔"میر آپ کو دیکھ کر مرہا نے جینا سیکھا ہے۔۔۔"میر آپ نہیں تو کچھ بھی نہیں۔۔۔

"سوری میری جان سوری۔۔۔" تم ابھی تک اسی بات کے لیے رو رہی ہو۔ میں نے تو ایسے ہی کہہ دیا تھا۔۔" مجھے نہیں پتہ تھا کہ میری جان اتنا ڈر جائے گی۔۔

"وہ اسے سائیڈ پہ کرتے ہوئے اس کے اوپر آگیا۔اس کے آنسوں کو لبوں سے چن رہا تھا۔۔" پلیز آپ دوبارہ کبھی ایسے مت کہنا۔۔۔

" آپ کو میری بھی عمر لگ جائے۔۔۔"وہ چپ نہیں ہو رہی تھی آنسوں مسلسل اسکی آنکھوں سے بہہ رہے تھے۔۔

"اتنا پیار کرتی ہو مجھ سے متلاشی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔۔" کیوں ثبوط چاہیے آپ کو میرے پیار کا ۔۔۔" آپ کہے مر کے دکھا دوں۔۔۔" آپ وہ دیوانی سی ہوئی جا رہی تھی۔ "اپنے میر کی محبت میں۔۔۔

" پاگل ہو گئی ہو۔ تمہاری جان مجھے بہت عزیز ہے پاگل لڑکی۔۔۔" دوبارہ ایسے مت کہنا۔۔" اب بتاؤ جو غلطی میں نے کر دی ہے اس کا ازالہ کیسے ہو گا۔۔"کان پکڑ کر اوپر نیچے ہو کر دکھاؤں۔۔۔

"پہلے میں کچھ پہن لیتا ہوں کان پکڑتے ہوئے بہت گندا لگوں گا۔۔وہ خود سے ہی سوال کرتے ہوئے جواب دے گیا۔۔

"وہ روتے روتے ہنسنے لگی تھی۔ ہنس کیوں رہی ہو۔۔ صحیح تو کہہ ہوں۔۔ اب پولیس والے کو ایسے برہنہ کر کے اٹھک بیٹھک کرواؤ گی تو وہ کیسا لگے گا۔۔

"یہ تو سارا دن تھانے میں میرا کام ہے سوچو اگر میں کروں گا تو کیسا لگوں گا وہ بھی اپنی بیوی کے سامنے توبہ توبہ جو کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے۔۔۔ مرہا کا موڈ لائٹ کر رہا تھا۔۔

"اٹھو فریش ہو میں ابھی کھانا منگواتا ہوں۔۔"وہ مرہا کا دھیان اس بات سے ہٹانا چاہتا تھا۔۔۔" دونوں فریش ہوئے اور دونوں نے مرہا کی پسند سے ہوٹل روم میں کھانا کھایا۔۔۔۔"اس کے بعد شاہ میر نے اسے خوب شاپنگ کروائی تھی۔۔۔

"آج کا دن شاہ میر نے اس کے لیے بہت خوبصورت بنا دیا تھا۔۔"شاید یہ دن ان کی زندگی میں ہمیشہ خوبصورت اور یادگار ہی رہنے والا تھا۔۔۔"دونوں نے ایک دوسرے کے ساتھ بھرپور باتیں اور خوب پیار کیا تھا۔۔۔

ہر لمحے کو خوبصورت بنا کر انہوں نے آج کا دن جیا۔۔شاہ میر نے چھٹی تو تین دن کی مانگی تھی۔ مگر اسے نہیں ملی۔۔۔

"بہت خاص کیس کے سلسلے میں اسے واپس تھانے پہنچنا تھا۔۔اس لیے رات کی فلائٹ سے شاہ میر واپس لاہور کے لیے نکلا تو مرہا کے آنسوں تھم نہیں رہے تھے۔۔۔۔۔"وہ بھی میر کی باتوں سے بہت ڈر سی گئی تھی۔۔۔"شاہ میر کے دل کا حال ایسا تھا جو وہ نہ کسی کو دکھا سکتا تھا نہ بتا سکتا تھا۔۔۔" مرہا کو چھوڑ کر جاتے ہوئے شاہ میر کو ایسے لگ رہا تھا جیسے اپنا دل وہیں پر چھوڑ کر جا رہا ہے۔۔۔۔

"کتنی مشکل سے وہ ایئرپورٹ کے اندر داخل ہوا۔ایک مرد ہو کر اس کی آنکھیں نم ہو گئی تھیں۔۔۔

"جبکہ میرا تو مسلسل رو رہی تھی۔وہ جاتے ہوئے مرہا کو بہت سمجھا کر گیا تھا کہ وہ گھر سے اکیلی نہیں نکلے گی۔مرہا بہت معصوم تھی اور شاہ میر ہر طرح سے رومان شاہ کی طرح اسے سکیور کر کے ہی رکھنا چاہتا تھا۔۔۔

"میرہا نے اس سے وعدہ کیا کہ وہ اپنا خیال رکھے گی۔۔۔شاہ میر کے ماں باپ نے بھی اسے تسلی دی کہ بے فکر ہو کر جائے۔۔۔"مرہا اپنے بھائی کے گھر ہے اور ادھر سے ہمارے گھر پر آئے گی تو ہمارے گھر پر بھی ہر وقت سکیورٹی ہوتی ہے۔۔۔تم بے فکر ہو کر جاؤوہ بھی اپنے بیٹے کی پریشانی کو سمجھ نہیں پارہے تھے۔۔۔۔

"شاہ میر کو موقع ہی نہیں ملا تھا کہ وہ رومان شاہ میرب سے ملاقات کرتا کیونکہ سارا دن شاپنگ میں گزر گیا۔۔اور رات کی فلائٹ سے وہ لاہور واپس چلا گیا تھا۔۔۔

oooooooooo

"سر سر پلیز رکیں مجھے آپ سے بات کرنی ہے۔۔ماہی بھاگتی ہوئی پروفیسر کے پیچھے آئی تھی۔جبکہ پروفیسر اسے اگنور کرتا ہوا جانے لگا تو ماہی نے پروفیسر کے ہاتھ کو تھام کر اسے روکنا چاہا تھا۔۔

"یہ کیا بد تمیزی ہے لڑکی ہو تم اس بات کو یاد رکھا کرو۔۔"کچھ تو لڑکی ذات ہونے کا لحاظ رکھو۔۔" میں نے اپنی لائف میں تم جیسی بد تمیز لڑکی نہیں دیکھی ہاتھ چھوڑو میرا۔۔"وہ اپنے ہاتھ کو جھٹکتے ہوئے اونچی آواز میں بولا تو کافی سارے سٹوڈنٹ متوجہ ہو کر کھڑے ہو گئے تھے۔۔۔"ماہی کو بہت شرمندگی ہوئی تھی اپنی انسلٹ پر وہ روتے ہوئے ادھر ادھر کھڑے سٹوڈنٹس کو دیکھتے ہوئے شرمندگی سے مرے جارہی تھی۔۔۔

"ہاتھوں کی پشت سے اپنے گالوں کو رگڑتے ہوئے بھاگتی ہوئی کلاس روم کی جانب جارہی تھی۔۔۔کچھ سٹوڈنٹس جو دبی دبی ہنسی ہنس رہے تھے۔پروفیسر کی غصے والی نظریں پڑنے سے سب ادھر ادھر کسک گئے۔۔۔

"آج شفا کالج نہیں آئی تھی۔۔۔تو ماہی روم میں آکر کتنی دیر تک اکیلے بیٹھ کر روتی رہی۔۔۔اسے آج سے پہلے کسی نے اس طرح نہیں ڈانٹا تھا۔۔پرفیسر کی بات کو ماہی نے بہت زیادہ دل پر لے لیا تھا۔۔۔وہ کلاس کو بیچ میں ہی چھوڑ کر اپنے بیگ کو اٹھا کر کالج سے جا چکی تھی۔کسی کو بتانے کی اس نے زحمت بھی نہیں کی اور کوئی اسے روک بھی نہیں سکتا تھا۔۔۔

"اسے بہت غرور تھا اس بات کا کہ اس کا باپ کالج میں بہت ساری ڈونیشن دے کر پورے کالج کا بوجھ اٹھائے ہوئے ہے---

"وہ سب کو وہ یہی سمجھتی کہ یہ اس کے خریدے ہوئے لوگ ہیں---" ایسے میں ماہی نے کسی سے اجازت لینا ضروری نہیں سمجھا تھا--- اور شفا تھی نہیں جو اس سے کچھ سمجھا سکتی---" ویسے تو ماہی اپنی اکڑ میں کسی کی کم ہی سنتی تھی---

oooooooooo

۔آج رومان شاہ کی ماں کا چالیسواں تھا تو گھر میں بہت سارے مہمان آئے ہوئے تھے---ٹی وی لاؤنج میں عورتوں کی قران خوانی کا انتظام کیا گیا تھا---

"جبکہ مردوں کے لیے باہر گارڈن میں بہت بڑا انتظام تھا--" جہاں پر مرد حضرات بیٹھے ہوئے قران خوانی کر رہے تھے----"کچھ لوگ رومان شاہ کے پاس بیٹھے ہوئے اس کی امی جان کا افسوس کرتے ہوئے اسے صبر کرنے کی تلقین کر رہے تھے---

"میرب قران پاک پڑھتے ہوئے قران خوانی سے بار بار اٹھ کر مہمانوں کو بھی دیکھ رہی تھی۔۔۔"
جبکہ مرہا قران خوانی میں بیٹھ کر پڑھتے ہوئے ساتھ میں روئے جا رہی تھی اپنی امی جان کو یاد کر کے۔۔۔۔

"کچھ عورتیں مرہا کو پیار دیتے ہوئے صبر کرنے کا بول رہی تھی۔ مہک بھی مرہا کے پاس ہی بیٹھی ہوئی بار بار اس کے آنسوں صاف کر رہی تھی۔۔۔

"رومان شاہ ایک بار پھر سے بہت زیادہ دکھی تھا۔۔اس کے سارے زخم آج پھر تازہ ہو گئے تھے۔۔۔اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ اس پیاری ہستی کو اس دنیا سے گئے ہوئے 40 دن ہو گئے ہیں۔۔۔

"فاتحہ خوانی کے بعد سب مہمانوں کو کھانا کھلایا گیا۔۔"اب مہمان آہستہ آہستہ رخصت ہونے لگے تھے۔۔۔

"آخر میں صرف مہک احمر شاہ زیب ہما اور ان کی فیملیز بچی تھی۔۔۔

"یا پھر مرہا کی ماما پاپا رہ گئے تھے۔اب وہ بھی اجازت لیتے ہوئے جا رہے تھے۔سب کو رخصت کر کے گھر بالکل خالی ہو گیا تھا۔۔گھر میں صرف مرہا میرب اور رومان شاہ ہی رہ گئے تھے۔۔

"میرب نے زبردستی سب کو مہمانوں کی جانے کے بعد مرہا اور شاہ کو کھانا کھلایا تھا۔۔۔

oooooooooooo

"ہما ڈریسنگ مرر کے سامنے کھڑی ہوئی ہاسپٹل کے لیے تیار ہو رہی تھی۔جبکہ شاہ زیب فل ریڈی ہو کر بیڈ پر بیٹھا ہوا موبائل پر کچھ دیکھ رہا تھا۔۔

"ہما چیزوں کو ڈریسنگ پر پٹخ پٹخ کر رکھ رہی تھی۔کبھی ہیئر برش تو کبھی پرفیوم کی بوتل۔شاہ زیب جو بظاہر فون استعمال کر رہا تھا۔مگر اس کی نظر ہما کی ہر حرکت پر تھی۔۔۔مسکراسا چہرہ بنائے ہوئے وہ بمشکل اپنی ہنسی کو روک کر بیٹھا ہوا تھا۔۔

"ڈاکٹر صاحبہ خیریت ہے!کیوں یہ بے جان چیزوں کی شامت لا رکھی ہے آپ نے۔۔۔آخر شاہ زیب نے سامنے مرر کے شیشے میں دیکھتے ہوئے پوچھ ہی لیا۔۔

"جیسے کہ آپ کو تو پتہ ہی نہیں۔۔"دودھ پیتے بچے ہیں چوسنے لے رکھی ہے آپ نے اپنے منہ میں۔۔۔

"اپناوائٹ کوٹ پہنتے ہوئے بناشاہ زیب دیکھے غصے سے بھری آواز میں بولتی ہوئی ٹیبل پر رکھے ہوئے اپنے موبائل کو اٹھاتے ہوئے روم سے جانے لگی۔۔۔(خان غضب دومرہ زیات دی)

"اس کی کلائی کو بھاگ کر تھامتے ہوئے آج پہلی بار شاہ زیب نے اپنی پشتو زبان سے جملہ کہا تو بے اختیار ہما کے منہ سے نکلا۔۔۔۔"کیا !!!!



میں نے کہا!

)خان کی جان اتنا غصہ(

"کوئی میں آپ کی جان وان نہیں ہوں سب پتہ ہے مجھے۔۔۔

"اس کی سے کی کلائی پکڑ کر روم سے جانے تو روک چکا تھا۔اب وہ اپنی پشت دروازے کے ساتھ لگائے ہوئے اپنی ایک ٹانگ فولڈ کر کے دروازے کے ساتھ لگائے ہوئے تھا۔۔اس کی کمر پر دونوں ہاتھ باندھے ہوئے کھڑا اس کے غصے والے چہرے کو دیکھ دانت نکال کر ہنسے جارہا تھا۔۔

"وہ جانتا تھا کہ ہما ناراض کیوں ہے اس کی ناراضگی کو اچھی طرح جاننے کے باوجود اس سے سوال کر رہا تھا اسی وجہ سے ہما کو غصہ آیا۔۔

"جانتا ہوں کہ تم کیوں ناراض ہو مگر اس میں میری تو کوئی غلطی نہیں ہے پھر تو مجھ سے کیوں ناراض ہو۔۔

"آپ کو مجھ سے دور جا کر بہت مزہ آرہا ہے بہت اچھا لگ رہا ہے آپ کی چیکس بلش کر رہی ہیں۔مجھے اس لیے غصہ آرہا ہے۔۔۔

"ہاں تو یار چیکس تو بلش کریں گی ناوہاں پر بہت ساری چھوٹی چھوٹی نیو ڈاکٹرز ہوں گی۔۔۔جن کا میں سینئیر ہوں۔اور وہ میری جونیئر ہوں گی۔۔۔

"ہر وقت میرے آس پاس رہیں گی تو یار اچھا تو لگے گا ناوہ بھی ہما کو تنگ کرنے کے موڈ میں تھا۔ہاتھ ہٹائے میری کمر سے۔۔اور جا کر انہی ڈاکٹروں سے کے ساتھ رومینس بھی کر لینا۔۔۔اپنی کمر سے غصے سے ہاتھ ہٹاتے ہوئے ہما پیچھے ہو گئی۔۔۔نہیں رومنیس تو میں اپنی بیوی کے ساتھ ہی کروں گا۔۔۔

"اس کے گلے میں اپنا بازو ڈالتے ہوئے اسے خود کے ساتھ لگایا۔۔۔کیوں بیوی صرف رومنیس کے لیے اور آنکھیں ٹھنڈی کرنے کے لیے گپے مارنے کے لیے وہ چھوٹی چھوٹی نیو ڈاکٹرز منہ کو چڑھاتے ہوئے ہمانے کہا۔۔۔

"یار اب بیوی کون سا کہیں جانے والی ہے۔ڈاکٹرز کے ساتھ کچھ گپے شپے مار لوں گا۔بعد میں آؤں گا تو تمہارے پاس ہی۔۔۔۔۔

"چہرہ مسکرا اور آنکھیں شرارتی لہجہ تنگ کرنے والا۔۔۔شاہ زیب چپ کر جائیں۔ورنہ میں آج آپ کے ساتھ ہاسپٹل بھی نہیں جاؤں گی۔۔۔شاہ زیب اسے جان بوجھ کر تنگ کر رہا تھا شاہ زیب کی ایک بہت بڑی ٹیم پشاور کے ایک گاؤں میں جا رہی تھی۔۔۔

۔جہاں پر عالمی سطح پر سرکاری کیمپ لگائے جارہے تھے۔۔۔لوگوں کو بہترین علاج مہیا کرنے کے لیے لوگو کی بیماریوں کو جاننے کے لیے وہاں پر لوگ بہت تیزی سے الگ الگ بیماریوں میں گھیرے جارہے تھے۔۔۔

"جس کی وجہ سے حکومت نے وہاں پر بہترین ڈاکٹرز بھیجنے کے لیے ایک ٹیم تشکیل دی تھی۔۔۔جن میں سینئر ڈاکٹرز میں ڈاکٹر شاہ زیب کا نام بھی موجود تھا۔۔

"کراچی سے بہت سارے ڈاکٹرز تیار کیے گئے۔۔وہاں پر تین چار مہینے بھی لگ سکتے تھے ہما کا نام شامل نہیں تھا۔۔



"آج شاہ زیب نے اپنی بقیہ سینیئر اور جونیئر ٹیم کے ساتھ کراچی سے روانہ ہو رہا تھا۔۔۔

"شاہ زیب ہاسپٹل سے ہی سیدھا چلا جائے گا۔۔۔یہ سوچ کر ہی ہما کا دل بہت اداس تھا۔اوپر سے شاہ زیب اسے تنگ کر رہا تھا۔۔

"اتنے سینیئر ڈاکٹر ہیں اتنی تو آپ کی چلتی ہے۔۔اگر آپ چاہتے تو مجھے اپنی ٹیم کا حصہ بنا کر لے جا سکتے تھے۔۔ مگر آپ کیوں لے کر جائیں گے۔۔۔

" آپ کی آزادی میں تو خلل پڑ جانا ہے۔ میرے جانے سے آپ نے وہاں جا کر جو اپنی نظریں ٹھنڈی کر کے عاشقیاں معشوقیاں کرنی ہے۔۔۔

"اپنے روم سے نکل کر اس کے آگے آگے چلتے ہوئے مسلسل وہ بڑبڑاتے ہوئے جا رہی تھی۔۔۔
جب کہ اس کے پیچھے چلتے ہوئے شاہزیب کا ہنسی روک روک کر برا حال تھا۔۔۔

"شاہ زیب کی امی ابو سے ملنے کی باد دونوں ہاسپٹل کے لیے نکلنے والے تھے۔ شاہ زیب کی امی ہما کو بھی گلے لگا کر ماتھا چومتے ہوئے بڑی محبت سے ملی۔۔۔

" آنٹی میں نہیں جا رہی آپ کا بیٹا جا رہا ہے۔۔ مجھے نہیں ان کو ملے کہر برساتی ہوئی نظروں سے شاہ زیب کی جانب دیکھا۔۔۔

"کوئی بات نہیں میری بیٹی بھی تو ہاسپٹل جا رہی ہے میں تو اپنی بیٹی کو بھی ایسے ہی ملوں گی۔شاہ زیب کی ماں نے بڑی محبت سے کہا۔۔۔

"شاہ زیب کیوں تنگ کر رہے ہو بیٹا بتا دو اس کو۔۔۔ ہما شاہ زیب سے پہلے ہی جا کر گاڑی میں بیٹھ چکی تھی۔۔۔

"پریشان نہیں ہوں بتا دوں گا آپ اپنا اور بابا کا خیال رکھنا۔۔۔اس میڈم کو جب سر پرائز ملے گا تو بالکل ٹھیک ہو جائے گی۔۔اپنی ماں سے گلے ملتے ہوئے اپنا خیال رکھنے کا کہہ رہا تھا۔۔

۔اپنے ماں باپ سے ملتے ہوئے وہ بھی جا کر گاڑی میں بیٹھ گیا ہما اتنا منہ پھلائے ہوئے مڑ کر باہر دیکھ رہی تھی۔۔شاہ زیب کی جانب ایک نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا تھا اس نے۔۔

"چلیں !!!

نہیں رکے رہے یہیں پر!! شاہ زیب کے پوچھنے پر ہما نے قہر آلود نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔۔وہ مسکراتا ہوا گاڑی سٹارٹ کرنے لگا۔۔۔۔

°°°°°°°°°°

"صاحب جی رحم کریں مجھ پر میں ایسی عورت نہیں ہوں۔۔ غریب ضرور مگر عزت والی ہوں اس کی گندی نظروں سے نوکرانی خود کو بچاتے ہوئے اپنے دوپٹے کو ٹھیک کر رہی تھی۔۔۔

" چل چل قیمت بول تیرے جیسیوں کی عزت روز عدالت میں۔ میں کوڑیوں کے بھاؤ خرید تا ہوں ۔۔اس کے سر سے دوپٹہ کھینچتے ہوئے اپنی گندی نظریں اس پر پوست کرتے ہوے سے اپنی جانب کھینچ رہا تھا۔۔۔

"صاحب جی خدا کا خوف کریں وہ عورت اپنی عزت کے لیے اس کے آگے ہاتھ جوڑ رہی تھی۔۔۔ مگر وہ بھیڑیے کی طرح اس کے وجود کو نوچتا ہوا اس کی عزت کو تار تار کر رہا تھا۔۔۔



"وہ کتنی دیر رو کر التجائے کرتی رہی۔۔ اس کے بعد اس عورت کی سسکیوں کی آوازیں باہر کھڑی سالار سائیگل کی بیوی سن کر یہ اندازہ لگا چکی تھی کہ وہ اس ملازمہ کی عزت کی بھی دھجیاں اڑا چکا ہے۔۔۔

"وہ اپنے آنسوؤں کو صاف کرتے ہوئے دروازے سے واپس لوٹ گئی۔ یہ اس کے لیے کوئی نئی بات نہیں تھی۔ وہ اسی طرح ہر رات کسی نہ کسی عورت کے جسم کو نوچتے ہوئے اپنی حوس کا نشانہ بناتا۔۔۔ وہ کچھ نہیں کر سکتی تھی کسی کے لیے۔۔۔ وہ تو خود مجبور اور بے بس تھی جو اپنا دفاع نہیں کر سکتی تھی تو وہ کسی اور کا دفاع کیا کرتی ہے۔۔۔

○○○○○○○○○○○

"سب ڈاکٹرز وین کے اندر بیٹھ رہے تھے اپنا اپنا سامان رکھ کر شاہ زیب بھی وین میں بیٹھنے لگا۔۔۔ ہما کا دل رو رہا تھا شاہ زیب کو جاتے ہوئے دیکھ۔۔۔ نم آنکھوں کو صاف کرتے ہوئے بہت بے چین کیفیت لیے کھڑی تھی۔۔۔ کہ اس کے ہاتھ کو شاہ زیب نے تھامتے ہوئے اپنے آنکھ کے اشارے سے ساتھ چلنے کو کہا۔۔۔



"وہ حیران ہوئی تھی چلو اب شاہ زیب نے اس کے روتے ہوئے چہرے کو دیکھتے ہوئے۔ وین میں بیٹھنے کو کہا۔۔۔

"کہاں چلوں اب جاتے ہوئے میرا مذاق بنا رہے ہیں۔۔۔ اپنے آنسوں صاف کرتے ہوئے ہاتھ کو پیچھے کرنے لگی۔۔۔ تم بھی چل رہی ہو پاگل ڈاکٹر اتنا تو سوچ لیتی جب تم نے خود کہا کہ تمہارے شوہر

کی اتنی تو چلتی ہے۔۔۔تو پھر تم نے کیسے سوچ لیا کہ میں اپنی پیاری سی بیوی کو روتے ہوئے چھوڑ کر جا سکتا ہوں۔

"آہستہ سے کہتے ہوئے مسکرایا تو پوری وین کے ڈاکٹرز نے تالیاں بجا کر ہما کو ویلکم کہا۔کیونکہ سوائے ہما کے سب جانتے تھے کہ ڈاکٹر ہما بھی اس ٹیم کا حصہ ہے۔۔۔مگر وہ سب ڈاکٹر شاہ زیب کے ساتھ مل کر اسے سرپرائز دینا چاہتے تھے۔۔۔

"ڈاکٹر ہما خوشی اور حیرانگی کی کیفیت لیے مسکرا دی۔چلو اب بعد میں مسکرا لینا ہم لیٹ ہو رہے ہیں۔۔۔

"شاہ زیب نے اس کے ہنستے ہوئے چہرے کو دیکھ اپنے مضبوط ہاتھ میں اس کی ہتھیلی کو دباتے ہوئے وین میں بیٹھنے کو کہا۔۔۔

"مگر میں نے تو پیکنگ ہی نہیں کی آپ نے مجھے بتایا ہی نہیں تھا۔اب ہما کو ایک نئی پریشانی یاد آ گئی۔۔

"ساری پیکنگ کر کے تمہارا بیگ ماما نے بھجوا دیا تھا۔ جو کہ میں وین میں رکھوا چکا ہوں۔۔ اب تم اپنے قدم مبارک وین میں رکھو۔ تاکہ ہم لوگ نکل سکے پہلے ہی ہم لوگ لیٹ ہیں۔۔۔

"یعنی کہ آپ نے سارا پلان کیا ہوا تھا صرف مجھے ہی صبح سے تنگ کیے جا رہے تھے۔۔۔

آپکو پتہ ہے میں نے پریشانی میں اچھے سے ناشتہ بھی نہیں کیا۔ نہ دوپہر کو کھانا کھایا ہے۔۔۔ ہما کو اپنی بھوک کی بھی فکر ہونے لگی تھی۔۔

"میری بھکھڑ بیوی بیٹھ جاؤ میں راستے میں کھانا بھی کھلوا دوں گا۔ وہ مسکرا دیا تھا۔۔۔

"ڈاکٹر شاہ زیب آج کی ٹریٹ پوری وین کو آپ ہی دے دیں۔۔ آپ کی بیوی بھوکی ہے انہوں نے کچھ نہیں کھایا اسی خوشی میں ہم بھوکے ننگوں کو بھی کھانا کھلا دینا۔۔۔

"ڈاکٹر شاہ زیب کا ایک کولیگ ڈاکٹر شاہ زیب کو بولتے ہوئے ہنسا تو پوری وین میں قہقوں کی آواز گونج رہی تھی۔۔

ooooooooo

"شاہ زیب کیا کر رہے ہیں کوئی دیکھ لے گا۔۔" وین کے لائٹیں مدھم ہوتے ہی شازیب اپنے آپے سے باہر ہونے لگا۔۔

"میں نے کیا ہے !!معصوم چہرہ بناتے ہوئے پوچھا۔۔۔

"آپ اپنی جگہ پر آرام سے نہیں بیٹھ سکتے۔۔۔" سرگوشی کرتے ہوئے آنکھیں دکھائی۔۔

"آرام سے تو بیٹھا ہوں میں کون سا اپنی سیٹ پر چڑھے ہوئے بھنگڑے ڈال رہا ہوں۔۔۔

"وہ بھی ہلکی سی سرگوشی کرتے ہوئے ساتھ میں نظریں وین میں دوڑائے دیکھ رہا تھا کہ کوئی جاگ تو نہیں گیا۔۔۔

"اپنے ان ہتھیاروں کو کنٹرول میں رکھیں ڈاکٹر صاحب!! انگلی سے شاہ زیب کے لبوں کو پوائنٹ کرتے ہوئے کان میں سرگوشی کی۔۔۔

"ہاتھ مت لگاؤ ورنہ ہتھیار یہی پر شروع ہو جائیں گے۔۔

"اپنے ہونٹوں پر ہما کی انگلی کو پکڑ چومتے ہوئے۔ہمانے اس کے کان میں سر گوشی کی۔۔شاہ زیب آپ کو شرم نہیں آتی۔۔۔

"اپنا ہاتھ چھڑاتے ہوے تبھی دبھی سمائل سے ہنستے ہوئے اس کی گال پر ہاتھ رکھ کر اس کا چہرہ دوسری جانب کیا تھا۔۔

"وین میں پیچھے بیٹھے ہوئے سب لوگ سو رہے تھے۔۔راستہ کافی لمبا تھا تو اس لیے سب تھکن سے سونے لگے تھے۔

"صرف جو لوگ فرنٹ سائیڈ پر بیٹھے ہوئے تھے ان میں سے کچھ لوگ ڈرائیور کے ساتھ باتیں کرتے ہوئے جاگ کر جاگ رہیں تھے۔۔۔

"ایسے میں شاہ زیب کو موقع مل گیا تھا ہما کے ساتھ محبت کی پینگیں لڑانے کا۔۔

"شاہ زیب!!!کیا کر رہے ہیں شاہ زیب ناظرین بچا کر بار بار ہلکا سا جھکتے ہوئے اپنے لب اس کی پکڑیوں سے ٹچ کر کے چومتا ہوا پیچھے ہو جاتا۔۔۔ ایسا وہ کتنی بار کر چکا تھا۔۔۔ جبکہ ہما کو ڈر لگ رہا تھا کہ کوئی دیکھ نہ لے۔۔۔

"شرم سے لال پڑتے ہوئے اسے روک رہی تھی۔۔ اس کی کمر سے کے پیچھے سے ہاتھ نکالتے ہوئے اس کے پیٹ پر رکھ کے ہوئے تھا۔۔۔ شاہزیب کا ہاتھ اسے سکون سے بیٹھنے نہیں دے رہا تھا۔

"ڈاکٹر صاحبہ چپ کر کے بیٹھی رہیں میں تو فل پریکٹس کے ساتھ کر رہا ہوں۔ مگر آپ کی یہ جو اچکو مچکو ہے۔

"اس سے کسی کو ضرور اندازہ ہو جائے گا کہ یہاں پر گاڑی میں کھلے عام رومینس چل رہا ہے۔۔۔۔ کان میں سرگوشیاں کرتے ہوئے اپنی عادت سے مجبور نہ تو اس کی ہاتھ رک رہا تھا نہ ہونٹ۔۔۔۔ گاڑی اپنے سفر کی طرف رواں دواں,63

ooooooo

"وہ گہری نیند میں تھی جب اسے جھٹکے سے گاڑی رکنے کا اندازہ ہوا وہ آنکھیں ملتی ہوئی ارد گرد دیکھنے لگی تھی وہ جو شاہ زیب کے کاندھے پر بڑے آرام سے اپنا تکیہ سمجھے ہوئے نیند کے مزے لوٹ رہی تھی۔ گاڑی رکنے سے بیدار ہو گئی۔۔

"کیا ہم پہنچ گئے ہیں آنکھ کھلتے ہی ہما نے شاہ زیب کی جانب دیکھتے ہوئے سوال کیا تھا۔۔

"نہیں بس کچھ ہی دیر میں ہم لوگ پہنچ جائیں گے۔ ابھی رکے ہیں ایک جگہ۔ یہاں پر کافی اچھا ڈھابا ہے۔ یہاں پر ہم اپنی پیٹ کی خاطر تازہ کر لے وہ مسکراتے ہوئے بولا۔۔۔

"سب ڈاکٹرز آپس میں باتیں کرتے ہوئے وین میں شور مچائے ہوئے تھے۔ ہر کوئی اپنے آپ میں مگن تھا۔۔۔زیادہ تر لوگ وین سے نیچے اترنا شروع ہو گئے تھے شاید گاڑی ڈھابے پر ہی آکر رکی تھی۔۔

"ایسے میں شاہ زیب تھوڑا سا شیشے کی جانب جھکا۔ جیسے کہ کھڑکی سے باہر کچھ دیکھنے لگا ہو۔ ہما وین میں کھڑکی والی سائیڈ پر تھی۔

"جبکہ شاہ زیب دوسری سائیڈ پر۔ ہما کی تو ہوائیاں اڑ گئی تھیں۔ شاہ زیب کی حرکت بازی پر۔ دیکھنے میں اتنا سلجھا ہوا ڈاکٹر کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ اپنی اصل زندگی میں ایسا ہے۔۔

"یس اور نو میں زیادہ تر بات کرنے والا ڈاکٹر شاہ زیب اس کے کھڑکی کی جانب جھکتے ہوئے بڑے آرام سے اپنے لب اس کی پنکھڑیوں پر رکھتے ہوئے اپنی مارننگ کس لے چکا تھا۔۔۔

"پوری رات ان لوگوں نے سفر کیا تھا، اور اب صبح کے بارہ بجنے والے تھے۔ہما بالکل پتھر سی ہو گئی تھی۔شاہ زیب کی حرکت پر کا تو اسے اندازہ ہی نہیں تھا۔کہ شاہ زیب رات کو تو جو اس نے کرنا تھا وہ کرتا رہا۔مگر اب تو وہ دن میں بھی اپنی آئی پر اتر آیا تھا۔۔۔

"شاہ زیب کتنے بے شرم ہے اگر کوئی دیکھ لیتا تو اسے واپس بڑے آرام سے نارمل زاویے کا چہرہ لیے بیٹھتے ہما نے آہستہ سے دانت پیستے ہوئے کہا۔۔



"کسی نے دیکھا تو نہیں بس بات ختم۔اب اس میں بے شرمی والی بات کون سی ہے۔آنکھ دباتے ہوئے بہت ہی کم آواز میں بولا۔۔ڈاکٹر صاحبہ تمہیں اچھی طرح سے پتہ ہے کہ مجھے اپنی مورننگ کس کتنی عزیز ہے۔تو ایسے میں مجھے بے شرمی والا لقب مت دیجئے۔۔

" اور چپ چاپ میرے ساتھ چلے نیچے آپ کو مزید ار ناشتہ کرواتا ہوں۔ بنا اپنی بات پر کوئی شرمندہ ہوئے ہما کا ہاتھ مضبوطی سے اپنے ہاتھ میں تھامتے ہوئے وین سے نیچے اترنے لگا تھا۔۔

"زیادہ تر ڈاکٹر نیچے جا چکے تھے اور جس انداز سے اس نے اپنی مارننگ کس لی تھی، کسی کے دماغ میں تو دور دور تک بھی نہیں تھا۔ سب کو یہی لگا کہ وہ کھڑکی پر جھکا شاید اس نے باہر دیکھا تھا کہ ڈھابہ آگیا ہے۔۔

"ڈھابہ بالکل پٹھانوں والے سٹائل سے بنا ہوا تھا۔ سردی کی شدت کافی زیادہ تھی وین سے باہر نکلتے ہی سب کو احساس ہوا تھا کیونکہ وین میں تو ہیٹر چل رہا تھا تو کسی کو زیادہ سردی کا احساس ہی نہیں ہوا سب ہاتھ رگڑنے لگے تھے۔ سردی کی شدت سے۔



"ویسے بھی کراچی کے لوگ سردی کے معاملے میں بہت احساس ہوتے ہیں کراچی میں ٹھنڈ زیادہ نہیں پڑتی تو اس لیے لوگ سردی کے عادی بھی نہیں ہوتے۔۔۔

سب نے اپنی اپنی شالیں سیدھی کر کے لپیٹنی شروع کر دی۔۔۔ قیامی لوگوں کے منہ سے دھواں باتیں کرتے ہوئے نکل رہا تھا۔۔

"اب تو جو ڈاکٹر بھی وین سے باہر آئے ان کے منہ سے بھی بھانپ اڑ رہی تھی۔ سردی کی شدت کی وجہ سب کو اندر بٹھانے کا انتظام کیا گیا تھا۔۔

"شاید اس ڈھابے پر اکثر رش رہتا کیونکہ ڈھابے کا کھانا بہت لذیذ لگ رکھا تھا۔ بیٹھتے ہی خوشبو سے ہی اندازہ ہو چکا تھا۔

"یا پھر یوں کہے کہ ان کو بھوک بہت لگی ہوئی تھی۔ ناشتے کا ٹائم تو تقریباً گزر ہی چکا تھا۔ ان لوگوں نے دوپہر کے کھانے کا پوچھا تو سب نے اپنی اپنی پسند کیا کھانا آرڈر کیا۔۔۔

"شاہ زیب نے ہما سے پوچھا تھا کہ تم کیا کھاؤ گی وہاں کی پشاوری کڑھائی کے بارے میں شاہ زیب نے اسے بتایا تھا کہ وہ بہت لذیز ہوتی ہے۔ اس میں مرچ مصالحے بہت کم ہوتے ہیں۔ گوشت کا اور یجنل ذائقہ یہ لوگ ایسا بنا دیتے ہیں کہ کھانے والے کو بہت مزہ آتا ہے۔۔

"تو ہما نے بھی کہا کہ ٹھیک ہے منگوا لیں۔ مگر پھر بھی ساتھ میں ایک دو اور ڈشز بھی شاہ زیب نے آرڈر کر دی تھی۔۔۔

"سب لوگ رات کی تھکن سے چور کھانا کھانے میں مشغول تھے۔ صبح جو لوگ جاگے تھے انہوں نے ساتھ لائے ہوئے بسکٹ اور چائے سے اپنا ناشتہ کر لیا تھا۔

"جبکہ ہما اور اکثریت لوگ جو سو رہے تھے، وہ تو ڈائریکٹ دوپہر کا کھانا ہی کھا رہے تھے۔ بھوک نے سب کو بے حال کر رکھا تھا۔ اوپر سے کھانا اتنا لذیذ تھا سب نے پیٹ بھر کر کھایا۔۔۔

"اندر ان لوگوں نے آگ جلا کر جگہ جگہ پر اپنے مقامی سٹائل سے رکھی ہوئی تھی۔ مٹی کے بنے ہوئے آتش دانوں میں لکڑیاں جلائی ہوئی تھی۔

"جن سے اندر سردی نہ ہونے کے برابر کھانا کھا کر وہ پھر سے وین میں سوار ہونے لگے تھے۔ اور گاڑی اپنے منزل کی طرف چل پڑی۔۔۔

ooooooo

"بہت خوش ہو رہی تھی وہ گھر میں آتے ہی اپنے بیٹے کے گھر آنے والی خوشخبری سن کر جو کہ وہ فون پر ہی سنا چکا تھا۔

"احمر کی امی مہک کو گلے لگا کر ماتھا چومتے ہوئے صدقے واری ہو رہی تھی۔ آخر ان کے بیٹے کی گھر میں یہ پہلی خوشخبری تھی۔

"وہ دادی بننے والی تھی وہ بہت آکسائیڈ تھی۔ وہ آج ہی لاہور سے واپس آئی تھی اپنے گھر، جب کہ احمر فون پر ان کو بتا چکا تھا کہ وہ دادی بننے والی ہیں۔

"اس نے کہا تھا کہ جلدی سے اپنی بہن کا حال چال پوچھ گھر واپس آجائیں۔ ان کی بہو کو گھر میں اپنی ساس وماں کی بہت ضرورت ہے۔ یہ سن کر تو جیسے احمر کی ماں سے وہاں رکا ہی نہیں گیا۔ وہ دوسرے دن ہی تیاری کر چکی تھی۔ جبکہ بہن کی حالت ٹھیک نہیں تھی۔ تو انہوں نے بہت مجبور کر کے کچھ دن اور رکھ لیا۔۔۔

"آخر وہ آج آن ہی پہنچی تھی اپنے گھر۔احمر اپنی امی جان کو لے کر ایئرپورٹ سے گھر آیا تھا۔اور اب وہ اپنی بہو کے ساتھ بیٹھی ہوئی شاپنگ دکھا رہی تھی۔۔

"جو کہ وہ لاہور سے اپنے بہو اور بیٹے کے لیے کر کے لائی تھی۔وہ نہیں بھولی تھی اپنے پوتے کو بھی،اس کے لیے بھی شاپنگ کر کے لائی تھی۔۔۔

ءان کے ذہن میں تھا کہ اللہ تعالی سب سے پہلے ان کو پوتا ہی دے گا۔احمر کے گھر اولاد کی خوشخبری سن کر وہ بہت خوش تھی۔

"اپنے پوتے کے کپڑے دکھاتے ہوئے وہ اتنی خوش تھی کہ مہک نے ان کو گلے لگا لیا۔مہک بھی خوش تھی کہ اس کی اولاد کے نخرے اٹھانے والی دادی اس دنیا میں موجود ہے۔

"احمر کے تو پاؤں ہی زمین پر نہیں لگ رہے تھے۔اس دن سے جب سے اسے پتہ چلا کہ مہک پریگننٹ ہے۔

"وہ اسے زمین پر پیر بھی تو رکھنے نہیں دیتا تھا۔ہر کام خود سے ہی اس کے لیے کر لیتا۔ آفس جاتے ہوئے بھی سمجھا کر جاتا کہ اسے بہت اپنا خیال رکھنا ہے۔

"مہک بہت خوش تھی اپنے لیے مگر وہیں دل ہی دل میں میرب کے لیے اسے بہت دکھ اور گلٹی فیل ہوتا تھا۔

"آخر اس نے ہی تو چھین لی تھی میرب کے گھر آنے والی پہلی خوشی کو۔اور اب جو کچھ ڈاکٹر نے اس کے لیے بتایا تھا کہ وہ اگر ماں بنے گی تو اس کی جان کو خطرہ ہو سکتا ہے۔بلکہ ہو گا ایسے میں تو وہ اور بھی خود سے شرمندہ تھی۔

"وہ روز دعائیں کرتی کہ اللہ تعالی میرب کے لیے آسانیاں پیدا کرے۔۔مہک بیٹا کہاں کھو گئی مہک کو اس طرح کھوئے ہوئے دیکھ اس کی ساس نے اسے شاپنگ کی طرف متوجہ کیا تھا۔۔۔

ooooooooo

"مرہا آج فجر کی نماز کے بعد سو گئی تھی تو اس کی آنکھ فون پر آنے والی بیل کی آواز سے کھلی تھی۔

فون اٹھاتے ہی ہمیشہ کی طرح کچھ سیکنڈ کے بعد بند کر دیا۔ اس طرح کی کالز مرہا کو پچھلے کئی دن سے آ رہی تھی۔ مگر وہ اگنور کر دیتی، کئی بار اس نے سوچا کہ کیوں نہ وہ شاہ میر کو بتائے کہ اسے ایک ان نون نمبر سے کال آتی ہے، اور بنا کوئی بات کیے ہی کچھ سیکنڈ کے بعد کاٹ دی جاتی ہے۔

" مگر پھر یہ سوچ کر وہ اپنا ارادہ ہر بار ترک کر دیتی کہ اس کے بتانے سے شاہ میر بہت پریشان ہو جائے گا۔ اور ویسے بھی کوئی اتنی بڑی بات تو نہیں ہے آج کل تو فون پر ہر کسی کو اس طرح کی رونگ کال آتی ہی رہتی ہیں۔

" آج کل کچھ ایسے نکمے لوگ ہیں جن کو زندگی میں کوئی کام نہیں ہوتا تو وہ کہتے ہیں چلو اسی کام کو اپنا مشغلہ بنا لیتے ہیں۔ وہ خود میں ہی سوچتی ہوئی فون کو سائیڈ پر رکھ کر ناشتے کے لیے باہر ٹیبل پر آگئی تھی۔

"جہاں پر میرب بیٹھی ہوئی چائے پی رہی تھی۔ اٹھ گئی تم میں کب سے ناشتے پر تمہارا ویٹ کر رہی تھی۔ جب تم نہیں اٹھی تو میں نے سوچا چلو چائے ہی پی لیتی ہوں۔ وہ اسے دیکھتے ہی بولی تھی۔

"ہاں میں فجر کی نماز کے بعد سو گئی تھی۔ اس لیے میری آنکھ ہی نہیں کھلی اگر تم ویٹ کر رہی تھی تو مجھے اٹھا ہی دیتی۔ وہ کرسی کھینچ کر بیٹھتے ہوئے اس کی جانب دیکھ کر بولی تھی۔ نہیں میں نے سوچا چلو مس کا آج آرام کرنے کا موڈ ہے تو آرام کر لے۔۔

پھر کل کو کہو گی بھابھی مجھے چین سے سونے ہی نہیں دیتی تھی۔ نندوں کو آج کل بہت شکایتیں ہوتی ہیں اپنی بھابیوں سے۔میرب چائے کا سپ لیتے ہوئے مسکرا کر بولی تھی۔ جبکہ پاس کھڑی ہوئی زکیہ بھی ان کی بات سن کر ہنسنے لگی تھی۔

"زکیہ تم ہنس رہی ہو کیا میں نے کچھ غلط کہا ہوتی ہے۔ ہوتی ہیں نا نندوں کو بھابیوں سے شکایتیں ۔میرب نے زکیہ سے سوال کیا تھا۔

"جی بی بی جی ہوتی تو ہیں مگر آپ دونوں کا رشتہ بہت پیارا ہے۔ آپ دونوں تو ماشاءاللہ لگتی نہیں کہ ایک دوسرے کی بھابھیاں یا نندے ہو۔ سگی بہنیں لگتی ہیں آپ دونوں۔۔

"زکیہ نے سچ ہی تو کہا تھا دونوں میں اچھی خاصی انڈرسٹینڈنگ تھی۔ اور امی جان کی وفات کے بعد تو میرب مرہا کا بہت خیال رکھتی تھی۔۔ بالکل بڑی بہنوں کی طرح۔

"میرب میرا تو پتہ نہیں مگر تم بہت اچھی ہو۔ مرہا نے بڑی محبت سے دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ آخر اب میرب ہی تو تھی اس کے مائیکے کی رونق۔اس نے ہی تو اب اس گھر کو آباد رکھنا تھا۔

"میرب بھائی سے بات ہوئی وہ کچھ سوچتے ہوئے بولی تھی۔

"میں سمجھی نہیں کس بارے میں۔میرب نے ساتھ میں زکیہ کو مرہا کے لیے ناشتہ لانے کا بھی کہہ دیا۔

"ظاہر سی بات ہے میں اپنے بھتیجے یا بھتیجی کے بارے میں ہی پوچھ رہی ہوں، تم نے بھائی سے بات کی، وہ ایگری ہے بی بی پلان کرنے کے لیے مرہا نے تفصیل سے کہا تھا۔

"ہاں کی تھی بات مگر شاہ کا جواب نہ میں ہے۔پتہ نہیں ڈاکٹر نے شاہ کے دماغ میں کون سا ڈر بھر دیا ہے جو وہ میری بات سننے کے روادار ہی نہیں ہیں۔افسوس زدہ منہ بناتے ہوئے بولی تھی۔



"میرب بھائی تم سے بہت پیار کرتے ہیں وہ ڈرتے ہیں کہ کہیں تمہیں کچھ ہو نہ جائے۔میں نے دیکھا ہے بھائی کی آنکھوں میں تمہارے لیے بے تحاشہ پیار، اور بھائی کی زندگی میں بہت کم ایسے لوگ ہیں جن سے بھائی پیار کرتے ہیں۔اور جن سے بھائی پیار کرتے ہیں ان کے لیے بھائی بہت زیادہ پوزیسو ہو جاتے ہیں۔

" جیسے کہ تمہارے لیے وہ سمجھانے والے انداز سے بول رہی تھی۔ زکیہ بھی ناشتہ لے کر آگئی۔ تو دونوں ساتھ میں ناشتہ کرنے لگی تھی۔

"مرہا میں کوئی دنیا کی انوکھی عورت تو نہیں ہوں جو ایک بچہ پیدا کرنے سے مر جاؤں گی۔ میں شاہ کی ویران زندگی میں رنگ بھرنا چاہتی ہوں۔ مگر شاہ ہے کہ میری بات سننے کو تیار ہی نہیں ہوتے۔ جب بھی بات شروع کرتی ہوں اچھے خاصے موڈ میں ہوتے ہوئے بھی لال آنکھیں دکھا کر مجھے ہمیشہ کی طرح ڈرا کر چپ کروا دیتے ہیں۔ وہ ناشتہ کرتے ہوئے ساتھ میں اپنی دل کی بھڑاس نکال رہی تھی۔۔

۔تو پھر اب تم نے کیا سوچا ہے منہ میں نوالہ ڈالتے ہوئے میرہا نے سوالیہ نظروں سے میرب کی جانب دیکھا۔

۔ابھی تک تو کچھ نہیں سوچا کوشش ہی جاری رکھ سکتی ہوں اور میں کیا کروں۔ ہو گا تو وہی جو شاہ چاہیں گے۔ جتنا مرضی مجھ سے پیار کر لیں مگر چلاتے تو وہ ہمیشہ اپنی ہی ہے۔

۔چائے کے کپ میں چائے انڈیلتے ہوئے ایک کپ اپنے سامنے رکھا اور دوسرا میرہا کو دیکھتے ہوئے بول رہی تھی۔

۔بی بی جی آپ مجھے دوپہر کے کھانے کا بتا دیں تاکہ میں تیاری کر سکوں۔ زکیہ نے ٹیبل سے برتن اٹھاتے ہوئے کہا تھا۔ہاں بتاؤ میرہا کیا کھانا ہے زکیہ کو بتا دو میرب نے اچھی بھابھی کی طرح مرہا سے کہا تھا کہ وہ اپنی مرضی کا کھانا بنوا لے۔

۔میرب جو بھی بنوانا ہے بھائی کی پسند سے تم بنوا لو میں تو آج اپنے گھر کا چکر لگاؤں گی۔ میرا وہاں پر کچھ سامان ہے وہ بھی پیک کروالوں گی۔ شاید میر ایک دو دن میں ہی مجھے لینے آئیں گے۔تو ان کے پاس زیادہ ٹائم نہیں ہوگا انہوں نے مجھے بتایا تھا۔



۔تو میں پہلے سے ہی پیکنگ کر لیتی ہوں اور کچھ وقت وہاں جا کر گھر والوں کے ساتھ بھی گزاروں گی۔میرب کے ساتھ ٹیبل سے اٹھ کر اپنے اپنے روم کی جانب جاتے ہوئے مرہانے بتایا تھا۔۔

۔اچھا تو تمہارا یہ پلان ہے۔ ٹھیک ہے زکیہ تم شاہ کے لیے مٹن کڑاہی بنا لو اور ساتھ میں آلو کی ترکاری بنا لینا۔ میرب نے مرہا سے بات کرتے ہوئے زکیہ کو بھی کھانے کا بتا دیا تھا۔ دونوں فی الحال اپنے اپنے روم میں چلی گئی۔۔۔

○○○○○○○○○○○

خرم کی ماں یہ گھر میں کس طرح کی بے حیائی چل رہی ہے مجھے بتانا پسند کرو گے۔ چوہدری صاحب اپنی بیوی کے پاس آتے ہی گرج پڑے تھے۔ جو کہ بیٹھی ہوئی گھر کے ملازمین کی تنخواہیں بانٹ رہی تھی۔۔۔

۔تم سب جاؤ یہاں سے نوکروں کو اشارہ کرتے ہوئے چوہدری کی بیوی نے جانے کو کہا تھا۔

۔کیا ہو گیا ہے چوہدری صاحب کبھی آس پاس بھی دیکھ لیا کریں۔ اتنے سارے نوکروں کے سامنے آ کر شروع ہو جاتے ہیں۔ وہ ناگوار سا منہ بناتے ہوئے بولی تھی۔۔

۔میں گل کرتے ہوئے بھی آس پاس دیکھ لیا کروں۔ یہ مت تو اپنے پتر کو کیوں نہیں دیتی۔

۔جو گھر کی عزت اچھالتا پھر رہا ہے۔اسے کیوں نہیں سمجھاتی چوہدری صاحب غصے سے آگ بھگولا ہو کر دونوں ہاتھ کمر پر رکھے ہوئے غصے سے بول رہے تھے۔

۔چوہدری صاحب بیٹھ جائیں گاؤں کی عورتوں کی طرح یہ کمر کس کے لڑنے مت آجایا کریں۔وہ بھی غصے سے بولی تھی۔

۔اب کیا کر دیا ہے میرے پتر نے جو اس طرح آگ کا گولا بن کر آگئے ہیں۔

۔تجھے تو جیسے اس کی کرتوتیں پتہ ہی نہیں۔پاس پڑے ہوئے موڑے پر بیٹھتے ہوئے بولے تھے۔جبکہ خرم کی ماں سب بات جانتے ہوئے بھی اپنے پتر کا پک رکھنے کے لیے چپ بیٹھی تھی۔۔

۔چوہدری صاحب رات کے تیسرے پہر جب تہجد کے لیے اٹھے تھے تو انہوں نے دیکھا کہ خرم بنا کسی ڈر اور خوف کے بیا کے کمرے سے نکل کر اپنے کمرے کی جانب جا رہا تھا۔اسے بھی پتہ تھا کہ اس کے ابا سائیں اسے دیکھ چکے ہیں۔۔

۔ایک نظر اس نے بھی دیکھا تھا مگر پھر بڑے دھڑلے سے سینہ تانے ہوئے وہ اپنی روم میں چلا گیا ۔رات کے اس پہر بولنا مناسب نہیں تھا۔ اور صبح چوہدری صاحب کو پنچایت میں کوئی خاص کام آ گیا، جس کی وجہ سے وہ نا تو خرم سے بات کر سکے تھے اور نا ہی اپنی بیوی سے۔اب وہ گھر آتے ہی رات سے بھرے غصے سے بھٹ پڑے تھے۔۔

۔تم نے اپنے پتر کو روکا کیوں نہیں۔ چوہدری صاحب یقین سے بول رہے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ خرم کی ماں اتنی لاپرواہ نہیں، وہ اپنے بیٹے کے بارے میں سب کچھ جانتی ہے۔

۔کیا سمجھاؤں آپ باپ اور بیٹا جیسے کہ میری بڑی سنتے ہو۔

۔اپنا رونا بعد میں رو لینا، تم پہلے میری بات کا جواب دو۔ تو نے اپنے پتر کو روکا کیوں نہیں، وہ رات کے اس پہر بیا دھی کے کمرے میں کیا کرنے گیا تھا۔ چوہدری صاحب اپنی مدے کی بات پر آ گئے تھے۔

۔

۔کیسے روکتی جب اس نے سیدھے طریقے سے آپ سے رخصتی کا مطالبہ کیا تو آپ نے اسے منع کر دیا ۔جوان اولاد ہے جب وہ عزت سے اپنی منگ کو رخصت کروانا چاہتا تھا۔ تو آپ کو منع کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ وہ اپنے شوہر کے فیصلے کو ہی غلط بول رہی تھی۔۔

۔اس کا مطلب یہ ہے کہ تم بھی اپنے بیٹے کے ساتھ گھر کی عزت نیلام کرنے میں برابر کی شریک ہو ۔وہ غصے سے بول رہے تھے۔۔۔

۔چوہدری صاحب خدا کا خوف کریں۔ بولنے سے پہلے تھوڑا سوچ لیا کریں، مانا کہ خرم کا اس طرح بیا دھی کے کمرے میں جانا غلط ہے۔ مگر گناہ نہیں ہے۔

۔بیوی ہے وہ اس کی۔ سالوں پہلے اس کا نکاح ہو چکا ہے۔ دنیاداری کی نظر سے دیکھو تو یہ غلط ہے۔ اگر اللہ سونے کا فیصلہ اور حکم دیکھے تو اس میں کوئی گناہ نہیں ہے۔۔۔

۔جوان اولاد اگر منہ زور ہو جائے تو ایسے میں میں کیا کر سکتی تھی۔۔۔

۔میں نے بھی ایک دن اس کو جاتے ہوئے دیکھا تھا۔ منع کرنے کی کوشش بھی کی، اس نے بھی مجھے یہی دلیل دی جو اس وقت میں آپ کو دے رہی ہوں۔۔۔

۔اس نے کہہ دیا تھا کہ بیوی ہے اس کی۔ یا تو اپنے شوہر سے رخصتی لے کر دو۔۔۔ یا پھر مجھ پر کوئی اور فیصلہ مسلط نہ کریں۔۔۔۔ تو بتائیں کیا کہتی پھر اس کو۔

۔اس کی ضد کا ہے آپ کو اچھی طرح سے پتہ ہے۔ اس سے پہلے کہ وہ اس سے بھی غلط قدم اٹھاتا میں چپ ہو گئی تھی۔ وہ ایک ایک کر کے اپنی ساری مجبوری بتا چکی تھی۔۔

۔تو ٹھیک ہے پھر کرو تیاری پرسوں ہی میں پرسوں ہی بیا کو رخصت کر کے میں اس کے حوالے کر دوں گا۔

۔چوہدری صاحب بہت سمجھدار آدمی تھے اپنی بیوی کی بات کی گہرائی کو سمجھتے ہوئے فیصلہ لے چکے تھے۔ چوہدری کی بیوی نے بھی ہاں میں سر ہلاتے ہوئے رب کا شکر ادا کیا تھا، کہ چوہدری صاحب رخصتی کے لیے راضی ہو گئے۔۔۔۔

ooooooooooo

۔کیسے ہو میرے پیارے پیارے بچوں وہ پنجرے کے پاس بیٹھتے ہوئے بڑی بے قراری سے بولی تھی۔ کتنے دن ہو گئے تھے کہ وہ چھت پر نہیں آئی تھی۔شاید تب سے جب امی جان زندہ تھی۔اور شاہ نے اسے اوپر آنے سے منع کیا تھا۔۔

۔وہ آخری بات ملاقات ہوئی تھی میرب کی اپنے پیارے آسٹریلین طوطوں کے ساتھ۔شاہ نے جب دھمکی دی تھی کہ وہ ان کی منڈیاں مروڑ دے گا۔اس کے بعد تو میرب کبھی آئی ہی نہیں تھی۔۔۔

۔آج اچانک سے اس کے دماغ میں طوطوں والی بات آئی تو وہ ان سے ملنے آگئی تھی۔اس نے سوچا کون سا شاہ اس وقت گھر پر ہے اور میرہا تو اپنے سسرال جا چکی تھی۔یعنی کہ میرب کے مائیکے میں۔۔ شاید وہ اگلے ایک دو دن وہیں پر رکے گی۔کیونکہ اس کے موڈ سے تو یہی لگ رہا تھا۔وہ بڑی بے فکر ہو کر آلتی پالتی مار کر بیٹھی ہوئی اپنے پرندوں سے باتیں کر رہی تھی۔۔

۔آپ کو پتہ ہے میں چاہتی ہوں کہ ہمارے گھر میں پیارے پیارے آپ لوگوں کے جیسے بچے ہو۔ مگر شاہ میری بات مانتے ہی نہیں ہیں۔وہ ان کے چھوٹے چھوٹے کیوٹ بچوں کو مٹکوں میں بیٹھا ہوا دیکھ کر بڑی حسرت بھری نگاہوں سے بولی تھی۔

۔وہ کتنی دیر وہاں بیٹھی ان سے باتیں کرتی رہی۔ پھر کافی وقت گزر جانے کے بعد خود ہی اٹھ کر چھت سے نیچے آگئی۔ کھانا ریڈی تھا مگر ابھی اس کا کھانے کا بالکل موڈ نہیں تھا۔زکیہ نے نیچے آتے ہی کھانے کا پوچھا تھا۔زکیہ کچھ اور بھی کہنا چاہتی تھی مگر پھر چپ کر گئی۔۔

۔اس نے سوچا کھانا رات کو شاہ کے ساتھ ہی کھائے گی۔ کیونکہ ناشتہ لیٹ کیا تھا۔وہ سیدھا اپنے روم میں آگئی۔



۔مگر جیسے ہی روم کے اندر قدم رکھا تو میرب کی آنکھیں تو ابل کر باہر آنے کو تھی۔ کیونکہ سامنے ہی شاہ اپنی غصے سے لال آنکھیں لیے ہوئے بیڈ پر لیٹا تھا۔

۔وہ تکیے پر سر رکھے ہوئے دونوں ہاتھ اپنے سر کے نیچے رکھ کر لیٹا ہوا تھا۔شوز تک بھی نہیں اتارے تھے شاید وہ میرب کا ہی انتظار کر رہا تھا۔

۔ویلکم آؤ آؤ میرب میڈم اپنے چہیتے پرندوں سے فرصت مل گئی ہے تو اندر تشریف لے آؤ۔۔وہ اسے دروازے پر ہی کھڑے ہوئے دیکھ بڑے تنزیہ الفاظوں میں بول رہا تھا۔

۔ شش۔۔شا۔۔شاہ آپ کب آئے وہ لفظوں کو توڑتی ہوئی بولی۔

۔شاہ کی جان شاہ اسی وقت آیا جب تم اپنے طوطوں کے پاس بیٹھی ہوئی میری شکایتیں لگا رہی تھی۔ان کو بتا رہی تھی کہ، تمہارا کتنا دل کرتا ہے کہ تمہارے بھی چھوٹے چھوٹے بچے ہوں۔اور تمہارا ظالم شاہ تمہاری بات نہیں مانتا۔میں ٹھیک اسی وقت ہی آیا تھا۔

۔شاہ وہ تو میں ایسے ہی بول رہی تھی۔اگر آپ آئے تو مجھے بتایا کیوں نہیں۔اور آپ اتنی جلدی آج کیسے آگئے ،وہ ایک ہی ساتھ بہت ساری باتیں کرتی ہوئی بے حد گھبرائی ہوئی تھی۔شاہ طوطوں سے کتنا چڑتا تھا۔اس بات کا میرب کو بڑی اچھی طرح اندازہ تھا۔۔

۔شاہ تو ایسے چڑتا جیسے کہ وہ میرب کے کوئی بوائے فرینڈز ہوں۔اسے کیا پتہ تھا کہ آج شاہ نامی شامت اتنے ٹائم سے گھر آجائے گی۔۔ نہیں تو وہ کیوں جاتی چھت پر۔۔۔اب تو وہ سوچ کر ہی خود کو کوس رہی تھی۔۔۔

۔آگے آؤ تمہارے ایک ایک سوال کا جواب دوں گا۔ مس میرب رومان شاہ، وہ بڑے آداب سے میرب کی جان نکالنے والی بات کر رہا تھا۔۔

۔شاہ میں وہ میں وہ !وہ بوکھلائے ہوئے انداز میں بولتی ہوئی اپنے دماغ میں سوچے جانے والی بات پر عمل کر چکی تھی۔۔



۔اس کا شاہ جو اس سے دماغ میں بہت زیادہ تیز تھا۔اس کے ارادے کو بھانپتے ہوئے جھٹکے سے بیڈ سے اٹھا تھا۔تقریبا تین ہی قدموں میرب تک کا فیصلہ طے کرتے ہوئے۔وہ میرب کو روم کے باہر کچھ ہی دوری پر جا کر پکڑ چکا تھا۔۔

۔ششش۔۔شاہ پلیز میں ابھی تھوڑی دیر میں خود ہی واپس آجاؤں گی مجھے جانے دیں۔وہ منت کرتے ہوئے بول رہی تھی۔۔

۔شاہ جو اسے بچوں کی طرح سے گود میں اٹھائے ہوئے واپس روم میں لا رہا تھا۔روم کے اندر لا کر دروازہ مارتے ہوئے دھاڑ کی آواز سے دروازہ بند کر چکا تھا۔۔۔

۔میرب جتنی مرضی بہادری دکھالے مگر یہ سچ تھا کہ میرب کی آج بھی شاہ کے غصے سے جان جاتی تھی۔وہ الگ بات کہ شاہ اب پہلے سے غصہ کافی کم کرتا تھا۔۔ مگر طوطوں سے تو شاہ کو اچھی خاصی چڑ تھی۔۔

۔میری جان کو زحمت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔میں جب تمہیں گود میں اٹھا کر لا رہا ہوں تو تمہیں اپنے قدم مبارک زمین پر رکھنے کی ضرورت نہیں۔اسے بیڈ پر پٹختے ہوئے جبڑے سے پکڑ کر لفظوں کو چباتے ہوئے کہا۔۔

۔کتنی بار منع کیا ہے کہ تمہیں میں ان پرندوں کے ساتھ نہیں دیکھوں تمہیں میرا اثر کیوں نہیں ہوتا۔

۔شاہ کتنے دنوں کے بعد گئی تھی قسم سے،وی جبڑے کو چھڑاتی ہوئی ناکام کوشش کر رہی تھی۔

۔جانے کا ریزن پوچھ رہا ہوں گئی کیوں تھی۔بہت یاد آرہی تھی ان کی یا تمہاری محبت کا جام بھر گیا تھا
۔جو تم مجھ پر انڈیلنے کے بجائے پرندوں کے پاس پہنچ گئی۔۔۔
۔مجھے کیا پتا کہ جب میں نہیں ہوتا تو میری غیر حاضری میں تم اپنی توجہ کا مرکز ان پرندوں کو بنائے رکھتی ہو وہ بے یقینی سے بول رہا تھا۔۔

۔شاہ سچ میں آج ہی گئی تھی۔کیا آپ کو مجھ پر یقین نہیں ہے۔میں آپ سے جھوٹ کیوں بولوں گی۔با مشکل جبڑے کو چھڑاتے ہوئے شاہ کو یقین دلانے کی کوشش کر رہی تھی۔۔



۔کیسے کروں یقین آج کتنے دنوں کے بعد میں نے یہ سوچا کہ چلو آفس میں کوئی کام نہیں، تو میں گھر چلتا ہوں اور مرہا نے بھی فون کر کے بتا دیا تھا کہ وہ آج اپنے گھر رکنے چلی گئی ہے۔

۔میرا اتنا اچھا موڈ تھا، جو کہ تم نے تہس نہس کر دیا۔۔آتے ہی زکیہ سے پوچھا تو پتہ چلا کہ میڈم چھت پر طوطوں کے ساتھ رومینس فرما رہی ہے۔۔۔

!آہ آہ

شاہ درد!!!

ہونے دو!!اس کی بات کو بیچ میں ہی کاٹتے ہوئے بولا تھا۔میرب کے نچلے ہونٹ کے کنارے کو دانتوں تلے دباتے ہوئے کاٹا۔تو میرب کے منہ سے درد کے مارے آہ نکلی۔جب بتانے کی کوشش کی تو شاہ نے بات کو بیچ میں ہی کاٹ دیا۔

۔تیار ہو جاؤ آج رات کی فلائٹ سے ہم لوگ ترکی جا رہے ہیں۔وہاں چل کر تمہارے ہوش اچھی طرح سے ٹھیکانے لگاؤں گا۔۔

۔اس کی پنکھڑیوں پر دانتوں سے کاٹتے ہوئے اپنا غصہ اتارتے ہوئے بولا تھا۔شاہ کا غصہ میرب پر اسی طرح سے ہی اترتا تھا۔اسی لیے تو میرب جان چھڑا کر کچھ دیر کے لیے بھاگ کر روم سے گئی تھی۔ تاکہ شاہ کا غصہ ٹھنڈا ہو سکے۔۔

۔شاہ ہم ترکی کیسے جاسکتے ہیں ابھی تو مرہا یہاں پر ہے۔ہمارے پاس وہ شاہ کا دھیان بٹانے کے لیے بولی تھی۔۔

۔تمہیں فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔میری شاہ میر سے بات ہو چکی ہے میرہا اس کی ذمہ داری ہے وہ خود دیکھ لے گا۔تم پیکنگ کرو باتیں کرتے ہوئے بیچ میں میرب کی جان کو تنگ کیے ہوئے تھا۔۔

۔شاہ سوری معاف کر دیں دانتوں کی چبن سے سسکتے ہوئے سوری بول کر جان چھڑانا چاہ رہی تھی۔۔

۔میں فی الحال معاف کرنے کے موڈ میں نہیں ہوں چپ کر کے لیٹی رہو اگر دوبارہ تمہاری آہ کی آواز مجھے سنائی دی تو جان لے لوں گا۔۔



۔ہونٹوں پر انگلی رکھتے ہوئے فل سٹاپ لگا کر اسے چپ کہنے کا بول چکا تھا۔میرب دشمن جان کی ہاتھ میں خود کو سپرد کرتے ہوئے صبر کے گھونٹ پیتی ہوئی لیٹی رہی۔۔۔

۔وہ رومان شاہ تھا اپنی مرضی کا مالک میرب سے جتنا مرضی پیار کر لے مگر جو کچھ اس کے دماغ کو غلط لگتا تھا۔اس پر سمجھوتا کرنا شاہ کی فطرت میں ہی نہیں تھا۔۔۔

۔اب میرب نے پرندوں سے پیار جتا کر جو پل گزارے تھے۔اب شاہ اس کا حساب لیے بنا میرب کو کیسے چھوڑ سکتا تھا۔۔۔وہ جتنی مزاحمتیں کرتی اس کو پتہ تھا کہ شاہ اتنا ہی اسے ہلکان کرے گا۔

۔تو بہتر تھا جب حلال ہونا اس کا مقدر تھا، تو آسانی سے ہی کسائی کے ہاتھ میں خود کو سونپ دے۔وہ جانتی تھی کہ رات کا کھانا کھانے سے پہلے شاہ اسے کھا کر اپنی بھوک مٹائے گا۔

۔اس کے بعد ہی کہیں اس کا غصہ ٹھنڈا ہو گا۔اس کی سانسوں کو اس پر تنگ کیے ہوئے۔سارا حساب کتاب نپٹا رہا تھا۔۔



۔وہ سختی سے اپنے لب اس کی پنکھڑیوں پر رکھے ہوئے۔غصے سے اس کی سانسوں کو اپنے اندر شامل کر رہا تھا۔وہ اپنی ہی سانسیں لینے کے لیے شاہ کی محتاج تھی۔

۔آہ آہ شاہ۔۔۔پلیز۔۔اس کے اوپر لیٹا ہوا اس کے دل والے وہ کام پر دانت کاٹ چکا تھا۔وہ سسک کر اس کا نام لیتے ہوئے التجا کر رہی تھی۔۔۔

۔کیا!!!میری جان کو درد ہو رہا ہے گمبھگیر آواز میں چہرہ اٹھا کر اس کی جانب دیکھا تھا۔۔۔

۔شاہ آپ تو میرے پیارے شاہ ہیں نا پلیز معاف کر دیں۔میں نے آپ کے لیے آپ کی فیورٹ مٹن کڑاہی بنوائی ہے۔ چلیں میں آپ کو اپنے ہاتھوں کھلاؤں گی۔۔۔

۔مٹن کڑاہی کے ساتھ میں آپ کی پسند کی الو کی ترکاری بھی بنی ہے۔۔۔شاہ کے دونوں گال پر ہاتھ رکھتے ہوئے بڑی محبت سے التجا کر رہی تھی۔۔



۔شاہ تمہیں بچہ لگتا ہے جس تم کھانے کا جھانسہ دے رہی ہو۔ٹھیک ہے کھانا کھلانا چاہتی ہو تو پھر مٹن کڑاہی کی جگہ اپنی ان پرندوں کی کڑاہی بنا کر دو آج تو میں وہی کھاؤں گا۔لبوں کے جلتے ہوئے لمس اس کی گردن پر چھوڑتے ہوئے کچھ پل کے لیے رکا تھا۔۔

۔ہائے بیچارے معصوم الّوں سے تو ہیں۔ان سے آپ کا کیا بنے گا شاہ آپ کتنے ظالم ہیں۔ آپ ان کے بارے میں ایسا سوچ بھی کیسے سکتے ہیں۔۔۔

۔ پرندوں کی کڑاہی کا سن کر میرب کی جان ہی نکل گئی تھی ۔کچھ دیر پہلے ڈری سہمی ہوئی میرب پرندوں کے نام سے تڑپ تڑپ کر جواب دینے لگی۔۔۔

۔شاہ آپ ان پرندوں سے اتنا جیلس کیوں ہوتے ہیں۔ کیوں چڑتے ہیں آپ ان معصوم پرندوں سے۔۔۔ اتنے پیارے تو ہیں وہ۔شاہ اپنے طریقے سے اس پر اپنا غصہ نکال بھی رہا تھا۔ مگر پھر بھی میرب باز نہیں آئی تھی۔پرندوں کی وکالت کرنے سے۔۔



۔تم یہ جو ان کو ہر وقت بے چارہ معصوم کیوٹ الّوں سا شونو مونو بولتی ہو نہ ان سب سے مجھے بہت چڑ ہے۔تمہارے پیار پر صرف میرا حق ہے اتنی سی بات تم نہیں سمجھتی ہو۔۔۔

۔ابھی تم میرا دماغ خراب کر رہی ہو۔۔۔تم اٹھ کر تیاری کرو تمہیں تو میں پرندوں سے کچھ دن دور ہی لے کر چلا جاتا ہوں۔۔۔۔ یہ پرندے نہ ہو گئے میری تو جان کا عذاب بن گئے۔۔۔۔ نفرت ہو گئی ہے مجھے ان سے۔۔۔۔ اگر یہ امی جان نے نہ پالے ہوتے تو میں کب سے ان کی کڑاہی بنا چکا ہوتا۔۔۔

۔اب ان کا تو میں کچھ کر نہیں سکتا مگر تمہارا ضرور کر سکتا ہوں۔اگر تمہارا میں نے حشر کر کے تمہارے ہوش ٹھکانے لگائے نا تو۔میرب میرا نام بھی رومان شاہ نہیں۔

۔یہ جو تم محبت کی چونچ جا کر پرندوں سے لڑا کر محبتوں کو ان پر نچھاور کرتی ہو میں تمہارا ایسا حال کروں گا۔کہ قسم سے تم ان پرندوں سے بھی اپنا چہرہ چھپاتی پھرو گی۔۔۔۔

۔ایک ایک لفظ کو چباتے ہوئے غصے سے شاہ ایسے جیلس ہو کر بول رہا تھا جیسے وہ پرندے نہیں چلتے پھرتے خوبصورت نوجوان تھے۔۔۔ جن کے ساتھ میرب جا کے محبت کے پیچے لڑا رہی تھی۔۔ اور شاہ کو غصہ آ رہا تھا۔۔۔

۔میرب کو اتنی کڑی سچویشن میں بھی ہنسی آرہی تھی شاہ نے کھا جانے والی نظروں سے اس کی جانب دیکھ کر بیڈ سے اوٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔۔

۔جی تمہارے دانت نکل رہیں۔اگر میں نے تمہاری سسکیوں میں نا بدلے تو پھر کہنا واش روم میں جاتے ہوئے غصے سے بولا تھا۔۔۔

۔کیا کرنے والے ہیں آپ وہاں جا کر یہاں کون سی آپ رات کرتے ہیں۔جو مجھے دھمکیاں سنا رہے ہیں۔وہ شاہ کو جاتا ہوا دیکھ کر شیر بن کر بیڈ پر بیٹھتے ہوئے بولی تھی۔۔

۔یہ تو اب میں تمہیں وہاں پر چل کر ہی بتاؤں گا۔تم جتنے دانت نکال سکتی ہو نکال لو۔بہت محبت سے مجھ سے وعدہ لیا ہے نا تم نے کہ میں پہلے والا شاہ بن جاؤں۔تو بن گیا شاہ پہلے والا۔اب تیار رہنا۔جب اپنی قربتوں سے تمہاری ان ہڈیوں کو توڑوں گا تو پتہ چل جائے گا کہ میں کیا کرنے والا ہوں اور آج سے پہلے تم سے کتنی رایت برت رہا تھا۔۔۔

۔وہ بھی جاتے ہوئے اچھی والی دھمکی دے کر واش روم میں جا کر بند ہو گیا۔ جبکہ میرب اب سوچ رہی تھی کہ شاہ کو چیلنج کر کے پنگا تو نہیں لے لیا۔۔۔

oooooooooo

۔وہ کانسٹیبل علی سے ضروری بات کر رہا تھا جب ٹیبل پر رکھا ہوا اس کا موبائل جگمگاتے ہوئے ٹون بجا رہا تھا۔ سکرین پر نام دیکھتے ہی اے سی پی شاہ میر کے لب مسکرائے تھے۔۔

۔کیونکہ اس کی جان کا فون آرہا تھا آنکھ کے اشارے سے کانسٹیبل کو جانے کو کہہ چکا تھا۔کانسٹیبل بھی آنکھ کا اشارہ پاتے ہی دفتر سے نکل گیا تھا۔۔

۔کیسی ہو میر کی جان اور کیسے اپنے میر کی یاد آگئی۔فون اٹھاتے ہی سر کو پشت سے ٹکائے ہوئے وہ مسکراتے ہوئے بولا تھا۔۔

۔آپ کو پتہ ہے میں کہاں ہوں وہ فون کرتے ہی سلام لینے کے بعد سیدھا سوال ہی کر رہی تھی۔۔

۔بالکل پتہ ہے۔۔

۔تو بتائیں میں کہاں ہوں۔

۔تم ہمارے گھر پر ہمارے روم میں ہو۔

۔ہاں ں ں۔۔۔ آپ کو کیسے پتہ کہ میں ہمارے گھر پر ہوں اور ہمارے روم میں ہوں وہ حیرانی والی آواز میں بولی تھی۔۔

۔اس بات کے بہت سارے جواب ہیں مگر میں فی الحال چند ایک دے دیتا ہوں اس کے معصوم حیرانی پر اس کو ہنسی آرہی تھی۔۔

۔پہلی بات کہ تمہارا شوہر پولیس آفیسر ہے۔اس لیے کسی کا پتہ لگانا میرے لیے کوئی مشکل کام نہیں۔ دوسری بات مجھے رومان کا فون آیا تھا کہ تم اپنے گھر پر رکنے جا رہی ہو۔۔۔

۔اور تیسری اور سب سے اہم بات یہ کہ ہر وقت میرا موبائل تمہاری لوکیشن مجھے بتاتا ہے کہ میری جان اس وقت کہاں پر ہے۔۔۔

۔تو جب تم گھر سے نکلی تھی اسی وقت ہی مجھے پتہ چل گیا تھا کہ تم گھر پر آرہی ہو۔۔ میری چھوٹی سی جان تم نے نوٹ نہیں کیا۔تمہاری گاڑی کے پیچھے دو پولیس کی گاڑیاں تھی،جو کہ میں نے ہی بھجوائی تھی،تمہاری حفاظت کے لیے۔۔

۔اچھا میں تو آپ کو سرپرائز کرنا چاہتی تھی کہ آج میں ہمارے گھر پر رکی ہوں۔ مگر آپ کو تو سب پتہ ہے۔پولیس والا شوہر ہو تو اس کے بھی نقصان ہی ہوتے ہیں بندہ سرپرائز بھی نہیں کر سکتا۔۔

۔سرپرائز تو تمہیں میں کروں گا کچھ دن میں جب تمہیں لینے آؤں گا۔اور تم میری جان اپنے سرپرائز بچا کر رکھو یہاں پر آکر مجھے سرپرائز کر لینا ہے۔۔

۔میر تمہارے سرپرائز کا بے صبری سے انتظار کرے گا۔۔۔اور اپنا بہت خیال رکھنا گھر سے جب بھی نکلو گی۔بنا سکیورٹی کے نہیں جاؤ گے۔اب تو فی الحال تمہیں کچھ دن یہی رکنا پڑے گا۔کیونکہ رومان اور میرب ترکی جا رہے ہیں۔۔۔

۔کب جا رہے ہیں میں تو جب آئی تھی تو بھائی کا ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا نہ ہی مجھے میرب نے کچھ بتایا۔۔

۔مجھے رومان کا فون آیا تھا۔کہ اچانک اسے بزنس کے سلسلے میں جانا پڑ رہا ہے۔شاید وہ رات کی فلائٹ سے ہی چلے جائیں۔اور وہ میرب کو ساتھ لے کر جانا چاہتا ہے۔تمہاری وجہ سے فکر مند تھا مگر میں نے

کہہ دیا ہے کہ تم میری ذمہ داری ہو۔۔۔وہ بے فکر ہو کر جائے۔ویسے بھی کچھ دنوں تک میں تمہیں اپنے ساتھ یہاں لے آؤں گا۔۔۔

۔یہ کیا بات ہوئی۔میں آج ہی آئی ہوں اور آج ہی بھائی اور میرب تر کی جا رہے ہیں۔میں تو بھائی سے ایسے مل بھی نہیں پاؤں گی۔وہ اداس سی ہو کر بولی تھی۔۔

۔اتنے دن بھائی کے پاس رہ کر تمہارا دل نہیں بھرا،ابھی بھی بھائی اور بھابھی کے لیے اداس ہو رہی ہو۔شوہر کی فکر نہیں ہے۔جس کو تقریباً دو مہینے ہونے والے ہیں تم سے دور ہوئے،پتہ بھی ہے کیسے یہ دن تمہارے بغیر گزار رہا ہوں۔۔

۔گھر جاتا ہوں تو کاٹنے کو دوڑتا ہے۔سوتا ہوں تو بستر اچھا نہیں لگتا۔کھاتا ہوں تو کھانا اچھا نہیں لگتا ۔اور جب سے تمہارے پاس سے ہو کر آیا ہوں ۔تمہاری خوشبو میری سانسوں کو مہکائے ہوئے میرے دل کو سکون نہیں لینے دیتی۔میرا محبت سے بھرا دل جو ہر وقت یہ کہتا ہے کہ میں تمہیں فوراً سے پہلے اپنے قریب لے آؤں۔۔۔

۔اور ایک تم ہو ظالم بیوی کہ تمہیں اپنے بھائی اور بھابھی کی یاد آرہی ہے۔

۔میر میں نے ایسا تو نہیں کہا کہ مجھے آپ کی یاد نہیں آرہی مجھے آپ کی بہت یاد آتی ہے۔اسی لیے تو فون کیا ہے۔آپ مجھے جلدی سے اپنے پاس لے جائیں۔۔۔۔

۔بھائی کا تو میں نے اس لیے کہا تھا کہ جب تک وہ واپس آئیں گے تب تک تو میں آپ کے پاس آجاؤں گی۔تو ایسے میں میرب اور بھائی سے مل ہی نہیں سکوں گی۔ورنہ میر اتو اور کوئی مطلب نہیں تھا۔

۔بس میری جان کچھ دن تھوڑا سا انتظار کر لو ایک دو دن کے اندر ہی میں چھٹی لے کر تمہیں لینے آجاؤں گا۔



۔ویسے بھی گاؤں میں کچھ مسائل زیادہ چل رہے ہیں۔جس کی وجہ سے میں جان بوجھ کر چھٹی لے کر ایک دو دن تک آنے میں انٹرسٹڈ نہیں ہوں۔

۔وہ چوہدری کا بیٹا بڑا ہی بے غیرت ہے وہ غریب کسانوں کے ساتھ پنگے لینے سے باز نہیں آ رہا۔مرے گا سالا میرے ہاتھوں سے۔شاہ میر غصے سے بولا تھا۔۔

۔اچھا میرہا میں تمہیں گھر چل کر فون کرتا ہوں۔بس یہ تھوڑا سا کام ہے نپٹالوں۔۔ویڈیو کال کروں گا سونا مت۔۔۔

اوکے نہیں سوؤں گی۔

ہمم گڈ۔۔اللہ حافظ۔۔۔اللہ حافظ خیال رکھنا اپنا کہتے ہوئے شاہ میر نے فون بند کر دیا۔۔۔وہ پھر سے کانسٹیبل علی کو بلا کر کسی خاص مسئلے پر بات کرنے لگا تھا۔۔

°°°°°°°°°°,

اندھے ہو گئے ہو۔عجیب بد تمیزی ہے راستے میں کھڑا ہوا ہوں۔تمہیں نظر نہیں آیا یا کوئی طوفان آنے والا ہے۔جس کی زد سے بچنے کے لیے یوں پاگلوں کی طرح بھاگ رہے ہو۔شاہ میر نے غصے سے چیختے ہوئے کہا تھا۔۔

۔معافی معافی سر جی معافی غلطی سے ہو گیا۔وہ آدمی شاہ میر کے آگے ہاتھ جوڑ رہا تھا۔عجیب سا فقیروں جیسا حلیہ شکل سے کوئی نیم پاگل سا لگ رہا تھا۔

۔شاہ میر جو آج کسانوں کے ساتھ ان کی زمینیں دیکھتے ہوئے ان کے کاغذات ان تک پہنچا رہا تھا۔ اور باقی کے کچھ اہم باتیں تھیں کہ ان کو سمجھانے کے بعد شاہ میر نے واپس تھانے پہنچنا تھا۔

۔شامیر ایک سائیڈ پر ہی کھڑا ہوا کسانوں سے باتیں کر رہا تھا جب ایک آدمی پاگلوں کی طرح بھاگتا ہوا شاہ میر سے آکر ٹکرایا تھا۔۔

۔شاہ میر کے ہاتھ میں پکڑا ہوا موبائل سڑک پر گرا اور گرتے ہی اس کی سکرین ٹوٹ گئی تھی۔
جس کو اٹھاتے ہوئے شاہ میر اس شخص پر چلایا تھا۔ اسے غصہ آگیا تھا اپنے فون ٹوٹنے پر۔ اب وہ شخص معافی مانگ رہا تھا ٹھیک ہے جاؤ یہ سب کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ شخص پیروں میں گر رہا تھا۔ تو شاہ میر نے ہاتھ کے اشارے سے روک دیا۔۔

۔شاہ میر ایسی نیچر کا مالک تو ہرگز نہیں تھا جو غریبوں پر اپنی دہشت دکھاتا، مگر یہ بھی سچ تھا کہ فون ٹوٹنے کا اسے بہت زیادہ غصہ تھا۔ نفی میں سر کو ہلاتے ہوئے ہاتھ کے اشارے سے اس باولے شخص کو جانے کو بول دیا۔۔

۔کسانوں سے باتیں ختم کرنے کے بعد وہ اپنی جیب میں آکر بیٹھ گیا۔فون کی سکرین پوری طرح سے ٹوٹ چکی تھی۔ آن کرنے کی کوشش بھی کی مگر فون آن نہیں ہوا۔۔

۔گاڑی شہر کی جانب موڑو کانسٹیبل علی کو شاہ میر نے کہا تھا۔وہ اپنا نیا فون لینا چاہتا تھا۔یا اس کو ٹھیک کروانا تھا۔اسی لیے وہ شہر کارخ کرتے ہوئے شہر کی جانب چلا گیا۔

۔شہر گاؤں سے کافی دور تھا تو اس لیے کافی ٹائم لگ گیا تھا انہیں شہر تک پہنچنے میں۔فون دکھایا تو دکان والے نے کہہ دیا کہ ٹھیک ہو جائے گا، مگر اس میں چار سے پانچ گھنٹے لگیں گے۔۔

۔شاہ میر اتنی دیر تو ویٹ نہیں کر سکتا تھا اس نے فون ٹھیک کرنے کے لیے دے دیا۔مگر ساتھ ہی ساتھ لگے ہاتھ اپنی سمس نکال کر پاس ہی ایک بڑی شاپ تھی۔جہاں سے اس نے ایک فون خریدا اور اس میں اپنی سم ایکٹو کر کے واپس گاؤں کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔۔۔

oooooooo

۔سر آپ کے لیے کچھ منگواؤں کانسٹیبل علی نے شاہ میر کے ساتھ آفس میں آتے ہی پوچھا تھا۔۔

-ہاں یار میرے لیے اچھی سی چائے منگواؤ- آج تو خواہ مخواہ اس آدمی نے سر کا درد بنا دیا- فضول میں اتنا لمبا سفر طے طے کر کے ہمیں شہر جانا پڑا---

- اپنا سر کرسی سے ٹکاتے ہوئے شاہ میر نے آنکھیں بند کر لی- کانسٹیبل فورن سے شاہ میر کے لیے چائے لینے جا چکا تھا-

- دیکھوں ذرا میر کی جان کیا کر رہی ہے اس نے جیب سے فون نکالا تھا- جو وہ ابھی نیا خرید کے لایا تھا- نمبر ڈائل کرنے سے پہلے شاہ میر نے ہمیشہ کی طرح مرہا کی لوکیشن چیک کی تھی- مگر وہ پریشان سا ہو کر فون پر کچھ چیک کرنے لگا تھا--



-چہرے پر پریشانی تھی واضح نظر آنے لگی- کیونکہ مرہا کی لوکیشن ٹریس نہیں ہو رہی تھی- سیٹنگ وغیرہ چیک کی اسے لگا شاید نیا فون ہے تو کوئی پرابلم نہ ہو گی ہو--
مگر کوئی پرابلم نہیں تھی مرہا کی لوکیشن
آ ہی نہیں رہی تھی- جلدی سے میرہا کا نمبر ڈائل کیا تو نمبر آف جا رہا تھا--

۔شاہ میر کا دل بند ہونے لگا تھا دونوں ہی اشارے اچھی جانب نہیں جا رہے تھے شاہ میر کا دل تو پہلے ہی کتنی دنوں سے مرہا کی جانب سے ڈرا ڈرا سا تھا، ایسے میں فون بند ہونا لوکیشن کا پتہ نہ چلنا شاہ میر کو کسی خطرے کی گھڑی لگا مگر وہ اپنے خیالات کو جھٹکتے ہوئے بار بار نمبر ڈائل کر رہا تھا۔ مگر ہر پاور آف کی ریکارڈنگ سن کر وہ مزید پریشان ہوا۔ اپ۔۔ے سر کو تھام کر کھڑا ہو گیا۔۔۔

۔اب نمبر اس نے اپنی مما کا ملایا تھا کیونکہ رات کو مرہا وہیں پر تھی۔ اور وہ جانتا تھا کہ رومان شاہ اور میرب اس وقت ترکی جا چکے ہوں گے۔ کیونکہ کل انہوں نے کہہ دیا تھا کہ وہ آج رات چلے جائیں گے۔۔۔

۔کچھ دیر بعد شاہ میر کی ماما نے فون اٹھا لیا تھا۔۔ ماما مرہا کہاں ہے؟؟

۔سلام کے بعد پہلا سوال شاہ میر نے یہی کیا تھا۔ پتہ نہیں بیٹا شاید اپنے کمرے میں ہی ہو گی۔ ہم لوگ رات کو ایک شادی اٹینڈ کرنے گئے تھے اور میں ہم لوگ کافی لیٹ آئے۔ میری مرہا سے ملاقات نہیں ہوئی۔۔۔

۔اس کی ماما شاید لیٹ آنے کی وجہ سے ابھی تک سو رہی تھی۔ماما پلیز اگر آپ کو زحمت نہ ہو تو آپ جا کر میری مرہا سے بات کروادیں۔۔۔۔

۔اس کا فون آف جا رہا ہے۔بہت کوشش کی تھی شاہ میر نے اپنی گھبراہٹ کو چھپانے کی۔مگر پھر بھی نہیں چھپا سکا۔۔۔۔

۔شاہ میر بیٹا کیا بات ہے اتنا پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔میں ابھی بات کروا دیتی ہوں،ہو سکتا ہے فون کی چارجنگ ختم ہو گئی ہو اور وہ لگانا بھول گئی ہو۔۔۔۔

۔وہ جلدی سے اپنے روم سے نکلی تھی اور کچھ ہی دیر میں مرہا کے روم تک پہنچ گئی۔۔۔دروازہ کھٹکھٹایا مگر دروازہ نہ کھولا گیا،نہ ہی اندر سے کسی نے آواز دی تھی۔۔۔۔

۔پریشان تو شاہ میر کی ماں بھی ہو گئی دروازے کا ہینڈل گھمایا تو دروازہ آسانی سے کھل گیا تھا۔کیونکہ دروازہ لوک نہیں تھا۔۔۔

۔اس کی ماما گھبر ائی ہوئی کمرے میں داخل ہوئی اور نظریں دوڑانے پر میرہا اسے کہیں نظر نہیں آئی تھی۔۔

۔واش روم کا دروازہ کھول کر دیکھا وہ وہاں پر بھی نہیں تھی۔۔۔

۔ماما متہارا روم میں نہیں ہے۔۔ وہ گھبر اہٹ سے چلاتا ہوا بولا تھا۔۔۔ بیٹا پریشان نہیں ہو کمرے میں نہیں ہے تو گھر میں ہو گی میں ابھی دیکھ کر بتاتی ہوں۔۔

۔

۔وہ بھی گھبر اگئی تھی کچن میں دیکھا نوکروں سے پوچھا کسی کو بھی نہیں پتا تھا کہ مرہا کہاں گئی ہے۔ماما آپ چوکیدار کے پاس جائیں اور میری اس سے بات کروائیں پلیز۔۔۔شاہ میر نے کہا تھا



۔ہاں ہاں بیٹا میں جارہی ہوں اب تو وہ بھی بہت پریشان ہو گئی تھی کہ آخر مرہا گئی۔۔۔اس کا ماما نے جلدی سے گیٹ پر جاکر فون چوکیدار کو دے دیا۔۔۔

۔کل احمد خان۔۔۔۔۔جی سر۔۔۔تمہاری بی بی جی کہاں ہے۔وہ چیخا تھا۔۔سر بی بی جی تو اللہ بخش کے ساتھ اپنے بھائی کے گھر گئی تھی تو وہ واپس نہیں آئی۔۔۔

۔کیا بکواس کر رہے ہو۔اس کا بھائی تو یہاں پر ہے ہی نہیں۔تو وہ اپنے بھائی سے ملنے کیسے جا سکتی ہے۔۔۔اللہ بخش سے بات کرواؤ وہ چیختے ہوئے بولا۔اپنا ہاتھ زور سے ٹیبل پر اس نے مارا تھا۔۔

۔شاہ میر بابا اللہ بخش تو ابھی واپس ہی نہیں آیا۔مجھے تو لگا کہ وہ بی بی جی کے ساتھ وہی رک گیا ہو گا۔۔۔بی بی جی کو اپنے ساتھ لے کر ہی آئے گا۔۔

۔جب وہ گئی تو گھبر ائی ہوئی تھی یا نارمل تھی۔۔شاہ میر کی چیختی ہوئی آواز سن کر گل احمد خان کی ٹانگیں کانپ رہی تھی۔

۔شاہ میر بابا۔بی بی جی بہت گھبر ائی ہوئی تھی جب گئی تھی میں نے پوچھا تھا مگر انہوں نے کچھ بھی نہیں بتایا۔۔

۔جب تم نے دیکھ لیا تھا کہ وہ گھبرائی ہوئی ہے تو پھر بھی تم نے بتانا ضروری نہیں سمجھا تم مجھے یا ماما بابا کو انفارم کر سکتے تھے۔۔

۔بی بی جی سو رہی تھی۔تو میں ان کو کیسے بتاتا۔اور مجھے نہیں پتہ تھا کہ بی بی جی گھر پر کسی کو بتا کر گئی ہیں یا نہیں۔۔

۔مجھے فضول کی دلیل مت دو گل احمد خان۔۔۔چوکیدار کی دلیل پر شاہ میر کو مزید غصہ آیا تھا۔۔

کس وقت گئی تھی وہ۔۔۔سر یہی تقریباً 11 ساڑھے گیارا بجے۔شاہ میر نے اندازہ لگایا تقریبا یہ وہی ٹائم تھا جب اس کا فون سڑک پر گر کر ٹوٹ گیا تھا۔۔



۔اس کا مطلب کہ فون ٹوٹنا کوئی حادثہ نہیں تھا وہ شخص جان بوجھ کر مجھ سے ٹکرایا تھا۔۔تا کہ میں مرہا کی لوکیشن چیک نہ کر سکوں۔۔۔

۔اس کے پولیس والے دماغ نے فوراً سے یہ بات کلک کرتے ہوئے سوچا تھا۔شاہ میر کا پہلا دھیان خرم کی جانب ہی گیا تھا۔

۔فون بند کر کے شاہ میر اپنی جیب ڈالتے ہوئے خرم کی حویلی جا پہنچا مسلسل راستے میں وہ اپنا فون چیک کر رہا تھا کہ شاید مرہا کی لوکیشن آجائے۔۔۔

۔شاہ میر کی سانسیں رک رہی تھیں مرہا کہ بارے میں یہ سوچ سوچ کر کہ اس کے ساتھ کچھ غلط نہ ہو جائے۔۔۔

۔جیپ جا کر بڑی سی شاندار حویلی کے سامنے رک گئی تھی۔شاہ میر بنا اجازت لیے چوکیدار کو دھکا دیتے ہوئے گھر کے اندر داخل ہوا تھا۔



۔سامنے ہی چوہدری بیٹھا ہوا حقہ پیتے ہوئے اپنی بیوی کے ساتھ باتیں کر رہا تھا۔۔۔ حویلی بہت بڑی اور خوبصورت تھی۔ مگر چوہدری صاحب زیادہ تر اسی جگہ پر بیٹھتے درختوں کے سائے تلے گزارتے ۔۔۔درختوں کی سائے میں بیٹھنا چوہدری صاحب کو بہت پسند تھا۔۔۔

۔چوہدری اور اس کی بیوی پر آنے خیالات کے لوگ تھے۔تو اس لیے زیادہ تر کھلی ہوا میں یا دھوپ میں ہی بیٹھتے۔۔۔خیریت تو ہے اے سی پی صاحب اس طرح بنا اجازت میرے گھر میں داخل ہونے کی وجہ پوچھ سکتا ہوں۔۔۔

۔چوہدری صاحب شاہ میر کو یوں دھندناتے ہوئے آتا دیکھ کھڑے ہو گئے تھے۔ان کی بیوی بھی کھڑی ہو گئی تھی۔۔۔

۔بیٹا کہاں ہے آپ کا۔۔وہ غصے سے دھاڑتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔۔۔سو رہا ہے خیریت تو ہے اب کیا کر دیا میرے بیٹے نے چوہدری صاحب نے سوال کیا تھا۔۔۔

۔اپنے بیٹے کو باہر لے کر آؤ اس سے پہلے کہ میں ساری تہذیب بھول کر گھر کے اندر داخل ہو جاؤں۔۔۔چوہدری صاحب کا جواب دینے دیے بجائے وہ بولا تھا۔۔۔۔

۔کچھ ہی دیر میں خرم کو باہر بلوا لیا گیا تھا۔وہ آنکھیں ملتا ہوا باہر آیا شاید وہ گہری نیند میں سو رہا تھا۔اس کی حالت سے ہی نظر آ رہا تھا کہ وہ سو کر ہی اٹھا ہے۔۔۔

۔خیریت تو ہے اے سی پی اب تو میں نے کچھ کیا بھی نہیں پھر بھی آ گئے ہو میرے گھر پر منہ اٹھا کر۔۔ وہ باہر آتے ہی بولا تھا۔۔

۔بکواس بند کر اور مجھے بتا میری بیوی کہاں ہے۔۔اس کا گریبان پکڑ کر جھنجوڑتے ہوئے بولا تھا۔۔

۔حد میں رہ اے سی پی بیوی تیری تو تجھے پتہ ہونا چاہیے۔۔۔ عجیب پاگل آدمی ہے اپنی بیوی کا مجھ سے پوچھنے آیا ہے،وہ اپنا گریبان چھڑاتے ہوئے غلط الزام پر چلایا تھا۔۔۔

۔زبان بند رکھ صرف جتنا پوچھا ہے۔اس کا جواب دے۔۔۔

۔اگر اس بار تو اس کیس میں ملوث ہوا تو میں تجھے اپنے ہاتھوں سے شوٹ کروں گا۔۔اب تجھے سزا نہیں ملے گی۔سیدھا تجھے گولی مار کر تیرا کام تمام کروں گا۔
۔اس کے منہ پر تھپڑ مارتے ہوئے اے سی پی نے کہا تھا۔۔

۔خرم بھی دھاڑتے ہوئے اس کے گریبان کو پکڑنے ہی لگا تھا کہ بیچ میں چوہدری نے آ کر بیچ بچاؤ کر دیا --

۔خرم کو آگ لگ گئی تھی اے سی پی کے یوں تھپڑ مارنے پر، جبکہ اس وقت اس کا کوئی قصور نہیں تھا۔۔

۔اے سی پی صاحب آرام سے بات کریں۔اگر کیس اس پر ثابت ہوا تو اس بار اس کی میں جان اپنے ہاتھوں سے لوں گا۔۔۔

۔یہ بہت غلط کاموں میں ملوث ہے پر اے سی پی صاحب میں ایک بات کی آپ کو تسلی دے سکتا ہوں کہ اس نے آپ کی عزت پر ہاتھ نہیں ڈالا۔۔

۔مانتا ہوں کہ یہ کھوتے کا پتر سیدھے کام نہیں کرتا۔مگر یہ کسی کی دھی بہن کی عزت اس طرح نہیں رولے گا۔اتنا میرے کو یقین ہے۔۔۔

۔بس کریں چوہدری صاحب بس کریں اس سے پہلے جب اس نے حرکت کی تھی۔۔۔اسی وقت مجھے اس کو شوٹ کر دینا چاہیے تھا۔۔ پتہ نہیں میں نے کیسے خود کو روکا اور گاؤں والوں کی زمینوں کے مطالبے پر تم لوگوں سے صلح صفائی کرلی۔۔۔۔

۔اور اب آپ کہہ رہے ہیں کہ یہ کسی کی بہو بیٹی کی عزت کے ساتھ نہیں کھیل سکتا۔۔شاہ میر کا غصہ کسی صورت کم نہیں ہو رہا تھا۔۔۔

۔مگر فی الحال اس کے پاس کوئی ثبوت بھی تو نہیں تھا۔جس کی بنا پر وہ خرم کو پکڑ کر لے جاتا۔۔۔

۔خرم کو چوہدری صاحب نے زبردستی اندر بھیج دیا تھا اور خود انہوں نے اے سی پی سے بات کرنی شروع کی تھی۔اے سی پی صاحب میں اپنے بیٹے کو جانتا ہوں میں آپ کو اس بات کا یقین دلا سکتا ہوں کہ اس بار اس کا کوئی گناہ نہیں ہے۔۔۔

۔اور دھیان سے دیکھیں ہو سکتا ہے ہم دونوں کی دشمنی میں کوئی تیسرا فائدہ اٹھا رہا ہو۔۔بے فکر رہیں اگر اس بار خرم کی غلطی نکلی تو آپ کی عزت پر اس نے ہاتھ ڈالا تو میں اس کو اپنے ہاتھوں سے سزا دوں گا۔۔۔یہ وعدہ ہے میرا۔۔

۔زبان دے رہا ہوں پلٹوں گا نہیں اے سی پی دانت پیستے ہوئے وہاں سے واپس آ گیا تھا۔۔اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی وہ کیا کرے بار بار مرہا کی لوکیشن ٹریس کر رہا تھا۔۔بار بار نمبر ملا رہا تھا جو کہ بند تھا۔۔۔گھر پر فون کرنے پر بھی یہی پتہ چل رہا تھا کہ وہ واپس نہیں آئی۔۔

۔نہ وہ آئی ہے نہ ڈرائیور آیا تھا۔رومان شاہ کے گھر سے بھی پتہ کروایا مرہا وہاں پہنچی ہی نہیں تھی ۔مرہا۔۔۔وہ چلایا تھا۔ تمہیں منع کیا تھا کہ اس طرح مت جانا کہیں ن۔کیوں نہیں تم نے میری بات مانی۔۔۔کتنی تاکید کر کے آیا تھا وہ غصے سے دیوار کے پاس کھڑا ہوا اپنے آفس میں مکے مار مار کر اپنا غصہ ضبط کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔۔۔

۔وہ سوچ رہا تھا کہ یہ حرکت کس کی ہے میرا کہاں گئی ہو گی۔مرہا کی معصومیت سے ہمیشہ شاہ میر کو ڈر لگتا تھا۔آج وہی ڈر حقیقت بن کر اس کے سامنے آن کھڑا ہوا۔۔۔

۔اس کے فون کی بیل بج رہی تھی جس نے اسے ہوش کی دنیا میں واپس لایا۔۔

۔ہائے اے سی پی سناؤ کیسے ہو ایک نیو نمبر سے کال آئی تھی۔۔۔فون اٹھاتے ہی لہجہ بہت عجیب سا تھا ۔۔

۔کون کون بول رہا ہے؟؟

۔کون بول رہا ہوں اس کو چھوڑو کیا بول رہا ہوں یہ بات غور سے سنو۔۔۔

۔بہت خوبصورت ہے تیری بیوی!!!



ایک کون ہے تو!!!!پوری بات سننے سے پہلے ہی چلایا تھا۔۔

وہ مرہا کا نام سنتے ہی آگ بگولا ہو گیا۔

۔اے سی پی ٹھنڈر کھ ٹھنڈ اور میری بات غور سے سنو میں نے تو صرف تیری بیوی کی تعریف کے لیے فون کیا ہے۔بہت خوبصورت ہے تیری بیوی افففف قیامت لگ رہی ہے قیامت۔۔۔

۔اور جو اس نے ہائے اپنی قمیض کے نیچے بلیک پہنا ہے ہائے ہائے ہائے گورے بدن پر چمک رہا ہے۔۔۔۔

۔شاہ میر کے گلے میں تھوک گلٹی سی بن کر اٹک گئی تھی۔غصے سے دماغ کی نسیں پھٹنے والی ہو رہی تھی۔۔وہ اتنے گندے الفاظوں سے اس کی بیوی کے بارے میں بات کر رہا تھا۔۔۔

۔شاہ میر کا دل کر رہا تھا اگر وہ شخص سامنے ہو تو اس کو ابھی کے ابھی شوٹ کر کے اس کی جان لے لے۔مگر وہ مجبور تھا اسے یہ تک تو نہیں پتہ تھا۔یہ کال کہاں سے آ رہی ہے۔۔

۔دیکھو تم جو بھی ہو اگر تمہاری دشمنی مجھ سے ہے تو پلیز میری بیوی کو کوئی نقصان مت پہنچانا تم اپنی دشمنی مجھ سے پوری کرو۔۔۔تم جو کہو گے میں وہ کر دوں گا مگر پلیز میری بیوی سے دور رہنا پہلی بار شاہ میر اپنے کسی دشمن کے سامنے سر خم کیے ہوئے ہے بول رہا تھا۔۔

۔اے سی پی اتنا کہنا چاہتا ہوں اگر بچا سکتے ہو تو بچا لو اپنی بیوی کو۔ مدہوش سا ہو رہا ہوں میں اسے دیکھ کر اگر تیرے آنے سے پہلے کچھ کر بیٹھوں تو پھر گنہگار مت سمجھنا مجھے۔ اتنی خوبصورت چیز اگر سامنے ہو تو کون کمبخت خود کو سنبھال سکتا ہے۔۔۔

اووووووووے۔۔۔۔۔۔ اگر اسے ہاتھ بھی لگایا تو تمہاری جان لے لوں گا کتے تو جو کوئی بھی ہے۔ تو چاہے پتال میں بھی چھپ لے میں تجھے ڈھونڈ نکالوں گا۔۔

۔اگر اپنی زندگی چاہتا ہے تو میری بیوی سے دور رہنا۔۔ بہت معصوم ہے وہ۔ اگر تیری مجھ سے کوئی دشمنی ہے تو اس میں اس کا کوئی قصور نہیں ہے۔۔

۔شاہ میر جانتا تھا یہ جو بھی شخص ہے وہ اسے بہت اچھی طرح سے جانتا ہے۔ مگر یہ کون تھا شاہ میر اس بات سے بالکل ناواقف تھا۔ ہزاروں لوگوں کو سزائے دیتے ہوئے بہت سی دشمنیاں تھیں۔۔

۔اب یہ کون تھا دشمن تھا جو اس کے دل اور عزت پر وار کر رہا تھا شاہ میر پاگل سی کیفیت لیے کھڑا تھا۔۔

۔ہاہاہاہا۔۔۔۔ایک بات تو ماننی پڑے گی قسمت بہت تیز ہے اس لڑکی کی بھائی بھی جان چھڑکتا ہے ۔۔اور شوہر بھی جان چھڑکتا ہے۔۔۔اس پر جان تو میں بھی چھڑکتا ہوں۔۔۔ہزاروں جسم کی خوشبو اپنے اندر بسائی، ہزاروں کو اپنے بستر تک لے کر آیا ہزاروں کے وجود کو نوچا مگر قسم سے جو مزہ تیری بیوی میں ہے وہ مجھے کہیں نہیں ملا۔۔۔

۔کتے کی اولاد گندگی سے پلے ہوئے شخص میں تیری جان لے لوں گا۔اگر میری بیوی کے بارے میں بکواس کی تو تمہارے اتنے ٹکڑے کروں گا کہ تیری سات پشتے بھی گنتی رہے تو گن نہ سکے گی۔۔۔

۔شاہ میر دماغ غصے سے بھٹا جا رہا تھا اس کی گندے الفاظ سن کر۔۔

۔پہلے ڈھونڈ کر تو دکھا دھمکیاں بعد میں دے لینا۔۔۔میں ذرا اس کی جسم کی خوشبو سونگ لوں ۔۔۔باقی کا کام تمہاری دوسری کال کے بات کروں گا۔۔۔بہت اچھا لگ رہا ہے اے سی پی تجھے اس طرح تڑپتے ہوئے دیکھ۔۔۔۔بہت سارے حساب کتاب تھے۔۔۔چلو ایک ہی بار میں میں نپٹا رہا

ہوں۔۔۔۔اتنا تڑپ مت تجھ سے پہلے کی نظر رکھی تھی میں نے اس پر۔۔۔۔وہ کہتے ہوئے فون بند کر چکا تھا۔۔۔

۔جبکہ شاہ میر پل پل مر رہا تھا۔۔اس کی جان نکل رہی تھی سانسیں رک رہی تھی دل درد سے بند ہو رہا تھا۔۔شاہ میر کو ہر لمحہ موت سے زیادہ بدتر لگ رہا تھا۔۔۔اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کہاں سے شروعات کرے ہزاروں بڑے بڑے کیس نپٹانے والا اے سی پی شامیر ملک آج اس کا دماغ کام کرنا بند کر چکا تھا۔۔۔

۔مسئلہ اتنا نازک تھا کہ وہ کسی کو بتا نہیں سکتا تھا اسے نہیں گوارا تھا کہ کوئی اس کی بیوی کے بارے میں یہ سب جانے۔۔۔اسے آج اپنی ساری پاور فضول لگ رہی تھی۔۔۔



۔اے اللہ اس کی حفاظت کرنا اس کو اپنے حفظ و ایمان میں رکھنا۔اے اللہ تیرا یہ بے بس بندہ تیرے آگے سجدہ ریز ہے۔تیرے عظمتوں کے آگے میرے حقیر سے بندے کی کوئی اوقات نہیں۔۔

۔اے اللہ اس کی عزت کو اپنے اپنے حفظ و ایمان میں رکھنا۔اللہ درندہ صفت شخص سے بچا لینا اس کو ۔۔اے اللہ وہ بہت معصوم ہے۔۔اے میرے رب تو جانتا ہے کہ میں اس لڑکی کو اپنی سانسوں سے زیادہ پیار کرتا ہوں۔۔۔اسے کچھ ہوا تو میں مر جاؤں گا۔۔۔۔۔۔اے اللہ مجھے راستہ دکھا میں کیا کروں۔میری سوچیں سمجھنے کی صلاحیت ختم ہو چکی ہے۔۔۔

۔میرے رب آج اپنی رحمت کے دروازے کھول دے مجھ پر۔۔۔کوئی اشارہ دے میں ڈھونڈ سکوں اپنی بیوی کو۔۔۔جب کچھ سمجھ نہیں آیا تو وہ بے بس ہو کر وضو کرتے ہوئے اپنے آفس میں ہی جائے نماز بچھا کر عصر کی نماز ادا کرتے ہوئے سجدہ ریز تھا۔۔۔

oooooooooo

۔وہ آنکھیں ملتی ہوئی ہوش میں آئی تھی۔میں کہاں ہوں یہ کون سی جگہ ہے وہ سوچ رہی تھی۔کہ اسے سب کچھ فلش بیک میں یاد آنے لگا تھا۔کیسے اسے ایک انجان نمبر سے فون آیا تھا کہ اس کے بھائی کا رومان شاہ کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے۔اس کی حالت بہت سیریس ہے اس فون کرنے والے شخص نے یہ بھی بولا تھا۔اس نے روتے ہوئے میر کو فون کیا تھا مگر اس کا بھی فون بند جا رہا تھا۔

۔پھر وہ گھر میں کسی کو بتائے بنا گھبرا کر اپنی چادر سر پہ لپیٹتے ہوئے اللہ بخش ڈرائیور کے ساتھ گھر سے نکلی تھی۔بنا کسی کو انفارم کیے۔

۔بی بی جی ہم نے کہاں جانا ہے اللہ بخش ڈرائیور نے مرہا کا گھبرایا ہوا چہرہ دیکھ کر پوچھا تھا مرہا نے اسی ہاسپٹل میں جانے کو کہا تھا جو انجان نمبر سے آنے والی کال سے اسے بتایا گیا۔۔

۔اسے یاد تھا کہ وہ گھر سے کچھ ہی دور تھے جب ان کے پیچھے دو گاڑیاں لگی ہوئی تھی۔ڈرائیور بہت گھبرایا ہوا تھا اس نے بتایا تھا کہ بی بی جی ہمیں کوئی ٹریک کر رہا ہے۔۔

۔اس سے پہلے کہ وہ سنبھلتے وہ گاڑیاں بالکل دونوں طرف سے ان کی گاڑی کو کور کیے ہوئے تھی۔بائی پاس سے ایک ویران سائیڈ پر جانے پر مجبور کر رہی تھی۔۔



۔ویسے بھی جس ہاسپٹل کا نام بتایا گیا تھا وہ شہر سے دور تھا اس سائیڈ پر ٹریفک بھی بہت کم تھی۔مرہا کو آخری وقت یاد تھا کہ جب وہ ہاتھ جوڑے ہوئے ڈری ہوئی سیٹ پر بیٹھی۔اللہ سے دعا کر رہی تھی

----

۔اسے وہ بھی یاد آگیا تھا جب ڈرائیور کو گولی مار کر مار دیا گیا تھا۔اس کے بعد کا مرہا کو کچھ یاد نہیں کیونکہ وہ شاید بے ہوش ہو گئی تھی۔اور اب اس کی آنکھ کھلی تو اس نے خود کو ایک نیم روشنی والے بند کمرے میں پایا،جو کہ شاید کوئی بیس منٹ تھی۔۔۔

۔ڈر سے اس کا دل دھک دھک کر رہا تھا خاموشی کی وجہ سے اپنے دل کی آواز وہ اپنے کانوں میں صاف سن سکتی تھی۔

۔پسینے سے ہاتھ اور چہرہ بھیگا ہوا تھا خوف اتنا تھا کہ وہ اپنی جگہ پر ساکت بیٹھی کانپ رہی تھی۔کمرے میں اس وقت کوئی بھی موجود نہیں تھا۔اس نے اٹھ کر دروازہ کھولنا چاہا تھا۔مگر اسے کہیں کوئی دروازہ نظر ہی نہیں آرہا تھا۔۔



۔میر آپ کہاں ہیں مجھے بچا لے مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔وہ رو رہی تھی کانپتے ہوئے اپنے میر کو یاد کر رہی تھی۔اور خود کو کوس رہی تھی کیوں وہ گھر سے اس طرح نکلی اسے میر کی جانے سے پہلے نصیحتیں یاد آرہی تھی۔۔

۔کیسے وہ بار بار اسے اپنا خیال کرنے کے لیے کہہ رہا تھا۔کیسے وہ اسے جانے پہلے پاگلوں کی طرح پیار کر رہا تھا۔کیا میں اب کبھی میر سے نہیں مل سکوں گی۔۔۔

۔کیا میں ہمیشہ کے لیے اپنے میر سے الگ ہو گئی ہوں۔کون لے کر آیا ہے مجھے یہاں پر وہ روتے ہوئے اپنے دماغ میں سوالوں کا بھونچال لیے ہوئے تھی کہ اس سے کچھ قدموں کی آتی ہوئی آواز سنائی دی تھی۔۔

۔وہ اپنی جگہ پر گھٹنوں میں سر دیے ہوئے بیٹھی ہوئی کانپ رہی تھی۔اس میں ہمت ہی نہیں تھی کہ وہ اٹھ کر خود کے بچاؤ کے لیے کچھ کرتی۔



۔وہ ایسی ہی تھی بے حد کمزور ڈری ہوئی۔اس لیے میر اس کے لیے اتنا خوف زدہ تھا۔۔ آنے والا شخص بھاری قدموں کے ساتھ چلتے ہوئے اس کے قریب آکر کھڑا ہو گیا تھا۔۔

۔اس کے پیروں کو میرہا بخوبی دیکھ رہی تھی اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ نظریں اٹھا کر اس چہرے کی جانب دیکھتی اس کا وجود کانپ رہا تھا۔۔

۔ہائے رے تم تو جوان ہو کر قیامت کی حد تک خوبصورت نکلی۔مجھے تو تیرا بچپن کا وجود نہیں بھولا تھا ۔اب تو تم نشے کی پڑیا ہو پڑیا۔۔اس کے الفاظوں پر مرہا نے اپنی آنسوؤں سے بھاری پلکوں کو مشکل اٹھایا تھا۔۔۔

۔تم۔۔۔اس شخص کا چہرہ دیکھ کر خوف کے مارے مر جانا چاہتی تھی۔یہ وہی چہرہ تھا جس کی وجہ سے کئی راتیں مرہا نے اپنی آنکھوں میں روتے ہوئے گزاری تھی۔۔۔

۔یہ وہی مانوس شخص تھا جو ایک چھوٹی سی معصوم بچی کے وجود کو اپنی حوس کا نشانہ بنا کر اسے کئی راتوں ذلت دیتا رہا تھا۔۔۔

۔یہ وہی شخص تھا جس کی وجہ سے میرہا خود کو اتنے سال ناپاک سمجھ کر خود سے نفرت کرتی رہی تھی۔۔

۔ہاں میری جان میں ۔۔۔یاد ہوں میں تمہیں۔۔۔وہ نیچے بیٹھ کر اپنے ناپاک ہاتھوں سے اس گال پر رکھ کر سہلاتے ہوئے گندی نظریں اس کے سراپے پر مرکوز کیے ہوئے تھا۔

۔میں نے تجھے کہاں کہاں نہیں ڈھونڈا ۔ تیرے جسم کی خوشبو آج تک نہیں بھولا میں۔۔ اس کے نزدیک ہوتے ہوئے اس کے جسم کی خوشبو کو سونگتے ہوئے آنکھیں بند کر کے وہ اندر کو سانس لے رہا تھا۔۔

۔ہاتھ مت لگانا مجھے وہ روتے ہوئے ہمت کر کے اس کے ہاتھ کو جھٹک کر پیچھے کرتے ہوئے بولی تھی ۔۔۔واہ تمہارے منہ میں تو زبان آگئی۔۔۔ شیرنی بن گئی ہو تم۔۔۔پہلے تو تیرے بھائی نے تیرے ارد گرد اتنا سخت کورج بنا رکھا تھا کہ میں جاہا کر بھی اتنے سالوں تک نہیں توڑ سکا۔۔۔



۔آخر تو میں نے تجھے پانے کی چاہ ہی ختم کر دی تھی۔۔۔میں نے شادی کر لی بچے پیدا کر لیے مگر پھر بھی تو میرے حواسوں پر سوار رہی۔۔۔

۔جب بھی بیڈ پر جاتا مجھے ہمیشہ تیری یاد ستاتی تھی۔ہائے کیا نشا ہے تیرے وجود میں تیرے چھوٹے سے جسم اتنا نشہ تھا۔اب تو کتنی رسیلی ہو گئی ہے۔چکنا پڑے گا۔۔۔

۔وہ اس کے بارے میں اتنی گندی باتیں کر رہا تھا کہ میرہا کا مر جانے کو دل کر رہا تھا۔۔۔پوچھو گی نہیں اتنے سالوں بعد میں نے تمہیں ڈھونڈا کیسے ہائے۔۔

۔بد قسمتی سے تیرا شوہر میرا بہت قریبی دوست ہے نام کا۔۔ویسے تو وہ ہر جگہ سچائی کی مورت بن کر مجھے نقصان ہی دیتا ہے۔۔۔

۔بہت حساب کتاب تھے تیرے شوہر کے ساتھ آج ایک ہی جھٹکے میں دیکھو پورے ہو جائیں گے ۔۔۔انگلی اس کی گردن پر رکھتے ہوئے لکیر کھینچتے ہوئے بول رہا تھا۔۔۔

۔شراب کی بو اس کے منہ سے اٹھ کر مرہا کے ناک سے ٹکرا رہی تھی۔مرہا کا سانس لینا تک دشوار ہو رہا تھا۔۔

۔اس دن جب تجھے میں نے تیری شادی کے دن دلہن بنے دیکھا اس دن سے تو میں پاگل ہو گیا تھا ۔میرا دل کرتا تھا کہ تو میرے پاس ہو۔۔۔تجھے بے لباس دیکھنے کا اتنے سالوں سے میرا دل کر رہا تھا۔۔۔

۔اس دن تم نے مجھے دیکھا تھا۔۔دیکھا تھا ناوہ جاہلوں کی طرح ہنستے ہوئے بولا۔۔۔پھر تم مجھے دیکھ کر بے ہوش ہو گئی تھی پھر وہ تیرا بھائی اور تیرا عاشق شوہر تجھے ہاسپٹل لے گئے تھے۔۔۔

۔ایک بار پھر منصوبہ ناکام رہا تھا تجھے دیکھنے کا۔۔اس دن سے میں نے تیرا پیچھا کرنا شروع کر رکھا تھا ۔۔بہت محنت کی اور جب مجھے پتہ چلا کہ گاؤں میں تیرے شوہر کی دشمنی خرم چوہدری سے چل رہی ہے تو مجھے لگا کہ اب تو راستہ صاف ہے۔۔۔

۔اب میں اگر تجھے اپنی رکھیل بنالوں گا تو تیرا شوہر چاہ کر بھی تجھے نہیں ڈھونڈ سکے گا۔۔اس کا شک تو سیدھا اسی خرم پر جائے گا۔جو صرف بے وقوفیاں کر سکتا ہے۔۔۔

۔اس میں اتنی تپ نہیں کہ وہ ایسے خوبصورت بدن کا رس چوس سکے۔۔اس شخص کے الفاظ اور نظریں اتنے گندی۔مرہا سے سنے نہیں جا رہیں تھے۔۔۔

۔میرے شوہر مجھے ڈھونڈ لیں گے تمہیں پتہ نہیں ہے ان کی پاور کا۔۔وہ اتنے سارے گندے الفاظ سنتے ہوئے ہمت کر کے بولی تھی۔۔

۔ہاہاہا۔۔کیسے ڈھونڈیں گے ہر راستہ تمہیں بند کر چکا ہوں اگر تم اس خوش فہمی میں مبتلا ہو کہ وہ تمہیں ٹریس کر لے گا تو نہیں کر سکے گا۔۔۔

۔کیونکہ اپنے ہاتھ کو غور سے دیکھو۔مرہا نے اپنے ہاتھ کی جانب دیکھا تھا۔اس کا پریس بریسلٹ غائب تھا۔جسے کو میر اپنے موبائل سے ہمیشہ اٹیچ رکھتا تھا تا کہ میرہا کی لوکیشن ہر وقت اسے پتہ ہوتی۔۔۔

۔اس کا فون اپنے آدمیوں سے کہہ کر سمندر میں پھینکوا چکا تھا۔۔۔

۔کوئی راستہ نہیں تھا میر کا اس تک پہنچنے کا وہ اسے ہنس ہنس کر ذلیل کرتے ہوئے بتا رہا تھا۔۔وہ رو رہی تھی اور صرف اپنے رب سے دعا کر رہی تھی۔ کہ اللہ اس درندے سے اس کی حفاظت کریں۔۔۔

۔چل کیا یاد کرے گی۔ تیرے میر سے تیری بات کروا دیتا ہوں آخری بار۔۔میں بھی تو تجھے تڑپتا ہوا دیکھنا چاہتا ہوں۔۔اتنے سال تیرے جسم کی بھوک میں میں بھی تو تڑپ رہا ہوں۔۔۔

۔اس نے نمبر ڈائل کیا تھا اور مائک کھول کر فون اس کے آگے کر دیا۔ جیسے ہی شامیر کی آواز مرہا کے کانوں میں آئی میرہا نے تڑپ کر فون پکڑ لیا۔۔۔

۔میر۔۔۔میر۔۔پلیز مجھے بچا لیں!!



۔وہ روتی ہوئی میر کا نام پکار رہی تھی میری جان تم کہاں ہو۔پلیز مجھے گلو دو تم کہاں ہو۔مجھے نہیں پتہ میں کہاں ہوں۔۔۔ یہ کوئی بند جگہ ہے۔۔شائید کوئی بیسمنٹ ہے وہ ارد گرد دیکھتے ہوئے بولی تھی۔۔۔

۔میر یہ وہی شخص۔۔۔۔۔اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتی وہ ہاتھ پہ پکڑی ہوئی ٹیپ اس کے منہ پر لگا چکا تھا۔۔۔پوکٹ سے رسی نکال کر اس کے دونوں ہاتھوں کو باندھ دیا۔۔۔فون نیچے گر چکا تھا شاہ میر کی مائنک سے آواز سن کر میرہا تڑپ رہی تھی۔۔وہ مرہا مرہا پکار رہا تھا۔۔اس کا منہ تو وہ گھٹیا شخص ٹیب لگا کر بند کر چکا تھا وہ کیسے جواب دیتی۔۔۔

۔واپس فون اٹھا کر کان کو لگالیا۔اس کو بے باک نظروں سے دیکھ کر شیطانی مسکراہٹ ہنسا تھا۔۔

۔اے سی پی ہو گئی اپنی بیوی سے آخری بار بات۔۔۔آج کے بعد اسے بھول جانا۔آج کے بعد تم اس کی آواز کو بھول جانا۔۔۔۔۔

۔ویسے بھی تو اتنا خوبصورت ہے شادی کرلینا۔میرا مشورہ ہے اس کو چھوڑ دے میرے لیے۔۔اس کے جسم کی خوشبو نے مجھے پاگل کرر کھا ہے۔وہ کہتے ہوئے فون بند کر چکا تھا۔۔۔

○○○○○○○○○○

۔ہیلو۔۔ہیلو۔۔شاہ میر کے منہ پر ہی وہ کمینہ انسان فون بند کر چکا تھا۔۔شاہ میر تو جیسے اپ۔ے حوش حواس سے بیگانہ ہو گیا تھا۔۔اس کا دل کر رہا تھا کہ وہ اس ساری دنیا کو آگ لگا دے۔۔ مرہا خود کو بچا لینا ورنہ تمہارا میر جیتے جی ہی مر جائے گا۔۔

۔اے مجھے کوئی راستہ دیکھا دے۔مجھے نہیں پتہ کہ کون ہیں میرا دشمن۔میرے رب میری بیوی میری عزت کی حفاظت کرنا۔۔

۔خرم کے بارے میں وہ سب پتہ لگا چکا تھا۔شاہ میر کے مقبر نے بتایا تھا کہ خرم پچھلے دو مہینوں سے گاؤں سے باہر نہیں گیا۔۔

۔اب شاہ میر کو پتہ تھا کہ اس کا دشمن کوئی اور ہے۔۔خرم نہیں۔۔۔

مگر کون یہی بات اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی۔۔

۔وہ کراچی جانے کی تیاری کر رہا تھا،اسے کچھ پتہ نہیں تھا کہ مرہا ہے اور وہ اسے کیسے ڈھونڈیں گا۔۔۔

oooooooooooo

۔مجھے ہاتھ مت لگاؤ کتے۔۔وہ اپنا چہرہ ادھر ادھر کرتے ہوئے اس کے غلیظ ہاتھوں سے خود کو بچا رہی تھی۔۔جب اس گھٹیا شخص نے معصوم سی مرہا کی روح کو چھلنی کیا تھا۔اس وقت اس شخص کی عمر تقریباً 26سال تھی۔۔اور مرہا آٹھ سال کی معصوم سی بچی تھی۔۔۔

اس وقت اس شخص کی عمر 42 تھی۔اس شخص کی اگر کو بیٹی ہوتی تو مرہا سے بامشکل چار پانچ سال کا فرق ہوتا۔۔۔

۔وہ درندا صفت انسان اسے اپنی جانب کھینچتے ہوئے اسے درندوں کی طرح نوچ رہا تھا۔۔ آج کے اندر بچپن والا ڈر اُجاگر ہو گیا تھا۔۔ہائے تیرا حسن شراب ہے تو۔۔اس کے گلے سے دوپٹہ اتار کر دور پھینک دیا۔۔وہ کانپتے ہوئے سسکیوں سے رو رہی تھی۔۔مرہا کا دل اپنے میر کو پکار رہا تھا۔۔۔

۔وہ درندگی بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے اس کی شرٹ کو اس کے وجود پر سے ہٹانا چاہتا تھا۔۔ مگر اللہ نے اس کی حفاظت کی۔۔۔اسی وقت اس کا بجنے لگا تھا۔۔وہ نا گواری سے جیب سے فون نکالتے فون کان پر لگتے ہوئے ایک دم سوفٹ لہجے سے بات کرنے لگا۔مگر کچھ ہی دیر میں اس کے چہرے کے زاویے بدلنے لگے تھے۔۔۔



۔کیا بکواس کر رہے ہو۔اپنے کپڑے درست کرتے ہوئے کھڑا ہو گیا۔۔شائد فون پر کوئی بری خبر اسے سنائی گئی تھی۔۔

۔اگر میرے بیٹے کو کچھ بھی ہوا تو میں تمہاری جان لے لوں گا۔۔وہ چیختے ہوئے اسے وہی پر اسی حالت میں چھوڑ کر چلا گیا۔۔

۔مرہا نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا تھا۔وہ رو رہی تھی اس کے ہاتھ اور پاؤں وہ باندھ کر گیا تھا وہ جا کر بھی اپنی مدد نہیں کر سکتی تھی۔۔۔اس کے منہ پر ٹیپ لگی ہوئی تھی۔وہ کسی کو مدد کے لیے بھی نہیں پکار سکتی تھی۔۔۔کمرے میں روشنی ناہونے کے برابر تھی۔۔اسے تو اندھیرے سے ویسے ہی بہت زیادہ ڈر لگتا تھا۔۔۔

۔وہ اپنے رب سے روتے ہوئے دعائیں مانگ رہی تھی۔۔۔وہ اپنے میر کا انتظار کر رہی تھی۔۔اسے لگتا تھا جیسے ہر بار اس کا میر اسے ہر پریشانی سے بچا لیتا تھا۔

۔ہر دکھ کے سامنے وہ ڈھال بن کر کھڑا ہو جاتا تھا۔آج بھی اس کا میر آئے گا۔اور بچا لے گا اسے اس درندہ صفت انسان سے۔۔۔اب مرہا کا یقین کتنا سچ ثابت ہوتا ہے۔یہ تو آنے والا وقت ہی بتائے گا۔۔

oooooooooo

۔شاہ میر نے سارے سفر میں اپنے پولیس والے دماغ سے سوچتے ہوئے کچھ کلو اکٹھے کیے تھے۔۔۔

۔مرہا نے کہا تھا کہ شاہ میر یہ وہی شخص ہے۔۔۔اس سے آگے تو اسے بولنے کی موقع ہی نہیں دیا گیا ۔۔۔۔اس کا مطلب کہ مرہا مجھے بتانا چاہتی تھی کہ میں اس شخص کو جانتا ہوں۔۔۔کون ہے جس کے بارے میں وہ مجھے بتانا چاہتی تھی۔۔۔وہ اپنے ذہن پر زور دیتے ہوئے سوچ رہا تھا۔۔۔

۔وہ جو بھی ہے وہ رومان شاہ کو بھی بہت اچھی طرح سے جانتا ہے۔کیوں کہ اس شخص نے کہا تھا کہ پہلے اس کا بھائی جان چھڑکتا تھا۔اور اب اس کا شوہر۔۔۔اس مطلب صاف تھا کہ یہ جو بھی تھا صرف شاہ میر کا نہیں وہ رومان شاہ کا بھی دشمن تھا۔۔۔

۔اس یہ بھی کہا تھا کہ یہ تو پہلے سے بھی زیادہ خوبصورت ہو گئی ہے۔اس کا مطلب وہ مرہا کو بھی پہلے سے جانتا تھا۔۔۔



۔اتنے کلو کے بعد بھی وہ نہیں سمجھ پا رہا کہ وہ کون ہے۔۔۔

۔وہ اپنے گھر گیا اور سب کچھ تفصیل سے پوچھ کر سب یہ ہی بتایا کے مرہا بلکل ٹھیک۔اس کہا کے اس کی دشمنی کی وجہ سے مرہا پر جان لیوا حملہ کیا گیا تھا۔

۔اس نے یہ بھی بتایا کہ اللہ بخش ڈرائیور کو گولی لگی اور اس کی ڈیتھ ہو گئی ہے۔۔۔اسل میں شاہ میر کو آتے ہی خبر مل گئی تھی کہ لانڈھی والی ویران سی سائٹ پر اس کے ڈرائیور کو کسی نے گولی مار کر ہلاک کر دیا ہے۔۔۔

۔شاہ میر نے مرہا کی کڈنیپنگ والی بات سب سے چلا کی تھی۔۔وہ کیسے اپنی بیوی کی عزت پر حرف آنے دیتا۔۔۔

۔بیٹا مرہا ٹھیک تو ہے۔۔اس کی ماں نے اپنے بیٹے کی زرد رنگت کو دیکھ کر سوال کیا تھا۔۔۔۔

۔جی ماما وہ بلکل ٹھیک ہے ابھی خطرہ لاحق ہے تو اس لیے میں اسے ابھی گھر نہیں جا سکتا۔۔۔اور آپ کو مرہا پر ہونے والے اٹیک کے بارے میں کسی سے بھی کچھ نہیں کہو گے وعدہ کرے۔۔۔

۔ہاں بیٹا۔بے فکر رہو ہم کسی سے کچھ نہیں کہیں گے۔۔۔اس ماما اور بابا نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔۔۔

۔ماما میر اٹرانسفر اسلام آباد میں ہو گیا ہے اور کچھ دن میں مرہا کو لے کر انڈر گراؤنڈ رہوں گا۔۔ آپ لوگ پریشان مت ہونا۔۔۔

۔س میری جان اپنا اور مرہا کا بہت خیال رکھنا۔۔شاہ میر کے ماما ایموشنل ہو کر روتے ہوئے اپنے بیٹے کے ماتھے پر ممتا سے بھرے ہوئے انداز میں چومتے ہوئے رو رہی تھی۔۔۔۔

۔میری پیا ماما رونا نہیں ہے سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔۔ آپ نے ہمارے لیے بہت سی دعائیں کرنی ہے۔۔۔وہ اپنی ماں کا تسلی دے رہا تھا۔۔۔

۔سچ میں تو شاہ میر کے دل حالت اس زخمی شیر کے جیسی تھی۔۔ماما اللہ بخش کے گھر والوں کی ہر طرح سے مدد کریں۔۔۔اس کے بیوی بچوں کو کسی بھی طرح کی کوئی تکلیف نہیں ہونی چاہیے۔۔۔وہ اللہ بخش کی فیملی کے بارے میں تاکید کرتے ہوئے۔وہاں سے انجان راستے پر اللہ کی ذات کا آسرا لیے اپنی جان کو تلاش کرنے کے لیے نکل پڑا تھا۔۔۔

۔ تُجھ سے بچھڑے ہیں تو حُسنِ اِتفاق تو دیکھ سارے شہر میں جُدائی کی وبا پھیل گئی۔۔۔شاہ میر کو پورے شہر میں ہر طرف ویرانیوں کے ڈیرے نظر آرہے تھے۔۔۔۔

۔یہ روشنیوں کا شہر آج اسے اپنی جان کے پاس جانے والا راستہ دیکھانے سے قاصر تھا۔۔

۔میں تصّور بھی جُدائی کا بھلا کیسے کروں
میں نے قسمت کی لکیروں سے چُرایا ہے تُجھے۔۔اس کی تصویر کو موبائل سکرین پر دیکھتے ہوئے لبوں سے عقیدت سے چومتے ہوئے اپنی آنکھوں سے آنسوں صاف کیے تھے۔۔۔

۔وہ اپنے ویران دل کو لیے اپنی جان اپنی زندگی کو پاگلوں کی طرح تلاش کر رہا تھا۔۔۔

۔وہ پل پل مر رہا تھا اسے تلاش کرتے ہوئے۔وہ کہاں تھی۔اسے کچھ خبر نہ تھی۔۔۔مگر وہ جہاں بھی تھی زندہ تھی۔۔۔۔کیونکہ اس کا دل دھڑک کر اس بات کے گواہی دے رہا تھا۔کہ وہ بھی سانس لے رہی ہیں۔۔۔

۔۔انجان راستوں پر اکیلا اسے تلاش کرنے لگا تھا۔۔۔

۔وہ سوائے رومان شاہ کے کسی کو بتانے کی ہمت نہیں رکھتا تھا۔۔اس ایک وہی شخص تھا جس کے لیے مرہا کے آبرو اتنی ہی عزیز تھی۔جتنی کے اس اپنے لیے تھی۔۔۔

۔مگر رومان شاہ اس وقت آؤٹ آف کنٹری تھا۔۔اس کے بزنس میں کوئی بہت بڑی پرابلم تھی۔جس کے لیے وہ ترکی گیا تھا۔۔اس جانے سے پہلے تایا تھا کہ اس نہیں پتہ کہ کتنے دن اسے وہاں پر لگ سکتے ہیں۔۔۔

۔اور اب تو شدید سردی اور دھند کی شدت سے فلائٹ اگلے چار سے پانچ دنوں کے لیے بند تھی۔۔۔

۔اس نے آج صبح ہی تو نیوز میں دیکھا تھا۔۔اب ایسے میں وہ رومان شاہ کو مرہا کے بارے بتا کر پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا۔۔اسے پتہ چلتا تو فوراً واپس آنے کی کوشش کرتا مگر فلائٹس کے پابندی کی وجہ سے وہ وہی پر تڑپا تا رہتا۔۔۔

۔اس نے رومان شاہ کو بتانے کا بھی ارادہ ترک کر دیا۔۔۔اور اللہ کو یاد کر کے اکیلا ہی چل پڑا تھا ۔۔۔۔۔اسے ہر حال میں مرہا تک پہنچنا تھا۔۔اگر مرہا کو کچھ ہو گیا تو میں خود کو شوٹ کر لوں گا۔کیا

فائدہ ہے شاہ میر تمہاری بہادری کا جب تم اپنی بیوی کو ہی حفاظت نہیں دے سکے اسے خود پر غصہ آرہا تھا۔۔

۔میری جان کہاں کچھ تو کلوز چھوڑ دو جس سے میں تم تک پہنچ سکوں۔اے اللہ مجھے راستہ دکھا دے میں نہیں اس لڑکی کو کھو سکتا۔۔۔اس کی آبرو کی حفاظت کرنا۔۔۔تو چاہے تو اس کے بدلے میری جان لے لے مگر اس کی حفاظت کرنا میرے رب۔۔۔وہ ویران دل کے ساتھ سوچتا ہوا اپنے رب سے دعائیں کر رہا تھا۔۔۔۔پاگلوں کی طرح گاڑی کو سڑکوں پر بھگاتے ہوئے سارے کلو اپنے دماغ میں اکٹھے کیے جا رہا تھا۔۔

oooooooooo

۔آآ آ!!۔۔وہ دبی دبی سسکیاں لے کر رو رہی تھی۔۔وہ کانپتے ہوئے وجود سے اسے دیکھ رہی تھی ۔۔۔وہ آہستہ آہستہ اس کے قریب آتا جا رہا تھا۔۔

۔مرہا کی ڈر سے جان نکل رہی تھی۔۔وہ موٹا تازا چوہا اپنی مونچھوں کو ہلاتے ہوئے اس کے قریب آکر کھڑا ہوا اسے بڑے غور سے دیکھ رہا تھا۔۔

۔مرہاڈر کر پیچھے کی طرف کھسکنے لگی تھی۔۔۔اہ اہ اہ اوہ!!درد کی شدت سے اس منہ پر ٹیپ ہونے کے باوجود بھی اس کی منہ د بھی د بھی آواز باہر کوئی سن کر غور کرنے لگا۔۔۔

oooooooooo

"ڈاکٹر میرے بیٹے کو کچھ ہوا تو میں تمہاری جان لے لوں گا۔سلار سائیگل پاگلوں کی طرح ڈاکٹر کے ساتھ چیختے ہوئے اپنی اکلوتے بیٹے کی زندگی بچانے کے لیے لڑ رہا تھا۔۔۔۔

۔سب لوگ اس شخص کی بے بسی دیکھ رہیں تھیں۔۔۔سلار سائیگل کی جان بستی تھی اپنے بچوں میں وہ دنیا کا سب سے گندہ انسان تھا مگر اپنی اولاد کو بہت زیادہ پیار کرتا تھا۔۔۔

۔اس کے بیٹے کا آج ایک کار ساتھ ہیوی بائیک ٹکرانے سے ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا۔سلار سائیگل کے بیٹے احمد سلار سائیکل کو بائیک چلانے کا بہت شوق تھا۔۔۔

۔اس کی عمر ابھی ایسے شوق پالنے والی نہیں تھی مگر اپنے باپ شہ پر احمد سلار سائیگل اکسر بائیک کی ریس لگاتا تھا۔۔آج بھی وہ یہی کر رہا تھا کہ سامنے آنے والی کار کی زد میں آکر وہ بہت بری طرح سے زخمی ہو کر ہاسپٹل میں پہنچ گیا تھا۔۔۔۔

۔سر ہمت رکھے اور سچائی کا سامنا کریں۔ آپ کے بیٹے کی حالت بہت خراب ہے۔ہم آپ کو کو چھوٹا دلاسہ نہیں دینا چاہتے۔۔۔اگر آپ کے بیٹے کی زندگی بچ بھی گئی تو وہ نا تو ساری زندگی چل سکے گا اور نا ہی بول سکے گا۔۔۔

۔ڈاکٹر بکواس بند کرو۔ اگر میرے بیٹے میرے کچھ ہوا تو میں تمہیں زندا گاڑ دوں گا۔۔ جتنا پیسا لگتا ہے لگاؤ مگر میرے بیٹے کو پہلے جیسا کرو۔۔۔وہ اپنے سینسز میں نہیں تھا۔۔۔سلار صبر کریں اور اس رب کے سامنے پیش ہو کر اپنے گناہوں کی معافی مانگیں۔۔۔

۔شائد خدا آپ کو معاف کر دیں اور ہمارے بیٹے کی جان بچ جائے۔اس بیوی جو اس بلکل پاس ہی بیٹھی ہوئی تھی۔ڈاکٹر کے جانے کے بادوہ اس کی پیٹھ تھپتھپاتے ہوئے بولی تھی۔۔



۔سلار نے اک اٹھا کر روتی ہوئی سرخ آنکھوں سے اپنی بیوی کی جانب دیکھا تھا۔۔ آج پہلی بار اسے اپنی کی بات پر غصہ نہیں آیا تھا۔۔۔

۔اس کے اندر کے انسان نے اسے جھنجوڑتے ہوئے کہا کہ اس کی بیوی سہی بول رہی ہیں۔۔۔وہ وضو کر جا کر جائے نماز پر ہاتھ باندھے کھڑا اللہ سے طوبہ کر رہا تھا۔۔اسے خود یاد نہیں تھا کہ آخری بار اس نماز کب پڑی تھی۔۔۔

۔جب سے ہوش سنبھالا تھا گناہ ہی گناہ کر تا رہا۔۔۔۔

۔وکالت پاس کی تو اس پیشے کو سہی طرح استعمال ہی نہیں کیا۔پیسے کے نشے میں سہی اور غلط کا فرق مٹا کر بس پیسے کے پیچھے لگا انسان سے جانور بن گیا۔۔ آج اپنے بیٹے کی زندگی مانگتے ہوئے وہ اپنے گناہوں پر بہت شرمندہ تھا۔۔۔

۔اللہ کب کسی گناہ گار بندے کو سیدھے راستے پر گامزن کر دے کسی کو نہیں پتہ ہوتا۔۔ آج وہ اپنے ہر عمل کی اپنے رب سے معافی مانگ رہا تھا۔۔



۔آپریشن تھیٹر میں اس کے بیٹے کا آپریشن چل رہا تھا۔۔۔ڈاکٹرز کی جانب کوئی اچھا رسپانس نہیں تھا ۔۔۔پاس بیٹھی ہوئی اس کی بیوی بھی جائے نماز پر رو رہی تھی۔۔۔وہ جانتی تھی کہ آج اس کے شوہر کے گناہوں کی سزا ان کی اولاد کو مل رہی ہے۔۔۔

۔بیٹی جو اتنی نفرت کرتی تھی اپنے باپ سے کہ بہت کم عمر میں ہی اس نے اپنی جان لینے کی کوشش کی تھی۔۔جب اس نے دیکھا تھا کہ اس کا باپ ہر دن ایک نئی عورت کو اپنے گھر میں لاتا ہے۔اتنی ناسمجھ نہیں تھی کہ اسے یہ سمجھ نہ آتا کہ وہ کس طرح کا شخص ہے۔۔۔اس کی زندگی بچانے کے لیے اسے اپنے بھائی کے گھر چھوڑ دیا تھا۔۔۔وہ اپنا گھر ہوتے ہوئے بھی نہیں آتی تھی۔۔۔

۔اور بیٹا جو زندگی اور موت کے بیچ میں جھول رہا تھا یہ سب اس شخص کے گناہوں کی سزا تھی جس کو اس بچے اور اس کی بیوی بھگت رہے تھے۔۔

○○○○○○○○○

۔

۔وہ روتی ہوئی آنکھوں کو صاف کرتے ہوئے کالج سے باہر جارہی تھی۔۔کہ سامنے سے آتے ہوئے کسی شخص سے وہ ٹکرائی تھی۔۔وہ لڑکھڑاتے قدموں سے گرنے لگی تھی کہ مقابل نے اس کی قمر پر ہاتھ رکھتے ہوئے اسے گرنے سے بچالیا۔۔۔۔

۔شفا آپ ٹھیک ہو!!نیو پروفیسر کی بھاری مردانہ آواز سے شفا نے اپنی آنکھوں کو صاف کرتے ہوئے خود کو سنبھالتے ہوئے پیچھے کیا تھا۔۔۔

۔میں نے پوچھا شفا کیا آپ ٹھیک ہو!اس کو مسلسل روتے ہوئے دیکھ پروفیسر نے اپنا سوال دہرایا تھا ---

۔سر میرے بھائی کا ایکسیڈینٹ ہو گیا ہے۔وہ ہاسپٹل میں ہے۔وہ روتے ہوئے بول رہی تھی۔۔۔ آؤ مائی گاڈ۔پروفیسر نے بہت افسوس سے کہا۔۔۔

۔کس ہاسپیٹل ہے آپ کا بھائی؟؟

سر سید ہاسپٹل میں!

چلے میرا گھر بھی اسی طرف ہے میں آپ کو چھوڑ دو گا اور آپ کے بھائی سے بھی مل لوں گا۔۔۔



۔نہیں سر میں چلی جاؤں گی!

میری گاڑی آگئی ہے۔۔

۔اوکے آپ چلے اپنی گاڑی میں میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے آرہا ہوں۔۔ آپ پریشان نہیں ہوں انشاءاللہ آپ کا بھائی ٹھیک ہو جائے گا۔۔۔

پروفیسر نے تسلی دیتے ہوئے کہا۔۔

۔جی سر تھینک یو وہ کہتی ہوئی کالج گیٹ سے باہر نکل آئی تھی ۔۔سامنے ہی اس باپ کی بڑی سے خوبصورت گاڑی اس کا انتظار کر رہی تھی ۔۔۔کوئی اور وقت ہوتا تو شاید وہ کبھی اس گاڑی میں سوار نہیں ہوتی ۔۔ مگر اس وقت اسے اپنے اکلوتے بھائی کے پاس جانا تھا۔جو زندگی اور موت کے بیچ جھول رہا تھا۔۔۔

۔اسے نفرت تھی اپنے باپ کی جائیداد سے۔دولت شہرت سے۔۔وہ اپنے ماموں کے پاس ہی رہتی تھی ۔۔۔کچھ دن پہلے جب اس کے ماموں کے بیٹے کی شادی تھی ۔۔اس کی ملاقات ہوئی تھی ۔۔۔
اپنے بھائی سے احمد کتنا خوش لگ رہا تھا وہ بھی اپنی بہن سے بہت پیار کرتا تھا۔۔ مگر اس کے باپ کے حد سے زیادہ لاڈ پیار نے اسے صحیح اور غلط کا فرق نہیں سمجھایا تھا۔۔۔



۔ آج اسی شخص کے وجہ سے اس کا بھائی زندگی اور موت کے بیچ لڑ رہا تھا وہ کلاس میں تھی جب اسے فون آیا کہ اس کے بھائی کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے۔۔۔

۔اس کی حالت بہت زیادہ سیریس ہے شفا کی جان نکل گئی تھی یہ سن کر،ماہی بھی نہیں تھی جس کے ساتھ روکر اپنا دل ہلکا کر لیتی۔۔۔۔ماہی اس دن کے بعد ابھی تک کالج نہیں آئی تھی۔۔۔جب سے پروفیسر نے اسے ڈانٹ کر بھیجا تھا۔وہ اپنے گھر گئی ہوئی تھی۔۔۔۔

oooooooo

۔شاہ میر نے اب تک جتنے بھی ثبوت اکھٹے کیے تھے۔اس سب کے حساب سے یہی ایریا لگ رہا تھا جہاں پر مرہا کو ہونا چاہیے۔۔ یہ لانڈی کورنگی کی ایک ویران سی سائیڈ تھی ۔۔۔جہاں پر تقریباً آبادی نہ ہونے کے برابر تھی۔۔۔

۔پاس سے ریلوے کی پٹڑی کچھ ہی دوری پر تھی ۔۔۔شاہ میر سے جب اس آدمی نے فون پر بات کی تھی تو شاہ میر نے سنی تھی۔پیچھے سے آتی ہوئی ریلوے کی آواز۔۔۔۔

۔اور جب دوبارہ کال کی تو اس وقت دور کہیں سے کسی مسجد میں اعلان ہو رہا تھا جنازے کا اعلان کرتے ہوئے قاری صاحب نے جس مسجد میں نماز جنازہ ادا کرنے کا بتایا تھا۔۔۔شاہ میر نے جب پتہ لگایا تو وہ مسجد بھی یہاں پر پاس ہی تھی۔۔۔۔اس کا مطلب کہ مرہا کو اس شخص نے اسی جگہ پر رکھا ہوا تھا ۔۔۔مگر کہاں یہ بات بالکل اسے سمجھ نہیں آرہی تھی۔۔۔۔یہاں پر تو دور دراز چند ایک گھر تھے اور وہ بھی کافی غریب غربہ لوگوں کے۔۔۔

وہ پچھلے دو گھنٹوں سے اپنی جیپ لیے اسی ایریے میں گھوم رہا تھا۔اس نے صبح سے کچھ نہیں کھایا تھا ۔۔۔آج دوسرا دن ختم ہونے والا تھا۔ مگر اسے نہیں پتہ کہ میرہا کہاں تھی۔۔۔۔۔۔جیپ کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے کھڑا خالی نظروں سے سوچ رہا تھا۔۔۔۔

۔بھوک اور تھکن سے سر میں شدید درد کی لہریں دوڑ رہی تھیں۔۔اس وقت اسے نہ کچھ کھانے کا ہوش تھا نہ پینے کا،بس اسے تو ہر حال میں مرہا تک پہنچنا تھا۔۔۔

۔اے اللہ مجھے تیرے سوا کوئی آسرا نہیں ہے مجھے راستہ دکھا مجھے پہچادے اس تک۔کوئی تو اشارہ دے میرے رب وہ اکیلا کھڑا ہوا گاڑی کے ساتھ ٹیک لگائے رو رہا تھا۔۔۔



۔اپنے آنسوں صاف کرتے ہوئے وہ خالی نظروں سے اس کالی سیاہ بلی کو دیکھ رہا تھا جو کب سے ایک ہی جگہ پر بیٹھ کر اپنے پنجوں سے مٹی کو کرید کر پیچھے کر رہی تھی۔۔۔۔

۔ایک پلاسٹک بیگ تھا جو مٹی کے اندر دبا ہوا تھا جو اس کے پنجے کے ساتھ وہ اٹک گیا۔ وہ پلاسٹک شاپنگ بیگ سے خود کو چھڑوانے کی کوشش میں اچھل رہی تھی ۔۔شاید وہ ڈر رہی تھی کہ یہ اس کے پاؤں سے کیا لگ گیا ہے۔۔۔۔

۔شاہ میر خالی نظروں سے اس کالی سیاہ بھیانک بلی کو بڑے غور سے دیکھ رہا تھا۔جب اسے کچھ عجیب سا محسوس ہوا وہ چلتا ہوا اسی جگہ پر آ گیا جہاں پر وہ بلی کچھ دیر پہلے مٹی کرید رہی تھی۔کیونکہ وہ تو شاہ میر کو دیکھ شاپنگ بیگ سمیت ہی بھاگ چکی تھی۔۔۔

۔ایک چھوٹے سے سوراخ سے سے ہلکی سی روشنی نظر آئی تھی جس کو وہ دور سے محسوس کرتے ہوئے یہاں تک آیا تھا۔۔رات ڈھلنے لگی تھی اس لیے ہلکی سی روشنی بھی اندھیرے میں واضح محسوس ہوئی تھی۔۔۔

۔صرف روشنی ہی نہیں تھی شاہ میر نے جب اس جگہ پر جھک کر اپنا کان رکھا تو کسی کی دبی دبی سی سسکیوں کی آواز آ رہی تھی۔ جیسے کوئی بہت تکلیف میں ہو، آواز بہت کم تھی۔ کبھی تو شاہ میر کو ایسے لگا کہ یہ اس کا وہم ہے۔۔۔

۔مگر پھر اس کے دل نے جس رفتار سے دھڑکنا شروع کیا تھا اس کے دل سے یہ آواز آئی کہ اس کی مرہا یہیں کہیں پر ہے۔۔۔

۔اس نے اپنے ہاتھوں سے پاگلوں کی طرح گھٹنوں کے بل بیٹھتے ہوئے ہاتھوں سے مٹی کو کرید کرید کر سائیڈ پر کرنا شروع کر دیا۔۔۔

۔پولیس والا تھا تو اس کا اندازہ بالکل ٹھیک نکلا کیونکہ کافی ساری مٹی ہٹانے کے بعد نیچے ایک کھڑکی تھی ۔جس کو شاہ میر نے کھولا تو نیچے شاید کوئی بیسمنٹ تھی کیونکہ سیڑھیوں سے نیچے اترنے کا راستہ نظر آرہا تھا۔۔۔

۔اسے مٹی کریدنے میں زیادہ مشکل نہیں ہوئی کیونکہ مٹی بالکل نرم تھی۔کسی نے بس اس کھڑکی کو چھپانے کے لیے ہی اوپر ڈالی تھی۔۔۔

۔شاہ میر آہستہ آہستہ قدموں سے اپنی پسٹل کو سامنے کی طرف تانے ہوئے سیڑھیوں سے سنبھل سنبھل کر ایک ایک قدم نیچے اتار رہا تھا۔۔۔

۔اسے اندازہ نہیں تھا نیچے کیا ماحول ہے کتنے لوگ ہیں کیا خطرہ ہے۔وہ محتاط انداز سے نیچے اتر رہا تھا۔۔۔۔بیسمینٹ منٹ میں روشنی تقریباً نہ ہونے کے برابر تھی۔۔۔

۔مگر اب وہ جو سسکیاں تھی وہ اسے واضح سنائی دے رہی تھی۔کوئی تھا اندر جو شاید درد سے کراہ رہا تھا ۔اندر کوئی اور موجود نہیں تھا اس بات کا احساس اسے اندر آتے ہی اندازہ ہو گیا کیونکہ اگر کوئی ہوتا تو اس پر حملہ ضرور کرتا۔۔۔۔

۔اس کے آنے کی کسی کو کوئی خبر نہ تھی۔۔۔اب اس کے قدم آتی ہوئی سسکیوں کی جانب بڑے تھے۔۔اسے یہ پہچاننے میں دیر نہیں لگی تھی، کہ وہ اس کی جان تھی۔۔۔وہ مرہا تھی جس کے ہاتھ اور پاؤں بندھے ہوئے تھے منہ پر ٹیپ لگی ہوئی تھی۔۔۔۔

۔اس کے کپڑوں کی حالت ایسی تھی کہ شاہ میر کا دل پھٹنے کو تھا بازو پھٹے ہوئے تھے دوپٹہ گلے میں نہیں تھا کھلے ہوئے بال اور ناز یبہ حالت کو دیکھ کر شاہ میر خود میں ہی مر گیا تھا۔۔۔۔۔

۔مگر پھر اسے اتنی تکلیف میں دیکھتے ہوئے بھاگ کر اس کے قریب گیا۔وہ ایک بڑا سا چوہا جو اسے پاؤں پر بار بار کاٹ رہا تھا۔۔۔جس کی وجہ سے وہ درد سے دیوار کے ساتھ لگی ہوئی رو رہی تھی۔۔۔

۔پاس پڑا ہوا ڈنڈا اٹھا کر شاہ میر نے اس چوہے کو مارا وہ بھاگا تھا مگر شاہ میر کی پکڑ سے بچ نہیں سکا۔دو ہی سیکنڈ میں شاہ میر نے اس کا خاتمہ کر دیا۔۔۔۔

۔وہ ایک ٹھنڈی آہ بھرتا ہوا مرہا کے پاس گھٹنوں کے بل بیٹھ کر اپنے سینے سے لگا گیا۔۔۔وہ رو رہی تھی۔وہ بھی رو رہا تھا۔۔۔۔۔۔مرہا کی اس وقت جو حالت تھی ایک مرد کے لیے اپنی بیوی کو ایسے حال میں دیکھنا مرنے سے کہیں زیادہ تکلیف دہ تھا۔۔۔

۔پیچھے ہٹ کر اس کے ماتھے پر لب رکھ کر ماتھے کو چومتے ہوئے شاہ میر اس کے ہاتھ کھولنے لگا۔۔۔وہ بنا وقت ضائع کیے یہاں سے نکلنا چاہتا تھا۔۔۔اسے نہیں اندازہ تھا کہ خطرہ اس سے کتنی دوری پر ہے۔۔۔۔

۔اس کے منہ سے ٹیپ ہٹائی میر مجھے پتہ تھا آپ مجھ تک پہنچ جائیں گے وہ روتے ہوئے شاہ میر کے گلے میں باہیں ڈال کر اونچی آواز میں سسکیوں سے رونے لگی تھی۔۔۔

۔شاہ میر نے اس کے پاؤں کھولے اور بنا جواب دیے اسے جھک کر اپنے کاندھے پر اٹھا لیا۔۔۔۔ ایک ہاتھ سے پسٹل کو تھامے وہ بہت محتاط انداز سے سیڑھیوں کے اوپر چڑھتا ہوا تیزی سے اپنی گاڑی کی جانب آیا۔۔۔۔ مرہا کو گاڑی کی فرنٹ سائیڈ کا دروازہ کھول کر بڑے آرام سے اندر بٹھایا اور دروازہ بند کرتے ہوئے دوسری جانب سے تیزی سے ہوتا ہوا جیپ میں بیٹھ گیا۔۔۔۔

۔وہ فوراً سے پہلے یہاں سے نکلنا چاہتا تھا۔۔۔ میر آپ مجھ سے بات کیوں نہیں کر رہے۔ کافی دیر کی خاموشی کے بعد جب وہ کافی دور آ گئے تو مرہا نے روتے ہوئے میر کی گال پر ہاتھ رکھ کر پوچھا۔۔۔



۔مرہا خاموش ہو کر بیٹھی رہو اور میں نہ ہی بولوں تو زیادہ بہتر ہے۔۔ گہر آلود نظروں سے دیکھتے ہوئے شاہ میر نے اپنی خاموشی توڑی اور مرہا کا ہاتھ جھٹک کر پیچھے کر دیا۔۔۔

۔میر آپ ایسا کیوں بول رہے ہیں!! اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ میر اس کا ہاتھ جھٹک سکتا ہے وہ بھی جب وہ اتنی تکلیف میں تھی۔۔۔۔

۔تم میں نہیں پتا کہ میں ایسا کیوں بول رہا ہوں۔۔۔ تمہیں میں نے سمجھایا تھا کہ مرہا تم اکیلی گھر سے نہیں نکلو گی۔ اور اپنا خیال رکھو گی۔۔۔۔۔

۔یہ خیال رکھا ہے تم نے اپنا۔ اس کی جانب دیکھتے ہوئے شاہ میر نے ایک ایک لفظ کو چباتے ہوئے غصے سے کہا تھا۔ ایک دم سے اس نے گاڑی کو بریک لگاتے ہوئے اپنی شرٹ اتار کر اس کے کاندھوں پر پھیلائی تھی۔۔ اس کے پھٹے ہوئے کپڑوں سے جھلکتے وجود کو چھپانے کے لیے۔۔۔

۔میر جسے غلطی ہو گئی، مگر میں نے آپ کو فون کیا تھا۔۔ آپ کا فون بند تھا۔ وہ پھر سے سٹیرنگ پر نظر جمائے گاڑی چلانے لگا تھا۔۔



۔فون بند تھا میں مر تو نہیں گیا تھا۔ زندہ تھا نا کچھ دن دیر انتظار کر لیتی مگر نہیں تمہیں تو اپنے بے وقوفی والے دماغ سے ہی سوچنا تھا۔۔

۔میر مجھے فون آیا تھا کہ بھائی کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے۔۔اس لیے مجھے اس وقت نہیں کچھ سمجھ آیا اور میں بھائی کو دیکھنے ہاسپٹل جا رہی تھی۔۔۔مجھے کیا پتہ تھا کہ یہ کسی کی سازش ہے۔۔۔

۔وہ ہچکیوں کے ساتھ روتی ہوئی بار بار شاہ میر کا ہاتھ پکڑنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔۔جسے وہ ہر بار جھٹک کر پیچھے کر دیتا۔۔

۔مرہا تم چپ کر جاؤ اس وقت تم مجھے کچھ بھی ایسا بولنے پر مجبور نہ کرو، جس کا پچھتاوا ساری زندگی تمہیں بھی رہے اور مجھے بھی۔۔۔

میں اس وقت تمہاری کسی بھی بات کو سننے کے موڈ میں نہیں ہوں۔۔تمہیں اس حالت میں دیکھنا میرے لیے مرنے سے کہیں زیادہ بدتر ہے۔۔۔اس کے چہرے پر ایک ناگوار نظر ڈالتے ہوئے سامنے دیکھنے لگا۔۔



۔وہ روتے ہوئے زبان سے چپ کر گئی تھی۔۔کیونکہ یہ شاہ میر کا ایسا روپ تھا جسے اس نے آج سے پہلے نہیں دیکھا تھا۔۔۔شامیر کی نسیں خود سے تنی ہوئی تھی۔۔۔وہ پتہ نہیں اسے کہاں لے کر جا رہا تھا۔کیونکہ یہ راستہ شاہ میر کے گھر کی جانب تو بالکل نہیں جا رہا تھا۔دونوں خاموش اپنے اندر درد کا طوفان لیے ہوئے بیٹھے تھے۔۔

۔جب لفظ تھک گئے تو پھر آنکھوں نے بات کی! جو آنکھیں بھی تھک گئی تو اشکوں سے بات ہوئی!!

مرہا بار بار روتی ہوئی آنکھوں سے اپنے میر کے چہرے کو دیکھ رہی تھی۔ جہاں اس وقت نہ تو مرہا کے لیے محبت تھی نہ ہی شاہ میر کی وہ مر مٹنے والی نظر اسے دیکھ رہی تھی۔۔۔۔۔۔

○○○○○○○○○○

۔شفا میری بچی تم آ گئی دیکھو شفا تمہارا بھائی کس حال میں ہے شفا کی ماں دور سے ہی اپنی بیٹی کو دیکھ تڑپتے ہوئے اس کی جانب آئی۔۔۔

۔اس کے گلے لگ کر دونوں ماں بیٹی آنسوں سے رو رہی تھی۔ جبکہ پیچھے پیچھے پروفیسر بھی آکر کھڑا ہو گیا تھا، جو کہ اس کے بھائی کی عیادت کرنے آیا تھا۔۔

امی آپ نے کیوں اسے بائیک ریس میں جانے دیا۔ شفا روتے ہوئے بولی تھی۔ بیٹا میں نے اسے بہت منع کیا۔ تمہیں پتہ ہے کہ تمہارے باپ کی شے اسے اس مقام پر لے آئی ہے۔۔۔

۔وہ کہاں سنتا تھا میری اس کی ماں روتے ہوئے شکوہ گر نظروں سے کہہ رہی تھی۔۔۔

ابھی وہ رو ہی رہی تھی کہ اپریشن تھیٹر کا دروازہ کھلا اور ڈاکٹر باہر نکلا۔۔سلار سائیگل جو کرسی پر بیٹھا ہوا رو رہا تھا۔۔

۔پاگلوں کی طرح بھاگ کر ڈاکٹر کے پاس جا کر کھڑا ہوا۔اس کی نظریں پوچھ رہی تھی کہ اس کا بیٹا ٹھیک ہے یا نہیں مگر اس کی زبان ساتھ نہیں دے رہی تھی۔۔۔

۔سلار صاحب آپ کے لیے ایک گڈ نیوز ہے اور ایک بیڈ۔۔۔۔گڈ نیوز یہ کہ آپ کی بیٹے کی جان بچ گئی ہے۔مگر بیٹ نیوز یہ ہے جس سے ہم آپ کو پہلے ہی آگاہ کر چکے تھے۔۔۔

۔آپ کا بیٹا ساری زندگی نہ تو چل سکتا ہے نہ بول سکتا ہے۔آپ کے بیٹے کے چہرے پر چوٹ لگنے کی وجہ سے زبان آدھے سے زیادہ کٹ چکی ہے۔۔

۔اور دونوں ٹانگیں ہمیں کاٹنی پڑی کیونکہ اگر یہ نہیں کرتے تو زہر پوری باڈی کو متاثر کرتا۔۔ٹانگیں بلکل کچلی جا چکی تھی۔۔۔۔

جن کو ٹھیک نہیں کیا جا سکتا تھا۔ یہ ڈاکٹر کے الفاظ سلار سائیکل کے کانوں میں پڑے تو وہ وہیں۔ سر پر ہاتھ رکھے زمین پر بیٹھ کر رونے لگا تھا۔۔۔۔

۔یہی سچ تھا کہ آج اس کے گناہوں کی سزا اس کا بیٹا بھگت رہا تھا۔ آج سلار سائیگل جو پیسوں پر غرور کرتے ہوئے انسان کو انسان نہیں سمجھتا تھا۔۔

۔عورت کی عزت کو عزت نہیں سمجھتا تھا۔ آج اس کا وہ پیسہ اس کے بیٹے کو نہیں بچا سکتا تھا۔اس کا بیٹا ہمیشہ کے لیے مفلوج ہو گیا تھا۔۔

۔ساری زندگی اب اس نے اپنے اکلوتے بیٹے کو ایسے ہی دیکھنا تھا یہ ساری باتیں سوچتے ہوئے وہ پاگلوں کی طرح اپنے چہرے پر تھپڑ مارتے ہوئے رو رہا تھا۔۔۔۔

۔کیوں رو رہے ہیں آپ ؟؟؟؟

اب رونے کا کوئی فائدہ نہیں ہے اچھا ہوا آپ کے گناہوں کی سزا بھائی کو ملی۔مجھے بھی ملنی چاہیے ہمیں مر جانا چاہیے۔جن کا باپ آپ جیسا ہو۔۔۔۔

۔شفا بنا ہاسپٹل کا لحاظ کیے وہاں پر یہ الفاظ بول رہی تھی۔جبکہ تھوڑی دوری پر کھڑا ہوا پروفیسر بالکل سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ یہ سب وہ کیوں بول رہی ہے۔۔۔

۔حالانکہ ایسے وقت میں تو اولاد اپنے ماں باپ کو تسلی دیتی ہے۔پروفیسر نے اپنے دماغ میں سوچا تھا۔۔

۔جبکہ یہ لڑکی جو کالج میں زیادہ تر خاموش ہی رہتی تھی۔آج وہ آنسوؤں سے روتی ہوئے اپنے باپ کو طعنے دے رہی تھی۔۔۔

۔پروفیسر کو مناسب نہیں لگا وہاں پر کھڑا ہونا۔کیونکہ ان کی فیملی کے کچھ الگ سے ایشوز تھے۔وہ الٹے قدموں وہاں سے نکل آیا تھا۔۔مگر سارے راستے وہ سوچتا رہا کیا ہے ایسا جو وہ لڑکی اس طرح بول رہی تھی۔۔۔

oooooooooo

۔کون تھا وہ!!!اس پاؤں کی ڈریسنگ کرتے ہوئے بنا اس کی جانب دیکھے شاہ میر نے سوال کیا۔۔

سل۔۔۔سلار۔۔۔وہ اٹکتے ہوئے بولی تھی۔۔۔

کون سلار؟؟

سوالیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔

۔وہ وہی ہے جو بتاتے ہوئے رونے لگی تھی۔۔۔

۔مرہا رونے کے کے لیے ساری زندگی پڑی ہے آرام سے روتی رہنا۔۔مگر پہلے مجھے یہ بتاؤ کہ کون سا لار کیا میں اسے جانتا ہوں آواز میں تلخی نمایاں تھی۔۔

۔پتہ نہیں مگر وہ ہمارے ولیمے پر بھی آیا تھا۔۔۔اور یہ وہی ہے جن کے گھر ہم رہتے تھے۔۔یہ وہی ہے جو!!وہ کہتے ہوئے جس تڑپتے روئی تھی۔۔۔شاہ میر سمجھ گیا کہ یہ وہی گھٹیا شخص ہے جس نے بچپن میں مرہا کی روح پر زخم دیے تھے۔۔



۔شاہ میر سوچنے لگا تھا کہ وہ شخص اس کے ولیمے میں کیا لینے آیا تھا۔کیا وہ اس شخص کو جانتا ہے۔۔زمین پر بیٹھے ہوئے دیوار سے سر ٹکائے سگریٹ پیتے ہوئے خراب حالت سے بیٹھا ہوا سوچ رہا تھا۔۔۔

۔جبکہ مرہا کو اس نے دوا کھلا کر بیڈ پر سلا دیا تھا۔۔اس کے اوپر کمبل ڈالتے ہوئے شاہ میر نے اسے کور کر دیا۔

۔وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس وقت وہ مرہا کو ایسی حالت میں دیکھے۔ بامشکل مرہا کو اس نے تھوڑا سا کھانا کھلایا تھا۔جب کہ خود وہ ابھی بھی بھوکا بیٹھا ہوا تھا۔۔۔

۔دوائی میں نیند کا اثر ہونے کی وجہ سے مرہا سو چکی تھی۔ جبکہ شاہ میر بیٹھا ہوا سوچ جا رہا تھا۔۔

۔شاہ میر اس وقت اپنے گھر سے بہت دور ایک سائیڈ ایریا پر تھا۔ کیونکہ اس نے اپنے گھر والوں کو یہی بتایا تھا کہ اس کی پوسٹنگ اسلام آباد میں ہو چکی ہے۔۔۔

۔مگر وہ کراچی میں ہی تھا ایک اپٹمنٹ جس کی سکیورٹی بے حد مضبوط کیے سب سے اوپر والے پورشن پر اس نے مرہا کو لا کر رکھا تھا۔۔۔

۔مرہا کو ایسی حالت میں وہ کبھی بھی اپنے گھر نہیں لے جا سکتا تھا۔۔مرہا کی عزت اسے بہت عزیز تھی۔ مگر اس وقت اسے مرہا پر حد سے زیادہ غصہ تھا۔۔۔

۔وہ مرہا کی طرف دیکھنا بھی نہیں چاہتا تھا۔کوئی ہمدردی کوئی محبت بھرے الفاظ اس میں مرہا سے نہیں بولے تھے۔۔۔

۔اب اسے اس شخص کے بارے میں سب کچھ جاننا تھا۔۔پوری رات وہ اپنے لیپ ٹاپ پر بیٹھا ہوا ہر زاویے سے اس کیس کو دیکھتے ہوئے۔ معلومات اکٹھی کر رہا تھا۔۔اس نے صبح ہونے سے پہلے اس شخص تک پہنچنے کا عہد کر لیا۔۔۔



۔مرہا کے ساتھ ہی یہ حرکت دوبارہ کر کے اس نے شاہ میر کی روح تک کو چھلنی کر دیا۔۔اس وقت شاہ میر زخمی شیر سے بھی زیادہ خطرناک ہو گیا۔۔۔

۔صبح فجر کی اذان ہونے لگی تھی۔وہ اب تک لیپ ٹاپ پر بیٹھا ہوا تھا۔مگر اب تقریباً وہ ساری کڑیاں ملاتے ہوئے اس شخص کی گردن تک پہنچ چکا تھا۔۔

۔اس نے اٹھ کر وضو کیا اور جائے نماز پر کھڑا ہونے سے پہلے ایک نظر سوئی ہوئی مرہا کے چہرے پر ڈالی تھی۔۔

۔یہ وہ چہرہ تھا جس میں شاہ میر کی جان بستی تھی۔۔ آج وہ پاس ہو کر بھی اس کے پاس نہیں جا رہا تھا ۔۔۔۔جائے نماز پر کھڑے ہو کر اللہ کی بارگاہ میں سجدہ ریز تھا۔۔۔

ooooooooooo,

"شاہ مجھے بہت بھوک لگی ہے جلدی سے کھانا آرڈر کریں۔روم میں آتے ہی میرب نے اپنی فرمائش کی تھی۔۔۔

۔میم اگر آپ کی اجازت ہو تو پہلے میں فریش ہو لوں۔۔اس کے بعد کھانا آرڈر کر دوں گا۔وہ بیگ اندر رکھتے ہوئے ادب سے سینے پر ہاتھ رکھے ہوئے جھک کر بولا تھا۔۔۔

۔جی جی میری طرف سے اجازت ہے آپ پہلے فریش ہو لیں۔اس کے بعد کھانا آرڈر کر دیجئے گا۔وہ کھی کھی کر کے ہنسی تھی۔۔۔

۔"بڑی ہنسی آرہی ہے !میری جان کھانا کھالو اس کے بعد جب تمہاری جان نکالوں گا۔۔پھر مجھے ایسے ہی کھی کھی کر کے ہنس کے دکھانا۔۔وہ اپنے کپڑوں والے بیگ سائیڈ پر رکھتے ہوئے اپنی ایک آنکھ ونگ کرتا ہوا بولا تھا۔۔

۔آپ پہلے مجھے کھانا کھلائیں بعد میں دھمکیاں دے لیجئے گا۔۔ویسے بھی میرب کو اب ڈر نہیں لگتا۔وہ بالوں کو جھٹکا دیتے ہوئے اپنا ہینڈ بیگ اتار کر ٹیبل پر رکھتے ہوئے، نظروں سے پورے کمرے کا جائزہ لیتے ہوئے بڑے اطمینان سے بولی تھی۔۔

۔چلو یہ تو بہت اچھی بات ہے کہ اگر تمہیں مجھ سے ڈر نہیں لگتا۔میرے تو پھر ترکی میں آکر مزے ہی ہو جانے ہیں۔اگر تم مجھ سے نہیں ڈرو گی تو۔وہ بدمعاشی سے آنکھیں نکالتے ہوئے اس کے قریب آگیا۔۔

۔شش۔۔شاہ۔۔کیا کر رہے ہیں آتے ہی شروع ہو گئے ہیں۔پہلے آپ مجھے کھانا کھلائیں اور اس کے بعد مجھے خوب گھمانا ہے آپ کو۔

۔کیوں تم تو مجھ سے ڈرتی نہیں پھر یہ لفظ کیوں ٹوٹ جاتے ہیں میرے پاس آنے سے۔۔اس کی کمر پر ہاتھ رکھتے ہوئے جھٹکے سے اپنے قریب کرتے ہوئے بولا۔۔

۔نہیں جی میرے لفظ آپ کے پاس آنے سے نہیں ٹوٹتے۔یہ جو آپ مجھے بڑی بڑی آنکھیں دکھاتے ہیں وہ بھی لال والی اس سے ڈر کر میرے لفظ ٹوٹ پھوٹ جاتے ہیں۔۔۔شاہ کے گلے میں دونوں ہاتھ ڈالے ہوئے بڑی نارمل پریزنٹ کرواتے ہوئے بول رہی تھی۔۔۔

۔ہمم پکی بات ہے کہ اگر میں تمہیں اپنی یہ آنکھیں۔لال والی آنکھیں نہ دکھاؤں تو تمہارے لفظ نہیں ٹوٹیں گے اور نہ ہی تمہاری اکھڑے گی۔۔وہ آنکھیں کھول کر ایک انگلی سے اپنی آنکھوں کی جانب اشارہ کرتے ہوئے دوسرا ہاتھ اس کی کمر میں ڈال کر اپنے ساتھ ہوئے بول رہا تھا۔۔۔

۔ہاں بالکل اگر آپ مجھے اپنی یہ لال والی آنکھوں سے گھوریں گے نہیں تو،نہ تو میرے لفظ ٹوٹیں گے اور نہ ہی میری سانسیں اکھڑیں گی،اپنی گردن کو دائیں بائیں ہلاتے ہوئے آنکھوں کو ٹمٹما کر بول رہی تھی۔۔۔

۔شاہ کے لب مسکرائے تھے اس کی وہی بچکانہ رکھتے دیکھ کر۔ آج بہت دنوں کے بعد میرب کو یہ بچوں والا دورہ پڑا تھا۔۔

۔میرب کا یہ بچکانہ روپ شاہ کو بہت اچھا لگتا تھا۔میرب کی ایسی حرکتوں کو دیکھ شاہ اپنی زندگی کی بہت ساری محرومیوں کو بھول جاتا تھا۔۔

۔شاہ۔۔ ہمم۔۔۔ آپ مجھے ایک بات سچ سچ بتائیں۔۔۔ پوچھو!!اس کے چہرے کو پیار سے دیکھتے ہوئے ایک ہاتھ اس کی کمر پہ رکھے ہوئے،اور دوسرے ہاتھ کی پشت سے اس کی گال کو سہلا رہا تھا۔۔

۔آپ مجھے اپنے ساتھ کیوں لائے ہیں؟؟

۔یہ کیسا سوال ہے؟

۔جیسا بھی سوال ہے آپ جواب دے دیں!!

۔سمپل اس لیے ساتھ لایا ہوں کیونکہ شاہ نے میرب کو بہت سارا پیار کرنا ہے جو بہت سارے وقت سے شاہ نے نہیں کیا۔

۔اووووووں!!ایسے پیار کریں گے آپ مجھے کھا کر۔۔۔شاہ نے اپنی ہمیشہ والی عادت سے مجبور ہو کر میرب کی بھولی ہوئی پنکی پنکی گال کو چومتے ہوئے دانتوں کی ضرب دی تھی۔۔۔

۔میری مرضی میں اپنی پراپرٹی کو جیسے مرضی پیار کروں۔۔۔دوسری گال پر بھی دانتوں کی چبن دے کر حق جتاتے ہوئے بولا۔۔۔

۔توٹھیک ہے پھر میں بھی اپنی پراپرٹی پر ایسے ہی حق جتاؤں گی اور اسی طرح آپ کو دانتوں سے کاٹ کاٹ کر کھا جاؤں گی۔اور میں تو ساتھ میں اپنے ناخنوں کا بھی استعمال کروں گی دھمکی دیتے ہوئے بولی تھی۔۔۔

۔منظور ہے تو پھر ہو جاؤ شاہ کی جان ریڈی۔کھانا کھالو اس کے بعد پھر ہم دونوں میں مقابلہ ہو گا۔۔اپنی اپنی پراپرٹی پر حق جتانے کا۔۔۔اپنے نیچے ہونٹ کے کنارے کو دانتوں تلے دباتے ہوئے بڑے دلکش انداز سے مسکرایا تھا۔۔۔

۔مسکرانے کے ساتھ ہی اس کے خوبصورت گہرے ڈمپل واضح ہوئے۔شاہ آپ مجھے یہ مت دکھایا کریں میرا دل بے ایمان ہونے لگتا ہے آپ پر۔

۔ڈمپل پر انگلی رکھتے ہوئے گہری نظروں سے ڈمپل کو دیکھتے ہوئے مسکرائی۔۔۔

۔میں تو چاہتا ہوں تم ہمیشہ مجھ پر بے ایمان ہی رہو۔ کبھی کھل کر اپنی بے ایمانی مجھ پر ظاہر بھی تو کرو ۔یہ ڈمپل بھی تمہارے یہ شاہ بھی تمہارا، یہ دل بھی تمہارا، "یہ جاں بھی تمہاری، جب سے آپ آئے ہماری زندگی میں ہم میں تو ہمارا کچھ رہا ہی نہیں باقی!!

۔وہ جی واہ!! میرے شاہ تو بڑے رومینٹک ہو گئے ہیں۔بڑی رومینٹک شاعری آنے لگی ہے آپ کو۔۔۔وہ قوالی والوں کی طرح ہاتھ کو ہوا میں گول کرتے ہوئے بولی تھی۔۔



۔شاہ کے سخت بیر ڈوالے گال کو بچوں کی طرح پکڑتے ہوئے مسکراتے ہوئے بولی تھی۔۔وہ اپنے شاہ کو اس طرح سے بہت دنوں بعد خوش دیکھ کر بہت خوش تھی۔۔



۔شاہ کی نازک جان شاہ کو اور بھی بہت کچھ آتا ہے۔ ذرا آپ اپنے پیٹ کی بھرپائی کر لیں تو میں اپنے سارے ٹیلنٹ کو آپ کے سامنے کھل کر پیش کروں گا۔۔ شرارتی ہوتا ہوا مسکرایا تھا۔۔

۔اوکے پہلے آپ مجھے فریش ہونے دیں باہوں کے دائرے سے نکلتے ہوئے اپنے بیگ سے کپڑے نکالنے لگی تھی۔۔

۔نہیں پہلے میں فریش ہونے جاؤں گا تو میرے کپڑے نکالو۔ تم بہت ٹائم لگاتی ہو فریش ہونے میں۔وہ واش روم میں جاتے جاتے حکم دے کر گیا۔۔

۔شاہ آپ بہت بڑے چیٹر ہیں وہ شاہ کو چالاکی سے واش روم میں گھستے دیکھ کمر پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولی۔۔

۔میری جان پریشان مت ہو آجاؤ دونوں مل کر فریش ہو لیتے ہیں مجھے تو کوئی پرابلم نہیں ہے۔۔۔

۔دروازہ بند کرتے ہوئے واپس باہر سر نکال کر بول رہا تھا۔ جبکہ میرب جو کمر پر ہاتھ رکھ کر کھڑی ہوئی تھی۔ فوراً سے اپنے کپڑے نکالنے میں مصروف ہو گئی۔۔۔

۔وہ جانتی تھی کہ وہ رومان شاہ ہے اگر اس کے دماغ کے گھوڑوں نے دوڑنا شروع کر دیا تو اسے اپنی جان بچانا مشکل ہو جائے گی۔۔۔

۔جو وہ بول رہا ہے اسے وہ کرنے میں دیر نہیں لگے گی۔شاہ کا کیا تھا اگر وہ موڈ میں آگیا تو بھوکی میرب کی جان نکالنے میں سے کون سا ٹائم لگنے والا تھا۔

۔میرب بچاری کے پیٹ میں تو بھوک سے چوہے دوڑ رہے تھے۔اسے بھلا کیا ضرورت تھی بھوکے شیر کے منہ میں ہاتھ ڈالنے کی۔

۔بروسلی کی چھوٹی بہن کیا ہوا!!بس اتنی بہادری تھی میری ایک بات سے ہی ٹائیں ٹائیں فس ہو گئی تمہاری۔۔۔

۔مجھے اب آپ سے ڈر نہیں لگتا۔۔وغیرہ وغیرہ کہاں گئی وہ ساری باتیں شیرنی جی۔۔۔

۔(بندہ اوڈیاں ہی چھڈے جڈیاں تے پورا لے سکے)۔

(نہیں سمجھ آئی میں نے کہا بندہ اتنی ہی لمبی لمبی چھوڑے جتنی کو پورا کر سکے)

۔میرب کی سوالیہ نظروں کو دیکھتے وہ سمجھ گیا تھا کہ اس کی پنجابی اب بھی میرب کے سر سے ہی گزر جاتی ہے۔اسی لیے تشریح کرتے ہوئے بولا تھا۔۔

۔میں نے کوئی لمبی لمبی نہیں چھوڑی آپ جا کر فریش ہوں۔مجھے بہت بھوک لگی ہے۔۔شاہ کی بات کو ٹالتے ہوئے اپنے اور شاہ کے کپڑے نکالنے لگی تھی۔۔۔

۔بلکہ رکیں اپنے یہ کپڑے لیتے جائیں، شاہ کا بلیک کلر کا ٹراؤزر اور شرٹ شاہ کے ہاتھ میں تھماتے ہوئے فوراً سے دروازے سے پیچھے ہو گئی۔۔

۔شاہ صاحب کا موڈ بدلنے میں دیر نہیں لگتی تھی۔اس بات کا اندازہ میرب سے زیادہ کسی کو نہیں ہو سکتا تھا۔۔۔

۔وہ مسکراتے ہوئے واش روم کا دروازہ بند کر چکا تھا۔وہ جانتا تھا کہ میرب اتنی تیزی سے کپڑے پکڑا کر پیچھے کیوں ہوئی تھی۔۔شاہ کی جان شاہ اپنے سارے حساب کتاب یہاں سے پورے کر کے واپس

لے کر جائے گا۔۔ میں بھی دیکھتا ہوں کب تک تم میرے ہاتھ سے بچتی ہو وہ سوچتے ہوئے مسکرایا تھا۔۔

۔روم کے اندر ٹھنڈ بالکل نہیں تھی کیونکہ ہیٹر چل رہا تھا۔ جبکہ باہر بہت زیادہ ٹھنڈ تھی۔ آتے ہوئے میرب کی کلفی جم رہی تھی۔ترکی میں اس وقت بہت زیادہ ٹھنڈ تھی۔۔۔

۔استنبول کے ایک بہت ہی مشہور ہوٹل میں وہ لوگ رکے تھے۔ہوٹل بے حد خوبصورت تھا۔ اور روم تو حد سے زیادہ خوبصورت تھا۔۔ شیشے کے باہر پورا استنبول نظر آرہا تھا۔۔۔

۔سمندر کا نظارہ اس میں چلتی ہوئے شپس کیا خوبصورت منظر پیش کر رہی تھی ۔روم کے اندر خوبصورت کنگ سائز بیڈ جس پر وائٹ کلر کی سمپل سی بیڈ شیٹ بچھی ہوئی تھی۔۔۔روم میں دو سنگل صوفے رکھے ہوئے تھے۔۔۔ایک دیوار پر 65 انچ کی ایل سی ڈی لگی ہوئی۔۔۔

۔میرب نے شاہ کے ساتھ کا اپنا ٹراؤزر اور شرٹ نکالا۔۔ یہ میرب نے آن لائن کافی دن پہلے منگوایا تھا۔۔ بلیک کلر کا یہ کپل سیٹ تھا۔۔ جس میں شاہ کے لیے بلیک کلر کا ٹراؤزر اور شرٹ تھی۔۔ اور سیم ویسا ہی بلیک کلر کا لیڈیز ٹراؤزر اور ٹی شرٹ تھی۔میرب نے اپنے لیے خرید اتھا۔۔

۔یہ بالکل نیو ہی پڑے تھے تو وہ اپنے ساتھ لے آئی۔۔ اور شاہ کو اس نے وہی نکال کے دیے تھے ۔۔۔ جس پر شاید ابھی تک شاہ نے غور بھی نہیں کیا۔۔

۔اب میرب نے اپنے لیے بھی وہی نکالا تھا روم میں سردی بالکل نہیں تھی۔اس لیے وہ کچھ بھی پہن سکتے تھے۔۔

００００００

۔ابا سائیں آپ نے مجھے کیوں روکا وہ اے سی پی میرے گھر پر آکر مجھے تھپڑ مار کر چلا گیا۔۔اس کی اتنی اوقات ہو گئی کہ اب وہ میرے گھر پر آکر میری بے عزتی کرے گا۔۔ خرم کو آگ لگی ہوئی تھی اے سی پی کے فضول میں تھپڑ مارنے پر۔۔

۔او چل چپ کر۔۔مانا کہ آج تیری کوئی غلطی نہیں سی۔۔ پر اتنا تو دودھ کا دھلا ہوا تو نہ ہے کہ تو نے کبھی کوئی گناہ ہی نہیں کیا۔۔۔اور اس کی بیوی کی بات تھی تو اس کا شک تجھ پر ہی آنا تھا۔۔جو اس سے پہلے تو نے کرتوت کی ہے اس کو بھی یاد رکھ لیا کر۔۔۔

۔تایا ابا آپ ہمیشہ سائیں کو ہی غلط کہہ کر چپ کروا دیتے ہیں۔حالانکہ آج سائیں کی کوئی غلطی نہیں تھی تو پھر وہ اے سی بھی کیسے سائیں کو تھپڑ مار کے چلا گیا۔۔۔

۔آج پہلی بار بیا نے بھی اپنا منہ کھولا تھا اپنے سائیں کی حمایت کے لیے۔جو کچن سے اپنے ابا سائیں کے لیے چائے لے کر آ رہی تھی۔۔

۔خرم جو غصے سے آگ بگولا ہو کر اپنے ابا سے جھگڑا کرنے میں مصروف تھا۔بیا کی حمایت کو سن کر اس کا سارا غصہ ہوا میں اڑ گیا۔۔۔اپنی مونچھوں کو تاؤ دیتے ہوئے خرم مسکرایا تھا۔۔جس کو اس کے ابا سائیں نے بھی بخوبی دیکھ لیا۔۔

۔واہ بیا پتر تو اس کھوتے کی حمایت میں بول رہی ہے۔۔۔اصل میں تو اس کے تایا ابا کو بھی بڑا اچھا لگا تھا بیا کا اپنے شوہر کی حمایت میں بولنا۔۔۔وہ اور کیا چاہتے تھے اگر بیا ان کے بد دماغ بیٹے کو سمجھتے ہوئے سنبھال لے تو۔۔۔

۔بیا کی آنکھوں میں آج اس کے تایا ابا نے جو خرم کے لیے محبت دیکھی تھی آج وہ دل سے بے فکر ہو گئے تھے اپنے اس اڈیل پتر کے لیے۔۔۔

۔اچھا ہے نا چوہدری صاحب کوئی تو ہے جو میرے پتر کی سائیڈ پر بول سکتا ہے۔۔خرم کی ماں مسکراتے ہوئے اپنے بہو اور بیٹے کی طرف داری کر رہی تھی۔۔۔



۔تو ٹھیک ہے پھر پڑھو بسم اللہ آج ہی رخصتی کر دیتے ہیں پھر بیا بیٹی کی۔۔۔جب اپنے سائیں کی فکر کر سکتی ہے تو پھر خوشی خوشی رہیں ایک دوسرے کے ساتھ۔۔۔ہمارے لیے اس سے زیادہ خوشی کی بات اور کیا ہو گی۔۔۔

۔مانور بیٹی بھی آئی ہوئی ہے تو آج کر دو اس کے ماموں کو فون وہ بھی آجائیں آج رات ہم اپنی بیٹی کو رخصت کر دیں گے۔۔۔۔

۔ویسے تو رخصت ہو کر بھی بیٹی نے ہمارے پاس ہی رہنا ہے۔ چلو کوئی نہ بیٹی سے آج بہو بنا کر رخصت کر لیتے ہیں۔ کل سے پھر بیٹی بنا لیں گے۔۔ چوہدری صاحب مسکراتے ہوئے بیں کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولے تھے۔۔

۔گھر میں ایک خوشی کا سماں بن گیا تھا بیا نے شرما کر پلکیں جھکائی تھی۔ جبکہ خرم اس کو آج پہلی بار بے حد محبت بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے مسکرا رہا تھا۔۔۔

۔ اسے اچھا لگا تھا بیا کا اپنی طرفداری میں بولنا۔۔۔وہ تو انعام دینے کا بھی وہ ارادہ رکھتا تھا۔ مگر ابھی موقع نہیں تھا۔ بیا خود پر اس کی نظروں کو محسوس کرتے ہوئے۔۔چائے وہاں پڑے ٹیبل پر رکھ کر نو دو گیارہ ہو چکی تھی۔۔۔



۔چل خرم کی ماں کچھ گھنٹے ہیں تیرے پاس کر لے تیاری۔ویسے تو زیادہ تیاری کی ضرورت نہیں ہے ۔ہم نے کون سا باہر سے کسی کو بلوانا ہے۔۔۔

۔بس بیا کے ننیال والے آجائیں گے اور ہم لوگ ہونگے اور باقی کا بڑا تام چھام ہم اس کے ولیمے میں کریں گے۔۔۔

۔پورے گاؤں کو بلوائیں گے۔۔ بلکہ ساتھ والے گاؤں بھی آئیں گے چوہدری خرم کے ولیمے ۔بہت بڑا جشن کریں گے ہم اپنے پتر کی شادی کے خوشی میں۔۔ آج پہلی بار چوہدری صاحب نے ہنستے ہوئے اپنے بیٹے کو اپنے سینے سے لگایا تھا۔۔۔ خرم کی ماں پاس کھڑی ہوئی ہاتھ اٹھا کر اللہ کا شکر ادا کر رہی تھی کہ آج باپ بیٹے نے دل اسے ایک دوسرے کو سینے سے لگایا تھا۔۔۔

00000000000

"جاؤ جلدی چینج کرو میں کھانا آرڈر کرنے لگا ہوں۔۔۔ واش روم سے نکلتے ہی بولا۔۔ وہ انٹر کام اٹھا کر کھانا آڈر کرنے کرنے لگا۔۔

۔بتاؤ کیا کھاؤ گی۔۔ فون کان کو لگائے ہوئے اس نے میرے سے پوچھا تھا۔۔

۔میرے لیے تو آپ یہاں کا کوئی مزیدار تھا جنک فوڈ منگوا دیں۔۔واش روم میں جاتے ہوئے بولی۔۔۔

۔کھانا بتاؤ کیا کھاؤ گی! کوئی جنگ فوڈ نہیں آئے گا تمہارے لیے۔۔۔اس طرح کے کھانے کھا کھا کر تم اپنی حالت دیکھو جان نام کی کوئی چیز ہے تم میں۔۔۔

۔زرا سا پاس آتا ہوں تو تمہاری جان نکلنے والی ہو جاتی ہے۔انکار کرتے ہوئے بول رہا تھا۔

۔جھوٹ تو مت بولیں شاہ جب بھی پاس آتے ہیں۔۔وہ ذرا سا نہیں ہوتا آپ میری جان نکالنے پر تلتے ہیں۔تب ہی میں مرنے والی ہوتی ہوں۔۔۔اس سے میرے کھانے کا کوئی تعلق نہیں ہے۔۔

۔رکو رکو کیا کہا!! فون کو واپس دیوار پر لگاتے ہوئے تیز قدموں سے اس کی جانب آیا تھا۔۔

۔جتنی تم بک بک کر رہی ہو ایک بار تم کھانا کھا لو اگر تمہارے ہوش نہ ٹھکانے لائے تو میرے نام بدل دینا۔۔۔واش روم کا دروازہ منہ پر بند کرنے سے شاہ اپنی بے چینیاں بیان کرتا ایک دفعہ پھر سے آ کر رسیور اٹھا کر کان کو لگائے کھانا آرڈر کرنے لگا تھا۔۔

۔شاہ ویسے میں آپ کا نام کیوں بدلوں۔۔۔کیا آپ کو اپنا نام پسند نہیں ہے۔وہ کچھ دیر کی خاموشی کے بعد اندر سے آواز دیتے ہوئے ساتھ میں کھی کھی کرکے ہنس رہی تھی۔۔

۔ایک بار باہر آجاؤ بتاتا ہوں!!!

۔نہیں ابھی بتائی میں آپ کا جواب سننے کے بعد ہی باہر آؤں گی۔۔۔وہ جان بوجھ کر شاہ کو تنگ کر رہی تھی۔۔

۔ٹھیک ہے دروازہ کھولو میں اندر آکر بتا دیتا ہوں۔۔ نہیں رہنے دے مجھے پتہ ہے میرب کے سوال بہت زیادہ کمپلیکیٹڈ ہوتے ہیں۔۔۔ آپ میرے سوال کا جواب نہیں دے سکیں گے۔۔۔

۔میرب میرا ٹائم ویسٹ مت کرو دومنٹ کے اندر تم باہر آؤ۔وہ ابھی اور کچھ بولنے ہی والا تھا کہ ہوٹل مینجمنٹ فون اٹھا چکی تھی۔۔تو وہ کھانا آرڈر کرنے لگا۔۔اس کے آرڈر کرنے کی آواز میرب بھی سن چکی تھی۔۔تو اس لیے خاموش ہو گئی۔۔



۔پاگل لڑکی پتہ نہیں کب تمہارا یہ بچپنا جائے گا۔۔میں تمہاری قربت کو حاصل کرنے کے لیے کتنا بے قرار ہوں۔اور ایک تم ہو جسے مذاق سوجھ رہے ہیں۔۔

۔وہ کھانا آرڈر کرنے کے بعد تکیے پر سر ٹکا کر اڑا ترچھا سا لیٹا ہوا سوچ کر مسکرا دیا۔۔

oooooooooooo

"میرب فریش ہو کر باہر نکلی تو شاہ کھانے کی ٹرالی روم کے اندر لا کر دروازہ بند کر رہا تھا۔۔ مگر وہ ٹرالی وہاں پر ہی روکے میرب کی جانب دیکھ جا رہا تھا۔۔

۔دیوانگی بھری نظروں سے دیکھتا ہوا آتشی لبوں سے مسکرایا۔اس کی نظریں ہی نہیں ہٹ رہی تھی میرب سے۔

۔بلیک ٹراؤزر اور بلیک شرٹ میں اس کا گورا رنگ چمک رہا تھا۔۔۔وہ شاہ کو پاگل کر دینے کی حد تک خوبصورت لگ رہی تھی۔۔۔

۔ہاف بازو والی ٹی شرٹ سے اس کے گورے گورے بازو دیکھ کر شاہ کا دل دھڑکتا ہوا پسلیاں توڑ کر باہر آنے کو تیار تھا۔۔۔

۔شاہ کیا منگوایا ہے آپ نے۔۔۔وہ جو اپنی ہی دھن میں مست کھانے کی ٹرے کو دیکھتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔

۔اس کی کمر پر اس لمبے سلکی بار بکھرے ہوئے کسی آبشار کا منظر پیش کر رہے تھے۔۔

۔میرب کے کھلے بال شاہ کو بہت پسند تھے۔۔۔جب سے شادی ہوئی تھی وہ

میرب کو کبھی بھی شارٹ کٹنگ کروانے ہی نہیں دیتا۔۔

۔اس کے کھلے کمر پر بکھرے ہوئے بال دیکھ اکثر شاہ بہک کر میرب کی جان کو مشکل میں ڈال دیتا۔۔۔ جیسے کہ اس وقت شاہ اس کے حلیے کو دیکھ کر بے قابو سا ہو کر ساکت کھڑا تھا۔

۔شاہ یہ کیا ہے میرب کھانے کو ہی دیکھے جا رہی تھی۔ ایک ٹریڈیشنل سی ڈش پر انگلی رکھتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔۔۔

۔پہلے تم یہ بتاؤ کہ یہ کیا ہے!! میرب کی پنکڑیوں پر انگلی رکھتے ہوئے بہکی نگاہوں سے دیکھ کر اس کے قریب ہوا۔



۔شاہ نہیں پلیز مجھے بہت بھوک لگی۔شاہ کے ارادے دیکھتے ہوئے میرب نفی میں سارے ہلاتے ہوئے پیچھے ہوئی۔۔

۔مجھے بھی بہت زیادہ بھوک لگی ہے۔اور تمہاری بھوک میری بھوک کے مقابلے کچھ بھی نہیں۔۔ میرے پاس آؤ اور مجھے صبر دلانے کے لیے اپنی خوبصورت پنکھڑیوں کو اپنی مرضی سے مجھ پر قربان کرو۔۔۔ورنہ جانے شاہ قسم سے کھانا تو میں تمہیں نہیں کھانے دوں گا۔۔

۔ایسا حلیہ بنا کر تم میرے ضبط کو آزما رہی ہو۔۔۔اس کے قریب ہوتا جا رہا تھا وہ اپنے قدم پیچھے کو لے جاتے ہوئے شاہ سے جان چھڑا کر کھانا کھانے کا ارادہ رکھتی تھی۔۔۔

۔شاہ میں نے تو یہ آپ کے لیے پہنا ہے تاکہ میں آپ کو اچھی لگوں۔میں نے اس لیے تھوڑی پہنا تھا کہ۔وہ پیچھے پیچھے جاتی ہوئی الماری سے جا لگی تھی۔

۔ہاں تو اچھی نہیں بہت اچھی لگ رہی ہو۔۔۔اتنی اچھی کہ شاہ مر رہا ہے تمہیں اپنی قربت میں لانے کے لیے۔کہتے ہوئے اس کے چہرے پر جھکنے لگا تھا۔

۔شاہ پہلے کھانا وہ شاہ کے لبوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے اس کا ارادہ ناکام بناتے ہوئے بولی تھی۔۔۔

۔میرب مر و گی تم میرے ہاتھ سے کتنی بار منع کیا ہے مجھے اس طرح سے مت روکا کرو۔۔ مجھے مزاحمتیں بالکل پسند نہیں ہے۔۔۔

۔ایک دم سے شاہ آگ کا گولا بن کر میرب کے چہرے پر جھکا۔۔اس کی کمر پر دونوں ہاتھ پیچھے کی طرف پن کر چکا تھا۔۔۔

۔اپنے لب اس کی نازک سے پنکھڑیوں پر رکھ کر سخت قید میں لے چکا تھا۔انداز جارحانہ تھا اور میرب بے بس تھی۔اس کے جان لیوا لمس کو محسوس کرتے ہوئے وہ تڑپ سی گئی تھی۔۔۔



۔کیونکہ شاہ اس وقت پیار سے زیادہ غصے والے موڈ میں تھا۔اور غصے میں تو وہ میرب کی جان نکال لیتا تھا۔۔

۔میرا پچھتا رہی تھی کہ اس نے کیوں شاہ کے لبوں پر ہاتھ رکھ کر اس کے کس والے مڑ کو خراب کیا تھا ۔۔۔

۔وہ جانتی تھی کہ شاہ کو ایسے لمحات میں میرب کی زرا سی مزاحمت بھی زہر لگتی ہے۔۔۔اب میرب نے پنگا لیا تھا تو اس کی سزا وہ بھگت رہی تھی۔۔

۔اس کے لبوں کو اپنی آتشی ہونٹوں میں قید کیے میرب کا حشر برپا کر رکھا تھا۔۔۔میرب کو سانس تک نہیں لینے دے رہا تھا۔۔۔میرب اس کے کاندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے صرف اور صرف شاہ کی سختی کو برداشت کر رہی تھی۔۔

۔کیونکہ اس سے زیادہ پنگا لینے کی ہمت نہیں رکھتی تھی۔۔ذرا سی مزاحمت کی اتنی بڑی سزا دے رہا تھا ۔۔پورے دس منٹ کے بعد کہیں جا کر میرب کو آزادی بخشی تھی۔۔۔سانس نہ آنے کی وجہ سے میرب کی آنکھوں سے پانی نکل کر اس کی گالوں پر آگیا۔۔



۔اگر دوبارہ ایسی حرکت کی تو ابھی تو بس ان پر قیامت ڈھائی ہے۔دوبارہ ایسی حرکت کی تو ان کو کھا کر قصہ ہی ختم کر دوں گا۔۔۔آنکھیں دکھاتے ہوئے روعب دار انداز میں بولا۔۔

۔آپ بہت ظالم ہیں!!!

۔جب پتہ ہے کہ میں اپنی قربتوں کے معاملے میں اتنا ظالم ہوں تو کیوں میری جان میرے ساتھ پنگے لے کر اپنی جان کو مشکل میں ڈالتی ہو۔۔اب دیکھو نا تم نے مجھ سے کیا کروا دیا۔۔

۔اس کی پنکھڑیوں پر خون کی ننھی ننھی بوندیں دیکھ کر مصنوعی ہمدردی دکھاتے ہوئے۔۔ واپس پنکھڑیوں پر جھکا اور ایمانداری سے صرف خون کی بوندوں کو اپنے اندر اتارتے ہوئے پیچھے ہوا تھا۔

۔چلو اپنا سوگ ختم کر کے آجاؤ۔ کھانا کھاتے ہیں۔ آتشی لبوں سے مسکراتے ہوئے کھانے والی ٹرالی پکڑ کر صوفے کے پاس لاتے ہوئے کھانا اٹھا کر ٹیبل پر لگانے لگا۔۔ جیسے کہ کچھ ہوا ہی نہ ہو۔

۔آنکھوں کو صاف کرتے ہوئے شاہ کے پاس والے صوفے پر آ کر بیٹھ گئی تھی۔۔

۔یہاں پر آ کر بیٹھو۔۔۔ہاتھ آگے کرتے ہوئے اسے اپنی گود میں بیٹھنے کو بولا تھا۔۔

۔نہیں میں یہیں پر ٹھیک ہوں پھولے ہوئے منہ سے جواب دیا۔۔

۔میں نے تو تم سے پوچھا ہی نہیں کہ تم وہاں پر ٹھیک ہو یا نہیں۔۔۔میں نے کہا یہاں پر آ کر بیٹھو۔۔ ہاتھ سے پکڑ کر اپنی جانب کھینچتے ہوئے۔۔ایک ہی جھٹکے میں گود میں اپنی گود میں بیٹھا چکا تھا۔۔

۔موڈ بنانے کی ضرورت نہیں ہے ہزار بار منع کیا ہے کہ مجھے اس طرح سے خود سے دور مت کیا کرو۔۔۔مجھ سے ضبط نہیں ہوتا۔۔مگر تم اپنی حرکتوں سے باز نہیں آتی۔اور میں اپنے ارادوں سے،تو اس میں منہ سجانے والی کوئی بات نہیں ہے۔۔نوالا بنا کر اس کے منہ میں ڈالتے ہوئے بولا تھا۔

۔شاہ آپ بہت ظالم ہیں آپ کو مجھ پر بالکل ترس نہیں آتا ہے۔۔ہونٹوں پر شاہ کی شدت سے ہونے والی جلن سے وہ ابھی بھی تڑپ رہی تھی۔۔



۔شاہ کی جان اس کو ظالم ہونا نہیں کہتے۔یہ تو میرا پیار ہے میری جان کے لیے۔اسے آنسوں بہاتے ہوئے دیکھ شاہ کو اس کی حالت پر ترس آیا۔اور بچوں کی طرح چھوٹی چھوٹی سسکیاں لے کر روتے ہوئے دیکھ ہنسی بھی آ رہی تھی۔۔۔

۔چلو منہ کھولو ابھی سے رونے کی ضرورت نہیں ہے۔ ابھی تو میں نے تمہاری بہادری کا ٹیسٹ لینا ہے۔۔شاہ کی جان کو شاہ سے اب ڈر نہیں لگتا۔۔۔اور اب تم بڑی ہو گئی ہو۔وغیرہ وغیرہ۔۔

۔ان سب باتوں کا ٹیسٹ بھی تو لینا ہے مجھے۔۔تم تو ابھی سے ہی رونے لگی ہو اس کی جانب شرارتی نظروں سے دیکھ کر مسکراتے ہوئے بول رہا تھا۔۔نوالہ اس کے آگے کیے ہوئے آنکھ کے اشارے سے کھانے کو کہا۔۔۔

۔میرب نے کھانے کے لیے ہونٹ کھول دیے تھے۔انکار کی سزا وہ کچھ دیر پہلے بھگت چکی تھی۔اس لیے اب وہ شاہ کو اور اکسانا نہیں چاہتی تھی کہ وہ اس کی جان کو مزید ہلکان کرے۔۔۔

۔مگر میرب کے پاس ایک اور طریقہ تھا شاہ سے بدلہ لینے کا جو کہ وہ لے چکی تھی۔۔شاہ سی سی کر تا رہ گیا۔۔

۔نوالہ منہ میں ڈالتے ہوئے۔۔شاہ کی انگلی پر زور سے دانت گاڑتے ہوئے اپنا بدلہ پورا کر چکی تھی۔۔

۔اب یہ سی سی مت کریں۔۔ آپ نے بھی تو مجھے اسی طرح سے تڑپایا ہے۔اپنے ہاتھ کو ہلاتے ہوئے شاہ کو سی سی کرتے ہوئے دیکھ میر۔ کو بڑا مزہ آرہا تھا۔

۔بہت مزہ آرہا ہے نا تمہیں میرب کی بچی۔ذرا کھانا کھالو اس کے بعد اگر منٹوں کے حساب سے تمہاری جان نہ نکالی تو پھر کہنا۔۔۔وہ ہنستے بول رہا تھا۔۔

۔سارا کھانا میرب کو اپنی گود میں بٹھا کر ہی کھلایا تھا۔میرب نے کتنی بار اٹھنے کی کوشش کی۔۔ مگر یہ شاہ کی ضد تھی تو ضد میں تو شاہ کبھی میرب کو نہیں جیتنے دیتا۔۔ آخر میرب نے ہی ہار مانتے ہوئے اٹھنے کا ارادہ ترک کر دیا تھا۔۔۔

○○○○○○○○

پلیز اس کو بند کریں وہ آنکھوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے شرم سے لال ہو رہے تھی ۔۔۔میں تو بالکل بند نہیں کروں گا وہ جو کر رہی ہے تم بھی ویسا ہی رومینس میرے ساتھ کرو۔۔ وہ بھی اس کا ہسبینڈ ہے میں بھی تمہارا ہسبینڈ ہوں۔۔۔

۔شاہ کھانے کے بعد رومینٹک ترکش سیریل لگا کر بیٹھ گیا تھا۔۔۔بڑی سی ایل سی ڈی پر کپل آپس میں بہت ہی بولڈ رومنس کر رہے تھے۔۔۔

۔میرب کی تو حالت خراب ہو رہی تھی شاہ کے سامنے ایسا سین دیکھتے ہوئے۔وہ تو اکیلے میں بھی کبھی اس طرح کی چیز نہیں دیکھتی تھی۔۔اور اب تو شاہ اس کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔۔

۔اپنی ٹی شرٹ کو اتار کر صوفے پر پھینکتے دیا۔۔میرب کی کمر پر دونوں ہاتھ رکھ کر اسے چھوٹی سی گڑیا کی طرح اٹھاتے ہوئے اپنے پیٹ پر بیٹھا لیا۔۔

۔آنکھوں سے ہاتھ ہٹاؤ اور دیکھو وہ کیا کر رہے ہیں۔اس کی دونوں کلائیوں کو پکڑ کر چہرے سے ہٹاتے ہوئے سامنے لگا ہوا رومینٹکس سین زبردستی دکھانے پر تلا ہوا تھا۔۔

۔شاہ آپ کتنے بے شرم ہیں۔۔مجھے نہیں دیکھنا۔۔۔ آپ دیکھیے آپ کو دیکھنا ہے تو۔۔۔وہ آنکھیں زور سے بند کیے ہوئے بولی تھی۔۔۔جبکہ شاہ اس کی دونوں کلائیوں کو تھامے ہوئے اسے اپنے چہرے پر جھکا چکا تھا۔۔

۔اس کی گردن پر اپنے لب رکھ کر چھوڑتے ہوئے وہ پوری طرح بہک چکا تھا۔وہ جانتا تھا کہ میرب اس طرح کا سین کبھی نہیں دیکھے گی۔۔یہ تو صرف وہ میرب کو تنگ کرنے کے لیے بول رہا تھا۔۔

۔اسے اپنے پیٹ پر بٹھا کر خود پر جھکائے ہوئے تھا۔۔میرب کے دونوں گھٹنے پیچھے کی جانب فولڈ تھے۔۔۔

۔شرٹ کے اندر اس کی کمر پر شاہ کے رکھے ہوئے ہاتھ میرب کو اپنی کمر کے اندر دھنستے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔

۔کروٹ لیتا ہوا میرب کو نیچے کر خود اس کے اوپر آ گیا۔۔اس کے چہرے پر اپنے لب رکھتے ہوئے پورے چہرے کا طواف کر رہا تھا۔۔اس کی چھوٹی سی ناک کو چومتے ہوئے مسکرا دیا۔۔شاہ کو اس کی چھوٹی سی ناک بہت خوبصورت لگتی تھی۔۔۔

۔اس کی آنکھوں پر لب رکھتے ہوئے باری باری چومتے ہوئے اس کے دونوں ہاتھوں میں اپنی مضبوط انگلیاں پھنسا کر اس کے تڑپتے ہوئے وجود کو اپنی حراست میں لے رکھا تھا۔۔

۔کان کی لو پر اپنے دانت رکھ کر چوم کر سخت بن دیتے ہوئے اس کی جان نکال لے گیا۔۔اس کے منہ سے سسکی نکلی تھی۔۔

۔باری باری دونوں کانوں پر عمل دہراتے ہوئے میرب کو سسکنے پر مجبور کر رہا تھا۔وہ آنکھیں بند کیے ہوئے شاہ کی اتباع شدتوں کو سہنے پر مجبور تھی۔۔۔

۔اس کے چہرے پر چکا اس کی پنکھڑیوں کو سختی سے قید میں لیے میرب کو ایک ایک سانس کے لیے تڑپا رہا تھا۔۔۔

۔ٹانگوں کو اپنی ٹانگوں میں پن کیے ہوئے اس کے چھوٹے سے وجود کو اپنے نیچے پائے ہوئے تھا۔۔۔



۔وہ اسی طرح میرب کو ہمیشہ بے بس کر کے اپنی محبت نچھاور کرتا تھا۔۔۔یہ شاہ کا انداز محبت تھا۔۔۔ جو کہ بہت سخت تھا۔مگر اب تو میرب کو شاہ کی عادت ہو چکی تھی۔۔۔۔

۔وہ جانتی تھی کی شاہ جب جب اس کے قریب آتا ہے اسے ایک ایک سانس کا محتاج کر دیتا ہے۔۔

۔اس کے لبوں پر چکا نمی کے ہر قطرے کو پیتے ہوئے لبوں کے آخری قطرے کو پی کر اپنے لبوں کی پیاس بجھا رہا تھا۔۔

اب اس گردن پر لمسوں کی بارش کرتے ہوئے اسے تڑپا رہا تھا۔۔ میرب تکیے پر اپنا سر ادھر سے ادھر کرتے ہوئے اس کے گرم گرم لمسوں سے تڑپ رہی تھی۔۔

۔اوپر اٹھا اور میرب کی شرٹ کے دامن کو پکڑتا ہوا اوپر کی جانب لے گیا تھا۔۔ اس سے پہلے کے میرب شرم سے اور لال ہوتی۔۔ بلینکٹ سے خود کو میرب کے ساتھ کور کر چکا تھا۔۔ مگر اب شرٹ نام کی دونوں کے پاس کوئی چیز موجود نہیں تھی۔۔



۔اپنا مضبوط کسرتی سینہ لیے شاہ اپنے لب اس کے دل والے مقام پر چکا تھا۔ گرم نرم لمس چھوڑنے لگا تھا۔۔ میرب کے پورے وجود میں سنسنی دوڑ رہی تھی۔۔

۔بے اختیار میرب کا ہاتھ شاہ کی گردن پر رکھا گیا۔ اور ناخن شاہ کی گردن میں گھونپ دیے۔۔

وہ بھی کیا کرتی شاہ کے لمس تو اس کی جان نکال رہے تھے۔میرب کے ناخنوں کی چبھن سے شاہ کو کچھ بھی فرق نہیں پڑا تھا۔۔

۔شاہ تو اپنے لبوں پر اس کی دھڑکنوں کو محسوس کرتے ہوئے جیسے پاگل سا ہو گیا۔۔اس کے دل والے مقام پر لب رکھ کر دھڑکنوں کا رقص سن رہا تھا۔۔

۔اس کے جسم کی رعنائیوں کو چوم کر بہکتا ہوا میرب کی ہر لمحے جان نکال رہا تھا۔۔اس کی قربت میرب کو سسکنے پر مجبور کر رہی تھی۔۔۔

۔روم میں اس کی سسکیاں تیز ہونے لگی تھی۔۔شاہ کے گستاخ لب دل سے ہوتے ہوئے اس کے پیٹ پر جا رکے تھے۔۔۔

۔وہ اس کے پیٹ پر لمسوں کی طوفانی بارش برساتے ہوئے میرب کو ہلکان کیے ہوئے تھا۔۔۔وہ تکیے کے دونوں کونوں کو پکڑے ہوئے تیز سانسیں لے رہی تھی۔وہ تکیے پر سر رکھے ادھر سے ادھر کیے ہوئے مچل رہی تھی۔

۔شاہ کی قربت میرب پر اسی طرح بھاری پڑتی تھی۔ مگر وہ اپنے شاہ کی قربتوں میں ٹوٹ کر بھی پر سکون ہی محسوس کرتی تھی۔۔۔شاہ اور میرب کی سانسیں بہت تیز ہو رہی تھی۔۔۔

۔شاہ اپنا ہاتھ دل والے مقام پر سختی سے رکھے ہوئے تھا۔جب کہ لب پورے وجود کی رعنائیوں کو چومتے ہوئے میرب کی جان کو پوری طرح سے مشکل میں ڈال رہے تھے۔۔

۔دونوں کی تیز سانسوں کا شور روم میں سنائی دے رہا تھا۔۔ وہ اپنی محبت کی بارش پوری طرح سے میرب کے وجود پر برسا رہا تھا۔۔۔ آج ترکی کے خوبصورت شہر استنبول میں رومان شاہ اور میرب کی ایک خوبصورت داستان محبت لکھی جا رہی تھی۔۔۔

۔میرب کے وجود کے پور پور پر شاہ اپنی محبت کی داستان لکھ رہا تھا۔۔۔اسے پوری طرح سے محبت کی بارش میں بھگو کر خود کی اکھڑی ہوئی سانسیں لیے اس کے ساتھ لیٹ گیا۔۔



۔شاہ۔۔۔ ہمم۔۔۔ آپ بہت ظالم ہیں
میری جان لے لیتے ہیں آپ،اس کے مظبوط سینے میں سر چھپاتے ہوئے شکوہ کر رہی تھی۔۔

۔کیا کروں جب جب تمہارے پاس آتا ہوں۔ تمہارے شاہ کا خود پر قابو ہی نہیں رہتا۔۔۔ جانتا ہوں تمہاری جان کو بہت مشکل کر دیتا ہوں۔۔۔

۔عشق میں محبوب کی قربت کو سہنا لازم ہوتا ہے۔۔۔ جان شاہ ماتھے پر لب رکھتے ہوئے پیار سے چومتے ہوئے کہا تھا۔۔۔

ooooooooo,

میر آپ کہیں جا رہے ہیں؟

آج تقریبا 1514 دن ہو گئے تھے ان کو اس اپارٹمنٹ میں مگر دونوں میں بات نہ ہونے کے برابر تھی۔۔میر میں آپ سے بات کر رہی ہوں آپ مجھے کیوں اس طرح اگنور کر رہے ہیں۔

اگر آپ کو مجھ پر غصہ ہے تو اپ اپنا غصہ مجھ پر نکالیں مگر یہ آپ کی خاموشی مجھ سے برداشت نہیں ہوتی ہر بار اپنی بات کے جواب میں شاہ میر کی خاموشی پر مرہا جھنجھلا اٹھی تھی۔۔



۔ہاتھ چھوڑو میرا شکر کرو کہ میں کچھ بول نہیں رہا، اگر بولوں گا تو تم برداشت نہیں کر سکو گی، اور غصہ تو تم میرا برداشت ہی نہیں کر پاؤ گی۔ مر جاؤ گی تم۔۔۔غصے سے ہاتھ جھٹک کر گہر برساتی نظروں سے دیکھ لفظوں کی آگ میں اسے جھلسا رہا تھا۔۔

"اتنی نفرت کرنے لگے ہیں آپ مجھ سے کہ خود کو چھونے کا حق بھی مجھ سے چھین لیا ہے۔۔۔ بھیگی پلکوں سے شکوہ گر نظروں سے دیکھ رہی تھی۔۔۔

آپ نے ایک بار مجھ سے پوچھنا گوارا نہیں کیا کہ میرے ساتھ کچھ غلط تو نہیں ہوا۔ بلکہ آپ کیوں پوچھیں گے، آپ کو تو یہ یقین ہے کہ میرے ساتھ غلط ہوا ہے۔پہلے آپ نے اعلی ظرفی دکھا دی اس ناپاک مرہا کو اپنی محبت دے کر خود کو عظیم بنالیا۔۔
اب بار بار تو آپ یہ ہمت نہیں دکھا سکتے نا۔ آخر آج مرہا کے صبر کا باندھ بھی ٹوٹ گیا تھا۔ وہ نہ تو اس سے کچھ پوچھ رہا تھا اور نہ اسے بتانے دے رہا تھا۔

ہاں بولو بولو چپ کیوں کر گئی ہو میں بھی تو دیکھوں کہ تمہارے دماغ میں کتنا خناس بھرا ہوا ہے۔۔ کتنا اعلی تم سوچ سکتی ہو۔ غسلیے لہجے سے اس کے جبڑے کو سختی سے پکڑے ہوئے چیختا تھا۔۔

۔ کیا غلط کہا ہے میں نے؟ پاس ہوتے ہوئے بھی مجھے کسی گندے کپڑے کی طرح آپ نے مجھے خود سے دور رکھا ہوا ہے۔۔

خود کو ہاتھ نہیں لگانے دیتے، میری طرف دیکھتے نہیں تو کیا سمجھوں میں ان ساری باتوں کا مطلب۔ بنا اپنے جبڑے کو چھڑوائے درد شدت سے روتی ہوئی بولی۔۔

۔میں تمہیں کوئی صفائی نہیں دوں گا۔ تمہارا دماغ جتنا سوچ سکتا ہے تم سوچو۔

جبڑے کو جھٹکے سے چھوڑتے ہوئے غصے سے جاکر صوفے پر بیٹھ گیا۔۔

مرہا کا دل ٹوٹ گیا تھا شاہ میر کی اس طرح کے رویے سے۔ یہ اس کا میر تھا ہی نہیں۔ میر تو مرہا کی آنکھوں میں ایک آنسوں کا قطرہ دیکھ کر تڑپ جایا کرتا تھا۔ اور یہاں مرہا نے رو رو کر اپنی حالت خراب کر رکھی تھی۔ مگر اس پر کوئی اثر نہیں تھا۔۔

۔میر جب آپ کے دل نے یہ تسلیم کر لیا ہے کہ میں آپ کے قابل نہیں رہی۔۔۔ تو پھر آپ مجھے طلاق!!!! چیخ کی ایک زوردار آواز روم میں آئی تھی۔شاہ میر کے بھاری ہاتھ کا تھپڑ پڑنے سے مرہا لڑکھڑا کر زمین پر گر گئی۔ مرہا کی بات آدھی منہ کے اندر ہی تھی کہ شاہ میر نے کھڑے ہو کر اتنی زور سے تھپڑ مارا تھا کہ مرہا کی نازک سی جان نہ سہتے ہوئے زمین پر گر گئی تھی۔

۔کیا بکوس کی تم نے، بہت شوق ہے تمہیں مجھ سے دور جانے کا، تمہیں تو میں اپنی ہاتھوں سے مار دوں گا ،مگر خود سے دور کبھی نہیں جانے دوں گا۔یہی تو میرے بس میں نہیں ہے کہ میں تمہیں خود سے دور کر سکوں۔۔۔

تمہاری جرات کیسے ہوئی اتنی گھٹیا بات اپنے منہ سے نکالنے کی۔۔۔

کلائی سے پکڑ کر واپس کھڑے کرتے ہوئے دھکا دے کر اسے سوفے پر گراتے ہوئے اس کے جبڑے کو پکڑ کر لفظوں کو چباتے ہوئے چیخ رہا تھا۔۔۔

۔اپنا ایک گھٹنا صوفے پر فولڈ کیے ہوئے جبکہ دوسری ٹانگ کو زمین پر رکھے ہوئے تھا۔

۔مرہا ڈر کر سہم گئی تھی۔نہ تو ڈر سے اس کی آنکھوں میں آنسوں آرہے تھے نہ ہی آواز نکل رہی تھی۔۔



۔اس کا سارا وجود کانپ رہا تھا وہ تو سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ میر اسے تھپڑ مار سکتا ہے۔ڈرپوک مرہا جس کا مان ہی میر تھا۔۔میر کے تھپڑ سے اس کا سارا کانفیڈنس پانی کی طرح بہہ گیا۔جو میر نے ہی اس

کے اندر بھرا تھا۔۔۔ پھٹی پھٹی آنکھوں سے میر کے سینے کی جانب دیکھ رہی تھی۔ آنکھوں میں دیکھنے کی ہمت ہی نہ تھی۔۔

اب بولو گی کہ میں تمہیں؟؟ وہ کہتے ہوئے رکا تھا۔ کیونکہ اس گندے الفاظ کا استعمال وہ اپنی زبان سے کر ہی نہیں سکتا تھا۔۔۔

۔نن۔۔نن۔۔ نہیں کہوں گی۔ کبھی نہیں کہوں گی۔ مجھے تھپڑ نہیں مارنا پلیز۔ میں کبھی بھی نہیں کہوں گی۔ کانپتے ہوئے خود پر جھکے ہوئے میر سے بچنے کے لیے آنکھیں بند کر گئی تھی۔ وہ بچوں کی طرح سہم گئی تھی۔۔

اس کی سہمی ہوئی حالت دیکھ شاہ میر خود پر قابو پاتے کھڑا ہو گیا۔ وہ غصے سے روم سے جا چکا تھا۔ جبکہ مرہا وہیں صوفے پر بیٹھی ہوئی سسکیوں سے رو رہی تھی۔ وہ گھٹنوں میں سر دیے اپنے دونوں ہاتھ گھٹنوں کے گرد باندھے بیٹھی تھی۔۔۔

اس کے اندر کچھ ٹوٹ گیا تھا وہ اس کا نازک سا دل تھا۔ جس میں میر کی محبت تھی میر نے آج اس دل کو کرچی کرچی کر دیا تھا۔

اچھا کیا بہت اچھا کیا میر نے تمہیں تمہاری اوقات دکھا کر۔ تمہارا میر کا مقابلہ ہی کیا تھا۔ تم نے کیوں میر سے یہ سب کچھ کہا۔۔ کیا سمجھنے لگی تھی تم خود کو۔

۔تم جیسے گندی لڑکی کو میر نے ایکسپٹ کیا۔اور تم خود کو کوئی عظیم عورت سمجھنے لگی تھی۔بہت اچھا کیا میر نے تمہیں تمہاری اوقات دکھا کر۔۔۔

۔وہ اپنے پیر کے زخم کی پرواہ کیے بنا۔۔ تیزی سے اٹھ کر روم میں رکھے ڈریسنگ کے مرر کے سامنے آئی تھی۔اپنے چہرے کو دیکھ کر اپنے چہرے پر بے دردی سے تھپڑ مارتے ہوئے خود کو سزا دے رہی تھی۔۔



۔مجھے تو مر جانا چاہیے مرہا تم کیوں نہیں مر رہی ہو۔۔جتنا کچھ بچپن سے لے کر تمہارے ساتھ ہوا ہے۔کوئی بھی غیرت مند لڑکی ہوتی تو مر جاتی۔۔۔۔ تم میں کیوں نہیں ہے ہمت مرنے کی۔ مر جاؤ ۔۔۔وہ خود کو آئینے میں دیکھتے ہوئے طعنے مار رہی تھی اس وقت کو نیم پاگل لگ رہی تھی۔

ooooooooo

وہ کپڑوں میں ہاسپٹل میں داخل ہوا تھا وہ گن سلار سائیگل کے سر پر تانے ہوئے کھڑا تھا۔۔کیا لگا تھا تجھے کہ میں تجھ تک پہنچ نہیں سکوں گا۔دیکھ پہنچ گیا میں تجھ تک۔تو نے دوست بن کر مجھ پر وار کیا۔۔شاہ میر اس کو ٹانگوں سے مار مار کر اس کو تڑپا رہا تھا۔۔۔جبکہ پاس کھڑی اس کی بیوی اپنے شوہر کو یوں مار کھاتے دیکھ بھاگتی ہوئی پاس آئی تھی۔۔۔

۔وہ لاکھ گندا صحیح مگر تھا اس کے بچوں کا باپ۔وہ اس رحم کے قابل نہیں تھا مگر پھر بھی وہ اپنی بیوی ہونے کا فرض نبھاتے ہوئے شاہ میر کے قدموں میں

گر گئی پلیز چھوڑ دیں ان کو۔

وہ ہاتھ جوڑ رہی تھی۔۔

۔دیکھیے خاتون آپ مجھ سے دور رہیں ورنہ میں یہ بھی بھول جاؤں گا کہ آپ ایک عورت ہیں۔۔اے سی پی شاہ میر عورتوں پر وار نہیں کرتا اگر آپ ان کی بیوی ہیں تو آپ کو اس کی کرتوتوں کا پتہ ہو گا ۔اس نے جو کچھ کیا ہے میں کبھی اس کو معاف نہیں کر سکتا۔

۔اس کو گریبان سے گھسیٹ کر روم سے باہر لے جا رہا تھا۔تم میری ساری جائیداد دے لو پلیز مجھے چھوڑ دو میرے بیٹے کو میری ضرورت ہے وہ ہاتھ جوڑتے ہوئے بول رہا تھا۔

۔چھوڑ دو چھوڑ دو تجھے کمینے تو نے جو کیا ہے اس کے لیے تو میں تیرے اتنے ٹکڑے کروں گا کہ تیری سات نسلیں گنتی رہ جائیں گی۔۔اس کی ٹانگوں پر اپنی ایڑیاں مارتے ہوئے وحشی سی کیفیت لیے دھاڑ رہا تھا۔۔۔

تیری دولت سے میری عزت واپس آ سکتی ہے۔تو نے میری عزت پر ہاتھ ڈالا ہے۔۔تیرا بیٹا تو پہلے ہی آدھا مر گیا ہے۔اور شاہ میر مرے ہوئے لوگوں کو نہیں مارتا۔تجھے تو میں ایسی موت ماروں گا کہ تیری سات پشتیں یاد رکھیں۔



۔اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ بنا ہاسپٹل کا لحاظ کیے اس کو یہیں پر شوٹ کر دے۔۔مگر وہ اتنی آسان موت بھی تو اسے نہیں دینا چاہتا تھا۔اسی لیے اسے گھسیٹ کر باہر لے جا رہا تھا جب اس کے کانوں سے اس کی بیوی کی آواز ٹکرائی تھی۔شاہ میر کے جاتے ہوئے قدم دروازے پر ہی رک گئے تھے۔۔

اے سی پی صاحب اس مرے ہوئے کی ہو مار کر آپ کیا کریں گے۔ جس شخص کا دل ہی مر چکا ہو ۔اسے مار کر آپ کو کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔۔

آپ نے کہا کہ اس کی دولت سے آپ کی عزت واپس نہیں آسکتی !!تو پھر تو اس کو مار کر بھی آپ کی عزت واپس نہیں

آسکتی۔۔اس نے آپ کی عزت پر ہاتھ ڈالا ہے۔۔

اس شخص کو سزا دینے کے لیے اس کی بھی عزت پر ہاتھ ڈالیں گے تب ہی آپ کے دل کو سکون ملے گا۔۔۔اور حساب بھی برابر ہو گا۔۔۔

۔پتہ نہیں وہ عورت کیا سوچ کر یہ بول رہی تھی۔۔شاہ میر سمجھ نہیں پایا تھا۔ بھلا وہ اس عورت کو کیا کہتا جو عمر میں اس سے بہت بڑی تھی۔۔۔ آپ کہنا کیا چاہتی ہیں سوچتی ہی نظروں سے دیکھتا ہوا بولا۔۔

دیکھنے میں تو بہت سمجھدار لگ رہے ہیں مجھے تو لگا کہ آپ میری بات کا مطلب سمجھ جائیں گے۔۔۔۔ جوان بیٹی کا باپ ہے یہ اب تو سمجھ ہی گئے ہوں گے کہ میں کیا کہنا چاہتی ہوں۔۔۔ دور کھڑی ہوئی سپاٹ لہجے سے بول رہی تھی۔۔۔

نہیں نہیں گھٹیا عورت تجھے شرم نہیں آتی اپنی ہی بیٹی کا بتاتے ہوئے۔۔۔تو ایک کام کر تو مجھے ہی مار دے۔مار مار دے مجھے۔۔۔وہ اپنی بیٹی کا نام سنتے ہی پاگلوں کی طرح شاہ میر کے پاؤں کو پکڑ کر خود کو مارنے کا بول رہا تھا۔۔

دور ہٹ کتے اب تو عزت کے بدلے عزت ہی لوں گا۔۔سچ کہہ رہی ہے تیری بیوی۔۔ تجھ جیسے گندے شخص کو مار کر تو کچھ نہیں ملے گا۔تجھے مار کر تو میں تیرے لیے راہ آسان کر دوں گا۔جب کہ میں تجھے پل پل مرتا ہوا دیکھنا چاہتا ہوں۔۔

جب پل پل تو اپنی بیٹی کو مرتا ہوا دیکھے گا پھر مرے گا اصل میں تو۔۔۔

۔قہر برساتی نظروں سے دیکھ پاؤں مار کر یہ دھتکارتے ہوئے بول رہا تھا۔۔



۔کہاں ہے تمہاری بیٹی بتاؤ مجھے اس کی بیوی کی جانب دیکھتے ہوئے بولا۔۔

۔تم نہیں بتاؤ گی۔کوئی نہیں ہے میری کوئی بیٹی میرا بس یہ ایک بیٹا ہے۔۔

۔تمہیں جو بھی سزا دینی ہے مجھے دو اپنی عزت کے نام پر یہ گھٹیا شخص چیخ رہا تھا۔۔ جس نے جانے کتنی عزتوں کو تار تار کیا تھا۔۔۔وہ جس طرح سے اپنی بیٹی کے لیے تڑپ رہا تھا اب تو شاہ میر کو ہر حال میں اس کی بیٹی تک ہی پہنچنا تھا۔

اس کے لاکھ روکنے کے باوجود اس کی بیوی بتا چکی تھی کہ اس کی بیٹی کہاں ہے۔۔وہ شاہ میر کی ٹانگ پکڑ کر اسے روکنے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔۔۔شاہ میر نے اس کے ٹانگوں پر اتنی لاتیں برسائیں کہ اب تو شاید کئی دنوں تک وہ ٹھیک سے چل بھی نہ سکے۔۔۔

۔میرے گناہوں کی سزا میری بیٹی کو دینا مت دینا۔بہت چھوٹی ہے وہ بہت معصوم ہے وہ اپنی بیٹی کے نام سے فرش کر پڑا ہوا اپنے بال نوچ کر چیخ رہا تھا۔



۔کتے انسان میری بیوی بھی بہت معصوم تھی۔۔اس کا بھی کوئی قصور نہیں تھا۔تم نے اس پر ترس کھایا نہیں نہ !تو میں کیوں کھاؤں تمہاری بیٹی پر ترس اس کے چہرے پر گھوسہ مارتے ہوئے۔اسے چھوڑ کر وہاں سے نکل آیا تھا۔۔

○○○○○○○○○○

وہ اپنا ہینڈ بیگ اٹھا کر کالج کے سامنے کھڑی ہوئی تھی۔وہ صرف تھوڑی دیر کے لیے کسی ضروری کام سے کالج آئی تھی۔۔

۔اس نے ڈرائیور سے کہا تھا کہ تم یہیں رکو میں صرف پانچ منٹ میں آتی ہوں۔مگر جب وہ باہر آئی تو ڈرائیور تھا نہ گاڑی وہ پریشان سی، گیٹ پر کھڑی ادھر ادھر دیکھ رہی تھی۔۔

۔شاہ میر جو دور کھڑا ہوا اپنی گاڑی میں بیٹھا اس کا انتظار کر رہا تھا گاڑی کو موڑ کر اس کے پاس لے آیا تھا۔

۔آپ کا نام شفا ہے؟؟

جی آپ کون؟؟وہ گاڑی کا شیشہ نیچے کر کے اس سے پوچھ رہا تھا۔۔

۔یہ بات کریں اپنا فون اس کے ہاتھ میں تھماتے ہوئے بولا۔۔



شفا نے حیران نظروں سے دیکھ کر فون اپنے کان سے لگایا۔۔

۔شفا۔۔۔جی ماما یہ کون ہے؟؟؟ اور آپ ان کے نمبر سے کال کیوں کر رہی ہیں۔اپنی ماما کی آواز پہچانتے ہی وہ حیرانی سے پوچھ رہے تھی۔۔

۔بیٹاڈرائیور کو کوئی ضروری کام تھاتم ان کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ جاؤیہ تمہیں چھوڑ دیں گے۔پریشان مت ہو میں ان کو جانتی ہوں!!

۔اتنا کہہ کر اس کی ماما نے فون بند کر دیا تھا۔شفا نے حیرانی سے بند فون کی جانب دیکھا تھا۔مگر اپنی ماما سے بات کرکے وہ تسلی بخش انداز سے گاڑی کا پیچھے والا گیٹ کھول کر بیٹھ گئی۔۔

۔آپ کون ہیں اور ماما نے آپ کو کیوں بھیجا ہے۔۔شاہ میر جو گاڑی کو طوفان کی طرح اڑا کر لیے جا رہا تھا۔۔وہ پیچھے بیٹھی ہوئی حیران نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔۔

۔کچھ دیر منہ بند کرکے بیٹھ جاؤ گی تو سارے سوالوں کے جواب مل جائیں گے۔۔۔اتنے غصے سے سخت تاسرات لیے جواب دیا کہ شفا خاموش ہو کر سہم سی گئی۔۔۔

oooooooo

یہ آپ مجھے کہاں لے کر آئے ہیں کافی لمبا سفر طے کرنے کے بعد گاڑی ایک بہت ویران سی جگہ پر اپارٹمنٹ کے سامنے آکر رکی۔۔۔

باہر نکلو گاڑی کا دروازہ کھولتے سخت لہجے سے بولا تھا۔۔

۔نہیں میں نہیں اتروں گی آپ مجھے کہاں لے کر آئے ہیں مجھے میری بھائی کے پاس ہاسپٹل جانا ہے وہ روتے ہوئے بولی تھی۔۔۔

۔اپنے بھائی اپنی ماں اپنے باپ سب رشتوں کو بھول جاؤ۔ آج کے بعد کوئی رشتہ نہیں ہے تمہارا ان کے ساتھ۔۔ اس کے کلائی کو سختی سے تھام کر کھینچتے ہوئے اسے گاڑی سے باہر نکالتے ہوئے اپنے ساتھ لے جا رہا تھا۔۔

۔ہاتھ چھوڑیں میرا وہ لفٹ میں ہاتھ چھڑاتے ہوئے باہر نکلنے کی بے جا کوشش کر رہی تھی۔بکواس بند کرو مجھے تمہاری آواز نہیں آنی چاہیے۔۔۔



۔اپنے باپ کی کرتوتوں سے واقف ہو!! میرے خیال سے بہت اچھی طرح سے واقف ہو گی۔۔۔ تو تمہارے لیے صرف اتنا جاننا کافی ہے کہ تم اپنے باپ کے گناہوں کی سزا بھگتنے کے لیے میری دسترس تک پہنچی ہو۔۔۔

۔اس لیے یہ فضول کے ڈرامے مت کرو۔۔اور یہ بھی سن لو کہ تمہارا ماں باپ جانتا ہے کہ میں تمہیں اپنے ساتھ لے کر آیا ہوں۔۔

۔اب ساری زندگی تمہیں یہیں پر اپنے باپ کی کرتوتوں کا ازالہ کرنا ہے۔۔اس کے جبڑے کو پکڑ کر توڑ دینے کی حد تک دباتے ہوئے قہر برساتی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

۔وہ رو رہی تھی۔ مگر وہ بے رحم بنا اس کے بازو سے کھینچتے ہوئے گھر کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا تھا

۔مرہا کے ساتھ والے روم کا لاک کھولتے ہوئے اسے اندر لے جا کر زمین پر پٹک دیا تھا۔۔وہ نازک سی جان فرش پر گر کر درد سے کراہ اٹھی تھی۔۔

اگر میرے بابا نے غلط کیا ہے تو اس میں میرا تو کوئی قصور نہیں میں نے تو نہیں کہا ان کو کہ وہ لوگوں کے ساتھ غلط کریں۔۔۔میں تو ان کے پاس رہتی بھی نہیں تھی۔پھر آپ یہ سزا مجھے کیوں دے رہے ہیں وہ روتے ہوئے بول رہی تھی۔۔۔

۔تمہارا یہ رونا دھونا مجھ پر کوئی اسر نہیں کرے گا۔۔میری بیوی کا بھی کوئی قصور نہیں تھا۔۔دوبارہ میرے سامنے رونے دھونے کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔

۔آگ برستی ہوئی نظروں سے دیکھتا ہوا روم کا دروازہ بند کر کے باہر سے لوک کرتے ہوئے چابی کو اپنی پاکٹ میں ڈال کر مرہا والے روم آگیا۔۔

وہ قدموں کی آہٹ سنتے ہی آنکھوں کو بند کر کمبل اوڑھے ہوئے سونے کی ایکٹنگ کرتے ہوئے سانس روکے ہوئے لیٹی ہوئی تھی۔۔

۔وہ واش روم میں چلا گیا۔سارے دن کی بھاگ دوڑ سے وہ جسمانی اور دماغی طور پر بہت زیادہ تھک چکا تھا۔

۔شاور کے نیچے کھڑے ہوئے سوچوں کی دنیا میں گم تھا۔ جس لڑکی کو میں اپنے ساتھ لے کر آیا ہوں۔سچ میں اس لڑکی کا کوئی قصور نہیں ہے۔

۔مگر دوسری طرف اس کا دل یہ بھی سوچنے پر مجبور تھا کہ اس کی معصوم مرہا کا بھی کوئی قصور نہیں تھا۔۔

۔آج دو محبت کرنے والوں کے بیچ میں جو دوری تھی اس دوری کا سبب اس کا باپ تھا۔وہ کتنی دیر کے بعد باہر نکل کر آیا تھا۔۔

۔وہ ابھی تک اسی طرح سے کمبل اوڑھے ہوئے سو رہی تھی۔شاہ میر نے اسے باغور دیکھا۔وہ جانتا تھا کہ وہ جاگ رہی تھی۔۔

۔اس کے ہاتھ پر بندھی ہوئی پٹی گیلی ہو چکی تھی۔وہ صوفے پر بیٹھ کر پٹی اتار کر اپنی ہتھیلی کی ڈریسنگ کرنے لگا تھا۔۔

۔اس کے سیدھے ہاتھ کی ہتھیلی پوری طرح سے جلی ہوئی تھی۔۔

۔وہ پائیوڈین سے صاف کر رہا تھا۔۔صاف کرتے ہوئے اسے بہت تکلیف ہو رہی تھی۔مگر یہ تکلیف اس نے خود کو خود ہی دی تھی۔۔

۔آخر اس ہاتھ نے مرہا کو تھپڑ مارنے کی جرائت کی تھی۔جس کی سزا شاہ میر نے اپنے ہاتھ کو لائٹر سے جلا کر دی تھی۔اس کی ہتھیلی بری طرح سے جلی ہوئی تھی۔۔۔وہ بڑی بے دردی سے ہتھیلی کو پائیوڈین سے صاف کرتے ہوئے وہ خود کو سزا دے رہا تھا۔۔

۔میری غلطی تھی میں نے زبان درازی کی اور آپ نے مجھے تھپڑ مارا۔۔ پھر یہ خود کو تکلیف کیوں دی ۔۔۔ مرہا جو سونے کی ایکٹنگ کر رہی تھی وہ کب پاؤں میں لگی ہوئی چوٹ کی وجہ سے با مشکل چلتے ہوئے۔۔۔

اس کے پاس آکر گھٹنوں کے بل بیٹھ گئی تھی۔درد کی شدت سے شاہ میر کو پتہ نہیں چلا۔۔

۔میں نے کوئی خود کو سزا نہیں دی یہ ایک حادثے کی وجہ سے ہوا ہے۔وہ اپنے ہاتھ کو پیچھے کرتے ہوئے تکلیف کو چھپانے کی کوشش کر رہا تھا۔۔

۔جب جھوٹ بولنا نہیں آتا تو کوشش بھی مت کیا کریں!!زبردستی شاہ میر کے ہاتھ کو پکڑ کر درد بھری نگاہوں سے ظالم کی جانب دیکھ رہی تھی۔۔

دوائی لگانے دیں پلیز!!

میں خود لگالوں گا!!

محبت سے چھونے کا حق تو چھین لیا ہیں! جو احسان آپ کو مجھ پر روز کرتے ہیں میرے پاؤں کی ڈریسنگ کر کے اسی احسان کو لوٹانے کے لیے پلیز مجھے دوا لگانے دے۔۔۔

۔نم نم پلکوں کو جھکائے زبردستی ہاتھ کو تھامے ہوئے تھی ۔دوا لگانے کے ساتھ اپنی نازک سی پنکھڑیوں سے پھونکیں مارتے ہوئے رو رہی تھی۔۔

۔بیوی ہو تم میری !کوئی احسان نہیں کیا تم پر۔۔ تمہاری حفاظت کرنا مجھ پر فرض ہے۔ سپاٹ لہجے سے نظریں سائیڈ پر کیے ہوئے تھا۔۔



۔تو پھر میرا بھی فرض ہے۔ فرض سمجھ کر ہی پورا کر لینے دیں۔۔۔

۔اس کے ٹوٹے ہوئے لہجے کی نمی کو محسوس کرتے ہوئے نظر بھر کر شاہ میر نے اس کے چہرے کی جانب دیکھا تھا۔

۔یہ کیا ہوا ہے تمہارے چہرے پر !اس خوبصورت چہرے پر ہاتھوں کی بہت ساری انگلیوں کی چھاپے دیکھ کر شاہ میر نے سوال کیا۔۔۔۔اس کے گال پر آگے کی جانب آئے ہوئے بالوں کو ہٹاتے ہوئے غور سے دیکھ رہا۔۔

۔کچھ نہیں ہوا وہ ہاتھ پر دوا لگا کر جلدی سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔پاؤں میں انفیکشن کی وجہ سے اسے چلنے میں بہت تکلیف ہو رہی تھی۔۔

۔شامیر تڑپ کر اٹھ کھڑا ہوا۔اسے جاتے ہوئے دیکھ اس کی کلائی تھام کر اسے روک چکا تھا۔۔

۔کیسے جرات ہوئی خود کو تکلیف دینے کی اس کی کلائی کو تھامے اس کے چہرے کی جانب آن کھڑا ہوا تھا۔۔

۔کوئی تکلیف نہیں دی میں نے خود کو!بس مرہا کو مرہا کی اوقات یاد دلا رہی تھی۔۔۔جس کو آپ نے اپنی انمول محبت سے اتنا زیادہ نواز دیا تھا کہ وہ اپنی اوقات ہی بھول گئی تھی۔۔وہ بھول گئی تھی کہ مرہا

آپ کے قدموں کی دھول بننے کے لائق بھی نہیں ہے۔۔ جو کبھی آپ کے قابل نہیں تھی۔۔اسے آپ نے اپنے دل میں جگہ دی۔۔۔خود کو ہوش میں لانے کے لیے مجھے یہ کرنا پڑا۔۔

۔ نظر جھکائے درد سے چور لہجہ ٹپ ٹپ آنکھوں سے گرتے آنسوں،اپنے وجود پر شرمندہ نگاہیں، یہ سب کچھ دیکھ کر کچھ پل کے لیے شاہ میر خود میں ہی مر گیا تھا۔۔

۔وہ ایسا تو مرہا کے ساتھ نہیں کرنا چاہتا تھا۔۔۔میری طرف دیکھو ڈھوڑی پر ہاتھ رکھ کے اس کا چہرہ اوپر کیا۔۔

شکوہ گر نظروں سے میر کی جانب دیکھ کر واپس پلکیں جھکا لی۔۔ کیا کروں آپ کی طرف دیکھ کر جب آپ کی آنکھوں میں خود کے لیے پیار ہی نظر نہیں آتا۔شکوہ زبان پر لاتے ہوئے ہونٹوں کو چبا کر رونے لگی۔۔

۔مرہااس مقام پر بھی مجھے تم ہی لے کر آئی ہو جب منع کیا تھا کہ میری اجازت کے بغیر گھر سے قدم باہر مت رکھنا کچھ سوچ کر ہی کہا ہو گا۔۔۔ مگر تمہیں تو میری پرواہ فضول لگی اسی لیے تو تم نے خود کو اتنی بڑی آزمائش میں ڈال کر مجھے سولی پر لٹکا دیا۔۔

۔اس کی گوری گالوں پر خود کو سزا دیے ہوئی انگلیوں کو نشانوں کو سہلاتے ہوئے تڑپ وار آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔

۔سوری مجھے پتہ ہے مجھ سے غلطی ہو گئی ہے۔ مگر میر میں بالکل ٹھیک ہوں۔میرے ساتھ کچھ نہیں ہوا !!پلیز آپ مجھ سے نفرت نہیں کریں آپ چاہیں تو میں اللہ تعالی کی پاک کتاب پر ہاتھ رکھ کر قسم کھا سکتی ہوں۔۔سسکیاں بھرتی ہوئی آواز سے رو رہی تھی۔آنسوں گلٹی بن کر اس کے گلے میں اٹکنے لگے تھے اپنی عزت کی صفائی پیش کرتے ہوئے۔



۔میرہا سچ میں تمہیں ایسا لگتا ہے کہ میں تم سے کردار کی صفائی لینا چاہتا ہوں۔ریلی تمہیں یہ لگتا ہے کہ میں تم سے اس وجہ سے ناراض ہوں!!!!میرے ساتھ اتنا وقت رہنے کے بعد تم صرف مجھے اتنا ہی

سمجھی ہو !!بہت افسوس ہوا ہے مرہا مجھے تمہاری سوچ پر۔ انگوٹھے کے پوروں سے اس کے آنسوں صاف کرتے ہوئے وہ نرم لہجے سے درد بیاں کر رہا تھا۔

۔میر مر کر بھی کبھی تمہارے بارے میں غلط نہیں سوچ سکتا۔۔۔ اور تم نے مجھے اتنا گھٹیا سمجھا کہ میں تمہارے وجود سے نفرت نفرت کر سکتا ہوں۔۔۔ خدا گواہ ہے کہ تمہیں دیکھتے ہی میرے دل نے گواہی دی کہ میری مرہا اس درندے با حفاظت ہے۔۔۔

۔اور اگر خدا نخواستہ۔ اللہ نہ کرے کہ ایسا کچھ ہوا بھی ہوتا تو میں تمہارے بارے میں پھر بھی کچھ غلط نہیں سوچ سکتا۔۔۔ جان ہو تو میر کی!!

۔ہاں میں ناراض تم سے اس لیے تھا کہ تم نے اپنی حفاظت نہیں کی! میں ناراض اس لیے تھا کہ تمہاری ایک بے وقوفی کی وجہ سے تم کہاں پہنچ گئی تھی !تمہارے ساتھ کیا ہو سکتا تھا! ہاں میں ناراض تھا خود سے کہ میں تمہاری حفاظت نہیں کر سکا!!! میں ناراض تھا خود سے پورے شہر کی حفاظت کرنے والا اے سی پی شامیر ملک جس کی بہادری کے چرچے ہر گھر میں ہے۔ وہ اپنی ہی عزت کی حفاظت نہیں کر سکا۔۔

میر آپ سچ کہہ رہے ہیں آپ مجھ سے نفرت نہیں کرتے؟؟ شاہ میر کی باتوں سے ڈھارس باندھے سوالیاں نظروں سے اس کی جانب دیکھ رہی تھی۔۔اس کے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے اپنے میر کے قریب ہو گئی۔۔

۔کبھی سنا ہے کہ دل اپنی دھڑکن سے نفرت کر سکتا ہے۔۔
شاہ میر چاہ کر بھی کبھی تم سے نفرت نہیں کر سکتا۔۔میر کی محبت پر تمہیں اتنا ہی یقین تھا یہ سوچ کر مجھے خود پر شرمندگی ہو رہی ہے۔۔۔

۔تمہیں اپنے میر کی محبت پر بس اتنا ہی یقین تھا؟؟؟



۔شکوہ گو نظروں سے دیکھتے ہوئے بے اختیار بہت دنوں سے اپنی جان کے لمس کے لیے تڑپتے ہوئے لبوں کو اس کی گال پر رکھ کر آنکھیں بند کر لی۔۔۔نرمی سے بھرا طویل لمس اس کی گال پر چھوڑا تھا۔۔۔

تھینک یو میر !!!! آپ مجھ سے نفرت نہیں کرتے۔۔۔میر مرہا کا وجود آپ کے بنا کچھ نہیں۔۔۔۔ آپ مجھے محبت سے دیکھتے ہیں تو مجھے خود سے محبت ہوتی ہے۔۔۔۔ آپ نے محبت بھری نظریں مجھ سے ہٹائیں تو مجھے اپنے وجود سے نفرت ہونے لگی تھی۔۔۔میر کا محبت بھرا لمس آج اس نے 15 دن بعد محسوس کیا تھا۔۔۔تو وہ بے اختیار میر کے سینے سے لگ گئی۔۔۔

۔اس کی کمر پر ہاتھ مظبوطی سے باندھے اس کے مظبوط سینے میں سماتے چلی گئی۔روتے ہوئے ٹوٹے پھوٹے لفظوں سے بولے جا رہی تھی۔۔۔

۔پلیز ایک بار معاف کر دیں آئندہ میں مر کر بھی گھر سے آپ سے پوچھے بنا قدم نہیں نکالوں گی۔۔۔ میر آپ میری جان ہیں۔۔۔ پلیز مجھ سے محبت کرنا کبھی مت چھوڑیے گا۔۔۔۔مرہا مر جائے گی۔۔۔ ہچکیوں سے روتی ہوئی بے اختیار ایڑیاں اٹھا کر اپنی پنکھڑیوں کو اس کی گردن پر رکھ دیا۔۔۔

۔ محبت بھرے لمس سے پر سکوئیں جاں کرتی ہوئی واپس اس کے کسرتی مضبوط سینے پر سر رکھ گئی۔اتنے دنوں کے باد اس کی پنکھڑیوں کے ہلکے سے لمس نے میر کی دھڑکنوں کو بے ترتیب کر دیا تھا۔۔

۔رونا بند کرو ابھی تو تمہیں سزا ملنی باقی ہے کیسے معاف کر دوں؟؟

مطلب گھبرائی نظروں سے ایک بار پھر میر کی چہرے کی جانب دیکھا تھا۔۔

۔مطلب یہ کہ تم پر میرا حق ہے تو پھر تم نے اس خوبصورت چہرے پر ہاتھ اٹھانے کی جرات کیسے کی ۔۔۔جس خوبصورت چہرے پر ہاتھ اٹھا کر میر نے خود کو سزا دی۔۔۔اسی چہرے پر تم نے یہ تشدد کرنے کی جرأت کیسے کی۔۔۔

اس کے چہرے پر جھکا ہوا ہاتھوں کے پیالے میں اس کا چہرہ بھرتے ہوئے باری باری لب اس کے گالوں پر رکھ کر لمس چھوڑتے ہوئے یقین محبت سے نواز رہا تھا۔۔

سوری مجھے غصہ آگیا تھا!! آنکھیں بند کیے ہوئے کھڑی۔اس کے انابی لبوں کے لمس محسوس کرتے ہوئے اپنے میر کے ہاتھوں میں پگھلتی جا رہی تھی۔۔۔

۔سوری نہیں چاہیے، سزا ملے گی معافی نہیں دے سکتا۔۔۔اس کے چہرے پر چھوٹے چھوٹے محبت بھرے لمس چھوڑتے ہوئے، سرگوشیاں کرتے جا رہا تھا۔۔

۔تھپڑ مار کر سزا دے تو چکے ہیں لہجے میں شکوہ تھا۔۔۔

۔سوری معاف کر دو پلیز!!میر کبھی تم پر ہاتھ نہیں اٹھانا چاہتا تھا۔مگر میرا تم نے جو لفظ بولا وہ میری برداشت سے باہر تھا۔۔مجھ سے ضبط نہیں ہو سکا۔۔تم نے اتنا کندھا الفاظ بول کر مجھے بدحواس کر دیا تھا۔۔۔وہ شرمندہ ہوتے ہوئے کی جانب دیکھ کر بول رہا تھا۔۔

۔تم ایک کام کرو تم مجھے تھپڑ مار لو اس کا ہاتھ اٹھا کر اپنے چہرے کی جانب کرتے ہو بول رہا تھا۔۔

۔میر کیا ہو گیا آپ کو اللہ نہ کرے کہ میں کبھی ایسی بدتمیزی آپ سے کروں۔۔۔کوئی بات نہیں آپ کہتے ہیں کہ مجھ پر آپ کا حق ہے۔۔تو کوئی بات نہیں اگر آپ نے حق سے مجھے تھپڑ مار دیا۔۔۔

۔شاہ میر کے گال پر پیار سے ہاتھ رکھ کر۔محبت کی شدت سے بھری ہوئی آنکھوں سے دیکھ کر بول رہی تھی۔۔

۔میر کی جان تمہاری یہی معصومیت پر ہی میر مرتا ہے اور تمہاری اسی معصومیت سے ہی میر ڈرتا ہے۔۔۔

۔ مت رہو میری جان اتنی معصوم کہ کل کو میر کو کچھ ہو جائے تو تم اپنی حفاظت نہیں کر سکو۔۔۔زمانے کے ساتھ چلنا سیکھوں۔۔۔

۔۔محبت کے دائرے میں کستے ہوئے اسے اپنے سینے سے لگا کر ٹھنڈی آہ بھری۔۔۔۔

۔اللہ نہ کرے آپ کو کچھ ہو اللہ آپ کو میری بھی عمر لگا دے۔۔ایسا دوبارہ مت بولیے گا۔۔۔محبت بھری نظروں سے دیکھ واپس سینے سے لگ گئی،وہ تڑپ گئی تھی میر کی اس بات سے۔۔



۔میری جان یہی حقیقت ہے۔جس طرح کی میں جاب کرتا ہوں۔موت ہر وقت میری ارد گرد رہتی ہے۔ایسے میں میرے ساتھ کبھی بھی کچھ بھی ہو سکتا ہے۔۔میں چاہتا ہوں کہ میری بیوی اتنی مضبوط ہو کہ وہ اپنی حفاظت کر سکے۔

باہوں کے گھیرے میں لیے ہوئے سر پر لب رکھ کر پیار سے چومتے ہوئے بولا۔۔

۔مجھے نہیں بننا مضبوط میں جیسی ہوں ٹھیک ہوں ۔۔اللہ آپ کو ہمیشہ میرے سر پر سلامت رکھے۔۔ ایسی گندی باتیں مت کریں میرے ساتھ ۔۔اس سے تو اچھا ہے کہ آپ میرے منہ پر اور تھپڑ مار لیں۔۔وہ ڈر گئی تھی میر کی ایسی باتوں سے۔۔

۔میر ایسی غلطی کبھی دوبارہ نہیں کرے گا۔اور تم بھی ایسی بات کبھی دوبارہ مت کرنا۔۔تم میر کی ہو اور ہمیشہ رہو گے۔۔۔۔ہم دونوں کو صرف زندگی کی ڈور ٹوٹ کر ہی الگ کر سکتی ہے۔۔۔جیتے جی ہم دونوں کبھی ایک دوسرے سے الگ نہیں ہوں گے۔۔۔میر ہا یہ بات ذہن نشین کر لو۔۔محبت کی پناہوں میں لیے ہوئے کھڑا تھا۔۔۔

ooooooo

کیا کر رہی ہو؟؟شاہ زیب نے فون پر ہما سے کہا تھا جو اس وقت بیٹھی ہوئی مریضوں کی قطار کو چیک کر رہی تھی۔

۔لڈو کھیل رہی ہوں مریضوں کے ساتھ۔آہستہ سے سرگوشی کرتے ہوئے فون پر جواب دیا۔

۔اچھا مریضوں کے ساتھ بیٹھی ہوئی لڈو کھیل رہی ہو۔۔ ذرا ہم غریبوں کا بھی خیال کر لو۔کچھ دیر ہمارے پاس بھی تشریف لے کر آئیں۔۔۔اور بھی کافی انٹرسٹنگ گیمز ہیں جن کے بارے میں، میں آپ کو بتا سکتا ہوں شرارتی ہو کر بولا تھا۔۔۔

۔میرے مریضوں کو میری بہت ضرورت ہے اس لیے مجھے آپ کی نئی نئی گیمز میں کوئی انٹرسٹ نہیں ہے۔۔۔ وہ کچھ دیر کے لیے اپنی سیٹ سے اٹھ کر سائیڈ پر آ کر کھڑی شاہ زیب سے بات کرنے لگی تھی۔اسے شاہ زیب کے ترسے ہوئے انداز پر ہنسی آ رہی تھی۔

۔جناب ہم بھی آپ کے مریض ہیں۔۔ فرق اتنا ہے کہ باقی مریضوں کا علاج سارے ڈاکٹرز کر سکتے ہیں۔۔ جبکہ اس مریض عشق کا علاج صرف آپ کر سکتے ہیں۔۔ تو مہربانی کر کے لنچ بریک پر مجھ سے آ کر مل لیجیئے گا۔ صبح سے آپ کا دیدار نہیں ہوا مریض عشق تڑپ رہا ہے۔۔۔

۔ہائے اللہ شاہ زیب آپ کو ڈاکٹر نہیں قسم سے شاعر ہونا چاہیے تھا۔وہ اپنے ہونٹوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے بامشکل اپنے کہہ کے والی ہنسی کو روک رہی تھی۔

۔میری حالت کے مزے بعد میں لے لینا پہلے ظالم بیوی آجاؤ تھوڑی دیر کے لیے۔۔۔ لنچ بریک ہے مجھے بہت بھوک لگ رہی ہے۔۔۔ صبح بھی ظالم لڑکی مجھے سوتا ہوا چھوڑ کر چلی گئی تھی۔

۔رات کو شاہ زیب ہما کو اکثر اپنے کیمپ میں لے جاتا تھا۔ مگر آج صبح شاہ زیب بہت گہری نیند میں سو رہا تھا۔۔رات کو اس کے سر میں بہت درد تھا۔اس لیے ہما اسے پر سکون سویا ہوا دیکھ بنا اٹھائے ہی اپنی ڈیوٹی پر آگئی تھی۔۔۔

۔شاہ زیب اور ہما کی الگ الگ جگہ پر ڈیوٹی لگی تھی۔اس لیے ان کی ملاقات کافی کم ہو ہی ہو رہی تھی ۔ڈاکٹرز کے پانچ گروپس بنائے گئے تھے۔۔

۔دو گروپ گاؤں کے ایک طرف تھے۔اور اور تین دوسری جانب تھے۔

۔یہاں پر مریضوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ اچھا میڈیکل نظام نہ ہونے کی وجہ سے لوگ الگ الگ بیماریوں میں مبتلا تھے۔

۔غریب غربا لوگ اپنا علاج نہیں کروا سکتے تھے۔اسی لیے یہاں پر کیمپ لگایا گیا تھا۔۔گاؤں کے ایک طرف آبادی تھوڑی کم تھی تو اس طرف ڈاکٹرز دو گروپ بھیجے گئے تھے۔۔

۔جبکہ دوسری طرف آبادی کافی زیادہ ہونے کی وجہ سے ڈاکٹرز کے تین گروپ اس طرف بھیجے گئے تھے۔جن کے رہنے کا انتظام بھی گاؤں کے دونوں الگ الگ سائیڈوں پر کیا گیا۔

۔شاہ زیب اور ہما ایک ساتھ آ کر بھی زیادہ ٹائم ایک دوسرے کو نہیں دے پا رہے تھے۔اسی لیے شاہ زیب اسے لنچ پر بلا رہا تھا۔

۔دس منٹ تک آپ مجھے لینے آجایئے میرے پیارے عاشق شوہر!ہنستے ہوئے بولی تھی۔۔۔

۔ہائے ڈاکٹر صاحبہ عاشق تو بنا دیا ہے آپ کی محبت نے ہمیں۔۔گہری سانس لیتے ہوئے بولا تھا۔۔۔

"تجھے نہ دیکھوں تو چین مجھے آتا نہیں!!اک تیرے سوا کوئی اور مجھے بھاتا نہیں کہیں مجھے پیار ہوا تو نہیں!!

۔بس کریں ڈاکٹر صاحب اگر کسی مریض نے آپ کو یوں عاشقوں کی طرف سونگ گاتے ہوئے سن لیا تو ان کا تو مر ہی ہو جانا ہے۔کچھ دیر اسی طرح باتیں کر کے دونوں ہنستے رہے اور پھر فون بند کر چکے تھے۔۔

oooooooooo

میرب۔۔۔میرب۔۔۔۔ہوں ں ں س !!!گہری نیند میں بامشکل میرب نے کہا تھا۔۔

ہوں ں ں س۔کی بچی اٹھ جاؤ میں تمہیں یہاں پر سونے کے لیے نہیں لایا!!اٹھو میرے ساتھ ناشتہ کرو مجھے میٹنگ کے لیے جانا ہے۔میرے جانے کے بعد پھر سو جانا اس پر سے کمبل کو کھینچتے ہوئے زبردستی بازو سے پکڑ کر اٹھا کر بٹھا دیا تھا۔۔۔

۔شاہ کیا ہے !!رات کو کوسا آپ سونے نہیں دیتے ہیں۔۔

۔کون سی میٹنگ ہے آپ کی صبح صبح۔۔وہ بچوں کی طرح منہ کے زاویے بناتے ہوئے اپنی نیند خراب ہونے کا ڈنڈورا رو رہی تھی۔۔



۔ہاں تو میں تمہیں یہاں پر سونے کے لیے نہیں لایا شاہ کی جان!!اس کی گود میں سر رکھتے ہوئے لیٹ گیا۔

۔اس کی گردن میں ہاتھ ڈال کر تھوڑا سا اپنے سر کو اوپر اٹھالیا۔۔اس کی پنکڑیوں سے لبوں کا ملاپ کرواکر آنکھ کو ونگ کرتے ہوئے واپس گود میں سر رکھ لیا۔۔۔

۔شاہ !!!! آپ بہت تنگ کرنے لگے ہیں مجھے بہت نیند آرہی ہے۔ساری رات آپ نے مجھے سونے نہیں دیا۔اور اب صبح صبح زبردستی اٹھا کر بیٹھا دیا ہے آپ کو مجھ پر ترس نہیں آتا۔۔وہ نیند کی شدت سے رو دینے والی ہو رہی تھی۔۔

۔شاہ کی جان!!شاہ بھی تو ساری رات نہیں سویا میں تو نہیں رو رہا وہ اس کی حالت کو دیکھ مسکرا دیا تھا۔ اس کی کے ہاتھوں کو پکڑ باری باری لبوں سے لگا اس کی آنکھوں میں دیکھ کر بول رہا تھا۔وہ منہ سوجھا کر بیٹھی ہوئی تھی۔۔۔

۔شکل سیدھی کرو!!جارہاہوں مجھے چار سے پانچ گھنٹے لگ جائیں گے۔اچھی طرح اپنی نیند پوری کر لینا ہونٹوں پر اپنا انگوٹھا رب کرتے ہوئے محبت برساتی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔۔ابھی اٹھو اور میرے ساتھ ناشتہ کرو۔۔



۔شاہ مجھے ابھی ناشتہ نہیں کرنا شاہ مجھے بھوک نہیں ہے۔

۔میرب تمہیں اچھی طرح سے پتا ہے میں تمہارے بغیر ناشتہ نہیں کرتا۔ڈرامے مت کرو اور اٹھ جاؤ تھوڑا سا ناشتہ کر لو اس کے بعد سو جانا۔۔

۔شاہ آپ بہت ظالم ہیں۔۔ آپ کو بس ہر کام اپنی مرضی سے چاہیے۔۔ آپ کا سونے کو دل نہ کرے تو مجھے بھی سونے نہیں دیتے۔۔۔۔۔ پھر زبردستی صبح صبح اٹھا کر بیٹھا دیتے ہیں۔۔۔ کسی غریب کو بھوک نہ ہو تو زبردستی کھانا کھلاتے ہیں۔۔۔۔وہ بڑبڑ کرتی ہوئی شاہ کے سر کو اپنی گود سے نکال کر بیڈ پر رکھتے ہوئے بیڈ سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔۔۔

۔جوتے پہن کر دھن دھن کرتی ہوئی پاؤں پٹخ پٹخ کر واش روم میں جا کر بند ہو گئی۔ جبکہ شاہ بیڈ پر پڑا ہنس کر اس کی نیند سے بے حالی والی حالت دیکھ محظوظ ہو رہا تھا۔۔

oooooooooo

آئی ہیٹ یو بابا آئی ہیٹ یو!!میں بہت نفرت کرتی ہوں آپ سے، میں کیوں ہوں آپ کی اولاد۔ میرا دل نہیں چاہتا کہ میں آپ کو بابا بھی کہوں۔۔۔



۔ آج آپ کی وجہ سے میں بنا گناہ کیے سزا بھگت رہی ہوں۔ پتہ نہیں یہ شخص میرے ساتھ کیا کرے گا۔۔۔شفا ایک کونے میں بیٹھی ہوئی سب سوچ کر رو رہی تھی۔

۔بھاری قدموں کی آواز پر وہ خود میں ہی سمٹ کر ڈری ڈری نظروں سے دروازے کی جانب دیکھنے لگی۔۔

۔لڑکی اٹھ کر کھانا کھاؤ شاہ میر کھانے کی ٹرے مجرموں کی طرح اس کے آگے فرش پر دھکیلتے ہوئے بول رہا تھا۔۔

۔پل۔۔پلیز مجھے جانا دیں۔۔کانپتے ہوئے لبوں سے لفظوں کو توڑتے ہوئے بولی۔۔

۔چپ کر کے کھانا کھاؤ تمہاری بکواس سننے نہیں آیا میں۔ جتنی سزا کی تم مستحق ہو ابھی تو میں نے کچھ کیا ہی نہیں۔اور تم مجھ سے یہ امید لگائے بیٹھی ہو کہ میں تمہیں جانے دوں اتنا بے وقوف لگتا ہوں تمہیں۔ یا تمہارے باپ نے ایسے کوئی اعلیٰ کارنامے سرانجام دیے ہیں جس کی وجہ سے میں تمہاری معصوم شکل پر ترس کھا کر تمہیں چھوڑ دوں ۔۔۔اس کے پاس ایڑیوں کے بل بیٹھ کر خون خوار نظروں سے دیکھتے ہوئے دھاڑتے ہوئے بولا تھا۔۔۔

۔اس کی آواز کی دہشت تھے وہ خود میں ہی ڈر کر سمٹ گئی تھی نفی میں سر کو ہلا کر پتہ نہیں کیا کہنا چاہ رہی تھی۔شاید یہ کہہ رہی تھی کہ وہ اب جانے کا نام نہیں لے گی۔۔

۔میر کون ہے یہ لڑکی؟؟کی وہ حیرانی سے شفا کو دیکھتے ہوئے میر سے مخاطب تھی۔۔

۔مرہا کی آواز پر دونوں نے چونک کر دروازے کی جانب دیکھا تھا۔پاؤں میں چوٹ کی وجہ سے بامشکل دروازے کی دہلیز کو پکڑ کر کھڑی تھی۔۔وہ شاہ میر کے غصے سے بھری اونچی آواز کو سن کر ہی نیند سے جاگی تھی۔

۔مرہا میری جان تم کیوں آئی ہو یہاں !! تمہارے پاؤں میں بہت زیادہ انفیکشن ہو چکا ہے تمہاری لاپرواہی کی وجہ سے۔شاہ میر اسے یوں بامشکل کھڑے دیکھ کر تیز قدموں سے اس کے پاس جا کر بولا تھا۔



۔میر میں نے پوچھا یہ لڑکی کون ہے اور یہاں کیا کر رہی ہے۔اور یہ رو کیوں رہی ہے۔مرہا شاہ میر کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے ایک ساتھ بہت سے سوال کر گئی۔۔

۔مرہا یہ جو کوئی بھی ہے تم اس کو چھوڑو اور چلو میرے ساتھ مرہا کو زبردستی اپنی گود میں اٹھالیا۔۔۔

وہ روم کو کھینچ کر کر رہا تھا۔میر پلیز مجھے بتائیں یہ کون ہے؟وہ میر کے گلے میں باہوں ڈالے اس کے چہرے کی جانب دیکھ رہی تھی۔۔

۔وہ اپنے روم میں داخل ہوا تھا۔۔اس سے بڑی نرمی سے لا کر بیڈ پر بیٹھا دیا۔۔۔اس کے پیر کو غور سے دیکھ رہا تھا۔۔۔۔جہاں پر اب بھی کافی انفیکشن تھا۔۔۔اس جراثیم سے بھرے چوہے کے کاٹنے کی وجہ سے۔۔۔حالانکہ شاہ میر اسے ریگولر میڈیسن اور ٹریٹمنٹ دے رہا تھا۔۔

۔بھی آپ میری بات اگنور نہیں کر سکتے۔مجھے بتائیں وہ لڑکی کون ہے۔۔۔اب کی بار مرہا تھوڑا اونچی آواز میں بولی تھی۔

۔مرہا ویسے تو تمہیں اس کے بارے میں جاننے کی ضرورت نہیں ہے۔پھر بھی تمہاری جانکاری کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ یہ لڑکی اپنی سزا کے تحت ہمارے گھر میں ہے۔۔۔پاؤں کی ڈریسنگ کرتے ہوئے نارمل سے انداز میں بتا رہا تھا۔۔

۔کیسی سزا۔۔وہ کس طرح سے لڑکی رو رہی تھی۔۔ معصوم سی بچی ہے وہ۔جو مجھ سے بھی کہیں چھوٹی ہے۔۔ آپ اسے کیوں سزا دے رہے ہیں۔۔ اس نے ایسا کیا کیا ہے۔۔۔سوالیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔۔

۔مرہا تم میرے معاملات سے دور رہو۔جان تمہارا ان سب سے کوئی لینا دینا نہیں ہے۔خاموش کرا دینے والے انداز سے بول کر پھر سے ڈریسنگ کرنے لگا تھا۔۔

۔میر آپ بدل گئے ہیں۔ آپ کہ یہ راز مجھے سمجھ نہیں آتے۔ آپ چاہیں تو مجھے تھپڑ مار سکتے ہیں۔۔ مگر مجھے اس بات کا جواب چاہیے۔۔وہ لڑکی کون ہے اور ہمارے گھر پر کیا کر رہی ہے۔۔ آپ کیا کرنے والے ہیں اس کے ساتھ وہ ضدی انداز میں بول رہی تھی۔۔



آج کے بعد اگر مجھ سے یہ کہانا کہ میں تمہیں تھپڑ مار سکتا ہوں۔تو مرہا میں تمہاری جان لے لوں گا۔۔ شرمندہ ہوں میں اپنی اس غلطی کے لیے تمہیں کیا لگتا ہے کہ تمہیں تھپڑ مار کر مجھے بہت خوشی حاصل ہوئی تھی۔۔۔اور رہی اس لڑکی کی بات تو اسے سزا کے لیے یہاں لے کر آیا ہوں۔

۔تم چاہو تو اسے اپنی نوکرانی بنا کر اپنی خدمت کروا سکتی ہو۔۔پورے گھر کا اس سے کام کروایا کرو۔۔ وہ مرہا کے پاس بیٹھتے ہوئے اس کے خوبصورت چہرے کو محبت بھری نظروں سے نہارتے ہوئے بولا تھا۔۔

۔وہ اتنی پیاری معصوم سی بچی ہے اور میں کیوں اس کو اپنی نوکر بناؤں اور اس سے اپنی خدمت دے کرواؤں وہ حیرانی سے بول رہی تھی۔۔

۔وہ بچی ہے اور تم دادی اماں ہو۔۔تم تو خود ابھی تک بچی ہو پاگل لڑکی وہ اس کی بات پر مسکرا دیا تھا۔۔۔

۔میر آپ اسے چھوڑ کر آئیں اس کے گھر وہ کتنا رو رہی تھی۔۔پلیز میر۔۔۔وہ میر کے سخت بیرڈ والے گالوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے منت گو انداز سے بول رہی تھی۔

۔اس کے باپ نے تمہاری معصومیت کو دیکھا۔۔۔تم پر ترس کھایا نہیں نہ۔تو مجھے بھی اس لڑکی پر ذرا برابر بھی ترس نہیں آرہا۔

۔مطلب کون ہے اس کا باپ!!!متلاشی نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔۔

۔یو اسی کتے سلار سائیگل کی بیٹی ہے جس نے میری معصوم بیوی کو وہ کہتے ہوئے جبڑے بھینچ کر چپ کر گیا۔۔

۔یہ اس کی بیٹی ہے مجھے یقین نہیں آرہا۔۔۔ وہ تو اتنا گھٹیا اور درندہ صفت انسان ہے۔۔۔ مگر میر یہ بہت معصوم ہے۔۔۔اس کی آنکھوں میں آپ نے ڈر دیکھا تھا۔۔۔اس کی آنکھوں میں وہی ڈر تھا میر جو اس گندے شخص کو دیکھ کر میری آنکھوں میں ہوتا تھا۔۔۔میر امیر کسی کے ساتھ کچھ غلط نہیں کر سکتا۔۔

وہ اس لڑکے کی ہمدردی میں اپنے نرم دل کے ہاتھوں مجبور رونے لگی تھی۔



۔کر سکتا ہے تمہارا میر بھی سب کچھ کر سکتا ہے۔۔میں اس شخص کو کبھی معاف نہیں کر سکتا۔۔۔جس نے میری معصوم محبت کو روندنے کی جرأت کی ہے۔۔

۔میں نے اپنی زندگی میں آج تک کبھی کسی عورت کی عزت پر ہاتھ نہیں ڈالا۔۔ہمیشہ میں عورتوں کی عزت کے لیے لڑتا رہا۔۔۔اور میں اپنی بیوی کی حفاظت نہیں کر سکا۔یہ بات مجھے جینے نہیں دے گی۔۔۔اس لیے تم اس لڑکی کی ہمدردی میں مت بولو۔۔۔۔۔لہجہ تلخ ہونے لگا تھا ماتھے پر غصے سے نسیں ابھر آئی تھی۔۔

۔وہ جھٹکے سے اٹھ کر روم کا دروازہ کھول کر باہر نکل گیا تھا۔

۔نہیں میر نہیں۔۔کبھی نہیں جو کچھ میرے ساتھ ہوا وہ میں کسی اور معصوم کے ساتھ کبھی نہیں ہونے دوں گی۔۔۔۔اور میرا میر ایسا نہیں کر سکتا۔۔۔میں کبھی آپ کو اس طرح کے گناہ کی دلدل میں نہیں دھسنے دوں گی۔۔وہ فیصلہ کن انداز سے سوچ رہی تھی۔۔۔



oooooooooo

۔شفا پہلی نظر میں ہی یہ سمجھ چکی تھی کہ یہ لڑکی اس شخص کے لیے بہت اہمیت رکھتی ہے۔وہ جو دیکھنے میں اتنا کھڑوس اور سخت لگ رہا تھا۔۔وہ اپنی بیوی سے بے حد پیار کرتا تھا۔۔۔دونوں کی آپسی دو سیکنڈ کی ملاقات سے ہی وہ سمجھ چکی تھی کہ یہ شخص اپنی بیوی پر جان چھڑکتا ہے۔۔۔

۔کیسے وہ اس کے پاؤں میں زخم دیکھ کر تڑپ کر اس کے پاس جا کر اسے گود میں اٹھا کر لے گیا تھا۔۔

۔وہ مسلسل اسی لڑکی کے بارے میں سوچے جا رہی تھی۔جو شکل سے ہی بے حد ہمدرد لگ رہی تھی۔۔ کیا وہ میری مدد کرے گی۔۔۔ کیا وہ یہاں سے جانے کے لیے اپنے شوہر کو منا لے گی۔۔ کیا میں کبھی اپنے بھائی اور ماما سے مل سکوں گی۔۔سارے سوال اس کے دماغ میں گہرام مچائے ہوئے تھے۔۔۔

۔اس کی زندگی کا کیا فیصلہ ہونے والا تھا اسے کچھ نہیں پتا تھا۔
۔وہ خالی نظروں سے بیٹھی ہوئی سامنے پڑی کھانے والی ڈش کو دیکھ رہی تھی۔۔

۔اسے بہت بھوک لگ رہی تھی۔۔انسان جتنی بڑی مشکل میں ہو چاہیں سولی پر کیوں نہ لٹکا ہو۔بھوک تو آخر بھوک ہے۔ڈش کو اپنی جانب کھینچتے ہوئے ہڑبڑائے ہوئے انداز سے کھانا کھا رہی تھی۔۔۔
۔جب روم کا دروازہ آہستہ سے کسی نے کھولا تھا۔۔۔شفا نے نوالہ منہ کے سامنے روکتے ہوئے روم کے دروازے کی جانب دیکھا۔۔جب مرہا لڑکھڑاتے ہوئے چھوٹے چھوٹے قدم بھرتے ہوئے روم کے اندر داخل ہوئی۔۔

۔کھاؤ کھاؤ پلیز کھانا کھاؤ!!میں آپ کو کچھ نہیں کہوں گی پریشان مت ہوں۔اس کا گھبرایا ہوا چہرہ دیکھ میرہا نے ہاتھ کے اشارے سے اسے ریلیکس رہنے کو کہا۔۔

۔اٹھ کر بیڈ پر بیٹھ کر کھانا کھائیں اسے زمین پر بیٹھے ہوئے کھانا کھاتے دیکھ میرا نے اسے کہا تھا۔۔

۔پلیز آپ میری یہاں سے جانے میں مدد کردیں۔میں آپ کا احسان کا بھی نہیں بولوں گی۔میری کوئی غلطی نہیں ہے۔میں تو خود اپنے باپ سے بہت نفرت کرتی ہوں۔۔۔میں بہت چھوٹی تھی جب اپنے ماموں کے پاس جاکر رہنے لگی تھی۔۔۔اپنے باپ کی عیاش فطرت سے واقف ہوکر اپنا گھر ہوتے ہوئے میں گھر سے دور رہی۔۔۔

۔وہ کھانا چھوڑ بھاگ کر مرہا کے قریب آئی اور مرہا کے دونوں ہاتھ پکڑتے ہوئے التجائی نظروں سے دیکھ اپنی کہانی خود ہی بتارہی تھی۔۔

۔پریشان نہیں ہوں۔۔۔آپ کا نام کیا ہے۔۔مرہا اس سے کہ آنسوں صاف کرتے ہوئے اسے اپنے ساتھ لگا کر چپ کروارہی تھی۔۔

۔شی۔۔شفا!!وہ تھوڑی سی ہمدردی پاتے ہی بے اختیار رونے لگی۔۔

۔شاہ میر جب غصے سے روم سے نکلا تو وہ شاید گھر سے چلا گیا تھا۔شفا نے گھر میں دیکھا تو اسے شاہ میر کہیں نظر نہیں آیا۔

۔تو وہ اس لڑکی کے روم میں آگئی۔اس کا معصوم چہرہ میں مرہا کی آنکھوں کے سامنے سے جا ہی نہیں رہا تھا۔۔

۔شاہ میر نے جب اسے اپنی گود میں اٹھایا تو مرہا نے بڑی چالاکی سے دو انگلیاں اس کی پاکٹ میں ڈالتے ہوئے روم کی چابی نکال لی تھی۔۔

۔دیکھو شفا تم پریشان نہیں ہو اور یہاں بیٹھو تم مجھے اپنی بڑی بہن ہی سمجھو۔۔اور آرام سے کھانا کھاؤ میں تم سے یہ وعدہ تو نہیں کر سکتی کہ تم یہاں سے جا سکتی ہو یا نہیں۔یا کب جاؤ گی مگر میں تم سے ایک وعدہ ضرور کر سکتی ہوں کہ میں تمہارے ساتھ کچھ غلط نہیں ہونے دوں گی۔۔

۔اسے بیڈ بیٹھاتے ہوئے تھوڑی دوری پر پڑی کھانے کی ڈش کو جھک کر بڑی مشکل سے مرہا نے اٹھایا تھا۔پاؤں میں درد کی وجہ سے اس سے جھکا نہیں جا رہا تھا۔۔ڈش کو بیڈ پر پاس رکھتے ہوئے اس لڑکی کو کھانے کا بول رہی تھی۔۔

۔تمہارے باپ نے جو کچھ میرے ساتھ کیا اس کی وجہ سے، میرے ساتھ ساتھ میرے میر نے بھی بہت کچھ برداشت کیا ہے۔۔شفا تمہارا باپ بہت گندا انسان ہے تم نہیں جانتی کہ اس نے میرے ساتھ کیا۔کیا ہے مرہا اس کے پاس ہی بیٹھ گئی تھی۔۔۔مرہا نے بچپن سے جوانی تک کے سارے پس منظر کو اپنی زبان سے شفا کو سنایا تھا۔۔

شفا شرم سے مر رہی تھی اپنے باپ کی کرتوتیں سن ک،روہ حیران تھی کہ وہ اس شخص کو جتنا گندا سمجھتی تھی وہ تو اس سے بھی کہیں زیادہ گندا اور غلیظ تھا۔۔۔

۔مرہا کی زبان سے اس کی روح کو چھلنے کر دینے والی کہانی سن کر شفا روتے ہوئے اس کے گلے لگ گئی۔۔۔



آپی آپ کے شوہر میرے ساتھ جو کر رہے ہیں بالکل صحیح کر رہے ہیں۔میں اسی سزا کے مستحق ہوں ۔بے شک میری کوئی غلطی نہیں مگر وہ میرا باپ ہے میں اس بات کو نہیں جھٹلا سکتی۔۔۔

۔اپنے شوہر کو کہیں جو بھی سزا دینا چاہتے ہیں وہ مجھے دے سکتے ہیں۔مرہا کی روپر اتنے زخم لگے سن کر۔۔سر خم کیے اپنی سزا کو تسلیم کرتے ہوئے بولی تھی۔۔

۔پاگل ہو گئی ہو!!میں نے تمہیں یہ سب اس لیے نہیں بتایا!اور نہ ہی میں تمہارے ساتھ کچھ غلط ہونے دوں گی!میں نے تمہیں میر کے درد کی وجہ بتائی ہے۔۔۔

۔میر امیر ایسا نہیں ہے جو کسی عورت کے ساتھ غلط کرے۔وہ کبھی تمہارے ساتھ کچھ غلط نہیں کرے گا۔اس وقت اس کے دماغ پر جتنا غصہ حاوی ہے۔وہ میری بات بھی نہیں سنے گا۔۔

۔مگر تم میرے میر کے بارے میں کچھ بھی غلط مت سوچو۔اور یہاں پر تم آرام سے رہ سکتی ہو۔۔

۔تمہیں کسی بھی چیز کی ضرورت ہو تو تم مجھ سے کہہ سکتی ہو۔۔



۔میر جب سے تمہیں یہاں پر لائے ہیں مجھے نہیں پتہ تم کب آئی ہو۔مگر میرا دل بنا پوچھے اس بات کی گواہی دے سکتا ہے کہ اس نے تمہارے ساتھ کچھ غلط نہیں کیا۔اور نہ ہی وہ کبھی کرے گا وہ یہ سب کچھ اپنے غصے آگ کو ٹھنڈا کرنے کے لیے کر رہا ہے۔۔

۔تم کھانا کھاؤ اور فریش ہو کر آرام سے کچھ دیر سو جاؤ۔ میں تمہیں کپڑے دیتی ہوں۔

۔مرہا اسے تسلی دے کر آہستہ آہستہ دیوار کا سہارا لے کر اپنے کمرے میں آئی۔۔اور وہاں سے اپنے دو تین ڈریس نکال کر شفا والے روم میں واپس آ گئی تھی۔۔۔

۔تم فی الحال یہ کپڑے رکھ لو پھر میں تمہارے لیے کپڑوں کا انتظام کر دوں گی۔۔ اسے کپڑے تھماتے ہوئے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر دلاسا دیتے ہوئے روم سے کیا چکی تھی۔

۔اتنی اچھی لڑکی کے ساتھ کیا، کیا آپ نے! کیوں کیا ایسا۔۔۔۔ جو اپنے ساتھ اتنا کچھ غلط ہونے کے باوجود آپ کی بیٹی کو تحفظ دینے کی کوشش کر رہی ہے۔۔۔ وہ دونوں ہاتھ اپنے چہرے پر رکھے ہوئے سسکیاں لے کر رونے لگی تھی۔



oooooooooo

وہ دلہن کے جوڑے میں اپنے سائیں کے بیڈ پر بیٹھی ہوئی تھی۔ یہ بیڈ اس کے لیے نیا نہیں تھا نہ ہی سائیں۔۔ مگر جو آج جذبات تھے وہ بالکل مختلف تھے۔۔ آج وہ پوری عزت کے ساتھ اپنے بڑوں کی دعائیں لے کر پورے حق سے اس روم میں بیٹھی تھی۔۔

۔بڑی سادگی سے بیا کی رخصتی ہوئی تھی صرف اس کے ننیال والوں کو ہی بلوایا گیا تھا۔چوہدری صاحب کا کوئی بہن بھائی نہیں تھا۔۔

۔ایک بھائی تھا جو بہت پہلے دنیا سے چلا گیا۔اس لیے صرف گھر کے افراد اور بیا کے ننیال والوں کے سامنے ایک چھوٹی سی تقریب میں بیا کو رخصت کر کے دلہن کے جوڑے میں اس کے کمرے میں بٹھا دیا گیا تھا۔۔

۔وہ دھڑکتے دل میں ہزاروں جذبات لیے اپنے سائیں کا انتظار کر رہی تھی۔۔کچھ انتظار کے بعد روم کا دروازہ کھلا دروازے سے آتے جانے مانے پرفیوم کی خوشبو کو محسوس کرتے۔بنا پل کے اٹھائے وہ سمجھ گئی تھی کہ یہ اس کا سائیں ہے۔اس خوشبو کو اب تو اس نے کئی بار بہت نزدیک سے محسوس کیا تھا۔۔

۔اسلام علیکم۔۔وہ پاس بیٹھتے سر جھک گئے ہوئے بیا کو دیکھ معنی خیز انداز سے مسکرایا تھا۔۔

۔وعلیکم اسلام!!بڑے ادب سے گھونگٹ کے اندر سے سلام کا جواب دیا گیا۔

۔سائیں کی جان شرما رہی ہے!مسکراتے لبوں سے اپنی کہنی کو میٹرس پر ٹکائے ہوئے لیٹ گیا۔۔

۔ہمم تو آج جواب بھی نہیں دو گی۔جواب نہ آنے پر سائیں نے دانتوں تلے نچلے ہونٹ کے کنارے کو دبا کر چھوڑتے ہوئے سوال کیا۔۔

۔شاباش تو ایسے ہی شرماتی رہ اور دیکھ میں تیری جان کیسے مشکل کرتا ہوں۔۔گھونگٹ کو نرمی سے دونوں ہاتھوں سے اٹھا کر پیچھے کی جانب فولڈ کر دیا۔۔

۔ہائے قربان جاؤں میرا مکھن لگ تو قیامت رہی ہے۔اس کے سجے سنورے کمسن سراپے کو گہری نظروں سے دیکھا۔۔اپنے مونچھوں کو تاؤ دیتا ہوا گہرے نظروں سے دیکھ دل کش انداز سے مسکرایا تھا۔اس کی ٹھوڑی پر ہاتھ رکھ انگلی سے اس کے چہرے کو اوپر کیا۔۔

۔ماشاءاللہ بے اختیار سائیں کے لبوں سے نکلا تھا۔۔

"اب میں سمجھا تیرے

رخسار پہ تِل کا مطلب

دولتِ حُسن پہ

دربان بٹھار کھا ہے!!اس کی گال پر گہرے کالے دل پر انگلی رکھتے ہوئے کہا تھا۔۔دلہن بنے ہوئے اس کے سراپے کو سر سے پاؤں تک دیکھتے ہوئے وہ بے قابو سا ہو رہا تھا۔۔

سلور کلر کی میکسی جس پر ریڈ کلر کا دوپٹہ لیا ہوا تھا۔ دوپٹے اور میکسی پر بہت نفیس سلور نقشی اور موتیوں سے جڑا کام جوڑے کی خوبصورتی کو چار چاند لگا رہا تھا۔۔ سلور میچنگ جولری اس کی خوبصورتی کو اور بھی نکھار رہی تھی۔

۔باریک سی پنکھڑیوں پر گہری ریڈ لپسٹک چوہدری کے دل پر بجلیاں گرا رہی تھی۔وہ پلکیں جھکائے ہوئے بیٹھی تھی۔اس کے ناک میں پہنی ہوئی نوز بن والی بالی پنکڑیوں سے ٹکرا کر سائیں کو بہکا رہی تھی۔۔

۔ٹھوڑی پر ہاتھ رکھتے ہوئے اس کا چہرہ اوپر کیا۔۔ بیا نے پلکیں اٹھا کر سائیں کے خماریوں میں ڈوبے ہوئے چہرے کو دیکھا۔وپس پلکیں جھکالی۔۔

۔جیب سے ایک چھوٹی سی ڈبیا نکال کر کھولی تھی۔ خوبصورت سی رنگ کو نکال کر۔اس کی ہاتھ کو نرمی سے پکڑ کر لبوں سے لگالیا۔۔ رنگ پہنا کر اس کی مسکراتے چہرے کی جانب دیکھا۔۔

۔رنگ پہنی ہوئی انگلی پر لب رکھ کر چوم لیا۔۔ وہ شرما گئی تھی۔۔۔

۔بیانا کر قسم سے اتنا شرمائے گی تو تیری جان کو بڑی مشکل کر دوں گا۔اس کی گال پر ہاتھ رکھتے ہوئے بے اختیار اس پر جھک گیا۔۔

۔نازک سی پنکھڑیوں پر لب رکھتے ہوئے انداز شدت سے ان کو قید میں لے گیا۔اس ہونٹوں سے نمی چوستے سانسوں کو کڑا امتحان دے رہا تھا۔وہ اس کے نازک سے وجود پر گر کر اس کے اوپر ہی براجمان ہو چکا تھا۔

۔اس کے ہونٹوں کی نمی کا جام پی کر تو وہ پہلے سے زیادہ بہک چکا تھا۔۔خماری سے بھری ہوئی آنکھوں سے دیکھ مسکرایا دیا۔۔آہستہ آہستہ پنوں سے آزاد کر کے اس کے دوپٹے کو اتار کر سائیڈ پر رکھ دیا۔۔

جیولری سے آزادی دلاتے ہوئے اس کے ،سراپے کو نہار گہری نظروں سے دیکھ دل فریب انداز سے مسکرا رہا تھا۔

۔وہ شرما کر کروٹ بدل کر چہرہ تکیے میں چھپا گئی۔ہائے بیا میری جان کیوں میرے منہ توڑ جذباتوں کا امتحان لے رہی ہو۔۔اس کی بال ہٹا کر بیک گلے پر اپنے لب رکھ دیے۔۔لبوں چومتے ہوئے دانتوں

کی چپن دی وہ سسک اٹھی تھی۔۔اس کی میکسی پر لگی زپ کو دانتوں میں دبا کر نیچے کی جانب لے جاتے ہوئے پوری کھول چکا تھا۔۔

۔اس کی خوبصورت دودھیا رنگت والی قمر اس کے سامنے تھی۔وہ بے قابو ہوتا وہاں پر اپنی لب رکھ چکا تھا۔۔وہ تکیے کو اپنی مٹھیوں میں جکڑ لمسوں کی شدت سے تڑپ سی گئی تھی۔۔

۔آآآہ۔۔۔۔!سائیں کک۔کیا کر رہے ہیں!پلیز چھوڑو مجھے اچانک سے اسکے اس عمل پہ وہ تڑپ اٹھی تھی۔سائیں نے قمر پر لمس چھوڑتے ہوئے جب اس کی نازک سی کمر پر اپنے دانت گاڑے تو وہ بلبلا اٹھی تھی۔۔

۔۔۔اسکے حصار سے خود کو آزاد کرانے کی ایک ناکام سی کوشش کی۔اس کے کاندھے پہ ہاتھ رکھ کر کروٹ سیدھی کر کیے اس کے اوپر لیٹ گیا۔۔وہ اس پر پورے حق سے براجمان ہو کر اس کی کوشش ناکام بنا چکا تھا۔۔

۔سائیں ایسا ہی ہے اور ایسی ہی ہے سائیں کی محبت۔۔۔تڑپنے کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔سائیں کی جان محبت کی ہے تو سائیں کو برداشت کرنا بی سیکھو،ہر باریوں میرے پہلے لمس پر مرمت جایا کرو۔جذباتوں سے چور گھمبگیر آواز میں بولتا ہوا اس کی گردن پر جھک گیا۔۔

۔وہ ہاتھ پاؤں بھی نہیں ہلا پارہی تھی سائیں نے اتنی سختی سے اس ہاتھ اس کی نازک انگلیوں میں جکڑے ہوئے تھے۔ٹانگوں کو اپنی ٹانگوں کی لپیٹ میں لے کر پن کرر کھا تھا۔۔

۔اسکے فرار ہونے کا کوئی راستہ نہ تھا۔۔بے تحاشہ لمس مل کر گردن پر آگ لگائے ہوئے تھے۔۔گردن سے نیچے وہ ایک جھٹکے سے آیا تھا۔دل والے مقام پر لب رکھ کر چومتے ہوئے اس کی جان نکال رہا تھا۔سائیں کی ہونٹ انگاروں کی طرح اپنے منہ توڑ جذباتوں سے سلگ رہے تھے۔۔

۔کمرے میں اسکی سسکیوں کی آوازیں گونج رہی تھیں۔۔۔اور سائیں کو تو جیسے کچھ سنائی ہی نہیں دے رہا تھا۔۔۔وہ بیا کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے اسی پوزیشن میں جھٹکے سے اپنے اوپر لے آیا۔

۔اس کی سلکی بالوں میں چہرہ چھپائے گردن کو چومتے ہوئے۔لب واپس دل والے مقام پر لا کر رکھ دیے۔دھڑکنوں کو ہونٹوں پر محسوس کرتے ہوئے وہ مدحوش سا ہو گیا۔۔بیا کی جان نکالنے پر تلا ہوا تھا۔۔۔بیا کی سسکیاں روم میں تیز ہونے لگی تھی۔۔

۔سائیں اپنی تیز سانسوں سے مت ہوش ہوا بیا کے وجود پر اپنی مدحوشیاں لٹا رہا تھا۔سائیں کی شدتوں میں اضافہ ہوا بیا نے تڑپ کر سائیں کے کاندھے میں

ناخن گھونپ دیے۔۔

۔سائیں کی لب مسکرائے تھے اتنا تھا تو اس نازک جان کا حق تھا۔۔ جتنی شدت سے اس کے نازک وجود کو اپنے مظبوط وجود کی سختیاں دیے شدتوں سے توڑ رہا تھا۔۔۔

ooooooooo

۔میں تو کبھی بھی ایک اچھا انسان نہیں تھا۔۔ مگر تم نے کیا کیا اپنی بیٹی کو اس جلاد کے ہاتھوں میں جان بوجھ کر دے دیا۔ وہ سر پکڑے ہوئے بیٹھا رو رہا تھا۔

۔نہ تو وہ شخص جلاد ہے اور نہ ہی بے غیرت اتنی پرکھ ہے مجھے ایک مرد کی۔۔ تمہارے ساتھ اتنے سال گزارے ہیں اس لیے اس باکردار شخص کی نظر پہچان سکتی ہوں۔۔ تنز برساتی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہوئے بول رہی تھی۔۔



۔جانتا ہوں۔ بہت اچھی طرح سے جانتا ہوں کہ وہ بہت باکردار ہے !مگر جو کچھ میں نے اس کی بیوی کے ساتھ کیا ہے وہ نوچ کھائے گا ہماری بیٹی کو۔۔ آج اس گھٹیا شخص کے اندر کا باپ تڑپ تڑپ کر رو رہا تھا۔۔

۔جو کچھ تم نے اس کی بیوی کے ساتھ کیا ہے سالار سائیکل اصول تو یہی ہے کہ تمہاری بیٹی کے ساتھ بھی وہی سلوک ہو۔۔ مگر وہ شخص کبھی ایسا نہیں کر سکتا۔۔ ساری دنیا تمہارے جیسی درندہ سے صفت نہیں ہے۔۔اس دنیا میں آج بھی اے سی پی شاہ میر ملک جیسے نیک لوگ ہیں۔۔۔

۔تم جتنے مرضی مجھے طعنے مار لو میں کچھ نہیں کہوں گا۔میں کچھ کہنے کے قابل رہا نہیں۔جتنے زندگی میں ،میں نے گناہ کیے ہیں۔ان سب کی سزا میرے رب نے مجھے ایک ہی بار میں دے دی ہے۔۔

۔جس بیٹے کی جوانی کو دیکھنے کا مجھے ارمان تھا۔۔خدا نے وہ ارمان مجھ سے چھین لیا۔ایک معذور بیٹا جو نہ بول سکتا ہے نہ چل سکتا ہے۔اسے جب تک زندہ رہوں گا دیکھ دیکھ کر میں ہر روز مروں گا۔۔۔



۔ایک بیٹی جو بچپن سے مجھ سے نفرت کرتی تھی۔۔یہاں تک کہ خود کی جان لینی چاہیے۔۔۔جس ڈر سے میں نے اسے اپنے گھر سے دور کر دیا۔۔۔مگر خود سیدھے راستے پر نہیں آیا۔

آج وہ بیٹی میرے گناہوں کی سزا لے رہی ہے۔۔اس سے بڑی سزا میرے لیے اور کیا ہو گی۔۔ مگر پھر بھی میں کہوں گا کہ تم اس شخص کے قدموں میں گر کر بچا لو ہماری بیٹی کو۔۔۔وہ اپنی بیوی کے آگے ہاتھ جوڑ رہا تھا۔۔

۔بچا ہی تو لیا ہے اپنی بیٹی کو!!!

۔مطلب سوالیہ نظروں سے دیکھا تھا!!

تم نے کتنے گناہ کیے ہیں تمہیں تو خود پتہ نہیں۔۔۔کتنے دشمن پال رکھے ہیں تم نے۔۔۔کل کو کوئی اور تم جیسا درندہ تم سے بدلہ لینے کے لیے میری بیٹی کو نوچ نہ کھائے۔۔۔۔اسی ڈر سے میں نے اپنی بیٹی کو ایک باحفاظت ہاتھ میں سونپ دیا ہے۔۔۔جو اس کی حفاظت کر سکے۔۔



۔تمہیں یقین ہے کہ وہ شخص ہماری بیٹی کو تحفظ دے گا۔پاگل عورت وہ اسے میرے گناہوں کی سزا دینے کے لیے لے کر گیا ہے۔۔

۔کیا سزا دے گا نہ تو وہ ایسا شخص ایسا لگ رہا تھا۔جو عورتوں پر ہاتھ اٹھاتا ہو تمہاری طرح۔

۔نہ تو وہ ایسا شخص لگ رہا تھا جو تمہاری طرح درندگی والی نیت لے کر کسی عورت کے جسم کو نوچ سکے۔۔

۔اور نہ ہی وہ بے رحم لگ رہا تھا جو میری بیٹی کو کھانا نہ دے۔تو پھر میری بیٹی کو اس شخص کے ہاتھوں کوئی ڈر نہیں ہے اتنا میں جانتی ہوں۔۔

۔کیا کرے گا زیادہ سے زیادہ وہ ہماری بیٹی کو کبھی ہم سے ملنے نہیں دے گا۔اس کے بدلے میں نے تمہاری جان بچائی ہے۔۔تاکہ تم اس کے ہاتھوں آسان موت مر کے اتنی آسانی سے گناہوں سے آزاد نا ہو سکو۔۔۔



۔تمہیں تو ابھی ہمارے اس معذور بیٹے کو دیکھنا ہے ساری زندگی ۔۔۔اور رونا ہے۔۔ جس کی مزدوری کی وجہ بھی تم ہو۔۔۔۔۔ہاسپٹل کے بیڈ پر اپنے بیٹے کو لیٹے ہوئے دیکھ اشارہ کرتے ہوئے بولی تھی۔۔

۔۔جو کبھی اپنے سامنے کھڑے ہوئے وکیل کو بولنے کا موقع تک نہیں دیتا تھا۔وہ شرم سے نظر جھکائے کھڑا تھا۔ آج سلار سائیگل کے پاس کہنے کو کچھ نہیں تھا۔۔ آج اسے اپنے وجود پر شرمندگی ہو رہی تھی۔۔۔

oooooooo

شاہ زیب ہر چیز کو ہمیشہ فائدے اور نقصان کے حساب سے نہیں سوچا جاتا۔ کبھی کچھ بنا غرض کے بنا فائدے کے بھی زندگی میں کرنا چاہیے۔۔وہ شاہ زیب کا ہاتھ تھامے ہوئے شاہ زیب کے ساتھ اس کے کیمپ میں لیٹی ہوئی پور امید نظروں سے دیکھ رہی تھی۔۔

۔یار میں دل سے رسپیکٹ کرتا ہوں تمہارے ان خوبصورت جذبات کی۔ مگر یار ہماری شادی کو بھی ٹائم ہی کتنا ہوا ہے۔۔۔ کل کو جب ہمارے خود کے بچے ہوں گے تو کیا ہم اس بچی کو وہ پیار دے سکیں گے۔۔جس کی وہ حقدار ہو گی۔۔

یہ ایک دو دن کا فیصلہ نہیں ہے اس کو ساری زندگی ہمیں لے کر چلنا ہو گا اسے اپنے سینے پر لٹائے سمجھانے والے انداز سے بول رہا تھا۔۔

۔شاہ زیب کیوں نہیں ہم اس بچی کے ساتھ انصاف کر سکیں گے ۔انسان گھر میں اگر کوئی جانور بھی پالتا ہے تو آپ کو اس سے بھی لگاؤ ہو جاتا ہے۔۔

یہ تو اتنی پیاری خوبصورت بچی ہے پھر ہم اس کو کیوں پیار اور انصاف نہیں دے سکیں گے۔۔۔ چھوٹے سے کاٹ میں پاس پڑی ہوئی بچی کو محبت بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے بول رہی تھی۔۔۔

۔یہ بچی ایک ایسی لڑکی کا تھا جس نے ایک ایسے لڑکے سے شادی کی جو کہ شرابی اور نشے کی دھت رہتا تھا۔لڑکی اور لڑکے کا ماں باپ نہیں تھے اور نہ ہی کوئی بہن بھائی۔۔

۔اس بچے کو پیدا کرتے ہوئے اس لڑکی کی حالت بہت زیادہ خراب ہو گئی تھی۔تو گاؤں والوں نے یہی بتایا کہ یہ لڑکی کو ہمیشہ مارتا تھا۔اور نشے کا عادی کئی کئی راتوں گھر نہیں آتا تھا۔۔

۔وہ لڑکی جاتے ہوئے اپنا بچہ ڈاکٹرز کو دیتے ہوئے یہ بول کر گئی تھی کہ اس کے بچی کو اس ظالم شخص کے حوالے نہ کرے ورنہ یہ اس کو بیچ کر بھی نشہ کر لے گا۔۔۔

۔بچی بہت خوبصورت تھی کیونکہ اس بچے کی ماں جو اتنی غربت میں بھی خوبصورتی کی مورت تھی۔۔تو بیٹی بالکل اپنی ماں پر گئی تھی۔۔رات کو ڈاکٹر ہما اسے اپنے ساتھ کیمپ میں لے آئی اب وہ اسی بچی کو گود لینے کی بات کر رہی تھی۔۔

۔پلیز شاہ زیب دیکھیں نا کتنی پیاری بچی ہے۔اس کا باپ شرابی ہے اور ماں مر گئی اس میں اس کا تو کوئی قصور نہیں ہے۔۔

۔ہما میری جان میں سمجھ رہا ہوں مجھے اس بچی سے کوئی پرابلم نہیں ہے۔۔بس میں آنے والے وقت سے ڈرتا ہوں۔۔کل کو اگر ہم اس کے ساتھ انصاف نہیں کر سکے تو۔ہم اللہ تعالی کی بارگاہ میں کیا منہ دکھائیں گے۔۔

۔شاہ زیب ہم اس کے ساتھ انصاف کریں گے۔۔یہ ہمارے ساتھ رہے گی تو ہم اس کے ماں باپ ہوں گے۔۔ہم کیوں فرق کریں گے اس میں اور اپنی باقی اولادوں میں۔۔ہما اپنی ضد پر اڑی ہوئی تھی۔۔

۔شاہ زیب پلیز پلیز مجھے یہ بچی گود لینی ہے آپ میرے اس فیصلے میں میرا ساتھ دے دیں۔۔میں زندگی میں آپ سے کبھی کچھ نہیں مانگوں گی۔شاہ زیب کے ساتھ لیٹی ایک ہاتھ اس کے سینے پر رکھے ہوئے سر کو اٹھا کر التجا کرتے ہوئے بول رہی تھی۔۔

۔ٹھیک ہے اگر تمہارا یہی فیصلہ ہے تو میں کیا کہہ سکتا ہوں۔۔۔بس ہما دل سے اس بات کا عہد کر لو کہ اس بچی کے ساتھ ہم کبھی ناانصافی نہیں کریں گے۔۔۔اپنی اولاد سے بھی زیادہ اس کو محبت دیں گے۔ اور اس کی جگہ ہماری اولاد بھی نہیں لے سکے گی اور یہ ہمیں کرنا ہو گا۔

۔فیصلہ کن انداز سے فیصلہ سناتے ہوئے اس نے نظر بھر کر پاس پڑے چھوٹے سے کاٹ میں لیٹی ہوئی معصوم پری کی جانب دیکھا تھا۔جوں بے فکر اپنی زندگی میں آنے والی خوشی اور غم سے آزاد گہری نیند کی آغوش میں سو رہی تھی۔۔

۔تھینک یو تھینک یو تھینک یو سو مچ!!شاہ زیب کے گال پر لب رکھ کر چومتے ہوئے وہ خوشی سے پاگل سی ہو گئی تھی۔۔

۔تمہاری بات مان کر جتنی بڑی تمہیں خوشی دی ہے۔۔یہ بچوں والی لپیاں چمیاں دے کر مجھے خوش کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔۔یہاں پر سٹرانگ والی کس چاہیے مجھے۔۔۔اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھتے ہوئے گہری نظروں سے دیکھ شوخ انداز سے مسکرایا دیا۔۔

۔ڈاکٹر صاحب شرم کریں رشوت مانگ رہے ہیں شرماتے ہوئے پیچھے ہونے لگی تھی۔

۔یہ ڈاکٹر رشوت نہیں لیتا۔۔۔جان لیتا ہے۔۔۔جو میں ابھی تمہارے لوں گا۔۔۔وہ کہتے ہوئے دور ہوتی ہما کو کھینچ کر کمر کی دونوں جانب سے اٹھا کر اپنے پیٹ پر بیٹھا چکا تھا۔۔

۔شاہ زیب پلیز نہیں۔۔۔شاہ زیب کے ارادے بھانپتے ہوئے نفی میں سر کو ہلایا۔۔۔وہ ننھی پری کے ساتھ کچھ ٹائم گزارنا چاہتی تھی۔۔۔مگر یہاں تو ڈاکٹر صاحب کی نیت پوری طرح سے خراب ہو چکی تھی۔۔

۔نہیں۔۔۔کیا کہا تم نہیں۔۔۔تمہیں اپنے خان پر ترس نہیں آتا ظالم ڈاکٹر۔۔۔اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر اس کے چہرے کو اپنے اوپر جھکاتے ہوئے بولا تھا۔۔

۔دل کی ڈاکٹر ہو کر خان کے دل سے کھیلتی ہو شرم نہیں آتی۔۔۔سارا دن مریضوں پر محبت برساتی ہو ۔۔۔اور اب رات کو بھی تمہیں مجھ سے دور رہنا ہے۔۔۔خماری سے دیکھ لبوں کو اس کی پنکھڑیوں سے ٹکرا کر چومتے ہوئے بولا۔۔

۔کتنی مشکل سے تمہارے ڈیپارٹمنٹ سے لے کر آیا ہوں تمہیں ۔۔اب تم مجھے انکار کر رہی ہو۔۔ہوں ں ں۔۔بتاؤ۔۔

۔شاہ زیب انکار نہیں کر رہی مگر آج نہیں۔۔

آج کیوں نہیں!!اپنی ریزن آنکھیں دکھاتے ہوئے بولا۔۔

۔آج میں بہت تھک گئی ہوں۔۔آپ کو پتہ ہے مریضوں کی کتنی لمبی لائن تھی۔۔۔آپ بہت ظالم ہیں ۔میں اس وقت آپ کو برداشت نہیں کر سکتی چھوڑ دیں پلیز۔۔۔شرم سے لال چہرہ لیے بامشکل کے الفاظوں کو بولتی ہوئی۔اس کے اوپر سے اٹھ کر پیچھے ہونے لگی تھی۔وہ پیچھے ہوتے ہوئے خود کو بچانے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔۔



۔میں ظالم ہوں تو ٹھیک ہے پھر چپ چاپ ڈاکٹر صاحبہ میرا ظلم برداشت کرو۔۔۔جتنی مرضی تم تھکی ہوئی ہو خان کی جان بستر پر پر اپنے خان کو سکون دینا تم پر فرض ہے۔۔کروٹ لے کر اسی پوزیشن میں اس کے اوپر آگیا۔۔

۔شاہ زیب قسم سے آپ اپنی محبت کے معاملوں میں آج بھی جاہل پٹھانوں جیسے ہیں۔۔۔ وہ انگلی دکھاتے ہوئے اس کے لبوں کے لمس سے تڑپ اٹھی تھی۔۔

میں تو جانتا ہوں خانم تمہیں واقف کروانا چاہتا ہوں کہ مجھے انکار کر کے میری جذباتوں کی لو کو بھڑکایا مت کرو۔۔لب لبوں پر رکھتے ہوئے نمی کو پیتے اس کی سانسوں کو پوری طرح سے روک چکا تھا۔۔

۔ہاتھوں کو ہاتھوں میں مضبوطی سے پکڑتے اوپر کی جانب پن کیے اس پر اپنے بھاری وجود کے ساتھ لمسوں کی لو برسا رہا تھا۔۔

۔اتنے دنوں سے آزادیاں مار کر گاؤں کی دوسری کونے پر آرام سے نیند کے مزے لوٹتی رہی۔۔اور ابھی بھی کہہ رہی ہو کہ میں ظالم ہوں۔۔۔یہی کہا نا۔اس کے کان لو پر نرمی بھرا لمس جوڑتے ہوئے۔سرگوشی کرتے ہوئے اس کے پورے وجود میں بجلی کی لہریں سی دوڑا گیا۔۔

ہما کچھ نہیں بولی تھی۔اسے کچھ بولنے دے ہی کہاں رہا تھا۔اس کے ظالم ہونٹوں کے لمس تو اس کی جان لینے پر تلے ہوئے تھے۔۔

اس کے ڈیپ گلے پر اپنے لب رکھے ہوئے مدحوش ہوسا ہو کر جھکا ہوا تھا۔

۔بہت تیز سانسوں کے ساتھ آنکھیں بند کیے ہوئے لیٹی ہوئی تھی۔۔اس کی انگلیوں میں شاہ زیب کی سخت انگلیاں تھی۔جن کو ہما نے لمسوں کی حدت سے جلتے ہوئے سختی سے دبا لیا تھا۔۔

ڈیپ گلے کی سلٹ کے بٹنوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے۔اس کی جانب دیکھ کر دل کش انداز سے مسکراتے ہوئے۔شرٹ پر لگے تینوں بٹن کھل چکا تھا۔۔

۔اس کا خوبصورت سراپا اس کی نظروں کے سامنے تھا۔پہلے سے ہی بہکا ہوا خان اس کے خوبصورت جسم کی رعنائیوں کو دیکھ جیسے ٹوٹ ہی پڑا تھا۔لب کھلی سلٹ پر رکھتے ہوئے سیدھے دل والے مقام پر گئے تھے۔۔

۔اس کے لمس دل پر محسوس کرتے ہوئے اس کے منہ سے سسکی ابھری تھی۔۔جسے مزید بڑھانے کے لیے وہ اپنے دانت کی چبن دیتے ہوئے سختی دکھا گیا۔۔

۔اس سے پہلے کہ وہ پوری طرح بہکتا وہ ننھی پری رونے لگی تھ۔۔ی جس کی آواز سے چونک کر ایک غیرت مند پٹھان باپ کی طرح پیروں کی جانب رکھے ہوئے کمبل کو جلدی سے کھینچ کر اپنے اور ہما کے اوپر اوڑلیا تھا۔۔۔

۔وہ بچے اتنی چھوٹی تھی جو ابھی نہ کچھ سمجھ سکتی تھی اور نہ سوچ سکتی تھی۔ مگر شاہ زیب کے لیے اس وقت وہ اس کی بیٹی تھی۔ جس سے اسے بہت شرم سی محسوس ہو رہی تھی۔۔۔

۔جائیں پیاری مورے ہماری بیٹی ہمارے رومینس کے لیے خطرے کی گھنٹی بن کر اٹھ چکی ہے۔۔۔تم تو بہت خوش ہو۔۔۔دانت مت نکالو توڑ دوں گا۔۔۔وہ جو گڑیا کے جاگنے پر شاہ زیب کی حالت پر مسکرا رہی تھی۔۔۔

اس کے اوپر سے ہٹتے ہوئے مصنوعی غصہ دکھا رہا تھا۔۔اپنی شرٹ کے بٹن بند کرتے کپڑے ٹھیک کر کمبل سے نکلتی ہوئی گڑیا کو گود میں اٹھا کر چپ کروانے لگی تھی۔۔
آپ اس کو پکڑے میں اس کے لیے فیڈر بنا کر لاتی ہوں۔شاہ زیب جو اپنے کپڑے اور ہو اس ٹھیک کر کے اٹھ کر بیٹھ گیا تھا۔۔اس کی گود میں گڑیا کو ڈالتے ہوئے اٹھ کر اس کے لیے فیڈر تیار کرنے لگی تھی۔۔

۔اس ننی سی پری کو پہلی بار اپنے ہاتھوں میں اٹھا کر شاہ زیب کے دل نے ایک بہت خوبصورت احساس کو محسوس کیا تھا۔۔۔شاید وہ یہ وہی احساس تھا جو ایک باپ اپنی بیٹی کے لیے کرتا ہے۔۔۔

۔وہ اس کے معصوم سے چہرے کو دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔۔جب کہ تھوڑی دور کھڑی ہما جو اس کے لیے دودھ کی بوتل بنا رہی تھی۔۔۔ وہ شاہ زیب کے چہرے پر خوشی کے رنگوں کو بخوبی دیکھ رہی تھی۔۔۔

۔وہ بھی خوش تھی کہ شاہ زیب نے اس پیاری سی گڑیا کے وجود کو پورے دل سے ایکسیپٹ کر لیا ہے۔۔۔ ایک ہی رات میں وہ اتنا بلند مرتبہ پا چکے تھے ماں اور باپ بننے کا۔۔۔یہ خوشی ہر کسی کے نصیب میں نہیں آتی۔۔۔شاہ زیب آپ صبح سارے ڈاکومنٹس سائن کر کے گاؤں والوں کے سامنے اسے پوری طرح سے ہماری بیٹی بنا لیں گے نا۔۔فیڈر گڑیا کے منہ میں ڈالتی ہوئی۔پوچھ رہی تھی۔۔

۔بیٹی تو یہ ہماری بن چکی ہے اور اس نے چارج بھی سنبھال لیا ہے۔وہ مسکراتے ہوئے بول کر ہما کے کاندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے اسے بھی اپنے ساتھ لگائے ہوئے تھا۔۔گود میں پڑی اس خوبصورت ننھی سی جان کو دیکھ رہا تھا۔۔

۔چارج سنبھالنے سے شاہ زیب کا مطلب تھا کچھ دیر پہلے اس کے رومینس کی ایسی تیسی مارنا۔۔۔بے فکر ہو جاؤ میں صبح سب دیکھ لوں گا تم بس ہماری بیٹی کی پرورش پر دھیان دو۔۔اس نے آخر وہ بول دیا تھا جس کو سننے کے لیے وہ کب سے بے قرار تھی۔۔۔وہ شاہ زیب کے منہ سے سننا چاہتی تھی کہ وہ ان کی بیٹی ہے۔۔اب ہما کے بے چین دل کو سکون آ گیا تھا۔۔

۔وہ ننھی پری اپنے ماں باپ سے خوب خدمتیں کروا رہی تھی۔۔۔کتنی دیر وہ چھوٹی چھوٹی آنکھوں کو جگمگائے ہوئے کھیلتی رہی۔۔۔

۔گڑیا شاہ زیب کے سینے پر لیٹی ہوئی تھی۔اور ہما اس کے بازو پر سر رکھے ہوئے سو چکی تھی۔۔۔جبکہ شاہ زیب اللہ کی اس رحمت کو دیکھ کر شکر ادا کرنے لگا۔۔۔



دونوں کے ماتھوں پر لب رکھتے ہوئے سوچ رہا تھا کہ یہ دونوں میڈموں نے ایسے ہی راتوں کو اسے اسٹینڈ بنا کر سونا ہے وہ خود سوچ کر خود ہی مسکرا دیا تھا۔۔۔۔۔۔

oooooooo

مس ماہی!!!جی سر ماہی نیو پروفیسر کی آواز پر حیران ہوئی تھی کہ اس نے کیسے آج اپنے لبوں کو زحمت دی کہ وہ ماہی کا نام پکار سکے۔۔

۔لیکچر کے دوران اچانک سے پروفیسر نے ماہی کو مخاطب کیا تھا جب ماہی نے کھڑے ہو کر جی کہا تھا ۔۔اسے لگا کہ اب بھی اس کی کوئی بے عزتی ہی ہونے والی ہو گی۔۔

ماہی آپ بتا سکتی ہیں کہ شفا بہت دنوں سے کلاس اٹینڈ کیوں نہیں کر رہی۔۔پروفیسر نے بہت نارمل سے انداز کے ساتھ وائٹ بورڈ پر سبجیکٹ لکھتے ہوئے پوچھا تھا۔۔۔

۔نو سر مجھے نہیں پتہ کہ وہ کیوں نہیں آ رہی میری کافی دنوں سے اس سے بات نہیں ہوئی۔۔ماہی کو غصہ آ گیا تھا اس بات پر کہ اتنے دنوں بعد وہ کالج میں آئی ہے۔پروفیسر کو یہ ہدایت تو نہیں ہوئی کہ وہ اس کے بارے میں پوچھتا۔ مگر مس شفا پچھلے دس بارہ دن سے نہیں آئی تو اس کو فکر ہونے لگی تھی۔۔



۔اس لیے اس نے نہیں بتایا تھا کہ شفا کی مامی سے اس کی بات ہوئی تھی۔ جس نے یہ بتایا تھا کہ شفا کی اچانک سے اس کے ماں باپ نے شادی کر دی ہے۔۔زیادہ لمبا چوڑا اس کی مومانی نے بتانے کی زحمت نہیں کی تھی۔۔اور ٹھک سے فون بند کر دیا اور شفا کا فون مسلسل اب جا رہا تھا۔۔

۔اوکے ٹھیک ہے آپ بیٹھ سکتی ہیں اسے کھڑا دیکھ کر پروفیسر نے بنا دیکھے ہی کہا تھا۔۔

۔آخر وہ لڑکی کیوں نہیں آرہی کالج کیا ہوا ہے اس کی زندگی میں۔۔۔پروفیسر وائٹ بورڈ پر لکھتے ہوئے سوچ رہا تھا۔اس کی نظر کے سامنے وہ سارا منظر آرہا تھا جب وہ اس کے بھائی کا پوچھنے ہاسپٹل پہنچا۔۔۔اور جس طرح سے وہ اپنے باپ سے بول رہی تھی۔۔۔ جیسے کہ اس کو بہت سی ناراضگی ہو اپنے باپ سے۔۔۔اس لڑکی کی آنکھوں سے اپنے باپ کے لیے نفرت چھلکتے اس نے دیکھی تھی۔۔

۔کیا ہوا ہو گا اس کے بعد جو وہ اتنے دنوں سے نہیں آرہی کیا اس کے بھائی کی کنڈیشن زیادہ خراب ہے۔۔وہ مسلسل سوچ رہا تھا۔۔اور کیوں سوچ رہا تھا یہ تو وہ خود بھی نہیں جانتا تھا۔۔۔ایک الگ سا احساس تھا جس کو پروفیسر کوئی نام نہیں لینا چاہتا تھا۔۔۔

۔کسی سٹوڈنٹ نے سبجیکٹ کے حوالے سے سوال پوچھا تو وہ خیالوں کو جھٹک کر کر سٹوڈنٹ کا جواب دینے لگا تھا۔۔۔



ooooooooo

وہ کب سے پرنسپل کے آفس میں بیٹھا ہوا تھا۔۔جبکہ سوال یہی پوچھنا چاہتا تھا کہ اس کی سٹوڈنٹ کافی دنوں سے نہیں آرہی۔۔اسے شفا کے گھر کا ایڈریس چاہیے تھا۔۔۔جو اس نے تھوڑا گھوما پھیرا کر رجسٹر سے دیکھتے ہوئے نوٹ کر لیا تھا۔۔

۔پرنسپل سے سلام لیتے ہوئے وہ کالج گیٹ سے نکلا تھا۔کیونکہ چھٹی ہو چکی تھی سڑک پر زیادہ تر اسٹوڈنٹ اپنے ریلیٹو کے ساتھ گاڑیوں میں بیٹھ کر جارہے تھے۔۔

۔وہ سڑک کراس کرتا ہوا پارکنگ ایریے میں آکر گاڑی کو چابی سے کھول کر اندر بیٹھ گیا۔۔وہ سیدھا شفا کے گھر جانے کا ارادہ رکھتا تھا۔۔

ooooooo

وہ کھانا پیک کروا کر گھر کے لیے جلدی سے نکلا تھا۔۔ آج کافی لیٹ ہو گیا تھا۔اسے اپنے کچھ سرکاری کاغذات کو اشو کروانا تھا۔۔جو کہ بہت ضروری تھے لاہور پوسٹنگ کی وجہ سے یہ کب سے رکے ہوئے تھے۔۔

۔اوپر سے سڑک آڈرز تھے کہ اپنے کاغذات درست کروائیں۔۔تو آج جب وہ غصے سے گھر سے نکلا تو وہ یہی کام کرنے آیا تھا۔۔ویسے تو اس نے اپنے کام سے زبردستی چھٹی لے رکھی تھی۔۔

۔اے سی پی شاہ میر اپنے کام کو لے کر بہت زیادہ سیریس رہتا تھا۔کام کے حوالے سے اس کے اپارٹمنٹ کو کبھی اس سے کوئی شکایت نہیں تھی۔اس بار زبردستی چھٹیاں لینے پر بھی اسے کچھ زیادہ سختی کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔۔

۔وہ کھانے کھانا لے کر لفٹ میں کھڑا سوچ رہا تھا کہ آج وہ کافی لیٹ ہو گیا ہے۔ مرہا اور اس لڑکی کو بہت بھوک لگی ہو گی۔۔۔ناچاہتے ہوئے وہ لڑکی بھی اس کے دماغ میں آگئی تھی۔۔

۔ہمیشہ کی طرح چابی سے دروازہ کھولتا
ہوا گھر کے اندر داخل ہوا تھا۔ کھانا توڈ شز میں ڈال کر رکھ دیا۔۔

۔انابی لبوں سے مسکراتا ہوا اپنے روم کی جانب آرہا تھا اپنی چور بیوی سے ملنے کے لیے۔۔روم کا دروازہ کھولا میڈم روم میں نہیں تھی۔۔واش روم سے گرتے ہوئے پانی سے سمجھ چکا تھا کہ محترمہ اپنے آپ کو یہ کسانے میں مصروف تھی۔۔شاور کی آواز آرہی تھی۔۔وہ جس کام کے لیے روم میں آیا تھا اسے کر کے واپس کچن کا رخ لیتے ہوئے باہر چلا گیا۔۔وہاں سے ایک کھانے کی ڈش اٹھائی اور شفا کے روم کا لوک کھول کر اندر گیا۔

۔بنا کچھ بولے کھانا سائیڈ ٹیبل پر رکھتے ہوئے ایک نظر اس کی جانب دیکھا تھا۔ جو پہلے جیسی ڈری ہوئی نہیں لگ رہی تھی۔بیڈ پر ناظریں جھکائے بیٹھی تھی۔اس نے بھی ایک نظر شامیر کی جانب دیکھا تھا۔۔

۔شاہ میر بنا کچھ کہے دروازہ واپس لوک کر کے اپنے روم میں آ گیا۔۔

۔وہ واش روم سے شاید ابھی ہی نکل کر باہر آئی تھی۔ اور ٹاول سے اپنے گیلے بالوں کو خشک کر رہی تھی۔۔شاہ میر پر نظر پڑتے ہی مسکرائی تھی۔۔

۔آپ کب آئے ٹاول کو صوفے پر جھک کر رکھتے ہوئے شاہ میر کی جانب آنے لگی تھی۔۔۔اس سے پہلے شاہ میر اس تک پہنچ چکا تھا۔۔۔

جان منع کیا ہے نا۔۔ پاؤں پر زیادہ وزن مت ڈالا کرو۔۔ تمہاری لاپرواہی کی وجہ سے انفیکشن ہو گیا ہے۔۔اس کے پاس آ کر باہوں کے دائرے میں بھرتے ہوئے اپنے سینے سے لگا کر بول رہا تھا۔۔

۔میر بہت دن ہو گئے تھے پاؤں کی وجہ سے میں نہائی نہیں تھی۔۔۔میر کے سینے سے لگی بہت لاڑ سے بول رہی تھی۔۔

۔اور اپنی ہمدردیاں دکھالی تم نے!! میں نے کس سے ہمدردیاں دیکھائی ہیں۔ پیچھے ہوتے ہوئے حیرانی سے بولی۔۔

۔اس سے جس کے لیے اپنی شوہر کی پاکٹ سے بڑی چالاکی کے ساتھ تم نے چابی نکالی تھی۔۔سینے پر دونوں ہاتھ باندھے معنی خیز نظروں سے دیکھ رہا تھا۔۔

۔اس کا مطلب آپ جانتے تھے جب میں نے آپ کی پاکٹ سے چابی نکالی۔اس کی جانب دیکھ کر شرمندہ سی ہو گئی۔۔

۔کیا لگتا ہے کہ میں اتنا بدھو پولیس والا ہوں کہ۔تم میری پاکٹ سے آرام کے ساتھ۔چابی نکال لو گے اور مجھے پتہ بھی نہیں چلے گا۔آئی بر واچکاتے ہوئے اسے شرمندہ دیکھ مسکرایا تھا۔۔



۔تم نے اسے اپنے کپڑے کیوں دیے قمر پر ہاتھ رکھتے ہوئے نرمی سے اسے واپس اپنے ساتھ لگالیا۔۔
۔کیا میر کتنے فاسٹ ہیں آپ نے اس کے کپڑے بھی دیکھ لیے۔مگر کیسے چابی تو میرے پاس تھی اس نے حیرانی سے پوچھا تھا۔۔۔
۔میر کی جان تم اپنے پولیس والے شوہر کو چکمہ دے کر چابی نکال سکتی ہو تو میں روم سے چابی کیوں نہیں لیجا سکتا۔وہ بھی جب میڈم خود کو گھس گھس کر صاف کر رہی تھی۔۔

۔مرہا کا نہا کر نکھرا نکھرا روپ میر کو بہکا رہا تھا۔۔مرہا کے گیلے بالوں کی خوشبو میر کو ہمیشہ کی طرح میر کے حواسوں پر چھانے لگی تھی۔۔

میر سوری۔۔میں نے آپ کے خلاف کچھ بھی نہیں کیا۔۔۔بس میں نے اس لڑکی کو کپڑے دیے۔۔ اس کی حالت بہت خراب ہو رہی تھی۔۔۔ پتہ نہیں کتنے دنوں سے اس نے وہ کپڑے پہنے ہوئے تھے۔۔۔اور بس میں نے اس کو کھانا کھانے کو بولا تھا۔اسے بتایا کہ میرا میر کتنا اچھا انسان ہے وہ کبھی اس کے ساتھ کچھ غلط نہیں کرے گا۔۔۔میر کے مظبوط سینے میں سر چھپائے ایک ہی سانس میں ساری بات بتا گئی۔۔۔وہ اپنے میر کو ناراض نہیں کرنا چاہتی تھی کتنی مشکل سے تو وہ واپس پہلے والا میر بننے جا رہا تھا۔۔



۔جو اپنی مرہا کو دیکھ بہک سا جاتا تھا۔جیسے وہ اس وقت سر جھکائے اس کے بالوں میں منہ چھپائے بالوں کی خوشبو سونگتے ہوئے مدہوش سا ہو رہا تھا۔۔اس کی کمر پر میر کے ہاتھوں کی سختی کو محسوس کر مرہا کا دل دھک دھک کر رہا تھا۔۔

۔اور لب مسکرائے تھے۔میر جب بھی اسے اس طرح کیلے بھیگے روپ میں دیکھتا تو ہمیشہ اس کی کمر کو کچھ اسی طرح کی سزا ملتی تھی۔۔جو آج بہت دنوں کے بہت میر اسے دے رہا تھا۔۔

۔میر آپ نے مجھے معاف کر دیا!!فلحال تو تم مجھے معاف کر دو اور جلدی سے کھانا کھالو۔۔جانتی ہو تمہارا یہ والا روپ دیکھ میر اپنے آپے سے باہر ہو جاتا ہے۔۔

اب تم ایسا حلیہ لے کر مجھے جان بوجھ کر پاگل کر رہی ہو۔کھانا کھاؤ اس کے بعد آج تمہارے پیر کا کوئی لحاظ نہیں کیا جائے گا۔۔۔بہت بے چین ہوں تمہارے وجود کی رعنائیوں کو دیکھنے اور محسوس کرنے کے لیے۔۔

میر کی آواز میں خماری واضح ہونے لگی تھی۔مرہا کو میر کا بہکنا بہت سکون دے رہا تھا۔۔وہ کتنے دنوں بعد مرہا کو یوں پاس کیے بہک رہا تھا۔۔

مگر میر میرے پاؤں میں ابھی بہت درد ہے۔۔وہ اپنے میر کو تنگ کرنے کے لیے بول رہی تھی۔۔۔جو بڑی مشکل سے اپنے منہ زور جذباتوں کے سمندر کو روک کچن سے کھانا لینے جا رہا تھا۔۔

کوئی بات نہیں میرے دل میں بھی بہت درد ہو رہا ہے۔ جس نے اتنے دنوں سے اپنی جان کو قریب سے محسوس نہیں کیا۔۔۔وہ بنا پلٹے بول کر چلا گیا۔۔ مرہا لبوں میں مسکرا رہی تھی میر کی بے قراریاں دیکھ۔۔

ooooooooo

دیکھیں ناشاہ میں یہ لے لوں یہ رنگ مجھ پر اچھا لگے گا۔۔ میرب شاہ کے ہاتھ سے پکڑ کر اسے مال میں اپنی پسند کا ایک ڈریس دکھا رہی تھی۔۔ شاہ اسے ایک بہت مشہور مال میں لے کر آیا تھا۔ جہاں پر پاکستانی سٹائلش ڈریسز کی بھرمار تھی۔۔

شاہ کی جان تم پر تو سب کچھ ہی اچھا لگتا ہے کچھ بھی لے لو جان چھڑتی نظروں سے دیکھ کر بولا۔۔

۔شاہ پلیز بتائیں نا۔۔۔ایسا تھوڑی ہوتا ہے آپ ہر بات اسی طرح کی بات بول کر جان چھڑا لیتے ہیں۔۔ آپ میرے لیے ڈریس سلیکٹ کریں ہاتھ سے پکڑ کر ضد کرنے لگی تھی ۔۔ ہمم۔۔ تو تمہیں میری پسند سے ڈریس لینا ہے ؟؟

ہوں ں ں ں !!

۔کم ہیر !!!کچھ سوچتے ہوئے شاہ نے سیل گر کو اپنے پاس آنے کو کہا۔۔

پلیز پیک آل داڈریسز !!

جہاں سے میرب ڈریس سلیکٹ کررہی تھی۔۔اس سٹینڈ میں لگے ہوئے تقریباً1615 خوبصورت منفرد ڈریس لگے ہوئے تھے۔شاہ سیل گھر کو سب پیک کرنے کو بول رہا تھا۔۔

شاہ میں نے ایسا تو نہیں کہا تھا آپ نے تو سارے ڈریسز پیک کروا دیے ہیں میرب نے منہ بسورتے ہوئے کہا تھا۔

ہاں تو میری جان پر سب کلر اور سب ڈریس اچھے لگیں گے تو میں کسی ایک کا انتخاب نہیں کر سکتا تھا ۔بنامال کا لحاظ کیے میرب کی کمر میں ہاتھ ڈال اسے اپنے قریب کر لیا۔

شاہ کیا کر رہے ہیں ہم مال میں ہیں۔لوگ ہمیں دیکھ رہے ہیں۔میرب کسمسا کر تھوڑا دور ہونے لگی تھی۔۔

دیکھ رہے ہیں تو دیکھنے دو!!میری اپنی زاتی بیوی ہے جس کو میں پاکستان سے اپنے ساتھ لے کر آیا ہوں ۔۔اور دوسری بات یہاں پر کوئی کسی کو نہیں دیکھتا۔۔ یہاں پر تو اگر ہم کھلے عام کسی بھی کر لے تب بھی کوئی نہیں دیکھے گا۔۔۔ شاہ شرارتی ہوتے ہوئے اسے واپس کمر پر ہاتھ رکھ پہلے سے زیادہ اپنے قریب کر چکا تھا۔۔

کیا خیال ہے کر لیں ایک لپ کسی اور ڈال دیں وہ کیا کہتی ہو تم تمہاری ٹک ٹاک پر فیمس ہو جائیں گے ہم دونوں ترکی میں کسیاں کرنے والے جوڑے کے نام سے۔۔ شاہ میرب کی شرمائی ہوئی حالت سے محظوظ ہوتے ہوئے مسکرا رہا تھا۔۔

تنگ مت کریں اور چلیں یہاں سے میں نے تھک گئی ہوں۔۔ اب ہم ہوٹل چلیں گے۔۔ آج شاہ نے اسے استنبول کے بہت سی مشہور مالز میں شاپنگ کروائی۔۔۔ اور ساتھ میں پورا استنبول گھمایا تھا ۔۔۔شب کے اندر بیٹھ کر استنبول کی سمندر کا نظارہ دیکھ کر میرب بہت خوش تھی۔۔



اب میرب کی تھکن سے بری حالت ہو چکی تھی وہ جا کر ہوٹل روم میں آرام کرنا چاہتی تھی۔۔۔ اس بات سے بے خبر کہ شاہ ایسا کوئی ارادہ نہیں رکھتا تھا۔۔

۔وہ شاپنگ کا سامان گاڑی میں رکھ ہوٹل کی طرف نکل چکے تھے۔۔۔۔

ooooooo

وہ کب سے سلار سائیگل کے نام کی تختی لگے بڑے سے بنگلے کے سامنے کھڑا تھا۔۔چوکیدار دوبار اندر سے واپس ہو کر واپس آچکا تھا۔۔شاید وہ لوگ اس سے ملنا ہی نہیں چاہتے تھے اسی لیے بہانے بنا رہے تھے۔۔

پلیز آپ جا کر ان سے کہیں کہ مجھے ان سے ضروری بات کرنی ہے۔اور میں ان سے بات کیے بنا یہاں سے نہیں جاؤں گا۔اس لیے یہ بہانے مت بنائیں میں ان کی آوازیں سن چکا ہوں۔جب وہ آپ سے کہہ رہے تھے کہ جا کر بول دو ہم لوگ سو رہے ہیں۔۔اب کی بار چوکیدار جب نیا بہانہ لے کر باہر آیا تو پروفیسر سخت لہجے میں بول رہا تھا۔۔

اس سے پہلے کہ وہ کچھ اور کہتا اس کے پیچھے ایک خاتون آکر کھڑی ہو گئی۔

پروفیسر کو پہچاننے میں دیر نہیں لگی کہ وہ شفا کی ماں تھی جسے اس دن شفا کے ساتھ ہاسپٹل میں اس نے دیکھا تھا۔۔



جی بتائیں کیا کہنا چاہتے ہیں ناگوار نظروں سے دیکھتے ہوئے بولی تھی جیسے کچھ چھپا رہی ہوں۔۔

دیکھیں میں آپ کا زیادہ ٹائم نہیں لوں گا مجھے شفا کے بارے میں ضروری بات کرنی ہے۔تو آپ پلیز مجھے اندر آنے

دیں تا کہ میں آپ سے آرام سے بات کر سکوں۔۔پروفیسر نے ادب سے بولا تھا۔۔کیونکہ خاتون عمر میں بھی اس سے بڑی تھی کچھ سوچتے ہوئے خاتون نے اندر آنے کو کہہ دیا۔۔

جی فرمائیں کیا کہنا چاہتے ہیں۔گھر کے اندر ڈرائنگ روم کے صفحوں پر بیٹھے کو کو اشارہ کرتے ہوئے کہا تھا۔۔جہاں پر سلار سائیگل بھی آکر بیٹھ گیا۔۔۔

پلیز میم میں جاننا چاہتا ہوں کہ شفا اتنے دلوں سے کالج کیوں نہیں آرہی وہ ایک بہت ہونہار بچی ہے ۔۔میں جانتا ہوں کہ آپ کے بیٹے کا ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا۔مگر اب تو اس بات کو بہت دن گزر چکے ہیں۔ تو اس کا ٹیچر ہونے کی وجہ سے مجھے پریشانی سی ہونے لگی میں پوچھے آیا ہوں پر ابلم کیا ہے۔۔

۔پروفیسر نے بہت فارمل سے انداز سے پوچھا۔۔

شفا کی شادی ہو گئی ہے اب وہ اگئے نہیں پڑے گی۔اس کی ماں نے سپاٹ اور ٹھوس انداز سے جواب دیا۔۔

واٹ!!! ایسے کیسے آپ نے اس کی اچانک شادی کر دی۔جب اس کے اگزام اتنے نزدیک تھے ۔پرفیسر نے حیران کن نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔۔

کیوں ہمیں اپنی بیٹی کی شادی کرنے کے لیے آپ کی اجازت لینی چاہیے تھی اس کی ماں نے غصے سے دیکھا۔۔ میم میں نے ایسا نہیں کہا بس میں حیران ہو گیا تھا۔ اپنے لہجے کی سختی کو خود محسوس کر کے وہ معاملے کو خراب نہیں ہونے دینا چاہتا تھا اس لیے فوراً تصدیق کرتے ہوئے بولا۔۔

تو پھر ٹھیک ہے آپ کو جواب مل گیا اب آپ جا سکتے ہیں۔۔

اس کی ماں دو ٹوک الفاظ سے بول رہی تھی جبکہ پاس ہی صوفے پر اس کا باپ چپ بیٹھا تھا جس کی نظریں کچھ اور ہی کہنا چاہتی تھی۔۔

سر پلیز اگر کچھ ایسا ہے جو آپ مجھے بتا دیں تو شاید میں آپ کی کوئی مدد کر سکوں۔۔

میری بیٹی جس کے ہاتھوں میں ہے وہاں پر آپ ہماری مدد نہیں کر سکتے آخر اس نے اپنی چپ توڑتے ہوئے کہا۔۔

کہاں ہے آپ مجھے بتائیں تو سہی پروفیسر کا شک صحیح نکلا تھا۔ یعنی کہ شفا کے ساتھ کچھ غلط ہوا۔۔

۔شفا کی ماں نے بیچ میں بہت بار اپنے شوہر کو روکنے کی کوشش کی مگر وہ ایک مجبور اور بے بس باپ کی طرح اپنے بیٹی کو کسی بھی حال میں بچانا چاہتا تھا۔۔۔

جس نے اپنے گناہوں کو ایک اجنبی پروفیسر کے سامنے قبول کرنے میں بھی دیر نہیں لگائی تھی۔۔

۔کیا کہا سر آپ نے وہ اے سی پی شاہ میر ملک کے پاس ہے !شاہ میر کا نام سن کر وہ پروفیسر چونک گیا تھا۔۔

۔جی اور میرے خیال سے آپ اے سی پی شامیر کو جانتے ہوں گے کہ وہ کتنا نڈر پولیس آفیسر ہے جو کسی سے نہیں ڈرتا۔۔۔میں نے تو اس کی عزت پر ہاتھ ڈالا ہے تو وہ کبھی پیچھے نہیں ہٹے گا۔۔۔
۔سلار سائیگل کے لہجے میں شرمندگی بے بسی ندامت نہ جانے کیا کیا تھا یہ بولتے ہوئے۔۔

۔میرے خیال سے اب آپ کو تسلی ہوگئی ہے۔تو اب آپ جا سکتے ہیں کیونکہ اے سی پی شاہ میر سے ٹکرانے کی تو نہ ہماری اوقات ہے نہ آپ کی۔۔۔

تو اس لیے اب آپ مزید یہاں پر بیٹھ کر ہماری بے بسی کا مذاق مت اڑائیں۔ آپ یہاں سے تشریف لے جاسکتے ہیں شاید اس کی بیوی کو یہ غصہ تھا کہ اس کے شوہر نے اس کی بیٹی کے بارے میں کیوں بتایا ہے---

۔اس لیے وہ اپنے شوہر کو گھورنے کے بعد پروفیسر پر بھڑک اٹھی تھی۔ پروفیسر گہری سوچ سوچتا ہوا ان گھر سے نکل چکا تھا۔-----

٥٥٥٥٥٥٥٥٥٥٥٥٥

شاہ---شاہ---شاہ ہ ہ ہ-----میرب چلائی تھی---افففف پاگل لڑکی کیوں چلا رہی ہو۔ شاہ جو گہری نیند میں سو رہا تھا میرب کے چلانے سے ہڑبڑا کر کانوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے اٹھا تھا۔-

تو اور کیا کرو آپ یہ میرے اوپر اتنا بھاری جسم ڈال کر سو رہے ہیں میں لڑکی ہوں بیڈ نہیں۔ شاہ کو اپنے اوپر سے دھکیلتے ہوئے بولی تھی۔ جو اب بھی شرٹ لیس اس کے اوپر براجمان ہوا پڑا تھا۔-

میرا تو تم بیڈ ہی ہو! اس لیے چپ چاپ پڑی رہو ورنہ صبح صبح ہوش ٹھکانے لگانے میں مجھے کوئی مسئلہ نہیں ہوگا۔ نیند کی خماری سے بھری ہوئی آنکھوں سے ایک نظر دیکھا۔-

۔اس کی جھنجھلا دیکھ کر شاہ کے آتشی لب مسکرائے۔نیند کی خماری سے بھری آنکھوں میں پڑتے لال ڈورے اس کی آنکھوں کو اور بھی خوبصورت بنا رہے تھے۔ذرا سا مسکرانے سے اس کی گالوں کے ڈمپل گڑھوں کی طرح گہرے ہو گئے۔

۔ساری رات آپ نے کون سی میرے پاؤں دبائے ہیں جو ابھی مجھے ہوش ٹھکانے لگانے کی دھمکیاں دے رہے ہیں۔

شاہ نے پوری رات میرب کی نیند حرام کر رکھی تھی۔اور ایک وہ شاپنگ کرتے ہوئے بہت تھک چکی تھی۔۔سارا دن انہوں نے استنبول کی خوبصورت جگہوں کو دیکھتے ہوئے گھوم کر گزارا تھا۔۔

رات میں شاہ نے اسے اپنی محبت بھری شدتوں سے ہلکان کیا تھا۔۔میرب اس وقت فل غصے سے بھری ہوئی تھی۔۔اب شاہ اس کے اوپر اپنے بازو پھیلائے لمبا چوڑا وجود لیے گہری نیند میں سو رہا تھا۔۔اسی لیے میرب اس سے جگا رہی تھی۔۔مگر شاہ جو جان بوجھ ڈھیٹ بن کر آواز نہیں دے رہا تھا۔۔

اچھاتو تم چاہتی ہو کہ میں تمہارے پاؤں دباؤں مجھے کوئی مصلہ نہیں ہے۔لاؤ دبا دیتا ہوں۔اس کے موڈ کو خراب دیکھ شاہ کو ہنسی آرہی تھی۔۔اٹھ کر پاؤں پکڑ کر دبانے لگا تھا۔۔۔

کیا کر رہے ہیں چھوڑے۔۔۔ یہ اچھا ہے رات کو سونے مرنے نہیں دو۔اور صبح اٹھ کر پیروں کو ہاتھ لگا کر اللہ کی ذات کے سامنے بھی شر مندہ کرواؤ۔۔

کہ میں اتنی بری بیوی ہوں جو اپنے شوہر سے اپنے پیروں کو ہاتھ لگوا رہی ہوں۔۔۔اپنے پیروں کو پیچھے کھینچتی ہوئی وہ تقریباً اٹھ کر ہی بیٹھ گئی تھی۔۔

نہیں اللہ تم سے ناراض نہیں ہو گا میں اللہ تعالی سے کہوں گا کہ میں اپنی خوشی سے اپنی پیاری بیوی کے پیارے پیارے پاؤں دبا رہا ہوں اور کہاں لکھا ہے کہ بیوی کے پیروں کو ہاتھ لگانا گناہ ہے وہ پھر سے میرب کے پاؤں اپنی جانب کھینچتے ہوئے دبانے لگا تھا۔

پلیز شاہ چھوڑیں۔۔ اگر نہیں بھی لکھا تب بھی مجھے اچھا نہیں لگ رہا کہ آپ میرے پاؤں کو ہاتھ لگائے۔۔۔وہ پھر سے اپنے پیر کھینچتی ہو شر مندہ سے انداز سے بول رہی تھی۔۔

چلو پیروں کو ہاتھ نہیں لگانے دینا تو منہ لگالو۔۔ اسے پاؤں سے کھینچا تو وہ بیڈ پر گھسیٹتے ہوئے لیٹ گئی تھی۔شاہ پھر سے اس کے اوپر آگیا،اس کی پنکھڑیوں کو قید کرنے کی کوشش میں لگ گیا۔۔

شششاہ۔۔۔ چھوڑے مجھے۔وہ چلاتے ہوئے شاہ کے بالوں سے پکڑ پیچھے کر رہی تھی۔۔

بد تمیز لڑکی شوہر سے بد تمیزی کر رہی ہو۔اب تمہیں اللہ گناہ نہیں دے گا۔بنا اپنے بالوں کو چھڑوا اس کی جانب دیکھا آتشی لبوں سے دلکش انداز سے قہقہہ لگا کر ہنسا تھا۔۔۔

نہیں اس بات کا مجھے کوئی گناہ نہیں ملے گا میرے شوہر کو اور کوئی کام ہے ہی نہیں سوائے مجھے ہلکان کرنے کے !دیدہ دلیری سے مقابلہ کرتے ہوئے بول رہی تھی۔

کیا ہلکان کیا ہے میں نے تمہیں،اتنا پیار کرنے والا شوہر ملا ہے۔جان شاہ قدر کیا کرو۔۔اس کی جبڑے کو محبت والی سختی سے پکڑتے ہوئے زبردستی اپنے ہونٹ اس کی پنکھڑیوں سے ٹکراتے ہوئے بول رہا تھا۔۔



۔اسے محبت کرنا نہیں کہتے۔۔اگلے کی جان لینا کہتے ہیں۔۔۔اور ویسے بھی آپ تیاری کریں۔۔ آپ کا کام کتنا رہ گیا ہے مجھے واپس لے کر چلیں۔۔۔ میں آپ کو اس سے زیادہ افورڈ نہیں کر سکتی۔۔ سارا دن آپ اپنی میٹنگز کرتے ہیں۔۔۔۔اور رات میں مجھے ذلیل کرتے ہیں۔۔

۔اب ان کو میرے نزدیک مت لائیے گا۔دھمکی آمیز لہجے سے آنکھیں دکھائی۔انگلی شاہ کے لبوں پر رکھ کر پوائنٹ کرتے ہوئے بولی تھی۔۔

اچھا جی رومان شاہ کو دھمکی دے رہی ہو!!!جو خود چلتی پھرتی ایک دھمکی ہے!!

میں تو انہیں نزدیک بھی لاؤں گا! ان سے ان کی مرضی کے مطابق من پسند کام بھی کرواؤں گا! تمہاری جان کو راتوں کو ہلکان بھی کروں گا!اور اپنا پیار بھی جتاؤں گا!! تمہاری سانسوں کو پی کر اپنی پیاس بھی بجاؤں گا!!

تم جو کر سکتی ہو کر لو۔۔اور پلیز دھمکی مت دیا کرو مجھے۔۔جان شاہ تمہارے دھمکی دینے سے پھر میرا وہ کام ضرور کرنے کو دل چاہتا جس سے تم مجھے منع کرتی ہو۔۔۔

کہتے ہوئے اس کی دونوں کلائیوں کو اپنے مضبوط ہاتھوں میں پکڑ بیڈ کی دونوں جانب بن کر چکا تھا ۔۔۔لاکھ اس کے سر ہلا کر ادھر ادھر کرنے کے باوجود اپنے لب پنکھڑیوں پر رکھ کر اس کی معصوم سانسوں کو بند کر گیا۔۔

رات کی شدتوں سے ٹوٹی ہوئی میرب اب پچھتا رہی تھی کہ کیوں اس نے شاہ کو دھمکی دینے والی غلطی کی۔۔۔۔میرب کیا ضرورت تھی صبح صبح سوئے ہوئے شیر کو اٹھانے کی۔۔۔اگر اوپر لیٹا تھا تو لیٹا رہنے دیتی۔۔۔اب تو نکال رہا ہے صبح صبح تمہاری جان وہ خود کے دماغ میں سوچ کر خود کو کوس رہی تھی۔۔

افففف جان شاہ قسم سے مزہ آگیا بہت اچھا کیا جو تم نے مجھے جگا دیا ورنہ تو میں ایسے ہی محبت سے محروم سویا رہتا۔۔



۔احسان رہا تمہارا مجھ پر۔۔۔اس کی لبوں پر منمانیاں گزارتے ہوئے اپنی مرضی سے پیچھے ہوا تھا۔۔۔

اتنا ضدی شخص میں نے اپنی لائف میں نہیں دیکھا ۔۔جس کو ذرا سی بات بھی دھمکی لگتی تھی۔۔۔۔ب

ات کو دھمکی بنا کر پھر میری جان کو ہلکار کرنے پر تل جاتا تھا۔۔وہ سوچ کر رہی گئی تھی۔۔

منہ سو جھانے کی ضرورت نہیں ہے! جتنا ظلم میں نے تم پر کیا ہے! جو کہ ظلم ہے نہیں! صرف تمہیں لگتا ہے! اتنا ظلم تم مجھ پر کر سکتی ہو مجھے کوئی مسئلہ نہیں ہے!! تکیے پر سر رکھ کر سیدھا ہو کر بیڈ پر بازوں پھیلا کر لیٹ گیا۔۔ آنکھیں بند کر کے اب خود پر ظلم کروانے کے لیے تیار لیٹا تھا۔۔۔

مجھے نہیں کوئی شوق نہیں آپ پر ظلم کرنے کا۔۔چپ کر کے لیٹے رہیں۔وہ دوسری طرف رخ کرتی ہوئی سونے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔

اور سوچ رہی تھی کہ اس کا شاہ کتنا ضدی اور اڑیل ہے۔۔سوچتے ہوئے اس کے لب غصے میں بھی مسکرائے تھے۔



وہ یہی تو چاہتی تھی کہ پہلے والا شاہ مل جائے۔۔جو اس کی جان کو ہلکان تو کرتا ہے۔۔مگر اس کا وجود اس کے شاہ کو سکون دیتا ہے۔۔یہ سوچ کر دل سے میرب کو خوشی ہوتی تھی۔اسی خوشی کو محسوس کرتے ہیں۔۔میرب کے لب مسکرائے تھے۔۔

ویسے جان شاہ تم میری طرف منہ کر کے بھی مسکرا سکتی ہو۔۔چوری چوری مسکرانے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔۔شاہ اس کے اوپر سر جھکائے اسے مسکراتا ہوا دیکھ رہا تھا۔۔

کیا ہے شاہ سونے دے پلیز۔۔ سچی آپ جتنا مجھے تنگ کرتے ہیں۔۔میں نے ایک دن مر جانا ہے۔۔۔ ایسے ہی میرب کے منہ سے نکل گیا تھا۔۔

میرب آج کے بعد ایسا لفظ اپنے منہ سے مت نکالنا۔۔اگر تم میری محبت کی شدتوں سے مر جاؤ گی تو شاہ کو قسم کھانے میں دیر نہیں لگے گی۔کہ میں کبھی تمہیں چھوؤں گا بھی نہیں۔۔۔

۔میرب تمہیں یہ بولیں کا حق نہیں ہے۔تم ہمیشہ شاہ کے ساتھ رہو گی اگر کسی کو موت آئے گی تو پہلے شاہ کو آئے گی۔۔۔میرب تمہارے بنا زندگی سوچ کر میں کانپ جاتا ہوں۔۔۔اس کے چہرے کو پاگلوں کی طرح چومتے ہوئے بولے جا رہا تھا۔۔۔

۔ مجھ میں اور ہمت نہیں ہے۔۔ اپنے سب عزیز رشتوں کو میں کھو چکا ہوں۔ بابا سے اتنی محبت کرتا تھا کہ بابا میری دنیا ہے۔۔ مگر بابا مجھے اس بے رحم دنیا میں اکیلا چھوڑ کر چلے گئے تھے۔۔

امی جان سے اتنا پیار کرتا تھا کہ امی جان کے سوا مجھے کچھ نظر ہی نہیں آتا تھا۔ امی جان بھی چھوڑ کر چلی گئی۔۔۔ اب تم کیا چاہتی ہو۔۔۔ صرف میری زندگی میں تم اور میرا بچی ہو۔۔ تو تم لوگ ایک دعا کرو نا میں ہی مر جاؤں۔۔۔

شاہ پتہ نہیں کیوں اتنا بے قابو سا ہو کر بولے جا رہا تھا۔ میرب کو شاہ کی گھبراہٹ سے ڈر لگنے لگا تھا۔۔

شاہ۔۔شاہ آئی ایم سوری میں اب ایسا کبھی دوبارہ نہیں بولوں گی۔۔ پلیز شاہ کیا ہو گیا ہے۔۔۔ میں نے تو ایسے ہی بول دیا تھا۔۔۔ میرب شاہ کے چہرے کو اپنے ہاتھوں کے پیالے میں بھرتے ہوئے شاہ کو پرسکون کرنے کی کوشش کی۔۔

میرب پلیز ایسے یا ویسے کبھی بھی دوبارہ ایسا نہیں بولنا۔۔۔ تم میری جان ہو۔ شاہ کے جینے کی وجہ ہو تم ۔۔۔ تیزی اور گھبراہٹ سے بولتے ہوئے شاہ کے لفظ کب کپکپانے لگے تھے۔۔

نن۔۔ نہیں بولوں گی پلیز آپ نارمل ہو جائے۔شاہ مجھے ڈر لگ رہا ہے آپ کی گھبراہٹ سے۔۔۔شاہ نے اپنا گھبرایا ہوا چہرہ جھکاتے ہوئے اپنا سر میرب کے دل والے مقام پر رکھ کر آنکھیں بند کرلی۔اس وقت شاہ ایک ڈرے ہوئے بچے کی مانند لگا۔۔

۔جو اپنے پیاروں کو کھونے سے بہت خوفزدہ تھا۔میرب شاہ کے ہوئے بالوں میں انگلیاں پھر رہی تھی۔۔میرب کی محبت بھرے ہاتھوں کے لمس شاہ کو پرسکون کیے نیند میں لے گئے۔۔۔

میرب نے دل عہد کیا تھا کہ وہ کبھی مذاق میں بھی ایسا لفظ نہیں کہے۔جس کی وجہ سے اس کا شاہ تکلیف میں چلا جائے۔۔اپنے سینے پر سوئے ہوئے شاہ کے پرسکون چہرے کو دیکھ رہی تھی۔



جو اپنے پراپرٹی پر پورے حق سے پر براجمان ہوکر گہری نیند سو رہا تھا۔شاہ کے وزن کی وجہ سے میرب کو سانس لینے میں مشکل ہو رہی تھی۔۔۔مگر اب اس نے افففف بھی نہ کرنے کا عہد کیا تھا۔۔۔

اس کا شاہ اور اس کے وجود پر سر رکھے اتنا پرسکون سو رہا ہے تو میرب اب ایسی گستاخی کبھی نہیں کرے گی جس سے شاہ کی آنکھ کھل جائے۔۔۔اس نے دل میں سوچتے ہوئے شاہ کے بالوں پر نرمی سے لب رکھ چوم لیا تھا۔۔

°°°°°°°°

سائیں پلیز مجھے جانے دیں! تائی جان کیا سوچتی ہو گی کہ میں اتنی بے شرم ہوں اتنا دن چڑھایا ہے اور میں ابھی تک اپنے کمرے سے باہر نہیں نکلی۔۔۔ خرم جو اسے اپنی مضبوط باہوں کی گرفت میں کس کے ہلنے تک نہیں دے رہا تھا۔۔

بیا کب سے اس کی منتیں کر رہی تھی باہر جانے کے لیے۔۔۔ نہیں تیری تائی جان ناراض بالکل نہیں نہ ہو گی۔۔ اسے پتہ ہے کہ اس کی بہو اس کے بیٹے کی خدمت کر رہی ہے۔۔ گرفت کو مضبوط کرتے ہوئے وہ نیند میں ہونے کی ایکٹنگ کرتے ہوئے مسکرا دیا۔۔

سائیں اللہ کا خوف کریں آپ مجھ سے خدمت تو نہیں کروا رہے۔۔

ہاں تو سائیں کی جان سائیں نے کب منع کیا کہ تو میری خدمت مت کر۔۔ چل شروع ہو جا۔۔ اسے اپنے اوپر کھینچتے ہوئے خماری بھری لہجے سے بولا۔۔

چھوڑے مجھے۔۔ سائیں بڑے بے شرم ہیں آپ!! چھوڑو مجھے جانے دیں۔ سائی کی بے باک حرکت پر وہ شرما کر لال ٹماٹر ہو گئی۔۔

سائیں کی کمسن شہزادی!! تیرا سائیں تو ایسا ہی ہے---اور ایسا ہی رہے گا--. کبھی بدل نہیں سکتا--. ایسے ہی مجھے قبول کرنا پڑے گا---وہ اپنی بے باکیوں کو جاری رکھے ہوئے--اس کے چہرے پر لمسوں کی ہلکی پھلکی سی بارش برسا رہا تھا--

سائیں جانے دونا--مجھے سچ میں تائی جان کے سامنے بڑی شرم آئے گی وہ کیا سوچیں گی میرے بارے میں--روز تو میں فجر کی نماز کے بعد ان کے کمرے میں گھس جاتی تھی اور اب دیکھ لیں 10 بجنے والے ہیں--مجھے شرم آرہی ہے--

بیا صبح صبح دماغ مت کھا میرا--جا پہلے فریش ہو لے---اور بھر مل آنا اپنی تائی جان کو--تیرے سینے کو ٹھنڈ پڑ جائے گی--کب سے تڑپ رہی ہے اپنی ساس کو ملنے کے لیے---اپنی باہوں کی گرفت کو ڈھیلا کرتے ہوئے آخر اسے آزادی بخش دی--



جی نہیں وہ میری تائی جان ہے ساس نہیں--اور آج کے بعد ساس کہیے گا بھی مت---وہ بہت تیزی سے بیڈ سے اتر کر واش روم میں جا کر بند ہوتے ہوئے بولی تھی----اسے ابھی بھی ڈر تھا کہ کہیں سائیں کا موڑ بدل نہ جائے۔سائیں کروٹ لے کر بیڈ پر الٹا لیٹا مسکراتے ہوئے پھر سے سو گیا---

ooooooo

آہااا!۔۔۔کیا ہو گیا ہے جان!!مرہا کی چیخ پر شاہ میر جلدی اس سے دور ہو گیا۔۔۔میر آپ میرا زخم دکھا دیا ہے۔وہ رونے لگی تھی۔۔۔سس۔سوری میری جان مجھے پتہ نہیں چلا۔

اس کے پاؤں کو اپنی گود میں رکھ کر گھبرا کر بول رہا تھا۔۔۔

ہوں ں س!ہوں ں ں س!مجھے بہت درد ہو رہا ہے۔وہ بچوں کی طرح اونچی آواز میں رونے لگی تھی۔۔۔میری جان سوری میں دوا لگا دیتا ہوں۔۔۔

پلیز یار ایسے اونچی آواز میں تو مت روؤ۔ساتھ والے کمرے میں لڑکی ہے کیا سوچے گی کہ آدھی رات کو میں اپنی بیوی پر کون سا ظلم کر رہا ہوں جو بچاری آوازیں نکال کر رو رہی ہے۔۔۔



شامیر مرہا کی آوازوں سے تقریباً گھبرا کر اسے چپ کروانے کے لیے منتیں کر رہا تھا۔۔

کیا لگتا ہے آپ کو کہ میں ڈرامہ کر رہی ہوں۔۔مجھے درد نہیں ہو رہا۔میں جان بوجھ کر رو رہی ہوں۔۔شاہ میر کی جانب غصے سے دیکھتے ہوئے بول رہی تھی۔۔

نہیں نہیں میری جان میں نے ایسا نہیں کہا کہ تم جان بوجھ کر کر رہی ہو۔ میں تو بس یہ کہہ رہا تھا کہ پلیز اپنا والیم تھوڑا کم رکھو۔۔ وہ مرہا کے غصے اور چلانے سے ڈرتے ہوئے بول رہا تھا۔۔

کتنی مشکل اس کے پاؤں کی ڈریسنگ سیٹ کی۔۔ اسے پین کلر کھلایا اور پھر اپنے گود میں سر رکھ کر پچھلے تین گھنٹوں سے بچوں کی طرح لوریاں سنا کر اسے سلانے کی کوشش کر رہا تھا۔ اب جا کر وہ سوئی تھی۔۔

تیرا وجود انتہائی

عزیز ہے مجھے

تیرے سوا نہیں

آتا کسی پہ پیار مجھے۔۔ وہ سوچ کر لبوں میں مسکرایا تھا۔۔

میری جان ایک بار تمہارا پیر ٹھیک ہو جائے۔۔ اس کے بعد یہ جو تم نے پیر کی ڈرامے بازی آج کی ہے نا۔۔ اس کا بدلہ تو تمہارا میر تم سے ضرور لے گا۔۔۔

شاہ میر کو اچھی طرح سے پتہ تھا کہ اس کے پیر میں جتنا درد تھا اس سے کہیں زیادہ اس نے ڈرامہ کیا ہے۔۔ وہ جانتا تھا کہ مرہا کو بہت اچھا لگتا ہے میر سے اپنے نخرے اٹھوانا۔۔اور بہت دن ہو گئے تھے اس نے اپنے نخرے اٹھوائے نہیں تھے۔۔۔۔

اور آج موقع ملنے پر اس نے یہ موقع ضائع نہیں جانے دیا تھا۔۔زرا سا میر کا پیر اس کے پیر پر آ گیا تھا ۔۔ مرہا نے پورے تین گھنٹے کی فلم چلا کر اس کے اچھے خاصے رومینٹک موڑ کی ایسی تیسی پھیر دی تھی ---

۔اب میر کی ڈراما کوئین اس کی گود میں سر رکھے آرام سے سو گئی۔۔۔

شاہ میر کی شرٹ کے کھلے بٹنوں ولی جگہ سے بچوں کی طرح اپنا ہاتھ اندر گھسائے ہوئے بڑے آرام سے سو رہی تھی۔۔



اس کی ایکٹنگ دیکھ کر شاہ میر کو ہنسی آ رہی تھی۔۔۔

شاہ میر اس کے ساتھ آرام سے لیٹ گیا۔بازو اس کے اوپر سے گزرتے ہوئے قریب کر لیا۔۔ سونے کی کوشش کرنے لگا تھا۔۔کیونکہ میڈم سو چکی تھی۔۔ اور اس غریب کی نیند اور رومنیس کا بڑا غرق کر چکی تھی۔۔اب اس کے پاس سوائے سونے کی کوشش کرنے کے اور کوئی چارہ نہیں تھا۔۔

ooooooooo

تمہارا اس بات سے کوئی لینا دینا نہیں ہے کہ میں اس لڑکی کے ساتھ کیا کروں گا۔۔ تم یہاں سے جا سکتے ہو شاہ میر نے جبڑے بھینچتے ہوئے ٹیبل زور سے پر ہاتھ مارا تھا۔۔

پلیز آپ میری بات تو سنیں ہم اس

مدے پر آرام سے بیٹھ کر بھی بات کر سکتے ہیں۔۔ پروفیسر نے سمجھانے والے انداز سے شاہ میر کو بڑے ادب سے بیٹھنے کو کہا تھا۔۔

نہ تو مجھے بیٹھنا ہے اور نہ مجھے اس مدے پر کوئی تم سے بات کرنی ہے اور نہ ہی میں تمہیں کوئی صفائی دینا ضروری سمجھتا ہوں۔۔۔

غصے سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ سامنے ٹیبل پر رکھے ہوئے موبائل کو اٹھا کر شاہ میر وہاں سے تیز تیز قدموں سے نکل آیا۔۔۔



اے سی پی شاہ میر کو پروفیسر نے کیفے میں بلوایا تھا۔ شفا کے ماں باپ کے بتانے پر کہ ان کی بیٹی اے سی پی شاہ میر ملک کے پاس ہے۔۔۔ پروفیسر اے سی پی کو سمجھانے آیا تھا کہ شاید اس لڑکی کو بچایا جا سکے۔۔

مگر دو ہی باتوں میں شاہ میر کا دماغ بہت زیادہ گرم ہو چکا تھا۔۔ اور وہ بنا پروفیسر کی کوئی اور بات سنے وہاں سے نکل سیدھا اپنی جیپ میں بیٹھ گیا۔۔۔ جیپ کو اڑانے والے انداز میں لے کر گیا تھا۔۔۔ جبکہ پروفیسر وہیں پر سر تھامے ہوئے ٹیبل پر بیٹھا ہوا گہری سوچ میں مبتلا تھا۔۔۔

oooooooooo

شاہ سب ٹھیک تو ہے نا!! ہم اتنی جلدی تیاری کیوں کر رہے ہیں۔ کل رات تک تو آپ کا کوئی ایسا پلان نہیں تھا۔ میرب بہت پریشان تھی یوں اچانک صبح صبح پاکستان واپس جانے کی تیاری کرنے پر۔

میری جان سب کچھ ٹھیک ہے بس یہاں سے ہمارا کام وائنڈ اپ ہو گیا ہے تو اب ہمیں واپس جانا ہے۔ اور میرے آفس میں کام کا بنڈل بہت زیادہ ہے اس لیے وہاں پر میری بہت زیادہ ضرورت ہے۔۔۔ دلاور کا فون بار بار رہا ہے آرہا ہے۔۔ شاہ مرر کے سامنے کھڑا ہوا اپنی شرٹ کے بٹن بند کر رہا تھا۔۔ وہ میرب کو کلیئرلی کوئی جواب بھی نہیں دے رہا تھا۔۔ کچھ ایسا تھا جو شاہ میرب کو بتا کر پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا۔۔

میرب میری جان تم کیوں پریشان ہو مجھے سمجھ نہیں آرہا میرے ہوتے ہوئے تمہیں دماغ پر پریشانی سوار کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

جب کہہ رہا ہوں کہ تیاری کرو آفس میں کام ہے۔ تو تم یہ گہری سوچ میں کیوں ہو۔ میرب جو پیکنگ کرتے ہوئے گہری سوچ میں تھی کہ آخر شاہ اتنی جلدی جانے کی تیاری کیوں کر رہا ہے۔۔

شاہ اس کے اداس اور کشمکش والے چہرے کو مرر سے دیکھتے ہوئے اس کے پاس آکر کاندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے سینے سے لگا کر بول رہا تھا۔۔

جان تھی وہ شاہ کی اس کے چہرے پر ذرا سی اداسی بھی شاہ کی دھڑکنوں کو بے چین کر دیتی تھی۔

جیسے اس وقت شاہ اپنی ڈریسنگ سیٹ کرتے ہوئے چھوڑ مرر سے ہٹ گیا۔ اور میرب کو پیار سے سمجھانے لگا تھا۔

نہیں شاہ میں پریشان تو نہیں ہوں میں تو بس یہ سوچ رہی تھی کہ ہم اتنی جلدی کیوں جا رہی ہے۔۔
وہ اداسی بھرے لہجے سے بولتے ہوئے شاہ کے سینے پر ہاتھ رکھ کر شرٹ کے بٹنوں سے چھیڑ چھاڑ کر رہی تھی۔۔

کیا میری جان ابھی اور یہاں پر رکنا چاہتی تھی۔۔ کل ہی تو تم کہہ رہی تھی کہ مجھے گھر واپس لے کر چلو۔۔ تو ایک طرح سے تو جو تم چاہتی تھی وہی ہو رہا ہے۔
شاہ سمجھ تو رہا تھا کہ میرب ابھی جانا نہیں چاہتی تھی۔ بس اس نے رات اپنی نیند نہ پوری ہونے کی وجہ سے غصے میں بول دیا تھا۔
ہاں میں ابھی نہیں جانا چاہتی تھی مجھے آپ کے ساتھ یہاں پر بہت اچھا لگ رہا تھا۔
۔پہلی بار تو میں آپ کے ساتھ کہیں آئی ہوں۔ اداس سا منہ بنائے بڑی دھیمی آواز میں بول رہی تھی۔

ایسا ہے تو پھر پہلے کیوں نہیں بتایا۔ نظریں جھکا کر شاہ نے میرب کے چہرے پر مرکوز کر رکھی تھی۔

مجھے لگا کہ آپ سمجھ جائیں گے مگر آپ تو سمجھے ہی نہیں اور مجھے واپس لے کر جا رہے ہیں۔
وہاں جا کر آپ کام میں مصروف ہو جائیں گے۔اور میں پھر پہلے کی طرح اکیلی پور ہوتی رہا کروں گی۔
شکوہ گو لہجے سے بول رہی تھی۔۔

پہلی بات میں جا کر جتنا بھی مصروف ہو جاؤں اپنی جان کو بور نہیں ہونے دوں گا۔وہ ایک مشکل دور تھا مجھ پر امی جان کی جانے کے بعد میں خود کو سنبھال نہیں سکا۔۔۔
میرے اندر بہت کچھ ٹوٹ گیا تھا۔امی جان کے جانے سے۔مگر تمہاری محبت مجھے زندگی کی خوبصورت راہوں پر واپس لے آئی۔
اب واپس جا کر تمہارا شاہ پہلے والا شاہ بن جائے گا۔جو آفس جا کر بھی تمہیں اپنا پورا ٹائم دیتا تھا۔۔
اب تم بور نہیں ہو گی۔ اپنے اس لٹکے ہوئے چہرے کو ٹھیک کرو۔مجھے سمائل کر کے دکھاؤ۔تمہارا یہ مرجھایا چہرہ مجھے زندگی سے دور کر دیتا ہے۔۔

ہمیشہ ایک بات یاد رکھنا میرب تمہارے چہرے کی خوشی مجھے جینے کی وجہ دیتی ہے۔ اور مجھے ہمیشہ زندگی سے منسلک رکھنے کے لیے تمہارے چہرے کو مرجھایا ہوا نہیں ہونا چاہیے۔۔ اوکے فیصلہ انداز سے حق جتاتے ہوئے بول رہا تھا۔۔

شاہ آپ مجھ سے بہت پیار کرتے ہیں؟

میرے خیال سے اس سوال کوئی جواز نہیں ہے۔

کیا میرا ہر انداز تمہیں یہ نہیں بتاتا کہ میں تم سے کتنا پیار کرتا ہوں۔۔

پھر بھی اگر میری جان نے آج میرے منہ سے ہی سننے کا ارادہ کر لیا ہے تو۔ہاں شاہ تم سے بہت پیار کرتا ہے۔

شاہ کی جان ہو تم۔۔۔رومان شاہ کے دل پر صرف اور صرف تمہاری حکومت ہے۔۔

ماتھے پر لب رکھ بڑی محبت بھرا بوسہ دیتے ہوئے کہا۔۔

اب جلدی سے ریڈی ہو جاؤ باقی کی پیکنگ میں کر لوں گا۔۔۔ہماری فلائٹ کا ٹائم ہونے والا ہے۔

کہتے ہوئے مرر کے سامنے خود تیار ہونے لگا تھا اور میرب کپڑے لے کر واش روم میں جا کر بند ہو چکی تھی۔۔۔۔

oooooooo

سارے ڈاکٹر جو کراچی سے ایک ساتھ آئے تھے۔۔آج ایک بار پھر اکٹھے تھے اور تقریباً سارا گاؤں بھی اس خوشی میں شامل ہونے آیا تھا۔ کہ اس غریب لڑکی کی بیٹی کو اتنے اچھے جوڑے نے گود لیا ہے

۔۔۔

سب ہی ہما اور شاہ زیب کے فیصلے سے بہت خوش تھے۔۔ان کی خوشی کو سب مل کر سیلیبریٹ کر رہے تھے۔۔

اور تقریباً سب ڈاکٹر بچی کے لیے گفٹ لائے ۔۔۔اور کئی تو گاؤں کے لوگ بھی ایسے تھے جو اپنی حیثیت کے مطابق بچی کے لیے تحفے لے کر آئے تھے۔۔

آج سب ڈاکومنٹس کمپلیٹ ہو چکے تھے بچی کو قانونی کاروائی کرنے کے بعد ڈاکٹر شاہ زیب کے حوالے کر دیا گیا۔۔ ہما کی تو خوشی کی کوئی انتہا ہی نہیں تھی۔۔وہ تو ننی پری کو اپنے سینے سے لگائے ہوئے گھوم رہی تھی۔۔

اور اس کی ساتھی ڈاکٹرز بھی ہما کے ساتھ بہت زیادہ کوپریٹ کر رہی تھی یہ کہہ رہی تھی کہ وہ ڈیوٹی کے دوران اپنی بیٹی پر اچھی توجہ دے وہ اس کی جگہ ڈیوٹی چارج سنبھال لیا کرے گی۔۔

ڈاکٹر شاہ زیب جہاں اتنی پیاری بیٹی کو پا کر خوش تھا۔۔وہی ہما کے چہرے پر جو چمک اور خوشی تھی اسے دیکھ کر بھی بہت خوش تھا۔۔یہ سچ تھا کہ یہ فیصلہ ہما کا تھا۔بس اس نے تو اس کے اس فیصلے کو پایہ تکمیل تک پہنچایا تھا۔۔

مگر اب اسے لگ رہا تھا کہ یہ فیصلہ بالکل ٹھیک تھا۔۔سب ڈاکٹرز کو شاہ زیب اور ڈاکٹر ہما کی طرف سے ٹریٹ دی گئی تھی۔۔

ایک الگ ہی گہما گہمی اور خوشحالی کا ماحول سجا ہوا تھا گاؤں کے بیچ میں۔۔شاہ زیب کے گھر والوں کو بھی اس ننھی پری کے آنے کی خوشخبری سنا دی گئی تھی۔۔۔

ان کو بھی اپنی بہو اور بیٹے کے اس فیصلے سے کوئی اعتراض نہیں تھا۔

شازیب کی فیملی کافی پڑی لکھی اور باشعور تھی۔۔

وہ بھی بہت خوش تھے اور بہت بے صبری سے ان کی واپسی کا انتظار کر رہے تھے۔۔کب وہ ننی پری کو لے کر گھر آجائیں۔اور گھر میں رونق لگ جائے۔

ہماری پیاری سی بیٹی کی پیاری مورے چلیں !!شاہ زیب نے ہما کو اپنی بیٹی کے ساتھ باتیں کرتے ہوئے مصروف پا کر کھانستے ہوئے ہوئے متوجہ کیا۔۔

شاہ زیب مورے کا مطلب کیا مجھے بتائیں تو صحیح آپ نے کل رات کو بھی مجھے مورے کہا تھا۔۔ مسکرا کر شاہ زیب کی جانب دیکھتے ہوئے ہما نے مسکرا کر سوال کیا۔۔

مورے کا مطلب ہوتا ہے ماں امی ماما موم جیسے ہر زبان میں ماں کو الگ الگ زبان سے بلایا جاتا ہے اسی طرح پشتو زبان میں ماں کو مورے کہتے ہیں۔۔

تم ہماری بیٹی کی مورے ہما کے پیچھے کھڑے ہو کر ننی گڑیا کی چہرے کو نرمی سے چھوتے ہوئے بول رہا تھا۔۔



تھینک یو تھینک یو سو۔۔۔۔۔۔مچ

شاہ زیب مجھے اتنا پیارا رتبہ دلانے کے لیے۔۔۔ آپ ورلڈ کے بیسٹ ہسبینڈ ہیں بے اختیار شاہ زیب کے سینے سے سر

لگا گئی۔۔

کنٹرول میری پیاری سی ڈاکٹر صاحبہ ہم اس وقت اپنے کیمپ میں نہیں ہیں۔۔باہر کھڑے ہیں۔اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ ساتھ لگاتے ہوئے مذاق کیا تھا۔۔

سوری۔۔۔وہ تھوڑی سی شرمندہ ہو کر مسکرا کر پیچھے ہو گئی تھی۔

سوری بولنے کی ضرورت نہیں ہے کیمپ میں چلو اچھی طرح گلے مل کر لبوں کو چوم کر کسیاں شسیاں لینے کے بعد ہم اپنی بیٹی کے آنے کی خوشی کو سیلیبریٹ کریں گے۔۔۔

رات کو بھی میری پیاری بیٹی نے اپنے بابا کی رومینس کی بینڈ بجادی تھی۔اب وہی سے کانٹینوں کرتے ہیں۔

ہما کے کان میں اتنی کم آواز میں سرگوشی کی کہ کچھ دوری پر کھڑے ہوئے ڈاکٹرز نے بالکل نہیں سنا تھا۔۔



مگر ہما شرم سے لال ٹماٹر ہو گئی۔۔ڈاکٹر صاحب اب آپ تھوڑے سے سدھر جائیں۔۔ایک بیٹی کے باپ بن گئے ہیں۔۔۔

وہ بھی سرگوشی کرتے ہوئے ہی بولی تھی۔۔۔

ایسا کچھ نہیں ہونے والا اگر تمہارے دماغ میں یہ چل رہا ہے کہ میں سدھر جاؤں گا۔۔اور مجھ میں کچھ بدلاؤ آ جائیں گا۔تو ایسا کچھ نہیں ہونے والا۔۔

اگر میں دس بچوں کا باپ بھی بن گیا تو میں تو ایسا ہی رہوں گا۔۔ڈاکٹر ہما صاحبہ یہ مت بھولا کریں کہ تمہارا شوہر پٹھان ہے۔۔۔۔اور ہمیں کوئی فرق نہیں پڑتا کہ ہماری کتنی اولادیں ہو گئی ہیں۔۔بلکہ ہر اولاد کے بعد ہم خود کو پہلے سے زیادہ فٹ محسوس کرتے ہیں۔۔۔۔اتنے بے باکی سے ہما کے چہرے پر نظریں گاڑے تھوڑا سا اس پر جھک کر آہستہ سے بول رہا تھا۔۔

ہما کو تو اپنی سانسیں گلے میں ہی گھٹتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔۔اس کی حالت دیکھ تھوڑا پیچھے ہو کر کھکھلا کر ہنسا تھا۔۔

اسے اپنے کیمپ کی جانب چلنے کو اشارہ کرتے ہوئے ساتھ چل پڑا۔۔۔دونوں مسکراتے ہوئے اپنے کیمپ میں جا رہے تھے۔۔اپنی پیاری بیٹی کو ساتھ لیے ہوئے

۔

ooooooo

اسلام علیکم کیسے ہو رومان !شاہ میر نے بالکل نارمل انداز سے سلام کا جواب دیا تھا۔۔

اے سی پی صاحب ہم تو بالکل ٹھیک ہیں آپ کیسے ہیں اور کہاں ہیں رومان شاہ نے بھی نارمل سے انداز سے پوچھا تھا۔۔

میں اسلام آباد ہوں اس وقت۔ تمہارے جانے کے بعد میری پوسٹنگ یہاں پر ہو گئی تھی۔۔

اوکے تو پھر میں بھی اسلام آباد آیا ہوا ہوں۔ بتاؤ کہاں پر ہو تم! میں تم سے آکر مل لیتا ہوں چلو اسی بہانے ملاقات ہی ہو جائے گی۔۔۔

نہیں میرے پاس تو فی الحال ٹائم نہیں ہے۔ میں کسی ضروری کام سے سائیڈ ایریا پر ہوں۔ تو بعد میں مل لوں گا جیسے ہی ٹائم ملتا ہے میں تمہیں انفارم کر دوں گا۔۔

اوکے تم سائیڈ ایریا پر ہو مگر میرہا تو گھر پر ہی ہو گی میں اس سے مل لیتا ہوں۔۔



تم ترکی سے واپس کب آئے ہو تم نے بتایا ہی نہیں۔۔۔ اور میرب کیسی ہے۔ شاہ میر نے بات کا رخ بدلتے ہوئے کہا تھا۔۔

شاہ میر میری بات کو اگنور کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔۔ میں بہت اچھی طرح سے جانتا ہوں کہ تم کراچی میں ہو۔۔

اور کہاں پر ہو یہ جاننا میرے لیے کوئی زیادہ مشکل کام نہیں ہے۔۔۔ اگر تم اے سی پی ہو تو۔۔۔ مجھے بھی لوگ رومان شاہ کہتے ہیں۔ اس لیے بہتر ہے کہ تم مجھے خود بتاؤ کہ تم کہاں پر ہو۔ میں تم سے ملنا چاہتا ہوں۔۔ سپاٹ لہجے اور رعبدار آواز سے بولا تھا۔۔

ٹھیک ہے مجھے تم عرفہ کیفے میں آکر ملو میں وہیں پر تمہارا ویٹ کر رہا ہوں۔۔۔ شاہ میر کے جواب نہ آنے پر رومان شاہ نے خود ہی فیصلہ سناتے ہوئے کہا تھا۔۔

رومان میرے پاس اس وقت سچ میں ٹائم نہیں ہے تم سے ملنے کا۔۔

ملنے کا ٹائم نہیں ہے یا۔۔ میرا سامنا نہیں کرنا چاہتے۔۔ میری اکلوتی بہن کے ساتھ اتنا کچھ ہو گیا۔۔ اور تم نے مجھے بتانا ضروری نہیں سمجھا۔۔ رومان شاہ کی بھاری رعبدار آواز فون سے باہر آرہی تھی۔۔



او اچھا تو تمہیں سب کچھ پتہ چل چکا ہے!

ہاں کیوں نہیں چلنا چاہیے تھا۔ کیونکہ تم نے تو بتانا ضروری نہیں سمجھا۔ رومان شاہ نے تنزیہ لہجے سے کہا ۔۔

میں کیفے میں آرہاہوں وہیں بیٹھ کر ساری بات کرتے ہیں۔اللہ حافظ ۔شاہ میر نے کہہ کر فون بند کر دیا۔۔

oooooooo

شاہ میر بہت بے چینی کے ساتھ کیفے میں بیٹھا ٹیبل پر رومان شاہ کا انتظار کر رہا تھا۔بے شک مرہا کی کیڈنیپگ والی بات چھپانے میں شاہ میر کی نیت اچھی تھی۔ مگر حقیقت یہی تھی کہ اس نے بہت بڑی بات رومان شاہ سے چھپائی تھی۔

جسے جاننے کا اسے پورا حق تھا۔۔وہ مرہا کا سگا اور اکلوتا بھائی تھا۔۔۔ایسا بھائی جس نے اپنی بہن کو بیٹیوں کی طرح پالا ہو۔۔اس وقت شاہ میر عجیب سی کشمکش میں گرفتار تھا۔۔

اسلام علیکم شامیر اپنی سوچوں میں گم تھا جب رومان شاہ کی بھاری آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی تھی۔۔وہ اپنی سیٹ سے اٹھ کھڑا ہوا۔۔اور رومان شاہ سے مصافحہ کرتے ہوئے گلے ملا تھا۔۔

میرب کیسی ہے شامیر نے بات بڑھانے کے لیے سوال کیا تھا۔۔آنے کے کچھ دیر بعد تک دونوں میں خاموشی طاری رہی تھی۔۔

میرب بالکل ٹھیک ہے اور اگر خدانہ خواستہ کو کچھ ہوتا تو میں تمہیں ضرور بتاتا۔۔ کیونکہ تم اس کے بھائی ہو اور تمہیں جاننے کا پورا حق ہے رومان شاہ نے سیدھا سیدھا تنز کیا۔۔

رومان میں بھی تمہیں بتانا چاہتا تھا۔۔ اگر تم یہاں ہوتے تو میں ضرور بتاتا۔۔ اور بتانے کے بعد شاید میری تکلیف میں کوئی کمی آجاتی۔۔۔

تمہیں تو اندازہ بھی نہیں کہ میں نے اس وقت خود کو کتنا اکیلا محسوس کیا۔ مجھے بھی کوئی ایسا چاہیے تھا۔۔

جس کے لیے میرے بعد مرہا کی عزت اتنا ہی نازک مصلہ ہوتی جتنا میرے لیے تھی۔۔

تم نے مجھ سے پوچھا کہ اس وقت میں کس تکلیف سے گزر رہا تھا۔ تم نہیں تھے۔۔ مجھے تمہاری بہت ضروت تھی۔



شاہ میر نے دردزدہ لہجے سے ساری باتیں کہی تھی۔۔

شاہ میر یہی تو دکھ ہے کہ تم نے سب کچھ اکیلے برداشت کیا تم مجھے فون کر سکتے تھے بتا سکتے تھے۔۔۔ آخر میں زندہ تھا۔۔ اس دنیا میں تھا۔۔۔ اور تم تک پہنچنے میں مجھے کتنا ٹائم لگتا۔۔۔ شاہ میر کی تکلیف کو سمجھتے ہوئے رومان شاہ کا لہجہ نارمل ہو گیا۔۔

فلائٹس بند تھی۔ تم جانتے ہو کہ تمہارے جانے کے بعد میں نے نیوز سنی تو اس میں صاف صاف بتایا گیا تھا کہ اگلے 48 گھنٹوں تک فلائٹس بند رہیں گی۔۔۔

میں تمہیں بتا کر صرف تکلیف دیتا نہ تو تم آسکتے تھے۔ اور نہ تم وہاں سکون سے رہ سکتے تھے۔۔۔ بتاؤ میں نے کیا غلط کیا ہے۔۔ اس کے بعد جب میں مرہا کو صحیح سلامت واپس لے آیا تھا۔

تو پھر میں نے اس لیے نہیں بتایا کہ تم نے مجھے جاتے ہوئے کہا تھا کہ تمہارے بزنس میں بہت زیادہ پرابلم ہو گئی ہے۔۔۔

جس کی وجہ سے تمہیں اچانک یوں جانا پڑا۔ اور مجھے یاد ہے اس سے پہلے بھی جب تم ترکی گئے تھے۔۔ اپنے بزنس کے سلسلے میں اس وقت میرب کے ساتھ وہ گرنے والا حادثہ پیش آگیا تھا۔۔۔

تب بھی تم سب کچھ چھوڑ اچانک سے واپس آگئے تھے۔۔ مجھے لگا کہ اس بار مجھے تمہیں ڈسٹرب نہیں کرنا چاہیے۔۔



رومان تمہیں لگتا ہے کہ میں تمہاری بہن کا خیال نہیں رکھ سکتا۔۔ اگر ایسا سوچتے ہو تو صحیح سوچتے ہو۔۔

وہ نظریں جھکائے شرمندہ ہو کر بول رہا تھا۔۔

واقعی میں تمہاری بہن کا خیال تو نہیں رکھ سکا۔۔اگر رکھ سکتا تو اس پر یہ مصیبت کبھی نہیں آتی۔۔میں ایک بہت غیر زمیدار شوہر ہوں۔۔جو اپنی بیوی کی حفاظت نہیں کر سکا۔۔ایک بہت ہی فلاپ شوہر ہوں میں۔۔وہ ندامت سے نظریں جھکائے بیٹھا تھا۔۔

بول دیا جو تم نے بولنا تھا اب میری بات غور سے سنو۔ تم ایک بہت اچھے شوہر ہو۔ نظریں اٹھا کر میری طرف دیکھو۔ تمہیں کس نے کہا کہ تم ایک فلاپ شوہر ہو۔۔۔

ایک باشعور پڑھے لکھے انسان ہو کر تمہیں اپنے بارے میں ایسا سوچتے ہوئے دیکھ مجھے حیرانی ہو رہی ہے۔۔۔

رومان شاہ نے اپنا مضبوط ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھتے ہوئے تسلی بخش انداز میں کچھ کہنا چاہا تھا۔۔

میں تو اللہ تعالی کا جتنا بھی شکر ادا کروں وہ کم ہے۔۔میں تو اگر خود ساری زندگی بھی ڈھونڈتا تو کبھی اپنی بہن کے لیے تم سے بہتر ہمسفر نہیں ڈھونڈ سکتا تھا۔۔

اللہ کا شکر ہے کہ اللہ نے مجھے خود سے ہی تو تم سے ملوا دیا۔۔اور میری بہن کے نصیب کی لکیروں میں تمہیں لکھ دیا گیا۔۔۔

میں بہت خوش ہوں اور مجھے فخر ہے تم پر اس لیے شاہ میر یوں نظریں مت جھکاؤ۔۔قسمت میں جب جو لکھا ہوتا ہے وہ ہو کر رہتا ہے۔۔ مرہا کی قسمت میں یہ لکھا تھا۔جو ہو گیا۔۔۔کیسے ہوا مجھے نہیں جاننا۔۔

تم نے مرہا کو کیسے بچایا مجھے یہ بھی نہیں جاننا۔۔ تم نے اس درندہ صفت کمینے شخص کے ساتھ کیا سلوک کیا۔۔۔مجھے وہ بھی نہیں جاننا۔ کیونکہ مرہا کہ صحیح اور غلط پر مجھ سے کہیں زیادہ حق تمہارا ہے۔۔۔

تم اس کے شوہر ہو۔۔ جس دن تم نے مجھ سے یہ کہا تھا کہ آج کے بعد وہ شخص تمہارا دشمن ہے۔۔۔ میں نے اپنے قدم پیچھے لے لیے تھے۔۔۔

تم نے اسے جو بھی سزا دی وہ اسی کے قابل تھا یا ہو گا۔۔۔ مگر شاہ میر تم جو اس کی بیٹی کو لے کر آئے ہو وہ تم نے بہت غلط کیا ہے۔۔۔

اگر تم اس کی بیٹی کے ساتھ وہی سلوک کرو گے تو اس میں اور ہم میں کوئی فرق نہیں۔۔۔

وہ بھی ایک گھٹیا انسان تھا اور ہم بھی اسی کے برابری پر اتر کر بدلہ لیں گے تو اس میں اور ہم میں کوئی فرق نہیں رہ جائے گا۔۔



ہم اس لڑکی کے ساتھ غلط کر کے اپنے رب کو کیا منہ دکھائیں گے۔۔۔

تمہیں کیا پتا کہ ہو سکتا ہے میں اس لڑکی کے ساتھ غلط کر چکا ہوں۔ اور وہ لڑکی اسی کے لائق ہے۔۔۔

شامیر بے شک ہم دونوں میں ایک وقت ایسا تھا جب بہت دشمنی تھی۔۔ مگر ایک بات میں اس وقت بھی تمہارے بارے میں پورے یقین کے ساتھ کہہ سکتا تھا۔۔

کہ تم ایک باضمیر اور باکردار انسان ہو اس لیے مجھے 100 پرسنٹ یقین ہے کہ تو کبھی بھی اس لڑکی کے ساتھ غلط نہیں کرستے۔۔ مطمئن لہجے سے رومان شاہ کہتے ہوئے ہلکے سے مسکرایا تھا۔۔

مت کرو مجھ پر اتنا یقین۔۔ اگر نہیں کیا تو ضرور کروں گا۔۔ مرہا کے گنہگار کی بیٹی کو میں اتنی آسانی سے نہیں چھوڑ سکتا۔۔

۔اس شخص کی تڑپ اس دن جو میں نے اپنی بیٹی کے لیے دیکھی تھی۔۔ اس کو دیکھنے کے بعد تو چاہے مجھے اپنے ضمیر کو ہی کیوں نہ مارنا پڑے۔۔ میں مار کر بھی مرہا کا بدلہ ضرور لوں گا۔۔۔

اس گھٹیا شخص کو تکلیف دینے کے لیے۔اس کی بیٹی کو تکلیف دینا ضروری ہے۔اس کی بیٹی کے ساتھ غلط ہونا ضروری ہے۔۔ غصے سے جبڑے بیچتے ہوئے فیصلہ کن انداز سے بولا تھا۔۔

نہیں شاہ میر مجھے پتہ چلا ہے کہ اس کی بیٹی کا اس میں کوئی قصور نہیں ہے۔بچی ہے وہ۔۔ عمر ہی کیا ہے اس کی بامشکل 17 سال کی ہے۔تم اس کے ساتھ ایسا کچھ نہیں کر سکتے۔۔۔

روماں شاید تم بھول رہے ہو مرہا تو اس سے کہیں زیادہ معصوم اور چھوٹی تھی۔۔اس نے احساس کیا رحم کھایا تھا میری مرہا پر۔۔۔

شاہ میر کی آنکھوں میں غصے سے خون اتر آیا تھا۔۔

روماں شاہ اس کی تکلیف اور درد کو بہت اچھی طرح سے سمجھ رہا تھا۔۔کیونکہ وہ خود بھی اسی درد سے گزر رہا تھا۔۔

مگر اس وقت اسے ہر حال میں شاہ میر کے غصے کو اس پر حاوی نہیں ہونے نہیں دینا تھا۔۔۔

اسے شاہ میر کے قہر اور غضب سے اس بچی کو بچانا تھا۔۔وہ اسی مقصد کو لے کر ہی تو ترکی سے اتنی جلدی واپس آیا تھا۔۔۔

تو ٹھیک ہے مت کھاؤ ترس میں نہیں کہوں گا تمہیں کہ تم اس پر ترس کھاؤ۔۔جو بھی ظلم اور قہر تم نے اس پر ڈھانا چاہتے ہو۔۔



اس کے لیے رب کی بارگاہ میں گنہگار مت بنو۔۔تم اس لڑکی سے تم نکاح کرو گے۔۔۔روماں شاہ نے کچھ سوچتے ہوئے کہا تھا۔۔

نہیں میں ایسا کبھی نہیں کروں گا نکاح کر کے میں مرہا کے ساتھ کبھی بے وفائی نہیں کر سکتا۔۔شاہ میر نکاح کے نام سے تڑپ اٹھا تھا۔۔

اور جو تم بنا نکاح کے اس کے ساتھ کر کے اس کے باپ کو سزا دینا چاہتے ہو۔۔وہ کر کے کیا تم مرہا کے ساتھ وفاداری کرو گے۔۔۔

رومان شاہ نے آنکھیں دکھاتے ہوئے کہا تھا۔۔

رومان تم جتنی مرضی مجھے دلیلیں دو۔۔۔مگر میرا فیصلہ نہیں بدلے گا۔۔میں اس لڑکی کو کسی صورت نہیں جانے دوں گا۔۔

ٹھیک ہے مت چھوڑو اس لڑکی کو۔۔۔تم اس کے ساتھ نکاح کرنے کی ہمت بھی نہیں رکھتے۔۔۔کیونکہ تم مرہا کے ساتھ ناانصافی نہیں کر سکتے۔۔۔۔تو اس ساری باتوں کا میرے پاس ایک سولیوشن ہے۔۔۔رومان شاہ نے بہت ٹھہراؤ سے بولتے ہوئے کہا تھا۔۔۔شاہ میر نے نظریں اٹھا کر رومان شاہ کے چہرے کی جانب دیکھا۔۔

وہ کیا!!شاہ میر نے سوالیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔۔

اب جو رومان شاہ نے کہا تھا۔۔وہ بات تو دور دور تک بھی اس کے دماغ میں نہیں تھی۔۔

وہ تو سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ رومان شاہ اسے ایسا بھی کرنے کو کہہ سکتا تھا۔۔۔اور حیرانی تو اسے تب ہوئی جب رومان شاہ نے کہا کہ وہ یہی سوچ کر ہی ترکی سے واپس آیا ہے۔۔۔

دونوں میں اس فیصلے کو لے کر بہت بحث ہوئی۔۔۔ مگر جیت تو رومان شاہ کی ہونی تھی۔۔۔

رومان شاہ نے اپنا فیصلہ شاہ میر سے منوا کر ہی دم لیا۔۔۔ تو پھر ڈن ہو گیا جو میں نے کہا ہے اب تم ویسا ہی کرو۔۔۔ اس طرح مرہا سے بے وفائی بھی نہیں ہو گی اور اس شخص کو سزا بھی مل جائے گی۔۔۔

ویسے بتانا پڑے گا میرب کو کہ اس کے شوہر میں بہت شاطر دماغ ہے۔۔۔

۔۔شاہ میر نے غصے سے نظریں شاہ کے چہرے سے ہٹا کر دوسری جانب کرتے ہوئے کہا۔۔۔

تمہیں بتانے کی ضرورت نہیں ہے میری بیوی میرے شاطر دماغ سے بہت اچھی طرح سے واقف ہے۔۔۔

تم کل تیاری رکھنا میں گواہوں اور مولوی کو لے کر تین بجے پہنچ جاؤں گا۔۔۔ رومان شاہ اپنا فیصلہ سناتے ہوئے کھڑا ہو گیا۔۔۔

جبکہ شاہ میر غصے سے بھری ہوئی نظروں سے رومان شاہ کو جاتے ہوئے دیکھ رہا تھا جو شاہ میر پر اپنا فیصلہ تھوپ کر چلا گیا تھا۔۔۔

oooooooo

ہلکی ہلکی دھوپ بیٹھی بیا بڑے مزے لے کر گنا چوس رہی تھی۔۔۔ اپنے کھیتوں سے لائے گئے میٹھے گنے کے ساتھ بہت اچھی طرح سے انصاف کر رہی تھی۔۔ مجال ہے کہ کہیں چھلکوں میں تھوڑا سا بھی رس باقی ہو۔۔۔

آج اس کے تایا اور تائی شہر گئے ہوئے تھے۔۔ کچھ دن پہلے جو رپورٹس آئی تھی ان میں کافی سارے مسئلے سامنے آ گئے۔ان کو ہفتہ 10 دن لگ سکتے تھے وہاں پر علاج کروانے میں۔۔

اب تو وہ ویسے بھی بے فکر تھے کیونکہ بیا کی پریشانی ان کے سر سے اتر چکی تھی۔۔ اب وہ بے فکر ہو کر وہاں پر جتنے دن چاہے رہ سکتے تھے۔

۔اور ماہ نور بھی وہی شہر میں پڑتی تھی۔۔ تو اسی بہانے وہ کچھ دن اپنی بیٹی کو بھی اپنے ساتھ رکھ سکتے تھے ۔۔

ہوٹل روم خرم نے وہاں پر پہلے سے بک کروا دیا تھا۔۔

خرم بھی زمینوں پر گیا ہوا تھا۔اس لیے آج بیا گھر میں اکیلی تھی۔۔ خرم شادی کے بعد کافی چینج ہو چکا تھا اب وہ تقریباً اپنے کام کو بہت سنجیدگی سے کرتا تھا۔۔

اسی لیے تو آج اس کے ابا سائیں بے فکر ہو کر اس کی ماں کو علاج کے لیے شہر لے کر گئے تھے۔۔

تو جو میرے ہمیشہ کول رویں!!

تے میں دنیانوں کہہ دواں

پرے پرے

دل دے کے دنیاتوں

کون ڈرے

کول تیرے آگئی آں

لگیاں نبھاں گئیاں

دس مینوں ہن میں کی کراں!!

بیا گنا چوستے ہوئے بڑے آرام سے آنکھیں بند کیے ہوئے۔۔دھیمی دھیمی آواز میں سونگ گنگنا رہی تھی۔۔



میری ملکہ ترنم نور جہاں میں تجھے سارے گھر میں ڈھونڈ کر آیا ہوں۔۔اور تم یہاں پر بیٹھی ہوئی سر لگا رہی ہو۔۔۔خرم کان کی لو کے پاس آ کر والا تھا۔۔

بیا ڈر کر اچھلتی ہوئی دور جا کھڑی ہوئی تھی۔۔۔

ہائے اللہ جی سائیں آپ نے تو مجھے ڈرا ہی دیا وہ دل پر ہاتھ رکھتے ہوئے لمبی لمبی سانسیں لے رہی تھی۔۔

ایک تو سائیں کی جان تم ڈرتی بہت ہو دو ہی کام آتے ہیں تجھے۔۔۔۔ ایک ڈرنا اور دوسرا شرمانا۔۔

آج گھر پر کوئی نا ہے۔۔۔ تو مجھے کوئی اپنا نیا فیچر متعارف کرواؤ۔۔۔ وہ قدم بڑھاتے اس کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا۔۔۔ دونوں ہاتھ اس کی کمر پر باندھ کر اپنے قریب کرتے ہوئے بولا تھا۔۔

سس۔۔ سائیں کیا کر رہے ہیں ہم چھت پر کھڑے ہیں کوئی دیکھ لے گا۔۔ سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کسمسا کر پیچھے ہو گئی۔۔ سائیں کی پکڑ کچھ زیادہ سخت نہیں تھی۔ اس لیے وہ با آسانی پیچھے ہو گئی۔۔

کوئی دیکھتا ہے تو دیکھ لے اب تو تم میرے ساتھ رخصت ہو چکی ہو اب تو ڈرنا چھوڑ دو بیارانی۔۔۔ اس کی کلائی کو تھام چھت پر بنے ہوئے چھوٹے سے سٹور نما کمرے کے اندر اسے لے آیا تھا۔۔۔

سٹور میں تائی جان کی بیٹیاں اور اٹیچی کیس رکھے ہوئے تھے۔ جن میں وہ گرمی اور سردی کے بستر وغیرہ رکھ دیا کرتی تھی۔۔۔

اس کی کمر کی دونوں جانب ہاتھ رکھ

اسے بچوں کی طرح اوپر اٹھا کر پاس پڑی ہوئی پیٹی پر بٹھا دیا۔۔۔

سائیں کیا کر رہے ہیں کوئی آجائے گا۔ اس کی کمر پر دونوں ہاتھ باندھ کر اپنے قریب کر کے خود نیچے کھڑا ہو گیا تھا۔۔

کوئی نہیں آئے گا بے فکر رہو آتے ہوئے سیڑھیوں کی کنڈی لگا کر آیا ہوں۔۔ ایسے ڈر ڈر کے میرے موڈ کی ایسی تیسی مت کرو۔۔

سرگوشی کرتے ہوئے خرم کے لب اس کانوں کی لو کو لگے تو پیا کے پورے وجود میں سنسناہٹ سی دوڑ گئی تھی۔۔

بیا۔۔گھمبیر آواز میں بیا گالوں پر اپنی سخت بیرڈ والے گال رب کرتے ہوئے سے چبن محسوس کرواتے ہوئے مدہوش سا ہو کر بیا کا نام پکارا تھا۔۔



ہوں ں ں۔۔ اس کی چبن اور محبت بھرے لمس کو محسوس کرتے ہوئے وہ تڑپ رہی تھی۔۔
سائیں کے کاندھوں پر دونوں ہاتھ رکھے ہوئے۔۔ خود کو اس کے سپرد کیے مشکل بولی تھی۔۔
میں نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ میں کبھی تم سے اس طرح پیار کر سکتا ہوں۔۔ تجھے پتہ ہے کہ تمہارے پاس آنے کے لیے میں کتنا بے چین ہو جاتا ہوں۔۔

تمہیں پتہ ہے ابھی بھی میں سارے کام چھوڑ کر تیری طرف کھینچا چلایا آیا ہوں۔۔

وہ مدحوش سا ہو کر اس کی گردن پر اپنے لبوں کے گرم گرم لمس چھوڑ رہا تھا۔۔۔

اس کے جلتے ہوئے لمسوں کی شدت سے اکھڑی ہوئی سانسیں لیے۔۔۔ خرم کے کاندھوں پر ہاتھ رکھ کر بیٹھی تھی۔۔۔

تیرے وجود سے آتی یہ خوشبو قسم سے مجھے پاگل سا کر دیتی ہے۔۔۔ اس کے دل والے مقام پر اپنا سر رکھے ہوئے تھا۔۔۔ ہاتھ اس کی کمر پر باندھ کر اس سے ہلنے کی آزادی نہیں دے رہا تھا۔

اس کی کمر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے خرم کے ہاتھ اس کی زپ پر جا کے رکھ گئے۔۔

وہ بن پانی مچھلی کی طرح تڑپ گئی تھی جب اس نے ایک ہی جھٹکے سے زپ کو کھینچا اور کرتی کاندھوں سے سرکا دی۔۔

۔سائیں دن دہاڑے تو کچھ شرم کر لیا کریں۔۔وہ شرم کے مارے منمناتے ہوئے اپنی کرتی کو کاندھوں پر واپس کھینچ کر اپنے دونوں ہاتھ کرتے پر رکھے ہوئے۔سائیں کی بے باک نظروں سے خود کو بچا رہی تھی۔۔

ہاہا۔۔۔سائیں کی جان بیوی ہے تو سائیں کی۔۔۔سائیں کو تو اس وقت شرم نہیں آتی تھی۔۔۔جب صرف تو میرے نکاح میں تھی۔۔

اب تو سائیں پورے حق سے تجھے رخصت کروا کر تیرے تایا سے لے آیا ہے۔۔۔

تو اب بھی اگر تو مجھ سے ایسی امید رکھ رہی ہے تو پھر اس میں تیری غلطی ہے۔۔۔

میرا کوئی قصور نہیں ہے۔۔وہ قہقہہ کا لگا کر ہنستے ہوئے نرمی سے اس کے دونوں کلائیوں کو سائیڈ پر کر کے اس کی کرتی کو کاندھوں سے کسکا کر وہاں پر اپنے لب رکھ چکا تھا۔۔۔

لبوں سے چومتے ہوئے اس کی جان نکال رہا تھا۔۔۔وہ تڑپ رہی تھی سائیں کے جلتے ہوئے لمسوں کو محسوس کر کے۔۔اس کی تیز سانسوں کو محسوس کرتے ہوئے سائیں اور بھی بہکتا جا رہا تھا۔۔

۔سائیں کے بے باک لب اس کے دل والے مقام سے ہٹ نہیں رہے تھے۔۔وہ بن جل کے مچھلی کی طرح تڑپ رہی تھی۔۔

۔اس کی معصوم سسکیوں کو نظر انداز کرتے اس سے اٹھا کر پاس پڑی چارپائی پر ڈالتے ہوئے اس پر جھک گیا۔۔۔اور گھٹا بن کر اس پر چھا گیا تھا۔۔۔

ooooooooooo

،

میر آپ کس کے ساتھ شفا کا نکاح کروانے والے ہیں۔پلیز مجھے بتائیں۔مرہا بڑے تجسس بھری نظروں سے دیکھ کر پوچھ رہی تھی۔۔۔

صبح سے وہ میر کے منہ سے نکاح کا نام سن کر بہت بے چین تھی۔وہ جاننا چاہتی تھی کہ آخر شفا کا نکاح میر کس سے کروا رہا ہے۔۔۔

اپنے ساتھ کروانے لگا ہوں۔۔۔بے حد خراب موڑ سے بیڈ پر بیٹھا ہوا موبائل یوز کر رہا تھا۔۔۔بنا مرہا کی جانب دیکھے بولا تھا۔۔

حد ہے۔۔۔مجھے پتہ ہے آپ ایسا کبھی نہیں کر سکتے۔۔۔پلیز بتائیں کہ آپ شفا کا نکاح کس سے کرنے والے ہیں۔۔۔شاہ میر کی بات کو اگنور کرتے ہوئے اپنے سوال پر زور دیتے ہوئے بولی تھی۔۔۔

بہت تیز دماغ ہے تم دونوں بہن بھائی میں۔۔۔ تنز بھرے لہجے سے ایک نظر اٹھا کر دیکھتے ہوئے کہا تھا۔۔

مطب!!!ستائشی نظروں سے دیکھتے ہوئے مرہانے پوچھا تھا۔۔

تھوڑی دیر میں تمہارا بھائی صاحب آجائے گا۔۔مولوی اور گواہوں کو لے کر تو بہتر ہے تم یہ سوال اپنے بھائی صاحب سے ہی پوچھ لینا۔۔۔میرا دماغ بہت گرم ہے اس وقت بہتر ہے کہ تم مجھ سے کوئی سوال مت کرنا۔۔۔

اور جاؤ جا کر اس کو نکاح کے لیے تیار کرو۔۔۔جس پر تم کل بہت مہربان ہو رہی تھی ۔۔۔ایک ایک لفظ کو چباتے ہوئے اپنے غصے کو ضبط کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔۔۔وہ رومان شاہ کے فیصلے سے بالکل خوش اور مطمئن نہیں تھا۔۔

رومان بھائی آرہے ہیں۔۔مرہا سب کچھ بھول کر اپنے بھائی کا نام سنتے ہی چہک اٹھی تھی۔۔

جی رومان بھائی آرہے ہیں۔۔اور یہ محترمہ تمہاری ہی بھابھی بننے والی ہے۔۔اس خوشی کو بھی اپنے ساتھ ہی لے کر آئیں گا۔۔۔وہ صرف اپنے دماغ میں ہی سوچ نفی میں سر ہلا کر چپ کر گیا تھا۔۔

ooooooooo

رومان شاہ مولوی اور گواہوں کے ساتھ اپنے دیے گئے وقت پر آچکا تھا۔۔

رومان شاہ نے مرہا سے ملنے کے بعد۔

شفا کے نکاح کے لیے وائٹ کلر کا مدار لونگ فراک ساتھ میں ریڈ کلر کا کا مدار دوپٹہ اور ساتھ میں گلاب کے پھولوں کی گجھرے لاکر مرہا کو تھما دیے تھے۔

میرہا بیٹا جلدی سے جا کر اس کو تیار کرو۔۔ میرے پاس زیادہ ٹائم نہیں ہے۔میرب کی تبعیت ٹھیک نہیں مجھ اسے ڈاکٹر کے پاس لے کر جانا ہے۔

اسے ساتھ میں لے آتے تمہارا ایک عظیم فیصلہ دیکھ کر اس کی طبیعت ٹھیک ہو جانی تھی۔۔

شاہ میر نے رومان شاہ کی بات کو بیچ میں کاٹتے ہوئے تنز کیا تھا۔شامیر مرہا اور رومان شاہ اس وقت شاہ میر کے کمرے میں کھڑے تھے۔۔

جبکہ باقی لوگ باہر ٹی وی لانچ میں بیٹھے ہوئے تھے۔۔

پہلے میرے خیال سے نکاح کر لیتے ہیں اس کے بعد تم فری ہو کے مجھ سے ملنا بیٹھ کر اچھی طرح تنز کے تیر برسا لینا۔رومان شاہ اپنی رعبدار آواز سے بولا تھا۔۔

وہ جانتا تھا کہ اس وقت اس اگر اس نے ذرا سی بھی نرمی دکھائی تو شاہ میر یہ نکاح کبھی نہیں ہونے دے گا۔۔

مگر اس لڑکی کی زندگی بچانے کے لیے اور شاہ میر کا بدلہ بھی پورا ہو جائے اس کے لیے یہ نکاح ہونا بے حد ضروری تھا۔۔

مرہا بیٹا آپ جاؤ اس کو فوراً سے تیار کر و اور اس کو سمجھاؤ کہ سوائے اپنے ماں باپ سے ملنے کے اس پر اور کسی بھی طرح کی کوئی سختی نہیں ہو گی۔۔

اتنی سی سختی کرنے کی بھی کیا ضرورت ہے جانے دینا چاہیے آخر وہ اس کے ماں باپ ہیں۔۔ اور ہمیں ظلم کر کے اسے اس کے ماں باپ سے دور نہیں کرنا چاہیے۔۔۔ شاہ میر نے غصے سے بھری نظروں سے رومان شاہ کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔۔

مرہا بیٹا تم جاؤ اس کو بولنے دو رومان شاہ نے شاہ میر کی بات کو نظر انداز کرنے کو کہا تھا۔۔۔ رومان شاہ ایک بات اچھی طرح سے جانتا تھا کہ اس وقت شاہ میر نہ تو اس کی کوئی بات سمجھے گا اور نہ ہی سنے گا۔ باتیں کرنے سے مزید معاملات خراب ہو جانے تھے۔۔

بھائی آپ اگر اس معاملے میں پڑے ہیں تو پھر آپ کو یہ نکاح والا قصہ نہیں چھیڑنا چاہیے تھا۔۔۔

آپ لڑکی کو اس کے ماں باپ کو واپس کر دیں۔۔۔ اپنی باپ کے گناہوں کی سزا بچی کو آپ کیوں دے رہے ہیں۔۔ بھائی وہ بہت معصوم اور چھوٹی ہے۔۔۔

میرہا کے لہجے میں اس لڑکی کے لیے بہت ہمدردی تھی۔۔۔

ماشاءاللہ ماشاءاللہ بھائی سیر ہے اور بہن سوا سیر۔۔مجھے تو یہ سمجھ نہیں آرہا کہ تم دونوں کو اس لڑکی کے ساتھ اتنی ہمدردی کیوں چڑھی ہوئی ہے۔۔۔

شاہ میر کا پارا ہائی ہو گیا تھا وہ بھڑک اٹھنے والے انداز سے بول رہا تھا۔۔

مرہا بیٹا آپ اس معاملے سے دور رہیں یہ میرا شاہ میر کا مسئلہ ہے اور آپ جا کر اس کو تیار کریں۔۔۔

ساری بات میں آپ کو بتا چکا ہوں اس لڑکی کو چھوڑا نہیں جا سکتا۔۔۔ مگر اس لڑکی کے ساتھ کچھ بھی غلط نہیں ہو گا یہ میری گارنٹی ہر تم بے فکر ہو جاؤ۔۔ مرہا کو ساری بات بتا کر روم سے مطمئن کر کے رومان شاہ نے بھیج دیا تھا۔۔



oooooooo

پلیز آپی اپنے شوہر کو سمجھائیں وہ میرے ساتھ ایسا نہیں کرے۔۔ کیوں میرا زبردستی نکاح کروا رہے ہیں۔۔وہ بچوں کی طرح سسکیاں لے لے کر آنسوں سے رو رہی تھی۔۔

پلیز شفا تم پریشان نہیں ہو۔ تمہارے ساتھ کچھ بھی غلط نہیں ہو گا۔۔۔وہ میرا بھائی ہے اور ہماری پرورش میں ایسا نہیں ہے کہ وہ کسی عورت کو اذیت دے سکے۔۔ بس فی الحال شفا تمہیں تمہارے ماں

باپ سے نہیں ملنے دیا جائے گا۔۔اس کے علاوہ تم پر کسی طرح کا کوئی تشدد یا سختی نہیں ہو گی۔۔رومان بھائی نے مجھے گارنٹی دی ہے۔۔

مرہا کو اس پر بہت ترس آرہا تھا وہ اسے اپنے گلے سے لگا کر بیڈ پر بیٹھی سمجھا رہی تھی۔۔بالکل ایک بڑی بہن کی طرح۔۔

پلیز آپی مجھے اپنے گھر میں اپنے پاس نوکر بنا کر رکھ لیں۔۔ مگر میرا انکاح نہیں کروائیں۔۔۔ آپ بہت اچھی ہیں میں آپ کے ساتھ رہ لوں گی۔۔۔ آپ نہیں ملنے دینا مجھے میرے ماں باپ سے۔۔ مگر مجھے اس اجنبی شخص کے ساتھ مت بھیجے۔۔۔ میں تو اس کو جانتی تک نہیں ہوں۔۔وہ ہچکیوں کے ساتھ روتی ہوئی مرہا کے آگے ہاتھ جوڑ رہی تھی۔۔

شفا وہ اجنبی نہیں ہے۔وہ میرے بھائی ہیں کیوں پریشان ہو رہی ہو تمہارے ساتھ کچھ غلط نہیں ہو گا۔۔۔ اگر رومان بھائی نے وعدہ کیا ہے تو وہ کبھی اپنے وعدے سے پیچھے نہیں ہٹیں گے تمہیں کوئی تکلیف نہیں ہو گی۔۔

شاہ میر اس وقت بہت غصے میں ہیں اور ان کے غصے سے تمہیں بچانے کے لیے ہی رومان بھائی نے یہ فیصلہ لیا ہے۔۔

شفا رو رو کر بے حال ہو رہی تھی اسے اتنا شدت سے روتے ہوئے دیکھ۔ مرہا خود بھی رونے لگی تھی۔۔۔

وہ وائٹ کلر کی پیروں کو چھوتی ہوئی فراک کے اوپر ریڈ دوپٹے میں وہ ایک معصوم پیاری سی گڑیا جیسی لگ رہی تھی۔۔۔

اور اس کی روئی ہوئی آنکھیں اس کی خوبصورتی کو چار چاند لگا رہی تھی۔ اس کے ہاتھوں میں پھولوں کے گجرے پہناتے ہوئے مرہا نے ماشاءاللہ بول کر اسے اپنے گلے سے لگا لیا۔۔



وہ اپنے بھائی کے فیصلے کے خلاف نہیں جا سکتی تھی ورنہ جس طرح شفا رو رہی تھی مرہا اس نکاح کو روک دیتی۔۔۔

رومان شاہ مولوی اور گواہوں کو لے کر مرہا کے بلانے پر روم کے اندر آ گیا تھا۔ نکاح کے تین بول قبول کرتے ہی شفا سائیگل سے وہ شفا شاہ بن چکی تھی۔۔

اس نے روتے ہوئے ہچکیوں میں اس نکاح کو قبول کر لیا۔۔ جس خوبصورت لمحے کا ہر لڑکی کو اپنی زندگی میں انتظار ہوتا ہے۔اس کی زندگی میں یہ لمحہ بھی ایک سزا بن کر ہی آیا تھا۔۔

اسے ایک ایسے گناہ کی سزا مل رہی تھی جس میں اس کا کوئی قصور نہیں تھا۔
آنے والی زندگی اس کے لیے کون سا نیا موڑ لے کر آنے والی تھی۔وہ نہیں جانتی تھی۔۔
مرہا اس کو بہنوں کی طرح گلے لگا کر مل رہی تھی جبکہ پاس ہی کھڑے شاہ میر کو بہت غصہ آ رہا تھا۔۔۔
میں نے اپنی اتنے سال کی سروس میں تم جیسے نمونے نہیں دیکھے۔۔رومان شاہ اور مرہا کی جانب دیکھ کر شاہ میر نے گھر آلود نظروں سے دیکھ کر کہا تھا۔۔جب سب گواہ اور مولوی صاحب تقریبا دروازے سے باہر جا چکے تھے۔۔
غصے سے بول کر وہ جا کر اپنے روم کا دروازہ پٹک کر بند کر چکا تھا۔

ہائے بھائی اب میں نے ایسا کیا کہہ دیا ہے جو یہ غصے سے چلے گئے ہیں۔۔ میرہا حیران نظروں سے بند دروازے کو دیکھ اپنے بھائی سے مخاطب تھی۔۔

اس کا خیال رکھنا۔اس وقت وہ بہت غصے میں ہے۔۔اس کا غصہ غلط نہیں ہے۔۔۔مرہا اس لڑکی کو جو سزا وہ دینا چاہتا تھا جو کہ میں نے نہیں دینے دی یہ بات اسے بالکل پسند نہیں آئی۔۔۔

اور ہماری ہمدردیاں اسے اس وقت زہر لگ رہی ہیں۔۔وہ بھی اپنی جگہ پر وائٹ ہے۔۔۔وہ تمہارا شوہر ہے اور تمہارا فرض ہے کہ تم اس کو ٹھیک کرو اور اس کے غصے کو بھی برداشت کرنا۔۔

تمہاری ہی جنگ کو اس نے خود پر مسلط کر رکھا ہے۔۔۔اب تم ہی جا کر اس کو ٹھیک کرو۔۔۔میں چلتا ہوں میرب کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں لگ رہی تھی تو مجھے جا کر اسے ڈاکٹر کے پاس لے کر جانا ہے۔۔۔ اپنی بہن کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیر کر وہ اپارٹمنٹس تھے نکل آیا تھا۔۔۔۔

ooooooo



وہ گاڑی کی فرنٹ سیٹ پر بیٹھی ہوئی گھونگھٹ کے نیچے ہچکیوں سے رو رہی تھی۔۔اس نے ابھی تک اس شخص کا چہرہ تک بھی نہیں دیکھا تھا جس کو اس کی زندگی کا حاکم بنا دیا گیا۔۔۔

پتہ نہیں اب میرے ساتھ یہ کیا کرے گا مجھے مارے گا یا کھانا نہیں دے گا۔۔یا پھر میرے باپ کی سزا کو مجھ پر جاری کرتے ہوئے میرے وجود کی بوٹیوں تک کو نوچ ڈالے گا۔۔۔وہ روتے ہوئے سوچ رہی تھی اس کی ہچکیوں میں اضافہ ہونے لگا تھا۔۔

کتنا ظالم شخص ہے ایک بار بھی مجھے چپ کروانے کی کوشش نہیں کی۔۔اپنے ہاتھوں کو مروڑتے ہوئے گھونگھٹ سے نظریں اپنی گود پر جما کر درد سے بھرے دل سے سوچ رہی تھی۔۔

کتنا بے حس شخص ہے کتنی خاموشی سے گاڑی چلا رہا ہے۔۔تھوڑی سی آنکھ کو گھوما کر گھنگٹ سے اس کے ہاتھوں کو دیکھتے ہوئے سوچا تھا۔۔

وہ بلکل سنجیدہ بیٹھا ہوا سٹیرنگ پر ہاتھ جمائے ہوئے تھا۔۔جیسے ذرا سا بھی سٹیرنگ سے ہاتھ اٹھایا تو گاڑی نے سڑک پر الٹی ہو جانا ہے۔۔۔شفا تم کیوں اس شخص کے بارے میں سوچ رہی ہو۔اپنے دل میں کوئی ارمان لے کر مت جانا تم۔ یہ سزا کے طور مجھ سے نکاح کر کے ساتھ لے کر جا رہا ہے۔۔کیوں یہ میرا حال چال پوچھے گا۔۔مجھے تو خود کو آنے والے سزاؤں کے لیے تیار کرنا ہے خود کو۔۔بنا احتجاج کیے ہر ظلم کو برداشت کرنا ہے۔۔وہ روتے ہوئے سوچنے لگی تھی۔۔

گاڑی ایک بلڈنگ کے سامنے آکر کھڑی ہو گئی تھی۔۔وہ شخص گاڑی سے اتر کر اس کی جانب آیا اس کی سائیڈ کا دروازہ کھول دیا۔۔

شفا بنا کچھ بولے اپنے گھونگٹ کو سنبھالتے ہوئے اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگی تھی۔۔

گراؤنڈ فلور پر ہی سامنے والا اپارٹمنٹ شاید اس کا تھا۔۔اپنی جیب سے چابی نکال کر گھوماتے ہوئے دروازہ کھول دیا۔۔۔

ہاتھ کے اشارے سے بنا کچھ بولے اسے اندر جانے کو کہا تھا۔۔

شفا کا دل 100 کی سپیڈ سے دھڑک رہا تھا۔۔ ایک انجان سا ڈر خوف اور گھبراہٹ اس پر طاری تھی ۔۔۔ڈر سے اس کا وجود آہستہ آہستہ کانپ رہا تھا۔۔اکیلے اپارٹمنٹ میں ایک انجان شخص کے ساتھ سوچ کر اس کی روح تک کانپ رہی تھی ۔۔۔جب اس شخص نے دروازہ بند کیا تو شفا کو لگا جیسے اس کی جسم سے جان ہی نکل رہی ہے۔۔

وہ بنا کچھ بولے اس شخص کے پیچھے پیچھے چل رہی تھی۔۔ کیونکہ اس کے علاوہ اس کے پاس کوئی آپشن نہیں تھا۔۔

ایک روم کا دروازہ کھولا اور ہاتھ کے اشارے سے اسے شاید بیڈ پر بیٹھنے کو کہا تھا۔۔بیڈ کو دیکھ کر تو شفا کو اور بھی خوف آنے لگا تھا۔۔

وہ شخص خود دروازے سے ہی واپس چلا گیا تھا۔۔۔شفا نے ڈرتے ڈرتے بیڈ کی جانب قدم بڑھائے۔۔ اور پاؤں لٹکا کر بیٹھ گئی تھی۔۔

شفاتم ریلیکس ہو کر بیٹھ جاؤ۔اور اس گھونگھٹ کو بھی ہٹادو۔۔۔وہ شخص روم میں واپس آیاتواس کے ہاتھ میں شاید کھانے والی ڈش تھی جس کو وہ سائیڈ ٹیبل پر رکھ چکا تھا۔۔ دونوں ہاتھوں سے شفا کے گھونگٹ کو پیچھے کی جانب فولڈ کر دیا۔۔۔۔۔

اس شخص کی جانب پہچانی آواز سے چونک کر شفا نے نظریں اٹھا کے اس شخص کے چہرے کی جانب دیکھا تھا۔۔۔۔

آپ!!!!!وہ حیرانی سے بولتے ہوئے کھڑی ہو گئی تھی۔۔

جی میں!!!شفا کی حیرت کو دیکھ وہ دلکش انداز سے مسکراتا ہوا بولا تھا۔۔وہ جانتا تھا کہ جب شفا اس کو دیکھے گی تو اس



کاری ایکٹ ایسا ہی ہو گا۔۔

سر آپ یہاں کیا کر رہے ہیں؟؟

پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھتے ہوئے حیرانی سے پوچھ رہی تھی۔۔

سچ میں تمہیں ابھی تک سمجھ نہیں آئی کہ میں یہاں کیا کر رہا ہوں۔۔ویسے سمجھ کیسے آتی سارا راستہ تو تم نے رو رو کر گزارا ہے۔۔۔

آنکھوں سے پانی کا دریا صاف ہو گا تو میرا چہرہ نظر آئے گا۔۔۔پروفیسر مسکراتے لبوں سے اس کی جانب دیکھتے ہوئے بول رہا تھا۔۔

پلیز سر سسپنس مت کریٹ کریں مجھے بتائیں کہ آپ یہاں کیا کر رہے ہیں۔۔پروفیسر بہت اچھا انسان تھا اور پہلے سے ہی شفا اس کو جانتی تھی۔اس لیے تھوڑا سا ڈر سے باہر نکل کر اس نے کھل کر سوال کیا تھا۔۔

شفا تمہارا نکاح مجھ سے ہوا ہے اب ہمارا رشتہ یہ ہے کہ تم میری بیوی ہو اور میں تمہارا شوہر۔۔۔دونوں ہاتھ سینے پر باندھے بہت پر وقار انداز سے جواب دیا۔۔

مگر سر مجھے مرہا آپی نے بتایا تھا کہ میرا نکاح اس کے بھائی سے ہو رہا ہے تو کیا آپ۔۔۔۔وہ بہت حیرانی سے پوچھتے ہوئے چپ کر گئی۔۔

میرے خیال سے پہلے کھانا کھا لیتے ہیں اس کے بعد آپ اپنے سوال جاری رکھنا۔۔میں ہر سوال کا پوری ایمانداری سے جواب دوں گا۔۔وہ مسکراتے ہوئے کھانے کی ڈش کو ٹیبل پر رکھنے لگا تھا۔

۔

پلیز شفا ہاتھ دھو کر آئے کھانا کھا لیتے ہیں۔۔مجھے بھی بہت بھوک لگی ہے۔کم سے کم تم مجھے اتنا تو جانتی ہو کہ ہم بیٹھ کر کھانا کھا سکیں۔۔۔میں تمہارے لیے اجنبی تو بالکل نہیں ہوں۔۔۔ اسے پتھر کی طرح ساکت کھڑے دیکھ۔۔۔ٹیبل پر کھانے کی پلیٹس لگاتے ہوئے پروفیسر نے کہا تھا۔۔

نہیں پلیز مجھے بھوک نہیں ہے آپ کھانا کھا لیں۔۔۔پلیز میرے سوالوں کے جواب دے دے۔۔۔ میرے دماغ کی نسیں پھٹ رہی ہیں۔۔۔وہ چل کر تھوڑا سا پاس آکر کھڑی ہو گئی۔۔۔

مرہا آپی نے کہا تھا کہ میرا نکاح اس کے بھائی سے ہوا ہے۔۔تو کیا آپ مرہا آپی کے بھائی ہیں۔۔۔وہ تجسس بھری نظر سے دیکھتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔۔۔

جی میں مرہا کا بھائی ہوں اس کے تایا کا بیٹا عاصم شاہ۔۔۔میرے لیے مرہا میری سگی بہن کے جیسی ہے۔۔۔

پلیز باقی کے سوال آپ بعد میں پوچھ لینا پہلے کھانا کھالیں۔۔۔۔التجائی ہوئی نظروں سے دیکھ کر کھانے کو بول رہا تھا۔۔۔
عاصم شاہ کو اس وقت سچ میں بہت بھوک لگی ہوئی تھی۔۔۔اتنی بھاگ دوڑ میں اس نے صبح سے ناشتہ بھی نہیں کیا تھا۔۔۔

مجھے بھوک نہیں ہے۔۔۔وہ اپنے قدم واپس بیڈ کی جانب لے جانے لگی تھی۔جب پیچھے سے عاصم شاہ نے اس کی کلائی تھام کر روک لیا۔۔

شفا زندگی میں بہت سے ایسے موڑ آتے ہیں۔۔ جن میں ہم خود کو اکیلا محسوس کرتے ہیں۔۔ ہر شخص کبھی نہ کبھی ایسے وقت سے گزرتا ہے۔۔ تم بھی زندگی کے اسی دور سے گزر رہی ہو۔۔۔ مگر پلیز خود کو اکیلا مت سمجھو۔۔ میں ہوں تمہارے ساتھ۔۔ ہر وقت ہر قدم پر۔۔۔ اپنائیت سے بھرے لہجے سے بولا تو۔۔ گھبرائی ہوئی شفا نے جلدی سے اپنا ہاتھ پیچھے کرتے ہوئے اس کی جانب دیکھا تھا۔۔

آپ مجھے میری امی کے پاس لے جا سکتے ہیں۔۔ امید سے بھری نظروں سے پہلا سوال ہی بہت بھاری کیا تھا۔۔

نہیں فی الحال نہ تو میں نہیں ملوا سکتا۔

نا ہی تمہیں اس بات کا یقین دلا سکتا ہوں کہ کبھی ملواؤں گا بھی یا نہیں۔۔۔

مگر صرف اس ایک دکھ کے علاوہ تم سے وعدہ کر سکتا ہوں کہ تمہیں پھولوں کی طرح رکھوں گا ۔۔۔ کوئی تکلیف نہیں آنے دوں گا۔۔ واپس سے ہاتھ تھامتے ہوئے محبت بھرے لہجے سے بولا تھا۔۔

آپ ایسا کیوں کریں گے ؟؟

ایک اور بھاری سا سوال کیا گیا۔۔

کیونکہ تم میری بیوی ہو!

ہاں زبردستی کی!!

ایسا تو تمہیں لگتا ہے!!

مطلب!!

کھانا کھالوں پھر بتاؤں چلے گا اس کی کلائی کو تھامے زبردستی اسے اپنے سامنے والے صوفے پر بٹھایا دیا ---

کھانے کی پلیٹ میں کھانا نکالتے ہوئے اس کے اداس اور سوالوں سے کشمکش والے چہرے کو دیکھ لبوں تلے مسکرا دیا تھا۔۔۔

oooooooo

مہک پلیز ہنسو مت پلیز مجھے بتاؤ کہ مجھے کیا ہو رہا ہے۔۔ کیا میں جو سوچ رہی ہوں وہی ہے۔۔

جس طرح کی تم اپنی کیفیت بتا رہی ہو اس سے تو یہی لگ رہا ہے کہ تم پریگنینٹ ہو۔۔

آمین مہک اللہ تمہاری زبان مبارک کرے۔۔۔ مگر پلیز مجھے بتاؤ مجھے کنفرم کیسے پتہ چلے گا کہ میں پریگننٹ ہوں۔۔ میرب نے اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے بہت خوشی سے مہک سے پوچھا تھا۔۔

زکیہ کو بھیج کر پریگنسی سٹک منگوالو اس سے کنفرم ہو جائے گا۔۔

اوکے تم فون بند کرو میں ابھی زکیہ کو بھیج کر منگواتی ہوں۔
اس کے بعد تمہیں کال کر کے بتاؤں گی ابھی شاہ گھر پر نہیں ہے تو میں جلدی سے کنفرم کر لیتی ہوں۔۔۔
بنا مہک کی بات سنے میرب نے خوشی سے فون ٹھک کر کے بند کر دیا تھا۔۔۔
oooooooooo

اودوں!!!اووو!!مہک سے بات کرنے کے بعد میرب نے زکیہ کو پریگنسی سٹک لانے کے لیے بھیج دیا تھا۔۔اور خود کچن میں جا کر شاہ کے لیے اسپیشل
مٹن کڑاہی بنانے لگی۔رومان شاہ مٹن کڑاہی بہت پسند تھی۔اور میرب کے ہاتھ کی کڑاہی کا تو شاہ دیوانہ تھا۔۔

گوشت کی خوشبو سے اسے الٹیاں آنے لگی۔۔۔اور وہ بھاگتی ہوئی روم میں آئی

تھی۔۔ پچھلے دس منٹ سے وہ واش روم میں الٹیاں کر رہی تھی۔۔۔بے تحاشہ الٹیوں کی شدت سے وہ پوری طرح سے پینے میں بھیگی ہوئی تھی۔۔ چکر تھے کہ رکنے کا نام ہی نہیں لے رہے تھے۔

وہ پسینے میں بھیگی ہوئی تھی۔۔ چکر تھے کہ رکنے کا نام ہی نہیں لے رہے تھے۔۔

وہ بیسن پر ہاتھ رکھ کر جھکی ہوئی تھی اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا تھا۔۔اس کے بعد اس کی آنکھ جب کھلی تو وہ بیڈ پر تھی۔۔۔اور شاہ اس پر پانی کی چھٹینے مارتا ہوا گھبراہٹ سے اس کی گال کو تھپتھپا رہا تھا۔۔

اللہ تیرا شکر ہے کہ تمہیں ہوش آ گیا۔



جان کیا ہوا تھا تمہیں!!

شاہ میرب کو حوش میں آتا دیکھ اس کے چہرے پر جھک کر دیوانوں کی طرح چومتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔۔

پتہ نہیں کیا ہوا تھا میری آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا مجھے بہت چکر آرہے تھے۔۔۔میرب خود اپنی کیفیت سے اس وقت بہت گھبرائی ہوئی تھی۔۔۔

چکر تو آنے ہی تھے ہیلدی کھانا تو تم کھاتی نہیں ہو۔۔یہ جنک فوڈ کھا کھا کر تم نے اپنا بیڑا غرق کر رکھا ہے۔۔

ابھی ڈاکٹر آرہی ہے وہ بھی یہی آکر بتائے گی کہ اپنی بیوی کو کھلایا پلایا کرے۔۔اگر ڈاکٹر نے آکر مجھ سے یہ کہا تو میرب قسم سے میں بہت برا پیش آؤں گا۔۔۔

کیا ہے شاہ میں بے ہوش ہو گئی تھی اور آپ مجھے ڈانٹ رہے ہیں۔۔۔۔

پلیز کبھی تو اپنے ناک سے غصے کو نیچے اتار دیا کریں۔۔میرب نے بچوں کی طرح منہ سجا کر سائیڈ پر کر لیا۔۔



شاہ کی جان ڈانٹ نہیں رہا۔۔جان نکل جاتی ہے میری جب تمہیں کچھ ہوتا ہے۔۔۔شکر ہے کہ میں ٹائم پر پہنچ گیا ہوں تم زمین پر گرنے والی تھی جب میں واش روم میں آیا تھا۔۔

اور تم۔۔۔۔ ٹھک ٹھک ابھی وہ کچھ اور کہہ رہا تھا کہ روم کا دروازہ کھٹکا اور زکیہ نے آکر بتایا تھا کہ ڈاکٹر صاحبہ تشریف لائی ہیں۔۔۔

رومان شاہ بیڈ سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور اشارہ کیا کے ڈاکٹر کو اندر بھیج دے۔۔

۔ڈاکٹر نے آکر پہلے بی پی چیک کیا۔

اور شوگر چیک کرنے کے لیے پن نکالی تو میرب تو ڈاکٹر کے آگے ہاتھ کرنے کے لیے تیار نہیں تھی۔۔۔

میرب کی ڈر والی ایکٹنگ سے ڈاکٹر اور شاہ کا ہنس ہنس کے برا حال ہو رہا تھا۔

شاہ پلیز ہنسے نہیں مجھے نیڈل سے بہت ڈر لگتا ہے میرب نے شاہ کی جانب غصے سے دیکھتے ہوئے کہا تھا۔۔

میرب یار کیا ہو گیا ہے اتنی چھوٹی سی پن ہے اتنی سی پن سے تو بچے بھی نہیں گھبراتے۔۔ شاہ نے میرب کو سمجھانے کی کوشش کی مگر میرب تو ڈاکٹر کو ہاتھ تک لگانے نہیں دے رہی تھی۔۔

رومان شاہ نے زبردستی میرب کا بازو پکڑ کر شوگر کا ٹیسٹ کروایا۔۔۔ نیڈل سے بلڈ لیتے ہوئے میرب کے آنسوں اس کے گالوں سے پھسل کر اس کا چہرہ بھگو رہے تھے۔۔۔

وہ ایک چھوٹی سی بچی لگ رہی تھی جس کو سرنج سے بہت ڈر لگ رہا تھا۔۔

شاہ میرا ہاتھ چھوڑیں اور مجھ سے بات مت کیجیے گا۔۔ ایسے کوئی جلادوں کی طرح اپنی بیوی کو پکڑ کر ذبح کرتا ہے۔

۔استغفر اللہ میرب کیسی باتیں کر رہی ہو جان ایک نیڈل سے کبھی تم نے بکری کو ذبح ہوتے ہوئے دیکھا ہے شاہ مزاق کے موڈ میں تھا۔۔

ڈاکٹر دونوں کی پیار بھری نوک جوک دیکھ مسکرا رہی تھی۔۔ یہ وہی ڈاکٹر تھی جس نے میرب کا کیس پہلے بھی ہینڈل کیا تھا۔۔۔

سر پلیز آپ تھوڑی دیر باہر جائیں مجھے ان سے کوئی ضروری بات کرنی ہے ڈاکٹر نے اچانک سے گھبرائے ہوئے انداز میں میرب کی جانب دیکھ کر کہا۔



ڈاکٹر ایوری تھنگ اوکے۔۔۔ رومان شاہ نے ڈاکٹر کی گھبراہٹ کو دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔۔

سر میں بہت کنفیوز ہوں کے ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔ مجھے لگتا ہے کہ آپ کی وائف پریگننٹ ہے۔۔۔

واٹ۔۔۔۔رومان شاہ نے تقریباً چیخنے والے انداز میں کہا تھا۔۔

سر سارے symptous اسی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔۔ڈاکٹر نے گھبراہٹ اور ڈرے ہوئے چہرے سے کہا تھا۔۔

ڈاکٹر مجھے لگتا ہے آپ کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔۔۔ آپ نے شاید کوئی نشہ کر رکھا ہے۔۔۔رومان شاہ نے بہت غصے سے کہا۔۔

آپ کو اچھی طرح سے پتہ ہے کہ میرب جو میڈیسن کھا رہی ہے اس میں ایسا کچھ نہیں ہو سکتا۔۔۔

اور اگر آپ بھول گئی ہیں تو میں یاد دلا دوں کہ وہ میڈیسن آپ نے ہی ریکمنڈ کی تھی۔۔

اور مجھے اس بات کی تسلی بھی دی تھی کہ اگر میرب یہ میڈیسن ریگولر کھائے گی تو میرب کبھی پریگننٹ نہیں ہو سکتی۔۔



سر مجھے سب یاد ہے۔۔۔ اسی لیے تو میں پریشان ہوں کہ ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔ڈاکٹر رومان شاہ کے غصے سے ڈری ہوئی تھی۔۔

سر کیا آپ کو پکا یقین ہیں کہ یہ روز ریگولر اپنی میڈیسن کھاتی رہی ہیں --ایسا بھی تو ہو سکتا ہے کہ کسی دن میڈیسن مس ہو گئی ہو اور اسی دوران یہ پریگننٹ ہوئی ہوں---

سوال ہی پیدا نہیں ہوتا- کیونکہ میں خود اپنے ہاتھوں سے روز ان کو دوا کھلاتا تھا--اس لیے یہ کیس ہم پر تھوپنے کی ضرورت نہیں ہے--- جو بھی مسٹیک ہوئی ہے-وہ آپ سے ہوئی ہے-رومان شاہ نے کہرالود نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا تھا--

سر میں آپ کی بات کو جھٹلا نہیں رہی-- ایسا بھی تو ممکن ہے کہ آپ اپنی وائف سے بہت پیار کرتے ہیں-وہ آپ کی بہت لاڈلی ہیں----

اسی چیز کا فائدہ اٹھا وہ ٹیبلٹ منہ کے اندر رکھ لیتی ہوں اور بات میں آپ سے نظر بچا کر پھینک دیتی ہوں--

رومان شاہ نے ایک نظر میرب پر ڈالی تھی-جو بڑے معصوم بچے کی طرح بیڈ پر چپ چاپ بیٹھی ہوئی تھی--

پہلی بات کہ یہ اس میڈیسن کے بارے میں کچھ نہیں جانتی تھی میں اس کو ملٹی وٹامن بول کر وہ ٹیبلٹ دیتا تھا---

اور دوسری بات وہ ٹیبلٹ میں سر پر کھڑے ہو کر اس کو کھلاتا ہوں اور ہمیشہ میں اس کا منہ چیک کر لیتا تھا۔

۔اس کے بچپنے سے میں بہت اچھی طرح سے واقف ہوں۔۔۔آپ کا یہ جواب بھی آپ کو مل چکا ہے۔۔اب آگے کا بتائیں۔۔۔

رومان شاہ میرب کی پریگنسی کا سن کر بہت پریشان ہو گیا تھا۔۔

سر پھر تو یہ خود ہی بتا سکتی ہیں کہ ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔یا پھر جو محترمہ ان کے ساتھ آئی تھی وہ بتا سکتی ہیں۔میری سمجھ سے تو باہر ہے۔۔

میں نے ان کو صاف صاف بتا دیا تھا کہ پریگنسی ان کے لیے جان لیوا ثابت ہو سکتی ہے۔۔۔اور آپ بالکل رسک نہیں لینا چاہتے۔۔۔



ڈاکٹر کی بات پر رومان شاہ نے چونک کر ڈاکٹر اور میرب کی جانب دیکھا تھا۔۔۔

یہ آپ کے پاس گئی تھی کب۔۔ اور کون تھا ان کے ساتھ رومان شاہ کی نظروں میں اتنا شدید غصہ تھا کہ میرب کا دل چاہ رہا تھا کہ جلدی سے کمبل میں منہ چھپائے اور شاہ کی نظروں سے خود کو بچالے۔۔۔ جو اس وقت کھا جانے والی نظروں سے اس کی جانب دیکھ رہا تھا۔۔۔

آئی ڈونٹ نو سر مجھے نہیں پتا کے وہ کون تھی۔۔ ان کے ساتھ جو ایک تو آپ کی سسٹر تھی اور دوسری شائد ان دوست تھی۔ وہ بتا سکتی ہیں کہ انہوں نے کیا کیا ہے۔۔
مگر آپ کی مسز آئی تھی میرے پاس اور میں نے ان کو بتا دیا تھا کہ آپ ان کی جان پر کوئی رسک نہیں لینا چاہتے۔
اور پریگنسی ان کے لیے بہت زیادہ کمپلیکیشنز پیدا کر سکتی ہے۔۔

ہمم۔۔ڈاکٹر آپ فلحال تشریف لے جا سکتی ہیں میں آپ سے کلینک پر آ کر ملتا ہوں۔۔۔لہجے میں اتنی زیادہ سختی اور نظروں میں اس قدر قہر تھا کہ ڈاکٹر تو دوست سیکنڈ میں وہاں سے غائب ہو گئی۔۔

مگر میرب کو اپنی سانس رکتی اور محسوس ہو رہی تھی شاہ کے ڈر سے۔۔۔

کس کے ساتھ گئی تھی تم اور کب گئی تھی۔۔۔ڈاکٹر کے جاتے ہی دو ہی قدموں میں اس کے پاس بیڈ پر بیٹھ گیا۔

اس کے جبڑے ے کو سختی سے دبایا ہوا تھا۔۔

میں جانتا تو ہوں کہ وہ کون تھی! مگر میں تمہارے منہ سے سننا چاہتا ہوں جس دیدا دلیری سے تم اس کے ساتھ گئی تھی، اسی دلیری سے اب مجھے بتاؤ، لفظوں کو چباتے ہوئے بولا تھا۔۔

مم۔۔۔ مہک۔۔۔ کے ساتھ گئی تھی اور ساتھ میں میرہا بھی تھی۔۔۔شاہ کے غصے کو دیکھ میرب کے منہ سے صحیح سے الفاظ بھی نہیں نکل رہے تھے۔۔۔

جبڑا تو اتنی سختی سے اس نے دبا رکھا تھا کہ میرب کو لگا آج تو شاہ نے اس کو توڑ کر ہی دم لینا ہے۔۔۔

میری اجازت کے بغیر تم اس لڑکی کے ساتھ گئی جو مجھے زہر لگتی ہے اگر کسی ایک کو مارنے کا گناہ معاف ہو تو میں اس کی جان لے لوں۔۔

تمہاری جرأت کیسے ہوئی میری اجازت کے بغیر اس کے ساتھ جانے کی اور پلاننگ کرنے کی، لفظوں کو چباتے ہوئے کہر برساتی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔۔

شاہ میں نے ان کے ساتھ مل کر کوئی پلاننگ نہیں کی اور ان کو تو پتہ بھی نہیں ہے۔۔۔

ہاں وہ دونوں میرے ساتھ ضرور گئی تھیں مگر ڈاکٹر کی بات پر انہوں نے مجھے منع کر دیا تھا کہ میں ایسا کوئی رسک نہیں لوں۔۔۔

اس کے بعد جو کچھ کیا ہے اس کی ذمہ دار میں ہوں۔اس لیے آپ کسی اور کو بیچ میں مت گھسیٹیں۔۔

جبڑے کی درد سے اس کی آنکھوں سے آنسوں آ گئے تھے۔۔۔

باقی تو تمہاری جان میں بعد میں نکالوں گا۔۔پہلے تو مجھے یہ بتاؤ کہ تم نے یہ سب کیا کیسے۔۔۔گولی تو تم روز کھاتی تھی اس بات کا میں خود گواہ ہوں پھر یہ پریگنسی کیسے ہوئی۔۔۔

شاہ آپ کو تو خوش ہونا چاہیے کہ اللہ تعالی نے ہمارے گھر میں یہ خوشی دی ہے۔۔۔اور آپ اس چیز پر آکر اڑ گئے ہیں کہ یہ پریگنسی ہوئی کیسے۔۔۔



میرا بکواس بند کرو میری بات کا سیدھی طرح سے جواب دو۔۔۔

بیوقوف لڑکی تمہیں اندازہ بھی ہے یہ پریگنسی تمہارے لیے کتنی خطرناک ہے۔تمہاری جان جا سکتی ہے۔۔

تمہارے لیے یہ سب ایک مذاق ہے۔ میں تمہیں بے وقوف لگتا ہوں جو اولاد نہیں چاہتا۔۔۔ وہ اتنی زور سے چیخا تھا کہ میرب نے ڈر کر اپنے کانوں پر ہاتھ رکھ لیے۔۔۔ شاہ کی غصے سے بھری ہوئی چیختی آواز سے میرب کانپنے لگی تھی۔۔۔۔

شاہ اتنی سی بات آپ کی سمجھ میں کیوں نہیں آتی مجھے اولاد چاہیے۔۔۔ میں بھی چاہتی ہوں کہ ہمارے بچے ہوں۔۔۔

جو ہمارے رشتوں کو مضبوط کریں۔۔۔

آپ سے اتنی بار میں نے کہا آپ نے میری بات کا کوئی رسپانس نہیں دیا۔۔وہ روتے ہوئے لفظوں کو توڑ پھوڑ کر بول رہی تھی۔۔۔

احمق لڑکی تمہاری جان کو خطرہ ہو سکتا ہے ڈاکٹر نے رپورٹس کے لحاظ سے مجھے کلیئر لی کہا تھا۔۔۔

تم نے یہ کیا، کیا میرب شاہ کی غصے سے دماغ کی نسیں تن گئی تھیں۔۔اپنے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے شاہ بے بسی سے اپنی مٹھیاں بھینچ کر رہ گیا۔۔



شاہ آپ پریشان نہیں ہو مجھے کچھ نہیں ہو گا شاہ کو اتنا پریشان دیکھ کر میر میں دونوں ہاتھ شاہ کے گالوں پر رکھتے ہوئے کہا تھا۔۔۔۔

تم اپنا منہ بند رکھو اور اٹھو میرے ساتھ ڈاکٹر کے پاس چلو۔۔مجھے بچہ نہیں چاہیے۔۔ مجھے تمہاری زندگی چاہیے۔۔

تمہیں میری آنکھوں میں محبت نظر نہیں آتی۔۔۔میں صرف تم سے محبت نہیں کرتا میں عشق کرتا ہوں۔۔۔دیوانگی ہو تم میری۔۔۔۔جنون ہو رومان شاہ کا۔۔

مجھے یہ ساری دنیا نہیں چاہیے اولاد تو ایک چھوٹی اور مامولی سی بات ہے۔۔

مجھے تم چاہیے ہو میرب کو کھینچ کر اپنے سینے سے لگالیا۔۔۔

اپنی باہوں کا دائرہ تنگ کرتے ہوئے شاہ نے ٹھنڈی آہ بھر کر چھوڑی تھی۔۔

ڈاکٹر کے پاس چلو میرے ساتھ۔۔

شاہ پلیز ایسا مت کریں میں نے بہت دعائیں مانگی ہیں۔ہماری اولاد کے لیے ہمارے بچے کو کچھ مت کرنا ۔۔شاہ کے سینے میں سر چھپائے وہ تڑپ کر رو رہی تھی۔۔



میرب میرا سوال بیچ میں رہ گیا۔۔مجھے بتاؤ تم نے یہ سب پلان کیسے کیا۔۔

وہ میں نے انٹرنیٹ پر دیکھا تھا کہ اس ٹیبلٹ کو کھانے کے بعد ہم اس کے اثرات کیسے کم کر سکتے ہیں۔۔۔

تو انٹر نیٹ پر ایک ٹیبلٹ اویلیبل تھی جو کہ اس گولی کے اینٹی ڈوز تھی۔۔

اس کھانے سے اس کا اثر ختم ہو جاتا تھا۔۔ڈرتے ڈرتے میر اپنے ساری بات بتائی۔۔۔

تمہارا دماغ بہت زیادہ چلنے لگا ہے ایک بار تو میرے ساتھ ڈاکٹر کے پاس چلو اس تماشے کو ختم کرتے ہیں

۔۔۔

اس کے بعد تمہارے ہوش ٹھکانے ایسے لگاؤں گا کہ تم یہ جو اپنے دماغ کو ضرورت سے زیادہ چلاتی ہو یہ کبھی نہیں چلاؤ گی۔۔۔

اس کے بازو سے پکڑ کر اپنے ساتھ زبردستی ڈاکٹر کے پاس لے جا رہا تھا۔ جبکہ میرب منتیں کر رہی تھی وہ نہیں جانا چاہتی تھی۔۔۔

شاہ پلیز آپ ایسا کیسے کر سکتے ہیں۔ اپنے اولاد کو اپنے ہاتھوں سے مار دیں گے۔ وہ گاڑی میں اسے زبردستی بٹھا رہا تھا۔۔ میرب روتے ہوئے بول رہی تھی۔۔

تمہاری جان بچانے کے لیے میں اپنی جان تک لے سکتا ہوں اس سے زیادہ میں تمہیں کچھ نہیں سمجھاؤں گا۔۔۔

اپنا منہ بند کر کے بیٹھے رہو۔۔۔تم نے جو کچھ کیا ہے۔اس کے لیے میرا دل چاہتا ہے کہ میں تمہاری جان لے لوں۔۔

میرے ضبط کو مت آزماؤ۔چپ کر کے بیٹھ جاؤ۔۔۔

وہ دھاڑتے ہوئے بول کر اسے چپ کروا کر دوسری جانب سے ہوتا ہوا سیٹ پر آ کر بیٹھ گیا۔۔۔میرب ہچکیوں کے ساتھ رو رہی تھی۔۔۔مگر وہ پتھر بن کر بیٹھا گاڑی کے سٹیرنگ کو تھامے نظر ہوئے سامنے سڑک پر نظریں جمائے بیٹھا تھا۔۔۔جیسے وہ میرب کی سسکیاں سن نہ رہا ہو۔۔

oooooooooooo



شفا اٹھ کر چینج کر لیں!!

میں تمہارے لیے چائے لے کر آتا ہوں وہ برتن ڈش میں سمیٹتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔۔

سر پلیز آپ مجھے بتائیں آپ مجھ پر یہ احسان کیوں کر رہے ہیں؟؟

جب کہ میں جانتی ہوں کہ میں سزا کی مستحق ہوں ۔۔اور آپ مجھے بطور سزا نکاح کر کے لائے ہیں۔۔۔

اپنے ہاتھوں کو مروڑتے ہوئے سوالیہ نظروں سے عاصم شاہ کی جانب دیکھتے ہوئے کھڑی ہو گئی۔۔۔ اسے اپنے سوالوں کے جواب چاہیے تھے جو سوائے اس وقت عاصم شاہ کے اور کوئی نہیں دے سکتا تھا۔

لگتا ہے شفا تمہیں بہت جلدی ہے اپنے سوالوں کے جواب جاننے کی۔۔تو ٹھیک ہے آؤ بیٹھو میرے پاس تمہارے سب سوالوں کے جواب دے دیتا ہوں۔۔

مگر ایک بات ابھی سے ذہن نشین کر لو، میری ایک ایک بات سچ ہو گی اور اس پر تمہیں یقین کرنا ہو گا۔۔اس کی کلائی کو بڑی نرمی سے پکڑ کر اسے اپنے ساتھ وہی صوفے پر بیٹھا لیا تھا۔۔۔



شفا میں نے تم سے نکاح سزا دینے کے لیے نہیں کیا۔۔میں نے تم سے نکاح اس لیے کیا کہ تم مجھے پسند تھی اور میں تمہیں پیار کرنے لگا تھا۔۔

میری پہلی ملاقات تمہارے ساتھ کالج میں نہیں ہوئی تھی۔۔۔میں اس سے پہلے بھی تمہیں دیکھ چکا تھا۔۔اور پہلی نظر میں ہی عاصم شاہ تم پر اپنا دل ہار بیٹھا تھا۔۔۔

جھوٹ آپ کی اور میری پہلی ملاقات کالج میں ہی ہوئی تھی، میں نے اس سے پہلے آپ کو کبھی نہیں دیکھا تھا۔۔عاصم شاہ کی پہلی بات کو ہی اس نے جھٹلا دیا تھا۔۔

شفا میں ہر بات کا جواب دوں گا مگر پلیز یہ نہیں کہنا کہ میں جھوٹ بول رہا ہوں۔ میں نے پہلے ہی ایک بات تم سے کلیئر کہی ہے کہ میں ہر بات کا ہر با ہرف اور سچ جواب دوں گا۔۔۔
بس تمہیں اس پر یقین کرنا ہے۔۔۔

فرقان کون ہے بہت نرمی سے عاصم شاہ نے سوال کیا تھا۔۔
میرے ماموں کا بیٹا میرا بھائی ہے۔۔

ہمم۔اسی اسی تمہارے بھائی کی شادی میں میں بھی آیا تھا۔۔۔تمہارا بھائی میرا بہت اچھا دوست ہے۔۔

جب تم مسٹرڈ کلر کی فراک میں سٹیج پر اپنے بھائی کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی اس وقت میں نے تمہیں پہلی بار دیکھا تھا۔۔۔

پوری شادی میں میری نظر تم پر تھی اور میں تمہیں بھول نہیں سکا۔اس کے بعد میں تمہارے بارے میں انفارمیشن اکٹھی کر ہی رہا تھا کہ میں نے کالج جوائن کیا تو وہاں پر میں نے تمہیں دوسری بار دیکھا۔۔۔

اس کے بعد میں تھوڑا ریلیکس ہو گیا مجھے پتہ تھا کہ اب میں بآسانی تم تک پہنچ جاؤں گا۔

مگر اس سے پہلے، کہ میں تمہیں کچھ بتاتا اس سے پہلے ہی تمہارے ساتھ یہ والا حادثہ پیش آ گیا۔۔

جب تم بہت دن تک کالج نہیں آئی تو میں پریشان ہو گیا تھا مجھے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ میں تم تک کیسے پہنچوں۔۔

جب مجھے پتہ چلا تھا کہ شاہ میر بھائی تمہیں لے گیا ہے۔میں شاہ میر بھائی سے ملنے گیا تا کہ میں ان سمجھا سکوں کہ اس سب میں تمہارا کوئی قصور نہیں۔۔

میں ان کو اپنے دل کی بات بتانا چاہتا تھا۔۔۔ مگر وہ تو میری کوئی بات سننے کو تیار ہی نہیں تھے۔۔

وہ بہت غصے میں تھے انہوں نے میری کوئی بات نہیں سنی تھی۔اور مجھ سے صاف صاف کہہ دیا تھا کہ میں سارے معاملے سے دور رہوں۔۔۔

مجھے کوئی راستہ نظر نہیں آرہا تھا۔مگر شفا میں تمہیں کسی حالت میں کھو نہیں سکتا تھا۔۔

یار دل سے پیار کرنے لگا تھا تم سے۔۔ پھر میں نے رومان بھائی کو فون کیا رومان بھائی کو میں نے اپنے دل کی ساری کیفیت بتادی تھی۔۔۔

رومان بھائی میرے لیے ہی ترکی سے اتنی جلدی واپس آگئے تھے۔۔رومان بھائی ہمیشہ میرے ساتھ بھائیوں کی طرح رہے ہیں۔۔۔

ہمارے گھر کی طرف سے ان کے ساتھ بہت ساری ناانصافیاں ہوئیں۔مگر ان سارے معاملات میں نہ تو میرا کوئی قصور تھا اور نہ میں نے کبھی رومان بھائی سے کسی طرح کی کوئی دشمنی رکھی تھی۔۔۔

رومان بھائی اور میرے درمیان ہمیشہ بھائیوں جیسا ہی رشتہ رہا۔۔رومان بھائی نے مجھ سے صاف صاف پوچھا تھا کہ کیا میں تم سے پیار کرتا ہوں۔۔۔۔

توجب میں نے بتا دیا تھا کہ میں تم سے بہت پیار کرتا ہوں تو رومان بھائی نے شاہ میر بھائی کو میرے لیے ہی منایا تھا۔۔۔

میں جانتا تھا کہ رومان بھائی کے علاوہ شاہ میر بھائی کسی کی بات نہیں مانیں گے۔۔
بے شک شاہ میر بھائی پولیس آفیسر ہے مگر رومان بھائی بھی کسی افسر سے کم نہیں۔اور ویسے بھی شاہ میر بھائی بہت عزت کرتے ہیں رومان بھائی کی۔۔

اگر اس کے بعد بھی اور کوئی سوال ہے تو تم مجھ سے پوچھ لو۔۔۔اس کی کلائی کو پکڑ اس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ دونوں ہاتھوں کے درمیان رکھ کے بڑی محبت بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔۔۔



مگر سر آپ سے ماہی بہت پیار کرتی ہے اور ماہی میری بہت اچھی دوست ہے میری اکلوتی دوست ہے میں اس کے ساتھ کچھ بھی غلط نہیں کر سکتی۔۔

معصوم بچوں کی طرح وہ اپنی دوست کا دفاع کر رہی تھی۔۔

آپ نے تو اپنے دوست کے ساتھ کچھ بھی نہیں کیا۔۔۔ آپ میری پسند ہو۔

آپ نے مجھے پسند نہیں کیا میں نے آپ کو پسند کیا ہے۔۔اس لیے اس سارے معاملے میں آپ کی تو کوئی غلطی نہیں ہے آپ ماہی کو بتا دینا۔۔

نہیں سر آپ نہیں سمجھ رہے وہ میری بیسٹ فرینڈ ہے اور وہ مجھ سے ناراض ہو جائے گی۔۔۔
کہے گی کہ مجھے پوری دنیا میں شادی کرنے کے لیے صرف ایک آپ ہی ملے تھے۔۔۔
وہ نہیں سمجھیں گی وہ غصے کی بہت تیز ہے سارے معاملے کو چھوڑ کر شفا اپنی دوست کی فکر میں ہلکان ہو رہی تھی۔۔

دیکھو شفا اگر تم میری زندگی میں نہیں بھی آتی تب بھی میں ماہی سے کوئی رشتہ نہیں بناتا۔۔کیونکہ میرے اور ماہی کے مزاج میں بہت فرق ہے۔۔

وہ بہت اچھی لڑکی ہے۔۔۔وہ بہت شوخ اور چنچل مزاج لڑکی ہے۔۔جبکہ میں بہت مختلف ہوں مجھے ہمیشہ سے تم جیسی لڑکی کی تلاش تھی۔۔

مگر سر آپ نے ہماری دوستی خراب کر دی۔وہ اب مجھ سے کبھی دوستی نہیں کرے گی۔۔اور نہ ہی مجھے معاف کرے گی۔۔

شفا پلیز تم ماہی کو ایک بار چھوڑ دو اس کی بات بعد میں بھی ہو سکتی ہے۔۔

میں نے آپ کو ایک ایک بات پوری ایمانداری اور سچائی سے بتا دی ہے۔۔۔

میرے خیال سے ایک بار تو تمہیں میرے بات کا جواب دینا چاہیے کہ تم میرے بارے میں کیا رائے رکھتی ہو۔۔

بار بار ماہی کو بیچ میں لانے سے عاصم شاہ کا موڈ تھوڑا اپسیٹ ہو گیا تھا۔۔



سر میں آپ کے بارے میں کیا کہہ سکتی ہوں۔۔میں نے تو آپ کو کبھی اس نظر سے دیکھا ہی نہیں۔۔

میرے لیے تو آپ میرے پروفیسر ہو اور میں آپ کی سٹوڈنٹ۔۔

آپ کو اس نظر سے تو صرف ماہی دیکھتی تھی۔۔۔

پھر ماہی !!پلیز شفا تم ہمارے درمیان سے فیحال ماہی کو ہٹا سکتی ہو۔۔ مجھے کوئی انٹرسٹ نہیں تھا ماہی میں۔۔نہ ہی کبھی ہو سکتا ہے۔۔۔

تم چینج کر کے آرام کرو ہم بعد میں بات کریں گے۔۔جب آپ کے دماغ سے تھوڑی دیر کے لیے ماہی نکل جائے تو بتا دیجئے گا۔۔۔

ہم بیٹھ کر پھر بات کریں گے۔عاصم شاہ خراب موڈ لیے برتن ڈش میں سمیٹتا ہوا اٹھ کر کچن کی جانب چلا گیا تھا۔۔۔

۔جبکہ شفا پریشان ہو گئی تھی وہ اپنے پروفیسر کو اس طرح ناراض نہیں کرنا چاہتی تھی۔۔۔

مگر جو کچھ بھی اس نے کہا وہ حقیقت تھی اس نے کبھی بھی پروفیسر کو اس طرح سے نہیں دیکھا تھا۔۔



اسے تو ماہی کا بھی دیکھنا بھی اچھا نہیں لگتا تھا۔۔۔شفا اور پروفیسر میں 10 سال کا ڈفرنس تھا۔۔

عاسم شاہ 27 سال کا ایک سمجھدار مرد تھا۔۔۔

جبکہ شفا ایک 17 سال کی لڑکی تھی جس کی سوچ عاصم شاہ سے بہت مختلف تھی۔۔۔

ooooooooo

دیکھیے سر میں آپ کی بات سمجھ رہی ہوں۔۔ مگر آپ بھی میری بات سمجھنے کی کوشش کریں۔۔۔
جتنا خطرہ ان کو ڈلیوری کے وقت ہو سکتا ہے۔۔۔ اتنا ہی خطرہ اس وقت اگر ہم ان کا ابشوشن کرتے ہیں تو اس میں ہو گا۔۔

اس وقت بچے کو ضائع کرنا بہت مشکل ہے۔۔ ان کی جان جا سکتی ہے۔۔ ابشوشن کے لیے جتنی سخت میڈیسن ان کو دینی پڑے گی وہ یہ برداشت نہیں کر سکیں گی۔۔۔
کیونکہ یہ اندرونی طور پر بہت زیادہ ویک ہیں۔۔ ڈاکٹر پریشانی سے رومان شاہ کو سمجھانے کی کوشش کر رہی تھی۔۔

رومان شاہ بہت پریشان کیفیت کے ساتھ ڈاکٹر کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ میرب کی جان پر مڈلاتا خطرہ رومان شاہ کی جان نکالا رہا تھا۔۔۔
میرب کو کھو دینے کا ڈر رومان شاہ کے چہرے پر صاف دیکھائی دے رہا تھا۔۔۔

اس کے ماتھے پر پسینے کی بوندیں نمودار ہو رہی تھی۔۔ میرب کی کریٹیکل کنڈیشن کا سن کر رومان شاہ کا دل بند ہو رہا تھا۔۔۔ یہ وہ ڈر تھا جس کے لیے رومان شاہ نے اولاد لینے کا رسک ہی نہیں لیا تھا۔۔۔

ڈاکٹر پلیز کوئی تو راستہ ہو گا۔۔ میں اپنی وائف سے بہت پیار کرتا ہوں۔۔۔ پلیز کوئی ایسا راستہ بتا دیں جس سے ان کی جان پر کوئی خطرہ نہ آئے۔۔

آپ مجھے بتائیں جہاں کہیں گی میں دنیا کے اس ہونے میں اس کو لے جاؤں گا۔۔۔ اگر آپ کہیں تو میں ڈاکٹرز کی بہترین ٹیم پاکستان میں منگوا سکتا ہوں پلیز آپ مجھے بتائیں میں کیا کروں۔۔

پلیز ڈاکٹر۔۔۔ رومان شاہ التجا کرنے والے انداز سے ڈاکٹر سے بول رہا تھا۔۔ رومان شاہ جیسے اکڑو کو اپنے لیے یوں منتیں کرتے دیکھ میرب کی آنکھوں میں آنسوں آنے لگے تھے۔۔

سر آئی ایم سوری آپ ان کو کہیں بھی لے جائیں ان کا ابشوشن کوئی بھی ڈاکٹر کرنے کے لیے تیار نہیں ہو گا۔۔ کیونکہ یہ ان کے لیے بہت رسکی ثابت ہو سکتا ہے۔۔ بس اب تو آپ اللہ تعالی سے دعا کر سکتے ہیں۔۔ اور ان کا بہت خیال رکھ سکتے ہیں۔۔
ان کو مکمل بیڈ ریسٹ کروائیں ان کی ڈائٹ کا خیال رکھیں۔۔ اور اس چیز کا بہت دھیان رکھیں کہ یہ کسی بھی طرح کا وزن نہیں اٹھائیں۔۔۔ اور بہت بہترین ڈائٹ لیں۔۔

میں ان کے لیے میڈیسن لکھ کر دے رہی ہوں یہ میڈیسن ان کو ریگولر کھلانی ہے۔۔ انشاءاللہ اللہ تعالی سب بہتر کرے گا۔۔

ہمارا علاج اور آپ کے احتیاط سے انشاءاللہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔۔

آپ پریشان نہیں ہو۔ڈاکٹر نے رومان شاہ کو اتنا پریشان دیکھ کر تسلی دیتے ہوئے کہا تھا۔۔

رومان شاہ دوائیوں والی پرچی لے کر میرب کی کلائی کو تھامے کلینک سے نکل آیا تھا۔۔

پورے راستے نہ تو میرب کی ہمت ہوئی تھی کہ وہ رومان شاہ سے کوئی بات کرتی، اور نہ ہی رومان شاہ نے کچھ کہا تھا۔

رومان شاہ کے چہرے پر ایک عجیب سا ڈر اور خوف طاری تھا جسے میر بار بار چور نظروں سے دیکھ رہی تھی۔۔



oooooooo

ہما۔۔ ہما۔۔ ہوں ں ں۔۔ گہری نیند میں ہما نے بامشکل ہوں کہا تھا۔۔

ہما یار خدا کے لیے ترس کھاؤ مجھ پر! یہ تم آرام سے ماں بیٹی جپھیاں ڈال کر سو جاتی ہو۔ میری طرف بھی دیکھ لیا کرو۔۔

شاہ زیب اپناد کھڑا سنار ہا تھا۔۔ جبکہ ہما ہوں ں ں کرنے کے بعد پھر سے گہری نیند میں جاچکی تھی۔۔

آہ ہ ہ ہ!! ششششش آواز نہ نکلی تمہاری اگر گڑیا اٹھ گئی تو جان لے لوں گا۔ شاہ زیب نے اس کی گردن پر لب رکھ کر زور سے دانت کاٹ دیے تھے۔۔

وہ گہری نیند میں درد سے چلا اٹھی تھی۔ شاہ زیب نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ آنکھیں دکھاتے ہوئے چپ رہنے کو کہا تھا۔۔

کیا شاہ زیب کوئی ایسے گہری نیند میں کسی کو اٹھاتا ہے۔۔ منہ سے ہاتھ ہٹنے پر وہ شکوہ گو نظروں سے دیکھتے ہوئے بولی تھی۔۔۔

ایسے ہی اٹھاتے ہیں جب بیوی کو اپنے شوہر پر ترس نہیں آئے تو۔۔۔

وہ ہما کو گڑیا کے پاس سے گود میں اٹھاتا ہوا۔ صوفے پڑھ لے آیا تھا۔۔

گڑیا کے نیند بہت کچی تھی۔ وہ ذرا سا بھی بیڈ ملنے پر اٹھ جایا کرتی۔۔

اور اس وقت شاہ زیب اپنے بے لگام جذباتوں سے لبریز ہوا۔ کسی بھی طرح کا کوئی رسک نہیں لے سکتا تھا۔۔

کتنے دن ہو گئے ہیں تمہیں یہ ڈرامے کرتے ہوئے۔۔۔ آج تمہاری آواز نہیں آنی چاہیے مجھے۔۔ آج میں تمہیں سانس لینے کا بھی موقع نہیں دوں گا۔۔

اس کی پنکھڑیوں کو لبوں میں قید کرتے ہوئے نمی کو شدت سے پینے لگا۔۔

نمی کو چوسنے کی شدت اتنی زیادہ تھی کہ ہما نے تڑپ کر شاہ زیب کے سینے میں اپنے ناخن گھونپ دیے تھے۔۔

وہ اتنے دنوں کا بدلہ ایک ہی بار میں پورا کر رہا تھا۔۔ جان نکال رہا تھا اس کی اپنے لبوں کے لمس سے۔۔

شش۔۔۔ میں نے کہا تمہاری آواز نہیں آنی چاہیے۔۔ تم پھر سے بولنے لگی۔۔ وہ شاید شاہ زیب کہہ کر کچھ شکوہ کرنے والی تھی۔۔۔

مگر شاہ زیب نے ذرا سے اپنے لب ہٹائے اور واپس اس کی پنکھڑیوں پر رکھ کر اتنی زور سے نمی کو پیا کہ وہ تڑپ اٹھی تھی۔۔۔

لبوں پر جلن کا احساس اسے تڑپا رہا تھا۔ اس کے دونوں ہاتھوں کو اوپر کی جان پن کر کے اسے خود کے آگے بے بس کیے ہوئے تھا۔۔

وہ ایک ایک سانس کے لیے آج شاہ زیب کی محتاج تھی۔۔ بہت دنوں سے وہ ہما کی قربت کے لیے مچل رہا تھا۔۔

مگر ہما صبح سے شام تک مریضوں کے ساتھ بزی رہ کر تھک جاتی تھی۔۔۔
اور اب گڑیا کا بھی اسے بہت خیال رکھنا تھا۔۔ یہ ایک بہت بڑی ذمہ داری تھی۔۔۔

ایسے میں وہ شاہ زیب کو کافی دنوں سے ٹائم نہیں دے پا رہی تھی۔۔ رات کو جلدی سو جاتی تھی۔۔ اور شاہ زیب بھی اس کی تھکن کا لحاظ کرتے اسے اٹھاتا نہیں تھا۔۔۔

مگر آج تو وہ اپنے آپے سے باہر ہو رہا تھا۔۔ سچ میں ہما کو سانس تک لینے کی اجازت نہیں دے رہا تھا۔۔

اپنی مرضی سے اس پر احسان کرتے ہوئے پنکھڑیوں کو آزاد کر چکا تھا۔ شاہ زیب کے لب ہما کے چہرے کا طواف کر رہے تھے۔۔
اس کے لمس ہما کو بن جل کے مچھلی کی طرح تڑپنے پر مجبور کر رہے تھے۔

۔شاہ زیب پلیز۔۔ اس کے لمسوں کو دل والے مقام پر محسوس کرتے ہوئے سسک کر شاہ زیب کا نام پکارا تھا۔۔۔

آج کے دن تم شٹ اپ اور پلیز دونوں رہو۔۔ جتنا تم نے مجھے اپنی قربت کے لیے ترسایا ہے۔۔ آج اتنا ہی تڑپا کر میں تمہاری جان نکال لوں گا۔۔۔
اس لیے مجھ سے رحم کی امید نہیں کرنا۔پناہ مانگو گی مجھ سے۔ گھمبیر آواز میں سرگوشی میں کہتے ہوئے واپس دل والے مقام پر جھک گیا۔۔۔

بے رحم بنا کہیں دانتوں کی چبن دے رہا تھا۔تو کہیں لمسوں کی حدت۔وہ اس کے رحم و کرم پر خود کو چھوڑ اس کے حوالے کر چکی تھی۔۔۔

جانتی تھی کہ آج اس کا سامنا پڑھے لکھے ڈاکٹر شاہ زیب سے نہیں بلکہ اپنی محبت کے معاملے میں بے رحم بنے پٹھان سے تھا۔۔۔

جو کہ اس وقت نا تو کچھ کہنے کے موڈ میں نہ تھا اور نہ ہی کچھ سننے کے موڈ میں۔جانتی تھی جتنی وہ مزاحمت کرے گی اتنا ہی وہ اس کی جان کو مشکل کر کے ہلکان کرے گا۔۔

وہ اس کی نازک سی کمر پر جھکتے اس کے کمر پر بکھری بالوں کی ابشار کو نرمی سے ہٹاتے اس کی دودھیا چمکتی کمر پر اپنے دہکتے تپش زدہ لب رکھ کر چوم لیا۔۔

اس کے وجود کی رانائیوں کو چومتے ہوئے بے قابو سا ہو رہا تھا۔۔

اس کے جسم کی خوشبو اسے مدہوش سا کر رہی تھی۔۔اس کی نازک سی کمر پر انگلیوں کی سختی سے وہ سسک اٹھی تھے۔۔۔

شاہ زیب کے جان لیوا لمس اس کی کمر پر سختی سے اوپر سے نیچے محو رقص تھے۔

شاہ زیب کے جسم سے آتی ہوئی مردانہ رومینٹک کلون کی جان لیوا خوشبو وہ اپنی سانسوں میں گھلتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔۔۔

اس کے پورے وجود پر وہ اپنی گہری نظریں گاڑے ہوئے تھا۔۔

اس کے وجود پر کپڑے نہ ہونے کے برابر تھے۔

اپنے وجود پر اس کے ہاتھوں کی بے باکیا محسوس کر کے وہ بن جل مچھلی کی طرح تڑپ رہی تھی۔۔

وہ بے حس بنا اس کی جان نکال رہا تھا۔ آج بہت دنوں کے بعد شاہ زیب پہلی رات کے جیسا بے رحم بنا ہوا تھا۔۔

ہما کی سسکیوں کی آوازوں میں تیزی آنے لگی تھی۔۔۔ گڑیا کے اٹھ جانے کے ڈر سے شاہ زیب نے ہما کے منہ پر اپنا مضبوط ہاتھ رکھ کر سسکیوں کو بے رحمی سے روک رکھا تھا۔۔

شاہ زیب آپ بہت ظالم ہیں۔ اس کی شدتوں سے ٹوٹ کر اس کے سینے میں سر چھپائے شکوہ کن لہجے سے بولی تھی۔۔

ہم پتہ ہے مجھے !مگر ظالم بننے پر بھی ڈاکٹر صاحبہ مجھے خود اکساتی ہو۔۔اگر شیر کے منہ میں آرام سے اس کا شکار دے دو تو۔۔۔میں قسم سے تمہیں اتنا ہلکا نہیں کروں۔۔محبت کی بارش برسا کر اسے اپنی گرفت میں لیے لیٹا تھا۔۔

شاہ زیب اب ہماری بیٹی ہے تو میں اپنی جاب کے ساتھ ہماری بیٹی کو سنبھالتے ہوئے تھک جاتی ہوں۔۔ آپ تھوڑا سا کمپرومائز کر لیا کریں پلیز۔۔

دیکھو ڈاکٹر صاحبہ سیدھی سی بات ہے تم مجھ سے میری بیٹی کے سارے کام کروا لیا کرو۔۔۔
کہو تو میں تمہاری خدمت گزاری کے لیے تمہارے ہاتھ پاؤں سر سب کچھ دبا دیا کروں گا۔۔



لیکن اگر تمہارے لیے کمپرومائز کا مطلب یہ ہے کہ میں اپنے جذباتوں پر کنٹرول رکھوں اور محبت کے لمحوں میں کمی پیشی کر لوں۔۔۔
تو ایسا کچھ نہیں ہونے والا ہے۔۔اتنا صابر بندہ میں بالکل نہیں ہوں۔۔صاف ستھرا ڈاکٹر شاہ زیب نے انکار کر دیا تھا۔۔۔

آؤں آؤں۔۔۔لو جی ہماری بٹیارانی اٹھ گئی۔۔ مگر آج میری بیٹی نے اپنے بابا کا بھرپور ساتھ دیا ہے سو کر۔۔۔

کتنی پیاری بیٹی ہے میری۔ اسے اپنے بابا کا احساس ہے۔۔

گڑیا کی آواز سن کر ڈاکٹر شاہ زیب کے لب مسکرائے تھے۔۔ خود کو جلدی سے کور کرتے ہوئے کمبل کے اندر کر چکا تھا۔۔۔

جبکہ بڑے ادب سے ہما کے ہاتھ میں اس کے کپڑے تھما دیے۔۔۔

ہما کو ہنسی آ رہی تھی شاہ زیب کی گھبراہٹ سے۔۔۔

اس کی جان کو ہلکان کرتے ہوئے وہ الگ ہی شاہ زیب ہوتا تھا۔ مگر جیسے ہی اس کی بیٹی کی آنکھ کھلتی تو خود کو ایسے چھپالیتا تھا کہ ہما کو ہنسی آنے لگتی تھی۔۔

ہما اس کو اکثر کہتی تھی کہ شاہ زیب وہ تو اتنی چھوٹی ہے اس سے ابھی کیا پتہ ہے۔۔ مگر شاہ زیب ہمیشہ اس سے کہتا تھا کہ۔ بیٹی چھوٹی ہو یا بڑی باپ کے لیے وہ ایک عزت کا مقام رکھتی ہے۔۔۔۔ اس لیے اسے اپنی بیٹی سے بہت شرم آتی ہے۔۔۔

ہما نے جلدی سے خود کو کپڑے پہن کر کور کرتے ہوئے اپنی بیٹی کی جانب رخ لیا۔۔

کیونکہ اس کا شر میلہ پٹھان تو کمبل میں دبک کر بیٹھا ہوا تھا۔۔ اور جب تک گڑیا سو نہیں جاتی۔۔ وہ باہر نہیں آئے گا اس کا اسے پورا یقین تھا۔۔,

وہ کب سے بیٹھی ہوئی عاصم شاہ کا انتظار کر رہی تھی۔۔ مگر وہ شفا کو چائے دے کر گیا تو، واپس نہیں آیا شاید وہ ناراض تھا۔۔ بار بار ماہی کا ذکر کرنے سے۔۔

وہ اب ڈری سہمی ہوئی بیٹھی تھی۔۔

کیا ضرورت تھی مجھے ماہی کی طرفداری کرنے کی۔۔ پہلے خود کی تو طرفداری کر لیتی۔۔ مجھے تو خدا کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ مجھے میرے باپ کے کیے کی سزا نہیں مل رہی۔۔

اور وہ شخص مجھے عزت سے اپنی بیوی بنا کر لے آیا ہے۔۔ پتہ نہیں کب عقل آئے گی مجھے۔۔ وہ اپنے آپ کو اکیلی بیٹھی کوس رہی تھی۔۔۔



کافی دیر کے بعد روم کا دروازہ کھلا۔۔ اور عاصم شاہ اندر داخل ہوا۔۔ چہرے پر اب بھی ناراضگی کے تاثرات تھے۔ جن کو چھپانے کی کوشش بھی کر رہا تھا۔۔

شفاتم ابھی تک سوئی نہیں اپنے ہاتھ میں پکڑا ہوا موبائل ڈریسنگ پر رکھ کر ہاتھ میں پہنی ہوئی واچ اتار کر رکھتے ہوئے بنا دیکھے مخاطب کیا تھا۔۔

نہیں میں آپ کا انتظار کر رہی تھی۔

کیوں کوئی سوال باقی رہ گیا تھا یا ماہی کے بارے میں بات کرنی ہے۔

تنزیہ لہجے سے بولتا ہوا۔۔ صوفے پر بیٹھ کر اپنے موزے اتارنے لگا موزوں کو شوز کے اندر ڈال رہا تھا۔۔

سوری آپ کو برا لگا میں آئندہ ماہی کا ذکر نہیں کروں گی۔ سہمے ہوئے لہجے سے مناتے ہوئے بولی۔۔



شفا بات برا لگنے کی نہیں ہے میں نے آپ کو ساری کنڈیشنز کلیئر کر کے بتائی ہے۔۔ تاکہ کوئی بھی شک و شبہ کی گنجائش نہ رہے۔۔۔

مگر آپ ہمارے رشتے کے بارے میں تو شاید بات ہی نہیں کرنا چاہتی۔۔

آپ بار بار ماہی کو بیچ میں لا رہی تھی۔

شفا کسی کو پسند کرنا کسی سے پیار کرنا یہ ایک قدرتی عمل ہوتا ہے۔۔نہ تو آپ زبردستی کسی کو پسند کر سکتے ہیں۔اور نہ ہی زبردستی کسی سے پیار کر سکتے ہیں۔۔۔

ماہی کو اگر مجھ سے اٹریکشن ہوئی یا میں اسے پسند آیا یہ اس کا مسئلہ ہے۔۔مجھے تم پسند آئی میں نے تمہیں پیار کیا اور خدا نے ہمیں ایک رشتے میں جوڑ دیا۔۔۔

حالات چاہے جیسے بھی ہوں مگر میرے لیے یہ رشتہ بہت خاص ہے۔اور میں نے اس کو پورے دل اور محبت سے قبول کیا ہے۔۔
اس لیے پلیز میں آپ سے بھی گزارش کروں گا۔میری طرف سے کوئی سختی نہیں ہو گی۔۔مگر ہمارے رشتے کو زبردستی کا نام مت دیجئے گا۔۔

یہ رشتہ آپ کی طرف سے زبردستی کا ہو سکتا ہے۔۔میری طرف سے نہیں کیونکہ میں نے تو آپ سے نکاح کرنے کے لیے پوری جان لگائی دی ہے۔۔۔

وہ بولتے ہوئے اپنی کبرڈ سے ٹراؤزر اور شرٹ نکال کر واش روم میں جا کر بند ہو گیا تھا۔۔

شفا تمہیں بھی عزت راس نہیں آ رہی کتنے پیار سے بات کر رہا تھا۔۔۔
مگر تمہیں تو ماہی کے دوستی کا بخار چڑھ گیا۔۔ ذرا سا سوچوں اگر یہ بندہ مجھ سے نکاح نہیں کرتا تو وہ اے سی پی میرا کیا حشر کرتا۔۔۔
پتا نہیں مجھے کیا سزا دیتا میرے باپ کے گناہوں کی۔ وہ خود کو کوستے ہوئے سوچ رہی تھی۔۔

بلو کلر کی ہاف بازوؤں والی ٹی شرٹ اور سیم کلر کا ٹراؤزر پہن کر وہ باہر نکلا۔۔ شفا نے پلکیں اٹھا کر پروفیسر کی جانب دیکھا تھا۔۔
جو ٹراؤزر شرٹ میں کمال کا ہینڈسم لگ رہا تھا۔۔۔
اس کا گورا رنگ بلو کلر میں دھک رہا تھا۔ اس کے بازوں پر گھنے مردانہ بال۔ بہت پر کشش لگ رہے تھے۔۔

چہرے کی جانب تو دیکھنے کی ماہی کی ہمت نہیں ہوئی تھی مگر دل نے یہ سوچ کر ایک بیٹ مس کی کہ یہ اس کا شوہر ہے۔۔ یہ وہ رشتہ تھا جسے وہ چاہ کر بھی جھٹلا نہیں سکتی تھی۔۔ یہ شخص اس کا محرم تھا۔۔

شفاتم بھی اٹھ کر چینج کرلو اور آرام کرو۔ صبح تمہیں میرے ساتھ کالج چلنا ہے۔۔

کیا آپ مجھے اپنے ساتھ کالج لے کر جائیں گے۔ مطلب آپ میری پڑھائی بند نہیں کریں گے۔۔

وہ خوشی سے اٹھ کر اس کے پاس آکر کھڑی ہو گئی تھی۔جو مر رسے کے سامنے سے اپنا فون اٹھا کر بیڈ کی جانب آرہا تھا۔۔

نہیں میں تمہاری پڑھائی کیوں بند کروں گا تم جتنا اور جب تک پڑھنا چاہتی ہو پڑھ سکتی ہو۔۔

سپاٹ سے لہجے سے بولتا ہوا بیڈ کی جانب بڑھ گیا۔۔ تھینک یو سر وہ خوشی سے بولی تھی۔۔

سر میں چینج کر کے کیا پہنوں اور جب میں کالج جاؤں گی تو کیا پہن کر جاؤں گی۔

کیونکہ میرے پاس تو کپڑے ہی نہیں ہیں۔وہاں پر بھی مجھے مرہا آپی نے اپنے کپڑے دیے تھے۔۔۔

وہ بچوں کی طرح سب باتیں بھول کر اپنے کپڑوں کے بارے میں سوچنے لگی تھی۔۔۔

وہ ایج کے لحاظ سے بچی ہی تھی۔ وہ ہمیشہ سے ایک بہت لائق سٹوڈنٹ تھی جس کی وجہ سے جلدی جلدی پاس آؤٹ کرتے ہوئے۔وہ فرسٹ ایئر تک بہت جلدی پہنچ گئی۔۔۔

نفی میں سر کو ہلاتے ہوئے پروفیسر کے لبوں تلے ہلکی سی مسکراہٹ ابھری تھی۔۔ جسے شفا نے دیکھ لیا تھا۔۔۔

سر آپ اس لیے ہنس رہے ہیں کہ میں کتنی بے وقوف ہوں۔۔ بچوں کی طرح مون لٹکائے ہوئے سوال کیا۔۔

نہیں میں نے تو ایسا کچھ نہیں سوچا!!

الماری کھولو اور اس میں سے جو پسند ہے پہن لو۔۔بیڈ پر تکیا سیدھا کرتے ہوئے لیٹ گیا۔۔

مطلب کہ آپ نے میرے لیے کپڑے خریدے ہیں۔۔سوال کرتے ہوئے وہی بچوں کے جیسی ہلچل تھی اس کے اندر۔۔

اس نے الماری کا دروازہ کھول کر دیکھا جہاں پر تقریبا 15 سے 16 مختلف ڈریسز کھڑے تھے۔۔

یہ سب میرے ہیں اس کے چہرے پر ایک چمک سی آگئی تھی۔۔



جی سب آپ کے ہیں!! کیونکہ میں اس طرح کے کپڑے نہیں پہنتا۔۔وہ مذاق کرتے ہوئے اس کی جانب محبت بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔۔

یہ سب آپ میرے لیے کب لائے۔نئے ڈریسز کو کبڈ میں دیکھتی ہوگئی خوش ہو کر سوال کیا۔۔

جب رومان بھائی نے مجھے کہہ دیا تھا کہ میں بے فکر ہو جاؤں، وہ شاہ میر بھائی سے بات کر لے گا۔۔

پھر میں نے تمہارے لیے شاپنگ کی ۔۔ تاکہ میری بیوی کو یہاں پر آکر کچھ بھی انکمفرٹیبل فیل نہ ہو۔۔

اس 17 سال کی لڑکی کو اس وقت سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ خوش ہو یا اداس۔۔ ایک طرف مائیکہ بھائی ماں چھوٹ جانے کا غم تھا۔۔۔

دوسری جانب یہ خوشی تھی کہ اسے اپنے باپ کیے کی سزا جس طرح کی ملنی چاہیے تھی۔ ویسی تو دور دور تک کوئی چیز نہیں تھی۔۔۔

ایک طرف وہ دوست تھی جو اس کی اکلوتی بیسٹ فرینڈ تھی ۔۔ جو پروفیسر پر اپنی جان نچھاور کرتی تھی۔۔۔۔

اس دوست کے لیے دکھی ہو جائے یا اس شخص کی محبت پر خوش ہو جو ہر الفاظ میں اسے جتا رہا تھا کہ وہ اسے کتنا پیار کرتا ہے۔۔۔

اس ملی جلی کیفیت کو شفا سمجھ نہیں پا رہی تھی۔۔ایک سمپل سا کرتا اور ٹروزر کو اتار کر واش روم میں جا کر بند ہو گئی تھی۔۔

ooooooooooo

شاہ پلیز آپ اتنے پریشان نہیں ہوں مجھے کچھ نہیں ہو گا!!رومان شاہ کے پاس بیٹھے ہوئے دھیمے لہجے سے کہا۔۔

رومان شاہ جب سے گھر آیا تھا غصے سے سٹڈی روم کے صوفے پر آنکھوں پر ہاتھ رکھ کے لیٹا ہوا تھا ۔۔۔



میرب پلیز تم اس وقت یہاں سے چلی جاؤ!میں تم سے کوئی بات نہیں کرنا چاہتا۔۔

رومان شاہ نے اپنے چہرے سے ہاتھ ہٹا کر میرب جانب دیکھا تھا۔۔اسکی آنکھوں کو دیکھ کر میرب کو خوف محسوس ہونے لگا تھا۔۔

شاید وہ بہت رویا تھا۔یا غصے سے میں تھا۔میرب کو سمجھ نہیں آئی تھی۔۔

شاہ کی آنکھوں میں لال سرخ کلر کے ڈورے ابھرے ہوئے تھے۔۔جو چیخ چیخ کر بتا رہے تھے کہ شاہ دماغی طور پر بہت زیادہ ڈسٹرب ہے۔۔

شاہ ڈاکٹر نے آپ کو واپس بلا کر کیا بات کی تھی۔۔ آخر میرب کے لبوں پر وہ سوال آ گیا۔ جس کو پوچھنے کی وہ کب سے کوشش کر رہی تھی۔۔

کیوں بتاؤں تم نے جو کارنامہ سر انجام دیا ہے مجھے بتایا تھا۔۔جو میں تمہیں بتاؤں کہ ڈاکٹر نے مجھے کیا کہا ہے۔

اتنا ضبط کے باوجود رومان شاہ کا غصہ اس کے آپے سے باہر ہو گیا۔



رومان شاہ کے زور سے چیخنے سے،وہ روتی ہوئی اس کے پاس سے اٹھ کر تیزی سے روم میں چلی گئی۔۔

رومان شاہ پاگل ہو گیا ہے جس بات کے لیے ڈاکٹر نے سختی سے منع کیا ہے تم وہ غلطی کیسے کر سکتے ہو۔۔۔اپنے ماتھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے وہ صوفے سے اٹھ کر پاؤں زمین پر لٹکا کر بیٹھ گیا تھا۔۔

ڈاکٹر نے رومان شاہ کو واپس اپنے کلینک کے اندر اکیلے بلوایا تھا۔جب میرب کے دوسرے روم میں بلڈ ٹیسٹ ہو رہے تھے۔۔

ڈاکٹر نے صاف صاف کہا تھا کہ میرب کو ہر طرح کے سٹریس سے دور رکھنا ہے۔۔

ڈاکٹر نے کہا تھا کہ اس کو وہ ماحول دینا جو وہ چاہتی ہے۔۔اس کا خوش رہنا 75 فیصد اس کیس کو کمپلیکیشن سے بچا سکتا تھا۔۔

اور ذرا سا ذہنی دباؤ اس کی جان کے لیے خطرہ ثابت ہو سکتا ہے۔۔رومان شاہ کو خود پر غصہ آ رہا تھا کہ اس نے پہلے قدم پر ہی غلطی کر دی۔۔۔

میرب جان میری طرف دیکھو۔۔اس کے پاس بیڈ پر بیٹھتے ہوئے بولا تھا۔وہ بچوں کی طرح تکیے پر منہ رکھے چھوٹی چھوٹی سسکیاں لیتے ہوئے رو رہی تھی۔۔

مجھے نہیں دیکھنا آپ کی طرف!! آپ نے پھر سے مجھے ڈانٹنا ہے۔۔اب تو ہر روز یہی ہو گا کہ میری اس غلطی کو آپ میری سزا بنا کر روز مجھے ڈانٹا کریں گے۔۔۔

آپ کو کوئی خوشی نہیں ہے ہمارے بچے کی ہے۔میرب میرا بچہ میری طرف دیکھو میں تمہیں نہیں ڈانٹوں گا۔تم رونا بند کرو۔۔

پاس بیٹھ کر اس کی خوبصورت آنکھوں پر اپنے آتشی لب رکھ کر چومتے ہوئے نرمی سے سارے آنسوں پی گیا تھا۔۔

جان تم میری محبت کا بہت ناجائز فائدہ اٹھاتی ہو۔ایک تو خود اتنی بڑی غلطی کی اوپر سے اب رو رو کر میری جان نکال رہی ہو۔۔

ماتھے پر آئی بالوں کی لٹوں کو سائیڈ پر کرتے ہوئے،اس کے خوبصورت چہرے کو اپنی محبت سے بھری لال ڈوروں والی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔۔



میں نے کوئی غلطی نہیں کی شاہ آپ نے اکیلے ہی ہمارے بچے کے بارے میں فیصلہ کیسے لے لیا۔۔

آپ نے اس میں میری رائے ہی نہیں پوچھی تھی۔۔رومان شاہ کے تھوڑے سے نرمی والے لہجے کو محسوس کرتے ہی میرب نے ہمت باندھتے ہوئے کہا،اور وہ اٹھ کر شاہ کے سامنے بیٹھ گئی تھی۔۔۔

تم سے اس لیے نہیں پوچھا کیونکہ رومان شاہ اپنے فیصلے خود کرتا ہے۔۔

ہاں مجھے تو کچھ بھی کرنے کا حق نہیں ہے۔۔ میرب نے ناراض منہ بنا کر سائیڈ پر رخ پھیر لیا۔۔

نہیں فیصلہ کرنے کا حق نہیں ہے باقی سب کچھ کرنے کا ہے! ہلکے سے مسکرا کر جھک کر اس کی گال پر لب رکھ کر محبت جتاتے ہوئے کہا۔۔

میرب اب تم نے جو کچھ کرنا تھا تم کر چکی ہو۔ مگر پلیز اب تم میری بات دھیان سے سنو، تمہیں اپنا پورا خیال رکھنا ہے۔۔۔ میں ہوں ہر موڑ پر تمہارے ساتھ تمہارا خیال رکھنے کے لیے۔۔۔

مگر تم نے میرے ساتھ پورا تعاون کرنا ہے۔ پلیز یہ بچگانہ حرکتے چھوڑ دینا۔ تمہاری پریگنسی کوئی نورمل پریگننسی نہیں ہے۔ اوپر سے تم نے یہ جو اینٹی ڈوز والی حرکت کی ہے اس سے تمہارا کیس اور بھی زیادہ پیچیدہ ہو گیا ہے۔۔

تم نے اپنی ڈائٹ کا بہت خیال رکھنا ہے میں خود تمہاری ڈائٹ کا خیال رکھوں گا۔ مگر تمہیں کھانے میں لاپرواہی نہیں کرنی۔ اچھل کود تو بالکل نہیں کرنی۔۔۔ڈاکٹر نے واضح لفظوں میں کہا ہے وزن تو تم میں بالکل نہیں اٹھانا۔۔

تمہیں مکمل بیڈ ریسٹ کرنا ہے مانو گی نا میری سب باتیں۔۔رومان شاہ نے بڑی محبت کے ساتھ اسے اپنے سینے سے لگاتے ہوئے کہا تھا۔۔

میں آپ کی سب باتیں مانوں گی بس آپ مجھ سے وعدہ کریں۔ کہ آپ مجھے ڈانٹیں گے نہیں۔۔۔اور مجھ پر چلائیں گے بھی نہیں۔۔۔

بچوں کی طرح شاہ کے سینے میں سر چھپائے اب بھی اسے لگ رہا تھا کہ وہ اپنی جگہ رائٹ ہے اور اسے اپنی بات شاہ سے منوانی چاہیے۔۔

اپنی جان کے سر کی قسم نہ تو تمہیں ڈانٹوں گا اور نہ چلاؤں گا، مگر تمہیں بھی میرے سر کی قسم میرب تم اپنے ساتھ کوئی بھی لاپرواہی مت کرنا۔

ہر چیز تم مجھ سے پوچھ کر کرو گی۔اس کے سر پر لب رکھ کر آنکھیں بند کرتے ہوئے شاہ نے ایک ٹھنڈی آہ بھری تھی۔۔۔

پر و مس میں ہر کام آپ سے پوچھ کے کروں گی۔۔ کوئی لاپرواہی بھی نہیں کروں گی۔۔ میرا دل چاہے یا نہ چاہے پھر بھی میں اچھی طرح سے کھانا بھی کھاؤں گی۔۔۔۔

اوچھل کود تو بالکل نہیں کروں گی۔ اور وزن کے تو میں نزدیک بھی نہیں جاؤں گی۔۔ آپ جیسا کہیں گے شاہ میں وہ سب کروں گی۔۔۔

بس مجھے ایک بات بتائیں آپ خوش ہیں نا ہمارا بے بی آنے والا ہے یہ سن کر! میرب نے اتنی معصومیت اور جستجو سے پوچھا کہ شاہ کے لب بے اختیار مسکرا دیے تھے۔۔



شاہ کی جان یہ کیسا سوال ہے ایک عورت جتنا خوش ہوتی ہے اپنی اولاد کے لیے۔۔ ایک مرد اس سے کہیں زیادہ خوش ہوتا ہے۔۔۔ میرب میں کیسے خوش نہیں ہوں گا۔۔ میری وجود کا حصہ ہے یہ بچہ ۔۔ میرے خون سے سینچی ہوئی میری اولاد تو میں کیوں خوش نہیں ہوں۔۔ میں بہت خوش ہوں۔۔۔

مگر یہ خوشی کمپلیٹ تب ہو گی جب تم اور بچہ دونوں تندرست اور ٹھیک ہو کر میرے ساتھ ہو گئے۔۔

میرب تمہارے بنا میری ہر خوشی ادھوری ہے۔۔۔رومان شاہ ادھورا ہے۔۔

میرب ہمیں یہ جنگ جیتنی ہے۔شاہ کے دل کا ڈر اس کے چہرے پر واضح نظر آرہا تھا۔۔

شاہ آپ کو پتہ ہے میں نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ آپ مجھ سے اتنا پیار کریں گے۔۔۔میں تو آپ کے لیے پاگل تھی۔

آپ تو میری طرف دیکھتے نہیں تھے۔مگر آپ مجھے اتنا پیار کریں گے۔اتنا پیار کریں گے۔شاہ میں نے کبھی نہیں سوچا تھا۔۔۔میرب نے محبت سے شاہ کے گلے میں باہیں ڈالی اور اپنے ٹانگیں پیچھے کی جانب فولڈ کرتے ہوئے میٹرس پر بچوں کی طرح بیٹھی ہوئی تھی۔۔

اسی لیے کہتے ہیں نا کہ لڑکی کے چکروں میں نہیں پڑنا چاہیے۔اب دیکھو تمہارے چکروں میں میں پڑھ کر شاہ کیا سے کیا ہو گیا ہے۔۔۔

اور اب تم اپنی حرکتیں چیک کرو یہ بچوں والے طریقے سے بیٹھنے سے پرہیز کرو۔۔۔شاہ نے اس کو ٹوکا تھا جس انداز سے وہ بیٹھی ہوئی تھی۔۔

سوری سوری شاہ اب میں ایسے نہیں بیٹھوں گی۔آپ جیسا کہ یہ میں ویسا کروں گی۔۔ بس آپ ہمارے بے بی سی بہت سارا پیار کرنا۔پیچھے ہو کر بیٹھتے ہوئے بے حد خوشی سے چہک رہی تھی۔۔

پاگل لڑکی بہت پیار کروں گا بے بی سے !!اور اپنے اس بڑے بے بی سے بھی اور اس بے بی کو تو میں کھا ہی جاؤں گا۔۔نرمی سے اسے تکیے پر لٹا کر لبوں پر لب رکھتے ہوئے محبت سے نمی کے قطروں کو اپنے اندر انڈیل کر اپنے دل کے ڈر کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔۔۔



وہ میرب سے کتنا پیار کرتا تھا اس کا تو شاید میں میرب نے ابھی ایک حصہ بھی کمپلیٹ نہیں دیکھا تھا ۔۔۔

اور وہ اتنی خوش تھی۔۔۔اس پاگل لڑکی کو کیا پتہ کہ شاہ کے اندر اس کی محبت عشق جنونیت کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔۔

اسی لیے تو وہ میرب کی جان کے لیے اس طرح سے تڑپ گیا تھا۔۔اور اب بھی وہ میرب کو ہیپی کرنے کے لیے خود کو نارمل دکھانے کی کوشش کر رہا تھا۔۔جب کہ ایسا بالکل بھی نہیں تھا۔۔

مگر میرب کو خوش رکھنا بے حد ضروری تھا یہ بات ڈاکٹر کلیئر بول چکی تھی۔۔

oooooooooo

سر میں کہاں پر سوؤں!وہ چینج کر کے واپس آئی تو بہت نروس تھی شاید ہاتھوں کی انگلیوں کو مروڑتے ہوئے بیڈ سے دوری پر ہی کھڑی ہو گئی۔۔

شفا ظاہر سی بات ہے بیٹھ کر سو گئی اتنا بڑا بیڈ ہے۔ایک سائیڈ پر آپ سو جاؤ اور ایک سائیڈ پر میں سو جاتا ہوں عاصم شاہ نے ایک سائیڈ پر ہوتے ہوئے ہاتھ کے اشارے سے بیڈ پر سونے کو کہا۔۔۔



سر نہیں میں کسی اور کمرے میں سو جاتی ہوں ۔اور بھی تو کمرے ہیں ۔وہ نظریں جھکائے کھڑی تھی۔۔شفا بیڈ پر سونے میں انٹرسٹڈ نہیں تھی۔۔۔

ہاں شفا گھر میں دو اور کمرے ہیں۔ مگر آپ کسی اور کمرے میں نہیں سو سکتی۔ یہیں پر سونا ہے بیڈ پر میرے ساتھ اور بے فکر رہو میں کوئی ایسی حرکت نہیں کروں گا جس سے تم انکمفرٹیبل فیل کرو۔

بہت پیار کرتا ہوں آپ سے مگر اپنے لمٹس کبھی کراس نہیں کروں گا۔ جب تک آپ کی اس میں مرضی شامل نہ ہو۔

عاصم شاہ نے بہت تحمل بھرے انداز سے اس کو تسلی دی۔ عاصم شاہ ایک میچور اور سلجھا ہوا انسان تھا ۔جس نے زندگی میں بہت سی غلطیاں کرنے کے بعد خود میں بہت زیادہ بدلاؤ پیدا کیا تھا۔۔

اس لڑکی اور عاصم شاہ کی اتج میں تقریباً 10 سال کا ڈفرنس تھا۔ عاصم شاہ اس پر کسی بھی طرح کی زور زبردستی کر کے اس رشتے کو اس پر مسلط نہیں کرنا چاہتا تھا۔
اس کے لیے تو اتنی خوشی ہی کافی تھی کہ وہ اب اس کی ہے اور ہمیشہ اس کی رہے گی۔۔۔

عاصم شاہ کی تسلی دینے پر وہ بہت نروس تو تھی مگر چھوٹے چھوٹے قدم بڑھاتی ہوئی بیڈ کی دوسری جانب سے آکر تکیے پر لیٹ گئی۔۔۔

اپنا رخ دیوار کی جانب کرتے ہوئے اپنی پیٹھ عاصم شاہ کی طرف کر کے سو گئی تھی یا سونے کی ایکٹنگ کر رہی تھی۔ مگر وہ چپ چاپ لیٹی ہوئی تھی۔۔۔

اس کے اندر اٹھتے ہوئے طوفان کو عاصم شاہ بہت اچھی طرح سے سمجھ رہا تھا۔ ایک لڑکی کے لیے بہت مشکل ہوتا ہے اکیلے میں کسی مرد کی نظروں کا سامنا کرنا۔ اور جن حالات میں یہ نکاح ہوا تھا ایسے میں شفا کی گھبراہٹ اور بے چینی سی بات تھی۔۔۔

وہ بھی دوسری جانب رخ موڑتے ہوئے لیٹ گیا۔ صبح اسے کالج جانا تھا اور وہ بہت زیادہ تھکن محسوس کر رہا تھا۔۔۔



ooooooo

ساری پیکنگ ہو گئی۔۔۔جی۔۔شازیب نے کیمپ کے اندر داخل ہوتے ہی پوچھا تھا۔۔ آج سب ڈاکٹر واپس اپنے گھروں کو لوٹ رہیں تھے۔۔

گاؤں کے لوگ بہت خوشی خوشی سب کو رخصت کر رہیں تھے۔ آخر سب ڈاکٹرز نے یہاں پر آکر گاؤں کے لوگوں کی بہت مدد کی تھی۔۔۔

لوگوں کی کیئر کی لوگ بہت حد تک بیماریوں سے نکل کر صحت یابی کی طرف آگئے تھے۔۔
اب حکومت کی طرف سے اس کیمپ کو کلوز کر کے واپس بلوایا جارہا تھا شاید کوئی نیا کیمپ یہاں پر منعقد ہونے جارہا تھا۔۔

سب ڈاکٹرز بھی بہت خوش تھے ان کو بھی اپنے گھروں سے دور آئے چار مہینے ہو گئے تھے۔۔
وہ بھی اپنے گھر والوں سے ملنے کے لیے بہت بے تاب تھے۔ جیسے کہ اپنے گھر جانے پر اس وقت ہما اور ڈاکٹر شاہ زیب بہت خوش تھے۔۔۔



ایک ننھی پری تھی جو پہلی بار جا کر اپنے گھر کو دیکھے گی۔ یہ خوشی بھی ان کے لیے بہت الگ اور نئ تھی۔۔شاہ زیب کے گھر والے بے صبری سے وہاں پر ان لوگوں کا انتظار کر رہے۔۔

ہاں جی میری بیٹی بھی تیار ہو گئی ہے اپنے بابا کے ساتھ جانے کے لیے۔۔شاہ زیب ہما سے بات کرنے کے بعد اپنی بیٹھی کے پاس آکر اسے جھک کر گود میں اٹھا کر کھڑا ہو گیا تھا۔۔

شاہ زیب کو اس کم سے ٹائم میں گڑیا سے بہت زیادہ اٹیچمنٹ ہو گئی تھی شاہ زیب کا دل ہی نہیں لگتا تھا گڑیا سے دور ہو کر۔۔

وہ جیسے ہی اپنے کیمپ میں قدم رکھتا تھا تو گڑیا کے ارد گرد ہی گھومتا رہتا۔اور ڈیوٹی پر جا کر بھی پتہ نہیں وہ کتنی بار ہما سے فون کر کے گڑیا کا پوچھتا تھا۔۔

اور آج تو شاہ زیب کی خوشی کی کوئی انتہا نہیں تھی۔وہ اپنی گڑیا کو لے کر اپنے گھر جا رہا تھا۔اور آج گڑیا نے پہلے بار اپنے بابا یہ گھر کو دیکھنا تھا۔۔

ہما میں نے ہماری بیٹی کا نام پلوشہ سوچا ہے۔۔اپنی بیٹی کو پیار بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے شاہ زیب نے کہا۔۔

ہما جو شاہ زیب اور اپنے کپڑے پیک کر رہی تھی شاہ زیب کے ایک دم سے کہنے پر اس نے شاہ زیب کی جانب دیکھا تھا۔۔
نہیں شاہ زیب ہم اپنی گڑیا کا نام کوئی ماڈرن سا رکھیں گے۔پلوشہ بہت پرانا سا لگ رہا ہے۔کہہ کر واپس پیکنگ کرنے لگی تھی۔۔

نہیں پرانا تو نہیں ہے اور ویسے بھی مجھے اس نام سے بہت زیادہ اٹیچمنٹ ہے ایک تو یہ نام پٹھانوں میں بہت رکھا جاتا ہے اور دوسرا یہ نام میرے بچپن کا کرش ہے۔۔۔

ہما کو پہلے والی بات سے تو کوئی پرابلم نہیں ہوئی تھی مگر یہ دوسری بات پر پیکنگ چھوڑ کر شاہ زیب کی جانب دیکھا تھا۔۔

آپ کے کتنے کرش ہیں آپ ایک ہی بار بتا دیں۔ اور ویسے بھی آپ کے جو کرش ہیں۔ وہ نام میں اپنی بیٹی کا ہرگز نہیں رکھوں گی۔۔

ہما کا لہجہ ایک دم سے چینج ہوا تھا ماتھے پر پڑتے ہوئے بل بتا رہے تھے کہ اسے شاہ زیب کی بات بالکل اچھی نہیں لگی۔۔

یار یہ کیا بات ہوئی اب دیکھو کوئی کسی کو پسند ہوتا ہے اس کا کرش ہوتا ہے تو اس کا نام بھی اس شخص کو بہت عزیز ہوتا ہے تو میں چاہتا ہوں کہ میں اپنی بیٹی کا نام پلوشہ رکھوں۔۔

اس میں غلط کیا ہے وہ جان بوجھ کر ہما کی حالت سے محظوظ ہو کر اسے چڑا رہا تھا۔۔

شاہ زیب پلیز میں اس ٹاپک پر کوئی بات نہیں کرنا چاہتی، اور نہ ہی ہماری بیٹی کا نام پلوشہ رکھا جائے گا۔

اور بھی پٹھانوں میں بہت سارے نام ہیں جو ہم رکھ سکتے ہیں وہ ناراض ہو چکی تھی۔ گڑیا کی چیزوں کو جلدی جلدی سمیٹ کر اس کا بیگ تیار کرنے لگی تھی۔۔

ویسے ایک بات ہے تم غصے میں اور بھی زیادہ پیاری لگنے لگتی ہو اس کے قریب جا کر کھڑا ہو گیا تھا۔ ارادہ کچھ اور کرنے کا رکھتا تھا۔۔

مگر گود میں گڑیا کو اٹھا رکھا تھا جس کی وجہ سے شرمیلے پٹھان کو اپنی بیٹی کی چھوٹی چھوٹی آنکھوں سے دیکھنے پر بہت شرم آرہی تھی۔ ارادہ ترک کرتے ہوئے صرف باتوں کی حد تک ہی تنگ کرنے لگا تھا ---

چلو ایک کام کرو تم بتاؤ ہم اپنی گڑیا کا کیا نام رکھیں۔ دو مہینوں کی ہو گئی ہے اور اب بھی ہم اسے گڑیا اور پری کہہ کر ہی بلاتے ہیں۔۔

اب کوئی نام تو رکھنا ہے نا۔ ہما کے سخت تیوروں کو دیکھ شاہ زیب نے مذاق کو وہیں پر ترک کر دیا۔۔



جو دل چاہے رکھ لیں بس یہ پلوشہ نہیں رکھ سکتے آپ۔۔۔ ہما کی سوئی اس کی کرش والی بات پر اٹکی ہوئی تھی۔ جو کہ شاہ زیب نے ایسے ہی اسے تنگ کرنے کے لیے بول دیا تھا۔۔

یار کتنی جلدی جیلس ہو جاتی ہو تم !!میں نے تو ایسے ہی کہہ دیا پلوشہ میری چھٹی کلاس کی ٹیچر کا نام تھا
۔شاہ زیب نے ہنستے ہوئے کلیئر کیا تھا۔۔۔

میں پھر بھی پلوشہ نہیں رکھوں گی اگر آپ کی ٹیچر کا نام تھا تو پھر آپ کو یہ نہیں بولنا چاہیے تھی کہ وہ
آپ کیا کرش ہے۔۔۔
منہ کے زاویے بناتے ہوئے بول کر گڑیا کو زبردستی اس کے ہاتھ سے لے کر پیار کرنے لگی تھی۔۔۔
شاہ زیب کا تو اب ایک ہی کرش ہے اور وہ ہے ڈاکٹر ہما شاہ زیب خان تھوڑا سا کان کے پاس جھک کر
سرگوشی کی تو ہما کہ لب مسکرا اٹھے تھے۔۔۔
بلش کرتے ہوئے گال کو دیکھ ڈاکٹر شاہ زیب قہقہہ لگا کر ہنسا تھا۔۔۔پٹھان کی جان اسی طرح اسی طرح
سے مسکراتی رہا کرو۔۔۔
پٹھان محبت کے معاملوں میں بہت ایماندار ہوتے ہیں۔۔ڈاکٹر صاحبہ جس دن آپ سے نکاح کیا
تھا۔۔۔

اسی دن یہ عہد بھی کیا تھا کہ اس دل پر اور اس خان پر سارے حق صرف اور صرف ہما شاہ زیب خان
کے ہیں۔۔

اور مرتے دم تک خان اپنی بات اور اپنے عہد سے کبھی پیچھے نہیں ہٹے گا۔۔

ہماری بیٹی کے ساتھ خوشحال زندگی جیو اس ڈر کو اپنے چہرے پر مت لایا کرو۔ خان تمہارا ہے اور تمہارا ہی رہے گا۔۔

اب تو خان کو تم نے اپنی محبت کے پلو میں اتنا کس کے باندھ لیا ہے کہ اگر خان خود بھی اس پلو سے کھل کر جانا چاہے تو نہیں جا سکتا۔۔۔

خان کی ہر رات کا سکون ہو تم اور ہر دن کی خوبصورت صبح ہو تم۔۔۔ اب تو ہمارے رشتے میں ایک ننھی اور مضبوط کڑی آ گئی ہے۔۔

جو ہم دونوں کو ایک ساتھ ہمیشہ باندھے رکھے گی۔۔



گڑیا کے ہاتھ کو باپ کی محبت سے بھری ہوئی نظروں سے دیکھ کر ہما کو تسلی دیتے ہوئے اپنے ساتھ لگا لیا۔۔

جانتی ہوں کہ آپ مجھ سے بہت پیار کرتے ہیں۔۔

خان صاحب مذاق سے بھی اپنے منہ سے کسی کو اپنا کرش مت بولا کریں۔۔ مجھ سے برداشت نہیں ہوتا۔۔

آپ نہیں جانتے دواؤں میں مانگا ہے میں نے آپ کا ساتھ۔۔

اور میرے رب نے مجھے آپ کی محبت سے نواز دیا۔

میں مذاق میں بھی آپ کے منہ سے کسی کا نام نہیں سن سکتی۔ شاہ زیب کے سینے سے لگ کر بڑی سچائی سے اپنا سچ بتایا تھا۔۔۔

کیا کروں جب تمہارے چہرے پر جیلسی کے رنگ دیکھتا ہوں تو مجھے بہت خوشی ہوتی ہے تمہاری جیلسی مجھے احساس دلاتی ہے کہ میں تمہارے لیے کتنا اہم ہوں۔۔

بس کبھی کبھی اسی احساس کو جینے کے لیے۔ مزاق میں بول دیتا ہوں۔ مگر تم بے فکر ہو جاؤ خانم جب کہہ دیا کہ خان تمہارا ہے۔ تو پھر کسی ڈر کو اپنے قریب نہ آنے دیا کرو۔۔۔

دونوں مسکراتے ہوئے گڑیا سے پیار کرنے لگے تھے اگلے دو گھنٹوں میں ان لوگوں نے کراچی کے لیے روانہ ہونا تھا۔۔۔

○○○○○○○○

شفا۔۔شفا۔۔عاصم شاہ جو ناشتہ تیار کر کے روم میں واپس آیا تھا۔۔شفارات کو بہت انکمفرٹیبل فیل کر رہی تھی ایک انجانے سے ڈرنے اسے ساری رات سونے نہیں دیا تھا۔۔۔

زیادہ دیر سے آنکھ لگنے کی وجہ سے صبح اس کی آنکھ نہیں کھل رہی تھی۔۔یہ تیسری چوتھی بار عاصم شاہ شفا کو اٹھانے کے لیے اس کے پاس کھڑا ہوا آواز دے رہا تھا۔۔۔

اب کی بار اس کی گال کو ہلکے سے تھپتھپاتے ہوئے پیار سے اٹھایا تھا۔ جس سے وہ بری طرح سے ڈر گئی اور دبک کر اٹھ کر بیٹھ گئی تھی۔۔

یہ کیا کر رہے تھے آپ میرے ساتھ سہمی سی پیچھے کو سکرول ہو کر بیڈ کراؤن سے جا لگی تھی۔۔

کچھ نہیں کر رہا تھا بس اپنی چھوٹی سی معصوم گہری نیند میں سوئی ہوئی بیوی کو ناشتے کے لیے اٹھانے کی کوشش کر رہا تھا۔۔۔اس کے لہجے کو نظر انداز کرتے ہوئے اس کے ڈر کو سمجھ کر مسکرا دیا تھا۔۔

آپ نے میری گال پر ہاتھ کیوں لگایا!!

کیونکہ میری بیوی میری آوازوں سے اٹھ نہیں رہی تھی۔۔تو گال پر ہاتھ لگا کر تھپتھپانا مجبوری بن گیا تھا۔۔۔

مگر آپ مجھے اتنی صبح صبح اٹھا کیوں رہے تھے؟؟

مسز عاصم شفا شاہ میں نے آپ کو صبح صبح نہیں اٹھایا۔گھڑی پر نظر دوڑائیں ہمارے کالج میں پہنچنے کے لیے صرف ہمارے پاس 30منٹ درکار ہیں۔۔

جس میں ہمیں تیار بھی ہونا ہے ناشتہ بھی کرنا ہے اور راستہ بھی طے کرنا ہے۔اور آج تمہارے فائنل ایگزام کا پہلا پیپر ہے۔۔۔

ہاں میں تو بھول ہی گئی تھی اب میں کیا کروں ٹائم اتنا کم رہ گیا ہے اب میں پہلے تیار ہوں یا ناشتہ کروں ۔کیا کروں۔وہ بکھلائی ہوئی سی بڑبڑاتے ہوئے بیڈ سے نیچے اتری۔۔

ریلیکس شفا پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے تم آرام سے ناشتہ کرو۔میں نے تمہاری یونیفارم پریس کر دی ہے تیار ہونے میں زیادہ ٹائم نہیں لگے گا۔۔

سب سے پہلی ترجیح ناشتے کو دینی چاہیے شفا نے حیران نظروں سے عاصم شاہ کی جانب دیکھا تھا۔جس نے کتنے آرام سے کہا تھا کہ اس نے شفا کی یونیفارم کو استری کر کے رکھ دیا ہے۔۔

آپ نے میرے لیے یونیفارم کا بھی انتظام کر دیا ہے۔۔شفا عاصم شاہ کے ہر انداز پر حیرانی ہو رہی تھی۔جو اسے بالکل بچوں کی طرح ٹریٹ کر رہا تھا۔۔

کیوں نہیں کرنا چاہیے تھا مانا کہ اب تم پروفیسر عاصم شاہ کی بیوی ہو مگر اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ تم کالج یونیفارم پہن کر نہیں جایا کرو گی۔۔

رولز تو سب سٹوڈنٹ کے لیے ایک جیسے ہی ہوتے ہیں۔اس لیے تمہیں بھی کوئی رعایت نہیں ملے گی ۔نہ سٹڈی میں اور نہ ہی یونیفارم میں۔۔

بالکل نارمل سے لہجے سے بات کر رہا تھا جیسے کہ وہ اس ٹاپک پر پہلے بھی کئی بار بات کر چکے ہوں۔وہ اپنے انداز سے شفا کو بالکل بھی کمفرٹیبل فیل نہیں کروا رہا تھا۔۔



شاباش اب تم جلدی سے فریش ہو کر آجاؤ!!میں باہر ڈائننگ ٹیبل پر ناشتہ لگا رہا ہوں اسے بول کر خود روم سے نکل گیا۔۔

اس وقت شفا کو سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ اپنی قسمت پر افسوس کرے یا رشک!!

ایک طرف اس کا سیاہ ماضی تھا اور دوسری جانب یہ ہمسفر جو اتنا خوبصورت پڑھا لکھا تھا۔۔

اس کی نظروں سے شفاء کے لئے چھلکتا پیار دیکھ شفا حیران تھی کہ کبھی کبھی قسمت اس طرح بھی کسی پر مہربان ہو جاتی ہے۔۔

وہ اپنے خیالوں کو جھٹکتی ہوئی واش روم میں گئی۔ جہاں پر اس کی ضرورت کا سب سامان رکھا گیا تھا۔ نیو برش رکھا ہوا تھا۔ جسے کھول کر وہ دانت برش کرنے لگی۔۔

وہ فریش ہو کر ٹیبل پر پہنچی جہاں پر عاصم شاہ ناشتہ لگا کر بیٹھا ہوا اس کا ویٹ کر رہا تھا۔۔ وہ موبائل میں خود کو بزی کیے ہوئے کچھ دیکھ رہا تھا۔۔

وہ کرسی کو کھینچتے ہوئے بیٹھ گئی۔ عاصم شاہ نے شفا کو دیکھتے ہی موبائل بند کر ایک سائیڈ پر رکھ دیا تھا ۔شفا کی پلیٹ میں اس کا ناشتہ رکھ کر کپ میں چائے ڈال کر اس کے آگے رکھ دی۔۔

تھینک یو!!

موسٹ ویلکم مائی بیوٹی فل وائف عاصم شاہ نے سلائس کی بائٹ لیتے ہوئے مسکرا کر اس کی جانب دیکھتے ہوئے کہا تھا۔۔

میرے پاس بکس بھی نہیں ہیں ناشتے کی جانب دیکھتے ہوئے آہستہ سے بولی تھی۔۔
میں آپ کی بکس لے آیا تھا۔۔

آپ کی کبرڈ کے اندر رکھی ہوئی ہے جاتے ہوئے لے لیں گے !!وہی پر سکون با اعتماد لہجہ جیسے کہ وہ سالوں سے ایک دوسرے کے ساتھ رہ رہے ہوں۔۔۔

وہ اپنی کسی بھی بات سے اسے فیل ہی نہیں کروا رہا تھا کہ یہ گھر اس کے لیے نیا ہے یا وہ خود شفا کے لیے اجنبی ہے۔اس کی ہر بات میں ہر انداز میں اپنائیت ہی اپنائیت تھی۔۔۔

دونوں نے ناشتہ کیا اور واپس روم میں آگئے تھے۔شفا پہلے روم میں آکر تیار ہونے لگی۔۔ جبکہ عاصم شاہ ٹیبل سے برتن اٹھا کر سنگھ میں اکٹھے کرنے کے بعد روم میں آیا تھا۔۔

شفا یونیفارم پہن کر مرر کے سامنے کھڑی ہوئی بال بنا رہی تھی۔یوں عاصم شاہ کی موجودگی میں روم میں تیار ہونا اس کے لیے بہت مشکل تھا۔۔وہ بہت نروس اور گھبرائی ہوئی سی تھی۔۔۔

عاصم شاہ جو آرام سے اپنے کپڑے لے کر روم سے نکل کر دوسرے روم میں چلا گیا۔شاید وہ سمجھ گیا تھا کہ شفا اس کی موجودگی میں انکمفرٹیبل فیل کر رہی ہے۔۔۔

شفا تیار ہو کر قبرڈ کی جانب بڑی تھی۔جہاں پر اس کی کورس کی سب بکس رکھی ہوئی تھی۔

اور ساتھ میں ایک خوبصورت سا کالج بیگ اور کالج میں لے کر جانے والا تمام سامان پڑا ہوا تھا۔جسے دیکھ کر وہ بچوں کی طرح کھکھلا اٹھی تھی۔۔

ساتھ میں ایک چھوٹا سا لیٹر پڑا ہوا تھا۔جسے اٹھا کر اس نے پڑھا جس پر یہ تحریر کیا ہوا تھا کہ اگر کسی اور چیز کی ضرورت ہو تو آپ مجھے بلا جھجک کہہ سکتی ہیں۔۔۔

تمہاری ہر چیز کا خیال رکھنا میرا فرض ہے۔۔میں کوئی بھی کام کر کے تم پر احسان نہیں کر رہا۔۔

اگر تمہیں کو بتانے میں جھجک محسوس ہو تو تم بھی اسی طرح سے تحریر میں مجھے بتا سکتی ہو۔۔آپ کا پروفیسر شوہر عاصم شاہ۔۔

شفا اتنی کیوٹ تحریر کو پڑھ کر مسکرا دی تھی۔۔اپنی چیزیں سمیٹتی ہوئی وہ روم سے باہر آئی جہاں عاصم شاہ اسی کا ویٹ کر رہا تھا۔۔

تھری پیس پینٹ کوٹ میں وہ ہمیشہ کی طرح بہت ہینڈسم لگ رہا تھا-ڈارک براؤن پینٹ اور کوٹ میں لائٹ سکن کلر کی شرٹ کے ساتھ میچنگ ٹائپ پہنی ہوئی تھی--

چھوٹی چھوٹی بیرڈ میں اس کا گورا رنگ دمک رہا تھا--

نفاست سے بنے ہوئے بال--شفا نہیں نظر اٹھا کر آج پہلی بار عاصم شاہ کو ایک الگ نظریے سے دیکھا تھا---

بے شک وہ ہر لحاظ سے ایک پرفیکٹ اور خوبصورت پرسنلٹی کا مالک تھا--ایک ایسا خوبصورت مرد جو کسی بھی لڑکی کا آئیڈیل ہو سکتا تھا--

چلیں دیوار پر لگی ہوئی چابی کو اتارتے ہوئے شفا سے پوچھا تھا!جو اسی کو سوچنے میں گم تھی---

جی چلیں شفا اس کے پیچھے پیچھے چل پڑی تھی--

گھر کو لاک کرتے ہوئے وہ دونوں باہر کھڑی عاصم شاہ کی گاڑی کے پاس آ گئے تھے---

عاصم شاہ نے خود شفا کے لیے گاڑی کا فرنٹ گیٹ کھولا--اس کے بیٹھتے ہی دروازہ بند کر کے دوسری جانب سے آکر اپنی سیٹ پر بیٹھ گیا--

شفا کو ایسا لگ ہی نہیں رہا تھا کہ وہ کل رات ہی اس اجنبی شخص کے ساتھ یہاں پر روتی ہوئی آئی تھی۔۔ اور آج وہ کتنے نارمل انداز سے اسکے ساتھ بنا کسی ڈر کے جا رہی تھی یہ کیا تھا وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی۔۔۔وہ اپنی سوچوں میں گم تھی۔۔

جبکہ عاصم شاہ نے نظر اس کی جانب گھما کر اسے گہری سوچ میں دیکھا کر سوچا تھا۔۔۔
ابھی تو ایک رات ہی گزری ہے۔ تم تو ابھی سے پریشان ہو گئی ہو۔۔۔
مسز عاصم شاہ!!

آنے والے کچھ دنوں میں اگر میں نے تمہیں اپنی محبت کے آگے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور نہ کر دیا تو میرا نام بھی عاصم شاہ نہیں۔۔۔
نظریں واپس سڑک پر جماتے ہوئے گہری مسکراہٹ مسکرایا تھا۔۔۔

ooooooo

میرب میں کچھ دیر کے لیے جا رہا ہوں تم اپنا پورا دھیان رکھو گی کہیں پر ذرا سی بھی لاپرواہی نہیں ہونی چاہیے ورنہ میرا میں بہت سختی سے پیش آؤں گا۔۔۔

اب تمہیں ذرا سی بھی غلطی کرنے کی اجازت نہیں ہے۔اسے تاکید کرتے ہوئے رومان شاہ گیا تھا۔۔۔

ooooooooo

تھینک یو تھینک یو سو مچ اللہ جی آپ نے میری دوا قبول کر لی اور شاہ خود ہی گھر سے کچھ دیر کے لیے چلے گئے ہیں۔۔۔

اور مجھے شاہ کو سرپرائز دینے کا موقع مل گیا۔آج رومان شاہ کی برتھ ڈے تھی جس کو رومان شاہ بھول چکا تھا۔اور میرب آج رات 12 بجے شاہ کو سرپرائز دینا چاہتی تھی۔۔۔

شاہ کے گھر پر مجود ہوتے ہوئے میرب کو سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ سرپرائز کی تیاری کیسے کریں۔۔



مگر اب اسے موقع ملا تو اس نے شاہ کے جاتے ہی زکیہ سے کہہ کر تیاری شروع کروادی تھی۔۔۔
اس نے پورے سٹڈی روم کو بے حد خوبصورتی سے سجھوانا شروع کر دیا تھا۔وہ خود آرام سے بیٹھی ہوئی صرف آرڈرز دے رہی تھی۔۔۔

کیونکہ وہ غلطی سے بھی غلطی نہیں کرنا چاہتی تھی۔ایک تو اسے شاہ کا ڈر تھا دوسرا وہ خود بھی اپنے بچے کے لیے بہت بہت کیئر فل تھی۔۔۔

میرب نے زکیہ سے کہا کہ وہ چوکیدار سے اسے یہ سب چیزیں منگوا کر دے۔تقریبا آدھے گھنٹے میں زکیہ نے چوکیدار سے لسٹ میں لکھی گئی سب چیزیں منگوا کر سٹڈی روم کو بھی ریڈی کروا دیا تھا۔۔

شاہ تقریباًرات ساڑھے 10 بجے کے قریب شاہ گھر واپس آیا تھا۔۔،

شاہ آپ نے آنے میں اتنی دیر کر دی! سرسری سے انداز سے میں میرب نے شاہ سے پوچھا تھا۔۔

ہاں مجھے دلاور سے کچھ ضروری فائلز لینی تھی اور کچھ اہم باتیں ڈسکس کرنی تھی اس لیے زیادہ ٹائم لگ گیا۔۔۔رومان شاہ موبائل میرب کے ہاتھ میں تھماتے ہوئے واچ اتار کر سائیڈ ٹیبل پر رکھتے ہوئے بولا تھا۔۔

میں فریش ہو کر آتا ہوں تم زکیہ کو بولو کہ وہ کھانا روم میں لے آئے۔۔کہتے ہوئے جا کر واش روم کا دروازہ بند کر چکا تھا۔۔

میرب نے انٹر کام پر نیچے زکیہ کو انفارم کیا کہ وہ روم میں شاہ کے لیے کھانا لگا دے۔کیونکہ میرب کا کچھ کھانے کا دل نہیں کر رہا تھا۔۔۔

شاہ روم میں واپس آیا تو زکیہ کھانا لگا رہی تھی۔۔

زکیہ !!

جی !!

آپ کل نیچے مرہا با جی والا کمرہ میرے اور اپنے بھابھی کے لیے سیٹ کروا دینا کل لوگ نیچے شفٹ ہو جائیں گے۔۔۔

آپ کی بھابھی کو ڈاکٹر نے بیڈ ڈریس کے لیے بولا ہے۔تو اس لیے آپ کی بھابھی بار بار سیڑھیاں نہیں چڑھ سکتی۔ کھانے کے لیے صوفے پر بیٹھتے ہوئے رومان شاہ نے زکیہ سے کہا تھا۔۔

جی میں صبح کروادوں گی زکیہ نے ادب کہا تھا۔۔

چلو میرب آ جاؤ کھانا کھائیں شاہ نے پلیٹ میں سالن ڈالتے ہوئے میرب کو آنے کو کہا تھا۔۔

شاہ مجھے بھوک نہیں ہے میرب نے

منمناتے ہوئے کہا تھا۔۔

زکیہ آپ جائیں اور فروٹس روم میں بھیج دیں۔۔زکیہ رومان شاہ کے ایک سیکنڈ میں بدلے ہوئے تیور کو دیکھتے ہی فوراً وہاں سے چلے گئی۔۔۔

میرب کیا کہا تم نے تمہیں بھوک نہیں ہے۔۔زکیہ کے جاتے ہی رومان شاہ نے گھورتے ہوئے دیکھ کر پوچھا تھا۔۔

تمہارے ابھی سے یہ ڈرامے شروع ہو گئے ہیں۔ تم نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ تم اپنی ڈائٹ کا پورا خیال رکھو گی۔۔۔

ایک منٹ سے پہلے میرے پاس آؤرومان شاہ کی آنکھیں دکھانے کی دیر تھی کہ میرب منہ بسورتے ہوئے پاس آکر بیٹھ گئی تھی۔۔
جبکہ گوشت کی ہیک سے میرب کا دل کچا پکا ہو کر تے کرنے کو تیار تھا۔۔

اووووووووں۔۔اووووں۔۔شاہ پلیز اس کو پیچھے کرلیں۔۔میرب اپنے منہ پر ہاتھ رکھتے ہوئے بھاگ کرواش روم میں گئی تھی۔۔

شاہ نے نیوالہ بنا کر اس کے منہ کے آگے کیا تو گوشت کی ہیک سے میرب خود پر کنٹرول نہیں رکھ سکی ۔۔اور اس کو الٹیاں آنی شروع ہو گئی تھی۔۔

شاہ کی جان کو بن گئی تھی اسے کھانا کہاں حلق سے اترنے والا تھا۔وہی نیوالے کو پلیٹ میں چھوڑ کر شاہ اس کے پیچھے جا کر کھڑا ہو گیا تھا۔۔اسے یوں الٹیاں کر کے بے حال ہوتے دیکھ شخص اس کی پیٹھ کو سہلا لگا تھا۔۔

میرب کو شرم آرہی تھی۔وہ بیسن میں سر جھکائے شاہ کو ہاتھ کے اشارے سے جانے کا بول رہی تھی۔۔

شاہ نے صبح کا ناشتہ کیا ہوا تھا۔اور اب جا کر کہیں وہ کھانا کھانے لگا تھا۔۔اور اب شاہ کو یوں کھانا چھوڑ کر اس کے فکر میں ہلکان ہوتے دیکھ میرب کو بالکل اچھا نہیں لگ رہا تھا۔۔

اب بیٹر فیل ہو رہا ہے۔میرب نے ہاں میں سر کو ہلایا تھا۔۔اس کے ماتھے سے پسینہ صاف کرتے ہوئے شاہ نے سنک کی نل کو کھول دیا۔۔

ہاتھ گیلا کر کے اس کے منہ کو صاف کرتے ہوئے ٹشو سے اس کے چہرے آئے پسینے کو صاف کیا۔۔

اسے اٹھا کر روم میں لے آیا۔

شاہ آپ جا کر کھانا کھائیں۔۔شاہ نے میرب کو لا کر بڑے آرام سے بیڈ پر تکیے پر سر رکھ کر لٹا دیا تھا۔۔

میری جان اس وقت تمہاری ایسی حالت دیکھ کر تمہیں لگتا ہے کہ میرے حلق سے کھانا اترے گا۔۔وہ میرب کے پاس ہی بیٹھ گیا۔اس کے سر کو آہستہ سے دباتے ہوئے بول رہا تھا۔۔

آئی تھنک میرب تمہیں کھانے کی خوشبو سے اولٹیاں ہو رہی ہیں۔شاہ نے سوالیہ نظروں سے میرب کو دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔۔



شاہ مجھ سے گوشت کی خوشبو برداشت نہیں ہوتی اس سے میرا دل مچلانے لگتا ہے۔۔

تو جان تمہیں گوشت بنوانے کی کیا ضرورت تھی تم سبزی بنوا لیتی سے۔۔

شاہ آپ کو کھانے میں گوشت مٹن پسند ہے اس لیے میں نے آپ کے لیے بنوایا تھا۔۔

آج کے بعد جب تک تمہاری طبیعت نہیں سنبھلتی کوئی ضرورت نہیں ہے میرے لیے بنوانے کی۔۔

تمہاری الٹیوں سے جو حالت ہو رہی ہے اسے دیکھ کر تو میری جان نکل جاتی ہے۔تم صرف وہ کھانا بنواؤ گے جو تمہیں پسند ہے جو تم کھا سکتی ہو میں بھی وہی کھاؤں گا۔۔۔

رومان شاہ اسکے پاس سے اٹھ کر کھڑا ہوا گیا۔اس نے انٹر کام پر زکیہ کو روم میں بلوایا تھا۔۔

اور اسے سارا کھانا لے جانے کا کہہ دیا۔

شاہ پلیز آپ تو کھانا کھائیں آپ نے صبح سے ناشتہ کیا ہے۔۔

زکیہ آپ فروٹس اور اورنج جوس لے کر آؤ میں بھی وہی کھوں گا۔۔

جی میں ابھی لے کر آتی ہوں زکیہ کھانا سمیٹ کر لے جاتے ہوئے بولی تھی۔۔



منہ لٹکانے کی ضرورت نہیں ہے میں بھی تمہارے ساتھ فروٹس کھاؤں گا جوس پیؤں گا۔۔۔

آخر بے بی کا بابا بھی صحت مند ہونا چاہیے۔۔ میرب کے لٹکے ہوئے منہ کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر پیار سے بولا تھا۔۔

مجھے پتہ ہے آپ کو بھوک لگی تھی اور آپ کھانا کھانا چاہتے تھے۔میری وجہ سے آپ کی بھوک خراب ہو گئی شرمندہ سا ہو کر بول رہی تھی۔۔

تمہاری وجہ سے نہیں ہمارے اس انٹی والے پیارے سے بچے کی وجہ سے۔اور صرف میری بھوک نہیں اس کی ماما کی بھوک بھی خراب ہو گئی ہے۔اس لیے سر پر سوار کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔

ابھی فروٹ کھائیں گے اور جوس پییں گے۔کوئی بات نہیں آج ہم ہیلدی کھانا کھا لیتے ہیں۔۔

اگر پھر تمہیں مجھ پر پیار آرا ہو تو تھوڑا سا اپنے آپ کو کھا لینے دینا۔میرا پیٹ بھر جائے گا۔

شوخ ہوتا ہوا اس کے اوپر جھکنے لگا تھا۔

اوں!! کیا کر رہے ہیں دروازہ کھلا زکیہ فروٹ لے کر آنے والی ہے۔وہ مسکراتے ہوئے شاہ کے چہرے پر ہاتھ رکھ اسے پیچھے کرنے لگی تھی۔۔

چلو کوئی بات نہیں زکیہ ی آکر چلی جائے گی۔اس کے بعد پروگرام بنا لیتے ہیں۔۔

شاہ گہری نظروں سے دیکھ ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے سائیڈ پر ہو کر بیٹھ گیا۔۔

زکیہ فروٹ اور جوس دے کر جا چکی تھی۔

چلو جی منہ کھولو شاہ نے انار کے دانوں سے چمچ بھر کر میر کے منہ میں ڈالا۔

میرب کو ان کا ذائقہ اچھا لگ رہا تھا کچھ کچھ کھٹا کچھ کچھ میٹھا وہ مزے سے کھانے لگی تھی۔۔

شاہ آپ بھی کھائیں میرب نے شاہ کے ہاتھ سے چمچ لے کر انار کے دانوں سے بھرتے ہوئے شاہ کے منہ میں کے آگے کیا۔۔

نہیں میرب یہ مجھ سے نہیں کھائے جائیں گے۔ تمہیں پتہ ہے کہ مجھ سے تھوڑی سی بھی کھٹی چیز نہیں کھائی جاتی۔۔شاہ نے زور سے آنکھیں بند کر کے سر کو جھٹکا دیتے ہوئے کہا تھا۔۔

میں ایپل کھالوں گا بنانا کھالوں گا مگر میں یہ نہیں کھا سکتا۔۔۔

نہیں آپ بھی یہ کھائیں گے مجھے دیکھنا ہے جب آپ آنکھیں بند کر کے بچوں کی طرح یوں یوں کرتے ہیں۔۔



میرب نے کھٹی چیزوں سے شاہ جس طرح سے منہ بنایا کرتا تھا۔اس کی نقل کرتے ہوئے منہ بنا کر دکھایا تو شاہ کی ہنسی نکل گئی تھی۔۔

میرب کے منہ کا ڈیزائن دیکھ کر شاہ کی آنکھوں میں ہنس ہنس کر پانی آ گیا تھا۔۔

شاہ کھا کر دکھائیں۔ میرب زبردستی شاہ کے منہ میں انار کے دانوں سے بھرا ہوا چمچ ڈالنے کی کوشش کر رہی تھی۔ جبکہ شاہ اپنا چہرہ ادھر ادھر کر کے کھانے سے انکار کر رہا تھا۔۔

رکو رکو شاہ نے میرب کی کلائی کو تھامتے ہوئے کچھ کہنا چاہا تھا۔۔۔ میں کھٹی چیزیں نہیں کھاتا یہ بات تو بہت اچھی طرح سے جانتی ہو۔۔۔

کھٹی میٹھی چیزیں مجھ سے کھائی نہیں جاتی میرے جبڑے درد کرنے لگتے ہیں۔۔ اب تم مجھے زبردستی کھلانا چاہتی ہو تو اس کے لیے پہلے تم اس کو میٹھا کرو۔ پھر میں کھاؤں گا۔۔۔

شاہ کی نظروں میں شرارت واضح چھلک رہی تھی۔۔

مطلب میں کیسے ان کو میٹھا کروں اب جیسے ہیں ویسے ہی کھانے پڑیں گے۔ میرب نے لاپرواہی سے بنا بات کا مطلب جانے کہا تھا۔۔۔

میں ویسے بالکل نہیں کھاؤں گا جیسے یہ ہے۔۔ میں چمچ سے نہیں کھاؤں گا اپنے ہونٹوں سے کھلاؤ تو یہ میٹھے ہو جائیں گے پھر میں کھالوں گا۔۔۔

شاہ آپ کے دماغ میں ایسے آئیڈیا کہاں سے آتے ہیں۔۔میرب نے نفی میں سر کو ہلاتے ہوئے شاہ کی جانب دیکھ کر ہنستے ہوئے کہا تھا۔۔

شاہ کو کہیں سے آئیڈیاز لینے کی ضرورت نہیں ہے۔۔رومان شاہ کا دماغ خود ہی بہت سارے نئے آئیڈیاز تیار کرتا رہتا ہے۔۔۔

اب تم مجھے جلدی سے کھلاؤ !

جی نہیں آپ رہنے دیں آپ ایپل کھائیں!!

میرب اب تو مجھے ہر صورت انار کھانا ہیں۔۔۔اب تو میں خود بہت ایکسائٹڈ ہوں۔۔۔

تم جانتی ہو جس چیز کے لیے مجھے ایک سے دو بار انکار کر دیا جائے۔۔وہ کام تو کرنے کا میرا بار بار دل کرتا ہے اس لیے اب مزید مجھے تنگ مت کرو اب کھلاؤ۔۔۔

کیسے کھلاؤں شاہ اتنی چھوٹے چھوٹے دانے ہیں۔میں اپنے منہ سے کیسے کھلا سکتی ہوں۔مجھے شرم آتی ہے۔



تم اپنی آنکھیں بند کر لینا ویسے کون سا تم ایسے موقع پر کبھی اپنے آنکھیں کھولتی ہو۔۔

شاہ نے بہترین سلیوشن دیا تھا۔۔

شاہ پلیز نہیں آپ ایپل کھا لیں!

مجھے اپیل نہیں کھانا اور میرے ساتھ زبردستی مت کرو۔۔شاہ اپنی اپنی مرضی کے بغیر کچھ نہیں کھاتا۔اب تو میں نے انار کے دانے ہی کھانے ہیں۔۔ وہ بھی تمہاری ان پنکی پنکی ہونٹوں سے۔اس کی پنکھڑیوں کو انگلی سے پوائنٹ کرتے ہوئے کہا۔۔

میرب پچھتا رہی تھی کیوں اس نے شاہ سے پنگا لے لیا ہے۔آپ اچھی طرح سے جانتی تھی کہ اب اس کا ضدی شاہ بنا اس کے ہونٹوں سے انار کے دانے کھائے پیچھے نہیں ہٹے گا۔۔

میرب میں ویٹ کر رہا ہوں میرب کے کشمکش والے چہرے کو دیکھ شاہ آئی برو اٹھا کر اسی انداز سے کہا تھا جیسے شاہ ایسے وقت میں محبت سے سخت لہجے سے بولا کرتا تھا۔۔
شاہ یہ اتنے چھوٹے چھوٹے ہیں۔میں آپ کو کو کیسے کھلاؤں۔۔میرب کو سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ چھوٹے چھوٹے انار کے دانوں کو اپنے ہونٹوں میں کیسے دبائے۔۔۔

شاہ یہ تو میرے منہ میں بھی جا سکتے ہیں۔۔میرب نے اپنی پریشانی بتائی تھی۔

تو کوئی بات نہیں میں منہ سے بھی نکال لوں گا۔۔شاہ نے آنکھ کو ٹیز کرتے ہوئے کہا۔۔

میرب نے منہ بسورتے ہوئے شاہ کی جانب دیکھا تھا۔۔

شاہ بہت بے شرم ہے آپ کو تھوڑی سی بھی شرم نہیں آتی۔۔کچھ بھی کہتے رہتے ہیں۔۔

ہاں مجھے پتہ ہے میں بہت بے شرم ہوں اور مجھے اپنی اس کوالٹی پر بڑا ناز ہے۔۔تم میرا ٹائم ویسٹ مت کرو۔

میرا انار کھانے کا بہت دل چاہ رہا ہے۔اس کی ہونٹوں کو گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے دلکش انداز سے مسکرایا جس سے اس کی گالوں کے ڈمپل گہرے تھے۔۔

زبردستی شاہ نے میرب کے منہ میں انار کے دانوں سے بھرا چمچ ڈال دیا۔۔اور بنا اس کی اجازت طلب کیے اس کی پنکھڑیوں پر جھک کر اپنے آتشی لب رکھ دیے۔۔

دانو سے بھرے ہوئے منہ سے میرب کو سانس بھی نہیں آرہا تھا۔

جبکہ ایک دو دانے جو میرب کے ہونٹوں کے درمیان رہ گئے تھے۔۔شاہ ان کو اپنے منہ میں لے گیا۔

ہونٹوں کی نمی کو پیتے ہوئے انار کے دانوں کا تو وہ بھول چکا تھا کہ اصل مقصد کیا تھا۔۔

وہ میرب کی جان کو مشکل کیے ہوئے اس کی سانسوں کو تنگ کیے اس کے چہرے پر جھکا ہوا تھا۔۔

اس کے منہ میں انار کے دانے بھرے ہوئے تھے اور ہونٹوں پر شاہ نے اپنے ہونٹ رکھ کر اس کی سانس روک رکھی تھی۔۔۔

گھبراہٹ سے میرب نے شاہ کے پیچھے کی جانب سے بالوں کو پکڑ کر کھینچا تھا۔ایک تو میرب کی کنڈیشن ایسی تھی اوپر سے میں انار کے دانے لبوں سے شاہ سانس نہیں لینے دے رہا تھا۔۔

تو میرب کی آنکھوں میں آنسوں آ گئے تھے۔۔۔

شاہ کو احساس ہوا کہ میرب اس وقت سانس کے لیے تڑپ رہی ہے۔تو جلدی سے پیچھے ہو گیا۔
میرب نے غصے سے بیڈ سے نیچے اتر کر تھوڑی دوری پر رکھی ہوئی ڈسٹ بن میں انار کے دانے پھینک دیے تھے۔۔



آپ کو مجھ پر ترس نہیں آتا۔مجھے سانس نہیں آرہی تھی۔۔میرب نے غصے سے شاہ کے سینے زور سے مکوں کی برسات کرتے ہوئے کہا تھا۔۔

میری جان کس نے کہا تھا مجھے اکسانے کے لیے۔۔شاہ ہمیشہ کی طرح اپنی محبت کے معاملوں میں ڈھیٹھ بن کر ہنس رہا تھا۔۔

میں نے آپ کو نہیں اکسایا!!

نے کہا صرف آپ کو کھانے کو کہا تھا باقی سب کچھ آپ نے خود کیا ہے۔ساری اپنی مرضیاں کرنے کے بعد آپ ہمیشہ ایسا ہی کرتے ہیں۔۔

سارا کیس مجھ پر ڈال دیتے ہیں وہ غصے سے پیچھے ہونے لگی تھی۔ کہ اس کی نازک سی کمر میں دونوں ہاتھ ڈال کر باندھتے ہوئے شاہ نے اس کا ارادہ ناکام بنا دیا تھا۔۔

چھوڑیں مجھے نیند آرہی ہے!!

سو جانا پہلے فروٹ کھالو۔شاہ کو اس کی شکل دیکھ کر ہنسی آرہی تھی اور میرب کو غصہ۔۔۔

مجھے نہیں کھانا!!

کھانا تو پڑے گا ورنہ میں یہی سلوک کروں گا جو کچھ دیر پہلے کیا ہے۔دھمکی آمیز لہجے سے بولتے ہوئے اسے واپس بیڈ پر لا کر بٹھا دیا۔۔

شاہ آپ کو دھمکیاں دینے اور اپنی من مانیاں کرنے کے سوا کچھ آتا ہے۔میرب نے غصے سے بھری نظروں سے دیکھا تھا۔۔

شاہ کی جان آتا تو بہت کچھ ہے۔اگر اجازت ہو تو ڈیمو دکھاؤں۔سیب کا سلائس کاٹ کر اس کے آگے کرتے ہوئے بول رہا تھا۔۔

جی کوئی ضرورت نہیں ہے!

ہر وقت دھمکیاں دیتے رہتے ہیں آپ کا نام شاہ نہیں ہٹلر ہونا چاہیے!!

سلائس کو غصے میں ایسے منہ میں ڈالا تھا جیسے وہ سیب کا ٹکڑا نہیں شاہ ہو۔۔

غلط میرے جیسے پیار کرنے والے سویٹ ہسبینڈ کا نام ہٹلر نہیں رومینٹک ہسبینڈ ہونا چاہیے۔دوسرا ٹکڑا اپنے منہ میں ڈالتے ہوئے شاہ اسکے غصے پر ہنس رہا تھا۔۔۔

سویٹ اور وہ بھی آپ ویری فنی!!



آپ جس طرح اپنے پیار سے مجھے تنگ کرتے ہیں۔آپ کو لگتا ہے کہ آپ کا ایک سویٹ ہسبینڈ ہیں۔ہر جگہ ہر بات میں آپ اپنی من مانی کرتے ہیں اور اب بھی آپ کو لگتا ہے کہ آپ سویٹ ہے۔۔

منہ کے زاویے کو بگاڑتے ہوئے شاہ کو دیکھتے ہوئے بول رہی تھی۔۔

چلو میں آج اپنی جان کے سب شکوے آج دور کر دوں گا۔۔ تم یہ فروٹ کھاؤ اس کے پاس جوس پی لو۔ اس کے بعد میں بہت۔۔۔۔۔ سارا پیار اور محبت تم پر نچھاور کروں گا۔

اتنا پیار کروں گا کہ میری جان کے سب شکوے دور ہو جائیں گے۔۔ شاہ کو میرب کے غصے پر مذاق سوجھ رہے تھے۔۔

جی نہیں میں آج بہت تھک گئی ہوں اور میرا کوئی موڈ نہیں ہے آپ کے ہاتھوں سے ہلکان ہونے کا آپ اپنی محبت کو کسی اور دن کے لیے بچا کر رکھیں۔۔

الٹیاں کر کے میرے سر میں بہت درد ہو رہا ہے۔ مجھے آپ سونے دیں میرب کے دماغ میں تو یہ چل رہا تھا کہ شاہ جلدی جلدی سوئے اور وہ 12 بجنے سے پہلے خود تیار ہو جائے۔۔

آخر اس نے اتنی تیاری کی تھی شاہ کی برتھ ڈے کو سیلیبریٹ کرنے کی۔ شاہ کے ارادے دیکھ کر تو لگ رہا تھا کہ شاہ نے سب ضائع کر دینی ہیں۔۔

تمہیں پتہ ہے میرب تم بہت ناشکری ہو اتنا پیار کرنے والا شوہر ملے تو قسم سے لڑکیاں ایسے شوہر کو چوم چوم کر رکھتی ہے۔۔

شاہ باتیں کرتے ہوئے ساتھ میں میرب کو فروٹ کھلا رہا تھا۔اور خود بھی فروٹ سے ہی اپنا پیٹ بھر رہا تھا۔۔

آپ کتنی لڑکیوں کو جانتے ہیں جو اپنے ہسبینڈ کو چوم چوم کر رکھتی ہیں۔بہت نالج ہو گئی شاہ آپ کو لڑکیوں کے بارے میں۔۔لڑکیوں کا نام سنتے ہی میرب کے ماتھے پر بل پڑ گئے تھے۔۔

میں بہت ساری لڑکیوں کو جانتا ہوں اور کچھ لڑکیاں تو مجھے بنا شادی کے بھی چوم کر رکھنے کو تیار ہے۔۔



سوچ لو اگر تمہارا موڈ نہیں ہے تو پھر میں بھی آج کل کے لوفر شوہروں کی طرح ایکسٹرا امیرج افیر چلا لیتا ہوں۔میرب کی جلسی دیکھ کر شاہ محظوظ ہوتے ہوئے سیر یس انداز میں بول رہا تھا۔۔

جو میرے سوا آپ کو چوم کر رکھنے کی جرائت کرے گی۔میں اس کی جان لے لوں گی۔۔

اور اگر آپ نے کسی کی طرف دیکھا تو میں آپ کی بھی جان لے لوں گی۔ شاہ کے شرٹ کے کالر کو دونوں طرف سے پکڑتے ہوئے، دانت پیستے ہوئے بولی تھی۔۔

میرب کے یوں کالر پکڑنے پر شاہ نے گھور کر میرب کی جانب دیکھا۔ ایک منٹ سے پہلے میرب نے کالر چھوڑ دیا۔

جان شاہ بہت پیار کرتا ہوں مگر یہ آپ کا انداز بد تمیزی کے زمرے میں آتا ہے جو کہ مجھے بالکل پسند نہیں۔۔

بہت سویٹ لہجے سے کہا تھا مگر شاہ کے لفظوں کی سختی میرب کو بخوبی سمجھ آرہی تھی۔۔

سوری شاہ آئندہ ایسا نہیں ہو گا! نظریں جھکائے معصومیت سے کہا۔۔

گڈ گرل ہونا بھی نہیں چاہیے! بد تمیزی کرنے کا حق نہیں ہے۔۔ مگر پیار کرنے کا حق ہے وہ جتنا چاہو جس انداز سے چاہو کر سکتی ہو۔۔ جس میں تم ہمیشہ کنجوس لڑکی کنجوسیاں ہی دکھاتی ہو۔۔

میرب کے شرمندہ سے چہرے کو دیکھ شاہ نے واپس اپنے موڈ کو بحال کیا۔میرب کے چہرے پر اداسی شرمندگی ڈر ان میں سے کوئی چیز بھی شاہ نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔۔

شاہ کو تو صرف میرب کے چہرے پر حیا کے رنگ اچھے لگتے تھے۔جو شاہ کے قریب آنے سے میرب کے چہرے پر ہمیشہ بکھر جاتے۔جیسے اس وقت ذرا سا اس پر جھکنے سے ہی میرب کہ گال بلش کرنے لگے تھے۔۔

شاہ آپ سو جائیں آپ کو نیند نہیں آرہی شاہ کی کس کو روکنے کے لیے میرب نے شاہ کے ہونٹوں پر اپنا نازک سا ہاتھ رکھتے ہوئے کہا تھا۔۔

میری نیند کی تمہیں اتنی فکر کیوں ہے تم اس سے پہلے بھی مجھ سے دو بار پوچھ چکی ہو۔شاہ نے تجسس بھری نظروں سے دیکھ کر پوچھا تھا۔

ویسے ہی پوچھ رہی ہوں ہر چیز کو شاہ شک کی نظروں سے مت دیکھا کریں میرب نے اپنے دل میں سرپرائز والی بات کو چھپاتے ہوئے بچوں کی طرح نظریں چرا کر کہا تھا۔۔

جب میرا بچہ اس طرح سے نظریں چراتا ہے تو مجھے پکا یقین ہوتا ہے کہ تمہارے دماغ میں کچھ کھچڑی پک رہی ہے۔۔

شاہ نے سوچتی نظروں سے میرب کی جانب دیکھتے ہوئے پیار سے کہا۔۔

میری دماغ میں کوئی کھچڑی نہیں پک رہی اب آپ کی سکیورٹی میں سوتے ہوئے کون سے مجھے پر لگ جانے ہیں جو میں اڑ جاؤں گی۔۔

ٹائم پیس پر نظر ڈال کر میرب چڑتے ہوئے بولی تھی۔ جہاں گھڑی رات کے ساڑھے گیارا بجا رہی تھی۔۔

میرب کو اٹھ کر تیار ہونا تھا اور یہاں شاہ صاحب کا سونے کا کوئی موڈ لگ نہیں رہا تھا۔۔

لگتا ہے مجھے بہت نیند آرہی ہے شاہ نے ایک مصنوعی لمبی جمائی لیتے ہوئے کہا تھا۔۔

شاہ کو سمجھ آگیا تھا کہ میرب اسے کیوں سلانا چاہتی ہے۔ شاہ کے موبائل پر پچھلے سال مرہا نے برتھڈے ڈے الارم سیٹ کیا تھا۔ جو شاہ کے فون پر بج رہا تھا۔ جسے شاہ نے فوراً سے اٹھا کر بند کر دیا تھا۔

میرب تو اپنی سوچوں میں گم تھی۔ مگر شاہ دیکھ چکا تھا۔ سکرین پر رومان بھائی برتھ ڈے لکھا ہوا جگمگا رہا تھا۔۔

شاہ کے لب مسکرائے یہ سوچ کر کہ میرب کیوں اسے بار بار سونے کا بول رہی تھی۔۔

اب وہ سمجھ چکا تھا کہ میرب کا ضرور کچھ پلان ہو گا۔۔اس لیے مجبوراً شاہ بیڈ پر لیٹ کر سونے کی ایکٹنگ کر رہا تھا۔

کیونکہ اسے ابھی نیند نہیں آرہی تھی۔

میرب کی آنکھیں تو خوشی سے چمک اٹھی تھی شاہ کو یوں اچانک سوتے دیکھ کر۔وہ بھی انکھیں بند کر کے تکیے پر سر رکھ کر سونے کی ایکٹنگ کرنے لگی تھی بس وہ اس انتظار میں تھی کہ شاہ کب سوئے اور وہ اٹھ کر تیار ہو۔۔

○○○○○○○○

شفا نے کالج میں قدم رکھا تو اسے سب کچھ بہت عجیب لگ رہا تھا۔حالانکہ یہ وہی کالج تھا جہاں وہ روز آیا کرتی۔پروفیسر عاصم شاہ کے ساتھ گاڑی سے اتر کر کالج میں انٹری کرتے ہوئے اسے ہر خاص و عام نے نوٹس کیا تھا۔

سب کے دیکھنے کی شفا کو کوئی پرواہ نہیں تھی مرہا تو صرف ان دو آنکھوں سے ڈر رہی تھی۔جس سے اسے بہت فرق پڑنے والا تھا۔۔

شفا کی نظر ماہی کو ہی ڈھونڈ رہی تھی وہ پروفیسر کے ساتھ چلتے ہوئے اپنی کلاس کی جانب آرہی تھی۔۔

عاصم شاہ ساتھ چلتے ہوئے ماہی کے چہرے پر آتے ہوئے گھبراہٹ کے رنگ دیکھ رہا تھا۔۔ وہ جانتا تھا کہ یہ گھبراہٹ ماہی سے ملاقات ہونے کے بعد ہی ختم ہو گی۔۔

اسلام علیکم کیسی ہو شفا اور جان تم کہاں رہ گئی تھی۔ تمہیں پتہ ہے کہ میں نے تمہارے ممانی کو بھی فون کیا تھا۔ مگر تمہاری ممانی کہہ رہی تھی کہ تمہاری شادی ہو گئی ہے۔۔

میں نے تمہیں فون کیا مگر تمہارا فون آف جا رہا تھا۔۔ تمہیں پتہ ہے مجھے تمہاری کتنی فکر ہو رہی تھی۔۔ مجھے اتنے برے برے خیال آ رہے تھے تمہارے بارے میں۔۔

ماہی ایک بار شروع ہوئی تو چپ ہونے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔ وہ سچ میں شفا کے لیے بہت فکر مند تھی۔ شفا کے گلے لگے ہوئے وہ بنا شفا کو بولنے کا موقع دیے بولے جا رہی تھی۔۔

عاصم شاہ شفا کو کچھ دیر ماہی کے ساتھ چھوڑ کر پرنسپل کے آفس کی جانب چلا گیا تھا۔۔ وہ چاہتا تھا کہ شفا اپنے رشتے کی اصلیت خود ماہی کو اپنے طریقے سے بتائے۔ اور اپنے دل و دماغ پر جو اس نے بوجھ لے رکھا ہے اس کو ہلکا کرے۔۔۔

شفا پلیز میری جان کچھ بولو نا تم ٹھیک ہو شفا کو پتھر کی طرح سٹل کھڑے دیکھ ماہی نے پیچھے ہٹ کر سوال کیا۔

ماہی تم میرے پاس یہاں بیٹھو مجھے تمہیں کچھ ضروری بات بتانی ہے۔کالج میں بنے ہوئے بینچز پر ماہی کو ہاتھ سے پکڑ کر بٹھاتے ہوئے بولی۔۔

ماہی پلیز میں تمہیں جو بھی بتاؤں اس کے لیے مجھے قصوروار مت سمجھنا ماہی میں تم سے بہت پیار کرتی ہوں۔

تم میری بہت اچھی دوست ہو شفا اپنی گھبراہٹ کو زبان پر لائی تو ماہی کو ڈر لگنے لگا تھا اس کی باتوں سے۔

شفا سب سے پہلے تم ریلیکس ہو جاؤ اور مجھے آرام سے بتاؤ کیا ہوا ہے۔میں تمہاری کسی بات سے ناراض نہیں ہو سکتی۔یار ہم دونوں بیسٹ فرینڈ ہیں شفا کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھ میں لے کر پیار سے بول رہی تھی۔۔



شفا نے شروع سے اینڈ تک ساری بات ماہی کو بتائی۔۔ماہی کی آنکھوں میں درد سے آنسوں آ گئے تھے ۔جو کہ نیچرل تھا ماہی پروفیسر کو لے کر بہت سیریس تھی۔۔

ماہی پلیز کچھ تو بولو مجھے پتہ ہے کہ تم سر سے بہت پیار کرتی ہو۔۔

تھی!! پیار کرتی تھی۔ اب نہیں کیونکہ اب میری پیاری سی دوست کا وہ ہسبینڈ ہے ماہی نے ظرف دکھاتے ہوئے شفا اور پروفیسر عاصم شاہ کی شادی کو قبول کر لیا۔۔

ماہی تم مجھ سے ناراض نہیں ہو شفا نے خوشی اور حیرت کی ملی جلی کیفیت سے دیکھتے ہو پوچھا۔۔

نہیں میں بالکل ناراض نہیں ہوں۔ میں بہت خوش ہوں تمہارے لیے۔ بس تم مجھے یہ بتاؤ کہ پروفیسر تمہارا خیال رکھتا ہے۔۔ تمہیں کوئی تکلیف تو نہیں دیتا ماہی ے شفا کی آنکھوں سے آتے ہوئے آنسوں کو اپنے ہاتھوں سے صاف کرتے ہوئے پیار سے پوچھا۔۔

نہیں وہ مجھے بہت پیار سے رکھتے ہیں مگر میں انہیں بار بار یہ یاد دلاتی ہوں کہ وہ ماہی کے ہیں۔۔ اور ماہی ان سے بہت پیار کرتی ہے۔۔ شفا نے پوری ایمانداری سے بتایا تھا۔۔

بدھو پاگل لڑکی کوئی اپنے ہسبینڈ سے ایسے کہتا ہے۔ ماہی پرفیسر کو پسند کرتی تھی یہ بات پرانی ہو گئی ۔۔ اب وہ تمہارے ہسبینڈ ہیں۔۔



اللہ تعالی آپ دونوں کو خوش رکھے۔ اب اپنے رشتے میں مجھے لانے کی ضرورت نہیں ہے۔۔ ماہی کو اپنی دوست کی معصومیت پر پیار آیا۔۔

ماہی کافی دیر تک بیٹھی شفا سے باتیں کرتی رہی۔ اس کے بعد دونوں نے پروفیسر عاصم شاہ کی کلاس اٹینڈ کی۔۔

ماہی نے بالکل نارمل رویہ رکھا جیسے کہ کچھ ہوا ہی نہیں تھا۔ جبکہ اندر سے ماہی کافی زیادہ ڈسٹرب ہوئی تھی۔۔

شفا چلیں!! عاصم شاہ اپنے تمام لیکچرز لینے کے بعد شفا کے پاس آکر کھڑا گھر چلنے کو کہہ رہا تھا۔۔

کلاس ختم ہونے کے بعد شفا اور ماہی پھر ایک ساتھ باہر بیٹھی ہوئی سیڑھیوں پر باتیں کر رہی تھی۔۔

کافی دنوں کے بعد ملنے کی وجہ سے بہت ساری باتیں اکٹھی کرر کھی تھی دونوں نے۔۔ ان کو ٹائم کا پتہ ہی نہیں چلا تھا۔ چونکی تو وہ تب تھی جب عاصم شاہ نے شفا کو چلنے کو کہا۔۔

جی چلیں!! شفا اپنی بکس اور بیک اٹھاتے ہوئے ماہی سے الوداع گلے ملنے لگی۔۔

ہائے کاش ایک ایسی ہگ عاصم شاہ کے نصیب میں بھی آجائے۔۔ عاصم شاہ نے شفا کی جانب گہری نظریں ڈال کر دیکھتے ہوئے کہا سوچا تھا۔ سوچتے ہوئے عاصم شاہ کے لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔۔

شفا خود کو کافی ہلکا محسوس کر رہی تھی اس کے دماغ سے یہ پریشانی ختم ہو گئی کہ جب ماہی کو پتہ چلے گا تو وہ ناراض ہو جائے گی۔۔

اپنی دوستی کو برقرار دیکھ وہ کافی مطمئن سی ہو کر عاصم شاہ کے ساتھ گاڑی میں آکر بیٹھی تھی۔۔اس کے بدلاؤ کو عاصم شاہ نے بخوبی محسوس کیا تھا۔۔

oooooooo

مرہا۔۔۔مرہا۔۔۔جی آرہی ہوں!!شاہ میر واش روم سے مرہا کو آوازیں لگا رہا تھا۔۔وہ ابھی ابھی کچن میں آکر کھڑی ہی ہوئی تھی۔اس کا چائے پینے کو بہت دل کر رہا تھا۔

تو اس نے سوچا کہ وہ اپنے اور شاہ میر کے لیے چائے بنا لیتی ہے کیونکہ شفا کے نکاح کے بعد میر مرہا سے بھی ناراض تھا۔۔

اس نے سوچا کہ چلو چائے بنا کر میر کا موڈ ٹھیک کرنے کی کوشش کرتی ہے۔۔ابھی پانی سوس پین میں رکھا ہی تھا کہ شاہ میر نے آوازیں لگانا شروع کر دی تھی۔۔



جی میر آپ کو کچھ چاہیے تھا!!مرہا نے واش روم کے دروازے کے باہر آکر شاہ میر سے پوچھا۔۔

آہ آہ آہ!!میر کک۔۔کیا کر رہے ہیں۔شاہ میر نے اچانک سے دروازہ کھول کر مرہا کو ہاتھ سے پکڑ کر اندر کھینچ لیا تھا۔۔

تم چاہیے مجھے!!اسے کھینچتے ہوئے اپنے ساتھ شاور کے نیچے لے آیا تھا۔

مگر آپ تو مجھ سے ناراض ہیں۔پھر میری کیوں ضرورت ہے؟؟

مرہا نے شاہ میر کے موڈ کا فائدہ اٹھاتے کہا تھا جس کو مرہا آتے ہی سمجھ چکی تھی۔۔

ہاں تم ہی تم سے ناراض ہوں۔ تمہاری خوبصورتی سے نہیں۔ تم سے ناراض ہوں اس کا ہرگز مطلب نہیں کہ میں اپنے حق وصول نہیں کر سکتا۔۔شامیر نے اپنے لب بے ساختہ اس کی پنکھڑیوں پر رکھتے ہوئے قید میں لے لیا۔۔

اس سانسوں کو تنگ کیے ہوئے تھا۔ایک ہاتھ اس کی قمر پر جبکہ دوسرا اس کی گردن کے پیچھے سے ڈال کر اسے اپنے گرفت میں بے بس کیے ہوئے تھا۔

مرہا نے کسی بھی طرح کی مزاحمت نہیں کی جانتی تھی کہ اس وقت شاہ میر جس موڑ میں ہے ذرا سی مزاحمت بھی اس کے لیے جان کا عذاب بن سکتی ہے۔۔



شاہ میر کے دماغ میں اس وقت غصہ تھا جب کہ اس کا دل مرہا کی قربت چاہتا تھا۔ایسے میں شاہ میر اس کے لیے کافی خطرناک ہو سکتا تھا۔۔ مرہا نے سمجھداری سے کام لیتے ہوئے چپ چاپ خود کو میر کے سپرد کر دیا۔۔۔

میں تم سے ناراض تھا تمہیں ضروری نہیں لگا کہ تمہیں مجھے منانا چاہیے۔۔اپنی مرضی سے پنکھڑیوں کو آزادی دیتے ہوئے۔۔گمبھیر آواز میں بولتا ہوا اس کے بالوں میں منہ چھپانے لگا تھا۔۔شاور سے گرتا ہوا پانی اور شاہ میر کے سلگتے لب میرہا کی جان نکال رہے تھے۔۔۔

جواب سننا چاہتا ہوں کیوں مجھے منانے کی زحمت نہیں کی۔۔وہ جو اپنی اکھڑی ہوئی سانسوں کو بحال کرنے کے ناکام کوشش کر رہی تھی ایسے میں اے سی پی صاحب کو جواب درکار تھا۔۔

کتنی بار آپ سے بات کرنے کی کوشش کی مگر آپ تو جواب ہی نہیں دے رہے تھے۔۔با مشکل منمناتے ہوئے کہا تھا۔

جب کہ اپنی گردن پر شاہ میر کے سلگتے لبوں کے لمس محسوس کر کے وہ اپنی تیز سانسوں کے رقص کو روک بھی نہیں پا رہی تھی۔۔



جب شوہر ناراض ہو تو اسے باتوں سے نہیں ارادوں سے منایا جاتا ہے۔۔اتنی سی بات بھی تمہیں سمجھانے کے لیے مجھے خود قدم بڑھانے پڑتے ہیں۔۔۔وہ آپے سے باہر ہوتا ہوا، محبت میں نرمی سختی کا برتاؤ رکھتے ہیں اس کی زپ کھول کر شرٹ کو نیچے کھسکاتے ہوئے بولا تھا۔۔۔

شاہ میر میں آپ کے لیے چائے بنا رہی تھی۔شاہ میر کے ارادوں کو پوری طرح جان کر لمسوں کی لو میں جلتے ہوئے بامشکل بولی تھی۔۔۔بھاڑ میں جائے تمہاری چائے۔۔جو میں پوچھ رہا ہوں مجھے اس کا جواب دو۔۔۔اپنے کاندھے پر اپنے سلگتے ہوئے لب رکھ کر دانتوں کی ہلکی سی چبن دی تو میرہا سسک اٹھی تھی۔۔۔بے اختیار اس کے دونوں ہاتھ شاہ میر کے دونوں کاندھوں پر رکھے ہوئے سختی پکڑ چکے تھے۔۔

شاہ میر نے بھی مرہا کے ناخن کی چبن کو محسوس کیا تھا۔اس کے مضبوط جسم کو ذرا سا بھی فرق نہیں پڑا۔۔ہوں ں ں!بولو کیوں نہیں تمہیں میری طرح منانا آتا۔۔نرم گرم لبوں کے لمس سے میرہا سسکیاں بھر رہی تھی۔۔۔آپ جتنی بہادر نہیں ہوں میں۔۔۔سسکیوں کے درمیان بہت کم آواز میں بولی تھی۔۔

آج کے لیے بنا پڑھیں گا۔۔آزادی نہیں دوں گا جب تک مجھے مناؤ گی نہیں۔خمار دار لہجے سے بولتا ہوا اسے گھوما کر اس کی کمر اپنی جانب کر چکا تھا۔۔

شاہ میر کے لب اس کی نازک سی مخملی کمر پر رکھے ہوئے لمس چھوڑ رہے تھے۔مرہا کی سسکیوں میں تیزی آنے لگی تھی۔۔۔مرہا کے دونوں ہاتھ دیوار پر رکھے ہوئے اپنے مضبوط ہاتھوں کے نیچے اس نے دبا رکھا تھا۔۔۔میں نے کہا مجھے مناؤ۔۔بہکے ہوئے لہجے میں سختی سے کہا۔۔۔مجھے منانا نہیں آتا۔۔شاہ میر کے لمسوں کی شدت سے سسکتی ہوئی بولی تھی۔۔۔نہیں مناؤ گی تو جان لے لوں گا تمہاری۔۔اس

کا رخ واپس اپنی جانب پلٹ کر شدت سے لب اس کے دل والے مقام پر رکھ دیے۔۔ اپنے دانتوں کی زور دار چبن سے متعارف کروایا۔۔

دل کے نرم مقام پر دانتوں کی چبن سے میرہا سسک کر تڑپ اٹھی تھی۔۔

لے لیجیے جان اگر جان لینے سے آپ کی ناراضگی ختم ہو سکتی ہے تو میں خوشی سے آپ کی شدتوں میں جان دینے کے لیے تیار ہوں۔۔

مرہا کے دل کی بات اس کے زبان تک آگئی۔۔۔ میری شدتوں میں جان دے سکتی ہو مگر اپنی شرم کو پیچھے کر کے مجھے منا نہیں سکتی۔۔۔

تھوڑا سا پیچھے ہو کر اس کے جبڑے کو مضبوطی سے پکڑ کر دانتوں سے اس کے نچلے ہونٹ کے کنارے کو کچلنے کی حد تک کاٹا تھا۔۔

وہ درد سے رونے لگی تھی۔۔ ششششش۔۔ میری جان رونا نہیں جب منانے کی ہمت نہیں ہے تو پھر سہنے کی ہمت رکھو۔ جہاں پر دانتوں سے کاٹا تھا۔۔۔ وہی پر شاہ میر نے لب رکھ کر محبت سے چومتے ہوئے اپنا لمس چھوڑا تھا۔۔۔

شاور کے گرتے ہوئے پانی نے مرہا کو بے حال کر رکھا تھا۔۔ مرہا کے کپڑوں کی تو ایسی حالت کرتی تھی کہ نہ ہونے کے برابر رہ گئے تھے۔۔۔اپنی کثرتی سینے سے اس کو لگائے ہوئے اس کی کمر پر اپنے مضبوط مردانہ ہاتھ رب کر رہا تھا۔۔

اپنے بہکے ہوئے جذباتوں سے مجبور شاہ میر سختی سے اپنے ہاتھ مرہا کی قمر کے اندر دھساتا تو میرہا ہاتھ تڑپ اٹھتی تھی۔

سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ پیار کر رہا ہے یا سزا دے رہا ہے۔۔۔جب رونے لگتی تو محبت برسانے لگ جاتا تھا۔۔۔اور جب نارمل ہوتی تو دانتوں کی چبن سے اسے احساس دلاتا کہ وہ ناراض ہیں۔۔۔

اسی حالت میں جھک کر اسے اپنی گود میں اٹھاتے ہوئے روم میں لے آیا تھا۔۔ مرہا اپنی حالت پر شرم سے لال ہو رہی تھی۔اس کی معصوم دھڑکنوں نے اندر اشتیال برپا کر رکھا تھا۔۔۔ اس کے لبوں کی جسارتوں سے وہ تڑپ رہی تھی۔۔ وہ بے رحم بنا اس کی رعنائیوں کو چومتے ہوئے اسے مزید تڑپنے پر مجبور کر رہا تھا۔۔۔

اسے بیڈ پر لٹا کر اس کے اوپر جھکتے ہوئے اس کی پنکھڑیوں کو واپس اپنی قید میں لے گیا۔۔۔شاہ میر کے سلگتے لب اس کی لبوں کو قید میں لیے ہوئے بے حال کر رہے تھے۔۔۔

اس کی سانسیں رک رہی تھی وہ ایک ایک سانس کے لیے مرہا کو تڑپ رہا تھا۔۔ مگر آج شاہ میر اپنا غصہ اور محبت یکجاں کر کے اس پر نچھاور کر رہا تھا۔

وہ پنکھڑیوں سے شروع ہو کر نیچے کی جانب جاتے جاتے دل والے مقام پر اپنے لبوں کے لمس چھوڑنے لگا تھا۔۔

مرہا کے دونوں ہاتھوں کو اپنے مضبوط ہاتھوں میں قید کر رکھا تھا۔ وہ بن پانی مچھلی کی طرح اس کے ہاتھوں میں تڑپ رہی تھی۔۔

وہ مدہوش سا ہوا لمسوں کی بارش سے شدتوں کی حد تک پہنچ گیا۔۔روم میں میرہا کی تیز سسکیوں کی آواز آرہی تھی۔ جو شاہ میر کے غصے کو سکون دے رہی تھی۔۔ آج شاہ میر نے اپنا سارا غصہ پیار میں لپیٹ کر مرہا پر نکالا تھا۔



oooooooo،

وہ ریڈ کلر کی خوبصورت کام دار فراک پہن کر دلہن کی طرح تیار ہو رہی تھی۔شاہ جو بظاہر خود کو سویا ہوا ظاہر کر رہا تھا۔۔ وہ چور آنکھوں سے میرب کو دیکھ رہا تھا جو مرر کے سامنے کھڑی ہوئی شاہ سے چوری تیار ہو رہی تھی۔۔

شاہ کی نظروں کی حدت کو محسوس کرتے ہوئے اس نے کتنی بار پلٹ کر دیکھا۔ مگر شاہ چلاکی سے اپنی آنکھوں کو بند کیے ہوئے اسے پتہ ہی نہیں چلنے دے رہا تھا کہ وہ جاگ رہا ہے۔۔۔وہ تو سویا ہی نہیں تھا۔۔بس اس نے تو کچھ دیر سونے کا ناٹک کیا تھا۔ تاکہ میرب کمفرٹیبل ہو کر وہ کر سکے جس کے لیے وہ بہت بے قراری سے شاہ کے سونے کا انتظار کر رہی تھی۔۔

شاہ کا ضبط ٹوٹنے لگا تھا وہ میرب کو ریڈ کلر کی پیروں کو چھوتی ہوئی فراک میں تیار ہوتے بنا دوپٹے کے دیکھ رہا تھا۔۔

کسی بھی چیز کی آواز سے شاہ اٹھنا جائے اس ڈر سے میرب ہر چیز کو سنبھل سنبھل کر ڈریسنگ پر واپس رکھ رہی تھی۔۔۔اس کی دھودیا قمر پر سلکی بال آبشار کی طرح بکھرے ہوئے تھے۔۔

جب وہ جھک کر ڈریسنگ سے کوئی چیز اٹھاتی تو بال سائیڈ پر ہو جاتے اور کھلی ڈوریوں سے اس کی چھلکتی گوری قمر شاہ کہ ضبط کو توڑ رہی تھی۔۔ نہیں خوبصورت پنکھڑیوں کو ریڈ لپسٹک سے سجا کر جھکی ہوئی ڈریسنگ سے جولری اٹھا رہی تھی۔۔جب اس نے اپنی پشت پر شاہ کے سینے کو محسوس کیا۔۔۔

وہ دبک کر سیدھی کھڑی ہو کر پیچھے کو مڑی۔ کہ شاہ نے اس کے پیٹ پر ہاتھ رکھتے ہوئے اس کی پشت کو اپنے کسرتی مضبوط چوڑے سینے سے لگا لیا۔

سوری شاہ کی جان اس سے زیادہ شاہ میں صبر نہیں ہے اس کے کان پر اپنے لب رکھ کر چومتے ہوئے خمارزدہ لہجے سے بولا۔۔

شاہ آپ جاگ گئے آپ نے میرا سارا سرپرائز خراب کر دیا۔۔بچوں کی طرح روٹھے ہوئے لہجے سے بولی۔۔۔اووووووماں !!😮 کوئی سرپرائز خراب نہیں ہوا گال پر لب رکھ کر زور سے کس کرتے ہوئے کہا۔۔۔

ہو گیا ہے۔۔ ابھی تو میں تیار بھی نہیں ہوئی تھی۔ آپ تھوڑی دیر اور نہیں سو سکتے تھے۔۔ بچوں کی طرح ضدی انداز میں منہ کو پھلا کر مرر میں شاہ دیکھ رہی تھی۔۔

قسم سے جان شاہ میں نے بہت کوشش کی کہ میں تھوڑا سا صبر کر لوں۔ تاکہ میری جان کا سرپرائز خراب نہیں ہو۔ مگر تمہاری یہ کمر مجھے چین لینے نہیں دے رہی تھی۔ اس کی پشت سے انگلی سے بالوں کو ہٹاتے ہوئے وہاں پر اپنے لب رکھ کر چومتے ہوئے۔ گھمبیر آواز میں اپنی بے چینی بیان کر رہا تھا۔۔

شاہ کے لمس کو کمر پر محسوس کرتے ہوئے۔۔وہ تڑپ سی گئی تھی۔ اس کے پورے وجود میں سنسنی دوڑ گئی۔۔

ششش۔۔۔شا۔۔۔شاہ۔۔لمسوں کی حدت سے وہ سسک کر شاہ کے نام کو توڑتے ہوئے بولی۔۔

ہمم۔۔شاہ پلیز مجھے تیار ہونے دیں۔۔ جتنا تیار ہو گئی ہو شاہ پر بجلیاں گرانے کے لیے اتنا ہی کافی

ہے۔۔ نہیں ابھی مجھے جولری پہننی ہے۔۔۔ کوئی فائدہ نہیں کچھ دیر میں میں اتار دوں گا۔۔۔شاہ میں آپ کی برتھ ڈے کے لیے بہت خوبصورت تیار ہونا چاہتی ہوں۔۔۔۔ خوبصورت چیز کو تیار ہونے کی ضرورت نہیں ہوتی گردن کی بیک سائیڈ پر اپنے لب رکھ کر لمسوں کی حدت سے اسے جلا رہا تھا۔۔۔12 بجنے والے ہیں۔۔مجھے پتہ ہے۔۔۔تو کچھ دیر صبر کر لیں شاہ مجھے ہو جانے دیں تیار دس منٹ رہ گئے۔۔۔شاہ ایک منٹ کا صبر بھی نہیں کر سکتا کیا کروں شاہ تو اتنا ہی بے صبرا ہے۔۔۔۔

اور شاہ کو بے صبرا ابھی جان شاہ تم خود کرتی ہو جھک کر اسے اپنی گود میں اٹھاتے ہوئے کھڑا ہو گیا تھا ۔۔وہ اس کی گلے میں دونوں بازو ہار کی طرح ڈالے ہوئے تھی۔۔۔۔ہوں ں ں ایسے کیا دیکھ رہی ہو۔۔۔میرب کو اپنی جانب گھورتے ہوئے دیکھ شاہ نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔۔۔

دیکھ رہی ہوں ہمیشہ وہی ہوتا ہے جو رومان شاہ چاہتا ہے میرب تو رومان شاہ کے ہاتھوں کی کٹھپتلی ہے۔ نظر گھما کر ناراضگی کا اظہار کرنے کی کوشش میں نظر دیوار پر مرکوز کر لی تھی۔۔۔او شاہ کی جان ادھر دیکھ ہمیشہ وہ نہیں ہوتا جو شاہ کہتا ہے کبھی کبھی وہ بھی ہو جاتا ہے جو جان شاہ کہتی ہے۔اس کا جیتا جاگتا ثبوت تمہارے اس چھوٹے سے خوبصورت پیٹ کے اندر ہے۔۔۔

جس میں میری مرضی شامل نہیں تھی مگر پھر بھی ہو گیا۔۔ لاکھ جدوجہد سر پہ کھڑے ہو کر ٹیبلٹ تک تمہیں کھلاتا رہا۔ مگر پھر بھی وہی ہوا جو تم چاہتی تھی۔۔۔

تو آج کے بعد ڈراما کوئین اس طرح کی بات مت کرنا۔اس کی گال کو چومتے ہوئے کہا۔۔ایک کام کرے آپ مجھے

کھالیں گال کو رگڑ کر صاف کرتے ہوئے جھنجھلا کر بولی تھی۔۔

اسے غصہ تھا کہ شاہ نے اسے تیار نہیں ہونے دیا کمر پر لگی ہوئی ڈوریوں تک کو باندھنے کا موقع نہیں دیا تھا اتنی خوبصورت جولری نکالی تھی جس کو شاہ نے پہننے نہیں دیا۔۔

بس قسمت سے آئی لینز مسکارا اور لپسٹک لگالی تھی۔ورنہ شاہ تو اس کو شاید یہ بھی نہیں لگا دے دیتا۔۔

کھاؤں گا کھاؤں گا صبر رکھو میری جان بس تم نے جو سرپرائز پلان کیا ہے وہ مجھے تم دے لو۔۔اس کے بعد شاہ تمہیں کھانے کا پورا ارادہ رکھتا ہے۔۔۔

شاہ نے اس کے غصے اور جھجلاہٹ کو کوئی اور ہی رکھ دے دیا تھا۔کوئی سرپرائز نہیں ہے مجھے نیچے اتارے میں نے کوئی سرپرائز پلان کیا ہی نہیں۔۔

غصے سے شاہ کو سرپرائز سے انکار کرتے ہوئے اس کی گود سے نیچے اترنے لگی تھی۔وہ بھول گئی تھی کہ اس وقت رومان شاہ کی گرفت میں ہے۔۔۔

تو شیر کے پنجوں سے خود کو چھڑوانا اتنا آسان کام نہیں تھا۔۔۔

شاہ نے جھٹکے سے اسے اوپر کیا تو اس کی ریڈ کی ہڈی میں درد کی لہر سی اٹھی تھی۔۔

آہ آہ شاہ میری کمر میں درد ہو رہا ہے۔وہ کراہتے ہوئے بولی۔۔۔ایسا درد میری جان کو دوبارہ برداشت نہ کرنا پڑے اس لیے دوبارہ یہ حرکت مت کرنا۔جہاں ہو وہیں پر رہو۔۔۔ مطلب تھا کہ اس کی گود میں ہی رہے۔۔۔

مجھے پتہ ہے کہ تمہارا سرپرائز سٹڈی روم میں ہے۔۔۔

آپ کو کیسے پتہ تجسس بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے بولی تھی۔۔ شاہ کی جان شاہ کو سب پتہ ہوتا ہے۔۔ اور ویسے بھی تمہارے گلاب کے پھولوں کی پتیاں سٹڈی روم کے دروازے کے نیچے سے باہر آرہی ہے۔۔کم سے کم اپنی گلاب کی پتیوں کو سمجھا کر رکھنا تھا کہ وہ تمہارا سرپرائز خراب نہ کریں۔۔۔

آنکھوں سے سٹڈی روم کے دروازے کی جانب اشارہ کیا۔۔جہاں سے گلاب کے پھولوں کی پتیاں باہر نکلی ہوئی تھی۔۔شاہ کو پتہ ہے آپ بہت چالاک ہیں۔ بہت نہیں بلکہ بہت بہت سارے چلاک ہے۔۔

میرا سارا سرپرائز خراب کر دیا ہے۔منہ بسورتے ہوئے بولی تھی۔۔کوئی سرپرائز خراب نہیں ہوا میں نے صرف پتیاں دیکھی ہیں۔۔۔روم کے اندر جھانک کر نہیں دیکھا۔۔۔

میں اپنی جان کا سرپرائز خراب نہیں ہونے دوں گا۔۔میرے پاس بھی سرپرائز ہے میں بھی تمہیں سرپرائز دوں گا۔دونوں کے سرپرائز مل جائے تو ایک بہت زبردست سرپرائز تیار ہو سکتا ہے۔اگر تم میری تھوڑی سی مدد کر دو تو۔۔

میں آپ کی کوئی مدد نہیں کرنے والی بس ہم کیک کٹ کریں گے۔اور میں آپ کو گفٹ دوں گی۔۔۔اس کے بعد ہم سکون سے آ کر سو جائیں گے۔۔۔میرم شاہ کی باتوں کو بھانپتے اور سمجھتے ہوئے جلدی سے بولی تھی۔۔

واہ سبحان اللہ بڑی اعلیٰ سوچ ہے تمہاری اور اس سے بھی اعلیٰ بات یہ ہے کہ تمہیں ایسا لگتا ہے کہ میں تمہیں ایسی سجے سنورے روپ میں دیکھ کر تمہیں سونے دوں گا۔۔۔



چلو سوچتی رہو اگر تم ایسا سوچتی ہو تو میں تو کچھ نہیں کر سکتا۔۔سٹڈی روم کے لوک کو ایک ہاتھ سے گھماتے ہوئے دوسرے ہاتھ سے میرب کو اپنی گود میں اٹھائے ہوئے تھا۔۔۔

زبردست میری جان نے تو بہت خوبصورت میری برتھ ڈے پلان کی ہے شاہ نے اندر نظر ڈالتے ہی میرب کی جانب دیکھ کر کہا تھا۔۔

روم کے اندر ریڈ اور وائٹ کلر کے خوبصورت غباروں کے بکے بنا کر جگہ جگہ رکھے ہوئے تھے۔۔

فرش کے اوپر خوبصورت طریقے سے گلاب کی پتیوں سے انٹر سٹ پر ہارٹ بنایا ہوا تھا۔۔

ٹیبل پر خوبصورت کیک رکھا ہوا تھا۔

شاہ آپ کو پسند آیا شاہ کے منہ سے واؤ سنتے ہی میرب کھل گئی تھی۔۔

بہت بہت زیادہ پسند آیا۔۔سب کچھ بہت خوبصورت ہے مگر سب کچھ تمہارے آگے پھیکا ہے۔۔۔

میری جان شاہ تو تمہیں دیکھ کر ہی پاگل ہو جاتا ہے۔۔۔

اور کچھ دیکھنے کی شاہ کو ہوش کہاں رہتی ہے۔اسے اپنی باہوں میں اٹھائے روم کے اندر چھوٹے چھوٹے قدم لیتا ہوا داخل ہوا۔۔۔

شاہ مجھے نیچے اتارے میں نے آپ کے لیے ایک اور بھی سرپرائز پلان کیا ہے۔ہائے شاہ کی جان سارے پر سرپرائز آج دے کر شاہ کی جان لینا چاہتی ہو۔۔۔

شاہ کے لیے سب سے بڑا سرپرائز تم ہو میری قاتل حسینہ تمہیں دیکھ کر شاہ جتنا بہک چکا ہے تم اس کو ہی سنبھال لو کافی ہے۔۔۔

شاہ پلیز آپ مجھے چھوڑیں۔۔۔مجھے آپ کو کچھ اور بھی دکھانا ہے نہیں سنانا ہے۔۔پتہ نہیں کیا کیا بولے جارہی تھی۔۔ جبکہ شاہ کی نظریں تو اس پر ہی صدقے واری ہو رہی تھی ۔۔۔شاہ تو اسے دیکھ کر ہی دیوانہ ہوا جارہا تھا۔۔جو ڈیپ ریڈ کلر میں گورے رنگ کے ساتھ دمکتی ہوئی نازک سی گڑیا لگ رہی تھی۔۔۔

شاہ نے آپ ے دل پر پتھر رکھتے ہوئے اسے اپنی گود سے نیچے اتار دیا۔۔میرب نے ایک سونگ پلے کیا۔۔اور واپس شاہ کے پاس آکر اس کے دونوں کاندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے اس کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔۔۔

جان شاہ ایسے مت دیکھو تمہارا یہ پاگل

شاہ حد سے گزر جائے گا۔اور میری جان تم اس وقت اس حالت میں نہیں ہو کہ اپنے پاگل شاہ کو برداشت کر سکو۔۔



گمبیر آواز میں بولتے ہوئے اس پر جھکنے لگا تھا۔۔۔شاہ پلیز یہ سونگ سنے شاہ کے لبوں پر اپنی نازک سے ہتھیلی رکھتے ہوئے شاہ کے ارادے کو ناکام بناچکی تھی۔۔

آپ کو آپ کی پنجابی زبان بہت اچھی لگتی ہے نا۔۔شاہ نے اثبات میں سر کو ہلاتے ہوئے میرب کو گہری نظروں سے دیکھا۔۔

شاہ میں نے اس سونگ پر بہت پریکٹس کی ہے۔اور میں نے اس کو سمجھا ہے یہ سونگ نہیں میرے دل کے جزبات ہے آپ کے لیے پلیز اس کو غور سے سنیں۔۔۔

مجھے پتہ ہے آپ سونگ نہیں سنتے مگر یہ سونگ سمجھ کر نہیں میرے جزبات سمجھ کر اس پر غور کریں ۔۔اس میں ہر لفظ میرے دل کے جذباتوں کی عکاسی کر رہا ہے۔۔۔

اچھا جی پھر تو میں یہ سونگ ضرور سنوں گا میں بھی جاننا چاہتا ہوں میری جان کے دل میں میرے لیے کیا ہے۔۔

سونگ کا پہلا بول پلے ہوا تو شاہ کے لب دل کش انداز سے مسکرائے تھے۔۔

ہائے جان شاہ یہ فیلنگ ہے تمہارے دل میں میرے لیے شاہ قربان اپنی جان تے۔۔شاہ نے کھکھلا کر مسکراتے ہوئے اپنے خوبصورت ڈمپلز کو ظاہر کیا۔۔۔



"تو دھڑکن بن گیا اے دل دی"

"تائینو سہن وچ پارولاوں"

اپنی ایڑیاں اٹھا کر لبوں کو شاہ کے دل والے مقام کے مقابل کرتے ہوئے شاہ کی شرٹ کے کالر کو دونوں جانب سے پکڑ کر شاہ کی جانب دیکھا۔۔۔

آج میں پکڑ سکتی ہوں یہ بد تمیزی کے زمرے میں نہیں آتا اسے شاہ کی کہی ہوئی بات یاد تھی۔۔ شاہ مسکراتے ہوئے اسبات میں سر ہلایا۔۔۔ دل والے مقام پر لب رکھتے ہوئے چوم کر ایڑیوں کو واپس زمین پر رکھتے ہوئے بڑی محبت سے شاہ کی جانب دیکھا۔۔۔

ہر ایک پل میں زندگی دا

یارا تیرے نال سنجولاوں

دل ڈردا اے پُت جدوں

دور ہووے مینو وکھ کر کے، ہائے! سونگ کے بول کو گنگناتے ہوئے لبوں کو جنبش دے رہی تھی شاہ مسکرا دیا اسے پنجابی سونگ کو سمجھ کر گنگناتے ہوئے دیکھ۔۔۔ جس میرب کے پلے پنجابی کا کوئی لفظ نہیں پڑتا تھا۔۔

آج وہ شاہ کے عشق میں پیور پنجابی سونگ کے بولوں کو پوری طرح سمجھتے ہوئے گنگنا رہی تھی۔۔۔

شاہ کے کاندھوں پر دونوں ہاتھ رکھتے ہوئے ہلکے ہلکے کپل ڈانس کے سٹیپ لیتے ہوئے شاہ کے آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیکھ رہے ہیں۔۔۔

اے دل میرا جو دھڑکے

جنی واری دھڑکے تیری لے دھڑکے

ہر حال تے پالینا

میں تائنورب تودعاکرکے ہر حال پرلینا۔۔۔

یہ بول کو سمجھ کر گنگناتے ہوئے اس نے چھت کی جانب منہ کرتے ہوئے دعا کرنے کے انداز میں گنگنایا تھا۔۔

میری جان تم شاہ کو پوری طرح سے

پاچکی ہو۔۔۔اب تو تمہاری یہ ادائیں تمہارے لیے ہی مشکل پیدا کرنے والی ہے۔۔۔

شاہ کو بے قابو کر رہی ہو تم مسکراتے ہوئے کان میں سر گوشی کی۔۔شاہ کے لبوں کی جنبش کو کانوں کی لوپر محسوس کرتے ہوئے میرب کے پورے وجود میں سنسنی سی دوڑ گئی۔۔

شاہ کی سرگوشی سے میرب کو بہت شرم آرہی تھی مگر آج اس نے اپنے شاہ کی برتھ ڈے کو سپیشل طرح سے سیلیبریٹ کرنے کا عہد کر رکھا تھا۔۔۔

اڈیک اکھیاں نور ہندی اے

رہندی ہے تیرے راہ دی

مینو تیری لوڑاے عینی جنی ہوندی اے سہناں دی

مینو تیری لوڑاے عینی جنی ہوندی اے سہن دی

)آپ میرے لیے اتنے ہی اہم ہیں جیسے سانس لینا ہمارے لیے ہے۔(

تیرے بن نئیں جی سکنا مین تیتھوں وکھ ہوون میں مار کے

)میں آپ کے بغیر آگے نہیں چل سکوں گا۔ میں تمہیں مرنے کے بعد ہی چھوڑوں گا۔(

ایہ دل میرا جو دھڑکے جنی واری دھڑکے تیری لے دھڑکے

)میرا یہ دل ہر بار تمہارے لیے دھڑکتا ہے۔(

ہر حال تے پالینا

)میں آپ کو ہر قیمت پر حاصل کروں گی(

میں تائنو رب تو دعا کر کے ہر حال پر لینا

میں خدا سے دعا کروں گا اور آپ کو حاصل کرنے کے لئے جو کچھ کرنا پڑا وہ کروں گا۔

دیپ تو بنی راجہ میرا تے میں تیری رانی بن جاون

)شاہ، میں چاہتی ہوں کہ آپ میرے بادشاہ بنو، اور میں اپکی ملکہ بنوں۔(

امر جو ہو جائے دنیا تے عشق کہانی بن جاواں

)کاش ہماری محبت کی کہانی افسانوی بن جائے۔(

دیپ تو بنی راجہ میرا تے میں تیری رانی بن جاون

اوہ، شاہ، میں آپ کو اپنا بادشاہ بنانا پسند کروں گی، اور میں آپ کی ملکہ بنوں گی۔

امر جو ہو جائے دنیا تے عشق کہانی بن جاواں

)مجھے امید ہے کہ ہماری محبت کی کہانی تاریخ میں اتر جائے گی۔(

دنیا تو میں لڑ کے ہر اے دل میرا

بڑا آ کھا تینو پیا میں۔۔۔پایا دنیا تو میں لاڈ کے، ہائے!

)آخر کار آپ کو اپنی زندگی میں پانا میرے لیے کافی مشکل تھا۔ مجھے اس کے لیے پوری دنیا سے لڑنا پڑا۔(

ایہ دل میرا جو دھڑکے جنی واری دھڑکے تیری لے دھڑکے

)جب بھی میرا دل دھڑکتا ہے، یہ آپ کے لیے دھڑکتا ہے۔(

ہر حال تے پالینا

)میں آپ کو ہر قیمت پر حاصل کروں گی۔(

سونگ کے بول ختم ہوتے ہی میرب اپنی ایڑیوں کو اٹھا کر اوپر کو اٹھی اور اپنے نازک سے لب پہلی بار میرب نے خود سے رومان شاہ کے آتشی لبوں پر رکھتے ہوئے۔

اپنی طرف سے محبت کا اظہار کیا تھا شاہ کے لیے یہ چھوٹی سی کوشش تھی۔ جب کہ میرب نے پوری جان لگا کر اپنے لبوں کا لمس شاہ لبوں پر چھوڑا تھا۔۔

ہیپی برتھ ڈے شاہ ایڑیوں کو واپس زمین پر رکھتے ہوئے وہ شرماتے ہوئے شاہ سینے میں سر چھپا گئی۔۔۔تھینک یو جان شاہ تھینک یو سوچ کہاں تھی یار تم۔۔شاہ نے مسکراتے ہوئے میرب کے گرد بڑی محبت سے اپنے باہوں کا دائرہ تنگ کرتے ہوئے پوچھا۔۔

کیا مطلب میں اپنے گھر تھی شاہ۔۔۔یار تم میرے پاس آجاتی۔۔۔شاہ کیسے آجاتی تب میں بہت چھوٹی تھی نا۔۔۔میری جان آجاتی شاہ تمہیں سنبھال لیتا۔۔تمہارا یہ روپ دیکھ کر تو شاہ پوری طرح سے ہمارا دیوانہ ہو چکا ہے۔۔۔۔۔اس دیوانے شاہ کو آج کی رات سنبھال لینا۔وہ مسکراتے ہوئے اس کے چہرے پر جھکنے لگا تھا۔۔۔ شاہ پلیز یہ سب آپ بعد میں کر لینا ابھی میرا اور سرپرائز ہے۔۔شاہ کے لبوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے نفی میں سر کو ہلا کر بولی۔۔۔جان شاہ ان سرپرائز کے چکر میں تم شاہ کو بہکا رہی ہو اور بہکاتے بہکاتے اگر شاہ ضرورت سے زیادہ بہک گیا تو تمہارے لیے مشکل کھڑی ہو جائے گی۔۔۔گھمبیر آواز میں بولتا ہوا۔۔خماری سے بھری نظروں سے دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔۔۔

○○○○○○○○○○

عاصم شاہ گہری نیند میں سویا ہوا تھا جب اسے اپنے ساتھ ایک نازک سے وجود کی نزدیکی محسوس ہوئی۔۔ چھوٹی چھوٹی گرم سانسیں اس کی گردن پر پڑ رہی تھی۔ عاصم شاہ گہری نیند میں اپنی تیز دھڑکنوں کی رفتار سن کر جاگا تھا۔۔۔عاصم شاہ کے لب مسکرائے تھے یہ دیکھ کر کہ شفا جو بجلی کڑکنے کی آواز سے شاید ڈر گئی تھی۔۔۔

جو کل تک خود دوری بنائے ہوئے تھی اب ساری حدوں کے باندھ توڑ کر خود سے اس کے ساتھ چپک کر اس کی گردن کے نزدیک سر رکھے ہوئے لیٹی تھی۔۔

وہ جاگ رہی تھی اس کی تیز ڈری ہوئی دھڑکنے یہ بتا رہی تھی کہ وہ باہر کڑکتی بجلی اور تیز بارش کی آواز سے ڈر رہی ہے۔۔۔

شفاڈرنے کی ضرورت نہیں میں ہوں تمہارے پاس۔۔اپنی مضبوط بازوؤں کے دائرے کو اس کے گرد بناتے ہوئے ایک محبت بھری آواز مرہا کے کانوں سے ٹکرائی تھی۔۔

دیکھیں سر آپ مجھے غلط مت سمجھنا میں ایسی لڑکی نہیں ہوں مگر مجھے آسمانی بجلی کی آواز سے بہت ڈر لگتا ہے۔اس کی منمنائی شرمندہ سی آواز سن کر عاصم شاہ کے لب مسکرا رہے تھے۔۔۔

پاگل لڑکی عاصم شاہ تمہیں کیسے بتائے کہ تمہارا یوں نزدیک ہونا اسے کتنا اچھا لگا ہے۔۔وہ دل میں سوچ کر مسکرا دیا تھا۔۔

نہیں تم بے فکر رہو۔میں تمہارے بارے میں ایسا کچھ بھی نہیں سوچتا ڈر کے وقت تو انسان گدھے کو بھی باپ بول لیتا ہے میں تو پھر تمہارا شوہر ہوں۔۔۔

ہاں میں نے بھی یہی سوچ کر!!وہ کچھ کہنے والی تھی مگر پھر اپنے لفظوں کا مفہوم خود ہی سمجھ کر چپ کر گئی۔۔اس کی اس معصومیت پر عاصم شاہ مسکرا کر رہ گیا تھا۔۔۔

روم میں روشنی نہ ہونے کے برابر تھی۔مدھم سی روم میں روشنی تھی۔شاید لائٹ بھی نہیں تھی اسی لیے لیمپ بھی بند تھا۔۔

سر آپ کو پتہ ہے کہ میں نے ماہی سے بات کر لی ہے وہ مجھ سے بالکل ناراض نہیں۔۔آپ کو پتہ ہے اس نے مجھے سمجھایا ہے کہ ہسبینڈ اور وائف کے بیچ میں کسی تیسری کو نہیں لاتے۔۔۔

پھر تو مجھے ماہی کا جا کر شکریہ ادا کرنا پڑے گا کہ۔اس نے شرافت سے خود کو ہمارے بیچ میں سے ہٹا لیا ہے۔۔

عاصم شاہ اس کی معصوم باتوں سے خوش ہوتے ہوئے بولا تھا۔۔جو پوری ایمانداری سے حرف با ہرف آپس میں ہوئی ہر بات عاصم شاہ کے گوش گزار رہی تھی۔۔سر آپ میری بات سن رہے ہیں نا ۔۔عاصم شاہ کی جواب میں کوئی آواز نہ سن کر شفا نے چہرہ پیچھے کر کے دیکھتے ہوئے سوال کیا تھا۔۔

شفا اب عاصم شاہ کی مضبوط باہوں میں خود کو کافی حد تک ڈر سے محفوظ کر چکی تھی۔۔ہمم!! سن رہا ہوں۔۔لیمپ کی مدھم سی روشنی میں عاصم شاہ کی بھٹکتی ہوئی نظر بار بار شفا کی نازک سی پنکھڑیوں پر جا رہی تھی۔جو عاصم شاہ کی سننے کی صلاحیت کو متاثر کر رہی تھی۔۔یہ چھوٹی سی معصوم لڑکی جو عمر میں اس سے آدھی تھی۔اس کی مضبوط دل کی دھڑکنوں میں اشتیال برپا کر چکی تھی۔۔وہ کچھ بول رہی تھی۔مگر عاصم شاہ صرف اس کی لبوں کی جنبش دیکھ رہا تھا۔۔اچانک بے اختیار ہوتا ہوا وہ تھوڑا سا سر اٹھا کر جھکتے ہوئے اس کی نازک پنکھڑیوں پر اپنے لب رکھ کر قید میں لے گیا۔۔

یہ سب کچھ عاصم شاہ نے اتنا اچانک کیا کہ شفا کو سنبھلنے کا موقع نہیں ملا۔

اس کی پنکھڑیوں کی نمی بے قراری سے پیتے ہوئے وہ مدہوش سا ہوتا جا رہا تھا۔

وہ ننھی سے جان عاصم شاہ کے نیچے پڑی اپنی سانسوں کو بحال کرنے کے لیے مچل رہی تھی۔۔۔

وہ اپنی اب سانسوں کو بحال کرنے کے لیے پوری جدوجہد کے ساتھ اس کے سینے پر دونوں ہاتھ رکھے ہوئے اسے پیچھے کو دھکیلنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔۔

مگر عاصم شاہ اپنی کسرتی وجود کو لیے اس پر براجمان ہوا اپنی جگہ سے ٹس سے مس بھی نہیں ہو رہا تھا۔۔

سانسوں کے لیے تڑپتی ہوئی شفا نے اپنی دفاع کے لیے عاصم شاہ کے بالوں کو پیچھے سے پکڑتے ہوئے بے دردی سے کھینچا۔۔۔شفا نے اپنے بچاؤ کے لیے چھوٹی سی جو کوشش کی عاصم شاہ اس کی کوشش پر قربان ہوتے اپنے لبوں کے اندر ہی مسکرایا۔۔

مگر وہ اب بھی اس پر برقراری سے جھکا ہوا سانسوں کو کھینچ رہا تھا۔ مگر اس کی اکھڑی ہوئی سانسیں اور تڑپتے ہوئے نازک سے وجود کو دیکھ عاصم شاہ کو اپنی سختی اور شدت کا احساس ہوا۔۔



عاصم شاہ نے اس کی اکڑی ہوئی سانسوں کو بحال کرنے کے لیے اپنی سانسیں اس کے اندر انڈیلنا شروع کر دی۔۔وہ جو سانسوں کے لیے تڑپ رہی تھی سانسیں ملتے ہی عاصم شاہ کی سانسوں کو اپنے اندر کھینچنے لگی۔۔۔

کچھ سیکنڈ کے بعد جب عاصم شاہ نے محسوس کیا کہ اس کی سانسیں بحال ہو چکی ہیں تو، اس نے واپس سے اپنا عمل شروع کیا۔

شفا کی سانسوں کو اپنے اندر کھینچنے لگا۔۔

اب کی بار عاصم شاہ کا ایک ہاتھ شفا کے نازک سی گردن پر آ گئے۔۔اس کی نمی کو پی کر اپنی مرضی سے اس کی جان بخشتے ہوئے لبوں کو آزادی دے کر پیچھے ہوا۔۔

شفا نے غصے سے بھری ہوئی نظروں سے عاصم شاہ کی اس حرکت پر دیکھا۔۔جو کہ اپنی حرکت پر ذرا سا بھی شرمندہ نہیں تھا۔۔

مائی لو!میری طرف اس طرح دیکھنے کی ضرورت نہیں ہے ساری سرحدیں تم خود توڑ کر میرے پاس آئی ہو۔۔

تو اتنا تو پھر ہونا ہی تھا باہر کڑکتی بجلی تیز بارش روم اندر محبوب آپ کے بستر میں آپ کی سانسوں سے زیادہ قریب تو بھئی بندہ بشر ہوں بہک سکتا ہوں اور بہک گیا۔۔

ویسے بھی پورے حق رکھتا ہوں اگر استعمال نہیں کر رہا تو وہ تو میری شرافت ہے۔۔ویسے آج میری شرافت کو تم نے خراب کیا ہے۔اس میں میری کوئی غلطی نہیں تھی۔۔میں ایسا بندہ نہیں۔۔میں تو بہت شریف ہوں۔۔

مسکراتی نظروں سے اس کے دلکش سراپے پر نظر گاڑی ہوئے تھا۔۔جی آپ کی شرافت کچھ دیر پہلے میں نے دیکھی ہے۔۔

۔غصے سے عاصم شاہ کی جانب دیکھتے ہوئے پیچھے ہوتے ہوئے بولی۔۔۔ دور ہٹے مجھے سونے دیں۔۔۔ اوہوں اب ایسا کچھ نہیں ہونے والا اسے قمر سے کھینچتے ہوئے اپنے قریب کر لیا۔۔۔ سس۔۔ سر۔۔ آپ نے کہا تھا کہ آپ کبھی میرے ساتھ زبردستی نہیں کریں گے۔۔

بالکل صحیح کہا تھا اور پوری ایمانداری کے ساتھ میں کبھی تمہارے ساتھ زبردستی کروں گا بھی نہیں ---

مگر ان خوبصورت لمحوں کو جینے کا مجھے پورا حق ہے۔اور یہ حق تم نے خود میری پناہوں میں آکر مجھے دیا ہے---

عاصم شاہ دوبارہ اس کے ہونٹوں پے جھک گیا۔۔۔ایک بار پھر سے گڑیا جیسی شفا۔۔ عاصم شاہ کے رحم و کرم پر سانسوں کے لیے تڑپ رہی تھی۔۔



ooooooooooo,

مہک طبیعت زیادہ خراب ہے تو ڈاکٹر کے پاس چلتے ہیں۔۔ نہیں صبح چلیں گے ابھی رات بہت ہو گئی ہے---مہک ہم لوگ جنگل میں نہیں بیٹھے کراچی اتنا بڑا شہر ہے پوری رات یہاں پر ہر سہولت

موجود ہوتی ہے۔تم اٹھو میرے ساتھ ڈاکٹر کے پاس چلو۔۔وہ کب سے بہت بے چینی سی محسوس کر رہی تھی۔۔۔

احمر نے کافی بار پوچھا مگر مہک کے ڈال دیا اب احمر خود سے محسوس کرتے ہوئے زبردستی اسے ڈاکٹر کے پاس لیجانے کا بول رہا تھا۔۔

مہک کا چھٹا مہینہ شروع ہو چکا تھا اب مہک کا جسم پہلے سے کافی برا ابھرا اور پیٹ بھی بڑا ہوا نظر آنے لگا تھا۔

اسے دیکھ کر احمر کبھی کبھی اس کو لو مولو کہہ کر تنگ کیا کرتا۔۔مگر کچھ دن سے مہک کی طبیعت بہت اپسیٹ رہنے لگی تھی۔۔

احمر کی ماں بھی یہی مشورہ دے چکی تھی کہ مہک کو ایک بار ڈاکٹر کو ڈاکٹر کے پاس لیکر جانا چاہیے۔۔ پریگنسی کی وجہ سے میں تھوڑی سی چڑچڑی ہو گئی تھی۔۔۔

کسی بات پر اڑ جاتی تو پھر احمر اس سے منوانے کی ضد کم ہی کرتا تھا۔۔مگر اس بار بات اس کی صحت کی تھی۔۔اس لیے احمر نے اسے زبردستی ڈاکٹر کے پاس جانے کا فیصلہ کیا۔۔

احمر پلیز ابھی سو جائیں میں صبح آپ کے ساتھ ڈاکٹر کے پاس ضرور جاؤں گی مگر اس وقت مجھے سونے دیں مجھے نیند آرہی ہے کروٹ بدل کر آنکھیں بند کیے لیٹ گئی۔۔۔مہک کوئی پریشانی ہے؟؟احمر نے کروٹ لے کر خود کو اس کے قریب کرتے ہوئے پوچھا۔۔۔احمر کا ایک ہاتھ اس کی کمر سے ہو کر اس

کے پیٹ پر رکھا ہوا تھا۔۔ نہیں احمر کوئی پریشانی نہیں ہے آپ پریشان نہیں ہوں میں بالکل ٹھیک ہوں اور ایسی حالت میں ایسا ہو جاتا ہے بے چینی ہونا ایک عام سی بات ہے۔۔

آپ پریشان نہیں ہوں احمر کو اپنے لیے فکر مند دیکھ کر میں پیچھے کی جانب ہاتھ موڑ کر اس کی سخت داڑھی والی گال پر اپنا رکھتے ہوئے رب کر رہی تھی ۔۔ آئی لو یو احمر میں آپ سے بہت پیار کرتی ہوں۔۔۔ نہیں میں تمہیں زیادہ پیار کرتا ہوں اس کی گال پر اپنے لب رکھ کس کرتے ہوئے احمر محبت بھرے لہجے سے بولا۔۔۔ جانتی ہوں کہ آپ مجھ سے زیادہ پیار کرتے ہیں اگر آپ مجھ سے زیادہ پیار نہ کرتے تو آج مہک اتنی خوبصورت لائف کی حقدار نہیں تھی جو آپ کی محبت نے مجھے دی ہے۔۔۔ مہک بے بی میرا یہ مطلب نہیں تھا کیوں ہر بار بات کو ماضی کی طرف موڑ دیتی ہو میں تو صرف اپنی محبت کا تمہاری محبت سے مقابلہ کرا رہا تھا۔۔۔

ہاں میں مجھے لگتا ہے کہ میں تمہیں بہت زیادہ پیار کرتا ہوں۔۔ تم مجھ سے کم پیار کرتی ہو۔۔۔ احمر اپنے لبوں کے لمس اس کی نازک سی گال پر محبت سے چھوڑتے ہوئے محبت جتا رہا تھا۔۔

ہاں میں نے بھی تو اپنی محبت کا آپ کی محبت سے مقابلہ کر کے ہی بتایا ہے کہ آپ کی محبت میری محبت سے زیادہ اچھی ہے۔۔۔ احمر کے ہاتھ کو پیٹ سے اٹھا کر لبوں سے لگاتے ہوئے سینے سے لگا لیا۔۔

میں نے آپ کو محبت کی کیونکہ آپ محبت کے لائق تھے آپ نے مجھ سے محبت کی یہ بڑی بات ہے کیونکہ میں آپ کی محبت ڈیزرو نہیں کرتی تھی۔۔۔

احمر آپ نے مجھے اتنی خوبصورت زندگی دی جس کا میں نے تصور نہیں کیا تھا اس کی سینے پر اپنی پشت رکھے ہوئے کروٹ دوسری جانب لیے لیٹی تھی۔۔

اپنا ایک ہاتھ اس کے چہرے پر محبت سے رب کرتے ہوئے بول رہی تھی۔ مہک پلیز اتنا گہرائی میں مت سوچا کرو میں بہت خوش ہوں کہ مجھے تم جیسی لائف پارٹنر ملی۔۔۔

جو گزر گیا اس کو یاد کر کے خود

کو تکلیف مت دیا کرو۔۔ احمر نے اس کے گرد اپنی باہوں کا دائرہ نرمی سے تنگ کرتے ہوئے کہا۔۔احمر کبھی کبھی انسان جو ماضی میں اپنی بے وقوفی ہوں کی وجہ سے گناہ کرتا ہے وہ گلٹ آپ کو آنے والی زندگی میں سکون سے جینے نہیں دیتا۔۔۔ میرے ساتھ بھی شاید کچھ ایسا ہے میں نہیں سوچنا چاہتی میرب کے بارے میں مگر مجھے رہ رہ کر مجھے میرب کے ساتھ کی ہوئی زیادتی یاد آتی ہے۔۔۔

میں نے اس کی زندگی میں آنے والی پہلی خوشی کو کتنی بے دردی سے اس سے چھین لیا تھا۔۔اور احمر آپ کو پتہ ہے کہ اب اس کا کیس میں بہت زیادہ پیچیدہ ہیں۔۔

میری اس کی ڈاکٹر سے بات ہوئی تھی اور میرب کی جان کو خطرہ ہے مہک نے اپنا ڈر اور دکھ ظاہر کیا تو احمر کو سمجھ آگیا تھا کہ مہک کی بے چینی کی وجہ کیا ہے۔۔۔

مہک ہم اللہ تعالی سے اچھے کی امید رکھ سکتے ہیں جو گزر گیا ہم اس وقت کو تو واپس نہیں لا سکتے۔۔۔

اللہ تعالی میرب بھابھی کو تندرستی اور صحت دے اور اللہ تعالی ان کی اولاد کو بھی صحیح سلامت رکھے ۔۔

میں بھی پریشان ہو گیا ہوں یار تمہاری اس بات سے کیونکہ رومان نے تو کبھی ہم سے یہ مسئلہ ڈسکس نہیں کیا۔۔

میں تو بہت خوش تھا کہ رومان شاہ کے گھر میں پھر سے خوشخبری ہے۔۔



احمر سچ میں بہت پریشان ہو گیا تھا میرب کی حالت کا سن کر۔۔دونوں کافی دیر تک اسی مدے پر بات کرتے رہے ۔۔احمر مہک کو سمجھا کر پر سکون کر کے سلا چکا تھا۔۔جبکہ خود گہری سوچ میں گم لیٹا تھا۔۔۔۔

oooooo

شفا۔۔مائی لو اٹھ جاؤ رات کو تو تم گھر گھور کر آنکھیں دکھا رہی تھی۔۔اب اپنی پراپرٹی پر براجمان ہو کر لیٹی ہوئی ہو۔

عاصم شاہ صبح صبح مسکراتے لبوں سے شفا کو جگا رہا تھا۔۔

جو عاصم شاہ کے سینے پر اپنا سر رکھے گہری نیند میں سو رہی تھی۔۔۔جب انسان کو نیند آتی ہے تو انسان پتھر پر بھی سر رکھ کر سو جاتا ہے۔۔شفا نے آنکھ کھلتے ہی عاصم شاہ کی بات کا جواب دیا تھا۔۔

مگر میری جان میں پتھر نہیں ہوں میرے اچھے خاصے مردوں والے جذبات ہیں جو کسی بھی ٹائم جاگ سکتے ہیں۔۔اگر پتھر کے ارمان جاگ گئے تو پھر تمہیں ہی مشکل ہو گی عاصم شاہ صبح صبح اس کی کمر پر ہاتھ رکھتے اسی پوزیشن میں کروٹ لے کر اس کے اوپر آ گیا۔۔

ہٹے سر صبح صبح آپ میرے ساتھ کوئی بھی بد تمیزی نہیں کریں گے۔۔وہ عاصم شاہ کی خوبصورت جذبے کو بد تمیزی کا نام دے چکی تھی۔۔

مائی لو مجھے سر نہیں بولا کرو یہ سر والا شوق تم بچا کے رکھو کالج میں جا کر سر بول لیا کرنا اجازت ہے میری طرف سے۔۔۔

مسکراتے ہوئے پنکھڑیوں کو چوم لیا۔ آپ پھر صبح صبح شروع ہو گئے اپنی پنکھڑیوں کو ہتھیلی سے رگڑتے ہوئے غصے سے جھنجھلا کر بولی تھی۔۔

کیونکہ رات کو عاصم شاہ نے اس کو سانسوں کے لیے کافی حد تک تڑپایا تھا جس کو وہ ابھی تک بھولی ہی نہیں تھی۔ صبح صبح عاصم شاہ کو سی ٹون میں دیکھ کر شفا گھبرا اٹھی تھی۔۔

کیا کروں اتنی خوبصورت بیوی ہو اور وہ بھی اتنے نزدیک تو کمبخت اپنے دل کو کوئی سنبھالے بھی کیسے۔۔ اس کی گردن ہر لب رکھ کر چومتے ہوئے اسے سسکنے پر مجبور کر رہا تھا۔۔ سس ۔۔ سر۔۔ نن۔۔ نئ۔۔ وہ سسکتے ہوئے بولی تھی۔۔

شفا تمہاری اجازت کے بغیر حد کراس نہیں کروں گا۔۔ مگر یہ چھوٹے چھوٹے محبت بھرے لمحوں کے لیے مجھے روکا مت کرو۔۔

پورا حق رکھتا ہوں تم پر اور بے حد محبت بھی کرتا ہوں تو پھر یہ مزاحمت کی وجہ مجھے سمجھ نہیں آتی۔۔

گردن پر لبوں کے لمس چھوڑتے ہوئے آہستہ سے بولا۔۔ جو آپ کر رہے ہیں اس کو بھی حد کراس کرنا ہی کہتے ہیں۔۔



چلو حد کراس کرنا ہی کہتے ہوں گے مگر ایسی چھوٹی موٹی حدیں پیار میں کراس ہو جاتی ہیں۔ گردن پر جھکے ہوئے خمار زدہ لہجے میں بولا۔۔

آپ ہٹیں مجھے بھوک لگی ہے اپنے ہاتھوں کو اس کے کاندھوں پر رکھتے ہوئے خود کو اس سے بچانے کے لیے کہا اس کے لبوں کے لمس معصوم سی شفا کو بہت تڑپا رہے تھے۔۔

کیا کھانا ہے میں ابھی بنا دیتا ہوں تم فریش ہو جاؤ بچوں کی طرح اس کی بھو کا خیال کرتے ہوئے پیچھے ہٹنے لگا۔۔ آج سنڈے تھا تو دونوں کافی لیٹ تک سوتے رہے۔۔

کچھ خاص نہیں جو آپ کھائیں گے میں بھی وہ کھا لوں گی۔۔وہ اپنے بالوں کا جوڑا بناتے ہوئے اٹھ کر بیٹھنے لگی تھی کہ عاصم شاہ واپس سے ایک دم کے اوپر جھک گیا۔۔

میں تو تمہیں کھاؤں گا ان پنکھڑیوں سے جوس پیوں گا سوچ لو کہ تم بھی یہی کھانا چاہتی ہو شرارتی ہوتا ہوا گہری نظروں سے اس کی آنکھوں میں دیکھ کر مسکرایا۔۔

سر آپ کو پتہ ہے آپ کتنے ٹھرکی ہیں!!اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کے پیچھے کرتے ہوئے جلدی سے بیڈ سے نیچے اتر گئی۔

مسز عاصم شاہ غلط الزام لگا رہی ہو بیوی ہو میری، اور بیوی سے پیار کرنا ٹھرکی پن نہیں ہوتا۔۔۔

وہ اپنی شرٹ کو سیدھا کرتے ہوئے بیٹھتے کھڑا اسے گہری نظروں سے دیکھ مسکرا رہا تھا۔جو بڑی چالاکی سے بیڈ سے اتر کر اس سے کافی دور جا کر۔کھڑی ہو گئی تھی۔۔

بھو کی بیوی سے پیار نہیں کیا جاتا پہلے آپ مجھے کھانا دیں۔۔عاصم شاہ اس کی بات پر مسکرا دیا تھا۔۔۔

وہ خوش تھا یہ دیکھ کر کہ شفا میں ہچکچاہٹ بہت کم ہو رہی تھی۔وہ اس سے گھل مل رہی تھی۔اس سے اپنے دل کی بات بنا کسی تکلف کہہ رہے تھی۔

اب جو اس میں گھبراہٹ باقی تھی وہ اس کی فطرتی شرم وحیا تھی جو کہ عاصم شاہ کو بہت اچھی لگتی تھی۔۔

فریش جاؤ میں ناشتہ بناتا ہوں۔بلکہ پہلے میں فریش ہو لیتا ہوں وہ کہتے ہوئے واش روم میں چلا گیا تھا۔۔

جبکہ باہر کھڑی ہوئی شفا اپنے نچلے ہونٹ کے کنارے کو دباتے ہوئے شرما کر مسکرا دی۔۔

شفا کو خوبصورت ہینڈسم عاصم شاہ اچھا لگنے لگا تھا جو اسے ہر وقت بچوں کی طرح ٹریٹ کرتا رہتا تھا۔۔

oooooooo

میرب رومان شاہ کا ہاتھ پکڑ کر ٹیبل کی جانب لائی جہاں پر ایک خوبصورت برتھ ڈے کیک رکھا ہوا تھا ۔جس پر بہت خوبصورتی سے رومان شاہ ہیپی برتھ ڈے لکھا ہوا تھا۔۔ہیپی برتھ ڈے شاہ۔۔شاہ کے کیک کٹ کرتے ہی میرب مسکراتے ہوئے بول کر شاہ کے سینے سے لگ گئی اپنے دونوں بازو اس کی کمر میں ڈالے ہوئے کس چکی تھی۔۔۔



تھینک یو جان شاہ یہ برتھ ڈے میں ہمیشہ یاد رکھوں گا اتنا خوبصورت سرپرائز دیا ہے تم نے مجھے۔ جسے رومان شاہ سالوں نہیں بھول سکتا۔۔ اسے اپنی باہوں کے دائرے میں کستے ہوئے جھک کر اس کے گال پر لب رکھ کے زور سے چومتے ہوئے کہا۔۔شاہ نے کیک میرب یہ لبوں سے لگا کر تھینک یو جانی شاہ کہا تھا۔۔

میرب نے پیچھے ہٹ کر کٹ کیے ہوئے کیک کے پیس کو اٹھایا جبکہ کیک کو دیکھ کر رومان شاہ نے نفی میں سر کو ہلایا۔۔

میرب سمجھ گئی کہ شاہ اس طرح سے کیک نہیں کھانا چاہتا آخر اتنا تو وہ رومان شاہ کو سمجھ چکی تھی۔۔
رومان شاہ کو کیک اپنی سٹائل میں ہی کھانا تھا اس نے مسکراتے ہوئے کیک بنا کسی بحث کے رکھ دیا تھا۔۔ کھا لیجیے جیسے آپ کو اپنا برتھ ڈے کیک کھانا ہے آج آپ کی برتھ ڈے ہے تو میں آپ کو بالکل بھی ناراض نہیں کروں گی۔۔
وہ مسکراتے ہوئے نظریں نیچے جھکا کر بول۔۔ہائے جان شاہ نہ کرو یار نہ کرو مار رہی ہے تمہاری ادائیں مجھے !شاہ تو ویسے ہی تم پر فدا رہتا ہے! جان دے ٹوٹے اگر ایسے ہی کرتی رہی تو شاہ تو اپنا آپ نہیں سنبھال سکے گا۔۔
اور میری جان کی اس وقت جو کنڈیشن ایسے میں تم پر سختی بھی نہیں کر سکتا۔ کیا چاہتی ہو جان شاہ۔ شاہ کو یوں تڑپا کر اس کی حالت سے محظوظ ہو رہی ہو۔۔
مسکراتے ہوئے اپنے دونوں مضبوط بازو اس کے گرد لپیٹے ہوئے سختی سے اسے اپنے سینے سے لگا کر ایک گہری سانس کھینچتے ہوئے بولا تھا۔۔۔

میرب کبھی اپنے شاہ کو یوں تڑپا اور ترسا نہیں سکتی۔۔ میرب آپ کی ہے آپ کا پورا حق ہے میرب پر۔۔ آج کے دن اپنی محبت جیسے چاہیں مجھ پر نچھاور کر سکتے ہیں۔۔۔

بس ہمارے بے بی کو کوئی مسئلہ نہیں ہونا چاہیے۔۔ وہ شرم سے لال ہوتے ہوئے نظریں اس کے سینے پر گاڑے ہوئے اپنے دونوں ہاتھوں سے شاہ کے سینے سے قمیض کو مٹھیوں میں میچے ہوئے کھڑی تھی۔۔ میرے بے بی کو اپنے بے بی کی بہت فکر ہے۔۔ کچھ نہیں ہونے دوں گا ہمارے بے بی کو بے فکر رہو۔۔۔ بس تم مجھے ایک گفٹ دو وہ بھی میری پسند کا۔۔ شاہ میں آپ کے لیے گفٹ تو لے آئی ہوں۔ اداس سا منہ بنا کر کہا۔۔ آپ کی پسند کا گفٹ بھی صبح لے آؤں گی۔ بنا شاہ کی پوری بات سنی وہ بولی تھی۔۔۔

میری پسند کا گفٹ تم مجھے ابھی دے سکتی ہو۔۔ اس کے اداس چہرے کو دیکھ کہا۔



اچھا بتائیں پھر میں ابھی آپ کو آپ کی پسند کا گفٹ دے دیتی ہوں۔۔ آج میرب اپنے شاہ کی برتھ ڈے میں کوئی کسر چھوڑنا نہیں چاہتی تھی۔۔

مجھے ہماری انیورسری والی میری فیورٹ ساڑی پہن کر دکھاؤ۔۔

شاہ پلیز کچھ بھی اور بول دیں آپ کو پتہ ہے نا وہ ساڑی کتنی ننگی پنگی ہے۔ اینیور تھری پر پہن کر مجھے کتنی شرم آرہی تھی۔۔۔ جان شاہ روم میں ہم دونوں کے سوا کوئی نہیں ہے۔۔۔ میری جان مجھ سے

کیسا شرمانا۔ ابھی تم نے کہا کہ تم شاہ کی ہ۔۔ و تو پھر شاہ تمہیں ہر حال میں دیکھنے کا حق رکھتا ہے۔۔ کہتے ہوئے اس کے کان کی لو کو چوم لیا۔۔ وہ سسکی بھرتے ہوئے پیچھے ہوئی۔۔۔ پلیز !! پہن کے دکھا دو ۔۔ شاہ کے لیے یہ سب سے زبردست گفٹ ہو گا۔۔

اس کی کمر پر ہاتھ رکھ کر نرمی سے واپس اپنے قریب کرتے ہوئے سرگوشی کی۔۔۔ ٹھیک ہے پھر پلیز آپ مجھے گھور گھور کر نہیں دیکھیں گے۔ پرومس کریں۔۔

جان شاہ میں وعدہ تو کر لوں گا مگر تم اچھی طرح سے جانتی ہو شاہ کو اپنا ایسا وعدہ توڑنے میں کتنا ٹائم لگتا ہے۔۔ بہتر ہے کہ تم مجھ سے وعدہ نہیں لو۔۔ میں کوشش کروں گا۔ اور میں جانتا ہوں کہ میری کوشش نے بھی ناکام ہی ہونا ہے۔۔۔ وہ مسکراتے ہوئے سرگوشی میں بول رہا تھا۔۔۔

میرب نے شاہ کی ایمانداری پر ہنستے ہوئے شاہ کے فولادی سینے پر پیار سے دو مکے برساتے ہوئے شاہ کے چہرے کی جانب دیکھا جہاں پر شاہ کے ہنسنے سے ڈمپل واضح ہو گئے۔ شاہ کے ڈمپل دیکھ کر میرب نے دل میں ماشاءاللہ کہا تھا۔



وہ روم سے باہر نکل کر جاری تھی۔

کہاں جا رہی ہو بتاتی تو جاؤ!! شاہ نے پیچھے سے آواز لگائی۔۔۔

آپ کی پسند کا گفٹ ہی ریڈی کرنے جا رہی ہوں وہ بنے مڑے ہوئے بولی تھی۔۔ تھینک یو سو مچ جان شاہ!! کہتے ہوئے اپنے گفٹ گے انتظار میں وہی صوفے پر بیٹھ گیا تھا۔۔ کچھ دیر انتظار کرنے کے بعد میرب شاہ کی فیورٹ ساڑی پہنے ہوئے نظریں جھکائے شاہ کے دل پر بجلیاں گراتی ہوئی آچکی تھی۔۔

مائی بیوٹی فل وائف۔ شاہ اپنی جان پر قربان۔۔ میرب کے ہاتھ کو پکڑ کر اپنے پاس کرتے ہوئے شاہ مسکرا دیا۔۔

کیک میرب کے لبوں پر لگاتے ہوئے۔ شاہ نے اپنے من پسند انداز سے کیک کھایا۔۔ میرب کی سانسوں کو تنگ کرتے ہوئے اسے اپنی گود میں اٹھا کر روم کی جانب لے جا رہا تھا۔۔ شاہ کے گلے میں اپنے بازوں کا ہار ڈالے آنکھیں بند کیے شاہ کے رحم و کرم پر تھی۔۔

سٹڈی روم سے روم کے اندر آتے ہوئے میرب کہ چہرے پر لمسوں بارش کی کرتے ہوئے اسے سسکنے پر مجبور کر رکھا تھا۔۔۔

اسے نرمی سے تکیے پر سر رکھ کر بیڈ پر لیٹا دیا۔ اپنی شرٹ کے بٹن کھول کر اپنے کسرتی وجود سے اتار کر پھینک چکا تھا۔۔ میرب کے دل والا مقام اوپر نیچے ہوتے دیکھ کر شاہ کے جذباتوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر میرب کو بھگونے کے لیے بیقرار تھا۔۔ شاہ اس کے چہرے پر جھک چکا تھا۔۔ اپنے لب اس کی پنکڑیوں پر رکھ کر قید میں لے گیا۔ اس کی سانسوں کو اپنے اندر کھینچ کر پینے لگا تھا۔

۔میرب کی حالت پر رحم کھاتے ہوئے اس سے آزادی بخشی۔ وہ جلدی سے کروٹ لے کر خود کی سانسیں بحال کرنے لگی۔۔۔

شاہ کی نظروں کے سامنے میرب کی دودھ جیسی گوری رنگت والی کمر تھی جسے دیکھ کر شاہ بے قابو سا ہو کر میرب کی کمر پر جھک گیا۔۔

اسکی ساڑی کے سٹریپ پر لب رکھتے ہوئے سٹریپ کھول کر وہاں پر دانتوں کی چبھن کے ساتھ لمس چھوڑا۔۔وہ سسک اٹھی تھی۔۔اپنا مظبوط ہاتھ اس کے اوپر سے لیجاتے ہوئے اس کے خوبصورت ابھار پر رکھ کر اس کی کمر پر لمس چھوڑنے لگا۔۔۔

وہ شاہ کے ہاتھ کی سختی سے تڑپ کر سسکنے لگی تھی۔۔شاہ ہمیشہ کی طرح بے قابو سا ہو کر اپنی دھن میں مست میرب پر محبت کی بارش زور و شوروں سے برسانے لگا تھا۔۔۔

اپنی طرف سے وہ پوری کوشش کر رہا تھا کہ وہ سختی سے نہیں نرمی سے پیش آئے۔مگر رومان شاہ کی محبت تھی میرب کو تڑپنا تو پڑھنا ہی تھا۔



اپنی من مانیاں کرتے ہوئے۔شاہ نے اس کے وجود پر کپڑے نہ ہونے کے برابر چھوڑے تھے۔۔

اس کو چادر کے اندر لپیٹے ہوئے لمسوں کی بارش اس کے خوبصورت جسم کی رانائیوں پر بکھیر رہا تھا۔۔

وہ سسک رہی تھی۔۔ آج اس نے سسکنے کے باوجود شاہ کے لیے کوئی مزاحمت کھڑی نہیں کی۔۔وہ اپنے شاہ کو برتھڈے پر اس کی من مانیوں کا سپیشل تحفہ دینا چاہتی تھی۔۔

وہ آنکھیں بند کیے ہوئے دونوں ہاتھ چادر پر رکھے چادر کو مٹھیوں میں میچے ہوئے تھی۔۔۔
شاہ نے اپنے ہاتھ اس کی ہتھیلیوں پر رکھتے ہوئے چادر سے چھڑا کر اپنے ہاتھوں کے نیچے دبا لیے

۔۔۔۔

اس کے دل والے مقام پر اپنے لب رکھتے ہوئے چوم کر اسی سسکنے پر مجبور کر رہا تھا۔۔
کبھی نرمی تو کبھی سختی کرتے ہوئے اپنی محبت کی بارش اس پر برساتا جا رہا تھا۔ایک اور خوبصورت رات داستان رومان شاہ کی محبت میں لکھ رہی تھی۔۔

ooooooo

ڈاکٹر ایوری تھنگ اوکے کوئی سیریس ملا تو نہیں ہے! احمر مہک کو لے کر اس کی ڈاکٹر کے پاس آیا تھا۔
بہت فکر مندی سے ڈاکٹر کے سامنے بیٹھا پریشان کن لہجے میں ڈاکٹر سے پوچھ رہا تھا۔۔
دیکھیے مسٹر احمر بظاہر تو سب کچھ ٹھیک ہے مگر شاید ان کو کسی بات کا سٹریس ہے۔ جس کی وجہ سے یہ مینٹلی طور پر بے چین رہتی ہیں۔ڈاکٹر نے سوچتے ہوئے نظروں سے مہک جانب دیکھتے ہوئے کہا۔۔
جو احمر کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی۔۔۔
تو آپ کے کہنے کے مطابق ان کی بے چینی گھبراہٹ ان کے ذہنی سٹریس کی وجہ سے ہے۔۔۔جی بالکل کیونکہ اور تو کوئی پرابلم مجھے نظر نہیں آ رہی۔

ان کے سب ٹیسٹ کلیئر ہیں ان کا بے بی بالکل ٹھیک ہے-- یہ خود بالکل صحت مند ہیں- تو میرے خیال سے یہی وجہ ہے جو یہ بے چین رہتی ہیں--

اب ان کو کیا سٹریس ہے یہ تو آپ لوگ ہی جانتے ہو---پلیز آپ لوگ کوشش کریں کہ یہ ذہنی پریشانی کا شکار نہیں رہے---

جو بھی معاملات ہیں یا گھر میں کوئی پریشانی ہے آپ اس کو آپس میں بیٹھ کر سلجھائیں- کیونکہ ان کا پریشان رہنا ماں اور بچے کے لیے آگے چل کر پرابلم کریئیٹ کر سکتا ہے-

اور میں ان کے لیے یہ میڈیسن لکھ رہی ہوں یہ ان کو روز بلاناغہ دیتے رہیں- اور یہ آرام کریں باقی اللہ تعالی سب بہتر کرے گا--

ڈاکٹر دوائیوں کی لسٹ احمر کی جانب بڑھاتے ہوئے بولی تھی-- تھینک یو سو مچ ڈاکٹر- احمر ڈاکٹر کے ہاتھ سے فائل لیتے ہوئے بولا تھا-- مینشن ناٹ بی کیرفل ڈاکٹر نے مسکراتے ہوئے دونوں کی جانب دیکھ کر کہا--

احمر لسٹ لے کر مہک کا ہاتھ پکڑے ڈاکٹر کے کلنک سے باہر نکل آیا- احمر آپ پریشان نہیں ہوں میں انشاءاللہ ٹھیک ہو جاؤں گی- اور میں کوشش کروں گی کہ میں کسی بھی طرح کا سٹریس نہ لوں-- گاڑی میں بیٹھتے ہوئے مہک نے احمر کے اترے ہوئے چہرے کو دیکھ کر کہا---

تھینک یو مہک تم خود کو ٹینشن سے دور رکھنے کی کوشش کرو گی تو مجھے بہت اچھا لگے گا--

سپاٹ سے لہجے میں احمر نے مہک کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔۔اور گاڑی گھر کی جانب موڑ دی۔۔احمر آپ مجھ سے ناراض ہیں۔۔۔احمر کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھتے ہوئے جھک کر کے چہرے کو دیکھتے ہوئے بولی۔۔

نہیں ناراض نہیں ہوں بس تم سے یہ کہنا چاہتا ہوں۔کہ تم سب پریشانیوں کو خود سے دور رکھو۔ ہمارے بچے کا اور خود کا خیال رکھو۔۔

میں تم دونوں کے بغیر خود کو ادھورا محسوس کرتا ہوں۔بہت سے خواب سجا لیے ہیں میں نے ہماری آنے والی زندگی کے لیے۔وہ گاڑی کا سٹرنگ سنبھالے ہوئے اس کی جانب دیکھ کر بولتے ہوئے واپس سٹیرنگ پر نظر جما چکا تھا۔۔

میں پوری کوشش کروں گی کہ آپ کو میری جانب سے کوئی شکایت نہ ملے اب آپ اپنے چہرے سے اداسی ہٹا کر خوش ہو کر دکھائیں۔۔

مجھے آپ کا یہ لٹکا ہوا چہرہ اچھا نہیں لگتا احمر نے مسکرا کر اس کی جانب دیکھا۔ہاں تو تم اپنا خیال رکھو احمر کا چہرہ ہمیشہ مسکراتا ہی تمہیں ملے گا۔۔

کچھ کھاؤ گی !!

ہوں !!!

کیا؟؟

گول گپے!!

مہک کچھ ہیلدی کھالو یار!!

نہیں مجھے گول گپے ہی کھانے ہے۔

آپ مردوں کو بالکل سمجھ میں نہیں آتا کہ عورتوں کا ایسی حالت میں کھٹی چیزیں کھانے کو کتنا دل کرتا ہے۔۔

ہاں بھئی ہمیں کیسے پتہ ہو گا ہم کبھی پریگننٹ تھوڑے ہوئے ہیں۔۔

احمر قہقہ لگا کر ہنستے ہوئے بولا تھا۔ احمر نے مہک کی فیورٹ پانی گول گپے والی دکان کے سامنے گاڑی روکی۔

وہ جانتا تھا کہ مہک کو گاڑی میں بیٹھ کر ہی تازے گول گپے کھانے ہی۔۔ل وہ پارسل کیے ہوئے گول گپے نہیں کھاتی تھی۔۔

بیٹھو میں ابھی لے کر آتا ہوں احمر نے مہک کے لیے دو پلیٹ تیار کروائی تھی۔ جن کو مہک نے ہمیشہ تزہاں چٹم کر دیا۔۔ ہیلدی چیزیں تو مہک سے کھائی نہیں جاتی تھی۔ مگر گول گپو جیسی چیزیں مہک کھانے میں منٹ لگاتی تھی۔۔ مہک تم یہ کھٹا پانی مت پیو یار میرے بچے کا گلا خراب ہو جائے گا۔۔ مہک کو کھٹے پانی کے گھونٹ لیتے ہوئے دیکھ احمر نے آنکھیں بند کر کے کہا تھا۔۔۔

کوئی نہیں آپ یہ بچے کا گلا خراب ہوتا وہ بھی چٹخارے لے کر کھا رہا ہے مہک کے کہنے پر۔۔دونوں ہنسنے لگے تھے۔

ooooooo

ابا سائیں میں ذرا یعقوب کی زمینوں کے حوالے سے دو دن کے لیے ملتان جا رہا ہوں تو ادھر کے سارے معاملات آپ دیکھ لینا۔۔

ناشتہ کرتے ہوئے ٹیبل پر ہی خرم نے چوہدری کو آگاہ کرتے ہوئے کہا۔۔۔

کیا سائیں آپ دو دن کے لیے جا رہے ہیں آپ نے یہ بات مجھے تو بتائی ہی نہیں۔۔ بیا جو سب کو ناشتہ دے رہی تھی۔۔ خرم کی بات پر چونک کر اداس سا منہ بنائے بولی تھی۔۔ خرم کی ماں اور باپ نے مسکراتے ہوئے بیا کی جانب دیکھا۔۔۔

خرم لبوں کے اندر مونچھوں تلے مسکرا دیا۔ وہ جانتا تھا کہ اس پاگل نے بنا ارد گرد دیکھے ایک دم سے بول دیا ہے۔ بہوش یں آنے پر خود ہی شرمائی شرمائی پھرے گی۔۔

اور وہی ہوا بیا نے نظر گھوما کر پاس بیٹھے اپنے تایا تائی کی جانب دیکھا اور ناشتہ وہی ٹیبل پر رکھ کر وہاں سے تقریبا بھاگتی ہوئی اپنے کمرے کی جانب چلی گئی۔۔

ویسے تو بڑا خوش قسمت ہے۔ تجھے اتنا پیار کرنے والی بیوی ملی ہے۔ چوہدری صاحب نے بیا کی جانب دیکھتے ہو کہا۔۔۔ جو بھاگتے ہوئے غائب ہو چکی تھی۔۔

خرم نے مسکرا کر نظریں اپنی ناشتے والی پلیٹ پر جمالی خرم نے دل سے یہ بات قبول کی تھی کہ بیا سے اچھی بیوی اسے نہیں مل سکتی تھی۔۔۔

خرم بیٹا اب تو، تو ہمیں جلدی سے دادی بنا دے ایک دم سے خرم کی ماں نے کہا تو خرم کو دھچکا سا لگا تھا یہ سن کر کیونکہ اس کی نظر میں تو ابھی اس قابل نہیں تھی کہ وہ بچے کی ذمہ داری سنبھال سکے۔۔۔۔ مگر ہاں میں سر کو ہلا کر مسکرا دیا۔۔۔وہ اپنی ماں کے دل کے ارمانوں کو ٹھیس نہیں پہنچانا چاہتا تھا۔۔۔جیتا رہ میرا پتر اللہ تجھے ڈھیر ساری خوشیاں دے اس کی ماں نے خوشی سے دعائیں دیتے ہوئے اپنے بیٹے کی جانب دیکھا۔۔۔

چوہدری صاحب اور خرم آپس میں زمینوں کے بارے میں کافی دیر تک سوچ وچار کرتے رہے۔۔ناشتے کے بعد خرم اپنے کمرے میں چلا گیا۔۔۔

ویسے ایک بات ہے خرم کی ماں بیا کی رخصتی کے بعد خرم بڑا بدل گیا ہے۔بڑا سمجھدار ہو گیا ہے اپنی ذمہ داریوں کو بڑی اچھی طرح سے سنبھال رہا ہے۔۔تو صحیح کہتی تھی۔۔ کہ شادی کے بعد بڑے بڑے سدھر جاتے ہیں جیسے کہ میں سدھر گیا اور اج تیرا پتر بھی سدھر گیا چوہدری صاحب بول کر۔۔قہقہ لگا کر ہنسے تھے۔۔ قہقہے میں اس کی بیوی نے بھی بھرپور ساتھ دیا۔۔۔

ooooooo

بیا سائیں دی جان میری طرف دیکھ تو صحیح۔۔۔بیا بیڈ پر الٹی لیٹی تکیے پر سر رکھیں ہچکیوں سے رو رہی تھی جب سے شادی ہوئی تھی چوہدری کہیں بھی اسے دو دن کے لیے چھوڑ کر نہیں گیا تھا۔۔

اس طرح اچانک خرم کے دو دن کے جانے کا سن کر بیا یاد دل برداشتہ ہو کر رو رہی تھی۔۔۔مجھے نہیں دیکھنا مجھے بتائے بنا دو دن مجھ سے دور رہنے کا پلان بنا لیا اور مجھے بتانا ضروری نہیں سمجھا۔۔اپنے سر کو تکیے پر رکھے الٹا لیٹی رونے کو برقرار ہوئے بولی۔۔۔۔قسم سے بیا تیرے اسی رونے سے مجھے ڈر لگ رہا تھا اسی لیے نہیں بتا رہا تھا میں نے سوچا کہ چلو تجھے اچانک پتہ چلے گا تو میں تجھے یوں روتا ہوا نہیں دیکھوں گا۔۔۔اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر اس کا چہرہ اپنی جانب کی رخ پلٹا۔۔۔دیکھ اتنی خوبصورت آنکھوں کا رو رو کر کیا حال کر لیا ہے۔جھک کر اس کی آنکھوں پر لب رکھ دیے۔۔چومتے ہوئے آنسوؤں کے قطروں کو پینے لگا تھا۔۔۔

مجھے نہیں پتہ آپ مجھے اپنے ساتھ لے کر چلیں۔۔۔مجھے نہیں رہنا آپ کے بغیر سائیں کے کالر کی دونوں جانب سے پکڑتے ہوئے کھینچ کر اپنے چہرے کے قریب رکھے ہوئے بولی۔۔۔سائیں کی جان میں نے وہاں جا کر ڈیرے پر آدمیوں کے ساتھ رہنا ہے۔تجھے وہاں کیسے لے جاؤں لب اس کی ہونٹوں سے ٹکرا کر چومتے ہوئے مسکرایا تھا وہ جس طرح بچوں کی طرح ضد کر کے رو رہی تھی۔۔۔

مجھے نہیں پتہ کہیں بھی رکھ لینا مجھے آپ کے ساتھ رہنا ہے۔۔سائی مجھے آپ کے بغیر نیند نہیں آتی ۔۔وہ بچوں کی طرح ہچکیاں لے کر رو رہی تھی آنکھوں میں آنسوؤں کی باڑ لگا رکھی تھی اس نے۔۔

ہائے سائیں دی نکی جئی جان۔۔۔ سائیں کو بھی تیرے بغیر نہیں آتی ۔۔پر کام دھندے بھی دیکھنے پڑتے ہیں۔۔ورنہ تجھے تیرے سسر کا پتہ ہے اس کو مجھ پر ویسے بھی گھوتا نام بہت اچھا لگتا ہے۔۔ تو نہیں چاہتی کہ تیرے شہر کی تعریف ہو۔۔ اس کے چہرے پر جھکا اپنی گال اس کی گال سے رب کرتے ہوئے اسے منا رہا تھا۔۔۔

سائیں میں چاہتی ہوں کہ آپ کی بہت عزت ہو سب آپ پر خوش ہوں۔ مگر آپ میری بات سمجھ نہیں رہے۔۔سائیں میں دو دن کیسے رہوں گی آپ کے بغیر۔۔ سائیں دی جان رونا بند کرو۔ میں تجھے وہاں جا کر فون بھی کروں گا اور جب تک تو سوئے گی نہیں ویڈیو کال پر آن بھی رہوں گا۔۔

تو میرے ساتھ باتیں کرتی ہوئی میری موجودگی کو محسوس کر کے سو جانا۔۔اور باقی پپیاں اور جپھیاں ڈالنے کا کوٹا میں

آ کر پورا کر دوں گا سو رب دی۔۔۔سائیں قسم سے کتنے بے شرم ہیں میں نے ایسی کوئی بات نہیں کی۔۔بیا سائیں کے بے باقی سے مذاق پر شرم سے لال سرخ ہو گئی تھی۔۔۔اس کے شرمائے ہوئے چہرے پر جھک اس کی پنکھڑیوں پر لب رکھ کر اپنی قید میں لے گیا۔۔

نمی کے ہر قطرے کو چوستے ہوئے اپنے اندر انڈیلنے لگا تھا۔۔اسے دیر نہ ہو رہی ہوتی تو ابھی بیاہ کی جان کو اور بھی مشکل کرتا۔۔ مگر اسے دیر ہو رہی تھی اس وجہ سے اس کی پنکھڑیوں کو آزادی بخشتے ہوئے پیچھے ہوتے ہوئے بیڈ سے کھڑا ہو گیا۔۔

اب بتاؤ میری جان مان گئی ہے یا ابھی اور محنت کرنی پڑے گی اگر اس سے آگے محنت کی تو پھر مجھے لگتا ہے آج تو میں نہیں جاسکوں گا۔۔۔

بیا کے دل کے دلکش سراپے کو دیکھ کر اپنی مونچھوں کو تاؤ دیتے ہوئے مسکرایا رہا تھا۔۔ خیر سے جائیں مگر جلدی آنے کی کوشش کرنا بیا نے محبت بھری نظروں سے دیکھ کر کہا۔۔ اور خود بھی بیڈ سے کھڑی ہو گئی۔۔ فکر نہ کرو جتنی جلدی ہو سکے گا کام ختم کر کے اپنے مکھن کے پاس ہی آؤں گا۔۔۔ تیرے جسم کی خوشبو کے بنا خرم کو بھی نیند نہیں آتی۔۔

اپنے کاٹن کے سوٹ پر کھڑے ہو کر سلوٹیں دیکھتے ہوئے مسکرایا۔۔ یہ کرتا اتار رہا ہوں اس کو دوبارہ پریس مروادو

ورنہ میرے کمینے یاران سلوٹوں کو دیکھ کر میرا مذاق اڑائیں گے۔۔۔ بیا کے ساتھ زبردستی ڈبلیو ڈبلیو ایف کرتے ہوئے خرم کے کاٹن کے کرتے پر بہت سی سلوٹیں آچکی تھی۔۔

جی اتار دیں ابھی کروادیتی ہوں!! اپنا کرتا اتار کر بیا کہ ہاتھ میں تھماتے ہوئے بیا کے گال پر جھک کر جاتے جاتے ایک اور لمس چھوڑا تھا۔۔ بیا شرماتے ہوئے روم سے جاچکی تھی۔۔ جب کہ وہ اپنے فون کو اٹھا کر کسی سے بات کرنے لگا۔۔

○○○○○○○○○○,

"وہ اونچی آواز میں بچوں کی طرح رو رہی تھی۔۔ شرم کرو میرہا۔ ہماری شادی کو سال ہونے والا ہے۔ اور تم ابھی تک بچوں کی طرح منہ پھاڑ کر رو رہی ہو۔۔۔

جان میری گردن پر تم نے یہ جو پھول پتیاں بنائی ہیں اتنا تو میں بھی نہیں رویا وہ مرہا کو روتے ہوئے دیکھ ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو رہا تھا۔۔ اس کا رونا مرہا کو مزید غصہ دلا رہا تھا۔۔۔

ہاں تو لے لیا بدلہ آپ نے خواہ مخواہ ڈرامے کر رہے تھے کہ آپ کو کوئی فرق نہیں پڑا۔۔

وہ ناراض ہو کر اس کے اوپر سے اٹھ کر جا رہی تھی۔۔ شاہ میر نے اس کی کلائی سے پکڑ کھینچ کر اپنے اوپر گرا لیا۔ اس کی کمر پر اپنے دونوں ہاتھ مظبوطی سے باندھ رکھے تھے۔۔۔

سوری جان محبت میں تھوڑا سا برداشت بھی کرنا سیکھ لو۔۔ میر کی جان ذرا سی سختی پر تمہارے آنسوں نکل آتے ہیں۔ جان میں اصل میں تو ایسا ہی ہوں تمہاری نزاکت کا خیال کرتے ہوئے ہمیشہ چاکلیٹ ہیرو بن کر رہتا ہوں۔۔

کبھی کبھی تو جان تم بھی اصل میر کو تھوڑا سا برداشت کر لیا کرو۔۔ محبت سے اس کی پلکوں کو چومتے ہوئے آنسوؤں کے قطروں کو اپنے لبوں میں پی گیا۔۔۔

تم نے یہ کیسے کہہ دیا کہ تم نے میرے ساتھ نہیں رہنا اور اپنے بھائی کے گھر چلی جاؤ گی۔۔۔ وہ تو میں نے غصے سے بولا تھا۔۔ سینے پر سر رکھ کے بولی۔۔

جان نکال لوں گا تمہاری اگر ایسا سوچنے کی جرأت بھی کی۔۔۔ تمہارا اے سی پی

بڑی کتی چیز ہے۔۔۔ میری معصومیت پر مت جانا مسکراتے ہوئے لفظوں کی سختی میں لبوں کے نرمی دکھاتے ہوئے اسے اپنے سینے پر لگائے لیٹا تھا۔۔۔

وہ بچوں کی طرح روتے ہوئے اسی کی پناہ گاہ میں خود کو محفوظ کیے لیٹی ہوئی تھی۔۔تو آپ مجھے اتنا تنگ ہی نہ کیا کریں کہ میں آپ کو جانے کی دھمکی دوں۔۔۔ تمہیں تنگ کرنا میرا حق ہے۔۔ مجھ سے دور جانے کا حق میں نے تمہیں دیا نہیں۔۔۔ آج تو ایسا سوچ لیا مگر آج کے بعد اگر سوچا بھی تو قسم سے جان لینے میں دیر نہیں لگاؤں گا کہتے ہوئے کہ جو گہری نظروں سے چہرے کی جانب دیکھ لبوں کی چنبش اس کے لبوں پر چھوڑی۔۔ آپ نے مجھے فضول میں اتنی سزا دی میری کوئی غلطی بھی نہیں تھی۔۔۔ شفا کا مدعا پوری رات کو ہلکان کرنے کا تھا۔۔شاہ میر نے واش سے بیڈ تک محبتوں کی بارش میں بگوتے ہوئے جو سختیاں کی تھی میر ہا اسی بات پر شاہ میر سے ناراض ہو کر رو رہی تھی۔۔۔ویسے تو وہ سزا نہیں تھی میری محبت تھی جو اتنے دن تم پر نچھاور نہ کرنے کی وجہ سے سزا میں بدل گئی۔۔۔

تھوڑی سی سختی زیادہ ہو گئی تھی اس کے لیے میں بالکل شرمندہ نہیں ہوں بلکہ اب سے تو شاہ میر کی سختی والی محبت کو برداشت کرنے کی ہمت پیدا کرو مرہا جی۔۔۔ اب آپ بڑے ہو گئے ہو ایک سال ہونے والا ہیں ہماری شادی کو !!!تو کیا اب آپ ایسے ہو جائیں گے وہ آنکھیں پھاڑ کر سر اٹھائے اس کا چہرہ دیکھنے لگی۔۔۔

ایسے ہو جائیں گا مطلب کون سے میرے سینگ نکل آنے ہیں مسکراتے لبوں سے بولا--- میر اگر آپ نے میرے ساتھ یہی سلوک کیا تو میں سچ میں رومان بھائی کے گھر چلی جاؤں گی-- اور اب یہ دھمکی نہیں ہے- میں سچ میں چلی جاؤں گی- سینے سے سر اٹھا کر آنکھوں میں انکھیں ڈال دھمکی دے رہی تھی--

تیری دھمکی کی تو ایسی کی تیسی تو جا کر دکھا-- میں میں تو اب پیار میں سختی بھی کروں گا-- تمہاری جان بھی نکالوں گا ہوش بھی ٹھکانے لگاؤں گا-- جانے کی تو سوچنا بھی مت--- کروٹ لے کر اس کے اوپر آگیا جو کچھ دیر پہلے اسے چپ کروا رہا تھا-- اب اس کے لبوں پر لبے رکھے ہوئے سانسوں کو کھینچ کر اپنے اندر انڈیلتے ہوئے اس کی جان کو مشکل کیے ہوئے تھا--- وہ کسی اور ہی موڈ میں لگ رہا تھا کہ اس کے فون پر بجتی ہوئی رنگ ٹون سے وہ پیچھے ہوا-- فون کو گھور کر دیکھا-- جبکہ مرہا شاہ میر کو گھور کر دیکھ رہی تھی--- وہ تھوڑا سا سائیڈ پر ہوا تھا فون اٹھانے کے لیے اور مرہا ایک سیکنڈ سے پہلے وہاں سے غائب ہو چکی تھی- اسے 100 کی سپیڈ سے واش روم میں جا کر بند ہوتے دیکھ شاہ میر کو ہنسی آگئی وہ فون پر بات کرنے لگا---

ooooooo

(چار مہینے بعد) عاصم آپ اتنے پریشان کیوں ہیں-- کس کا فون آیا تھا--

عاصم کو یوں بکھلا کر تیار ہوتے دیکھ شفا نے پوچھا۔۔۔شفا تم جلدی سے تیار ہو جاؤ ہمیں مہک آپی کو دیکھنے کے لیے ہاسپٹل جانا ہے۔۔

احمر بھائی کا فون آیا تھا آپی کی طبیعت بہت خراب ہے۔۔

اللہ خیر کرے ہم پرسوں ہی تو مل کر آئے ہیں تب تو آپی بالکل ٹھیک تھی۔۔۔شفا مجھے نہیں پتہ بس تم دعا کرو کہ آپی کو کچھ نہیں ہو عاصم شاہ نے بہت افسردہ لہجے سے کہا۔۔۔

انشاءاللہ میں آپی کو کچھ نہیں ہو گا آپ پریشان نہیں ہو۔بس مجھے دو منٹ دیں میں ابھی چینج کر آتی ہوں اپنے کپڑے لے کر واش روم میں جا چکی تھی۔۔۔

عاصم شاہ نے مہک سے شفا کو ملوا دیا تھا اور کئی بار وہ مہک سے مل کر آ چکے تھے۔۔۔ مہک نے بہت خوش دلی سے شفا کو اپنی بھابی ایکسیپٹ کیا تھا۔۔

مگر آج اچانک احمر کا فون آیا کہ ڈلیوری کے وقت مہک کی حالت بہت زیادہ کریٹیکل ہے اور وہ اسے یاد کر رہی ہے۔۔کراچی میں صرف عاصم شاہ ہی موجود تھا۔اس کی والدہ تو لاہور میں تھی۔۔ان کو پہنچنے میں ٹائم لگنا تھا۔۔عاصم شاہ اور شفا ہاسپٹل کے لیے نکل چکے تھے۔

ooooooo

میرب پلیز مجھے معاف کر دو!!میرب اور رومان شاہ ابھی ہاسپٹل آئے تھے۔رومان شاہ اور میرب ابھی کچھ دیر پہلے ہی ہاسپٹل پہنچے تھے۔۔۔رومان پلیز تم دونوں مجھے معاف کر دو تا کہ اللہ بھی مجھے معاف کر دے۔۔ مہک نے کچھ دور کھڑے ہوئے رومان شاہ کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔۔۔مہک تم پریشان نہیں ہو میں نے تمہیں اسی دن معاف کر دیا تھا جس دن تمہیں اپنے دوست کے ساتھ رخصت کیا۔۔۔

میرب پلیز تم بھی مجھے معاف کر دو۔ مہک میں تو تمہیں کب سے معاف کر چکی ہوں اب تو ہماری دوستی بھی ہو گئی ہے۔پلیز تم پریشان نہیں ہو تم ٹھیک ہو جاؤ گی۔۔ تم اپنی پیاری سی بیٹی کی طرف دیکھو تمہیں اس کے لیے ٹھیک ہونا ہے۔اس کے پاس لیٹی ہوئی چھوٹی سی گڑیا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے، میرب نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے بہنوں کی طرح تسلی دی۔۔۔

نہیں میں نہیں بچوں گی مجھے پتہ ہے میں نے اپنی زندگی میں بہت سے لوگوں کے دل دکھائے ہیں بہت سے لوگوں کے دل توڑے ہیں تو مجھے بھی سزا تو ملنی ہے۔۔اور میرے اللہ نے میرے لیے شاید یہی سزا تجویز کی ہے کہ آج میں سب کچھ حاصل کر کے بھی لاحاصل ہو گئی ہوں اتنا پیار کرنے والا شوہر اتنی پیاری بیٹی جن کو چھوڑ کر مجھے آج جانا ہے۔ مشکل سے سانس لیتے ہوئے اس کی آنکھوں میں انسو رواں تھے۔۔

اس کا آکسیجن لیول گرتے جا رہا تھاڈاکٹر بار بار سب کو روم سے باہر جانے کو بول رہی تھی۔۔

جبکہ مہک شاید آخری چند باتیں ان سے کرنا چاہتی تھی۔وہ ان کو جانے ہی نہیں دے رہے تھی۔

احمر کی آنکھوں میں آنسوں تھے وہ تڑپتی ہوئی نظروں سے مہک کی جانب دیکھ رہا تھا۔۔

کیونکہ ڈاکٹر اسے کلیئر بتا چکے تھے کہ مہک کی کنڈیشن ٹھیک نہیں ہے۔عاصم شاہ اور شفا بھی آ چکے تھے۔۔

عاصم نے تڑپ کر اپنی بہن پر جھک کر اس کے ماتھے کو چومتے ہوئے اس کی جانب دیکھا تھا۔۔

کیونکہ راستے میں ہی اسے بھی ساری بات پتہ چل چکی تھی۔۔۔

شفا میرے بھائی کا بہت خیال رکھنا عاصم بہت پیارا بھائی ہے اور تمہارے لیے بہت پیارا شوہر ثابت ہو گا۔۔ آپی آپ ٹھیک ہو جائیں گی آپ پریشان نہ ہو شفا نہیں تسلی دیتے ہوئے کہا۔۔میری بیٹی کا خیال رکھنا شفامہک نے بڑے مان سے شفا کی جانب دیکھتے ہوئے کہا تھا۔۔جیسے اسے یقین تھا کہ شفا اس کی بیٹی کا خیال رکھے گی۔۔

مہک آپی اس طرح کی باتیں مت کریں آپ ٹھیک ہو جائیں گے۔عاصم شاہ نے تڑپ کر اپنی بہن کا ہاتھ پکڑ کر کہا تھا۔۔امی کا خیال رکھنا عاصم ہو سکے تو ان کو بھی اپنے پاس بلا لو وہ وہاں پر بہت اکیلی ہے۔۔

آپ لوگ پلیز باہر جائیں ان کو ٹھیک سے سانس نہیں آ رہا ڈاکٹر نے چلاتے ہوئے کہا تھا۔۔

سب لوگ باہر جا چکے تھے مگر مہک نے احمر کو جانے نہیں دیا وہ جانتی تھی کہ اس کے پاس ٹائم بہت کم ہے--

وہ آنسوؤں سے لبریز آنکھوں سے مہک کی جانب دیکھتے ہوئے پاس بیٹھ گیا۔احمر اپنا اور ہماری بیٹی کا بہت خیال رکھنا--خود کو سنبھال لینا ہے۔تم شادی کر لینا۔ہماری بیٹی کو ایک ماں کی بہت ضرورت ہے ہو گی--وہ بامشکل سانسوں کو کھینچتی ہوئی احمر کا ہاتھ پکڑے ہوئے بول رہی تھی--

مہک پلیز چپ کر جاؤ کب سے تم بولے جا رہی ہو تمہیں بہت شوق ہے مجھے چھوڑ کے جانے کا میں نہیں سنبھال سکتا خود کو تو ہماری بیٹی کو کیسے سنبھالوں گا--

ہم دونوں کو سنبھالنے کے لیے تمہیں ٹھیک ہونا پڑے گا--مہک تمہیں جینا ہے ہماری بیٹی کے لیے میرے لیے تمہیں مجھ پر ترس نہیں آرہا--میں تمہاری تڑپ کو سمجھ سکتی ہوں۔مگر مجھے میرے گناہوں کی سزا ملنی تھی اور میرے اللہ نے میرے لیے یہی سزا تجویز کی ہے---پلیز احمر مجھ سے وعدہ کرو کہ تم شادی کرو گے--

اس کی سانسیں ٹوٹ رہی تھی جبکہ ڈاکٹر احمر کو باہر بھیجنے کی کوشش کر رہی تھی مگر مہک نے زبردستی احمر کے ہاتھ کو ہاتھوں میں دبا رکھا تھا--پلیز احمر میری سانس میرا ساتھ چھوڑ رہی ہے وعدہ کر لو میرے ساتھ--تم نے مجھے بہت پیار کیا میں تم پر خوش ہوں--تم بھی مجھ پر خوش رہنا مجھ سے کوئی غلطی کوتاہی ہو گئی ہو تو مجھے معاف کر دینا---

احمر تم نے مجھے تھوڑے سے وقت میں اتنی خوشیاں دیں کہ میرے دل میں کوئی حسرت باقی نہیں ہے--

پلیز میری یہ آخری بات مان لو اس کی سانسیں اکھڑنے کی وجہ سے آنکھوں میں پانی بہنے لگا تھا--

احمر بھائی پلیز آپی بہت تکلیف میں ہے جو کہہ رہی ہیں ان کی دل کی تسکین کے لیے بول دیں--

عاصم شاہ جو اپنے دل کے ہاتھوں مجبور ایک بار پھر زبردستی روم کے اندر آچکا تھا احمر کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر ہاں بولنے کو کہہ رہا تھا---

وعدہ کرتا ہوں جو تم کہہ رہی ہو میں وہ کروں گا-- احمر کے لب ساتھ نہیں دے رہے تھے کہ وہ شادی کرلے گا-- شاید مہک وعدہ ہی سننا چاہتی تھی--

عاصم اور احمر کے ہاتھوں میں ہی مہک نے دم توڑ دیا-- اس کی سانسوں کی ڈور ٹوٹ چکی تھی--

وہ کھلی آنکھوں سے ان کی جانب دیکھ رہی تھی-- آنکھوں کی حرکت بند ہو چکی تھی--

ڈاکٹر نے ایک ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے آخری حربہ آزماتے ہوئے چھاتی پر دباؤ دے کر سانس دلانے کی کوشش کی جب کہ کوئی زندگی کے آثار نظر نہ آنے پر آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر آنکھوں کو بند کر دیا-- آکسیجن بند کر دی گئی تھی---

مہک۔۔۔ مہک یار ایسے نہیں چھوڑ کے جا سکتی تم مجھے۔۔۔ میں اور گڑیا کیسے رہیں گے تمہارے بغیر۔۔۔۔یار کیا ہو گیا یہ ایک دم سے۔۔کیسے سب کچھ ختم ہو گیا۔۔احمر رو رہا تھا وہ ایک مرد ہو کر بھی خود کو سنبھال نہیں پا رہا تھا۔۔

عاصم شاہ صدمے سے ساکت کھڑا تھا۔

جس کی اکلوتی بہن دنیا سے جا چکی تھی۔اندر رونے کی آوازیں سن کر باہر کھڑا ہوا رومان شاہ میرب شاہ زیب ہما سب اندر آ چکے تھے۔۔

شاہ میر اور مرہا بھی ہاسپٹل میں آ چکے تھے مگر ان کے پہنچنے سے پہلے ہی مہک دم توڑ چکی تھی۔۔ضروری کاروائی کے بعد مہک کی ڈیڈ باڈی ان کے حوالے کر دی گئی۔۔ بہت ہی دل سوز سما تھا۔۔

oooooooo



(دو مہینے بعد) میرب کی اچانک سے نیند میں آنکھ کھلی تو اپنے ساتھ رومان شاہ کو نہ پا کر اس نے ادھر ادھر دیکھا تھا۔سٹڈی روم کا دروازہ کھلا ہوا دیکھ میرب آہستہ سے بیڈ سے اتر کر چلتے ہوئے سٹڈی روم کے اندر آ گئی۔جہاں رومان شاہ رات کے دو بجے جائے نماز پر بیٹھا آنکھیں بند کیے۔اپنے رب سے دعاؤں میں مشغول تھا۔اس کی گالوں پر آنسوؤں تھے۔جن کو دیکھ کر میرب حیران سی ہوتے ہوئے

اس کے قریب جا کر بیٹھ گئی۔۔ رومان شاہ اپنی دعاؤں میں اتنا مشغول تھا کہ اسے میرب کے آنے ہی نہیں چلا۔۔

شاہ آپ رو رہے ہیں!! میرب کی آواز پر شاہ نے دعا میں اٹھائے ہاتھ چہرے پر پھیرتے ہوئے میرب کی جانب دیکھا۔۔ جان تم کیوں اٹھ کر آ گئی اور تم یہ زمین پر کیوں بیٹھی ہو۔۔ تمہیں ڈاکٹر نے بیڈ ریسٹ کے لیے کہا ہے۔ میرب کو کھڑے ہو کر نرمی سے اپنی گود میں اٹھا چکا تھا۔۔ شاہ آپ میرے پاس نہیں تھے تو میں پریشان ہو گئی۔۔ اس لیے آپ کو دیکھنے آ گئی آپ مجھے بتائیں کیوں رو رہے تھے۔۔ ایک ہاتھ شاہ کے گلے کے پیچھے سے ڈالے ہوئے جبکہ دوسری ہاتھ سے شاہ کے آنسوں صاف کرتے ہوئے افسردہ لہجے سے پوچھا۔۔۔

میں رو نہیں رہا تھا بس اللہ تعالی سے کچھ خاص دعا کر رہا تھا تو میری آنکھوں سے آنسوں آ گئے ۔۔ میرب کے چہرے کو اپنے مقابل دیکھ رومان شاہ نے لب اس کے گال پر رکھ کر محبت سے چومتے ہوئے اسے جھک کر بیڈ پر لٹا دیا۔۔



تکیے کو اس کے سر کے نیچے سیٹ کرتے ہوئے اس کی ٹانگوں کو سیدھا کر کے اوپر کمبل ڈال دیا۔۔ وہ میرب کے پاس ہی لیٹ گیا۔۔ اس کی ماتھے پر لب رکھ کر چومتے ہوئے۔۔ ایک عجیب سی محبت اور ڈر تھا رومان شاہ کے چہرے پر جس کو میرب باخوبی دیکھ رہی تھی۔۔۔

پلیز شاہ بتائیں آپ کیوں پریشان ہیں اور پلیز یہ مت کہیے گا کہ آپ پریشان نہیں ہیں۔

اگر آپ کو میرب کے دل کی ہر بات سمجھ میں آتی ہے تو میرب کو بھی نظر آتا ہے کہ آپ پریشان ہیں،

رومان شاہ کے گال پر ہاتھ رکھ کر میرب متلاشی نظروں سے شاہ کی جانب دیکھ رہی تھی۔میرب اگر تم نہیں چاہتی کہ تمہارا شاہ پریشان ہو تو تم اپنا بہت خیال رکھو۔

پتہ نہیں کیا چل رہا تھا اس کے دماغ میں میرب کو اپنی مضبوط باہوں کے دائرے میں کستے ہوئے سینے میں چھپائے ہوئے تھا۔۔

شاہ میں اپنا بہت خیال رکھتی ہوں!اور ویسے بھی سارا دن آپ میرے پاس ہوتے ہیں میرا خیال رکھنے کے لیے ایک منٹ کے لیے بھی تو میں اکیلی نہیں ہوتی۔

بھر کیا ڈر ہے آپ کے دماغ میں جو آپ اتنے پریشان رہنے لگے ہیں۔۔

میرب نے مہک کی ڈیتھ کے بعد یہ محسوس کر رہی تھی کہ رومان شاہ بہت زیادہ ٹینشن میں رہنے لگا تھا



۔۔

حالانکہ رومان شاہ کو جب سے میرب کی پریگنسی کا پتہ چلا تھا وہ آفس نہیں جا رہا تھا۔رومان شاہ ے سارا کام دلاور کے ہینڈ اوور کر رکھا تھا۔۔

اپنی خاص میٹنگز اور کام وہ اپنے سٹڈی روم میں ہی بیٹھ کر کرتا۔۔ایک سیکنڈ کے لیے بھی خود کو میرب سے دور نہیں کر رہا تھا۔۔۔

وہ کسی پر بھی ٹرسٹ نہیں کر رہا تھا پورا دن وہ میرب کا خود سے دھیان رکھتا کھانے سے لے کر ڈریسنگ اس کی ایکسٹر اسائز اس کو کھلی فضا میں بٹھانا ہر چیز رومان شاہ اپنے ہاتھوں سے کر رہا تھا۔۔

پھر بھی ایک ڈر تھا جو رومان شاہ کے چہرے پر واضح نظر آتا تھا۔۔

رومان شاہ پانچ وقت کی نماز تو پہلے ہی باقاعدگی سے ادا کرتا تھا، مگر اب تو تہجد۔ بھی پابندی پڑ رہا تھا۔۔

پانچ وقت کی نمازوں سے لے کر تہجد میں رونے تک قران پاک کی تلاوت سے لے کر زبان سے اللہ کا ورد کرتے ہوئے ہر وقت اس کی دعاؤں میں صرف اور صرف میرب تھی۔۔۔

وہ میرب کے لیے بے حساب دعائیں مانگ رہا تھا پھر بھی اس کے دل کو ایک عجیب سی بے سکونی تھی۔

کہیں میرب کو کھو دینے کا ڈر اس کے دل میں گھر کر چکا تھا۔۔

شاہ کہاں کھو گئے کیا ہو گیا ہے شاہ آپ کو۔۔۔شاہ سوچتی ہوئی نظروں سے میرب کو دیکھ رہا تھا۔۔وہ سوچوں میں کھویا ہوا تھا۔۔۔میرب کے بلانے پر ہوش کی دنیا میں واپس آیا۔۔۔

میرا شاہ تو کہیں کھو گیا ہے نہ آپ پہلے کی طرح خوش رہتے ہیں۔نہ میرا شاہ مجھے پہلے کی طرح ڈانٹتا ہے نہ سختی کرتا ہے آپ نے مجھے ایک چھوٹے بچے کی جیسے بنا دیا ہے۔۔۔

ہر چیز میں آپ پر ڈیپنڈ ہو کر کرتی ہوں۔واش روم تک آپ مجھے اکیلے نہیں جانے دیتے۔اور دیکھیں شاہ میں آپ کو بالکل تنگ بھی نہیں کرتی اب جیسا کہتے ہیں میں ویسا کرتی ہوں۔۔

مگر شاہ یہ آپ کی چپ یہ اداس پریشان چہرہ میں نہیں دیکھ سکتی۔شاہ کے چہرے کو دونوں جانب سے پکڑتے ہوئے بے اختیار میرب نے محبت سے اپنے ہونٹ

شاہ کے ہونٹوں پر رکھ کر چوم لیا۔۔

اگر شاہ کی جان میر میں تھی تو میرب کی جان بھی شاہ کے اندر بستی تھی۔۔

وہ کہاں دیکھ سکتی تھی اپنے شاہ کو اتنا اداس اور پریشان۔۔اور وہ جانتی تھی کہ شاہ جتنا مرضی سٹریس میں ہو اس کی قربت میں شاہ بہت پر سکون ہو جاتا ہے۔۔

شاہ کی جان میں پوری کوشش کروں گا کہ میں پریشان نا دکھائی دوں۔۔

اور میری جان میری وجہ سے تم سٹریس مت لو۔۔۔ مگر یہ جو تم میرے صبر کا امتحان لیتی ہو اس کا حساب تو میں تم سے کن کن کر لوں گا۔۔ جھک کر پنکھڑیوں کو چومتے ہوئے پوائنٹ کیا۔۔۔ تمہاری ڈاکٹر صاحبہ نے سخت آرڈر دیے ہیں کہ میں تمہارے قریب جا کر اپنی محبت نچھاور نہیں کر سکتا۔۔۔

اور تم سارا دن مجھے چھوٹی چھوٹی کسیاں دے دے کر میری حالت کو قابل رحم بنا دیتی ہو۔۔

اس کے بعد شاہ خود کو کیسے کنٹرول کرتا ہے اس کا تو تمہیں پتہ بھی نہیں۔اس کے چہرے پر جھکا محبت سے پورے چہرے پر لمسوں سے طواف کر رہا تھا۔۔



شاہ تھوڑی سی کسیاں میری ہوتی ہیں تھوڑی سی کسیاں میری اپنے بابا کے بے بی کی طرف سے ہوتی ہیں۔۔ ہم دونوں کی کسیاں ملا کر تھوڑی سی زیادہ ہو جاتی ہیں۔۔

اور جب میرا بے بی دنیا میں آجائے گا پھر ہم دونوں مل کر ایک گال پر میں کس کیا کروں گی۔ اور دوسری پر میرا بے بی کس کیا کرے گا۔۔اور آپ ہم دونوں پر ناراض نہیں ہو سکتے، کیونکہ یہ حق

میرب رومان شاہ نے آپ کو دیا ہی نہیں شاہ کے انداز میں نقل اتارتے ہوئے۔شاہ کے گلے میں لاڈ سے بازو ڈالتے ہوئے کہا۔۔

اچھا جی تو میرب رومان شاہ !!شاہ کو تم سے ناراض ہونے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔۔شاہ اپنے انداز میں جب آپ کی جان نکالے گا تو پھر آپ نے سسکیاں نہیں بھرنی ۔۔اپنے شاہ کو برداشت کرنا ہے۔۔شاہ بھی میرب کے انداز میں لاڈ سے باتیں کرتے ہوئے اس کی گردن پر جھکا لمس چھوڑ رہا تھا۔۔شاہ شاہ۔۔ ہمم۔۔ بے بی نے کک ماری ہے۔۔ کہا!!شاہ کے لیے یہ سب کچھ بہت نیا تھا اس لیے میرب کی بات پر شاہ نے حیرانی سے پوچھا۔۔ظاہر سی بات ہے شاہ میری پیٹ میں بے بی نے کک مارا ہے۔۔اچھا ایسا بھی ہوتا ہے۔شاہ نے تجسس سے کہا!!

۔ادھر لائیں ہاتھ لائے ہاتھ لائیں شاہ کے ہاتھ کو پکڑ کر اپنے پیٹ پر رکھتے ہوئے سانس روکے لیٹی تھی ۔۔تاکہ شاہ بے بی کی کک کو محسوس کر سکے۔شاہ نے اپنے ہاتھ کے نیچے ایک ننھی سی جان کے وجود کو محسوس کیا۔۔



شاہ کے دل نے ایک محبت بھری بیٹ کو مس کیا۔۔بہت الگ اور نیا احساس تھا رومان شاہ نے آج سے پہلے اس احساس کو کبھی محسوس نہیں کیا۔۔

شاید میرب کے کھو دینے کے ڈر نے اس احساس کو کہیں دور رکھا ہوا تھا۔ شاہ کے لب پہ اختیار مسکرائے۔۔

شاہ نے میرب کے پیٹ سے قمیض کو ہٹاتے ہوئے جھک کر لب پیٹ پر رکھ کر چوم لیا۔۔

اب میرب کا پیٹ کافی باہر نکل آیا تھا۔ اس کا چھٹا مہینہ چل رہا تھا۔ وہ کافی گولو مولو سی لگنے لگی تھی۔۔میرب کا بھرا ابھرا سا جسم بہت خوبصورت لگنے لگا تھا۔۔

وہ کافی ہیلدی ہو رہی تھی۔ کیونکہ شاہ اس کی ڈائٹ کا بہت خیال رکھتا تھا۔۔

شاہ آپ کو اچھا لگا ہمارے بے بی کی کک محسوس کر کے۔۔ میرب کو ہمیشہ ایک جستجو سی ہوتی تھی، شاہ کے منہ سے سننے کی کہ شاہ بچے کے لیے کیا محسوس کرتا ہے۔۔۔

ہاں شاہ کی جان شاہ بہت خوش ہے کہ ہمارا بے بی اب ککے مارنے لگا ہے۔

ویسے یہ ککس مارنا اس کو تم نے سکھائی ہیں یا وہ خود سے ہی ٹرینگ یافتہ ہے۔۔۔

شاہ نے مسکراتے ہوئے پیٹ پر اپنا ہاتھ رب کرتے ہوئے میرب کی جانب دیکھ کر پوچھا۔ آپ کا بے بی ہے اس لیے وہ سب کچھ خود سے ہی سیکھ رہا ہے۔۔

رومان شاہ کا بیٹا ہے اسے کسی کے ٹرینگ کی ضرورت نہیں۔۔۔

تو تمہیں کیسے پتہ کہ بیٹا ہے؟؟

کیونکہ میں اللہ میاں سے روز دعا کرتی ہوں کہ مجھے بیٹا چاہیے وہ بھی بالکل آپ کے جیسا خوبصورت اور جس کے ایسے خوبصورت اور گہرے ڈمپل ہو۔۔ رومان شاہ کی ڈمپلز میں انگلی ڈالتے ہوئے مسکرائی۔۔۔

جی نہیں اگر ہمارا بیٹا بھی ہوا تو اس کے ڈمپل نہیں ہونے چاہیے۔۔ کیونکہ اگر اس کے ڈمپل ہوئے تو پھر تمہاری آنکھوں میں یہ جو میں اپنے ڈمپل کے لیے محبت دیکھتا ہوں۔۔ وہ مجھے دیکھنے کے لیے نہیں ملے گی۔۔۔ اس لیے نو ڈمپل میرے ڈمپل صرف میرے منہ پر ہی رہیں گے۔۔۔

اور صرف میرے ڈمپلز کو حق ہے کہ تم ان کو دیکھو چومو اور پیار کرو۔۔۔ شاہ اپنے بیٹے سے جیلس ہو رہے ہیں۔۔۔ ہاں بالکل جیلس ہو رہا ہوں کیونکہ تمہارے پیار پر صرف میرا حق ہے اور میں اپنے برابری پر اپنے بیٹے کو بھی نہیں آنے دوں گا۔۔ یہ بات ہمیشہ یاد رکھنا مسز رومان شاہ۔۔۔ دنیا کا پہلا باپ ہو گا جو اپنے باپ بیٹے سے بھی جلسی محسوس کر رہا ہے۔ میرب کھی کھی کر کے ہنس رہی تھی۔۔

بڑے دانت نکل رہے ہیں۔ جب تم میرے منہ سے کسی اور کا نام سنتی ہو تو تمہیں جتنی جلسی فیل ہوتی ہے، ویسی ہی جیلسی مجھے ہوتی ہے تمہارے منہ سے کسی اور کا نام سن کر۔۔

مگر شاہ وہ کوئی اور نہیں ہمارا اپنا بچہ ہو گا۔۔۔ تمہارے پیار پر نو سمجھوتا تمہارا پیار صرف میرے لیے ہونا چاہیے۔۔ پھر چاہے وہ میرا بیٹا ہو یا کوئی اور۔۔۔ شاہ آپ کتنے ضدی ہو گئے ہیں۔۔ میر کو ہنسی آ رہی تھی۔۔۔ رومان شاہ کی انسکیورٹی پر۔

مگر کہیں نہ کہیں اسے خود پر بہت غرور اور مان بھی تھا۔۔ جس کے نصیب میں رومان شاہ جیسے اکڑو کی محبت آئی۔۔ جس رومان شاہ کے محبت کے چند خوبصورت لمحات چرانے کے لیے وہ اپنی جان لینے کو تیار تھی۔۔۔

آج وہ رومان شاہ اس پر محبت کی بارش ایسے برساتا کہ کبھی کبھی تو میرب کا دل اش اش کر اٹھتا تھا۔۔

oooooooo

oooooo

ماہی یار تم تھوڑی دیر مہرمہ کے پاس

بیٹھو میں ذرا عاصم کے سے چائے وغیرہ کا پوچھ لوں۔۔۔اوکے تم جاؤ میں سنبھال لوں گی ماہی جو بیٹھی ہوئی موبائل پر کچھ دیکھ رہی تھی اٹھ کر محرمہ کے پاس آگئی۔۔۔۔۔۔ویسے اس غریب کو چائے کپڑوں کے علاوہ بھی کبھی کچھ پوچھ لیا کرو۔۔۔ چھ مہینے ہونے والے ہیں تم لوگوں کی شادی کو تھوڑا سا تو یار اپنے رشتے کو آگے بڑھاؤ۔۔

ماہی نے ہمیشہ کی طرح مذاق کرتے ہوئے سمجھایا۔۔تم چپ کر کے مہرمہ کا خیال رکھو دادی اماں شفا اپ مسکراتے ہوئے کہا۔۔۔یار میں مذاق نہیں کر رہی اس شریف انسان نے فیصلہ تم پر چھوڑا ہے کہ وہ کبھی رشتے کو زبردستی آگے نہیں بڑھائے گا۔۔۔

اور جب تک تم اشارہ نہیں دو گی وہ بندہ تو اپنی بات پر قائم رہے گا۔۔تو پلیز اس کو اشارہ دو کہ تم اس کو چاہنے لگی ہو تم نے اسے ایکسیپٹ کر لیا ہے۔۔۔ماہی نے ایک اچھی دوست کی طرح ہمیشہ اسے اپنے رشتے کو آگے بڑھانے کو کہا تھا۔۔

۔ماہی پاگل ہو گئی ہو میں بھلا ان سے ایسا کیسے کہہ سکتی ہوں ماہی نے شرماتے ہوئے کہا اور روم کا دروازہ کھول کر باہر نکل گئی۔۔۔ اللہ جی یہ 2924 میں 1990 کی ہیرون کہاں سے آ گئی ہے۔۔ ماہی نے مسکراتے ہوئے سوچا کہا۔ جسے سن کر پاس بیٹھی ہوئی کیئر ٹیکر بھی ہنس پڑی۔

مہک کے گزر جانے کے بعد احمر کے بہت کہنے پر عاصم شاہ اور شفا احمر کے گھر فلحال شفٹ ہو گئے تھے۔۔۔

مہرمہ ابھی بہت چھوٹی تھی اور اسے سنبھالنے کے لیے ہر وقت ایک عورت کا ہونا ضروری تھا۔۔

احمر کی والدہ کافی ضعیف تھی جو کہ بہت کوشش کے باوجود بھی یہ ذمہ داری اچھی سے نہیں نبھا پا رہی تھی۔وہ خود بھی بیمار رہتی تھی۔۔

عاصم شاہ نے اپنی اکلوتی بہن کی آخری نشانی کی خاطر احمر کا فیصلہ قبول کر لیا۔مہک کی ماں گاؤں واپس جا چکی تھی کیونکہ وہ کچھ پرانے خیالات کی عورت تھی اور وہ دماد کے گھر پر رکنا مناسب نہیں سمجھتی تھی۔۔اور ان کو اوپر سے یہ بھی تسلی تھی کہ شفا اور عاصم یہاں پر ہیں تو ان کی نواسی کا بہت اچھے سے خیال رکھ سکتے ہیں۔۔۔

اور شفا خود بھی ابھی اتنی زیادہ میچور نہیں تھی کہ مہرمہ کی ذمہ داری کو اچھی طرح سے نبھا لیتی۔۔۔اس لیے وہ اکثر ماہی کو اپنے ساتھ روک لیتی تھی۔۔۔

ماہی کو بھی زیادہ دقت نہیں ہوتی تھی یہاں رکنے پر کیونکہ ماہی کے والدین زیادہ تر ملک سے باہر ہی رہتے تھے۔۔۔

ماہی اور ایک اس کی بڑی بہن تھی وہ بھی اکثر ملک سے باہر ہی رہتی تھی۔۔۔

تو ایسے میں ماہی گھر پہ اکیلی ہی ہوتی تھی ماہی ایک بہت امیر خاندان سے تعلق رکھتی تھی مگر ماہی کی زندگی میں خوشیاں نہ ہونے کے برابر تھی۔۔

اکثر ماہی اپنی خوشیاں خود ہی ڈھونڈتی رہتی تھی۔۔ مگر خوشیاں ہمیشہ ماہی سے کوسوں دور ہی رہتی تھی ۔ماہی کو بچپن میں اس کے ماموں نے گود لے لیا۔۔ کیونکہ ان کے گھر 10 سال بعد بھی کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی۔۔۔

مگر ایک کار حادثے میں ماموں اور ان کی وائف کا ایکسیڈنٹ ہو گیا اور وہ دونوں ہی اس دنیا سے چل بسے ۔اس وقت ماہی کی عمر تقریباً10 سال تھی۔۔

اس کے ماں باپ نے اسے واپس اپنے پاس رکھ لیا۔ماں باپ کے پیار میں تو کوئی فرق نہیں آیا۔۔

مگر اس کی بڑی بہن جو کہ عمر میں ماہی سے تقریباً10 سال بڑی تھی۔ اس نے ماہی کو کبھی قبول نہیں کیا۔ ہمیشہ وہ اس سے حسد ہی کرتی تھی۔۔ کیونکہ ماہی اپنی بہن سے زیادہ خوبصورت تھی۔۔

جس کی وجہ سے اس کی بہن ماہی سے زیادہ جیلس ہوتی تھی۔ یہاں تک کہ وہ اپنے دوستوں کو بھی یہی بتاتی کہ وہ اکیلی ہے اس کا کوئی بہن بھائی نہیں ہے۔۔



اسنے ماہی کو دل سے کبھی اپنی بہن تسلیم نہیں کیا تھا۔اس کی بڑی بہن نے امریکہ میں کسی انگریز سے اپنی مرضی سے شادی کی اور وہ زیادہ عرصہ تک چل نہیں سکی اور ان دونوں کا طلاق ہو گیا۔۔ مگر اس سے کوئی خاص فرق نہیں پڑا وہ ذہنی طور پر بہت زیادہ ازاد خیال لڑکی تھی ضرورت سے زیادہ ماڈرن

ہونے کی وجہ سے اس کا ماں باپ بھی اس سے کھچا کھچا رہتا تھا اس کا باغی دماغ ہمیشہ ایک الگ ہی دشا میں سوچتا۔۔۔

اب تو عالم یہ تھا کہ وہ کبھی مہینوں میں ایک آدھی بار ہی پاکستان اپنے گھر آتی۔۔ زیادہ تر تو وہ ورلڈ ٹور پر ہی رہتی تھی۔۔

جب کہ ماہی اپنی بڑی بہن سے بہت زیادہ مختلف تھی۔ بڑی بہن جتنی بد تمیز آزاد خیال تھی۔ ماہی اتنی ہی زیادہ سمجھدار اور ذہین تھی۔۔

ماہی کا مزاج کافی چنچل اور خوش مزاج رہنے والی لڑکی تھی۔۔ ماہی کے گھر والے کافی آزاد خیال کھلے ذہن کے ماڈرن لوگ تھے۔۔۔

ماں اور باپ دونوں ہی بزنس میں ایک الگ مقام رکھتے تھے جس کی وجہ سے انہوں نے پیسہ تو بہت کمایا مگر اپنی اولاد کو ٹائم نہیں دے سکے۔۔

اس لیے ماہی اکثر شفا کے پاس رک جایا کرتی۔ جب سے شفا کی عاصم شاہ کے ساتھ شادی ہوئی تھی۔۔ ماہی نے اپنے دماغ سے عاصم شاہ کو ہر طرح سے نکال دیا۔۔

اب وہ صرف اور صرف اس کی بیسٹ فرینڈ کا شوہر تھا۔ وہ اس نظر سے ہی عاصم شاہ کو دیکھتی تھی۔۔

اور عاصم شاہ نے تو پہلے دن سے ہی کبھی ماہی کو اس نظر سے دیکھا ہی نہیں تھا اس لیے شفا اور ماہی کے درمیان کبھی کسی غلط فہمی نے جگہ ہی نہیں بنائی۔ مہک کی ڈیتھ کو تقریباً دو مہینے ہونے والے تھے۔۔

اکثر ماہی اور شفا دونوں اکٹھی ہی کالج سے عاصم شاہ کے ساتھ رکنے کے لیے آجاتی تھی۔۔۔

ماہی کا ماں باپ زیادہ تر اگر ایک ہفتہ پاکستان میں تو اگلا آنے والا پورا مہینہ ان کا ابراوٹ میں ہی گزرتی۔

اس کی بڑی بہن نے باہر کسی انگریز سے شادی کرلی تھی مگر وہ شادی زیادہ عرصہ چل نہیں سکی۔۔

اس کے بعد طلاق ہو گئی اب وہ زیادہ تر باہر ہی رہتی تھی۔۔ کبھی مہینوں میں ایک آدھا چکر ہی اس کا پاکستان لگتا۔۔۔

ماہی گھر میں اکیلی بور ہو جاتی تھی ایسے میں مہرمہ اور شفا کا ساتھ پا کر تو ماں ہی کو جیسے پوری دنیا کی خوشیاں ہی مل گئی تھی۔۔۔

احمر کی والدہ بھی بہت اچھی اور پیار کرنے والی خاتون تھی۔وہ سب کا بہت خیال رکھتی تھی۔۔۔

شفا اور ماہی کے آنے سے گھر میں ان کے پاس بہت رونق ہو گئی تھی اور مہرمہ کی وجہ سے تو گھر میں رونقیں اور بہاریں آگئی تھی۔۔

بس کمی تھی تو صرف ایک مہک کی تھی جسے سب ہی محسوس کرتے تھے احمر نے خود کو کام میں بہت مصروف کرلیا تھا۔مہک کی یادوں سے بچنے کے لیے۔۔اکثر احمر رات کو گھر دیر سے ہی لوٹتا تھا۔۔

ماہی زیادہ تر مہرمہ کے کمرے میں ہی رہتی تھی۔ماہی کو یہاں پر کچھ بھی انکمفرٹیبل محسوس نہیں ہوتا تھا۔کیونکہ گھر میں زیادہ تر احمر کی امی شفا اور ماہی ہوتے تھے۔۔ماہی اور شفا کی پڑھائی بھی کمپلیٹ ہو چکی تھی۔۔۔

شفا نے تو فی الحال پڑھائی اس لیے روک دی کیونکہ مہرمہ کو اس کی ضرورت تھی اور ماہی شفا کے بغیر آگے پڑھنا نہیں چاہتی تھی۔تو اس لیے پڑھائی کو فلحال کے لیے سٹاپ لگ چکا تھا۔۔

مہرمہ اور شفا کا کمرہ بالکل ساتھ ساتھ ہی تھا۔۔تقریباً زیادہ ٹائم تو شفا اسی روم میں پائی جاتی تھی۔۔مگر جب عاصم شاہ آجاتا تو پھر ماہی اپنے روم میں چلی جایا کرتی تھی۔۔۔ماہی اکسر خود ہی شفا کو جانے کا بول دیا کرتی تھی۔۔۔۔ماہی آسانی سے محرمہ کو سنبھال لیتی۔۔اور ویسے بھی ہر وقت ایک کیئر ٹیکر محرمہ کے لیے روم میں ہی موجود تھی۔۔

تو ایسے میں ماہی شفا کو اس کے روم میں عاصم شاہ کے پاس بھیج دیا کرتی تھی۔۔مہک کے کہ جانے کی وجہ سے ان کا رشتہ بھی ایک جگہ پر فلحال کے رک سا گیا تھا۔۔۔اپنی بہن کی وجہ سے عاصم شاہ بھی ذہنی طور پر بہت زیادہ ڈسٹرب ہو گیا تھا۔۔۔

اور اوپر سے مہرمہ کی بہت بڑی ذمہ داری فلحال عاصم شاہ اور شفا سنبھال رہے تھے۔۔تو ایسے میں اپنے رشتے کو دونوں ٹائم ہی نہیں دے پا رہے تھے۔۔

عاصم شاہ صبح کالج چلا تا جب واپس آتا تو زیادہ تر شفا کا ٹائم مہرمہ کے ساتھ ہی گزر جاتا۔۔۔زندگی کا پہیہ جیسے جام سا ہو گیا تھا۔۔۔

oooooooo

ہما!!ہما!!زندہ ہو تو روم میں آجاؤ اس سے پہلے کہ میں خود تمہیں آکر اٹھا کر لے کر آؤں اور تم ملالہ کی آیا کے سامنے شرم سے لال ہو جاؤ۔۔ ملالہ شاہ زیب اور ہما کی بیٹی کا نام تھا۔۔ شاہ زیب نے اپنی بیٹی کا نام پٹھانوں والا رکھا تھا۔۔

شاہ زیب کی بھاری آواز فون پر ہما کی سماعت سے ٹکرائی تھی۔ آواز سے ہی اندازہ ہو رہا تھا کہ بندے کا موڈ بہت خراب ہے۔۔۔

کراچی واپس آکر ہما نے ساتھ والا روم ملالہ کے لیے سیٹ کروا دیا تھا۔ کیونکہ شاہ زیب جو اپنی بیٹی کے معاملے میں بہت زیادہ شرمیلا تھا۔۔اور اپنے جذباتوں کے معاملے میں بہت بے باک ایسے میں ہما کو یہ فیصلہ لینا پڑا۔۔۔



اور ساتھ میں ایک بہت اچھی تجربہ کار میٹ کا بھی انتظام کر لیا تھا۔۔

مگر وہ گڑیا کو سلانے کے بعد ہی اپنے روم میں آتی تھی۔ سردی کا موسم چل رہا تھا اور گڑیا کو ہلکا ساز کام تھا جس کی وجہ سے تقریبا 10 دن ہی ہونے والے تھے کہ ہما ملالہ کے روم میں اسے سلاتے سلاتے خود بھی سو جایا کرتی تھی۔۔

شاہ زیب نے اپنی طرف سے کافی کمپر ومائز کرتے ہوئے ہما کو کچھ نہیں کہا تھا۔۔اب ملالہ کافی بہتر ہو گئی تھی مگر آج کافی تھکن کی وجہ سے ہما ملالہ کو سلاتے سلاتے پھر وہیں سو گئی تھی۔۔

جبکہ آج صبح شاہ زیب ہاسپٹل جاتے ہوئے ہما کو وارننگ دے کر گیا تھا کہ وہ اس کے صبر کا اور امتحان نہ لے ٹائم سے روم میں آجائے۔۔

ہما نے کل ہاسپٹل میں نائٹ ڈیوٹی کی تھی تو آج وہ کافی تھکن محسوس کرتے ہوئے گڑیا کو سلاتے ہوئے کب اس کی آنکھ لگ گئی اسے پتہ ہی نہیں چلا۔۔

اب اس کی آنکھ شاہ زیب کے فون پر کھلی تھی۔۔جو اس نے نیند میں اٹھایا اب بھاری اور غصے والی آواز سن کر ہما کے نیند تو رفو چکر ہو چکی تھی۔۔۔جج۔جی بس ابھی آرہی ہوں گڑیا ابھی ابھی سوئی ہے۔۔

ہما نے نیند سے بھری ہوئی آواز میں بامشکل شاہ زیب سے کہا تھا۔۔۔نیند سے آواز تمہاری نہیں نکل رہی اور گڑیا ابھی ابھی سوئی ہے۔۔۔

روم میں آؤ تمہیں بتاتا ہوں۔کہ پرفیکٹ جھوٹ کیسے بولتے ہیں۔۔

شاہ زیب کی طیش والی آواز سن کر ہما جلدی سے بیڈ سے اتر کر چپلے پہنتے ہوئے روم سے نکل آئی۔۔۔

آہ!!! ششش۔۔منہ بند کرو میں ہوں۔۔ہما روم سے باہر نکلی ہی تھی کہ شاہ زیب روم کے باہر ہی کھڑا تھا۔۔ہما کی کلائی کو پکڑتے وہیں دیوار کے ساتھ پن کیا تو ہما کی ڈر سے چیخ نکلی تھی۔۔کہ شاہ زیب نے اپنے مضبوط ہتھیلی اس کی منہ پر رکھ کر اسے چپ کروایا۔۔بولا تھا نا کہ ٹائم سے روم میں آجانا۔۔تم اتنے دنوں سے میرے ضبط کو آزما رہی تھی۔۔شاہ زیب نے جھک کر اس کی گردن پر گہرا لمس چھوڑا تھا۔۔۔ہما جو آدھی ادھوری ابھی نیند میں تھی شاہ زیب کے سخت لمس سے سسک اٹھی تھی۔۔۔

شاہ زیب کیا کر رہے ہیں کوئی آجائیں گا!!

اچھا ہے سب کو پتہ چلنا چاہیے کہ تم اپنے شوہر کو کتنا تڑپاتی ہو جو اس طرح باؤلا ہو کر روم کے باہر ہی رومینس کر رہا ہے۔۔۔



سرگوشی کرتے ہوئے کان کی لوگوں کو دانتوں تلے سختی سے دبایا۔۔ہما نے زور سے سسکی بھری تھی جس کو شاہ زیب نے اپنے لبوں سے روک لیا۔۔۔اس کی پنکھڑیوں کو اپنے لبوں میں قید کیے ہوئے نمی کے قطروں کو تیزی سے اپنے اندر انڈیل رہا تھا۔۔۔

ایک پل میں ہی اسے سانسوں کے لیے مجبور کر دیا تھا۔۔لبوں پر لفظوں کی چبن اور جلن محسوس کرتے ہوئے ہما کے پورے وجود میں سنسنی کی لہریں دوڑ رہی تھی۔۔

اس کی کمر کی دونوں جانب ہاتھ رکھ کے اسے اوپر کی جانب اٹھالیا۔۔

اسی پوزیشن میں اسے اٹھا کر روم میں لایا تھا۔۔ گرنے کے ڈر سے ہما نے اپنی دونوں بازوں شاہ زیب کے گلے میں ڈالے ہوئے تھے۔۔۔

دروازہ بند کرتے ہی وہیں دروازے کے ساتھ اوپر اٹھائے ہوئے شاہ زیب اسے پن کر چکا تھا۔۔اوپر اٹھانے کی وجہ سے ہما کا دل والا مقام شاہ زیب کے چہرے کے مقابل گیا۔۔۔جسے دیکھتے ہی شاہ زیب اور بہکتا چلا گیا۔۔

شاہ زیب۔۔ سس سوری مجھے نہیں پتہ چلا میری آنکھ کب لگ گئی۔۔شاہ زیب کے ارادے بھانپتے ہوئے تھکن سے چور ہما ہو نے التجائی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔۔

تم اپنی سوری اپنے پاس رکھو مجھے میرا کام کرنے دو۔۔تم اچھی طرح سے واقف ہوا کہ مجھ سے اتنے دن دور نہیں رہا جاتا۔۔

پھر تم میرا ضبط آزما کر چیک کرتی ہو کہ میں کیا کر سکتا ہوں۔۔ تو آج تم اپنے پٹھان کا ضبط آزما چکی ہو۔۔اب میری شدتوں کو چپ چاپ برداشت کرو۔۔

تمھارے منہ سے میں کسی بھی طرح کی آواز نہیں سننا چاہتا۔۔سوری بھی نہیں سننی مجھے۔۔۔وہ ایک کی سانس میں بولتا ہوا اس کے دل والے وہ کام پر جھک کر اپنی لمسوں کی شدت سے اسے جلانے لگا تھا ۔۔۔

اتنے گہرے لمس کو دل والے مقام پر محسوس کر کے وہ تڑپ سی گئی تھی۔۔

اسے اوپر اٹھا کر پاس پڑے صوفے پر خود بیٹھ گیا اور اسے اپنے تھائیز پر بٹھالیا۔۔ جھٹکے سے اس کی نائٹی کے سٹرپ کو نیچے کر دیا۔۔۔وہ اس کے دلکش خوبصورت سراپے پر نظریں گاڑے ہوئے دیکھ ہلکے لبوں سے مسکرایا تھا۔۔

وہ شرم سے آنکھیں بند کیے خود کو اس کے سپرد کر چکی تھی۔۔۔وہ اپنے طوفانی پٹھان کا غصہ وہ بہت اچھی طرح سے جانتی تھی۔۔اب یہ غصہ شانت کرنے کے لیے اس کی شدتوں کو سہنا لازم تھا۔۔۔

نائٹی کے سٹریپ اترتے ہی اس کا خوبصورت سراپہ شاہ زیب کے نظروں کے سامنے تھا۔۔۔

اس کے کاندھوں پر لبوں کے لمس چھوڑتے ہوئے سیدھا دل والے مقام پر آ۔رکھا تھا۔۔

وہ تڑپ رہی تھی سسک رہی تھی مگر وہ اپنی من مرضیاں کرتے ہوئے تیز سانسوں سے دل والے موقع پر چکا اپنا غصہ اتار رہا تھا۔۔۔

اسے صوفے پر ہی ڈال کر اس کے اوپر جھکا اس کے جسم کی رعنائیوں کو چومتے ہوئے سسکیاں بھرنے پر مجبور کر دیا۔۔۔بنا موقع دیے اس کی سانسوں کو تیز کر چکا تھا۔۔اس کی سخت شدتوں سے۔۔روم

میں ہما کی تیز سسکیوں کی آوازیں گونج رہی تھی۔۔ساتھ میں شاہ زیب کی تیز سانسیں مل کر ایک الگ ہی دھن بنائے ہوئے تھی۔۔

ooooooooo,

احمر بھائی آپ سمجھنے کی کوشش کریں!!عاصم شاہ نے سمجھانے والے انداز میں کہا۔۔

عاصم کیا سمجھنے کی کوشش کروں مہر مہ ابھی اتنی چھوٹی ہے کہ میں اسے اکیلا نہیں سنبھال سکتا۔

اور امی بھی اکثر بیمار رہتی ہیں۔ان کی طبیعت نہیں ٹھیک ہوتی تو ایسے میں۔میں مہر مہ کو کیسے سنبھالوں گا۔

اور میڈ کے حوالے تو پوری طرح سے میں نہیں کر سکتا اپنی بیٹی کو۔۔

احمر بھائی میں آپ کی بات کو سمجھ رہا ہوں مگر پلیز آپ میری مجبوری کو سمجھیں مجھے اب لاہور میں شفٹ ہونا ہے امی جان بہت ضد کر رہی ہیں ان کا بی پی بہت زیادہ ہائی رہنے لگا ہے۔۔

امی جان اپنے پاس بلانا چاہتی ہیں میں نے اپلائی کر دیا ہے بہت جلد میرے ٹرانسفر پیپر بھی آ جائیں گے۔۔

اس لیے میں چاہتا ہوں کہ اب آپ ہمیں خوشی خوشی اجازت دیں۔۔

عاصم یار میں تمہیں کیسے خوشی خوشی اجازت دے دوں شفا بھابی کی وجہ سے میں بے فکر رہتا ہوں۔

اب تو مجھے تم دونوں کی عادت ہو گئی ہے یار امی کے پاس بھی ہر وقت رونق لگی رہتی ہے پر ابلم کیا ہے تم لوگ لاہور سے خالہ کو یہی بلا لو۔۔

ہم یہاں پر ایک فیملی کی طرح بھی تو رہ سکتے ہیں۔۔۔

کیا پرانے لوگوں والی سوچ رکھی ہوئی ہے داماد اور بیٹا میرے لیے خالہ بالکل امی کی طرح ہی ہیں۔

عاصم یار پلیز تم لوگ نہیں جاؤ!

احمر عاصم شاہ اور شفا کے جانے کی خبر سن کر بہت پریشان ہو گیا تھا۔۔

عاصم بھائی امی نہیں مانیں گی ایک تو انہوں نے ساری زندگی لاہور میں گزاری ہے وہ کراچی میں اکر کمفرٹیبل محسوس نہیں کرتی۔۔

اور دوسرا اب تو وہ ٹھیک بھی نہیں رہتی تو ایسے میں میں امی جان پر زیادہ دباؤ نہیں ڈال سکتا۔۔۔اور ہمارا یہاں پر رہنا احمر بھائی مستقل کوئی حل نہیں ہے۔۔۔



میرے پاس اس کا مستقل حل موجود ہے۔۔۔ بتاؤ بتاؤ کیا حل ہے۔۔۔ احمر نے اس کی بات بیچ میں ہی کاٹتے ہوئے تجسس سے پوچھا۔۔۔ احمر بھائی آپ ماہی سے شادی کر لیں۔۔۔وٹ احمر کو تو جیسے 100 واٹ کا جھٹکا لگا تھا۔۔۔ دماغ ٹھیک ہے تمہارا بچی ہے وہ۔۔۔ کوئی بچی نہیں ہے شفا کی ہم عمر ہے۔اور میں بھی تو شفا کے ساتھ ہنسی خوشی رہ رہا ہوں۔۔ عاصم نے دلیل دی۔۔۔

تم نے شفا سے شادی کی کیونکہ تم شفا سے پیار کرتے تھے۔ تمہیں شفا پسند تھی۔ جبکہ میرے ساتھ ایسا کوئی مرض لاحق نہیں ہوا۔۔۔

احمر شفا اور عاصم شاہ کے رشتے کے بیچ کی سچائی بالکل نہیں جانتا تھا۔ کیونکہ شاہ میر نے سختی سے منع کیا تھا کہ اس کی بیوی کی عزت کے معاملے میں کوئی بات اگر باہر آئی تو وہ جان لے لے گا۔۔

اور عاصم بھی مرہا کو مہک جتنی عزت دیتا تھا۔ تو وہ کیسے اپنی بہن کی عزت اپنے ہاتھوں سے اچھالتا سکتا تھا۔۔

اس لیے سب کو یہی پتہ تھا کہ شفا سے عاصم نے لو میرج کی ہے یہاں تک کہ مہک اور اس کی ماں بھی نہیں جانتی تھی کہ حقیقت کیا ہے۔۔

پہلی بات تو یہ کہ تم اسے پسند کرتے تھے اور دوسری یہ کہ تم مجھ سے چھوٹے ہو۔۔ اور وہ لڑکی بامشکل 1817 سال کی بچی ہے۔۔ اور میں 3534 سال کا مرد اور شادی شدہ ایک بچے کا باپ ایسے میں تم نے سوچ بھی کیسے لیا کہ تم میری شادی اس سے کروا دو گے۔۔ اور میں تم لوگوں کی باتوں میں آ کر مان بھی جاؤں گا۔۔

ڈسکسنگ بہت ہی گھٹیا مشورہ تھا اس کو تم اپنے پاس رکھو۔۔ احمر وہاں سے اٹھ کر جانے لگا تھا۔۔ احمر بھائی پلیز میری بات پوری سن کر جائیں۔۔۔ کیا سنو یار اگر بے تکی باتیں کرو گے تو میں کیا سنوں،وہ غصے سے بولتے ہوئے اپنی دونوں جیبوں میں ہاتھ ڈالے کھڑا تھا۔۔

آپ کو ایشو کس چیز سے ہے اس کی ایج کم ہے۔جب اس اس لڑکی کو کوئی اعتراض نہیں تو پھر آپ کو کیوں اعتراض ہے۔۔۔ واٹ مطلب کہ وہ لڑکی بھی جانتی ہے۔۔ ماشاءاللہ آپ لوگوں نے تو ساری پلاننگ کرر کھی ہے۔۔۔ احمر نے گھور کر عاصم کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

بھائی اگر آپ کی بہتر زندگی کے لیے ہم نے پلاننگ کر بھی رکھی ہے تو اس میں غلط کیا ہے۔۔۔۔ غلط ہے غلط یہ ہے کہ مجھے شادی نہیں کرنی میں مہک کی جگہ کسی کو نہیں دے سکتا۔۔ میرا اور مہک کا ساتھ بے شک بہت کم تھا مگر وہ خوبصورت لمحے جو میں نے مہک کے ساتھ گزارے ہیں میں ان کے سہارے زندگی گزار سکتا ہوں۔۔۔
میری زندگی میں کسی کی جگہ نہیں ہے وہ دوٹوک بولا تھا۔۔

احمر بھائی خود غرض مت بنے مہرمہ کے بارے میں سوچیں اسے ایک ماں کی ضرورت ہے۔۔اور آپ مہک آپی کے آخری وعدے کو مت بھولیں۔ آپ نے وعدہ کیا تھا کہ آپ مہرمہ کے لیے شادی کریں گے۔۔۔

عاصم شاہ نے یاد دہانی کرتے ہوئے سخت لہجے سے کہا تھا۔۔ہاں اور یہ وعدہ بھی تم نے مجھ سے زبردستی کروایا تھا۔۔احمر نے بھی سخت لہجے سے جواب دیتے ہوئے کہا۔۔

بیٹا زندگی یوں یادوں کے سہارے نہیں گزاری جاتی زندگی میں ایک ہمسفر کا ہونا بہت ضروری ہے!!

احمر کی ماں جو ٹی وی لاؤنج میں داخل ہوئی تھی ان کی بات سنتے ہی جواب دینے لگی۔۔

امی جان پلیز میری زندگی میں کسی کی گنجائش نہیں ہے۔ تھوڑا سا مشکل وقت ہے گزر جائے گا۔۔۔

مہرمہ کے لیے میں اکیلا ہی کافی ہوں بس وہ تھوڑی بڑی ہو جائے ابھی وہ بہت چھوٹی ہے تو مجھے نہیں سمجھ آتا میں کیسے اس کو سنبھالوں، مگر یہ وقت گزر جائے گا۔اس کے بعد میں اپنی بیٹی کا خود خیال رکھ لوں گا۔۔۔

بیٹا یہ وقت نہیں گزرے گا مہرمہ کو ہمیشہ ایک ماں کی ضرورت ہو گی اور تمہیں بھی ایک اچھی ہمسفر کی ضرورت ہے۔جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے جو تمہارا خیال رکھے تمہارے گھر کو محبت سنبھالے۔۔

تم بوڑھے نہیں ہو گئے ہو ابھی تمہاری عمر ہی کیا ہے۔۔۔

۔مجھے ایسا کیوں لگ رہا ہے امی جان کہ آپ سب لوگ پہلے سے فیصلہ کر چکے ہیں۔۔اور مجھے صرف آگا کیا جارہا ہے۔

ہاں ہم فیصلہ کر چکے ہیں کہ تمہاری شادی ہم کروا کے رہیں گے ۔اور ماہی بہت اچھی نیک اور سلجھی ہوئی بچی ہے۔۔

سب سے بڑھ کر وہ مہرمہ سے بہت پیار کرتی ہے شفا سے کہیں زیادہ تو ماہی اسے اپنے پاس رکھتی ہے۔۔بیٹا تمہیں اور کیا چاہیے کہ اگر تمہاری بیٹی کو ماہی کی صورت میں ایک اچھی ماں مل جائے۔۔

احمر کی ماں وہی صوفے پر بیٹھی ہوئی تسبیح ہاتھ میں لیے ہوئے اپنے بیٹے کو بڑی باریکی سے سمجھانے کی کوشش کررہی تھی۔۔۔

امی جاناآپ کو کیا ہو گیا ہے،کیا سوچ کر آپ سب اس بات کے پیچھے پڑ گئے ہیں۔وہ 17 سال 18 سال کی بچی ہے۔اسے خود ابھی کسی بڑے کی ضرورت ہے وہ خود کو نہیں سنبھال سکتی گھر اور مہرمہ کو کیا خاک سنبھالے گی۔۔

میں نے تو ہمیشہ اس کو اپنی چھوٹی بہن کی نظر سے دیکھا ہے۔۔اور آپ نے پتہ نہیں دماغ میں کیسے ایسا فتور پال لیا ہے۔۔

عاصم شاہ کو ماہی سے شادی والی بات بالکل اچھی نہیں لگی تھی۔ماہی جب بھی یہاں رکنے آتی احمر پہلی بات تو اس سے کبھی فری ہو کر بات ہی نہیں کرتا تھا۔۔
اور جب کبھی مہرمہ کو ملنے روم میں جاتا تو کبھی ماہی سے آمنا سامنا ہو جاتا تھا تو احمر اسے بچوں کی طرح چھوٹی بہن کے جیسے پیش آیا کرتا۔۔۔
ایسے میں شادی والی بات سن کر تو احمر کا پارہ ساتویں آسمان کو چھو رہا تھا۔۔

۔بیٹا لڑکیوں میں بہت صبر ہوتا ہے وہ بہت جلد اپنے آپ کو ہر ماحول میں ڈال لیتی ہے۔اور ماہی کو کوئی اعتراض نہیں ہے تمہارے ساتھ شادی پہ بلکہ وہ تو بہت خوش ہے کہ اسے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے مہرمہ کا ساتھ مل جائے۔۔وہ بچی مہرمہ سے بہت زیادہ اٹیچ ہو چکی ہے میں نے خود ماہی سے بات کی اسے تمہاری عمر تمہاری شادی تمہاری بیٹی کسی چیز سے کوئی مسئلہ نہیں ہے۔۔۔

مجھے افسوس ہے آپ لوگوں کی سوچ پر؟؟

اس بچی کو اس کے گھر بھیجیں خواہ مخواہ دوسروں کے بچوں کا برین واش مت کریں۔۔
اور مجھے شادی نہیں کرنی یہ فائنل ہے میری زندگی میں مہک اتنی یادیں ہیں کہ میں ان کے سہارے زندگی گزار لوں گا۔۔ اگر کوئی میری بیٹی کو پالنے میں میری سپورٹ نہیں کر سکتا تو مت کرے میں خود سے ہی جیسے بھی ہو ہینڈل کر لوں گا وہ غصے سے بولتا ہوا کی تیز رفتاری وہاں سے جا چکا تھا۔۔

عاصم م بیٹا یہ تو نہیں مان رہا اب ہم کیا کریں گے۔۔ اس کی ماں نے افسردہ سا منہ بناتے ہوئے عاصم شاہ سے کہا۔۔ آنٹی آپ پریشان نہیں ہوں مجھے پتہ ہے احمر بھائی کو کون منا سکتا ہے۔۔
عاصم شاہ نے مسکراتے لبوں سے کہا تو احمر کی ماں حیران سی ہو کر عاصم شاہ کی جانب دیکھنے لگی تھی۔۔
کون ہے وہ جو احمر کو منا سکتا ہے۔ احمر کی ماں نے تجسس بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔



آنٹی آپ ان کو بہت اچھی طرح سے جانتی ہیں۔ اس نے مسکراتے ہوئے ٹانگ پہ ٹانگ رکھے ایک پاؤں کو ہلاتے ہوئے پر اعتماد لہجے سے کہا۔۔

میرے خیال سے تم رومان کی بات کر رہے ہو آنٹی کی آنکھوں میں بھی چمک سی آگئی تھی۔۔۔ جی بالکل میں رومان شاہ کی بات کر رہا ہوں۔۔ صرف رومان بھائی ہی احمر بھائی کو منا سکتے ہیں۔۔

عاصم شاہ رومان شاہ احمر علوی اور ڈاکٹر شاہ زیب کی دوستی سے بہت اچھی طرح سے واقف تھا۔۔

رومان شاہ کے فیصلوں پر عاصم شاہ نے اکثر ڈاکٹر شاہ زیب اور احمد علوی کو سر خم کرتے دیکھا تھا۔۔

ایسا نہیں تھا کہ وہ اس سے ڈرتے تھے یا وہ کسی بھی معاملے میں رومان شاہ سے کم تھے۔۔ مگر دونوں رومان شاہ سے اتنی محبت کرتے تھے اس لیے وہ اس کے فیصلوں کو بہت اہمیت دیتے تھے۔۔ اور رومان شاہ نے ہمیشہ سمجھداری سے اپنے دوستوں کے لیے بہتر سے بہترین کو ترجیح دی۔۔

ان کی دوستی اتنی مضبوط تھی کہ وہ رومان شاہ کی ضدی طبیعت کے آگے ہمیشہ اپنی ضد چھوڑ دیتے تھے ۔۔رومان شاہ

ان تینوں دوستوں میں غصے کا تیز ضدی اور اکڑوں مزاج تھا۔۔اس بات سے یہ دونوں واقف تھے۔

وہ جس بات پر اڑ جاتا اسے پوری کیے بنا وہ کبھی پیچھے نہیں ہٹتا۔



ان تینوں کی دوستی کی خوبصورتی بھی رومان شاہ تھا۔۔جان تھا وہ ان تینوں کی دوستی میں۔۔ ایک ایسا بندہ جو اپنے دوستوں کے لیے جان تک دینے کے لیے حاضر رہتا تھا۔۔اس لیے عاصم شاہ کو پورا یقین تھا کہ اس کا رومان بھائی احمر کو شادی کے لیے ہر صورت رضامند کر لے گا۔۔ اس کے ٹینشن زیادہ چہرے پر ایک دم سے سائل بکھر گئی تھی۔۔

ہاں سچ کہا تم نے عاصم بیٹا یہ بات تو میرے دماغ میں آئی ہی نہیں کہ رومان شاہ احمر کو منا سکتا ہے۔ آنٹی کے چہرے پر خوشی بکھر گئی تھی رومان شاہ کا نام سن کر۔۔۔ان کو تو جیسے تسلی ہو گئی تھی کہ اب وہ ہر صورت اپنے بیٹے کی شادی کر سکیں گی۔۔۔۔

بیٹا تم جلدی سے کرو رومان بیٹا سے بات کرو اس سے کہو کہ وہ احمر کو منائے جیسے مرضی منائے مگر جلدی منائے میں اپنی زندگی میں احمر کو خوشحال دیکھنا چاہتی ہوں۔۔۔۔
اور بیٹا تم پورے دل سے اس میں میری مدد کر رہے ہو اللہ تعالی تمہیں دنیا کی ہر خوشی دے۔۔۔ورنہ آج کل کے وقت میں بہنوں کے بھائی کہاں اتنا بڑا ظرف دکھاتے ہیں۔۔۔ تم اپنی بہن کی جگہ کسی اور کو لا کر میرے بیٹے اور اپنی بھانجی کا مستقبل سیکیور کر رہے ہو اللہ تعالی تمہیں اس کا اجر دے۔۔ وہ عاصم شاہ کو دل سے دعائیں دیتے ہوئے بولی تھی۔۔



رومان کو تم آج ہی گھر پہ انوائٹ کر لو۔۔۔ نہیں تو جیسے بھی تمہیں مناسب لگے بس تم اس کو بولو کہ اس کو شادی کے لیے منائے۔۔۔بہت زیادہ بات پر زور دیتے ہوئے کہا۔۔

جی جی آنٹی آپ بے فکر ہو جائیں میں یہاں سے جانے سے پہلے احمر بھائی کا گھر سیٹ کروا کر جاؤں گا۔۔

آنٹی جی ہماری نیت غلط نہیں ہے تو انشاءاللہ اللہ تعالی ہمارا ساتھ دے گا۔ مجھے پوری امید ہے کہ احمر بھائی کو رومان بھائی منالیں گے میں بھی تو اپنی چھوٹی سی بھانجی کو اس طرح چھوڑ کر نہیں جا سکتا اور ماہی سے اچھی ماں مہر مہرمہ کو نہیں مل سکتی اس بات کا مجھے یقین ہے۔وہ تسلی بخش انداز سے بول رہا تھا۔۔۔

oooooooo

شاہ زیب۔۔۔ہمم۔۔۔ آپ بہت ظالم ہیں ۔۔اپنے اوپر براجمان ہو کر لیٹے شاہ زیب سی ہما شکوہ کرتے ہوئے بولی تھی۔



وہ شرٹ لیس ہی ہما پر براجمان ہو کر لیٹا ہوا تھا۔۔ اس نے 10 دنوں کی دوری کی سزا اچھی خاصی شدتوں کی صورت میں اسے لوٹائی تھی۔۔۔غلط ڈاکٹر صاحبہ تم بہت ظالم ہو۔۔تم پر زور دیتے ہوئے اپنی جگہ پر براجمان لیٹے بولا۔۔۔میں نے آپ پر کیا ظلم کیا ہے شاہ زیب کی کمر پر اپنا ہاتھ محبت سے رکھے ہوئے پوچھا تھا۔۔۔

دل کی ڈاکٹر ہو کر شوہر کے دل سے کھیلتی ہو، یہ ظلم نہیں تو اور کیا ہے۔

دس دن تک میں اپنی بیٹی کی خاطر زبردستی صبر کا مظاہرہ کرتا رہا۔۔

اس کے بعد بھی تمہیں مجھ سے زیادہ نیند عزیز تھی۔۔ میں روم میں تمہارے لیے تڑپ رہا تھا اور تم خراٹے لے کر ملالہ کے ساتھ سو رہی تھی۔اس لیے خان کی جان اتنی سزا کی تو تم مستحق تھی۔۔ ہما کے اچھے خاصے ہوش ٹھکانے کے لگانے کے بعد بھی اس کے لہجے میں خماری باقی تھی۔۔

اپنی گردن پر اس کے لبوں کی جنبش محسوس کرتے ہوئے وہ سمجھ چکی تھی کہ خان ابھی تک اپنی ٹون برقرار رکھے ہوئے ہے۔۔ ابھی وہ اس کی جان کو اور ہلکان کرے گا۔۔۔۔

سوری آئندہ میں اپنی نیند پر کنٹرول رکھوں گی۔۔ پلیز آج کے لیے آپ مجھے سونے دیں۔۔شاہ زیب میں نے کل نائٹ ڈیوٹی کی ہے میں بہت تھکن محسوس کر رہی ہوں۔۔۔

آ کر بھی میں نے ملالہ کے ساتھ کافی ٹائم گزارا تھا۔ میں سو نہیں سکی تھی وہ شاہ زیب کے ارادے بھانپتے ہوئے التجائی لہجے میں بولی تھی۔۔۔ ہما سچ میں تمہیں لگتا ہے کہ تمہاری کسی بھی دلیل سے میں اپنا ارادہ بدل دوں گا۔۔

شاہ زیب نے اپنا چہرہ اٹھا کر ہما کی پنکھڑیوں کو چومتے ہوئے خمار زادہ لہجے میں بولا۔۔۔ ہما نے ایک نظر اس کی آنکھوں میں دیکھا تھا۔۔ جہاں اسے ابھی تک خماری کا ایک جہاں آباد نظر آ رہا تھا۔

شاہ زیب پلیز۔اس نے منت زدہ لہجے میں۔۔ وہ سوائے شاہ زیب کی منت کرنے کی کچھ نہیں کر سکتی تھی وہ سچ میں بہت تھکن محسوس کر رہی تھی اور نیند نے تو اس کی جان نکال رکھی تھی۔۔

مگر اس کا ظالم پٹھان اپنی محبت کے آگے کسی اور چیز کو رکھتا ہی نہیں تھا۔اور آج تو دس دن کی دوری تھی تو ہما کو خود بھی بچنے کا کوئی مقام نظر نہیں آ رہا تھا۔۔ پھر بھی ہمت کر کے وہ اسے سمجھانے کی بے جاں کوشش کر رہی تھی۔۔

خانم تم اپنی مزا حمتیں اور پلیز کو سنبھال کر رکھو۔ کسی اور وقت کام آئے گی۔اس وقت نہ تو خان ارادہ ہے تمہیں بخشنے کا اور نہ موڑ، اور رہی بات تھکن کی تو مجھے تمہارے وجود سے سکون حاصل کر لینے دو اس کے بعد جناب کے ہاتھ پاؤں دبا کر تھکن دور کر دوں گا۔۔۔

ہما کی باتوں سے وہ پھر سے بہکتے ہوئے اس کی گردن پر لب رکھے لمس چھوڑنے لگا تھا۔۔ ہما کو اتنا ہلکان کرنے کے بعد بھی خان کے جذباتوں میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔۔

اسی طرح سے اسے لمس وسے جھلساتا ہوا اس پر گھٹا بن کر چھایا تھا۔۔اس کے وجود کی رعنائیوں لبوں سے چومنے لگا تھا۔۔ ہما کو تو آج ایسے لگ رہا تھا کہ خان کا غصہ اس کی جان لے کر ہی چھوڑے گا۔۔

وہ تو پچھتا رہی تھی اس آدھے گھنٹے کے لیے جس میں اس کی آنکھ لگی اور وہ گہری نیند میں جاگ کر بھول گئی تھی کہ اسے آج خان نے وارننگ دی تھی۔۔

وہ خان ہے اپنی بات سے کبھی نہیں پلٹے گا۔۔۔ جانتی تھی کہ یہ خان صاحب کا غصہ ہے جس کو وہ شدتوں میں ظاہر کر رہا ہے۔۔ اس کا سارا دن سویٹ پر بن کر گھومنے والا ڈاکٹر شاہ زیب خان رات کو ایک الگ ہی موڈ میں ہوتا تھا۔۔

ڈاکٹر شاہ زیب اور اس کے خان میں کوئی مقابلہ نہیں تھا۔۔ جہاں ڈاکٹر شاہ زیب انتہائی سلجھی پرسنلٹی کا مالک تھا۔۔ وہیں اس کا خان اپنی محبتوں کے معاملوں میں سخت جابر ضدی اڑیل تھا۔۔ سوائے اپنے

جذباتوں پر بے رحم بننے کے شاہ زیب ایک بہت سویٹ ہسبینڈ تھا جو ہما کے ساتھ ہر بات میں کمپرومائز اور محبت سے پیش آتا تھا۔۔۔۔۔

وہ خود کو اس کے رحم و کرم پر چھوڑ اس کے حوالے ایک بار پھر کر چکی تھی۔۔شاہ زیب خان اپنی محبت کی لو میں بہکتا ہوا اس کی نازک مخملی پنکھڑیوں پر جھکا ان کو قید میں لیے ہوئے۔۔اس کی سانسوں کو بے صبری سے پی رہا تھا۔۔

۔سانسوں کو بے صبری سے پیتے ہوئے ایک دم سے وہ رکا اور سر اوپر اٹھا کر لبوں کو پنکھڑیوں سے الگ کر لیا۔۔ہما نے تجسس سے شاہ زیب کی جانب دیکھا۔۔

کیونکہ وہ جھٹکے سے پیچھے ہٹا تھا۔۔ہما کو ایک پل میں ہی سمجھ آ گئی تھی کہ اسے کیا ہوا ہے۔۔۔



ہما تھکن سے بے حال تھی تو اس نے ہاتھ سٹریٹ بیڈ پر ہی رکھے ہوئے تھے سمپل اور آسان لفظوں میں یہ کہ وہ شاہ زیب کی محبت کا جواب محبت سے جواب نہیں دے پا رہی تھی۔۔۔

اور شاہ زیب کو یہ بات زہر لگتی تھی اس سے پہلے کہ خان کا غصہ سر چڑھ کر بولتا ہما نے جلدی سے اپنے ہاتھ میٹرس سے اٹھائے اور شاہ زیب کی کمر پر سختی سے رکھتے ہوئے شاہ زیب کو اپنے اوپر جھکا لیا۔۔۔

شاہ زیب پلیز اس بات پر اپنا موڈ آف کرنا۔۔ہما نے اس کی آنکھوں کا مافوم سمجھتے ہوئے جلدی سے کہا۔۔۔

۔ہما تم میرے مزاج سے اچھی طرح سے واقف ہو۔۔۔

اس طرح کی حرکتیں مت کیا کرو جس سے میں تمہاری جان کو اور مشکل میں ڈالوں۔۔۔

وہ لفظوں کی سختی میں بولا تھا۔۔خان بات بات پر مت اڑ جایا کریں غلطی ہو گئی۔۔۔

اپنی غلطی کو سدھارنے کے لیے اور اپنے خان کے قہر سے بچنے کے لیے

۔ ہما نے اپنی پنکھڑیوں کو اس کی گردن پر رکھ کر چھوٹے چھوٹے لمسوں کا سہارا لیتے ہوئے اسے پر سکون کیا۔۔۔

ہما کی پنکھڑیوں کے لمس ڈاکٹر صاحب پھر سے بہکنے لگے تھے۔۔ہما کی پنکھڑیوں کے لمس پاتے ہی شاہ زیب کے سخت الفاظ اس کے منہ میں ہی دم توڑ چکے تھے۔۔

وہ بے اختیار سا ہوتا واپس اس پر جھکنے لگا۔۔ایک بار پھر اس کی سانسوں کو تنگ کیے اپنی محبتوں کی آندھی میں اسے بے حال برپا کرر کھا گیا۔۔

تھکن کے باوجود خان صاحب کی محبت میں پورا ساتھ دیتے ہوئے ڈاکٹر ہما شاہ زیب خان کی ایک اور خوبصورت رات گزرتی جارہی تھی۔۔۔

فجر کی اذانوں میں کچھ ٹائم باقی تھا جب خان صاحب نے اس کی جان کو خلاصی کرتے ہوئے اسے آزادی بخشی۔۔ ہما کو بہت نیند آرہی تھی، مگر فجر کی نماز قضا نہ ہو جائے اسی ڈر سے وہ سوئی نہیں تھی۔۔ پلیز اب فجر کی اذانیں ہونے والی ہیں اگر آپ کا موڈ خراب نا ہو تو میں جا کر فریش ہو جاؤں، مجھے نماز پڑھنی ہے۔۔

اس کے مظبوط سینے پر لیٹی ہوئی ہاتھ اس کے مضبوط سینے پر رب کرتے ہوئے بولی تھی۔۔۔

۔۔ ہمم۔۔ ٹھیک ہے شاہ زیب نیند میں جانے لگا تھا۔ اس کا ہاتھ اب بھی ہما کی کمر کے گرد سختی سے حصار بنائے ہوئے تھا۔۔

شاہ زیب اب آپ سونے کی کوشش مت کرنا۔۔ قسم سے میں آپ کی جان لے لوں گی۔۔۔

جب میں ڈبل ڈیوٹی کرنے کے بعد بھی ٹرپل ڈیوٹی کر رہی ہوں تو آپ بھی سو نہیں سکتے تھے۔۔۔

ہمانے جھک کر شاہ زیب کے لبوں پر دانتوں سے کاٹتے ہوئے کہا تھا۔۔ آہ آہ میری جنگلی ڈاکٹر شرم کرو شوہر کو نیند آرہی ہے خلل مت ڈالو، وہ مذاق کرتے ہوئے بولا تھا۔۔

اور جو شوہر نے ساری رات میری نیند میں غارت کرر کھی تھی۔۔اس کا کیا۔۔ہوں۔۔۔اس کا کیا۔۔۔ وہ بھی اب ضدی بنے اسے جگہ با جگہ دانتوں سے چبھن دے رہی تھی۔۔۔

آپ نے ہاتھ اس کے سینے پر رکھتے ہوئے ناخنوں سے خروچیں مارتے ہوئے۔۔اسے جگاری رہی تھی ۔۔

ہما کی بچی سدھر جاؤ میرا موڈ چینج ہونے میں ٹائم نہیں لگے گا۔۔۔وہ آہ کی آواز نکالتے ہوئے بامشکل بولا۔۔۔اب آپ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔وہ انگوٹھا دیکھاتے ہوئے چڑا رہی تھی۔۔۔

فجر کی اذانیں ہونے والی ہیں اٹھیں اور اٹھ کر نماز پڑھیں مجھے ملالہ کے پاس جانا ہے۔۔باپ بیٹی نے مل کر میری جان ہلکان کر رکھی ہے۔۔۔راتوں کو باپ سونے نہیں دیتا۔۔۔دن کو بیٹی سونے نہیں دیتی۔۔۔

ساتھ میں ہاسپٹل جا کر ڈیوٹی کرو۔وہ ایک ہی بار میں کافی سارے شکوے کرتے ہوئے بولی تھی۔۔

ہاں تو ریزائن کر دو۔۔کوئی مسئلہ تھوڑی ہے۔کیوں اپنی جان کو ہلکان کرتی ہو۔گھر پر رہی کر آرام سے ملالہ اور اپنے اس پاگل پٹھان کو سنبھالو۔۔۔

شاہ زیب قسم سے آپ اپنے جذباتوں کے معاملے میں کتنے خود غرض ہے۔ کہاں تو آپ سارا دن یہ گیان بانٹتے ہیں کہ ایک ڈاکٹر کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ خود سے پہلے مریضوں کو دیکھے۔۔

اور نصیحت کرتے ہیں کہ اچانک سے ریزائن کر دینا جاب چھوڑ دینا یہ کوئی اچھی چیز نہیں ہے۔۔

کتنے سالوں میں ایک بہترین ڈاکٹر تیار ہوتا ہے مریض کا فیملی سے زیادہ ڈاکٹر پر حق ہوتا ہے۔وغیرہ وغیرہ۔۔شاہ زیب کو دیکھ نفی میں سر کو ہلاتے ہوئے بول رہی تھی۔۔

اور کہا آپ نے اتنی آسانی سے مجھے یہ کہہ دیا کہ میں ریزائن دے دوں۔وہ حیران تھی شاہ زیب کی بات پر۔۔۔

ہاں تو میں یہ سب تمہارے لیے بھی کہہ سکتا ہوں پر تم یہ اپنے ڈبل ڈیوٹی والے دکھڑے مجھے مت سنایا کرو۔۔



جب میں ڈبل ڈیوٹی کر کے آتا ہوں تو میں تو تب بھی ایسا ہی ہوتا ہوں جیسا تمہاری ڈبل ڈیوٹی کے بعد ہوتا ہوں۔میں نے کبھی آ کے تمہیں یہ کہا کہ آج میری ڈبل ڈیوٹی تھی تو آج میرا رومانس کا موڈ نہیں ہے۔۔۔

بلکہ ڈبل ڈیوٹی کے بعد تو میر ارومینس کا زیادہ موڑ ہو تا ہے وہ ڈھیٹ بنا ہوا ہنس رہا تھا دونوں ہاتھ سر کے نیچے رکھے ہوئے لیٹا تھا۔۔۔

آپ کا کچھ نہیں ہو سکتا۔میرے سیلفش خان سے میں کبھی جیت نہیں سکتی یہ میں کیسے بھول گئی تھی۔۔

وہ سینے پر دباؤ دیتے ہوئے بیڈ سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔۔۔خود کو بیڈ چادر میں لپیٹتے ہوئے کور کر کے شاہ زیب کی گہری نظروں سے بچا کر واش روم میں جا رہی تھی۔۔۔

کیونکہ فجر کی اذانیں شروع ہو چکی تھی اور اس وقت تو خان اس سے چاہ کر بھی کبھی نہ روک سکتا تھا ۔۔۔

کیونکہ وہ خود بھی نمازوں کا بہت پابند تھا خود بھی ابھی تک جاگ رہا تھا تا کہ وہ بھی نماز ادا کر سکے۔۔

اس کے بعد چند گھنٹوں کی نیند لے گا اس نے دماغ میں سوچا تھا کیونکہ وہ بھی پوری رات سو نہیں سکا تھا اور اب صبح اس نے ہاسپٹل جا کر ڈیوٹی دینی تھی۔۔

اللہ اکبر اللہ اکبر مؤذن کی آواز پر شاہ زیب بیڈ پر آذان کے احترام میں اٹھ کر بیٹھ گیا تھا۔۔

جبکہ ہما واش روم میں جا کر فریش ہونے لگی۔۔شاہ زیب نے پاس پڑھا اپنا فون اٹھا کر یوں ہی سر سری آن کر کے دیکھا تو واٹس اپ پر رومان شاہ کا وائس میسج آیا تھا۔۔ جسے پلے کر کے اس نے سنا جس میں یہ پیغام تھا کہ صبح دو بجے وہ اس کے گھر پہنچے آگے پیچھے کچھ نہیں کہا تھا۔۔۔

اور رومان شاہ کے میسج ایسے ہی ہوتے تھے جن کے آگے پیچھے کوئی بات نہیں ہوتی تھی۔۔ بس ایک پیغام جاری کر دیا گیا تھا۔۔ کہ صبح وہ تینوں اس کے گھر پر اکٹھے ہو رہے ہیں ۔اب تو شاہ زیب کو ہر صورت صبح وہاں پر پہنچنا تھا۔۔ سالہ سدھرے گا نہیں جب جی چاہتا ہے حکم صادر کر دیتا ہے۔۔ وہ اوکے کا میسج چھوڑ کر فون بند کر کے رکھتے ہوئے مسکریا تھا۔۔

○○○○○○○○○○

اسلام علیکم۔۔۔شاہ زیب اور احمر نے ایک ساتھ رومان شاہ پر لپکتے ہوئے سلام کہا۔۔

وعلیکم السلام کیسے ہو کمینو کتنے دن ہو گئے ہیں تم لوگوں کی منحوس شکلیں دیکھے ہوئے۔۔رومان شاہ احمر اور شاہ زیب کے گلے ملتے ہوئے بولا تھا۔۔سبحان اللہ، اللہ کی شان ہے گھر میں قیدی تم بنے ہوئے ہو اور الزام ہم پر دے رہے ہو اچھا قانون ہے تمہارا۔۔شاہ زیب نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے پہلا تیر رومان شاہ کی جانب چھوڑا تھا۔۔۔رومان شاہ تم باپ کیا بننے والے ہوئے یار تم تو گھر کے قیدی ہو کر رہ گئے ہو۔۔۔شاہ زیب نے ہنستے ہوئے رومان شاپ پر دوسرا نشانہ قصہ۔۔ جبکہ رومان شاہ اس کے سامنے والے صوفے پر ٹانگ پہ ٹانگ رکھ کر وائٹ کاٹن کے سوٹ میں ملبوس دل فریب مسکراہٹ

چہرے پر سج جائے بیٹھا تھا۔۔سائیڈ والے صوفے پر احمر اور عاصم بیٹھے ہوئے تھے۔۔جبکہ رومان شاہ بالکل اس کے سامنے والے صوفے پر بیٹھا تھا۔۔

بیچ ٹیبل پر کھانے کے سب لوازمات رکھے ہوئے تھے چائے کے ساتھ سنیکس اور بسکٹ وغیرہ ۔۔۔خان تھوڑی ٹھنڈ رکھو تمہیں سارے جواب دیتا ہوں پہلے ذرا تم چائے پی لو تمہاری زبان کو جو بے سکونی ہو رہی ہے اس کو چائے سے صاف کر لو رومان شاہ نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔۔۔

اور عاصم تم کیسے ہو۔ جاب کیسی چل رہی ہے۔۔ رومان شاہ نے عاصم سے متوجہ ہو کر پوچھا تھا ۔۔کیونکہ آج کافی دنوں کے بعد عاصم سے بھی اس کی ملاقات ہوئی تھی۔۔۔۔جی بھائی اللہ کا شکر میں بالکل فٹ ہوں اور جاب بھی بہت اچھی جا رہی۔۔۔ویری گڈ۔۔۔رومان شاہ نے عاصم سے کہا تھا۔۔

ہماری چھوڑو تم ہماری بھابھی کے بارے میں بتاؤ۔۔بھابھی کیسی ہیں۔۔شاہ زیب نے پوچھا تھا۔۔

ہاں اللہ کا شکر ہے وہ ٹھیک ہیں ڈاکٹر نے اس سے بیڈ ریسٹ کا کہا ہے اس لیے وہ روم میں آرام کر رہی ہے۔۔

میرب کا جسم بہت بھرا بھرا تھا اور پیٹ بھی کافی پڑ چکا تھا تو ایسے میں رومان شاہ کو بالکل پسند نہیں تھا کہ میرب اس طرح کسی کے سامنے آئے۔۔

رومان شاہ نے عاصم کے کہنے پر ملنے کا پروگرام اپنے گھر پر رکھا تھا کیونکہ وہ میرب کو کسی حالت میں بھی گھر میں اکیلا چھوڑ کر نہیں جانا چاہتا تھا۔۔

سچ میں اس نے خود کو گھر کا قیدی بنا رکھا تھا وہ کہیں بھی تو نہیں جاتا تھا سارا دن میرب کے پاس ہی ہوتا آفس تک تو اس نے گھر میں سیٹ کر رکھا تھا۔۔۔

اس لیے وہ ذہنی طور پر تیار تھا کہ اس کے کمینے دوست اس پر طعنے ضرور گھسیں گے۔۔ احمر تو فی الحال دماغی طور پر ڈسٹرب تھا اس لیے اس سے کچھ رائٹ کی امید کی جاسکتی تھی۔۔

شاہ زیب تو آتے ہی منہ پھاڑے گا اس کا اسے اندازہ تھا اس لیے وہ خاموشی سے اس کے تیروں کو برداشت کرتے ہوئے ہنس رہا تھا۔۔ ویسے بھی رومان شاہ ان کمینوں کے تانوں کو بہت دن سے مس کر رہا تھا۔۔

ٹی وی لاؤنج میں بیٹھے ہوئے عاصم شاہ ڈاکٹر شاہ زیب خان احمر علوی اور رومان شاہ آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ آج ان کے بیچ احمر کی شادی والے مدعے پر بحث ہونی تھی۔۔

رومان شاہ نے فون کر کے احمر کو اپنے گھر انوائٹ کیا۔۔ اور ساتھ میں شاہ زیب کو بھی ان آنے کا انفارم کر دیا تھا۔۔

آخر احمر رومان شاہ اور شاہ زیب کے اہم فیصلوں میں تینوں کا ہونا ضروری تھا۔۔

جب کہ عاصم تو ساری بات سے واقف پہلے ہی وقف تھا۔۔ اسے پتہ تھا کہ وہاں جا کر کیا بات ہونے والی ہے۔۔ہاں بھائی بتاؤ کیسے ہمیں یہاں پر یاد کیا گیا ہے۔ شاہ زیب اپنی عادت سے مجبور ہو کر پوچھ رہا تھا کہ آخر وہ اچانک سے اکٹھے کیوں ہوئے ہیں۔۔۔

ڈاکٹر صاحب آپ کو بڑی جلدی ہے کہ مدے کی بات پر آیا ہوا جائے رومان شاہ نے ٹانگ پر ٹانگ رکھے ہوئے دوستوں والا طنز مارتے ہوئے کہا تھا۔۔۔

پہلے تو تم بتاؤ ملالہ بیٹی کیسی ہے ٹھیک ہے رومان شاہ نے اپنی بھتیجی کے بارے میں پوچھا تھا۔۔۔

ہاں جی ماشاءاللہ بالکل ٹھیک وہ تو گھر میں رونق کا سماں لگائے رکھتی ہے۔ شاہ زیب اپنی بیٹی کا بتاتے ہوئے بلش کیا۔۔

اور ہماری بھابھی بھی ٹھیک ہیں!!.جی آپ کی بھابھی بھی بالکل ٹھیک ہیں وہ بھی کتنے دنوں سے کہہ رہی ہیں آپ لوگوں کے گھر چکر لگانے کو میرب بھابھی سے ملنا چاہتی تھی۔۔۔

بس میرا ہی ٹائم نہیں بن رہا تھا شاہ زیب نے استفسار کرتے ہوئے کہا۔۔ہاں جی تمہارا ٹائم کیسے لگ سکتا ہے ظاہر سی بات ہے اتنے بڑے سرجن ہو تو پورے پاکستان کا ٹھیکہ تو ڈاکٹر شاہ زیب نے ہی لے رکھا ہے۔۔تو ٹائم کیسے نکل سکتا ہے ہم جیسے غریب دوستوں کے لیے۔۔

رومان شاہ نے مذاق اڑاتے ہوئے کہا تو پاس بیٹھے ہوئے احمر اور عاصم شاہ

بھی قہقہہ لگا کر ہنس پڑے تھے۔۔۔

رومان شاہ سدھر جاؤ سدھر جاؤ بہت دنوں کے بعد ملے ہو یہ تنزوں کے تیر سنبھال کے رکھو۔۔شاہ زیب بھی ان کے ساتھ قہقہہ لگاتے ہوئے ہنستے ہوئے بولا تھا۔۔ٹی وی لاؤنج میں قہقہوں کی فضا گونج رہی تھی۔۔۔تینوں یار ایک ساتھ اکٹھے تھے تو فضا میں خوشیاں کیسے نہیں بکھرتی۔۔۔

کمینے تو اتنے دن ہو گئے ہیں۔ ہمیں ملنے کے لیے نہیں آیا۔خود تو گھر میں گھس کر قیدی بنا ہوا ہے۔۔۔ کم سے کم ہم باہر جا کے اپنی ڈیوٹیاں تو سنبھالتے ہیں شاہ زیب بھی اپنی اصلی دوستوں والی ٹون میں آ گیا تھا۔۔

۔ایک بار تمہاری بھابھی کو ٹھیک ہونے دو اس کے بعد کہو گے تو تمہارے گھر پر آکر ڈیرا لگا لوں گا۔۔۔رومان شاہ نے سر خم تسلیم کیا تھا کہ وہ گھر میں قیدی ہو چکا ہے۔۔

ہاں جی احمر صاحب سنا ہے کہ آپ خالہ جان کا کہنا نہیں مان رہے ہو۔رومان شاہ نے ہمیشہ کی طرح سید ھا مدے کی بات کی تھی۔۔۔

میں نے امی کی کون سی بات نہیں مانی ہے۔۔۔احمر کو کلک تو ہو گیا تھا کہ اسے یہاں پر کس پلاننگ کے تحت بلوایا گیا ہے مگر پھر بھی وہ کنفرم کرنا چاہتا تھا۔۔

۔سنا ہے جناب کی شادی کے چرچے چل رہے ہیں۔اور نواب صاحب کسی بات پر آنہیں رہے۔۔۔

ماشاءاللہ تو خبر تیز رفتار فور جی کی سپیڈ سے تم تک پہنچ چکی ہے۔احمر نے غصے سے کہا۔۔۔

کیوں نہیں پہنچنی چاہیے تھی ایسا کب سے ہونے لگا ہے کہ ہمارے درمیان باتیں چھپائی جائیں۔۔۔

ویٹ۔۔ویٹ پہلے مجھے بھی تو بتاؤ کہ کیا بات ہو رہی ہے۔۔میں تھوڑا سا یاد دہانی کروا دیتا ہوں میں بھی تم کا دونوں کا دوست ہوں۔۔۔

شاہ زیب نے رومان شاہ اور احمر کی بات کو بیچ میں کاٹتے ہوئے کہا تھا۔۔

دوست ہو تو اسی لیے تمہیں بات کرنے سے پہلے یہاں بلوا لیا گیا ہے۔۔ورنہ کون سا آج ہماری کام والی ماسی نے چھٹی کی تھی جو ہم نے تم سے جھاڑو تپڑی لگوانا تھا۔۔

رومان شاہ سدھر جا!!یار تو ایک منٹ لگاتا ہے ہماری عزت افزائی کرنے میں شاہ زیب نے ہنستے ہوئے کہا۔۔اب سیدھی مدے کی بات پر آؤ کہ مسئلہ کیا ہے۔۔شاہ زیب نے سیریس ہوتے ہوئے پوچھا تھا۔۔



عاصم شاہ تینوں دوستوں کی کمسٹری دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔۔

مدے کی بات یہ خالہ جناب کی شادی کرنا چاہتی ہیں۔۔۔رومان شاہ یہاں پر اس کی ماں کا تذکرہ کر رہا تھا۔۔

اچھا یہ تو بہت اچھی بات ہے شاہ زیب نے رومان شاہ کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے کہا تھا۔۔۔

اچھی بات تو تب ہوتی نا جب یہ نواب صاحب کے بھی مزاج زمین پر ہوتے۔۔۔روما ن شاہ نے احمر کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔۔

دیکھو روما ن میں شادی نہیں کروں گا چاہے جو بھی ہو جائے احمر نے بیچ میں ہی بات کاٹتے اپنا فیصلہ سنایا تھا۔۔

شادی تو تمہیں کرنی پڑے گی پیار سے مان جاؤ گے تو ٹھیک ہے نہیں تو پھر گھونسے مارنے کے بعد بھی تمہیں ماننا پڑے گا۔۔۔روما ن شاہ نے ہمیشہ وہی دوستوں والا حق جماتے ہوئے دھونس جمائی۔۔۔

یار مجھے شادی نہیں کرنی تم لوگ زبردستی کیوں کر رہے ہو۔۔احمر کو غصہ آنے لگا تھا۔۔

یار شادی کیوں نہیں کرنی مہرمہ کو ضرورت ہے ایک ماں کی تو کیوں تم اسے ماں کی محبت سے محروم رکھنا چاہتے ہو۔جب تمہیں اللہ تعالی نے ایک اچھا ہمسفر گھر بیٹھے دکھا دیا ہے۔۔۔روما ن شاہ سختی سے بولا تھا۔۔

تم پہلے اس بچی سے آکر ملنا 17 سال کی بچی ہے وہ جس سے یہ میرا رشتہ کر کے شادی کروانا چاہتے ہیں۔۔ ان کے دماغ خراب ہو چکے ہیں۔۔۔ احمر کا اشارہ عاصم شاہ کی جانب تھا۔ اب تو احمر اچھی طرح سے سمجھ چکا تھا کہ اسے یہاں پر کیوں لایا گیا ہے۔۔۔

تو کہاں لکھا ہے کہ چھوٹی عمر کی لڑکی سے شادی نہیں ہو سکتی۔۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی زوجہ حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی۔ ان کی عمر نو سال تھی تو ہمارے نبی نے ان سے نکاح کر کے یہ ثابت کیا کہ چھوٹی عمر والی لڑکی سے نکاح کیا جا سکتا ہے۔۔

اب اس دلیل کو ایک سائیڈ پر رکھ دو۔۔۔ اور ویسے بھی ارد گرد نظر دوڑاؤ ہم سب کی بیویاں ہم سے چھوٹی ہیں۔۔ میرے اور میرب کے بیچ میں 10 سال کا ڈفرنس ہے۔۔



مرہا اور شاہ میر کے بیچ میں 12 سال کا فرق ہے۔۔ عاصم تمہارا اور شفا کا کتنا ڈفرنس ہے۔۔۔ عاصم شاہ سے تصدیق کرتے کے لیے پوچھا۔۔ بھائی 10 سال کا فرق ہے۔۔۔ عاصم شاہ نے کھلے دل سے تصدیق کرتے ہوئے کہا جب کہ احمر نے عاصم کی جانب گھور کر دیکھا۔۔۔

گڈ شفا بھی 10 سال چھوٹی ہے۔۔اس بیچارے کو بعد میں گھور لینا اب مجھے بتاؤ کہ ماہی تم سے کتنی چھوٹی ہے رومان شاہ نے احمر کو گرتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔۔

بولو بھی کتنی چھوٹی ہے!!رومان شاہ نے اپنی بات پر زور دیتے ہوئے پوچھا۔۔

یہی 1210 سال۔۔احمر نے غصے سے لال چہرے سے جواب دیا۔

تو ایسی کون سی ہے انوکھی چیز ہو گی جو ہماری شادیاں کامیاب نہیں چل رہی میں اور میرب خوش ہیں شاہ میر اور مرہا خوش ہیں عاصم اور شفا خوش ہیں۔۔

تو پھر تم دونوں کی شادی کیوں نہیں ہو سکتی رومان شاہ نے ایک مدہ سلجھا دیا تھا۔

مجھے پھر بھی شادی نہیں کرنی بات ختم احمر نے دوٹوک انداز سے کہا تھا۔۔

شادی تو کا کے تجھے کرنی پڑے گی ہم تم سے پوچھ نہیں رہے تو میں بتا رہے ہیں اور پرسوں ہم لوگ رشتہ لے کر جا رہے ہیں ماہی کے گھر پر یہ کنفرم ہے۔۔رومان شاہ نے اپنا فیصلہ سناتے ہوئے کہا۔۔

ہاں ہاں جاؤ رشتہ لے کر جاؤ اور شادی کروا دو جلدی سے میری۔۔کیونکہ ہمیشہ تو فیصلے رومان شاہ کے چلتے ہیں میں اور شاہ زیب تو کیڑے مکوڑے ہیں ہماری تو خود کے کوئی دماغ نہیں ہے۔۔ہمیشہ وہی ہوتا ہے جو تم چاہتے ہو۔۔۔

تمہاری مرضی تھی تو تم نے مجھے عریشہ سے ملنے تک نہیں دیا۔۔کیونکہ وہ میرے لائک نہیں تھی۔۔
تمہاری مرضی تھی تو مجھے زبردستی اٹھا کر ہاسپٹل میں بیڈ پر ڈلوا دیا۔۔۔میرے ارد گرد پہرے لگا دیے تاکہ میں کہیں آ جا نا سکوں۔۔۔



جب تمہاری مرضی نہیں تھی تو میں نے کتنی منتیں کی مگر تم نے مہک کے حوالے سے مجھے کوئی جواب دینا ضروری نہیں سمجھا۔۔۔
اور جب تمہاری مرضی ہوئی اچانک سے میری شادی تو دو دن میں فکس کروا کر رخصتی کروا دی۔۔۔
اور اب بھی کروا دو تم میری دوسری شادی۔تیسری چوتھی بھی کروا دو تمہیں کون روک سکتا ہے۔۔

۔وہ غصے میں بولتا چلا گیا تھا۔۔ہو گیا تمہارا سارا ڈرامہ ختم۔۔اس کے سارے غصے کو رومان شاہ نے ہوا میں اڑاتے ہوئے کہا۔۔۔

اب اگر تمہاری بکوس ختم ہو گئی ہو تو اپنے منہ سے بکو کہ ہم پرسوں رشتہ لینے جا سکتے ہیں۔۔رومان شاہ نے ہنستے ہوئے کہا تھا۔۔۔

تم میری سچویشن کو سمجھنے کی کوشش نہیں کر رہے ہو رومان تھوڑی دیر کے لیے خود کو میری جگہ پر رکھو۔خدانہ خواستہ اگر میرب بھابھی کو کچھ ہو جائے تو کیا تم !!!!

احمر علوی زبان سنبھال کر بات کرو رومان شاہ اس کی بات کو بیچ میں کاٹتے ہوئے چیل کی طرح اڑ کر اس کے گریبان تک پہنچ گیا تھا۔۔۔



سوری یار میرا وہ مطلب نہیں تھا احمر کو اپنی غلطی کا احساس ہو گیا تھا کہ اس نے رومان شاہ سے کیا کہا ہے۔۔۔شاہ زیب اور عاصم پریشان ہو گئے تھے ایک دم سے ماحول کو بدلتا دیکھ۔۔۔۔

یار میں صرف ایک مثال دے رہا تھا۔احمر نے رومان شاہ کے غصے کو سمجھتے ہوئے کہا۔۔۔

تمہیں مثال دینے کے لیے صرف میرب ملی تھی۔۔ تم میری جان پر بھی کوئی بات کر سکتے تھے۔۔ احمر مجھے کوئی تکلیف نہ ہوتی۔۔ تم نے کیسے اتنی آسانی سے میرب کے لیے یہ الفاظ بول دیے۔۔

وہ لال آنکھوں سے احمر کو گھورتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔۔۔ جبکہ شاہ زیب اور عاصم رومان شاہ کو پیچھے کر کے ماحول کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔۔۔

رومان شاہ سے اپنا غصہ ضبط نہیں ہو رہا تھا وہ تھوڑا سا دور جا کے دیوار کی جانب منہ کر کے کمر پر دونوں ہاتھ رکھ کر کھڑا تھا۔۔۔

oooooooooo

چل رومان یار ٹھنڈ رکھ وہ بھی ذہنی طور پر بہت پریشان تھا۔۔ اس لیے اس نے کہہ دیا۔۔ تم اچھی طرح سے جانتے ہو کہ وہ بھی کبھی تمہاری دکھتی رگ پر ہاتھ نہیں رکھ سکتا۔۔

میرب بھابھی تمہارے لیے کیا ہے یہ ہم دونوں بہت اچھی طرح سے جانتے ہیں اس کے کاندھے پر شاہ زیب نے جا کر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا تھا۔۔۔

سوری یار شاید میں بھی زیادہ ری ایکٹ کر گیا ہوں۔۔ رومان شاہ نے پیچھے پلٹ کر احمر کی جانب دیکھتے ہوئے کہا جو شرمندگی سے نظریں جھکائے ہوئے بیٹھا تھا۔۔۔

یار جب سے مہک کے ساتھ وہ حادثہ پیش آیا ہے۔۔ میں تم لوگوں سے بیان نہیں کر سکتا کہ میں خود ذہنی طور پر کتنا ڈرا ہوا ہوں۔۔۔

میری راتوں کی نیند اڑ چکی ہے احمر میں یہ نہیں کہتا یار کہ تم مہک سے پیار نہیں کرتے تھے یا تم پر جو گزری وہ میں محسوس نہیں کر سکتا۔۔۔

مگر یار تم بہت بہادر ہو۔ خدا کی قسم اگر میرب کو کچھ ہوا تو رومان شاہ بھی ختم رومان شاہ جیتے جی مر جائے گا میں کبھی خود کو سنبھال نہیں سکتا بولتے ہوئے رومان شاہ کی آنکھیں نم ہو گئی تھی۔۔

وہ احمر کے پاس بیٹھتے ہوئے۔ اس کے گریبان پکڑ کر چلانے پر شرمندہ تھا۔۔ نہیں رومان تمہیں سوری کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔۔

میں نے غلط کہا میرے ساتھ جو ہونا تھا وہ ہو گیا۔ میں نے میرب بھابھی کے لیے جو کہا وہ الفاظ درست نہیں تھے مجھے اندازہ ہے۔۔ رومان شاہ کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھتے ہوئے تسلی دی۔۔

یہی تو ان تینوں کی دوستی کی خوبصورت رنگ تھے یہ ایک پل میں ہی دور ہوتے تو اگلے پل میں اس سے دگنا قریب آجاتے تھے۔۔۔

چلو اب تم لوگوں کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا ہو تو۔۔بتاؤ پھر پرسوں رشتہ لے کر چلنا ہے۔شاہ زیب نے بات کا رخ بدلتے ہوئے کہا۔۔

ہاں بالکل وہ تو ڈن ہے کہ ہم پرسوں جا رہے ہیں اسکے لیے رشتہ لینے رومان شاہ نے فیصلہ کن انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

احمر نے گھور کر شاہ زیب اور رومان شاہ کی جانب دیکھا۔۔ ایسے گھورنے کی ضرورت نہیں ہے اور ہمیں ضرورت بھی نہیں کہ تم ہمیں اپنا فیصلہ سنا ہو۔۔

ہمیں ہماری بھابھی چننے کا پورا حق ہے ہم خود دیکھ بھال کر مہرمہ بچہ کے لیے ماں لے کر آئیں گے۔۔۔ شاہ زیب نے رومان شاہ کی بات پر اس کے فیصلے میں حامی بھرتے ہوئے کہا۔۔

جب بے غیرتوں نے میری کوئی بات سنی ہی نہیں تو میرے خیال سے مجھے بولنے کا کوئی فائدہ بھی نہیں ہے۔جو دل میں آتا ہے کرو۔۔۔

اب تو اپنے دانت بند رکھ عاصم شاہ یہ سارا فتور تیرا اچھیلایا ہوا ہے۔۔اس نے امی کو بھی پٹی پڑھائی شفا بھابی کو بھی پٹیاں پڑھائی اور اب تم دو کمینے بچے تھے تم لوگوں کو بھی اپنے لپیٹے میں لے لیا ہے۔۔۔ تو بھاڑ میں جاؤ جو کرنا ہے کرو احمر نے غصے سے کہا تھا۔۔ مگر سب مطمئن اور خوش ہو گئے تھے کہ احمر نے ان کی ہاں میں ہاں ملا دی ہے۔۔۔۔

ooooooo

میں اس لڑکی سے ایک بار خود بات کرنا چاہتا ہوں گھر پر واپس آتے ہوئے احمر نے عاصم شاہ سے کہا۔۔

جی بالکل ملیں اگر کہیں تو میں کہیں ڈیٹ فکس کروادوں عاصم شاہ نے مذاق کرتے ہوئے احمر کی جانب دیکھا۔۔

قسم سے مجھے یقین نہیں ہوتا کہ تم مہک کے بھائی ہو۔۔ کوئی بھائی اپنے بہنوئی کی شادی کروانے کے لیے اتنا اتاولا کیسے ہو سکتا ہے۔۔ احمر نے گھور کر دیکھتے ہوئے کہا۔۔۔

احمر بھائی مہک آپی اس دنیا سے چلی گئی یہ میرے لیے بھی کوئی چھوٹا صدمہ نہیں مگر وہ اللہ تعالی کی رضا تھی اگر وہ میری بہن تھی تو میں نے آپ کو بھی کبھی اپنے بھائی سے کم نہیں سمجھا۔۔

میں دل سے آپ کے لیے بہت خوش ہوں۔ اور میری بہن کی آخری نشانی مہرمہ کو اگر ماہی جیسی محبت کرنے والی ماں مل جائے گی تو یہ میرے لیے بھی بہت خوشی کا باعث ہو گا۔۔۔

وہ مہک کی بات کرتے ہوئے افسردہ سا ہو گیا۔۔ ٹھیک ہے تم ایک بار میری ماہی سے بات کرواؤ میں خود روبرو مل کر اس کی رائے جاننا چاہتا ہوں۔۔



عاصم نے ہاں میں سر کو ہلایا اور گاڑی گھر کی طرف چل دی۔۔۔

oooooooo

ہاں جی میرا بچہ کیا کر رہا تھا رومان شاہ نے روم کے اندر داخل ہوتے ہی میرب کو بڑے پیار سے دیکھتے ہوئے کہا جو کافی بے چین سی ہو کر اپنی کمر کی دونوں جانب ہاتھ رکھے ہوئے ونڈو مرر کے سامنے کھڑی تھی۔۔۔

کچھ نہیں کر رہی میری کمر میں بہت درد ہو رہا ہے اس لیے میں یہاں پر کھڑی تھی۔۔شاہ آپ نے کتنا ٹائم لگا دیا آپ کب سے گئے ہوئے ہیں۔۔میرب نے بچوں کی طرح منہ بناتے ہوئے شاہ کی جانب دیکھ کر کہا۔۔

شاہ کی جان شاہ کی زندگی میرا نازک مزاج بچہ۔۔تمہارے تینوں بھائی لوگ میری جان چھوڑنے کو تیار نہیں تھے۔اس لیے دیر ہو گئی۔۔رومان شاہ محبت سے بولتے ہوئے اس کے پاس آیا۔

اس کی پشت پر کھڑا ہو گیا۔۔اپنے مضبوط سینے سے اس کی پشت لگائے ہوئے۔۔اس کی پیٹ پر نرمی سے ہاتھوں کو سہلانے لگا۔۔

میرب اکثر جب بہت بے چین ہوتی اور درد کا کہتی تو رومان شاہ اسی طرح پیار سے اس کے پیٹ کو سہلاتا تو وہ کافی پر سکون ہو جاتی تھی۔۔۔

شاہ نے آگے کی جانب چہرہ جھکا کر اس کی گال کو چومتے ہوئے محبت بھرا لمس چھوڑا۔۔

میری جان ناراض ہے مجھ سے۔۔میرب کا جواب نہ پا کر شاہ نے دوسری گال پر بھی لمس چھوڑتے ہوئے پوچھا تھا۔

شاہ ناراض نہیں ہو مجھے پین ہو رہا ہے۔اپنے پیٹ پر بندھے ہوئے شاہ کے ہاتھوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولی۔۔۔

اس کا درد اس کے چہرے پر ظاہر ہو رہا تھا۔۔میرب اکثر اس درد میں مبتلا رہنے لگی تھی۔۔۔

رومان شاہ اس بارے میں ڈاکٹر سے بھی ڈسکس کر چکا تھا۔۔ مگر ڈاکٹر نے کہا کہ وہ کسی طرح کی پین کلر میرب کو نہیں دے سکتی۔۔

کیوں کہ میرب کا کیس پہلے ہی بہت زیادہ پچیدہ ہے۔۔بس یہ نو مہینے رومان شاہ کو اپنے پیار اور محبت سے میرب کو بہلاتے ہوئے گزارنے تھے۔۔۔میرب کو جب بھی درد ہوتا تو رومان شاہ اس کا علاج اپنی محبت سے ہی کرتا تھا۔۔



میرے بچے نے کچھ کھانا ہے۔۔ نہیں !!شاہ آپکو سمجھ نہیں آتی میں کہہ رہی ہوں مجھے پین ہو رہا ہے۔۔۔وہ درد کی وجہ سے چڑچڑی سی ہونے لگی تھی۔۔اس کی آنکھوں میں آنسوں تھے۔۔اس کی بھیگی پلکیں دیکھ کر رومان شاہ کا دل جیسے کسی درد نے زور سے جکڑ لیا ہو۔۔

میرب کے درد کو وہ خود پر محسوس کرتا تھا۔۔شاہ کی جان ابھی تھوڑی دیر میں درد چلا جائے گا۔۔تم اپنا دھیان میری طرف کرو اس کے بھرے بھرے وجود کو اپنی باہوں میں بھر کر بیڈ پر لے کر آیا۔۔

وہ بیڈ گراؤنڈ سے سر لگا کر ایک ٹانگ کو فولڈ کیے ایک کو لمبا کر کے بیٹھ گیا تھا۔۔میرب کو اپنی ٹانگوں کے درمیان بٹھا کر اس کی پشت اپنے سینے سے لگا لی۔۔

میرب اس پوزیشن میں کافی پر سکون ہو جاتی تھی۔اس کے پیٹ سے شرٹ کو ہٹاتے ہوئے نرمی سے اپنے ہاتھ اس کے پیٹ پر رب کرنے لگا تھا۔۔۔

گردن پر اپنے لب رکھ کر چومتے ہوئے محبت بھرے چھوٹے چھوٹے لمس دے کر اسے پر سکون کر رہا تھا۔۔شاہ کے لمسوں سے اس کی سانسیں تیز ہونے لگی تھی۔۔
رومان شاہ نے اس کے ہاتھ کو پکڑ کر اپنے لبوں سے لگاتے ہوئے چوم لیا۔

۔شاہ آپ جب ایسے کرتے ہیں میرا درد غائب ہونے لگتا ہے۔۔میرب نے سچائی اور ایمانداری سے شاہ کی محبت میں پگھلتے ہوئے سر ادھر ادھر کرتے ہوئے کہا۔۔

میرب نے محبت سے شاہ کے ہاتھ کو پکڑ کر اپنے لبوں سے لگا کر چوم لیا۔۔ ہمم جب میری جان ایسے محبت بھرا جواب دیتی ہے تو شاہ کا درد بھی دور ہونے لگتا ہے۔۔۔

شاہ نے محبت سے اپنے ہاتھ پر میرب کے لمس کو اشارہ کرتے ہوئے کہا۔۔ شاہ آپ مجھ سے اتنا پیار کرتے ہیں۔۔۔وہ لاڈ جتاتے ہوئے بولی تھی۔۔ کیوں شاہ کی جان کو کوئی شک ہے میرے پیار پر اس کے گالوں سے اپنے گال لگاتے ہوئے آنکھیں بند کیے ہوئے تھا۔۔

شاہ اگر مجھے کچھ ہو گیا۔۔ میرا اللہ کا واسطہ ہے ایسی کوئی بات نہ کرنا جس سے میرا دل بند ہو جائے ۔۔ میرب کی بات کو حلق میں روکنے کے لیے شاہ اسکے منہ پر اپنا مضبوط ہاتھ رکھ چکا تھا۔۔۔

تم کیوں سننا چاہتی ہو اس سوال کا جواب۔۔۔ بولو کیا سننا چاہتی ہو آج سنو رومان شاہ مر جائے گا مرنے کا مطلب صرف سانسوں کا ٹوٹنا نہیں ہوتا میں جیتے جی مر جاؤں گا۔۔۔

سانسیں تو لوں گا مگر زندہ نہیں رہو گا میرب خدا گواہ ہے اگر اس وقت بھی خدا کو میری اولاد اور تمہارے بیچ میں سے کسی ایک چیز کو میرے نصیب میں لکھنا ہے تو میرب میں آمین کرتا ہوں اس بات پر کہ مجھے اولاد نہیں چاہیے۔۔

مجھے تمہاری ضرورت ہے ۔میرب یہ چھوٹی سی بات نہیں ہے جس کا جواب تم مجھ سے مانگتی ہو۔۔تمہارے لفظ میرے دل میں سوئیوں کی طرح چبھتے ہیں۔۔میرے دل کو آری کی طرح کاٹتے ہیں۔

میرب آج کے بعد یہ سوال مت پوچھنا۔میرب خود کے لیے خود دعا کرو کہ تمہیں کچھ نہ ہو۔۔اگر نہیں کر سکتی تو پھر یہ دعا کرو کہ خدا تمہاری سانسوں کے ساتھ میری سانسوں کو بھی توڑ دے۔۔۔



شاہ کے لہجے میں اس قدر دھڑ تا بولتے ہوئے کہ میرب کو خود کا دل رکتے ہوئے محسوس ہوا تھا۔۔

یہ سچ تھا کہ میرب اکثر اس طرح کے جملے بولتی تھی۔شاہ اسے ہمیشہ روک دیا کرتا۔۔

مگر آج رومان شاہ کا دل جیسے بھر گیا تھا۔۔جیسے جیسے ڈلیوری کے دن نزدیک آرہے تھے رومان شاہ کی جان سولی پر لٹکی ہوئی تھی۔۔۔

سوری شاہ میں آئندہ نہیں کہوں گی میرب نے اپنا چہرہ پیچھے کی جانب گھماتے ہوئے شاہ کے گال پر اپنے لب رکھے تھے۔۔

میرب کی لبوں کی جنبش سے شاہ آنکھیں بند کر کے گہری سانس پیچھے کو کھینچ کو لیجاتے ہوئے فضا میں چھوڑی۔۔

شاہ نے اپنے دونوں ہاتھ اس کے گرد نرمی سے لپیٹے ہوئے حصار بنا رکھا تھا۔

میرب سوری نہیں چاہیے وعدہ چاہیے میر مت لیا کرو میرا امتحان تمہیں میری تڑپتی ہوئی محبت نظر نہیں آتی۔۔کیوں تمہیں میرے منہ سے سن کر اچھا لگتا ہے۔ کہ میں کیا محسوس کرتا ہوں۔۔

تم مجھے ایک بات بتاؤ اگر مجھے کچھ ہو گیا تو تم کیسا محسوس کرو گی۔۔۔۔شاہ اللہ نہ کرے کہ آپ کو کچھ ہو۔وہ تڑپ کر بولی تھی۔۔۔



کیوں اب تمہاری جان نکل گئی یہ بات سن کر۔۔اور مجھ سے اس طرح کے جملے بول بول کر تم میرا دل جلاتی ہو۔۔۔

میرب تم نے خود کی جان پر اتنا بڑا خطرہ لا کر اچھا نہیں کیا۔۔ میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ رمان شاہ زندگی کو یوں ڈر ڈر کے بھی جیے گا۔۔

ہر پل مجھے ڈر لگا رہتا ہے۔۔ مجھے راتوں کو نیند نہیں آتی۔ اوپر سے تم اس طرح کی باتیں کر کے مجھے اور اذیت دیتی ہو۔۔

شاہ سوری اب نہیں کہوں گی۔۔ آپ مجھے ڈانٹے نہیں شاہ کی تکلیف کو دیکھ کر میرب کی آنکھوں میں آنسوں آنے لگے تھے۔۔

گڈ ویری گڈ اب تم رو کر میری اور جان نکالو۔۔۔ تم کیا چاہتی ہو شاہ کی جان آج بتا ہی دو۔۔

میرب رومان شاہ کی ایک جان ہے کتنی بار لینا چاہتی ہو۔۔ تمہارے عشق نے مجھے قسم سے نکما کر دیا ہے۔۔

رومان شاہ کسی کام کا نہیں رہا تمہارے بنا مجھے سانس نہیں آتی۔زندگی کیا میں نے خاک جینی ہے۔۔

میرب کے آنسوؤں کو پیار سے باری باری آنکھوں پر لب رکھ کر چنتے ہوئے کہا۔۔۔

رومان شاہ کو تمہارے یہ آنسوں تک گوارا نہیں کہ وہ تمہاری گالوں پر پھسل کر اذیت کا باعث بنے۔۔

!ہم تمہیں چاہتے ہیں ایسے

مرنے والا کوئی زندگی چاہتا ہو جیسے !

رومان شاہ نے اس کی کان کی لو کو چومتے ہوئے سرگوشی کی۔۔۔

میر بھی آپ کو ایسے ہی چاہتی ہے شاہ جیسے مرنے والا زندگی چاہتا ہو۔۔ میرب کو تو پوری دنیا ہی بھول گئی ہے شاہ جب سے آپ مجھے ملے ہیں۔۔

شاہ کی محبت کی گرمی میں پگھلتے ہوئے وہ پرسکوں ہونے لگی تھی۔۔اس کا درد بھی کہیں غائب ہونے لگا ۔۔وہ شاہ کے سینے پر اپنی پشت رکھے ہوئے پرسکوں آنکھیں بند کیے لیٹی تھی۔۔

شاہ کے سینے پر سر رکھے کب وہ نیند کی آغوش میں چلی گئی اسے خود بھی پتہ نہیں تھا۔۔شاہ اس کا محافظ بنا پوری تحفظ کے ساتھ کے گرد اپنی باہوں کا اظہار بنائے ہوئے تھا۔۔
خود اتنے انکمفرٹیبل پوزیشن میں بیٹھا تھا کہ اس کی کمر میں درد کی لہریں اٹھ رہی تھی۔۔
مگر مجال ہے جو رومان شاہ اپنی جگہ سے ہاف انچ پہ ہلا ہو۔۔ صرف اس ڈر سے کہ کہیں اس کی جان کی آنکھ نہ کھل جائے۔۔اور اسے دوبارہ سے اس درد کو محسوس نہ کرنا پڑے۔۔۔

وہ اس کی ٹانگوں کے درمیان اپنی ٹانگیں لمبی کیے ہوئے پر سکون لیٹی تھی۔وہ اپنا سر شاہ کے گردن کے پاس رکھے ہوئے تھی۔۔

شاہ بھی اسی پوزیشن میں بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے ہوئے آنکھیں بند کیے گہری نیند میں جاتا گیا۔۔

انوکھی تھی رومان شاہ اور میرب کی محبت۔۔۔

انوکھی تھی داستان رومان شاہ۔۔۔

ایسی لازوال محبت جو کسی نے کبھی نہ دیکھی نہ سنی تھی۔۔ایسی محبت جو اپنی اولاد پر اپنی بیوی کو فوقیت دے رہا تھا۔۔۔ایک ایسی محبت جو خود پر تکلیف برداشت کر کے اپنے ہم سفر کو پر سکون کر رہا تھا

۔۔۔

ایک ایسی داستان جس میں صرف محبت ہی محبت تھی۔۔ایک ایسا عاشق جسے اپنے محبوب کے سوا پوری دنیا میں کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا۔۔۔

ایک ایسا محبت کرنے والا شوہر جو ایک زندہ مثال تھا۔۔

ایک ایسا اکڑو مکرور شہزادہ جسے لوگ دیکھ کر رشک کرتے تھے۔۔

وہ اپنی بیوی کے عشق میں اتنا دیوانہ تھا کہ خود تک کو بھول چکا تھا۔۔

وہ سچ میں ایک خوبصورت مغرور شہزادہ تھا۔۔اور میرب اس کی شہزادی تھی جو اس کی باہوں کی گرفت میں پر سکون بے فکر سوئی ہوئی تھی۔۔

جس نے اپنے ہاتھ کی کلائیوں کو کاٹ کر اپنی جان دے کر اس شہزادے کو اپنی زندگی میں حاصل کیا تھا۔۔جس نے موت کو صرف کچھ قدم کی دوری پر دیکھا تھا۔۔

جس نے پہلی نظر میں ہی اس اکڑو شہزادے پر اپنا دل ہار دیا ایک ایسی محبت کی داستان جو سالوں تک لوگوں کے دلوں میں زندہ رہے گی۔۔۔۔

ooooooooo,

ہوں ہوں ہوں۔۔شفا اپنی دھن میں مست واش روم آہستہ سے سونگ گنگناتی ہوئی باہر نکلی تھی ۔۔۔مہرمہ سو رہی تھی اور میڈ اس کے پاس موجود تھی۔۔احمر اپنے آفس میں تھا۔۔عاصم شاہ کالج گیا ہوا تھا۔۔اور آنٹی اس وقت اپنے روم میں آرام کر رہی تھی۔۔گھر میں فلحال کوئی مرد موجود نہیں تھا ۔۔۔



وہ سونگ گنگناتی ہوئی قبرڈ سے اپنے کپڑے نکال رہی تھی۔اس نے صرف ٹاول لپیٹ رکھا تھا۔۔اس کی کمر پر بال آبشار کی طرح بکھرے ہوئے تھے۔۔بالوں سے پانی کے قطرے ٹپ ٹپ کر کے بوندیں بن کر گر رہے تھے۔۔ٹی پنک کلر کے ٹاول میں اس کا گورا وجود بے حد خوبصورت لگ رہا تھا۔۔

وہ اس بات سے بے خبر تھی کہ کوئی روم میں اسے اس حالت میں دیکھ دیوانہ ہوا جا رہا ہے۔۔۔

وہ ایڑیاں اٹھا کر ہینگ کیے ہوئے سوٹ کو الماری سے اتار رہی تھی۔۔

وہ واش روم میں کپڑے لے جانا

بھول گئی تھی۔۔وہ کپڑے لینے کے لیے واپس آئی تھی۔۔

ٹاول صرف اسے کچھ حد تک چھپانے میں ہی کامیاب ہو رہا تھا کاندھے اور گھٹنوں سے نیچے تک اس کے لیگز صاف دکھائی دے رہی تھی۔۔

گورے بازوؤں پر پانی کے قطرے۔شفاف کاندھوں پر پانی کی شبنمی بوندیں دیکھ وہ بہکنے کی آخری حد تک کو چھو رہا تھا۔۔

عاصم شاہ جو آج کالج سے گھر جلدی آگیا تھا۔۔کیونکہ اس کا کوئی خاص لیکچر نہیں تھا۔۔تو اس نے ہاف چھٹی لی اور گھر آگیا۔۔

اس کے سر میں بھی ہلکا ہلکا درد تھا۔وہ تو گھر آرام کرنے کی نیت سے آیا تھا۔

مگر یہاں تو شفا اسے قتل کرنے کا ارادہ رکھتی تھی۔۔ایک تو حلیہ جان لیوا اوپر سے محترمہ لبوں میں اپنی میٹھی آواز میں کوئی سونگ گنگنا رہی تھی۔۔۔

عاصم شاہ اپنا دل سنبھالے بھی تو کیسے جو پہلے ہی نظر میں ہی اس پر فدا تھا۔۔

"تو ہی حقیقت خواب تو"

"دریا تو ہی پیاس تو"

"تو ہی دل کی بے قراری"

"تو سکوں تو سکوں"

وہ بڑی مست ہو کر رومینٹک سونگ گنگناتے ہوئے اپنے کپڑے نکال رہی تھی۔جب اس نے اپنے بہت قریب کسی کے وجود کو محسوس کیا جس کی گرم سانسیں اس کی گردن پر محسوس ہوئی تھی۔۔

وہ دبک کر پلٹی تو اس کے ہاتھ میں پکڑا ہوا ڈریس بھی نیچے گر چکا تھا۔۔اس سے پہلے کہ وہ پیچھے ہوتی مقابل اس کے گرد اپنی مضبوط باہوں کا حصار بنا کر اس کی کمر پر اپنے ہاتھ رکھ چکا تھا۔۔

آہ اااا!وہ اتنی ڈر گئی تھی کہ اس کے منہ سے چیخ نکلی جسے عاصم شاہ نے اپنی مضبوط ہتھیلی رکھ کر روک لیا تھا۔۔

ششششش۔۔مائی لو میں ہوں۔۔پلیز چیخیں مار کر سب کو اکٹھا مت کرنا اس کے کان پر جھکتے ہوئے سرگوشی کرتے ہوئے بولا۔۔



آپ نے میری جان نکالی ہے۔وہ آنکھیں بند کیے گہری سانس لیتے ہوئے بولی تھی۔۔

مائی لو غلط الزام مت دو!جان تو تم نے میری نکال رکھی ہے۔۔ذرا اپنے حلیے پر نظر ثانی کر کے دیکھو۔۔ اس کے بالوں میں منہ چھپاتا ہوا وہ گھمبیر آواز میں بہکتا ہوا بولا۔۔

شفاعت جوڈر کے کچھ لمحوں کے لیے یہ بھول چکی تھی کہ وہ اس وقت کس حلیے میں کھڑی ہے عاصم شاہ کی یاد دہانی کروانے پر وہ شرم سے لال ہو گئی۔۔

جھٹکے سے عاصم شاہ کو پیچھے کیا جو مدہوش سا ہوتا ہوا اس پر جھکا ہوا اس کے بالوں میں منہ چھپائے اس کے گیلے بالوں کی خوشبو سے مسرور ہو رہا تھا۔اس گرفت مضبوط نہ ہونے کی وجہ سے شفا اس کی گرفت سے نکل چکی تھی۔۔

اپنے دونوں کاندھوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے۔خود کو بے جاں چھپانے کی کوشش کرتے وہ واش روم کی جانب لپکی تھی۔۔

جبکہ عاصم شاہ نے اس کے جانے سے پہلے دو ہی قدموں میں فاصلہ طے کرتے ہوئے۔واش روم کے دروازے پر لگے ہینڈل پر اپنا مظبوط ہاتھ رکھا۔۔

وہ گہری نظروں سے اس کے دل کش خوبصورت سراپے کو دیکھتے ہوئے نفی میں سر ہلایا۔۔

مائی لو آج تم عاصم شاہ کی جان مانگ لو مگر دوری بر قرار رکھنا ممکن نہیں۔خمار زدہ لہجے سے بولا۔نظریں اس کے خوبصورت سراپے پر مرکوز تھی۔۔جو اس وقت سراپہ حسن قیامت بنی اس کے سامنے کھڑی تھی۔۔

دونوں ہاتھ کاندھوں پر رکھے ہوئے خود کو فضول چھپانے کی کوشش کر رہی تھی جبکہ اس کے ہاتھ اسے چھپانے سے قاصر تھے۔۔

اس کا نہا کر نکھرہ نکھرہ خوبصورت حسن عاصم شاہ کے بہکے ارمانوں پر بجلیاں گرارہا تھا۔اس کے دل کی دھڑکنوں کو پوری طرح سے بے ترتیب کر چکا تھا۔۔وہ آہستہ آہستہ قدم لیتے ہوئے اس کی جانب آنے لگا۔۔وہ اپنے قدم پیچھے کو لے جانے لگی تھی۔۔

پلیز عاصم مجھ جانے دیں وہ میری مناتے ہوئے بولی۔۔۔اپنی حالت پر اس وقت وہ شرم سے لال ہو رہی تھی۔۔

عاصم شاہ کی نظریں جس انداز سے اسے دیکھ رہی تھی اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ خود کو ساتھ پردوں میں چھپالے۔۔وہ گہری نظروں سے دیکھتا ہوا اس کے قریب سے قریب آتا جارہا تھا۔۔



وہ دونوں ہاتھوں سے اپنے دل والے مقام کے اوپر سے ٹاول کو سختی سے پکڑے ہوئے تھی۔کیونکہ ٹاول کھل کر سر کنے لگا تھا۔۔

نہیں جانے دے سکتا چھ مہینے ہو گئے ہیں ہماری شادی کو ترس کھاؤ بندہ نا چیز پر۔۔ بندہ بشر ہوں کتنا صبر کروں۔۔ اور آج تو تم نے صبر کی کسر چھوڑی ہی نہیں ہے۔۔ میں نے تو اپنے جذباتوں پر سخت پہرے بٹھائے تھے جن کو تم نے ایک ہی وار میں کھول دیا۔۔

وہ پیچھے جاتے جاتے دیوار سے جا لگی تھی وہ اس کے قریب آکر اس کے دونوں جانب دیوار پر ہاتھ رکھے راہ فرار بن کر چکا تھا۔۔

مائی لو تم پر پورے حق رکھتا ہوں۔ آج کچھ حق جتا کر حاصل بھی کر لینے دو۔ اس کے اس کے کاندھے پر اپنے لب رکھتے ہوئے لبوں کا بھرپور لمس چھوڑا۔۔۔

شفا کے پورے وجود میں سنسنی کی لہر دوڑ گئی، وہ عاصم شاہ کے لمس کی حدت سے مچل گئی۔ اس کے دیوار پر رکھ کر بنائے ہوئے حسار سے نیچے جھک کر اس کے حصار کے نیچے سے نکلنے لگی تھی۔



عاصم شاہ اس کے ارادوں کو بھانپتے ہوئے اسے اپنی گرفت میں لے چکا تھا۔ اس کی پشت پر اپنا چوڑا سینہ رکھے اس کے پیٹ پر اپنے دونوں ہاتھ باندھے اسے اپنے پاس کھینچتے ہوئے قریب کر لیا۔۔۔

" جان کہا نا کہ آج دور جانا ممکن نہیں! عاصم شاہ کی آواز میں خماری ہی خماری چھلک رہی تھی۔۔

کک کوئی آجائے گا۔ اس کے لبوں کی جنبش کو اپنی کان پر محسوس کرتے ہوئے وہ لفظوں کو توڑتے ہوئے سسک کر آہستہ سے بولی تھی۔۔

بیوی ہو میری پورے حق رکھتا ہوں تم پر کسی کا ڈر لاحق مت رکھو۔۔عاصم شاہ نے نرمی سے اس کا رخ اپنی جانب کرتے ہوئے اس کے شرم سے لال گھبراہٹ زدہ چہرے کو گہری نظروں سے دیکھا تھا۔۔

شفا کا دل پسلیاں توڑ کر باہر آنے کی حد تک تیز دھڑک رہا تھا۔۔عاصم شاہ اس دھڑکنوں کی تیز آواز نے ہاتھوں کے نیچے محسوس کرتے ہوئے مسکرایا۔۔

وہ جتنا اس کے پاس جا رہا تھا اتنا ہی بہک رہا تھا۔۔عاصم شاہ نے اس کے چہرے پر جھکنا چاہا وہ سینے پر ہاتھوں کا دباؤ دیتے ہوئے دور ہو گئی۔۔



مائی لو اب تم مجھے اس طرح سے تڑپاؤ گی۔

اور اپنے پروفیسر کو پورے روم میں بچوں کی طرح اپنے پیچھے بھگاؤ گے شرمائی ہوئی شفا کو بیڈ کی دوسری جانب جا کر دیوار سے لگے دیکھ۔ عاصم شاہ اسے گہری نظروں سے دیکھتا مسکراتے ہوئے بولا۔۔وہ دونوں ہاتھوں میں ٹاول کو پکڑے شرم سے لال چہرہ لیے نظر جھکائے ہوئے تھی۔۔ چلو پاس آؤ کچھ نہیں کہوں گا! بس اپنی خوبصورت لبوں سے یہاں پر ایک کس دے دو۔ اپنے لبوں پر انگلی رکھ کر محبت

بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے بولا۔۔نن۔۔ نہیں۔۔مجھے شرم آرہی ہے پلیز مجھے چینج کرنے کے لیے جانے دیں وہ آنسوؤں سے بھری آواز میں بولی تھی شاید اس کے آنسوں اپنے حلیے کی وجہ سے تھے۔۔

شفامائی لو کب تک ہم اپنے بیچ میں ایسے دیوار بنائے رکھیں گے۔تمہاری اس شرم کو ختم کرنے کے لیے تمہارا میرے پاس آنا ضروری ہے۔

وہ قدم کی جانب بڑھاتا چلا جارہا تھا۔وہ اس جھلی لڑکی کو کیسے بتاتا کہ اس وقت وہ اپنے دل کے ہاتھوں سے کتنا مجبور ہے۔۔اس کے منہ زور جذباتوں نے جو اندر طوفان برپا کرر کھا ہے اس ان کو روکنا آج عاصم شاہ کے بس میں نہیں تھا۔۔

چھ مہینوں سے اپنے دل پر پابندیاں عائد کیے ہوئے عاصم شاہ کو یہ لڑکی ایک ہی پل میں بہکا چکی تھی۔۔ اور اب وہ عاصم شاہ سے یہ توقع رکھتی تھی کہ وہ اسے جانے دے گا۔۔ چلو خیر سوچ پر تو پہرے نہیں جو سوچ سکتی ہے سوچ لیں عاصم شاہ دل میں سوچ مسکرایا تھا۔۔

عاصم پلیز میرے پاس نہیں آئے وہ نفی میں سر کو ہلاتے ہوئے التجائی نظروں سے بولی تھی۔۔

کیوں؟؟

آپ کو جانتے ہے مجھے شرم آتی ہے!

کوئی بات نہیں آج کے بعد نہیں آئے گی۔

تم مجھے کس دے دو میں تمہارا کہنا مان لوں گا تم سے دور ہو جاؤں گا۔۔وہ بہکتی نظروں اس کے لبوں کو دیکھتا اس کا قریب آگیا۔۔

آپ مجھے چیلنج کر لینے دیں پھر آپ کس لے لیناوہ خود کو عاصم شاہ کی نظروں سے بچاتی ہوئی تیز بولی

۔۔۔نہیں کپڑوں میں کس میں بہت بار لے چکا ہوں مجھے ایسے ہی کس چاہیے جس حالت میں تم نے عاصم شاہ کو بہکایا ہے وہ اپنے ہونٹ کے نچلے کنارے کو دبا کر دل کش انداز سے مسکرایا۔۔

اس کی کمر پر اپنے دونوں ہاتھ باندھ کر اسے اپنی جانب کھینچتے ہوئے اپنے قریب کر لیا۔۔

پلیز کچھ دیر بعد آپ کس لے لینامنت زدہ انداز میں بولی۔۔

نہیں مجھے تو ابھی چاہیے اس کی نازک سی کمر پر دونوں جانب ہاتھ رکھ کر اسے دیوار کے ساتھ پن کی اوپر اٹھا چکا تھا۔۔شفا کی بڑھتی سانسیں اور دل پر رکھا ہاتھ دیکھ کر عاصم شاہ مسکرایا۔۔۔

مم ۔۔مجھے جانا ہے۔۔کہاں جانا ہے ۔۔اس کے گلے پر جھک کر اپنے ہونٹ رکھ دیئے۔شفا سانس روک گئی۔ وہ اس کے دل کے مقام پر اپنے ہونٹ ثبت کر چکا تھا۔ آہ۔ وہ سسکی جب عاصم شاہ نے وہاں اپنے دانتوں کی چبن محسوس کروئی۔۔شفا کی سسکی پر اپنا عاصم شاہ نے سر اٹھا کر اسے دیکھا جو آنکھیں بند کیے کھڑی تھی۔۔کک۔۔کک۔۔کیا۔۔کر رہے ہیں آپ نے صرف کس کا کہا تھا عاصم شاہ کے لمس سے وہ اکھڑی سانسوں میں بامشکل بولی تھی۔۔۔اب میرا موڈ کچھ اور کرنے کا۔۔ویسے

بھی کس والی افر صرف تمہارے پاس آنے کی صورت میں تھی اب تو میں خود چل کر تمہارے پاس آیا ہوں تو اب میں اپنی مرضی سے من مرضیہ کروں گا۔۔نن۔۔۔نہیں۔۔ آپ ایسا نہیں کر سکتے ۔۔۔مائی لو کر سکتا ہوں پورے اختیار ہے میرے پاس۔۔وہ پورے حق بولا۔۔ آپ بہت اچھے ہیں مجھے پتہ ہے آپ ایسا نہیں کریں گے۔

مائی لو تمہیں پیار کرنا تمہارے قریب آنا تمہیں چھوءنا ان سب سے میری اچھائی کم نہیں ہو گی۔۔۔ میرا حق ہے تمہیں پیار کرنے کا۔۔اب ہمارے درمیان یہ جو شرم کا پردہ تم نے سختی سے تھام رکھا ہے اس کو گرانا ہو گا۔

اور تم اس میں میری کوئی مدد نہیں کر سکتی اتنا تو میں تمہیں جان چکا ہوں۔۔اور اس سے زیادہ میں تم سے دور نہیں رہ سکتا اور آج کے بعد تو بالکل نہیں۔۔تمہاری اس خوبصورت حسن کی جھلک دیکھ کر میں اپنے بے لگام جذباتوں کو اور نہیں روک سکتا۔۔

ٹاول عاصم شاہ کے نزدیکی سے سرک کر کچھ اور نیچے آگیا جسے سنبھالنے کی وہ پوری کوشش کر رہی تھی۔۔

مگر پھر بھی کر نہیں پا رہی تھی۔۔ پھر وہ خود کو روک نہ سکا، اس کی نرم جلد پر اپنے ہونٹ رکھے وہ بھول گیا کہ اس سر میں درد ہے اور وہ گھر آرام کرنے کی نیت سے آیا ہے عاصم شاہ کے نرم گرم ہونٹوں کو اپنے دل پر محسوس کر کے شفا کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔۔۔ اور عاصم شاہ اپنے ہونٹوں پر اس کی دھڑکنیں محسوس کر کے مسرور ہو گیا۔۔

آئی لو یو! اس کی دھڑکنوں کو چومتا ہوا سر اوپر اٹھا کر گھمبیر آواز میں بولتے ہوئے اس کی گردن پر جھکا۔۔

عاصم شاہ کے لبوں کی گرمی سے شفا کے دل والا مقام تیزی سے اوپر نیچے ہونے لگا جو بار بار عاصم شاہ کے مظبوط سینے سے ٹکرا کر اس کی دھڑکنوں کو اور بھی بہتر ترتیب اور طوفان برپا کر رہا تھا۔۔۔



اس کے بالوں میں منہ چھپائے مدحوش سا ہوتا چلا جا رہا تھا۔ اپنی گردن پر اس کے لمسوں کی عدت سے وہ پگھلتی جا رہی تھی۔۔

اس کے سانسوں کی تیزی اور اوپر نیچے ہوتے سانسوں میں دل کی دھڑکنوں کا رقص عاصم شاہ کی دیوانگی کو اور بڑھا رہا تھا۔۔

وہ اسی پوزیشن میں اسے اپنے پیٹ پر اٹھاتے ہوئے بیڈ کی جانب لے آیا وہ اس کے گلے میں گرنے کے ڈر سے پاؤں کا ہار ڈالے ہوئے تھی۔۔

اسے آرام سے پیچھے کی جانب بیڈ پر ڈالتے ہوئے اس کے اوپر ہی جھکتا چلا گیا۔۔

اس کی پنکھڑیوں پر لب رکھتے ہوئے ان کو قید میں لے گیا اس کی سانسوں کو بے صبری سے پینے لگا وہ سانسوں کے لیے مچل رہی تھی اس کی باہوں میں تڑپ رہی تھی۔۔

جبکہ عاصم شاہ مدحوش سا ہوتا اس کی سانسوں کو پی کر اپنی تشنگی مٹا رہا تھا جو کہ اور بڑھتی جا رہی تھی سانسوں کو تنگ کیے اپنی مرضی سے جب پیچھے ہوا۔۔

لب اس کی گوری گوری خوبصورت گردن پر رکھتے ہوئے جگہ با جگہ لمسوں کی حدت بکھیرنے لگا۔۔۔

وہ بند آنکھیں کیے تیز سانسیں لے رہی تھی عاصم شاہ کے سلگتے لبوں کے لمس اس کے وجود پر حواس برپا کیے ہوئے تھے۔۔



گردن سے نیچے کی جانب جاتے ہوئے وہ پوری طرح سے دل والے مقام کو اپنے لبوں سے چوم رہا تھا۔وہ سسک رہی تھی مچل رہی تھی۔۔

اس کے ہاتھوں کو دل والے مقام پر محسوس کرتے ہوئے۔وہ دیوانہ وار دل والے مقام کو چومتے چلے جا رہا تھا۔۔

وہ محبت کی بارش میں اسے بھگوتا ہوا دور نکلنے ہی والا تھا کہ دروازے کی دستک نے سارا ماحول خراب کر دیا۔۔

عاصم شاہ نے غصے سے دروازے کی جانب دیکھا تھا جو پوری طرح سے بہکا ہوا اس کے دل والے مقام پر جھکا تھا۔۔

کون ہے؟؟؟؟ احمر بھائی آپ کو بلا رہے ہیں۔۔۔ میڈ کی آواز پر عاصم شاہ نے دانت پیستے ہوئے۔جواب دیا آرہا ہوں۔۔

میڈ جا چکی تھی جب کہ عاصم شاہ اپنے جذباتوں کو یوں بکھرتا دیکھ تیز سانسوں سے اس کے دل پر سر جھکائے خود کو پر سکون کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔۔

جب کہ شفا تو اپنی حالت پر شرم سار ہوئے لیٹی تھی مرہا ریڈی رہنا آج رات کو ہم لوگ میرے ایک دوست کی شادی میں جا رہے ہیں۔۔

ہو سکتا ہے ہم رات وہیں پر رہیں۔۔اب یہ کیا تھا شفا کو بالکل سمجھ نہیں آیا عاصم شاہ نے اس کے ماتھے پر لب رکھتے ہوئے عقیدت بھرا لمس چھوڑ۔۔۔بامشکل خود کو اس سے الگ کیے پیچھے ہوا۔۔

جایئے چینج کر لو تمہاری ہی بد دعائیں لگی ہیں مجھے۔۔ مسکراتے لبوں سے شفا کی حالت دیکھتے ہوئے کہا۔۔

شفا اپنے ٹاول کو مٹھیوں میں جھگڑے ہوئے س کی سپیڈ سے بیڈ سے اتر کر بنا چپل کے واش روم میں گھس گئی۔۔

عاصم شاہ کی ہنسی چھوٹ گئی تھی اس کی تیز سپیڈ دیکھ کر۔۔اس کا ڈریس جو عاصم شاہ کے اچانک پاس آنے سے الماری کے پاس گرا ہوا تھا۔ اسے اٹھاتے ہوئے عاصم شاہ نے واش روم کی جانب قدم لیے۔۔

میڈم کپڑے لے لو شفا نہیں اپنی گوری کلائی کو باہر نکالتے ہوئے کپڑے لینے چاہے۔ وہ بھی عاصم شاہ تھا جاتے جاتے بھی اپنی دیوانگی جتا کر گیا ہاتھ کو پکڑ کر چومتے ہوئے اس کو کپڑے تھمائے۔۔

جب کہ وہ اندر کھڑی سسک اٹھی تھی ایک اور محبت بھرے لمس کو محسوس کرتے ہوئے۔۔ ریڈی ہو کے باہر آجاؤ میں جا کر دیکھوں احمر بھائی کو کیا کہنا ہے۔۔اور جناب جلدی گھر کیوں آ گئے ہیں میرے رومینس میں ٹانگ اڑانے کے لیے وہ اپنے رومینس کی ایسی تیسی ہونے پر مسکرا رہا تھا۔۔

تم ذرا باہر آکر ماہی کو فون کرو احمر بھائی ماہی اس سے ملنا چاہتے ہیں وہ کہتے ہوئے روم سے باہر جا چکا تھا۔۔۔

ooooooo

ابا سائیں جن کو میری نظریں برداشت نہیں کر سکتی آپ ان سے میری بہن کا رشتہ کیسے کروا سکتے ہیں خرم آپے سے باہر ہوتا ہوا چیخا۔۔

خرم تو نے ان کے ساتھ فضول میں دشمنی پال رکھی ہے بات کو ختم کر دے اتنے سال ہو گئے ہیں چوہدری صاحب سمجھاتے ہوئے بولے۔۔

میں اپنی بہن کا رشتہ ماہی سفیان چوہدری کے ساتھ کبھی نہیں جوڑوں گا۔۔وہ دوٹوک بولا۔۔

پہلی گل کے مانور میری دھی ہے، اس کی زندگی دا فیصلہ لینے کا حق بھی میرا ہے۔ اور دوسری بات سفیان میرے دھی کی خوشی ہے تو میں اپنی دھی کی خوشیاں کو رد نہیں کر سکتا۔۔

وہ بھی جب اس لڑکے میں کوئی برائی نہیں ہے صرف تیری دشمنی کی وجہ سے میں اپنی دھی کا دل نہیں توڑ سکتا۔

چوہدری صاحب کو آج ہی اس کی بیوی نے بتایا تھا کہ ماہ نور اور سفیان ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں ۔۔چوہدری صاحب گاؤں میں رہنے کے باوجود بھی ایک وسیع سوچ کے مالک تھے۔۔

جن کا ماننا یہ تھا کہ بچوں پر زور زبردستی کر کے رشتے نہیں جوڑنے چاہیے۔۔

مگر یہاں مسئلہ خرم چوہدری کا تھا جو سفیان چوہدری سے ایک گھوڑے کی ریس پر اس قدر بدزن تھا کہ آج تک ان دونوں میں دشمنی چل رہی تھی۔۔سفیان چوہدری بیا کے ماموں کا بیٹا تھا۔۔ماں باپ کا کلوتا بیٹا تھا جو کافی ساری جائیداد کا اکلوتا مالک تھا۔۔اور کوئی نشہ وغیرہ یا بری لت بھی نہیں تھی پڑھا لکھا تھا اس لیے چوہدری صاحب کو اپنی اکلوتی بیٹی کے لیے ہر لحاظ سے سفیان کا رشتہ پرفیکٹ لگ رہا تھا۔۔

ابا سائیں پوری دنیا کے لڑکے مر گئے ہیں جو آپ کو میری بہن کے لیے یہ سفیان چوہدری ہی ملا ہے۔۔

اوئے کھوتے تو اپنی بہن کے لیے یہ دشمنی جو کہ تو نے فضول میں بنا رکھی ہے اس کو چھوڑ نہیں سکتا۔۔

اکلوتی بہن ہے تیری اس کی خوشی کے لیے دفع کر چھوڑ دے یہ ساری لڑائی فساد۔۔

ابا سائیں آپ اپنی ضد کیوں نہیں چھوڑ دیتے۔۔

نہیں چھوڑ سکتا کیونکہ سفیان میری دھی کی خوشی ہے چوہدری صاحب حقے کا کش لگاتے ہوئے دوٹوک بولے۔۔

ہاں تو پھر مجھ سے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے آپ کا فیصلہ آپ کی دھی کا فیصلہ دھی کی ماں کا فیصلہ، یہاں تک کہ میری بیوی کا بھی یہی فیصلہ کیونکہ وہ تو ویسے ہی اپنے بھائیوں پر جان دیتی رہتی ہے۔ تو خرم چوہدری کیا اکھاڑ لے گا۔۔

جو جی میں آئے کرو میں بھی مہمانوں کی طرح شادی میں شامل ہو جاؤں گا وہ غصے سے اپنی شال کو ایک کاندھے سے دوسرے کاندھے پر لپیٹتے ہوئے تیز رفتاری سے وہاں سے جا چکا تھا۔۔۔

یہ تیرا پتر کبھی سدھرے گا یا نہیں چوہدری صاحب نے اپنی بیوی کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔۔ اللہ کا واسطہ ہے چوہدری صاحب اب میرے بیٹے پر تنقید کرنے مت بیٹھ جانا۔ سدھر گیا ہے۔ بہت سدھر گیا ہے میرا بیٹا۔ اور اتنا سا غصہ اس نے کرنا تھا ہم جانتے تھے اتنے سالوں کی دشمنی کو وہ دو منٹ میں کیسے چھوڑ دے گا۔۔۔

مگر ہو جائے گا صحیح میں سمجھاؤں گی اور پھر میری یہ بیا دھی بھی تو ہے نا۔ یہ بھی تو سمجھائے گی پاس کھڑی ہوئی بیا جو خرم چوہدری کو اتنے غصے میں جاتے دیکھ گھبرائی ہوئی تھی۔ اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کی ساس نے پاس بٹھاتے ہوئے کہا۔۔

پتر تم بھی اسے سمجھانا کہ وہ رشتے کے لیے مان جائے۔۔تائہ جان میں کیا سمجھاؤں آپ کو پتہ ہے کہ ان کا غصہ کتنا تیز ہے۔۔

ذرا سی بات سے وہ بھڑک جاتے ہیں نہ بابا نا میں تو کوئی بات نہیں کروں گی بیانے تو صاف بیچ میں سے نکل جاتے ہوئے کہا۔۔

ہاں بیا پتر تو اپنے رشتے میں دراڑ مت ڈالنا۔۔ہم خود اس سے بات کر لیں گے چوہدری صاحب نے عقلمندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔۔

تینوں اس وقت اسی سوچ میں گم تھے کہ خرم چوہدری کو اس رشتے کے لیے خوش کیسے کرنا ہے۔۔۔

ooooooo

شاہ میر آج صبح سے گھر پر فون نہیں کر سکا تھا کیونکہ کام کا بہت زیادہ لوڈ تھا۔ پچھلے دنوں مرہا کے ساتھ ہوئے حادثے کی وجہ سے اس نے کافی چھٹیاں گزاری تھی۔۔

دو دن پہلے ہی اپنے گھر وہ واپس آچکے تھے۔۔ایک رونق کا سماں بند گیا تھا ان کے گھر واپس جانے سے شاہ میر کی ماں اور بابا بہت خوش تھے۔۔

اور مرہا بھی بہت خوش تھی واپس اپنے گھر آ کے۔ کتنے دنوں سے تو اس نے رٹ لگا رکھی تھی کہ اسے شاہ میر جلدی سے گھر واپس لے کر جائے۔۔

شاہ میر تنگ آگیا تھا اس کے اس روز کے مدے سے۔۔اس کے پاؤں کا زخم بھی کافی حد تک ٹھیک ہو چکا تھا تو شاہ میر اسے گھر واپس لے آیا۔۔

اور اب واپس ڈیوٹی پر آکر شاہ میر کا کام بہت زیادہ بڑھ چکا تھا۔ جس کی وجہ سے اسے گھر فون کرنے تک کا ٹائم نہیں مل سکا تھا۔۔ ابھی تھوڑا سا فری ہوا تو وہ گھر فون کرنے کا سوچ ہی رہا تھا کہ موبائل پر رنگ ٹون بجنے لگی تھی۔۔

۔۔شاہ میر کے انابی لبوں تلے مسکراہٹ پھیل گئی تھی مسکراتے ہوئے اس نے سامنے ٹیبل پر رکھے ہوئے فون کو اٹھایا اس کی امید کے مطابق اس کی جان کا ہی فون تھا۔۔۔

اسلام علیکم میر کی جان کیا حال ہے۔بڑی محبت سے کہا تھا۔۔



جب کہ وہ جانتا تھا کہ سامنے سے کیا جواب آنے والا۔۔جواب بالکل اس کی امید کے مطابق ہی آیا تھا۔۔ آپ مجھے بٹر مت لگائیں اور مجھے یہ بتائیں کہ صبح سے آپ نے مجھے فون کیوں نہیں کیا۔۔

ناراضگی کے ساتھ غصے سے بھری ہوئی آواز میں بولی تھی۔۔

میر کی جان آج کام بہت زیادہ تھا اس لیے اپنی جان کو فون نہیں کر سکا قسم لے لو مس تمہیں میں نے پورے ٹائم کیا ہے۔۔

اے سی پی صاحب اپنی بیوی کے غصے سے ڈرتے ہوئے سر خم تسلیم لہجے میں اپنی صفائی پیش کر رہے تھے۔۔

کوئی آپ مجھے یاد نہیں کرتے آپ صرف مجھے اس وقت یاد کرتے ہیں جب میں آپ کے سامنے ہوتی ہوں یا پھر جب آپ نے مجھے !وہ کہتے ہوئے چپ کر گئی تھی۔۔

بولو بولو میر کی جان جب میر کو آپ پر محبت نچھاور کرنی ہوتی ہے اس وقت یاد کرتا ہوں۔۔ مرہا کے ادھورے الفاظوں کو مکمل تشکیل کرتے رہے بولا۔۔۔



ہاں یہی کہنا چاہتی تھی۔۔۔اس کی محبت کے مان میں بھری ہوئی مرہا نے بہادری سے قبول کیا کہ اس کا یہی مطلب تھا۔۔

یاد تو میں اپنی جان کو ہر سانس کے ساتھ کرتا ہوں اور رہی محبت کے ٹائم پر تھوڑا زیادہ یاد کر لیتا ہوں یہ سچ ہے۔۔ مرہا کے موڈ کو لائٹ کرنے کے لیے شاہ میر مزاق کا سہارا لے رہا تھا۔۔

آپ مجھ سے بات مت کریں۔ میں نے صرف یہ بتانے کے لیے فون کیا ہے کہ میں آپ سے بہت ناراض ہوں۔۔

اس کی پیاری سی خبر پر شاہ میر کے لب مسکرائے۔۔

کوئی بات نہیں میری جان کو پورا حق ہے ناراض ہونے کا۔۔ آخر مجھ سے اتنی بڑی گستاخی ہوئی ہے کہ آج میں نے اپنی جان کو پورا دن فون نہیں کیا۔۔۔

میں گھر آکر اپنی جان کو منالوں گا۔ محبت سے بھری آواز میں بول رہا تھا۔

میں نہیں مانوں گی اٹل جواب آیا!!

میں پھر بھی منالوں گا!!

میں پھر بھی نہیں مانوں گی آپ جتنی مرضی کوشش کر لیں!!

ہمم۔۔میر کی جان ایسا دن ابھی تک طلوع نہیں ہوا اور ایسی شب رات نہیں گزری جب شاہ میر ملک اپنی جان کو منناچاہے اور منا نہ سکے۔۔

اپنی محبت پر شاہ میر کو بہت یقین تھا اسی یقین سے اس نے کرسی سے ٹیک لگائے ہوئے مسکرا کر کہا۔۔
آج آپ جتنی مرضی کوشش کر لیں میں نہیں مانوں گی۔ بولتے ہوئے ٹھک سے اے سی پی شاہ میر ملک کے منہ پر فون بند کر دیا۔۔۔
اے سی پی صاحب اج ماحول کچھ ضرورت سے زیادہ ہی گرم لگ رہا ہے وہ اپنے دل میں سوچتا ہوا مسکرایا تھا اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ تاپمان ضرورت سے زیادہ گرم ہے۔۔۔
کام بہت زیادہ تھا وہ واپس سے اپنے لیپ ٹاپ کو کھول کر مصروف ہو گیا۔۔ جب کہ دماغ میں مرہا مکمل چھائی ہوئی تھی۔۔



٥٥٥٥٥٥٥٥٥

شاہ!!شاہ۔۔شاہ کی جان دو منٹ رکو میں ابھی آیا۔

رومان شاہ سٹڈی روم میں بیٹھا ہوا اپنے آفس کا کام کر رہا تھا۔۔

وہ اپنا زیادہ تر کام میرب کے سوتے سوتے ہی نپٹا لیتا۔۔ رومان شاہ نے اپنی ایک روٹین سیٹ کر رکھی تھی۔۔۔ تہجد میں اٹھ کر وہ دوبارہ دوپہر کے ٹائم کچھ دیر آرام کرتا تھا۔جب میرب بھی آرام کے لیے لیٹتی۔۔

وہ میرب کو ایک منٹ کے لیے بھی نہ تو اکیلا چھوڑتا تھا اور نہ ہی اسے بور ہونے دیتا تھا۔۔

سارا دن اسے چھوٹے چھوٹے چٹکلے سنا کر خوش رکھتا تا کہ اپنی پین کی جانب اس کا دھیان کم ہی جائے۔۔

اس کے باوجود بھی اکثر میرب چڑچڑی سی ہو کر رونے لگتی تھی۔جب پین کی شدت زیادہ ہوتی۔۔

فجر کی نماز کے بعد حسب معمول رومان شاہ قران پاک کی تلاوت کرنے کے بعد بیٹھا ہوا لیپ ٹاپ پر اپنا کام کر رہا تھا جب اسے میرب کی آواز سنائی دی۔۔۔



میرب اٹھ چکی تھی اور پیروں میں بہت زیادہ سوجن اور درد کی وجہ سے رومان شاہ نے اسے سختی سے منع کر رکھا تھا کہ وہ خود سے بیڈ سے نہیں اترے گی۔۔

شاید اسی لیے میرب اسے بلا رہی تھی جلدی سے لیپ ٹاپ کو سلیپنگ موڈ پر ڈالتا ہوا اسٹڈی روم سے نکل آیا تھ۔۔

جی بولو شاہ کی جان گڈ مارننگ میرا بچہ اٹھ گیا ہے۔ چہرے پر ہمیشہ کی طرح مسکراہٹ سج جائے روما ن شاہ اس کی جانب بڑھا تھا۔۔

میر بیڈ پر لیٹی ہوئی تھی پیٹ کافی بڑا ہو چکا تھا۔ تو میرب کو اپنے چھوٹے سے وجود کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے میں بھی دقت ہوتی تھی۔۔ اور اس کا کیس کوئی نارمل کیس بھی نہیں تھا۔۔

وہ بیڈ پر لیٹی ہوئی تھی پیٹ واضح اونچائی پر دکھائی دے رہا تھا۔۔ مجھے واش روم میں لے کر چلیں شاہ مجھے برش کرنا ہے وہ دھیمے سے لہجے میں بولی۔۔

میرب کافی ڈل رہنے لگی تھی اس کے اندر کی تکلیف اس کے چہرے پر دکھائی دیتی تھی۔۔

سب کچھ اللہ تعالی کے ہاتھ میں تھا کیونکہ نہ تو رومان شاہ کی دعاؤں میں کوئی کسر تھی اور نہ ہی ڈاکٹرز کی دوائیوں میں۔۔

ہمم! اب میرا بچہ چل کر جائے گا یا میں گود میں اٹھا کر لے کر چلوں وہ پیار سے میرب کے اوپر جھک کر ماتھے پر بوسہ دیتے ہوئے بولا تھا۔۔

نہیں میں خود چلی جاؤں گی بس آپ مجھے بیڈ سے نیچے اتارنے میں ہیلپ کر دیں۔

وہ اپنا ہاتھ رومان شاہ کے گلے میں ڈالتے ہوئے اٹھنے لگی۔۔

اگر میری جان کو چلنے میں تکلیف محسوس ہو رہی ہے تو میں اپنے بچے کو اٹھا کر لے جا سکتا ہوں۔ تمہارا شاہ اتنا پاور فل تو ہے کہ اپنے دونوں بیبیز کو اٹھا سکے وہ بولتے ہوئے اس کے زردی مائل چہرے بخوبی دیکھ رہا تھا۔ مگر اپنے لبوں پر مسکراہٹ سجائے ہوئے تھا۔

کیونکہ میرب رومان شاہ کے چہرے پر اپنے لیے زندگی دیکھتی تھی۔۔۔

مجھے پتہ ہے کہ میرا شاہ بہت پاور فل ہے۔ مگر آپ مجھے خود سے چلنے دیں میرا دل کر رہا ہے شاہ چہل قدمی کرنے کو وہ گلے میں دونوں بازو ڈالتے ہوئے بیڈ سے نیچے پاؤں لٹکانے لگی تھی۔۔

جبکہ شاہ اس کی ٹانگوں کو پکڑ کر نرمی سے بیڈ سے نیچے اتار رہا تھا۔ وہ بیڈ سے ٹانگیں لٹکائے ہوئے بیٹھ گئی تھی۔ شاہ نے خود چپل نیچے بیٹھ کر اس کے پیروں میں پہنائی۔۔

میرب کے پاؤں پر بہت زیادہ سوجن ہونے کی وجہ سے میرب کو اپنی جوتے فٹ نہیں آتے تھے۔۔

شاہ نے ہمیشہ کی طرح اپنے پاؤں میں پہنا پہنی ہوئی چپل اتار کر میرب کے آگے رکھی۔۔

اور نرمی سے اس کے پیروں میں پہنا دیے۔ اس کے گولو مولو سے گورے گورے پاؤں شاہ کی چپل میں بہت کیوٹ لگتے تھے۔۔



ایسا نہیں تھا کہ گھر میں اور کوئی جوتے نہیں تھے۔ مگر شاہ جب اپنے جوتے اتار کر میر کو دیتا۔۔۔

میرب کے چہرے پر جو خوشی اور چمک ہوتی تھی اس کے لیے رومان شاہ روز اپنے ہی جوتے اتار کر اس کے آگے رکھتا۔۔

اس کی کمر پر ہاتھ رکھ کر اسے نرمی سے واش روم کی جانب لے جاتے ہوئے قدم بڑھانے لگا۔۔ خود واش روم کے سامنے رکھے ہوئے جوتے پہن کر واش روم میں داخل ہوا تھا۔۔

وہ روز کی طرح شاہ نے میرب کے پاس کھڑے ہو کر ہی اسے فریش کروایا۔۔

اس کو برش اپنے ہاتھوں سے کروا رہا تھا۔۔

حالانکہ میرب کہتی تھی کہ اس کے ہاتھ ٹھیک ہیں وہ کر سکتی ہیں مگر رومان شاہ اپنی محبت کے آگے اتنا بے بس اور مجبور تھا کہ اسے ایسا لگتا کہ اگر میرب ذرا سا خود کو جھٹکا دے گی تو اس کو تکلیف ہو گی۔۔

وہ روز میرب کی پشت پر کھڑا ہو کر سامنے مرر میں دیکھتے ہوئے اسے برش کرواتا۔۔

وہ میرب کو کلی تک کے لیے جھکنے نہیں دیتا۔۔۔ خود اپنے ہاتھ میں کپ بناتے ہوئے پانی بھر کر اسے کلی کروا رہا تھا۔۔ 

میرب کو رشک آتا تھا رومان شاہ کی محبت پر۔ ہر شوہر اپنی بیوی سے بہت پیار کرتا ہے مگر رومان شاہ جیسی محبت آج تک نہ کبھی کسی نے کی اور نہ کوئی کر سکتا ہے۔۔

یہ محبت نہیں تھی یہ جنون تھا ایک عشق تھا ایک ایسی کہانی تھی جس کو رومان شاہ کی محبت نے سینچا تھا۔۔

شاہ!! ہمم!! ٹاول سے اس کا چہرہ خشک کرواتے ہوئے اسے واپس اپنے ساتھ باہر لے جا رہا تھا کہ میرب نے واش روم سے باہر آ کر ایک محبت بھری نظر شاہ کے چہرے کی جانب ڈالی۔۔

جس کا جواب رومان شاہ نے مسکراتے لبوں سے دیتے ہوئے۔ آئی برو اٹھا کر پ اشارے سے پوچھا کہ وہ کیوں دیکھ رہی ہے۔۔۔

شاہ کبھی کبھی مجھے آپ کے پیار پر رشک آتا ہے۔۔میرب اس لائق نہیں تھی جتنا آپ میرب کو پیار کرتے ہیں۔۔

وہ محبت اور معصومیت سے ایمانداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے پورے دل سے رومان شاہ کی محبت کو داد پیش کر رہی تھی۔۔

میری جان کس لائق ہے اور کس لائق نہیں اس کا فیصلہ تم مجھ پر چھوڑ دو اور میرا فیصلہ یہ ہے کہ میری میرب میری جان یہ سب ڈیزرو کرتی تھی۔۔

جس عشق کی تم آج تعریف کر رہی ہو اس عشق کی بنیاد میرب رومان شاہ نے رکھی ہے۔۔۔تو پھر تم کیسے کہہ سکتی ہو کہ تم میری محبت کے لائق نہیں تھی۔۔

رومان شاہ نے اتنی محبت سے جملے بولے کہ میرب کے دل نے ایک خوبصورت پیاری سی بیٹ مس کی۔۔

وہ میرب کو پیار سے لے جا کر واپس بیڈ پہ بٹھا چکا تھا اسے بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے اس کے پاؤں کو نرمی سے سیدھا کرتے ہوئے سب سے پہلے آئل لے کر اس کے پیروں پر مساج کرنے لگا۔۔

کیونکہ مساج کے بعد میرب کے پیروں میں درد میں کمی آجاتی تھی یہ آئل اس کی ڈاکٹر نے ریکمنڈ کیا تھا۔۔

اس کے پیروں کو گود میں رکھے ہوئے اپنے پیر بیڈ سے لٹکا کر بیٹھا تھا۔۔نرمی سے مساج کرتے ہوئے میرب زردی مائل چہرے کو دیکھ رہا تھا۔۔

شاہ مجھے بالکل اچھا نہیں لگتا جب آپ میرے پاؤں کو یہ آئل لگاتے ہیں میرب نے ہمیشہ کی طرح شرمندہ انداز سے کہا۔۔ اسے نہیں اچھا لگتا تھا شاہ کا یوں اس کے پیروں کو ہاتھ لگانا وہ تو اپنے شاہ کو ہمیشہ ایک اونچے مقام پر دیکھتی تھی۔۔



میرب میری جانب دیکھو شرمندہ مت ہوا کرو یار یہ سب کچھ میں اپنی جان کو ٹھیک کرنے کے لیے کر رہا ہوں۔۔

جب تم ٹھیک ہو جاؤ گی اس کے بعد نہیں کروں گا۔۔ میں جانتا ہوں میری جان کو اچھا نہیں لگتا۔۔۔ چلو اب میرا بچہ مسکرا کر دکھائے۔۔رومان شاہ کے کہنے پر میرب ہلکے سے مسکرائی تھی۔۔

اب شاہ بیٹھا ہوا اسے اپنے ہاتھوں سے ناشتہ کروا رہا تھا میرب بھی پیار سے شاہ منہ میں نوالے ڈال رہی تھی۔۔۔

شاہ آپ آج مجھے کہیں باہر لے کے چلیں میں بہت تنگ آ گئی ہوں۔گھر میں رہ رہ کر وہ ناشتہ کرتے کرتے بیچ میں بولی تھی۔۔۔

اوکے ڈن بتاؤ میرے بچے نے کہاں جانا ہے میں لے چلوں گا۔۔شاہ نے فوراً سے حامی بھرتے ہوئے ایک اور نوالہ اس کے منہ میں ڈال دیا۔۔

شاہ مجھے اور نہیں کھانا نوالے کو منہ میں ڈال اگلی بائٹ کے لیے منع کر رہی تھی۔۔۔

ایسا کچھ نہیں ہو گا یہ آپ کا ناشتہ ہے اور آپ کو فنش کرنا ہے۔۔اتنے بڑے مٹکے جیسے پیٹ کے اندر دو ٹوس اور ایک انڈا نہیں آپ سے ڈالا جاتا۔۔میرب شرم کرو میرب کے پیٹ کی جانب دیکھتے ہوئے شاہ نے کہا۔۔۔

میری اتنے بڑے پیٹ کے اندر میرا بے بی بھی رہتا ہے یہ بھی یاد رکھا کریں۔میرب چھوٹی سے ناک کو سکنوڑتی ہوئی مسکرائی۔۔۔

ہمم!!ہاں تو کھانا بھی تمہارا اور بے بی کا ہے تو دونوں مل کر کھاؤ۔۔ رومان شاہ نے اسے اپنی لاپچے دار باتوں میں الجھاتے ہوئے نوالہ اس کے منہ میں ڈال دیا تھا۔۔

میرب جب بھی کھانے میں آناطانی کرتی تھی تو شاہ اسی طرح سے اپنی لچھے دار باتوں میں الجھا کر کھانا کھلاتا تھا۔۔۔

میرب مجھے آج تھوڑی دیر کے لیے گھر سے باہر جانا ہے۔۔

تمہیں میں نے بتایا تھا نا کہ احمر کا رشتہ دیکھنے جانا ہے۔۔ تمہارے پاس میں مرہا کو چھوڑ کر جاؤں گا۔۔

تم نے اپنا بہت خیال رکھنا ہے اور شام کو پھر ہم گھومنے چلیں گے۔۔۔برتن اٹھا کر سائیڈ ٹیبل پر رکھتے ہوئے کہا۔۔۔

مرہا کا نام سن کر میرب بہت خوش ہو گئی تھی۔۔کافی دن ہو گئے تھے دونوں کو آپس میں ملے ہوئے۔۔

مرہا کو شفا کے ساتھ ہونے والے حادثے کے بارے میں کچھ بھی نہیں پتہ تھا۔۔رومان شاہ نے میرب کو ہر طرح کی پریشانی سے دور رکھا تھا۔۔



کب تک آپ جائیں گے اور مرہا کو میرے پاس چھوڑیں گے میرب نے تجسس سے پوچھا۔۔

میں نہیں جاؤں گا شاہ میر کو فون کر دیا ہے وہ مرہا کو کچھ دیر میں یہ ہاتھ چھوڑ جائے گا۔۔

اور تم دونوں نے بچوں کی جیسے کوئی حرکت نہیں کرنی ورنہ میں بہت سختی سے پیش آؤں گا۔۔

رومان شاہ جانتا تھا کہ مرہا اور میرب ایک ہی مزاج کی ہیں وقت ملتے ہی ان لوگوں کو عجیب عجیب حرکتیں سوجھتی ہیں۔۔۔

کیا شاہ ہم کیوں بچوں کے جیسے حرکتیں کریں گے اب ہم بڑی ہو چکی ہیں۔۔بڑے پر اعتماد لہجے سے جواب دیا۔۔

تم دونوں جتنی بڑوں والی حرکتیں کرتی ہو مجھے بڑی اچھی طرح سے اندازہ ہے۔یہ مت بولنا کہ روم میں کیمرہ لگا ہے اور میری نظر تم دونوں پر ہو گی۔۔رومان شاہ میرب اور مرہا پر ٹرسٹ نہیں کر سکتا تھا۔۔

پتہ ہے کہ روم میں کیمرہ لگا ہوا ہے آپ کو جسوسیاں کرنے کا بہت شوق ہے میرب کو رومان شاہ کی دھمکی بالکل پسند نہیں آئی تھی۔۔

یہ چھوٹی سی ناک کو اتنا سنگوڑا مت کرو۔اس کی ساتھ ہو کر اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے اسے قریب کر لیا۔۔چلو اب ناشتہ بھی ہو گیا ہے اپنی ناک کو سیدھی کر کے مجھے گڈ مارننگ والی کسی دووہ چہرہ اس کے اوپر جھکاتے ہوئے بولا۔۔

شاہ آپ کیساں لے لے کر تھکتے نہیں ہیں وہ مسکراتے ہوئے بولی۔۔۔

تم یہ سوال روز مجھ سے پوچھ پوچھ کر تھکتی نہیں میرب کی نقل اتارتے ہوئے بولا۔۔

رومان شاہ اس کے لبوں پر جھکا اپنی مارننگ کسی لے رہا تھا جب روم کا دروازہ کھٹکاتے ہوئے مرہا اندر داخل ہوئی تھی۔۔

شاہ ایک دم سے میرب سے دور ہوا۔۔

اسلام علیکم بھائی کیسے ہیں۔۔وہ خوشی سے چہکتی ہوئی تیز تیز قدموں سے آکر رومان شاہ سے لپٹ گئی تھی۔۔

وعلیکم السلام۔۔۔کیسی ہو بہت دنوں کے بعد تمہیں بھائی کی یاد آئی وہ بھی تم میرے بلانے پر آئی ہو ۔۔رومان شاہ اس کو گلے لگا کر پیار دیتے ہوئے شکوہ کر رہا تھا۔۔۔

یہ بات آپ میر سے پوچھیں وہی مجھے لے کر نہیں آتے ۔۔وہ شاہ سے مل کر میرب کی جانب جاتے ہوئے بولی تھی۔ ماشاء اللہ ماشاء اللہ میرب تم کتنی پیاری لگ رہی ہو۔ گولو مولو سی ۔۔وہ میرب کو گلے ملتے ہوئے خوشی سے بولی۔۔۔



شاہ میر بھائی نہیں آئے !!میرب کی آنکھیں اپنے بھائی کا انتظار کر رہی تھی مگر اکیلی مرہا کو دیکھ کر میرب نے اداس سے ہوتے ہوئے پوچھا تھا۔۔

ایسا کیسے ہو سکتا ہے کہ تمہارا بھائی تمہیں ملنے نہ آئے ۔۔شاہ میر جو دروازہ کھول کر اندر داخل ہوتے ہوئے میرب کی آواز سن چکا تھا۔

شاہ میر کے ساتھ ناراضگی جتاتے ہوئے مرہا اس سے پہلے بڑے بڑے قدم بھلانگتی ہوئی آگئی تھی۔۔

وہ اب تک ناراض تھی شاہ میر کے فون نہ کرنے پر۔۔ سارے راستے شاہ میر نے منایا مگر میرب کا موڈ اب بھی خراب تھا۔۔۔

میرب نے خود کو جلدی سے چادر لیتے ہوئے کور کیا اسے شرم آرہی تھی اپنے حلیے پر شاہ میر اس کا بڑا بھائی تھا۔۔

میری گڑیا کیسی ہے شاہ میر اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر اپنے ساتھ لگاتے ہوئے پیار سے بولا میں ٹھیک ہوں بھائی اپ کیسے ہیں میں بھی ٹھیک بالکل فرسٹ کلاس بس تمہاری اس بھابی اور سہیلی کا موڈ خراب ہے شاہ میر نے مرہا کی جانب پوائنٹ کرتے ہوئے کہا۔۔ اور دوسری جانب سے ہوتا ہوا رومان شاہ سے مصافحہ کرتے ہوئے وہیں پر بیٹھ گیا۔۔

ہاں تو تم نے ایسی کوئی حرکت کی ہوگی جس کی وجہ سے میری بہن کا موڈ خراب ہے رومان شاہ نے مسکراتے ہوئے اپنی بہن کی طرفداری کی جو میرب کے پاس بیٹھ چکی تھی۔۔

جی بھائی آپ نے بالکل ٹھیک کہا۔۔ اب انہوں نے خود سے بات شروع کی ہے تو میں آپ کو بتاتی ہوں کہ میں کیوں ناراض ہوں۔۔

پولیس اسٹیشن میں جاکر ایک بار بھی فون نہیں کیا۔۔ انہیں میری کوئی فکر نہیں ہے وہ اپنا کیس اپنے بھائی کی عدالت میں رکھ چکی تھی۔۔

بہت غلط بات ہے شاہ میر بھائی اس میں تو میں بھی میرب کے ساتھ ہوں۔

آپ نے کیوں میرب کو فون نہیں کیا میرب بھی اپنی بھابھی کے ساتھ ہو چکی تھی۔۔رومان شاہ سے پہلے میرب بول اٹھی تھی اپنی بھابھی کی طرفداری کرنے کے لیے۔

کیا بات ہے بھئی تم سب تو اس کی سائیڈ ہو گئے۔۔میں بیچارہ اکیلا بندہ تو کچھ نہیں کر سکتا۔۔ غلطی ہو گئی آئندہ میں ٹائم سے فون کیا کروں گا۔۔

وہ مسکراتے ہوئے سینے پر ہاتھ رکھ کر مودبانہ انداز سے بولا۔۔۔تو سب قہقہہ لگا کر ہنس دیے تھے ۔۔

رومان شاہ بھی تیار ہو کر شاہ میر کے ساتھ ہی نکل گیا۔۔شامیر کو واپس ایک بار پولیس تھانے جانا تھا ۔اور رومان شاہ کو احمر کے گھر جا کر وہاں سے اس کی امی اور عاصم شاہ کو ساتھ لے کر ماہی کے گھر رشتہ لینے جانا تھا۔۔شاہ زیب کو فون کر دیا تھا جو ڈائریکٹ ان کو ماہی کے گھر پر ہی ملنے والا تھا۔۔

جبکہ مرہا اور میرب اس وقت ایک ساتھ تھی جن کو بہت تاکید کی گئی تھی کہ وہ اپنا خیال رکھیں۔۔۔شاہ میر اور رومان شاہ جا چکے تھے۔۔میرہا اور میرب بیٹھی آپس میں گپے مار رہی تھی۔۔

ooooooooo

ooooooooooo

ماہی کی بچی زیادہ بک بک نہیں کرو ایک بار آکر چکر لگاؤ۔۔احمر بھائی تم سے مل کر بات کرنا چاہتے ہیں شفا ماہی سے فون پر بات کر رہی تھی۔۔

تم اپنے احمر بھائی سے بولو کہ انہوں نے اب مل کر کون سا میرا ڈی این اے ٹیسٹ کرنا ہے۔۔اتنی بار تو میں ان سے مل چکی ہوں۔ماہی اپنی عادت سے مجبور شفا کی بات کو مذاق میں اڑاتے ہوئے بولی تھی۔۔

بدتمیز وہ تم سے مل کر تمہاری رضامندی جاننا چاہتے ہیں شاید شفا سر پکڑ کر رہ گئی تھی ماہی کی بکواس سے۔۔

تم ان سے کہو کہ میں پورے دل و جان سے رضامند ہوں ماہی کھی کھی کر کے ہستی ہوئی بولی۔۔

ماہی احمر بھائی کے سامنے تمیز سے پیش آنا ہم کہاں تمہاری گواہیاں دیتے پھر رہے ہیں۔کہ تم ایک بہت سلجھی ہوئی لڑکی ہو اور مہرمہ کا اور احمر بھائی کا بہت اچھے سے خیال رکھو گی۔اور تمہاری یہ جو بچوں والی حرکتیں ہیں تم کہیں احمر بھائی کا بنا بنایا رشتہ خراب مت کروا دینا۔۔

شفا اسے سمجھاتے ہوئے سختی سے بولی تھی وہ جانتی تھی کہ شفا کی ایسی ہی عادت ہے وہ ہمیشہ سے چلبلی اور مسکری تھی۔۔

تم بے فکر رہو شفا جی میں تمہارے احمر بھائی اور مہرمہ کا پورا خیال رکھوں گی مہرمہ کے خیال میں چاہے تھوڑی سی کمی رہ جائے۔ مگر تمہارے احمر بھائی کو ہمیشہ میں اپنی گود میں اٹھا کر جھولا جھولاتی رہوں گی۔

وہ بھی ماہی تھی اس پر شفا کی باتوں کا کون سا اثر ہونا تھا۔۔

اپنی بکواس بند کرو اور انسان بن کے سدھر جاؤ۔۔۔ماہی کی باتوں سے شفا کو ہنسی آرہی تھی۔ وہ اس پانی ہنسی کو بامشکل روکتے ہوئے بولی۔۔

مجھے عاصم نے کہا تھا تمہیں ایک بار یہاں بلوانے کے لیے اب بتاؤ میں عاصم سے جا کر کیا کہوں۔۔

کہنا کیا ہے جا کر سچ بتاؤ کہ لڑکی پوری طرح سے رضامند ہے اور تم لوگوں کے آنے کا ویٹ کر رہی ہے۔۔۔

آج میں مہرمہ سے نہیں ملی پتہ میں کتنی اداس ہوں مگر ممی پاپا 15 دن بعد گھر آئے ہیں۔ تو میں نکل نہیں سکتی میری مجبوری ہے۔۔۔

تم لوگ اپنے کنبے کو لے کر آؤ اور ممی پاپا سے رشتہ مانگوں۔۔۔اور جلدی سے یہ شادی والی فارمیلٹی پوری کر کے مجھے لے جاؤ۔۔۔ تاکہ میں مہرمہ کے ساتھ آرام سے رہ سکوں۔۔ بینا کوئی بات کو گھمائے پھرائے ماہی نے ایک ہی جھٹکے میں ساری تفصیلی بات بول دی۔۔۔

ماہی قسم سے تم کتنی بے شرم ہو اپنی شادی کی بات کتنے دھڑلے سے کہہ رہی ہو۔اس کی بے تکی باتوں سے شفا ہنستے ہوئے لوٹ پوٹ ہونے لگی تھی۔۔

۔۔حد ہے یار اب کوئی بندہ خوش ہو تو تم لوگوں سے وہ بھی ہضم نہیں ہوتا ماہی نے یہ ہنستے ہوئے جواب دیا۔۔
ویسے بھی تم جانتی ہو کہ ماہی کو گھوما پھیرا کر باتیں نہیں کرنی آتی اب میں خوش ہوں تو ہوں میں شرمانے کا ڈرامہ نہیں کر سکتی۔۔وہ صاف گوئی سے بولی۔۔

اور پلیز تم لوگ جلدی آؤ اور آکر ممی پاپا سے بات کرو۔۔کیونکہ ممی بابا صرف چار پانچ دن کے لیے پاکستان ہی آئے ہیں۔۔۔ نہیں تو اگلے دو مہینوں تک ممی پاپا وہی پر رہیں گے۔۔ ان کی کوئی امپورٹڈ میٹنگ چل رہی ہیں۔۔۔اوکے میں جا کر عاصم کو بولتی ہوں۔۔وہ فون بند کر چکی تھی۔۔۔

oooooooo

حیران ہوں عاصم تم لوگوں پر اس لڑکی کو میں ابھی ملا نہیں کوئی بات نہیں ہو سکی۔۔اور تم نے رومان شاہ کو بھی بلوالیا ہے۔اور جانے کی تیاری بھی کرلی ہے۔میں حیران ہوں تم لوگوں کی جلد بازیوں پر۔۔ ٹی وی لاؤنج میں عاصم شاہ احمر اور اس کی والدہ بیٹھی ہوئی تھی۔۔عاصم شاہ اس بات پر ناراض تھا کہ بنا اس لڑکی سے بات کیے وہ ان کے گھر رشتہ لے جانے کیسے جاسکتے ہیں۔۔۔۔

احمر بھائی پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے میں نے شفا سے کہا ہے کہ وہ ماہی کو فون کر دے وہ تھوڑی دیر کے لیے یہاں سے چکر لگا کے چلی جائے گی اس کے بعد ہم ان کے گھر چلے جائیں گے۔اپ پوچھ لینا جو کچھ بھی اس سے پوچھنا چاہیں۔۔عاصم نے مسئلہ سالو کر دیا۔

نہیں ماہی نہیں آرہی میں نے فون کیا تھا۔اس نے آنے سے منا کر دیا ہے۔

ٹی وی لاؤنج میں داخل ہوتے ہی شفا ان کی بات کا جواب دیتے کہا۔۔

کیوں کیوں نہیں آرہی!!عاصم شاہ نے اس کی جانب دیکھتے ہوئے تجسس سے کہا۔۔

عاصم شاہ بات کرتے ہوئے اپنی گردن پر انگلی رکھ کر آنکھوں سے اسے کچھ اشارہ کر رہا تھا۔۔ جسے شفا سمجھ نہیں پارہی تھی۔۔

ہاں بولو بیٹا ماہی کیوں نہیں آ رہی۔کیوں اس نے آنے سے منع کر دیا آنٹی پریشان سی ہو گئی تھی۔۔ماہی کے نہ آنے کا سن کر۔وہ تو کتنے خواب سجائے بیٹھی تھی اپنے بیٹے کا گھر بنانے کے لیے۔۔

شفا جو عاصم شاہ کے جانب دیکھنے لگی تھی اور اپنی بات بیچ میں چھوڑ چکی تھی۔۔احمر کی ماں کی آواز پر شفا ان کی جانب متوجہ ہوئی۔۔

آنٹی وہ کہہ رہی تھی کہ اس کے ممی پاپا صرف چار پانچ دن کے لیے ہی پاکستان آئے ہیں۔۔

اس کے باد اگلے دو مہینوں تک وہ آؤٹ آف کنٹری ہی رہیں گے۔۔

تو اس لیے وہ نہیں آ سکتی۔۔

مگر اس نے کہا ہے کہ آپ لوگ بے فکر ہو کر آجائیں۔کیونکہ وہ اس رشتے پر خوش ہے۔۔۔اور اس کی اپنی ممی پاپا سے بات ہو چکی ہے ان کو بھی کوئی اعتراض نہیں ہے۔۔ شفا نے پوری بات ایک ہی سانس میں بتا دی۔۔

چلو ٹھیک ہے بیٹا پھر ہم لوگ تو تیار ہیں۔۔ہاں جی ہم لوگ تو بالکل تیار ہیں ریڈی بیٹھے ہوئے ہیں !!احمر نے نفی میں سر کو ہلاتے ہوئے ناراض انداز سے کہا تھا۔۔

چلو بیٹا اب کوئی مسئلہ مت پیدا کرنا اٹھو اور اللہ کا نام لو اچھے کام میں دیر نہیں کرنی چاہیے۔۔وہ اپنے بیٹے کو تھوڑا سخت انداز میں سمجھاتے ہوئے بول کھڑی ہو گئی۔۔۔میں ذرا اپنی چادر لے کر آتی ہوں وہ کہتے ہوئے اٹھ کر اپنے روم کی جانب چلی گئی۔۔۔

میں ذرا مہرمہ سے مل کر آتا ہوں آپ لوگ تیاری کرو۔احمر اٹھ کر اپنے بگڑے زاویے والے منہ کے ساتھ مہرمہ کے روم کی طرف چل دیا۔۔۔

کیا آپ مجھے اشارے کر رہے تھے میں اتنی کنفیوز ہو گئی تھی کہ مجھ سے بات نہیں ہو رہی تھی۔۔کیا سوچتے ہوں گے میرے بارے میں احمر بھائی اور آنٹی ان کے جاتے ہی شفا نے ناراضگی کا اظہار کیا۔۔۔وہ صوفے کی پشت پر اپنے ہاتھ رکھے ہوئے کھڑی تھی۔۔

عاصم شاہ اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے بے حد قریب آکر کھڑا اس کے کان پر جھک گیا۔۔مائی لو میرے ساتھ روم میں چلو بتاتا ہوں کہ اشارہ کیوں کر رہا تھا۔

وہ تمہارے بارے میں کیا سوچیں گے اس کو چھوڑو تم خود اپنے بارے میں کیا سوچو گی یہ میرے لیے بھی جاننا ایک تجسس کی بات ہے۔۔

وہ سرگوشی میں بولتا ہوا پیچھے ہو کر اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے اسے اپنے ساتھ روم میں لے جا رہا تھا۔۔

روم میں آکر روم کا دروازہ بند کیے اسے مرر کی جانب لے جا رہا تھا۔۔

کیا کر رہے ہیں عاصم !کیا دکھانا چاہتے ہیں۔۔وہ بیزاری سے بولی تھی۔۔سامنے شیشے میں دیکھو خود ہی سمجھ آجائے گا۔۔وہ اس کے دونوں کاندھوں پر ہاتھ رکھ کے سامنے مرر کے اندر اشارہ کرتے ہوئے بولا تھا۔۔۔

شفا نے مرر کے اندر جب دیکھا تو وہ شرم سے لال ہوتے ہوئے اپنے چہرے پر ہاتھ رکھ کر واپس عاصم شاہ کی جانب مڑتے ہوئے اس کے سینے میں سر چھپا گئی تھی۔۔۔

ہاہاہاہا!!عاصم شاہ کا جاندار کہہ کر روم میں گونج اٹھا تھا اس کے گرد اپنی پاؤں کا حصار بنا کر اسے اپنے سینے میں چھپا۔لیا۔۔

اب سمجھ گئی عاصم شاہ کی جان کہ کیوں اشارے کر رہا تھا۔۔اس کے بالوں پر لب رکھ کر محبت سے چومتے ہوئے کہا۔

شفا کی گردن پر عاصم شاہ کی محبت کی خوبصورت مہریں لگی ہوئی تھی۔جو عاصم شاہ آتے ہی دیکھ چکا تھا۔۔۔

اور اشارے سے اسے بتانا چاہ رہا تھا جو شفا کو سمجھ نہیں آیا۔۔

اور اب شفا شرم سے پانی پانی ہو رہی تھی یہ سوچ کر کہ اگر یہ نشان کسی اور نے دیکھ لیے ہوں گے۔تو اس کے بارے میں کیا سوچیں گے۔۔۔

چلو اب اتنا شرمانے کی ضرورت نہیں ہے اگر دیکھ لیے کسی نے دیکھ لیں۔۔

تمہارے شوہر کی محبت کے نشان تھے کوئی گناہ نہیں کیا میری چھوٹی سی جان نے جو اتنا شرما کر بے حال ہو رہی ہو۔۔

اپنے سینے میں سر چھپائے ہوئے شفا کو شرم سے لال پیلی ہوتے دیکھ عاصم شاہ نے اسے پیار سے کہا

۔۔۔نہیں آپ نے ایسا کیا ہی کیوں اب کیا سوچیں گے آنٹی اور احمر بھائی میرے بارے میں اگر انہوں نے یہ نشان دیکھ لیے تو۔۔۔

وہ آہستہ سے سینے سے سر نکال اوپر کی جانب دیکھتے ہوئے بولی۔۔

مائی لو اب تم اپنا خیال رکھا کرو کیونکہ میں تو ایسے خوبصورت نشان تمہیں روز دینے والا ہوں۔۔

وہ اس کے لبوں پر لب رکھتے ہوئے اس کی پنکھڑیوں کو قید میں لے گیا۔۔

اس کے لبوں کی نمی کو اپنے اندر انڈیلتے ہوئے ایک بار پھر اسے سانسوں کے کے لیے تنگ کیے کھڑا تھا۔۔

oooooooo

رومان شاہ جناب آپ ہمارے گھر تشریف لائے یہ ہمارے لیے کسی اعزاز سے کم نہیں۔۔ماہی کا والد بے حد پر جوش انداز میں ان سب کا استقبال کر کے بٹھا چکا تھا۔۔

وہ رومان شاہ کو تو اپنے گھر میں دیکھ وہ پھولے نہیں سما پا رہا تھا۔۔رومان شاہ بزنس کی دنیا میں ایک ایسا نام اور پہچان رکھتا تھا جسے کسی شناخت کی ضرورت نہیں تھی۔۔

رومان شاہ خود میں ہی ایک ایسا برانڈ تھا جسے ہر کوئی ملنا چاہتا تھا۔۔رومان شاہ بزنس کی دنیا میں ان بلندیوں پر پہنچ چکا تھا۔۔جسے پانے کے لیے لوگ ساری زندگی گزار دیتے ہیں۔۔اور پھر بھی یہ مقام حاصل نہیں کر پاتے۔۔۔

رومان شاہ نے وہ مقام چھوٹی سی عمر میں حاصل کر لیا تھا۔۔رومان شاہ کو ماہی کا باپ بہت اچھی طرح سے جانتا تھا جب کہ رومان شاہ بھی ماہی کے باپ کے نام سے کچھ حد تک واقف تھا۔۔

کیونکہ انڈسٹری میں ان کا بھی ایک اچھا مقام تھا۔ مگر کبھی ان کا آمنا سامنا نہیں ہوا تھا۔۔ماہی کا باپ ہمیشہ سے رومان شاہ سے ایک اچھی بزنس ڈیل کرنا چاہتا تھا جو کہ کبھی ممکن نہیں ہو سکی تھی۔۔

اور آج اچانک اپنے گھر میں رومان شاہ کو دیکھ کر ماہی کے باپ کی خوشی کی انتہا نہیں تھی۔انہوں نے بہت خوش دلی سے ماہی کا رشتہ انہیں دے دیا تھا۔

کیونکہ احمر خوبصورت پڑھا لکھا نوجوان تھا۔جو کہ عمر میں ماہی سے کافی بڑا تھا مگر اس کی فٹنس اور پرسنلٹی کو دیکھ کر اس کی عمر اتنی لگتی نہیں تھی۔۔

ماہی اپنے ماں باپ کو پہلے سے آگاہ کر چکی تھی کہ اسے کوئی اعتراض نہیں تھا۔کہ وہ شادی شدہ ہے یا ایک بیٹی کا باپ۔تو اس لیے انکار کی کوئی خاص وجہ بچتی نہیں تھی۔۔

اوپر سے رومان شاہ کا اس کے ساتھ کافی گہرا تعلق تھا۔۔جو کہ ماہی کے باپ کو بے حد اچھا لگا۔۔احمر کے ساتھ آئے ہوئے اس کے دوست دیکھ کر یہ اندازہ ہو رہا تھا۔کہ احمر ایک سلجھا ہوا انسان ہے ڈاکٹر شاہ زیب جو ایک مشہور ہارٹ سرجن تھا۔۔

رومان شاہ جو ایک بہت مشہور بزنس مین تھا۔۔

عاصم شاہ جو ایک بہترین پروفیسر تھا۔اس لیے احمر کی فیملی بیک گراؤنڈ کا اندازہ اس کے دوستوں کو دیکھ بہت اچھی طرح سے ہو گیا۔۔

اور اس رشتے میں ان کی بیٹی کی خوشی شامل تھی تو رشتہ بہت آسانی سے طے ہو گیا۔۔

ایک دوسرے کو مٹھائی کھلائی گئی اور دو دن بعد رخصتی اور نکاح ایک ساتھ ہونے تھی یہ فائنل ہو چکا تھا۔۔

کیونکہ انہوں نے وجہ بتا دی تھی کہ آنے والے دو مہینوں تک ان کے پاس کوئی ٹائم نہیں ہے وہ آؤٹ آف کنٹری رہیں گے۔۔

احمر حالانکہ اتنی جلدی نکاح کے حق میں نہیں تھا مگر گھر والوں نے اسے اتنا پریشرائز کر رکھا تھا کہ وہ بیچارہ تو کچھ بول ہی نہیں سکا۔۔۔

ماہی کے پاپا نے بتایا کہ ان کی دو بیٹیاں ہیں۔دوسری بیٹی جو کہ آؤٹ آف کنٹری رہتی ہے۔۔ وہ شادی میں شامل نہیں ہو سکے گی۔اور وہ زیادہ لوگوں کو انوائٹ بھی نہیں کرنا چاہتے تھے۔۔بس کچھ خاص رشتے دار اور دوست شامل ہوں گے۔۔سادگی سے نکاح ہونا طے پایا تھا۔۔

بیٹا آپ اگر ماہی سے ملنا چاہیں تو مل سکتے ہیں۔ویسے تو میرے خیال سے آپ کی کافی بار ملاقات ہو چکی ہے ماہی اکثر آپ لوگوں کے گھر آیا جایا کرتی ہے۔۔

اس کے والد نے احمر سے کہا۔۔

اب احمر بچارا کیسے بتاتا کہ اس نے تو آج تک کبھی ماہی کو اس نظر سے دیکھا ہی نہیں۔۔۔اس نے ہاں میں سر کو ہلا دیا تھا۔۔نہیں سر ہم بہت بار مل چکے ہیں تو اس کی ضرورت نہیں۔۔

احمر نے دل کی بات کو دباتے ہوئے بولا تھا۔۔جب کہ جو حقیقت سے واقف تھے ان کے لبوں پر ہلکی تھی سمائل آگئی تھی جو ہنسی میں تبدیل ہونا چاہتی تھی۔۔

وہ ب اپنی قہقوں والی ہنسی کو بامشکل روکے ہوئے تھے۔۔۔یعنی کہ رومان شاہ ڈاکٹر شاہ زیب اور عاصم شاہ۔۔وہ اچھی طرح سے جانتے تھے کہ وہ غصے سے یہ بات بول رہا ہے۔

اور غصہ اس کو اپنے گھر والوں پہ تھا۔۔ جنہوں نے بنا ماہی سے بات کیے، اس کا رشتہ اور نکاح رخصتی سب طے کر دیے تھے۔۔۔

اس کی وہ اب وہاں پر ماہی سے ملنا ہی نہیں چاہتا تھا۔۔ماہی کو اس کی والدہ نے وہاں بلوالیا تھا۔۔

احمر کی ماں نے بات پکی کرتے ہوئے 50 ہزار جیسی رقم اس کے ہاتھ میں تھماتے ہوئے بات پکی کر کے مبارک باد دی تھی۔۔۔

ساتھ میں احمر کی ماں کے ہاتھ میں پیوظر گولڈ کی انگوٹھی پہنی ہوئی تھی جو انہوں نے بڑے پیار سے اتار کر ماہی کی انگلی میں ڈال دی۔۔۔

آج سے یہ ہماری بیٹی ہے اور دو دن کے لیے یہ آپ کے پاس ہماری امانت ہے وہ خوشی سے بولتے ہوئے ماہی کو اپنے ساتھ لگا گئی۔۔

ماہی کو بالکل شرم نہیں آرہی تھی بس بیچاری شفا کے کہنے پر مجبوری چپ ہو کر شرمانے کا ناٹک کر رہی تھی۔۔

ماہی کے کہنے کے مطابق یہ فیچر اس کے اندر ابھی تک لاؤنچ ہی نہیں ہوا تھا۔۔ صبح سے شفا کو ئی 40 بار اسے فون کر کے بول چکی تھی کہ اس نے شرمانا ہے۔۔ بس اسی کا مان رکھتے ہوئے بیچاری شرمانے کی بھرپور ایکٹنگ کر رہی تھی۔۔

ooooooooo

عاصم شاہ اور شفا شادی کے لیے تیار ہو چکے تھے۔ احمر اور اس کی امی جان کو بھی بتا دیا گیا تھا کہ وہ شاید اپنے دوست کے ہاں رات رکیں کیونکہ بہت گہرا دوست ہے۔۔

عاصم شاہ نے بتایا کہ وہ اس کا بہت گہرا دوست ہے اس لیے شادی میں جانا ضروری ہے اور آج کی رات وہ مہرمہ کا خیال رکھ لیں۔۔ احمر اور آنٹی نے بے فکر ہو کر جانے کو کہا۔۔



شفا کافی ایکسائٹڈ اور خوش تھی پہلی باریوں وہ عاصم شاہ کے ساتھ کسی شادی میں جارہی تھی۔۔

فل بلیک کلر کی پیروں کو چھوتی ہوئی فراک پہنی ہوئی، جس پر نفیس سلور کام کیا ہوا تھا۔۔

پیروں میں بریک سٹریپ والی ہائی ہیل پہن کر وہ اچھی خاصی ہائٹ بڑھا چکی تھی۔۔۔

سموکنگ میک اپ کیے وہ ایک دم لک چینج کیے ہوئے تھی۔۔

بالو کی ہائی پونی بنائے۔۔ کانوں میں خوبصورت سی بالیاں پہن رکھی تھی۔گلے میں چھوٹا سا سلور کلر کا نیکلس پہنا ہوا تھا۔۔

عاصم شاہ اپنی شہزادی کو دیکھ دیوانہ سا ہوا جا رہا تھا۔۔ مگر اس وقت وہ شادی پر ٹائم سے پہنچنا چاہتا تھا اس لیے اس نے اپنے جذباتوں پر کنٹرول رکھنے کی بھرپور کوشش کی۔۔۔

صرف چند سیکنڈ کے لیے اس کے لبوں پر نرمی سے لب رکھتے ہوئے چوما تھا۔ سختی اس لیے نہیں دکھائی کیونکہ اس کی لپسٹک خراب ہو سکتی تھی۔۔

جس کا وہ پہلے ہی ڈر ظاہر کر چکی تھی کہ میری لپسٹک خراب مت کیجئے گا۔

عاصم شاہ مسکرایا تھا یہ سوچ کر کہ اس لپسٹک خراب نہ ہو، چاہے میرے جذبات خراب ہو جائیں۔۔ اس کا کوئی ڈر نہیں۔۔ اس کی پنکڑیوں پر اپنے لبوں کی حدت چھوڑتے ہوئے۔احمر اور آنٹی کو بتا کر گھر سے شفا کو لے کر نکل آیا۔وہ گاڑی میں بیٹھ چکے تھے۔۔

عاصم شاہ کی نظریں بار بار شفا کی جانب اٹھ رہی تھی۔۔ جو اس وقت بے حد خوب صورت لگ رہی تھی۔۔

شادی کے بعد آج پہلی بار عاصم شاہ نے شفا کو اتنا تیار دیکھا تھا۔۔

°°°°°°°°°°,

عاصم یہ تو ہمارا گھر ہے نا! شفا اپنے اپارٹمنٹ کے سامنے اپنی گاڑی کو رکتے دیکھ چہک اٹھی تھی۔۔

کتنے مہینے ہو گئے تھے ان کو اپنے اس اپارٹمنٹ سے احمر کے گھر شفٹ ہوئے وہ بہت مس کرتی تھی اپنے گھر کو۔۔۔

یس مائی لو یہ ہمارا ہی اپارٹمنٹ ہے اس کے چہرے پر بکھری خوشی کی لالی دیکھ عاصم شاہ مسکرایا تھا۔

گاڑی پارکنگ ایریا میں لگاتے ہوئے وہ دونوں گاڑی سے باہر نکل آئے تھے۔۔۔

لیکن عاصم ہم تو آپ کے دوست کی شادی میں جا رہے تھے، پھر ہم ہمارے اپارٹمنٹ میں کیا کرنے آئے ہیں اچانک سے شفا کو یاد آیا۔۔

کیوں تمہیں اچھا نہیں لگا کہ میں تمہیں یہاں ہمارے گھر لے کر آیا ہوں۔ اس کے ہاتھ کو نرمی سے اپنے ہاتھ میں پکڑ کر لفٹ میں اینٹر ہوتے ہوئے، عاصم شاہ نے اس پر ایک گہری محبت بھری نظر ڈالتے ہوئے پوچھا۔۔۔



نہیں ایسی تو کوئی بات نہیں مجھے تو بہت اچھا لگا ہے کہ ہم اتنے مہینوں کے بعد اپنے اس پیارے سے اپارٹمنٹ میں واپس آئے ہیں۔۔

شفا نے مسکراتے ہوئے جواب دیا وہ خوش تھی اپنے اپارٹمنٹ میں آکر۔

لفٹ آ کر ان کے فلور پر رکی تھی۔ وہ دونوں ایک ساتھ چلتے ہوئے اپنے اپارٹمنٹ کے دروازے پر آ گئے۔۔

عاصم شاہ نے چابی سے دروازہ کھولا دونوں گھر کے اندر داخل ہو گئے۔ عاصم شاہ دروازہ بند کرتے ہوئے اس کے پیچھے پیچھے چلتا جا رہا تھا۔۔۔ کہ اپنے آگے چلتی ہوئی شفا کی کلائی کو تھام کر اپنی جانب کھینچا۔۔۔

وہ اس اچانک ہوئی آفات کے لیے تیار نہیں تھی۔ لڑکھڑاتے ہوئے عاصم شاہ کے مضبوط چوڑے سینے سے آن ٹکرائی تھی۔۔ شفا کی پشت پر اپنا مضبوط سینہ رکھے اگلے ہی پل اسے اپنے مضبوط باہوں کے دائرے میں قید کر چکا تھا۔۔۔

یہ کیا کر رہے ہیں آپ!! وہ تیز دھڑکنوں کو لیے عاصم شاہ کی جانب پیچھے کو منہ موڑتے ہوئے بولی۔۔۔ اس کے خوبصورت چہرے پر حیا کے رنگ دیکھ عاصم شاہ بے اختیار اس کی پنکھڑیوں کو لبوں سے چھو کر چومتا ہوا مدہوش سا ہوا۔۔

مائی لو اپنی پیاری سی بیوی کو پیار کر رہا ہوں۔۔ جو بہت دنوں سے کوشش کے باوجود کر نہیں سکا۔۔ وہ سرگوشی میں بولتا ہوا اس کی گردن کی سائیڈ پر لب رکھتے ہوئے اپنے گرم گرم لمس سے اسے سسکنے پر مجبور کر گیا۔۔۔

ہم شادی سے لیٹ ہو جائیں گے وہ اپنی دھڑکنوں کی رقص میں سسکتی ہوئی بامشکل بولی تھی۔۔۔

کس شادی سے لیٹ ہوں گے وہ کانوں کے لوگوں کو چومتے ہوئے مسکرایا۔۔

جس شادی کے لیے ہم گھر سے نکلے تھے اپنے کان کی لو پر اس کے لبوں کا لفظ محسوس کر کے وہ آنکھیں بند کر کے ہونٹوں کو ہلکا سا کھولیں تیز سانسیں ہوا میں چھوڑ رہی تھی۔۔

اپنے چھوٹے چھوٹے لمسوں سے اس کی تیز ہوتی سانسوں کو دیکھ عاصم شاہ کے لب بے اختیار دل کش انداز سے مسکرائے تھے۔۔

عاصم شاہ کی جان کوئی شادی نہیں تھی میں تمہیں یہاں پر ہی لے کر آیا ہوں شادی صرف ایک بہانہ تھی۔۔

اسے گھما کر اس کا رخ اپنی جانب کرتے ہوئے ایک ہاتھ اس کی قمر پر رکھیں ہوئے تھا۔۔۔

دوسرا ہاتھ اس کی گردن پر رکھ انگوٹھے سے اس کی خوبصورت نازک سی گال کو رب کرتے ہوئے گہری نظروں سے اس چہرے پہ حیا کے بکھرتے ہوئے رنگ دیکھنے لگا۔۔۔

شفا تھوڑا سا خود کو سنبھالو ابھی تو میں نے ابتدا کی ہے اور تم شرمانے کی انتہا کرنے لگی ہو۔۔ ابھی تو میں نے محبت کی انتہا کرنی ہے۔۔۔ وہ سرگوشی میں بولتا ہو نیچے جھک کر اسے اپنی گود میں اٹھا چکا تھا۔۔

وہ آنکھیں بند کیے عاصم شاہ کی نظروں سے خود کو محفوظ کر رہی تھی۔۔ جبکہ عاصم شاہ اسے اپنے روم میں جاتے ہوئے بہکتی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے اس کو مسکرا رہا ہے۔۔

مائی لو آنکھیں کھول کر ایک بار دیکھو تو صحیح۔۔ عاصم شاہ کے اتنے مہینوں کا صبر یوں بند آنکھوں سے ادا نہیں ہو گا۔۔ وہ اس کو یوں شرما کر لال ٹماٹر ہو تا دیکھ سرگوشی میں بولا۔۔

وہ پلکوں کو پلکوں سے میچے ہوئے اپنی تیز دھڑکنوں کو بے ترتیب ہوتے ہوئے سن رہی تھی۔۔ عاصم شاہ کی سرگوشیاں اور دونوں کی بے ترتیب دھڑکنیں اس کے حواسوں کو اور بھی برخستہ کر رہی تھی۔۔۔

شفا میری طرف دیکھو یار بہت صبر کیا ہے تمہارے پروفیسر نے اس خوبصورت رات کے لیے۔۔ اب تم بند آنکھیں کر کے میرے صبر کا مزید امتحان نہ لو۔ وہ سرگوشی میں بولتا ہوا اسے نیچے کھڑا کر چکا تھا۔۔۔

نن۔۔۔ نہی۔۔۔ نہیں مجھ سے نہیں دیکھا جائے گا۔مجھے بہت شرم آرہی ہے وہ بامشکل لفظوں کو توڑتے ہوئے بولی۔۔

عاصم شاہ کی بے تاب انگلیاں اس کی قمر پر رقص کر رہی تھی۔اسے اپنے سینے سے لگائے اس کی پشت پر ہاتھ باندھے کھڑا تھاوہ تیز سانسوں میں آنکھیں بند کیے کھڑی تھی۔۔۔

اتنامت ڈروشفا اتنی محبت سے محبت کروں گا کہ کب میں خود کو تم میں شامل کر لوں گا۔ تمہیں احساس بھی نہیں ہو گا۔میری محبت کو قبول کر کے نچھاور کرنے کا موقع تو دو۔۔اس کے ماتھے پر عقیدت سے لب رکھتے ہوئے چوم کر کہا۔۔۔

مجھے ڈر لگ رہاہے اس کے سینے میں سر چھپاتے ہوئے دونوں ہاتھ اس کے سینے پر رکھے ہوئے بولی۔۔۔

مائی لو پچھلے چھ مہینوں سے عاص شاہ تمہارے بے حد قریب رہاوہ بھی اپنے پورے حق رکھتے ہوئے۔۔ کبھی تم پر زور زبردستی سے حق حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی اور نہ ہی کروں گا۔۔

آج بھی تمہاری اجازت کا طلبگار ہوں ہمارے اس خوبصورت رشتے کو مکمل ہونے دو میری باہوں میں آؤمیں تمہیں محبت سے سمیٹ لوں گا۔۔

ڈر کی کوئی جگہ باقی ہی نہیں رہ جائے گی وہ سرگوشی میں بولتے ہوئے اس کے نازک سی گالوں پر باری باری اپنی سخت بیرڈ والے گال رب کرتے ہوئے خمار آلود لہجے میں بول رہا تھا۔۔

سوچ لو مائی لو تمہاری چپ کو میں انکار ہی مانوں گا۔۔عاصم شاہ تب تک تمہارے اس خوبصورت وجود پر کبھی اپنا پورا حق نہیں جتائے گا جب تک تمہاری رضامندی سے ہاں نہ ہو۔۔۔

شفا کو مسلسل چپ اور آنکھیں بند کیے دیکھ عاصم شاہ نے بڑی نرمی سے جھک کر اس کی گال کو چومتے ہوئے کہا اور پیچھے ہو گیا۔۔۔

میں نے آپ کو انکار تو نہیں کیا!وہ جاتے ہوئے عاصم شاہ کا ہاتھ اپنی نازک سے ہاتھ میں پکڑتی ہوئی بولی ۔۔

عاصم شاہ اپنا ہاتھ تھامنے پر بنا پلٹے لبوں میں مسکرایا۔۔وہ بھی تو یہی دیکھنا چاہتا تھا کہ، کیا شفا ان چھ مہینوں میں اس کی محبت کو محسوس کر کے اس کے رنگ میں رنگی ہے یا نہیں۔۔

ایسا کہنا بالکل ٹھیک ہو گا کہ عاصم شاہ نے شفا کو اپنے پیار کی کسوٹی پر پرکھا تھا جس پر شفا ثابت قدم ثابت ہوئی تھی۔



۔میری جان نے مجھے انکار نہیں کیا تو اقرار بھی تو نہیں کیا نا۔۔کچھ تو ایسا اشارہ دو جس سے مجھے لگے کہ میری جان میری محبت کو دل سے قبول کر کے میری قربت میں آنے کو تیار ہے۔۔

وہ واپس پلٹتے ہوئے اس کے دونوں نازک سے ہاتھ اپنے مضبوط ہاتھوں میں تھامے کھڑا تھا۔۔۔

میں کیا کہوں !مجھے کیا کہنا چاہیے !وہ حیا کی لالی میں سرخ ہوتی ہوئے نظریں جھکائے معصومیت سے بولی تھی۔۔

کچھ نہ کہو کیونکہ کچھ کہنا میری معصوم سی جان کے بس کی بات نہیں ہے ۔۔اسے اپنی باہوں کے دائرے میں لیتے ہوئے محبت سے بولا تھا۔۔

شفا نے جس محبت سے عاصم شاہ کا ہاتھ تھاما تھا وہ یہ ثابت کرنے کے لیے کافی تھا کہ شفا عاصم شاہ کی قربت سے بھاگنا نہیں چاہتی۔بس اس کی فطرتی شرم وحیا تھی جو سے روکے ہوئے ہے۔۔

اس کے چہرے پہ جھکتے ہوئے لب نازک سی پنکڑیوں پر رکھ دیے۔پکڑیوں کو لبوں میں قید کیے نمی کے قطروں کو بڑی محبت سے اپنے اندر انڈیل خود کو سہراب کرنے لگا۔۔۔

وہ خود کو عاصم شاہ کے رحموں کرم پر چھوڑ کھڑی تھی۔۔کیونکہ اس کے دل پر بھی عاصم شاہ کی محبت کی مہریں لگ چکی تھی۔۔



عاصم شاہ کی ایمانداری اور محبت نے اسے عاصم شاہ سے محبت کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔بس کبھی کہنے کی ہمت نہ کر سکی تھی۔۔

اب عاصم شاہ اسے اپنی دسترت میں لے کر پورے حق سے حق وصول کرنا چاہتا تھا تو۔اسے کوئی اعتراض نہیں تھا۔مگر یہ اس کی شرم تھی جو اسے آگے قدم بڑھانے ہی نہیں دے رہی تھی۔۔

مگر عاصم شاہ کی ناراضگی کو دیکھ اپنی شرم کو بھی اپنے اندر ہی سمیٹے کھڑی تھی۔۔۔

عاصم شاہ بے قابو سا ہوتا ہوا اس کی پنکھڑیوں سے نمی بے صبری سے پی رہا تھا۔۔

وہ اپنی رکتی ہوئی سانسوں کو محسوس کر کے عاصم شاہ کے سینے پر اپنے ہاتھوں کا دباؤ دیتے ہوئے پیچھے ہوئی۔۔

تیز تیز سانسیں لے رہی تھی وہ اپنی جان کو یوں تیز سانسوں میں سانسوں کے لیے ترستے دیکھ مسکرایا تھا۔۔۔

لب واپس اس کے لبوں پر رکھ کر اس کے اندر اپنی سانسیں انڈیلنے لگا۔۔

وہ آنکھیں بند کر کے پرسکون ہو کر عاصم شاہ کے سانسوں کو اپنے اندر لیتے ہوئے اپنی سانسیں بحال کرنے لگی تھی۔۔۔

اب شفا کی سانس راست پر ہوئی تو۔۔عاصم شاہ نے اپنا سر پیچھے کرتے ہوئے لبوں کو پنکھڑیوں سے جدا کیا گہری نظر اس کے خوبصورت سجے سور روپ پر ڈالی۔۔۔

اس کی سر کے پیچھے ہاتھ رکھتے ہوئے ہائی پونی کو نرمی سے بالوں کے نیچے تک لے جاتے ہوئے بالوں کو آزاد کر چکا تھا۔۔

وہ اپنے دونوں ہاتھ عاصم شاہ کے سینے پر رکھیں۔ اپنے بے جان وجود کو لیے کھڑی تھی۔۔

نظریں شاہ کے سینے پر مرکوز تھی شفا کی دھڑکنوں نے اندر ایک طوفان برپا کر رکھا تھا عاصم شاہ کے ہر لمس سے اس کے پورے وجود میں سنسنی سی دوڑ جاتی۔۔

اس کی کمر پر دونوں جانب ہاتھ رکھتے ہوئے اسے اپنے سات لگائے اوپر اٹھالیا پاس ڑریسنگ مرر کی ٹیبل پر اسے بٹھاتے ہوئے اس کے اوپر ہی جھکا ہوا تھا۔

اس کے کانوں میں پہنی ہوئی بالیوں کو انگلوں سے چھوتے ہوئے نیچے جھکا لب اس کی بالی پر رکھ کر کان کو چوم لیا۔

کان کے لو پر عاصم شاہ کے لبوں کا لمس محسوس کر کے وہ سسک اٹھی تھی۔۔ باری باری بالیوں کو اتار کر ڈریسنگ ٹیبل پر رکھا۔۔

گلے میں پہنے ہوئے نیکلس کو لبوں سے چومتے ہوئے۔ نیکلس کو بڑی نرمی سے گلے سے الگ کیا۔۔۔

ہاتھ اس کی کمر پر رکھے ہوئے ایک ہی جھٹکے میں گردن سے کمر کے نچلے حصے تک لگی ہوئی لمبی زپ کو پورا کھول چکا تھا۔۔

وہ شرم لال ہوتی ہوئی اپنی سانسیں روکے بیٹھی تھی۔۔

عاصم شاہ کے مضبوط ہاتھوں کی تپش کو اپنی کمر پر محسوس کرتے ہوے سسکنے پر مجبور ہو رہی تھی۔۔

عاصم شاہ اس کی گردن پر جھکا اپنے ہاتھوں کو بے لگام چھوڑے ہوئے تھا ہاتھ اس کی پوری کمر پر کھلی زپ کے اندر اپنی من مانیاں کر رہے تھے۔۔

اس کے (بی) کی ہک تک کھول چکا تھا۔۔۔

پوری زپ کے کھلنے کی وجہ سے فراک کاندھوں سے بہت سر کر آگے کی جانب آچکی تھی۔۔اس کی خوبصورت گھوری قمر عاصم شاہ کی نظروں کے پوری طرح سامنے تھی۔۔۔

اسے مرر کے اندر سے نظر آرہی تھی۔ جسے دیکھ عاصم شاہ بہکتا چلا جارہا تھا۔

اسے جھٹکے سے اٹھاتے ہوئے بیڈ پر لا کر لٹا دیا۔۔اپنی شرٹ کے بٹن کھول کر زمین پر پھینک چکا تھا بے اختیار سا ہوتا ہوا پوری طرح بہک چکا تھا۔۔

اس کے اوپر گرتے ہوئے اس کی گردن پر جگہ با جگہ لمس چھوڑنے لگا تھا۔۔



اس کی فراک سرکتے سرکتے بہت حد تک سرک نیچے آچکی تھی۔۔۔عاصم شاہ اس کے دل والے مقام کو گہری نظروں سے دیکھ کر خماری سے مسکرایا تھا۔

جہاں پر فراک نہ ہونے کے برابر تھی۔۔۔لب اس کے دل والے مقام پر رکھتے ہوئے بڑی محبت سے نمی پینے لگا۔

۔وہ آنکھیں بند کیے تیز تیز سسکیاں بھرنے لگی تھی۔۔۔عاصم شاہ کے سلگتے لب اس کے دل والے مقام سے نمی کھینچتے ہوئے اس کی جان نکال رہے تھے۔۔۔وہ تڑپ رہی تھی۔۔عاصم شاہ کے کاندھوں پر سختی سے ہاتھ رکھے ہوئے وہ تیز سانسیں لے رہی تھی۔۔

جبکہ عاصم شاہ اس کے دل والے مقام پر جھکا اور جھکتا ہی چلا گیا۔۔اس کی سسکیاں اسے اور بہکا رہی تھی اس کی سسکیاں سن کر وہ مدہوش سا ہوتا ہوا سحر اب ہو رہا تھا۔۔

عاصم شاہ کی شدتوں میں اضافہ ہونے لگا تھا۔۔شفا کی سسکیاں بڑھنے لگی تھی۔۔سسکیوں میں آنسوں اس کی پلکوں کے باڑ توڑتے ہوئے نکل آئے تھے۔۔

جن کو عاصم شاہ نے اپنے لبوں سے چنتے ہوئے شفا کے وجود کو نرمی سے خود میں سمیٹ لیا۔۔۔جانتا تھا کہ شفا اس کے مقابل بہت نازک اور کمسن ہے۔۔



مگر اس کی ہمت کو سہراتے ہوئے مسکرایا تھا۔جس نے عاصم شاہ کی محبت کو پورے دل سے قبول کرتے ہوئے اپنے وجود پر سارے حق دیے۔۔۔

عاصم شاہ نے بڑی نرمی سے اپنے حق وصول کیے مگر اس کی جان کے لیے وہ بھی بہت زیادہ تھا۔۔ پلکوں کی باڑ سے آنسوؤں کے ساتھ چھوٹی چھوٹی سسکیاں بھرتے ہوئے عاصم شاہ کے سینے میں سر چھپائے رو رہی تھی۔۔۔

سوری عاصم شاہ کی معصوم جان اس سے زیادہ نرمی سے میں تمہیں خود میں شامل نہیں کر سکتا تھا۔۔اسے اپنی باہوں کے حصار میں لیتے ہوئے محبت سے سرگوشی کی۔۔

آج عاصم شاہ شفا کے نازک سے وجود سے اپنے سارے حق وصول کر چکا تھا۔۔ان کا رشتہ مکمل ہو گیا آج صحیح معنوں میں وہ شفا عاصم شاہ بن چکی تھی۔۔۔

پوری رات عاصم شاہ نے اپنی محبت کی شدتوں میں شفا کو توڑتے اور سمیٹتے ہوئے رات گزاری تھی۔۔

شفا تو عاصم شاہ کی شدتوں سے ٹوٹ اس کے سینے میں سر چھپائے گہری نیند میں سو رہی تھی۔۔

جبکہ عاصم شاہ اٹھ چکا تھا۔۔اور اب انہیں گھر واپس جانا تھا تقریباً دن کے 11 بجنے والے تھے۔۔

اور کل احمر اور ماہی کے نکاح کی ڈیٹ بھی فکس تھی۔۔

اس لیے آج جا کر گھر پر تیاریاں بھی دیکھنی تھی۔۔اپنے سینے میں سر چھپائے گہری نیند میں سوئی ہوئی شفا کو دیکھ عاصم شاہ کے لب مسکرائے تھے۔۔

شفا کو اتنی میٹھی نیند سے اٹھانے کا عاصم شاہ بالکل دل نہیں کر رہا تھا۔۔

کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اس کی نازک سی بیوی عاصم شاہ کو برداشت کرتے کرتے کافی تھک چکی تھی۔۔ مگر اٹھانا اس لیے ضروری تھا کہ وقت پر گھر پہنچنا تھا۔۔اس سے پہلے کے گھر سے فون آتا عاصم شاہ شفا کو لے کے گھر پہنچ جانا چاہتا تھا۔۔

مائی لو عاصم شاہ نے شفا کے کان میں آہستہ سے سرگوشی میں کہا۔۔۔ ہمم!! گہری نیند میں بامشکل بولی۔۔ جان اٹھ جاؤ اب ہمیں گھر چلنا ہے اور جا کر احمر بھائی کی نکاح کی تیاریاں دیکھنی ہیں۔۔

اس کے گرد اپنی باہوں کے حصار بنائے ہوئے نرمی سے بولا۔۔
مجھے بہت نیند آرہی ہے مجھے تھوڑا اور سونا ہے۔۔وہ بچوں کی طرح واپس نیند میں جاتے ہوئے بولی۔۔



شفا ہمارے پاس ٹائم نہیں ہے جان ہمیں گھر چلنا ہے اگر مجبوری نہ ہوتی تو میں اپنی جان کو اور تھوڑی دیر سو لینے دیتا۔بڑی محبت سے اس کی ہر بات کا جواب دے رہا تھا۔۔
پلیز دس منٹ اور سو لینے دے وہ ابھی تک نیند میں ہی بول رہی تھی کیونکہ جس طرح سے وہ بے حال سی حالت میں سوری تھی۔۔۔

اگر پوری طرح سے جاگ جاتی تو ابھی اس نے خود کو عاصم سا کی نظروں سے بچانے کے لیے کمبل کے اندر چھپ جانا تھا۔۔

وہ اس وقت عاصم شاہ کی شرٹ پہنے ہوئے سوئی تھی جبکہ عاصم شاہ بنا شرٹ کے اسے اپنے سینے پر لیٹ آئے ہوئے تھا۔۔۔

شفا اور نہیں سو سکتی پلیز اٹھ جاؤ 11 بج چکے ہیں۔۔ ہمیں ہر حال میں گھر پہنچنا ہے۔تم اٹھو اور جلدی سے فریش ہو جاؤ اب عاصم شاہ اس کے گال پر لب رکھتے ہوئے لمس چھوڑتے ہوئے تھوڑا سا سختی سے اسے اٹھانے لگا۔۔۔

یہ بات آپ کو رات کو یاد نہیں تھی وہ منہ بسورتے ہوئے نیند کی خماری سے بھری ہوئی آنکھوں کو کھول کر عاصم شاہ کی جانب دیکھتے ہوئے بولی۔۔۔

رات کو کس کمبخت کو یاد تھا کہ صبح کیا ہونے والا ہے۔۔

رات کو تو تمہاری خوبصورتی نے عاصم شاہ کو پاگل بنا رکھا تھا۔۔

عاصم شاہ نے اس کے چہرے کو سر پر دباؤ دے کر اپنے چہرے پر جھکاتے ہوئے اس کی کومل سی پنکھڑیوں کو چوم لیا۔۔

وہ شرما کر واپس عاصم شاہ کے سینے میں سر چھپا گئی۔۔۔

شفا یار اب تو مت شرماؤ اب تو ہمارے درمیان سب پردے گر چکے ہیں وہ مسکراتے ہوئے بولا تھا۔۔

کوئی پردے وردے نہیں گرے!!

آپ تو پہلے بھی بے شرم تھے اب اور بے شرم ہو گئے ہیں۔۔

مگر مجھے تو شرم آرہی ہے۔میں کیا کروں اپنی حالت کا اندازہ کرتے ہوئے اپنے اوپر لپیٹے ہوئے بلینکٹ کھینچتے ہوئے اپنے گرد لپیٹ کر عاصم شاہ کو سوچنے کا موقع دیے بغیر۔۔عاصم شاہ کے حصار کو جھٹکے سے توڑتی ہوئی بیڈ سے اتر کر کمبل لپیٹے ہوئے واش روم میں جا کر بند ہو گئی۔

مائی لوابھی تو تمہیں عاصم شاہ نے اپنی بے شرمی دکھائی نہیں اور تم مجھے ٹائٹل دے کر چلی گئی ہو۔۔
کوئی بات نہیں اس کا میں تم سے پورا حساب کتاب لوں گا۔۔

وہ اس کی سپیڈ کو دیکھ قہقہہ لگا کر ہنسا تھا۔وہ گہری سانس فضامیں چھوڑتا ہوا دونوں ہاتھ اپنے سر کے نیچے رکھے ہوئے پرسکون سا لیٹا شفا کے نکلنے کا انتظار کر رہا تھا۔۔تا کہ وہ بھی فریش ہو سکے اور دونوں گھر جا سکیں۔۔

oooooooooo

احمر کا نکاح بہت سادگی سے ہو گیا تھا جس میں صرف رومان شاہ ڈاکٹر شاہ زیب ہما عاصم شفا اور احمر کی والدہ شامل تھے۔۔

میرب کی حالت ٹھیک نہیں تھی اس لیے وہ نہیں آسکی اور مرہا کو میرب کے پاس رومان شاہ چھوڑ کر آیا تھا۔اس کا خیال رکھنے کے لیے۔۔

ماہی کی جانب سے بھی زیادہ لوگ نہیں آئے تھے۔نکاح کافی سادگی سے بس قریبی لوگوں کی موجودگی میں کیا گیا۔۔

ماہی کو ریڈ کلر کے خوبصورت لہنگے میں مبلوس دلہن کے روپ میں احمر کی گاڑی میں بٹھا دیا گیا۔۔



احمر کی والدہ رومان شاہ کے ساتھ پہلے ہی گھر کے لیے نکل گئی۔وہ چاہتی تھی کہ وہ اپنی بہو کا استقبال پہلے گھر پہنچ کر خود کرے۔۔

پچھلی گاڑی میں احمر عاصم شاہ شفا اور ماہی چاروں تھے۔۔ماہی اور شفا پچھلی سیٹس پر بیٹھی ہوئی تھی۔۔ جبکہ عاصم شاہ اور احمر فرینڈز پر۔۔دعاؤں کے ساتھ ماہی کے ماں باپ نے اپنی بیٹی کو احمر کے ساتھ

رخصت کر دیا۔۔ اس کی ایک بہن تھی جو کہ باہر تھی اور وہ شادی میں شامل نہیں ہو سکی۔۔۔اور کل صبح کی فلائٹ سے یہ لوگ بھی اگلے دو مہینوں کے لیے جا رہے تھے۔۔۔

یعنی کہ اب ماہی کی ملاقات اپنی فیملی سے دو مہینوں بعد ہو سکے گی۔۔

یہ کوئی طریقہ ہوا۔ان کی پہلی شادی ہوئی تھی۔میری تو نہیں ہوئی تھی سادگی سے نکاح کرنے کا کیوں کہا ان کی وجہ سے پاپا نے میری بات نہیں مانی۔۔ ماہی گاڑی میں بیٹھی ہوئی شفا سے اپنی دل کی بھڑاس بیٹھتے ہی نکالنا شروع ہو گئی۔۔

اپنی طرف سے وہ کافی کم آواز میں بول رہی تھی جبکہ آواز احمر اور عاصم شاہ کے کانوں تک بخوبی پہنچ رہی تھی۔۔۔

ماہی تم اپنا منہ کچھ دیر کے لیے بند نہیں رکھ سکتی۔پارلر والی سے کہنا چاہیے تھا میک اپ کے ساتھ تمہارے منہ پر ٹیپ بھی چپکا دیتی۔۔

ماہی دبی گھٹی آواز میں اس کو چپ کروا رہی تھی۔۔۔کیوں کیوں چپ کروں تمہیں کتنی بار کہا ہے شفا تمہیں اچھی طرح سے پتہ ہے یہ شرمانے اور دبانے والے فیچرز میرے اندر ابھی اپڈیٹ نہیں ہوئے۔۔

اب میں غصہ ہوں تو ہوں ماہی شفا کے لاکھ دبانے پر بھی ماہی اپنی طبعی گھٹی آواز میں بولنے سے باز نہیں آرہی تھی۔

۔ماشاءاللہ یہ انتخاب ہے تم لوگوں کا احمر نے بہت کم اواز میں عاصم شاہ کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔۔۔

عاصم تو ایسے نظریں سڑک پر جمائے ہوئے تھا جیسے ذرا سی بھی نظر ہٹی تو سڑک نے منظر عام سے غائب ہو جانا ہے۔۔۔

سن تو وہ بھی سب کچھ رہا تھا مگر اب بیچارہ کہتا بھی تو کیا کہتا۔۔

۔اس لڑکی کی حرکتیں دیکھ کر تو مجھے ایسا لگتا ہے کہ اس نے مجھے اور گھر کو کیا خاک سنبھالنا اس لڑکی کو مجھے سنبھالنا پڑے گا۔مجھے تو لگتا ہے کہ میری ذمہ داریاں اور بڑھ جائیں گی۔۔

احمر دماغ میں سوچتے ہوئے نفی میں سر ہلا کر عاصم شاہ کی جانب دیکھ رہا تھا۔۔

جبکہ عاصم شاہ بالکل سامنے نظر جمائے ہوئے سٹل تھا۔۔پیچھے بیٹھی ماہی اور شفا اپنی بحث میں مگن تھی۔ماہی بول رہی تھی اور شفا چپ کروا رہی تھی۔۔۔

ooooooo

بھائی آپ ابھی کچھ دیر رک جائیں ناشامیر مرہا کو لینے آیا تھا۔کافی دیر بیٹھ چکا تھا۔مگر میرب اب بھی اپنے بھائی کو روکنا چاہتی تھی۔۔

میرا بچہ ماما گھر پر ویٹ کر رہی ہیں ہمارا کھانے پر۔۔اور جب تک ہم گھر نہیں جائیں گے وہ کھانا نہیں کھائیں گی۔۔

تم ہماری موڑی ماما کو اچھی طرح سے جانتی ہو شاہ میر اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے پیار سے بولا تھا۔۔۔

ٹھیک ہے پھر آپ صبح مرہا کو میرے پاس چھوڑ جایئے گا بھائی آپ کو پتہ ہے میں بہت بور ہو جاتی ہوں۔۔

اوکے میں پوری کوشش کروں گا کہ اس کو چھوڑ کر جا سکوں۔۔ نہیں تو رومان سے کہنا یہ جناب جا کر اسے لے آئیں کیونکہ مجھے صبح بہت زیادہ کام ہے پولیس اسٹیشن میں۔۔۔

رومان شاہ کچھ بولا نہیں تھا۔۔مرہا رومان شاہ اور میرب سے ملتی ہوئی شاہ میر کی ہمراہ روم سے جا چکی تھی۔۔رومان شاہ ان کو چھوڑنے کی نیت سے ساتھ گیا اور ان کو الوداع کر گاڑی میں بیٹھا کر روم میں واپس آیا تھا۔۔

روم میں واپس آکر رومان شاہ بیڈ کی دوسری سائیڈ پر میرب سے دور ہو کر لیٹ گیا۔ریموٹ کنٹرول سے دیوار پر لگی ہوئی ایل سی ڈی آن کر کے نیوز سننے لگا تھا۔۔

شاہ! آپ کا موڈ خراب ہے رومان شاہ کو خاموش اپنے سے دور بیٹھ کراؤن سے سر لگائے بیٹھا دیکھ میرب نے پوچھا تھا۔۔

جو خود کو نیوز میں مشغول دکھا رہا تھا جبکہ ایسا بالکل نہیں تھا رومان شاہ میرب سے جتنی دوری پر بیٹھا تھا ایسا تو کبھی ممکن ہی نہیں تھا کہ رومان شاہ میرب کے روم ہوتے ہوئے اتنی دوری پر بیٹھتا۔۔

شاہ میں نے پوچھا آپ کا موڈ کیوں خراب ہے۔۔ شاہ کا جواب نہ آنے پر میرب دوبارہ بولی۔۔
تمہیں نہیں پتہ کہ مجھے کیا ہوا ہے۔ نظریں سامنے سکرین پر جمائے بولا۔ ماتھے پر پڑی ہوئی شکنیں اس بات کا ثبوت تھی کہ شاہ کا موڈ خراب ہے مگر کس وجہ سے میرب کو یہ سمجھ نہیں آئی۔۔

شاہ مجھے نہیں پتہ کہ آپ کیوں ناراض ہیں۔ابھی کچھ دیر پہلے تو سب کچھ بالکل ٹھیک تھا اچانک سے آپ کو کیا ہو گیا۔۔

ویری گڈ پھر تو پرابلم ہی سالو ہو گیا اچھی بات ہے اگر تمہیں نہیں پتہ تو چپ کر کے سو جاؤ۔۔مجھے بھی کچھ نہیں پتا وہ

ٹی وی آف کرتے اپنی جگہ پر لیٹ گیا اپنا رخ دیوار کی جانب کر کے آنکھیں بند کر لی۔۔

روٹھا ہوا ارومان شاہ میرب کو تو بالکل ہضم نہیں ہو رہا تھا۔وہ اپنے بڑے پیٹ پر ہاتھ رکھتے آہستہ سے سکرول ہوتی ہوئی اس کے قریب ہو گئی۔۔

میرا شاہ مجھ سے کیوں ناراض ہے اور میرا شاہ ایسا ناراض بالکل اچھا نہیں لگتا چہرہ اس پر جھکاتے ہوئے شاہ کی گال پر پیار سے چوم لیا۔۔

میرب تم سو جاؤ مجھے تم سے کوئی بات نہیں کرنی۔۔شاہ اچھے خاصے ناراض موڑ میں تھا۔۔دونوں ہاتھ سینے پر باندھے کروٹ لے کر دیوار کی جانب وہ رخ کیے ہوئے آنکھیں بند کر کے لیٹا ہوا تھا۔۔

شاہ پلیز بتائیں تو صحیح آپ کیوں ناراض ہیں۔۔کیا ہوا ہے آپ کو۔۔میرب کو پریشانی ہونے لگی تھی۔۔وہ شاہ کے نیچے والی گال پر ہاتھ ڈالتے ہوئے شاہ کا چہرہ اپنی جانب کرتے ہوئے بولی۔۔

تم کیا کہہ رہی تھی اپنے بھائی سے کہ تم بور ہو جاتی ہو۔۔افففف شاہ آپ اس بات سے ناراض ہیں۔۔۔میرب اپنے ماتھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولی تھی۔۔

میرب کو اب سمجھ آیا تھا کہ شاہ اچانک سے ناراض کیوں ہوا۔۔

افففف کا کیا مطلب ہے۔۔۔میں غلط ناراض ہوا ہوں۔۔مجھے نہیں ہونا چاہیے تھا شاہ نے گھورتے ہوئے میرب کی جانب دیکھا۔۔

شاہ میں نے ایسا نہیں کہا کہ آپ غلط ناراض ہوئے ہیں شاہ میں نے تو بس ایسے سرسری سا بول دیا تھا۔۔اس سے پہلے کہ شاہ کا تاپمان اور گرم ہوتا میرب نے بات سنبھالنی چاہیے۔۔۔

تمہیں یہ سر سری سی بات لگتی ہے! تم نے کہا تم بور ہو جاتی ہو اس کا مطلب یہ کہ میں تمہارا خیال نہیں رکھ سکتا اور میری کمپنی میں تم بور ہو جاتی ہو۔۔

جس کے لیے تمہیں مرہا اور شاہ میر کی ضرورت ہے تو تم ایک کام کرو تیاری کرو میں تمہیں ان کے پاس ہی چھوڑ آتا ہوں۔۔۔

شاہ نے غصے سے لال چہرے سے میرب کے چہرے کو دیکھتے ہوئے کہا۔اور واپس آنکھیں بند کر کے اپنا رخ دیوار کی جانب بر قرار رکھا۔۔

پلیز سوری میرے کہنے کا ہر گز وہ مطلب نہیں تھا۔۔ مگر آپ کو برا لگا اس کے لیے سوری۔۔ میرب کو دکھ ہوا تھا اپنی بات کا اسے ایسا نہیں کہنا چاہیے تھا۔اس نے اپنے دماغ میں سوچا۔۔

سوری نہیں چاہیے اگر اپنے الفاظوں پر شرمندہ ہو تو مناؤ جیسے میں تمہیں مناتا ہوں۔۔شاہ کے لبوں پر مسکراہٹ آئی انداز شرارتی ہوا تھا۔۔



جی نہیں میں آپ والے انداز سے نہیں منا سکتی۔کیونکہ مجھے آپ پر ترس آتا ہے اگر آپ کے انداز سے مناؤں گی تو آپ کی سانس بند ہو جائے گی۔۔ میرا ہنستے ہوئے بولی۔۔

تمہیں میری سانسوں کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں میں تو چاہتا ہوں کہ تم میری سانسیں بند کر دو۔۔ شاہ اپنا رخ میرب کی جانب کرتے ہوئے اس کے چہرے کو گہری نظروں سے دکھتے ہوئے کہا۔۔

شاہ اپنی جان سے اتنی دیر نہ ناراض نہیں رہ سکتا تھا۔۔

بس میرب کے ساتھ وہ اتنا ہی ناراض ہو سکتا تھا جتنا اس نے ہو لیا۔۔

اور اب میڈم اس کے جتنا قریب ہو کر بیٹھی تھی ایسے میں شاہ کے بس میں نہیں تھا کہ وہ اپنا رخ دیوار کی جانب رکھ پاتا۔۔۔

ہاتھ اس کی پیٹ سے گزارتے ہوئے اس کی کمر میں ڈال لیا میرب کا بے بی کافی ہیلدی تھا۔ جس کی وجہ سے میرب کا پیٹ ضرورت سے زیادہ بڑا نظر آتا تھا۔

دبلی پتلی سی میرب کا بڑا ہوا پیٹ اس پر بہت پیارا لگتا تھا۔۔

چلو مناؤ مجھے شاہ نے اپنے ہونٹوں کو گول کرتے ہوئے کس کرنے کا اشارہ کیا۔



منانے کے اور بھی بہت ساری طریقے ہوتے ہیں۔ میرب شاہ کے لبوں کو انگوٹھے سے رب کرتے ہوئے پیار سے بولی۔۔

مجھے یہی طریقہ پسند ہے تم مجھے اسی طریقے سے مناؤ۔ اور ہمیشہ اپنی میٹھی میٹھی باتوں کا لولی پوپ میرے ہاتھ میں مت تھمایا کرو۔۔۔

مسکرا ابھرے چہرے سے اوپر کو ہوتا ہوا میرب کے چہرے پر جھکنے لگا تھا۔۔

چلو شاباش مناؤ مجھے۔۔۔شاہ کے آتشی لب اس کے گلابی ہونٹوں سے تھوڑی سی تھوڑی پر آ گر رکھے ہوئے تھے۔۔

شاہ کے لب اتنے نزدیک تھے کہ اگر تھوڑا سا بھی اور جھکتا تو پنکھڑیوں کو ٹچ کر سکتے تھے۔۔
مگر آج تو اکڑوں مغرور شہزادہ اپنی شہزادی سے ہی کس لینے کے موڈ میں تھا۔۔

جہاں پناہ جب میلوں فاصلہ طے کر لیا ہے،تو پھر یہ سینٹی میٹر کے مامولی سے فاصلے کو طے بھی خود طے کرتے ہوئے جو کرنا چاہتے ہیں وہ کر لیں۔۔۔وہ مسکراتے ہوئے شرارتی انداز سے بولی۔
دونوں ہاتھ شاہ کے گردن میں ہار کی طرح ڈالے ہوئے تھی۔۔



اچھا جی!!!میں تو اس سینٹی میٹر کے فاصلے کو یوہی برقرار رکھوں گا،یہ سینٹی میٹر تو میری جان تم طے کرو گی۔۔
اپنا ہاتھ میرب کے کان کے نیچے رکھ کر گال کو سہلاتے ہوئے محبت اور خماری سے بھرے انداز میں کہا۔۔

شاہ آپ کو پتہ ہے۔ آپ بہت کیوٹ ہیں۔۔شاہ کے گالوں کو دونوں جانب سے پکڑ کر بچوں کی طرح کھینچتے ہوئے بولی۔۔

سویٹ مائی فٹ مجھے کوئی شوق نہیں ہے سویٹ بننے کا یہ تو تمہاری ڈاکٹر نے جو مجھ پر پابندیاں عائد کر رکھی ہیں اس کی وجہ سے مجھے یہ مصنوئی سویٹ بننا پڑتا ہے۔۔۔

ایک بار میری جان کے ٹوٹے تم ٹھیک ہو جاؤ اس کے بعد تمہیں میں اپنا اصلی رنگ واپس دکھاؤں گا ۔۔

میرب کی بات پر شاہ اختیار اس کی پنکڑیوں پر جھکا۔ آتشی لب اس کی نیچرل پنک پنکھڑیوں پر رکھتے ہوئے پنکھڑیوں کو قید میں لے گیا۔شاہ نے اس کے پیٹ سے دوری بنائی ہوئی تھی۔۔

آج کل شاہ اپنے بے لگام جذباتوں کو اسی طرح میرب کی پنکھڑیوں سے جام محبت پی کر ہی پر سکون اور پر سرور کرتا تھا۔باقی جذباتوں پر تو شاہ نے خود سے حد بندیاں تعینات کرر کھی تھی۔۔



oooooooo

ماہی کی ساس نے اس کا بہت شاندار استقبال کیا تھا۔۔شفا اور عاصم شاہ پیچھے کھڑے تھے جبکہ احمر اور ماہی ایک ساتھ دروازے پر ہی ان کو روک لیا گیا تھا۔۔

احمر کی ماں ہاتھ میں دودھ کا گلاس اور پھولوں والی پلیٹ میں رکھے ہوئے چہرے پر مسکراہٹ سجائے کھڑی تھی۔۔

ان کی کوئی رسم تھی کہ جب بیٹا اور بہو گھر آتے ہیں تو وہ اپنے بیٹے اور بہو کو دودھ پلائی کی رسم کرتی تھی۔۔

یہ ان کی خاندانی رسم تھی پہلے دودھ ماہی کو پلایا اور بعد میں احمر کو۔۔

ان کی ایک اور رسم تھی کہ جب بہو گھر آتی ہے تو اس کو دہلیز پکڑائی میں ساس ایک مبارک دیتے ہوئے رقم دیتی تھی جو احمر کی ماں نے ماہی کے ہاتھ میں تھماتے ہوئے محبت سے اس کا ماتھا چوم کر گھر میں اس کا ویلکم کیا تھا۔۔

ماہی اپنا اتنا خوبصورت ویلکم دیکھ کر بہت خوش تھی جبکہ احمر کے دماغ میں یہ ساری رسمیں مہک سے جا کر جڑ رہی تھی۔۔



اس کے دماغ میں وہ سارا وقت گھوم رہا تھا جب اس نے یہ ساری رسمیں بڑی خوشی سے مہک کے ساتھ کی تھی۔۔اب وہی سب رسمیں تھی وہی اس کی امی تھی وہی احمر تھا۔ اور مگر مہک کی جگہ ماہی تھی ۔۔جو فی الحال احمر کے دل میں مہک کی خانے میں کہیں فٹ نہیں ہو رہی تھی۔۔

گھر میں خوشی کا سماں تھا شفا ماہی کو لے کر احمر کے روم میں جا چکی تھی روم کو خوبصورتی سے ویڈنگ نائٹ کے لیے سجایا گیا تھا۔۔

مہرمہ کو ماہی کی گود میں دے کر سب خوش تھے۔خوشی سے باتیں ہو رہی تھی ماہی بھی بہت خوش تھی مہرمہ کو ہمیشہ کے لیے اپنا بنا کر کہ یہ سچ تھا کہ ماہی نے یہ شادی مہرمہ کے لیے کی تھی وہ مہرمہ سے بہت زیادہ اٹیچ ہو چکی تھی۔۔

جبکہ مہک کی یادوں میں کھویا ہوا احمر روم سے آہستہ سے باہر نکل کر اوپر ٹیرس پر آ گیا۔۔وہ کچھ دیر مہک کی خوبصورت یادوں کے ساتھ گزارنا چاہتا تھا۔۔

وہ چاہ کر بھی اپنے دل میں ماہی کو مہک والا مقام نہیں دے پا رہا تھا۔۔

oooooooo

احمر بہت دیر ٹیرس پر اکیلا بیٹھ مہک کی یادوں میں کھویا رہا۔۔رات زیادہ ہونے لگی تھی تو وہ ٹیرس سے سیڑھیاں اترتا ہوا اپنی روم کی جانب آ گیا۔۔

اپنے دل کو بہت سمجھا کر لایا تھا کہ اس لڑکی کو اس کے کسی بھی جائز حق سے محروم نہیں رکھے گا۔مگر اس سب کے لیے ابھی اسے خود بھی ٹائم چاہیے تھا اور اتنا تو وہ جان چکا تھا کہ اس لڑکی نے بھی مہرمہ کے لیے شادی کی ہے۔۔

وہ اپنا روم کا دروازہ کھول کر ابھی اندر داخل ہی ہوا تھا کہ سامنے غصے سے تنے ہوئے چہرے سے ماہی اپنے دلہن کے جوڑے کو چینج کر کے ایک نارمل سا پلین سوٹ پہنے کھڑی تھی۔۔

احمر کو کچھ سمجھ میں نہیں آیا مگر اس نے سوال کرنا بھی ضروری نہیں سمجھا اپنے کپڑے الماری سے لیتا ہوا واش روم کی جانب بڑھنے لگا تھا۔۔

میں نے اپنی شادی کا جوڑا چینج کر لیا آپ پوچھیں گے نہیں کہ میں نے ایسا کیوں کیا۔

ماہی کی غصے سے بھری ہوئی آواز سن کر احمر پلٹ کر کھڑا ہو گیا۔۔

ظاہر سی بات ہے آپ انکمفرٹیبل فیل کر رہی ہوں گی اس لیے چینج کر لیا دو ٹوک سمپل سا جواب دیا۔۔جی نہیں میں غصے میں تھی اس لیے میں نے چینج کیا۔۔اوکے ٹھیک ہے وہ کہتا ہوا واپس جانے لگا تھا۔۔۔

اور میں غصے میں کیوں ہوں آپ پوچھیں گے نہیں۔وہ بچوں کی طرح شاید کوئی سوال تھا جو احمر سے پوچھنا چاہ رہی تھی یا کسی بات کا غصہ تھا جس کو وہ چاہتی تھی کہ احمر اس سے پوچھے۔۔

جی بتائیں آپ کیوں غصے میں ہیں احمر نے بنا تاثرات کے سوال کیا۔۔۔مجھے یہ غصہ ہے کہ آپ کی دوسری شادی تھی مگر میری تو پہلی شادی تھی نا آپ نے میرے بابا سے کہہ کر صرف سمپل نکاح کروا دیا۔۔

میری کتنی دوستیں تھیں جن کو میں نے انوائٹ کرنا تھا۔۔مہندی لگوانی تھی ڈھولکی بجوانی تھی۔۔
پھر پھولوں والی چادر کے نیچے مجھے سٹیج تک آنا تھا۔۔
اور کتنے سارے میرے خواب تھے مگر آپ نے سادگی سے نکاح کا بول کر سارا میرا پلان چوپٹ کر دیا ۔۔



وہ غصے سے بولتی ہوئی اس کے قریب
آ کر کھڑی ہو گئی تھی۔۔۔ماہی اسی لیے میں تم سے شادی سے پہلے ایک ملاقات کرنا چاہتا تھا۔۔تا کہ ہم دونوں آپس میں بات کر سکیں۔۔۔ مگر تب آپ نے کہا آپ کو کوئی اعتراض نہیں ہے اور میرے گھر والوں نے بھی یہی رٹ لگائی ہوئی تھی۔۔تو پلیز اب تم اس طرح کی باتیں مت کرو۔۔۔

تم کیا چاہتی تھی کہ اس عمر میں میں بینڈ باجے کے ساتھ صحرا باندھ کر تمہارے گھر آتا۔۔

جی میں تو یہی چاہتی تھی کہ آپ بینڈ باجے کے ساتھ میرے گھر بارات لے کر آتے اور کہاں لکھا ہے جس کی ایک شادی ہو جائے ایک بچہ ہو جائے تو وہ دوبارہ بینڈ باجے کے ساتھ دلہا نہیں بن سکتا آنکھوں کو گھماتی ہوئی ماہی بالکل بچوں کے جیسا بیہیو کر رہی تھی۔۔۔ نفی میں سر کو ہلاتے ہوئے احمر کے لب مسکرائے تھے یہ سوچ کر کہ یہ سنبھالے گی مجھے اور میرے گھر کو جو خود ابھی ذہنی طور پر بچی ہے۔۔ دیکھیں اپ ہنسے نہیں مجھے پتہ ہے اپ کو میری باتیں بے وقوفی والی لگیں گی ایمر کو ہنستے ہوئے دیکھ ماہی بچوں کی طرح انگلی اٹھا کر بولی۔۔ میں تو ایسی ہی ہوں جو بات میرے دل میں ہوتی ہے مجھے لگتا ہے کہ وہ سامنے والے کو بتانی چاہیے۔۔۔ دیکھو ماہی اب تو کچھ نہیں ہو سکتا اب تو نکاح ہو گیا ہے تو ہم فضول میں اس مدے پر بحث کیوں کر رہے ہیں۔۔۔ کہاں جا رہی ہو ایمر کی بات پر ماہی بیڈ سے اپنا دوپٹہ کھینچ کر گلے میں ڈالتی ہوئی روم کا دروازہ کھول رہی تھی۔۔۔ مہرمہ کے پاس اس کے روم میں جا رہی ہوں کیونکہ مہرمہ ہی ہے جو میری بات کو سمجھ سکتی ہے۔۔

وہ غصے سے بولتی ہوئی روم سے جا چکی تھی جبکہ احمر نفی میں سر کو ہلاتے ہوئے واش روم میں چلا گیا۔۔ یہ سوچ کر احمر کو ہنسی آ رہی تھی۔ کہ وہ مہرمہ کی عقل کو اس کی عقل پر ترجیح دیتے ہوئے جا چکی تھی۔۔۔

○○○○○○○○

میری جان نے اب کتنے دن مجھ سے ناراض رہنا ہے! کچن میں کھڑی ہوئی سبزیاں کاٹتی ہوئی مرہا کی پشت پر اپنا سینہ لگائے اپنی ٹھوڑی اس کے کاندھے پر ٹکاتے ہوئے بڑے پیار سے بولا۔۔

اس دن فون نہ کرنے کی وجہ سے مرہا اب تک اپنی ناراضگی شامیر سے برقرار رکھے ہوئے تھی۔۔ بیچ میں دو دن شاہ میر مرہا کو میرب کے پاس بھی چھوڑ کر آتا جاتا رہا۔۔اس دوران بھی کافی تھکن ہو جاتی تھی۔۔

اوپر سے کام کا اتنا بنڈل تھا کہ شاہ میر کو سانس لینے تک کی فرصت نہیں تھی۔۔۔رات کو جب تھکن سے بے حال شامیر بستر پر لیٹتا تو اسے اپنا ہوش نہیں رہتا تھا۔۔۔

اور مرہا اپنی ناراضگی جتانے کے لیے جان بوجھ کر خود کو گھر کے کاموں میں الجھا کر کیچن تک محدود رکھے ہوئے تھی۔۔

شاہ میر کے سونے کے بعد ہی محترمہ تشریف روم میں لاتی اور صبح شامیر کے پاس اتنا ٹائم نہیں ہوتا تھا کہ وہ اس کو منا سکے۔۔اور تھوڑے سے منانے سے مرہا نے ماننا نہیں تھا۔۔

اس بات کا شاہ میر کو اچھی طرح سے پتہ تھا۔سر پر محبت سے چڑھائی ہوئی بیوی کو یہ مان ہوتا ہے کہ اسے منا لیا جائے گا۔۔۔اس کی ضد کو بھی پورا کر دیا جائے گا۔۔اب اس کی ضد تھی کہ اسے شاہ میر سے ناراض ہونا تھا۔اور یہ مان تھا کہ شاہ میر اسے پیار منائے گا۔۔

اور اس کا مان بھلا شاہ میر ملک کیسے توڑ سکتا تھا۔ اس لیے اس نے سنڈے کے دن کا انتظار کیا تھا۔ آج ہفتہ کی رات تھی۔ اور وہ سوچ کر گھر لوٹا تھا کہ آج اسے ہر حال میں اپنی جان کو منانا ہے۔۔۔

گھر کے اندر جیسے ہی داخل ہوا اسے کچن سے کھٹ پٹ کی آوازیں آرہی تھی۔ کچن کی ملازمہ کو وہ باہر کے پورشن میں کچھ کام کرتے ہوئے دیکھ کر آیا تھا۔۔

اس کا مطلب تھا کچن میں یا تو اس کی امی جان ہے یا میرہا اس نے جھانک کر دیکھا تھا مرہا بہت مشغول انداز میں سبزیاں کاٹ رہی تھی۔۔۔

شاہ میر کے لب مسکرائے تھے اپنی پیاری بیوی کو اتنی محنت سے سبزیاں کاٹتے ہوئے دیکھ۔۔

شاہ میر کے آنے کا وقت تھا وہ جانتا تھا کہ محترمہ اسی لیے کچن میں ہیں کیونکہ وہ شاہ میر کا سامنا ہی نہیں کرنا چاہتی تھی۔۔

اسے کیا پتا کہ آج اس کا شوہر اس کی ناراضگی دور کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ اب اے سی پی شاہ میر کا ارادہ تھا پورا کیسے نہیں ہوتا۔۔

وہ دبے قدموں اس کی پشت پر جا کر کھڑا ہوا اس کے گرد باہوں کا حصار بناتے ہوئے اپنی ٹھوڑی اس کے کاندھے پر ٹکا گیا۔۔

وہ بالکل ڈری یا دبکی نہیں تھی، کیونکہ وہ اپنے میر کے قدموں کی چاپ سن چکی تھی۔۔

آپ کو کون سا میری ناراضگی سے فرق پڑتا ہے۔ سبزیوں پر چھری سے ظلم ڈھاتے ہوئے۔ ناراضی کی بھری آواز سے کہا۔۔

تو میری جان میرے بارے میں ایسا سوچتی ہے۔ اس کی گالوں پر اپنی داڑھی والے کا رب کرتے ہوئے اسے چبھن محسوس کرواتے ہوئے کہا۔۔

میں صرف ایسا سوچتی نہیں یہی سچ ہے سبزیوں کو تیزی سے کاٹتے ہوئے بنا تاثرات کے کہا۔۔

سچ کیا ہے اور کیا نہیں اس کا فیصلہ ہم بعد میں کریں گے۔ پہلے سبزیاں چھوڑو اور چلو میرے ساتھ اس کے دونوں کلائیوں کو تھامے سبزیاں کاٹنے سے روک چکا تھا۔۔

میں کھانا بنا رہی ہوں ابھی فارغ نہیں ہوں۔۔ جب ہو گی تو آ جاؤں گی۔ کلائیوں کو چھڑوانے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے کہا۔۔

اگر آرام سے میرے ساتھ چلو گی تو ٹھیک ہے نہیں تو اٹھا کر لے جاؤں گا پھر تمہیں ہی دقت ہو گی ۔۔ سرگوشی میں بولتے ہوئے گال پر لب رکھ کر چوم لیا۔۔

ایسے کیسے آپ مجھے اٹھا کر لے جائیں گے میں آپ سے ناراض ہوں اور میں آپ کے ساتھ نہیں جانا چاہتی۔۔

آپ میرے ساتھ زور زبردستی کرنے کی کوشش مت کیجئے گا۔۔ ناراضگی کو برقرار رکھتے ہوئے کلائیوں کو چھوڑوا کر سبزیاں پھر سے کاٹنے لگی۔۔

میری جان تم ایسے نہیں مانو گی مجھے اپنا کلیہ ہی آزمانا پڑے گا۔۔اور تمہاری ناراضگی دور کرنے کے لیے ہی تو لے کر جارہا ہوں میری جان۔۔۔

میر نے نیچے جھک کر جھٹکے سے اسے اپنی گود میں اٹھالیا۔۔اب مرہا کہ طوطے اڑ گئے تھے یہ دیکھ کر کہ وہ جو بول رہا تھا اس نے سچ میں وہی کر دکھایا۔۔۔

میر کک۔۔ کیا کر رہے ہیں کوئی دیکھ لے گا مجھے نیچے اتاریں وہ لفظوں کو توڑتی ہوئی گھبرا کر بولی۔۔

تو دیکھ لیں پہلی بات کہ تم نے میرے پاس اور کچھ چارہ ہی نہیں چھوڑا۔۔اور دوسری بات اگر کوئی دیکھ لے گا تو دیکھ لے اپنی بیوی کو اٹھا کر لے جارہا ہوں۔۔وہ اس کے خوبصورت گھبرائے ہوئے چہرے کو دیکھ مسکراتا ہوا۔

اس کو کچن سے اپنے گھر کمرے کی جانب لے جارہا تھا۔۔۔

جب کہ مرہا شرم سے لال ہوئی شاہ میر کو گھور گھور کر آنکھیں دکھاتے ہوئے اشارے کر رہی تھی کہ اسے نیچے اتارے۔۔

یہ تو شکر تھا کہ اس وقت رہداری میں کوئی بھی موجود نہیں تھا۔ورنہ مرہا کا تو شرم سے مرن ہی ہو جانا تھا۔۔

روم کے اندر داخل ہوتے ہی شاہ میر نے پاؤں کی مدد سے دروازہ بند کر دیا۔۔

میر آپ مجھے نیچے اتارے اتنے دن آپ کو یہ یاد نہیں آیا کہ آپ کو مجھے منانا چاہیے۔۔اب میرا ماننے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔۔وہ میر کو آنکھیں دکھاتے ہوئے سخت لہجے سے نیچے اتارنے کا بول رہی تھی۔۔

تو ٹھیک ہے تمہارا جو موڈ ہے تم اپنے موڑ کے مطابق رہو میں نے تمہیں منا تھوڑی کیا ہے۔۔

میرا جو موڈ ہے میں اپنے موڈ کے مطابق اپنا کام کرتا ہوں وہ مرہا کو بیڈ پر ڈالتے ہوئے اس کی دونوں کلائیوں کو زبردستی پکڑ اوپر کی جانب پن کر چکا تھا۔



مرہا بچوں کی طرح اس کی گرفت سے نکلنے کے لیے مچل رہی تھی۔ جتنا مرضی تڑپ لو میری قید سے نہیں نکل سکتی مرہا جانی اس لیے پھڑ پھڑانا بند۔خود کو فضول میں مت تھکاؤ۔

ویسے بھی جب تم جب مجھ سے ماننا نہیں چاہتی۔ناراضگی ختم نہیں کرنا چاہتی تو تم اپنی ناراضی کو برقرار رکھو۔میں اپنی محبت کو برقرار رکھوں گا۔۔

وہ کہتے ہوئے اس کے خوبصورت چہرے پر لبوں سے لمسوں کی بارش کرتے جا رہا تھا۔۔

جبکہ مرہا غصے سے اپنے ہاتھوں کو چھڑوانے کی کوشش کر رہی تھی۔کیونکہ شاہ میر کے محبت بھرے لمس پا کر اس کے پورے وجود میں سنسنی سی دوڑ رہی تھی۔۔۔

ایسے میں میر سے ناراضگی کو برقرار رکھنا مرہا کے لیے بہت مشکل ہو رہا تھا۔۔اور ناراضگی ختم کر کے ماننا وہ بھی چاہتی نہیں تھی۔۔

وہ کرے بھی تو کیا کرے اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔۔

تم تو مجھ سے ناراض ہو اپنی فیلنگ پر کنٹرول رکھو میری جان تمہارا یہ پنکی چہرہ تمہارے دل کے سارے راز افشاں کر رہا ہے۔۔

مرہا کے شرم سے لال پڑتے چہرے کو دیکھ اس کے انابی لب گنی مونچھوں تلے مسکرائے۔۔

وہ شاہ میر کے لبوں سے نرم گرم لمس محسوس کرتے ہوئے اپنی اندر کے جذباتوں کو چہرے پر آنے سے روک نہیں پا رہی تھی۔۔۔

آپ میرے ہاتھ چھوڑیں۔وہ اپنے اندر کے جذباتوں کو ظاہر ہوتا دیکھ،اپنے ہاتھوں چھڑوانے کے لیے بے جا کوشش جاری رکھے ہوئے تھی۔۔

ہاتھ تو فی الحال نہیں چھوڑوں گا۔وہ اس کی پنکھڑیوں پر لب رکھتے ہوئے قید میں لینا چاہتا تھا، کہ مرہا نے شاہ میر کے نچلے ہونٹ کو دانتوں میں دبالیا۔

شاہ میر حیران تھا کہ مرہا ایسا بھی کچھ کر سکتی ہے۔۔مگر اب چاہ کر بھی وہ مرہا کو کس تو نہیں کر سکتا تھا ۔۔

وہ اپنی پنکھڑیوں اور دانتوں کے بیچ میں اس کے نچلے ہونٹ کے کنارے کو دبائے ہوئے تھی۔۔۔

اے سی پی صاحب کو لینے کے دینے پڑ گئے تھے۔۔اب وہ مرہا کے رحم و کرم پر خود کو چھوڑے اس کے اوپر لیٹا تھا۔۔دانتوں کی چبن اپنے نرم ہونٹ کے کنارے پر محسوس کرتے ہوئے مرہا کے ہاتھ چھوڑ چکا تھا۔۔

اب بتائیں اب مزہ آیا مرہا اپنی اے سی پی کو کچھ لمحوں کے لیے بے بس کر کے بہت خوشی محسوس کر رہی تھی۔۔

ہاں بہت مزہ آیا اور اب جو میں کروں گا اس سے بھی تمہیں مزہ ہی آئے گا اب تم نے چلانا نہیں ہے ۔۔ جس بہادری سے مجھے محسوس کروایا ہے اسی بہادری سے میری محبت کو بھی محسوس کرنا۔۔

شاہ میر نے ہاتھ اس کے دل والے مقام پر رکھتے ہوئے سختی دکھائی تو مرہا کی سسکی تیزی سے ابھری تھی۔۔

جس کو شاہ میر اپنے لبوں سے روک چکا تھا۔ مرہا کو اپنی غلطی مہنگی پڑ گئی تھی شاہ میر اسے ہر طرف سے بے بس کرتا ہوا سانسوں کے لیے مجبور کر رہا تھا۔۔

اس پر گھٹا بن کر چھایا اسے اپنی شدتوں میں توڑتا ہوا محبتوں کی بارش سے بھگو رہا تھا۔۔ کہاں تھی وہ ناراضگی جو میرہا اس سے جتانا چاہتی تھی۔۔۔ وہ تو اسے اپنی محبت کی آندھی میں طوفان کی طرح اڑاتا لے جا رہا تھا۔۔

روم میں صرف مرہا کی سسکیاں اور شاہ میر کی تیز سانسوں کی آواز آ رہی تھی۔ ایسی ہوتی ہے۔

ایک خوبصورت جوڑے کی محبت جو پل میں ایک دوسرے کی قربت کو پاتے ہی ناراضگی کی ہر دیوار کو توڑ کر ایک دوسرے کی قربت میں سمٹ جاتے ہیں۔۔



جیسے شاہ میر اور میرہا اس وقت ایک دوسرے کے سینے سے لپٹے ہوئے تھے۔۔۔

oooooooooo

آج ماہ نور کی رخصتی تھی گھر میں خوشی کا ماحول تھا چوہدری خرم اور بیا کے بھائی کی بھی آپس میں صلح کروادے گئی تھی۔۔

سب رسموں کے بعد اب وہ وقت آچکا تھا جب ماہ نور کو اپنے مائکے سے بھیگی پلکوں اور دعاؤں کے ساتھ رخصت کیا جارہا تھا۔۔

ماہ نور اپنے بھائی کے گلے لگ کر بہت روئی تھی آخر وہ اپنے لالا کی چہیتی اور لاڈلی بہن تھی۔ بہت پیارا وقت گزرا تھا اس کا اپنے مائکے میں۔۔ چوہدری صاحب اور اس کی بیوی اپنی بیٹی کو پیار دیتے ہوئے پھولوں سے سجی گاڑی میں بٹھا چکے تھے۔۔

آج سے ماہ نور کی زندگی کا نیا دور شروع ہو چکا تھا مائکے کی لاڈلی ماہ نور اب جا کر اپنے سسرال کی ذمہ داریاں سنبھالے گی۔۔۔



oooooooooo

سائیں آپ کے لیے کچھ لاؤں سارے دن کی بھاگ دوڑ کے بعد اب ماہ نور کو رخصت کر کے بیا اپنے روم میں آئی تو خرم چوہدری سے چائے کا پوچھ رہی تھی۔۔

وہ اب تک اسی خوبصورت ڈریس میں مبلوس تھی جو اس نے ماہ نور کی رخصتی کے لیے پہنی تھی۔۔ پیچ کلر کی کرتی کے ساتھ سیم کلر کا پلازو پہن رکھا تھا۔۔ جس کے اوپر بہت خوبصورت دھاگے اور موتیوں کا کام کیا ہوا تھا۔۔

کانوں میں بڑے بڑے خوبصورت جھمکے پہنے ہوئے تھے بالوں کا بہت خوبصورت ہیئر سٹائل بنا کر لٹیں نکالی ہوئی تھی۔ جس سے وہ اور بھی خوبصورت لگ رہی تھی۔ سوٹ کے ساتھ کا میچنگ پیچ سے کلر کا میک اپ کرر کھا تھا۔۔وہ بے حد حسین لگ رہی تھی۔۔

آج صبح سے پتہ نہیں کتنی بار چوہدری خرم کی نظریں بیا پر جا کر رکی تھی۔ مگر وہ اپنی بہن کی رخصتی کی تیاریوں میں اتنا مصروف تھا کہ وہ اس کی خوبصورتی کی تعریف ہی نہیں کر سکا تھا۔۔

سائیں کہاں کھو گئے میں نے کہا آپ کے لیے چائے لاؤں۔ بیا اپنے ہاتھوں سے چوڑیاں اتار کر ڈریسنگ پر رکھتے ہوئے دوبارہ بولی چوہدری خرم تو اس کی خوبصورتی میں کھویا ہوا تھا۔۔

بیا کی آواز پر ہوش کی دنیا میں پلٹا تو بیڈ سے اٹھتا ہوا اس کے پشت پر آن کھڑا ہوا۔۔

چائے نہیں چاہیے۔ سامنے مرر میں اس کے سراپے کو گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے مسکرایا۔۔

تم میرے قریب آؤ صبح سے تمہارے حسن نے چوہدری کو دیوانہ کر رکھا ہے۔ چوہدری کی آوارہ نظریں بار بار تیرے حسن پر جا کر رک رہی تھی۔

اس وقت میں مجبور تھا تیرے حسن کی تعریف نہیں کر سکا۔۔پہلے تیرے حسن کی اچھی طرح سے تعریف کرلوں اس کے بعد چائے کے بارے میں بھی سوچ لیا جائے گا۔۔

بیا کو گھما کر اس کی قمر میں ہاتھ ڈالتا ہوا اوپر اٹھا چکا تھا۔۔اوپر اٹھانے سے بیاہ کا دل والا مقام سائیں کے چہرے کے مقابل آگیا تھا۔۔

بیا سائیں کی گردن میں ہاتھ ڈالے ہوئے اپنا توازن برقرار بنائے ہوئے تھے۔چوہدری نے اپنے لب بیا کے دل والے مقام پر رکھتے ہوے زوردار بوسہ لیا۔۔



بیا کے لب مسکرائے تھے چوہدری کا یہ انداز بیا کے لیے نیا نہیں تھا۔اس کا سائیں ایسا ہی تھا جب اس کے منہ توڑ جذبات زور اور ہوتے تو،وہ اسی طرح بیا کی جان کو پہلے لمس سے ہی سولی پر لٹکا دیتا تھا۔۔

بیا کو اسی طرح سے اوپر اٹھائے ہوئے بیڈ پر لے آیا خود بیڈ پر لیٹتے ہوئے بھیا کو خود کے اوپر جھکاتے ہوئے لٹا لیا۔ دونوں کی ٹانگیں بیڈ سے لٹک رہی تھی۔۔۔

چلو بتائیں کتنی تعریف کر سکتے ہیں میری۔۔ کتنی پیاری لگ رہی تھی میں۔ بیا نے تجسس بھری نظروں سے اپنے سائیں کے پیارے سے چہرے کو دیکھ کر کہا۔

ٹھنڈ رکھ سائیں کی جان بہت ساری تعریفیں کروں گا۔۔ تو جانتی ہے تیرے سائیں کی تعریف کرنے کا انداز الگ ہے اب تو میری کتنی تعریفیں برداشت کر سکتی ہے یہ تو تجھ پر منحصر ہے۔۔

وہ شرارتی لبوں سے مسکرا سا بن کر مسکرایا۔

ہوں ں ں۔ میرے برداشت کرنے یا نہ کرنے سے کیا ہوتا ہے سائیں ہوتا تو وہی ہے جو میرا سائیں چاہتا ہے۔۔۔

اور کون سا اگر میں کہوں گی کہ آپ میری تعریف میں تھوڑی کمی رکھنا تو آپ نے میرا کہنا مان جانا ہے ۔۔

سائیں کے گال پر اپنا نازک سا ہاتھ رکھتے ہوئے رب کرتے ہوئے بولی تھی۔۔ بیا بھی تو دیوانی تھی اپنے سائیں کی محبت کی۔۔۔

سائیں کی محبت تھی تو بہت سخت۔اپ۔ی شدتوں سے بیا کی جان تک نکال لیتا تھا۔۔ مگر بیا خوش تھی اپنے سائیں کی محبت میں اس کی شدتوں کو برداشت کر کے۔۔

اب بھی اپنے انجام سے وہ بہت اچھی طرح سے واقف تھی۔۔۔ سائیں کا بہکا ہوا انداز اسے بتا رہا تھا کہ آج کی رات بھی بیا پر بہت بھاری پڑنے والی ہے۔۔

مگر یہ کوئی نئی بات نہیں تھی یہ تو اس کے سائیں کا تقریباً روز کا معمول تھا۔

مہینے میں کچھ دن ہی ایسے آتے تھے جب سائیں مجبوری کے تحت بیا سے دور ہوتا۔۔۔

یا پھر سائیں کو کام کے سلسلے میں کہیں دوسرے شہر جانا پڑتا اسی صورت میں بیا کو آزادی نصیب ہوتی تھی۔۔۔

ورنہ تو ہر رات بیا کے لیے اتنی ہی مشکل ہوتی تھی جتنی اس وقت ہونے والی تھی۔۔۔ وہ کروٹ لیتا ہوا بیا کے اوپر

آ چکا تھا۔۔بیا کی پنکھڑیوں پر لب رکھتے ہوئے لبوں کی نمی پینے لگا۔۔

ہاتھ بیا کے سراپے پر سرکتے جا رہے تھے اپنی خوبصورت اور پسندیدہ رعنائیوں پر سائیں کے ہاتھ زیادہ سختی دکھاتے تو۔۔

بیا سسک اٹھتی تھی۔سائیں اپنی سختیاں دیکھا کر اس وقت بھی اپنے ہمیشہ والے انداز سے سسکنے پر مجبور کر رہا تھا۔۔

سائیں کے ہاتھوں کی سختی اس کے سراپے کی خوبصورت رعنائیوں کو چھوتے ہوئے اس کی جان کو مشکل کیے ہوئے تھے۔۔

وہ جھکا ہوا اس کی وجود کی خوبصورت رعنائیوں کو چوم رہا تھا۔سائیں کے گرم گرم لبوں کے لمس بیا کو تڑپنے پر مجبور کر رہے تھے۔۔

بیا سسکیاں بھرتے ہوئے اپنے ہاتھ سائیں کے کاندھوں پر رکھے ہوئے سختی سے پکڑے ہوئے تھی۔۔۔

بیا خود کو پوری طرح سے سائیں کے رحم و کرم پر چھوڑ چکی تھی۔۔۔

°°°

جب گھر سے جاتے ہیں تو بیوی سے دعائیں لے کر جاتے ہیں آپ کو اتنا بھی نہیں پتہ ؟؟احمر جو تیار ہو کر مہرمہ کے روم میں اس سے ملنے آیا تھا۔ اسے چپ کر کے جاتے دیکھ ماہی نے خود سے بات شروع کی۔۔

میں نے تو یہ سنا ہے کہ گھر سے جاتے ہوئے اپنی ماں سے دعائیں لینی چاہیے احمر کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ بکھری تھی اس کے کی بات سے۔۔

ماں کے بعد بیوی کا حق ہوتا ہے کہ وہ اپنے شوہر کو دعائیں دے وہ مہرمہ کو کپڑے پہناتی ہوئی احمر کی جانب دیکھ کر بول رہی تھی۔۔۔

اوکے دے دو دعائیں پھر۔۔وہ لبوں میں مسکراتے ہوئے واپس مہرمہ اور اس کے پاس آن کھڑا ہوا تھا۔۔ماہی کے آنے سے احمر کی زندگی میں ایک خاص فرق پڑا تھا وہ یہ کہ ماہی اپنی بچکانہ اور بے تکی باتوں سے اکثر احمر کو مسکرانے پر مجبور کر دیتی تھی۔۔

اور ماہی کی مہرمہ کے لیے پیور محبت دیکھ کر احمر مہرمہ کی طرف سے بالکل بے فکر ہو چکا تھا۔۔

اور احمر کی والدہ بھی ماہی کے ساتھ بہت خوش نظر آتی تھی۔ آج ان کے نکاح کو تقریباً ایک ہفتہ گزر چکا تھا۔۔

آج شفا اور عاصم شاہ واپس لاہور اپنے گھر جا رہے تھے۔عاصم شاہ اپنے ٹرانسفر پیپر بھی لے آیا تھا۔۔ اور رومان شاہ اور مرہا وغیرہ سب سے ملنے کے بعد آج رات کی فلائٹ سے وہ لوگ لاہور جا رہے تھے۔۔احمر کی آج کوئی خاص میٹنگ تھی جس کے لیے اسے تھوڑی دیر کے لیے آفس جانا پڑ رہا تھا۔۔

مہرمہ سے مل کر وہ جلدی سے آفس کے لیے نکل رہا تھا۔جب اسے بیوی سے دعائیں لینے کے بارے میں فضیلت بتائی گئی۔۔

اللہ تعالی آپ کو کامیابیاں عطا فرمائے خیریت سے جائیں اور خیریت سے گھر واپس آئیں۔اور اللہ تعالی آپ کو دماغ دے جس سے آپ سوچیں کہ بیوی سے باتیں کرنے سے بیوی کو اچھا لگتا ہے۔وہ دعائیں دینے کے ساتھ اپنا مدعا بھی اسے سمجھا گئی۔۔

وہ دونوں ہاتھ کمر پر باندھے کھڑا ہوا تھا۔جی میرے پاس دماغ ہے اور وہ کافی اچھا سوچتا ہے۔بس تھوڑا کام میں مصروف ہوں۔اس کے بعد آپ سے باتیں کرکے آپ کی تمام شکایت دور کر دوں گا وہ اس کی جائز شکایت سن کر لمبی سانس کھینچتے ہوئے بولا۔۔

ٹھیک ہے مہرمہ جب یہ کہہ رہے ہیں کہ یہ ہم سے باتیں کریں گے اور ہمیں ٹائم دیں گے تو میرے خیال سے ہمیں بھی بات رفع دفع کر دینی چاہیے۔۔

وہ مہرمہ کو گود میں اٹھائے ہوئے اسے اجازت طلب نظروں سے دیکھتے ہوئے احمر کو جتا رہی تھی کہ اب اسے اجازت ہے وہ جا سکتا ہے۔۔

جی تھینک یو سو مچ آپ کا بھی اور آپ کی بیٹی مہرمہ کا بھی۔۔

ماہی نے چہرہ اٹھا کر احمر کی جانب دیکھا احمر کا مہرمہ کو اس کی بیٹی کہنا ماہی کو بہت اچھا لگا تھا۔۔اس کے دل نے ایک محبت بھری بیٹ مس کی تھی۔۔

کیا؟؟؟ ایسے کیا دیکھ رہی ہو؟ میں نے کچھ غلط کہا مہرمہ تمہاری بیٹی نہیں ہے ماہی کو یوں ٹکٹکی باندھے خالی نظروں سے دیکھتے ہوئے احمر نے سوال کیا۔۔

نہیں مجھے بہت اچھا لگا آپ نے مہرمہ کو میری بیٹی کہا۔۔ محرمہ کو اپنے سینے میں میچتے ہوئے اس کی گال پر پیار کرتے ہوئے کہا۔۔

وہ اتنی سی بات پر اتنا خوش ہوئی کہ اس کی آنکھیں خوشی سے چھلک پڑی تھی۔۔

پلیز رو مت ورنہ تمہاری بیٹی کو لگے گا کہ اس میں بھی میرا ہی قصور ہے۔۔

میں اس کی چھوٹی سی ماما کو ٹائم نہیں دے رہا شاید وہ اس لیے رو رہی ہے۔۔وہ جاتے بول کر نکل گیا ۔۔۔اسے دیر ہو رہی تھی۔۔۔

دیکھا مہرمہ بس بولنے کی دیر تھی تمہارے پاپا کیسے نو دو گیارہ ہو گئے ہیں۔ویسے ایک طرح سے تو اچھا ہے ڈرتے ہیں ہم دونوں سے وہ۔مہرما کے ساتھ بچی بنی ہوئی مہرمہ کے ننھے ننھے ہاتھوں کو چومتے ہوئے بول رہی تھی۔۔اس بات سے بے خبر کہ جسے وہ جا چکا سمجھ رہی تھی،وہ کچھ دیر دروازے کے باہر ہی رکا تھا اور اس کی بچکانہ باتوں کو سنتے ہوئے مسکرا کر چلا گیا تھا۔۔

○○○○○○○○○○

شاہ۔۔۔۔۔۔☹۔۔میرب کی درد بھری چیخ سے شاہ گہری نیند میں ہڑبڑا کر اٹھا تھا۔۔میرب کیا ہوا۔رومان شاہ کچھ دیر پہلے ہی سٹڈی روم سے آفس کا کام ختم کر کے لیٹا تھا،اس وقت وہ گہری نیند میں سویا میرب کو اپنی گرفت میں لیے ہوئے تھا۔جب اس کی سماعت سے میرب کی درد بھری چیخ ٹکرائی۔۔



شاہ مجھ سے بہت درد ہو رہا ہے شاہ پلیز میں مر جاؤں گی۔۔میرب اپنے پیٹ پر ہاتھ رکھے ہوئے۔درد سے تڑپ رہی تھی۔۔میرب کو اتنی تکلیف میں دیکھ کر شاہ کا دل بند ہونے لگا تھا۔۔

میری جان ایسا نہیں بولنا میری جان بس کچھ دیر صبر رکھو میں ابھی ڈاکٹر سے بات کرتا ہوں۔۔میرب کے چہرے پر پسینے کی بوندیں تھی۔۔تکلیف شاید اس کی برداشت سے کہیں زیادہ تھی۔۔

رومان شاہ نے سائیڈ ٹیبل پر رکھا ہوا اپنا موبائل جلدی سے اٹھاتے ہوئے ڈاکٹر کا نمبر گھمایا۔۔ میرب اپنے پیٹ پر ہاتھ رکھے ہوئے درد سے تڑپ رہی تھی۔ اور رومان شاہ اس کے ماتھے پر آئی پسینے کی بوندوں کو اپنی ہتھیلی سے صاف کرتے ہوئے اس کو تکلیف میں بے بسی سے دیکھ رہا تھا۔۔

ڈاکٹر ایمرجنسی ہے میں میرب کو لے کر پہنچ رہا ہوں آپ تیار رہنا۔ میرب کو بہت زیادہ پین ہو رہا ہے ۔۔رومان شاہ نے بنا ڈاکٹر کی بات سنے اپنی بات سنا کر فون بند کر دیا۔۔

میرب کو اپنے مضبوط بازوں میں اٹھا کر وہ گاڑی میں ڈالتے ہوئے ہاسپٹل کی طرف نکلا ساتھ میں زکیہ تھی۔۔۔

اس میں گاڑی چلانے کی ہمت نہیں تھی اس لیے وہ ڈرائیور کے ساتھ آیا تھا میرب کا سر اپنی گود میں رکھے ہوئے تھا۔۔

میرب کو اس وقت اتنی تکلیف تھی کہ وہ بچوں کی طرح رو رہی تھی۔ ایک سیکنڈ کے لیے بھی اسے چین نہیں مل رہا تھا تکلیف میرب کو تھی مگر جان رومان شاہ کی نکل رہی تھی۔۔

آہ آہاااااا۔۔۔وہ درد کی شدت سے چیخی تھی۔۔۔شاہ کی گود سے سر اٹھاتے ہوئے وہ ایک دم سے درد سے تڑپ کر بیٹھ گئی تھی۔۔۔

شاہ پلیز مجھے بچالے مجھے بہت درد ہو رہا ہے شاہ اس درد سے میں مر جاؤں گی وہ شاہ کے سینے میں درد کی شدت سے ہاتھوں سے مکے مارتے ہوئے رو رہی تھی۔۔ شاہ کے سینے پر میرب کے آنسوں گر رہے تھے۔۔

وہ آنسوؤں شاہ کے سینے پر نہیں شاہ کے دل پر گر رہے تھے۔۔

میرب میری جان صبر رکھو اپنے منہ سے ایسے الفاظ مت نکالو، اللہ تعالی تمہیں میری بھی عمر لگا دے۔۔

وہ بناز کیہ اور ڈرائیور کی پرواہ کیے

میرب کو اپنے بازؤں کے مضبوط حصار میں لیے اپنے سینے سے لگا رکھا تھا۔۔

oooooooooo

رومان شاہ کے پہنچنے سے پہلے ڈاکٹر نے تمام تیاریاں مکمل کر رکھی تھی۔وہ پہلے دن سے میرب کا کیس ہینڈل کر رہی تھی وہ اس وقت ذہنی طور پر تیار تھی کہ میرب کے ساتھ یہ حادثہ بھی ہو سکتا ہے۔۔۔

حالات ڈاکٹر کی سوچ کہیں زیادہ پنجیدہ ہو چکے تھے۔میرب کو الٹرا ساؤنڈ کے لیے روم میں لٹایا گیا۔۔

میرب رومان شاہ کا ہاتھ چھوڑنے کے لیے تیار نہیں تھی۔۔ میرب کی کنڈیشن بہت زیادہ خراب تھی۔۔وہ درد سے تڑپنے کے ساتھ ساتھ غنودگی میں جا رہی تھی۔۔

ڈاکٹر اس کو کیا ہو رہا ہے یہ آنکھیں کیوں بند کر رہی ہے؟؟؟؟رومان شاہ چلاتے ہوئے میرب کی گال کو تھپتھپا رہا تھا۔ناظریں ڈاکٹر کی جانب مرکوز تھی۔۔

ڈاکٹر میرب کے پیٹ پر الٹرا ساؤنڈ کرتے ہوئے گھبراہٹ زدہ چہرے سے نظریں سکرین پر جمائے ہوئے تھی۔۔

سر پلیز آپ خود کو ہر حالات کے لیے تیار رکھیں۔کنڈیشن میری سوچ سے زیادہ خراب ہے۔اللہ تعالی سے دعا کریں کہ سب بہتر ہو۔۔ویسے بھی ان کا ساتواں منتھ چل رہا ہے مگر بچے کی ڈیلیوری کروانا ضروری ہے۔۔

اب بچہ ماں کے پیٹ سے باہر آکر خود کو کتنا اس ماحول میں ریکور کر سکتا ہے یہ تو بات میں پتہ چلے گا۔مگر فی الحال تو میرب کے اندر اکسیجن کی کمی ہونے کے باعث میرب کو بہت نقصان پہنچ چکا ہے۔۔

اوپر سے ان کا بی پی بہت زیادہ شوٹ کر رہا ہے بس آپ سب اس کے لیے بہت سی دعائیں کریں۔۔

نرس آپریشن تھیٹر میں ان کو لے کر آئیں۔ڈاکٹر الٹرا ساؤنڈ مشین کو میرب کے پیٹ سے ہٹاتے ہوئے رومان شاہ سے کہہ کر آپریشن تھیٹر کی جانب جلدی سے جارہی تھی۔۔۔

میرب کو جلدی سے آپریشن کی تیار کیا جارہا تھا۔۔۔

وہ نیم بے ہوشی میں جاچکی تھی اور رومان شاہ خود کو پوری طرح سے مرتا ہوا محسوس کررہا تھا۔۔

وہ پوری طرح سے بے ہوش ہوئی تو ہاتھ رومان شاہ کے ہاتھ سے چھوٹ کر سٹیچر سے لٹک گیا تھا ۔۔میرب۔۔۔بے اختیار رومان شاہ کے منہ سے چیخ نکلی تھی۔۔

سر سر پلیز حوصلہ رکھیں یہ صرف بے ہوش ہوئی ہیں۔ جس طرح کی ان کی کنڈیشن ہے، ایسی صورت میں ان کا بے ہوش ہونا ایک عام سی بات ہے۔۔

ڈاکٹر نے میر کو آپریشن تھیٹر میں لے جانے کو کہا۔اور رومان شاہ کے سامنے ڈاکومنٹس رکھے جن کو پڑھتے ہوئے رومان شاہ کو سائن کرنے کو کہا جن پر صاف صاف لکھا تھا کہ میرب کی کنڈیشن کے حساب سے ڈاکٹر اپنی پوری کوشش کریں گے مگر میرب کی اور بچے کی زندگی کا کوئی گارنٹی نہیں ہے۔۔

90فیصد چانسز میں میرب کی جان جاسکتی تھی۔ صرف 10 فیصد پر میرب کی زندگی ٹکی تھی اور رومان شاہ کی سانسیں۔رومان شاہ کو آپریشن تھیٹر سے باہر رکنے کے لیے کہا تھا۔۔

رومان شاہ بے بسی سے دیکھ رہا تھا۔جب میرب کو بے ہوشی کی حالت میں آپریشن تھیٹر میں لٹا دیا گیا تھا

۔

اس کے اوپر آپریشن تھیٹر میں جلنے والی کول لائٹوں کا پیانز دیک کر دیا گیا۔۔

بلڈ پریشر چیک کرنے والی سکرین کو آن کر دیا گیا تھا۔۔

خون کی ٹرپ لگادی گئی تھی۔ دوسری طرف گلو گوز کی بوتل بھی چڑھادی گئی تھی۔۔

ڈاکٹرا نجیکشن پرا نجیکشن توڑ کر ڈرپس کے اندر ڈال رہے تھے۔۔۔

میرب کو مصنوعی آکسیجن پرڈال دیا گیا تھاوہ تو بے ہوش تھی بے خبر ہو چکی تھی دنیاداری سے۔۔۔

مگر رومان شاہ پل پل مر رہا تھارومان شاہ بار بار اپنے دل والے مقام پر ہاتھ رکھ کے مسل رہا تھا۔۔

اس کو سانس سہی سے نہیں آرہی تھی۔وہ منہ کھول کر لمبی لمبی سانسیں کھینچتے ہوئے خود کو سانس دلانے کی کوشش کر رہا تھا۔۔۔

ڈاکٹر شاہ زیب اور ہما ہاسپٹل پہنچ چکے تھے۔۔رومان شاہ کی آج پھر وہی حالت تھی جو اس کی امی جان کہ دنیا سے جانے سے پہلے تھی۔۔۔

رومان شاہ کی آنکھوں میں وہی منظر تھا اس میں ساکت نہیں تھی۔وہ اور کوئی صدمہ برداشت کرنے کی ہمت نہیں رکھتا تھا۔۔۔

اتنا سخت دل رومان شاہ۔۔۔شاہ زیب کے سینے سے لگا رو رہا تھا۔رومان شاہ کی آنکھیں سرخ انگارہ ہو رہی تھی۔۔

اس کی خوبصورت آنکھوں میں لال کلر کے ڈورے ابھرے ہوئے تھے۔شاہ زیب کے پاس الفاظ نہیں تھے رومان شاہ کو دلاسا دینے کے لیے۔۔۔

وہ رومان شاہ کی پیٹھ سہلاتے ہوئے بنا کسی آواز کے دلاسا دے رہا تھا۔۔ڈاکٹر شاہ زیب خود ایک ڈاکٹر تھا میرب کی اس وقت جو کنڈیشن تھی وہ میرب کی ڈاکٹر ہما کو کلیئر بتا چکی تھی۔۔۔

ایسے میں وہ رومان شاہ کو کیا دلاسا دیتا رومان شاہ نے جیب سے فون نکالتے ہوئے شاہ میر کا نمبر ڈائل کیا ۔۔



شاہ میر ملک کہاں ہو تم!!میری میرب کو سانس نہیں آرہی میری میرب بے ہوش ہو گئی ہے۔۔۔

کہاں ہو تم۔مجھے تمہاری ضرورت ہے۔رومان شاہ نے۔۔شاہ میر کو فون کرتے آنسوؤں سے اٹکتے ہوئے لہجے میں کہا تھا۔۔

۔اس سے آگے رومان شاہ کی بولنے کی ہمت نہیں ہوئی تھی۔۔فون شاہ زیب تھام چکا تھا۔۔باقی کی بات اس نے شاہ میر کو بتائی۔۔

رومان شاہ نے چہرے پر دونوں ہاتھ رکھ کے اپنے آنسوؤں کو گلے میں دبانے پوری کوشش کی تھی ۔۔۔مرد تھا تو اپنے آنسوں کسی کو دکھانا بھی اپنی مردانگی کی توہین سمجھتا تھا مگر آنسوں تھے کہ پلکوں کی باڑ کو توڑ توڑ کر باہر آرہے تھے۔۔۔

وہ صرف لڑکی نہیں تھی وہ جان تھی رومان شاہ کی۔۔رومان شاہ کی ہر دھڑکن پر میرب رومان شاہ کا نام لکھا تھا۔۔رومان شاہ کے صبح کی خوبصورتی تھی میرب۔۔۔رومان شاہ کی راتوں کی خوبصورت چاندنی تھی میرب۔۔



رومان شاہ کے گھر کی رونق تھی!!

میرب رومان شاہ کی روم میں جگمگاتا روشن ستارہ تھی!!

میرب رومان شاہ کو میرب کی زندگی چاہیے تھی۔رومان شاہ کو اولاد کی کوئی چاہت نہیں تھی۔

رومان شاہ کا اگر اس وقت بس چلتا اگر ایک بار ڈاکٹر کہتی کہ رومان شاہ تم اپنی سانسیں میرب سے جوڑ دو تو تمہاری میرب بچ جائے گی۔۔۔وہ ٹھیک ہو جائے گی تو قسم سے رومان شاہ ایک لمحہ سوچے بغیر اپنی سانسیں اپنی میرب کے ساتھ جوڑ کر اپنی میرب کو ہوش میں لے آتا۔۔۔

میرب کو بے سود بے حال بے ہوش جس حالت میں اس نے آپریشن تھیٹر کے اندر بھیجا تھا۔۔وہ لمحہ قیامت سے کم نہیں تھا۔۔۔شاہ میر ملک اپنی جان سے پیاری اکلوتی بہن کا سنتے ہی ہاسپٹل پہنچ چکا تھا۔۔ میرب کے والدین بھی آ گئے تھے۔مرہا بھی بہت پریشان تھی میرب کو اس حالت میں دیکھ کر۔۔۔

سب دعائیں کر رہے تھے اس وقت کسی کے بس میں کچھ نہیں تھا صرف اللہ تعالی کی ذات ہی تھی جو میرب کو زندگی بخش سکتی تھی ڈاکٹر اپنی کوشش جاری رکھے ہوئے تھے۔۔۔

رومان شاہ ایک کونے میں جائے نماز ڈالے ہوئے سجدہ ریز تھا پچھلے آدھے گھنٹے سے وہ سجدے میں سر کو ڈالے ہوئے آنسوؤں سے جائے نماز کو بھگو رہا تھا وہ اپنے رب کے سامنے سجدہ ریز ہو کر اپنی میرب کی زندگی مانگ رہا تھا۔۔



اس کے بدلے اسے دنیا کا ہر غم منظور تھا یہاں تک کہ اس سے اپنی اولاد کی زندگی کے بدلے بھی صرف میرب کی زندگی چاہیے تھی۔۔

اپنی زندگی کے بدلے بھی میرب کی زندگی چاہیے تھی۔میرب رومان شاہ کی زندگی میں کیا اہمیت رکھتی تھی یہ تو خود رومان شاہ بھی نہیں جانتا تھا۔۔

مگر جب جب میرب ایسی کنڈیشن میں گئی رومان شاہ کو اپنا دل بند ہوتا محسوس ہوا جس سے یہ ثابت ہوتا تھا کہ میرب رومان شاہ کی دل کی دھڑکن تھی۔۔

تقریباً ایک گھنٹے تک آپریشن جاری رہا تھا۔۔رومان شاہ سجدے میں گرا اپنے رب کے روبرو تھا۔۔شاہ نے اپنے کاندھے پر کسی کا ہاتھ محسوس کیا۔ اس کی سماعت سے شاہ میر ملک کی ہلکی سی آواز ٹکرائی تھی۔۔۔

رومان شاہ نے سجدے سے سر کو اٹھایا آنسوں گالوں سے پھسل کر اس کی بیرڈ کو بھگو چکے تھے۔۔

سجدے والی جگہ آنسوں سے گیلی ہو چکی تھی۔رومان شاہ۔۔۔شاہ میر کی جانب دیکھنا نہیں چاہتا تھا۔۔

وہ آنکھیں بند کیے سانس روکے ہوئے تھا۔۔شاہ میر نے جائے نماز پر آنکھیں بند کیے سانس روکے ہوئے روم شاہ کے کاندھے پر ہاتھ رکھا۔۔

رومان شاہ ہمت اور حوصلے سے کام لو اگر ایسے صبر کا دامن چھوڑ دو گے تو اس معصوم جان کو تم نہیں سنبھال پاؤ گے جس کا وجود دنیا میں لانے کے لیے تمہاری میرب اپنی جان پر کھیل گئی۔۔

شاہ میر کے الفاظ رومان شاہ کے کانوں میں تیز دھار خنجر کی طرح لگے تھے۔شاہ میر کے الفاظ سن کر رومان شاہ کے سننے اور سمجھنے کی قوت کہیں ختم ہو گئی۔۔

رومان شاہ جھٹکے سے یا نماز سے کھڑا ہوا شاہ میر کی جانب دیکھ کچھ کہنا چاہتا تھا کہ رومان شاہ جیسا بہادر شیر خود کو نہیں سنبھال پایا اور اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا تھا۔۔

وہ اس سے پہلے کہ بے ہوش ہو کر زمین پر گرتا شاہ میر اسے تھامتے ہوئے اپنے سینے سے لگا چکا تھا۔۔

رومان شاہ ہمت رکھو یار تم تو شیر ہو شیر احمر اور شاہ زیب تڑپ کر رومان شاہ کے قریب آئے تھے۔۔۔

یہاں پر کھڑا ہر فرد اس بات سے واقف تھا کہ رومان شاہ کے لیے میرب کیا اہمیت کی حامل ہے۔۔

مرہا کی حالت بری تھی۔۔اپنے بھائی کی ایسی حالت دیکھ کر وہ سسکیوں سے روتی ہوئی بھاگ کر اپنے بھائی کے قریب آئی تھی۔۔میرب کی ماں بھی آنسوؤں سے رو رہی تھی ملک صاحب بھی دل برداشتہ ہو کر اپنے داماد کی جانب بڑے تھے۔۔۔



مرہا بے حال سی ہو رہی تھی۔اس کا بھائی جو اتنا بہادر جس نے زندگی کے ہر موڑ پر بہادری سے ہر مشکل سے مشکل حالات کا مقابلہ کیا۔آج رومان شاہ کو ایسے ٹوٹ کر گرتا دیکھ مرہا زور قطار آنسوں سے رو رہی تھی۔۔

میں جان لے لوں گا سب کی اگر تم لوگوں نے مجھے کوئی بری خبر سنائی۔وہ شامیر کے گریبان سے پکڑتا ہوا وحشی سا ہو گیا تھا۔اس کی خوبصورت آنکھوں میں لال ڈورے اس کے خوبصورت چہرے کو پر اصرار بنا رہے تھے۔۔

اس سے آگے رومان شاہ کچھ بول نہیں سکا تھا۔ مسلسل چکر آنے سے آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔اور رومان شاہ شاہ میر کے ہاتھوں سے لٹکتا ہوا زمین پر گرنے لگا تھا کہ احمر شاہ زیب اور شامیر نے اسے اپنی باہوں میں سمیٹتے ہوئے جلدی سے اسٹیچر پر ڈالا اور اسے ایمر جنسی میں لے گئے۔۔

ڈاکٹر نے چیک کپ کے بعد بتایا کہ رومان شاہ کا بی پی حد سے زیادہ تجاوز کرنے کی وجہ سے رومان شاہ چکرا کر گرا ہے۔۔

اور رومان شاہ کے بی پی شوٹ کرنے کی وجہ ڈاکٹر نے صاف بتائی کہ سٹریس کی وجہ سے اس کا بی پی شوٹ ہوا ہے۔۔۔

حد سے زیادہ بی پی شوٹ کرنے کی وجہ سے وجہ سے وہ بے ہوش ہو گیا ہے۔

آئی ہوپ ڈاکٹر سہیل کوئی خطرے کی بات نہیں ہے۔شاہ زیب نے اپنے یار کی حالت دیکھ کر۔اس کے چیک اپ کرتے ہوئے ڈاکٹر سے پوچھا تھا۔۔

ڈاکٹر شاہ زیب آپ خود ماشاءاللہ اتنے بڑے سرجن ہیں اور میرے خیال سے آپ دیکھ رہے ہیں جتنا ان کا بی پی شوٹ کر چکا ہے آگر بی پی کنٹرول نہیں ہوا تو مجھے آپ کو یہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے کہ خدانا خواستہ ان کو ہارڈ اٹیک آسکتا ہے۔ڈاکٹر سہیل نے بہت مدبانہ انداز سے بتایا۔۔

۔ڈاکٹر شاہ زیب ایک بہت مشہور اور بہترین سرجن تھا۔جو کسی پہچان کا محتاج نہیں تھا۔۔۔پلیز ڈاکٹر سہیل ان کو بہترین ٹریٹمنٹ دیں ان کا بی پی ہمیں گرانا ہو گا۔۔شاہزیب نے بہت پریشان کن لہجے سے کہا۔۔

ڈاکٹر شاہ زیب خود ڈاکٹر سہیل سے بات کر کے میڈیسن ریکمنڈ کرنے لگا تھا۔۔

رومان شاہ جان تھا اپنے یاروں کی۔تو یار کیسے اپنے یار کو اس حالت میں دیکھ سکتے تھے۔۔

ڈاکٹر شاہ زیب جو روز ایسے ہائی بی پی کے مریضوں کو چیک کرتا تھا مگر اس وقت اسے اپنی خود کی کیفیت ایک عام آدمی کے جیسے لگ رہی تھی۔۔

جو اس طرح کی کنڈیشن میں مریض کو دیکھ کر گھبرائے ہوئے ہوتے ہیں۔۔

ان کے ہاتھ پاؤں پھولے ہوتے ہیں ڈاکٹر شاہ زیب بھی اپنی حالت ایک عام آدمی کے جیسی ہی محسوس کر رہا تھا۔ کیونکہ سامنے کوئی مریض نہیں اس کا اپنا شیر جوان یار لیٹا ہوا تھا۔۔

جو اس وقت دنیا عالم سے لاپرواہ بے ہوش پڑا تھا۔۔۔ ایک ایسا عاشق جو ہزاروں سال میں ایک پیدا ہوتا ہے۔ جسے لوگ رومان شاہ کے نام سے طویل زمانہ تک یاد رکھیں گے۔۔اس کا ٹریٹمنٹ جاری تھا شاہ میر۔ مرہا۔ احمر سب ہی یہاں پر موجود تھے۔۔۔۔

oooooooooo

میرب!! میرب رومان شاہ تقریباً تین گھنٹے بعد ہوش آیا تھا۔۔۔ ہوش میں آتے ہی اس کے لبوں سے جو پہلا نام نکلا وہ میرب کا نام تھا۔۔وہ ہڑبڑا کر ہاسپٹل کے بیڈ سے اٹھ کر بیٹھ گیا تھا۔۔۔وہ خالی نظروں سے ہر طرف دیکھ رہا تھا۔۔ میرب کہاں ہے وہ بیڈ سے نیچے اتر کر اپنی چپلیں پہنتے ہوئے بولا تھا۔۔

تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں رومان لیٹ جاؤ شاہ زیب نے آگے بڑھ کر رومان شاہ کو بیڈ پر لیٹانا چاہ تھا۔

رومان شاہ بے قابو سا ہوتا اسے دھکا دے کر پیچھے کرتے ہوئے چاروں اطراف دیکھنے لگا تھا۔۔ اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ یہاں کیوں ہے۔۔بی پی پہلے سے کافی کم ہو چکا تھا مگر ابھی تک اس کا بی پی پوری طرح سے کنٹرول نہیں ہوا تھا۔۔

بی پی کے اچھے خاصے تیز ہونے سے رومان شاہ کا پورا جسم ایک تناؤ کا شکار تھا اور اب بھی اسے بیڈ سے اٹھتے ہوئے چکر آرہے تھے۔۔۔

رومان تمہارا بی پی بہت شوٹ کر گیا تھا ابھی تم میں انڈر اگیزیویشن رہنے کی ضرورت ہے۔ شاہ زیب اور احمر نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔۔۔ میرب کیسی ہے ان کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سوالیاں انداز بولا۔۔رومان شاہ کے دل و دماغ پر اس وقت صرف میرب چھائی ہوئی تھی احمر اور شاہ زیب کیا بول رہے تھے۔ اس بات اسے کوئی لینا دینا نہیں تھا۔۔

میں نے پوچھا میرب کیسی ہے۔۔اب کی بار رومان شاہ چلاتے ہوئے بولا۔۔

تم دونوں کچھ ایسا مت بولنا کہ میرا دھڑکتا دل بند ہو جائے۔۔

وہ منہ کھول کر لمبی لمبی سانس فضا میں چھوڑتے ہوئے بول رہا تھا۔ دونوں ہاتھ بیڈ سے ٹکائے سہارا لیے کھڑا تھا۔ کیونکہ چکروں کی وجہ سے اپنے پیروں پر ٹھیک سے کھڑا نہیں ہو پا رہا تھا۔۔

شاہ زیب اور احمر اسے بیڈ پر لٹانے کی کوشش کر رہے ہیں۔۔۔جب کہ وہ ان دونوں کو قریب بھی نہیں آنے دے رہا تھا۔۔

رومان تمہارے گھر اللہ نے ایک خوبصورت سا بیٹا عطا کیا ہے۔۔احمر نے رومان کا دھیان بٹانے کے لیے پہلے اسے اچھی خبر سنائی تھی۔۔

میں نے پوچھا میرب کیسی ہے۔۔وہ بھر سے چیخا تھا۔

ہٹو مجھے اس کے پاس جانے دو ان دونوں کو دھکا دیتے ہوئے۔ایمرجنسی وارڈ سے باہر نکل آیا تھا۔۔

رومان شاہ نے اپنے ہاتھ پر لگی ہوئی ڈرپ کو اتنی بے دردی سے کھینچ کر اتارا کہ خون کی بوندیں فرش پر گرنے لگی تھی۔۔

وہ تیز تیز قدم اٹھتا ہوا دیوار کو تھامتے ہوئے میرب کے پاس جا رہا تھا رومان شاہ کے پیچھے پیچھے احمر اور شاہ زیب بھی بھاگتے ہوئے جا رہے تھے۔۔



اس کی حالت ٹھیک نہیں تھی مگر وہ ضدی اتنا تھا کہ جب وہ نارمل حالات میں ہوتا وہ تو تب کسی کی بات نہیں مانتا تھا۔۔اس وقت تو اس کی میرب کی جان خطرے میں تھی تو رومان شاہ کو روکنا ناممکن تھا۔۔

شاہ زیب نے بامشکل یہ خبر رومان شاہ کو سنائی تھی کیونکہ رومان شاہ اتنا بے قابو ہو رہا تھا اگر وہ لوگ کچھ نہیں بولتے تو وہ خود کو بھی نقصان پہنچا سکتا تھا۔۔

رومان شاہ جاتے ہی ڈاکٹر چڑھ دوڑا تھا مجھے بتاؤ میرب کیسی ہے کیا کیا تم نے میری میر کے ساتھ خود کو اتنی بڑی ڈاکٹر سمجھتی ہو۔

بتاؤ رومان شاہ چیخا تھا ڈاکٹر رومان شاہ کا انداز اور غصہ لال سرخ آنکھیں دیکھ کر گھبرا گئی تھی۔۔

اوپر سے وہ ٹھیک سے کھڑا بھی نہیں ہو پا رہا تھا۔اس کو تھامنے کے لیے شاہ زیب اور احمر نزدیک آئے تو ان کو بھی دھکہ دیتے ہوئے پیچھے کر چکا تھا۔۔

اس وقت رومان شاہ کو پوری دنیا اپنی دشمن لگ رہی تھی اس کی نظریں صرف میرب کو دیکھنا چاہتی تھی ۔میرب محبت میں اس کا دماغ یہ سوچنے سے قاصر تھا کہ یہاں پر جو لوگ کھڑے ہیں ان میں بہت سے رشتے ایسے ہیں جو میرب کے خون کے رشتے ہیں۔۔

رومان شاہ کا دل اس وقت صرف یہ جانتا تھا کہ میرب اس کی ہے۔اور میرب کی تکلیف صرف اس کا دل محسوس کر سکتا ہے۔۔

اس لیے وہ کسی سے بات نہیں کرنا چاہتا تھا رومان شاہ کی حالت دیکھ کے اس وقت شاہ میر نے ہاتھ کے اشارے سے سب کو پیچھے رہنے کو کہا تھا۔۔

ڈاکٹر منہ کھولو اور مجھے بتاؤ میری میرب کیسی ہے۔۔ ڈاکٹر کی چپ رومان شاہ کو اور تیش دلا رہی تھی ---

سر میرب کوما میں چلی گئی ہے ہم نے بہت کوشش کی۔۔۔ بکواس بند کرو۔۔ وہ ڈاکٹر کی بات بیچ میں ہی کاٹتا ہوا چیخا تھا۔۔۔

کوشش کی آپ نے۔۔ کیا میری میرب کی زندگی کوشش پر ٹکی ہوئی تھی۔۔ وہ پھولی ہوئی سانس اور چکراتے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے چیخ کر بول رہا تھا۔۔



ڈاکٹر نے رومان شاہ کو سامنے سے کوئی جواب نہیں دیا۔ کیونکہ وہ رومان شاہ کو بہت قریب سے جانتی تھی۔ رومان شاہ کا اپنی بیوی کے لیے حد سے زیادہ پیار اس کی نظروں سے چھپا ہوا نہیں تھا۔

اس وقت رومان شاہ کی جو کنڈیشن تھی، اس سے بھی وہ بہت اچھی طرح سے واقف تھی۔ ورنہ وہ ضرور کہتی کہ زندگی اور موت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے وہ تو صرف علاج کر سکتی ہے۔۔

کہاں ہے میری میرب مجھے اس کے پاس جانا ہے رومان شاہ کے پوچھنے پر ڈاکٹر نے دائیں جانب کے پہلے روم کی طرف اشارہ کیا۔۔۔

لڑکھڑاتے قدموں کے ساتھ وہ روم کے اندر داخل ہوا جہاں میرب کا وجود بے جان ساکت لیٹا ہوا تھا۔۔

شاہ میر نے ہاتھ کے اشارے سے سب کو پیچھے رہنے کو کہا تھا کہ کوئی روم میں نہ جائے۔۔۔

شاہ میر چاہتا تھا کہ کچھ دیر رومان شاہ میرب سے مل کر اپنے دل کا غبار نکالے تاکہ اس کا دل ہلکا ہو تو کچھ سوچنے کے قابل ہو جائے گا۔۔

ورنہ اس طرح تو رومان شاہ کے دماغ کی نسیں پھٹنے تک ہر خطرہ لاحق ہونے لگا تھا رومان شاہ میرب کے پاس پڑی تیزی سے آیا تھا۔وہ بے ہوش ساکت لیٹی ہوئی تھی ۔۔رومان شاہ نے جھک کر بنا ہاسپٹل کے روم کے، اور بنا لوگوں کی پرواہ کیے اس کے چہرے کو اپنے لبوں سے چومنا شروع کر دیا ---

اس کے چہرے پر جھکا اس کے چہرے پر لبوں سے طواف کر رہا تھا۔وہ اس وقت اپنی ہوش سے بیگانہ دیوانہ سا ہوا جا رہا تھا۔۔۔رومان شاہ کے آنسوں میرب کے چہرے کو بھگو رہے تھے۔۔

میرب پلیز اٹھ جاؤ میں تمہیں کبھی نہیں ڈانٹوں گا۔۔۔میرب تم جانتی ہو کہ تمہارا شاہ تم سے کتنا پیار کرتا ہے۔۔اسی لیے تم مجھے تنگ کر رہی ہو۔۔پلیز یار تنگ کرنے کے اور بہت طریقے ہیں ایسے میری محبت کو مت آزماؤ۔۔۔شاہ پل پل گھٹ گھٹ کر مر رہا ہے۔۔

میرب میرے ضبط کا امتحان مت لو ایک منٹ سے پہلے اٹھو ورنہ تمہارے ایسے ہوش ٹھکانے لگاؤں گا کہ دوبارہ ایسا مذاق کرنے کی جرات نہیں کرو گی۔۔۔

وہ اس کے چہرے کو چومتے ہوئے پاگلوں کی طرح بولے جا رہا تھا۔ جبکہ میرب ساکت لیٹی تھی۔۔ شاہ میر نے آکر اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھا۔۔۔رومان شاہ نے پلٹ کر کھا جانے والی نظروں سے دیکھا۔۔

رومان پلیز خود کو سنبھالو میں جانتا ہوں کہ میرب تمہارے لیے کیا ہے مگر یار یہ میری بھی بہن ہے۔۔مجھے بھی بہت عزیز ہے میں نے اس کو بیٹیوں کی طرح پالا ہے۔ مگر اس طرح ہوش حواس کھو دینے سے کچھ ٹھیک نہیں ہو گا۔۔۔شاہ میر نے کاندھے پر ہاتھ رکھتے سمجھانے کی کوشش کی۔۔۔

شاہ میر اس وقت تمہاری کوئی بھی دلیل نہ مجھے سکون دے سکتی ہے اور نہ ہی میں سمجھ سکتا ہوں مجھے صرف یہ پتہ ہے کہ۔یہ میری ہے اور صرف میری ہے کسی کا اس پر کوئی حق نہیں ہے آنسوؤں سے بھیگی ہوئی آنکھوں میں لال ڈورے اس کے دل کا درد چیخ چیخ کر بیان کر رہی تھی۔

رومان شاہ۔۔ میر کے ہاتھ کو جھٹکتے ہوئے بولا تھا۔۔۔شاہ میر اس کی کیفیت سے بخوبی واقف تھا۔۔اس لیے اسے کچھ دیر میرب کے ساتھ اکیلے چھوڑ کر باہر نکل آیا۔۔

oooooooooo

بھائی!!مرہانے رومان شاہ کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر پکارا تھا۔جو میرب کے پاس اس کے روم میں بیٹھا ہوا تھا اور خالی نظروں سے اس کے ساتھ وجود کو دیکھ رہا تھا۔۔

وہ اس قدر چڑچڑا اور ہو گیا تھا کہ نہ تو وہ خود میرب کے روم سے جانا چاہتا تھا اور نہ ہی اسے یہ گوارا تھا کہ کوئی اور میرب کے پاس آکر بیٹھے بس چند لمحوں کے لیے ہی اسے دیکھنے کوئی روم میں آتا اور نہ ڈاکٹر کے سخت آرڈر تھے کہ روم میں کوئی نہیں جا سکتا۔۔

میرب کو آئی سی یو میں رکھا ہوا تھا صرف باہر لگے ہوئے شیشے سے ہی سب لوگ میرب کو دیکھ پاتے تھے۔۔

مگر رومان شاہ کی ایکسٹر اضد اور ڈاکٹر

شاہ زیب کی سفارش کی بنا پر رومان شاہ کو میرب کے پاس رکنے کی اجازت تھی وہ فل آئی سی یو والے میڈیکل لباس کو پہنے ہوئے 42 گھنٹے میرب کے پاس ہی رہتا تھا۔۔

آج میرب کو کوما میں گئے دو مہینے ہو چکے تھے رومان شاہ نے دنیاداری سے تعلق توڑ رکھا تھا۔

ایک طرح سے یہی کہنا مناسب ہو گا کہ رومان شاہ اپنے سینسز میں نہیں تھا پورا پورا دن خاموشی سے بیٹھے ہوئے میرب پہ نظر مرکوز کیے رہتا تھا۔۔

اس کے دماغ میں کیا چل رہا تھا کوئی نہیں سمجھ سکتا تھا اس وقت بھی مرہا صرف اسے زبردستی تھوڑی دیر کے لیے باہر لے جانا چاہتی تھی تا کہ وہ کچھ کھا لے۔ کھانا تو ایسے تھا جیسے زندگی جینے کے لیے چند لقمے لیتا تھا۔۔

اور صرف مرہا تھی جس کی بات تھوڑی بہت رومان شاہ مان جاتا تھا ورنہ اس کے چڑچڑے پن کی وجہ سے سب اس سے دوری بنا کے رکھتے تھے۔۔

کیونکہ رومان شاہ جب زیادہ ہائپر ہوتا تو اس کا بی پی ہائی ہونے لگتا تھا اس وجہ سے رومان شاہ کی صحت کا خیال رکھتے ہوئے صرف اس کے پاس مرہا کو بھیجا جاتا۔۔۔

اپنی بہن کے سامنے کہیں نہ کہیں رومان شاہ نرم پڑ جاتا تھا۔۔

بھائی پلیز میں کھانا بنا کر لائی ہوں آ کر تھوڑا سا کھا لیجئے کاندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے آنکھوں میں نمی لیے مرہا نے رومان شاہ سے کہا تھا۔۔۔

دونوں ہاتھ کی انگلیاں ایک دوسرے میں پھنسائے ہوئے اپنی ٹھوڑی کے نیچے رکھے ہوئے بیٹھا تھا۔۔

مرہا مجھے ابھی بھوک نہیں ہے۔ چہرے پر اداسی رنگت میں پلاہٹ لہجے بیزاری کے ساتھ بولا تھا۔۔۔

بھائی جب کھائیں گے تو بھوک لگ جائے گی۔ پلیز بھائی میری خاطر وہ بڑے پیار سے بول رہی تھی رومان شاہ کا ہاتھ تھامتے ہوئے زبردستی مرہا نے رومان شاہ کو اپنے ساتھ باہر لے جا رہی تھی۔۔

وہ اپنی بہن کا مان نہیں توڑ سکتا تھا اس کے ساتھ باہر گیا مرہا کھانا بنا کر لے کر آئی تھی شاہ میر اور مرہا نے اس کے ساتھ بیٹھ کر ویٹنگ روم میں کھانا کھایا اور زبردستی رومان شاہ کو بھی کھلایا تھا۔

بھائی پلیز آپ ایک بار اپنے بیٹے سے ملیں تو صحیح مرہا بے بی کو ساتھ لے کر آئی تھی۔ رومان شاہ کے گھر خدا نے بہت پیارا سا بیٹا دیا تھا جسے 24 گھنٹے نرسنگ ہوم میں رکھنے کے بعد ان کے حوالے کر دیا گیا تھا کیونکہ بچہ ماشاءاللہ بالکل ٹھیک تھا۔۔

بچے کی ذمہ داری مرہا اور شاہ میر اور اس کے نانا نانی کے پاس تھی وہی اس کو سنبھال رہے تھے۔۔۔

میرب کوما میں تھی اور رومان شاہ اپنے سینسز میں نہیں تھا وہ بچے کو نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔۔ ایسا نہیں تھا کہ اسے اپنی اولاد سے لگاؤ نہیں تھا مگر وہ اپنے بیٹے کو مکمل ہو کر میرب کے ساتھ دیکھنا چاہتا تھا۔۔

اس بچے کے لیے میرب کتنی ایکسائٹڈ سی وہ سب کچھ رومان شاہ کی آنکھوں سے چھپا ہوا نہیں تھا۔۔

مرہا تم اس چھوٹے سے وجود کی کیوں بار بار مجھ سے توہین کرواتی ہو تم جانتی ہو کہ جب تک میرب ٹھیک نہ ہو میں نہیں دیکھوں گا۔۔ یہ بچہ میری نہیں یہ میرب کی خواہش تھی۔۔۔

اور مجھ سے پہلے میرب کو دیکھنے کا حق ہے۔۔ میں اس کو دیکھوں گا پیار بھی کروں گا یہ میری اولاد ہے۔۔ ہم دونوں مل کر دیکھیں گے۔

رومان شاہ نے ہمیشہ والا جواب دیا تھا۔۔ ٹھیک ہے بھائی جیسے آپ کی مرضی ہے۔۔۔بے بی کو اپنے سینے سے لگائے ہوئے مرہا نے ہار ماننے والے انداز سے کہا کیونکہ یہ جواب رومان شاہ اسے پہلے بھی کئی بار دے چکا تھا۔۔۔

شاہ میر اور مرہا کچھ دیر رومان شاہ کے پاس بیٹھے رہے اور اس کے بعد بے بی کو لے کے گھر کے لیے نکل پڑے رومان شاہ مغرب کی نماز ادا کرنے کے لیے ہاسپٹل کی مسجد میں گیا۔۔۔

اور وہاں سے سیدھا واپس میرب کے روم میں روٹین کے مطابق زندگی جیسی ایک جگہ پہ رک سی گئی تھی۔۔۔

○○○○○○○○

ہائے مہرمہ اب ہم کیا کریں آج تو میڈ بھی نہیں آئی ہے۔اور باہر کتنی بجلی کڑک رہی ہے۔مہرباں مجھے تو بہت ڈر لگ رہا ہے۔۔ تمہیں بھی ڈر لگ رہا ہو گا۔

میرے خیال سے ہمیں تمہارے باپ کے کمرے میں چلا جانا چاہیے ۔ویسے تو تمہارے بابا بہت کھڑوس ہیں، خود سے انہوں نے کبھی ہمیں اپنے کمرے میں آنے کی آفر نہیں دی۔۔ چلو کوئی بات نہیں ہم تھوڑے ڈھیٹ بن کر ان کے روم میں چلے جاتے ہیں۔۔

احمر کی والدہ اپنے روم میں سو رہی تھی ان کے پاس ایک خاص میڈ چوبیس گھنٹے رہتی تھی۔۔جو ان کا خیال رکھتی تھی۔اور جو میڈ مہر مہ کے پاس ہوتی تھی آج اس کے گھر میں کوئی ایمر جنسی تھی جس کی وجہ سے وہ نہیں آئی تھی۔اور ماہی مہر مہ کے روم میں اکیلی تھی۔۔۔

جب سے ماہی کی شادی احمر سے ہوئی تھی شاید اللہ تعالی اس پر بہت زیادہ مہربان ہو گیا تھا۔۔
احمر کو ہر ایک سے دوسرے پروجیکٹ میں کامیابی مل رہی تھی۔گھر میں پیسے کی ریل پیل ہو گئی تھی۔ اتنی ترقی تو احمر نے اتنے سالوں میں نہیں کی تھی جتنی اس نے ان دو مہینوں میں کی ماشاءاللہ وہ جس پروجیکٹ میں ہاتھ ڈال رہا تھا اللہ تعالیٰ اسے کامیابیاں عطا کر رہا تھا۔۔

یہاں تک کہ احمر سوچنے پر مجبور ہو گیا تھا کہ کیا ماہی اس کے لیے اتنی لکی ثابت ہوئی ہے۔۔ کیونکہ یہ تو سچ تھا کہ رزق ہمیشہ عورت کے نصیب میں ہوتا ہے اور ماہی کے نصیب احمر کے ساتھ جڑتے ہی احمر کی قسمت کا ستارہ جگمگا اٹھا تھا۔۔

احمر کی زندگی میں خوشیاں زبردستی آچکی تھی۔۔ماہی کی بے تکی باتیں ماہی کی بچگانہ حرکتیں اکثر احمر کو مسکرانے پر مجبور کر دیتی تھی۔۔

مہرمہ سے تو وہ اتنا پیار کرتی تھی کہ کبھی کبھی تو احمر یہ بھول ہی جاتا تھا کہ مہرمہ ماہی کی سگی بیٹی نہیں ہے۔۔



اپنی امی جان کو بھی وہ پہلے سے بہت زیادہ خوش محسوس کرتا تھا۔ اکثر مہرمہ کو لے کر ماہی اس کی والدہ کے روم میں چلی جاتی اور گھنٹوں بیٹھی اپنی بچگانہ باتوں سے ان کا دل بہلاتی رہتی تھی۔۔۔

آسان لفظوں میں یہ کہ گھر میں ہر طرف رونقیں ہی رونقیں لگی رہتی تھی اور اس کی وجہ ماہی تھی اس کا چنچل پن اس کی لاابالی والی عمر نے گھر کا ماحول بدل کر رکھ دیا تھا۔۔

گھر سے اداسیوں کا ڈیرا ختم اور خوشیوں کا بسیرا ہو چکا تھا۔۔۔احمر اپنے روم میں سوتا تھا جب کہ ماہی مہر مہ اور میر کے ساتھ سوتی تھی۔۔

مگر ماہی اکثر مہر مہ کو لے کر خود سے ہی احمر کے روم میں چلی جاتی تھی۔ماہی کا یوں مہر مہ کو لے کر اس کے روم میں آنا احمر کو بہت اچھا لگتا تھا مگر احمر ماہی سے کبھی بھی اس بات کا اظہار نہیں کرتا تھا۔۔ ماہی کو یہ بات بری لگتی تھی مگر پھر بھی وہ روز محرمہ کو لے کر احمر کے آنے کے بعد اس کے روم میں ضرور جاتی تھی اس کے بعد مہر مہ کے ساتھ مہر مہ کے روم میں آکر سو جاتی تھی۔۔۔

ان کے بیچ میں ابھی فاصلے بر قرار تھے مگر ماہی کی بچکانہ حرکتیں احمر کے دل میں دستک دے کر دروازہ کھول چکی تھی۔



اب اکثر احمر کی نظر ماہی کو ڈھونڈتی تھی احمر کو مہر مہ اور ماہی کا انتظار ہوتا تھا اپنے روم میں آنے کا۔۔اور آج تو ماہی نے مہر مہ کے ساتھ احمر کے روم میں سونے کا ارادہ بنا لیا تھا۔۔

کیونکہ ماہی کو روم میں اکیلے ڈر لگ رہا تھا اور اوپر سے باہر تیز بارش اور بجلی کڑک رہی تھی۔وہ زیادہ تر تو ہوسٹل میں رہتی تھی مگر جب کبھی گھر جاتی تو وہاں پر بھی اس کی ایک پرانی ملازمہ تھی۔جو ماہی کے پاس سو جاتی تھی۔۔۔وہ احمر کو مل کر تو پہلے ہی آچکی تھی۔۔۔

اب دوبارہ سے اس کے روم میں مہرمہ کو لے کر جا تو رہی تھی مگر دل میں بہت سے سوال تھے کہ وہ کیا سوچے گا۔۔۔

ooooooooo

احمر بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے ہوئے بیٹھا تھا۔لیپ ٹاپ کو اپنی گود میں رکھے ہوئے کوئی پروجیکٹ بنا رہا تھا۔۔

آج کل قسمت کی دیوی اس پر بہت مہربان تھی تو کام بھی بہت زیادہ ہو چکا تھا۔۔

اکثر اسے گھر آکر بھی کام کرنا پڑتا تھا اب بھی وہ بیٹھا ہوا ایک پروجیکٹ تیار کر رہا تھا۔۔

جب ماہی نے آکر دھاڑ سے دروازہ کھولا اور روم کے اندر داخل ہوئی وہ روم میں تو اکثر اسی طرح سے آتی تھی بنا کھٹکھٹائے مگر وہ ٹائم یہ نہیں ہوتا تھا اس وقت تقریباً رات کے دس بج رہے تھے۔اور وہ اس وقت کبھی احمر کے روم میں نہیں آیا کرتی تھی۔۔۔احمر نے لیپ ٹاپ سے نظریں اٹھا کر دروازے کی جانب سے آتے ہوئے طوفان کی جانب دیکھا۔۔

مہرمہ کو اپنے سینے سے لگائے بچوں کی طرح بلڈ پر گھٹنوں کے بل بیٹھتے ہوئے سکرول کر کے سیدھی ہو گئی۔اور مہرمہ کو بیڈ پر لیٹا دیا۔۔۔

احمر کو کچھ سمجھ میں نہیں آیا تھا آئی برو اٹھا کر اشارے سے پوچھا کہ اس وقت وہ یہاں کیا کر رہی ہے۔۔۔

ایسے آئی بروا چکا کر دیکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔بچے تو نہیں ہیں۔۔ آپ کو پتہ ہونا چاہیے کہ بار کتنی بارش ہو رہی ہے۔۔۔ آرام سے بیڈ گراؤنڈ سے سر لگا کر بیٹھتے ہوئے نظر سامنے دیوار کر مرکوز کر کے کہا۔۔

ہاں مجھے پتہ ہے کہ باہر بہت بارش ہو رہی ہے،مگر ہماری گھر کی چھتیں لیکج تو نہیں ہیں۔احمر نے لیپ ٹاپ کو سلیپنگ موڈ پر لگاتے ہوئے پوری طرح سے ماہی کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔۔

ہاہاویری فنی میں نے کب کہا کہ چھتیں لیک ہو رہی ہیں۔باہر بہت زیادہ بجلی کڑک رہی ہے اور مہرمہ کو بہت زیادہ ڈر لگ رہا تھا۔۔

اس لیے میں مہرمہ کو لے کر یہاں پر آگئی آپ پریشان نہیں ہو ہم لوگ ایڈجسٹ کر لیں گے۔ وہ اپنی تیز زبان سے خود ہی سوالوں کے جواب دیتے جا رہے تھی۔۔

احمر کو سمجھ آگیا کہ ماہی کو ڈر لگ رہا ہے۔ وہ اس لیے مہرمہ کو لے کر اس کے روم میں سونے آئی ہے وہ جانتا تھا کہ آج میڈ نہیں آئی تھی۔۔۔

ابھی وہ سوچ ہی رہا تھا کہ ماہی نے اگلا پوائنٹ بھی خود ہی سمجھا دیا۔ آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے آپ آرام سے نیچے میٹرس پر سو جائیں میں اور مہرمہ بیڈ پر ایڈجسٹ کر لیں گے۔۔۔

واٹ!!! احمر شاکنگ ہو کر دیکھتے ہوئے کہا۔۔

جی ہم لوگ ایڈجسٹ کر لیں گے۔ ایسے احسان کرنے والے انداز سے بتا رہی تھی جیسے کہ محرمہ کو لے کر وہ صوفے پر سونے والی تھی۔ جہاں پر وہ ایڈجسٹ کر سکتی تھی۔۔۔

احمر کو اس کی بات پر ہنسی آنے لگی تھی۔۔ اب ماہی اپنا فرمان بتا چکی تھی اس لیے احمر اٹھ کر لیپ ٹاپ کو شٹ ڈاؤن کرتے ہوئے۔۔

اٹھ کر صوفے پر لیٹ گیا اور ماہی مہرمہ کو لے کر بیڈ پر سو گئی احمر صوفے پر ان کمفٹیبل پوزیشن میں سو رہا تھا اس لیے اسے نیند نہیں آ رہی تھی۔۔

جبکہ ماہی مہرمہ کو اپنے سینے پر لٹائے ہوئے خراٹے مار کر سو رہی تھی مہرمہ رونے لگی تھی۔ جس کی وجہ سے ماہی نے اسے اپنے سینے پر لٹاتے ہوئے تھپتھپایا تو وہ وہیں سو گئی تھی۔۔

نیند میں ماہی خود پر سے کمبل ہٹا چکی تھی۔۔ ٹھنڈی کا موسم ہو رہا تھا احمر جو صوفے پر لیٹا ان کو دیکھ رہا تھا ماہی سوئی ہوئی بہت خوبصورت لگ رہی تھی شاید احمر نے پہلی بار ماہی کو اتنے قریب سے ایک الگ نظریے سے دیکھا تھا۔۔

وہ ہر لحاظ سے بہت خوبصورت تھی چھوٹی چھوٹی نین نقش باریک باریک ہونٹ چھوٹی سی تیکھی ناک کھلتی ہوئی رنگت وہ نامیک اپ کے بھی بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔۔

احمر صوفے سے اٹھ کر اس کے قریب ہوا اور کمبل ان دونوں ڈال کر کور کرنے لگا تھا کہ ان کو ٹھنڈ نہ لگ جائے اسی دوران ماہی کی آنکھ کھل گئی تھی۔۔



کک۔۔ کک۔۔ کیا کر رہے تھے آپ میرے ساتھ۔۔ وہ ہڑبڑا کر آنکھیں کھول کر بولی تو احمر ڈر گیا تھا ایک دم اس کی آواز پر۔۔۔

محترمہ کچھ نہیں کر رہا تھا تم لوگوں کے اوپر بلینکٹ ڈال رہا تھا تاکہ تم لوگوں کو ٹھنڈ نہیں لگ جائے احمر نے صفائی دیتے ہوئے کہا جیسے کوئی چوری پکڑی گئی ہو۔۔۔

اچھا چلو ٹھیک ہے پھر دے دیجیے اچھی طرح دیجیے گا تاکہ دوبارہ نہ اترے وہ آنکھیں بند کر کے کروٹ لیتی ہوئی مہرمہ کو اپنے ساتھ باہوں کے دائرے میں لے کر لیٹ گئی۔۔۔

اور آرڈر پاس کر چکی تھی کہ احمر اس کے اوپر کمبل اچھی طرح سے ڈال دے۔۔۔

احمر نے نفی میں سر کو ہلایا۔ ہلکی سی مسکراہٹ اس کے لبوں پر بکھر گئی۔ احمر کمبل ان کے اوپر ڈالتے ہوئے وہ واپس جا کر اپنی جگہ پر لیٹ گیا۔۔

دونوں ہاتھ سینے پر باندھے وہ لیٹا ہوا کچھ دیر کروٹ دوسری جانب لے کر سوئی ہوئی ماہی کی جانب دیکھتا رہا۔۔۔



آج پہلی بار اسکے دل نے ماہی کے لیے ایک الگ سی فیلنگ کو محسوس کیا تھا وہ سوچتے ہوئے گہری نیند میں چلا گیا تھا۔۔

oooooooooo

شفا!!

شفا!!

عاصم شاہ شفا کو ڈھونڈتا ڈھونڈتا اپنے روم میں آیا تھا۔واش روم سے گرتے ہوئے پانی کی آواز سے وہ سمجھ چکا تھا کہ شفا واش روم میں ہے۔۔شاور کی تیز آواز میں شاید اس نے عاصم شاہ کی آواز نہیں سنی تھی۔

اسی لیے کوئی جواب نہیں آیا۔ عاصم شاہ اور شفا کو لاہور میں آئے ہوئے تقریباً دو مہینے ہو گئے تھے۔۔شفا گھر والوں کے ساتھ کافی گھل مل گئی تھی گھر میں ایک عاصم شاہ کی ماں تھی۔۔

عاصم شاہ کے والد کا انتقال ہو چکا تھا اور ایک عاصم شاہ کا چچا اور چچی تھی عاصم شاہ مہک کے بعد گھر کا اکلوتا بچہ رہ گیا تھا۔۔۔

اس لیے سب نے شفا کو خوشی خوشی قبول کر لیا۔۔۔عاصم شاہ نے شفا کے بارے میں زیادہ کچھ نہیں بتایا تھا بس یہی کہا کہ اس کے ماں باپ بیرون ملک رہتے ہیں۔۔۔

اور اس نے شفا سے لو میرج کی ہے۔اور رومان بھائی شادی میں شامل تھے۔۔وہ شفا کی عزت پر کسی بھی طرح کی آنچ نہیں آنے دینا چاہتا تھا۔۔۔



گھر میں ویسے ہی خوشیوں کی بہت کمی تھی شفا نے بھی گھر والوں کو کھلے دل سے قبول کیا۔۔بس اکثر وہ اپنی ماں اور بھائی کو یاد کر کے عاصم شاہ کے سامنے رو دیتی تھی۔۔۔

عاصم شاہ کے پاس فی الحال اسے تسلی دینے کے لیے بھی الفاظ نہیں تھے کیونکہ اس نے شاہ میر سے وعدہ کیا تھا کہ وہ اس کو کبھی بھی اس کے گھر والوں سے نہیں ملوائے گا۔۔۔

اور وہ وعدہ نہیں توڑ سکتا تھا مگر اپنی طرف سے اس نے شفا کو کبھی کوئی تکلیف نہیں دی تھی۔۔۔
پھر بھی شفا کے آنکھوں میں آنسو دیکھ کر دو چار بار اس کی ماں اور بھائی سے اس نے فون پر بات کروائی تھی۔۔
مگر اس کے باپ سے نہ تو وہ خود بات کرنا چاہتی تھی نہ ہی عاصم شاہ نے بات کروائی۔۔۔
وہ اپنے شوز اتار کر سٹینڈ پر رکھ رہا تھا جب واش روم کا دروازہ کھلا اور وہ سر پر ٹاول لپیٹتے ہوئے واش روم سے باہر آئی تھی۔۔۔

دوپٹے سے بے نیاز اس کا خوبصورت سراپے کو دیکھ کر عاصم شاہ نے گہری نظروں سے اسے دیکھا۔۔۔
وہ مسکرایا تھا شفا کی عادت تھی کہ وہ جب بھی عاصم شاہ کی غیر موجودگی میں شاور لیتی تو اکثر وہ ایک کھلی سے گلے والی شرٹ اور ٹراوزر پہن کر باہر آتی تھی۔۔
باہر آکر اچھی طرح بالوں کو خشک کر کے اس کے بعد کپڑے چینج کرتی تھی آج بھی اسے اندازہ نہیں ہوا تھا کہ عاصم شاہ کے آنے کا وقت ہو چکا ہے۔

شرٹ کافی لوز تھی جو اس کے جسم پر بھاگ رہی تھی۔ اور ٹی شرٹ کا گلا بہت زیادہ ڈیپ تھا۔۔

عاصم شاہ کو ایک دم روم میں دیکھ کر وہ ہڑبڑا گئی تھی۔۔ شرم سے اس کا چہرہ لال ہو گیا تھا اپنی حالت اور عاصم شاہ کی گہری نظر دیکھ کر۔۔

اس پہلے کہ وہ اپنے ارادے میں کامیاب ہوتی۔۔ عاصم شاہ نے دو ہی قدموں میں اس تک کا فاصلہ طے کیا۔۔

اس کی کمر پر ہاتھ رکھتے ہوئے اسے اپنی جانب کھینچتے ہوئے سینے سے لگا لیا۔۔۔

وہ واش روم میں واپس جا کر بند ہونے کی نیت رکھتی تھی۔۔۔ کیا کرنے والے تھی میڈم بھاگ کر واش روم بند ہونا چاہتی تھی۔۔۔

اس کی خوبصورت سراپے کو گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے عاصم شاہ مسکرا رہا تھا۔۔۔

پلیز مجھے چینج کر لینے دیں میں پھر آپ سے بات کرتی ہوں۔۔۔

وہ شرم سی لال ہوئی تھی۔۔

عاصم شاہ کے ہاتھ اس کی کمر پر سخت ہوئے تھے۔ اس کے بھیگے بھیگے وجود کی خوشبو عاصم شاہ کو بہکاتے ہوئے اس کے قریب جانے پر مجبور کر رہی تھی۔۔۔

عاصم شاہ نے اس کے سر پر لپیٹے ہوئے ٹاول کو کھول کر دور کیا تھا۔اس کے گیلے گیلے بال اس کی کمر پر بکھر گئے تھے ڈیپ گلے سے اس نے اندر جھانکا۔۔وہ شرم سے لال ہو گئی تھی۔۔

اسے عاصم شاہ سے اتنی بے باکی کی امید نہیں تھی۔ڈیپ لٹکا ہوا گلا سیدھا اس کے دلکش سراپے تک جا رہا تھا۔۔وہ اس کے گلے پر جھکنے لگا تھا ہاتھ اس کی قمر پر سختی سے باندھ رکھے تھے۔وہ چاہ کر بھی اس کی گرفت سے نکل نہیں سکتی تھی۔۔

عا۔۔۔عاصم پلیز!!وہ حیا سے لال ہوتی ہوئی عاصم شاہ کے کاندھوں پر ہاتھ رکھ پیچھے کو دھکنے لگی تھی اس کی کمر پر زور ڈالتے ہوئے اور بھی قریب کر لیا تھا۔



کیا نہیں مئی لو چہرہ اوپر اٹھاتے ہوئے بولا تھا۔پلیز مجھے چینج کرنے دیں۔وہ بنا عاصم شاہ کی طرف دیکھے بول رہے تھی۔
کیوں چینج کرنے ہے کپڑے!!زو معنی نظروں سے دیکھتے ہوئے بولا۔۔

اپنا مردانہ بھاری ہاتھ اس کی گردن پر رکھ کے ہاتھ کی عدت اسکے چہرے پر آتے جاتے حیا کے رنگ دیکھ مسکرا رہا تھا۔۔۔

عاصم یہ کیسا سوال ہے ظاہر سی بات ہے میرے کپڑے ٹھیک نہیں اس لیے بدلنا چاہتی ہوں۔۔

عاصم شاہ کی نظروں میں دیکھے بغیر جواب دیا۔۔۔

عاصم شاہ کی خمار دار نظروں سے وہ بچنا چاہ رہی تھی۔۔مائی لو تمہارے کپڑے بہت اچھے ہیں ایسے ہی کپڑے مجھے روم میں پہن کر دکھایا کرو۔۔۔وہ اس کے کان پر جھک کر سرگوشی کرتے ہوئے بولا۔۔۔

عاصم آپ بہت بے شرم ہیں۔۔وہ عاصم شاہ کی سرگوشی سے لال ہوتی۔اسے کے سینے میں سر چھپا گئی۔۔

ہمم جانتا ہوں کہ میں بہت بے شرم ہوں۔۔۔اگر میں اتنی بے شرمی نہ دکھاؤں تو لڑکی تم تو ہمارے بیچ کی دیوار کبھی ٹوٹ نہیں نہ دو۔۔۔

اسے گھماتے ہوئے اس کی پشت پر اپنا سینہ لگا چکا تھا۔ہاتھ اس کی شرٹ کے اندر سے ڈالتے ہوئے اس کے پیٹ کو سہلا رہی تھے۔

لب اس کی گردن کی سائیڈ پر رکھ گرم نرم لمس چھوڑنے لگا تھا۔۔

وہ آنکھیں بند کیے ہوئے عاصم شاہ کی گرفت میں کھڑی تھی ادھر ادھر بھاگنے کا فائدہ نہیں تھا۔۔

عاصم شاہ کی بہکی نظروں کا تقاضا سمجھ چکی تھی۔ جسے پورا کیے بنا وہ اسے کسی صورت نہیں جانے دیتا۔۔۔
وہ خود کو اس کے سپرد کرتی ہوئی ساکت ہو چکی تھی۔

عاصم شاہ کے لب اس کی گردن پر گرم نرم لمس چھوڑتے ہوئے سخت پیڑ کی چبن بھی محسوس کروا رہے تھے۔۔وہ دبی دبی آواز میں سسکیاں بھرنے لگی تھی۔

۔شرٹ کے اندر سے ہاتھ پیٹ سے اوپر کی جانب جاتے ہوئے دل والے مقام پر نرمی سے سختی تک کا سفر طے کرنے لگے تھے۔۔

اس کی سسکیوں میں تیزیاں آنے لگی تھی اسے گھماتے ہوئے رخ اپنی جانب کیا۔لب اس کی پنکڑیوں پر رکھے اس کی پنکھڑی کو قید کر گیا نمی کو چوستے ہوئے وہ مزید بہک چکا تھا۔۔۔

عاصم شاہ کی سانسیں تیز ہونے لگی تھی اسے کمر دونوں جانب ہاتھ رکھ کر اوپر کو اٹھاتے ہوئے بیڈ کے جانب لے آیا تھا۔۔۔

خود بیڈ پر بیٹھ کر اسے اپنی تھائز پر بیٹھا چکا تھا۔شفا تیز رفتار سے اپنے دونوں ہاتھ اس کے کاندھوں پر رکھے ہوئے تھی۔

عاصم شاہ اس کے ڈیپ گلے پر جھکا اور جھکتے چلا گیا تھا۔ٹیپ گلے پر رکھے ہوئے عاصم ہونٹوں کی حدت سے شفا کی سانسیں مزید تیز ہونے لگی تھی۔وہ آنکھیں بند کی تیز تیز سانسیں لے رہی تھی وہ اپنے ہونٹوں پر اس کے دل کی دھڑکنوں محسوس کرتے ہوئے وہ بہکتا جارہا۔۔۔

شرٹ دامن سے اوپر کی طرف کر چکا تھا عاصم شاہ کی بے باک لب اس کی خوبصورت رانائیوں کو لبوں سے چومتے ہوئے اسے سسکیاں بھرنے پر مجبور کر رہے۔

وہ اپنے نرم گرم ہونٹ دل والے مقام پر رکھے نمی کو تیزی سے اپنے اندر انڈ لنے لگا تھا۔۔

وہ تکیے کی دونوں سائیڈ مٹھیوں سے پکڑے ہوئے سر کو ادھر ادھر کر رہی تھی۔اس کی ٹانگوں کے اندر اپنی ٹانگیں الجھاتے ہوئے ٹانگوں کو پن کر چکا تھا۔اسے اپنے پیار کی بارش میں بگوتے ہوئے۔اپنے منہ زور جزباتوں کو سکون دے رہا تھا۔۔

عاصم شاہ اس کی سسکیوں سے مزید بکنے لگا تھا۔۔وہ عاصم شاہ کی مظبوط باہوں میں بکھرتی جا رہی تھی۔ پوری طرح سے محبت کی طوفانی بارش اس کے نازک سے وجود پر برسا کر اس خود میں سمیٹے ہوئے لیٹا تھا۔۔

کہ باہر کا درواز کھٹک اٹھا تھا۔

کون !!عاصم شاہ ابھی محبت کے کچھ اور پر سکون لمحے شفا کے ساتھ گزارنا چاہتا تھا ایسے میں دروازہ کھٹکنا عاصم شاہ کو بڑا ناگوار گزرا۔۔۔باہر سے نوکرانی کھانے پر آنے کا بول کر جا چکی تھی۔۔

اب ہٹیں اور چھوڑیں مجھے جا کر فریش ہونا ہے۔۔

بنان وقت اور ٹائم دیکھیں آپ کا رومنیس شروع ہو جاتا ہے۔شفا اپنے شرمائے ہوئے چہرے سے عاصم شاہ کو ڈانٹتے ہوسے دور کر رہی تھی۔۔

اس کی معصوم سی ڈانٹ پر عاصم شاہ کے لب مسکرائے تھے۔۔

مائی لورومینس کا کوئی ٹائم نہیں ہوتا جب بھی آپ کا محبوب سامنے ہو آپ رومانس شروع کر سکتے ہیں۔

ایسا ابھی تک کوئی رول پاس آؤٹ نہیں ہوا جس کو مد نظر رکھ کر رومانس کا ٹائم مقرر کیا جائے۔۔وہ شفا کو اپنی گرفت میں لیتے ہوئے اس کے گردن پر جھکا ایک بار پھر لمسوں کی حدت سے اسے تڑپا رہا تھا

۔۔

شفا اس کی بدلتی ہوئی ڈون کو دیکھ سے دھکہ دیتے ہوئے خود سے دور کر کے بھاگ کر بیڈ سے اتری تھی

۔۔

آپ میں صبر نام کی کوئی چیز ہے بھی یا نہیں !!وہ غصے اور شرماہٹ کی ملی جلی کیفیت سے بول رہی تھی ۔اٹھتے ہوئے اس نے ہوشیاری سے پاس رکھی ہوئی چادر کو کھینچ کر خود پر لپیٹ لیا۔۔

بتاتا ہوں وہ بیڈ کی دوسری جانب سے اٹھ کر اسے پکڑنا چاہتا تھا۔وہ بھاگ کر واش روم میں جا کر دروازہ بند کرنے کا ارادہ رکھتی تھی۔۔

عاصم شاہ نے دروازے کو کہ بیچ میں ہاتھ رکھے اس کی اس ارادے کو ناکام بنا دیا تھا۔۔

عاصم پلیز دروازہ چھوڑے !!!

نہیں چھوڑوں گا تم زور سے بند کرو کوئی بات نہیں زیادہ سے زیادہ میرا ہاتھ زخمی ہو گا۔۔

وہ اسے ایموشنل بلیک میل کر رہا تھا۔

جب کہ اچھی طرح سے جانتا تھا کہ شفا ایسا کبھی نہیں کرے گی۔۔

آخر اس کی امید کے مطابق ہوا وہ دروازہ کھول کر واش روم کے اندر داخل ہو چکا تھا۔۔

اس کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا تھا وہی ہو رہا تھا جو سوچ کر وہ واش روم کے اندر داخل ہوا تھا

ہ۔۔عاصم پلیز نہیں !وہ قدم پیچھے کو لے جاتی ہوں خود کو چادر میں لپیٹے منمنا کر بول رہی تھی۔۔

وہ مسکراتا ہوا گہری نظروں سے دیکھ کر ایک کے قدم اس کی جانب بڑھا رہا تھا۔۔

پیچھے ہٹتے ہٹتے وہ واش ٹپ میں کرنے لگی تھی۔۔اس کی کمر پر ہاتھ رکھتے اسے عاصم شاہ نے تھام لیا تھا

۔۔

۔باتھ ٹپ نیم گرم پانی سے بھرا ہوا تھا جس میں خوشبودار جھاگ کے بلبلے اڑ رہے تھے۔

شفا باہر نکلتے ہوئے باتھ ٹپ کا پانی آن کر کے آئی تھی۔تاکہ جب تک عاصم شاہ آئے تو اسے باتھ ٹپ ریڈی ملے۔۔۔



اسے کیا پتہ تھا کہ عاصم شاہ اسے بھی اپنی شدتوں سے توڑ کر واپس اپنے ساتھ لے آئے گا۔۔

عاصم شاہ اس کا ہاتھ نرمی سے پکڑتے ہوئے خود باتھ ٹپ کے اندر کھڑا ہو گیا۔

اس کی کمر پر دونوں جانب سے ہاتھ رکھ کر اسے بھی بات ٹپ میں لا چکا تھا۔۔۔

وہ نفی میں سر ہلا رہی تھی چادر کو اس کے گرد سے ہٹاتا ہوا دور کر چکا تھا۔وہ خود کو چھپاتی ہوئے اس کے سینے سے لگی پانی میں بیٹھ چکی تھی۔۔

وہ اس کو اپنے سینے پر لیٹاتے ہوئے اس کی مخملی قمر پر چھاگ مل رہا تھا۔۔اپنے اس کے کاندھے پر رکھ کر چوم رہا تھا۔وہ ایک بار بھر اس کی جان کو مشکل کرنے کی پوری تیاری کر چکا تھا۔۔

ہاتھ اس کے پورے وجود کی رعنائیوں پر اپنی بے باقیاں دکھا رہے تھے۔ایک بار پھر باتھ ٹپ کے اندر شفا کی سسکیاں اٹھ رہی تھیں۔۔۔

وہ تو جیسے سن ہی نہ رہا ہو اپنے دھن میں مست محبت کی بارش کرتے ہوئے اس کے لبوں پر لب رکھ کر چومتے ہوئے۔اس کی سسکیاں تک روچکا تھا۔

oooooooo,



میرب بس کرو یار اب اور کتنا اپنے شاہ کے صبر کا امتحان لو گی؟

مجھے میری زندگی بے معنی لگنے لگی ہے جب سے تم اس ہاسپٹل کے بیڈ پر آکر لیٹ گئی ہو۔۔

رومان شاہ میرب کا ہاتھ تھام کر پاس رکھی ہوئی چیئر پر بیٹھا ہوا تھا۔

میرب ڈاکٹر کہتے ہیں کہ تم سن سکتی ہو بس بول نہیں سکتی اگر سن سکتی ہو تو سنو میری تڑپ کو میرب جس بچے کے لیے تم نے خود کو اتنی بڑی مصیبت میں ڈال دیا وہ ماشاءاللہ بالکل ٹھیک ہے منتظر ہے وہ اپنی ماں کا۔۔

اس معصوم جان نے پچھلے دو مہینوں سے اپنے ماں باپ کی شکل تک نہیں دیکھی۔۔ میرب جب تک تم ٹھیک نہیں ہو گی میں دیکھوں گا بھی نہیں۔۔

میں ہمارے بچے کو تمہارے ساتھ دیکھنا چاہتا ہوں۔۔۔

جس کے لیے میری میرب نے خود کو زندگی اور موت کے بیچ میں لٹکا دیا۔ اس خوشی کو رومان شاہ کو اکیلے دیکھنے کا حق نہیں ہے۔۔

میرب کا ہاتھ پکڑ کر اپنے لبوں سے لگاتے ہوئے رومان شاہ کی خوبصورت آنکھوں میں نمی تھی۔ اپنے دونوں ہاتھوں کے بیچ میں میرب کے نازک سے ہتھیلی کو تھامے لبوں سے لگا کر بیٹھا ہوا بول رہا تھا۔۔

رومان شاہ اسی طرح گھنٹوں بیٹھ کر میرب سے باتیں کرتا رہتا تھا۔۔ میرب کی خاموشی رومان شاہ سے برداشت نہیں ہوتی تھی وہ بہت مس کرتا تھا میرب کے اس چنچل مزاج کو جو رومان شاہ کے لاکھ روکنے پر بھی اپنی بچکانہ حرکتیں ہمیشہ کرتی رہتی تھی۔۔

رومان شاہ ترس گیا تھا میرب کی آواز سننے کے لیے۔کیسے وہ گھنٹوں رومان شاہ سے کسی ایک کی مدے پر بحث کرتی تھی۔۔

اس کے پاس ہزاروں باتیں ہوتی تھی رومان شاہ سے کرنے کے لیے مگر اب پچھلے دو مہینوں سے میرب کی آواز تک سننے کے لیے رومان شاہ ترس گیا تھا۔۔

اکثر جب میرب کی آواز کو بہت مس کرتا تو اپنے فون پر میرب کی وائس ریکارڈنگ سنتا تھا۔

رومان شاہ کے موبائل پر ہر وقت ریکارڈنگ ایکٹیو ہوتی تھی۔ جس کی وجہ سے میرب کی ہر کال رومان شاہ کے پاس ریکارڈ تھی۔۔

وہ میرب کی آواز سن کر پاگلوں کی طرح بیٹھا بیٹھا اکیلے ہی مسکراتا رہتا تھا۔دیکھنے والا دیکھ کر یہ کہہ سکتا تھا کہ اس بندے کی ذہنی حالت ٹھیک نہیں جبکہ وہ ذہنی طور پر بالکل ٹھیک تھا۔۔۔

بس اس کا دل و دماغ ایک ہی جگہ پر رکا ہوا تھا۔میرب میرب اور بس میرب رومان شاہ کا زندگی کی طرف لوٹنے کے لیے میرب کا ٹھیک ہونا ضروری تھا۔۔

اور ڈاکٹر کے کہنے کے مطابق میرب کی باڈی بہت اچھا رسپانس دے رہی ہے اور اللہ نے چاہا تو وہ کسی بھی وقت ہوش میں آسکتی ہے۔ مگر کب یہ کوئی نہیں بتا سکتا تھا۔۔

میرب رحم کھاؤ مجھ پر تمہیں میری یہ ٹوٹی ہوئی آواز سنائی نہیں دیتی اتنی دیر باتوں کے بعد بھی جب میرب کی آواز اس کی سماعت سے نہیں ٹکراتی تھی۔ تو روماں شاہ اسی طرف دل برداشتہ ہو کر رونے لگ جاتا تھا۔۔

روم میں میرب کے بے جان وجود کے سوا صرف اللہ تعالی کی ذات ہوتی۔ روماں شاہ اپنے دل کا غبار کھل کر نکال لیتا تھا۔۔ سر ان کی میڈیسن کا ٹائم ہو گیا ہے!!

نرس روم کا دروازہ کھول کر اندر آئی تھی میرب کو ڈرپ کے اندر انجیکشن ڈال کر لگائے جاتے تھے۔ اور خوراک پوری کرنے کے لیے طاقت کی ڈرپ روز لگائی جاتی تھی۔۔

روماں شاہ کے لیے بہت تکلیف تھا میرب کو یوں سوئیوں میں جکڑا ہوا دیکھنا۔ مگر زندگی کبھی کبھی آپ کو ایسے موڑ پر لا کھڑا کرتی ہے۔

جب آپ اپنے ہاتھوں سے اپنے پیاروں کو ٹھیک کرنے کے لیے تکلیف دینے پر مجبور ہوتے ہیں۔۔

وہ روماں شاہ جو میرب کو سوئی تک چھبنے نہیں دیتا تھا۔ اس وقت میرب دونوں ہاتھوں پر بیک وقت ڈرپ کی سوئیوں میں جکڑی ہوئی تھی۔ اور وہ کچھ نہیں کر سکتا تھا۔۔ نرس میرب کو ڈرپ لگا رہی تھی ۔روماں شاہ سے ہمیشہ کی طرح دیکھا نہیں گیا تو وہ روم سے باہر نکل آیا۔۔ اسے اپنی میرا کا وہ روپ یاد آرہا تھا جب وہ انجیکشن کے لیے بچوں کی طرح رونا شروع ہو جاتی تھی۔۔

اور آج میرب کو سوئیوں کی چبن محسوس تک نہیں ہوتی تھی۔رومان شاہ اپنی زندگی میں ہوئے اس حادثے کو کبھی نہیں بھلا سکتا تھا۔۔

ooooooo

سر سر !نرس روم سے بھاگتی ہوئی باہر نکلی تھی۔رومان شاہ کے تو سانسیں حلق میں اٹک گئی تھی یہ سوچ کر کہ کہیں میرب کو تو کچھ ہو نہیں گیا۔۔

کیا ہوا ہے؟؟

رومان شاہ جو قمر پر ہاتھ باندھے ہوئے روم کے سامنے ہی ٹہل رہا تھا نرس کو بکھلایا ہوا باہر آتے دیکھ سوال کیا۔۔

سر آپ اپنی وائف کے پاس جائیں میں ابھی ڈاکٹر کو بلا کر لاتی ہوں۔۔



مجھے لگتا ہے آپ کی وائف ہوش میں آرہی ہے میں نے ان کے ہاتھ کو دوبار حرکت کرتے ہوئے محسوس کیا۔۔

نرس کا لہجہ خوشی سے بھرپور تھا رومان شاہ نے یک لخت آسمان کی جانب منہ اٹھاتے ہوئے۔اللہ کا شکر ادا کیا اور دروازہ کھول کر جلدی سے اندر داخل ہوا۔۔

وہ میرب کے پاس آکر کھڑا ہوا دیکھ رہا تھا۔ مگر اسے تو کوئی حرکت محسوس نہ ہوئی۔ اس کے دل میں کچھ ٹوٹنے کی آواز آئی تھی۔۔

ایک خوشی سے جسے لے کر وہ روم میں داخل ہوا تھا۔وہ میرب کو واپس ساکت پڑے دیکھ کر دم توڑ گئی۔۔

مگر اسی لمحے اس نے خود میرب کے ہاتھ کو حرکت کرتے ہوئے محسوس کیا اس کی پلکیں بھی کپکپا رہی تھی۔۔

رومان شاہ کے آتشی لبوں پر آج دو مہینوں کے بعد مسکراہٹ بکھری تھی۔ میرب میری جان اٹھو اٹھو پلیز تھوڑی سی ہمت کرو میں تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔ ہمارا بیٹا ہمارا انتظار کر رہا ہے۔

میرب کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں تھامے ہوئے۔۔اس کے ماتھے پر لب رکھ کر وہ خوشی سے بے اختیار بولے جا رہا تھا۔۔



نرس ڈاکٹر کو لے کر آچکی تھی ڈاکٹر میرب کو چیک کر رہا تھا۔رومان شاہ دل میں دعاؤں اور جذباتوں کا طوفان لیے دیکھ رہا تھا۔۔

میرب کے ہاتھوں میں لرزنے میں تیزی آنے لگی تھی۔پلکیں کپکپانے کے بعد میرب نے تھوڑی سی آنکھیں کھولی تھی رومان شاہ کی خوشی کی انتہا نہیں تھی میرب کی آنکھیں کھولنے پر۔۔

مگر تھوڑی دیر کے بعد پھر بند ہوگئی رومان شاہ کا دل بند ہونے لگا تھا۔۔میرب کو واپس آنکھیں بند کرتا دیکھ۔۔۔

ڈاکٹر یہ پھر سے آنکھیں کیوں بند کر گئی ہے۔رومان شاہ نے سوالیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

رومان صاحب آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں بلکہ آپ خوش ہوں آپ کو بہت بہت مبارک ہو آپ کی وائف کی باڈی 100 پرسنٹ رسپانس کر رہی ہے۔۔



مگر وہ پچھلے دو مہینوں سے کوما میں تھی تو ایسی حالت میں ایسا ہوجاتا ہے کہ مریض ایک دم سے نہیں اٹھ پاتا مگر انشاءاللہ ہماری امید کے مطابق آپ کی بیوی 24 گھنٹوں میں کسی بھی وقت پوری طرح سے ہوش میں آسکتی ہیں۔۔

ڈاکٹر نے تسلی بخش انداز سے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔۔رومان شاہ کی خوشی کا انتہا نہیں تھی۔۔

ڈاکٹر نرس کو ضروری ہدایت دے کر روم سے جا چکا تھا۔۔اور رومان شاہ اپنی سب سے بڑی خوشخبری فوراً سے شاہ میر احمر ڈاکٹر شاہ زیب سب سے شیئر کر چکا تھا۔۔

oooooooo

ماما جلدی سے ریڈی ہو جائیں ہم لوگ ہاسپٹل جا رہے ہیں میرب کو ہوش آ گیا ہے۔شامیر گھر میں داخل ہوا تو خوشی سے اپنی ماما کو گول گول گھوما رہا تھا اس کی خوشی کی انتہا نہیں تھی۔اس کی پیاری بہن موت کو ہاتھ لگا کر زندگی کی طرف لوٹی تھی۔۔اسے رومان شاہ کا فون آیا تھا وہ تھانے سے بھاگتا ہوا گھر آیا تھا۔گھر پر فون آ چکا تھا۔۔

مجھے پتہ چل گیا ہے میں گر جاؤں گی شامیر کی ماں مسکراتے ہوئے شاہ میر کو گھمانے سے روک رہی تھی۔



ہر کسی کے چہرے پر خوشی ہی خوشی تھی ملک زبیر اپنے بیٹے کے گلے ملتے ہوئے خوشی سے رو پڑے تھے۔۔

ہر آنکھ اشکبار تھی مرہا اپنے بھتیجے کو گلے لگائے ہوئے خوشی سے رو رہی تھی۔

شاہ میر نے آگے بڑھ کر مرہا کو گلے لگایا پاگل اب رونے کی ضرورت نہیں ہے خوشیاں لوٹ آئی ہیں۔ ہماری میرب ٹھیک ہو گئی ہے۔۔

گولو مولو تمہاری ماما ٹھیک ہو گئی ہے آج فائنلی تم اپنے مما اور بابا سے ملو گے شاہ میر نے اپنی بہن کے بیٹے کو اپنی گود میں لیتے ہوئے پیار سے اس کا ماتھا چومتے ہوئے پیار کیا۔۔

جلدی کرو جلدی شاہ میر نے گھر میں آتے ہی ہلچل مچا دی تھی سب لوگ جس حالت میں کھڑے تھے اسی طرح سے ہاسپٹل کے لیے نکل پڑے تھے۔۔۔

آخر خوشیوں کا وقت آ گیا تھا بہت طویل تھے یہ دو مہینے جو سالوں کی طرح گزرے تھے وہ گاڑی میں بیٹھ کر ہاسپٹل کے لیے نکل چکے تھے۔۔۔



oooooooo

شاہ۔۔ کیا کر رہے ہیں یہ ہاسپٹل ہے میرب کو پوری طرح سے ہوش آ چکا تھا ڈاکٹر کے جانے کے بعد رومان شاہ بے اختیار میرب کے لبوں پر جھکنے لگا تھا۔۔۔

میرب شرم سے لال ہوئی تھی کیونکہ یہ ہاسپٹل تھا وہ ہاسپٹل کے بیڈ پر لیٹی ہوئی تھی۔ مگر اس کا شاہ تو خوشی سے بے قابو سا ہو گیا تھا۔۔

وہ اپنی خوشی کو لفظوں میں بیان نہیں کر سکتا تھا کہ اس وقت اس کا دل کیا محسوس کر رہا ہے۔۔

اسے لگ رہا تھا کہ ہر طرف خوشیاں ہی خوشیاں ہیں۔ ہر طرف رونق کے ہی رونق کے ہیں میرب کے آنکھیں کھولتے ہی بہاروں کا سماں تھا۔۔ ہر طرف پھول کھلے ہوئے تھے۔۔ ہر طرف روشنی ہو چکی تھی غم کے بادل جھٹ چکے تھے۔۔

رومان شاہ کا ویران دل خوشیوں سے آباد ہو چکا تھا۔۔

اس کی جان ہوش میں آچکی تھی۔رومان شاہ کے لبوں سے مسکراہٹ تو اترنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔۔۔ڈاکٹر پوری طرح سے اوکے کا سائن دے کر گئے تھے۔۔

بس میرب کو بہت زیادہ ویکنس تھی دو مہینوں کی وجہ سے جس کو رومان شاہ جانتا تھا کہ وہ اپنی محبت اور کیئر سے دور کر لے گا۔۔

اب وہ بے اختیار تھا ہوتا اس کے لبوں کو چومنا چاہتا تھا اور میرب اپنے منہ پر ہاتھ رکھ کر شرم سے لال ہوئی تھی۔۔

میرب پلیز ہاتھ ہٹاؤ کسی مرتے ہوئے کو اس طرح تڑپایا نہیں کرتے۔بہت تڑپا ہوں ان دو مہینوں میں تمہارے لیے۔۔

اب تم اپنی دلیلیں اپنے پاس رکھو بھاڑ میں جائے یہ ہاسپٹل اور یہ ہاسپٹل کے ڈاکٹر اور ویسے بھی اس وقت کسی کی جرات نہیں کہ کوئی روم میں آئے ڈاکٹر جا چکا ہے۔۔

اور نرس سے میں بول کے آیا ہوں کہ اس طرف منہ مت کرے۔۔ہاں ں ں آپ نرس سے یہ بول کر آئے ہیں کہ وہ روم میں نہ آئے وہ کیا سوچتی ہو گی میر کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا تھا۔۔

وہ جو سوچتی ہے سوچے مجھے اس سے کوئی لینا دینا نہیں ہے۔۔ تم ہاتھ ہٹاؤ رومان شاہ اس کے لبوں سے ہاتھ ہٹاتے ہوئے زبردستی اس کے لبوں پر لب رکھ کر اس پر جھکا اس کی پنکھڑیوں کو اپنے آتشی لبوں کی قید میں لے گیا۔۔۔

اسکے لبوں کی نمی کو محبت سے اپنے اندر اڈیلتے ہوئے خود کو سیراب کر رہا تھا۔ کتنا تڑپا تھا وہ ان دو مہینوں میں ان لبوں کی نمی کے لیے۔۔

کتنا تڑپا تھا وہ میرب کے شرمائے ہوئے چہرے کو دیکھنے کے لیے۔۔

کتنا تڑپا تھا وہ میرب کے لمس کے لیے۔بے شک میرب بول نہیں سکتی تھی مگر رومان شاہ کی باتیں اس کا دماغ سن سکتا تھا۔۔۔

اس کی سماعت سے رومان شاہ کے آنسوؤں سے بھری آواز روز ٹکراتی تھی وہ گھنٹوں اپنے بے جان وجود کو لیے بے بس پڑی ہوئی رومان شاہ کو روتے سنتی تھی۔۔۔

رومان نے جب لب اس کے لبوں پر رکھے تو وہ بھی بے اختیار سی ہو کر اس کا ساتھ دینے لگی تھی۔۔۔

میرب کا ہاتھ رومان شاہ کے کاندھے پر رکھا ہوا تھا۔اور شاہ پوری طرح سے اس کے لبوں پر جھکا ہوا اس بات سے بیگانہ ہو چکا تھا کہ وہ اس وقت ہاسپٹل میں ہے۔۔۔

ابھی تو پتہ نہیں کتنی دیر تک رومان شاہ اس کے لبوں پر اسی طرح جھکا رہنے کا ارادہ رکھتا تھا۔۔

آج وہ اپنی پیاس کو کچھ حد تک مٹانے کا چاہتا تھا۔مگر اس سے پہلے ہی دروازہ کھول کر اس کے عزیز و اقارب دھاوا بول چکے تھے۔۔

سب سے پہلے اندر داخل جو ہوا تھا وہ ڈاکٹر شاہ زیب تھا اور رومان شاہ کی حرکت کو وہ دیکھ چکا تھا مگر ڈھیٹھوں کی طرح ہنستے ہوئے وہ آگے بڑھا۔۔

جبکہ میرب شرم سے بے حال ہو رہی تھی وہ بھی جانتی تھی کہ شاہ زیب بھائی آتے ہوئے رومان شاہ کی حرکت بخوبی دیکھ چکے تھے۔۔۔

شکر تھا کہ سب سے پہلا اندر قدم رکھنے والا شاہ میر نہیں تھا۔ ورنہ اپنے بہنوئی کی کرتوت دیکھ کر شرم سے پانی پانی ہو جاتا۔۔۔

شاہ زیب نے آگے بڑھ کر میرب کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے پیار دیا اور مبارکباد دی۔۔۔

رومان شاہ کے گلے مل کر وہ اسے مبارک باد دیتے ہوئے خوشی سے پھول نہیں سما رہا تھا۔ اس کا یار اتنا خوش تھا وہ بھی اتنے مہینوں بعد وہ لوگ ترس گئے تھے رومان شاہ کے چہرے پر مسکراہٹ دیکھنے کے لیے۔۔



اور آج تو مسکراہٹ اس طرح سے رومان شاہ کے لبوں سے چپکی ہوئی تھی کس کے ڈمپل گہرے ہو رہے تھے۔

۔بے شرم تھوڑا صبر کر لے بھابھی ابھی ہوش میں آئی ہے۔۔ ملتے ہوئے ڈاکٹر شاہ زیب نے اس کے کان میں سرگوشی کرتے ہوئے کہا۔ تو رومان شاہ نے اپنے ہاتھ سے مکہ بنا کر اس کی پسلی میں دے مارا تھا۔۔

جس سے ڈاکٹر شاہ زیب بیچارا درد سے دہرا ہو کر مسکرا رہا تھا۔ اسے اندازہ تھا کہ اس کے مذاق کا نتیجہ کیا ہونے والا ہے۔۔

رومان شاہ نے دانت پیستے ہوئے نفی میں سر ہلایا مگر مسکراہٹ اب بھی اس کے لبوں پر برقرار تھی۔۔

اسی وقت ملک زبیر اور ان کی وائف دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی تھی۔۔

ان کے پیچھے ہی شاہ میر اور مرہا بھی ان کے لاڈلے بیٹے کو اٹھائے ہوئے آ رہے تھے۔۔

میرب کے ماں باپ اپنی بیٹی کے پاس جا کر اسے پیار کر رہے تھے وہ خوش تھے اپنی بیٹی کو ٹھیک دیکھ کر ملک زبیر نے رومان شاہ کو گلے لگا کر مبارکباد دے رہے تھے۔۔

مرہا کی ماں نے آگے بڑھ کر رومان شاہ کو پیار دیا شکر ہے بیٹا تمہارے منہ پر بھی مسکراہٹ آئی تم تو مسکرانا کھانا پینا سب بھول گئے تھے۔۔

میرب میرے بیٹے کا بہت خیال رکھنا بہت پیار کرتا ہے میرا بیٹا تم سے وہ مسکراتے ہوئے بول رہی تھی۔۔

رومان شاہ دونوں ہاتھ کمر پر باندھے کھڑا تھا۔ اب اس کی نظریں اپنے بیٹے پر تھی جسے مرہا اپنے سینے سے لگائے ہوئے اندر داخل ہوئی تھی۔۔

کیسی ہے میری گڑیا بہت ڈرایا ہے تم نے ہمیں شاہ میر اپنی بہن کو ملتے ہوئے مسکرا کر بولا تھا۔اپنی بہن کی پیشانی چومتے ہوئے اس کے سر پر ہاتھ رکھا تھا۔۔

میرب تم ذرا ہوش میں آجاؤ پھر ہم تمہیں تمہارے اس شوہر نامراد کی کرتوتیں بتائیں گے۔ اس نے ان دو مہینوں میں ہمیں ایسا محسوس کروایا جیسے ہم تمہارے ستیلے ہوں اور صرف یہ تمہارا سگا ہو۔۔۔ تمہارے پاس آنے تک نہیں دیتا تھا۔میرب میری ہے اور بس میری ہے۔ شاہ میر نے رومان شاہ کی نکل اتاری تھی۔

جبکہ رومان شاہ مسکراتے ہوئے نظریں جھکائے کھڑا تھا۔اب وہ بولتا بھی تو کیا۔شاہ میر سچ ہی تو کہہ رہا تھا سچ میں رومان شاہ نے یہی سلوک کیا تھا ان سب کے ساتھ۔۔

مرہا آگے بڑھ کر اپنی بھابھی کے گلے ملی اور پاس کھڑے ہوئے بھائی سے بھی ملی تھی۔۔

رومان شاہ کی نظریں اپنے بیٹے پر مرکوز ہو رہی تھی۔ مرہا یہ میرا بے بی ہے نا مجھے دو میرب نے دونوں ہاتھ لیٹے ہوئے اٹھا کر اپنے بے بی کو پکڑنا چاہا تھا۔۔اس کا چہرہ کھل اٹھا تھا اپنے بچے کو دیکھ کر وہ جب سے ہوش میں آئی تھی اپنے ڈاکٹر اور رومان شاہ سے اپنے بچے کے بارے میں ہی پوچھ رہی تھی کہ وہ کیسا ہے۔۔

اسے یہی بتایا گیا تھا کہ مرہا اور شامیر بچے کو لے کر آرہے ہیں کیونکہ بچے کو ہاسپٹل میں رکھنا مناسب نہیں تھا۔۔

ابھی وہ بہت سینسٹو تھا اور اس کی ڈلیوری بھی وقت سے پہلے ہو گئی تھی وہ ساتویں مہینے میں ہی دنیا میں آ گیا تھا۔تو اس لیے وہ عام بچوں سے زیادہ احساس تھا اب مرہا کے پاس اپنا بچہ دیکھ کر وہ بے تاب سی ہونے لگی۔۔۔

نہیں بھابھی میں آپ کو آپ کا بے بی نہیں دوں گی آپ کو پتہ ہے میں کتنی بار سے یہاں لے کر آئی ہوں مگر بھائی ہر بات ہماری انسلٹ کر کے ہمارے بے بی کو گھر واپس بھیج دیتے تھے۔۔

انہوں نے ابھی تک بے بی کو دیکھا نہیں ہے۔۔مرہا نے مسکراتے ہوئے اپنی بھابی سے شکایت لگائی۔۔

شاہ کیا مرہا سچ کہہ رہی ہے آپ میرے بے بی کے ساتھ ایسا سلوک کرتے رہے ہیں مرہا نے ناراض نظروں سے رومان شاہ کی جانب دیکھا۔۔۔

میری جان میں نے صرف اس لیے کہا تھا کیونکہ میں چاہتا تھا ہم دونوں مل کر اپنے بی بی کا استقبال کریں ۔۔

رومان شاہ بھیگی بلی کی طرح من مناتے ہوئے بولا تھا۔

جی نہیں اب آپ رہنے دیں میں اپنے بے بی کو خود دیکھ لوں گی اور بہت سارا پیار کر لوں گی۔۔ اب آپ میرے بے بی کے نزدیک بھی مت آئیے گا۔۔

وہ ناراض ہو کر اپنے بے بی کو پکڑنے کے لیے ہاتھ بڑھا چکی تھی۔ مرہا نے بے بی میرب کے ہاتھ میں تھما دیا رومان شاہ میرب کے سرہانے والی سائیڈ پر بیٹھ کر زبردستی اپنے بچے کو دیکھنے لگا۔۔

آج اس نے پہلی بار اپنے بیٹے کو دیکھا تھا جو ہو بہو اس کی کاپی تھا۔ وہی خوبصورت کھلتا گورا رنگ وہی خوبصورت نیننکوش۔۔

اور سب سے بڑی بات رومان شاہ سے بھی زیادہ گہرے ڈمپلز تھے جو اس کے بے بی کے گالوں پر ابھی سے نظر آرہے تھے۔۔۔رومان شاہ اس کے معصوم سے چہرے کو دیکھ مسکراتے ہوئے پیار کر رہا تھا

بے اختیار رومان شاہ کے لبوں سے ماشاءاللہ نکلا تھا۔۔ان دونوں کا بے بی بہت خوبصورت تھا۔اس کے گالوں پر رومان شاہ کیے جیسے گہرے ڈنپلز ابھی سے واضح نظر آرہے تھے۔۔

شاید وہ ابھی ڈمپل نہیں دیکھ پاتا مگر میرب نے جب کہا ہائے ماشاءاللہ میرے بے بی کے کتنے پیارے ڈمپل ہیں وہ کہتے ہوئے بے بی کے گالوں کو ڈمپلز والی جگہ پر چوم رہی تھی۔۔

رومان شاہ کے پیٹ کی جلن برقرار ہونے لگی تھی سب خوشی سے اپنی اپنی باتوں میں مگن ہو گئے تھے۔۔۔

میرب کی بچی انسان بن کر رہو تم ابھی ابھی ٹھیک ہوئی ہو۔۔تم صرف میرے ڈمپلز چوم سکتی ہو اور تمہیں صرف میرے ڈمپلز سے پیار کرنے کا حق ہے۔۔

وہ کان میں سرگوشی کرتے ہوئے آہستہ سے بولا۔۔۔شرم کریں شاہ اب آپ میری بیٹے سے جیلس ہوا کریں گے وہ بھی آہستہ سے بولتے ہوئے مسکرائی تھی اسے ہنسی آرہی تھی شاہ کی جلسی پر۔۔

۔شرم تو میں تمہیں گھر چل کر بتاؤں گا مگر فلحال تم میرے زخموں پر نمک چھڑکنے کے لیے اپنے بیٹے کے ڈپلز مت چومو۔۔۔ورنہ اپنے بیٹے کی ہر کس کے بدلے تمہیں میرے ڈمپلز پر بھی کس کرنی ہو گی۔۔۔

وہ بے بی کے گالوں کو نرمی سے چھوء کر پیار کرتے ہوئے بظاہر بے بی سے پیار کر رہا تھا۔۔

مگر سرگوشی میں میرب کو دھمکیاں مل رہی تھی۔۔ہاسپٹل میں مٹھائیاں بانٹیں جا رہی تھی۔ غریبوں میں پیسے تقسیم کیے جا رہے تھے۔۔

رومان شاہ نے ہر طرف خوشیوں کا ماحول بنا دیا تھا۔۔ کل میرب کو ہاسپٹل سے چھٹی مل جانی تھی۔۔۔ڈاکٹر نے میرب کو اوکے کا سائن دے دیا تھا۔۔بس میڈیسن تھی جو میرب کو ابھی کافی عرصے تک کھانی تھی۔۔احمر اور شفا آئے تو رومان خوشیاں دوبالا ہو گئی تھیں۔۔

oooooooooo

اماں بیا کدھر ہے خرم نے ہمیشہ کی طرح گھر کے اندر داخل ہوتے سب سے پہلے بیا کا پوچھا۔۔پتر سانس تو لے لے تیری بیا گھر پر ہی ہے اس کی اماں مسکراتے ہوئے اپنے بیٹے کی بیتاب نظروں کو دیکھ کر بولی۔۔۔

نہیں اماں وہ کہیں نظر نہیں آئی میں نے تو اس لیے پوچھا تھا اپنی ماں کے کہنے پر خرم اپنی بے تابی پر خود ہی شرمندہ سا ہو گیا تھا۔۔اپنے سر کے پیچھے بالوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے وہ مسکرایا تھا۔۔

چل جا اب بو تا شرمان کی ضرورت نہ ہے پتہ ہے جب تک تجھے تیری بیا نظر نہیں آتی تیری آنکھوں کو ٹھنڈک نہیں ملتی اور میرے سے شرما کی ضرورت نہ ہے میں تو بہت خوش ہوتی ہوں تم دونوں کو اس طرح خوش دیکھ کر اس کی ماں اپنے بیٹے کی شرمانے کے اندازے پر مسکرائی تھی۔۔

چھت پر ہے۔ تیری بیا رانی آج اس کا اپنے سر میں تیل لگوانے کا موڈ تھا۔ تو میں نے ہی کہا کہ جا چھت پر جا کر کنیز سے لگوا لے کنیز گھر کی پرانی ملازمہ کا نام تھا۔۔

جا جا کر اس سے مل لے اور کنیز کو نیچے بھیج دینا میں تم دونوں کے لیے کچھ کھانے کو بھجواتی ہوں۔ وہ اپنے بیٹے پر اسی طرح ہمیشہ صدقے واری رہتی تھی۔

○○○○○○○○○

بیا بی بی آپ کے سر میں تو بہت خشکی ہو گئی ہے آپ روز تیل لگوایا کریں کنیز بیا کے سر میں تیل لگاتے ہوئے ساتھ میں اپنی تبلیغ جاری رکھے ہوئے تھی۔۔



بیا کرسی پر بیٹھی ہوئی آنکھیں بند کیے ہوئے مساج کے مزے لے رہی تھی اور کنیز اس کی پشت پر کھڑی ہوئی تیل لگانے کے ساتھ بڑا زبردست مساج دیتے ہوئے ساتھ میں بہترین خوشکی سے بچاؤ کی ٹکنیکس بتا رہی تھی۔۔

جب خرم سیڑھیاں چڑھ کر چھت پر آیا تھا۔کنیز چوہدری خرم کو آتے دیکھ چکی تھی۔ جبکہ بیا آنکھیں بند کر کے بیٹھی تھی۔۔

تو اسے خرم کے آنے کی کوئی خبر تھی خرم نے اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھتے ہوئے چپ رہنے کا کنیز کو اشارہ کیا تھا وہ بیا کو سرپرائز دینا چاہتا تھا۔۔۔

کنیز چٹودری خرم کے انداز پر مسکرا کر رہ گئی تھی۔

بالکل بیا کے پاس آکر خرم نے کنیز کو آنکھ کے اشارے سے وہاں سے جانے کو کہا تھا۔

کنیز اپنی چنی سنبھالتے ہوئے جلدی سے سیڑھیاں اتر کر جا چکی تھی۔۔

خرم اس کی سیٹ سنبھالے ہوئے بیا کے سر میں مساج دے رہا تھا۔۔۔ کیا ہوا کنیز تمہارا منہ بند کیسے ہو گیا کچھ دیر کر نیز کی آواز جب بیا کی سماعت سے نہیں ٹکرائی تو بیا نے سوال کیا تھا آنکھیں وہ اب بھی آنکھیں موندے ہوئے تھی۔

۔کیا کہوں آئی لو یو بی جی خرم نے اس کے کان کی لو پر جھکتے ہوئے چوم کر سرگوشی کی تو بیا نے دبک کر آنکھیں کھولی اور پیچھے کی جانب مڑ کر دیکھا تھا۔

جہاں کچھ دیر پہلے کنیز کھڑی تھی اب وہاں اس کا سائیں کھڑا تھا۔اپنے فیورٹ وائٹ کلر کے کاٹن کے سوٹ پر بلیک کلر کی شال گلے میں دونوں جانب لٹکائے ہوئے کھڑا تھا۔۔

وہ مونچھوں کو تاؤ دیتا ہوا مسکرا رہا تھا۔۔سائیں آپ کب آئے بیا کا چہرہ کھل اٹھا تھا سائیں کو دیکھ کر۔۔

ابھی ابھی ہی آیا ہوں سائیں کی جان سوال کرتی رہو گی یا گلے بھی ملو گی وہ اپنے باہیں پھیلا کر کھڑا تھا۔۔
بیا کرسی سے اتر کر سائی کے سینے سے جا لگی اپنے دونوں ہاتھ سائیں کی کمر میں ڈالتے ہوئے وہ بھی سائیں کو اپنی باہوں میں کس چکی تھی۔۔
خرم اس کو اپنی گرفت میں لیتے ہوئے ذرا سا جھک کر گال پر لمس چھوڑتے ہوئے مسکرایا تھا۔۔

میرے مکھن نے مجھے کتنا مس کیا؟؟
بہت سارا وہ سائیں کے سینے میں سر چھپائے اس کے جسم سے اڑتی ہوئی کلون کی خوشبو کو سونگھتے ہوئے مسکرائی تھی۔۔۔
خرم دو تین دن سے گھر پر نہیں تھا وہ اپنے کام کے سلسلے میں لاہور گیا ہوا تھا۔۔۔

تیرے سائیں نے بھی تجھے بہت مس کیا نیند نہیں آتی تھی قسم سے اتنے مخملی بستر تھے پھر بھی تیرے وجود کی خوشبو نہ ہونے کی وجہ سے تیرا سائیں ٹھیک سے سو نہیں پاتا تھا۔۔

سرگوشی کرتے ہوئے ایک بار پھر لب اس کی گالوں پر رکھ کر چوم چکا تھا۔۔ سائیں کیا کر رہے ہیں ہم چھت پر کھڑے ہوئے ہیں یہ ہمارا کمرہ نہیں ہے۔۔

بیا نے سینے میں سر چھپائے ہوئے یاد دہانی کروائی تھی۔۔۔ ہم۔۔ جانتا ہوں یہ ہمارا کمرہ نہیں ہے۔۔۔ سائیں کے مکھن جب جب تو میرے اتنے قریب ہو گی تو سائیں کو کیسے خیال رہے گا کہ یہ چھت ہے۔۔۔

آ جا چلتے ہیں اپنے کمرے میں سائی بڑا بے تاب ہے تیرے لیے۔۔ بیا شرم سے لال ہو گئی تھی۔ سائیں کی بات کا مفہوم سمجھتے ہوئے۔۔۔ جانتی تھی کہ اس کا سائیں کیا چاہتا ہے۔۔۔

آخر اس کا سائیں تین بیانے دور رہا تھا۔ اب بیا کی شامت آنی تو پکی تھی مگر اب بیا کو عادت ہو گئی تھی سائیں کے ان بے تاب جذباتوں کی۔۔

اب تین دن سائیں باہر رہ کر آیا تھا تو اس کا مطلب تھا کہ اگلے دو دن تک سائیں کو کوئی کام نہیں اور ان دو دنوں میں سائیں نے اپنے تین دن اور تین راتوں کا حساب برابر کرنا تھا۔۔

ہم چلیں خرم نے اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں کے پیالے میں بھر کر اپنا چہرہ نیچے جھکا کر اس کی آنکھوں میں دیکھ مسکرایا تھا۔۔جو اپنے سائیں کی بے تابیوں کو سمجھتے ہوئے شرم سے لال ہو رہی تھی۔۔

بیانے شرماتے ہوئے ہاں میں سر کو ہلایا تھا۔۔

اس کا ہاتھ اپنے مظبوط ہاتھ میں پکڑے ہوئے سیڑھیوں سے اترتا ہوا اپنے روم کی جانب جا رہا تھا۔۔۔۔

ooooooooo



ویلکم ہوم مائی بیوٹی فل وائف میرے گھر کی مالکن میرے دل کی مالک رومان شاہ نے۔ میرب کے استقبال میں اس کو مسکراتے ہوئے کان میں سرگوشی کرتے ہوئے کہا تھا۔

گھر کے تمام ملازمین بے حد خوش تھے پچھلے دو مہینوں سے گھر سنسان پڑا ہوا تھا گھر میں کوئی رونق نہیں تھی رومان شاہ تو گھر آتا تھا صرف کپڑے چینج کرنے کے لیے۔

گھر میں ویرانیوں کا ڈیرا تھا مگر آج میرب اور بے بی کے ساتھ گھر میں خوشیاں پوری دھوم دھام سے داخل ہوئی تھی۔ میرب کے والدین شاہ میر ہا میر اور رومان شاہ کو گھر تک چھوڑنے آئے تھے۔

مگر زیادہ دیر نہیں رکے گھر میں ماشاءاللہ بہت اچھی تیاریاں زکیہ نے کروا رکھی تھی زکیہ ان کی امی جان کے دور کی پرانی ملازمہ تھی گھر کے ہر رول اصول کو بہت اچھی طرح سے جانتی اور فالو کرتی تھی۔۔

اس نے کہیں کوئی کمی نہیں چھوڑی تھی میرب کے استقبال سے لے کر میرب کے لیے ہیلدی کھانا بنانے تک یا روم کی سیٹنگ کرنے تک ہر چیز اس نے بہتر سے بہترین کی تھی۔
۔میرب کی ماں نے خوشی سے زکیہ کو مبارکباد میں رقم دی اب وہ بے فکر ہو کر جا سکتی تھی کہ اس کی بیٹی کا خیال بہت اچھے سے رکھا جائے گا۔۔



میرب کے لیے اس کا اوپر والا کمرہ بالکل ریڈی کروا دیا گیا تھا۔ کیونکہ میرب کی ڈیلوری سے لے کر میرب کے گھر سے جانے تک اس کا روم نیچے سیٹ کیا تھا۔۔

میرب کو ڈاکٹر نے مکمل بیڈ ریسٹ بتائی تھی جس کی مدنظر وہ ہمیشہ نیچے ہی رہتی تھی۔۔

مگر اب میرب ٹھیک تھی تو اس لیے زکیہ نے اپنی عقل اور ذہانت کا استعمال کرتے ہوئے نے اوپر والا کمرہ بالکل ریڈی کروا رکھا تھا۔۔

نوکروں نے پھولوں کی برسات کر دی تھی اپنی گھر کی مالکن پر گھر کے تمام ایماندار ملازمین کی آنکھوں میں خوشی آنسوں آ گئے تھے۔۔

اپنے گھر کو پھر سے آباد دیکھتے ہوئے رومان شاہ نے بے بی اور میرب کا صدقہ دیتے ہوئے پانچ پانچ ہزار کے انگنت نوٹ اپنے والٹ سے نکالتے ہوئے۔

سب نوکرو کے ہاتھ میں تھمائے وہ اتنا خوش تھا کہ اس کا دل کر رہا تھا پوری دنیا کو خوشیوں سے بھر دے ۔۔اس نے اپنے وفادار ملازمین کے لیے ہاسپٹل سے گھر آتے ہوئے اے ٹی ایم سے ایک بڑی رقم نکالی تھی۔۔



رومان شاہ کی دعائیں رنگ لے آئیں رومان شاہ کے دل کی آواز اس کے رب نے سن لی تھی۔۔
رمان شاہ کی تڑپ ختم ہو گئی تھی۔۔

آگئی تھی اس کی میرب اس کی زندگی میں لوٹ کر۔۔اس کے والدین اور شاہ میر مرہالوگ زیادہ دیر نہیں رکے کیونکہ وہ رومان شاہ کی پچھلے دو مہینوں کی بے چینی اور تڑپ دیکھ چکے تھے۔۔

وہ لوگ چاہتے تھے کہ رومان شاہ اپنے بچے اور بیوی کے ساتھ ٹائم گزارے حالانکہ وہ لوگ بھی رکنا چاہتے تھے میرب کے لیے۔۔

مگر رومان شاہ کی دو مہینوں کی تڑپ ان سب پر بھاری تھی۔وہ لوگ میرب کو روم میں بٹھا کر جانے کی تیاری کر رہے تھے۔۔۔
رومان شاہ نے ان کو گاڑی تک چھوڑنے آیا تھا۔

بندہ اتنا بھی کمینہ نہ ہو کم سے کم منہ رکھنے کے لیے ہی بول دیتا ہے کہ کچھ دیر رک جاؤ!!شاہ میر نے مذاق کرتے ہوئے رومان شاہ کے کان کے پاس آہستہ سے کہا۔۔

اور تم لوگوں نے رک جانا تھا اور مجھے کوئی شوق نہیں ہے فی الحال تم لوگوں کو یہاں روکنے کا۔۔

وہ بھی رومان شاہ تھا سیدھی بات سیدھا منہ پر کرنے کا عادی تھا۔۔جو دل میں تھا بول دیا۔

ویسے خدا تیرے جیسا بہنوئی کسی کو نہ دے وہ مصنوعی غصہ دکھاتے ہوئے گاڑی میں بیٹھ گیا۔۔

جبکہ دل سے یہ کہہ رہا تھا کہ خدا تیرے جیسا بہنوئی ہر بھائی کو دے جو اس کی بہن پر اپنی جان وار تا ہو۔۔

وہ لوگ گاڑی میں بیٹھ کر جا چکے تھے رومان شاہ واپس اپنے روم کی جانب جا رہا تھا۔۔

جہاں خوشیاں اس کی منتظر تھیں اس کا پیارا بیٹا اس کی جان شاہ۔۔رومان شاہ کا دل چاہ رہا تھا پورے گھر میں بھنگڑے ڈالے۔۔

اور پوری دنیا کو بتائے کہ اس کی جان اس کی زندگی میں لوٹ آئی ہے۔۔

oooooooooo

وہ کب سے روم میں ادھر سے ادھر چکر لگا رہا تھا۔۔

ماہی آج مہرمہ کو لے کر احمر کے روم میں نہیں آئی تھی۔۔احمر کب سے ماہی کا ویٹ کر رہا تھا۔۔

اب تو اسے پریشانی ہونے لگی تھی کیونکہ اس ٹائم تک تو ماہی مہرمہ کو لے کر اس کے روم آجایا کرتی تھی ۔۔۔

احمر کو اب عادت ہونے لگی تھی اس ٹائم پر مہرمہ کے ساتھ ماہی کی۔۔

اور اس کا تجسس تو اس وقت بڑا جب اس نے نوکرانی کے ہاتھ مہرمہ کو بھجوا دیا تھا۔۔

وہ مہر مہ کو اپنی گود میں اٹھائے ہوئے پیار کر رہا تھا۔۔

مگر اس کی دماغ میں ماہی چل رہی تھی وہ اپنی کیفیت سمجھ نہیں پا رہا تھا یا یوں کہے کہ وہ فی الحال سمجھنا نہیں چاہتا تھا وہ اس جذبے سے انکار کر جو جذبہ اس کے دل میں سر توڑ ا بھر رہا تھا۔۔

وہ اس جذبے سے انکار کرنے کی کوشش کر رہا تھا جس کو دبانا ناممکن تھا ماہی اپنی بچکانہ بے وقوفیوں والی حرکتوں کی وجہ سے اس کے دل کے بند دروازوں کو بنا دستک دیے کھول کر اندر داخل ہو چکی تھی۔۔

اور یہ بے چینی اسی آمد کی پیش گوئی کر رہی تھی۔ وہ اب بھی انکار کر رہا تھا۔ جس کو وہ محض عادت سمجھ رہا تھا وہ عادت نہیں تھی وہ محبت تھی جو نہ چاہتے ہوئے بے اختیار احمر کو ماہی سے ہونے لگی تھی۔۔

اس جذبے سے انکار کرنے کے لیے اس نے سر جھٹکتے ہوئے اپنی بیٹی سے پیار کرنا شروع کیا وہ کتنی دیر تک روم میں اپنی بیٹی کو لیے بیٹھا رہا۔۔ اس سے چھوٹی چھوٹی باتیں کرتا رہا وہ اب بڑی ہونے لگی تھی تو ہاتھ پاؤں چلا کر مسکرانا سیکھ رہی تھی۔۔

وہ اتنی کوشش کہ باوجود بھی اپنے دماغ سے ماہی کو نہیں نکال پا رہا تھا۔۔ اسے غصہ آنے لگا تھا خود پر، کہ کیوں کیوں وہ ماہی کو سوچ رہا ہے۔ جبکہ وہ تو مہک سے پیار کرتا ہے۔

پتہ نہیں کیوں احمر اپنے دل پر زبردستی تالے لگانا چاہتا تھا۔ جبکہ ایک طرف اس کا ضمیر اسے جھنجوڑ کر اس بات سے آگاہ کر رہا تھا کہ ماہی بھی اس کی بیوی ہے اور اس کے پاس بھی وہ سب اختیار ہے جو مہک کے پاس تھے۔۔

اور وہ قانونی اور شرعی لحاظ سے اس کے پیار کی مستحق ہے سب کچھ جانتے ہوئے بھی پتہ نہیں اس کا دل کیوں یہ سوچ رہا تھا کہ اگر وہ ماہی سے محبت کرے گا تو کوئی گناہ ہو جائے گا وہ مہک کے ساتھ ناانصافی کر دے گا۔۔

ایسے بے شمار خیالات تھے جس میں اس وقت احمر جکڑا ہوا تھا اپنے دل کو لاکھ دلیلیں دینے کے باوجود بھی احمر جب اپنی بے چینی کو روک نہیں پایا تو غصے سے مہرما کو گود میں اٹھائے ہوئے وہ ماہی اور مہرمہ کے روم میں جا رہا تھا۔۔



صرف غصہ نکالنے کے لیے کہ اس نے مہرمہ کو نوکرانی کے ہاتھ کیوں بھیجا ہے روم کا دروازہ کھول کر وہ غصے سے روم میں داخل ہوا تھا۔۔

روم میں وہی میڈ بیٹھی ہوئی تھی جو کچھ دیر پہلے مہرمہ کو لے کر آئی تھی سر کے اشارے سے میڈ کو روم سے جانے کے لیے بولا تھا۔۔

احمر کے غصے والے تاثرات دیکھتے ہوئے،وہ روم سے فوراً چلی گئی ماہی سر سے پاؤں تک کمبل اوڑے لیٹی ہوئی تھی۔۔

یہ کوئی ٹائم ہے سونے کا!!

اس طرح تو تم مہرمہ کی ذمہ داری نبھاؤ گی!!

میری بیٹی کو نوکروں کے سہارے چھوڑ کر۔۔جب نہیں نبھا سکتی تھی یہ ذمہ داری تو پھر کیا ضرورت تھی شادی کرنے کی۔۔۔خامخواہ میں اتنا بڑا ڈرامہ رچایا۔۔وہ اپنی کیفیت پر خود قابو نہیں پا رہا تھا اور غصہ ماہی پر نکال رہا تھا ماہی کے جواب نہ آنے پر احمر کو شدید طیش اور غصہ آ گیا۔۔

ماہی کے منہ سے کمبل کو کھینچتے ہوئے اتارا تھا سامنے وہ لال سرخ انگارہ ہوا چہرہ لیے سو رہی تھی۔۔

وہ تیز تیز سانسیں لے رہی تھی احمر کو کچھ غلط ہونے کا اندیشہ ہوا اس نے ہاتھ اس کے گال پر رکھ کے دیکھا وہ بخار سے تپ رہی تھی۔۔

گود میں اٹھائی ہوئی مہرمہ کو جلدی سے بیڈ پر لیٹاتے ہوئے وہ ماہی کے چہرے پر تھپتھپا کر اسے اٹھانے لگا تھا۔۔

ماہی!!ماہی!!

۔ہوں ں ں س!!وہ بخار کی تپش میں تپتی ہوئی ہڑبڑا کر ڈر کر اٹھی تھی

۔۔کک۔۔کلک۔۔کیا ہوا ہے۔۔مہرمہ ٹھیک ہے وہ ہڑبڑا کر ادھر ادھر دیکھنے لگی تھی۔۔وہ میڈ سے بول کر سوئی تھی کہ اس کے سر میں بہت درد ہے اگر وہ نہ اٹھے تو کچھ دیر کے لیے مہرمہ کو اس کے بابا کے روم میں چھوڑ آئے۔۔

وہ جانتی تھی کہ احمر اپنی بیٹی کا انتظار کر رہا ہو گا۔وہ اس بات سے تو پوری طرح سے انجان تھی کہ احمر صرف اپنی بیٹی کا نہیں اس کا بھی بے صبری سے انتظار کرتا ہے۔اس کے دل کو ماہی کا وجود اچھا لگنے لگا تھا۔۔

جب میڈ نے دیکھا کہ ماہی نہیں اٹھی تو وہ مہرمہ کو لے کر اسکے بابا کے روم میں چھوڑ کر آئی تھی۔۔

ماہی پاس پڑی ہوئی مہرمہ کی طرف ہاتھ بڑھا کر اسے اٹھانے لگی تھی کہ بے اختیار احمر نے اسے اپنے باہوں کے دائرے میں لیتے ہوئے سینے سے لگا لیا۔

وہ بخار سے تپتے ہوئے وجود اور سر میں شدید درد کی وجہ سے کچھ سمجھ نہیں پا رہی تھی۔۔
مگر احمر کہ جسم کا پہلا لمس محسوس کر کے وہ شرم سے لال ہوئی تو بخار سے تپتا ہوا چہرہ اور تپنے لگا تھا۔۔۔

کچھ نہیں ہوا تمہاری مہرمہ کو وہ بالکل ٹھیک ہے۔۔۔ تم ٹھیک نہیں یہ بات تم نے مجھے بتانا ضروری نہیں سمجھا۔ تمہیں اتنا تیز بخار ہو رہا ہے وہ فکر مند ہوتا ہوا اسے سینے سے لگائے بول رہا تھا۔۔۔

ہاں مجھے ہلکا سا بخار ہو رہا تھا میں نے میڈیسن لی تھی۔ پتہ نہیں بخار کیوں نہیں اترا، وہ بخار میں با مشکل بول رہی تھی۔۔

تمہیں ہلکا سا بخار نہیں ہے اپنی حالت دیکھو۔ وہ تھوڑا پیچھے ہوتے ہوئے اس کے چہرے سرخ لال چہرے کو دیکھتے ہوئے بولا تھا۔۔۔

اٹھو میرے ساتھ چلو میں تمہیں ڈاکٹر کے پاس لے کر چلتا ہوں۔وہ بیڈ سے نیچے کھڑا ہوتا ہوا بولا۔۔

نہیں مجھ سے نہیں چلا جا رہا پلیز آپ مجھے یہیں پر میڈیسن دے دیں پلیز مجھ سے نہیں چلا جائے گا۔۔ وہ بخار سے ٹوٹے ہوئے لہجے سے من مناتے ہوئے بولی۔اس کی حالت کو مد نظر رکھتے ہوئے اس کو بھی یہی مناسب لگا۔۔اس نے ڈاکٹر سے فون کر کے میڈیسن کا پوچھا۔۔احمر نے میڈ کو روم کے اندر بلوایا تھا اور مہر مہ کا خیال رکھنے کو کہا۔۔

تم میرے ساتھ چلو روم میں تمہاری حالت ٹھیک نہیں۔ماہی کو کہتے ہوئے اپنا ہاتھ اس کے سامنے پھیلایا۔۔

نہیں آپ مجھے دوائی لا دیں میں ٹھیک ہو جاؤں گی۔۔اور ویسے بھی یہ ہیں میرے پاس۔۔ماہی نے میڈ کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔۔ماہی کی آنکھیں بخار کی شدت سے سرخ ہو رہی تھی۔۔

میں نے تمہاری رائے نہیں پوچھی!!

آج پہلی بار احمر کے لہجے میں ایک حق تھا پورے حق سے اس نے ماہی کو لے جانے کا فیصلہ کیا تھا۔۔

ماہی نے پلکیں اٹھا کر احمر کے چہرے کی جانب دیکھا۔اس نے جس حق کو اس کے لہجے میں محسوس کیا تھا ۔شاید وہ اس کی آنکھوں میں بھی اس حق کو دیکھنا چاہتی تھی۔۔

اور وہ غلط نہیں تھی جو حق اس کی سماعتوں نے محسوس کیا وہ حق اس کی نظروں میں بھی دکھائی دے رہا تھا۔۔

وہ اب بھی اپنا مضبوط ہاتھ اس کے سامنے پھیلائے کھڑا تھا۔

میڈ روم میں موجود تھی ماہی اپنے رشتے کی سچائی اس کے سامنے ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی۔۔اتنی سمجھدار تو وہ تھی۔۔۔

اپنی ہتھیلی کو نرمی سے اس کے مضبوط ہاتھ پر رکھ چکی تھی۔۔احمر نے اس کے نازک سے ہاتھ کو اپنے ہاتھ کی مضبوطی میں لیتے ہوئے کھڑا کیا۔۔



اسے سہارا دیتے ہوئے اپنی روم میں لے آیا۔۔

آتے ہوئے وہ میڈ کو تاکید کر کے آیا تھا کہ وہ مہرمہ کا پورا خیال رکھے میڈ کافی ذمہ دار تھی تو اس پر بھروسہ کیا جا سکتا تھا۔۔

oooooooo

اووووووووماں !روم میں آتے ہی سائیں نے اپنی بے تابیوں سے مجبور ریا کو گھوما کر دروازے کے ساتھ ہی لگاتے ہوئے گال پر لب رکھ کر نرم گرم لمس چھوڑا تھا۔۔۔

بتاؤ سائیں کی جان نے سائیں کو کتنا مس کیا ہاتھ اس کی کمر کے پیچھے لے جاتے ہوئے جھٹکے سے اسے اپنے قریب کیا۔۔سائیں کی آنکھوں میں خماری اترنے لگی۔

بہت۔۔۔۔۔۔۔زیادہ مس کیا ہے !!بہت پر زور دیتے ہوئے کہا تھا۔۔۔یہاں پر اپنا پیار ظاہر کر کے بتاؤ اپنی انگلی سے اپنے ہونٹوں کو پوائنٹ کرتے ہوئے کہا۔

نظریں اس کی خوبصورت پنکھڑیوں پر تھی جن کو چومنے کے لیے اس کے لب بے قرار تھے مگر وہ کچھ دیر اپنے جذباتوں پر لگام لگا کر ریا کی تڑپ دیکھنا چاہتا تھا۔



نہیں میں ایسے ہی بتا تو رہی ہوں کہ میں نے آپ بہت۔۔۔۔۔۔مس کیا!!

کوئی مس نہیں کیا تم نے مجھے۔۔۔اس کی پنکھڑیوں پر اپنے انگوٹھے کو نرمی سے رب کرتے ہوئے خماردار لہجے میں بولا۔۔

میں نے کیا تمہیں مس اور ابھی تمہیں بتاتا ہوں کہ مس کرنا کس سے کہتے ہیں!!لب اس کی پنکھڑیوں پر رکھتے ہوئے۔۔قید میں لے گیا۔۔

ایک ہاتھ اس کی کمر پر سختی سے رکھے ہوئے اپنے ساتھ لگایا۔دوسرا ہاتھ اس کی گردن کے پیچھے سے رکھتے ہوئے اسے ملنے تک اجازت نہیں دے رہا تھا۔اس کی سانسوں کو بے تابی سے پیتے ہوئے اسے سانسوں کے لیے تنگ ہونے پر مجبور کر رہا تھا۔۔

بیا اس کے کاندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے اپنے سائیں کی بے تابی سہتے ہوئے گھٹتی ہوئی سانسیں دے رہی تھی۔۔ہم ایسے بتاتے ہیں جب کسی کو یاد کیا جاتا ہے۔۔

تو نے مجھے کیسا یاد کیا جو تو بتا نہیں سکتی اس کی کمر میں ایک بازو حائل کرتے اسے ایک ہاتھ سے اوپر اٹھا کر اس کا چہرہ اپنے مقابل کر لیا۔۔



سائیں میں آپ کے جتنی بے شرم نہیں ہوں!!وہ شرماتے ہوئے بول کر اپنے ہونٹوں کو چھپانے لگی تھی۔۔۔

اچھا تو میں بے شرم ہوں!!سائیں نے آنکھیں دکھاتے ہو بیا کے شرارتی چہرے کی جانب دیکھا۔۔

بیا دی بچی تیری زبان زیادہ نہیں چلنے لگی اس کا چہرہ سائیں کے مقابل تھا تو سائیں نے بھی اپنا بدلہ لیتے ہوئے اس کے نچلے کے کنارے کو دانتوں سے کاٹتے ہوئے پیار کی چبھن دی تھی۔۔

آہااا!!

کیا ہوا؟؟

درد ہوا ہے!!

ابھی تو میں نے شروعات کی ہے تم نے تو ابھی سے صبر کا دامن چھوڑ دیا۔۔

بیا کو بیڈ پر ڈالتے ہوئے۔ اپنے کرتے کے بٹن کھولنے لگا تھا۔۔ آنکھوں میں شرارت لبوں پر بے قرار سی ہنسی نظریں بیا دل کش سراپے مرکوز تھی۔۔



سائیں تھوڑا سا بھی کر لیا کریں آتے ہی ٹوٹ پڑتے ہیں۔۔ میرے مکھن یہ فنکشن تیرے سائیں کے اندر ابھی تک ڈاؤن لوڈ نہیں ہوا۔۔۔

کرتے کو اتار کر بیڈ کی اوپر پھینکتے ہوئے اپنے کشادہ سینے کے ساتھ بیا پر جھکا اس پر گرتے ہی کروٹ لے کر اسے اپنے اوپر لے آیا۔۔

اب بول کیا بول رہی تھی؟؟

وہی بول رہی تھی جو آپ نے سنا!!

اچھا بڑی بہادر ہو گئی ہو!!

ہاں ہو گئی ہوں!!

اگر آپ کو جھیلنا ہے تو بہادر تو بننا پڑے گا۔۔

خرم کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بہادری سے جواب دیا۔۔

یہ تو تم نے صحیح کہا تھا!!

اگر تم جیسی چوہیا چوہدری خرم کو برداشت کر رہی ہے، تو اس کا مطلب ہے کہ بہادر تو میری بیوی ہے۔۔

اس کی دھودیا گردن پر ہونٹ رکھ کر ایک بھرپور لمس چھوڑا۔۔

سائیں کے آوارہ ہاتھ اس کی جسم کے ہر رعنائی پر اپنے سخت ہاتھوں کے حدت چھوڑ رہیں تھے۔۔

وہ پوری طرح سے اس پر قابض ہونے لگا تھا۔ کہ دروازے پر دستک نے سائیں کے موڈ کی ایسی تیسی کر دی تھی۔۔ اس کے دل والے مقام سے سر کو اٹھاتے ہوئے غصے سے بولا۔۔

کون؟؟؟

سائیں کی غضب ناک آواز اُبھری تھی۔

سائیں میں کنیز !!ڈری ہوئی آواز سے بولی۔

کیا موت پڑ گئی ہے!!

سائیں باہر کچھ لوگ آپ سے ملنے آئے ہیں۔۔

کون لوگ ہے ؟؟

سائیں پتہ نہیں بڑے چوہدری صاحب نے آپ کو بلا کر لانے کو کہا ہے۔

تو جا تھوڑی دیر میں آتا ہوں۔۔

یہ تیرے سسر کو میرے رنگ میں بھنگ ڈالنے کی عادت پڑ گئی ہے۔۔۔ نوکرانی کو بھیج کر بیا سے مخاطب ہوا۔۔۔سائیں کوئی ضروری کام ہو گا اسی لیے بلوایا ہو گا سائیں کے بھاری وجود کے نیچے لیٹی ہوئی سائیں کے غصے سے تنے چہرے کو اپنے دونوں ہاتھوں کے پیالے میں لیے پیار بولی۔۔

اس وقت میں جو کام کر رہا ہوں اس سے زیادہ میرے لیے کوئی کام زروری نا ہے۔۔۔

وہ ایک بار پھر اس بے ترتیب ہوئے لباس والے وجود پر گھٹا بن کر چھا گیا۔اس کے دل والے مقام پر لب رکھتے ہوئے دوسری طرف اپنا مظبوط ہاتھ جمائے اسے سسکیاں بھرنے پر مجبور کر دیا

۔۔۔سائیں مہمان آئے وہ آپ کا انتظار کر رہے ہو گے۔۔

سسکیاں بھرتے بھرتے وہ بامشکل تیز ہوتی سانسوں کے درمیان میں بولی تھی۔

ششش!!کرنے دو انتظار میں کسی کا ملازم نہیں ہوں۔۔۔چہرہ کچھ دیر کے لیے اوپر کیا۔۔خماری سے بھری ہوئی آنکھوں سے بیا کو دیکھا تھا۔۔۔ہاتھ اب اس کے دل والے مقام پر لمس چھوڑ رہیں۔۔

اور تجھے فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔بول دوں گا کے سو رہا تھا اس لیے لیٹ ہو گیا۔۔بیا کے فکر مند چہرے کو دیکھتے ہوئے۔اسے تسلی دیتے۔۔

اب اور کوئی سوال جواب مت کرنا۔۔



ورنہ جان لے لوں گا۔۔وہ ایک پھر وپس اسی جگہ پر جھک چکا تھا۔اب کی بار بیا کی سسکیوں میں تیزی آنے لگی تھی۔کیونکہ سائیں کی شدتیں بہت زیادہ سخت ہو چکی تھی۔وہ اپنے دل والے مقام پر سائیں کے بے شمار لمس محسوس کرتے ہوئے بے حال سی ہو کر بیڈ کی چادر کو مٹھیوں میں میچے ہوئے سسک رہی تھی۔۔

وہ کہا اس کی سسکیوں پروانہ کرتے ہوئے تیزی سے اس کے دلکش مقام پر لب رکھ کر چوم رہا تھا۔ نمی کو تیزی سے اپنے اندر انڈیل رہا تھا۔۔وہ اس کے ہاتھوں مچل رہی تھی۔۔ دل والے مقام پر دونوں ہاتھ مظبوطی سے جمائے ہوئے اپنے لب نیچے کی جانب لاتے ہوئے اس پیٹ پر رکھ لمس چھوڑنے لگا تھا۔۔۔

اس منہ سے سسکاریاں نکل دھن بنانے لگی تھی۔۔۔

سائیں!!!!!! اپنے پیٹ پر سائیں کے لبوں کے جلتے لمس اور دل والے مقام پر سائیں کے سخت ہاتھوں بے باقیوں سے سسکتے ہوئے تڑپ کر سائیں کا نام لے کر بولی تھی۔۔

جی میرا مکھن۔۔۔۔وہ خمار دار نظروں اس کے خوبصورت چہرے کو دیکھ رہا تھا۔۔ سائیں تھوڑا سا میری جان پر رحم بھی کھالیا کریں۔۔اس کی آنکھوں میں ہلکی سی نمی آئی تھی۔۔۔

سائیں دی جان تو جانتی ہے تیرے سائیں سے نرمی والا پیار نہیں ہوتا۔۔سائیں کی جان تھوڑا برداشت کرنا سیکھ۔۔ نرمی والے پیار سے میرا تو دل نہیں بھرتا۔ خماری سے بول کر اس کے وجود کی رعنائیوں کو چھوتے بولا تھا۔۔۔

واپس سے اس پر جھک چکا تھا۔۔ اپنی شدتوں سے اسے توڑتے ہوئے ایک بار پھر سسکنے پر مجبور کر دیا ۔۔۔روم بیا کی سسکیاں اور سائیں کی تیز سانسوں کی آواز روم خوبصورت دھن پیدا کر رہی تھی۔۔

oooooooo

میلا بے بی!

میرا بچہ!

ماما کی جان! رومان شاہ کب سے تکیے پر کہنی رکھے ہاتھ اپنی گال پر جمائے لیٹا تھا میرب اپنے بیٹے سے پیار کر کر کے لوٹ پوٹ ہو رہی تھی۔۔

اپنے بیٹے پر اپنی محبت اس طرح نچھاور کر رہی تھی جیسے روم میں صرف اس کا بیٹا اور اس کے سوا کوئی موجود نہ ہو۔۔



ماما کی جان کیا دیکھ رہی ہے! میرب تو اپنے بیٹے کے ڈمپلز کو چوم چوم کر دیوانی ہوئی جا رہی تھی۔

شاہ کی جان تمہارے بیٹے کے علاوہ بھی روم میں کوئی موجود ہے یعنی کہ میں اور اب مہربانی فرما کر تھوڑی سی توجہ مجھ غریب پر بھی دے دو۔ پچھلے دو مہینوں سے جتنا میں تڑپا ہوں کچھ تو خیرات میں مجھے بھی ملنا چاہیے!

مسکین شکل بنا کر مصنوعی غصہ دکھاتے ہوئے کہا۔۔

تھوڑا سا پیار اور کر لوں بے بی کو اس کے بعد میں آپ سے بہت ساری باتیں کروں گی۔وہ اجازت طلب کرتے ہوئے پھر سے اپنے بیٹے کو پیار کرنے لگی۔بنا شاہ کا جواب سنیں اور اس کی نظروں کا محفوظ سمجھے۔۔وہ پھر سے اپنے بیٹے کے ساتھ لاڈیاں کرتے ہوئے مصروف ہو گئی۔۔

روماں شاہ سمجھ چکا تھا کہ اب میرب کی محبت حاصل کرنے کے لیے اسے جدوجہد کرنا پڑا کرے گی۔ اگر وہ اپنے حق کے لیے نہیں بولے گا تو میرب اسی طرح اس کا حق مارتی رہے گی۔۔۔

میرب۔۔۔جی۔۔۔بنا اپنے بیٹے سے نظریں ہٹائے میٹھی سی آواز میں جی کہا۔

پلیز یار ترس کھاؤ اپنے شاہ پر اپنے بیٹے کو گود کی ایک سائیڈ پر کر لو مجھے بھی تمہاری گود میں سر رکھنا ہے۔۔منت کرنے والے انداز سے کہا۔۔جو اپنی بیٹے کی محبت میں پاگل دیوانی ہوئی جارہی تھی۔۔

رومان شاہ اپنی بے تابیاں کیسے اس پاگل لڑکی کو دکھاتا۔ جو اپنے بیٹے سے نظریں ہٹا ہی نہیں رہی تھی۔۔اگر کچھ دیر کے لیے نظریں ہٹا کر دیکھتی تو نظر آتا کہ اس کا بڑا عاشق رومان شاہ کیسے ٹھنڈی آہیں بھر رہا ہے۔۔

میرب نے بے بی کو ایک سائیڈ پر کر لیا۔۔شاہ کے لیے یہ بہت بڑا احسان تھا میرب کی جانب سے!!

رومان شاہ اپنا سر میرب کی گود میں رکھ کر آنکھیں بند کر کے لیٹ گیا۔۔یہ وہ سکون تھا جو رومان شاہ نے پچھلے دو مہینوں سے محسوس نہیں کیا تھا۔۔۔

میرب کا ایک ہاتھ نرمی سے پکڑ کر اپنے لبوں سے لگا کر چومتے ہوئے اپنے گال پر رب کرنے لگا تھا۔۔

شاید وہ اس کے ہاتھوں کے لمس کو محسوس کرنا چاہتا تھا۔میرب کو اپنی شاہ پر ٹوٹ کر پیار آرہا تھا۔۔وہ دیکھ رہی تھی اس کا شاہ اسکے لیے کتنا بے چین اور بے تاب ہے۔۔
اور اس کی بے چینیوں کا عالم تو سب کے منہ سے وہ سن چکی تھی کہ وہ کتنا تڑپا تھا ان دو مہینوں میں اس کے لیے۔

بے بی میرب کے کاندھے سے لگا سو گیا تو میرب نے آہستہ سے اسے اپنے پاس تکیے پر لٹاتے ہوئے بلینکٹ سے کور کر دیا۔۔
رومان شاہ اس کا ہاتھ کبھی لبوں پر لگا رہا تھا تو کبھی اپنے گال پر رب کر رہا تھا۔آنکھیں بند کیے لیٹا تھا۔۔

میرب نے نیچے جھک کر رومان شاہ کے ماتھے پر عقیدت بھرا لمس چھوڑا۔۔رومان شاہ کے آتشی لب مسکرائے تھے۔۔ رومان شاہ کے خوبصورت ڈمپلز گہرے ہوئے جن کو دیکھ میرب مسکرائی تھی ۔۔میرب کے تو دل کی تاریں بجنے لگتی تھی رومان شاہ کے ڈمپلز کے دیکھ کر۔۔

یہاں پر بھی چاہیے اپنے لبوں پر انگلی رکھے آنکھیں بند کیے بولا۔

یہاں پر آپ نے ہاسپٹل میں لے لیا تھا۔وہ مسکری ہو کر مسکرائی تھی۔۔

ہمم۔۔اب میری جان نئے انداز سے میرے صبر کو آزمائے گی وہ مسکرایا تھا جانتا تھا کہ میرب مذاق کر رہی ہے۔۔

نہیں مجھے اپنے شاہ کو اور نہیں آزمانا میرا شاہ پیار کی ہر کسوٹی پر کھرا اترا ہے۔۔اب میرے شاہ کے صبر کا کوئی امتحان نہیں ہو گا۔۔
میرب آپ کی ہے اور ہمیشہ رہے۔

بتائیں یہاں پر میرے شاہ کو پیار چاہیے!!وہ بڑی محبت سے اپنا چہرہ شاہ کے چہرے پر جھکاتے ہوئے پنکھڑیوں کو اس کے لبوں پر رکھ کر چوم رہی تھی۔۔

چھوٹے چھوٹے لمس شاہ کے پورے چہرے پر چھوڑ رہی تھی۔شاہ کے دل کی دھڑکنیں دھک دھک دھک دھک کر کے خوبصورت راگ چھیڑنے لگی تھی۔۔

میرب کی پنکڑیوں کے لمس شاہ کے دل کو سکون دے رہے تھے۔۔میرب کی پنکھڑیوں سے رومان شاہ کو اتنا ضرور مل رہا تھا کہ وہ آنکھیں تک نہیں کھولنا چاہ رہا تھا۔۔شاہ۔۔

ہمم بولو شاہ کی جان شاہ نے بڑی محبت سے جواب دیا تھا۔میرب کے دونوں ہاتھ پکڑ کر لبوں لگاتے ہوئے اپنے سینے پر رکھ کر اوپر اپنے مضبوط ہاتھ رکھے ہوئے تھا۔۔

شاہ ہم اپنے بے بی کا نام کیا رکھیں گے؟

جو میری جان کو پسند ہو!!آنکھیں کھول کر اس کے پیارے چہرے کو نہارتے ہوئے بولا تھا۔۔

ریان رکھ لیں!!وہ تو جیسے پہلے ہی سوچ کر بیٹھی تھی تھی۔۔ہاں جی رکھ لو اگر میری جان کو پسند ہے تو ---کیا اپ کو نہیں پسند---ایسا کیسے ہو سکتا ہے کہ کوئی چیز یا کوئی نام میری جان کو پسند ہو اور مجھے پسند نہ آئے---تو ٹھیک ہے پھر آج سے ہم اپنے بیٹے کا نام (ریان رومان شاہ) رکھ رہے ہیں وہ ایکسائٹڈ ہوتے ہوئے بولی۔۔

ٹھیک ہے میرے جان کے ٹوٹے اب اگر میری جان نے اپنے بیٹے کا نام کنفرم کر لیا ہو تو کچھ اپنے بیٹے کے بابا کے ساتھ ہی محبت بھری باتیں کر لو۔۔

کیا شاہ ابھی تو اتنا سارا آپ سے پیار بھی کیا ہے اور باتیں بھی۔۔۔

توکیا کروں تم نے جو اتنا سارا پیار کیا ہے اسے جا کر بینک میں سیف کر دوں۔۔۔ یہ اتنا چٹکی بھر جو تم نے مجھ سے پیار کیا ہے۔۔۔اس سے تو ابھی تک میرے لب گیلے نہیں ہوئے اور تم احسان جتنا شروع ہو گئی ہو۔۔۔شاہ نے میرب کو آنکھیں دکھائی۔۔

نہیں میں نے احسان تو نہیں جتایا میرب منمنائی تھی۔۔

جتانے کی کوشش بھی مت کرنا۔۔۔بہت تڑپ لیا ہے میں نے تمہارے لیے۔۔اور تم نے اپنی سب من مرضیاں بھی کرلیں ہیں۔۔

اب میری محبت میں کٹوتی کرنے کی کوشش مت کرنا اب کوئی رائٹ نہیں ملے گی۔۔ صرف میں اتنی دیر تک اور صبر کروں گا جب تک تمہاری ڈاکٹر اوکے کا سائن نہیں دے دیتی۔۔۔

میرب کا سیزر ہوا تھا تو اس لیے ڈاکٹر نے ابھی ایک اور منتھ رومان شاہ کو میرب سے نزدیکیاں بڑھانے سے منع کیا تھا۔۔۔



یعنی کہ ابھی رومان شاہ کو صبر کی کسوٹی اور پار کرنی تھی۔۔ چلو کوئی نہ جہاں اتنا صبر کر لیا وہاں ایک مہینہ اور صحیح یہی سوچ کر رومان شاہ نے اپنے دل میں امڑتے منہ زور جذباتوں کو ایک بار پھر قید کر لیا۔۔۔

مگر ڈاکٹر نے نزدیکیاں بڑھانے سے منع کیا تھا۔باقی محبت تو رومان شاہ ہاسپٹل سے ہی جتانا شروع کر چکا تھا۔۔

اور اب بھی میرب کی پنکھڑیوں پر لب رکھے نرمی سے کروٹ لیتا ہوا اس کے اوپر آیا چکا تھا۔۔

اسے اپنے نیچے لیٹ لیٹاتے ہوئے اس کی کالوں کو چوم رہا تھا۔لب اسکی گردن پر لے آیا۔۔اس کے جسم سے اڑتی نیچرل خوشبو شاہ کو بہکا رہی تھی۔۔اس کی دودھیا گردن پر شاہ کے آتشی لب نرم گرم لمس چوڑ رہے تھے۔۔

شاہ مضبوط ہاتھ اس کے جسم کی خوبصورت راعنائیوں پر رب ہو رہے تھے شاہ کے ہاتھوں کی حدت سے میرب کی سانسیں تیز ہوئی تھی۔۔

اس کی تیز سانسیں دیکھ رومان شاہ کا دل زوروں سے دھڑکا تھا۔

میرب کی شرٹ کے اندر سے ہاتھ لے جاتے ہو میرب کے دل کے مقام پر کچھ سختی دکھائی گئی تھی۔۔

میرب نے درد سے سسکی بھری تھی۔۔

میرب نے درد کی شدت سے رومان شاہ کے بازوں پر اپنے دانت گاڑتے ہوئے۔اپنی درد کا بدلہ لیا تھا ۔۔رومان شاہ کے لب مسکرائے تھے۔۔

میری جان ابھی سے ہی بدلے لینے پر اتر آئی ہے۔۔ ابھی تو بہت لمبا چوڑا حساب باقی ہے۔ اور میں حساب کتاب کا بہت پکا ہوں۔ بہت اچھا بزنس مین ہوں مارکیٹ میں یہ مشہور ہے۔۔۔
اپنا ایک ایک حساب پوری ایمانداری سے تم سے جھکتا کروں گا۔۔اس کی کان کی لو کو لبوں سے چوم کر دانتوں سے چبن دی تو میرب نے پھر سے سسکی بھری تھی۔۔۔
شاہ پلیز ایسے مت کریں نا۔۔۔ میرب کا مطلب دانتوں کی اور ہاتھوں کی سختی سے تھا۔۔
شاہ کی جان تم ابھی بھی اپنے شاہ پر خوش نہیں ہو۔اب تو تھوڑا سا ترس کھاؤ۔۔ محبت میں برداشت کرنا سیکھو جانے شاہ شاہ۔۔۔
مسکراتے ہوئے اس کے پورے وجود کو لبوں کی لمس دیتے ہوئے اسے سسکیاریاں بھرنے پر مجبور کر رہا تھا۔۔

اس سے پہلے کہ شاہ بے قابو ہوتے ہوئے حد سے گزرنے لگتا ان کا پیارا بیٹا ریان شاہ اٹھ کر رونے لگا تھا۔۔

رمان شاہ نے اپنا چہرہ اوپر اٹھا کر ایک ٹھنڈی آہ بھری اور سائل پاس کرتے ہوئے۔اپنے بیٹے کی جانب دیکھا۔جو اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھ ہلا کر پورے زور و شور و سی اپنی ماما جان کو بلا رہا تھا۔۔

جائیے آپ کے بیٹے کو بڑی شدت سے اپنی ماں کی یاد آ رہی ہے۔۔

باپ کے ارمان گئے تیل لینے وہ مصنوعی غصہ دکھاتے ہوئے بعد میں خود ہی ہنسنے لگا تھا۔۔میرب اٹھ کر اپنی بے بی کو گود میں لیے بیٹھی تھی۔۔۔

وہ بی بی کو تھپتھپا کر چپ کروانے کی کوشش کر رہی تھی جب کہ بے بی کو بھوک لگی تھی اور ڈاکٹر نے آتے ہوئے سختی سے کہا تھا کہ میرب بے بی کو اپنی فیڈ دے۔۔۔

کیونکہ بی بی ٹائم سے پہلے ڈلیور ہوا تھا اور میرب کا دودھ اسے دو مہینوں تک نہیں ملا تھا۔۔

اب بے بی کی باڈی کو اس کے ماں کے دودھ کی ضرورت تھی۔اب میرب کو شرم آرہی تھی کہ وہ شاہ کے سامنے بے بی کو دودھ کیسے پلائے۔۔۔



شاہ ساری بات سے واقف تھا۔۔اس کے لب میرب کا چہرہ دیکھ مسکرا رہے تھے۔۔

جو بے بی کو زبردستی تھپتھپا کر سلانے کی کوشش کر رہی تھی۔۔اور بی بی پہلے سے زیادہ اوآہ کر کے رو رہا تھا۔۔

شاہ کی جان اسے فیڈ کرواؤ اسے بھوک لگی ہے۔اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔۔

آپ اس طرف منہ کریں میں پھر فیڈ کرواؤں گی۔۔۔

ایسا کچھ نہیں ہونے والا میرے سامنے ہی فیڈ کرواؤ ویسے بھی میری جان مجھ سے کیسا پردہ وہ بے باقی سے مسکرایا تھا۔۔میں تو ساری پراپرٹی کا خود مالک ہوں۔۔

شاہ پلیز کوئی بھی گندی بات اس وقت مت کیجئے گا۔۔

میرا بے بی سن رہا ہے۔میرب نے سخت آرڈرز دیے تھے۔۔۔ٹھیک ہے نہیں کرتا پر تم اپنے بے بی کو فیڈ کراؤ ورنہ یہ ایسے ہی ٹیں ٹیں کرتا رہے گا۔۔

زبردستی میرب کی شرٹ کو اوپر اٹھاتے ہوئے بے بی کو اپنے ہاتھوں سے فیڈ کروانے لگا تھا۔۔

میرب آج پہلی بار بے بی کو فیڈ کروا رہی تھی۔بے بی نے جیسے ہی فیڈ کرنا شروع کیا۔نسوانی گٹھلیوں سے جیسے ہی بے بی نے دودھ اپنے منہ سے کھینچتے ہوئے پینا شروع کیا۔۔۔میرب تڑپ اٹھی تھی اسے شاید درد ہوا تھا۔۔

شاہ کی جان تھوڑا برداشت کرو تمہاری ڈاکٹر نے بتایا تھا کہ ایسا ہو گا ایک طرف بے بی اپنے منہ سے فیڈ لیتے ہوئے میرب کو سسکا رہا تھا۔اور دوسری جانب بے بی کا بابا اس کے دل والے مقام پر ہاتھ جمائے ہوئے اپنی بے باقیاں کیے جارہا تھا۔۔

میرب غصے سے شاہ کو دیکھ رہی تھی مگر میرب کے غصے کا رومان شاہ پر خاک بھی اثر نہیں ہو رہا تھا ۔۔دونوں باپ بیٹا بیچاری کی جان نکالے ہوئے تھے۔۔بے بی تو معصوم تھا اسے تو اپنا پیٹ بھرنے کے لیے ایسا کرنا ضروری تھا۔۔

جبکہ بے بی کا بابا اپنی بے تابیوں سے بے چین ہو کر اس کی جان نکالنے پر تلا ہوا تھا۔۔میرب غصے سے شاہ کی جانب دیکھ رہی تھی۔۔۔

ایسے مت گھورو میں تو تمہاری ہیلپ کروا رہا ہوں بے بی کو فیڈ کروانے میں۔۔

آنکھ کو ٹیڑ کرتے ہوئے قہقہہ لگا کر ہنسنے لگا تھا۔۔اس کے خوبصورت گھرے گڑوں جیسے ڈمپلز دیکھ میرب کچھ دیر کے لیے اپنا درد بھی بھول گئی۔۔



oooooooooo,

ماہی کو بیڈ پر بیٹھا کر احمر نے ایک باؤل میں گھر کی ملازمہ سے پانی اور کاٹن منگوائی تھی۔۔ڈاکٹر نے شفا کو پٹیاں کرنے کے لیے کہا تھا۔۔

آپ یہ سب مہرمہ کی میٹ کو بول دیں وہ کر دے گی۔۔ اور آپ مجھے مہرمہ کے روم میں ہی چھوڑ آئیں ۔۔وہ بخار میں تپتے ہوئے بامشکل بول رہی تھی۔۔۔

کیوں میرے ہاتھوں میں کیا اچھوت کی بیماری لگی ہے جو میرے چھونے سے تمہیں بھی لاحق ہو سکتی ہے۔۔۔اس کے دونوں کاندھوں پر ہاتھ رکھ کر اسے بڑی نرمی سے تکیے پر لٹاتے ہوئے بول رہا تھا اس کے پاؤں اٹھا کر بیڈ پر سیدھے کرتے ہوئے اس پر چادر اڑا دی تھی۔۔

ماہی اس سے زیادہ نہیں بول سکی تھی بخار ایک 102 پر تھا سر میں شدید درد اور آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا راوہ آنکھیں بند کیے لیٹ گئی۔۔

احمر اس کے پاس تکیے والی سائیڈ پر بیٹھا ہوا تھا۔پاؤں بیڈ سے نیچے لٹکا رکھے تھے باؤل میں کاٹن بھگو بھگو کر بار بار اس کے ماتھے پر رکھتے ہوئے بخار کی شدت کو توڑنے کی کوشش کر رہا تھا۔۔

کافی دیر کی محنت کے بعد ماہی کے بخار میں کمی آنے لگی تھی۔ دوا تو وہ ماہی کو پہلے ہی کھلا چکا تھا۔۔اور اب ٹھنڈے پانی کی پٹیوں سے بخار تقریباً اتر چکا تھا جسم ٹھنڈا ہونے لگا تھا۔۔

ماہی آنکھیں بند کیے ہوئے نہ جانے کب نیند کی آغوش میں چلی گئی تھی۔۔رات کے تقریباً 12 بجنے والے تھے احمر کو بھی بہت نیند آرہی تھی۔۔

تو وہ بھی ایک سائیڈ سے چادر کا کونا اٹھاتے ہوئے ماہی کے ساتھ لیٹ گیا تھا ایسا نہیں تھا کہ بیڈ پر اور جگہ نہیں تھی اتنے بڑے بیڈ پر وہ بالکل ماہی کے ساتھ ہو کر لیٹا تھا۔۔

اور یہ سب کچھ احمر اپنے دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر کر رہا تھا دل جو ماہی کو اپنی دسترت میں چاہتا تھا۔۔اسے ماہی اچھی لگنے لگی تھی۔۔اور اسے کی ماہی کی بے تکی باتیں بچنا۔۔اسے احمر کے نزدیک لے آیا تھا۔۔

ماہی تکیے پر سیدھی لیٹی ہوئی تھی۔احمر اس کے ساتھ لیٹ کر کچھ دیر یوں ہی آنکھیں کھول چھت کی جانب دیکھتا رہا۔پھر اس نے وہی کیا جو اس کا دل چاہ رہا تھا۔۔

پورے حق سے ہاتھ ماہی کے اوپر سے گزارتے ہوئے اسے اپنی مضبوط باہوں کی گرفت میں لے کر آنکھیں بند کرلی جیسے کہ اس کی آنکھیں بند کرنے سے سچائی بدل جائے گی۔۔۔

ماہی گہری نیند میں سو رہی تھی۔۔ماہی کی محبت احمر کے دل پر دستک دے چکی تھی اب جتنی مرضی احمر خود پر پابندیاں عائد کرلے محبت اپنی جگہ خود بنانے میں کامیاب ہو رہی تھی۔۔۔

oooooooo

میں ویٹ کر رہا ہوں جلدی سے روم میں آجاؤ۔۔شامیر کھانا ختم کر کے کرسی سے اٹھتے ہوئے آہستہ سے مرہا کو بول کر گیا تھا۔۔۔

مرہا جو ابھی کھانے کی ٹیبل پر اپنی ساس کے ساتھ بیٹھی ہوئی باتیں کر رہی تھی۔ملک صاحب تو پہلے ہی کھانا کھا کر اٹھ گئے تھے۔۔۔

ان کو کوئی ضروری کام تھا اور شاہ میر کو بھی بہت زیادہ ضروری کام تھا اور شاہ میر کا ضروری کام یہ تھا سے آج مرہا کی جان کو ہلکان کرنا تھا۔۔۔

پچھلے دو ڈھائی مہینوں سے ان دونوں کے بیچ میں بھی دوری ہی چل رہی تھی میرب کی طبیعت خراب ہونا میرب کا کوما میں چلے جانا اس کے بعد میرب کے

بے بی کی ذمہ داری ان سب کے درمیان شاہ میر بہت دنوں سے مرہا سے دور تھا۔۔۔



آج بے بی فائنلی اپنے ماں باپ کے پاس جا چکا تھا اور ماشاءاللہ میرب بالکل ٹھیک ہو کر اپنے گھر جا چکی تھی ایسے میں وہ اپنی خوشی سے سیلیبریٹ کرنا چاہتا تھا۔۔۔

اس خوشی کے لیے اسے اپنی مرہا کی ضرورت تھی۔۔اسی لیے وہ جاتے ہوئے میرہا کو آہستہ سے آرڈرز دے کے گیا تھا۔۔

جانتی تو مرہا بھی تھی کہ آج اے سی پی صاحب کے تیور صبح سے ہی خراب نظر آرہے تھے۔اب تو جناب وضع سگنل دے کر جا چکے تھے۔۔

اتنی آہستہ آواز میں اٹھتے ہوئے اس انداز سے مرہا کو بول کر گیا تھا کہ سامنے بیٹھی ہوئی اس کی والدہ بالکل سن نہیں سکی تھی۔۔۔

مرہا کے ساس کا ابھی اور باتیں کرنے کا موڈ تھا۔تو مرہا بیچاری اٹھ کر کیسے جاتی اور دوسری طرف اس کے دل میں یہ بھی ہلچل مچی ہوئی تھی کہ شاہ میر اس کا ویٹ کر رہا ہے۔۔۔

اپنی ساس کو بیچ میں چھوڑ کر بھی نہیں نہیں جانا چاہتی تھی۔جو اتنے پیار سے بیٹھی ہوئی چھوٹی چھوٹی باتیں سنا رہی تھی۔۔

"مرہا کی بچی تمہیں مجھ پر ترس نہیں آتا کتنے دن ہو گئے ہیں مجھے تمہارے قریب آئے ہوئے اب بھی تم بیٹھی ہوئی ماما سے گپے مار رہی ہو دو منٹ سے پہلے روم میں آو مرہا کے موبائل پر شاہ میر کا دھمکی بھرا میسج آیا تھا۔۔



"میر ماما میرے پاس بیٹھی ہیں ان کا باتیں کرنے کا موڈ ہے میں کیسے ان کی باتوں کو بیچ میں چھوڑ کر آسکتی ہوں۔مرہا نے باتوں کے درمیان ایک میسج ٹائپ کر کے بھیجا تھا۔۔۔

مجھے نہیں پتہ کوئی بھی بہانہ بناؤ مجھے اگلے دو منٹ میں تم روم میں چاہیے ہو 15 منٹ ہو گئے ہیں تمہارا ویٹ کرتے ہوئے مرہا کی موبائل سکرین پر ایک اور میسج جگمگیا تھا۔۔

بیٹا کوئی ضروری میسج آرہے ہیں تو آپ آرام سے بات کر لو۔۔ مسلسل میسج پر جواب دیتے ہوئے دیکھ اس کی ساس نے کہا تھا۔۔

نہیں ممی کوئی ضروری میسج تو نہیں بس میر کو شاید کوئی فائل نہیں مل رہی تھی تو وہ اس بارے میں پوچھ رہے تھے۔۔ مرہا نے جلدی سے بہنا بنایا تھا

مرہا کی ساس ایک عقل مند عورت تھی اس وقت اس کو کون سی فائل نہیں مل رہی ہو گی وہ اپنی بیٹے سے باغوبی واقف تھی۔۔۔ جانتی تھی کہ اس وقت اسے اپنی بیوی نامی فائل کی اشد ضرورت ہے۔۔۔

بیٹا آپ جاؤ اور اس کو فائل ڈھونڈ کر دو میں بھی اپنے روم میں جا رہی ہوں وہ مسکراتے ہوئے بولی اور ٹیبل سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔۔۔ مرہا بھی جلدی سے ٹیبل سے اٹھ کر اپنے روم کی جانب چلتی دی۔۔۔

ooooooooo

جان شاہ آپ کی سپتری کب سے ٹیں ٹیں کر کے میری نیند خراب کر رہی ہے مجھے صبح آفس بھی جانا ہے---

شاہ آپ تھوڑی دیر اٹھ کر بے بی کو چپ کرا لیں مجھے بہت نیند آرہی ہے
میرب نے گہری نیند سے بیدار ہو کر دوسری جانب لے کر آرڈر دیا تھا--

شاباش اب یہ بھی میری کھادوں!
شاہ اپنی جگہ سے بڑبڑاتے ہوئے اٹھ کر بے بی کے کاؤٹ کے پاس گیا بے بی پورے سو کی سپیڈ سے رو رہا تھا--

رومان شانے سے اپنی گود میں اٹھا کر کاندھے سے لگاتے ہوئے اس کی پیٹھ تھپتھپائیں--
مگر اس وقت بے بی کا بالکل سونے کا موڈ نہیں تھا--اسے شاید بہت بھوک لگ رہی تھی--اور اس کی کھانے والی مشین گہرے نیند میں خراٹے بھر رہی تھی---

میرب یار بے بی کا سونے کا بالکل موڈ نہیں ہے اٹھ کر اسے فیڈ کرواؤ روحان شاہ میرب کے پاس کھڑا ہوا بے بی کی پیٹھ نہیں تھپتھپاتے ہوئے میرب کو اٹھا رہا تھا۔۔

شاہ مجھے بہت نیند آ رہی ہے مجھ سے نہیں اٹھا جا رہا۔۔ آنکھوں کو بند کیے نیند میں ہی جواب دے کر میڈم پھر سو گئی۔۔

۔حد ہے یار اب میں اس کو کیسے چپ کرواؤں!!

مجھے نہیں پتہ جیسے بھی کروائیں چپ کروالیں!!

اوکے پھر سیدھی ہو کر لیٹو میں کروالیتا ہوں چپ کیونکہ میرے ساتھ تو ایسا کوئی سپیر پارٹ نہیں لگا ہوا جس سے میں اسے فیڈ کرواؤں۔۔۔اور بنا فیڈ کے تمہارا یہ لاڈلا چپ نہیں کرنے والا۔۔



شاہ آدھی رات کو شرارتی انداز میں مسکراتے ہوئے بولا تھا۔

میرب جھٹکے سے بیڈ سے اٹھ کر بیٹھ گئی نیند میں بھی اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ شاہ کا اگلا قدم کیا ہو گا اور شاہ کیا کرنے والا تھا۔۔۔

جی نہیں آپ بے بی مجھے دیں میں خود ہی چپ کروالوں گی۔۔۔

نہیں مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے جان شاہ میں بے بی کو چپ کروادوں گا میں اسے فیڈ بھی کروادیتا ہوں بس آپ ذرا رائٹ پوزیشن میں سولیٹ جائیں۔۔۔

پکا میں آپ کی نیند میں خلل نہیں ڈالوں گا۔۔۔ آنکھ کو ٹیس کرتے ہوئے شاہ مسکرایا تھا۔۔

شاہ قسم سے آپ بہت بے شرم ہیں بلکہ آپ کے لیے اس سے بھی بڑا کوئی ورڈز ہونا چاہیے تھا۔۔۔

بے بی کو شاہ کے ہاتھوں سے لیتی ہوئی بولی تھی۔۔۔۔

میں نے کیا بے شرمی کی ہے خواہ مخواہ مجھے ایسے مت کہا کرو بے بی کو برا لگتا ہے۔۔ آفٹر آل میں اس کا بابا ہوں۔۔



بے بی کو بھی بہت اچھی طرح سے پتہ ہے کہ بی بی کا بابا کتنا شرافت کا پتلا ہے۔۔ شاہ میرب کے پاس ہی تکیے پر کوہنی رکھے بیٹھا گہری نظروں سے اپنے بے بی کو میرب کے ساتھ چپکے ہوئے دیکھ مسکرا رہا تھا۔۔۔

بے بی فیڈ کرتے ہوئے دونوں چھوٹے چھوٹے ہاتھوں سے اپنا فیڈنگ مگ تھامے ہوئے تھا۔۔۔ میر کور کرنے کی بہت کوشش کر رہی تھی۔۔ مگر بے بی بھی اپنی بابا کی طرف بے شرم تھا بار بار ہاتھ ہلا کر میرب کی کوریج خراب کر رہا تھا۔۔

مسئلہ کیا ہے تمہارا کس سے چھپاتی ہو خود کو مجھ سے !! جان شاہ تمہاری سانسوں سے زیادہ قریب آ چکا ہوں۔ وہ بھی ایک بار نہیں اب تو گنتی بھی یاد نہیں کہ کتنی بار اور اب تو میرے اس پیارے سے بے بی کی ماما بن چکی ہو۔۔

خدارا اب تو شرم کو چھوڑ دو میرب جب بھی بے بی کو فیڈ کرواتی تھی خود کو شاہ کی نظروں سے بچانے کی بہت کوشش کرتی تھی۔۔ کیونکہ شاہ اسے فیڈ کرواتے ہوئے بہت تنگ کرتا تھا۔۔ کبھی نظروں سے تو کبھی ہاتھوں سے۔۔۔

ایک کام کرتی ہوں کل سے نا میں سب کچھ ہٹا کر اس کے بعد بے بی کو فیڈ کروایا کروں گی۔۔۔ میرم نے غصے سے شاہ کی جان دیکھتے ہوئے کہا۔۔۔ ایک تو اسے نیند نے تنگ کر رکھا تھا اوپر سے شاہ کی باتوں نے بے بی اسے نیند پوری نہیں کرنے دیتا تھا اور باقی کی کسر اس کا شاہ نکالے رکھتا تھا۔۔

جس کو ڈاکٹر نے بد قسمتی سے دوری بنائے رکھنے کو کہا تھا مگر اس لمٹڈ دوری کے سوا میرب کو کسی چیز میں رعایت نہیں تھی کبھی لفظوں سے اس کی جان کھائے رکھتا تھا۔۔تو کبھی اپنے ہاتھوں کی حدت سے اسے تڑپائے رکھتا۔۔۔تو کبھی لبوں کو لبوں کی قید میں لے کر سانسوں کے لیے ترساتا تھا۔۔۔اسی لیے میرب غصے میں کچھ زیادہ ہی بے باک جملہ بول گئی تھی۔۔

جس کا اندازہ ہونے پر وہ خود ہی شرم سے لال ہو کر نظریں دیوار کی جانب مرکوز کر گئی۔۔

جان شاہ کل کر سو آج کر سو ابھی یہ نیکی کا کام تم آج سے ہی شروع کروں خوامخواہ میں میرا بے بی بھی پریشان ہوتا ہے اور میں بھی۔۔۔

رومان شاہ میرب کی بات پر شرمندہ ہونے کے بجائے خوش تھا کہ اب اسے محنت نہیں کرنی پڑے گی تانکا جھانکی کے لیے۔۔۔

وہ تو اتنی خوشی سے بول رہا تھا کہ میرب کو اور شرمندگی ہونے لگی تھی اپنے جملے پر کہ وہ کیا بول گئی تھی ۔۔

شاہ قسم سے آپ کا کچھ نہیں ہو سکتا۔۔ پلیز چپ کر کے سو جائیں۔۔

اوئے میں نہیں سو رہا اب تو میری آنکھ کھل چکی ہے۔۔ آپ اپنی سپتری کو سلائیں اور ہماری دسترت میں آئے تھوڑی سی پپیاں جھپیاں کریں گے پھر سوؤں گا۔۔۔ہاتھ میرب کی کمر کے پیچھے سے لے جاتے ہو رب کرنے لگا تھا۔۔

شاپ پلیز مجھے نیند آرہی ہے میرب نے جھنجھلاتے ہوئے کہا تھا۔۔۔

مگر مجھے نہیں آرہی میں کیا کروں اور ویسے بھی ڈرامے بازیاں بند کرو میرب کی بچی کل ڈاکٹر کے پاس وزٹ کے لیے جانا ہے۔ اور کل مجھے اوکے کا سائن مجھے مل جائے گا۔۔

اس کے بعد تمہاری ایسے جان نکالوں گا کہ تم یاد رکھو گی۔۔۔

میرب نے شاہ کی جانب گھورتے ہوئے دیکھا تھا۔۔ ایک تو شاہ کے لفظوں نے اس کے دل میں ہلچل مچا رکھی تھی۔ دوسرا کمر پر شاہ کے ہاتھ بے باقی سے اپنی کام میں مگن تھے۔۔

چن سجناوے نیڑے نیڑے ہو

ڈھول جانیاں وے نیڑے نیڑے ہو

کیندیاں نگاواں میتھوں دور نہ کھلو۔

شاہ نے میرب کی گھوری پر اسے مسکراتے ہوئے گہری نظروں سے دیکھا اور پنجابی رومینٹنگ سونگ کے دو بول گنگنایا تھا۔۔

oooooooo

ماہی کی آنکھ فجر کی اذانوں کے وقت ہو رہا تھا۔۔۔ بخار پوری طرح سے اتر چکا تھا۔۔اپنے بے حد قریب کسی کی موجودگی کو محسوس کرتے ہوئے وہ ہربڑا کر آنکھیں پٹ سے کھول کر اٹھی تھی۔۔

۔احمر جو اس کے یوں جھٹکے سے اٹھنے پر اٹھ چکا تھا۔اس کی آنکھ فوراً کھل گئی تھی مگر ماہی نروس نہ ہو اور گھبرائے نہ اس وجہ سے وہ ایسے محسوس کروا رہا تھا جیسے وہ گہری نیند میں سو رہا ہو۔۔۔

مگر اسے سوتا ہوا سمجھ کر جو محبت کی جوت ماہی جلا کر گئی تھی اس کے بعد تو احمر کو آنکھیں بند کر کے لیٹنا بہت مشکل ہو گیا تھا۔۔



وہ بڑی ہوشیاری سے اپنی پنکھڑیاں احمر کے لبوں پر رکھ کر نرمی سے چوم کر جلدی سے بیڈ سے اترتی ہوئی چلی گئی تھی۔۔

اس نے یہ سب کچھ اتنا آنن فانن کیا کہ احمر تو کچھ لمحوں کے لیے سمجھ ہی نہیں پایا تھا کہ محترمہ کیا کر کے گئی ہے۔اس کے جانے کے بعد احمر نے آنکھیں کھولیں اس کے لب مسکرا رہے تھے۔

وہ وہی حق جتا کر گئی تھی جو رات کو اس نے جتاتے ہوئے اس کے ساتھ لیٹنے کی جرات کی تھی ---پوری رات اسے اپنی باہوں کی قید میں لیے سینے سے لگا کر لیٹا رہا تھا--- صبح اٹھ کر وہ بھی اپنا انداز محبت جتا گئی تھی--احمر کا دل بے قراری سے دھڑک رہا تھا--ماہی تم میرے دل میں اپنا مقام بنانے میں کامیاب ہو گئی ہو اب مجھے یہ لگتا ہے کہ ہمارے رشتے کو مکمل کرنے کا وقت آ گیا ہے--وہ خود میں سوچتے ہوئے مسکرا کر دیا--

oooooooooo

آپ کا موڈ خراب ہے آپ کیا میرے ساتھ ناراض ہیں۔منہ پھولا کر بیٹھے ہوئے شامیر کہ قریب بیٹھتے ہوئے مرہا نے بڑے پیار سے پوچھا تھا--

نہیں میں تو بہت خوش ہوں آئی ایم ویری ہیپی!!شاہ میر نے گھورتے ہوئے کہا--

میر ماما باتیں کر رہی تھیں میرے ساتھ تو میں کیسے ان کو بیچ میں چھوڑ کر آ سکتی تھی میرہا نے بیچارا سا منہ بناتے ہوئے کہا--

کوئی بہانہ بنا سکتی تھی مگر محترمہ کو بہانہ بنانا ہی نہیں تھا۔تم سے زیادہ ظالم بیوی میں نے تو اپنی زندگی میں نہیں دیکھی شاہ میر سچ مچ غصے میں بیٹھا ہوا تھا--

سوری میر !!میرا میر ناراض ہو گیا میں اپنے میر کو منالوں گی۔۔ مرہا پیار سے شاہ میر کے دونوں گال پر ہاتھ رکھتے ہوئے پچکارتے ہوئے بولی تھی۔۔

ہاں ہاں مناؤ جلدی کرو یہاں سے شروعات کرو۔۔۔ اپنے لبس پر ہاتھ رکھتے ہوئے شاہ میر نے اپنا چہرہ بالکل اس کے مقابل کر دیا۔۔

مرہا نے پیار سے میر کے ہونٹوں کو بوسہ دیتے ہوئے چہرہ پیچھے کر لیا بس اتنی سی بات تھی؟؟
بس مجھے منالیا ہے ؟شاہ میر نے حیرت سے مرہا کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔۔
(جی) محترمہ نے شرماتے ہوئے جواب دیا۔۔
مرہا کی بچی کسی دن اپنی انہی حرکتوں کی وجہ سے تم میرے ہاتھوں سے ضائع ہو جاؤ گی۔۔شاہ میر کو میرہا کی اس چھوٹی
سی کسی پر اتنا غصہ آیا تھا اس نے دانت پیستے ہوئے کہا۔۔
کیا میر اب تو میں نے آپ کو منالیا ہے پھر بھی آپ یوں آنکھیں دکھا رہے ہیں ویسے غصہ ہے کس بات کا۔ میں کون سا جان بوجھ کر نہیں آئی تھی۔۔۔

ماما مجھ سے باتیں کر رہی تھی تو اچھی بہو کا فرض ہے کہ وہ اپنی ساس کے ساتھ بیٹھ کر باتیں کریں۔اور ٹائم سپین کرے مرہا نے بڑی ادا سے آنکھیں ٹمٹماتے ہوئے کہا۔۔

جو میر کیے غصے کو اور تپش دلا گیا۔۔

اچھی بہو تو تم ہو۔۔۔مگر کبھی اچھی بیوی کے فرائض بھی انجام دے لیا کرو کبھی خود سے جھانک کر دیکھ لیا کرو کہ تمہارے شوہر کو تمہاری کتنی ضرورت ہے۔۔

یہاں پر پیار جتاتے ہوئے تمہیں موت پڑ جاتی ہے۔یہاں پر تمہارے رونے دھونے شروع ہو جاتے ہیں یا تمہیں نیند کے دورے پڑھ جاتے ہے۔۔

آج تو میر کے غصے کے سارے باندھ ٹوٹ چکے تھے۔۔ہائے میر کیا ہو گیا ہے آپ تو اتنے اس سے میں آگئے ہیں۔مرہا نے میر کو بہت عرصے بعد ایسے غصے میں دیکھا تھا۔۔

تو ایسا کون سا تم نے کارنامہ سر انجام دیا ہے جس کی وجہ سے مجھے خوش ہو کر تالیاں بجانی چاہیے یا بھنگڑے ڈالنے چاہیے۔۔

ہی ہی اے سی پی شامیر ملک بھنگڑے ڈالتا ہوا کیسا لگے گا۔۔ مرہا کو سب باتیں چھوڑ کر صرف بھگڑوں کی بات سمجھ میں آئی تھی۔۔۔

بہت ہنسی آرہی ہے تمہیں ہیں بہت ہنسی آرہی ہے اس کی کمر میں ہاتھ ڈالتا اسے قریب کرتے ہوئے بولا۔۔۔

ہاں آرہی ہے۔۔۔ آپ مجھے یہ آنکھیں مت دکھایا کرے۔۔ مجھے آپ سے ڈر نہیں لگتا۔۔۔ اچھا تو ٹھیک ہے آج تمہیں قسم لگے تمہیں مجھ سے ڈرنا نہیں ہے۔۔۔

آؤ تمہیں آج اصلی شاہ میر ملک سے ملواتا ہوں بہت عرصہ ہو گیا ہے اس سے تمہاری ملاقات نہیں ہوئی۔۔۔اس کی قمر میں ہاتھ ڈال جھٹکے سے اٹھاتے ہوئے اپنی گود میں بٹھا لیا۔۔۔

اپنی تھائی پر مرہا کو کچھ اس انداز سے بیٹھایا کہ چہرہ اس کے مقابل تھا۔میر کی پشت سوفے کے ساتھ لگی تھی۔۔



صوفے سے گرنے کے ڈر سے مرہا نے اپنے دونوں ہاتھ شاہ میر کے کاندھوں پر رکھے ہوئے تھے۔

اس کی گود میں تھائیز پر بیٹھی دونوں فولڈ تھی۔۔۔میر کا ایک ہاتھ مرہا کی کمر پر مضبوطی سے رکھا تھا۔۔

جبکہ دوسرا اس کی گردن کے پیچھے رکھ کر چہرہ اپنے اوپر جھکائے ہوئے تھا۔۔

مم۔۔۔ میر۔۔۔ ششش۔۔ لبوں سے آواز نہ نکلے۔ڈر نہیں لگتا اس لیے بہادری سے میرے جذباتوں کا سامنا کرو۔۔اس کی لبوں پر انگلی رکھتے ہوئے خاموش رہنے کا دے دیا۔۔

مم۔۔میر میں تو مذاق کر رہی تھی!!!

مگر میں بالکل مذاق نہیں کر رہا تھا!!

کیا کرنے والے ہیں آپ!!

پیار!!!

مکر ڈرا تو آپ مجھے ایسے رہے ہیں جیسے مجھے قتل کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔مرہا شاہ میر کی سچی محبت پا کر بہت نہ ڈر رہنے لگی تھی۔۔

میر نے اسے اپنی محبت کا اتنا مان لیا تھا کہ وہ ڈری سہمی سی مرہا تو بہت پیچھے رہ گئی تھی۔۔

قتل کرنے کا مطلب ہوتا ہے جان لینا تو جان تو میری جان میں تمہاری ضرور لوں گا مگر اپنی محبت سے۔۔

۔کیونکہ تم بہت بگڑ چکی ہو اور پیار سے تمہیں میرے حقوق ادا کرنے نہیں آتے تو اب سے میں اپنے طریقے سے ہی اپنے واجب حقوق لے لیا کروں گا۔۔

میں اکیلی نہیں بگڑی آپ بھی بہت بگڑ چکے ہیں۔۔مرہا اپنی حرکتوں سے باز نہیں آرہی تھی۔۔

تو ٹھیک ہے میں اپنی باری نپٹا لیتا ہوں اس کے بعد تم بھی مجھے اپنے طریقے سے سزا سنا لینا۔۔اوں ں ں س۔۔ کتنے بے شرم ہیں آپ ،میرا ایسا کوئی مطلب نہیں تھا مرہا اس کی بے باکی سے بولے گئے جملے پر شرم سے لال ہوئی تھی۔۔

میری جان ابھی تو میں نے بے شرمی کی ہی نہیں۔۔ مگر بہت ساری بے شرمی کے ریکارڈ توڑنے کا ارادہ ضرور رکھتا ہوں۔۔

مرہا کی شرٹ کے اندر سے ہاتھ لے جاتے ہوئے اس کی کمر پر انگلیاں دستے ہوئے کہا۔۔

آہ آہ اوہ!! کیا کر رہیں ہیں مجھے درد ہو رہا ہے۔۔ میر کی انگلیوں کی سختی سے وہ کراہ اٹھی تھی۔۔

مجھے بھی بہت درد ہو رہا تھا یہاں پر جب تم نیچے بیٹھی ہوئی کپے مار رہی تھی اور میں یہاں پر تمہارا انتظار کر رہا تھا۔۔

گمبھیر آواز میں بولا۔۔ اپنے دل والے مقام پر انگلی رکھ کر بتا رہا تھا۔۔

نظریں اس کے خوبصورت نشیب و فراز پر پوست تھی۔۔

میر پلیز میری کمر سے ہاتھ ہٹائیں مجھے درد ہو رہا ہے میر کی انگلیوں کی سختی سے وہ آگے پیچھے کو ہوتی ہوئی سسک رہی تھی۔۔۔ آگے پیچھے ہوتے ہوئے اس کا دل والا مقام بار بار میر کے چہرے سے ٹکرا رہا تھا۔۔۔

اس سے پہلے کہ وہ کچھ اور بولتی میر اس کے گلے سے دوپٹے کو کھینچتے ہوئے ہٹا چکا تھا۔۔سامنے مرہا کے گلے پر نظر گاڑے وہ مسکرایا تھا ارادے خطرناک تھے۔۔

اس کے چہرے کو خود پر جھکاتے ہوئے پنکھڑیوں کو لبوں کی قید میں لے گیا۔بے صبری سے ہونٹوں کو چوستے ہوئے نمی کے بوندے اپنے اندر انڈیل رہا تھا۔۔

وہ سانسوں کے لیے مچل رہی تھی۔وہ اس کی سانسیں پی رہا تھا۔۔وہ تڑپ رہی تھی وہ مسرور ہو رہا تھا۔۔



مرہا کے ریشمی سلکی بالوں پر لگے ہوئے کیچر کو وہ ہٹا چکا تھا۔۔اس کے سلکی بال شاہ میر کے چہرے کے اوپر آبشار کی طرح بکھرے ہوئے تھے۔۔

مرہا سانسوں کے لیے مچل رہی تھی اس کی سانس بند ہونے لگی تھی۔۔جب میر نے اس کے لبوں کو آزادی دی۔وہ کچھ کہنا چاہتی تھی مگر میر اسے مہلت کہا دے کر رہا تھا۔۔۔

گود میں بیٹھے ہی جھٹکے سے اس کی شرٹ کو اس کے وجود سے الگ کر چکا تھا اس کی خوبصورت وجود پر کپڑے نہ ہونے کے برابر بچے تھے۔۔۔

اس کے خوبصورت سراپے کو دیکھ شامیر کے لب مسکرائے تھے۔ اس کے گورے وجود کی رعنائیوں کو جھک کر بڑی محبت سے چوم رہا تھا۔۔

مرحاب بھی اسی پوزیشن میں اس کی گود میں بیٹھی ہوئی تھی گرنے کے ڈر سے صوفے کی پشت کو تھام چکی تھی۔۔ میر پوری طرح سے اس کے نشیب و فراز پر جھکے ہوئے مسرور ہو رہا تھا وہ سسکیاں بھر رہی تھی۔۔۔

شاہ میر کے لبوں کی حدت اس کے نشیب و فراز کو جلا رہی تھی۔ وہ اسے سانس لینے تک کی مہلت نہیں دے رہا تھا۔۔ میر کی خود کی سانسیں بھی تیز اور اتھل پتھل تھی۔۔

میر اب آپ بہت بے شرم ہو گئے ہیں جب اس کے وجود پر بچے ہوئے لباس پر میر نے بے باکی دکھائی تو مرحا نے سسک کر کہا تھا۔۔

خود کو چھپانے کے لیے میر کے سینے میں سر چھپا لیا۔۔۔ وہ قہقہہ لگا کر ہنسا تھا اسے اپنی باہوں کے دائرے میں لیتے ہوئے اپنی مضبوط پہناہوں احساس دلایا تھا۔۔۔

تمیز کے دائرے میں رہ کر کون سا تمہاری طرف سے میر کو انعام ملتا ہے اس سے بہتر ہے میں اپنی من مانیاں کر کے بے شرمی کا ٹائٹل ہی جیت لوں۔۔۔

اسے اوپر کو اٹھاتے ہوئے بیڈ پر لے جا رہا تھا مرہا شرم سے پانی پانی ہو رہی تھی اس کے وجود پر کپڑے تو جیسے نہ ہونے کے برابر تھے۔۔ مرہا کا دل والا مقام بالکل میر کے چہرے کے مقابل تھا۔ وہ بیڈ پر لے جاتے ہوئے اپنی بے باکیاں دل والے مقام پر جاری رکھے ہوئے تھا۔۔۔

آہ آہ میر نے دانتوں کی چبھن دل والے مقام پر محسوس کروائی تو وہ سسک اٹھی تھی۔ وہ اسے سکنے آہیں بھرنے اور تڑپنے پر مجبور کر رہا تھا۔ بیڈ پر ڈالتے اس کے اوپر ہی جھکتا چلا گیا۔۔ کیونکہ اپنی پیاری اور شرملی بیوی کی طبیعت سے وہ اچھی طرح سے واقف تھا اس وقت اس کی جو حالت تھی وہ لفظوں میں بیان نہیں ہو سکتی تھی آنکھوں کو بند کی سانسوں کو روکے ہوئے حیا سے اس چہرہ لال سرخ پڑ چکا تھا ۔۔۔



جس کی نظروں سے اس کو اتنی شرم
آرہی تھی اسی کی باہوں اور سینے میں چھپ کر وہ خود کو محفوظ محسوس کرتی تھی۔۔۔

اسی تحفظ کا احساس دلاتے ہوئے اس کے اوپر ڈھیر ہو گیا۔۔۔اس کے چہرے کے خوبصورت نقشوں کو لبوں سے چومتے ہوئے نرم گرم لمس چھوڑ رہا تھا۔۔۔

پیروں کی جانب رکھی ہوئی چادر کو کھینچتے ہوئے اپنے اور مرہا کو اوپر کر کے کور کر چکا تھا۔۔

اس سے زیادہ وہ اپنی جان کو پریشان نہیں کر سکتا تھا۔اس کی چہرے کو چوم کر اس کے لب گردن پر لمس چھوڑتے ہوئے۔۔۔

دل والے وہ کام پر آن رکے تھے میر کے لبوں کی گرمی اس کے دل کے مقام پر واضح محسوس ہوئی تھی۔ساتھ دانتوں کی چبن اسے سسکا رہی تھی۔۔

اپنے دونوں ہاتھ میر کی قمر پر رکھے تھے۔میرہا کے اور میر کی تیز سانسیں یکجا ہو کر محبت کی خوبصورت داستان لکھ رہی تھی۔۔۔

اس کی سسکیاں تیز سے تیز تر ہوتی جا رہی تھی۔میر کا غصہ تو کہیں دور رہ گیا تھا اس وقت تو وہ صرف اپنی محبت اس پر برسا رہا تھا۔۔جس کو سہتے ہوئے وہ آہیں بھر رہی تھی۔۔۔

ooooooooooo

بیٹا تم ماہی سے مل لو کتنے دن ہو گئے ہیں تمہیں کہتے ہوئے اب تو ہمارے واپس جانے کا وقت ہو رہا ہے ہم کتنی بار جا کر ملا آئے ہیں۔۔

مگر تم ضدی بنی ہوئی ہو ماہی کی ماں اس کی بڑی بہن کو سمجھا رہی تھی۔۔

ماما مجھے نہیں ملنا ماہی سے اور نہ ہی مجھے کوئی شوق ہے اس سے ملنے کا۔۔

بہن ہے تمہاری شرم کرو کس بات کا اتنا کفر تم نے پال رکھا ہے۔۔۔

وہ میری بہن نہیں ہے اور نہ ہی میں اسے اپنی بہن مانتی ہوں جب بچپن میں ماموں اور مامی کو دے دیا تھا۔تو ان کے مرنے کے بعد اس کو کسی یتیم خانے میں دے دیتی واپس لا کر میرے سر پر تھوپنے کی کیا ضرورت تھی۔۔



میں اکیلی تھی اکیلی ہوں اور ہمیشہ اکیلی ہی رہوں گی۔ مجھے اپنے رشتے میں شرکت قبول نہیں ۔۔بد تمیزی سے بولتے ہوئے صوفے پر بیٹھ گئی تھی۔۔

عریشہ تمہارا دماغ اتنا خراب کیوں ہے کیا بگاڑا ہے ماہی نے تمہارا بچپن سے لے کر تمہاری محبت کے لیے وہ ترستی رہی ہے۔۔ایک بہن ہونے کے باوجود ہمیشہ ماہی نے محبت کے لیے ترستے ہوئے زندگی گزاری ہے ہمارا بزنس سے ٹائم نہیں لگتا اور تمہیں اپنی عیاشیوں سے فرصت نہیں۔ ہمیشہ وہ محبتوں کے لیے یوں ہی ترستی رہی ہے۔۔

اس کی ماں تپش سے بولتے ہوئے اس کے سامنے والے صوفے پر آ کر بیٹھ گئی تھی۔۔

او کم آن ماما کم سے کم اب تو اسے مظلوم سمجھنا چھوڑ دیں۔ اب تو اس کی شادی ہو گئی ہے۔۔

تو اگر تم اس سے اس کی بیٹی سے اس کے شوہر سے مل لو گی تو اس میں تمہیں کیا پرابلم ہے۔۔

تمہیں اتنی جلن ہے ماہی سے کہ تم نے ابھی تک اس کی شادی کی تصویر تک نہیں دیکھی۔۔

تم نے یہ تک نہیں دیکھا کہ تمہاری بہن کی شادی کس سے ہوئی ہے۔۔۔وہ تمہاری چھوٹی بہن ہے۔۔اس سے اتنا کیوں جلتی ہو تم عریشہ۔۔اس کی ماں چلا رہی تھی۔۔

پلیز اب اپنا بی پی شوٹ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔۔لا دیں ایلبم دیکھ لیتی ہوں آپ کی خوبصورت بیٹی داماد اور پہلے سے موجود جاتی کو۔۔۔

آپ لوگ پر سکون ہو کر چلے جائیں مل لوں گی۔۔میں ابھی کچھ دن یہاں ہوں تو آتے ہوئے آپ کی لاڈلی سے مل کر آؤں گی۔۔

اگر اس سے آپ کے دل کو ٹھنڈک ملتی ہے تو۔۔ایٹیٹیوڈ سے بولتے ہوئے فون میں مصروف ہو گئی۔۔۔

اس کی ماں تو اتنے میں ہی خوش تھی کہ کم سے کم عریشہ نے حامی تو بھری ماہی سے ملنے کی۔۔

وہ خوشی سے ماہی کی شادی کا ایلبم نکال کر اس کے پاس رکھتے ہوئے مسکرائی تھی۔۔۔

اوکے رکھ دیجیے میں فری ہو کر دیکھ لوں گی ایٹیٹیوڈ سے بولتی ہوئی واپس فون میں مصروف ہو گئی۔۔

اپنی ماں کے جانے کے بعد اریشہ نے ایسے ہی سر سری سی نظر بند پڑے ہوئے ایلبم پر ڈالی تھی۔۔۔

مگر اس نے دوبارہ چونک کر پھر دیکھا تھا ماہی کے ساتھ لکھے ہوئے نام نے اسے چونکہ دیا تھا۔۔مگر پھر اس نے اپنے دل کو تسلی دی کہ دنیا میں سرف اس نام کا صرف ایک ہی شخص تو نہیں ہو گا۔۔۔



اپنے دل کو تسلی دینے کے لیے اس نے البم کو اٹھا کر کھولا۔۔۔اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھی۔۔۔

سامنے اسی شخص کی تصویر دیکھ کر وہ جتنا خوبصورت پہلے تھا اس سے کہیں زیادہ ہینڈسم اور خوبصورت آج بھی لگ رہا تھا۔۔۔

جب اس نے احمر کو چھوڑا تھا تو احمر کالج کا سٹوڈنٹ تھا۔۔ مگر اس وقت وہ ایک خوبرو بھرپور مرد تھا۔۔۔

جس کی پرسنلٹی جاذب نظر تھی۔۔ سادہ سے پینٹ شرٹ وہ بے حد خوبصورت لگ رہا تھا۔۔

ساتھ میں ماہی دلہن کے روپ میں بیٹھی ہوئی تھی۔۔ماہی کی خوبصورتی تو ہمیشہ سے اس کی آنکھوں میں کھلتی تھی اور آج اسے احمر کے ساتھ دیکھ کر تو عریشہ کے اندر کی جلن چار گنا پڑ چکی تھی۔۔۔

احمر تمہیں پوری دنیا میں شادی کے لیے یہی چڑیل ملی تھی۔۔ البم سے تصویر نکال کر پھاڑتے ہوئے وہ چلائی تھی احمر کی تصویر ماہی سے الگ کر چکی تھی۔۔ماہی کی تصویر کے ٹکڑے کر کے اس نے پھینک دیے تھے۔۔۔

اس لڑکی کی تو عادت ہے جو چیزیں میری زندگی سے تعلق رکھتی ہیں اس کو ہمیشہ ان کے ساتھ ہی منسوب ہونا ہوتا ہے پھر چاہے وہ میرے ماں باپ ہوں یا میرا چھوڑا ہوا بوائے فرینڈ وہ اونچی آواز بولتے ہوئے دانت پیس رہی تھی۔۔۔

♥ooooooooooo

مہرمہ میرا بچہ ماما کی گڑیا میں اپنی گڑیا کو تیار کروں۔ماما کے پاس آجاؤ ناماما سے بھاگا نہیں جا رہا۔۔۔

احمر آفس کے لیے ریڈی ہو کر مہرمہ کے روم کے اندر داخل ہوا تھا۔۔ ماہی اپنی بیٹی کو پیار سے تیار کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔۔اس بات سے بے نیاز کہ کوئی تھوڑی دوری پر کھڑا اسے بڑی محبت سے دیکھ رہا تھا۔۔۔

میڈ روم میں نہیں تھی۔ماہی مہرمہ کو کیری کرنے کی پوری کوشش کر رہی تھی مہرماں بڑی ہونے لگی تھی تو سکرول کرتی ہوئی بیڈ سے ادھر سے ادھر جا رہی تھی۔۔

ماہی بخار کی وجہ سے شاید ابھی پوری طرح سے ٹھیک نہیں ہو پائی تھی۔ کیونکہ رات کو اسے اتنا تیز بخار تھا۔۔ مگر وہ ایک ذمہ دار ماں کی طرح اپنی بیٹی کو کیری کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔

بیڈ کی دوسری طرف جا کر مہرمہ کو پکڑنے کی کوشش کر رہی تھی جو کھکھلا کر ہنستے ہوئے سکرول کرتی جا رہی تھی۔۔۔

ہاتھ سر پہ رکھتے ہوئے وہ لڑکھڑا کر گرنے لگی تھی۔ اسی وقت دروازے پر کھڑے احمر نے دو ہی قدموں میں فاصلہ طے کر کے اسے تھام لیا تھا۔۔

وہ سر پر ہاتھ رکھے اس کی باہوں میں جھول گئی تھی ۔۔ماہی اپنا خیال رکھو تم ابھی ٹھیک نہیں کیا ضرورت ہے ابھی سے اتنی بھاگ دوڑ کرنے کی میڈ ہے وہ مہر مہ کا خیال رکھے گی تم آرام کرو۔

احمر بہت فکر مندی سے ایک ساتھ بہت سارے جملے بھول گیا۔۔۔بے اختیار احمر اسے اپنے چوڑے مظبوط سینے سے لگا لیا۔۔۔

ماہی احمر کے سینے پر سر رکھے بہت پر سکون محسوس کر رہی تھی۔۔اپنے دل میں گدگداتے ہوئے احساس کو وہ بخوبی سمجھ چکی تھی۔۔وہ جانتی تھی کہ اسے احمر علوی سے پیار ہونے لگا ہے۔۔۔اور اس پیار کا خوبصورت احساس تو وہ صبح اٹھتے ہوئے احمر علوی کے لبوں پر چھوڑ کر آئی۔۔۔

اور اب احمر کا یوں اسے سینے سے لگانا ماہی کو ایک خوبصورت احساس دلا رہا تھا۔جس احساس کو وہ بہت دنوں سے محسوس کرنا چاہتی تھی۔۔وہ چاہتی تھی کہ احمر اس پر توجہ دیں۔۔۔
اسے پیار کریں۔۔ماہی کی زندگی میں پیار کی بہت کمی تھی۔۔ ہستی مسکراتی زندہ دل ماہی اندر سے بہت ویران تھی۔۔۔احمر کی ذرا سی محبت اور قربت میں اس کے دل کے اندر مرجھائی ہوئی کونپلوں کو ہریالی بخشتی تھی۔۔۔۔دونوں ہاتھ اس کے سینے پر جمائے اپنا چہرہ اس کے مظبوط سینے میں چھپائے ہوئے

کھڑی تھی۔۔احمر کے لب مسکرائے تھے یہ دیکھ کر کے ماہی نے اس سے دوری اختیار کرنے کی کوشش نہیں کی۔۔مطلب صاف تھا کہ وہ اپنے شوہر کی قربت پورے دل سے چاہتی تھی۔۔

اور ماہی جو صبح اپنی پنکھڑیوں کا لمس اس کے لبوں پر اسے سوتا ہوا سمجھ کر چھوڑ آئی تھی۔۔

اس کے بعد تو کوئی گنجائش باقی نہیں رہی تھی۔

احمر نے اپنی گرفت اس کے گرد مظبوط کی تھی۔۔مہرمہ اپنے بابا کو دیکھ ہاتھ ہلاتے ہوئے مسکرا رہی تھی۔۔۔

احمر آفس جانے کا ارادہ ملتوی کر چکا تھا وہ آج پورے دل سے اپنی بیوی کے پاس رہ کر اس کا خیال کرنا چاہتا تھا۔۔۔مہرمہ کو مل کر اسے پیار کرنے کی بعد۔۔

جب میڈ روم میں واپس آگئی تو میڈ کو مہرمہ کا خیال رکھنے کا بول کر وہ ماہی کو اپنے ساتھ روم میں آیا تھا ۔۔۔



oooooooo

میں آپ کے روم کیا کروں گی۔۔احمر جب اسے اپنے ساتھ روم میں لے کر آیا تو سب سے پہلا سوال ماہی نے کیا تھا۔مطلب کے میرے روم میں آنے کے لیے کچھ کرنے کی ضرورت ہے۔۔احمر لہجہ شوخ ہوا تھا۔۔۔

نن۔۔ نہی میرا مطلب ہے کہ آپ جب آفس چلیں جائیں گے تو میں بور ہو جاؤں گی۔۔ماہی نے جلدی سے اپنے جملے کی وضاحت کی۔

اور اگر میں آفس نہ جاؤں تو!!اس کے کان پر جھکتے ہوئے سر گوشی کی ہاتھ اس کے کمر پر رکھ کر اسے اپنی قریب کر لیا۔۔

اس کے اتنے قریب ہونے پر ماہی سٹپٹا گئی۔اس کی گرفت سے نکلنے کی کوشش کی۔جس کو وہ کام بنا چکا تھا۔۔کک۔۔کیا۔۔۔کر رہے ہیں آپ۔۔وہ لفظوں کو گھبرا توڑتے ہوئے بولی تھی۔۔

ہم نے تو آپ سے نہیں پوچھا تھا جب تم ہمیں سوتا ہوا سمجھ کر محبت جتا کر گئی تھی۔۔ماہی نے نظر اٹھا کر احمر کی جانب دیکھا احمر نے آئی برو اچکا کر جواب چاہا تھا۔۔

مم۔۔میں۔۔۔میں نے تو کچھ نہیں کیا تھا وہ اپنی چوری پکڑی جانے پر گھبرا کر بولتے ہوئے نظریں جھکا گئی تھی۔۔



گھبراؤ نہیں مس ماہی احمر علوی ہمیں آپ کا انداز محبت اچھا لگا تھا۔۔اس کے کان پر لب رکھتے ہوئے سر گوشی کی احمر کے ہونٹ اس کی کان کی لو سے ٹکرائے اس کے پورے وجود میں سنسناہٹ سی دوڑ گئی تھی۔۔

پلیز مجھے جانے دیں مہرمہ کو دیکھنا ہے۔اس نے اپنی کمر سے احمر کے ہاتھ ہٹاتے ہوئے بہانہ بنایا۔۔

پہلے مہرمہ کے بابا کو دیکھ لو بعد میں محرمہ کو دیکھ لینا۔۔ آج احمر پورے دل سے اپنی بیوی کے قریب ہو کر اس کی دل کی دھڑکنیں سننے کی تمنا رکھتا تھا۔۔

مہرمہ کے بابا کو میں روز ہی دیکھتی ہوں۔ تیز ہوتی دھڑکنوں کی دھن میں وہ نظریں سائیڈ پر کرتے ہوئے بولی۔۔۔

نہیں آج صحیح معنوں میں مہرمہ کے بابا سے ملو اور جانو کہ مہرمہ کے بابا کے دل میں مہرمہ کی ماما کے لیے کیا ہے۔۔

پوچھو گی نہیں کہ میرے دل میں تمہارے لیے کیا ہے ؟؟

نہیں آپ خود ہی بتا دیں وہ نظریں جھکائے ہلکا سا مسکرائی تھی۔۔ جاننا تو وہ بھی چاہتی تھی کہ اس کی شوہر کے دل میں اس کے لیے کیا ہے مگر اپنی شرم و حیا میں لپٹی ہوئی وہ کہہ نہیں سکی تھی۔۔



ٹھیک ہے خود ہی بتا دوں گا جلدی سے ٹھیک ہو جاؤ تا کہ میں اچھی طرح سے تمہیں بتا سکوں کہ میرے دل میں تمہارے لیے کیا ہے بخار سے ویک ہوا بھی تو مجھے لگتا ہے کہ پوری طرح سے احمر علوی کو جاننے اور سمجھنے کے لیے آپ کو بہت ساری طاقت کی ضرورت پڑے گی۔۔۔ کیونکہ ہمارا انداز محبت ذرا سخت ہے کہتے ہوئے بڑی عقیدت سے لب اس کے ماتھے پر رکھ کر بوسہ دیا تھا۔۔۔

یہ پہلا لمس تھا جو احمر نے اپنے ہونٹوں کا ماہی کے چہرے پر چھوڑا تھا ماہی شرم سے لال پڑ گئی تھی حیا سے پلکیں جھکا گئی مگر لب مسکرا رہے تھے۔۔۔

احمر اسے اپنے سینے سے لگائے کھڑا تھا۔۔۔ میں آج آفس نہیں جا رہا تاکہ میری بیوی بور نہیں ہو۔۔
آج سارا دن تم روم میں میرے پاس آرام کرو گی۔۔۔
مگر مہرمہ !!!! تھوڑی دیر آرام کر لو اس کے بعد مہر ما کو تمہارے پاس لے آؤں گا احمر مسکرا دیا۔ یہ دیکھ کر کہ اسے اپنی بیٹی کی بہت فکر تھی۔۔ ماہی کا مہرمہ کے لیے انداز محبت اور فکر مند ہونا دیکھ کر کوئی کہہ نہیں سکتا تھا کہ وہ اس کی سگی ماں نہیں ہے۔۔۔
تم آرام کرو میں صرف ایک چھوٹی سی کال کر لوں کہ میں آج آفس نہیں آ رہا۔۔ احمر اسے پیار سے بیڈ پر لٹا کر اس پر بلینکٹ ڈالتے ہوئے پیار سے بولا تھا۔۔
ماہی اپنے دل کی خوشی بیاں نہیں کر سکتی تھی۔۔ احمر کی نظروں میں اپنے لیے محبت دیکھ کر جو محسوس کر رہی تھی۔۔

ooooooooo

خیریت ہے عریشہ تم بہت خوش نظر آرہی ہو۔۔ عریشہ کو آج بہت خوش دیکھ کر اس کی ماں نے حیرانی سے پوچھا تھا۔ کیونکہ اکثر تو عریشہ فضول میں ہی غصے میں رہتی تھی اور آج اس کا بلاوجہ خوش ہونا اس کی ماں کو کھٹک رہا تھا۔۔

حد ہے ماما اگر خوش ہوں تب بھی آپ کو پرابلم ہوتی ہے، اگر غصے میں ہوں تو تب بھی آپ کو پرابلم ہوتی ہے، چپ رہوں تب بھی مسئل،ہ اگر بولوں تو تب بھی مسئلہ، وہ بدتمیزی سے بولتے ہوئے بیٹھی چاکلیٹ کھا رہی تھی۔۔

عریشہ میں نے سرسری سا ایک سوال کیا ہے جس کا جواب تم تمیز کے دائرے میں رہ کر بھی دے سکتی تھی ہر وقت یہ بدتمیزی کرنا ضروری نہیں ہوتا اس کی ماں اپنی پیکنگ کر رہی تھی۔۔۔
ہینڈ کیری میں کپڑے رکھتے ہوئے ناگواری سے بولی تھی۔۔
آج ہماری واپسی ہے ماہی اور اور احمر بھی آئیں گے۔۔ پلیز ان کے ساتھ پلیز تمیز سے پیش آنا۔۔ اکیلی ماہی نہیں ہو گی اس کا ہسبینڈ بھی اس کے ساتھ ہو گا۔۔ تم اپنے لہجے پر کنٹرول رکھنا۔۔

بے فکر رہیں ماما میں کوئی بد تمیزی نہیں کروں گی۔۔ اور اس کے ہسبینڈ کے سامنے تو بالکل بھی نہیں بلکہ میں تو سوچ رہی تھی۔۔ کہ آپ لوگ تو جارہے ہیں کیوں نہ میں انہیں ایک دو دن کے لیے اپنے پاس یہاں ہی روک لیتی ہوں اچھا ہے ہم دونوں بہنیں کچھ گپ شپ کر لیں گے۔۔۔

کچھ ٹائم سپن کر لیں گے ویسے ابھی میں ایک ہفتہ تو یہاں پر ہوں۔۔ عریشہ نے بڑی خوش مزاجی سے جواب دیا۔۔۔

اس کی ماں جو ہینڈ کیری میں کپڑے فولڈ کر کے رکھ رہی تھی۔اس نے ایک نظر حیرانی سے عریشہ کی جانب دیکھا تھا۔

کیونکہ اریشہ کا ایسا لہجہ سننے کی اس کی ماں کو بالکل عادت نہیں تھی۔۔

اور ماہی کے لیے تو ہمیشہ عریشہ زہر اگلتی تھی آج اس کے اندر کی بہن کیسے جاگ پڑی تھی اس کی ماں سمجھ نہیں پائی تھی۔۔۔

عریشہ خیریت تو ہے بیٹا تمہاری طبیعت ٹھیک ہے کوئی فیور وغیرہ تو نہیں ہوا اس کی ماں نے تنز کیا تھا۔۔

ماما آپ کا مسئلہ کیا ہے اب اگر آپ کے کہنے پر میں ماہی کے لیے کچھ اچھا سوچ رہی ہوں تو، اس پر بھی آپ کو اعتراض ہو رہا ہے۔۔

ویسے بھی ماہی میری بہن ہے کوئی دشمن تھوڑی ہے۔۔ مجھے ماہی کچھ خاص پسند نہیں مگر اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ وہ میری بہن نہیں ہے۔۔۔

اریشہ کے الفاظ اس کی ماں کی سماعت پر بم پھوڑ رہے تھے۔۔۔ شکر ہے اگر تمہیں اس بات کا احساس ہو گیا ہے کہ ماہی تمہاری بہن ہے۔۔۔

مجھے تو خوشی ہو گی اگر تم انہیں ایک دو دن کے لیے اپنے پاس روک لو اور ان کا خیال رکھو۔۔

آخر ماہی کو بھی مائکے والی فیلنگ آنی چاہیے۔۔ ہمارے پاس تو ویسے ہی ٹائم نہیں ہوتا۔۔۔بہت مختصر ٹائم کے لیے ہم لوگ آتے ہیں۔۔۔

تمہارے بابا نے تو تقریباً اپنا سارا بزنس ہی امریکہ میں شفٹ کر لیا ہے اب تو لگتا ہے اور بھی دیر سے ہی ہمارا چکر پاکستان لگا کرے گا۔۔۔

تم رکو کچھ دن ماہی کے پاس اور بہت خیال رکھنا اس کا۔۔وہ کچھ دیر میں پہنچتے ہی ہونگے ،اس کی ماں خوشی سے بولتے ہوئے خود فریش ہونے چلی گئی تھی۔

ooooooooo

احمر جلدی کریں پلیز ماما اور بابا کی فلائٹ ہے۔۔ مجھے ماما بابا کے پاس بیٹھ کر باتیں کرنی ہیں۔۔ماہی اس وقت اپنے ماما بابا سے ملنے کے لیے چھوٹے بچوں کی طرح مچل رہی تھی۔۔

تم اور مہرمہ ریڈی ہو احمر شرٹ کے بٹن بند کرتی ہوئے بولا تھا۔۔

جی ہم لوگ تو کب سے ریڈی ہیں بس آپ کی دیر ہے۔۔ماہی نے ڈاک پرپل کلر شاٹ فراک پہنی ہوئی تھی۔۔۔

کاندھے پر بڑا سا دوپٹہ ڈالا ہوا تھا۔لائٹ سا میک اپ کیے ہوئے وہ بے حد خوبصورت لگ رہی تھی۔۔

اس کا نکھرا نکھرا سا روپ احمر کے دل کو دھڑکا گیا۔۔احمر نے ماہی کے لیے ایک پیاری سی بیٹ مس کی تھی۔۔

اگر تم میری تھوڑی ہیلپ کر دو تو میں جلدی تیار ہو سکتا ہوں۔۔احمر نے مسکراتے ہوئے ایک نظر ماہی پر ڈالتے ہوئے کہا۔وہ ماہی کو اپنی قریب دیکھنا چاہتا تھا۔۔

جی بتائیں میں آپ کی ہیلپ کر دیتی ہوں مگر آپ پلیز جلدی تیار ہو جائیں۔وہ اپنے ممی بابا سے ملنے کے لیے اسے تیار کروانے کو جلدی سے قریب آئی تھی



---------

بتائیں کیا کروں۔پاس کھڑے ہوتے ہوئے بولی تھی۔۔۔کرنے کو تو تم بہت کچھ کر سکتی ہو۔اس کی کمر پر اپنا ایک ہاتھ رکھتے ہوئے اسے جھٹکے سے اپنے قریب کر لیا۔۔۔

مم۔۔میں نے تیار ہونے کا پوچھا ہے احمر کے ایک دم بدل ہوئے تیور کو دیکھ ماہی نے شرماتے ہوئے کہا۔۔

بس میرے اتنے ہی قریب کھڑی رہو میں خود تیار ہو جاؤں بس میری اتنی سی ہیلپ کر دو۔۔

اس طرح تو آپ کبھی تیار نہیں ہو سکیں گے۔۔۔وہ شرماتے ہوئے مسکرائی۔۔

ہمم!!اتنا یقین ہے تمہیں خود پر۔۔ ماہی نے مسکراتے ہوئے سر کو ہاں میں ہلایا۔ویسے تمہارا یقین درست ہے۔۔احمر نے ہاتھ کی پشت اسکی مخملی گال پر رکھتے ہوئے رب کرتے ہوئے کہا

--------

وہ سٹپٹا کر پیچھے ہوئی تھی۔۔ مسس احمر ہمیں بھی خود پر بہت یقین ہے۔ آنکھ کو ٹیز کرتے ہوئے گہری نظروں سے دیکھا۔۔۔

احمر کی انگلیوں کی سرسراہٹ کو اپنی کمر پر محسوس کرتے ہوئے وہ سٹپٹا کر پیچھے ہونے لگی تھی۔۔ جھٹکے سے اسے اپنے اور قریب کرتے ہوئے۔۔اپنے حق کا اسے احساس دلایا۔۔۔

احمر ہم لیٹ ہو جائیں گے پلیز چلیں۔ احمر کی خماریوں کے جہاں کو اس کی آنکھوں میں دیکھ وہ گھبرا گئی تھی۔۔۔

چلتا ہوں مگر ایک شرط پر۔۔۔ کیا۔۔۔ماہی نے اس کے چہرے کی جانب دیکھا۔۔ آج سے تم میری روم میں میرے ساتھ رہو گی۔۔ تم سے صرف مہرمہ کی ماں نہیں ہو۔۔۔ میری بھی بیوی ہو میرے لیے بھی تمہارے کچھ اہم فریضے ہیں ان کو ادا کرنے کا وقت آ گیا ہے۔۔۔

اس کی گال کے ساتھ اپنی سخت داڑی والے گال کو باری باری نرمی سے رپ کرتے ہوئے چبن دی۔۔۔

داڑی کی چبن سے اس کے منہ سے سی کی آواز نکلی تھی۔۔ منظور ہے میری شرط۔۔جی اس نے آہستہ سے کہا تھا۔۔ تھینک یو چلو اب جلدی سے مجھے کوٹ پہننے میں مدد کرو۔ پھر ہم نکلتے ہیں وہ ماہی کو اپنی گرفت سے آزاد کرتے ہوئے۔ کوٹ تھماتے ہوئے بولا۔۔۔

ooooooooooo

شاہ پلیز آرام سے بیٹھیں کم از کم گاڑی میں تو خود پر کنٹرول رکھ لیا کریں۔۔ میرب شاہ کی نظروں سے گھبرا کر مسکرائی تھی۔۔

کیوں خود کو کنٹرول میں رکھوں بیوی میری گاڑی میری تو پھر کیوں کروں میں خود پر جبر۔۔۔اور ویسے بھی جان شاہ پچھلے ایک ڈیڑھ سال سے میں خود پر کنٹرول ہی کر رہا ہوں اب مجھ سے کنٹرول نہیں ہوتا۔

۔گاڑی تھوڑے سے سنسان علاقے سے گزر رہی تھی۔۔

شاہ اپنی سیٹ سے میرب کے اوپر جھکتے ہوئے اس کی پنکھڑیوں کو چوم کر واپس اپنی جگہ بیٹھ گیا۔

میرب کے گھورنے پر شاہ آنکھ سے ٹیز کرتے ہوئے ہونٹوں کو گول کرتے ہوئے فلائنگ کس دی تھی۔۔۔شاہ قسم سے آپ بہت۔۔۔جانتا ہوں بے شرم

ہو گیا ہوں۔۔۔قبول ہے مجھے۔۔۔میرب کی بات کو بیچ میں ہی کاٹتے ہوئے شاہ نے اپنے بھاری ہاتھ کی پشت اس کی گال پر رب کی تھی۔۔۔شاہ آج بہت خوش تھا۔۔وہ ڈاکٹر کے پاس سے ہو کر واپس آرہے تھے۔۔ڈاکٹر نے میرب کو پوری طرح سے فٹ کرادے دیا تھا۔۔

تواب شاہ کا خوش ہونا تو بنتا تھا۔۔رومان کو جدائی کی سولی پر چڑھ کر یہ نزدیکیاں نصیب ہوئی تھی۔۔

رومان شاہ نے میرب کے لیے بہت کڑی کسوٹیاں پار کی تھیں۔۔اور اب وہ اپنے جذباتوں پر کسی طرح کا نہ تو کمپرومائز کرنا چاہتا تھا۔۔نہ خود پر جبر کرنا چاہتا تھا۔۔

اور نہ دنیاداری کا لحاظ رکھنا چاہتا تھا۔۔اس کا ثبوت تو وہ میرب کو اچھی طرح سے دے رہا تھا۔۔ڈاکٹر سے گھر تک آتے ہوئے تقریباً ان گنت کسس کی مالا وہ میرب کو دے چکا تھا۔۔۔

میرب رائم کے لیے زبردست پروفیشنل دو میڈز کا میں نے انتظام کر دیا ہے۔اس کے علاوہ گھر میں زکیہ ہے۔اس کو بھی میں بول چکا ہوں کہ وہ ہمیشہ میڈز کے سر پر رہے۔۔

کچن کا کام گھر میں اور ملازم ہیں جو دیکھ سکتے ہیں۔۔یہ سب بتانے کا مطلب یہ ہے کہ تم مجھ پر فوکس کرو۔۔۔

ہر وقت اپنے بیٹے کی محبت میں یہ مت بھول جایا کرو کہ مجھے بھی تمہاری محبت اور توجہ کی ضرورت ہے۔۔۔ تم بلکل ٹھیک ہو۔اب تم بیوی ہونے حقوق ادا کرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔۔۔

اور اس میں ،میں کسی طرح کا کوئی کمپرومائز نہیں کروں گا۔ اس بات کو دماغ میں بٹھالو۔۔ آج دی رات صرف میری ہے صرف اور صرف میری تو اس لیے یہ بات مجھے دوبارہ سمجھانی نہ پڑے۔۔

افففف اللہ شاہ کیا ہو گیا آپ تو اتنی

تمہیدیں باندھ کر مجھے ڈرا رہے ہیں۔۔

میرب کھلی آنکھوں سے غور سے شاہ کی ساری باتیں سننے کے بعد سر کو نفی میں ہلاتے ہوئے بولی تھی۔۔۔

جتنا تم نے مجھے پریشان کیا ہے اور دوری کی سزا دی ہے تمہارا ڈرنا بنتا بھی ہے۔

۔آپ کو میرا شکر گزار ہونا چاہیے میں نے آپ کو اتنا پیارا ارائم جیسا بیٹا دیا ہے۔۔

ہمم یہ تو سچ ہے !ٹھیک ہے اس کا بھی میں شکریہ ادارات کو کر دوں گا۔میرب کی اس بات کو بھی شاہ نے اپنے مطابق ڈال کر جواب دیا۔۔۔

شاہ آپ کی سوچ اس سے آگے بھی جاتی ہے یا نہیں ہر بات گھوم پھر کر آپ کی رومینس والی بات پر ہی آکر رک رہی ہے۔۔ میرب نے شاہ کے کاندھے پر چٹکی کاٹتے ہوئے کہا۔۔

میری جان پچھلے ایک ڈیڑھ سال سے تم نے جتنا مجھے رومانس کے لیے ترسایا ہے اب تو تم اگر کھانے کا پوچھو گی تب بھی مجھے رومینس سمجھ میں آئے گا۔۔ سونے کا پوچھو گی تب بھی رومانس ہی مجھے سنائی دے گا۔۔ اس لیے بہتر ہے کہ تم میرے ساتھ صرف رومینس کی باتیں کروں۔۔ رومان شاہ آتشی لبوں تلے مسکراتے ہوئے بولا تھا۔۔

شاہ قسم سے اتنا تو مجھے آپ کے رومینس کی باتوں سے پہلے کبھی ڈر نہیں لگا جتنا آج لگ رہا ہے۔ میرب کے دل کی بات اس کی زبان پر آگئی۔۔ ہاہاہا!! شاہ کا زندگی سے پرجوش قہقہہ گاڑی میں گونجا تھا۔۔

اب نہ چھپاؤں گا

سب کو بتاؤں گا

میں نے کیا ہے تم سے پیار

اوئے میرا دل تیرا عاشق

رومان شاہ نے اونچی آواز میں گاڑی میں رومینٹک سونگ لگا دیا تھا۔۔

ساتھ میں اونچی آواز سے خود بھی گنگنا رہا تھا۔۔

میرب اپنے شاہ کے چہرے پر یہ خوشی دیکھ کر دل سے خوش تھی کہ اس کا شاہ اتنا خوش ہے۔۔زندگی میں خوشیاں لوٹ آئی تھی۔۔۔پریشانی کے دن ختم ہو گئے تھے خوشیاں اور بہاریں رومان شاہ اور میرب کی منتظر تھی۔۔

ooooooooooo

ماما پلیز آپ لوگ ابھی نہیں جائیں نا۔ابھی تو میں آپ لوگوں سے اچھی طرح ملی بھی نہیں۔۔ماہی بچوں کی طرح اپنے ماں باپ کے درمیان بیٹھی ہوئی اپنے ممی پاپا کے جانے پر اداس تھی۔۔

بچہ جانا پڑے گا آپ کو پتہ ہے کہ بابا کا سارا بزنس وہیں پر سیٹل ہے تو وہ اتنا بڑا بزنس چھوڑ کر یہاں پر نہیں بیٹھ سکتے۔میری جان آپ آنا احمر کے ساتھ اور کچھ دن رکنا ہمارے پاس اس کی ماما نے اس کے ماتھے پر پیار سے بوسہ دیتے ہوئے کہا۔۔۔

مہرمہ کو ماہی نے یہاں آکر بھی ایک منٹ کے لیے بھی خود سے الگ نہیں کیا تھا۔۔اس وقت بھی وہ اسے گود میں لیے ہوئے بیٹھی تھی۔۔۔

میڈ چائے اور سنیکس وغیرہ لے کر آئی تھی۔مگر احمر کے آگے چائے کرتے ہوئے اس سے تھوڑی سی چائے احمر کے اوپر گر گئی۔۔

میڈ کافی شرمندہ تھی اور سوری بول رہی تھی۔۔

اٹ اس اوکے کوئی بات نہیں پریشان نہیں ہوں۔۔۔احمر نے میڈ سے بہت تمیز سے بات کرتے ہوئے کہا۔۔۔

احمر چلے میں آپ کی شرٹ صاف کر دیتی ہوں ماہی جلدی سے کھڑی ہو گئی۔۔

نہیں بالکل نہیں میں خود صاف کر لوں گا تم بیٹھو یہاں ممی بابا کے ساتھ تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ویسے بھی ان کی فلائٹ میں بہت کم وقت رہ گیا ہے۔۔۔

احمر نے سختی سے اسے اپنے ماں باپ کے پاس بیٹھنے کو کہا تھا وہ جانتا تھا کہ ماہی کتنی بے چین تھے اپنے ممی بابا سے ملنے کے لیے۔اور یہ ایک ایک لمحہ ماہی کے لیے بہت قیمتی تھا۔۔۔

اور احمر اس کے یہ قیمتی لمحے ضائع نہیں کرنا چاہتا تھا۔۔

آنٹی آپ مجھے بتا دیں میں اوپر جا کر خود صاف کر لوں گا۔جی بیٹا آپ اوپر جا کر رائٹ والے روم میں چلے جائیں وہ ماہی کا ہی روم تھا۔۔

تو آپ وہاں ایزی ہو کر صاف کر لیں اس کی ماں نے بتایا تو احمر وہاں سے نکل کر سیڑھیاں چڑھتا ہوا رائٹ طرف کے روم میں آگیا۔۔۔

روم میں جا کر اس نے کوٹ اتار کر بیڈ پر رکھا نظریں روم کے چاروں جانب دوڑائی تھی۔۔

جہاں پر ماہی کی پکس لگی ہوئی تھی اس کے بیڈ پر ایک پیارا سا ٹیڈی بیئر رکھا ہوا تھا۔۔۔

اور ماہی کی بہت ساری ایسی چیزیں جس سے اس کے خوبصورت بچپن اور جوانی کا منظر نظر آرہا تھا۔۔۔

شرٹ کے بٹن کھول کر وہ واش روم میں داخل ہوا شرٹ کو صاف کرنے کے بعد وہ روم میں آیا تھا۔۔۔

اس نے اس وقت شرٹ اتار رکھی تھی اس کا کسرتی سینہ شرٹ لیس تھا اچانک سے دو ہاتھ اس کی کمر کی بیک سائیڈ سے نکل کر اس کے سینے پر لپٹ گئے تھے۔۔۔

پہلے تو احمر بہت گھبرا گیا پھر اس نے کہا شاید ماہی ہو۔۔ پھر اس کے دل نے کہا ماہی کیسے ہو سکتی ہے۔۔ اگر ماہی ہو بھی تو ماہی اس کے ساتھ ابھی اتنی فرینک تو نہیں کہ وہ اس طرح سے آکر اسے لپٹ سکے۔۔۔

کچھ غلط سا احساس ہوتے اس نے ہاتھ جھٹک کر پیچھے مڑ کر دیکھا۔۔ اس سے پہلے کہ وہ اس کا چہرہ دیکھ پاتا وہ اس کے سینے سے لپٹ گئی تھی۔۔۔ لڑکی نے صرف ٹاول لپیٹ رکھا تھا جو اسے ایک حد تک چھپانے میں کامیاب تھا۔۔۔ اس کے بال بھی گیلے تھے شاید وہ ابھی نہا کر نکلی تھی۔۔۔

احمر کے لیے یہ سب کچھ حادثاتی طور پر ہوا۔۔ وہ سمجھ نہیں پایا تو وہ اس لڑکی کو دھکا دے کر پیچھے کرتے ہوئے جلدی سے اپنی شرٹ اٹھا کر پہننے لگا تھا۔۔۔

صوفے پر گرنے سے لڑکی کے چہرے پر پوری طرح سے بال آگئے وہ ابھی بھی چہرہ نہیں دیکھ نہیں پایا تھا۔۔

کون ہو تم احمر نے شرٹ کے جلدی جلدی بٹن بند کرتے ہوئے کہا۔۔۔

میرے خیال سے تو تم مجھے بہت اچھی طرح سے جانتے ہو، صرف جانتے ہی نہیں ایک وقت تھا کہ تم میرے لیے جان دینا چاہتے تھے۔۔۔ مرتے تھے تم مجھ پر۔۔اس نے چہرے سے بال ہٹاتے ہوئے کہا ۔۔۔

اریشہ تم اور یہاں احمر نے چونک کر حیرت سے دیکھتے ہوئے کہا۔۔۔ہاں میں وہ اس کے قریب ہوئی تھی بے باک تو عریشہ ہمیشہ سے تھی۔ اور اب تو وہ حد سے زیادہ بے باک ہو چکی تھی۔۔

اسے دھکا دیتے ہوئے بیڈ پر گرا کر اس کے اوپر گر گئی۔ وہ ابھی پوری طرح سے اپنی شرٹ کے بٹن بند نہیں کر پایا تھا کسرتی سینے پر وہ اپنے ہاتھ پھرتے ہوئے بے باکی سے اپنا چہرہ اس کے چہرے پر جھکاتے ہوئے کسی اور ہی موڈ میں تھی۔۔۔

ڈسکسٹنگ کیا بد تمیزی ہے!!وہ اریشہ کو دھکا دے کر سائٹ پر کرتا ہوا بیڈ سے جلدی سے اٹھا کھڑا ہوا

--

اس کو شرٹ سے کھینچتے ہوئے اریشہ نے واپس اپنے اوپر گرالیا۔۔وہ اپنا توازن برقرار نہ رکھتے ہوئے واپس اس کی پر گر گیا تھا۔۔

اریشہ نے بنا اسے سوچنے سمجھنے کا موقع دیے۔اس کی گردن کے پیچھے سے دونوں ہاتھ ڈالتے ہیں اس کے لبوں پر لب رکھ کر زور سے کس کی۔۔۔وہ اس کے ہونٹوں کو اپنے ہونٹوں میں قید کیے ہوئے چھوڑنے کو تیار نہیں تھی۔۔

ٹھیک اسی وقت ماہی دروازہ کھول کر روم کے اندر داخل ہوئی تھی۔۔

احمر آپ کی شرٹ!!!!!اس سے آگے تو ماہی بول ہی نہیں پائی تھی۔۔وہ تو جیسے پتھر ہو گئی تھی۔۔جو منظر اس کے سامنے تھا وہ سمجھ ہی نہیں پا رہی تھی کہ یہ کیا ہے۔۔۔

ٹاول میں لپٹی ہوئی اریشہ جو کہ ماہی کی بڑی بہن تھی۔۔بیڈ پر نازیبہ حالت پر لیٹی ہوئی تھی۔۔

اس کے اوپر احمر تھا جس کی شرٹ کے بٹن کھلے ہوئے تھے۔۔دیکھنے میں یہی لگ رہا تھا کہ احمر عاریشہ کو کس کر رہا ہے۔۔

ماہی نفی میں سر ہلاتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔۔

آنسوں اس کی گالو سے پھسل کر اس کی ٹھوڑی کو بیگونے لگے تھے۔۔اس کا دل تسلیم ہی نہیں کر رہا تھا کہ اس کا احمر ایسا کر سکتا ہے۔۔۔

ماہی اریشہ سے تو کچھ بھی توقع کر سکتی تھی۔۔کیونکہ اریشہ ہمیشہ سے ماہی کی زندگی میں آگ لگانے کے موقع ڈھونڈتی لیتی تھی۔۔۔

مگر احمر ایسا کر سکتا ہے ایسا اس نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔۔

احمر جلدی سے اپنی شرٹ سنبھالتے ہوئے جھٹکے سے عریشہ سے دور ہوا۔۔۔

اریشہ نے ہاتھ کی پشت اپنے لبوں پر پھیرتے ہوئے ماہی کو دیکھ کر آنکھ کو ونگ کیا تھا۔۔۔

ماہی دروازے کے پاس کھڑی ہوئی ہچکیوں سے رونے لگی تھی۔۔۔



ماہی پلیز مجھے تمہاری قسم مجھے محرمہ کی قسم جو کچھ تم سمجھ رہی ہو ویسا کچھ نہیں ہے۔۔۔وہ جلدی سے ماہی کے پاس آیا تھا۔۔

قسم سے اس میں میرا کوئی قصور نہیں ہے۔۔۔وہ اپنی صفائی دے رہا تھا۔۔

بس کر دیں احمر میں اپنی آنکھوں سے دیکھ کر کیسے یقین کر لوں۔۔۔

ماہی نے احمر کو دھکا دیتے ہوئے خود سے پیچھے کیا تھا۔۔۔

کیوں کیا ہے آپ نے میرے ساتھ ایسا ماہی کی زندگی میں تو ہمیشہ سے خوشیوں کی بہت کمی تھی۔۔۔وہ آنسوں سے بھری ہوئی آواز میں روتے ہوئے بولی۔۔۔

ماہی میری بات سنو وہ روتی ہوئی ماہی کو سمجھانے کی کوشش کرنا چاہتا تھا۔۔۔یہ سچ تھا کہ جس سے اینگل سے وہ دیکھ رہی تھی۔۔اس اینگل سے احمر غلط ہی نظر آرہا تھا۔۔۔

میں نا کچھ سننا ہے نہ کچھ بولنا ہے پلیز میرے ممی پاپا کو سکون سے جانے دو اس کے بعد میں آپ کی زندگی سے چلی جاؤں گی۔۔۔

آپ کو یہ چوری چھپے یہ سب کچھ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔مگر آپ نے ممی پاپا کے سامنے کچھ بھی کلیئر کرنے کی کوشش کی تو میں اپنی جان لے لوں گی۔۔۔وہ شہادت کی انگلی اٹھا کر دھمکی آمیز لہجے میں بولی۔۔

اور اس کو دھمکی مت سمجھیے گا میں ایسا کر سکتی ہوں۔۔۔ماہی دھمکی دیتے ہوئے غصے سے روم سے بھاگتی ہوئی دروازہ بند کر کے نکل گئی۔۔۔



دفع کرو اس کو یہ ہمیشہ سے ایسی ہے اریشہ احمر کے پاس آکر اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولی تھی۔۔بکواس بند کرو۔۔خبر دار جو میری بیوی کے بارے میں ایک لفظ بھی بولا تو۔۔۔

اور تم یہاں پر کر کیا رہی ہو احمر کو یہ بات اب تک سمجھ نہیں آئی تھی۔۔اریشہ احمر کی کالج میں گرل فرینڈ تھی۔۔ جس سے احمر بہت پیار کرتا تھا۔۔جس کے لیے احمر نے اپنی جان تک لینے کی کوشش کی۔۔احمر ڈرگز کا نشہ کرنے لگا تھا۔۔۔

اس حالت سے اس کے دوستوں نے اسے بہت مشکل سے نکالا تھا۔۔رومان شاہ اور شاہ زیب نے بہت مشکل سے اپنے دوست کی جان بچائی تھی۔۔۔

اس کے بعد عریشہ کا چیپٹر کلوز ہو گیا تھا اس طرح اچانک سے عریشہ کا اس کی زندگی میں واپس انا احمر کو حیران کر گیا۔۔۔

۔میں ماہی کی بڑی سسٹر ہوں۔۔

وہ بولتے ہوئے اس کے سینے پر اپنی شہادت کی انگلی سے چھیڑ چھاڑ کر رہی تھی۔۔۔

او آئی سی تو جو سسٹر شادی میں شامل نہیں ہوئی تھی وہ تم ہو۔۔۔احمر نے اپنی حیرانی کو درست کرنے کے لیے خود کو جواب دیا۔۔

احمر تم تو بہت زیادہ ہینڈسم ہو گئے ہو ہینڈسم تو تم پہلے بھی تھے۔۔

اب تو تم بھرپور مرد لگنے لگے ہو اس کے سینے میں چھپتے ہوئے بولی تھی۔

اریشہ تم کل بھی ایک گھٹیا لڑکی تھی اور آج بھی ایک گھٹیا لڑکی ہو۔۔۔ تمہارے بارے میں رومان شاہ کی رائے بالکل صحیح تھی۔۔۔

پہلی نظر میں اس نے تمہیں دیکھ کر یہی کہا تھا کہ تم ایک گھٹیا اور کریکٹر لیس لڑکی ہو۔۔۔

میں کل بھی تمہارے بارے میں غلط تھا اور آج بھی غلط ہوں۔۔۔

اسے دھکا دے کر پیچھے کرتے ہوئے بولا شرم کرو۔۔ اپنی حالت دیکھو ایسی حالت میں بیوی اپنے شوہر کے سامنے آنے سے شرماتی ہے۔۔۔

جس حالت میں تم میرے سامنے آئی ہو اور تم مجھ پر لائن مار رہی ہو لعنت ہے تمہاری سوچ پر۔۔۔۔

کچھ تو شرم کرو شوہر ہوں میں تمہاری بہن کا وہ غصے سے بولتے ہوئے اپنا کوٹ اٹھا کر باہر جانے لگا۔۔۔

وہ دروازے کے آگے اپنی باہیں پھیلا کر کھڑی ہو گئی تھی۔۔۔۔

شٹ اپ احمر یہ تکیہ لوسی باتیں چھوڑو ماڈرن زمانہ ہے اور تم یہ بابا آدم علیہ السلام کے زمانے کی سوچ رکھتے ہو۔۔۔

وہ احمر کے اوپر لپکتے ہوئے بے قابو سے ہوتی ہوئی بولی تھی۔۔۔

تمہاری ماڈرن سوچ تمہیں مبارک ہو مجھے تم سے کوئی لینا دینا نہیں میرے لیے صرف تم ماہی کی بہن ہو اور بس۔۔۔۔ وہ اسے خود سے دور کرتے ہوئے بولا۔۔۔

تمہیں پوری دنیا میں ماہی ملی تھی شادی کرنے کے لیے وہ چیختے ہوئے بولی۔۔

۔کہاں کیونکہ پوری دنیا میں خدا نے ماہی کو میرے لیے سنبھال کے رکھا تھا۔۔اور تمہارا اور ماہی کا کوئی میل نہیں وہ سیرت میں بھی تم سے خوبصورت ہے اور صورت میں بھی۔۔۔۔یہ بات نے عریشہ کو اندر تک آگ لگا دی تھی۔۔۔

میری خوبصورتی ابھی تک تم نے دیکھی کہاں ہے۔۔وہ بھی بے باقی سے ٹاول کو گرا چکی تھی۔۔۔

احمر نے فوراً سے اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیا۔۔
اریشہ کچھ تو شرم کرو تم سے زیادہ گھٹیا لڑکی میں نے اپنی زندگی میں نہیں دیکھی۔۔۔
ماہی میری بیوی ہے اس کے باوجود اس کی آنکھوں میں ایک حیا ہے۔۔اور تم میری کچھ نہیں لگتی اور دیکھو کیا کر رہی ہو۔۔۔
احمر مرد ہو کر شرم سے پانی پانی ہو رہا تھا۔۔۔جبکہ اریشہ بے شرمی کے ہر حد کو پار کر چکی تھی۔۔۔

وہ اپنے برہنہ وجود کو لیے اس کے قریب ہونے لگی تھی۔۔۔اسے نہ تو اپنی عزت کا احساس تھا۔۔نا اپنے ماں باپ کی عزت کا۔۔۔

اریشہ جانتی تھی کہ ماہی نیچے جا کر کچھ نہیں بتائے گی۔۔اس لیے وہ بے خوف ہو کر احمر کے قریب سے قریب ہوتی جا رہی تھی۔۔۔

احمر نے اس کو زور سے دھکا دیا تو وہ فرش پر جا گری تھی۔۔۔

احمر نے پلٹ کر اس کی جانب دیکھا بھی نہیں تھا۔۔۔اور دروازہ کھول کر تیزی سے سیڑھیاں پھلانگتے ہوئے نیچے جا رہا تھا۔۔۔

میں تمہاری جان لے لوں گی احمر علوی تم خود کو سمجھتے کیا ہو۔۔ایک وقت تھا کہ تم مرتے تھے مجھ پر۔۔ اور آج تم مجھے یوں دھتکار کر جا رہے ہو۔۔

خود کو سمجھتے کیا ہو۔۔جس بیوی کے پیار پر اتنا ناز ہے۔۔اگر اسی کو تمہارے خلاف نہ کر دیا تو میرا نام بھی اریشہ نہیں ہے۔۔۔۔

وہ چیختے ہوئے اونچی آواز میں بولی تھی۔بے وقوف آدمی تمہیں اتنی بات سمجھ میں نہیں آئی اگر تمہیں چائے گرواکر روم تک لے آئی ہوں۔۔کریکٹ وقت پر ماہی کو یہاں تک لے آئی ہوں۔۔تو میں اس سے آگے کیا کیا کر سکتی ہوں۔۔۔

وہ خود سے باتیں کرتے ہوئے۔قہقہ لگا کر ہنسی تھی۔۔۔اس نے یہ سب کچھ نوکرانی کو پیسے دے کر کروایا تھا۔۔۔

پہلے چائے گروائی اور پھر کریکٹ وقت پر ماہی سے جا کر یہ کہا کہ اسے احمر سر اوپر بلا رہے ہیں ۔۔۔سب ٹائم ٹیبل فکس تھا۔۔

وہ ان کے درمیان غلط فہمیاں پیدا کرنا چاہتی تھی۔۔جو وہ کرنے میں کامیاب ہو چکی تھی۔۔۔جس دن سے اس نے ماہی اور احمر کی شادی کا البم دیکھا تھا یہ پلاننگ تب سے اس کے دماغ میں چل رہی تھی۔۔۔

oooooooooooo لمس جنون

اسلام علیکم!

OOOOOO

ماہی بیٹا اتنا رونے کی ضرورت نہیں ہے میری جان ہم جلدی ہی تم سے ملنے آئیں گے۔۔ ماہی ہچکیاں لیتے ہوئے اپنی ماں کے گلے لگ کر رو رہی تھی۔۔۔

ماہی کے ماں باپ کو یہی لگ رہا تھا کہ ماہی اس لیے رو رہی ہے کہ وہ لوگ جا رہے ہیں۔۔۔

جبکہ وجہ کچھ اور تھی۔ماہی احمر اور اریشہ کو نازیبا حالت میں دیکھ کر بہت زیادہ دل برداشتہ ہو چکی تھی

---

مگر وہ اپنے ماں باپ کو پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی۔اس لیے وہ یہی پریزنٹ کروا رہی تھی کہ رونے کی وجہ ماں باپ کی دوری ہے---

احمر بے حد شرمندہ انداز سے پاس ہی کھڑا ہوا تھا--

عریشہ بھی چینج کر کے آچکی تھی---اس کے چہرے پر کوئی شرمندگی نہیں تھی--

وہ تو ایسے پریزنٹ کروا رہی تھی جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو--اس کی حرکتوں کو سوچ کر احمر ایک مرد ہو کر شرمندہ تھا مگر وہ عورت ہو کر آرام سے کھڑی تھی کوئی تاثرات اس کے چہرے پر نہیں تھے--

بلکہ وہ تو ہنس ہنس کر اپنے ماں باپ کو الوداع کر رہی تھی--

ماہی تم کچھ دن بیٹا یہاں پر رکنا اریشہ ابھی کچھ دن ہے یہاں پر ماہی کو گلے لگا کر اس کی ماں نے بڑے پیار سے کہا--



۔بیٹا آپ لوگ کچھ دن کے لیے یہیں پر رک جانا۔ماہی کو بھی اچھا لگے گا اور عریشہ کو بھی--

ماہی کی ماں جو ہر بات سے انجان تھی وہ بڑی محبت سے احمر سے مخاطب ہو کر بول رہی تھی--

نہیں آنٹی ہم لوگ تو نہیں رک سکیں گے---

ماما ہم لوگ رک جائیں گے احمر کو بھی بہت اچھا لگے گا یہاں رک کر۔۔۔ آپ بے فکر ہو کر جائیں ۔۔۔ماہی احمر کی بات کاٹتے ہوئے بولی تھی۔۔بظاہر تو لہجہ نارمل تھا۔۔ مگر آنکھوں میں درد اور تنز تھا ۔۔۔

اریشہ پاس کھڑی ہوئی مسکرا رہی تھی احمر کو اس وقت اریشہ زہر لگ رہی تھی جس کی وجہ سے ان دونوں میں غلط فہمی پیدا ہوئی۔۔۔

ماما ہم آپ لوگوں کو ایئرپورٹ چھوڑ کر آتے ہیں ماہی اس وقت احمر اور عریشہ کی شکل نہیں دیکھنا چاہتی تھی۔۔

نہیں بیٹا ہم لوگ چلے جائیں گے اس تکلف کی ضرورت نہیں ہے آپ لوگ گھر پہ ہی رکو آرام سے کھانا وانا کھاؤ۔اس کے بابا ماہی کے سر پر پیار دیتے ہوئے بولے تھے۔۔

وہ لوگ ماہی کا اس طرح دل برداشتہ ہونا شاید سمجھ نہیں پا رہے تھے۔۔



اس کے ماں باپ گھر سے نکل چکے تھے۔۔

ماہی پلیز میری بات سنو مجھے کم سے کم اپنی صفائی میں کچھ کہنے کا موقع تو دو۔۔اپنے ماں باپ کے جاتے ہی ماہی غصے سے مہرمہ کی چیزیں سمیٹنے لگی تھی۔۔ماہی میری بات کا یقین کرو۔۔۔ماہی بنا جواب کی مہرمہ کی چیزیں اس کے بی بیگ میں رکھ رہی تھی۔۔

احمر نے اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا۔۔مجھے نہ آپ پر یقین کرنا ہے اور نہ آپ سے بات۔۔

میں جتنا کچھ دیکھ چکی ہوں اس سے زیادہ دیکھنے اور سننے کی ہمت نہیں ہے مجھے میں۔۔۔

تو کیا چاہتی ہو؟؟؟

میری جان چھوڑ دیں۔۔مجھے آزاد کر دیں!!

یہ تو ممکن نہیں ہے۔۔جیتے جی تو میں تمہیں آزادی نہیں دے سکتا!!

کیوں آپ نے مجھے خرید لیا ہے؟

وہ چیختے ہوئے بولی تھی!!

نہیں خرید تو تم نے مجھے لیا ہے۔۔۔میرے دل کو میری سانسوں کو خرید کر تم نے اپنی پراپرٹی بنالیا ہے۔۔بہت ٹھہراؤ سے احمر نے کہا تھا۔۔

۔مجھے بٹر لگانے کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔میرا فیصلہ نہیں بدلے گا مجھے آپ کے ساتھ نہیں رہنا۔۔وہ مہر مہ کی تمام چیزیں سمیٹ چکی تھی بیگ کو اٹھاتے ہوئے بولی۔۔

تمہارے چاہنے یا نا چاہنے سے کچھ نہیں ہو سکتا۔۔میں تمہیں اپنی زندگی سے ایک سیکنڈ کے لیے بھی دور نہیں جانے دوں گا۔۔۔

آپ میرے ساتھ زبردستی نہیں کرسکتے۔۔مہر مہ تھوڑی دوری پر بیٹھی ہوئی ٹوائز کھیل رہی تھی۔۔۔

کرنے کو تو میں بہت کچھ کر سکتا ہوں ماہی احمر علوی، تم پر پورا حق رکھتا ہوں دور جانے کی تو بات بھی مت کرنا۔۔۔ دور جانے کی بات کی تو قسم سے جان لے لوں گا۔۔۔احمر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولی۔۔

ہاں لے لیں جان ماہی کو مرنے سے ڈر نہیں۔۔

جان لینے کے اور بھی بہت طریقے ہیں میرے پاس اس کے لیے تمہیں مرنے کی ضرورت نہیں۔۔

اس کی کمر میں ہاتھ ڈالتے کھینچ کر اسے اپنے قریب کیا۔۔وہ اس کے چہرے پر جھکنے لگا تھا۔۔ سیڑھیوں کے اوپر کھڑی جھک کر دیکھتی ہوئی اریشہ کو احمر دیکھ چکا تھا۔۔۔

ماہی کے دل میں بدگمانی ڈال کر دونوں کو آپس میں جھگڑتا دیکھ کر اس کے چہرے پر جو خوشی تھی ۔۔۔وہ خوشی احمر اسے دے نہیں سکتا تھا۔۔



اس لیے احمر وہ کر گیا جو یہاں پر وہ بالکل کرنا نہیں چاہتا تھا۔۔

اس کی کمر پر ہاتھ رکھ کے اس سے پیچھے کی جانب جھکاتے ہوئے۔ایک ہاتھ اس کے سر کے پیچھے رکھ کر۔۔لب اس کی پنکھڑیوں پر رکھتے ہوئے قید میں لے گیا۔۔۔

وہ مچل رہی تھی مگر کچھ کر نہیں سکتی تھی۔۔ اس کے دونوں ہاتھ اس کی کمر پر احمر نے پن کر رکھے تھے۔۔

ایک تو احمر غصے سے بھرا ہوا تھا۔ دوسرا اریشہ کا مسکرانا اسے اور تیش تلا گیا۔ اور تیسرا ماہی کی پنکھڑیوں کا پہلا مدہوشی بھرا لمس احمر کو غصے والی ٹریک سے ہٹا کر اسے بہکا گیا تھا۔۔۔

وہ بہکتا ہوا اس کی نمی پینے لگا تھا۔ماہی نے چھڑوانے کے لیے بہت جدوجہد کی مگر اس کا کچھ فائدہ نہیں تھا۔۔

احمر اسے پوری طرح سے بے بس کیے ہوئے راہ فرار روکے کھڑا تھا۔



ماہی سانسوں کے لیے تڑپ رہی تھی۔ احمر اس کی سانسیں کھینچ کر اپنے اندر منتقل کرنے لگا تھا۔۔۔۔

سانسوں کی کمی سے ماہی کی آنکھوں میں پانی اتر آیا تھا۔۔۔وہ لبوں سے جام محبت پیتا ہوا مسرور ہو رہا تھا۔۔۔

اپنی مرضی سے سانسوں کی نمی کا جام پیتے ہوئے وہ پیچھے ہٹا تھا۔۔چند لمحوں میں اس نے ماہی کی حالت خراب کر دی تھی۔۔۔۔۔

احمر کے سلگتے لبوں کی گرمی سے وہ اپنی پنکھڑیاں اب تک چلتی ہوئی محسوس کر رہی تھی۔۔۔

احمر کے نرم لبوں کی حدت اب تک اس کی پنکڑیوں پر موجود تھی۔۔ یہ سب کچھ احمر نے اتنا اچانک کیا تھا کہ ماہی کو شرم اور غصے سے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ اس وقت وہ کیا ری ایکٹ کرے۔۔

مگر احمر نے نظریں اٹھا کر اوپر کھڑی عریشہ کی جانب دیکھا تھا۔۔جو اس وقت دانت پیستے ہوئے کھڑی تھی۔۔احمر نے آنکھ ونگ کرتے ہوئے اسے تنزیہ نظروں سے دیکھا تھا۔۔۔
جیسے یہ جتانا چاہتا ہوں کہ جو کچھ تم نے خود کو برہنہ کر کے مجھ سے حاصل نہیں کر سکی۔۔دیکھو وہ میں اپنی بیوی کو زبردستی دے رہا ہوں۔۔۔

ماہی تو احمر کی حرکت پر شرم تے لال ہوتی ہوئی، مہرمہ کو گود میں اٹھائے جلدی سے بیگ کو پکڑے باہر کا راستہ لے چکی تھی۔۔۔

احمر دیکھ چکا تھا کہ ماہی باہر نکل گئی ہے۔۔۔

اریشہ جو کچھ تم چاہتی ہو میں وہ کبھی نہیں ہونے دوں گا۔ تم ایک گھٹیا لڑکی ہو تم اپنی مرضی سے میری زندگی میں شامل ہوئی اپنی مرضی سے بنا بتائے میری زندگی سے چلی گئی۔۔۔

خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ خدا نے مجھے تم جیسے فتنے سے بچا لیا۔۔بے شک خدا کہتا ہے کہ بندے تو میری رضا پر راضی ہو جا۔۔ میں تجھے بہتر سے بہترین دوں گا۔۔۔ اور بے شک خدا نے مجھے بہتر سے بہترین ہی دیا ہے۔۔ میں اس رب کا جتنا شکر ادا کروں کم ہے۔۔۔

اب میری زندگی میرے جسم اور میری روح پر صرف اور صرف ماہی احمر علوی کا حق ہے۔۔۔



اوپر کھڑی اریشہ کو دیکھ کر کہہ رہا تھا۔۔۔

ہاہاو تنزیہ تھی۔۔ کون سا حق جس حق سے وہ دستبر دار ہو کر چلی گئی ہے۔۔ اور جب میں اسے تمہارے اور اپنے پیار کی اصلیت بتاؤں گی تو نفرت کرے گی وہ تم سے۔۔۔ وہ طنز کرتے ہوئے اوپر کھڑی بولی تھی۔۔۔

تم ایڑی چوٹی کا زور لگالو۔ میں ایسا کبھی نہیں ہونے دوں گا۔۔ کیا ہوا اگر وہ اپنے حق سے دستبردار ہو رہی ہے۔اس کا حق میں اسے زبردستی دینے کا پورا حق رکھتا ہوں۔۔۔
تم جو کر سکتی ہو کرلو کھلا چیلنج ہے۔۔

ماہی کے دل میں جو تم نے بدگمانیاں ڈالی ہیں اسے تو میں اپنی محبت کے چند لمحوں میں ہوا میں اڑادوں گا۔۔وہ کہتے ہوئے تنزیہ مسکراتا ہوا باہر نکل آیا۔۔

oooooooooooo

مجھے آپ کے ساتھ نہیں جانا۔جیسے ہی وہ گاڑی کے اندر بیٹھا تھا ماہی نے غصے سے کہا۔۔ماہی پہلے سے گاڑی میں بیٹھ چکی تھی۔۔۔
ماہی خود ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھی اور مہرمہ کو ساتھ والی سیٹ پر بیٹھا رکھا تھا ماہی کو ڈرائیونگ کرنی آتی تھی۔۔

ڈرائیونگ تو میں ہی کروں گا۔ایک کام کرو تم میری گود میں بیٹھ جاؤ وہ زبردستی ماہی کو تھوڑا اوپر کرتے ہوئے سیٹ پر بیٹھ چکا تھا۔۔۔
اب حالات یہی تھے کہ ماہی اس کی گود میں سٹیرنگ پر ہاتھ رکھ کے بیٹھی ہوئی تھی۔۔۔

میں نے اپنی زندگی میں آپ سے زیادہ گھٹیا انسان نہیں دیکھا وہ غصے سے تلملاتی ہوئی دوسری سیٹ پر ہو کر بیٹھ گئی۔۔۔اور مہرمہ کو اٹھا کر اپنی گود میں بٹھالیا۔۔

ڈونٹ وری آج تمہیں میں اس گھٹیا انسان سے تمہیں اچھی طرح ملوا دوں گا۔۔

وہ گاڑی مین گیٹ سے نکالتے ہوئے گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے بول رہا تھا۔جو مہرمہ کو اپنی گود میں لیے اسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔۔

میں تو آپ کو چھوڑ کر جا رہی تھی نا آپ اس کے ساتھ سکون سے رہ لیتے جو کچھ چوری چھپی کر رہے تھے میں اس کی اجازت کھلے عام دے کر جا رہی ہوں۔۔



قہر آلود نظروں سے دیکھتے ہوئے بولی۔نہیں وہ انٹرسٹنگ نہیں ہے۔ آنکھ کو ونگ کرتے ہوئے بولا۔۔۔وہ شرم سے لال ہوئی۔۔اس کی دھڑکنیں تو ابھی تک اوتھل پوتھل تھی جو کچھ دیر پہلے احمر کی بدولت ہوئی تھی۔۔۔اب پھر سے احمر کا مسکراتا چہرہ اور گہری نظر دیکھ کر اسے غصہ آرہا تھا۔۔

اچھا اب وہ انٹرسٹنگ نہیں رہی۔۔کچھ دیر پہلے تو مرے جا رہے تھے، آپ اس کے قریب جانے کے لیے۔۔۔

میں نے دیکھا تھا کیسے بیڈ پر اس کے اوپر۔۔ چھی!!! مجھے تو کہتے ہوئے بھی شرم آ رہی ہے۔۔

وہ کہتے ہوئے بیچ میں رک گئی تھی۔ نظریں احمر کے چہرے سے ہٹا کر سائیڈ میرر پر مرکوز کر لی۔۔۔

ماہی زندگی میں ہمیشہ آنکھوں دیکھا سب سچ نہیں ہوتا۔۔۔

سبحان اللہ اگر یہ سچ نہیں تھا تو زندگی میں کچھ بھی سچ نہیں ہو سکتا۔۔۔۔ آپ نے شاید اپنی پوزیشن نوٹ نہیں کی تھی۔۔۔ مجھے تو سوچ کر بھی شرم آ رہی ہے۔۔ مگر آپ دونوں کو تو کرتے ہوئے بھی نہیں آئی۔۔۔

ماہی اس میں میرا کوئی قصور نہیں تھا۔ وہ سب کچھ !!

مجھے کوئی صفائی نہیں چاہیے!!

ماہی فل سٹاپ لگا دیا۔۔۔

احمر سمجھ چکا تھا کہ ماہی اتنی آسانی سے اس سچائی کو تسلیم کرنے والی نہیں ہے۔۔۔

باقی کا راستہ خاموشی سے کاٹتے ہوئے دونوں گھر کی جانب رواں دواں تھی۔۔

oooooooooooooo

"یہ پہن کر ریڈی ہو جائے میں چھت پر تمہارا ویٹ کر رہا ہوں۔۔رومان شاہ ایک پیکٹ اس کے ہاتھ میں تھماتے ہوئے بولا۔۔ جھک کر لب اس کے گال رکھ کر لمس چھوڑا۔۔

میرب پلیز اب ہم دونوں ایک بچے کے ماں باپ بن چکے ہیں۔۔اب تو شاہ کی جان تھوڑا شرمانا کم کر دو ۔۔وہ میرب کے شرمائے ہوئے کو دیکھ کہ کمر پر ہاتھ باندھے کھڑا تھا۔۔۔

میں شرمانہ کیسے کم کروں میں جتنا کوشش کرتی ہوں آپ اس سے زیادہ بے شرم ہو جاتے ہیں۔۔وہ اس کے سینے میں سر چھپاتے ہوئے۔ من منائی تھی۔۔

ہاہاہاہا۔۔۔میرب کی بات پر وہ قہقہہ لگا کے ہنسا تھا۔۔ آج تو پھر میں بے شرمی کے سب ریکارڈ توڑنے والا ہوں آج پھر کیا کرو گی جان شاہ!!لب اس کے گردن پر رکھ کر چومتے ہوئے کہا۔۔۔



شاہ پیچھے ہٹ مجھے تیار ہونا ہے۔اور میں دیکھوں تو صحیح آپ میرے لیے کیا لائیں ہے۔۔شاہ کو بے قابو ہوتے دیکھ وہ شرماتے ہوئے اس کے سینے پر دباؤ ڈال کر پیچھے ہوئی۔۔۔شاہ نے بھی گرفت آسانی سے ڈھیلی کر دی تھی۔۔

رومان شاہ بھی اپنا ٹائم ویسٹ نہیں کرنا چاہتا تھا۔۔ تقریبا 12 بجنے میں آدھا گھنٹہ رہ گیا تھا۔۔۔

آج میرب کی سالگرہ تھی جو کہ میرب کو بالکل یاد نہیں تھی۔اور مرہا اور شاہ میر کو ویسے اس نے منع کر رکھا تھا کہ کوئی اسے سالگرہ وش نہیں کرے گا۔۔

اس لیے میرب کو بالکل اندازہ نہیں تھا کہ شاہ کی برتھ ڈے سیلیبریٹ کرنے والا۔۔میرب رومان شاہ کا لایا ہوا پیکٹ اوپن کر چکی تھی۔۔

شاہ۔۔۔بولیے جان شاہ رومان شاہ کی امید کے مطابق میرب نے پیکٹ کھولتے ہی چلا کر رومان شاہ کا نام لیا تھا۔۔

اس کے قریب ہو کر اس کی پشت پر اپنا سینہ لگائے ہاتھوں کے گرفت اس کے پیٹ پر باندھ کھڑا تھا۔۔۔میں یہ بالکل نہیں پہنوں گی وہ لفظوں کو چبا چبا کر بولی تھی۔۔

یہ تو تمہیں ہر صورت پہننا پڑے گا اپنی سخت بیرڈ والی گال کو میرب کی مخملی گال پر رکھ کر رپ کرتے ہوئے، لفظوں کو چبا چبا کر اسی کے انداز میں بولا تھا۔۔

شاہ میں نے کہا میں نہیں پہنوں گی وہ ضدی انداز میں بولی۔۔

میرب ضد مت کرنا یہ تو تمہیں پہننا پڑے گا ورنہ آج قسم سے میں خود پہنا دوں گا۔۔ بہت ہو گئی تمہاری من مانیاں اب اور نہیں۔۔ اب وہ ہو گا جو رومان شاہ چاہے گا۔۔رومان شاہ کا لہجہ سخت ہوا تھا۔۔۔

شاہ یہ کتنا چھوٹا ہے کچھ تو ڈھنگ کا لے آیا کریں۔ایک دفعہ پہلے لے کر آئے تو وہ ننگی پنگی سی نہ ہونے کے برابر ساڑی لے کر آئے تھے۔۔اور آج افقف اللہ میرب اسے دیکھ شرم سے کلوز کرنے لگی تھی۔۔

یا تو اس کو پہنو نہیں تو پھر کچھ بھی مت پہنو۔ کیا۔۔۔۔۔رومان شاہ کی بے باکی پر وہ چلائی۔۔۔ چلانا بند کرو بہت موقع دوں گا تمہیں تھوڑی دیر میں چلانے کے۔۔

رومان شاہ کا انداز اب بھی سخت تھا۔ آج تو میرب کی شامت پکی تھی۔ آج تو وہ اسے نیٹ اور سلک کی نائٹی پہنا کر ہی چھوڑے گا۔۔

بلیک کلر کی نائٹی تھی جو صرف گھٹنوں تک تھی جس کا نیچے والا حصہ فراک کی طرح سلک سے بنا تھا۔ جبکہ اوپر والا حصہ نیٹ سے بنا ہوا تھا۔۔۔نائٹی دیکھنے میں بے حد خوبصورت اور مہنگی لگ رہی تھی۔۔ بنانے والوں نے تو حد ہی کر دی تھی اس پر سٹریپ تک نہیں لگے ہوئے تھے۔۔۔ شش۔۔شاہ۔۔۔پپ۔۔۔پلیز ضد مت کریں آپ تو میرے اچھے شاہ ہیں ہے نا۔۔۔

میرب گھوم کر اس کی دونوں گالوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے پیار سے منمناتے ہوئے بولی۔۔۔

نہیں بالکل نہیں آج کسی بھی قسم کا کوئی مسکا نہیں چلے گا۔۔ میں بالکل پیارا نہیں ہوں۔۔ اور میں بالکل تمہاری کوئی بات نہیں ماننے والا۔۔۔

آج میں وہ کروں گا جو میرا دل کر رہا ہے۔۔۔ اگر پیار سے پہن لو گی تو ٹھیک ہے ورنہ میرب میں تمہیں خود پہنا دوں گا۔۔۔ مجھے کوئی دقت نہیں ہو گی۔ میرب کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر سختی سے کہا۔۔

تو ٹھیک ہے جو کرنا ہے کر لیں میں نہیں پہنوں گی۔۔ اتنی بے ہودہ نائٹی ہے مجھے تو دیکھ کر شرم آ رہی ہے۔۔۔ وہ نائٹی کو صوفے پر پھینکتی ہوئی۔۔ رومان شاہ سے دور ہونے لگی تھی۔۔۔

اس سے پہلے کہ وہ دور ہوتی رومان شاہ اس کے بازو سے کھینچ کر اسے واپس اپنے قریب لے آیا تھا۔۔۔ رومان شاہ نے جھٹکے سے کھینچا تو وہ اس کے سینے سے آ کر ٹکرائی تھی۔۔

اففف۔۔۔ کیا کر رہے ہیں شاہ میں نہیں پہنوں گی آپ اگر کہیں گے تو میں وہ والی ساڑی دوبارہ پہن لوں گی۔۔۔ ہے تو وہ بھی بیہودہ ہے مگر اس سے کم۔۔۔ وہ ضدی انداز میں بولی تھی۔۔

پکا نہیں پہنوں گی۔۔ رومان شاہ نے سخت انداز سے پوچھا۔۔۔

ہاں نہیں پہنوں گی 100 پرسنٹ پکا۔۔

آہ آہ آہ!!!

ششش!!!اس کے لبوں پر انگلی رکھ کر گھورا تھا۔۔منہ بند آواز نہ نکلے۔۔اگر آواز نکلی تو جان لے لوں گا۔۔

میرب تم مجھ سے بہت اچھی طرح سے واقف ہو۔۔ایک سال جو میں بن کر رہا ہوں۔۔وہ میں بالکل نہیں ہوں۔۔

تم بہت اچھی طرح سے جانتی ہو کہ میں کیا کر سکتا ہوں۔۔اگر مزید کوئی حرکت کی تو تمہاری جان کو اتنا ہلکان کروں گا کہ پھر سسکیاں بھرتی رہنا۔۔

شاہ میں یہ نہیں پہنوں گی۔میرب بچوں کی طرح رونے لگی تھی اسے سچ میں بہت شرم آرہی تھی نائٹی دیکھ کر۔۔

اوکے میری جان تم مت پہنو میں اپنی جان کو خود پہنا دوں گا۔۔آغاز تو میں کر چکا ہوں۔۔

میرب کے خوبصورت سراپے پر نظر مرکوز کرتا ہوا بولا تھا۔۔وہ میرب کی شرٹ کو گلے سے پکڑ کر پھاڑ چکا تھا اسی لیے میرب کی چیخ نکلی تھی۔۔۔

میرب کے سراپے کو شاہ نے جھک کر چوما لیا۔۔۔

شاہ پلیز مجھے شرم آرہی ہے۔۔وہ سرخ پڑتے چہرے سے بولی تھی۔۔۔ تیل لینے گئی تمہاری شرم میں اپنے منہ زور جذباتوں کو اور کنٹرول نہیں کر سکتا اور مجھے تمہیں اس نائٹی میں دیکھنا ہے۔۔۔

میں دیکھنا چاہتا ہوں میری بیوی کتنی ہاٹ لگتی ہے۔وہ بھی رومان شاہ تھا زبردستی اسے روتے بلکتے ہی وہ نائیٹی پہنا رہا تھا۔۔

آج رومان شاہ اسے اپنے ہاتھوں سے تیار کر رہا تھا۔میرب تو مر رہیں خود کو دیکھ کر شرم سے پانی پانی ہو رہی تھی۔۔جبکہ شاہ کی گہری آنکھوں میں جذباتوں کے طوفان اٹھ رہے تھے۔۔۔

میرب کی پنکھڑیوں پر لپسٹک لگاتے ہوئے تین بار تو وہ لپسٹک کا صفایا کر چکا تھا۔اب تو میرب سوائے گھورنے کے اور کچھ نہیں کر سکتی تھی۔۔۔۔

بچاری کتنا شرماتی اس کا بے شرم شاہ تو ہر حد کراس کر رہا تھا۔۔شاہ رہنے دے مجھے لپسٹک نہیں لگانی۔۔۔وہ اگتا گئی تھی۔۔ مجھ سے زیادہ آپ کے ہونٹوں پر لپسٹک نظر آرہی ہے۔۔

میرب نے غصے سے کہا تو شاہ۔ے مرر میں دیکھا۔۔۔سچ میں شاہ کے ہونٹوں پر میرب کی لپسٹک پھیلی ہوئی تھی۔۔۔

شاہ کے لب مسکرائے آنکھ کو ٹیس کرتے ہوئے مسکرایا۔ہائے یار کیا کروں تیرے ہونٹ اتنے رسیلے ہیں جتنی بار بھی ان کو کس کرتا ہوں مدہوش ہو جاتا ہوں۔۔۔

وہ مسکراتے ہوئے بولا۔ آخری بار کا عہد کرتے ہوئے اس کے لبوں پر لپسٹک لگانے لگا تھا۔۔۔

اوکے اب تم ریڈی ہو چلو لپسٹک کو ڈن کرکے ڈریسنگ پر رکھتے ہوئے بولا۔۔۔

۔کیسے چلوں میری حالت دیکھیں میں روم سے باہر جانے کے لائق ہوں اگر کسی نوکر نے دیکھ لیا تو۔۔۔

میرب نے غصے سے شاہ کو دیکھتے ہوئے کہا۔۔۔

سب نوکر اپنے کمروں میں ہے اس وقت کوئی نہیں ہے باہر۔۔۔ یہ چادر کو لپیٹو اپنے ارد گرد اور چلو میرے ساتھ۔۔وہ چادر اسکے آگے کرتے ہوئے بولا۔۔

بلکہ اب بھی تم کوئی نہ کوئی ڈرامہ کریئیٹ کروگی۔میں خود ہی کر لیتا ہوں۔۔

رومان شاہ اس کے گرد چادر لپیٹتے ہوئے اسے دونوں باہوں میں اٹھائے ہوئے روم سے باہر لے کر سیڑھیوں پر چڑھتا ہوا چھت پر جا رہا تھا۔۔۔

جہاں پر اس نے میرب کی برتھ ڈے کا پورا انتظام کیا تھا۔۔۔

میرب کو چھت کے اوپر کھڑا کرتے ہوئے چھت کا دروازہ لاک کر کے تالا لگا دیا۔۔چابی اپنی پاکٹ میں ڈالتے ہوئے وہ اپنی خوبصورت کیمپ کے اندر داخل ہوا۔۔۔جو باہر سے دیکھنے میں ایک کیمپ لگ رہا تھا مگر اندر سے خوبصورت ہنیمون سویٹ روم لگ رہا تھا۔۔۔



لال گلاب کے پھولوں سے پورے روم کو سجایا گیا تھا۔۔نیچے میٹرس پر ہارڈ بنا کر اس پر پھولوں کی بارش کر رکھی تھی۔۔

ٹیبل پر خوبصورت کیک پڑا تھا اندر کینڈلز جل رہی تھی۔۔ مدھم سی رومینٹک سونک چل رہے تھے۔۔اندر توماحول ہی بہت رومینٹک تھا۔۔۔

جیسے ہی وہ میرب کو خود میں اٹھائے ہوئے خیمے کے اندر داخل ہوا تو پھولوں کی بارش ہونے لگی تھی۔۔ چہرے پر گرتے ہوئے پھولوں سے ایک دم گھبرا کر وہ رومان شاہ کے سینے میں سر چھپا گئی۔۔۔

oooooooooo

احمر مجھے نہیں گھر چھوڑ کر آئے۔۔مجھے یہاں پر کیوں لے کر آئے ہیں۔۔۔

اپنی فرسٹ نائٹ سیلیبریٹ کرنے۔ جتنا مرضی چیخ لو کمرا ساؤنڈ پروف ہے آواز باہر نہیں جائے گی ۔۔۔وہ مسکراتے ہوئے اس کے اوپر جھکنے لگا تھا۔۔

ooooooooooo,

۔وہ مسکراتے ہوئے اس کے اوپر جھکنے لگا تھا۔ پیچھے ہٹے یہ کیا کر رہے ہیں۔۔اسے اپنے اوپر جھکتا دیکھ گھبرا گئی تھی۔۔



بتایا تو ہے کہ اپنی خوبصورت بیوی کے ساتھ فرسٹ نائٹ منانا چاہتا ہوں۔ تم اتنی چھوٹی بچی تو نہیں ہو کہ اس بات کا مفہوم نہ سمجھ سکوں ۔۔۔میں آپ کے ساتھ رہنا نہیں چاہتی اور آپ کو یہ مسکریاں سوجھ رہی ہیں۔۔

ماہی جتنا غصہ ہے سب نکال لو، تمہیں ناراض ہونے کا پورا حق ہے۔ کیونکہ تم اس وقت اپنی جگہ پر بلکل رائٹ ہو۔ تم نے جو منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا اسے دیکھنے کے بعد تمہارا غلط فہمی میں مبتلا ہونا جائز ہے۔۔۔

مگر بار بار مجھ سے دور جانے کی بات کر کے میرا دماغ مت خراب کرو۔۔ایک ایک بات احمر نے بہت ٹھہراؤ سے کی تھی۔۔۔

کیوں نہ کروں ایک تو آپ غلط ہیں اور اوپر سے مجھے آنکھیں دکھا رہے ہیں میں عام لڑکیوں کی طرح کمزور نہیں ہوں۔ مجھے ڈرانے کی کوشش مت کریں۔۔وہ آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولی بے خوف بولی تھی۔۔



ہمم۔ پتہ ہے کہ تم عام لڑکیوں کے جیسی نہیں ہو۔۔۔ اسی لیے تو تمہاری محبت ایک بار پھر سے احمر علوی کو گرفتار کرنے میں کامیاب ہو گئی ہے۔۔۔

ورنہ تو احمر نے اپنے دل کے دروازے پر بہت بڑا تالا لگا رکھا تھا۔ جسے کھولنا آسان کام نہیں تھا۔

اس کے دھمکی آمیز لہجے کو دیکھ وہ مسکرایا تھا۔۔۔

کیوں کیا آپ نے یہ سب آپ تو میرے تھے۔۔ بولتے ہوئے اس کے لب کانپنے لگے تھے۔۔۔

میں تو اب بھی تمہارا ہوں۔۔۔ بس ایک غلط فہمی ہے جو کسی نے جان بوجھ کر ہمارے درمیان ڈال دی ہے، اسی کو کلیئر کرنے کی تمنا رکھتا ہوں۔۔۔

پیار سے اس کے اوپر لیٹے ہوئے انگوٹھے سے اس کی گال کو رپ کرتے ہوئے گہری نظروں سے اس کے خوبصورت روئے ہوئے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔۔

احمر کے ہاتھ کی حدت سے کسمسائی تھی۔۔۔ غلط فہمی کیسے ہو سکتی ہے اسی حالت میں آپ اس کے اوپر لیٹے تھے بتائیں آپ زبردستی یہ سب کر رہے ہیں۔۔۔۔

نہیں اس میں میری رضامندی ہے میں جانتا ہوں کہ تمہیں تصویر کا جو رخ دکھایا گیا ہے اس میں میں غلط نظر آ رہا ہوں۔۔



اگر ماہی مجھے مہرمہ کی قسم مجھے اماں کی قسم مجھے قسم ہے اس رب کی ذات کی میں تمہارے ساتھ باوفا ہوں۔۔ احمر کے الفاظ اور انداز بے حد تسلی بخش تھا۔۔

احمر میں کیا کروں مجھے سمجھ نہیں آرہی۔۔۔ آپ کے لفظوں پر یقین کرنے کو دل کرتا ہے۔۔ مگر وہ منظر میری آنکھوں سے نہیں جارہا۔وہ زوروں قطار رو رہی تھی۔۔۔۔ماہی میں تم سے کچھ چھپانا نہیں چاہتا۔۔۔میں اور اریشہ ایک ہی کالج میں پڑھتے تھے ایک وقت تھا کہ میں نے اریشہ کو بہت پیار کیا تھا۔۔

مگر اریشہ ہمیشہ سے ایسی ہی تھی۔ سلفش عیاشیوں خوش رہنے والی۔۔۔

وہ تمہاری بہن ہے تم اسے باخوبی سمجھتی ہو۔۔اس وقت میرے پاس اس کے سٹینڈر کی دولت نہیں تھی۔۔۔

ایک دن وہ میری زندگی سے چلی گئی میں بہت تڑپا تھا اس کے لیے یہاں تک کہ میں ڈرگز کا نشہ کرنے لگا میرے دوستوں نے بہت مشکل سے مجھے اس ازیت سے باہر نکالا۔۔۔۔

پھر میرے دل نے ایک بار پھر سے پیار کیا اور بہت بہت پیار کیا مہک سے مگر میرے نصیب میں پھر ایک بار تڑپنا لکھا ہوا تھا۔۔۔

مہک کو خدا نے اپنی پاس بلا لیا۔میں اپنی زندگی سے اچاٹ ہو چکا تھا میری زندگی میں نہ تو کسی عورت کی گنجائش تھی نہ محبت کی میں شادی نہیں کرنا چاہتا تھا۔۔۔۔

مگر گھر والوں نے بہت مجبور کر کے شادی کے لیے راضی کر لیا۔۔۔ تمہاری بھی مہرمہ کے حوالے سے بہت رضامندی شامل تھی۔۔۔ ہم لوگ شادی کے بندھن میں بند گئے۔۔ جب تم سے شادی کی تھی نہ تو میرے دل میں تمہارے لیے کوئی جذبہ تھا نہ پیار، مگر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ تمہاری ان معصوم اداؤں نے مجھے اپنا گرویدہ بنالیا۔۔۔

نہیں روک سکا اپنے دل کو تم سے پیار کرنے کے سے۔۔ ہو گیا احمر علوی تم سے پیار۔۔۔ اور مجھے کوئی شرمندگی نہیں ہے آج یہ کہنے میں کہ احمر علوی تم پر دل و جان سے فدا ہے۔۔۔

سچ میں آپ مجھ سے پیار کرتے ہیں ماہی بچوں کی طرح تسلی چاہتی تھی۔۔۔

اجازت دو ثابت کر دوں گا سرگوشی کرتے ہو اس کے گال پر نرم گرم لمس چھوڑ گیا۔۔۔ احمر پھر وہ سب کیا تھا جو میں نے دیکھا۔۔

وہ سب کچھ تمہاری بہن کا رچایا کھیل تھا۔۔ مگر ہم دونوں مل کر اس کے پلان کو غلط ثابت کر سکتے ہیں۔۔

ماہی میرے دل میں اریشہ کے لیے کچھ نہیں ہے۔۔۔ میں تو کب سے اسے بلا چکا ہوں۔۔ اس وقت تو میری زندگی میں تمہارا نام و نشان بھی نہیں تھا۔۔ وہ تسلی بخش انداز میں بول رہا تھا۔۔ بات کرتے

ہوئے احمر اس کی مخملی گال کو انگوٹھے سے گدگدا رہا تھا۔۔احمر کے مضبوط مردانہ ہاتھ کے لمس کو محسوس کرتے ہو ماہی کی دل کی دھڑکنیں تیز ہو رہی تھی۔۔۔

آپ آج کے بعد کبھی اریشہ کے نزدیک نہیں جائیں گے آپ میرے ہیں صرف میرے وہ روتے ہوئے اس کے کالر کو دونوں جانب سے پکڑے ہوئے تھی۔۔

۔جی بالکل ہم آپ کے ہیں اور صرف آپ کے ہی رہیں گے۔۔بس غلط فہمیوں کو جگہ مت دیجیے۔۔

آپ اگر اریشہ سے دور رہیں گے۔ تو ہی میں وعدہ کروں گی کہ ہمارے بیچ کوئی غلط فہمی نہیں آئے گی۔۔ماہی کا انداز اتنا بچکانہ تھا کہ احمر کو اس کے بچپنے پر بہت پیار ارہا تھا۔۔

تم مجھے اپنے قریب ہونے دو مجھے کسی اور کیے پاس جانے کی ضرورت نہیں۔۔اسے گہری نظروں سے دیکھ کر مسکرایا تھا۔۔

اور کتنا قریب آؤں وہ شرماتے ہوئے مسکرا کر نظریں چرا گئی۔۔

اتنا قریب کہ تمہاری اور میری دھڑکنیں ایک محسوس ہوں ۔اتنا قریب کہ ہماری سانسیں ایک دوسرے کی سانسوں سے ٹکرائے۔۔اتنا قریب کہ وہ کہتے ہوئے اس پر جھکتے چلا جارہا سرگوشیاں سے اسے شرمانے پر مجبور کر رہا تھا۔۔

پلیز۔نن۔۔۔ نہیں وہ اپنے چہرے پر ہاتھ ہوئے اٹک اٹک کر بول رہی تھی۔۔

کیوں نہیں؟؟

اس کے چہرے سے نرمی سے ہاتھ چوم کر ہٹاتے ہوئے کہا۔۔مجھے شرم آرہی ہے۔۔ آپ مجھے گھر لے کر چلیں اماں اور مہرمہ ہمارا انتظار کر رہے ہونگے۔۔

کوئی ہمارا انتظار نہیں کر رہا اماں کو میں بتا کر آیا ہوں کہ ہم آج رات نہیں آئیں گے۔۔۔ اماں بہت سمجھدار ہیں مجھے پورا یقین ہے کہ وہ سمجھ گئی ہو گی کہ ہم آج رات گھر کیوں نہیں آئیں گے۔۔

کیا۔۔۔۔ آپ نے اماں سے یہ کہا کہ ہم رات کو گھر نہیں آئیں گے ۔وہ چلاتے ہوئے بولی تھی۔۔۔ کتنی شرم کی بات ہے اماں پتہ نہیں ہمارے بارے میں کیا سوچتی ہوں گی۔۔۔وہ حیا سے لال ہو رہی تھی۔۔۔

نہیں اماں بہت سپورٹنگ ہیں وہ تو چاہتی ہیں کہ ان کا بیٹا اپنی زندگی میں آگے بڑھے۔۔۔وہ مسکراتے ہوئے بہکی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔۔۔

اب آگے بڑھنے کے لیے مہرمہ کی ماما کو گھر سے دور لانا تو ضروری تھا۔۔

آپ کو اس طرح سے مجھے نہیں لانا چاہیے تھا۔۔احمر جب ماہی کو اس کی ماں باپ کے گھر سے لے کر گھر آیا تو۔اسے گاڑی میں ہی بیٹھا کر مہرمہ کو گود میں اٹھائے ہوئے گاڑی کو لاک کر کے کچھ سیکنڈ کے لیے گھر کے اندر گیا تھا۔

مہرمہ کو اپنی اماں کے ہینڈ اوور کر کے۔

ماہی کو ہوٹل روم میں لے آیا تھا۔۔اچھا کیا یا نہیں اس کا فیصلہ تم میری قربت کے بعد کرنا۔۔اس گردن پر نرم گرم لمس چھوڑتے ہوئے گھمبیر آواز میں بولتے ہوئے پوری طرح سے جھکا تھا۔۔

احمر کے جان لیوا لمسوں کو محسوس کر کے

اسکا سانس لینا مشکل ہو رہا تھا۔۔



ماہی کی رکتی اٹکتی ہوئی سانسوں کو احمر نے سر اٹھا ایک نظر دیکھا۔۔اس کے لبوں پر ایک گیری مسکراہٹ ابھری۔۔۔

احمر!!!

ہمم!!

آپ سچ میں مجھ سے پیار کرتے ہیں نا۔اوپر نیچے ہوتی سانسوں کی روانی میں سوال کیا۔۔۔کیوں تمہیں مجھ پر یقین نہیں آرہا۔۔۔سر اس کی گردن سے اٹھاتے ہیں گہری بہکی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔۔۔

نہیں یقین تو ہے۔۔۔تو پھر اس سوال کی وجہ؟؟احمر نے سوچتی نظروں سے دیکھا۔۔

میں اس لیے کہہ رہی تھی کہ جو پیار کرتے ہیں وہ تو آئی لو یو بول کر اظہار بھی کرتے ہیں نا۔۔۔

ماہی کی بات کر پر احمر بے اختیار قہقہہ لگا کر ہنسا تھا۔۔۔

ماہی اپنی عمر کے مطابق بہت پیاری باتیں کر رہی تھی۔ماہی کی باتیں سن کر زندگی جینے دل کرتا ہے تھا۔۔۔۔آپ مجھ پر اس لیے ہنس رہے ہیں نا۔کہ میں آپ کو بیوقوف لگتی ہوں۔۔۔۔



مجھے پتہ ہے میں آپ کے جیسی سمجھدار نہیں ہوں۔۔ماہی بچوں کی طرح افسوس زدہ منہ بنا کر بول رہی تھی۔۔

ماہی میں تم پر ہنس نہیں رہا۔۔ میں تمہاری پیاری باتوں پر ہنس رہا ہوں۔۔۔ مجھے تمہاری باتیں بہت پسند ہے۔۔ پلیز ہمیشہ ایسی ہی رہنا تمہیں دیکھ کر تو احمر علوی نے ایک بار پھر زندگی جینے کی تمنا کی ہے۔۔ کبھی بدلنا مت۔۔۔

ہمم !تو میری پیاری بیوی کو اپنے شوہر کے منہ سے آئی لو یو سننا ہے۔۔ پیار سے اس کی کیوٹ سی ناک کو چُومتے ہوئے بڑی محبت سے دیکھ کر کہا۔۔۔

ہوں ں ں۔۔۔ اس نے آنکھوں کو بند کیے ہوئے شرما کر کہا۔۔

آئی۔۔۔ لو۔۔۔ یو۔۔۔۔ احمر علوی پورے دل قبول کرتا ہے کہ وہ آپ سے بہت محبت کرتا ہوں ہے!

آپ کو بے انتہا۔ دیوانوں کی طرح چاہتا ہے۔۔۔ اب تو اپنے ہر دن کا آغاز آپکے ہونٹوں کے نرم گرم لمس کو محسوس کرتے کرنا چاہتا ہوں۔۔



اور ہر رات آپکی مخملی بانہوں میں گزارنا چاہتا ہوں۔۔۔ احمر کے الفاظ اس کا خماردار بوجھل لہجا ۔۔۔ماہہ پار بھاری پڑنے لگا تھا۔۔۔

بس۔۔بس۔۔۔میں نے تو صرف آئی لو یو بولنے کا کہا تھا۔۔۔احمر کے منہ پر نرمی سے ہاتھ رکھتے ہوئے ۔شرم سے لال چہرہ لیے بولی۔۔۔

ہاں تو میں تمہیں آئی لو یو کا پورا معفوم ہی سمجھا رہا ہوں۔۔یہ سب کچھ آئی لو یو کی دائرے میں ہی آتا ہے۔۔جب آئی لو یو ہو جاتا ہے تو، یہ اس سے آگے کا پر سیجر ہے۔۔وہ اس کے شرمائے ہوئے بڑے پیار سے دیکھ رہا تھا۔۔۔

وہ خوش تھا اپنی قسمت پر بے اختیار اس کے اختیار اس کا دل خدا کا شکر بجالایا تھا جس نے ایک بار پھر اسے ماہی جیسی پیاری معصوم سی ہم سفر سے نواز دیا تھا۔۔۔۔بے شک خدا بندے کے لیے جو کرتا ہے بہتر سے بہترین کرتا ہے بس انسان کو سمجھنے میں وقت لگ جاتا ہے۔۔۔

اس آنکھوں پر باری باری نرمی سے لب رکھ کر چومتے ہوئے اس کی پلکوں پر کچھ دیر پہلے رو کر کھڑے آنسوں کے قطروں کو چن رہا تھا۔۔

ماہی کا دل زوروں پر دھڑک رہا تھا۔احمر نے اپنے سخت داڑی والے گال اس کی ملائم گالوں سے رگڑیں تو ماہی نے ایک چھوٹی سسکی بھری تھی۔۔۔

احمر کی سخت داڑھی کی چبن نے پل بھر میں ماہی کی روح کھینچ لی تھی ۔۔۔ماہی کے پورے وجود میں سنسناہٹ سی دوڑ گئی تھی۔۔۔

وہ اسکی دسترس سے نکلنے کی بے جا کوشش کر رہی تھی ۔۔

میری جان اب یہ مزاحمت کس لیے اب تو میں نے آئی لو یو بول کر اپنے پیار کا اظہار کر لیا ہے ۔۔وہ اس کے لال پڑتے ہوئے چہرے کو دیکھ کر مسکرایا تھا۔۔پلیز آپ مجھے گھر لے کر چلیں مجھے مہرمہ کی بہت یاد آرہی ہے۔۔۔

ماہی دھڑکنوں کی تھاپ احمر باخوبی سن رہا تھا۔۔اسکی بے قابو ہوتی دل کی دھڑکنیں کی وجہ سے اس کی اوپر نیچے ہوتی سانسوں کو دیکھ احمر کے اندر جذباتوں کے طوفان اٹھ رہے تھے۔۔۔

میری جان پہلے مہرمہ کے بابا سے اپنا ادھورا رشتہ مکمل کر واس کے بعد ہی تم اپنی مہرمہ سے مل سکتی ہو ۔۔خماردار آواز میں اس کے چہرے پر جھکتے ہوئے لبوں کی لمس چھوڑنے لگا تھا۔۔

اس کے پیارے سے چہرے کو لبوں سے چومتے ہوئے اس پر اپنی گرفت مضبوط کرنے لگا تھا۔۔

آپ میرے ساتھ ایسا نہیں کر سکتے۔وہ منمناتے ہوئے بولی تھی۔۔

میں کیا کر سکتا ہوں یہ تو آج تمہیں اندازہ ہو جائے گا۔۔ جب اپنے حق پوری حق سے وصول کروں گا۔۔ مزاحمت کی گنجائش نہیں ہے۔۔ماہی احمر علوی۔۔ گھمبیر آواز میں بولتے ہوئے اس کی گردن پر نرم گرم لمس چھوڑ رہا تھا۔۔۔

احمر کا دل بھی قابو سا ہو کر اس کے نازک سے وجود کو خود کی دسترت میں چاہتا تھا۔۔

اس کے وجود سے اٹھتی ہوئی نیچرل خوشبو احمر کو بھی قابو کر رہی تھی۔۔ احمر کے لبوں کے لمس سے وہ گھبراتے ہوئے اس کی دسترس سے نکلنا چاہتی تھی۔۔ماہی کے لیے یہ سب کچھ بہت نیا تھا۔۔

احمر3736سال کا بھرپور مرد تھا جبکہ ماہی اس سے اتج میں آدھی تھی۔۔۔



ماہی بہت دبلی پتلی اور نازک سی جان تھی۔۔ احمر کو خود پر حاوی ہوتے دیکھ وہ گھبرا گئی تھی۔۔ مگر اب جس شیر کے شکنجے میں ماہی آچکی تھی۔۔۔ وہ اپنی تمناؤں کو پورا کرے بنا تو پیچھے ہٹنے والا نہیں تھا۔۔اس کی نازک کانچ جیسی کلائیوں کو اپنے مضبوط ہاتھوں میں پکڑ کر اوپر کی جانب پن کر دیا۔۔

اپنے مسکراتے لب ماہی کی نیچرل پنک گلاب کی پنکھڑیوں جیسے ہونٹوں پر رکھتے ہوئے قید کر لیا۔۔۔ اس کے بھیگے ہونٹ کی نمی کو تشنگی سے پیتے ہوئے اور بے قابو ہو رہا تھا۔۔۔ہونٹوں سے ہونٹوں کو چپکائے ہوئے۔ کروٹ لیتا ہوا اس سے اپنے اوپر لے آیا تھا۔۔۔وہ اس کے ہاتھوں میں مچل رہی تھی ۔۔وہ سانسوں کی معصوم کو لبوں سے قید کیے روکے ہوئے تھا۔ اس کی سانسوں کو بے قابو ہو کر پیتے جا رہا تھا۔۔۔

اپنے مظبوط مردانہ ہاتھوں سے اس کی نازک سی قمر پر حصار باندھے ہوئے۔ہاتھ کو پیچھے لے جا کر اس کے بلاؤز کی ڈوریاں کھولنی شروع کی تو ماہی نے سسک اٹھی تھی۔۔

اووو!کک۔۔۔کیا کر رہے آپ !پلیز چھوڑیں مجھے !احمر نے پیچھے سے ڈوریاں کھولتے ہوئے اپنے لبوں سختی اس کی نازک پنکھڑیوں پر دکھائی تو اس کی پنکھڑیوں پر اچھی خاصی جلن محسوس ہوئی تھی ۔۔۔ جھٹکے سے اپنی پنکھڑیوں کو اس کے لبوں سے آزاد کرواکر اٹکتے ہوئے بولی۔۔

احمر تو اسکے نازک وجود کو اپنے حصار میں لیے بے قابو ہو چکا تھا۔۔۔اس کے اچانک سے بے باک عمل پہ وہ تڑپ اٹھی تھی۔۔۔

اسکے حصار مظبوط حصار سے خود کو آزاد کرانے کی ایک ناکام سی کوشش کرتی وہ ہاتھ پاؤں بھی نہیں ہلا پا رہی تھی۔۔

احمر نے اتنی سختی سے اسے اپنے بازوؤں میں قید کر رکھا تا کہ اسکے پاس فرار ہونے کا کوئی راستہ نہ تھا۔۔

ابھی کچھ دیر پہلے آئی لو یو کہا تھا نا اب اسی آئی لو یو کو پورا کر رہا ہوں سرگوشی میں بھاری آواز سے بولا تھا۔۔

چھچھ۔۔ چھوڑے پلیز مجھے کوئی آئی لو یو پورا نہیں کروانا۔۔۔

احمر کی تجاوز سے بڑھتی ہوئی بے باقیاں سہتے ہوئے ماہی شرم سے لال پڑ چکی تھی اس کی دھڑکنیں اس کا دل تو پسلیاں توڑ کر باہر نکلنے کو تیار۔۔۔

میری جان اب بات صرف تمہاری نہیں رہی۔۔ اب تو میں اپنے آئی لو یو کو خود پورا کرنا چاہتا ہوں۔۔۔ میری بیوی اتنی خوبصورت تھی اور میں کیسے اتنے دن فضول میں ضائع کرتے ہوئے تم سے دور رہا ہوں۔۔۔۔

وہ ماہ کی خوبصورتی سے متاثر ہوتے ہوئے اس کی جان کا عذاب بنتے ہوئے اسے ہلکان کرنے پر تلا ہوا تھا۔۔

احمر کی سختیاں تو مہک برداشت نہیں کر پاتی تھی ۔وہ تو اسے سسکنے پر مجبور کر دیتا تھا۔جو کہ ماہی کی نسبت بہت مضبوط تھی۔۔۔اور ماہی کی تو نہ جان احمر کو سہنے کے لائق تھی اور نہ عمر۔ایسے میں ماہی کا یوں تڑپنا جائز تھا۔۔

پلیز آپ چھوڑیں مجھے ۔۔۔۔قسم سے مجھے آپ سے ڈر لگ رہا ہے۔۔۔وہ اپنی کمر کی آدھی ادھوری کھلی ڈوریوں کو پیچھے سے ہاتھ رکھتے جھٹکے سے اس کی گرفت سے نکل کر کھڑی ہو گئی تھی۔۔۔

ایسا نہیں تھا کہ وہ گرفت سے نکلنے میں کامیاب ہوئی تھی احمر نے خود نرمی سے اسے آزاد کیا تھا۔۔۔

وہ دیکھنا چاہتا تھا اس کی معصوم بیوی اس سے کتنا بھاگ سکتی ہے۔۔

وہ ماہی کو محبت سے اپنی حراست میں لینا چاہتا تھا۔ڈر سے نہیں اور وہ جانتا تھا کہ وہ بہت آسانی سے ماہی کو اپنی محبت کے لباس میں چھپا لے گا۔۔



اس لیے کچھ دیر کی راہ فرار اسے مہیا کی تھی۔۔۔تا کہ وہ تھوڑی کمفرٹیبل ہو سکے۔۔۔

بیڈ سے دوری اختیار کرتے ہوئے وہ ہاتھ کمر پر رکھے ہوئے تھی۔۔۔

اپنی حالت پر شرم سے پانی پانی ہوتے ہوئے احمر سے نظریں بھی ملا نہیں پا رہی تھی۔۔۔

ماہی یار تم تو ابھی سے شرم سے لال ہو رہی ہو۔۔ ابھی تو میں نے کچھ کیا بھی نہیں۔۔۔وہ مسکراتے ہوئے جھٹکے سے بیڈ سے اٹھ کر اس کے قریب ہونے لگا تھا۔۔

مگر ماہی نے سو کی سپیڈ اختیار کرتے ہوئے بھاگ کر خود کو واش روم میں بند کر لیا۔۔۔

اب احمر پچھتا رہا تھا کہ اس نے کچھ دیر کی راہ فرار اپنی اس بچگانہ بیوی کو کیوں دی۔۔

دروازہ کھولو تم یہ نہیں کر سکتے میرے ساتھ۔۔۔ میری جان اس وقت میں اپنے منہ زور جذباتوں سے چور ہوں۔۔۔ پلیز دروازہ کھولو میری پیاری بیوی آئی لو یو کا مطلب سمجھانے کا مجھے موقع دو ایسے اپنے شوہر پر ظلم نہ کرو۔۔۔وہ بھاری آواز میں دروازے پر ہاتھ رکھے ہوئے بول رہا تھا۔۔۔۔۔

میں نہیں کھولوں گی مجھے آپ سے ڈر لگ رہا ہے۔۔ منمناتے ہوئے بولی تھی۔۔

کس چیز کا ڈر لگ رہا ہے۔۔ میری جان میں تمہیں بہت پیار سے خود میں شامل کروں گا۔۔۔



نن۔۔۔ نہیں میں نہیں دروازہ کھولوں گی وہ ضدی انداز میں بولی۔۔۔ تو ٹھیک ہے میں جا رہا ہوں تم رہو یہاں پر اکیلی۔۔۔

وہ بولتے ہوئے باہر کا دروازہ کھول کر ٹھک سے بند کر کے واپس واش روم کے دروازے کے آگے آکر رک گیا تھا۔۔

اس نے یہی پریزنٹ کروایا کہ وہ روم سے جا چکا ہے۔ وہ جانتا تھا کہ اس کی چھوٹی سی عقل رکھنے والی بیوی اسے دیکھنے کے لیے ضرور دروازہ کھول کر باہر آئے گی۔۔۔

اور اس کی امید کے مطابق ماہی نے جلدی سے دروازہ کھولا بس پھر کیا ہرنی آگئی شیر کے شکنجے میں۔۔۔اسے باہر کھڑا ہوا دیکھ کر واپس دروازہ بند کرنے کی کوشش کی۔۔۔

باہر تاک لگائے کھڑے احمر نے دروازے کے بیچ میں اپنا ہاتھ رکھ چکا لیا۔۔۔ماہی کی جان احمر کے مقابلے میں آدھی بھی نہیں تھی۔۔۔

احمر کی تھوڑا سا زور لگانے پر دروازہ کھل گیا اور وہ لڑکھڑا کر پیچھے دیوار سے جا لگی تھی۔۔۔

احمر دروازہ بند کر کے گہری نظروں سے اسے دیکھتا ہوا مسکرا رہا تھا۔۔۔اپنے نچلے ہونٹ کے کنارے کو دانتوں تلے دباتے ہوئے اس کے قریب ہونے لگا۔۔

نن۔۔۔ نہیں۔۔۔پپ۔۔۔پلیز۔۔میرے قریب مت آئیں وہ پیچھے ہوتے ہوئے دیوار کے ساتھ ساتھ چل رہی تھی۔وہ ایک ایک قدم اٹھا کر اس کے قریب ہوتے جا رہا تھا۔۔۔

قریب تو آؤں گا اور اتنا قریب آؤں گا کہ میری ماہی آج کے بعد یوں مجھ سے خود کو چھپا کر بھاگے گی نہیں۔۔۔۔۔

کیا سوچا تھا کہ میں چلا جاؤں گا؟

ہاں مجھے لگا آپ چلے گئے ہیں مجھے کیا پتہ تھا کہ آپ سارا ڈرامہ کر رہے ہیں!!

جب میری بیوی ڈرامہ کر سکتی ہے تو میں کیوں نہیں اس کے قریب ہوتے ہوئے اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر جھٹکے سے اسے اپنے سینے لگاتے ہوئے بولا۔۔

ماہی پیچھے ہوتے ہوتے شاور کے بٹن سے جا ٹکرائی تھی۔۔شاور آن ہوا تو دونوں پر پانی گرنے لگا تھا

۔۔۔

ماہی پانی کی چھینٹوں سے ایک دم سے گھبراتی ہوئی۔۔احمر کے سینے سے لگ گئی۔۔احمر نے اس کی قمر پر اپنی گرفت کو مظبوط کر لیا۔۔۔ماہی کی دل کی دھڑکنیں شرموں حیااور گھبراہٹ سے اوپر نیچے ہو رہی تھی ۔۔۔اس کی تیز رفتار سانسیں احمر کو اور بہکا رہی تھی۔۔پلیز مجھے چھوڑ دے اپنی کمر پر احمر کی انگلیوں کی سنسناہٹ محسوس کر کے التجائی لہجے میں بولی۔۔۔۔

میری جان نہیں چھوڑ سکتا۔۔ تمہیں پتہ ہے تم کتنی خوبصورت ہو اتنی خوبصورت کہ میرے جیسا بندہ تمہاری خوبصورتی کے سامنے سر خم کر چکا ہے۔۔۔

تمہارے بدن سے اٹھتی خوشبو احمر علوی کو پاگل کر رہی ہے۔کیوں میری نظر تمہاری اس خوبصورتی پر نہیں گئی۔کیسے اتنے دن میں تم سے دور رہا۔۔بہت پاگل تھا میں۔۔اس کی گردن پر جھک کر لبوں سے چومتے ہوئے دانتوں کی چبن دی۔۔۔ آہ آ!!

اس کے منہ سے سسکی نکلی تھی۔اوپر سے گرتا ہوا پانی ماحول کو اور دلفریب بنا رہا تھا۔۔

اس کی آدھی کھلی ڈوریاں کو وہ پوری طرح کھول چکا تھا۔۔اس کی فراک کاندھوں سے سرنے لگی تھی۔۔

ماہی نے اپنے ہاتھ اپنی کاندھوں سے سرکتی فراغ پر رکھ کر سنبھالنا چاہا تھا۔۔۔

احمر نے اس کے دونوں ہاتھوں کو پکڑ کر پانی گرتی ہوئی دیوار کے ساتھ دونوں اطراف میں رکھتے ہوئے پن کر دیا۔۔۔

آپ بہت گندے ہیں!!شرم سے نظریں جھکائے اپنی حالت پشیمان تھی۔۔

تھوڑی دیر کے بعد کہنا!!اس کی کان میں سر گوشی کرتے ہوئے کانوں کی لو کو چوم لیا۔۔۔

اپنی کان کی لو پر احمر کے لبوں کو محسوس کر کے وہ سسک اٹھی تھی۔۔ گرتے ہوئے پانی میں بھی احمر کے لب پوری حدت چھوڑ رہے تھے۔۔

اس کی گردن پر لب رکھے لمسوں کی بارش کر رہا تھا۔۔وہ سسکیاں بھر رہی تھی۔۔۔

اسے گھما کر اس کی پشت اپنی جانب کرتے ہوئے اس کی کھلی ڈوریوں پر اپنے لب رکھ کر چوم رہا تھا۔۔۔

اس کی سسکیوں میں تیزی آنے لگی تھی فراک کاندھوں سے سرکر بہت نیچے ہو چکی تھی۔۔۔۔

وہ اپنی فراک کو سنبھالنا چاہتی تھی مگر وہ اس کے دونوں ہاتھوں کو اپنے ایک ہاتھ سے پن کیے ہوئے تھا ۔۔۔

واش روم میں اس کی تیز سسکیاں تیز گونج رہی تھی۔۔۔

احمر اسے سنبھلنے کا موقع نہیں دے رہا تھا اسے گھما کر واپس اس کا رخ اپنی جانب کرتے بے اختیار پوری شدت سے اس کے دل والے مقام پر جھکا تھا۔۔

وہ تڑپ کر اس کے سینے پر دباؤ دے کر اسے پیچھے کرتے ہوئے بھاگتے قدموں سے واش روم سے نکل کر فرار ہونے لگی تھی۔۔۔

کہ پاؤں پھسلا اور وہ گرنے ہی والی تھی کہ اس سے پہلے ہی احمر ماہی کی کمر پر ہاتھ رکھتے اسے سنبھال چکا تھا۔۔

وہ احمر کی باہوں میں جھول رہی تھی اس کا خوبصورت نشیب و فریض بہت کم کپڑوں میں لپٹا اس کی نظروں کے سامنے تھا۔۔۔

اس کی پنکھڑیوں پر پانی کے قطرے شبنم کی مانند کھڑے تھے۔۔اس کی ٹانگوں کے نیچے سے ہاتھ گزارتے ہوئے اسے اپنی گود میں اٹھالیا۔۔



گہری نظروں سے اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے آہستہ آہستہ قدم اٹھا کر اسے واش روم سے باہر بیڈ تک لے آیا تھا۔وہ آنکھیں بند کیے ہوئے اس کی باہوں میں تھی۔۔

اسے نرمی سے بیڈ پر ڈالتے ہوئے احمر نے اپنی شرٹ کے بٹن کھول کر اتارتے ہوئے بیڈ سے نیچے پھینک دیا۔۔

احمر کا چوڑا مضبوط سینا شرٹ لیس ہو چکا تھا اس سے پہلے کہ ماہی کوئی چالا کی کرتی احمر اس پر جھکتے ہوئے اس کی گیلی فراک جو پہلے سے اسے چھپانے سے قاصر تھی۔ اس کے وجود سے پوری طرح سے الگ کرتے ہوئے بیڈ سے نیچے رکھ دیا۔۔۔

ماہی کا خوبصورت وجود احمر کی نظروں کے سامنے تھا بلیک کلر کے خوبصورت بناوٹ سے بنے ہوئے بلاؤز میں اس کا کورا جسم بے حد خوبصورت لگ رہا تھا۔۔ وہ شرم سے لال چہرہ لیے آنکھیں بند کیے ہوئے تھی۔۔ احمر اس کے وجود کی رانائیوں کو دیکھ دیوانہ سا رہا تھا۔۔

ایک تو حد سے زیادہ خوبصورت اوپر سے اپنی ملکیت کا احساس۔۔ ایسے میں تنہائی اس کا مخملی ریشمی گورا بدن۔۔۔

اس کا بھیگا بھیگا وجود احمر کو پوری طرح سے بہکا چکا تھا۔۔

وہ بے قابو سا ہوتا اس کے اوپر جھکا اور جھکتا چلا گیا۔۔۔

وہ اب کی بار ماہی کو کوئی موقع نہیں دینے والا تھا۔۔ اس کی پنکھڑیوں پر لب رکھتے ہوئے گیلے ہونٹوں کی نمی کے ہر قطرے کو پیتے ہوئے وہ مدہوش ہونے سا لگا تھا۔۔۔

اس کی رکتی ہوئی سانسوں کو دیکھ اس پر احسان کرتے ہوئے لبوں کو لبوں سے جدا کر کے پیچھے ہوا تھا

--

اس کی گردن پر جھکا چومتے ہوئے نیچے کی جانب آنے لگا تھا لب دل والے مقام پر رک گئے۔۔ بلاؤز کی ایک سائیڈ کی سٹریپ پر ہاتھ رکھتے ہوئے اسے جھٹکے سے نیچے کیا۔۔ لب دل والے مقام پر رکھتے ہوئے۔اس کے گیلے گیلے وجود کی خوشبو کو سونگھتے ہوئے وہ اور بھی بے قابو ہو رہا تھا۔۔۔
دل والے مقام پر لبوں کو رکھے نمی کو لبوں سے مدہوش سا ہو کر پینے لگا۔۔

۔کمرے میں ماہی کی سسکیوں کی آوازیں گونج رہی تھیں۔ اور احمر کو تو جیسے کچھ سنائی ہی نہیں دے رہا تھا۔۔
وہ ماہی کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے اسی پوزیشن میں اس کے سانے پر لب رکھے مدہوشی میں اس کی جان کو ہلکان کر رہا تھا۔۔۔



اس کے جسم کی ہ رعنائی کو بڑی محبت سے چومتے ہوئے۔ اسے اپنی شدتوں سے توڑ رہا تھا۔۔ ماہی کا نازک سا وجود احمر کی شدتوں کے آگے بہت کم تھا۔وہ سسکیوں کے ساتھ رونے لگی تھی۔۔۔
احمر کو اپنی سختی کا احساس ہوا تو شدتوں میں نرمی تو لے آیا تھا۔۔ مگر دور ہونا اس کے بس میں نہیں تھا

--

اسکے نازک سے وجود پر اپنی شدتوں کو برساتے ہوئے۔ اپنے منہ زور جذباتوں کو پر سکون کرنے کی کوشش کررہا تھا۔۔پورے روم میں ماہی کی سسکیوں کے ساتھ رونے کی آواز گونج رہی تھی۔۔

احمر کی تیز سانسیں اور ماہی کی سسکیوں سے روم میں داستان محبت لکھی جارہی تھی۔۔۔

ooooooooooooo,

جان شاہ اتنامت شرماؤورنہ قسم سے آج آج تمہاراشرماناتم پر بہت بھاری پڑنے والا ہے۔۔رومان شاہ اسے نیچے کھڑا کرتے ہوئے دیکھ ۔اس کے کان پر جھک اس کی گردن کی سائیڈ کو چومتے ہوئے سرگوشی میں بولا تھا۔۔

رہنے دیں شاہ آپ نے جو کرنا ہے وہ تو آپ کر کے رہیں گے میرے شرمانے یانہ شرمانے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔۔۔

۔میرب شاہ کے ارادوں کو اچھی طرح بھانپ چکی تھی۔۔میرب اچھی طرح سے جانتی تھی کہ آج کی رات اس پر شاہ کتنی سخت کرنے والا ہے۔۔اس کا اسے بخوبی اندازہ تھا۔۔

اوپر سے وہ اپنی پسند کی جو نائٹی نما فراک پہنا کرلایا تھااسے لایا تھااسکے بعد تو شک کی گنجائش ہی نہیں بچی تھی کہ اسے تھوڑی بہت رائیت ملے گی۔۔۔

ویسے جانے شاہ یہ بات تو تم نے بالکل ٹھیک کی ہے۔۔۔

آج کی رات میرابس چلے تومیں تمہیں کھاجاؤں گا۔۔۔وہ اپنی دلفریب مسکراہٹ سے مسکرایا تھا۔۔

اسکے گالوں کے گڑھے گہرے ہوگئے۔میرب بھی اختیار رومان شاہ کی گالوں کی جانب دیکھنے لگی۔۔۔

شاہ کی جان آج کنجوسی مت کرو۔۔ یہ تمہیں پیارے لگتے ہیں۔۔۔میں جانتا ہوں۔۔اس پر دل کھول کر اپنے لبوں سے پیار کی بارش کردو تو قسم سے میری یہ سال بھر کی دوری کا صلہ مل جائے گا۔۔

جھک کر میرب کے گال کو چومتے ہوئے بڑی محبت سے بولا تھا۔۔

میرے بے صبر شاہ پہلے میری برتھ ڈے سیلیبریٹ کر لیں۔میرب اندر داخل ہوتے ہی سامنے پڑے ہوئے کیک پر ہیپی برتھ ڈے میرب دیکھ چکی تھی۔۔۔

اچھاجی تو میں بے صبر اہوں۔۔ہوں۔۔تو پہلے مجھے تھوڑی سی بے صبری دکھا لینے دو۔۔۔اس کے بعد ہی اب کیک کٹ ہو گا۔۔

میرب کی قمر پر ہاتھ رکھتے ہیں اسے تھوڑا سا پیچھے کو جھکا کر بالوں پر ہاتھ رکھے۔اس کے لبوں پر لب رکھ کر پکڑیوں کو قید کر کے بے تابی سے سانسوں کو پینے لگا۔۔

پہلا لمس ہی جان لیوا تھا لبوں پر چند سیکنڈوں کے بعد ہی میرب بے تحاشہ جلن محسوس کر رہی تھی۔۔

اس کی کمر میں شاہ کی انگلیاں دھنسنے کی حد تک سختی بنائے ہوئے تھے۔۔

لبوں کو کچھ اس انداز سے قید کیے کھڑا تھا کہ میرب کو سانس نہیں آرہی تھی۔۔۔

وہ سانس لینے کے لیے تڑپ رہی تھی۔اس دشمن جاں کے رحم و کرم پر کھڑی چٹپٹا کر خود کو آزاد کرنے کی بے جا کوشش کرنا لگی تھی۔۔۔

وہ بے رحم بنا اس کی سانسوں کو اپنے اندر کھینچتے ہوئے اپنی طلب روانی سے پورے کر رہا ہے۔۔

جلن اور سانس رکنے سے میرب کی آنکھوں میں پانی آنے لگا شاہ کے لبوں نے نمکین پانی کو محسوس کیا تو بمشکل اس کے لبوں سے لب جدا کرتے ہیں سر اٹھا کر دیکھا۔۔

شاہ آپ بہت ظالم ہیں اتنے دنوں سے آپ کم سے کم ان سے تو دور نہیں تھے۔میرب روتے ہوئے اپنی پنکھڑیوں کو پوائنٹ کرتے بولی تھی۔۔

ہر روز دن میں کچھ 400 بار اپ اپنی من مرضیاں ان پر اتارتے ہیں پھر بھی آپ نے۔۔۔وہ کہتے ہوئے رو کر شاہ کے کسرتی سینے پر اپنے نازک ہاتھوں سے مکے مارنے لگی تھی۔۔۔



ہاہاہاہا۔۔وہ دل کش انداز سے قہقہہ لگا کر ہنسا تھا۔۔میرب کی کمر کے گرد اپنے بازوؤں کا حصار مضبوطی سے بنا رکھا تھا۔

۔میری جان جتنا تمہارے لبوں کی نمی کا شاہ کو نشہ ہے۔۔۔میرا بس چلے تو میں سارا دن ان پنکھڑیوں کو اپنے لبوں سے چپکائے رکھو۔۔۔

وہ دیدہ دلیری سے مسکراتے ہوئے اس کی پنکھڑیوں پر واپس جھک کر اس کی پکھڑیوں سے ننھی خون کی بوندوں کو چننے لگا تھا۔۔۔

اب کی بار خون کی بوندوں کو لبوں سے نرمی سے چنتے ہوئے پیار سے چوم کر۔ پیچھے ہو کر آنکھ دباتے ہوئے مسکرایا تھا۔

۔کیا؟؟ ایسے آنکھیں مت دکھاؤ ایک سال سے نشے سے ٹوٹا ہوا نشئی اور کیا کرے گا۔۔اتنی سی تکلیف پر آنکھیں دکھانے کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔



وہ کیا کہتی ہو تم۔۔۔اب میں ماما۔ن گئی ہوں اب مجھے آپ سے ڈر نہیں لگتا۔۔۔۔۔

تو میں بھی اب بابا بن گیا ہوں۔۔مجھے بھی اب تم سے ڈر نہیں لگتا۔۔وہ میرب کو گھورتے ہوئے دیکھ ۔۔۔وہ ہنستے ہوئے میرب کی کہی ہوئی باتوں کو دہرا کر اس کی نقل اتار رہا تھا۔۔۔

۔میرب کی خوبصورت آنکھوں میں غصے اور ہونٹوں پر ہونے والی جلن کی وجہ سے پلکوں پر نمی کے قطرے کھڑے تھے۔۔

!!ایسے نہ مجھے تم دیکھو

سینے سے لگالوں گا

تم کو میں چرا لوں گا تم سے

سینے میں چھپالوں گا!!

میرب کے چہرے کو پیار سے چومتے ہوئے لمس چھوڑ رہا تھا روم میں رومینٹک نیو سونگ کے بول سن کر رومان شاہ کے لب مسکرا رہے تھے۔۔

وہ اپنی جان کا موڈ ٹھیک کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔جانتا تھا اپنے منہ توڑ جذباتوں اور بے تابیوں سے مجبور ہو کر وہ اپنی جان کی پنکھڑیوں پر کچھ ضرورت سے زیادہ ہی سختی دکھا گیا ہے۔۔میرب کا موڈ سخت خراب تھا۔۔

میرب کے دونوں ہاتھ نرمی سے پکڑ کر اپنے کاندھوں پر رکھتے ہوئے۔اپنے دونوں ہاتھ اس کی قمر کے گرد حصار کی طرح باندھے ہوئے کھڑا تھا۔۔

سوری میری جان غلطی ہو گئی کیا کروں ایک بھوکا بندہ کھانے کو دیکھ ایسے ہی اتاولا ہو کر ٹوٹ پڑتا ہے۔۔۔

بظاہر رون شاہ سوری کر رہا تھا مگر اس کے مسکرانے کے انداز پر میرب کو اور غصہ آ رہا تھا۔۔

آہ آہ۔۔میرب کی بچی مت کرو مجھے صبح آفس جانا ہے۔۔ میرب نے غصے سے شاہ کی گال پر دانت پوری زور سے گاڑ رکھے تھے۔۔

میں کیا کروں اگر اپ کو افس جانا ہے تو میرے دانتوں کا دیکھیں مجھے بھی صبح سب گھر کے ملازموں کو فیس کرنا ہے اپ کو بھی احساس ہونا چاہیے ایک تو تکلیف اوپر سے لوگوں کا سامنا کرنا کتنا مشکل ہوتا ہے وہ اپنی مرضی سے دانت ہٹا کر اب فتحانہ انداز سے بول رہی تھی۔۔۔

میرب کی بچی اب تم نے جو کرنا تھا وہ تو تم نے کر لیا۔اب ذرا ایک کٹ کر لو۔ اس کے بعد اگر تمہاری ہونٹوں والا حشر تمہارے پورے جسم کا نا کیا تو پھر کہنا۔۔

۔اگر صبح میرے پیار کے لو بائٹ دیکھ کر تم خود ہی شاور لیتے ہوئے شرما شرما کا بے حال نا ہوئی تو قسم سے رومان شاہ میرا نام نہیں۔۔۔

وہ اپنے ضدی انداز میں بولتا ہوا اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے کیک کے پاس لے آیا تھا۔۔

میرب دل میں تو ڈر گئی تھی کہ اس نے کیوں شیر کے منہ میں ہاتھ ڈال دیا ہے جانتی تھی کہ اب کیک کٹنے کے بعد شاہ سیدھا اس کو ہی کاٹنے والا ہے۔۔۔

اپنے شاہ کی شدتوں سے میرب بہت اچھی طرح سے واقف تھی۔۔پنجابی شیر جب ضدی بن کر اپنے آپے سے باہر ہوتا تھا تو میرب کے لیے تو سنبھالنا مشکل ہو جاتا تھا۔۔۔

جب شاہ اپنے پر آتا تھا تو میرب کا سانس لینا مشکل کر دیتا تھا۔۔

اس کو اپنی محبت کی شدتوں سے تڑپا تڑپا کر اس کی جان نکال لیتا تھا۔۔۔۔

اور آج ایک سال کے بعد شاہ اسکے قریب آنے والا تھا۔۔اوپر سے میرب نے خواہ مخواہ کا پنگا لے لیا تھا جانتی تھی کہ اب تو وہ اس کی جان کو سولی پر لٹکا کر ہی چھوڑے گا۔۔

میرب کی پشت پر کھڑے ہو کر دونوں ہاتھ اس کے دل والے مقام پر رکھے ہوئے ٹھوڑی اس کے کاندھے پر ٹکائے کھڑا تھا۔۔۔میرب کے پورے وجود میں سنسیاں دوڑ رہی تھی۔۔

شاہ کے کثرتی سینے سے کی حدت سے میرب کی پشت چل رہی تھی شاہ کے بے باک ہاتھ دل والے مقام پر رکھے ہو اس کی جان نکال رہے تھے۔۔۔

مگر میرب اب کچھ بولنے کی غلطی نہیں کر سکتی تھی جانتی تھی کہ شاہ اب اسے اسی طرح سے تڑپنے پر مجبور کرے گا۔۔

اور مزاحمت کا مطلب ہے اپنی جان کو اور عزاب میں ڈالنا ویسے بھی پچھلے ایک ڈیڑھ سال سے میرب پر شاہ کا ہاتھ بہت نرم تھا۔۔۔

میرب کو شاہ نے اپنی ہتھیلی کا چھالا بنا کر رکھا تھا۔۔اور آج رومان شاہ اپنے اصلی روپ میں تھا۔ جس سے میرب کی جان نکلتی تھی۔۔۔

شاہ نے چھوٹا سا ٹکڑا اٹھا کر میرب کے

لبوں سے لگایا۔۔

"ہیپی برتھ ڈے جان شاہ کہتے ہوئے جھک کر اس کے دونوں گالوں پر بھاری بھاری محبت سے بوسہ دیا۔۔



اوہوں ں ں ں۔۔۔ تمہیں بہت اچھی طرح سے پتہ ہے کہ مجھے اس طرح سے ہمارے کسی بھی سیلیبریشن کا کیک کھانا پسند نہیں۔ پھر بھی بار بار جان شاہ تم مجھے چیک کرتے ہو۔۔

اس کا رخ اپنی جانب کرتے ہوئے۔

اسے بڑی محبت سے اپنے حصار میں لیے کھڑا۔۔گہری نظروں سے اس کے خوبصورت شرمائے گھبرائی چہرے کو دیکھ رہا تھا۔۔۔

میری جان اتنا ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔۔کچھ نہیں کہوں گا۔۔میری محبت سے تمہیں اتنی جان کیوں جاتی ہے۔

ایک سال کے بعد تمہارے قریب آرہا ہوں پھر بھی تمہارا یہ ڈرا سہا چہرہ دیکھنے کو مل رہا ہے۔۔۔خدا کے لیے میرب اب تو کھل کر رومان شاہ کی محبت کا سامنا کرنا سیکھ لو۔۔۔

۔۔۔کیک کو لے کر کے لبوں پر لگاتے ہوئے جھک کر اپنے فیورٹ انداز سے شاہ نے کیک اپنے لبوں سے کھانا شروع کیا۔۔۔رومان شاہ کا ہاتھ اب اس کی پشت کو سہلاتا بہت نرمی سے اس کی دھڑکنوں کو چھو رہا تھا۔۔۔



وہ اس کے لبوں کو آزاد کرتا اس کی کی گردن پر آیا جہاں اس نے اپنے آتشی سلگتے لب رکھے تھے۔۔ اس گھما کر اس کی پشت اپنے کشرتی سینے سے لگا کر۔۔اس کی کمر پر لگی زپ کو نیچے کی جانب لے گیا۔۔۔

۔میرب شرم سے لرزا اٹھی تھی اس سے پہلے کہ وہ شرم سے مرنے کی حد تک پہنچ جاتی۔۔۔شاہ نے کرسی پر پاس رکھی ہوئی وہی چادر جس میں وہ لپیٹ کر اسے چھت پر لایا تھا اسے میرب اور اپنے گرد لپیٹ لیا۔۔۔

جان شاہ اپنی دھڑکنوں کو قابو میں رکھو ورنہ سینہ چھیر کر باہر آجائیں گی۔۔۔

میری جان تم بیوی ہو۔۔اور میرے ایک پیارے بیٹے کی ماں۔میری جان کے ٹوٹے کچھ تو خود کو بدل لو۔۔۔اس کے کاندھے پر ٹھوڑی رکھ کے ہاتھ کے پیٹ بھر باندھے کھڑا تھا۔۔۔

شاہ آپ بہت بے شرم ہیں۔۔وہ بامشکل آنکھیں بند کیے اتنا ہی کہہ پائی تھی۔۔جانتا ہوں شاہ کی جان میری خوبیاں مجھے مت گنوایا کرو۔۔۔خود سے کچھ کرنے کا حوصلہ پیدا کرو۔۔۔

شاہ تو ایسا ہی ہے اور ایسا ہی رہے گا۔رومان شاہ کو ساری زندگی خود پر جیلنے کی ساکت رکھو میری جان۔۔۔بھاری آواز میں بولتے ہوئے اس کی سخت داڑھی کی چھبن میرب اپنی گردن کال اور کاندھے پر محسوس کر کے سسک رہی تھی۔۔۔

اس کے دھکتے انگارے کے جیسے آتشی لب اس کی گردن سے نیچے اور اس کا ہاتھ اس کے گرد لپٹی چادر کے اندر سے اس کے پیٹ کو چھوتا اوپر کی جانب بڑھ رہا تھا۔۔

رومان شاہ کہ سخت مردانہ ہاتھ کی ٹھنڈی انگلیاں کو اس کی تیز رفتار دھڑکنوں کو چھونے کی لگی تھی ۔۔۔وہ آنکھیں بند کیے سسکیاں لے رہی تھی روم میں مدھم مدھم رومینٹکس سا ماحول بنائے کینڈلز جل رہی تھی۔۔



جان تم بہت خوبصورت ہو۔۔اتنی خوبصورت کہ تمہیں دیکھنے کے بعد شاہ کا خود پر کوئی اختیار نہیں رہتا۔۔۔اسی بے اختیاری میں اکثر شاہ گستاخیاں بھی کر بیٹھتا ہے۔۔شاہ کا مطلب اس کے لبوں پر کی گئی سختی سے تھا۔۔

میرب تو میری ہو صرف میری!تم رومان شاہ کی ملکیت ہو۔۔ تمہیں چھونے کا پیار کرنے کا حق صرف رومان شاہ کو ہے۔۔

تمہاری دھڑکنوں کو چھوء کر چومنے کا تمہارے دل میں اتر جانے کا حق صرف اور صرف رومان شاہ کو ہو۔۔

جواب تو میرب رومان شاہ تمہارے لبوں سے اپنی اہمیت سننا چاہتا ہے۔۔وہ میرب کی مخملی گال کو چوم کر گردن پر نرم گرم لب رکھے ہوئے سرگوشی میں بھاری آواز میں بول رہا تھا۔۔

اس کی خماریوں سے بھری مردانہ آواز سے میرب باخوبی اپنے شاہ کے جذباتوں کا اندازہ لگا سکتی تھی۔۔

شاہ میرب پر ہمیشہ آپ کا ہی حق رہے گا میرب آپ کی تھی آپ کی ہے اور ہمیشہ آپ کی ہی رہے گی۔۔ آپ کی پیار بھری دسترت میں آنے کے لیے تو میرب نے اپنی جان تک داؤ پر لگا دی تھی۔۔

شاہ میرب کی پشت پر اپنا وسیع کسرتی مضبوط سینا لگائے اس کے پیٹ پر ہاتھ سرکاتے ہوئے کھڑا تھا ---



میرب اپنا ہاتھ پیچھے کو لے جا کر سخت داڑھی والی گال کو بڑی محبت سے سہلاتے ہوئے بہت کم آواز میں پیار سے بول رہی تھی۔۔۔۔

اگر شاہ کی جان اس کی میرب میں تھی۔ تو میرب کی جان بھی رومان شاہ میں بستی تھی۔۔

اس نے وہ سب بول دیا تھا جو اس کا شاہ سننا چاہتا تھا وہ کیسے اپنے پیارے شاہ کو ترسا سکتی تھی۔۔۔ جو کچھ اس نے شاہ سے کہا تھا وہ ایک ایک لفظ سچ تھا۔۔ تھینک یو سوچ شاہ کی جان!!

شاہ یہی سننا چاہتا تھا تمہارے یہ الفاظ شاہ کے دل کو سکون دیتے ہیں۔۔

۔میرب ایک وقت تھا کہ رومان شاہ اپنے دل پر حکومت کرتا تھا۔۔ مگر شاہ کی جان جب سے تم میری زندگی میں آئی ہو شاہ کا دل شاہ کا رہا ہی نہیں۔۔وہ تو تمہارا غلام ہو چکا ہے۔۔ جس پر صرف تمہاری حکومت چلتی ہے جو صرف تمہارا نام لینے سے دھڑکتا ہے۔۔۔جو صرف تمہاری بات سنتا ہے۔۔ جو صرف تمہارا نام لینے سے دھڑکتا ہے۔۔۔



تو شاہ آپ نے میرے دل پر کون سا میرا اختیار چھوڑا ہے۔۔میرب کا دل بھی آپ کو ہی چاہتا ہے!! میرب کے دل پر بھی صرف آپ کی حکومت چلتی ہے!! میرب کا دل بھی آپ کا غلام ہے!!

۔میرب کی آنکھوں کی روشنی ہو آپ!! میرب کے دل کا سکون ہو آپ ہو!! رومان شاہ ہے تو میرب ہے رومان شاہ کے بنا میرب کا کوئی وجود نہیں!!

میرب نے پوری ایمانداری سے اپنی تیز دھڑکنوں میں رومان شاہ کی محبت کا جواب دیا تھا۔۔۔جان شاہ اس پیار کا اس عنایت کا بہت بہت شکریہ۔۔۔میری زندگی میں آنے کا بہت شکریہ۔۔اگر میرب رومان شاہ کی زندگی میں نہ ہوتی تو رومان شاہ ادھورا تھا۔۔جھک کر اس کی گال کو چومتے ہوئے لمس چھوڑتے ہوئے کہا۔۔

اگر شاہ میرب کی زندگی میں نہ ہوتا تو میرب کا کوئی وجود ہی نہیں تھا۔۔میرب نے اب بھی اپنا ہاتھ پیچھے کی جانب کر کے رومان شاہ کی سخت داڑھی والے گال پر رکھا ہوا تھا۔۔اس نے بڑے پیار سے سرگوشی نما آواز میں کہا تھا۔۔۔

پلیز شاہ کی جان بہت تڑپا ہوں تمہاری قربت کے لیے۔۔اگر کچھ سختیاں ہو جائے تو اپنی شاہ کی گستاخیاں معاف کر دینا۔۔



کان کی لو پر لب رکھ کر چومتے ہوئے۔۔خماری سے ہوتی بھاری آواز میں کہا۔۔

میرب کی جان اپنے شاہ پر قربان!بس میری جان نکالنے سے کچھ دیر پہلے مجھ پر رحم کر لیجئے گا!!

وہ شرم سے آنکھیں بند کیے ہوئے بہت کم آواز میں بولی تھی۔۔کہ شاہ بامشکل سن پایا تھا۔۔

شاہ کے آتشی لب مسکرائے تھے اپنی جان شاہ کی محبت بھری ادا پر جو اس پر قربان ہونے کو تیار تھی۔۔۔

پوری کوشش کروں گا مگر مجھے خود سے کچھ زیادہ امیدیں نہیں ہیں۔۔ جانتا ہوں تمہارے قریب آتے ہی میں بے قابو ہو جاؤں گا۔۔۔

تھوڑا سا جگرا مضبوط کر لو جان شاہ رومان شاہ کے ایک سال سے باندھ ڈالے ہوئے طوفان کو تمہیں اپنے نازک وجود پر جھیلنا ہے۔۔ آج کی رات میں کوئی گارنٹی نہیں دے سکتا۔۔ اپنے منہ زور جذباتوں سے مجبور ہوں۔۔۔ آہ اااا!! شاہ کے ہاتھوں کی گرفت اس کے دل والے مقام کے دونوں طرف سخت ہوئی تو وہ سسک اٹھی تھی۔۔۔



ششش! میری جان برداشت کرو اپنے شاہ کے جذباتوں کو۔۔۔ شاہ پلیز یہ نہیں۔۔ وہ سسکیاں بھرتی ہوئی تڑپ کر بولی۔۔

جان شاہ محبت میں حد بندیاں مت کرو تمہارا شاہ صرف مجبوریوں کے تحت پابندیوں کا پابند تھا۔۔

اب یہ مجھ سے نہیں ہو سکے گا۔۔اس کا رخ نرمی سے گھما کر اپنی جانب کرتے ہوئے۔لبوں پر لب رکھ کر نرمی سے چومتے ہوئے۔اس ملائم گردن پر لمس چھوڑنے لگا تھا۔۔

اس کی کمر کے گرد سختی سے حصار باندھے اسے اپنے سینے سے لگائے اس کے دھڑکوں کا اتار چڑھاؤ اپنے سینے پر محسوس کر رہا تھا۔۔

اس کی تیز دھڑکنوں کا اتار چڑھا اور رومان شاہ کی کثرتی سینے پر پڑتیں وہ مزید بہکتا چلا گیا تھا۔۔۔

اسے پاس پڑے ہوئے میٹرس پر نرمی سے لیٹاتے ہوئے اس کے اوپر ہی جھکتا چلا گیا۔۔اپنی شرٹ اتار کر اپنے کسرتی سینے سے الگ کرتے ہوئے۔۔

میٹرس پر گلاب کی پتیوں سے بنے ہوئے ہارٹ سے پتیوں کو ہاتھوں میں بھر کے اٹھاتے ہوئے میرب کہ اوپر پھولوں کی برسات کر رہا تھا۔۔

وہ کھینچ کر خود پر چادر کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔جسے سرکاتے سرکاتے شاہ ہٹاتے جا رہا تھا۔۔

جان شاہ رومان شاہ کو تمہیں دیکھنے کا پورا حق حاصل ہے۔۔یہ حق تم مجھ سے چھین نہیں سکتی۔۔۔کہتے ہوئے چادر کو جھٹکے سے کھینچتے ہوئے میٹرس سے دور پھینک دیا۔۔

اس کا خوبصورت رعنائیوں سے بھرا وجود رومان شاہ کی بہکی خمار در نظروں کے سامنے تھا۔۔

میرب رائم کے پیدا ہونے کے بعد تھوڑی موٹی ہو گئی تھی۔۔اس کا وجود بھرا بھرا اور بھی خوبصورت لگنے لگا تھا۔۔اس کے وجود پر کپڑے نہ ہونے کے برابر تھے۔۔۔

بچے ہوئے کپڑوں کو اس کے وجود سے الگ کرتے ہوئے وہ پوری طرح سے اس پر قابض ہونے لگا تھا ۔۔۔اس کے ابھاروں پر لب کشائی کی تو سسکیاں بھرنے لگی تھی۔۔۔

شاہ مدہوش سا ہوتا ہوا نمی پینے لگا۔۔۔وہ اس کی باہوں میں سسکیاں بھرتے ہوئے میٹرس کی چادر کو مٹھیوں میں کس کے پکڑے ہوئے تھی۔۔۔

شاہ اس کے دونوں ہاتھوں پر مضبوطی سے ہاتھ رکھ کر اس کی انگلیوں میں اپنی سخت انگلیاں پھساتے ہوئے اس کی دھڑکنوں کو چھوء رہا تھا۔۔۔



میرب شاہ کے جلتے ہوئے لبوں سے تڑپ رہی تھی۔۔۔شاہ اس کے خوبصورت جسم کے رعنائیوں کو چومتے ہوئے بھی قابو ہو رہا تھا۔۔

پوری طرح سے اس پر قابض ہوتے ہوئے اسے سکنے پر مجبور کر رہا تھا۔ آج ایک سال کے بعد میرب کے وجود پر اپنی محبت کی بارش برسا رہا تھا۔۔شاہ کی شدتوں سے میرب کی سسکاریاں پورے کیمپ میں گونج رہی تھی۔۔

آج رات گواہ تھی ان دونوں کی محبت کی۔۔ آج چاند اور چاندنی بہت خوش تھے میرب اور شاہ کی محبت کو دیکھ کر۔۔دونوں کو بڑے ہجر کے بعد یہ رات نصیب ہوئی تھی۔۔۔

oooooooo

ماہی میری جان کتنی دیر روتی رہو گی بتا دو۔۔۔ماہی احمر سے ناراض ہو کر کروٹ لیے سسکیاں بھرتی ہوئی رو رہی تھی۔ محبت کی شدتوں سے ٹوٹ کر وہ اپنا غصہ رونے کی صورت میں نکال رہے تھی۔۔۔

آپ بہت گندے ہیں۔۔میری جان میں آپ کا شوہر ہوں۔۔اور یہ میرا حق تھا کچھ غلط نہیں کیا میں نے تمہارے ساتھ۔۔۔میری جان ایک بار میری طرف دیکھو تو صحیح نرمی اس کا رخ اپنی جانب کرتے ہوئے پیار سے کہاں۔۔

مجھے آپ سے کوئی بات نہیں کرنی۔۔

کیوں؟؟؟

اس کی بچگانہ اور ناراض صورت کو دیکھ اس کے لب مسکرائے تھے۔۔

بس نہیں کرنی بات ختم!!اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔۔۔

میری جان اب تو بات ختم نہیں ہو سکتی۔۔اب تو آپ ہماری جان بن گئی ہے۔۔۔اس کے ہاتھ کو پیار سے چومتے ہوئے کہا۔۔۔

کوئی اپنی جان کے ساتھ ایسا سلوک کرتا ہے جیسا اٹپ نے میرے ساتھ کیا ہے وہ بچوں کی طرح روتے ہوئے چہرے سے ہاتھ ہٹا کر بولی۔۔۔

میری جان اپنی جان کے ساتھ ہی ایسا سلوک کیا جاتا ہے اب بتاؤ ایسا سلوک اگر میں کسی اور کے ساتھ کروں تو کیا تم برداشت کر لو گی کیا چاہتی ہو کہ میں کسی اور کے پاس اپنی تمنائیں پوری کرنے کے لیے جاؤں۔۔۔۔



آپ جا کر دکھائیں میں آپ کی جان لے لوں گی وہ روتے ہوئے اسکے بالوں سے پکڑ کر بولی تھی۔۔۔

احمر کا دل قربان جا رہا تھا اس کے بچپنے والی محبت پر۔۔۔ماہی میں آپ کا شوہر ہوں تم اس طرح سے میرے بال پکڑ کر نہیں کر نوچ نہیں سکتی۔۔۔

وہ مسکراتے ہوئے بولا تھا۔۔۔

ہاں آپ چاہے مجھے جیسے مرضی!!وہ کہتے ہوئے شرما کر چپ کر گئی تھی۔۔

میں نے تمہارے ساتھ ایسا سلوک نہیں کیا میں نے تو صرف پیار کیا ہے۔۔ تمہیں بھی پیار کرنے کی پوری اجازت ہے کر سکتی ہو۔۔۔ اس کے شرمائے چہرے پر جھکا اور نرمی سے اس کے لبوں کو چومتے ہوئے بولا تھا۔۔۔۔

جی نہیں مجھے ایسے پیار کے کوئی دورے نہیں پڑ رہے۔۔ جیسے آپ کو پڑھتے ہیں وہ شرماتے ہوئے نظر گھما کر دوسری جانب کرتے ہوئے بولی۔۔۔

اب کیا کروں مجھے تو اس طرح کے دورے مزید پڑھنے کا امکان لگ رہا ہے وہ کہتے ہوئے مسکرایا تھا ---

احمر پلیز۔۔۔۔وہ اسے خود سے دور کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ چلو ٹھیک ہے ہٹ جاؤں گا پہلے مجھے میری شرٹ دے دو مجھے پہننی ہے۔۔۔۔

وہ اپنی آنکھ کو ٹیس کرتے ہوئے بولا تھا۔۔دے دوں گی ابھی کیسے دے سکتی ہوں میں آپ کی شرٹ ۔۔۔وہ شرم سے لال ہوئی تھی۔۔۔۔۔

کیا مطلب میری شرٹ ہے مجھے ابھی چاہیے اتار کر دو۔۔۔

آپ کو شرم نہیں آتی ہر چیز میں میری میری کرتے ہوئے۔۔۔

تمہیں شرم نہیں آتی تھوڑا سا پیار جتا لیا تو بچوں کی طرح منہ پھلا کر سسکیاں بھر کر رو رہی ہو۔۔۔

آپ نے تھوڑا سا پیار نہیں کیا آپ بہت ظالم ہیں۔۔شرما کر نظریں دیوار پر مرکوز کیے لال چہرے سے بولی۔۔۔

ظالم مت کہو ماہی۔۔۔قسم سے بہت ہلکا ہاتھ رکھا ہے تم پر۔۔۔اگر میں ظالم بنا تو تم مر جاؤ گے۔۔۔ اتنے پیار سے پیار جتایا ہے پھر بھی تمہاری سسکیاں ہی بند نہیں ہو رہی۔

اور اوپر سے تم مجھے ظالم کہہ رہی ہو میرے خیال سے تھوڑا سا ظالم مجھے بن ہی جانا چاہیے۔۔۔ایک بار پھر سے اس کے اوپر جھکنے لگا تھا۔۔۔

اس سے پہلے کہ وہ بے قابو ہو کر ایک بار پھر اس کی جان کو ہلکان کرتا گھر کے نمبر سے فون آ رہا تھا ۔۔۔۔

میڈ تھی جس نے یہ بتایا کہ مہرمہ ان سے سنبھالی نہیں جا رہی احمر کی والدہ نے بھی یہی بتایا کہ مہرمہ کو سنبھلنے کے لیے ماہی کی ضرورت ہے۔۔۔

وہ ماہی سے بہت زیادہ اٹیچ ہے وہ بہت رو رہی ہے۔۔۔۔

چلیے محترمہ آپ کی بیٹی نے آپ کی جان چھڑوا دی ہے۔۔۔

تمہاری بیٹی بہت رو رہی ہے۔۔۔کیا۔۔۔مہرمہ کی طبیعت تو ٹھیک ہے۔وہ گھبرائے ہوئے انداز سے پوچھ رہی تھی۔۔

نہیں نہیں وہ بالکل ٹھیک ہے بس اسے اپنی ماما کی یاد آ رہی ہے اس لیے وہ سو نہیں رہی۔۔۔بس روئے جا رہی ہے۔۔۔

اوکے میں پانچ منٹ میں چینج کر کے آتی ہوں چادر کو کھینچ کر خود کے گرد لپیٹ دی ہوئی واش روم میں چینج کرنے چلی گئی تھی۔۔۔

رات کی دو بجے دونوں ہوٹل روم سے تیاری کر کے چیک آؤٹ کرتے ہوئے گھر جارہے تھے۔۔۔

احمر بہت خوش تھا یہ دیکھ کر کہ ماہی نے ایک بار بھی کوئی مزاحمت نہیں کی تھی گھر جانے پر۔۔۔بلکہ وہ تو اپنی بیٹی کا سوچ کر فکر سے ہلکان ہوئے جارہی تھی۔۔۔

احمر سے کہیں زیادہ تو مہرما کے لیے ماہی پریشان تھی۔۔احمر خدا کا شکر ادا کر رہا تھا کہ اسے ماہی کے روپ میں ایک پیاری ہمسفر اور مہرمہ کے لیے سچے دل سے پیار کرنے والی ماں ملی تھی۔۔



oooooooooooo,

oooooooooo

)ایک سال بعد

میری جان کس گہری سوچ میں ہے۔۔مرہا ڈریسنگ مرر کے سامنے کھڑی سوچتی ہوئی نظروں سے آئینے میں دیکھتی کچھ سوچ رہی تھی۔۔۔

میر نے اپنا لیپ ٹاپ مرر کے سامنے رکھتے ہوئے اس کے گلے بازوؤں ڈالتے ہوئے پیار سے پوچھا ۔۔۔مرہا نے چونک کر دیکھا اسے میر کے آنے کا پتہ نہیں چلا تھا۔۔

کچھ نہیں سوچ رہی تھی بس ایسے ہی کھڑی تھی۔۔۔مجھے آپ کے آنے کا مجھے پتہ ہی نہیں چلا۔وہ میر کے چہرے کی جانب مسکرا کر دیکھتے ہوئے میر کے سینے سے لگ گئی۔۔

ایسا تو بالکل نہیں ہو سکتا کہ میری مرہا اتنی گہری سوچ میں کھڑی ہو اور وہ کچھ سوچ نہ رہی ہو کچھ تو سوچ رہی تھی۔۔میر نے بڑی محبت سے جاننا چاہا۔بتاؤ میری جان کیا سوچ رہی تھی ایسی کوئی بات نہیں جس کا حل تمہارا میر نہ نکال سکے۔۔۔

تم اپنے چھوٹے سے دماغ پر اتنا زور مت ڈالا کرو۔میر کی جان تم صرف خوش رہا کرو۔۔۔سوچنے کے لیے تمہارے میر کا دماغ ہے نا۔۔وہ باہوں کے گرفت اس کے گرد بناتے ہوئے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بڑے پیار سے پوچھ رہا تھا۔۔۔

میر۔۔۔۔جی میر کی جان۔۔۔میں سوچ رہی تھی۔۔۔۔کیا سوچ رہی تھی۔۔۔بیچ میں چپ ہو جانے پر میر نے پیار سے پوچھا۔۔۔میں سوچ رہی تھی ہمارا بھی اب بے بی ہونا چاہیے۔۔اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کے شرماتے ہوئے دل کی تمنا ظاہر کی۔۔

اچھاجی !!تو میرے بے بی کو اب اپنابی بی چاہیے اس کے شرمائے چہرے کو دیکھ مسکراتے ہوئے بولا۔۔

جی !!وہ نظری جھکائے سر کو ہلاتے ہوئے بولی۔۔

ہمم !تو اس کے لیے تو زیادہ محنت کرنی پڑے گی۔۔وہ شرارتی لہجے میں بولا۔۔

ہاں تو کرلیں گے نا۔بس مجھے بے بی

لا کر دے۔۔۔

دیکھیں رومان بھائی اور میرب کا بے بی پورے ڈیڑھ سال کا ہو گیا ہے۔جب وہ ہمارے گھر تھا تو ہمارے گھر میں کتنی رونق تھی۔۔۔

ٹھیک ہے میں تو تیار ہوں بس میری جان آپ نے گھبرانا نہیں ہے۔کیونکہ بے بی کے لیے بہت محنت کرنی پڑتی ہے۔اور اس کے لیے آپ کو مضبوط ہونا پڑے گا۔۔

آپ جتنا کہیں گے میں مضبوط بن جاؤں گی۔بس اب ہمارے گھر ایک پیارا سا بے بی ہونا چاہیے۔۔تو ٹھیک ہے پھر تیاری کرو ہم لوگ ہنی مون پر جارہے ہیں۔وہاں چل کر آرام سے ٹینشن فری ہو کر خوب محنت کریں گے۔۔

امید ہے اللہ تعالی ہم کو پھل بھی ضرور دے گا ہماری محنت کا۔۔

شامیر تو کافی دنوں سے اپنے سیکنڈ ہنی مون کی یہ پلاننگ کر رہا تھا۔۔۔

اس نے تو چھٹیاں بھی کنفرم کروالی تھی اب مرہا کے منہ سے بے بی کا سن کر تو شامیر کے وارے نیارے ہو گئے تھے۔۔۔

اے سی پی صاحب جس موقع کی تلاش میں تھے وہ موقع تو مرہا نے خود ہی اسے فراہم کر دیا تھا ۔۔اب مرہا کو چاہیے تھا بے بی اور اے سی پی شاہ میر صاحب کو چاہیے تھی مرہا۔۔

اب دیکھتے ہیں کہ ان کا جنون کیا رنگ لاتا ہے۔ مرہا ہے شاہ میر کے ارادوں سے ناواقف۔۔ہم لوگ ہنی مون پر کہاں جائیں گے۔۔۔
جہاں پر تمہارے بھائی محترم پلان کریں گے۔جناب کا ہی فون آیا تھا کہ آؤٹ آف کنٹری گھومنے جانا ہے۔۔رائم کے ڈاکومنٹس میں تھوڑی سی دیر ہے بس جیسے ہی وہ آتے ہیں ہم چلے جائیں گے۔



۔کیا بھائی بھی ہمارے ساتھ جا رہے ہیں میرہا نے خوشی سے دانت نکالے جی آپ کے بھائی بھی ہمارے ساتھ جائیں گے ہمارے رنگ میں بھنگ ڈالنے کے لیے۔۔

آپ ایسے کیوں کہہ رہے ہیں اگر بھائی میرب اور رائم ہمارے ساتھ ہو گا تو کتنا مزہ آئے گا۔۔وہ خوشی سے شاہ میر کی کمر پر ہاتھ باندھے مسکراتے ہوئے بول رہی تھی۔۔

مرہا زیادہ خوش ہونے کی ضرورت نہیں ہے ہم نے کون سا ان کے روم میں رہنا ہے۔۔۔

اور زیادہ وہاں جاکر اپنے بھائی بھتیجے اور بھابھی پر محبتیں نچھاور کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔

وہاں تم میرے ساتھ جارہی ہو یہ مت بولنا ہمارا ہنی مون پلان ہے۔۔۔

اور ویسے بھی تمہیں بے بی چاہیے نا تو بے بی کے لیے تمہیں میرے پاس رہنا پڑے گا۔۔۔تب ہی تمہیں بے بی ملے گا ورنہ پھر میں اپنا وعدہ بھول جاؤں گا۔۔

شاہ میر کو اچانک سے مرہا کی بے بی والی بات یاد آگئی تھی۔۔اب تو اے سی پی صاحب مرہا کو یوں ہی بات بات پر بلیک میل کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔۔



نہیں میر پلیز آپ بے بی والا وعدہ نہیں بھولیں گے۔۔۔آپ جیسا کہیں گے میں ویسا کروں گی۔۔میں اپنے میر کو چھوڑ کر کیوں جاؤں گی۔۔۔میں تو اپنے میر کے پاس ہی رہوں گی۔۔

آپ تو میرے پیارے میر ہیں نا۔مرہا اس کے سینے سے لگی بڑے پیار سے اسے بٹر لگا رہی تھی ۔۔۔میر اس کے ارادوں سے واقف تھا۔۔

اگر یہ دھمکی مرہا کو نہیں ملتی تو مرہا ہر وقت اپنے بھتیجے کے ارد گرد گھوم کر سارے ہنی مون کا بیڑا غرق کر دیتی۔۔

اب وہ بے فکر ہو کر جا رہا تھا اسے کوئی ٹینشن نہیں تھی۔ جانتا تھا کہ اب تو مرہا اسے ایک سیکنڈ کے لیے بھی چھوڑ کر نہیں جائے گی۔۔۔۔۔www.kitabnagri.com

آپ فریش ہو کر آئیں میں آپ کے لیے کھانا لگوتی ہوں۔۔۔ میری جان پہلے میری تھکن اتاروں اس کے بعد ہی میں روز کی طرح کھانا کھانے جاؤں گا۔۔۔اس کے گرد حصار باندھے ہوئے کھڑا تھا ۔۔۔۔میر۔۔۔ہوں ں ں س۔۔۔۔ آپ نے کبھی بڑا بھی ہونا ہے یا نہیں۔۔۔۔۔۔پہلے تم تو بڑی ہو لو۔۔۔۔میں آپ کے جیسی ڈیمانڈز تو نہیں کرتی۔۔۔تو نا کرو۔ تم تو ہو ہی ان رومینٹک ۔۔۔۔میں تو تمہارے جیسا نہیں بننا چاہتا۔۔۔اسے گود میں اٹھائے ہوئے بیڈ پر لے آیا تھا۔۔۔اس کے ساتھ لیٹ کر اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھتے ہوئے پوائنٹ کیا۔۔۔ مرہا نفی میں سر کو ہلاتے ہوئے مسکرا رہی تھی۔۔۔۔۔یہ میر کا روز معمول بن چکا تھا۔۔۔اسے کھانے سے پہلے مرہا کی پنکھڑیوں سے۔ بہت ساری کسیاں چاہیے ہوتی تھی۔۔۔۔۔پہلے تو مرہا شرم سے لال سرخ پڑ جاتی تھی۔۔۔ مگر میر کا تو روز کا معمول تھا۔۔اب تو مرہا آدھی ہو چکی تھی۔۔۔اس لبوں پر لب رکھے ہوئے وہ اپنے میر

کی خواہش احترام کر رہی تھی۔۔۔ چلو میں بس کریں اب اٹھیں اور فریش ہو جائیں ماما بابا ویٹ کر رہے ہیں کھانے پر ہمارا۔۔۔

آج مجھے پہلے سے زیادہ کسی نہ چاہیے۔۔ کیوں ؟؟؟ کیونکہ تم نے ہی تو کہا ہے کہ اب تمہیں بے بی چاہیے تو اس کے لیے رشوت لگاؤ وہ شرارتی انداز میں مسکرایا۔۔ اے سی پی صاحب رشوت لینا حرام ہے۔۔۔ نہیں حلال بیوی سے رشوت لینا حلال ہے۔۔ اور پیار اور جنگ میں سب جائز ہے۔۔۔ میر آپ سے کوئی دلیلوں میں جیت نہیں سکتا۔۔ وہ مسکراتے ہوئے اس سے دور ہوئی تھی۔

۔تو ایسے نہیں مانو گی تم ہے۔۔ وہ اسے کھینچ کر اپنے اوپر گراتے ہوئے اس کی پنکھڑیوں کو لبوں میں قید کر کے اپنی مرضیہ کی لبوں پر اتارتے ہوئے۔ اس کی سانسیں پوری طرح سے روکے ہوئے تھا۔۔ وہ دشمن جاں کے رحم و کرم پر تھی۔ ہاتھوں کو کمر پر لاک کیے ہوئے لبوں کی نمی کے قطروں کو کھینچ کر اپنے اندر لے جاتے ہوئے۔ اس پر پوری طرح سے قابض تھا۔۔

ooooooooo

بابا۔۔۔ جی بابا کی جان۔۔ میری مونیا ختم ہو گئی۔۔۔ تو کوئی بات نہیں میں اپنی بیٹی کے لیے بہت ساری اور مونیا لے آؤں گا۔۔۔

ملالہ شاہ زیب کے پیٹ پر بیٹھی ہوئی فرمائشیں سنا رہی تھی۔۔ اور شاہ زیب بہت پیار سے اپنی بیٹی کی فرمائش سن کر ہنس رہا تھا۔۔۔

کیا باتیں ہو رہی ہیں باپ بیٹی میں ہما روم کے اندر داخل ہوئی تو۔۔

روم کے اندر سے قہقہوں کی آوازیں آ رہی تھی۔ دونوں باپ بیٹی کھکھلا کر ہنس رہی تھے۔۔۔

جی میری بیٹی مجھے بتا رہی ہے کہ اس کی مونیا ختم ہو گئی ہیں۔۔ تو تم جلدی سے تیار ہو جاؤ۔۔ ہم لوگ اپنی بیٹی کی بہت ساری مونیا اور اپنی بیٹی کی شاپنگ کے لیے جا رہے ہیں۔۔۔

شاہ زیب میں بہت تھکی ہوئی ہوں میں نہیں جا رہی کل چلیں گے۔۔

ہما کیا بات ہے میں کچھ دنوں سے فیل کر رہا ہوں کہ تم کافی تھکی تھک ہی رہنے لگی ہو۔۔۔

طبیعت ٹھیک ہے شاہ زیب نے اپنی جانب آتی ہوئی ہما کے آگے ہاتھ پھیلاتے ہوئے بڑی محبت سے پوچھا تھا۔۔۔

میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے!! وہ اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھتے اس کے پاس بیٹھتے ہوئے تھکی تھکی سی بولی تھی۔۔

کیا ہوا ہے اور مجھے بتایا کیوں نہیں شاہ زیب جو ملالہ کو اپنے پیٹ پر بیٹھا کر کھلاتے ہوئے لیٹا ہوا تھا۔۔۔

ہما کی بات پر جلدی سے اٹھ کر کراؤن کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔۔ ہاتھ ہما کے کاندھے پر لیجا کر اسے اپنے ساتھ لگاتے ہوئے فکر مندی سے بولا تھا۔۔

پریشان ہونے والی میری طبیعت خراب نہیں ہے خوش ہونے والی ہے!

مطلب سوالیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا؟؟--

آپ ایک بار پھر سے بابا بننے والے ہیں ہمانے شاہ زیب کے سینے پر سر رکھتے ہوئے آہستہ سے کہا تھا---

آج ہی ہمانے اپنا ٹیسٹ کروایا تو اس کی رپورٹ پوزیٹو آئی تھی--

آپ کو خوشی نہیں ہوئی !شاہ زیب کی آواز نہ آنے پر ہمانے سر اٹھا کر شاہ زیب کے چہرے کی جانب دیکھتے ہوئے سوال کیا---

خانم کیسا سوال کیا ہے خدا میرے گھر میں خوشی دینے والا ہے اور میں خوش نہ ہوں ایسے کیسے ہو سکتا ہے---

میں تو اپنی سماعت پر یقین کر رہا تھا کہ کیا میں نے سچ سنا ہے-- ایک ہاتھ اس کے گرد رکھتے ہوئے اسے۔ اپنے سینے سے لگالیا--



اس کے ماتھے پر محبت سے بوسہ دیتے ہوئے شاہ زیب کی خوشی کی انتہا نہیں تھی---

آپ کا بھائی یا بہن آنے والا ہے آپ کو سمجھ آرہی ہے ملالہ کو ماتھے پر پیار کرتے ہوئے بتا رہا تھا----

بھائی--- ملالہ نے اپنی توتلی آواز میں کہا دونوں کھکھلا کر ہنسے تھے---

اچھا جی آپ کو بھائی چاہیے شاہ زیب مسکراتے ہوئے اس سے پیار کرنے لگا-

ہما تم نے اپنا بہت خیال رکھنا ہے اور بہت بہت شکریہ مجھے اتنی بڑی خوشخبری سنانے کے لیے۔۔۔

ملالہ پاس رکھے کھیلونو پر جھک کر کھیلنے لگی تھی۔۔شاہ زیب کو موقع مل گیا۔۔۔شاہ زیب رخ تھوڑا سا ہما کی جانب کرتے ہوئے اس کے لبوں پر لب رکھ کر جلدی سے چوم لیا اور فورن پیچھے ہٹا گیا۔۔۔

شاہ زیب آج بھی اتنا ہی شرمیلہ تھا اپنی بیٹی کے سامنے باقی تو شاہ زیب سے ہم سب واقف ہی ہیں ۔۔۔وہ جیسا تھا ویسا ہی ہے مگر آج بھی وہ اپنی بیٹی کے سامنے ہما پر محبت نچھاور کرنے سے بہت شرماتا تھا۔۔۔

اب اس پیاری سی خوشی کو سیلیبریٹ کرنے کے لیے ہم پر عنائت کر دینا خانم۔۔۔

اسے پیار سے دیکھتے ہوئے ہاتھ کی کمر کے پیچھے سے لے جا کر دوسری جانب لاتے ہوئے دل والے مقام پر رکھ دیا۔۔



ہما نے دبی سی سسکی بھری۔۔ ششش۔۔۔خانم ہماری بیٹی کھیل رہی ہے۔۔ہما نے شاہ زیب کو دیکھتے ہوئے نفی میں سر کو ہلایا۔۔۔

شاہ زیب ایسا ہی تھا جب اپنی چوری چھپے من مرضیاں پوری کرتا تو ہما کو سسکنے کی اجازت نہیں ہوتی تھی۔۔ کیونکہ شاہ زیب کو پسند نہیں تھا کہ اس کی بیٹی سنے۔۔

۔اگر آپ کی بیٹی کھیل رہی ہے تو آپ کو اپنے ہاتھ کنٹرول میں رکھنے چاہیے ڈاکٹر صاحب۔ ظالم مت بنا کریں۔۔

تمہیں دیکھ کر ہاتھ کنٹرول میں رہتے کہاں ہیں۔۔۔ڈاکٹر صاحبہ جب بیوی اتنی ہاٹ ہو تو ڈاکٹر بیچارہ اپنے ہاتھوں کو کیسے روکے۔۔۔۔

ذرا ملالہ کو اس کے روم میں لائیں اور واپس آیئے تھوڑی پیار محبت کی باتیں ہو جائیں۔۔۔۔ ہونٹوں کو گول کرتے ہوئے کس کی۔۔

ہما فرمابردار بیوی کی طرح ملالہ کو سلانے جارہی تھی۔۔ جانتی تھی کہ ڈاکٹر صاحب کا آج رومانس کا موڈ ہے جو کہ بدل نہیں سکتا۔۔۔

اگر بدلنے کی کوشش کی تو ڈاکٹر صاحب کا پٹھانی دماغ الٹا چلنے لگے گا۔۔

خوامخواہ میں اپنی جان کو ہلکان کروانے کا ہما کا کوئی موڈ نہیں تھا۔۔

ملالہ کو مت اٹھاؤ میں اٹھا کر چھوڑ آتا ہوں۔ڈاکٹر ہو سمجھداری سے کام لینا جانتی ہو کہ تین مہینوں تک وزن اٹھانے سے سختی سے منع کیا جاتا ہے۔۔۔

ملالہ کو اٹھاتی ہوئی ہما کو روک کر شاہ زیب نے خود ملالہ کو گود میں اٹھالیا۔۔

واہ ڈاکٹر صاحب کیا بات ہے! مجھے تو لگتا ہے آپ دل کے نہیں گائنی کے ڈاکٹر ہیں۔۔۔ ہما نے مسکراتے ہوئے شرارت سے کہا۔۔۔

ویسے گائنی کا ڈاکٹر تو میں نہیں ہوں مگر تم کہو تو تمہارے لیے اویلیبل ہوں، اتنی ریسرچ تو میں کر لوں گا۔۔۔

تمہارا ٹریٹمنٹ بھی ہو جائے گا اور رومینس کے لیے الگ سے وقت بھی نہیں نکالنا پڑے گا آنکھ کو ٹیس کرتے ہوئے شرارتی انداز میں مسکرایا۔۔۔ نرمی سے کاندھا مار کر اسے چھیڑا تھا۔۔۔ نو تھینک یو مجھے نہیں آپ سے اپنا ٹریٹمنٹ کروانا۔۔

کیوں ؟؟؟

کیوں کے ڈاکٹر شازیب خان کو رومینس کے سوا کچھ اور سوجھتا ہی نہیں ہے!! اور اگر آپ میرا ٹریٹمنٹ کریں گے تو میرا بیٹا اندر سے ہی رومینس کی سب ٹیکنیک سیکھ کر آئے گا۔۔۔

اس کی کمر پر ہاتھ رکھتے ہوئے پیار سے دھکیلتی ہوئی ملالہ کے روم ملے جارہی تھی۔۔۔

توتم نے کیا اپنے بیٹے کو قاری صاحب بنانا ہے۔۔ایک نہ ایک دن تو اس نے رومانس سیکھنا ہے۔۔تو اچھا ہے اس کا باپ سے ہر باریکی سمجھا دے گا۔۔وہ ملالہ کو اٹھائے ہنستے ہوئے اس کے آگے آگے چل رہا تھا۔۔۔ہما بھی مسکراتے ہوئے شاہ زیب کے پیچھے پیچھے جا رہی تھی۔۔

oooooooooooo

سو جا میرے باپ سو جا۔۔وہ سو گئی ہے جس کو نہیں سونا چاہیے تھا۔۔مگر تو اتنا ڈھیٹ ہے تو ابھی تک جاگ رہا ہے۔۔

رومان شاہ سرگوشیوں میں اپنے بیٹے کو گھور گھور کر ڈانٹ رہا تھا۔جو آرام سے سوئی ہوئی میرب کی ٹمی پر ہاتھ مار مار کر کھیل رہا تھا۔۔میرب گہری نیند میں خراٹے لے رہی تھی۔۔



می اب مینی ہے!!

کیوں تم نے اسے خرید رکھا ہے

جب تو اپنی توتلی زبان سے یہ کہتا ہے نا میرب میری ہے۔۔قسم سے تو میرا بیٹا نہ ہوتا تو تجھے اتنے جوتے مارتا تیری ہوش ٹھکانے لگ جاتے۔۔۔

میرب میری ہے اور صرف میری ہے انگلی دکھا کر رومان شاہ اپنے بیٹے کو سرگوشیوں میں ڈانٹ رہا تھا۔۔

شاہ کو کہاں گوارا تھا کہ کوئی اس کی میرب کو اپنا کہے پھر چاہے وہ ان کا خود کا بیٹا ہی کیوں نہ ہو۔۔

نہیں می اب میری ہے۔۔وہ بھی رومان شاہ کا بیٹا تھا۔۔وہ بھی اکڑ میں اس سے کم نہیں تھا۔۔آنکھیں دکھاتے ہوئے پورے حق سے میرب کے اوپر لیٹ کر رومان شاہ کو چڑاتے ہوئے بول رہا تھا۔۔

تو میری بیوی سے دور رہا کر کمینے اسی لیے مجھے تیرے جیسا کمینہ بیٹا نہیں چاہیے تھا۔۔جو میری ہی پراپرٹی پر ڈاکہ ڈالے رومان شاہ نے اسے نرمی سے دھکیل کر میرب کے اوپر سے ہٹا دیا تھا۔۔وہ رونے لگا تھا۔۔۔اوں ں ں ں س



شاہ پلیز میرے بیٹے کو ڈانٹا مت کریں میرب کی آنکھ کھلی تو اپنے بیٹے کو جلدی سے اپنے سینے سے لگاتے ہوئے کروٹ لے کر رخ اس کی جانب کر گئی۔۔۔

تم اپنے بیٹے کی حرکتیں بھی دیکھا کرو

اس کے بعد پھر اس کی سائیڈ لیا کرو!

جب تمہارا بیٹا مجھے اریٹیٹ کر رہا ہوتا ہے تب تم خراٹے لے رہی ہوتی ہو اور جب میں ذرا سی سرگوشی میں بات کروں تمہارے بیٹے کو تو تمہاری فوراً سے آنکھ کھل جاتی ہے۔۔۔

میرب سدھر جاؤ اور چھوڑ دو اپنی حرکتیں ایک دن میرے ہاتھوں سے ضائع ہو جاؤ گی تم۔۔۔

رومان شاہ نے بلینکٹ کھینچ کر اپنے اوپر کرتے ہوئے غصے سے کہا۔۔۔اور رخ دوسری جانب کر کے لیٹ گیا۔۔۔

اکثر رائم رومان شاہ کے رومینس میں خلل ڈالتا تھا۔۔ ایک تو رومان شاہ کو اس بات سے بہت چڑ تھی۔۔ اور دوسرا میرب اس کو ٹائم نہیں دیتی تھی۔۔ ہر وقت رائم کو اپنے ساتھ چپکایئے رکھتی تھی۔۔۔

رومان شاہ کے لیے تو میرب کے پاس ٹائم ہی نہیں بچتا تھا۔ پھر اکثر رومان شاہ دھمکیوں پر اتر آتا تھا۔ اور زبردستی اپنے لیے ٹائم میرب سے نکلواتا تھا۔۔۔

شاہ کیا ہو گیا ہے آپ کو۔۔ آپ ہمارے بیٹے سے جیلس ہو رہے ہیں۔۔۔

میرب نے ہاتھ پیچھے کی جانب لے جا کر رومان شاہ پر رکھتے ہوئے کہا وہ رائم کو سلانے کی کوشش کر رہی تھی۔۔۔

ویسے بھی رائم کے سونے کا ٹائم تھا۔۔ تو رائم سونے میں ٹائم نہیں لگاتا تھا صرف سے میرب چاہیے ہوتی تھی۔۔۔

بیٹا نہیں یہ باپ ہے میرا جان بوجھ کر مجھے چڑاتا ہے۔۔

افففف اللہ شاہ بچہ ہے اسے بھلا چڑانا کیسے آسکتا ہے۔۔ میرب اپنا سر تھام کر رہ گئی تھی۔۔ اکثر ان باپ بیٹے کی لڑائی میں میرب پھنس جاتی تھی۔۔ دونوں ہی میرب کے دیوانے تھے۔۔ تو لڑائی ہونا تو لازمی بات تھی۔۔۔ دونوں ہی میرب کو ایک دوسرے سے شیئر کرنا نہیں چاہتے تھے۔۔

میرب تم اس کی طرف داریاں مت کیا کرو۔۔۔ تمہیں نہیں پتہ یہ دکھنے میں چھوٹا ہے۔۔ مگر اس کا دماغ پورا کام کرتا ہے۔۔۔ تمہیں پتہ ہے یہ مجھے چڑانے کے لیے کیسے تمہارے اوپر لیٹ کر!!

مجھ سے بتایا نہیں جا رہا۔۔شاہ اس کی جانب رخ کر کے گراؤن سے سر لگا کر اٹھ کر بیٹھ گیا تھا۔۔اور بتاتے ہوئے شاہ کے چہرے کے تاثرات ایسے تھے جیسے رائم کوئی 20 سال کا لڑکا ہو اور میرب کا بوائے فرینڈ ہو۔۔

میرب کو ہنسی آگئی تھی۔۔شاہ رائم ہمارا بیٹا ہے۔۔میں ماں ہوں اس کی۔۔شاہ کیوں آپ اپنی محبت میں یہ کیوں بھول جاتے ہیں۔میرب نے پیار سے اپنا ہاتھ رومان شاہ کی گال پر رکھتے ہوئے سہلایا تھا۔۔

میرب تمہیں پتہ ہے اگر میرے بس میں ہو تو تمہارے وجود پر یہ لپٹے ہوئے کپڑوں کو بھی میں برداشت نہیں کر سکتا۔۔۔۔اس کے ہاتھ کو پکڑ کر چومتے ہوئے کہا۔ تم میری ہو بس میری تمہیں پیار کرنے کا حق صرف رومان شاہ ہے۔۔۔

یہ ہمارا بیٹا ہے میں جانتا ہوں تم اس کی ماں ہو یہ بھی میں جانتا ہوں۔ مگر یہ بہت بڑا کمینہ ہے یہ تم نہیں جانتی ہو۔۔۔۔

آنکھیں بند کر کے سوئے ہوئے رائم کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔جو میرب کی کمر پر اپنا چھوٹا سا ہاتھ رکھ کے مزے سے سو رہا تھا۔۔۔

اب بھی دیکھو کیسے تمہاری قمر میں ہاتھ گھسائے ہوئے سو رہا ہے۔ جیسے تم اٹھ کر بھاگ جاؤ گے۔۔اس کے چھوٹے سے ہاتھ کو میرب کی کمر میں ڈالے ہوئے سویا دیکھ شاہ پھر سے آگ بگولا ہو چکا تھا۔۔

شاہ پلیز مت کہا کریں میرے بیٹے کو اتنا برا بھلا۔۔۔میرب رائم کے چھوٹے سے ہاتھ کو چومتے ہوئے پیار سے بولی۔۔

نہیں کہنا چاہتا۔۔میں بھی اس کمینے سے بہت پیار کرتا ہوں۔ مگر یار یہ تم پر بہت حق جماتا ہے۔میں نہیں برداشت کر سکتا کوئی تم پر حق جتائے۔۔۔پھر وہ چاہے تمہارا باپ ہو بھائی ہو یا بیٹا۔ دیٹسٹ!!

شاہ آپ کو پتہ ہے کبھی کبھی مجھے ایسا لگتا ہے کہ آپ دونوں ہی بچے ہو۔۔میرب نے مسکراتے ہوئے سوئے ہوئے رائم کو بیڈ پر سلا کر تکیہ ساتھ میں رکھا۔ورنہ رائم نے پھر اٹھ جانا تھا اور شاہ نے پھر اسی طرح سے تلملا اٹھنا تھا۔۔۔

میرب کی یہ روز کی ڈیوٹی تھی رائم کو سلا کر پھر نیچے بچھے ہوئے میٹرس پر شاہ کے ارمانوں کو سکون دینا۔۔اس کے بعد واپس بیڈ پر دونوں کے بیچ میں سونا۔۔۔

باپ بیٹا اپنی ملکیت سمجھ کر دونوں طرف سے کسے رکھتے تھے۔۔اگر باپ کی طرف منہ کرتی تو بیٹا بھس بھس شروع کر دیتا تھا۔۔۔

اور اگر بیٹے کی طرف منہ کر کے سوتی تو باپ دانت پیسنا شروع کر دیتا تھا۔۔۔

میرب کی راتوں کی نیند دونوں باپ بیٹے مل کر ایسے ہی حرام کیے رکھتے تھے۔۔۔

بچاری دن کو رائم کو سلانے کے بعد اپنی نیند پوری کرتی تھی۔ کیونکہ ان دونوں باپ بیٹوں کا کوئی حل نہ ہوا نہ ہو سکتا تھا۔۔۔ ویسے اتنا منہ پھلانے کی ضرورت نہیں ہے شاہ۔۔۔ آپ کا خون ہے آپ کا بیٹا ہے۔۔ تو عادت بھی آپ پر لے گیا ہے۔۔ آپ ساری رات ایک سیکنڈ کے لیے مجھے اپنی دسترت سے ہلنے نہیں دیتے تب میں نے کون سا بھاگ جانا ہوتا ہے۔ وہ اپنے بیٹے کی طرف داری کرنے سے باز نہیں آرہی تھی۔۔



چلیں اٹھیں مت کوسا کریں میرے بیٹے کو۔

میرب شاہ کے ہاتھ کو پیار سے پکڑتے ہوئے بیڈ سے اتر رہی تھی۔ اب تو میرب نے خود کو اپنے شاہ کی مرضی کے مطابق ڈھال لیا تھا۔۔۔

جانتی کی تھی کہ شاہ اب اپنے جذباتوں پر کوئی کمپرومائز نہیں کرتا تھا۔۔ جتنا صبر اس نے کیا تھا اس سے دگنا وہ میرب سے ہر روز ادا کرواتا تھا۔۔۔

افففف شاہ تھوڑا صبر کر لیا کریں شاہ مجھے پٹکتے ہوئے سوچ لیا کریں کہ میں انسان ہوں۔۔۔

میرب ہاتھ پکڑ کر شاہ کو اٹھانا چاہتی تھی جبکہ شاہ اس کے اوپر ہی گرتا چلا گیا میرب میٹرس پر گری اور شاہ اس کے اوپر گر چکا تھا۔۔۔

تمہیں دیکھ کر صبر ہی تو نہیں ہوتا رومان شاہ سے۔۔اور تم اپنے بیٹے کا مقابلہ میرے ساتھ مت کروایا کرو۔ ورنہ کسی دن ماں بیٹا دونوں میرے ہاتھ سے پٹو گے۔۔۔

اس کی پنکھڑیوں کو لبوں سے چھوء کر اس کی گالوں سے گال رگڑتے ہوئے مسرور کن انداز میں بول رہا تھا۔۔اوپر گرتے ہی لمسوں کی بارش برسانے لگا تھا۔۔ ہر روز شاہ کا انداز محبت ایسا ہوتا تھا جیسے برسوں بعد ملا ہو۔۔

اس کی بیوٹی بون کو لبوں سے دبا کر چومتے ہوئے اسے سسکنے پر مجبور کر دیا۔۔ میرب کی گردن پر شاہ کی محبت کی مہریں ہر روز نظر آتی تھی۔۔ کوئی دن ایسا نہیں ہوتا تھا کہ میرب کی گردن پر رومان شاہ کے لبوں کے نشان نہ ہو۔۔ صبح بیچاری نوکروں سے چھپانے کے لیے بیس کا سہارا لے کر تین تین کوٹ لگایا کرتی تھی۔۔

شاہ آپ بہت بے صبرے ہو گئے ہیں!!

عاشق ہوں تمہارا ایسے مت کہا کرو!!اس کی ناک سے ناک رگڑتے دلکش انداز سے مسکرایا۔۔

ظالم عشق ہے پیار تو کرتے ہیں پر جان نکال لیتے ہیں!!

شاہ کی جان۔اگر اپنی محبت کی شدتوں سے جان نکال لیتا ہوں۔۔تو وقت آنے پر تم پر جان وار بھی سکتا ہوں!!

اس کی کرتی کے بٹن لبوں سے کھولتے ہوئے خماری میں بول رہا تھا۔۔۔

جانتی ہوں۔۔۔اسی بات کا تو میرب کو خود پر مان ہے۔۔

شاہ کے بالوں میں نرمی سے ہاتھ پھیرتے ہوئے بڑے مان سے بول رہی تھی۔۔



شاہ!۔۔۔وہ پیار سے شاہ کا نام پکاری تھی۔۔

بولو شاہ کے دل کی ملکہ شاہ کی جان شاہ کی چاہت شاہ کے لازوال عشق۔۔۔

ہائے اللہ شاہ کبھی نارمل انداز سے بھی میری بات سن لیا کریں وہ مسکرائی تھی۔۔۔

نہ میرب کوئی عام چیز ہے نہ رومان شاہ کا عشق اس لیے ہمارے درمیان نارمل باتیں صرف تمہارے بیٹے کے حوالے سے ہو سکتی ہیں۔۔۔

وہ ایک بار پھر میرب کی دھکتی رگ پر ہاتھ رکھ رہا تھا۔۔۔

اب میرا بیٹا آرام سے سو رہا ہے اب میری بیٹے کو کوئی بات مت کیجئے گا۔شاہ کے لبوں پر پیار سے انگلی رکھتے ہوئے بولی۔۔۔ نہیں کہتا اپنے بیٹے کی کیوٹ ماما بتاؤ کیا کہنا چاہتی تھی۔۔۔

اس کی گالوں کو اس کے اوپر لیٹے نرمی سے اپنی انگوٹھوں سے رب کرتے ہوئے پوچھا۔۔۔

شاہ آج کے دن پلیز مجھے سونے دیں میں آج دن کو بھی نہیں سوئی۔۔

میرب نے بڑا معصوم سا منہ بناتے ہوئے شاہ سے التجا کی تھی۔جانتی تھی اپنے اڈیل شاہ کو کیسے زیر کرنا ہے۔۔۔



ہمم۔۔تو یہ ساری محبتیں مجھ پر صرف اس لیے نچھاور ہو رہی تھی مصنوعی گھور کر آنکھیں دکھاتے ہوئے پکھڑیوں پر انگوٹھا پھرتے ہوئے کہا۔۔

آپ میرے پیارے شاہ ہیں نا۔۔ پلیز مجھے سونے دیں۔۔ میرب کی آنکھوں میں نیند کی خماری سے ڈورے پڑے ہوئے تھے۔۔۔

بے شک شاہ اپنے جذباتوں پر کمپرومائز نہیں کرتا تھا۔ مگر میرب تو اس کی جان تھی۔۔ میرب کو تکلیف دے کر شاہ اپنے جذباتوں کو سرشار کبھی نہیں کر سکتا تھا۔۔۔

میری جان کو بہت نیند آرہی ہے پیار سے اس کی پکڑیوں کو چومتے ہوئے گردن پر لب رکھے ہوئے جذباتوں سے چور لہجے میں پوچھا۔۔۔

جی مجھے بہت نیند آرہی ہے۔۔

ٹھیک ہے سو جاؤ رومان شاہ اپنے جذباتوں کو لگام ڈالیں اس سے سائیڈ پر ہو گیا۔۔ میرب کو اپنے بازو پر سر رکھ کر اپنے ساتھ لگائیں۔اس کے ماتھے کو بڑے پیار سے چوم لیا۔۔۔

تھینک یو سو مچ آئی لو یو شاہ وہ شاہ کی گردن پر لب رکھ کر چومتے ہوئے بولی۔۔۔۔

آئی لو یو ٹو شاہ کی جان پلیز اب سو جاؤ ورنہ تمہارا شاہ اپنا وعدہ بھول جائے گا۔ وہ مسکراتے ہوئے اسے اپنی باہوں کے حسار میں لیے ہوئے بولا۔۔۔

میرب آنکھیں بند کیے شاہ کی بازو پر سر رکھے ہوئے لیٹی ہوئی تھی۔۔شاہ اس کی گال پر نرمی سے انگوٹھا سہلاتے ہوئے جاگ رہا تھا۔۔۔

کچھ دیر بعد میرب گہری نیند میں جا چکی تھی۔۔شاہ اس کے خوبصورت پیارے چہرے پر نظر ڈالتے ہوئے مسکرایا۔۔۔یہ وہ چہرہ تھا جس میں شاہ کی جان بستی تھی۔۔

شاہ نے جھک کر میرب کے ماتھے پر لب رکھ کر محبت جتا کر بوسہ دیا۔۔اور آنکھیں بند کر لی۔۔۔دونوں گہری نیند میں ایک دوسرے کی حراست میں پر سکون سو رہے تھے۔۔۔

oooooooooo

مبارک ہو چوہدری صاحب مبارک ہو ہم دادا دادی بننے والے ہیں۔۔کنیز جا پورے گاؤں میں جا کر مٹھائیاں ونڈ۔۔۔میرے پتھر دے گھر خوشخبری ایں۔۔بیا کو ڈاکٹر کے پاس لے کر گئی تھی خرم کی ماں کو ڈاکٹر نے خوشخبری سنائی تو وہ تو دیوانی سی ہو گئی تھی۔۔۔

گھر کے اندر داخل ہوتے ہی خوشی سے چلا کر سب کو بتا رہی تھی۔۔۔

چوہدری صاحب نے اپنی مونچھوں کو تاؤ دیا۔۔۔اپنی بہو کے سر پر پیار سے ہاتھ رکھتے ہوئے مبارک دی۔۔۔

تمہیں بھی مبارک ہو خرم کی ماں چوہدری صاحب نے مسکرا کر کہا۔۔۔

خرم کے ابا آپ کو بھی بڑی مبارک ہو اللہ دا شکر ہے کہ ہمیں یہ دن دیکھنے کو ملا۔۔۔۔

وہ کھوتا ہے کدھر چوہدری صاحب نے خرم کے بارے میں پوچھا۔۔۔

بیا شرم سے نظریں جھکائے اپنے کمرے کی طرف بھاگتی جا رہی تھی۔۔۔۔

بیا دھی اب دھیان سے اب یہ بھاگا دوڑی نہ کرنا۔۔۔ جاتی ہوئی بیا کو دیکھ اس کی ساس ے اونچی آواز میں کہا۔۔



اور چوہدری صاحب میرے بیٹے کو آج کے بعد کھوتا مت کہنا۔۔اب تو میرا بیٹا ہر طرح کی ذمہ داری اٹھا رہا ہے۔۔

کتنا سیانا ہو گیا ہے اور اب تو وہ باپ بننے والا ہے۔۔۔ خرم کی ماں نے اپنے بیٹے کی طرف داری کرتے ہوئے۔ فل سٹاپ لگا دیا۔۔۔

جی جی جو حکم میری کیا جرات ہے میں تمہارے بیٹے کو کھوتا کہوں۔۔ چوہدری صاحب نے سر خم کرتے ہوئے کہا۔۔

یہ تو سچ ہے تمہارا بیٹا سدھر گیا شادی کے بعد۔۔ چوہدری صاحب تسلیم کرتے ہوئے قہقہہ لگا کر ہنسے تھے چوہدری کی بیوی راستے سے مٹھائی کے ڈبے لے کر آئی تھی۔۔ جو کنیز کو کہہ کر پورے گاؤں میں بنٹوانے جا رہی تھی۔۔۔۔www.kitabnagri.com

oooooooooooooo

عاصم اب ہم نے یہاں اور کتنے دن رہنا ہے۔۔ کیوں تمہیں میرے ساتھ رہنے میں کیا پرابلم ہے۔۔۔ عاصم شاہ اور شفا مری میں سٹے کیے ہوئے تھے۔۔ وہ یہاں پر اپنا فرسٹ ہنیمون منانے آئے ہوئے تھے۔۔

آج ان کو ایک ہفتہ ہو چکا تھا۔۔ عاصم شاہ اس کو سانس تک لینے کی مہلت نہیں دیتا تھا۔ بس کچھ دیر گھوم پھر کر واپس روم میں آکر شفا کی جان کو ہلکان کیے ہوئے تھا۔۔

شفا گھر جانا چاہتی تھی جبکہ عاصم شاہ کا ابھی کوئی ارادہ نہیں تھا۔۔عاصم شاہ کے دوست کا یہاں پر خود کا گھر تھا۔۔۔

وہ پوری فیملی ملک سے باہر شفٹ ہو چکی تھی تو اس کا گھر خالی پڑا تھا۔۔جب اس کے دوست کو پتہ چلا تھا کہ عاصم شاہ مری آرہا ہے۔ تو اس نے اپنے گھر کی آفر دی۔۔ عاصم شاہ اور شفا وہیں پر رکے ہوئے تھے۔۔۔

کیا مصلہ ہے کیوں جانا چاہتی ہو گھر مائی لو جواب دو۔۔۔ کیوں کہ آپ مجھے یہاں پر بہت زیادہ تنگ کرتے ہیں۔۔۔وہ اس وقت بھی عاصم شاہ کی مظبوط ہاتھوں کی گرفت میں اس کی گود میں بیٹھی ہوئی تھی۔۔۔شفا کی بات پر وہ قہقہہ لگا کر ہنسا۔۔۔

تمہاری ساس کو پوتا پوتی چاہیے اور بہو ہے جو جان چھڑا کر گھر جانا چاہتی ہے۔۔

عاصم شاہ کا ہاتھ اب اس کی پشت کو سہلاتا بہت نرمی سے اس کی دھڑکنوں کو چھو رہا تھا۔۔۔

اپنے ارد گرد سردی سے بچنے کے لیے کمبل لپیٹ رکھا تھا۔وہ گھڑ کے سامنے اسے لیے ہوئے کھڑا تھا۔۔۔

اس کی گردن پر آیا جہاں اس نے اپنے سلگتے لب رکھے تھے۔۔اس کے دہکتے لب اس کی گردن سے نیچے کو آرہیں تھے اور اس کا ہاتھ اس کی شرٹ کے اندر سے اس کے دل والے مقام کو چھو رہا تھا۔۔۔ کھڑکی سے ونڈو شیشے سے باہر پڑتی ہوئی برف باری صاف دکھائی دے رہی تھی۔۔۔

اندر عاصم شاہ کی ٹھنڈی انگلیاں اس کی دھڑکنوں کو چھو کر اسے سسکنے پر مجبور کر رہی تھی۔۔۔شفا ۔۔۔جی۔۔۔۔ تم اپنے ماما اور بھائی سے ملنا چاہتی ہو۔۔۔۔جی اس نے پلٹ کر عاصم شاہ کی جانب دیکھا تھا شفا کے چہرے پر چمک آگئی تھی۔۔اپنے بھائی اور ماں کا نام سن کر۔۔وہ بہت یاد کرتی تھی اپنی ماں اور بھائی کو۔ مگر زبان سے کچھ نہیں کہتی تھی۔۔۔

عاصم شاہ کو اس کے دل کا حال بخوبی سمجھ آتا تھا۔۔ مگر وہ مجبور تھا۔۔اس کی بہن کے ساتھ جو کچھ اس کے باپ نے کیا تھا۔۔وہ عاصم شاہ نا کبھی بھول سکتا تھا۔اور نا اسے شاہ میر کبھی بھولنے دیتا تھا۔۔۔

مگر کچھ دن پہلے رومان شاہ نے فون کر کے بتایا کہ اس کا باپ اپنی شرمندگی میں ہی اس دنیا سے چل بسا تھا۔

اسے اپنے کیے کی سزا خدا نے دنیا میں ہی دے دی تھی۔۔ بیوی اس سے لا تعلق ہو چکی تھی۔۔ بیٹا معذور ہو گیا تھا۔ جو نہ بول سکتا تھا نہ چل سکتا تھا۔۔ بیٹی ہمیشہ کے لیے اس سے دور ہو گئی۔۔

اپنے گناہوں کو یاد کرتے اسے ہارٹ اٹیک ہوا تھا۔۔ اس کی ماں نے خود شفا کو بتانے سے منع کیا تھا۔۔

۔اس لیے عاصم شاہ نے بھی شفا کو بتا کر اس کا دل دکھی نہیں کیا۔۔۔

مگر عاصم شاہ نے رومان شاہ سے بات کر کے شفا کو اس کے بھائی اور ماں سے ملوانے کی اجازت لے لی تھی۔۔۔

رومان شاہ نے بھی شامیر کو بہت مشکل سے رضامند کیا مگر اب شفا کو اپنے پیاروں سے ملنے کی اجازت مل چکی تھی۔۔۔

عاصم شاہ آخر اپنی بیوی کے دل کی درد کی دوا ڈھونڈ ہی لایا تھا۔۔ بہت پیار کرتا تھا وہ شفا سے۔۔۔

شفا کے دل کے درد کو کم کرنے کے لیے اس کی ماں اور بھائی کی ضرورت تھی اور ان سے ملانے کے لیے شاہ میر کی اجازت کی ضرورت تھی۔۔ اور یہ وہ کام تھا جو صرف رومان شاہ کر سکتا تھا۔۔۔

اور آخر اس نے کر دیا کچھ دیر پہلے ہی آج شاہ نے میسج کیا تھا۔ کہ وہ لوگ آؤٹ آف کنٹری گھومنے کے لیے جا رہے ہیں۔۔۔

وہ تو اسے نہیں مل سکے گے۔۔ مگر وہ شفا کو لا کر اس کی ماں اور بھائی سے ملا سکتا ہے۔۔۔

آپ مجھ سے مذاق کر رہے ہیں؟؟

عاصم شاہ کو چپ کر کے اپنی جانب دیکھتے ہوئے دیکھ شفا نے سوال کیا۔۔۔اس کی آنکھیں نم ہو گئی تھی۔۔

میں کیوں مذاق کروں گا!!جب مجھے پتہ ہے کہ یہ بات میری شفا کو تکلیف پہنچ جائے گی۔۔اسے اپنے سینے سے لگا اپنے باہوں کے حصار میرے لیے کھڑا بہت پیار سے بولا۔۔۔

تو کیا آپ سچ میں مجھے بھائی اور ماما سے ملوانے لے کر جائیں گے۔۔اس کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔۔



جی بالکل لے کر جاؤں گا۔۔۔اگر اپنا ہنی مون پورا کر کے۔۔۔شرارتی نظریں اس پر گاڑے لبوں سے مسکرایا تھا۔۔

پلیز۔۔۔عاصم لے چلیں نا پہلی بار شفا نے خود سے عاصم شاہ کے گلے میں بازوؤں کا ہار ڈالتے ہوئے کہا۔۔

ٹھیک ہے کل لے جاؤں گا مگر آج کی رات میری۔۔نہ کوئی زحمت نہ کوئی شکوہ کرنا منظور ہے۔۔ گال پر پیار بھرا لمس چھوڑتے ہوئے کہا۔۔۔

ٹھیک ہے منظور۔۔۔وہ خوشی خوشی مان گئی تھی ۔۔۔عاصم شاہ نے اس پورے سال میں اس کے چہرے پر یہ خوشی نہیں دیکھی تھی جسے وہ آج محسوس کر رہا تھا۔۔

اس پر اپنی محبت کی بارشوں کو برسا کر پیار سے من مانیا کر رہا تھا۔۔ آج وہ اپنو سے ملنے کی خوشی میں سب کچھ بڑے پیار سے برداشت کر رہی تھی۔۔۔

مری کی خوبصورت وادیوں میں عاصم نے اپنی پیار کی داستان شفا کے ساتھ مل کر پوری کر لی تھی۔۔۔

آج وہ دل سے خوش تھی۔ اپنوں سے ملنے کے لیے۔۔ اور عاصم شاہ خوش تھا شفا کو پوری طرح سے مطمئن دیکھ کر۔۔

اس کے جسم کی راعنائیوں کو چومتے ہوئے اسے اپنی شدتوں کی بارش میں بھگوتے ہوئے بے بس کیے ہوئے تھا۔۔باہر ٹھنڈ اور برف باری تھی اندر عاصم شاہ کے سلگتے ہوئے جذبات شفا کے وجود کو جلا رہے تھے۔۔

oooooooooo

احمر پلیز جائیں یہاں سے۔۔۔اپنی حالت پر شرم سے لال ہوتے ہوئے چلائی تھی۔۔کیوں جاؤں اپنی بیوی کو پورا دیکھنے کا حق ہے مجھے۔۔۔اس کا ٹاول کھینچ کر اسے اپنے ساتھ لگاتے ہوئے بولا۔۔

آپ بہت بے شرم ہیں۔۔۔۔ہائے تم بہت ہوٹ ہو۔۔۔میں آپ کو جان سے مار دوں گی۔۔۔اس کا سینہ نوچتے ہوئے جنگلی بلی بنی ہوئی تھی۔۔۔احمر علوی کی ایک ہی جان ہے کتنی بار لینا چاہتی ہو۔وہ بے باقی سے قہقہہ لگا کر ہنستے ہوئے بولا تھا۔۔ماہی باتھ روم کی کنڈی لگانا بھول گئی تھی۔۔۔

اور احمر کو موقع مل گیا تھا۔۔۔اب وہ واش روم میں گھس کر اسے تنگ کر رہا تھا۔۔۔آپ بہت گندے ہیں۔۔مگر تم بہت اچھی ہو بہت ہاٹ ہو بہت خوبصورت ہو۔۔اس کی نازک سی قمر کے گرد حصار بنا کر اوپر کو اٹھائے ہوئے تھا۔۔۔

اس کے گیلے پر احمر چہرے بکھرے ہوئے تھے۔۔۔آہااااا۔۔۔

احمر نے اس کے دل والے مقام پر دانتوں سے کاٹا تو چیخ اٹھی تھی۔۔۔میں آپ کی جان لے لوں گی۔۔۔۔احمر یہ سب میرے سب مت کیا کریں'۔۔اس کی قمر پر مکے برسا رہی تھی۔۔۔

احمر اسے اٹھا کر روم میں لے آیا تھا۔اس کے ٹاول کو بری طرح سے بے ترتیب کیے بیڈ تک لے آیا تھا۔۔۔وہ ٹانگے مار کر احمر پر غصہ نکال رہی تھی ۔۔۔جگلی لڑکی قسم سے تمہیں قابو کرنا کتنا مشکل ہے۔۔۔

وہ اس کے دونوں اطراف میں ہاتھوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے بیڈ پر پن کیے ہوئے تھا۔۔اس کی ٹانگوں کو زبردستی اپنی ٹانگوں میں لپیٹ کر پن کیے بامشکل اسے اپنے نیچے دبائے ہوئے تھا۔۔

آپ جس طرح کی حرکتیں کرتے ہیں مجھے آپ پر غصہ آتا ہے۔۔وہ خود کو آزاد کروانے کی کوشش میں پھونکار رہی تھی۔۔۔

بیوی ہو تم میری میں تو ایسی ہی حرکتیں کروں گا۔۔اوپر سے تم اتنی پیاری ہو وہ دانتوں کو پیستے ہوئے مسکرا کر اس کی پنکھڑیوں کو چوم رہا تھا۔۔

آپ ایک بار مجھے چھوڑیں میں آپ کو بتاتی ہوں میں کتنی پیاری ہوں۔۔۔

میں پاگل ہوں۔جو تمہیں چھوڑ دوں چنگلی بلی کہیں کی۔۔۔ جب سے تمہارے ساتھ شادی ہوئی ہے۔۔میرا جسم کسی کے سامنے دکھانے کے لیے لائق نہیں چھوڑا۔۔۔ہر جگہ پر تمہاری خرچوں کے نشان ہے۔۔اور جب میں ذرا سختی دکھاؤں تو تمہارے رونے پیٹنے شروع ہو جاتے ہیں۔۔۔

آہ اوہوں س ں۔۔۔ آپ کی انہی حرکتوں کی وجہ سے میں آپ کو خروچے دیتی ہوں۔۔احمر نے اس کی بیوٹی بون پر دانتوں سے کاٹا تو وہ روتے ہوئے چلائی۔۔۔

کوئی میری حرکتوں کی وجہ سے نہیں کرتی مجھے تو یہی پکا ہے جو میں نے کر لینا ہے۔کچھ دیر کے بعد تو تمہاری خروچوں سے میرا برا حال ہونا ہی ہے۔۔۔تو پھر کیوں نہ میں بھی اپنی کسر پوری کر لوں اس کی بیوٹی بون پر لمس چھوڑتے ہوئے تڑپا رہا۔۔۔۔

کل سے نہ تو میں آپ کے ساتھ رہوں گی۔اور نہ آپ کے ساتھ سوؤں گی۔میں محرمہ کے روم میں چلی جاؤں گی سسکتے ہوئے بول رہی تھی۔۔۔

میں اٹھا کر لے آؤں گا!!

میں لاک لگا کر سوؤں گی!!

میں ایکسٹرا چابی سے کھول لوں گا!!

میں اندر سے کنڈی لگالوں گی!!

میں کھڑکی سے آجاؤں گا!!

میں آپ کا سر پھاڑ دوں گی!!

میں تمہارے ہونٹوں سے سانسیں پی لوں گا!!

میں اماں کی بتاؤں گی!!

کیا بتاؤں ہو گی؟؟

آپ بہت گندیں ہیں اور مجھے بہت تنگ کرتے ہیں!!

یہ تو میری کو الٹی ہوئی ناخرابی کیا بتاؤ گی!!

آپ کو مجھ پر ترس نہیں آتا؟

نہیں مجھے پیار آتا ہے اور بہت زیادہ آتا ہے ٹوٹ کر آتا ہے!!



مجھے آپ پر غصہ آتا ہے بہت آتا ہے ٹوٹ کر آتا ہے جان لیو احد تک آتا ہے!!دانتوں کو اتنا مت پیسو ٹوٹ جائیں گے۔۔۔بنا دانتوں والی اماں بن جاؤ گی۔

۔احمر کو ماہی کی بچکانا اور باتیں بہت اچھی لگتی تھی۔۔وہ اکثر اسے یونہی زچ کر کے اس کی باتیں سنتا تھا۔۔

وہ اکثر بچوں کی طرح احمر کے پیٹ پر بیٹھ کر خوب مکے برساتی تھی۔۔

ماہی کے آنے سے احمر کی زندگی میں پھر سے رونقیں لگ گئی تھی۔وہ اتج میں احمر سے آدھی تھی تو حرکتیں بھی اس کی ویسی ہی تھی۔۔۔ماں بیٹی ایک سے بڑھ کر ایک نمونی تھی۔۔سارا دن دونوں کی بھاگ دوڑ گھر میں ختم نہیں ہوتی تھی۔۔

اریشہ نے بہت وار کیے تھے اس ایک سال میں۔۔ مگر وہ ماہی اور احمر کے پیار کو ٹس سے مس بھی نہیں کر پائی تھی۔ آخر تھک ہار کر اپنی عیاشی والی زندگی میں واپس امریکہ لوٹ گئی۔۔۔

ماہی کے ماں باپ نے سارا بزنس امریکہ میں سیٹ کر لیا تھا تو وہ اب کئی کئی مہینوں کے بعد پاکستان آتے تھے۔ مگر اب ماہی کی زندگی میں ہر طرف خوشیاں خوشیاں تھیں۔۔
خوش حالی کے رنگ برنگے پھول اس کے چاروں جانب بکھرے ہوئے تھے اسے اپنے ماں باپ کی دوری بھی محسوس نہیں ہوتی تھی۔۔

بچپن میں ماہی جتنا پیار کے لیے ترسی تھی۔۔احمر کی صورت میں خدا نے اسے اتنا ہی پیارا محبت کرنے والا شوہر عطا کیا گیا تھا۔۔۔

مہرمہ کے ساتھ ماہی کا پیار دیکھ کر احمر کی ماں بے حد مطمئن تھی۔۔۔وہ بھی ماہی پر اپنی جان نچھاور کرتی تھی۔۔ماہی نے ایک اچھی بہو کی طرح گھر کی ہر ذمہ داری کو بخوبی نبھایا تھا۔۔احمر کی ماں اور ماہی میں ماں بیٹی جیسا رشتہ قائم ہو چکا تھا۔۔

اور احمر کی تو ماہی جان بن چکی تھی۔۔اکثر احمر مہک کو یاد کرتا تھا۔۔سوچتا تھا اس نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ وہ مہک کے جانے کے بعد کسی سے اتنا پیار کر سکے گا۔۔۔

مگر ماہی کی بچگانہ معصوم حرکتے بے لوث محبت اور گھر کے لیے ذمہ داریاں کو اچھی طرح نبھانا ہر چیز نے احمر کے دل میں اس کی لیے محبت پیدا کر دی تھی۔۔۔

اب تو احمر کا خود گزارا نہیں ہوتا تھا ماہی کے بنا۔۔۔وہ شکر گزار تھا رومان شاہ کا عاصم شاہ کا جن دونوں نے مل کر ماہی کو اس کی زندگی میں لانا ممکن کیا۔۔اسے یاد تھا اس نے کتنی مشکل سے خود کو اس شادی کے لیے راضی کیا تھا۔۔احمر کی نظر میں ماہی بالکل بچی تھی اسے کیا پتہ تھا کہ اس کی یہی بچکانہ حرکتیں اسے پھر سے زندگی کی طرف لے آئیں گی۔۔

۔مہرمہ ایک سال اور چار مہینے کی ہوگئی تھی سارا دن گھر میں ہل چل مچائے رکھتی تھی۔۔۔دونوں ماں بیٹی ایک سے بڑھ کر ایک نمونے تھے۔۔۔سارا دن گھر میں بھاگ دوڑ مچائے رکھتی تھی۔۔۔

گھر میں نوکروں کی ریل پیل تھی مہرمہ کے لیے دو سپیشل میڈز رکھی گئی تھی۔اس کی والدہ کا دھیان رکھنے کے لیے الگ میڈ کا انتظام تھا۔۔ کھانا بنانے کے لیے الگ کک تھا۔۔۔گھر کا کام صفائی ستھرائی کے لیے الگ ملازمہ آتی تھی۔۔پہلے احمر کے حالات کچھ زیادہ اچھے نہیں تھے تو ماہی نے بہت سمجھداری سے گھر کو سنبھالا تھا۔۔۔مگر اب تو پیسے کی دیوی احمر پر مہربان تھی۔۔

ماشاءاللہ احمر کا کاروبار دگنا اور رات چگنا ترقی کر رہا تھا۔۔۔جب سے ماہی احمر کی زندگی میں آئی تھی۔ احمر کی تو زندگی کے رنگ بدل گئے تھے۔۔ جس پروجیکٹ میں ہاتھ ڈالتا کروڑوں کا بزنس اور منافع ہوتا۔۔۔

احمر نے اپنا گھر ایک بہت مہنگے ایریے میں شفٹ کر لیا تھا۔۔۔۔اسی لیے احمر بھی ماہی کے لیے ہر ممکن کوشش کرتا تھا آسانیاں پیدا کرنے کی۔۔۔ تنگ تو وہ اسے اپنی محبت کی شدتوں سے کرتا تھا۔۔



۔احمر ماہی کی سانسیں اسی طرح سے تنگ ہی کیے رکھتا تھا۔۔ کبھی لفظوں سے کبھی ہاتھوں سے کبھی شدتوں سے کیونکہ ماہی جب چڑ کر بک بک کرتی تھی اس کی وہی بک بک ہی تو احمر کو جینے کا مقصد دیتی تھی۔۔وہ جان بوجھ کر ماہی کو تنگ کرتا تھا جیسے اس وقت کر رہا تھا۔۔

اسے اپنے نیچے دبائیں ہوئے اسے تنگ کیے جا رہا تھا۔۔ وہ بڑبڑ کر کے پتہ نہیں کیا کیا بولے جا رہی تھی۔۔۔

وہ ہنس ہنس کر برداشت کر رہا تھا۔۔ اگر زندگی میں اچھا ہم سفر مل جائے تو زندگی خوبصورت ہو جاتی ہے۔۔ جنت جیسی لگنے لگتی ہے۔۔ خدا سب کو پیار کرنے والا

ہمسفر عطا فرمائے آمین ثم آمین۔۔۔

ooooooooo

می اب دودھ دو۔۔ رائم اپنی توتلی آواز میں میرب سے دودھ مانگ رہا تھا۔ میرب اپنے بیٹے پر صدقے واری ہوتی ہوئی دودھ کی بوتل بنا کر لے آئی تھی۔

اور رومان شاہ کب سے صوفے پر بیٹھا ہوا اسے گھور رہا تھا۔۔ کیونکہ آج ان کو چار دن ہو گئے تھے۔ پیرس میں آئے ہوئے مگر مجال ہے جو رائم اپنی ماں کی جان چھوڑ رہا ہو۔۔۔

شاہ میر مرہا۔۔ رومان شاہ میرب اور رائم چاروں گھومنے کے لیے آیئے تھے۔۔

شاہ میر تو مرہا کو لے کر خوب مزے اڑا رہا تھا۔۔ مگر رائم نے رومان شاہ کے سارے پلان چوپٹ کر رکھے تھے۔۔ جب بھی باہر جاتا رائم میرب کو خود میں الجھائے رکھتا تھا۔۔۔

میرب اس کو سلا دو ورنہ قسم سے تمہارے بیٹے کو یہاں پاکستان ٹی سی ایس کروا دوں گا۔۔۔

صوفے پر ٹانگ پر ٹانگ رکھے ہوئے بے چینی سے ہلاتے ہوئے رومان شاہ نے میرب سے کہا تھا۔۔

جو اپنے بیٹے کو گود میں لیے آرام سے باتیں کرتے ہوئے دودھ کی بوتل اسکے منہ میں ڈال کر پلا رہی تھی۔۔۔

شاہ ابھی کچھ دیر میں رائم سو جائے گا آپ پریشان نہیں ہوں۔۔ بڑے تحمل سے جواب دیا۔۔

نہیں اب میں پریشان نہیں ہوں گا۔ اب تو میں تمہیں پریشان کروں گا۔۔ اس کو سلاؤ اور میرے پاس آؤ۔۔ میں میٹ کا انتظام کر رہا ہوں کل سے یہ ساتھ والے روم میں میٹ کے ساتھ رہے گا۔۔

نن۔۔ نہیں شاہ ایسا مت کیجئے گا میں کسی پر بھروسہ نہیں کر سکتی اپنے بیٹے کے حوالے سے۔۔۔ مجھے تو پاکستان میں رہ کر کسی پر بھروسہ نہیں ہے یہاں پر انجان شہر میں کسی پر کیسے بھروسہ کر سکتی ہوں۔۔۔ میرب بہت گھبرا گئی تھی شاہ کی بات پر۔۔

روم میں کیمرے لگے ہیں۔۔ گھبرانے کی ضرورت نہیں فل سکیورٹی ہو گی۔۔۔ بھاڑ میں جائے کیمرے اور ہوٹل والوں کی سکیورٹی میں اپنے بیٹے کو کسی کے حوالے نہیں کروں گی۔۔۔

شاہ یہ ابھی سو جائے گا میں آپ کے سارے حساب پورے کر دوں گی۔۔ مگر میرے بیٹے کو مجھ سے دور مت کیجئے گا وہ رونے لگی تھی۔۔۔

میرب میری جان رونے کی ضرورت نہیں کہیں نہیں بھیجوں گا۔۔ تمہارے اس لاڈلے بیٹے کو۔۔۔

رومان شاہ میرب کو اس طرح سے تڑپ کر روتے دیکھ فوراً سے اٹھ کر اس کے قریب آ کر بیٹھ گیا۔۔۔

اسے اپنے ساتھ لگاتے ہوئے پیار سے اس کے ماتھے پر بوسا دیا۔۔

وعدہ وہ آنسوں صاف کرتے ہوئے بولی۔۔

پکا وعدہ شاہ کی جان۔۔ تمہاری آنکھوں میں آنسوں دیکھ کر میرب میرا دل بند ہونے لگتا ہے پلیز رویا مت کرو۔۔۔۔ تم اپنی ضد سے مجھ سے ہر بات منوا لیتی ہو ویسے ہی منوایا کرو۔۔۔۔پلیز رویا نہیں کرو۔۔۔۔

میرب تمہاری آنکھوں میں رومان شاہ آنسوں نہیں دیکھ سکتا۔۔ جان نکل جاتی ہے میری تمہارے رونے سے۔۔۔

کہیں نہیں بھیج رہا تمہارے لاڈلے بیٹے کو صرف ایک دھمکی دی تھی۔۔۔ یہ صرف تمہارا بیٹا نہیں ہے میرا بھی بیٹا ہے تم بھی یہ بات یاد رکھا کرو۔۔۔

میں بھی بہت پیار کرتا ہوں اس سے مگر یہ کمینہ اپنے باپ کے رومینس کی دھجیاں اڑاتا رہتا ہے---

بچہ ہے نا ابھی اس کو پتہ نہیں اس لیے! میرب نے اپنے بیٹے کی صفائی دی---

میرب جتنا پیار تم اپنی بیٹے سے کرتی ہو اتنا مجھ سے بھی کیا کرونا---روماں شاہ اس کی پنکھڑیوں پر جھکنے لگا تھا----

رائم دودھ پیتے ہوئے میرب کی گود میں سو چکا تھا--

اس کی پنکڑیوں کو لبوں میں قید کیے ایک ہاتھ اس کی کمر پر رکھے دوسرا اس کی گردن کے پیچھے رکھے ہوئے--آنکھیں بند کیے-ہونٹوں کی نمی پینے لگا تھا-مدہوش سا ہونے لگا تھا----



رائم کو بیڈ پر سلا کر میرب کو گود میں اٹھائے صوفے پر لے آیا تھا--

اسے صوفے پر ڈالتا ہوا اسید ھا اس کے دل والے مقام پر جھکا اور جھکتا ہی چلا گیا---

میرب کی سسکیاں لے رہی تھی-جسے وہ دبانے کی پوری کوشش کر رہی تھی-کہ کہیں رائم نہ جاگ جائے---

مگر شاہ تھا میرب کی جان نکالنے پر تلا ہوا تھا۔۔روم میں روشنی نہ ہونے کے برابر تھی۔۔۔اپنے منہ پر ہاتھ رکھ کر میرب اپنی سسکیاں دبانے کی کوشش کر رہی تھی۔۔۔

اس کے دل والے مقام پر لب رکھ کر نمی پیتے ہوئے رومان شاہ تو جیسے ہوش میں ہی نہیں تھا۔۔

رومان شاہ ایسا دیوانہ تھا جو ایک بیٹے کے ہونے کے بعد بھی اپنی بیوی سے اتنی ہی محبت کرتا تھا جتنی پہلے کرتا تھا۔۔۔رومان شاہ جیسی محبت نہ کسی نے کی نہ کوئی کر سکتا ہے۔۔۔

رومان شاہ جیسا نا کوئی آیا تھا نہ کوئی آئے گا۔۔۔www.kitabnagri.com

oooooooo

رومان شاہ میرب۔۔شاہ میر مرہا۔۔انہوں نے یادگار دن گزارے تھے۔۔یہ چھٹیاں ان کو ہمیشہ یاد رہنے والی تھی۔۔۔چاروں نے یہاں پر بہت خوبصورت دن گزارے تھے۔۔یہاں کی ہر مشہور جگہ پر چاروں گھومنے گئے تھے۔۔۔

بہت ساری شاپنگ کی۔۔۔اپنے عزیزوں کے لیے گفٹ خریدے۔۔۔اور آج ان کی واپسی تھی۔۔۔یہاں پر انہوں نے 15 دن کا سٹے کیا تھا۔۔۔اب شاہ میر کو اور چھٹیاں نہیں مل رہی تھی۔۔۔

اور رومان شاہ کے بزنس میں بھی بہت مسئلے آرہے تھے۔۔۔ تو آج وہ لوگ پاکستان واپس جارہے تھے۔۔۔

میر۔۔۔ ارام سے بیٹھیں اگر بھائی دیکھ لیں گے تو کیا سوچیں گے۔۔ شاہ میر کے ہاتھوں کو چین نہیں تھا اور میرہا ساتھ والی سیٹ پر رومان شاہ سے گھبرا رہی تھی۔۔۔ کہ کہیں اس کے بھائی کی نظر نہ پڑ جائے۔۔

دونوں نے پیرس میں بھی مرہا اور میرب کی جان مصیبت میں ڈال رکھی تھی۔۔ وہ جتنا اپنے بھائیوں سے شرماتی تھی یہ اتنا ہی ان کو تنگ کرتے تھے۔۔۔

تمہارے بھائی کو اپنی بیوی کو دیکھنے سے فرصت ملے گی تو دیکھیے گا نا۔۔۔رومان شاہ جو میرب سے باتیں کرنے میں مصروف تھا اسے دیکھتے ہوئے شاہ میر نے میرب سے کہا۔۔۔

ایسے ہی ہنستے مسکراتے وہ پاکستان کا سفر طے کر رہے تھے۔۔۔

oooooooooo

5)سال بعد(

زین زین کہاں جارہی ہو بیٹا۔۔بیا اپنے پانچ سالہ بیٹے کے پیچھے بھاگتی پھر رہی تھی۔۔وہ اس کے آگے آگے بھاگتا ہوا جارہا تھا۔۔سامنے سے آتے ہوئے چوہدری خرم کی ٹانگوں سے جالپٹا تھا۔۔

کیوں بھاگ رہا ہے میرا شیر۔۔اور کیوں اپنی اماں کو تھکا رہے ہو۔۔

اسے اٹھاتے ہوئے کاندھوں پر بٹھالیا۔۔

ابا سائیں اماں مجھے کھیلنے نہیں دیتی بہت تنگ کرتی ہیں۔۔۔ہاہاہا۔۔خرم چوہدری کا جاندار قہقہہ فضا میں بلند ہوا تھا۔۔۔

سچ میں زین تو میرا ہی بیٹا ہے تجھے بھی میری طرح اپنے ماں باپ غلط لگتے ہیں زین ہو بہو اپنے باپ کا بچپن تھا۔۔



خرم چوہدری تو بالکل بدل چکا تھا اس وقت خرم چوہدری گاؤں کا سرپنچ تھا۔۔جو گاؤں والوں کا ہر طرح سے خیال رکھتا تھا ان کے لیے آسانیاں پیدا کر کے اس نے گاؤں کو خوشحال بنا دیا تھا۔۔

آج خرم چوہدری پر اس کے باپ کو بڑا ناز تھا۔مگر زین کو دیکھ کر خرم کو اپنا بچپن یاد آجاتا۔۔۔

سائیں یہ مجھے بہت تنگ کرتا ہے مجال ہے جو یہ لڑکا دو سیکنڈ کے لیے بھی کہیں آرام سے بیٹھ جائے---

آج صبح ہی اس نے اپنے پیر پر چوٹ لگوائی ہے بیا آتے ہی شکایتیں لے کر بیٹھ گئی تھی---

زین تو اپنے باپ کے کاندھوں سے اتر کر جا کر گیٹ کے اندر سے گارڈز کو تنگ کر رہا تھا---پورا گھر زین سر پہ اٹھائے رکھتا تھا-وہ بہت شرارتی تھا--- 

میرے مکھن اس کا تو پھر ایک ہی حل ہے ہمیں ایک بچہ اور پلان کرنا چاہیے پھر ہی تمہارا یہ کھوتا سدر سکتا ہے---

آج خرم اپنے والد کی جگہ پر آچکا تھا خرم کے والد کی ڈیتھ ہو گئی تھی ہارڈ اٹیک ہونے سے---

ماں زندہ تھی---اور اپنے پوتے پر ہر وقت جان نچھاور کرتی رہتی تھی--زین کو بگاڑنے میں اس کی دادی کا بھی بہت بڑا ہاتھ تھا---

سائیں مجھ میں ابھی ہمت نہیں ہے دن کو آپ کا بیٹا میری جان کو عذاب میں ڈالے رکھتا ہے--- اور راتوں کو مجھے ہلکان کرنے کے لیے آپ کافی ہیں--اس لیے بیا میں ابھی اور بچہ پیدا کرنے کی ہمت نہیں ہے---بیا سائیں کے سامنے ہاتھ جوڑتے ہوئے بول رہی تھی---

چوہدری خرم قہقہہ لگا کر ہنستے ہوئے کمرے میں داخل ہوا۔ اور بیا کو اپنی باہوں کی حراست میں لے کر اس کی پنکھڑیوں پر جھکے اپنی دن بھر کی تھکن اتار رہا تھا۔۔ خرم چوہدری اور بیا ایک خوشگوار زندگی گزار رہے تھے۔۔۔

ooooooooooooo

آج رائم کی برتھ ڈے تھی اور سب نے شرکت کی تھی۔۔ رائم چھ سال کا ہو گیا تھا۔۔۔۔

لاہور سے عاصم شاہ اور شفا بھی آئے ہوئے تھے۔۔۔

احمر ماہی مہرمہ اور ان کا چھ ماہ کا بیٹا اب محتشم بھی ساتھ میں آیا تھا۔۔ احمر ماہی اپنے دونوں بچوں کے ساتھ بہت خوشحال زندگی گزار رہے تھے۔۔ 

ڈاکٹر شاہ زیب اور ڈاکٹر ہما کے گھر اللہ نے ایک اور بیٹی دی تھی۔ جس کا نام انہوں نے مائرہ رکھا تھا۔۔ مائرہ اور ملالہ کے آنے سے وہ اپنی فیملی کو مکمل محسوس کرتے تھے۔۔۔ دونوں اپنی زندگی میں بے حد خوش تھے اور فی الحال آگے کوئی بچے کی پلاننگ نہیں تھی۔۔

ان کی دونوں بیٹیاں سکول جاتی تھی اور خود دونوں سرجن ڈیپارٹمنٹ کے ہیڈ بن چکے تھے۔۔۔۔

شفا اور عاصم شاہ نے بچہ بہت دیر سے پلان کیا تھا۔ تو اس وقت شفا کا چھٹا مہینہ چل رہا تھا۔۔ اور ڈاکٹر نے الٹراساؤنڈ رپورٹ میں بیٹا بتایا تھا۔۔ دونوں اپنی لائف میں بے حد خوش تھے۔۔۔

عاصم شاہ نے خود اپنا کالج بنالیا تھا۔۔۔اور اللہ تعالی نے عاصم شاہ کو بہت ترقی دی تھی۔۔۔اب اکثر عاصم شاہ شفا کو اس کے بھائی اور ماں سے ملوانے کراچی آتا جاتا رہتا تھا۔۔۔

میر پلیز ان کو پکڑ لیں ان دونوں نے میرے ناک میں دم کر رکھا ہے۔۔۔مرہا اپنے جڑوا بیٹوں سے تنگ آکر میر پر چلا رہی تھی۔۔۔

شاہ میر نے جلدی سے اپنے بیٹوں کو اٹھالیا پتہ تھا کہ اب مرہا کو غصہ آئے گا اور مرہا ان پر ہی اتارے گی۔۔۔

دونوں مرہا کو بہت تنگ کرتے تھے۔۔شاہ میر اور مرہا کو اللہ تعالی نے دو جڑوا بیٹے دیے تھے ۔۔۔انہوں نے دونوں کے اسلامی نام رکھے تھے۔۔



عبداللہ شاہ میر۔

اور عبدالرحمن شاہ میر۔

دونوں ایک سے بڑھ کر ایک شرارتی تھے دونوں تین سال کے ہو چکے تھے۔۔وہ مرہا کے ناک میں ہر وقت دم کر کے رکھتے تھے۔مرہا رونے لگ جاتی تھی۔۔

مرہا کو ایک بے بی چاہیے تھا مگر اللہ تعالی نے اسے ایک ساتھ دو بے بی دے کر خوشیوں سے نوازا تھا ۔۔۔دونوں کی زندگی خوبصورت اور مکمل ہو چکی تھی ان کا بھی آگے فی الحال کوئی بچہ لینے کا پلان نہیں تھا۔۔۔

سب اپنی زندگیوں میں بے حد خوش تھے رومان شاہ کا صرف ایک بیٹا تھا اور وہ آگے بچہ پلان کر ہی نہیں سکتے تھے۔۔۔

میرب جس مشکلات سے گزری تھی رومان شاہ کو اولاد کی اور کوئی طلب نہیں تھی۔۔

ان کا ایک بیٹا رائم رومان شاہ ان کی پوری دنیا تھا جو کہ چھ سال کا ہو چکا تھا۔۔

رومان شاہ اور میرب کی اس میں جان بستی تھی ۔۔رومان شاہ آج بھی میرب کا اتنا ہی دیوانہ تھا جتنا کل تھا۔۔۔



آج بھی باپ اور بیٹے میں صرف میرب کو لے کر ہی جھگڑا ہوتا تھا۔۔۔کیک کاٹ کر سب لوگ کھانا کھا رہے تھے۔۔

رومان شاہ نے صرف اپنے بہت عزیز دوستوں اور فیملی کو ہی مدعو کیا تھا۔ کھانے کے بعد سارے یار آج بہت عرصے بعد لان میں بیٹھے گپے مار کے رہے تھے۔

خواتین لان میں ہی دوسری جانب کرسیوں پر بیٹھی ہوئی تھی۔۔۔شاہ میر اور رومان شاہ تو سگے بھائیوں کی طرح رہنے لگے تھے جو کل ایک دوسرے کو دشمن سمجھتے تھے آج ایک جان تھے۔۔

رومان شاہ۔۔احمر علوی۔۔۔اور ڈاکٹر شاہ زیب کے قہقہے سن کر شاہ میر ملک اور عاصم شاہ بھی کھکھلا کر ہنس رہے تھے۔۔۔ ایک کا جوک ختم ہوتا تو دوسرا شروع ہو جاتا تھا۔۔۔تینوں کی کمسٹری اتنی خوبصورت تھی کہ ہر شخص ان کو دیکھ کر ہنس رہا تھا۔۔۔
کافی دیر کے بعد ان کی گیدرنگ ہو رہی تھی تو ان کے پاس کرنے کے لیے بہت ساری باتیں تھی۔۔۔ سب اپنی اپنی زندگیوں میں بے حد مصروف ہو چکے تھے۔مگر آج بھی تینوں کی دوستی ویسی ہی تھی ایک دل تھے بات نکلتی تو دوسرا پہلے سمجھ جاتا تھا۔۔۔

یاری ہو تو رومان شاہ احمر علوی اور ڈاکٹر شاہ زیب جیسی جسے لوگ سالوں یاد رکھیں۔۔۔۔
جاتے جاتے ان کی دوستی کو دیکھ کر زویا علی شاہ کو ایک سونگ یاد آیا ہے۔۔

ہنستے ہنستے کٹ جائیں رستے

زندگی یوں ہی چلتی رہے

خوشی ملے یا غم بدلیں گے نہ ہم

دنیا چاہے بدلتی رہے۔۔

(لمس جنون تحریر زویا علی شاہ)

ختم شد!

اسلام علیکم